www.KitaboSunnat.com

فتح السلام بشرح صحیح البخاری الامام

کتاب الزکاۃ — کتاب الکفالۃ

أحادیث : 1395—2298

تالیف

أمیر المؤمنین فی الحدیث وسید الفقہاء

امام المحدثین ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ

3

ترجمہ وشرح

حافظ عبدالسلام بن محمد بھٹوی حفظہ اللہ

أصح الكتب بعد كتاب الله

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

أصح الكتب بعد كتاب الله

فتح السلام

بشرح

صحیح البخاری الامام

كتاب الزكاة — كتاب الكفالة

احادیث 1395 — 2298

تالیف

أمیر المؤمنین فی الحدیث وسید الفقهاء

امام المحدثین ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ

3

ترجمہ و شرح

حافظ عبدالسلام بن محمد بھٹوی حفظہ اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

نضّر الله امرأ

سمع منّا حديثا، فحفظه حتّى يبلّغه

"اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش وخرم اور شاداب رکھے جس نے ہم سے کوئی حدیث سنی پھر اسے حفظ کیا اور یاد رکھا تاکہ اسے (دوسروں تک) پہنچائے۔"

[سنن أبي داوٗد : ٣٦٦٠]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرست (جلد سوم)

٢٤۔ كِتَابُ الزَّكَاةِ	24۔ زکاۃ کی کتاب	45
١۔ بَابُ وُجُوبِ الزَّكَاةِ	باب: زکاۃ کا واجب ہونا	45
٢۔ بَابُ الْبَيْعَةِ عَلَى إِيتَاءِ الزَّكَاةِ	باب: زکاۃ دینے پر بیعت کرنا	56
٣۔ بَابُ إِثْمِ مَانِعِ الزَّكَاةِ	باب: زکاۃ نہ دینے والے کا گناہ	56
٤۔ بَابُ مَا أُدِّيَ زَكَاتُهُ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ	باب: جس کی زکاۃ ادا کر دی جائے وہ کنز (خزانہ) نہیں	59
٥۔ بَابُ إِنْفَاقِ الْمَالِ فِي حَقِّهِ	باب: مال کو اس کی صحیح جگہ خرچ کرنا	66
٦۔ بَابُ الرِّيَاءِ فِي الصَّدَقَةِ	باب: صدقے میں دکھاوا کرنا	67
٧۔ بَابٌ: لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَدَقَةً مِنْ غُلُولٍ، وَلَا يَقْبَلُ إِلَّا مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ	باب: اللہ تعالیٰ کسی طرح کی خیانت کے مال سے صدقہ قبول نہیں کرتا، وہ صرف پاکیزہ کمائی سے صدقہ قبول کرتا ہے	68
٨۔ بَابُ الصَّدَقَةِ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ	باب: پاکیزہ کمائی سے صدقہ کرنا	69
٩۔ بَابُ الصَّدَقَةِ قَبْلَ الرَّدِّ	باب: ردّ کیے جانے سے پہلے صدقہ کرنا	71
١٠۔ بَابٌ: اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ وَالْقَلِيلِ مِنَ الصَّدَقَةِ	باب: آگ سے بچو، خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے یا تھوڑے صدقے کے ساتھ بچو	74
١١۔ بَابٌ: أَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ وَصَدَقَةُ الشَّحِيحِ الصَّحِيحِ	باب: کون سا صدقہ افضل ہے؟ اور حرص و بخل والے تندرست کا صدقہ	78
بَابٌ	باب (بلاعنوان)	79

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

١٢- بَابُ صَدَقَةِ الْعَلَانِيَةِ	باب: لوگوں کے سامنے صدقہ کرنا	81
١٣- بَابُ صَدَقَةِ السِّرِّ	باب: چھپا کر صدقہ کرنا	82
١٤- بَابٌ: إِذَا تَصَدَّقَ عَلَى غَنِيٍّ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ	باب: جب کسی غنی کو صدقہ دے دے اور اسے معلوم نہ ہو (کہ وہ غنی ہے)	82
١٥- بَابٌ: إِذَا تَصَدَّقَ عَلَى ابْنِهِ وَهُوَ لَا يَشْعُرُ	باب: جب اپنے بیٹے کو صدقہ دے دے اور اسے (اس کا) شعور نہ ہو	84
١٦- بَابُ الصَّدَقَةِ بِالْيَمِينِ	باب: دائیں ہاتھ کے ساتھ صدقہ کرنا	85
١٧- بَابُ مَنْ أَمَرَ خَادِمَهُ بِالصَّدَقَةِ وَلَمْ يُنَاوِلْ بِنَفْسِهِ	باب: جو شخص اپنے خادم کو صدقے کا حکم دے اور خود نہ پکڑائے	87
١٨- بَابٌ: لَا صَدَقَةَ إِلَّا عَنْ ظَهْرِ غِنًى	باب: کوئی صدقہ درست نہیں مگر جس کے بعد آدمی غنی رہے	88
١٩- بَابُ الْمَنَّانِ بِمَا أَعْطَى	باب: جو دیا ہے اس پر احسان جتلانے والا	92
٢٠- بَابُ مَنْ أَحَبَّ تَعْجِيلَ الصَّدَقَةِ مِنْ يَوْمِهَا	باب: جو صدقے کو اسی دن جلدی دینا پسند کرے	92
٢١- بَابُ التَّحْرِيضِ عَلَى الصَّدَقَةِ وَالشَّفَاعَةِ فِيهَا	باب: صدقہ کرنے کی ترغیب دینا اور اس کی سفارش کرنا	93
٢٢- بَابُ الصَّدَقَةِ فِيمَا اسْتَطَاعَ	باب: جو آدمی کی طاقت ہو اس میں سے صدقہ کرنا	95
٢٣- بَابٌ: اَلصَّدَقَةُ تُكَفِّرُ الْخَطِيئَةَ	باب: صدقہ گناہ کو مٹا دیتا ہے	96
٢٤- بَابُ مَنْ تَصَدَّقَ فِي الشِّرْكِ ثُمَّ أَسْلَمَ	باب: جو شخص شرک و کفر کی حالت میں صدقہ کرے، پھر مسلمان ہو جائے	97
٢- بَابُ أَجْرِ الْخَادِمِ إِذَا تَصَدَّقَ بِأَمْرِ صَاحِبِهِ غَيْرَ مُفْسِدٍ	باب: خادم کا اجر جب وہ اپنے صاحب کے حکم سے صدقہ کرے، بشرطیکہ بگاڑنے والا نہ ہو	99
٢- بَابُ أَجْرِ الْمَرْأَةِ إِذَا تَصَدَّقَتْ أَوْ أَطْعَمَتْ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ	باب: عورت کا اجر جب وہ اپنے خاوند کے گھر سے صدقہ کرے یا کھانے کی چیز دے، بشرطیکہ خراب کرنے والی نہ ہو	100

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٢٧- بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى : ﴿ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَ اتَّقٰى ۙ وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۙ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ؕ وَ اَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَ اسْتَغْنٰى ۙ وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۙ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ﴾ [الليل : ٥ - ١٠]	باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان: ''پس لیکن وہ شخص جس نے دیا اور (نافرمانی سے) بچا اور اس نے سب سے اچھی بات کو سچ مانا تو یقیناً ہم اسے آسان راستے کے لیے سہولت دیں گے اور لیکن وہ جس نے بخل کیا اور بے پروا ہوا اور اس نے سب سے اچھی بات کو جھٹلا دیا تو یقیناً ہم اسے مشکل راستے کے لیے سہولت دیں گے''	101
٢٨- بَابُ مَثَلِ الْمُتَصَدِّقِ وَالْبَخِيلِ	باب: صدقہ کرنے والے اور بخیل کی مثال	102
٢٩- بَابُ صَدَقَةِ الْكَسْبِ وَالتِّجَارَةِ	باب: کمائی اور تجارت کے مال میں سے صدقہ	104
٣٠- بَابٌ : عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَلْيَعْمَلْ بِالْمَعْرُوفِ	باب: ہر مسلمان کے ذمے کچھ نہ کچھ صدقہ ہے، جس کے پاس نہ ہو وہ نیکی کرے	105
٣١- بَابٌ : قَدْرُ كَمْ يُعْطَى مِنَ الزَّكَاةِ وَالصَّدَقَةِ وَمَنْ أَعْطَى شَاةً	باب: زکاۃ اور صدقے میں سے کتنی مقدار دی جائے اور جو ایک بکری دے دے	106
٣٢- بَابُ زَكَاةِ الْوَرِقِ	باب: چاندی کی زکاۃ	107
٣٣- بَابُ الْعَرْضِ فِي الزَّكَاةِ	باب: زکاۃ میں (سونے چاندی کے سوا) سامان لینا	109
٣٤- بَابٌ : لَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ، وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ	باب: الگ الگ (ریوڑوں) کو اکٹھا نہ کیا جائے اور اکٹھوں کو الگ الگ نہ کیا جائے	113
٣٥- بَابٌ : مَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ، فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ	باب: جو دو آدمی مویشیوں کو ملانے والے ہوں وہ آپس میں برابری کے ساتھ رجوع کریں گے	114
٣٦- بَابُ زَكَاةِ الْإِبِلِ	باب: اونٹوں کی زکاۃ	116
٣٧- بَابُ مَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ بِنْتِ مَخَاضٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ	باب: جس شخص پر بنت مخاض کا صدقہ واجب ہو اور وہ اس کے پاس موجود نہ ہو	117
٣٨- بَابُ زَكَاةِ الْغَنَمِ	باب: بھیڑ بکریوں کی زکاۃ	118

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٣٩- بَابٌ: لَا تُؤْخَذُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ وَلَا ذَاتُ عَوَارٍ وَلَا تَيْسٌ إِلَّا مَا شَاءَ الْمُصَدِّقُ	باب: صدقے میں بوڑھا، عیب والا جانور اور نر بکرا نہ لیا جائے مگر یہ کہ صدقہ وصول کرنے والا حاکم چاہے	121
٤٠- بَابُ أَخْذِ الْعَنَاقِ فِي الصَّدَقَةِ	باب: زکاۃ میں بکری کی پٹھوری لینا	122
٤١- بَابٌ: لَا تُؤْخَذُ كَرَائِمُ أَمْوَالِ النَّاسِ فِي الصَّدَقَةِ	باب: صدقے میں لوگوں کے عمدہ اور نفیس اموال نہ لیے جائیں	123
٤٢- بَابٌ: لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ	باب: پانچ اونٹوں سے کم میں زکاۃ نہیں	124
٤٣- بَابُ زَكَاةِ الْبَقَرِ	باب: گائیوں کی زکاۃ	125
٤٤- بَابُ الزَّكَاةِ عَلَى الْأَقَارِبِ	باب: اقارب (رشتہ داروں) پر زکاۃ	127
٤٥- بَابٌ: لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي فَرَسِهِ صَدَقَةٌ	باب: مسلمان پر اس کے گھوڑے میں کوئی صدقہ نہیں	130
٤٦- بَابٌ: لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي عَبْدِهِ صَدَقَةٌ	باب: مسلمان پر اس کے غلام میں کوئی صدقہ نہیں	131
٤٧- بَابُ الصَّدَقَةِ عَلَى الْيَتَامَى	باب: یتیموں پر صدقہ کرنا	131
٤٨- بَابُ الزَّكَاةِ عَلَى الزَّوْجِ وَالْأَيْتَامِ فِي الْحَجْرِ	باب: خاوند پر اور اپنی گود میں پلنے والے یتیموں پر زکاۃ	135
٤٩- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ [التوبة: ٦٠]	باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان: ''اور گردنیں چھڑانے میں اور تاوان بھرنے والوں میں اور اللہ کے راستے میں''	136
٥٠- بَابُ الِاسْتِعْفَافِ عَنِ الْمَسْأَلَةِ	باب: سوال کرنے سے بچنا	141
٥١- بَابُ مَنْ أَعْطَاهُ اللَّهُ شَيْئًا مِنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ وَلَا إِشْرَافِ نَفْسٍ	باب: جسے اللہ تعالیٰ سوال اور نفس کے جھانکنے کے بغیر کوئی چیز عطا فرما دے	146
٥٢- بَابُ مَنْ سَأَلَ النَّاسَ تَكَثُّرًا	باب: جو شخص مال زیادہ بنانے کے لیے سوال کرے	147
٥٣- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا﴾ [البقرة: ٢٧٣] وَكَمِ الْغِنَى؟	باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان: ''وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے'' اور غنی ہونے کی مقدار کیا ہے؟	149
٥٤- بَابُ خَرْصِ التَّمْرِ	باب: (درختوں پر) کھجوروں کا تخمینہ (اندازہ) لگانا	158

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٥٥۔ بَابُ الْعُشْرِ فِيمَا يُسْقَى مِنْ مَاءِ السَّمَاءِ وَ بِالْمَاءِ الْجَارِي	باب: اس کھیتی کا عشر جو بارش سے یا بہتے پانی سے سیراب کی جائے	162
٥٦۔ بَابٌ: لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ	باب: پانچ وسق سے کم میں کوئی صدقہ نہیں	165
٥٧۔ بَابُ أَخْذِ صَدَقَةِ التَّمْرِ عِنْدَ صِرَامِ النَّخْلِ، وَهَلْ يُتْرَكُ الصَّبِيُّ فَيَمَسُّ تَمْرَ الصَّدَقَةِ؟	باب: درختوں سے کھجوریں اتارتے وقت کھجوروں کا صدقہ لینا اور کیا بچے کو چھوڑ دیا جائے کہ وہ صدقے کی کھجوروں کو ہاتھ لگائے؟	167
٥٨۔ بَابٌ: مَنْ بَاعَ ثِمَارَهُ أَوْ نَخْلَهُ أَوْ أَرْضَهُ أَوْ زَرْعَهُ وَقَدْ وَجَبَ فِيهِ الْعُشْرُ أَوِ الصَّدَقَةُ فَأَدَّى الزَّكَاةَ مِنْ غَيْرِهِ، أَوْ بَاعَ ثِمَارَهُ وَلَمْ تَجِبْ فِيهِ الصَّدَقَةُ	باب: جو شخص اپنے پھل یا اپنی کھجوروں کے درخت یا اپنی زمین یا اپنی کھیتی بیچے جب کہ اس میں عشر یا صدقہ واجب ہو چکا ہو اور وہ اس کے سوا کسی اور چیز میں سے زکاۃ دے دے (تو اس کا حکم) یا اپنے وہ پھل بیچے جن میں صدقہ واجب نہ ہوا ہو	169
٥٩۔ بَابٌ: هَلْ يَشْتَرِي صَدَقَتَهُ؟ وَلَا بَأْسَ أَنْ يَشْتَرِيَ صَدَقَتَهُ غَيْرُهُ، لِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ إِنَّمَا نَهَى الْمُتَصَدِّقَ خَاصَّةً عَنِ الشِّرَاءِ وَلَمْ يَنْهَ غَيْرَهُ	باب: کیا آدمی اپنا صدقہ خرید سکتا ہے؟ اور کوئی دوسرا آدمی اس کا صدقہ خرید لے تو اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ نبی ﷺ نے خاص طور پر صدقہ کرنے والے کو خریدنے سے منع کیا ہے، اس کے سوا کسی اور کو منع نہیں کیا	171
٦٠۔ بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الصَّدَقَةِ لِلنَّبِيِّ ﷺ وَآلِهِ	باب: جو نبی ﷺ اور آپ کی آل پر صدقہ کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے	172
٦١۔ بَابُ الصَّدَقَةِ عَلَى مَوَالِي أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ	باب: نبی ﷺ کی بیویوں کی لونڈیوں اور غلاموں پر صدقہ	174
٦٢۔ بَابٌ: إِذَا تَحَوَّلَتِ الصَّدَقَةُ	باب: جب صدقے کی حیثیت بدل جائے	175
٦٣۔ بَابُ أَخْذِ الصَّدَقَةِ مِنَ الْأَغْنِيَاءِ وَتُرَدَّ فِي الْفُقَرَاءِ حَيْثُ كَانُوا	باب: دولت مندوں سے صدقہ لینا اور فقراء میں لوٹا دینا، وہ جہاں بھی ہوں	177
٦٤۔ بَابُ صَلَاةِ الْإِمَامِ وَدُعَائِهِ لِصَاحِبِ الصَّدَقَةِ	باب: صدقہ دینے والے کے لیے امام کی صلاۃ اور دعا	178
٦٥۔ بَابُ مَا يُسْتَخْرَجُ مِنَ الْبَحْرِ	باب: جو سمندر سے نکالا جائے	180

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٦٦- بَابٌ: فِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ	باب: رکاز میں خمس ہے	181
٦٧- بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا﴾ [التوبة: ٦٠] وَمُحَاسَبَةِ الْمُصَدِّقِينَ مَعَ الْإِمَامِ	باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان: "اور ان (صدقات) پر مقرر عاملوں کے لیے" اور صدقات وصول کرنے والوں کا حاکم کے پاس حساب پیش کرنا	187
٦٨- بَابُ اسْتِعْمَالِ إِبِلِ الصَّدَقَةِ وَأَلْبَانِهَا لِأَبْنَاءِ السَّبِيلِ	باب: صدقے کے اونٹوں اور ان کے دودھ کو مسافروں کے کام میں لانا	188
٦٩- بَابُ وَسْمِ الْإِمَامِ إِبِلَ الصَّدَقَةِ بِيَدِهِ	باب: حاکم کا صدقے کے اونٹوں کو اپنے ہاتھ سے داغ کر نشان لگانا	189
أَبْوَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ	صدقۂ فطر کے ابواب	191
٧٠- بَابُ فَرْضِ صَدَقَةِ الْفِطْرِ	باب: صدقۂ فطر کا فرض ہونا	191
٧١- بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ عَلَى الْعَبْدِ وَغَيْرِهِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ	باب: صدقۂ فطر کا سب مسلمانوں حتی کہ غلاموں پر بھی فرض ہونا	192
٧٢- بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ صَاعٌ مِنْ شَعِيرٍ	باب: صدقۂ فطر جو کا ایک صاع	192
٧٣- بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ	باب: صدقۂ فطر کھانے کی جنس کا ایک صاع ہے	193
٧٤- بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ	باب: صدقۂ فطر کھجور سے ایک صاع ادا کرنا	193
٧٥- بَابُ صَاعٍ مِنْ زَبِيبٍ	باب: کشمش یا منقی سے ایک صاع	193
٧٦- بَابُ الصَّدَقَةِ قَبْلَ الْعِيدِ	باب: عید سے پہلے صدقہ ادا کرنا	196
٧٧- بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ عَلَى الْحُرِّ وَالْمَمْلُوكِ	باب: صدقۂ فطر آزاد اور غلام سب پر فرض ہے	197
٧٨- بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ عَلَى الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ	باب: صدقۂ فطر چھوٹے بڑے سب پر فرض ہے	199
٢٥- كِتَابُ الْحَجِّ	25- حج کی کتاب	200
١- بَابُ وُجُوبِ الْحَجِّ وَفَضْلِهِ	باب: حج کا واجب ہونا اور اس کی فضیلت	200
٢- بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ۝ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ﴾ [الحج: ٢٧، ٢٨]	باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان: "وہ تیرے پاس پیدل اور ہر لاغر سواری پر آئیں گے، جو ہر دور دراز راستے سے آئیں گی، تاکہ وہ اپنے بہت سے فائدوں میں حاضر ہوں"	202

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٣- بَابُ الْحَجِّ عَلَى الرَّحْلِ	باب: پالان پر سوار ہو کر حج کرنا	205
٤- بَابُ فَضْلِ الْحَجِّ الْمَبْرُورِ	باب: حج مبرور کی فضیلت	207
٥- بَابُ فَرْضِ مَوَاقِيتِ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ	باب: حج اور عمرہ کے احرام باندھنے کی جگہوں کا مقرر کرنا	210
٦- بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى﴾ [البقرة: ١٩٧]	باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان: "اور زادِ راہ لے لو، کیونکہ زادِ راہ کی سب سے بہتر خوبی (سوال سے) بچنا ہے"	211
٧- بَابُ مُهَلِّ أَهْلِ مَكَّةَ لِلْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ	باب: اہلِ مکہ کے لیے حج اور عمرہ کا احرام باندھنے کی جگہ	212
٨- بَابُ مِيقَاتِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ وَلَا يُهِلُّوا قَبْلَ ذِي الْحُلَيْفَةِ	باب: اہلِ مدینہ کا میقات اور وہ ذوالحلیفہ سے پہلے احرام نہ باندھیں	214
٩- بَابُ مُهَلِّ أَهْلِ الشَّامِ	باب: اہلِ شام کے احرام باندھنے کی جگہ	215
١٠- بَابُ مُهَلِّ أَهْلِ نَجْدٍ	باب: اہلِ نجد کے احرام باندھنے کی جگہ	216
١١- بَابُ مُهَلِّ مَنْ كَانَ دُونَ الْمَوَاقِيتِ	باب: ان لوگوں کے احرام کی جگہ جو میقات کے اندر کی طرف ہوں	217
١٢- بَابُ مُهَلِّ أَهْلِ الْيَمَنِ	باب: اہلِ یمن کے احرام کی جگہ	217
١٣- بَابٌ: ذَاتُ عِرْقٍ لِأَهْلِ الْعِرَاقِ	باب: اہلِ عراق کے لیے ذاتِ عرق میقات ہے	218
١٤- بَابٌ	باب (بلاعنوان)	219
١٥- بَابُ خُرُوجِ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى طَرِيقِ الشَّجَرَةِ	باب: نبی ﷺ کا درخت کے راستے سے نکلنا	220
١٦- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «الْعَقِيقُ وَادٍ مُبَارَكٌ»	باب: نبی ﷺ کا فرمان کہ "عقیق مبارک وادی ہے"	221
١٧- بَابُ غَسْلِ الْخَلُوقِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنَ الثِّيَابِ	باب: (محرم کا) اپنے کپڑوں سے زعفران سے مرکب خوشبو کو تین بار دھونا	223
١٨- بَابُ الطِّيبِ عِنْدَ الْإِحْرَامِ وَمَا يَلْبَسُ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُحْرِمَ، وَيَتَرَجَّلُ وَيَدَّهِنُ	باب: احرام کے وقت خوشبو لگانا اور جب احرام کا ارادہ کرے تو کیا پہنے؟ اور کنگھی کرے اور تیل لگائے	225

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

١٩- بَابُ مَنْ أَهَلَّ مُلَبِّدًا	باب: جو شخص سر کے بالوں کو جما کر احرام باندھے	228
٢٠- بَابُ الْإِهْلَالِ عِنْدَ مَسْجِدِ ذِي الْحُلَيْفَةِ	باب: مسجد ذوالحلیفہ کے پاس سے (احرام کے لیے) لبیک کہنا	228
٢١- بَابُ مَا لَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ	باب: وہ کپڑے جو محرم نہیں پہن سکتا	230
٢٢- بَابُ الرُّكُوبِ وَالْإِرْتِدَافِ فِي الْحَجِّ	باب: حج میں سواری پر سوار ہونا اور اپنے پیچھے کسی کو بٹھانا	232
٢٣- بَابُ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ وَالْأَرْدِيَةِ وَالْأُزُرِ	باب: محرم کون کون سے کپڑے، چادریں اور تہ بند پہن سکتا ہے	233
٢٤- بَابُ مَنْ بَاتَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ حَتَّى أَصْبَحَ	باب: جو ذوالحلیفہ میں رات صبح تک ٹھہرے	236
٢٥- بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالْإِهْلَالِ	باب: لبیک بلند آواز سے کہنا	237
٢٦- بَابُ التَّلْبِيَةِ	باب: لبیک کہنا	238
٢٧- بَابُ التَّحْمِيدِ وَالتَّسْبِيحِ وَالتَّكْبِيرِ قَبْلَ الْإِهْلَالِ عِنْدَ الرُّكُوبِ عَلَى الدَّابَّةِ	باب: سواری پر سوار ہوتے وقت لبیک کہنے سے پہلے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ" اور "اَللّٰهُ أَكْبَرُ" کہنا	240
٢٨- بَابُ مَنْ أَهَلَّ حِينَ اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ	باب: جو اس وقت لبیک کہے جب اس کی سواری اسے لے کر پوری طرح کھڑی ہو جائے	242
٢٩- بَابُ الْإِهْلَالِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ	باب: قبلہ کی طرف منہ کر کے لبیک پکارنا	242
٣٠- بَابُ التَّلْبِيَةِ إِذَا انْحَدَرَ فِي الْوَادِي	باب: وادی میں اترتے ہوئے لبیک کہنا	243
٣١- بَابٌ: كَيْفَ تُهِلُّ الْحَائِضُ وَالنُّفَسَاءُ	باب: حائضہ اور نفاس والی عورت احرام کیسے باندھے	246
٣٢- بَابُ مَنْ أَهَلَّ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ كَإِهْلَالِ النَّبِيِّ ﷺ	باب: جس نے نبی ﷺ کے زمانے میں نبی ﷺ جیسا احرام باندھا	248
٣٣- بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ﴾ [البقرة: ١٩٧]. ﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۭ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ﴾ [البقرة: ١٨٩]	باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان: "حج چند مہینے ہے جو معلوم ہیں، پھر جو ان میں حج فرض کر لے تو حج کے دوران نہ کوئی شہوانی فعل ہو اور نہ کوئی نافرمانی اور نہ کوئی جھگڑا۔" (اور اللہ تعالیٰ کا فرمان:) "وہ تجھ سے نئے چاندوں کے متعلق پوچھتے	

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

	ہیں، کہہ دے: وہ لوگوں کے لیے اور حج کے لیے وقت معلوم کرنے کے ذریعے ہیں''	251
٣٤- بَابُ التَّمَتُّعِ وَالْإِقْرَانِ وَالْإِفْرَادِ بِالْحَجِّ وَفَسْخِ الْحَجِّ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ	باب: حج تمتع، إقران اور إفراد اور جس کے ساتھ قربانی کا جانور نہ ہو اس کا حج کو فسخ کرنا	254
٣٥- بَابُ مَنْ لَبَّى بِالْحَجِّ وَسَمَّاهُ	باب: جو حج کے لیے لبیک کہے اور اس کا نام لے	263
٣٦- بَابُ التَّمَتُّعِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ	باب: نبی ﷺ کے عہد میں تمتع	263
٣٧- بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ [البقرة: ١٩٦]	باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان: ''یہ اس کے لیے ہے جس کے گھر والے مسجد حرام کے رہنے والے نہ ہوں''	264
٣٨- بَابُ الْاِغْتِسَالِ عِنْدَ دُخُولِ مَكَّةَ	باب: مکہ میں داخلے کے وقت غسل کرنا	266
٣٩- بَابُ دُخُولِ مَكَّةَ نَهَارًا أَوْ لَيْلًا	باب: مکہ میں دن یا رات کو داخل ہونا	267
٤٠- بَابٌ: مِنْ أَيْنَ يَدْخُلُ مَكَّةَ؟	باب: مکہ میں کہاں سے داخل ہو؟	268
٤١- بَابٌ: مِنْ أَيْنَ يَخْرُجُ مِنْ مَكَّةَ؟	باب: مکہ سے کہاں سے نکلے؟	268
٤٢- بَابُ فَضْلِ مَكَّةَ وَبُنْيَانِهَا	باب: مکہ کی اور اسے بنانے کی فضیلت	270
٤٣- بَابُ فَضْلِ الْحَرَمِ	باب: حرم کی فضیلت	279
٤٤- بَابُ تَوْرِيثِ دُورِ مَكَّةَ وَبَيْعِهَا وَشِرَائِهَا، وَأَنَّ النَّاسَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ سَوَاءٌ خَاصَّةً	باب: مکہ کے گھروں میں وراثت جاری ہونا اور ان کا بیچنا اور خریدنا اور یہ کہ سب لوگ خاص مسجد حرام میں برابر ہیں	281
٤٥- بَابُ نُزُولِ النَّبِيِّ ﷺ مَكَّةَ	باب: نبی ﷺ کا مکہ میں اترنا	286
٤٦- بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۝ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ﴾ [إبراهيم: ٣٥ - ٣٧] الْآيَةَ.	باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان: اور جب ابراہیم نے کہا اے میرے رب! اس شہر کو امن والا بنا دے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بچا کہ ہم بتوں کی عبادت کریں۔ اے میرے رب! بے شک انھوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا، پھر جو میرے پیچھے چلا تو یقیناً وہ مجھ سے ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو یقیناً تو بے حد بخشنے والا،	

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہایت مہربان ہے۔ اے ہمارے رب! بے شک میں نے اپنی کچھ اولاد کو اس وادی میں آباد کیا ہے، جو کسی کھیتی والی نہیں، تیرے حرمت والے گھر کے پاس، اے ہمارے رب! تاکہ وہ نماز قائم کریں۔ سو کچھ لوگوں کے دل ایسے کر دے کہ ان کی طرف مائل رہیں (اور انھیں پھلوں سے رزق عطا فرما، تاکہ وہ شکر کریں) 287

٤٧۔ بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ۚ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ [المائدة : ٩٧]
باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان: ''اللہ نے کعبہ کو جو حرمت والا گھر ہے، لوگوں کے قیام کا باعث بنایا ہے اور حرمت والے مہینے کو اور قربانی کے جانوروں کو اور پٹوں (والے جانوروں) کو۔ یہ اس لیے کہ تم جان لو کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور یہ کہ اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' 292

٤٨۔ بَابُ كِسْوَةِ الْكَعْبَةِ
باب: کعبہ کو لباس پہنانا 295

٤٩۔ بَابُ هَدْمِ الْكَعْبَةِ
باب: کعبہ کا گرا دیا جانا 296

٥٠۔ بَابُ مَا ذُكِرَ فِي الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ
باب: حجر اسود کے بارے میں جو ذکر کیا گیا ہے 298

٥١۔ بَابُ إِغْلَاقِ الْبَيْتِ وَيُصَلِّي فِي أَيِّ نَوَاحِي الْبَيْتِ شَاءَ
باب: بیت اللہ کا دروازہ بند کر لینا اور بیت اللہ کے جس کونے میں چاہے نماز پڑھنا 300

٥٢۔ بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْكَعْبَةِ
باب: کعبہ کے اندر نماز پڑھنا 302

٥٣۔ بَابُ مَنْ لَمْ يَدْخُلِ الْكَعْبَةَ
باب: جو کعبہ میں داخل نہ ہو 302

٥٤۔ بَابُ مَنْ كَبَّرَ فِي نَوَاحِي الْكَعْبَةِ
باب: جو کعبہ کے سب کونوں میں تکبیر کہے 304

٥٥۔ بَابٌ: كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الرَّمَلِ
باب: (طواف میں) رمل کی ابتدا کیسے ہوئی؟ 305

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٥٦- بَابُ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ حِينَ يَقْدَمُ مَكَّةَ أَوَّلَ مَا يَطُوفُ وَيَرْمُلُ ثَلَاثًا	باب: جب مکہ میں آئے تو طواف کے شروع میں حجر اسود کا استلام کرے اور تین چکروں میں رمل کرے	306
٥٧- بَابُ الرَّمَلِ فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ	باب: حج اور عمرے میں رمل	307
٥٨- بَابُ اسْتِلَامِ الرُّكْنِ بِالْمِحْجَنِ	باب: لاٹھی کے ساتھ حجر اسود کا استلام	309
٥٩- بَابُ مَنْ لَمْ يَسْتَلِمْ إِلَّا الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ	باب: جو دو یمنی کونوں کے سوا (کعبہ کے کسی حصہ کو) بوسہ نہ دے	310
٦٠- بَابُ تَقْبِيلِ الْحَجَرِ	باب: حجر اسود کو بوسہ دینا	311
٦١- بَابُ مَنْ أَشَارَ إِلَى الرُّكْنِ إِذَا أَتَى عَلَيْهِ	باب: جب (حجر اسود والے) کونے پر آئے تو اشارہ کرے	312
٦٢- بَابُ التَّكْبِيرِ عِنْدَ الرُّكْنِ	باب: حجر اسود کے پاس تکبیر کہنا	312
٦٣- بَابُ مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ إِذَا قَدِمَ مَكَّةَ قَبْلَ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى بَيْتِهِ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّفَا	باب: جو شخص مکہ میں آکر اپنے گھر واپس جانے سے پہلے بیت اللہ کا طواف کرے، پھر دو رکعتیں پڑھے، پھر صفا کی طرف نکلے	313
٦٤- بَابُ طَوَافِ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ	باب: عورتوں کا مردوں کے ساتھ طواف کرنا	315
٦٥- بَابُ الْكَلَامِ فِي الطَّوَافِ	باب: طواف میں بات کرنا	318
٦٦- بَابٌ: إِذَا رَأَى سَيْرًا أَوْ شَيْئًا يُكْرَهُ فِي الطَّوَافِ قَطَعَهُ	باب: جب طواف کے دوران چمڑے کا تسمہ یا کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے تو اسے کاٹ دے	319
٦٧- بَابٌ: لَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ وَلَا يَحُجُّ مُشْرِكٌ	باب: کوئی ننگا شخص بیت اللہ کا طواف نہ کرے اور کوئی مشرک حج نہ کرے	319
٦٨- بَابٌ: إِذَا وَقَفَ فِي الطَّوَافِ	باب: جب طواف میں ٹھہر جائے (تو کیا حکم ہے؟)	321
٦٩- بَابٌ: صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ لِسُبُوعِهِ رَكْعَتَيْنِ	باب: نبی ﷺ نے اپنے سات چکروں کے لیے دو رکعتیں پڑھیں	321

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٧٠- بَابُ مَنْ لَمْ يَقْرَبِ الْكَعْبَةَ وَلَمْ يَطُفْ حَتّٰى يَخْرُجَ إِلٰى عَرَفَةَ وَيَرْجِعَ بَعْدَ الطَّوَافِ الْأَوَّلِ	باب: جو شخص پہلا طواف کرنے کے بعد عرفات کی طرف نکلنے اور وہاں سے واپس آنے تک نہ کعبہ کے قریب جائے اور نہ ہی کوئی طواف کرے (تو اس میں کوئی حرج نہیں)	323
٧١- بَابُ مَنْ صَلّٰى رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ خَارِجًا مِنَ الْمَسْجِدِ	باب: جو شخص طواف کی دو رکعتیں مسجد سے باہر جا کر پڑھے	323
٧٢- بَابُ مَنْ صَلّٰى رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ خَلْفَ الْمَقَامِ	باب: جو شخص مقام ابراہیم کے پیچھے طواف کی دو رکعتیں پڑھے	324
٧٣- بَابُ الطَّوَافِ بَعْدَ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ	باب: صبح اور عصر کے بعد طواف	325
٧٤- بَابُ الْمَرِيضِ يَطُوفُ رَاكِبًا	باب: مریض سوار ہو کر طواف کرے	326
٧٥- بَابُ سِقَايَةِ الْحَاجِّ	باب: حاجیوں کو پانی پلانا	328
٧٦- بَابُ مَا جَاءَ فِي زَمْزَمَ	باب: جو زمزم کے متعلق آیا ہے	329
٧٧- بَابُ طَوَافِ الْقَارِنِ	باب: قارن کے طواف کا بیان	331
٧٨- بَابُ الطَّوَافِ عَلٰى وُضُوءٍ	باب: باوضو ہو کر طواف کرنا	333
٧٩- بَابُ وُجُوبِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَجُعِلَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ	باب: صفا و مروہ کا واجب ہونا اور یہ دونوں اللہ کے شعائر میں سے قرار دیے گئے ہیں	335
٨٠- بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّعْيِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ	باب: جو صفا و مروہ کے درمیان سعی کے بارے میں آیا ہے	338
٨١- بَابٌ: تَقْضِي الْحَائِضُ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا إِلَّا الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ وَإِذَا سَعٰى عَلٰى غَيْرِ وُضُوءٍ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ	باب: حیض والی عورت بیت اللہ کے طواف کے سوا حج کے سب کام کرے اور جب کوئی شخص صفا و مروہ کے درمیان وضو کے بغیر سعی کرے	340
٨٢- بَابُ الْإِهْلَالِ مِنَ الْبَطْحَاءِ وَغَيْرِهَا لِلْمَكِّيِّ وَلِلْحَاجِّ إِذَا خَرَجَ إِلٰى مِنًى	باب: اہل مکہ اور دوسرے حاجیوں کا منیٰ کی طرف نکلتے وقت بطحاء وغیرہ سے احرام باندھنا	343
٨٣- بَابٌ: أَيْنَ يُصَلِّي الظُّهْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ؟	باب: یوم ترویہ (آٹھ ذوالحجہ) کو ظہر کہاں پڑھے؟	345
٨٤- بَابُ الصَّلَاةِ بِمِنًى	باب: منیٰ میں نماز	346

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٨٥- بَابُ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ	باب: یوم عرفہ کا روزہ	348
٨٦- بَابُ التَّلْبِيَةِ وَالتَّكْبِيرِ إِذَا غَدَا مِنْ مِنًى إِلَى عَرَفَةَ	باب: سویرے سویرے منیٰ سے عرفات کو جاتے ہوئے تلبیہ اور تکبیر کہنا	348
٨٧- بَابُ التَّهْجِيرِ بِالرَّوَاحِ يَوْمَ عَرَفَةَ	باب: عرفہ کے دن دوپہر کو جانے میں جلدی کرنا	349
٨٨ - بَابُ الْوُقُوفِ عَلَى الدَّابَّةِ بِعَرَفَةَ	باب: عرفات میں جانور پر سوار رہ کر وقوف کرنا	350
٨٩- بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ بِعَرَفَةَ	باب: عرفات میں دو نمازیں جمع کرنا	351
٩٠- بَابُ قَصْرِ الْخُطْبَةِ بِعَرَفَةَ	باب: عرفات میں خطبہ چھوٹا دینا	352
بَابُ: التَّعْجِيلِ إِلَى الْمَوْقِفِ	باب: موقف کی طرف جلدی جانا	353
٩١- بَابُ الْوُقُوفِ بِعَرَفَةَ	باب: عرفات میں وقوف	354
٩٢- بَابُ السَّيْرِ إِذَا دَفَعَ مِنْ عَرَفَةَ	باب: عرفات سے واپس آتے ہوئے کیسی چال چلے	355
٩٣- بَابُ النُّزُولِ بَيْنَ عَرَفَةَ وَجَمْعٍ	باب: عرفات اور مزدلفہ کے درمیان اترنا	357
٩٤- بَابُ أَمْرِ النَّبِيِّ ﷺ بِالسَّكِينَةِ عِنْدَ الْإِفَاضَةِ وَإِشَارَتِهِ إِلَيْهِمْ بِالسَّوْطِ	باب: عرفات سے واپس لوٹتے ہوئے نبی ﷺ کا سکون کے ساتھ چلنے کا حکم دینا اور انھیں کوڑے کے ساتھ اشارہ کرنا	359
٩٥- بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ بِالْمُزْدَلِفَةِ	باب: مزدلفہ میں دو نمازیں جمع کرنا	359
٩٦- بَابُ مَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا وَلَمْ يَتَطَوَّعْ	باب: جس نے یہ دونوں نمازیں جمع کیں اور ان کے درمیان کوئی نفل نماز نہیں پڑھی	360
٩٧- بَابُ مَنْ أَذَّنَ وَأَقَامَ لِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا	باب: جس نے دونوں میں سے ہر ایک کے لیے اذان اور اقامت کہی	361
٩٨- بَابُ مَنْ قَدَّمَ ضَعَفَةَ أَهْلِهِ بِلَيْلٍ، فَيَقِفُونَ بِالْمُزْدَلِفَةِ وَيَدْعُونَ، وَيُقَدِّمُ إِذَا غَابَ الْقَمَرُ	باب: جو اپنے گھر کے کمزور افراد کو (مزدلفہ سے) رات ہی آگے بھیج دے، چنانچہ وہ مزدلفہ میں وقوف کریں اور دعا کریں اور جب چاند غروب ہو تو انھیں آگے روانہ کر دے	362
٩٩- بَابٌ: مَنْ يُصَلِّي الْفَجْرَ بِجَمْعٍ	باب: جو شخص مزدلفہ میں فجر کی نماز پڑھے	365
١٠٠- بَابُ مَتَى يُدْفَعُ مِنْ جَمْعٍ؟	باب: مزدلفہ سے کب واپس لوٹے؟	366

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

١٠١ـ بَابُ التَّلْبِيَةِ وَالتَّكْبِيرِ غَدَاةَ النَّحْرِ حِينَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ وَالْاِرْتِدَافِ فِي السَّيْرِ	باب: یوم نحر کی صبح کو جمرہ کو کنکریاں مارنے تک تلبیہ اور تکبیر کہنا اور سفر کے دوران کسی کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھا لینا	367
١٠٢ـ بَابٌ: ﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ [البقرة: ١٩٦]	باب: (ارشاد باری تعالیٰ ہے:) ”پھر تم میں سے جو حج تک عمرہ سے فائدہ اٹھائے تو قربانی میں سے جو میسر ہو کرے، پھر جو نہ پائے تو تین دن کے روزے حج کے دوران اور سات دن کے اس وقت رکھے جب تم واپس جاؤ، یہ پورے دس ہیں، یہ اس کے لیے ہے جس کے گھر والے مسجد حرام کے رہنے والے نہ ہوں“	368
١٠٣ـ بَابُ رُكُوبِ الْبُدْنِ	باب: قربانی کے اونٹوں پر سوار ہونا	370
١٠٤ـ بَابُ مَنْ سَاقَ الْبُدْنَ مَعَهُ	باب: جو شخص قربانی کے جانور اپنے ساتھ لے کر جائے	372
١٠٥ـ بَابُ مَنِ اشْتَرَى الْهَدْيَ مِنَ الطَّرِيقِ	باب: جو شخص قربانی کا جانور راستے سے خرید لے	374
١٠٦ـ بَابُ مَنْ أَشْعَرَ وَقَلَّدَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ ثُمَّ أَحْرَمَ	باب: جو شخص ذوالحلیفہ میں اشعار کرے اور قلادہ ڈالے، پھر احرام باندھے	375
١٠٧ـ بَابُ فَتْلِ الْقَلَائِدِ لِلْبُدْنِ وَالْبَقَرِ	باب: اونٹوں اور بیلوں کے لیے قلادے بٹنا	377
١٠٨ـ بَابُ إِشْعَارِ الْبُدْنِ	باب: مکہ کی قربانی کے بڑے جانوروں کا اشعار کرنا	378
١٠٩ـ بَابُ مَنْ قَلَّدَ الْقَلَائِدَ بِيَدِهِ	باب: جو اپنے ہاتھ سے گلے میں ہار ڈالے	379
١١٠ـ بَابُ تَقْلِيدِ الْغَنَمِ	باب: بھیڑ بکریوں کے گلے میں قلادے ڈالنا	380
١١١ـ بَابُ الْقَلَائِدِ مِنَ الْعِهْنِ	باب: بھیڑوں کی اُون سے بنے ہوئے قلادے	381
١١٢ـ بَابُ تَقْلِيدِ النَّعْلِ	باب: جوتے کا قلادہ بنانا	382
١١٣ـ بَابُ الْجِلَالِ لِلْبُدْنِ	باب: مکہ کی قربانی کے اونٹوں کی جھولیں	383
١١٤ـ بَابُ مَنِ اشْتَرَى هَدْيَهُ مِنَ الطَّرِيقِ وَقَلَّدَهَا	باب: جو شخص راستے سے اپنی قربانی خرید لے اور اسے قلادہ پہنا دے	383

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

١١٥۔ بَابُ ذَبْحِ الرَّجُلِ الْبَقَرَ عَنْ نِسَائِهِ مِنْ غَيْرِ أَمْرِهِنَّ
باب: آدمی کا اپنی بیویوں کی طرف سے ان کے کہنے کے بغیر گائے ذبح کرنا 384

١١٦۔ بَابُ النَّحْرِ فِي مَنْحَرِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِنًى
باب: منیٰ میں نبی ﷺ کے نحر کرنے کی جگہ میں نحر کرنا 385

١١٧۔ بَابُ مَنْ نَحَرَ هَدْيَهُ بِيَدِهِ
باب: جو شخص اپنی قربانی اپنے ہاتھ سے نحر کرے 386

١١٨۔ بَابُ نَحْرِ الْإِبِلِ مُقَيَّدَةً
باب: اونٹوں کو باندھ کر نحر کرنا 387

١١٩۔ بَابُ نَحْرِ الْبُدْنِ قَائِمَةً
باب: اونٹوں کو کھڑا کر کے نحر کرنا 387

١٢٠۔ بَابٌ: لَا يُعْطَى الْجَزَّارُ مِنَ الْهَدْيِ شَيْئًا
باب: قصائی کو (مزدوری میں) قربانی کی کوئی چیز نہ دے 388

١٢١۔ بَابٌ: يُتَصَدَّقُ بِجُلُودِ الْهَدْيِ
باب: قربانی کی کھالیں صدقہ کر دی جائیں 390

١٢٢۔ بَابٌ: يُتَصَدَّقُ بِجِلَالِ الْبُدْنِ
باب: بیت اللہ کی قربانیوں کی جھولیں صدقہ کر دی جائیں 391

١٢٣۔ بَابٌ: ﴿وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ۝ وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ۝ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۖ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ ۝ ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۝ ذَٰلِكَ وَمَنْ يُعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ عِنْدَ رَبِّهِ﴾ [الحج: ٢٦ — ٣٠]
باب: ”اور جب ہم نے ابراہیم کے لیے بیت اللہ کی جگہ متعین کر دی کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کر اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع، سجود کرنے والوں کے لیے پاک کر۔ اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دے، وہ تیرے پاس پیدل اور ہر لاغر سواری پر آئیں گے، جو ہر دور دراز راستے سے آئیں گی۔ تاکہ وہ اپنے بہت سے فائدوں میں حاضر ہوں اور چند معلوم دنوں میں ان پالتو چوپاؤں پر اللہ کا نام ذکر کریں جو اس نے انھیں دیے ہیں، سو ان میں سے کھاؤ اور تنگ دست محتاج کو کھلاؤ۔ پھر وہ اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور اس قدیم گھر کا خوب طواف کریں۔ یہ اور جو کوئی اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

	اس کے لیے اس کے رب کے ہاں بہتر ہے"	391
١٢٤- بَابٌ: وَمَا يَأْكُلُ مِنَ الْبُدْنِ وَمَا يَتَصَدَّقُ؟	باب: قربانی کے جانوروں میں سے خود کیا کھائے اور کیا صدقہ کرے؟	392
١٢٥- بَابُ الذَّبْحِ قَبْلَ الْحَلْقِ	باب: سر منڈوانے سے پہلے جانور ذبح کرنا	394
١٢٦- بَابُ مَنْ لَبَّدَ رَأْسَهُ عِنْدَ الْإِحْرَامِ وَحَلَقَ	باب: جو شخص احرام کے وقت بالوں کو لیپ کرے اور (احرام کھولتے وقت) انھیں منڈوا دے	398
١٢٧- بَابُ الْحَلْقِ وَالتَّقْصِيرِ عِنْدَ الْإِحْلَالِ	باب: احرام کھولتے وقت سر منڈوانا اور کتروانا	398
١٢٨- بَابُ تَقْصِيرِ الْمُتَمَتِّعِ بَعْدَ الْعُمْرَةِ	باب: تمتع کرنے والے کا عمرہ کے بعد سر کے بال کتروانا	401
١٢٩- بَابُ الزِّيَارَةِ يَوْمَ النَّحْرِ	باب: نحر کے دن طوافِ زیارہ کرنا	401
١٣٠- بَابٌ: إِذَا رَمَى بَعْدَ مَا أَمْسَى أَوْ حَلَقَ قَبْلَ أَنْ يَذْبَحَ، نَاسِيًا أَوْ جَاهِلًا	باب: جب بھول کر یا ناواقف ہونے کی وجہ سے شام ہونے کے بعد رمی کرے یا قربانی کرنے سے پہلے سر منڈوائے	403
١٣١- بَابُ الْفُتْيَا عَلَى الدَّابَّةِ عِنْدَ الْجَمْرَةِ	باب: جانور پر سوار رہ کر جمرہ کے پاس فتویٰ دینا	404
١٣٢- بَابُ الْخُطْبَةِ أَيَّامَ مِنًى	باب: منیٰ کے دنوں میں خطبہ	405
١٣٣- بَابٌ: هَلْ يَبِيتُ أَصْحَابُ السِّقَايَةِ أَوْ غَيْرُهُمْ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى؟	باب: کیا (حاجیوں کو) پانی پلانے والے اور دوسری خدمات والے منیٰ کی راتیں مکہ میں گزار سکتے ہیں؟	410
١٣٤- بَابُ رَمْيِ الْجِمَارِ	باب: جمرات کو کنکریاں مارنا	411
١٣٥- بَابُ رَمْيِ الْجِمَارِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي	باب: جمرات کو وادی کے نچلے حصے سے کنکریاں مارنا	412
١٣٦- بَابُ رَمْيِ الْجِمَارِ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ	باب: جمروں کو سات کنکریاں مارنا	412
١٣١- بَابُ مَنْ رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ فَجَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَسَارِهِ	باب: جو جمرۂ عقبہ کو کنکریاں مارتے ہوئے بیت اللہ کو اپنی بائیں جانب رکھے	413
١٣- بَابٌ: يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ	باب: ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہے	413
١٢- بَابُ مَنْ رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ وَلَمْ يَقِفْ	باب: جو جمرۂ عقبہ کو کنکریاں مارے اور وہاں نہ ٹھہرے	415

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

١٤٠- بَابٌ: إِذَا رَمَى الْجَمْرَتَيْنِ يَقُومُ وَيُسْهِلُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ	باب: جب دو جمروں کو کنکریاں مار لے تو قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اور ہموار جگہ پر آ جائے	415
١٤١- بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ جَمْرَةِ الدُّنْيَا وَالْوُسْطَى	باب: جمرۂ دنیا اور وسطی کے پاس ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا	416
١٤٢- بَابُ الدُّعَاءِ عِنْدَ الْجَمْرَتَيْنِ	باب: دو جمروں کے پاس دعا کرنا	417
١٤٣- بَابُ الطِّيبِ بَعْدَ رَمْيِ الْجِمَارِ وَالْحَلْقِ قَبْلَ الْإِفَاضَةِ	باب: جمروں کو کنکر مارنے اور سر منڈوانے کے بعد طوافِ افاضہ سے پہلے خوشبو لگانا	418
١٤٤- بَابُ طَوَافِ الْوَدَاعِ	باب: طوافِ وداع	419
١٤٥- بَابٌ: إِذَا حَاضَتِ الْمَرْأَةُ بَعْدَ مَا أَفَاضَتْ	باب: جب عورت کو طوافِ افاضہ کرنے کے بعد حیض آ جائے	420
١٤٦- بَابُ مَنْ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفْرِ بِالْأَبْطَحِ	باب: جو شخص کوچ کے دن عصر کی نماز ابطح میں پڑھے	422
١٤٧- بَابُ الْمُحَصَّبِ	باب: محصب (وادی میں ٹھہرنا)	423
١٤٨- بَابُ النُّزُولِ بِذِي طُوًى قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ مَكَّةَ وَالنُّزُولِ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِي بِذِي الْحُلَيْفَةِ إِذَا رَجَعَ مِنْ مَكَّةَ	باب: مکہ میں داخل ہونے سے پہلے ذی طویٰ میں اترنا اور جب مکہ سے واپس آئے تو ذوالحلیفہ میں واقع بطحاء (کھلے میدان) میں اترنا	424
١٤٩- بَابُ مَنْ نَزَلَ بِذِي طُوًى إِذَا رَجَعَ مِنْ مَكَّةَ	باب: جو شخص مکہ سے واپس آنے پر ذی طویٰ میں اترے	425
١٥٠- بَابُ التِّجَارَةِ أَيَّامَ الْمَوْسِمِ وَالْبَيْعِ فِي أَسْوَاقِ الْجَاهِلِيَّةِ	باب: حج کے ایام میں تجارت کرنا اور جاہلیت کے زمانہ کے بازاروں میں خرید و فروخت کرنا	425
١٥١- بَابُ الْإِدْلَاجِ مِنَ الْمُحَصَّبِ	باب: محصب سے رات کے آخری حصے میں روانہ ہو جانا	426
٢٦- أَبْوَابُ الْعُمْرَةِ	**عمرہ کے ابواب**	**428**
١- بَابُ وُجُوبِ الْعُمْرَةِ وَفَضْلِهَا	باب: عمرہ کا واجب ہونا اور اس کی فضیلت	428
٢- بَابُ مَنِ اعْتَمَرَ قَبْلَ الْحَجِّ	باب: جو شخص حج سے پہلے عمرہ ادا کر لے	429
٣- بَابٌ: كَمِ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ؟	باب: نبی ﷺ نے کتنے عمرے ادا کیے؟	430
٤- بَابُ عُمْرَةٍ فِي رَمَضَانَ	باب: رمضان میں عمرہ	433
٥- بَابُ الْعُمْرَةِ لَيْلَةَ الْحَصْبَةِ وَغَيْرِهَا	باب: حصبہ کی رات اور اس کے سوا کسی وقت عمرہ کرنا	434

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٦۔ بَابُ عُمْرَةِ التَّنْعِيمِ	باب: تنعیم سے عمرہ	435
٧۔ بَابُ الِاعْتِمَارِ بَعْدَ الْحَجِّ بِغَيْرِ هَدْيٍ	باب: حج کے بعد عمرہ قربانی کے بغیر کرنا	437
٨۔ بَابُ أَجْرِ الْعُمْرَةِ عَلَى قَدْرِ النَّصَبِ	باب: عمرہ کا اجر مشقت کے مطابق ہے	438
٩۔ بَابُ الْمُعْتَمِرِ إِذَا طَافَ طَوَافَ الْعُمْرَةِ ثُمَّ خَرَجَ، هَلْ يُجْزِئُهُ مِنْ طَوَافِ الْوَدَاعِ؟	باب: عمرہ کرنے والا جب عمرہ کا طواف کرے، پھر مکہ سے نکل جائے تو کیا وہ اسے طوافِ وداع سے کافی ہوگا؟	439
١٠۔ بَابٌ: يَفْعَلُ فِي الْعُمْرَةِ مَا يَفْعَلُ فِي الْحَجِّ	باب: عمرہ میں وہی کام کرے جو حج میں کرتا ہے	440
١١۔ بَابٌ: مَتَى يَحِلُّ الْمُعْتَمِرُ؟	باب: عمرہ کرنے والا کب حلال ہوتا ہے؟	442
١٢۔ بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا رَجَعَ مِنَ الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ أَوِ الْغَزْوِ؟	باب: جب حج یا عمرہ یا جنگ سے واپس آئے تو کیا کہے؟	446
١٣۔ بَابُ اسْتِقْبَالِ الْحَاجِّ الْقَادِمِينَ وَالثَّلَاثَةِ عَلَى الدَّابَّةِ	باب: آنے والے حاجیوں کو آگے جا کر لینا اور ایک سواری پر تین آدمیوں کا بیٹھنا	446
١٤۔ بَابُ الْقُدُومِ بِالْغَدَاةِ	باب: مسافر کا صبح کے وقت گھر آنا	447
١٥۔ بَابُ الدُّخُولِ بِالْعَشِيِّ	باب: مسافر کا شام کو گھر آنا	447
١٦۔ بَابٌ: لَا يَطْرُقُ أَهْلَهُ إِذَا بَلَغَ الْمَدِينَةَ	باب: مسافر جب شہر میں آئے تو رات کو گھر نہ آئے	448
١٧۔ بَابُ مَنْ أَسْرَعَ نَاقَتَهُ إِذَا بَلَغَ الْمَدِينَةَ	باب: جو شخص شہر پہنچے پر اپنی اونٹنی کو تیز دوڑائے	448
١٨۔ بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا﴾ [البقرة: ١٨٩]	باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان: "اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ"	449
١٩۔ بَابٌ: السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ	باب: سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے	450
٢٠۔ بَابُ الْمُسَافِرِ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ يُعَجِّلُ إِلَى أَهْلِهِ	باب: جب مسافر کو تیز چلنا پڑ جائے (اور) وہ گھر جلدی جا رہا ہو (تو کیا کرے؟)	451
٢٧۔ أَبْوَابُ الْمُحْصَرِ وَجَزَاءِ الصَّيْدِ	**27۔ ابواب: جو شخص حج یا عمرہ سے روک دیا جائے اور شکار کرنے کا فدیہ**	452
١۔ بَابٌ: إِذَا أُحْصِرَ الْمُعْتَمِرُ	باب: جب عمرہ کرنے والے کو روک دیا جائے	453
٢۔ بَابُ الْإِحْصَارِ فِي الْحَجِّ	باب: حج میں رکاوٹ پیدا ہو جانا	455

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٣- بَابُ النَّحْرِ قَبْلَ الْحَلْقِ فِي الْحَصْرِ

٤- بَابُ مَنْ قَالَ: لَيْسَ عَلَى الْمُحْصَرِ بَدَلٌ

٥- بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ﴾ [البقرة: ١٩٦]

٦- بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿أَوْ صَدَقَةٍ﴾ [البقرة: ١٩٦] وَهِيَ إِطْعَامُ سِتَّةِ مَسَاكِينَ.

٧- بَابٌ: الْإِطْعَامُ فِي الْفِدْيَةِ نِصْفُ صَاعٍ

٨- بَابٌ: النُّسُكُ شَاةٌ

٩- بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿فَلَا رَفَثَ﴾ [البقرة: ١٩٧]

١٠- بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾ [البقرة: ١٩٧]

٢٨- كِتَابُ جَزَاءِ الصَّيْدِ

١- بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينَ أَوْ عَدْلُ ذَلِكَ صِيَامًا لِيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝ أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي إِلَيْهِ

باب: احصار کی صورت میں سر منڈانے سے پہلے نحر کرنا 456

باب: جس نے یہ کہا کہ جسے حج یا عمرہ سے روک دیا جائے اس پر قضا نہیں 457

باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان: ”پھر تم میں سے جو بیمار ہو یا اسے اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو تو روزے یا صدقے یا قربانی میں سے کوئی ایک فدیہ لازم ہے“ 458

باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان: ”یا صدقہ“ اور وہ چھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے 459

باب: فدیہ میں کھانا نصف صاع دینا ہے 460

باب: (فدیہ میں) قربانی ایک بکرا ہے 461

باب: اللہ کا فرمان: ”تو کوئی رفث نہ ہو“ 461

باب: اللہ عزوجل کا فرمان: ”حج کے دوران نہ کوئی نافرمانی اور نہ کوئی جھگڑا ہو“ 462

28- کتاب: شکار کرنے کا فدیہ 463

باب: اللہ کا تعالیٰ کا فرمان: ”شکار کو مت قتل کرو اس حال میں کہ تم احرام والے ہو اور تم میں سے جو اسے جان بوجھ کر قتل کرے تو چوپاؤں میں سے اس کی مثل بدلہ ہے جو اس نے قتل کیا، جس کا فیصلہ تم میں سے دو انصاف والے کریں، بطور قربانی جو کعبہ میں پہنچنے والی ہے، یا کفارہ ہے مسکینوں کو کھانا کھلانا، یا اس کے برابر روزے رکھنا، تاکہ وہ اپنے کام کا وبال چکھے۔ اللہ نے معاف کر دیا جو گزر چکا اور جو

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

تُحْشَرُونَ ﴾ [المائدة: ٩٥، ٩٦]	دوبارہ کرے تو اللہ اس سے انتقام لے گا اور اللہ سب پر غالب، بڑے انتقام والا ہے۔ تمھارے لیے سمندر کا شکار حلال کر دیا گیا اور اس کا کھانا بھی، اس حال میں کہ تمھارے لیے سامانِ زندگی ہے اور قافلے کے لیے بھی اور تم پر خشکی کا شکار حرام کر دیا گیا ہے جب تک تم حالت احرام میں ہو اور اللہ سے ڈرو جس کی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے"	463
٢۔ بَابٌ: وَإِذَا صَادَ الْحَلَالُ فَأَهْدَى لِلْمُحْرِمِ الصَّيْدَ أَكَلَهُ	باب: جب کوئی غیر محرم شکار کرے اور محرم کو شکار کا ہدیہ دے وہ اسے کھا سکتا ہے	464
٣۔ بَابٌ: إِذَا رَأَى الْمُحْرِمُونَ صَيْدًا فَضَحِكُوا فَفَطِنَ الْحَلَالُ	باب: جب محرم لوگ شکار کو دیکھ کر ہنسنے لگیں اور غیر محرم سمجھ جائے	466
٤۔ بَابٌ: لَا يُعِينُ الْمُحْرِمُ الْحَلَالَ فِي قَتْلِ الصَّيْدِ	باب: محرم آدمی شکار مارنے میں غیر محرم کی مدد نہ کرے	468
٥۔ بَابٌ: لَا يُشِيرُ الْمُحْرِمُ إِلَى الصَّيْدِ لِكَيْ يَصْطَادَهُ الْحَلَالُ	باب: محرم شکار کی طرف اس لیے اشارہ نہ کرے کہ غیر محرم اسے شکار کرے	468
٦۔ بَابٌ: إِذَا أَهْدَى لِلْمُحْرِمِ حِمَارًا وَحْشِيًّا حَيًّا لَمْ يَقْبَلْ	باب: جب محرم کو کوئی زندہ جنگلی گدھا ہدیہ کرے تو وہ قبول نہ کرے	471
٧۔ بَابُ مَا يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ مِنَ الدَّوَابِّ؟	باب: محرم کون سے جانور مار سکتا ہے؟	473
٨۔ بَابٌ: لَا يُعْضَدُ شَجَرُ الْحَرَمِ	باب: حرم کے درخت نہ کاٹے جائیں	476
٩۔ بَابٌ: لَا يُنَفَّرُ صَيْدُ الْحَرَمِ	باب: حرم کے شکار کو بھگایا نہ جائے	477
١٠۔ بَابٌ: لَا يَحِلُّ الْقِتَالُ بِمَكَّةَ	باب: مکہ میں لڑائی حلال نہیں	477
١١۔ بَابُ الْحِجَامَةِ لِلْمُحْرِمِ	باب: محرم کا سینگی لگوانا	478
١٢۔ بَابُ تَزْوِيجِ الْمُحْرِمِ	باب: محرم کا نکاح کروانا	480
١٣۔ بَابُ مَا يُنْهَى مِنَ الطِّيبِ لِلْمُحْرِمِ وَالْمُحْرِمَةِ	باب: محرم مرد اور عورت کو خوشبو لگانا منع ہے	482

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

١٤- بَابُ الْاِغْتِسَالِ لِلْمُحْرِمِ	باب: محرم کا غسل کرنا	483
١٥- بَابُ لُبْسِ الْخُفَّيْنِ لِلْمُحْرِمِ إِذَا لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ	باب: محرم کو جوتے نہ ملیں تو موزے پہن لے	485
١٦- بَابٌ: إِذَا لَمْ يَجِدِ الْإِزَارَ فَلْيَلْبَسِ السَّرَاوِيلَ	باب: جب تہ بند نہ ملے تو شلوار پہن لے	485
١٧- بَابُ لُبْسِ السِّلَاحِ لِلْمُحْرِمِ	باب: محرم کے لیے اسلحہ پہننے کا حکم	486
١٨- بَابُ دُخُولِ الْحَرَمِ وَمَكَّةَ بِغَيْرِ إِحْرَامٍ	باب: حرم اور مکہ میں احرام کے بغیر داخل ہونا	486
١٩- بَابٌ: إِذَا أَحْرَمَ جَاهِلًا وَعَلَيْهِ قَمِيصٌ	باب: جب علم نہ ہونے کی وجہ سے اس حال میں احرام باندھے کہ اس نے قمیص پہن رکھی ہو	488
٢٠- بَابُ الْمُحْرِمِ يَمُوتُ بِعَرَفَةَ	باب: محرم عرفات میں فوت ہو جائے	489
٢١- بَابُ سُنَّةِ الْمُحْرِمِ إِذَا مَاتَ	باب: محرم فوت ہو جائے تو اس کی تیاری کا طریقہ	490
٢٢- بَابُ الْحَجِّ وَالنُّذُورِ عَنِ الْمَيِّتِ وَالرَّجُلُ يَحُجُّ عَنِ الْمَرْأَةِ	باب: میت کی طرف سے حج اور نذریں ادا کرنا اور مرد کا عورت کی طرف سے حج ادا کرنا	491
٢٣- بَابُ الْحَجِّ عَمَّنْ لَا يَسْتَطِيعُ الثُّبُوتَ عَلَى الرَّاحِلَةِ	باب: اس شخص کی طرف سے حج کرنا جو سواری پر جم کر نہ بیٹھ سکے	493
٢٤- بَابُ حَجِّ الْمَرْأَةِ عَنِ الرَّجُلِ	باب: عورت کا مرد کی طرف سے حج کرنا	493
٢٥- بَابُ حَجِّ الصِّبْيَانِ	باب: بچوں کا حج کرنا	494
٢٦- بَابُ حَجِّ النِّسَاءِ	باب: عورتوں کا حج کرنا	496
٢٧- بَابُ مَنْ نَذَرَ الْمَشْيَ إِلَى الْكَعْبَةِ	باب: جو شخص پیدل چل کر کعبہ جانے کی نذر مانے	500
٢٩- كِتَابُ فَضَائِلِ الْمَدِينَةِ	**29- کتاب: مدینہ کے فضائل**	**503**
١- بَابُ حَرَمِ الْمَدِينَةِ	باب: مدینہ کا حرم	503
٢- بَابُ فَضْلِ الْمَدِينَةِ وَأَنَّهَا تَنْفِي النَّاسَ	باب: مدینہ کی فضیلت اور یہ کہ وہ برے لوگوں کو نکال دے گا	507
٣- بَابٌ: الْمَدِينَةُ طَابَةُ	باب: مدینہ طابہ ہے	509
٤- بَابُ لَابَتَيِ الْمَدِينَةِ	باب: مدینہ کے دو جانبوں کی پتھریلی زمینیں	509
٥- بَابُ مَنْ رَغِبَ عَنِ الْمَدِينَةِ	باب: جو شخص مدینہ سے بے رغبتی کرے	510
٦- بَابٌ: الْإِيمَانُ يَأْرِزُ إِلَى الْمَدِينَةِ	باب: ایمان مدینہ کی طرف سمٹ آئے گا	512

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٧- بَابُ إِثْمِ مَنْ كَادَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ — باب: اس شخص کا گناہ جو اہلِ مدینہ سے فریب کرے 513

٨- بَابُ آطَامِ الْمَدِينَةِ — باب: مدینہ کے محلات 514

٩- بَابٌ: لَا يَدْخُلُ الدَّجَّالُ الْمَدِينَةَ — باب: دجال مدینہ میں داخل نہیں ہوگا 514

١٠- بَابٌ: الْمَدِينَةُ تَنْفِي الْخَبَثَ — باب: مدینہ گندگی کو نکال دیتا ہے 518

بَابٌ — باب (بلاعنوان) 519

١١- بَابُ كَرَاهِيَةِ النَّبِيِّ ﷺ أَنْ تُعْرَى الْمَدِينَةُ — باب: نبی ﷺ کا اس بات کو ناپسند کرنا کہ مدینہ کو ننگا کیا جائے 521

١٢- بَابٌ — باب (بلاعنوان) 522

٣٠ - كِتَابُ الصَّوْمِ — 30۔ کتاب: روزے کے احکام 526

١- بَابُ وُجُوبِ صَوْمِ رَمَضَانَ — باب: رمضان کے روزوں کا فرض ہونا 526

٢- بَابُ فَضْلِ الصَّوْمِ — باب: روزے کی فضیلت 528

٣- بَابٌ: الصَّوْمُ كَفَّارَةٌ — باب: روزہ گناہوں کو دور کرنے والا ہے 532

٤- بَابٌ: الرَّيَّانُ لِلصَّائِمِينَ — باب: ریان روزہ داروں کے لیے ہے 533

٥- بَابٌ: هَلْ يُقَالُ: رَمَضَانُ أَوْ شَهْرُ رَمَضَانَ؟ وَمَنْ رَأَى كُلَّهُ وَاسِعًا — باب: کیا رمضان کہا جائے یا ماہ رمضان؟ اور جنھوں نے دونوں طرح جائز کہا ہے 534

٦- بَابُ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا وَنِيَّةً — باب: جو شخص رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی امید سے اور نیت کر کے رکھے 538

٧- بَابٌ: أَجْوَدُ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَكُونُ فِي رَمَضَانَ — باب: نبی ﷺ اپنے احوال میں سب سے زیادہ سخی رمضان میں ہوتے تھے 539

٨- بَابُ مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ فِي الصَّوْمِ — باب: جس نے روزے میں جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑا 539

٩- بَابٌ: هَلْ يَقُولُ: إِنِّي صَائِمٌ، إِذَا شُتِمَ — باب: کیا جب اسے گالی دی جائے تو یہ کہے کہ میں تو روزہ دار ہوں 540

١٠- بَابٌ: الصَّوْمُ لِمَنْ خَافَ عَلَى نَفْسِهِ الْعُزْبَةَ — باب: اس شخص کا روزے رکھنا جو بیوی کے بغیر رہنے سے اپنے بارے میں ڈرتا ہو 541

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

١١- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ : « إِذَا رَأَيْتُمُ الْهِلَالَ فَصُومُوا، وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَأَفْطِرُوا »	باب: نبی ﷺ کا فرمان: ''جب تم چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور جب اسے دیکھو روزہ رکھنا چھوڑ دو''	541
١٢- بَابٌ: شَهْرَا عِيدٍ لَا يَنْقُصَانِ	باب: عید کے دونوں مہینے ناقص نہیں ہوتے	544
١٣- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: « لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ »	باب: نبی ﷺ کا فرمان کہ ''ہم نہ لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں''	545
١٤- بَابٌ: لَا يَتَقَدَّمَنَّ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ وَلَا يَوْمَيْنِ	باب: رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھا جائے	546
١٥- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ جَلَّ ذِكْرُهُ: ﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ﴾ [البقرة: ١٨٧]	باب: اللہ عزوجل کا فرمان: ''تمھارے لیے روزے کی رات اپنی عورتوں سے صحبت کرنا حلال کر دیا گیا ہے، وہ تمھارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو۔ اللہ نے جان لیا کہ تم اپنی جانوں کی خیانت کرتے تھے تو اس نے تم پر مہربانی فرمائی اور تمھیں معاف کر دیا، تو اب ان سے مباشرت کرو اور طلب کرو جو اللہ نے تمھارے لیے لکھا ہے۔''	546
١٦- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَىٰ: ﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ﴾ [البقرة: ١٨٧]	باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان: ''اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمھارے لیے سیاہ دھاگے سے فجر کا سفید دھاگا خوب ظاہر ہو جائے، پھر روزے کو رات تک پورا کرو''	548
١٧- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: « لَا يَمْنَعَنَّكُمْ مِنْ سَحُورِكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ »	باب: نبی ﷺ کا فرمان: ''بلال کی اذان تمھیں تمھاری سحری سے نہ روکے''	549
١٨- بَابُ تَعْجِيلِ السَّحُورِ	باب: سحری جلدی کھانا	550
١٩- بَابُ قَدْرِ كَمْ بَيْنَ السَّحُورِ وَصَلَاةِ الْفَجْرِ؟	باب: سحری اور نماز فجر کے درمیان کتنا وقت ہونا چاہیے؟	551
٢٠- بَابُ بَرَكَةِ السَّحُورِ مِنْ غَيْرِ إِيجَابٍ	باب: سحری کھانا باعث برکت ہونا، واجب نہ ہونا	551

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٢١- بَابُ إِذَا نَوَى بِالنَّهَارِ صَوْمًا	باب: جب دن کو روزے کی نیت کرلے	553
٢٢- بَابُ الصَّائِمِ يُصْبِحُ جُنُبًا	باب: روزہ دار جنابت کی حالت میں صبح کرے	555
٢٣- بَابُ الْمُبَاشَرَةِ لِلصَّائِمِ	باب: روزہ دار کا بیوی کے جسم سے جسم ملانا	557
٢٤- بَابُ الْقُبْلَةِ لِلصَّائِمِ	باب: روزہ دار کے لیے بوسہ دینے کا حکم	559
٢٥- بَابُ اغْتِسَالِ الصَّائِمِ	باب: روزہ دار کا غسل کرنا	560
٢٦- بَابُ الصَّائِمِ إِذَا أَكَلَ أَوْ شَرِبَ نَاسِيًا	باب: جب روزہ دار بھول کر کھالے یا پی لے	562
٢٧- بَابُ سِوَاكِ الرَّطْبِ وَالْيَابِسِ لِلصَّائِمِ	باب: روزہ دار کا تر اور خشک مسواک استعمال کرنا	563
٢٨- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «إِذَا تَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْشِقْ بِمَنْخِرِهِ الْمَاءَ» وَلَمْ يُمَيِّزْ بَيْنَ الصَّائِمِ وَغَيْرِهِ	باب: نبی ﷺ کا فرمان: ''جب وضو کرے تو اپنے نتھنے میں پانی چڑھائے'' اور آپ نے روزہ دار اور دوسرے کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا	565
٢٩- بَابٌ: إِذَا جَامَعَ فِي رَمَضَانَ	باب: جب رمضان میں جماع کرے	565
٣٠- بَابٌ: إِذَا جَامَعَ فِي رَمَضَانَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَيْءٌ، فَتُصُدِّقَ عَلَيْهِ فَلْيُكَفِّرْ	باب: جب رمضان میں جماع کرے اور اس کے پاس کوئی چیز نہ ہو، پھر اس پر صدقہ کیا جائے تو وہ کفارہ دے دے	567
٣١- بَابُ الْمُجَامِعِ فِي رَمَضَانَ هَلْ يُطْعِمُ أَهْلَهُ مِنَ الْكَفَّارَةِ إِذَا كَانُوا مَحَاوِيجَ؟	باب: رمضان میں جماع کرنے والا کیا کفارے میں سے اپنے گھر والوں کو کھلا سکتا ہے، جب وہ محتاج ہوں؟	568
٣٢- بَابُ الْحِجَامَةِ وَالْقَيْءِ لِلصَّائِمِ	باب: روزے دار کا سینگی لگوانا اور قے کرنا	568
٣٣- بَابُ الصَّوْمِ فِي السَّفَرِ وَالْإِفْطَارِ	باب: سفر میں روزہ رکھنا اور نہ رکھنا	572
٣٤- بَابٌ: إِذَا صَامَ أَيَّامًا مِنْ رَمَضَانَ ثُمَّ سَافَرَ	باب: جب رمضان کے کچھ روزے رکھے پھر سفر کرے	574
٣٥- بَابٌ	باب (بلاعنوان)	574
٣٦- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ لِمَنْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ وَاشْتَدَّ الْحَرُّ: «لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ»	باب: نبی ﷺ کا اس شخص کے متعلق کہنا جس پر سایہ کیا گیا تھا اور گرمی بہت شدید ہو چکی تھی کہ ''سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں ہے''	575

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٣٧ ـ بَابٌ : لَمْ يَعِبْ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي الصَّوْمِ وَالْإِفْطَارِ	باب : نبی ﷺ کے اصحاب نے روزہ رکھنے یا نہ رکھنے میں ایک دوسرے پر عیب نہیں لگایا	576
٣٨ـ بَابُ مَنْ أَفْطَرَ فِي السَّفَرِ لِيَرَاهُ النَّاسُ	باب: جو شخص سفر میں روزہ کھول دے تاکہ لوگ اسے دیکھ لیں	576
٣٩ـ بَابٌ : ﴿وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ﴾ [البقرة : ١٨٤]	باب: (اللہ تعالیٰ کا فرمان:) ''اور ان لوگوں پر جو اس کی طاقت رکھتے ہوں فدیہ (ایک مسکین کا کھانا ہے)''	577
٤٠ـ بَابٌ : مَتَى يُقْضَى قَضَاءُ رَمَضَانَ ؟	باب: رمضان کی قضا کب دی جائے؟	578
٤١ـ بَابٌ : الْحَائِضُ تَتْرُكُ الصَّوْمَ وَالصَّلَاةَ	باب: حیض والی عورت روزہ اور نماز چھوڑ دے	579
٤٢ـ بَابُ مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ	باب: جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمے کوئی روزہ ہو	580
٤٣ـ بَابٌ : مَتَى يَحِلُّ فِطْرُ الصَّائِمِ	باب: روزہ دار کو روزہ کھولنا کب جائز ہوتا ہے؟	583
٤٤ـ بَابٌ : يُفْطِرُ بِمَا تَيَسَّرَ مِنَ الْمَاءِ أَوْ غَيْرِهِ	باب: پانی یا اس کے علاوہ جو میسر ہو اس کے ساتھ روزہ کھول لے	584
٤٥ـ بَابُ تَعْجِيلِ الْإِفْطَارِ	باب: روزہ جلدی کھولنا	585
٤٦ـ بَابٌ : إِذَا أَفْطَرَ فِي رَمَضَانَ ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ	باب: جب رمضان میں روزہ کھول دے پھر سورج نکل آئے	587
٤٧ـ بَابُ صَوْمِ الصِّبْيَانِ	باب: بچوں کا روزہ	588
٤٨ـ بَابُ الْوِصَالِ	باب: روزے کو روزے سے ملانا	589
٤٩ـ بَابُ التَّنْكِيلِ لِمَنْ أَكْثَرَ الْوِصَالَ	باب: کثرت سے وصال کرنے والے کو عبرت دلانے والی سزا دینا	591
٥٠ـ بَابُ الْوِصَالِ إِلَى السَّحَرِ	باب: سحر تک وصال کرنا	592
٥١ـ بَابُ مَنْ أَقْسَمَ عَلَى أَخِيهِ لِيُفْطِرَ فِي التَّطَوُّعِ، وَلَمْ يَرَ عَلَيْهِ قَضَاءً إِذَا كَانَ أَوْفَقَ لَهُ	باب: اگر کوئی اپنے بھائی کو نفل روزہ توڑنے کے لیے قسم دے اور وہ توڑ ڈالے تو اس پر قضا نہیں ہے جب روزہ نہ رکھنا اس کو مناسب ہو	593

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عربی	اردو	صفحہ
٥٢- بَابُ صَوْمِ شَعْبَانَ	باب: شعبان کا روزہ	595
٥٣- بَابُ مَا يُذْكَرُ مِنْ صَوْمِ النَّبِيِّ ﷺ وَ إِفْطَارِهِ	باب: نبی ﷺ کے روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کا ذکر	596
٥٤- بَابُ حَقِّ الضَّيْفِ فِي الصَّوْمِ	باب: روزے میں مہمان کا حق	598
٥٥- بَابُ حَقِّ الْجِسْمِ فِي الصَّوْمِ	باب: روزے میں جسم کا حق	598
٥٦: بَابُ صَوْمِ الدَّهْرِ	باب: ہمیشہ روزہ رکھنا	600
٥٧- بَابُ حَقِّ الْأَهْلِ فِي الصَّوْمِ	باب: روزے میں بیوی بچوں کا حق	601
٥٨- بَابُ صَوْمِ يَوْمٍ وَإِفْطَارِ يَوْمٍ	باب: ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن روزہ نہ رکھنا	602
٥٩- بَابُ صَوْمِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ	باب: داؤد علیہ السلام کا روزہ	603
٦٠- بَابُ صِيَامِ أَيَّامِ الْبِيضِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَأَرْبَعَ عَشْرَةَ وَخَمْسَ عَشْرَةَ	باب: ایامِ بیض (روشن دنوں) تیرہ، چودہ اور پندرہ کے روزے رکھنا	604
٦١- بَابُ مَنْ زَارَ قَوْمًا فَلَمْ يُفْطِرْ عِنْدَهُمْ	باب: جو شخص کسی کی ملاقات کے لیے جائے اور ان کے پاس روزہ نہ کھولے	606
٦٢- بَابُ الصَّوْمِ مِنْ آخِرِ الشَّهْرِ	باب: مہینے کے آخری دنوں کا روزہ	608
٦٣- بَابُ صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ، فَإِذَا أَصْبَحَ صَائِمًا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَعَلَيْهِ أَنْ يُفْطِرَ	باب: جمعہ کے دن کا روزہ اور جب (اکیلا) جمعہ کا روزہ رکھ لے تو اسے کھول دینا لازم ہے	610
٦٤- بَابٌ: هَلْ يَخُصُّ شَيْئًا مِنَ الْأَيَّامِ	باب: کیا دنوں میں سے کوئی دن خاص کر سکتا ہے	611
٦٥- بَابُ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ	باب: یوم عرفہ کا روزہ	613
٦٦- بَابُ صَوْمِ يَوْمِ الْفِطْرِ	باب: عید الفطر کے دن کا روزہ	614
٦٧- بَابُ صَوْمِ يَوْمِ النَّحْرِ	باب: قربانی کے دن روزہ رکھنا	616
٦٨- بَابُ صِيَامِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ	باب: ایام تشریق کا روزہ	617
٦٩- بَابُ صِيَامِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ	باب: عاشوراء کے دن کا روزہ	618
٣١- كِتَابُ صَلَاةِ التَّرَاوِيحِ	**31- نماز تراویح کی کتاب**	625
بَابُ فَضْلِ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ	باب: اس شخص کی فضیلت جو رمضان میں قیام کرے	625
٣٢- كِتَابُ فَضْلِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ	**32- کتاب: لیلۃ القدر کی فضیلت**	632
١- بَابُ فَضْلِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ	باب: لیلۃ القدر کی فضیلت	632

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٢- بَابُ الْتِمَاسِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ	باب: لیلۃ القدر کو آخری سات راتوں میں تلاش کرنا	634
٣- بَابُ تَحَرِّي لَيْلَةِ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ	باب: لیلۃ القدر کو آخری دس راتوں کی طاق راتوں میں تلاش کرنا	635
٤- بَابُ رَفْعِ مَعْرِفَةِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ لِتَلَاحِي النَّاسِ	باب: لوگوں کے جھگڑنے کی وجہ سے لیلۃ القدر کی پہچان کا اٹھا لیا جانا	638
٥- بَابُ الْعَمَلِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ	باب: رمضان کی آخری دس راتوں میں عمل	639
٣٣- أَبْوَابُ الِاعْتِكَافِ	**33- اعتکاف کے ابواب**	**641**
١- بَابُ الِاعْتِكَافِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ وَالِاعْتِكَافِ فِي الْمَسَاجِدِ كُلِّهَا	باب: آخری دس راتوں میں اعتکاف اور تمام مساجد میں اعتکاف	641
٢- بَابُ الْحَائِضِ تُرَجِّلُ رَأْسَ الْمُعْتَكِفِ	باب: حائضہ معتکف کے سر کو کنگھی کر سکتی ہے	644
٣- بَابٌ: لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ	باب: معتکف ضروری کام کے سوا گھر میں نہ جائے	644
٤- بَابُ غُسْلِ الْمُعْتَكِفِ	باب: معتکف کا غسل کرنا	645
٥- بَابُ الِاعْتِكَافِ لَيْلًا	باب: ایک رات کا اعتکاف کرنا	646
٦- بَابُ اعْتِكَافِ النِّسَاءِ	باب: عورتوں کا اعتکاف	647
٧- بَابُ الْأَخْبِيَةِ فِي الْمَسْجِدِ	باب: مسجد میں خیمے لگانا	648
٨- بَابٌ: هَلْ يَخْرُجُ الْمُعْتَكِفُ لِحَوَائِجِهِ إِلَى بَابِ الْمَسْجِدِ	باب: کیا معتکف اپنے ضروری کاموں کے لیے مسجد کے دروازے تک جا سکتا ہے؟	649
٩- بَابُ الِاعْتِكَافِ وَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ صَبِيحَةَ عِشْرِينَ	باب: اعتکاف کرنا اور نبی ﷺ کا بیسویں کی صبح کو نکلنا	650
١٠- بَابُ اعْتِكَافِ الْمُسْتَحَاضَةِ	باب: مستحاضہ کا اعتکاف کرنا	652
١١- بَابُ زِيَارَةِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا فِي اعْتِكَافِهِ	باب: عورت کا اپنے خاوند سے اس کی اعتکاف گاہ میں ملاقات کرنا	652
١٢- بَابٌ: هَلْ يَدْرَأُ الْمُعْتَكِفُ عَنْ نَفْسِهِ؟	باب: کیا معتکف اپنا دفاع کر سکتا ہے؟	653
١٣- بَابُ مَنْ خَرَجَ مِنِ اعْتِكَافِهِ عِنْدَ الصُّبْحِ	باب: جو شخص اپنے اعتکاف سے صبح کے وقت نکلے	654
١٤- بَابُ الِاعْتِكَافِ فِي شَوَّالٍ	باب: شوال میں اعتکاف کرنا	655

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

١٥ـ بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ عَلَيْهِ صَوْمًا إِذَا اعْتَكَفَ	باب: جس نے معتکف پر روزہ ضروری نہیں سمجھا	655
١٦ـ بَابٌ : إِذَا نَذَرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ يَعْتَكِفَ ثُمَّ أَسْلَمَ	باب: جب جاہلیت میں اعتکاف کی نذر مانے پھر مسلمان ہو جائے	656
١٧ـ بَابُ الْاِعْتِكَافِ فِي الْعَشْرِ الْأَوْسَطِ مِنْ رَمَضَانَ	باب: رمضان کے درمیانے عشرے کا اعتکاف	656
١٨ـ بَابُ مَنْ أَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ، ثُمَّ بَدَا لَهُ أَنْ يَخْرُجَ	باب: جو شخص اعتکاف کرنے کا ارادہ کرے پھر اس کا ارادہ نہ کرنے کا بن جائے	657
١٩ـ بَابُ الْمُعْتَكِفِ يُدْخِلُ رَأْسَهُ الْبَيْتَ لِلْغُسْلِ	باب: معتکف اپنا سر دھونے کے لیے گھر میں داخل کرے	658
٣٤ـ كِتَابُ الْبُيُوعِ	**24۔ خرید و فروخت کی کتاب**	659
١ـ بَابُ مَا جَاءَ فِي قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ۭ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴾ [الجمعة: ١١] وَقَوْلِهِ: ﴿ لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ﴾ [النساء: ٢٩]	باب: جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے: ”پھر جب نماز پوری کر لی جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل سے (حصہ) تلاش کرو۔ اور اللہ کو بہت یاد کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔ اور جب انھوں نے کوئی تجارت دیکھی یا تماشا تو اٹھ کر اس کی طرف چلے گئے اور انھوں نے تجھے کھڑا چھوڑ دیا، کہہ دے جو اللہ کے پاس ہے وہ تماشے سے اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ سب رزق دینے والوں سے بہتر ہے۔“ اور جو اس کے اس فرمان میں ہے: ”اپنے مال آپس میں باطل طریقے سے نہ کھاؤ مگر یہ کہ تمھاری آپس کی رضا مندی سے تجارت کی کوئی صورت ہو“	661
٢ـ بَابٌ : الْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشَبَّهَاتٌ	باب: حلال ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں	665
٣ـ بَابُ تَفْسِيرِ الْمُشَبَّهَاتِ	باب: شبہ والی چیزوں کی تفسیر	666
٤ـ بَابُ مَا يُتَنَزَّهُ مِنَ الشُّبُهَاتِ	باب: وہ شبہات جن سے بچنا چاہیے	671

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

٥- بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ الْوَسَاوِسَ وَنَحْوَهَا مِنَ الشُّبُهَاتِ	باب: جس نے وسوسوں اوران جیسی چیزوں کوشبہات میں شامل نہیں کیا	672
٦- بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿ وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا ﴾ [الجمعة: ١١]	باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان: ''اور جب انھوں نے کوئی تجارت دیکھی یا تماشا تو اٹھ کر اس کی طرف چلے گئے''	673
٧- بَابُ مَنْ لَمْ يُبَالِ مِنْ حَيْثُ كَسَبَ الْمَالَ	باب: جو شخص پروانہ کرے کہ اس نے کہاں سے مال کمایا ہے	674
٨- بَابُ التِّجَارَةِ فِي الْبَزِّ وَغَيْرِهِ	باب: کپڑے وغیرہ کی تجارت	675
٩- بَابُ الْخُرُوجِ فِي التِّجَارَةِ	باب: تجارت کے لیے نکلنا	676
١٠- بَابُ التِّجَارَةِ فِي الْبَحْرِ	باب: تجارت کے لیے سمندری سفر کرنا	678
١١- بَابٌ: ﴿ وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا ﴾ [الجمعة: ١١]	باب: ''اور جب انھوں نے کوئی تجارت دیکھی یا کوئی تماشا تو اٹھ کر اس کی طرف چلے گئے''	679
١٢- بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿ أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ ﴾ [البقرة: ٢٦٧]	باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''ان پاکیزہ چیزوں میں سے خرچ کرو جو تم نے کمائی ہیں''	680
١٣- بَابُ مَنْ أَحَبَّ الْبَسْطَ فِي الرِّزْقِ	باب: جو شخص رزق میں فراخی کو پسند کرے	681
١٤- بَابُ شِرَاءِ النَّبِيِّ ﷺ بِالنَّسِيئَةِ	باب: نبی ﷺ کا اُدھار کے ساتھ خریداری کرنا	683
١٥- بَابُ كَسْبِ الرَّجُلِ وَعَمَلِهِ بِيَدِهِ	باب: آدمی کا کمائی کرنا اور اپنے ہاتھ سے کام کرنا	685
١٦- بَابُ السُّهُولَةِ وَالسَّمَاحَةِ فِي الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ وَمَنْ طَلَبَ حَقًّا فَلْيَطْلُبْهُ فِي عَفَافٍ	باب: خریدنے اور بیچنے میں نرمی اور فراخ دلی اور جو شخص کسی سے اپنا حق مانگے اسے پاکیزہ طریقے سے مانگے	689
١٧- بَابُ مَنْ أَنْظَرَ مُوسِرًا	باب: جو شخص مال دار آدمی کو مہلت دے	689
١٨- بَابُ مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا	باب: جو کسی تنگدست کو مہلت دے	690
١٩- بَابُ إِذَا بَيَّنَ الْبَيِّعَانِ وَلَمْ يَكْتُمَا وَنَصَحَا	باب: جب خرید وفروخت کرنے والے دونوں صاف بیان کر دیں اور کوئی بات نہ چھپائیں اور ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں	691

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٢٠ـ بَابُ بَيْعِ الْخِلْطِ مِنَ التَّمْرِ	باب: ملی جلی کھجوروں کی بیع	694
٢١ـ بَابُ مَا قِيلَ فِي اللَّحَّامِ وَالْجَزَّارِ	باب: جو گوشت بیچنے والے اور قصائی کے متعلق کہا گیا ہے	694
٢٢ـ بَابُ مَا يَمْحَقُ الْكَذِبُ وَالْكِتْمَانُ فِي الْبَيْعِ	باب: بیع میں جھوٹ بولنا اور (عیب کو) چھپانا برکت کو مٹا دیتا ہے	696
٢٣ـ بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبٰوا أَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ [آل عمران: ١٣٠]	باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! سود مت کھاؤ کئی گنا، جو دگنے کیے ہوئے ہوں اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاؤ''	696
٢٤ـ بَابُ آكِلِ الرِّبَا وَشَاهِدِهِ وَكَاتِبِهِ	باب: سود کھانے والا اور اس کی شہادت دینے والا اور اسے لکھنے والا	697
٢٥ـ بَابُ مُوكِلِ الرِّبَا	باب: سود کھلانے والا	701
٢٦ـ بَابٌ: ﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ﴾ [البقرة: ٢٧٦]	باب: ''اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی ایسے شخص سے محبت نہیں کرتا جو سخت ناشکرا، سخت گنہگار ہو''	703
٢٧ـ بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْحَلِفِ فِي الْبَيْعِ	باب: بیع میں قسم کا مکروہ ہونا	705
٢٨ـ بَابُ مَا قِيلَ فِي الصَّوَّاغِ	باب: جو سنار کے بارے میں کہا گیا ہے	706
٢٩ـ بَابُ ذِكْرِ الْقَيْنِ وَالْحَدَّادِ	باب: کاریگر اور لوہار کا ذکر	708
٣٠ـ بَابُ ذِكْرِ الْخَيَّاطِ	باب: درزی کا ذکر	708
٣١ـ بَابُ ذِكْرِ النَّسَّاجِ	باب: کپڑا بننے والے کا ذکر	709
٣٢ـ بَابُ النَّجَّارِ	باب: ترکھان کا ذکر	710
٣٣ـ بَابُ شِرَاءِ الْإِمَامِ الْحَوَائِجَ بِنَفْسِهِ	باب: امام کا اپنی ضرورت کی چیزیں خود خریدنا	711
٣٤ـ بَابُ شِرَاءِ الدَّوَابِّ وَالْحَمِيرِ	باب: چوپائے اور گدھے خریدنا	712
٣٥ـ بَابُ الْأَسْوَاقِ الَّتِي كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَتَبَايَعَ بِهَا النَّاسُ فِي الْإِسْلَامِ	باب: وہ بازار جو جاہلیت میں لگتے تھے پھر اسلام میں بھی لوگ ان میں خرید و فروخت کرتے رہے	714

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٣٦- بَابُ شِرَاءِ الْإِبِلِ الْهِيمِ أَوِ الْأَجْرَبِ	باب: پیاس کی بیماری والے اور خارش والے اونٹ خریدنا	715
٣٧- بَابُ بَيْعِ السِّلَاحِ فِي الْفِتْنَةِ وَغَيْرِهَا	باب: فتنہ اور غیر فتنہ کے ایام میں اسلحہ کی فروخت	716
٣٨- بَابٌ: فِي الْعَطَّارِ وَبَيْعِ الْمِسْكِ	باب: عطر والے اور کستوری بیچنے کے بارے میں	717
٣٩- بَابُ ذِكْرِ الْحَجَّامِ	باب: سینگی لگانے والے کا ذکر	719
٤٠- بَابُ التِّجَارَةِ فِيمَا يُكْرَهُ لُبْسُهُ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ	باب: ان چیزوں کی تجارت جن کا پہننا مردوں اور عورتوں کے لیے مکروہ ہے	719
٤١- بَابٌ: صَاحِبُ السِّلْعَةِ أَحَقُّ بِالسَّوْمِ	باب: سامان کا مالک قیمت بتانے کا زیادہ حق دار ہے	721
٤٢- بَابٌ: كَمْ يَجُوزُ الْخِيَارُ	باب: بیع فسخ کرنے کا اختیار کتنی مدت تک ہے؟	721
٤٣- بَابٌ: إِذَا لَمْ يُوَقِّتْ فِي الْخِيَارِ، هَلْ يَجُوزُ الْبَيْعُ ؟	باب: جب خیار کی مدت مقرر نہ کرے تو کیا بیع جائز ہے؟	724
٤٤- بَابٌ: اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا	باب: خرید وفروخت کرنے والے دونوں کو اختیار ہے جب تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں	724
٤٥- بَابٌ: إِذَا خَيَّرَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ بَعْدَ الْبَيْعِ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ	باب: جب بیع کے بعد دونوں میں سے ایک اپنے ساتھی کو اختیار دے دے تو بیع لازم ہو جائے گی	725
٤٦- بَابٌ: إِذَا كَانَ الْبَائِعُ بِالْخِيَارِ هَلْ يَجُوزُ الْبَيْعُ	باب: جب بیچنے والے کو واپس لینے کا اختیار ہو تو کیا بیع جائز ہے؟	726
٤٧- بَابٌ: إِذَا اشْتَرَى شَيْئًا فَوَهَبَ مِنْ سَاعَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَتَفَرَّقَا وَلَمْ يُنْكِرِ الْبَائِعُ عَلَى الْمُشْتَرِي أَوِ اشْتَرَى عَبْدًا فَأَعْتَقَهُ	باب: جب آدمی کوئی چیز خریدے اور اسی وقت ایک دوسرے سے جدا ہونے سے پہلے ہبہ کر دے اور بیچنے والا خریدنے والے پر اعتراض نہ کرے یا کوئی غلام خریدے اور اسے آزاد کر دے	727
٤٨- بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْخِدَاعِ فِي الْبَيْعِ	باب: بیع میں دھوکے کا ناپسندیدہ ہونا	729
٤٩- بَابُ مَا ذُكِرَ فِي الْأَسْوَاقِ	باب: بازاروں کے بارے میں جو ذکر آیا ہے	730
٥٠- بَابُ كَرَاهِيَةِ السَّخَبِ فِي السُّوقِ	باب: بازار میں شور وغل کا مکروہ ہونا	735

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٥١- بَابُ الْكَيْلِ عَلَى الْبَائِعِ وَالْمُعْطِي	باب: ماپ کر دینا بیچنے والے اور دینے والے کے ذمے ہے	737
٥٢- بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْكَيْلِ	باب: غلے کو ماپنا مستحب ہے	739
٥٣- بَابُ بَرَكَةِ صَاعِ النَّبِيِّ ﷺ وَمُدِّهِ	باب: نبی ﷺ کے صاع اور آپ کے مُد کی برکت	739
٥٤- بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي بَيْعِ الطَّعَامِ وَالْحُكْرَةِ	باب: جو غلہ بیچنے اور ذخیرہ اندوزی کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے	740
٥٥- بَابُ بَيْعِ الطَّعَامِ قَبْلَ أَنْ يُقْبَضَ وَبَيْعِ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ	باب: قبضے میں لیے جانے سے پہلے غلے کی بیع اور اس چیز کی بیع جو تمھارے پاس نہیں	743
٥٦- بَابُ مَنْ رَأَى إِذَا اشْتَرَى طَعَامًا جِزَافًا أَنْ لَا يَبِيعَهُ حَتَّى يُؤْوِيَهُ إِلَى رَحْلِهِ وَالْأَدَبِ فِي ذَلِكَ	باب: جو شخص کوئی غلہ (ماپ تول کے بغیر) اندازے سے خریدے وہ اسے اپنے ٹھکانے پر پہنچانے سے پہلے فروخت نہ کرے اور اس (کے خلاف کرنے) کی سزا	745
٥٧- بَابٌ: إِذَا اشْتَرَى مَتَاعًا أَوْ دَابَّةً فَوَضَعَهُ عِنْدَ الْبَائِعِ أَوْ مَاتَ قَبْلَ أَنْ يُقْبَضَ	باب: جب کوئی سامان یا جانور خریدے اور اسے بیچنے والے کے پاس رکھ دے یا قبضہ کیے جانے سے پہلے مر جائے	746
٥٨- بَابٌ: لَا يَبِيعُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ وَلَا يَسُومُ عَلَى سَوْمِ أَخِيهِ حَتَّى يَأْذَنَ لَهُ أَوْ يَتْرُكَ	باب: اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے اور نہ اپنے بھائی کی لگائی ہوئی قیمت پر قیمت لگائے یہاں تک کہ وہ اسے اجازت دے دے یا چھوڑ دے	747
٥٩- بَابُ بَيْعِ الْمُزَايَدَةِ	باب: نیلامی کی بیع	749
٦٠- بَابُ النَّجْشِ وَمَنْ قَالَ: لَا يَجُوزُ ذَلِكَ الْبَيْعُ	باب: دھوکا دینے کے لیے بولی بڑھانا اور جس نے کہا: یہ بیع جائز نہیں ہے	751
٦١- بَابُ بَيْعِ الْغَرَرِ وَحَبَلِ الْحَبَلَةِ	باب: دھوکے کی بیع اور حمل کے حمل کی بیع	752
٦٢- بَابُ بَيْعِ الْمُلَامَسَةِ	باب: ملامسہ کی بیع	754
٦٣- بَابُ بَيْعِ الْمُنَابَذَةِ	باب: منابذہ کی بیع	755

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٦٤۔ بَابُ النَّهْيِ لِلْبَائِعِ أَنْ لَا يُحَفِّلَ الْإِبِلَ وَالْبَقَرَ وَالْغَنَمَ وَكُلَّ مُحَفَّلَةٍ	باب: بیچنے والے کو اس بات کی ممانعت کہ وہ اونٹنیوں، گائیوں اور بھیڑ بکریوں یا کسی بھی جانور کا دودھ تھنوں میں روک کر رکھے	756
٦٥۔ بَابٌ: إِنْ شَاءَ رَدَّ الْمُصَرَّاةَ وَ فِي حَلْبَتِهَا صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ	باب: اگر چاہے تو دودھ روکا ہوا جانور واپس کر دے اور اس کے دودھ کے عوض ایک صاع کھجور ہے	760
٦٦۔ بَابُ بَيْعِ الْعَبْدِ الزَّانِي	باب: زانی غلام کی بیع	760
٦٧۔ بَابُ الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ مَعَ النِّسَاءِ	باب: عورتوں سے خرید وفروخت کرنا	762
٦٨۔ بَابٌ: هَلْ يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ بِغَيْرِ أَجْرٍ وَهَلْ يُعِينُهُ أَوْ يَنْصَحُهُ	باب: کیا شہر کا آدمی بادیہ والے کے لیے اجرت کے بغیر بیع کر سکتا ہے اور کیا وہ اس کی مدد یا خیر خواہی کر سکتا ہے	763
٦٩۔ بَابُ مَنْ كَرِهَ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ بِأَجْرٍ	باب: جس نے بادیہ والے کے لیے شہری کے اجرت پر خرید وفروخت کرنے کو برا جانا	765
٧٠۔ بَابٌ: لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ بِالسَّمْسَرَةِ	باب: کوئی شہری کسی بادیہ والے کے لیے کمیشن لے کر کوئی چیز نہ خریدے	765
٧١۔ بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَلَقِّي الرُّكْبَانِ وَ أَنَّ بَيْعَهُ مَرْدُودٌ لِأَنَّ صَاحِبَهُ عَاصٍ، آثِمٌ إِذَا كَانَ بِهِ عَالِمًا وَهُوَ خِدَاعٌ فِي الْبَيْعِ وَالْخِدَاعُ لَا يَجُوزُ	باب: اونٹوں کے سواروں کو آگے جا کر ملنے کی ممانعت اور یہ کہ اس کی بیع رد کی ہوئی ہے، کیونکہ ایسا کرنے والا نافرمان، گناہ گار ہے جب وہ اس بات کو جانتا ہو اور یہ بیع میں دھوکا ہے اور دھوکا جائز نہیں ہے	767
٧٢۔ بَابُ مُنْتَهَى التَّلَقِّي	باب: قافلوں کو آگے جا کر ملنے سے ممانعت کی آخری جگہ	768
٧٣۔ بَابٌ: إِذَا اشْتَرَطَ شُرُوطًا فِي الْبَيْعِ لَا تَحِلُّ	باب: جب خرید وفروخت میں ایسی شرطیں کرے جو ناجائز ہوں	769
٧٤۔ بَابُ بَيْعِ التَّمْرِ بِالتَّمْرِ	باب: کھجوروں کو کھجوروں کے ساتھ بیچنا	771

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٧٥- بَابُ بَيْعِ الزَّبِيبِ بِالزَّبِيبِ، وَالطَّعَامِ بِالطَّعَامِ	باب: منقیٰ کی منقیٰ کے بدلے اور اناج کی اناج کے بدلے بیع	771
٧٦- بَابُ بَيْعِ الشَّعِيرِ بِالشَّعِيرِ	باب: جو کی جو کے ساتھ بیع	772
٧٧- بَابُ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ	باب: سونے کی سونے کے ساتھ خرید وفروخت	774
٧٨- بَابُ بَيْعِ الْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ	باب: چاندی کی چاندی کے ساتھ بیع	774
٧٩- بَابُ بَيْعِ الدِّينَارِ بِالدِّينَارِ نَسأً	باب: دینار کو دینار کے بدلے ادھار بیچنا	775
٨٠- بَابُ بَيْعِ الْوَرِقِ بِالذَّهَبِ نَسِيئَةً	باب: چاندی کو سونے کے بدلے ادھار بیچنا	776
٨١- بَابُ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالْوَرِقِ يَدًا بِيَدٍ	باب: سونے کو چاندی کے بدلے ہاتھوں ہاتھ بیچنا	777
٨٢- بَابُ بَيْعِ الْمُزَابَنَةِ، وَهِيَ بَيْعُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ وَبَيْعُ الزَّبِيبِ بِالْكَرْمِ وَبَيْعُ الْعَرَايَا	باب: مزابنہ کی بیع اور وہ خشک کھجوروں کو درختوں پر موجود کھجوروں کے بدلے بیچنا ہے اور منقیٰ کو بیلوں پر موجود انگور کے بدلے بیچنا ہے اور عرایا کی بیع کا بیان	778
٨٣- بَابُ بَيْعِ الثَّمَرِ عَلَى رُؤُوسِ النَّخْلِ بِالذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ	باب: کھجور کے درختوں پر لگی ہوئی کھجوروں کو سونے اور چاندی کے ساتھ بیچنا	780
٨٤- بَابُ تَفْسِيرِ الْعَرَايَا	باب: عرایا کی تفسیر	782
٨٥- بَابُ بَيْعِ الثِّمَارِ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهَا	باب: پھلوں کو ان کی درستگی ظاہر ہونے سے پہلے بیچنا	783
٨٦- بَابُ بَيْعِ النَّخْلِ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهَا	باب: کھجوروں کے درخت ان کی درستگی ظاہر ہونے سے پہلے بیچنا	786
٨٧- بَابٌ: إِذَا بَاعَ الثِّمَارَ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهَا ثُمَّ أَصَابَتْهُ عَاهَةٌ فَهُوَ مِنَ الْبَائِعِ	باب: جب پھلوں کو ان کی درستگی ظاہر ہونے سے پہلے بیچ دے پھر ان پر کوئی آفت آ جائے تو وہ بیچنے والے کے ذمہ ہوگی	787
٨٨- بَابُ شِرَاءِ الطَّعَامِ إِلَى أَجَلٍ	باب: مقررہ مدت تک ادھار اناج خریدنا	788
٨٩- بَابٌ: إِذَا أَرَادَ بَيْعَ تَمْرٍ بِتَمْرٍ خَيْرٍ مِنْهُ	باب: جب کچھ کھجوریں ان سے بہتر کھجوروں کے بدلے بیچنا چاہے	788

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٩٠- بَابُ مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ أُبِّرَتْ أَوْ أَرْضًا مَزْرُوعَةً أَوْ بِإِجَارَةٍ	باب: جو شخص کھجور کے درخت بیچے جن کی تابیر ہو چکی ہو یا کاشت کی ہوئی زمین بیچے یا انھیں ٹھیکے پر دے	791
٩١- بَابُ بَيْعِ الزَّرْعِ بِالطَّعَامِ كَيْلًا	باب: کھیتی کے پودوں میں موجود اناج کو ماپے ہوئے اناج کے بدلے فروخت کرنا	792
٩٢- بَابُ بَيْعِ النَّخْلِ بِأَصْلِهِ	باب: کھجور کے درخت کو جڑ سمیت فروخت کرنا	793
٩٣- بَابُ بَيْعِ الْمُخَاضَرَةِ	باب: کچی سبز کھیتی کی بیع	793
٩٤- بَابُ بَيْعِ الْجُمَّارِ وَأَكْلِهِ	باب: جُمّار کی بیع اور اسے کھانا	794
٩٥- بَابُ مَنْ أَجْرَى أَمْرَ الْأَمْصَارِ عَلَى مَا يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ فِي الْبُيُوعِ وَالْإِجَارَةِ وَالْمِكْيَالِ وَالْوَزْنِ وَسُنَنِهِمْ عَلَى نِيَّاتِهِمْ وَمَذَاهِبِهِمُ الْمَشْهُورَةِ	باب: جس نے تمام شہروں کا معاملہ ان کے آپس کے جانے پہچانے طریقے کے مطابق قرار دیا، خواہ وہ خرید و فروخت کی صورتیں ہوں یا کرائے پر دینا ہو یا ماپ اور تول ہو اور اسے ان کی نیتوں اور مشہور رواجوں کے طریقوں کے مطابق قرار دیا	794
٩٦- بَابُ بَيْعِ الشَّرِيكِ مِنْ شَرِيكِهِ	باب: شریک کا اپنا حصہ شریک کو بیچنا	796
٩٧- بَابُ بَيْعِ الْأَرْضِ وَالدُّورِ وَالْعُرُوضِ مُشَاعًا غَيْرَ مَقْسُومٍ	باب: زمین، مکانات اور سامان جو مشترکہ ہو، تقسیم نہ کیا گیا ہو، اسے بیچنا	798
٩٨- بَابٌ: إِذَا اشْتَرَى شَيْئًا لِغَيْرِهِ بِغَيْرِ إِذْنِهِ فَرَضِيَ	باب: جب کوئی شخص کسی دوسرے کے لیے کوئی چیز اس کی اجازت کے بغیر خرید لے پھر وہ پسند کر لے	798
٩٩- بَابُ الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ مَعَ الْمُشْرِكِينَ وَأَهْلِ الْحَرْبِ	باب: مشرکین اور ایسے لوگوں کے ساتھ خرید و فروخت کرنا جن کے ساتھ جنگ ہے	802
١٠٠- بَابُ شِرَاءِ الْمَمْلُوكِ مِنَ الْحَرْبِيِّ وَهِبَتِهِ وَعِتْقِهِ	باب: حربی کافر سے غلام خریدنا اور اس کا ہبہ کرنا اور آزاد کرنا	802
١٠١- بَابُ جُلُودِ الْمَيْتَةِ قَبْلَ أَنْ تُدْبَغَ	باب: رنگے جانے سے پہلے مردار کی کھالوں کا حکم	807

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۰۲۔ بَابُ قَتْلِ الْخِنْزِيرِ	باب: خنزیر کو قتل کرنا	808
۱۰۳۔ بَابٌ: لَا يُذَابُ شَحْمُ الْمَيْتَةِ وَلَا يُبَاعُ وَدَكُهُ	باب: نہ مردار کی چربی کو پگھلایا جائے اور نہ ہی اس کا تیل بیچا جائے	809
۱۰۴۔ بَابُ بَيْعِ التَّصَاوِيرِ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا رُوحٌ وَمَا يُكْرَهُ مِنْ ذَلِكَ	باب: ان تصویروں کی خرید وفروخت جن میں روح نہیں ہوتی اور ان میں جو کراہت ہے	811
۱۰۵۔ بَابُ تَحْرِيمِ التِّجَارَةِ فِي الْخَمْرِ	باب: شراب کی تجارت کو حرام قرار دینا	811
۱۰۶۔ بَابُ إِثْمِ مَنْ بَاعَ حُرًّا	باب: اس شخص کا گناہ جو آزاد آدمی کو بیچ دے	812
۱۰۷۔ بَابُ أَمْرِ النَّبِيِّ ﷺ الْيَهُودَ بِبَيْعِ أَرَضِيهِمْ حِينَ أَجْلَاهُمْ	باب: نبی ﷺ کا یہود کو جلا وطن کرتے وقت انہیں اپنی زمینیں بیچنے کا حکم دینا	812
۱۰۸۔ بَابُ بَيْعِ الْعَبِيدِ وَالْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً	باب: غلاموں کو (غلاموں کے بدلے) اور جانور کو جانور کے بدلے ادھار بیچنا	813
۱۰۹۔ بَابُ بَيْعِ الرَّقِيقِ	باب: غلاموں کو بیچنا	815
۱۱۰۔ بَابُ بَيْعِ الْمُدَبَّرِ	باب: مدبر کی خرید وفروخت	817
۱۱۱۔ بَابٌ: هَلْ يُسَافِرُ بِالْجَارِيَةِ قَبْلَ أَنْ يَسْتَبْرِئَهَا	باب: کیا لونڈی کے استبرا سے پہلے مالک اسے اپنے ساتھ سفر میں لے جا سکتا ہے	819
۱۱۲۔ بَابُ بَيْعِ الْمَيْتَةِ وَالْأَصْنَامِ	باب: مردار اور بتوں کی خرید وفروخت	820
۱۱۳۔ بَابُ ثَمَنِ الْكَلْبِ	باب: کتے کی قیمت	821
۳۵۔ كِتَابُ السَّلَمِ	35۔ بیع سلم کی کتاب	823
۱۔ بَابُ السَّلَمِ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ	باب: طے کیے ہوئے ماپ میں بیع سلم کرنا	823
۲۔ بَابُ السَّلَمِ فِي وَزْنٍ مَعْلُومٍ	باب: طے شدہ وزن میں بیع سلم کرنا	824
۳۔ بَابُ السَّلَمِ إِلَى مَنْ لَيْسَ عِنْدَهُ أَصْلٌ	باب: اس شخص سے بیع سلم کرنا جس کے پاس اصل نہ ہو	825
٤۔ بَابُ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ	باب: کھجور کے درختوں پر لگی ہوئی کھجوروں کی بیع سلم	828
٥۔ بَابُ الْكَفِيلِ فِي السَّلَمِ	باب: بیع سلم میں ضامن لینا	829
٦۔ بَابُ الرَّهْنِ فِي السَّلَمِ	باب: بیع سلم میں گروی رکھنا	829

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٧-بَابُ السَّلَمِ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ	باب: طے شدہ مدت تک بیع سلم کرنا	830
٨- بَابُ السَّلَمِ إِلَى أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ	باب: بیع سلم میں اونٹنی کے بچہ جننے کی مدت مقرر کرنا	831
٣٦- كِتَابُ الشُّفْعَةِ	36۔شفعہ کی کتاب	832
١- بَابٌ: الشُّفْعَةُ مَا لَمْ يُقْسَمْ فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ فَلَا شُفْعَةَ	باب: شفعہ اس وقت تک ہے کہ تقسیم نہ کی گئی ہو اور جب حد بندی ہو جائے تو کوئی شفعہ نہیں	832
٢- بَابُ عَرْضِ الشُّفْعَةِ عَلَى صَاحِبِهَا قَبْلَ الْبَيْعِ	باب: فروخت سے پہلے شفعہ کو شفعہ کے حق دار کے سامنے پیش کرنا	834
٣- بَابٌ: أَيُّ الْجِوَارِ أَقْرَبُ ؟	باب: کون سا ہمسایہ زیادہ قریب ہے؟	835
٣٧- كِتَابُ الْإِجَارَةِ	37۔اجارہ کی کتاب	837
١- بَابُ اسْتِئْجَارِ الرَّجُلِ الصَّالِحِ	باب: نیک آدمی کو مزدور رکھنا	837
٢- بَابُ رَعْيِ الْغَنَمِ عَلَى قَرَارِيطَ	باب: چند قیراط پر بھیڑ بکریاں چرانا	839
٣- بَابُ اسْتِئْجَارِ الْمُشْرِكِينَ عِنْدَ الضَّرُورَةِ أَوْ إِذَا لَمْ يُوجَدْ أَهْلُ الْإِسْلَامِ	باب: ضرورت کے وقت یا جب کوئی مسلمان مزدور نہ ملے مشرکین سے مزدوری کا کام لینا	840
٤- بَابٌ: إِذَا اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا لِيَعْمَلَ لَهُ بَعْدَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ أَوْ بَعْدَ شَهْرٍ أَوْ بَعْدَ سَنَةٍ جَازَ وَهُمَا عَلَى شَرْطِهِمَا الَّذِي اشْتَرَطَاهُ إِذَا جَاءَ الْأَجَلُ	باب: جب کسی مزدور کو اس شرط پر مزدور رکھے کہ وہ تین دن یا ایک ماہ یا ایک سال کے بعد اس کا کام کرے گا تو یہ جائز ہے اور جب وہ وقت آئے تو وہ دونوں اپنی شرط پر قائم ہوں گے جو انھوں نے کی تھی	841
٥- بَابُ الْأَجِيرِ فِي الْغَزْوِ	باب: جنگ میں مزدور لے جانا	842
٦- بَابُ مَنِ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَبَيَّنَ لَهُ الْأَجَلَ وَلَمْ يُبَيِّنِ الْعَمَلَ	باب: جب کسی کو مزدوری پر رکھے اور اس کو مدت بتا دے اور کام نہ بتائے	843
٧- بَابٌ: إِذَا اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا عَلَى أَنْ يُقِيمَ حَائِطًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ جَازَ	باب: جب کسی مزدور کو مزدوری کے لیے رکھے کہ وہ اس دیوار کو سیدھا کر دے جو گرنے جا رہی ہو تو جائز ہے	844
٨- بَابُ الْإِجَارَةِ إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ	باب: آدھے دن تک کے لیے مزدور لگانا	845

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٩۔ بَابُ الْإِجَارَةِ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ	باب: نمازِ عصر تک مزدور لگانا	846
١٠۔ بَابُ إِثْمِ مَنْ مَنَعَ أَجْرَ الْأَجِيرِ	باب: اس شخص کا گناہ جو مزدور کو اس کی مزدوری نہ دے	847
١١۔ بَابُ الْإِجَارَةِ مِنَ الْعَصْرِ إِلَى اللَّيْلِ	باب: عصر سے رات تک مزدور لگانا	847
١٢۔ بَابُ مَنِ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَتَرَكَ أَجْرَهُ، فَعَمِلَ فِيهِ الْمُسْتَأْجِرُ فَزَادَ أَوْ مَنْ عَمِلَ فِي مَالِ غَيْرِهِ فَاسْتَفْضَلَ	باب: جس نے کوئی مزدور لگایا اور وہ اپنی مزدوری چھوڑ گیا تو کام پر لگانے والے نے اس میں کام کیا اور وہ مال زیادہ ہو گیا یا جس نے اپنے سوا کسی کے مال میں کام کیا اور اسے زیادہ بنا لیا	848
١٣۔ بَابُ مَنْ آجَرَ نَفْسَهُ لِيَحْمِلَ عَلَى ظَهْرِهِ ثُمَّ تَصَدَّقَ بِهِ وَأُجْرَةِ الْحَمَّالِ	باب: جو اپنے آپ کو مزدوری پر لگائے تاکہ اپنی پیٹھ پر بوجھ اٹھائے، پھر اسے صدقہ کر دے اور بوجھ اٹھانے والے کی اجرت	851
١٤۔ بَابُ أَجْرِ السَّمْسَرَةِ	باب: دلالی کی اجرت	851
١٥۔ بَابٌ: هَلْ يُؤَاجِرُ الرَّجُلُ نَفْسَهُ مِنْ مُشْرِكٍ فِي أَرْضِ الْحَرْبِ	باب: کیا آدمی دار الحرب میں کسی مشرک کی مزدوری کر سکتا ہے	852
١٦۔ بَابُ مَا يُعْطَى فِي الرُّقْيَةِ عَلَى أَحْيَاءِ الْعَرَبِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ	باب: آدمی کو عرب کے قبیلوں پر فاتحہ کے ساتھ دم کرنے کے بدلے جو کچھ دیا جائے	853
١٧۔ بَابُ ضَرِيبَةِ الْعَبْدِ وَتَعَاهُدِ ضَرَائِبِ الْإِمَاءِ	باب: غلام پر یومیہ رقم مقرر کرنا اور لونڈیوں پر مقرر کردہ رقموں کی نگرانی رکھنا	859
١٨۔ بَابُ خَرَاجِ الْحَجَّامِ	باب: سینگی لگانے والے کا خراج	860
١٩۔ بَابُ مَنْ كَلَّمَ مَوَالِيَ الْعَبْدِ أَنْ يُخَفِّفُوا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهِ	باب: جو غلام کے مالکوں سے بات کرے کہ وہ اس کا خراج کچھ ہلکا کر دیں	861
٢٠۔ بَابُ كَسْبِ الْبَغِيِّ وَالْإِمَاءِ	باب: زانیہ اور لونڈیوں کی کمائی	862
٢١۔ بَابُ عَسْبِ الْفَحْلِ	باب: سانڈ کی جفتی (پر اجرت لینا)	864
٢٢۔ بَابُ إِذَا اسْتَأْجَرَ أَرْضًا فَمَاتَ أَحَدُهُمَا	باب: جب کوئی زمین ٹھیکے پر لے پھر (ٹھیکے پر) دینے والا یا لینے والا مر جائے	865

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٣٨۔ كِتَابُ الْحَوَالَاتِ

38۔ حوالہ کی کتاب 867

١۔ بَابٌ: فِي الْحَوَالَةِ وَهَلْ يَرْجِعُ فِي الْحَوَالَةِ ؟
باب: حوالہ کے بارے میں اور کیا حوالہ میں رجوع کر سکتا ہے؟ 867

٢۔ بَابٌ: إِذَا أَحَالَ عَلَى مَلِيٍّ فَلَيْسَ لَهُ رَدٌّ
باب: جب کوئی کسی مال دار کے حوالے کرے تو اسے رد کرنا جائز نہیں 869

٣۔ بَابٌ: إِنْ أَحَالَ دَيْنَ الْمَيِّتِ عَلَى رَجُلٍ جَازَ
باب: اگر میت کا قرض کسی آدمی کے حوالے کرے تو جائز ہے 870

٣٩۔ كِتَابُ الْكَفَالَةِ

39۔ کفالت کی کتاب 872

١۔ بَابُ الْكَفَالَةِ فِي الْقَرْضِ وَالدُّيُونِ بِالْأَبْدَانِ وَغَيْرِهَا
باب: قرض اور دیون میں بدن کے ساتھ یا اس کے علاوہ کے ساتھ ضمانت دینا 872

٢۔ بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ ﴾ [النساء: ٣٣]
باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان: ”اور جن لوگوں کو تمھاری قسموں نے باندھ رکھا ہے انھیں ان کا حصہ دو“ 877

٣۔ بَابُ مَنْ تَكَفَّلَ عَنْ مَيِّتٍ دَيْنًا فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَرْجِعَ
باب: جو کسی میت کے قرض کا کفیل بنے اسے پھرنا جائز نہیں 879

٤۔ بَابُ جِوَارِ أَبِي بَكْرٍ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَعَقْدِهِ
باب: نبی ﷺ کے زمانے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کا (ایک مشرک کی) پناہ لینا اور اس کے ساتھ عہد کرنا 880

٥۔ بَابُ الدَّيْنِ
باب: قرض کا بیان 884

مصادر و مراجع 886

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

٢٤- كِتَابُ الزَّكَاةِ

زکاۃ کی کتاب

١- بَابُ وُجُوبِ الزَّكَاةِ

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ﴾ [البقرة: ٤٣] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: حَدَّثَنِي أَبُو سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَذَكَرَ حَدِيثَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَالصِّلَةِ وَالْعَفَافِ. [راجع: ٧]

1۔ باب: زکاۃ کا واجب ہونا

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''نماز قائم کرو اور زکاۃ دیا کرو۔'' اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: مجھے ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، چنانچہ انھوں نے نبی ﷺ کی حدیث بیان کی اور کہا: وہ ہمیں نماز، زکاۃ اور رشتے جوڑنے اور پاک دامن رہنے کا حکم دیتے ہیں۔

فوائد ومسائل: 1 یہ تعلیق حدیث (۷) میں باسند گزر چکی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے زکاۃ کے لیے وجوب کا لفظ استعمال کیا ہے، اس سے ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک واجب اور فرض ایک ہی چیز ہے اور حقیقت بھی یہی ہے، کیونکہ زکاۃ تمام امت کے نزدیک فرض ہے، اس کے باوجود بخاری رحمہ اللہ اسے واجب کہہ رہے ہیں۔ بعض لوگوں نے واجب اور فرض میں فرق ایجاد کیا ہے۔ ان کے نزدیک فرض وہ ہے جس کی دلیل قطعی الثبوت اور قطعی الاثبات ہو۔ قطعی الثبوت کا مطلب ان کے ہاں یہ ہے کہ وہ حکم تواتر سے آیا ہو، یعنی اتنے لوگوں نے اسے روایت کیا ہو جن کا جھوٹ پر جمع ہونا ناممکن ہو۔ ان کے بقول قرآن مجید متواتر ہے، اس لیے وہ قطعی الثبوت ہے، البتہ احادیث چند ایک کے سوا سب اخبارِ احاد ہیں، اس لیے وہ قطعی الثبوت نہیں بلکہ ظنی الثبوت ہیں۔ اس قاعدے کے مطابق صرف حدیث سے کوئی حکم فرض ثابت نہیں ہوتا، خواہ اس پر بخاری اور مسلم دونوں متفق ہوں یا کتبِ ستہ میں وہ حدیث موجود ہو۔ اور قطعی الاثبات یہ ہے کہ وہ اپنے مطلب میں بالکل واضح ہو۔ اگر ان دونوں میں سے ایک چیز ہو، دوسری نہ ہو تو اس سے واجب ثابت ہوتا ہے، فرض نہیں۔ مثلاً کوئی حکم قطعی الاثبات ہو، یعنی مطلب اس کا بالکل واضح ہو، مگر ان حضرات کی شرطوں کے مطابق اس کا ثبوت قطعی نہ ہو تو اس سے وجوب ثابت ہوگا فرضیت نہیں۔ پھر نتیجہ کے لحاظ سے ان کے نزدیک فرض اور واجب میں یہ فرق ہے کہ فرض کا منکر کافر اور واجب کا منکر کافر نہیں،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بلکہ گناہ گار ہے۔ حالانکہ یہ سارا قاعدہ ہی بے بنیاد ہے اور اس لیے بنایا گیا ہے کہ جو حدیث ان حضرات کے امام کے قول کے خلاف ہو، خواہ وہ کتنی اعلیٰ سند کے ساتھ ہو اسے خبرِ واحد کہہ کر رد کر دیا جائے۔ انکارِ حدیث کی ابتدا اسی قاعدے کے ساتھ ہوئی۔ منکرینِ حدیث اسی قاعدے کا بہانہ بنا کر اپنے منکرِ حدیث ہونے کو مانتے ہی نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ بعض لوگ جو حدیث کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں ان کا عمل یہ ہے کہ اپنے امام کے قول کے خلاف حدیث کو خواہ وہ اعلیٰ درجے کی صحیح ہو، یہ کہہ کر رد کر دیتے ہیں کہ وہ خبرِ واحد ہے جو قطعی نہیں، بلکہ ظنی ہے، جس سے یقین حاصل نہیں ہوتا، جیسا کہ حدیثِ مُصَرَّاۃ ہے یا خیارِ مجلس کی حدیث ہے، اس کے باوجود وہ حدیث کے منکر نہیں تو ہمیں منکر حدیث کیسے کہا جا سکتا ہے؟ ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ جو حدیث ہماری عقل کے خلاف ہو خبرِ واحد ہونے کی وجہ سے ہم اسے نہیں مانیں گے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس فاسد قاعدے کے رد کے لیے صحیح بخاری کے آخر میں خاص طور پر " كِتَابُ أَخْبَارِ الْآحَادِ " قائم کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ قرآن یا حدیث دونوں کے لیے تواتر کی کوئی شرط نہیں، صرف بیان کرنے والے کا قابلِ اعتماد ہونا کافی ہے۔ نبی ﷺ کے زمانے میں صرف ایک آدمی کسی بھی ملک یا شہر یا قبیلے میں جا کر انھیں قرآن سکھاتا، حدیث سناتا اور وہ سب اسے تسلیم کر کے اس پر عمل کرتے تھے۔ توحید و رسالت، اذان، نماز، زکاۃ، غرض تمام احکام و فرائض میں اس کی روایت کردہ آیات و احادیث پر عمل کرتے تھے، جیسا کہ آپ ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف اور دوسرے متعدد صحابہ کو مختلف مقامات کی طرف بھیجا۔ کبھی کسی نے یہ نہیں کہا کہ کم از کم آٹھ یا دس یا زیادہ آدمی آ کر ہمیں قرآن و حدیث سنائیں گے تو ہمیں یقین آئے گا اور ہم اس پر عمل کریں گے، ورنہ ایک آدمی کی بات کا کیا اعتبار ہے، اس کی بیان کردہ بات تو ظنی ہے، اس پر یقین نہیں ہو سکتا، تو اس پر عمل کیسے ہو سکتا ہے؟ اس پر مفصل بات اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو صحیح بخاری کی " كِتَابُ أَخْبَارِ الْآحَادِ " میں ہوگی، ورنہ بات سمجھنے کے لیے جو یہاں لکھا گیا وہی کافی ہے۔

2 لفظ " زَكَاةٌ " " زَكَا يَزْكُوْ " کا مصدر ہے، جس کا معنی بڑھنا بھی ہے، جیسے کہا جاتا ہے: " زَكَا الزَّرْعُ " کھیتی بڑھ گئی۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: « مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ » [مسلم : ٢٥٨٨] ''کسی صدقے سے مال کم نہیں ہوتا۔'' اور پاک ہونا بھی، جیسے فرمایا: ﴿ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ ﴾ [الأعلیٰ : ١٤] ''یقیناً وہ شخص کامیاب ہوا جو پاک ہو گیا۔'' شریعت کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق اموال میں سے اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ حصہ اس کی رضا کے لیے دینا زکاۃ کہلاتا ہے، اس مقصد کے لیے دیے ہوئے مال کو بھی زکاۃ کہتے ہیں۔ اس سے دنیا اور آخرت میں مال میں برکت اور اضافہ ہوتا ہے۔ (دیکھیے سورۂ بقرہ: ٢٦٠) اور مال اور صاحبِ مال پاک بھی ہو جاتے ہیں۔ (دیکھیے سورۂ توبہ: ١٠٣) زکاۃ کی فرضیت اور چار قسم کے اموال ہی میں اس کے فرض ہونے اور مختلف چیزوں میں الگ الگ نصاب اور الگ الگ مقدار کی مصلحتوں کے لیے ان کتابوں کا مطالعہ کریں جو اسرارِ شریعت پر لکھی گئی ہیں، مثلاً شاہ ولی اللہ کی حجۃ اللہ البالغۃ (٦٠/٢)، ابن قیم کی زاد المعاد (٥/٢) اور اعلام الموقعین (٣٢٣/٣) اور شیخ ابراہیم آفندی کی اسرار الشریعۃ الاسلامیہ۔ (مرعاۃ المفاتیح) زکاۃ کو صدقہ بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ اس سے ایمان کا دعویٰ کرنے والے کا صدق ظاہر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کے ایمان کے دعوے کو کلمہ کے علاوہ نماز اور زکاۃ کے ساتھ مشروط کیا ہے، انھی کی ادائیگی کے ساتھ وہ اسلامی اخوت میں شامل ہو سکتے ہیں اور انھی کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساتھ دوسرے مسلمانوں کی طرح ان کے خون اور مال محفوظ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَوٰةَ وَآتَوُا الزَّكَوٰةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ ۗ وَنُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴾ [التوبة : ١١] "پس اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں تو دین میں تمھارے بھائی ہیں اور ہم ان لوگوں کے لیے آیات کھول کر بیان کرتے ہیں جو جانتے ہیں۔" اور فرمایا: ﴿ فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَوٰةَ وَآتَوُا الزَّكَوٰةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾ [التوبة : ٥] "پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔" زکاۃ نہ دینے والوں کا حکم اور ان کی سزا کا ذکر آئندہ احادیث کے تحت آرہا ہے۔

3 زکاۃ مکہ میں فرض ہو چکی تھی، جیسا کہ سورۂ مزمل کی آخری آیت (۲۰) میں فرمایا: ﴿ وَأَقِيمُوا الصَّلَوٰةَ وَآتُوا الزَّكَوٰةَ ﴾ "اور نماز قائم رکھو اور زکوۃ دو۔" اور سورۂ انعام (۱۴۱) میں فرمایا: ﴿ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ ﴾ "اور اس کا حق اس کی کٹائی کے دن ادا کرو۔" اور یہ دونوں سورتیں مکی ہیں۔ اور جب ہرقل نے رسول اللہ ﷺ کا خط ملنے پر مکہ کے تاجروں کو بلا کر ان سے آپ کے متعلق کئی سوال کیے تو ان میں ایک سوال یہ تھا کہ وہ تمھیں کیا حکم دیتا ہے؟ تو ابوسفیان نے جواب دیا تھا: " يَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَالصِّلَةِ وَالْعَفَافِ " کہ وہ ہمیں نماز، زکاۃ، رشتوں کو جوڑنے اور پاک دامن رہنے کا حکم دیتا ہے۔ اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ ابوسفیان نے وہی کچھ بیان کیا جو اس نے آپ سے مکہ میں سنا تھا، کیونکہ ہجرت کے بعد اور فتح مکہ سے پہلے اس کی آپ ﷺ سے تفصیلی ملاقات نہیں ہوئی۔ یہ مکہ میں زکاۃ فرض ہونے کی واضح دلیل ہے۔ البتہ مکہ میں اس کا نصاب اور تفصیلی مسائل نازل نہیں ہوئے، بلکہ مطلقاً اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم تھا، کیونکہ حکومت کے بغیر نظامِ زکاۃ مکہ میں ممکن نہ تھا۔ مدینہ میں جا کر سنہ ۲ ہجری میں زکاۃ والے اموال، زکاۃ کی مقدار اور دوسرے مسائل نازل ہوئے اور فتح مکہ کے بعد آپ نے تحصیلِ زکاۃ کے لیے عامل مقرر فرمائے۔

١٣٩٥۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ، عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ صَيْفِيٍّ، عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ مُعَاذًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَى الْيَمَنِ، فَقَالَ: « ادْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ، فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ، فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللَّهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ،

1395۔ ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے معاذ ؓ کو یمن کی طرف بھیجا اور فرمایا: "انھیں اللہ کے سوا کوئی معبود نہ ہونے اور میرے رسول اللہ ہونے کی شہادت کی دعوت دو، اگر وہ اسے مان لیں تو انھیں بتاؤ کہ اللہ نے ہر دن رات میں ان پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں، جب وہ اس کے تابع فرمان ہو جائیں تو انھیں بتاؤ کہ اللہ نے ان کے اموال میں ان پر صدقہ فرض کیا ہے، جو ان کے دولت مندوں سے لیا جائے گا اور ان کے محتاجوں میں لوٹا دیا جائے گا۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ ﴾ [انظر : ١٤٥٨، ١٤٩٦، ٢٤٤٨، ٤٣٤٧، ٧٣٧١، ٧٣٧٢۔ أخرجه مسلم : ١٩ مطولاً]

فوائد : 1 رسول اللہ ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو سنہ ١٠ ہجری میں حجۃ الوداع سے پہلے بھیجا تھا، جیسا کہ بخاری نے مغازی کے اواخر میں ذکر کیا ہے اور وہ یمن ہی میں رہے، یہاں تک کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں واپس آئے، پھر شام چلے گئے اور وہیں فوت ہوئے۔ ''مرعاۃ'' میں ہے کہ ابن عبد البر نے ''الاستیعاب (۱۴۰۲/۳)'' میں کہا: ''رسول اللہ ﷺ نے انھیں یمن کے صوبہ جند میں بھیجا کہ لوگوں کو قرآن اور اسلام کے شعائر کی تعلیم دیں اور ان کے فیصلے کریں اور یمن میں مقرر کردہ عمّال سے صدقات وصول کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے یمن کو پانچ آدمیوں میں تقسیم کیا تھا: خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کو صنعاء پر مقرر فرمایا، مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ کو کندہ پر، زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ کو حضرموت پر، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جند پر اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو زبید، زمعہ، عدن اور ساحل پر۔'' حافظ نے کہا: جند میں معاذ رضی اللہ عنہ کی بنائی ہوئی مسجد آج تک مشہور ہے۔ (مرعاۃ المفاتیح)

2 رسول اللہ ﷺ نے اہلِ یمن کو سب سے پہلے توحید و رسالت کی شہادت کی دعوت دینے کا حکم دیا، کیونکہ یہ دونوں اسلام کی وہ بنیاد ہیں جن کے سوا اسلام کا کوئی عمل معتبر نہیں، یہ بھی معلوم ہوا کہ '' لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ '' کی شہادت اس وقت تک معتبر نہیں جب تک '' مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ '' کی شہادت نہ دی جائے۔ بعض لوگوں نے اس حدیث سے یہ مسئلہ کشید کرنے کی کوشش کی ہے کہ کفار ایمان لانے کے مکلف ہیں، ایمان قبول کرنے سے پہلے ان پر اسلام کے مفصل احکام فرض نہیں ہیں، قیامت کے دن انھیں ایمان نہ لانے کا عذاب ہوگا، نماز، روزہ، زکاۃ اور دوسرے احکام بجا نہ لانے کا عذاب نہیں ہوگا۔ مگر یہ بات درست نہیں، کیونکہ اس حدیث میں دین کی دعوت کا طریقہ بیان کیا گیا ہے کہ کفار کو دعوت تدریج کے ساتھ ہونی چاہیے، ایک ہی وقت میں سب کچھ نہیں کہنا چاہیے۔ یہ مطلب نہیں کہ کفار جب تک کلمہ نہ پڑھیں ان پر نماز، زکاۃ اور دوسرے احکام فرض نہیں، کیونکہ اگر یہ مطلب ہو تو اس کے مطابق کلمہ پڑھنے کے بعد جب تک نماز نہ پڑھے اس پر زکاۃ فرض نہیں، حالانکہ یہ بات غلط ہے، بلکہ یہاں نماز اور زکاۃ دونوں کے بیان میں ترتیب آئی ہے، وجوب میں نہیں کہ نماز پہلے فرض ہے اور زکاۃ بعد میں۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کے جہنم میں جانے کا سبب خود جہنمیوں کی زبانی بیان فرمایا ہے کہ جب جنتی جہنمیوں سے پوچھیں گے کہ تمھیں سقر (جہنم) میں کس چیز نے داخل کیا؟ تو وہ کہیں گے: ﴿ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ۝ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ۝ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ۝ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ حَتّٰۤى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ﴾ [المدثر : ٤٣ تا ٤٧] ''ہم نماز ادا کرنے والوں میں سے نہیں تھے اور نہ ہم مسکین کو کھانا کھلاتے تھے اور ہم بے ہودہ بحث کرنے والوں کے ساتھ مل کر فضول بحث کیا کرتے تھے اور ہم جزا کے دن کو جھٹلایا کرتے تھے، یہاں تک کہ ہمارے پاس یقین آ گیا۔'' اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کے جہنم میں جانے کا سبب کلمۂ شہادت کے ساتھ ساتھ اسلام کے احکام پر عمل نہ کرنا بھی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ ﴾ [حم السجدة : ٦، ٧] ''اور مشرکین کے لیے بہت بڑی ہلاکت

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہے، وہ جو زکاۃ نہیں دیتے۔'' بعض لوگ کہتے ہیں کہ کلمہ پڑھے بغیر جب ان کا کوئی عمل قبول ہی نہیں تو جب تک انھوں نے کلمہ نہیں پڑھا وہ اعمال کے مکلف کیسے ہو گئے؟ اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ جب تک وضو نہ کیا جائے نماز قبول نہیں ہوتی، تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ جب تک وضو نہ کرے اس پر نماز فرض نہیں ہوتی؟ ظاہر ہے یہ مطلب درست نہیں، بلکہ ہر آدمی پر فرض ہے کہ وضو کر کے نماز پڑھے، اسی طرح ہر آدمی پر فرض ہے کہ توحید و رسالت کی شہادت دے کر اسلام کے احکام پر عمل کرے۔

3 شہادتین کے بعد نماز کی دعوت سب سے پہلے اس لیے ہے کہ یہ ہر بالغ مسلمان پر فرض ہے اور جب تک ہوش قائم ہو کبھی معاف نہیں ہوتی، تندرست ہو یا بیمار، حضر میں ہو یا سفر میں، حالتِ جنگ میں ہو یا امن میں ہر صورت نماز ادا کرنی پڑے گی، کھڑا ہو کر پڑھے یا بیٹھ کر یا لیٹ کر، پورے ارکان کی ادائیگی کے ساتھ یا انھیں اشارے سے ادا کر لے، غرض اس کی معافی کسی طرح نہیں۔ اس کا صرف اقرار کافی نہیں، بلکہ یہ ہر صورت ادا کرنا ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی ادائیگی اور ترک کو اسلام اور کفر قرار دیا، چنانچہ فرمایا: « إِنَّ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكَ الصَّلَاةِ » [مسلم : ٨٢، عن جابر رضي الله عنه] ''بندے اور شرک و کفر کے درمیان نماز کا ترک ہے۔'' چنانچہ زیر شرح حدیث میں اس مقام پر نماز کے فرض ہونے کے ذکر کے بعد فرمایا: « فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لِذٰلِكَ » (اگر وہ اسے مان لیں) اور صحیح بخاری ہی میں اس حدیث کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: « فَإِذَا صَلَّوْا فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ زَكَاةً فِيْ أَمْوَالِهِمْ...... فَإِذَا أَقَرُّوْا بِذٰلِكَ فَخُذْ مِنْهُمْ » [بخاري : ٧٣٧٢] ''یعنی جب وہ نماز پڑھیں تو انھیں بتاؤ کہ اللہ نے ان کے اموال میں زکاۃ فرض کی ہے...... پھر جب وہ اس کا اقرار کر لیں تو ان سے زکاۃ وصول کرو۔'' دیکھیے یہاں نماز کے لیے اس کی ادائیگی اور زکاۃ کے لیے اس کے اقرار کا ذکر ہے۔ تو نماز کی ادائیگی اور ترک کو اسلام اور کفر قرار دیا گیا جب کہ زکاۃ کے منکر پر ہی کفر کا فتویٰ عائد ہوتا ہے، بخل یا سستی کی وجہ سے ادا نہ کرنے پر اس کی سزا مقرر کی گئی ہے، اسے کافر قرار نہیں دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے زکاۃ کے متعلق فرمایا: « مَنْ أَعْطَاهَا مُؤْتَجِرًا فَلَهُ أَجْرُهَا، وَمَنْ مَنَعَهَا فَإِنَّا آخِذُوْهَا وَشَطْرَ مَالِهِ، عَزْمَةً مِنْ عَزَمَاتِ رَبِّنَا عَزَّوَجَلَّ » [أبو داوٗد : ١٥٧٥، حسنه الألباني، وقال العيني : إسناده صحيح] ''جو شخص اجر حاصل کرنے کے لیے زکاۃ دے اسے اس کا اجر ملے گا اور جو نہ دے تو ہم وہ زکاۃ لیں گے اور اس کا نصف مال بھی، یہ ہمارے رب عزوجل کے فرائض میں سے ایک فریضہ ہے۔'' جب کہ نماز کا معاملہ اس سے مختلف ہے، چنانچہ عبد اللہ بن شقیق عقیلی نے بیان کیا: '' كَانَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرَوْنَ شَيْئًا مِنَ الْأَعْمَالِ تَرْكُهُ كُفْرٌ غَيْرَ الصَّلَاةِ '' [ترمذي : ٢٦٢٢، صححه الألباني] ''اصحابِ محمد ﷺ نماز کے سوا اعمال میں سے کسی عمل کے ترک کو کفر نہیں سمجھتے تھے۔'' حقیقت یہی ہے کہ جان بوجھ کر نماز ترک کرنے والا مسلمان نہیں رہتا، البتہ کسی خاص شخص کو اسی وقت مرتد قرار دیا جا سکتا ہے جب مسلم حاکم اسے گرفتار کر کے نماز کے لیے کہے، اس پر بھی وہ نماز نہ پڑھے تو حجت پوری کرنے کے بعد اس پر کفر کا فتویٰ عائد ہوگا۔ اس سے پہلے جہالت یا تاویل کی وجہ سے کسی خاص آدمی کو کافر کہنا مشکل ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

4 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں، وتر فرض نہیں۔ یہ کہنا کہ وتر فرض تو نہیں واجب ہے، سرے ہی سے غلط ہے، کیونکہ فرض اور واجب میں فرق کی کوئی دلیل نہیں۔

5 اس حدیث میں زکاۃ پر صدقے کا لفظ استعمال ہوا ہے، قرآن مجید میں بھی زکاۃ پر صدقے کا لفظ آیا ہے: ﴿ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيهِمْ بِهَا ﴾ [التوبة : ١٠٣] ''ان کے مالوں سے صدقہ لے، اس کے ساتھ تو انھیں پاک کرے گا اور انھیں صاف کرے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾ [التوبة : ٦٠] ''صدقات تو صرف فقیروں اور مسکینوں کے لیے اور ان پر مقرر عاملوں کے لیے ہیں اور ان کے لیے جن کے دلوں میں اُلفت ڈالنی مقصود ہے اور گردنیں چھڑانے میں اور تاوان بھرنے والوں میں اور اللہ کے راستے میں اور مسافر میں (خرچ کرنے کے لیے ہیں)۔ یہ اللہ کی طرف سے ایک فریضہ ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''

6 زکاۃ اغنیاء سے لی جائے گی: یہاں غنی سے مراد وہ ہے جس کے پاس زکاۃ کا نصاب موجود ہو، یہ نہیں کہ وہ عرف میں دولت مند شمار ہوتا ہو۔ دلیل اس کی نبی ﷺ کی حدیث ہے، آپ نے فرمایا: « لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ، وَلَا فِيمَا دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ، وَلَا فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ » [مسلم : ٩٧٩] ''پانچ وسق (غلے یا پھل) سے کم میں صدقہ واجب نہیں، نہ ہی پانچ اونٹوں سے کم میں صدقہ واجب ہے اور نہ ہی پانچ اوقیہ (چاندی) سے کم میں صدقہ واجب ہے۔'' تو جس کے پاس یہ نصاب موجود ہو صدقہ فرض ہونے کے لحاظ سے وہ شرعاً غنی ہے، خواہ عرف کے لحاظ سے غنی نہ ہو۔ (ابن عثیمین) البتہ اگر اس کی آمدنی سے اس کی ضروریات پوری نہیں ہوتیں تو وہ مسکین ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ کہف میں موسیٰ اور خضر علیہما السلام کے واقعہ میں کشتی والوں کے بارے میں فرمایا: ﴿ أَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ ﴾ [الكهف : ٧٩] ''کہ وہ کشتی کچھ مساکین کی تھی جو دریا میں کام کرتے تھے۔'' اللہ تعالیٰ نے انھیں کشتی کا مالک ہونے اور کام کرنے کے باوجود مساکین قرار دیا۔ یہ ایسے ہی ہے کہ صدقۂ فطر مساکین کو دینا چاہیے اور ان مساکین کو بھی اپنا صدقۂ فطر ادا کرنا چاہیے۔

7 اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ زکاۃ جس شہر کے اغنیاء سے لی جائے اسی شہر کے فقراء میں تقسیم کی جائے گی۔ اس کی تفصیل امام بخاری رحمہ اللہ کے مقرر کردہ باب (٦٣): " بَابُ أَخْذِ الصَّدَقَةِ مِنَ الْأَغْنِيَاءِ وَتُرَدُّ فِي الْفُقَرَاءِ حَيْثُ كَانُوا " میں آئے گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

١٣٩٦ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ ابْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ،

1396۔ ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ سے کہا: آپ مجھے وہ عمل بتائیں جو مجھے جنت میں داخل کر دے؟ کسی نے کہا: اسے کیا ہے؟ اسے کیا ہے؟ اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ؟ قَالَ: مَا لَهُ؟ مَا لَهُ؟ وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَرَبٌ مَا لَهُ؟ تَعْبُدُ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ»

نبی ﷺ نے فرمایا: ''اسے کوئی حاجت ہے، اور اسے کیا ہے؟ (وہ عمل یہ ہے کہ) تو اللہ کی عبادت کرے اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرے اور نماز قائم کرے اور زکاۃ دے اور رشتے کو ملائے۔''

وَقَالَ بَهْزٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ، وَأَبُوهُ عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: أَنَّهُمَا سَمِعَا مُوسَى بْنَ طَلْحَةَ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِهَذَا.

اور بہز (بن اسد راوی) نے یوں کہا کہ ہمیں شعبہ نے بیان کیا، اس نے کہا: ہمیں محمد بن عثمان اور ان کے باپ عثمان بن عبداللہ نے بیان کیا، ان دونوں نے موسیٰ بن طلحہ سے سنا، انھوں نے نبی ﷺ سے پھر یہی حدیث بیان کی۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: أَخْشَى أَنْ يَكُونَ مُحَمَّدٌ غَيْرَ مَحْفُوظٍ إِنَّمَا هُوَ عَمْرٌو. [انظر: ٥٩٨٢، ٥٩٨٣۔ اخرجه مسلم: ١٣ بدون ذكر "ماله ... ؟ أرب ..؟"]

(امام بخاری) ابوعبداللہ نے کہا: میں ڈرتا ہوں کہ (سند میں) محمد بن عثمان صحیح نہ ہو بلکہ عمرو (بن عثمان) صحیح ہو۔

فوائد: 1 "أَرَبٌ" (ہمزہ اور راء کے فتحہ اور باء کی تنوین کے ساتھ): حاجت۔ اگر تنوین تنکیر کے لیے مانیں تو معنی ہے: اسے کوئی حاجت ہے۔ اور اگر تنوین تعظیم کے لیے ہو تو معنی ہے: اسے عظیم یا ضروری حاجت ہے۔ بعض روایات میں ہے: «فَقَالَ الْقَوْمُ: مَا لَهُ؟ مَا لَهُ؟» ''لوگوں نے کہا: اسے کیا ہے؟ اسے کیا ہے؟'' دراصل اس نے آپ ﷺ کی اونٹنی کی مہار پکڑی تھی، اس لیے لوگوں نے یہ بات کہی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی حمایت کرتے ہوئے فرمایا: ''اسے کیا ہے؟ کوئی ضرورت ہے تبھی اس نے یہ کام کیا ہے۔ پھر آپ نے تسلی کے ساتھ اس کے سوال کا جواب دیا۔
2 اس سائل کو آپ نے رشتے ملانے کا حکم خاص طور پر دیا، کیوں کہ آپ ہر سائل کو اس کے حسبِ حال جواب دیتے تھے، جیسے طبیب ہر مریض کا علاج اس کے مزاج کے حساب سے تجویز کرتا ہے۔ اس آدمی میں صلہ رحمی کی کوتاہی ہوگی، جیسا کہ وفدِ عبدالقیس کو غنیمت کا خمس ادا کرنے کا خاص حکم دیا، کیونکہ وہ مجاہد لوگ تھے۔

١٣٩٧۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ، حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدِ بْنِ حَيَّانَ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ أَعْرَابِيًّا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ:

1397۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نبی ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا: مجھے وہ عمل بتائیں کہ جب میں وہ کروں تو جنت میں داخل ہو جاؤں؟ آپ نے فرمایا: ''(وہ یہ ہے کہ) تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُهُ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ، قَالَ : « تَعْبُدُ اللّٰهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ، وَتُؤَدِّي الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ، وَتَصُومُ رَمَضَانَ » قَالَ : وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ ! لَا أَزِيدُ عَلَى هٰذَا، فَلَمَّا وَلَّى قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : « مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هٰذَا »

کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرے اور فرض نماز قائم کرے اور فرض زکاۃ ادا کرے اور رمضان کے روزے رکھے۔" اس نے کہا: قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں اس سے زیادہ نہیں کروں گا۔ جب وہ واپس پلٹا تو نبی ﷺ نے فرمایا: "جسے پسند ہو کہ وہ کسی جنتی آدمی کو دیکھے تو وہ اسے دیکھ لے۔"

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي حَيَّانَ، قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو زُرْعَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِهٰذَا . [أخرجه مسلم : ١٤ بزيادة "ولا أنقص منه"]

ہم سے مسدد (بن مسرہد) نے بیان کیا، انھوں نے یحییٰ (بن سعید قطان) سے، انھوں نے ابو حیان سے، انھوں نے کہا: مجھے ابوزرعہ نے بیان کیا، انھوں نے نبی ﷺ سے یہی حدیث روایت کی۔

فوائد: 1 ان احادیث سے استدلال یوں ہوگا کہ جنت میں داخل کرنے والا عمل فرض ہی ہوگا یا اس حدیث (۱۳۹۷) میں " وَ تُؤَدِّي الزَّكَاةَ الْمَفْرُوْضَةَ " کے الفاظ ہیں، اس سے وضاحت ہو گئی۔ امام بخاری ایک دوسری سے ملتی جلتی احادیث اکٹھی اسی لیے لاتے ہیں کہ ایک سے دوسری کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں ایک ہی واقعہ بیان ہوا ہے، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دونوں الگ الگ واقعات ہوں۔

2 بعض شارحین نے یہاں ایک سوال اٹھایا ہے کہ جنت کی بشارت والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو عشرہ مبشرہ ہیں، اس جنتی کو ملا کر تو وہ گیارہ ہو گئے؟ جواب اس کا یہ ہے کہ دس کا مطلب ایک تو یہ ہے کہ ان دس کے نام رسول اللہ ﷺ نے ایک ہی مجلس میں بیان فرمائے اور ان کے علاوہ بھی مختلف موقعوں پر بہت سے لوگوں کو آپ ﷺ نے جنت کی بشارت دی ہے۔ دوسرا جواب جو اصولی جواب ہے کہ عدد کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اس سے زائد نہیں، جیسے آپ نے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سائے میں جگہ پانے والے لوگ ایک موقع پر سات بیان فرمائے۔ حافظ رحمہ اللہ نے اس حدیث کی تشریح میں ان کے علاوہ اور سات، پھر مزید سات صحیح احادیث سے اور مزید سات ضعیف احادیث سے بیان کیے ہیں۔ اسی طرح جنت کی بشارت پانے والے حدیث میں متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم آتے ہیں، اصحاب بدر، اصحاب شجرہ اور کل اصحاب رسول ﷺ کے جنتی ہونے کی آیات و احادیث موجود ہیں، کیونکہ وہ سب کے سب ان اعمال پر کار بند تھے جو رسول اللہ ﷺ نے ان دو احادیث میں بیان فرمائے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

١٣٩٨- حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو جَمْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ هَذَا الْحَيَّ مِنْ رَبِيعَةَ قَدْ حَالَتْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كُفَّارُ مُضَرَ، وَلَسْنَا نَخْلُصُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ، فَمُرْنَا بِشَيْءٍ نَأْخُذُهُ عَنْكَ وَنَدْعُو إِلَيْهِ مَنْ وَرَاءَنَا، قَالَ: « آمُرُكُمْ بِأَرْبَعٍ وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ: الْإِيمَانِ بِاللَّهِ، وَشَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ — وَعَقَدَ بِيَدِهِ هَكَذَا — وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَأَنْ تُؤَدُّوا خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ، وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالنَّقِيرِ وَالْمُزَفَّتِ »

1398۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وفد عبد القیس نبی ﷺ کے پاس آیا، انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم لوگ ربیعہ میں سے ایک قبیلہ ہیں، ہمارے اور آپ کے درمیان قبیلہ مضر کے کافر پڑتے ہیں اور ہم آپ کے پاس حرمت والے مہینے ہی میں پہنچ سکتے ہیں، اس لیے آپ ہمیں اس بات کا حکم دیں جو ہم آپ سے سیکھ لیں اور اپنے پیچھے والوں کو اس کی دعوت دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں تمھیں چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور تمھیں چار چیزوں سے منع کرتا ہوں: اللہ پر ایمان لانا اور اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں — اور آپ نے (شمار کرنے کے لیے) ہاتھ کے ساتھ اس طرح (کی ایک) گرہ باندھی — اور نماز قائم کرنا اور زکاۃ دینا اور یہ کہ تم جو غنیمت حاصل کرو اس کا پانچواں حصہ ادا کرو گے اور میں تمھیں کدو کے برتن اور سبز مٹکے اور کرید کر بنائے ہوئے لکڑی کے برتن اور روغنی برتن سے منع کرتا ہوں۔“

وَقَالَ سُلَيْمَانُ وَأَبُو النُّعْمَانِ عَنْ حَمَّادٍ: « الْإِيمَانِ بِاللَّهِ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ » [راجع: ٥٣۔ أخرجه مسلم: ١٧، وقطعة الدباء في الأشربة (٣٩)]

اور سلیمان اور ابو نعمان نے حماد سے روایت میں کہا: ”اللہ کے ساتھ ایمان اس بات کی شہادت دینا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔“

فوائد: اس حدیث کے فوائد حدیث (٥٣) میں گزر چکے ہیں۔

١٣٩٩- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ

1399۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ (خلیفہ) ہوئے اور عرب میں سے جنھوں نے کافر ہونا تھا کافر ہو گئے، تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ ان لوگوں کے ساتھ کیسے لڑائی کریں گے جب کہ رسول اللہ ﷺ فرما چکے ہیں: ”مجھے حکم

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

الزَّكٰوةِ، فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ؟ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : ((أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُولُوا : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ)) [انظر : ۶۹۲۴، ۷۲۸۴، وانظر في الاعتصام بالكتاب والسنة، باب : ۲۸۔ أخرجه مسلم : ۲۰ مع الحديث الآتي، وأخرجه : ۲۱]

دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑائی کروں، یہاں تک کہ وہ "لا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ " کہیں، پھر جس نے یہ کلمہ کہہ لیا اس نے اپنے مال اور اپنی جان کو مجھ سے محفوظ کر لیا، سوائے اسلام کے حق کے اور اس کا حساب اللہ پر ہے؟"

۱۴۰۰۔ فَقَالَ : وَاللّٰهِ ! لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكٰوةِ، فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ، وَاللّٰهِ ! لَوْ مَنَعُونِي عَنَاقًا كَانُوا يُؤَدُّونَهَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهَا ، قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : فَوَاللّٰهِ ! مَا هُوَ إِلَّا أَنْ قَدْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ . [انظر : ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۶۹۲۵، ۷۲۸۵۔ أخرجه مسلم : ۲۰ مع الحديث السابق]

1400۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں ہر حال میں اس سے لڑوں گا جو نماز اور زکاۃ میں فرق کرے گا، کیونکہ زکاۃ مال کا حق ہے، اللہ کی قسم! اگر بکری کی ایک پٹھوری جو وہ رسول اللہ ﷺ کو دیا کرتے تھے مجھے نہیں دیں گے تو میں اسے نہ دینے پر ہر حال میں ان سے لڑائی کروں گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! اصل بات اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا، تو میں سمجھ گیا کہ یہی بات حق ہے۔

فوائد: 1 صحیح بخاری " بَابٌ : ﴿ فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ ﴾ [التوبة : ٥]" حدیث (۲۵) میں جو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہاں اس حدیث کی زیادہ تر شرح گزر چکی ہے۔

2 اس حدیث میں صرف کلمہ پڑھنے کے ساتھ جان و مال محفوظ ہو جانے کا ذکر ہے، نماز اور زکاۃ کا صریح ذکر نہیں ہے، اس لیے عمر رضی اللہ عنہ کو اشکال پیدا ہوا کہ زکاۃ نہ دینے والوں سے ہم کس طرح لڑائی کر سکتے ہیں؟ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسی حدیث کے الفاظ " إِلَّا بِحَقِّهِ " سے استدلال کیا، یعنی اگر وہ اسلام کا کوئی حق ادا نہیں کریں گے تو میں ان سے لڑائی کروں گا اور اموال میں اسلام کا حق ان کی زکاۃ ادا کرنا ہے۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کی موافقت کی اور ان کے فیصلے کو حق قرار دیا۔

3 ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فیصلے کی صریح الفاظ میں تائید اس آیت سے ہوتی ہے: ﴿ فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ ﴾ [التوبة : ٥] "پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکاۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔" اور فرمایا: ﴿ فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ ﴾ [التوبة : ١١] "پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکاۃ ادا کریں تو وہ دین میں تمھارے بھائی ہیں۔" اور صحیح بخاری (۲۵) میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہی حدیث ان صریح الفاظ کے ساتھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مروی ہے: « أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوْا أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَيُقِيْمُوا الصَّلَاةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ، فَإِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ » ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑائی کروں، یہاں تک کہ وہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکاۃ ادا کریں، پھر جب وہ یہ کام کر لیں تو انھوں نے اپنی جانیں اور اپنے اموال مجھ سے محفوظ کر لیے، مگر اسلام کے حق کی وجہ سے اور ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔'' عمر رضی اللہ عنہ نے جو حدیث بیان کی اس میں نماز اور زکاۃ کا ذکر نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ ان کے پاس نماز اور زکاۃ والی حدیث موجود نہیں تھی، ورنہ انھیں کوئی اشکال پیش نہ آتا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس بھی اس حدیث میں یہ الفاظ نہیں تھے، اس لیے انھوں نے " إِلَّا بِحَقِّهٖ " سے استدلال کیا۔ اگر ان کے پاس اس حدیث میں " وَ يُقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ " کے الفاظ ہوتے تو وہ " إِلَّا بِحَقِّهٖ " سے استدلال کی بجائے " وَيُقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ " سے استدلال کرتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہو سکتا ہے کہ کوئی حدیث کسی بڑی شان والے صحابی کے پاس نہ ہو اور اس سے کمتر درجے کے صحابی کے پاس موجود ہو۔ پھر ابن عمر رضی اللہ عنہما کی تائید قرآن مجید کی آیت " فَإِنْ تَابُوْا...... " سے بھی ہو رہی ہے۔ اس لیے جب صحیح سند کے ساتھ حدیث مل جائے تو اسے ہر حال میں قبول کرنا لازم ہوتا ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: " وَ فِي الْقِصَّةِ دَلِيْلٌ عَلَى أَنَّ السُّنَّةَ قَدْ تَخْفَى عَلَى بَعْضِ أَكَابِرِ الصَّحَابَةِ وَيَطَّلِعُ عَلَيْهَا آحَادُهُمْ وَلِهٰذَا لَا يُلْتَفَتُ إِلَى الْآرَاءِ وَلَوْ قَوِيَتْ مَعَ وُجُوْدِ سُنَّةٍ تُخَالِفُهَا وَلَا يُقَالُ: كَيْفَ خَفِيَ ذَا عَلَى فُلَانٍ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ . " [فتح الباري، تحت ح : ۲۵] ''اس قصہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ بعض اوقات سنت بڑے بڑے صحابہ سے چھپی رہتی ہے اور عام صحابہ کو وہ معلوم ہوتی ہے، اس لیے لوگوں کی آراء کی طرف مڑ کر بھی نہیں دیکھا جائے گا، خواہ وہ کتنی قوی ہوں، جب ایسی سنت موجود ہو جو ان آراء کے خلاف ہو۔ اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ سنت فلاں شخص سے کیسے چھپی رہ گئی اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔'' حافظ رحمہ اللہ کے اس کلام سے عامل بالحدیث لوگوں کے سینے میں ٹھنڈ پڑتی ہے، جب کہ قیاس و آراء کی تقلید کے پابند لوگوں کا سینہ جلتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ حافظ ابن حجر کسی امام کے مقلد ہرگز نہیں تھے اور امام شافعی کی طرف ان کی نسبت اس مکتب فکر کے شاگرد ہونے کی وجہ سے ہے، کسی کا مقلد ہونے کی وجہ سے نہیں۔

4 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز ترک کرنے والوں سے لڑائی صحابہ کے ہاں طے شدہ بات تھی، اس لیے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کے اشکال کو دور کرنے کے لیے قسم کھا کر فرمایا کہ جو نماز اور زکاۃ میں فرق کرے گا میں ہر صورت اس سے لڑائی کروں گا۔ معلوم ہوا عمر رضی اللہ عنہ بھی تارکِ صلاۃ سے جنگ کرنے کے قائل تھے، اس لیے وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس دلیل سے قائل ہو گئے کہ نماز اور زکاۃ میں کوئی فرق نہیں، کیونکہ قرآن مجید میں تقریباً ہر جگہ یہ دونوں اکٹھی آئی ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر کوئی انکار نہیں کیا، بلکہ اس سے منکرینِ زکاۃ کے ساتھ جنگ کے لیے ان کا شرح صدر ہو گیا، پھر تمام صحابہ کا اس پر اجماع ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ یہ بات عام معلوم تھی کہ تارکِ نماز سے جنگ کی جائے گی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

5 علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں: عمر رضی اللہ عنہ نے بعد کو ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے سے اتفاق کیا اور سب صحابہ متفق ہو گئے اور زکاۃ نہ دینے والوں سے جہاد کیا۔ بعض نادان لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ صرف "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" کہہ دینے سے آدمی مومن ہو جاتا ہے، خواہ وہ اسلام کے دوسرے اصول کو مانے یا نہ مانے، ان بے وقوفوں کا اس حدیث سے پورا رد ہو گیا۔ "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" کہنا بے شک ایمان کی نشانی ہے مگر اسی شرط کے ساتھ کہ اسلام کے دوسرے اصولوں کا انکار نہ کرے، اگر اسلام کے ایک رکن کا بھی انکار کرے، جیسے نماز یا روزے یا زکاۃ یا حج کا یا اللہ جل جلالہ کی صفات کا یا آپ ﷺ کے معجزات کا یا قیامت یا حشر ونشر کا یا ملائکہ یا حُور یا قصور اور جنت کی نعمتوں اور دوزخ کے عذابوں کا تو وہ کافر ہے، دائرۂ اسلام سے خارج، اس سے مسلمانوں کی طرح برتاؤ نہیں کر سکتے، نہ اس سے شادی بیاہ درست ہے۔

٢۔ بَابُ الْبَيْعَةِ عَلَى إِيتَاءِ الزَّكَاةِ

2۔ باب: زکاۃ دینے پر بیعت کرنا

﴿ فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَوٰةَ وَآتَوُا الزَّكَوٰةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ ﴾ [التوبة : ١١]

"پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکاۃ ادا کریں تو وہ دین میں تمھارے بھائی ہیں۔"

١٤٠١۔ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ قَيْسٍ قَالَ : قَالَ جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : بَايَعْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ . [راجع : ٥٧۔ أخرجه مسلم : ٥٦]

1401۔ جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے نماز قائم کرنے، زکاۃ دینے اور ہر مسلم کی خیر خواہی کرنے پر نبی ﷺ کی بیعت کی۔

فائدہ: پچھلے باب میں زکاۃ کے واجب ہونے کا ذکر تھا، یہ باب اس سے خاص ہے، اس میں صرف وجوب کا نہیں بلکہ نبی ﷺ کے اس پر بیعت لینے کا ذکر ہے، جس سے اس کی فرضیت کا خاص اہتمام ظاہر ہو رہا ہے، کیونکہ آپ بیعت لیتے وقت تمام فرائض کا ذکر نہیں کرتے تھے اور یہ ممکن بھی نہیں تھا، بلکہ خاص الخاص فرائض کا ذکر فرماتے تھے۔ دوسری باتوں کے لیے یہی الفاظ کافی سمجھتے تھے کہ معروف میں وہ آپ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کریں گے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے باب کے عنوان کی تائید میں آیت ذکر کی ہے، کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کفر سے توبہ اسی آدمی کی تسلیم ہو گی اور وہی مسلمانوں کا دینی بھائی بنے گا جو نماز کے ساتھ زکاۃ بھی ادا کرے گا۔ اس حدیث پر کلام حدیث (٥٧) میں گزر چکا ہے۔

٣۔ بَابُ إِثْمِ مَانِعِ الزَّكَاةِ

3۔ باب: زکاۃ نہ دینے والے کا گناہ

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى : ﴿ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اور وہ لوگ جو سونا اور چاندی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ﴾ [التوبة : ٣٤، ٣٥]

خزانہ بنا کر رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو انھیں دردناک عذاب کی خوش خبری دے دے۔ جس دن اس (سونے اور چاندی) کو آگ میں تپایا جائے گا، پھر اس کے ساتھ ان کی پیشانیوں اور ان کے پہلوؤں اور ان کی پشتوں کو داغا جائے گا۔ یہ ہے جو تم نے اپنے لیے خزانہ بنایا، سو چکھو جو تم خزانہ بنایا کرتے تھے۔"

١٤٠٢ـ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ هُرْمُزَ الْأَعْرَجَ حَدَّثَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: « تَأْتِي الْإِبِلُ عَلَى صَاحِبِهَا عَلَى خَيْرِ مَا كَانَتْ، إِذَا هُوَ لَمْ يُعْطِ فِيهَا حَقَّهَا، تَطَؤُهُ بِأَخْفَافِهَا، وَتَأْتِي الْغَنَمُ عَلَى صَاحِبِهَا عَلَى خَيْرِ مَا كَانَتْ إِذَا لَمْ يُعْطِ فِيهَا حَقَّهَا، تَطَؤُهُ بِأَظْلَافِهَا، وَتَنْطَحُهُ بِقُرُونِهَا » وَقَالَ: « وَمِنْ حَقِّهَا أَنْ تُحْلَبَ عَلَى الْمَاءِ » قَالَ: « وَلَا يَأْتِي أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِشَاةٍ يَحْمِلُهَا عَلَى رَقَبَتِهِ لَهَا يُعَارٌ، فَيَقُولُ: يَا مُحَمَّدُ! فَأَقُولُ: لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا، قَدْ بَلَّغْتُ، وَلَا يَأْتِي بِبَعِيرٍ يَحْمِلُهُ عَلَى رَقَبَتِهِ لَهُ رُغَاءٌ فَيَقُولُ: يَا مُحَمَّدُ! فَأَقُولُ: لَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، قَدْ بَلَّغْتُ » [راجع : ٢٣٧ـ أخرجه مسلم : ٩٨٧ مطولاً باختلاف]

1402۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "اونٹوں کا مالک جو ان میں اللہ کا حق ادا نہ کرے، اس کے اونٹ اس کے اوپر اس حالت میں آئیں گے جو ان کی اچھی سے اچھی رہی تھی، وہ اسے اپنے پاؤں سے روندیں گے۔ اور بھیڑ بکریوں کا مالک جو ان میں اللہ کا حق ادا نہ کرے، اس کی بھیڑ بکریاں اس کے اوپر اس حالت میں آئیں گی جو ان کی اچھی سے اچھی رہی تھی، وہ اسے اپنی کھریوں سے روندیں گی اور اسے اپنے سینگوں سے ماریں گی۔" اور آپ نے فرمایا: "اور ان کا ایک حق یہ ہے کہ انھیں پانی پر دوہا جائے۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "ایسا نہ ہو کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی گردن پر کوئی بھیڑ بکری اٹھائے ہوئے آئے، جو میں میں کر رہی ہو اور کہے: اے محمد! اور میں کہوں: میں تیرے لیے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا، میں نے پیغام پہنچا دیا اور ایسا نہ ہو کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی گردن پر کوئی اونٹ اٹھائے ہوئے آئے، جو بلبلا رہا ہو اور وہ کہے: اے محمد! اور میں کہوں: میں اللہ کے مقابلے میں تیرے لیے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا، میں نے پیغام پہنچا دیا۔"

فائدہ اونٹ کی آواز کو "رُغَاءٌ" کہتے ہیں، گائے بیل کی آواز کو "خُوَارٌ" اور بکری کی آواز کو "يُعَارٌ" کہتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ "ثُغَاءٌ" کا معنی بھی یہی ہے۔ کتے کے بھونکنے کو "عُوَاءٌ" کہتے ہیں۔ "أَخْفَافٌ" "خَفٌّ" کی جمع ہے: اونٹ کا پاؤں قَدَمٌ: آدمی کا پاؤں۔ حَافِرٌ: گھوڑے گدھے کا پاؤں۔ غَنَمٌ: یہ بھیڑ بکریوں دونوں پر بولا جاتا ہے۔ شَاةٌ: بھیڑ، بکری۔ مَعَزٌ: بکریاں۔ ضَأْنٌ: بھیڑیں۔ اونٹوں اور بکریوں میں اللہ کا حق زکاۃ ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی حق ہیں جن میں سے اہلِ عرب کے ہاں ایک یہ تھا کہ جن مقامات پر اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کو پانی پلانے کے لیے لایا جاتا وہاں مسکین بھی آ جاتے، مویشیوں کے مالک وہاں ان کا دودھ دوہتے اور مساکین کو بھی کچھ دے دیتے۔ بخیل لوگ اس وقت دودھ نہ دوہتے، تاکہ مساکین کو نہ دینا پڑے، بلکہ الگ کسی اور جگہ دوہ لیتے۔ رسول اللہ ﷺ نے پانی پر آنے کے دن ان کا دودھ دوہنے کو اللہ کا حق قرار دیا، تاکہ مساکین کی ضرورت پوری ہوتی رہے۔ مویشیوں میں زکاۃ کے علاوہ کئی حق ہیں۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ ان کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: « إِطْرَاقُ فَحْلِهَا، وَإِعَارَةُ دَلْوِهَا، وَمَنِيحَتُهَا، وَحَلَبُهَا عَلَى الْمَاءِ، وَحَمْلٌ عَلَيْهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ » [مسلم : ٢٨/ ٩٨٨] "ان کا سانڈ ضرورت کے لیے دے دینا، ان کا ڈول عاریتاً دے دینا، کچھ مدت کے لیے دودھ والا جانور کسی کو دے دینا اور انھیں پانی پر دوہنا اور اللہ کے راستے میں سواری کے لیے دے دینا۔" بھیڑ بکری یا اونٹ گردن پر اٹھا کر لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے مالِ غنیمت میں خیانت کی ہو، جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ [آل عمران : ١٦١] "جو خیانت کرے گا وہ قیامت کے دن وہ چیز لے کر آئے گا جو اس نے خیانت کی۔"

١٤٠٣۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنَا هَاشِمُ ابْنُ الْقَاسِمِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: « مَنْ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا، فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ مُثِّلَ لَهُ مَالُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ لَهُ زَبِيبَتَانِ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ثُمَّ يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ، يَعْنِي شِدْقَيْهِ، ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا مَالُكَ، أَنَا كَنْزُكَ » ثُمَّ تَلَا: ﴿ لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ ﴾ الْآيَةَ [آل عمران : ١٨٠] [انظر : ٢٣٧١۔ أخرجه مسلم : ٩٨٧، بقطعة لم ترد في هذه الطريق "الأقرع"]

1403۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ جس شخص کو مال عطا فرمائے، پھر وہ اس کی زکاۃ نہ دے تو قیامت کے دن اس کے لیے اس کے مال کو ایک سخت زہریلے سانپ کی شکل دی جائے گی، جس کے منہ میں منقے کی شکل کے دو غدود ہوں گے، قیامت کے دن وہ اس کے گلے کا طوق بنا دیا جائے گا، پھر وہ اس کی باچھوں کو پکڑے گا، پھر کہے گا: میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔" پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: "اور وہ لوگ جو اس میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا ہے، ہرگز گمان نہ کریں کہ وہ ان کے لیے اچھا ہے، بلکہ وہ ان کے لیے برا ہے، عنقریب قیامت کے دن انھیں اس چیز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا طوق پہنایا جائے گا جس میں انھوں نے بخل کیا تھا۔"

فوائد: 1 شُجَاعًا أَقْرَعَ: عام طور پر اس کا معنی گنجا سانپ کیا جاتا ہے، یعنی زہر کی شدت سے جس کے سر کے بال جھڑ گئے ہوں۔ اس میں ایک اشکال ہے کہ سانپ کے سر پر تو بال ہوتے ہی نہیں؟ اس لیے بعض اہل علم نے کہا کہ اس سے مراد وہ سانپ ہے جس کے سر کی جلد زہر کی شدت سے چھل گئی ہو اور قرطبی نے کہا: سانپ اقرع ہو تو اس کا معنی ہے جس کا سر سفید ہو اور آدمی اقرع ہو تو مراد گنجا ہے جس کے سر کے بال جھڑ گئے ہوں۔ (فتح الباری)

2 اس حدیث میں مال سے مراد سونا چاندی ہے، کیونکہ نسائی کی روایت میں ہے: ﴿وَيَكُونُ كَنْزُ أَحَدِكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ﴾ [نسائي : ٢٤٤٨] "تم میں سے ہر شخص کا خزانہ قیامت کے دن شدید زہریلا سانپ بن جائے گا۔" (فتح الباری)

3 زَبِيبَتَانِ: اس کا معنی آنکھوں کے اوپر دو سیاہ نقطے ہیں۔ ابن عثیمین نے کہا: اس سے مراد زہر کے دو غدود ہیں جو مسّے کی شکل کے ہوں، کیونکہ "زَبِيبَةٌ" مسّے کو کہتے ہیں۔

٤ـ بَابُ مَا أُدِّيَ زَكَاتُهُ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ

4۔ باب: جس کی زکاۃ ادا کر دی جائے وہ کنز (خزانہ) نہیں

لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ﴿لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ﴾

کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: "پانچ اوقیہ سے کم میں صدقہ نہیں ہے۔"

١٤٠٤ـ وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ شَبِيبِ بْنِ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ أَسْلَمَ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ: أَخْبِرْنِي عَنْ قَوْلِ اللَّهِ: ﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ [التوبة : ٣٤] قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: مَنْ كَنَزَهَا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهَا فَوَيْلٌ لَهُ، إِنَّمَا كَانَ هَذَا قَبْلَ أَنْ تُنْزَلَ الزَّكَاةُ، فَلَمَّا أُنْزِلَتْ جَعَلَهَا اللَّهُ طُهْرًا لِلْأَمْوَالِ. [انظر : ٤٦٦١]

1404۔ خالد بن اسلم نے بیان کیا کہ ہم عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نکلے تو ایک اعرابی نے کہا: آپ مجھے اللہ کے اس فرمان کا مطلب بتائیں کہ "اور وہ لوگ جو سونا اور چاندی خزانہ بنا کر رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے (تو انھیں عذابِ الیم کی بشارت دے دے)۔" عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: جو شخص انھیں خزانہ بنا کر رکھے اور ان کی زکاۃ ادا نہ کرے اس کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔ یہ حکم زکاۃ کا فریضہ نازل ہونے سے پہلے کا ہے، جب زکاۃ کا حکم نازل ہوا تو اللہ نے اسے اموال کو پاک کرنے کا ذریعہ بنا دیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فوائد: 1 ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ ضرورت سے زائد سونا چاندی رکھنا جائز نہیں سمجھتے تھے اور اس کے لیے قرآن مجید کی یہ آیت بطور دلیل پیش کرتے تھے: ﴿ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾ [التوبة : ٣٤] ''اور جو لوگ سونا اور چاندی خزانہ بنا کر رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، تو انھیں دردناک عذاب کی خوش خبری دے دے۔'' جبکہ دوسرے صحابہ کا کہنا تھا کہ جس مال میں سے زکاۃ ادا کر دی جائے اسے رکھنا جائز ہے، وہ اس کنز میں شامل نہیں جس پر آیت میں وعید آئی ہے۔ ''الاستذکار (۱۷۵/۳)'' میں ابن عبد البر کے قول کے مطابق اس کے لیے سب سے مضبوط اور واضح دلیل طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے، انھوں نے بیان کیا کہ اہلِ نجد میں سے ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے آپ سے اسلام کے متعلق سوال کیا، آپ نے اسے دن رات میں پانچ نمازیں اور رمضان کے روزے بتائے، اس کے بعد آپ نے اس کے لیے زکاۃ کا ذکر فرمایا۔ اس نے پوچھا: « هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا ؟ » ''کیا اس کے علاوہ بھی مجھ پر کچھ فرض ہے؟'' آپ نے فرمایا: « لَا، إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ » ''نہیں، الا یہ کہ تم خوشی سے کچھ خرچ کرو۔'' وہ آدمی یہ کہتا ہوا چلا گیا: اللہ کی قسم! میں اس سے نہ زیادہ کروں گا نہ کم۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ » [بخاري : ٤٦] ''یہ بندہ کامیاب ہو گیا اگر اس نے سچ کہا۔'' امام بخاری رحمہ اللہ یہی مسئلہ بیان کر رہے ہیں کہ مال جتنا بھی ہو جب اس کی زکاۃ ادا کر دی جائے تو وہ ایسا کنز نہیں رہتا جس کے متعلق وعید آئی ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پانچ اوقیہ سے کم میں صدقہ نہیں۔'' استدلال اس طرح ہے کہ اس حدیث سے پانچ اوقیہ سے کم مال صدقے کے بغیر رکھنے کی اجازت ہو گئی، لہٰذا وہ ممنوع کنز سے خود بخود خارج ہو گیا اور اگر اس سے زیادہ ہے تو اس حدیث کی رُو سے اس میں صدقہ فرض ہے، سارا مال دینا ضروری نہیں ہے۔ صدقہ ادا کرنے کے بعد وہ مال پاک ہو گیا اور ایسا کنز نہ رہا جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ غرض اس حدیث سے ابوذر رضی اللہ عنہ کے موقف کا خطا ہونا ثابت ہو گیا۔

باب کے الفاظ '' مَا أُدِّيَ زَكَاتُهُ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ (جس کی زکاۃ ادا کر دی گئی وہ کنز نہیں ہے)'' یہ بیہقی (۷۲۳۰) نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیے ہیں، پوری روایت اس طرح ہے: « كُلُّ مَالٍ أَدَّيْتَ زَكَاتَهُ وَ إِنْ كَانَ تَحْتَ سَبْعِ أَرْضِيْنَ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ، وَكُلُّ مَالٍ لَا تُؤَدِّيْ زَكَاتَهُ فَهُوَ كَنْزٌ وَ إِنْ كَانَ ظَاهِرًا عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ » ''ہر وہ مال جس کی زکاۃ تو نے ادا کر دی ہو وہ خواہ سات زمینوں کے نیچے ہو کنز نہیں ہے اور ہر وہ مال جس کی زکاۃ تو نے ادا نہ کی ہو وہ کنز ہے خواہ زمین کے اوپر سب کے سامنے ظاہر ہو۔'' حافظ رحمہ اللہ نے اسے متعدد کتبِ حدیث سے نقل کر کے محدثین کا فیصلہ یہ نقل کیا ہے کہ یہ مرفوعاً محفوظ نہیں، موقوفاً محفوظ ہے۔ انیس الساری تخریج فتح الباری کے مؤلف نے بھی یہی کہا ہے۔ جابر رضی اللہ عنہ سے بھی اس معنی کی حدیث آئی ہے جو موقوف صحیح ہے: « إِذَا أَدَّيْتَ زَكَاةَ مَالِكَ فَقَدْ أَذْهَبْتَ عَنْكَ شَرَّهُ » [أنيس الساري : ١٧٥] ''جب تم نے اپنے مال کی زکاۃ ادا کر دی تو تم نے اس کا شر دور کر دیا۔''

2 اس مفہوم کی ایک مرفوع روایت بھی ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ سونے کی پازیبیں پہنے ہوئے تھیں اور انھوں نے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: «أَكَنْزٌ هُوَ ؟» ”کیا یہ کنز (خزانہ) ہیں؟“ آپ ﷺ نے فرمایا: «مَا بَلَغَ أَنْ تُؤَدّٰى زَكَاتُهُ، فَزُكِّيَ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ» [أبو داؤد : ١٥٦٤] ”جو اس مقدار کو پہنچ جائے جس میں سے زکاۃ دی جاتی ہے، پھر اس کی زکاۃ ادا کر دی جائے تو وہ کنز نہیں ہے۔“ اسے حاکم نے روایت کیا ہے (یہ الفاظ ابوداؤد کے ہیں) اور ابن القطان نے صحیح کہا ہے۔ ابن عبدالبر نے کہا: ”فِيْ سَنَدِهِ مَقَالٌ“ اور حافظ رحمہ اللہ کے شیخ حافظ عراقی نے ترمذی کی شرح میں کہا ہے کہ اس کی سند جید ہے۔ (فتح الباری) شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے اس پر تعلیق میں کہا ہے کہ اس کی سند جید ہے، جیسا کہ عراقی نے کہا ہے اور یہ واضح دلیل ہے کہ جس خزانے پر عذاب کی وعید ہے اس سے مراد وہ مال ہے جس کی زکاۃ نہ دی جائے۔

3 شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انھوں نے کہا: «كَانَ أَبُوْ ذَرٍّ يَسْمَعُ الْحَدِيْثَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِ الشِّدَّةُ، ثُمَّ يَخْرُجُ إِلٰى قَوْمِهِ يُسَلِّمُ عَلَيْهِمْ، ثُمَّ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرَخِّصُ فِيْهِ بَعْدُ، فَلَمْ يَسْمَعْهُ أَبُوْ ذَرٍّ، فَيَتَعَلَّقُ أَبُوْ ذَرٍّ بِالْأَمْرِ الشَّدِيْدِ» [مسند أحمد : ١٧١٣٧، قال محقق المسند : حسن] ”ابوذر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے حدیث سنتے، جس میں سختی ہوتی پھر اپنی قوم کے پاس جاتے، انھیں سلام کہتے، پھر بعد میں رسول اللہ ﷺ اس کام کی رخصت دے دیتے جسے ابوذر رضی اللہ عنہ نے نہ سنا ہوتا، اس لیے وہ (پہلے) سخت حکم پر ہی قائم رہتے۔“

4 بعض منحرف لوگ ابوذر رضی اللہ عنہ کے موقف کو سوشلزم اور کمیونزم کی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں، بعض نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ اسلام میں پہلا سوشلسٹ تھا۔ [اَلْعِيَاذُ بِاللّٰهِ] مگر ابوذر رضی اللہ عنہ کے موقف کا سوشلزم سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ ابوذر رضی اللہ عنہ صرف سونا چاندی جمع کرنے کے خلاف تھے، مال مویشی رکھنے کے خلاف نہ تھے، خود ان کے پاس بھیڑ بکریاں موجود رہتی تھیں۔ پھر سوشلزم یا کمیونزم کا ابوذر رضی اللہ عنہ کے قول یا اسلام سے کیا تعلق ہو سکتا ہے؟ ان دونوں مذاہب میں تو کسی کی ذاتی ملکیت ہوتی ہی نہیں، جب کہ اسلام زکاۃ نکالنے کا حکم دیتا ہے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ سونا چاندی جمع کرنے کے خلاف تھے، اسے خرچ کر دینا ضروری سمجھتے تھے۔ اب جب کسی کی ملکیت ہی کوئی چیز نہیں ہو گی تو وہ اللہ کی راہ میں کیا خرچ کرے گا۔ زکاۃ اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا انسان کی ملکیت ہونے کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ حج بھی اسی شخص پر فرض ہے جو مالی استطاعت رکھتا ہو۔ پھر یہ دونوں ملعون مذاہب اللہ تعالیٰ کے وجود اور ہر آسمانی دین کے منکر ہیں۔ کیا ابوذر رضی اللہ عنہ ایسے تھے؟ ہرگز نہیں۔ ﴿وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ﴾ [الشعراء : ٢٢٧] ”اور عنقریب وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا جان لیں گے کہ وہ لوٹنے کی کون سی جگہ لوٹ کر جائیں گے۔“

5 ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جو کہا کہ آیت: ﴿وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ یہ زکاۃ کا حکم نازل ہونے سے پہلے کی ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ باقاعدہ زکاۃ کا نصاب اور مختلف چیزوں میں زکاۃ کی مقداریں نازل ہونے سے پہلے کی بات ہے، کیونکہ زکاۃ تو سورۂ توبہ سے بہت پہلے مکہ ہی میں فرض ہو چکی تھی، جیسا کہ سورۂ مزمل (۲۰) میں فرمایا: ﴿وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ﴾ البتہ اس کی تفصیلات بعد میں نازل ہوئیں، جیسا کہ ” بَابُ وُجُوْبِ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

"الزَّكَاة" کے فوائد میں یہ بات بیان ہو چکی ہے۔

١٤٠٥- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يَزِيدَ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ ابْنُ إِسْحَاقَ، أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، أَنَّ عَمْرَو بْنَ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ أَخْبَرَهُ، عَنْ أَبِيهِ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ، وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ، وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ» [انظر: ١٤٤٧، ١٤٥٩، ١٤٨٤ـ أخرجه مسلم: ٩٧٩]

1405۔ ابوسعید (خدری) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "پانچ اوقیہ (چاندی) سے کم میں کوئی صدقہ نہیں اور پانچ اونٹوں سے کم میں صدقہ نہیں اور پانچ وسق سے کم (اناج) میں صدقہ نہیں۔"

فائدہ: پانچ اوقیہ اور پانچ وسق کی مقدار "بَابُ زَكَاةِ الْوَرِقِ (١٤٤٧)" میں آئے گی۔ (ان شاء اللہ)

١٤٠٦- حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، سَمِعَ هُشَيْمًا، أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، قَالَ: مَرَرْتُ بِالرَّبَذَةِ فَإِذَا أَنَا بِأَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَقُلْتُ لَهُ: مَا أَنْزَلَكَ مَنْزِلَكَ هَذَا؟ قَالَ: كُنْتُ بِالشَّامِ، فَاخْتَلَفْتُ أَنَا وَمُعَاوِيَةُ فِي: ﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ [التوبة: ٣٤] قَالَ مُعَاوِيَةُ: نَزَلَتْ فِي أَهْلِ الْكِتَابِ، فَقُلْتُ: نَزَلَتْ فِينَا وَفِيهِمْ، فَكَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فِي ذَاكَ، وَكَتَبَ إِلَى عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَشْكُونِي، فَكَتَبَ إِلَيَّ عُثْمَانُ: أَنِ اقْدَمِ الْمَدِينَةَ، فَقَدِمْتُهَا، فَكَثُرَ عَلَيَّ النَّاسُ حَتَّى كَأَنَّهُمْ لَمْ يَرَوْنِي قَبْلَ ذَلِكَ، فَذَكَرْتُ ذَاكَ لِعُثْمَانَ فَقَالَ لِي: إِنْ شِئْتَ تَنَحَّيْتَ فَكُنْتَ قَرِيبًا، فَذَاكَ الَّذِي أَنْزَلَنِي هَذَا الْمَنْزِلَ، وَلَوْ أَمَّرُوا عَلَيَّ حَبَشِيًّا

1406۔ زید بن وہب سے روایت ہے کہ میں ربذہ کے پاس سے گزرا، اچانک میں نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو دیکھا، میں نے ان سے کہا: آپ کو اس جگہ کون سی چیز لے آئی ہے؟ انھوں نے کہا: میں شام میں تھا تو میرا اور معاویہ (رضی اللہ عنہ) کا اس آیت کے بارے میں اختلاف ہو گیا: ﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا: یہ اہلِ کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور میں نے کہا: یہ ہمارے اور ان کے دونوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ تو اس مسئلہ میں میرے اور ان کے درمیان اختلاف ہو گیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا جس میں میری شکایت کی، عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھے خط لکھا کہ مدینہ آؤ۔ میں وہاں آیا تو لوگ میرے گرد اس طرح جمع ہو گئے جیسے انھوں نے اس سے پہلے مجھے دیکھا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لَسَمِعْتُ وَأَطَعْتُ . [انظر : ٤٦٦٠]

ہی نہیں۔ میں نے عثمان رضی اللہ عنہ سے اس کا ذکر کیا تو انھوں نے مجھ سے کہا: اگر تم چاہو تو مدینہ سے الگ کسی قریب گوشے میں چلے جاؤ۔ یہ ہے وہ چیز جس نے مجھے اس جگہ لا کر ٹھہرا دیا ہے اور (عثمان رضی اللہ عنہ تو بڑے صاحب ہیں) اگر مجھ پر کوئی حبشی بھی امیر بنا دیں تو میں اس کی بات بھی سنوں گا اور اطاعت کروں گا۔

١٤٠٧- حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ، عَنِ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ، قَالَ: جَلَسْتُ . وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَلَاءِ بْنُ الشِّخِّيرِ، أَنَّ الْأَحْنَفَ بْنَ قَيْسٍ حَدَّثَهُمْ قَالَ : جَلَسْتُ إِلَى مَلَإٍ مِنْ قُرَيْشٍ، فَجَاءَ رَجُلٌ خَشِنُ الشَّعَرِ وَالثِّيَابِ وَالْهَيْئَةِ، حَتَّى قَامَ عَلَيْهِمْ فَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ : بَشِّرِ الْكَانِزِينَ بِرَضْفٍ يُحْمَى عَلَيْهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ، ثُمَّ يُوضَعُ عَلَى حَلَمَةِ ثَدْيِ أَحَدِهِمْ حَتَّى يَخْرُجَ مِنْ نُغْضِ كَتِفِهِ، وَيُوضَعُ عَلَى نُغْضِ كَتِفِهِ حَتَّى يَخْرُجَ مِنْ حَلَمَةِ ثَدْيِهِ، يَتَزَلْزَلُ، ثُمَّ وَلَّى، فَجَلَسَ إِلَى سَارِيَةٍ، وَتَبِعْتُهُ وَجَلَسْتُ إِلَيْهِ وَأَنَا لَا أَدْرِي مَنْ هُوَ؟ فَقُلْتُ لَهُ : لَا أُرَى الْقَوْمَ إِلَّا قَدْ كَرِهُوا الَّذِي قُلْتَ، قَالَ: إِنَّهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا . [أخرجه مسلم : ٩٩٢، بطوله مع الحديث الآتي (١٤٠٨)]

1407۔ احنف بن قیس نے بیان کیا کہ میں قریش کی جماعت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ کھردرے بالوں، موٹے کپڑوں اور سیدھی سادی شکل وصورت والا ایک آدمی آیا اور آ کر ان کے پاس کھڑا ہو گیا، اس نے سلام کہا، پھر اس نے کہا: خزانے جمع کرنے والوں کو گرم پتھروں کی بشارت دے دو، جنھیں جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اسے ان میں سے کسی ایک کے پستان کی گھنڈی پر رکھا جائے گا، یہاں تک کہ وہ اس کے کندھے کی پتلی ہڈی سے نکل جائے گا اور اسے اس کے کندھے کی پتلی ہڈی پر رکھا جائے گا، یہاں تک کہ وہ اس کے پستان کی گھنڈی سے حرکت کرتا ہوا نکل جائے گا۔ پھر وہ شخص مڑا اور ایک ستون کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ میں بھی اس کے پیچھے گیا اور اس کے پاس جا کر بیٹھ گیا اور مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ کون ہے، میں نے اس سے کہا: میں تو یہی دیکھ رہا ہوں کہ ان لوگوں نے تمھاری بات کو ناپسند کیا ہے۔ اس نے کہا: یہ لوگ کچھ عقل نہیں رکھتے۔

١٤٠٨- قَالَ لِي خَلِيلِي- قَالَ: قُلْتُ: مَنْ خَلِيلُكَ؟

1408۔ مجھے میرے خلیل نے کہا۔ (احنف) کہتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

...: النبي ﷺ - : « يا أبا ذر! أتبصر أحدًا ؟ »
...: فنظرت إلى الشمس ما بقي من النهار، وأنا
أرى أن رسول الله ﷺ يرسلني في حاجة له،
قلت: نعم، قال: « ما أحب أن لي مثل أحد ذهبًا
أنفقه كله، إلا ثلاثة دنانير » و إن هؤلاء لا
يعقلون، إنما يجمعون الدنيا، لا والله! لا أسألهم
دنيا، ولا أستفتيهم عن دين، حتى ألقى الله.

[راجع: ١٢٣٧ - أخرجه مسلم: ٩٤ بقطعة لم ترد في هذه الطريق، ولكنه في كتاب الزكاة بزيادة (٣٢)]

میں نے کہا: تمھارا خلیل (دلی دوست) کون ہے؟ اس نے کہا: وہ نبی ﷺ ہیں ــ: ''ابوذر! اُحد کو دیکھ رہے ہو؟'' کہا: میں نے سورج کی طرف دیکھا کہ دن کتنا باقی ہے اور میں خیال کر رہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ مجھے اپنے کسی کام کے لیے بھیجیں گے۔ میں نے کہا: جی ہاں! (میں دیکھ رہا ہوں)۔ آپ نے فرمایا: ''میں پسند نہیں کرتا کہ میرے پاس اُحد پہاڑ جتنا سونا ہو، (اگر ہو تو) میں تین دینار کے سوا سارا خرچ کر دوں۔'' اور یہ لوگ عقل نہیں رکھتے، صرف دنیا جمع کر رہے ہیں۔ نہیں، اللہ کی قسم! میں نہ ان سے دنیا کی کسی چیز کا سوال کروں گا اور نہ ان سے دین کی کوئی بات پوچھوں گا، یہاں تک کہ میں اللہ تعالیٰ سے جا ملوں۔

فوائد: 1 فتح الباری میں ہے: ''ابن عبدالبر نے کہا: ابوذر رضی اللہ عنہ سے بہت سے آثار آئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مذہب یہ تھا کہ ہر جمع شدہ مال جو آدمی کی خوراک اور زندگی کے گزارے سے زیادہ ہو وہ کنز ہے، اسے رکھنے والا مذموم ہے اور کنز پر وعید کی آیت اس کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جبکہ جمہور صحابہ اور بعد کے لوگوں نے اس کی مخالفت کی ہے۔ انھوں نے وعید کو ان لوگوں کے لیے قرار دیا ہے جو زکاۃ نہیں دیتے اور ان کی سب سے زیادہ صحیح دلیل طلحہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کی اعرابی کے قصہ والی حدیث ہے جس میں اس نے کہا: کیا اس (زکاۃ) کے سوا بھی مجھ پر کچھ واجب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں، الا یہ کہ تم اپنی خوشی سے کرو۔''

2 ''ربذہ'' مدینہ سے مکہ کے راستے پر (تقریباً بیس میل دور) ایک مشہور بستی ہے جس میں عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ابوذر رضی اللہ عنہ نے رہائش اختیار کی تھی اور آپ وہیں فوت ہوئے۔ اس حدیث میں انھوں نے وہاں رہنے کا سبب بیان کیا ہے۔ راویٔ حدیث نے ان سے یہ بات اس لیے پوچھی تھی کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے مخالفین ان پر ایک اعتراض یہ کرتے تھے کہ انھوں نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو مدینہ سے نکال دیا؟ تو ابوذر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ان کا وہاں جا کر رہنا خود ان کی مرضی سے تھا۔ ہاں! عثمان رضی اللہ عنہ نے مدینہ کے قریب کسی گوشے میں جا کر رہنے کی بات اس خرابی کو دور کرنے کے لیے کی تھی جو ابوذر رضی اللہ عنہ کے موقف کی وجہ سے پیدا ہو رہی تھی، تو انھوں نے ربذہ میں رہنا پسند کیا۔ وہ اس سے پہلے نبی ﷺ کے زمانے میں بھی وہاں جایا کرتے تھے، جیسا کہ اصحاب سنن نے ایک اور سند کے ساتھ ان سے بیان کیا ہے، اس میں ان کا تیمم سے متعلق ایک قصہ بھی ذکر ہوا ہے۔ ابوالحسن بن حذلم کی ''فوائد'' میں ان کی سند کے ساتھ عبداللہ بن صامت سے یہ روایت آئی ہے، انھوں نے کہا: (شام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے واپسی پر) ابوذر رضی اللہ عنہ کے ساتھ میں عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نے سر سے کپڑا اتارا اور کہا: اللہ کی قسم! میں ان میں سے یعنی خارجیوں سے نہیں ہوں (کیونکہ تحلیق کی علامت موجود نہیں تھی)۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نے آپ کو آنے کا خط اس لیے لکھا تھا کہ آپ مدینہ میں ہمارے پڑوس میں رہیں۔ انھوں نے کہا: مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں، مجھے ربذہ میں رہنے کی اجازت دیں۔ انھوں نے کہا: ہاں! ٹھیک ہے۔ اور ابوداؤد طیالسی (۴۵۲) نے اسی سند سے آخری حصہ چھوڑ کر اسے روایت کیا ہے اور ان کے قول ''میں ان میں سے نہیں ہوں'' کے بعد ان کا مزید یہ قول ذکر کیا ہے: ''اور نہ ہی میں ان (خارجیوں) کو پاؤں گا، ان کی علامت سر منڈوانا ہے، وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے گزر جاتا ہے۔ اللہ کی قسم! اگر آپ مجھے حکم دیں کہ میں کھڑا رہوں تو میں بیٹھوں گا نہیں۔'' اور ''طبقات ابن سعد (۴/۲۲۷)'' میں ایک اور سند سے ہے کہ اہل کوفہ میں سے بعض لوگوں نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو ربذہ میں رہائش کے دوران کہا: اس آدمی (عثمان رضی اللہ عنہ) نے آپ کے ساتھ یہ یہ کچھ کیا ہے، تو کیا آپ جھنڈا اٹھائیں گے، یعنی تاکہ ہم ان سے جنگ کریں۔ انھوں نے کہا: نہیں! اگر عثمان (رضی اللہ عنہ) مجھے مشرق سے مغرب تک چلتے رہنے کا حکم دیں تو میں ان کی بات سنوں گا اور ان کی اطاعت کروں گا۔ (فتح الباری)

3 علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں: ''ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بڑے عالی شان صحابی اور زاہد تھے، درویشی میں ان کی مثال نہیں تھی، ایسے بزرگ شخص کے پاس خواہ مخواہ لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان سے یہ فکر پیدا ہوئی کہ کہیں کوئی فساد نہ اٹھ کھڑا ہو، عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو وہاں سے بلا بھیجا تو فوراً چلے آئے، کیونکہ خلیفہ اور حاکم اسلام کی اطاعت فرض ہے، ابوذر رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔ مدینہ میں آئے تو یہاں شام سے بھی زیادہ ان کے پاس مجمع ہونے لگا، عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی وہی اندیشہ ہوا جو معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہوا تھا، انھوں نے صاف تو یہ نہیں کہا کہ تم مدینہ سے نکل جاؤ، مگر اصلاح کے طور پر بیان کیا۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نے ان کی مرضی پا کر مدینہ کو بھی چھوڑا اور ربذہ ایک گاؤں میں جا کر رہ گئے اور تادمِ حیات وہیں مقیم رہے۔''

4 حافظ رحمہ اللہ نے لکھا ہے: اس حدیث کے ان فوائد کے علاوہ جو پہلے ذکر ہوئے مزید چند فوائد یہ ہیں: ① کفار شریعت کے فروعی احکام کے بھی مخاطب ہیں، کیونکہ معاویہ اور ابوذر رضی اللہ عنہما دونوں کا اس بات پر اتفاق تھا کہ آیت: ﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ [التوبة : ٣٤] اہلِ کتاب کے بارے میں اتری ہے۔ (حقیقت بھی یہی ہے کہ سیاق کے اعتبار سے آیت کا تعلق اہلِ کتاب ہی سے ہے، مگر لفظ عام ہونے کی وجہ سے مسلمان بھی اس میں شامل ہیں، البتہ کنز سے مراد وہ نہیں جو ابوذر رضی اللہ عنہ لیتے تھے، جیسا کہ امام بخاری کے باب اور احادیث سے ظاہر ہے، بلکہ کنز سے مراد وہ جمع کردہ مال ہے جس کی زکاۃ نہ دی جائے۔ عبدالسلام) ② حکمرانوں کو علماء سے نرمی کرنی چاہیے، کیونکہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابوذر رضی اللہ عنہ کے خلاف کوئی قدم اٹھانے کی بجائے اپنے سے بڑے حاکم خلیفۃ المسلمین کو خط لکھا، پھر عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی ان پر کوئی سختی نہیں کی، نہ ان سے کوئی عداوت رکھی، حالانکہ وہ آیت کی تفسیر میں ابوذر رضی اللہ عنہ کے خلاف تھے۔ ③ اس حدیث سے حکمرانوں کے خلاف بغاوت اور ان کی مخالفت سے پرہیز کرنے اور اولی الامر کی اطاعت کرنے کا اور افضل شخص کو فساد کے خطرے کی وجہ سے اپنے سے کم تر درجے کے آدمی کی اطاعت کا سبق ملتا ہے۔ ④ امر بالمعروف میں شدت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اختیار کرنا، خواہ اس کے نتیجے میں وطن سے جدائی پیش آ جائے۔ ⑤ فساد سے بچنا اور اسے ختم کرنا فائدہ حاصل کرنے سے مقدم ہے۔ دیکھیے ابوذر رضی اللہ عنہ کے مدینہ میں رہنے سے حدیثِ رسول ﷺ کی تعلیم و اشاعت کا فائدہ سب کے سامنے تھا، مگر "کنز" کے متعلق ان کا شدید موقف سب لوگوں کے لیے قابلِ عمل ہی نہیں تھا، نہ ہی رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں صحابہ سے اس کا مطالبہ کیا گیا۔ اس کی اشاعت سے زبردست فساد کا خطرہ تھا، عبداللہ بن سبا اور اس کے پروپیگنڈے سے متاثر لوگ ابوذر رضی اللہ عنہ کو آگے رکھ کر خلافتِ اسلامیہ کو ختم کرنا چاہتے تھے، چنانچہ عثمان رضی اللہ عنہ نے فساد سے بچنے کو ترجیح دی، لیکن ابوذر رضی اللہ عنہ کو ان کا موقف ترک کرنے پر مجبور نہیں کیا، بلکہ ان کے اجتہاد کی وجہ سے انھیں معذور سمجھا۔ (فتح الباری)

5 إِلَّا ثَلَاثَةَ دَنَانِيرَ: علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں: شاید تین اشرفیاں اس وقت آپ پر قرض ہوں یا آپ کا روزانہ کا خرچ تین اشرفیوں کا ہوگا۔ حافظ نے کہا: اس حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ مال جمع نہ کرے، مگر یہ "أَوْلَوِيَّت" پر محمول ہے (یعنی ایسا کرنا افضل ہے، واجب نہیں) کیونکہ جمع کرنے والا زکاۃ دے تب بھی اس کو قیامت کے دن حساب دینا ہوگا، اس لیے بہتر یہ ہے کہ جو کچھ آئے خرچ کر ڈالے۔ (تیسیر الباری)

6 میں نہ ان سے دنیا کی کسی چیز کا سوال کروں گا اور نہ......: ابوذر رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ ہے کہ مجھ کو ان لوگوں سے کوئی غرض یا احتیاج نہیں ہے کہ میں ان کی ناراضی کا اندیشہ کروں، نہ میں ان سے کوئی دنیا کا مال متاع چاہتا ہوں نہ دین کا علم ان سے حاصل کرنا چاہتا ہوں، پھر حق بات کہنے میں مجھے کون سا امر مانع ہے؟ (تیسیر الباری)

٥۔ بَابُ إِنْفَاقِ الْمَالِ فِي حَقِّهِ

5۔ باب: مال کو اس کی صحیح جگہ خرچ کرنا

١٤٠٩۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنِي قَيْسٌ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ: رَجُلٍ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَسَلَّطَهُ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ، وَرَجُلٍ آتَاهُ اللَّهُ حِكْمَةً فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا» [راجع: ٧٣۔ أخرجه مسلم: ٨١٦]

1409۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے: "دو چیزوں کے سوا ریس کرنا درست نہیں: ایک وہ آدمی جسے اللہ نے بہت مال دیا، پھر اسے صحیح جگہ میں ہلاک کرنے پر مسلط کر دیا اور ایک وہ آدمی جسے اللہ نے بہت علم عطا فرمایا، پھر وہ اس کے مطابق فیصلے کرتا ہے اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیتا ہے۔"

فوائد 1 اس حدیث کے اکثر فوائد حدیث (۷۳) میں گزر چکے ہیں، چند مزید یہ ہیں: "مَالًا" اور "حِكْمَةً" کی تنوین میں کثرت کا معنی ہونے کی وجہ سے بہت مال اور بہت علم ترجمہ کیا گیا ہے۔

2 اس حدیث میں مال حاصل کرنے اور اسے راہِ حق میں بے دریغ خرچ کرنے کی ترغیب ہے۔ بخاری نے یہ باب یہاں اس لیے قائم کیا ہے کہ یہ بہت واضح دلیل ہے کہ مال جمع کرنے پر وعید کی آیات و احادیث سے مراد وہ مال ہے جس کی زکاۃ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہ دی جائے اور جسے اللہ کی راہ میں صحیح جگہ خرچ نہ کیا جائے۔ رہا رسول اللہ ﷺ کا عمل کہ آپ نے فرمایا: ''میں پسند نہیں کرتا کہ میرے پاس احد پہاڑ سونے کا ہو'' تو وہ اعلیٰ مقام پر محمول ہے، ہر بندہ اتنا بلند ہمت اور متوکل نہیں ہوتا۔ مال جمع کرنا اگرچہ جائز ہے، لیکن اس کے متعلق سوال ہوگا اور حساب میں خطرہ ہے، اس لیے مال جمع کرنے کے بکھیڑے میں نہ پڑنے میں زیادہ سلامتی ہے۔ اور جن احادیث میں مال کمانے اور اسے حق میں خرچ کرنے کی ترغیب ہے اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو حلال جگہ سے مال حاصل کریں جس پر محاسبے کا خطرہ نہ ہو، کیونکہ یہ لوگ جب خرچ کریں گے تو ان کا نفع لوگوں تک پہنچے گا جو ان لوگوں کو حاصل نہیں ہوسکتا جو کچھ کماتے ہی نہیں۔ اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ مساکین نے عرض کیا کہ زیادہ مالوں والے لوگ بہت اجر لے گئے۔

یاد رہے کہ دوسری احادیث و آیات کے پیشِ نظر مال کو بے دریغ خرچ کرنا اسی صورت میں قابلِ تعریف ہے جب اس سے وہ لوگ محروم نہ ہوں جو اس کے وارث ہیں یا ان کی دیکھ بھال اس کی ذمہ داری ہے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ بھی اپنی بیویوں کو سال بھر کا خرچہ اکٹھا دے دیتے تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ بھی آپ کی تربیت کے زیرِ اثر جلد ہی سب کچھ صدقہ کر دیتی تھیں۔

٦۔ بَابُ الرِّيَاءِ فِي الصَّدَقَةِ

لِقَوْلِهِ: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تُبْطِلُواْ صَدَقَٰتِكُم بِٱلْمَنِّ وَٱلْأَذَىٰ ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿ ٱلْكَٰفِرِينَ ﴾ [البقرة : ٢٦٤]

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ﴿ صَلْدًا ﴾ [البقرة : ٢٦٤] لَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ. وَقَالَ عِكْرِمَةُ: ﴿ وَابِلٌ ﴾ [البقرة : ٢٦٤]: مَطَرٌ شَدِيدٌ، وَالطَّلُّ: النَّدَى.

6۔ باب: صدقے میں دکھاوا کرنا

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے صدقات احسان جتلانے اور تکلیف پہنچانے کے ساتھ برباد مت کرو، اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا، تو اس کی مثال ایک صاف چٹان کی مثال جیسی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی ہو، پھر اس پر ایک زور دار بارش برسے، پس اسے ایک صاف چٹان کی صورت چھوڑ جائے، وہ اس میں سے کسی چیز پر قدرت نہیں پائیں گے جو انھوں نے کمایا اور اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: '' صَلْدًا '' کا معنی ہے: (صاف پتھر) جس پر کوئی چیز نہ ہو۔ اور عکرمہ نے کہا: ''وَابِلٌ '' کا معنی شدید بارش ہے اور '' طَلٌّ '' کا معنی ہے: شبنم۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ: اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے صرف آیت پر اکتفا کیا ہے۔ تفسیر القرآن الکریم میں ہے کہ آیت: ﴿ لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ...... ﴾ [البقرۃ : ٢٦٤] کا مطلب ہے کہ کسی کو صدقہ دینے کے بعد اس پر احسان جتلا کر یا اسے تکلیف دے کر اس منافق کی طرح اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو جو صرف ریا کاری کے جذبے کے تحت اپنا مال خرچ کرتا ہے اور اس کا اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں ہے۔ (ابن کثیر) اور " كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ " کا مطلب ہے کہ یہ ریا کار بظاہر اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا نظر آتا ہے، لیکن حقیقت میں اس کی مثال اس صاف چٹان کی سی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی جمی ہوئی ہو (" تُرَابٌ " کی تنوین تقلیل کے لیے ہے) اور دیکھنے والا اسے قابل کاشت زمین خیال کرے، لیکن جونہی (شدید) بارش ہو اس کی تمام مٹی ڈھل جائے اور وہ صاف چٹان کی چٹان رہ جائے (جس پر کوئی بیج نہیں اگتا)، اسی طرح ریا کاروں کے عمل ان کے صحیفۂ اعمال سے مٹ جائیں گے اور وہ ان سے نہ کوئی فائدہ اٹھا سکیں گے اور نہ انھیں ان کا کوئی اجر ملے گا۔

٧۔ بَابٌ : لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَدَقَةً مِنْ غُلُوْلٍ، وَلَا يَقْبَلُ إِلَّا مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ

7۔ باب: اللہ تعالیٰ کسی طرح کی خیانت کے مال سے صدقہ قبول نہیں کرتا، وہ صرف پاکیزہ کمائی سے صدقہ قبول کرتا ہے

لِقَوْلِهِ : ﴿ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ؕ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ﴾ [البقرۃ : ٢٦٣]

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اچھی بات اور معاف کر دینا اس صدقے سے بہتر ہے جس کے پیچھے کسی طرح کا تکلیف پہنچانا ہو اور اللہ بہت بے پروا، بے حد بردبار ہے۔''

فوائد: 1 اس باب میں بھی امام بخاری نے آیت ہی پر اکتفا کیا ہے، شاید انھیں اپنی شرط کے مطابق حدیث نہیں ملی۔ بہر حال انھوں نے جو عنوان قائم کیا ہے وہ صحیح حدیث کے الفاظ پر مشتمل ہے جو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: « لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طُهُوْرٍ، وَلَا صَدَقَةٌ مِنْ غُلُوْلٍ » [مسلم : ٢٢٤] ''کوئی نماز وضو کے بغیر قبول نہیں ہوتی اور نہ ہی خیانت کے مال سے کوئی صدقہ قبول ہوتا ہے۔'' اور " وَلَا يَقْبَلُ إِلَّا مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ " کے الفاظ اس کے بعد آنے والی حدیث (١٤١٠) میں آ رہے ہیں۔

2 " غُلُوْلٌ " کا معنی ہے: غنیمت کے مال میں خیانت کرنا، غنیمت تقسیم ہونے سے پہلے اس میں سے چوری کرنا۔ کہا جاتا ہے: " غَلَّ فِي الْمَغْنَمِ يَغُلُّ غُلُوْلًا فَهُوَ غَالٌّ . " اسی طرح جو بھی کسی چیز میں خفیہ طریقے سے خیانت کرے وہ غلول کرنے والا ہے۔ " غُلٌّ " کا لفظی معنی گلے میں ڈالا جانے والا طوق ہے۔ خیانت کو ''غلول'' اس لیے کہا گیا ہے کہ دوسروں کے مال سے مسلمان کے ہاتھوں کو زنجیر کے ذریعے گلے کے ساتھ باندھ دیا گیا ہے، وہ اس میں خیانت نہیں کر سکتا۔ [النہایۃ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

في غريب الأثر]

3 قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ: یعنی اگر کوئی صدقہ نہیں کر سکتا تو اچھے الفاظ کے ساتھ معذرت کر لے اور سائل کے اصرار اور بدتمیزی پر غصے ہونے کی بجائے مغفرت، یعنی معافی اور درگزر سے کام لے اور سوچ لے کہ اللہ کتنا غنی ہے، پھر بھی کتنا بردبار ہے جو ہماری خطاؤں کے باوجود بے پناہ حلم سے کام لیتا ہے، ہمیں بھی اسی طرح حلم سے کام لینا چاہیے۔

4 یہ آیت یہاں لانے کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب آدمی ڈاکے، چوری یا خیانت کا مال کسی پر صدقہ کرے گا تو جب اس شخص کو جس پر صدقہ کیا گیا ہے معلوم ہوگا کہ مجھے حرام مال دیا گیا ہے تو اسے شدید تکلیف پہنچے گی، جیسا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام نے جب انھیں کہانت کی وجہ سے ملنے والا دودھ پلایا تو معلوم ہونے پر کہ یہ حرام طریقے سے حاصل ہوا ہے، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قے کر دی اور جب تک سارا دودھ نکلنے کی تسلی نہیں ہوئی قے کرتے رہے۔ ظاہر ہے اس صورت میں صدقہ کرنے والے پر یہ بات صادق آتی ہے کہ اس نے ایذا پہنچائی ہے۔ اس کے علاوہ اس نے اس شخص کو بھی ایذا دی ہے جس کا مال اس نے چوری یا خیانت یا غصب کر کے لیا ہے اور آیت کے مطابق ایذا دینے سے صدقہ باطل ہو جاتا ہے، کبھی قبولیت کا شرف حاصل نہیں کر سکتا۔ (فتح الباری)

5 لَا یَقْبَلُ اللّٰهُ صَدَقَةً مِنْ غُلُوْلٍ: اس سے معلوم ہوا کہ خائن یا چور چوری کیے ہوئے مال کا اصل مالک نہ ملنے پر یا اسے واپس نہ کر سکنے پر چوری یا خیانت کا مال صدقہ کر دے تو اس کے ذمے سے بری نہیں ہو سکتا۔ صرف اس صورت میں بری ہو سکتا ہے جب اصل مالک کو وہ مال واپس کرے، کیونکہ یہ مال اس کا حق ہے، کسی دوسرے پر صدقہ کرنے کا اسے کوئی اختیار نہیں۔ (فتح الباری) " اللامع الصبیح " میں ہے: باب کی آیت کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ صدقے کے بعد تکلیف دینا اسے برباد کر دیتا ہے، تو جو تکلیف صدقہ کے ساتھ ملی ہوئی ہو وہ تو بالاولیٰ اسے برباد کرے گی، جیسا کہ خیانت کرنے والے نے چوری کا مال صدقہ کیا ہے، جس میں اس نے مال کے مالک کو ایذا دی ہے، تو یہ صدقہ کیسے قبول ہوگا؟

٨۔ بَابُ الصَّدَقَةِ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ

لِقَوْلِهِ: ﴿ وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ [البقرة: ٢٧٦، ٢٧٧]

8۔ باب: پاکیزہ کمائی سے صدقہ کرنا

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: " (اللہ سود کو مٹاتا ہے) اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی ایسے شخص سے محبت نہیں رکھتا ہے جو سخت ناشکرا، سخت گنہگار ہو۔ بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے اور نماز قائم کی اور زکاۃ دی ان کے لیے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہے اور وہ نہ غمگین ہوں گے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فوائد: 1 آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ صدقات کو بڑھاتا ہے۔ صدقات کا لفظ عام ہے، خواہ حلال مال سے صدقہ ہو یا حرام سے، مگر امام بخاری رحمہ اللہ کے باب سے معلوم ہوا کہ وہ صدقہ جسے اللہ تعالیٰ بڑھاتا ہے صرف وہ ہے جو طیب یعنی حلال ہو، حرام مال والے صدقے کو بڑھانا تو کجا اللہ تعالیٰ اسے قبول ہی نہیں کرتا۔ اس کی دلیل کہ "یہاں بڑھائے جانے والے صدقات سے مراد پاکیزہ کمائی سے حاصل کردہ صدقات ہیں" یہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے سودی مال کے مٹانے کا ذکر کیا ہے، اس لیے مقبول صدقات میں وہ تو کسی طرح شامل ہی نہیں ہو سکتا، اس کی وجہ ظاہر ہے کہ وہ مال حرام اور غیر طیب ہے۔ معلوم ہوا اللہ تعالیٰ انھی صدقات کو قبول کرتا اور بڑھاتا ہے جو پاکیزہ کمائی سے حاصل ہوئے ہوں۔ پاکیزہ سے مراد حلال ہے۔ (فتح الباری)

2 ﴿وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ﴾: شاہ عبدالقادر لکھتے ہیں: یعنی مال دار ہو کر محتاج کو قرض بھی مفت نہ دے، جب تک سود نہ رکھ لے، یہ نعمت کی سخت ناشکری ہے۔ (موضح القرآن)

١٤١٠۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُنِيرٍ، سَمِعَ أَبَا النَّضْرِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ - هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ دِينَارٍ - عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ، وَلَا يَقْبَلُ اللَّهُ إِلَّا الطَّيِّبَ، وَإِنَّ اللَّهَ يَتَقَبَّلُهَا بِيَمِينِهِ، ثُمَّ يُرَبِّيهَا لِصَاحِبِهِ، كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُمْ فَلُوَّهُ، حَتَّى تَكُونَ مِثْلَ الْجَبَلِ»

1410۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص پاکیزہ کمائی میں سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کرے اور اللہ پاکیزہ کمائی کے سوا قبول نہیں کرتا، تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے دائیں ہاتھ کے ساتھ قبول کرتا ہے، پھر اسے اس صدقے والے کے لیے بڑھاتا رہتا ہے، جس طرح تم میں سے کوئی اپنی گھوڑی کے بچھیرے کو پالتا ہے، یہاں تک کہ وہ ایک پہاڑ کی طرح ہو جاتا ہے۔"

تَابَعَهُ سُلَيْمَانُ، عَنِ ابْنِ دِينَارٍ. وَقَالَ وَرْقَاءُ: عَنِ ابْنِ دِينَارٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَرَوَاهُ مُسْلِمُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، وَزَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، وَسُهَيْلٌ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.
[انظر: ٧٤٣٠ ـ أخرجه مسلم: ١٠١٤]

عبدالرحمٰن کے ساتھ اس حدیث کو سلیمان (بن بلال) نے بھی عبداللہ بن دینار سے روایت کیا۔ اور ورقا نے اسے عبداللہ بن دینار سے روایت کیا، اس نے سعید بن یسار سے، اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی ﷺ سے۔ اور مسلم بن ابی مریم اور زید بن اسلم اور سہیل نے اسے ابو صالح سے روایت کیا، اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انھوں نے نبی ﷺ سے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فوائد: 1 " فَلُوٌّ " فاء کے فتحہ یا ضمہ اور لام کے ضمہ اور واؤ کی تشدید کے ساتھ، فاء کے کسرہ کے ساتھ ہو تو لام ساکن پڑھا جاتا ہے، یعنی " فِلْوٌ " بروزن " جِرْوٌ " جمع " أَفْلَاءٌ " ہے۔ معنی ہے: گھوڑی کا ایک سال کا بچہ جس کا دودھ چھڑا دیا گیا ہو اور وہ خود چرنے لگ گیا ہو۔ انسان کے بچے کا دودھ چھڑانے کو " فِطَامٌ " اور گھوڑے، گدھے یا خچر کے بچے کا دودھ چھڑانے کو " فِلَاءٌ " کہتے ہیں۔ یہ بات گھوڑوں کا شوق رکھنے والا شخص ہی محسوس کر سکتا ہے کہ گھوڑی کے بچے کو کس شوق اور محبت سے پالا جاتا ہے اور وہ کتنی تیزی سے بڑھتا ہے۔

2 اس حدیث سے اللہ تعالیٰ کے لیے " يَمِينٌ " (دایاں ہاتھ) ثابت ہوا۔ بعض لوگ اللہ تعالیٰ کے لیے ہاتھ کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دائیں ہاتھ سے مراد ہاتھ نہیں، کیونکہ اس سے مخلوق کے ساتھ تشبیہ لازم آتی ہے، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے خوش ہو کر قبول کرتا ہے وغیرہ۔ مگر تشبیہ تو تب لازم آئے گی جب ہم کہیں کہ اللہ کا ہاتھ ہمارے ہاتھ جیسا ہے۔ جب یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ، چہرہ، آنکھیں وغیرہ فی الواقع موجود ہیں، کیونکہ خود اس کے کلام میں اس کے لیے یہ سب کچھ ثابت ہے، مگر اس کا ہاتھ، چہرہ، آنکھیں یا کوئی چیز نہ مخلوق کے مشابہ ہے، نہ کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ ان کی کیفیت کیا ہے؟ یعنی وہ کیسی ہیں؟ حافظ رحمہ اللہ نے امام ترمذی کا قول ان کی جامع سے نقل کیا ہے: " وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ فِي جَامِعِهِ : قَالَ أَهْلُ الْعِلْمِ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ : نُؤْمِنُ بِهٰذِهِ الْأَحَادِيثِ وَلَا نَتَوَهَّمُ فِيهَا تَشْبِيهًا وَلَا نَقُولُ كَيْفَ، هٰكَذَا رُوِيَ عَنْ مَالِكٍ وَابْنِ عُيَيْنَةَ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَغَيْرِهِمْ . " "اہل السنۃ والجماعۃ کے علماء نے کہا ہے کہ ہم ان احادیث پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں کسی طرح تشبیہ کا وہم تک نہیں کرتے اور نہ یہ کہتے ہیں کہ کیسے ہے۔ اسی طرح مالک، ابن عیینہ، ابن مبارک اور دوسرے علماء سے نقل کیا گیا ہے۔" علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں: ایک حدیث میں ہے: « كِلْتَا يَدَيْهِ يَمِينٌ » "اللہ کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں" یعنی ایسا نہیں کہ اس کے ایک ہاتھ میں دوسرے ہاتھ سے قوت کم ہو، جیسے مخلوقات میں ہوا کرتا ہے۔ اہلِ حدیث اس قسم کی آیتوں اور حدیثوں کی تاویل اور تحریف نہیں کرتے اور ان کو اپنے ظاہری معنی پر محمول رکھتے ہیں۔ امام ترمذی نے کہا: یوں کہنا کہ "اللہ کے ہاتھ ہیں" تشبیہ نہیں ہے، بلکہ تشبیہ یہ ہے کہ اس کے ہاتھ ہمارے ہاتھ کی طرح ہیں۔ (تیسیر الباری)

٩- بَابُ الصَّدَقَةِ قَبْلَ الرَّدِّ

9- باب: ردّ کیے جانے سے پہلے صدقہ کرنا

١٤١١- حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا مَعْبَدُ ابْنُ خَالِدٍ، قَالَ : سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : « تَصَدَّقُوا، فَإِنَّهُ يَأْتِي عَلَيْكُمْ زَمَانٌ يَمْشِي الرَّجُلُ بِصَدَقَتِهِ، فَلَا يَجِدُ مَنْ

1411- حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ سے سنا، آپ فرماتے تھے: "صدقہ کرو، کیونکہ تم پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی اپنا صدقہ لے کر نکلے گا تو اسے کوئی شخص نہیں ملے گا جو اسے قبول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

يَقْبَلُهَا، يَقُولُ الرَّجُلُ : لَوْ جِئْتَ بِهَا بِالْأَمْسِ لَقَبِلْتُهَا، فَأَمَّا الْيَوْمَ، فَلَا حَاجَةَ لِي بِهَا ﴾ [انظر : ١٤٢٤، ٧١٢٠- أخرجه مسلم : ١٠١١]

کرے۔ ہر آدمی کہے گا: اگر تم کل اسے لاتے تو میں اسے ضرور لے لیتا، مگر آج مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔"

١٤١٢- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ﴿ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَكْثُرَ فِيكُمُ الْمَالُ فَيَفِيضَ، حَتَّى يُهِمَّ رَبَّ الْمَالِ مَنْ يَقْبَلُ صَدَقَتَهُ، وَحَتَّى يَعْرِضَهُ، فَيَقُولَ الَّذِي يَعْرِضُهُ عَلَيْهِ : لَا أَرَبَ لِي ﴾ [راجع : ٨٥- أخرجه مسلم : ١٥٧، بقطعة ليست في هذه الطريق]

1412- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی کہ تم میں مال زیادہ ہو کر بہہ پڑے گا، حتیٰ کہ مال والے کو یہ بات فکر میں ڈال دے گی کہ اس کا صدقہ کون قبول کرے گا اور بات یہاں تک پہنچے گی کہ وہ جس کے سامنے مال پیش کرے گا وہ کہے گا: مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔"

فوائد: 1 يُهِمَّ رَبَّ الْمَالِ : "هَمَّ يَهُمُّ هَمًّا (ن) يُقَالُ : هَمَّهُ الشَّيْءُ إِذَا أَحْزَنَهُ الشَّيْءُ" کسی چیز نے اسے غمگین کر دیا۔ "رَبَّ الْمَالِ" (باء کے فتحہ کے ساتھ) مفعول، یا "يُهِمُّ" باب افعال سے (یاء کے ضمہ اور ہاء کے کسرہ کے ساتھ)۔ "رَبَّ الْمَالِ" مفعول۔ کہا جاتا ہے: "أَهَمَّهُ الْأَمْرُ إِذَا أَقْلَقَهُ" کسی چیز نے اسے بے چین کر دیا۔ نووی نے ایک وجہ یہ لکھی ہے: "يَهُمُّ" یاء کے فتحہ اور ہاء کے ضمہ کے ساتھ، "رَبُّ الْمَالِ" فاعل اور "مَنْ يَقْبَلُهُ" مفعول، یعنی مال والا اس شخص کا قصد کرے گا جو اسے قبول کرے۔ (فتح الباری)

2 قیامت کے قریب زمین کی دولتیں باہر نکل آئیں گی اور لوگ کم رہ جائیں گے، ایسی حالت میں کسی کو مال کی حاجت نہیں رہے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت کو غنیمت سمجھو جب تم میں محتاج لوگ موجود ہیں اور جتنی ہو سکے خیرات کر لو۔ حدیث سے یہ بھی نکلا کہ قیامت کے قریب ایسے جلد جلد انقلابات ہوں گے کہ آج آدمی محتاج ہے کل امیر کبیر ہو گا۔ (تیسیر الباری) بعض اہل علم نے کہا: وہ زمانہ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے وقت گزر چکا ہے اور بعض نے کہا: قیامت کے قریب آئے گا۔ بندہ عبدالسلام عرض کرتا ہے کہ اب بھی اکثر یہ صورت پیش آتی رہتی ہے، مثلاً ایک گاؤں میں ایک ہی گھر میں فریج ہوتی تھی، ہر شخص وہاں سے برف حاصل کرتا تھا، پھر وہ وقت آ گیا کہ ہر گھر میں فریج آ گئی۔ اب وہ برف صدقہ کرنا بھی چاہے تو ہر بندہ کہتا ہے: اب مجھے ضرورت نہیں۔ اسی طرح کسی شخص کے پاس زائد مکان ہو تو اسے جلد از جلد رہائش کے لیے صدقہ کرنا چاہیے، ہو سکتا ہے کہ کچھ دنوں کے بعد وہ پیش کش کرے، مگر ساری بستی کے لوگوں کے اپنے مکان بن گئے ہوں۔ یہی صورت گاڑی کی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ صدقہ کرنے میں دیر نہیں کرنی چاہیے، خصوصاً جب کوئی ضرورت مند ملے تو دیر نہ کرے، ہو سکتا ہے پھر کسی کو ضرورت نہ رہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ صورت قیامت کے قریب بہت پیش آئے گی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

١٤١٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ النَّبِيلُ، أَخْبَرَنَا سَعْدَانُ بْنُ بِشْرٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُجَاهِدٍ، حَدَّثَنَا مُحِلُّ بْنُ خَلِيفَةَ الطَّائِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: كُنْتُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَجَاءَهُ رَجُلَانِ: أَحَدُهُمَا يَشْكُو الْعَيْلَةَ وَالْآخَرُ يَشْكُو قَطْعَ السَّبِيلِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أَمَّا قَطْعُ السَّبِيلِ، فَإِنَّهُ لَا يَأْتِي عَلَيْكَ إِلَّا قَلِيلٌ حَتَّى تَخْرُجَ الْعِيرُ إِلَى مَكَّةَ بِغَيْرِ خَفِيرٍ، وَأَمَّا الْعَيْلَةُ، فَإِنَّ السَّاعَةَ لَا تَقُومُ حَتَّى يَطُوفَ أَحَدُكُمْ بِصَدَقَتِهِ لَا يَجِدُ مَنْ يَقْبَلُهَا مِنْهُ، ثُمَّ لَيَقِفَنَّ أَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ حِجَابٌ وَلَا تَرْجُمَانٌ يُتَرْجِمُ لَهُ، ثُمَّ لَيَقُولَنَّ لَهُ: أَلَمْ أُوتِكَ مَالًا؟ فَلَيَقُولَنَّ: بَلَى، ثُمَّ لَيَقُولَنَّ: أَلَمْ أُرْسِلْ إِلَيْكَ رَسُولًا؟ فَلَيَقُولَنَّ: بَلَى، فَيَنْظُرُ عَنْ يَمِينِهِ فَلَا يَرَى إِلَّا النَّارَ، ثُمَّ يَنْظُرُ عَنْ شِمَالِهِ فَلَا يَرَى إِلَّا النَّارَ، فَلْيَتَّقِيَنَّ أَحَدُكُمُ النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ» [انظر: ١٤١٧، ٣٥٩٥، ٦٠٢٣، ٦٥٣٩، ٦٥٤٠، ٦٥٦٣، ٧٤٤٣، ٧٥١٢- أخرجه مسلم: ١٠١٦ مختصرًا]

1413- عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر تھا، آپ کے پاس دو آدمی آئے، ان میں سے ایک محتاجی کا شکوہ کر رہا تھا اور دوسرا راستے میں ڈاکا پڑنے کا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”راستے میں ڈاکے پڑنے کی جو بات ہے تو تم پر تھوڑی مدت ہی گزرے گی کہ مکہ کی طرف قافلہ کسی محافظ یا ضامن کے بغیر روانہ ہوگا اور رہی محتاجی تو قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی کہ تم میں سے ایک اپنا صدقہ لے کر چکر لگائے گا، اسے کوئی شخص نہیں ملے گا جو اسے اس سے قبول کرے۔ پھر تم میں سے کوئی اللہ کے سامنے کھڑا ہوگا، اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ اور کوئی ترجمان نہیں ہوگا جو اس کے لیے ترجمہ کرے، پھر وہ اس سے کہے گا: کیا میں نے تمھیں بہت مال نہیں دیا تھا؟ وہ کہے گا: کیوں نہیں، پھر فرمائے گا: کیا میں نے تمھاری طرف ایک پیغام پہنچانے والا نہیں بھیجا تھا؟ وہ کہے گا: کیوں نہیں۔ تو وہ اپنی دائیں طرف دیکھے گا تو آگ کے سوا کچھ نہیں دیکھے گا، پھر وہ اپنی بائیں طرف دیکھے گا تو آگ کے سوا کچھ نہیں دیکھے گا۔ اس لیے تم میں سے ہر شخص آگ سے ضرور بچ جائے، خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ساتھ بچے، اگر اسے وہ بھی نہ ملے تو کسی اچھی بات کے ساتھ بچے۔“

فوائد: 1 ”الْعَيْلَةُ“ ”عَالَ يَعِيلُ عَيْلَةً“ محتاج ہونا۔ قرآن میں ہے: ﴿وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَأَغْنَىٰ﴾ [الضحى: ٧] ”اور اس نے تجھے تنگدست پایا تو غنی کر دیا۔“ ”قَطْعُ السَّبِيْلِ“ راستے کا قطع کرنا، مراد ڈاکا ہے جس کے خوف سے لوگ سفر سے رک جاتے ہیں۔ ”اَلْعِيْرُ“ تجارتی قافلہ، پہلے اونٹوں کے قافلے چلتے تھے، اب کنٹینروں کے۔ ”خَفِيْرٌ“ جس کی ذمہ داری پر قافلہ چلتا ہو اور وہ اپنی ضمانت پر اپنے علاقے سے قافلے کو امن کے ساتھ گزارے۔

2 ”تَرْجُمَانٌ“ جو ترجمہ کرے، بندے کا کلام اللہ سے عرض کرے اور اللہ کا ارشاد بندے کو سنائے، بلکہ خود اللہ جل جلالہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کلام فرمائے گا۔ اس حدیث سے ان لوگوں کا رد ہوا جو کہتے ہیں کہ اللہ کے کلام میں آواز اور حروف نہیں ہیں، اگر آواز اور حروف نہیں ہیں تو بندہ سنے گا کیسے اور سمجھے گا کیسے؟ (تیسیر الباری)

١٤١٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَطُوفُ الرَّجُلُ فِيهِ بِالصَّدَقَةِ مِنَ الذَّهَبِ، ثُمَّ لَا يَجِدُ أَحَدًا يَأْخُذُهَا مِنْهُ، وَيُرَى الرَّجُلُ الْوَاحِدُ يَتْبَعُهُ أَرْبَعُونَ امْرَأَةً يَلُذْنَ بِهِ، مِنْ قِلَّةِ الرِّجَالِ وَكَثْرَةِ النِّسَاءِ» [انظر في النكاح، باب: ١١١- أخرجه مسلم: ١٠١٢]

1414۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں پر ایک زمانہ ضرور آئے گا کہ آدمی سونے کا صدقہ لے کر نکلے گا، پھر اسے کوئی ایک بھی ایسا نہیں ملے گا جو اسے قبول کرے اور دیکھنے میں آئے گا کہ ایک مرد کے ساتھ چالیس عورتیں ہوں گی جو اس کی پناہ لے رہی ہوں گی، کیونکہ مرد کم اور عورتیں زیادہ ہوں گی۔''

فوائد: 1 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ معاملہ قیامت کے قریب واقع ہوگا، کیونکہ اس میں سونے کا صدقہ لے کر نکلنے کا ذکر ہے۔ (اور ابھی تک ایسا ہونا ہمارے علم میں نہیں۔ عبدالسلام) عدی بن حاتم کی مفصل حدیث سے معلوم ہوا کہ ان کی زندگی میں یہ وقت نہیں آیا تھا، کیونکہ ان کی وفات معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوئی، جب بہت فتوحات ہو چکی تھیں۔ ابن التین نے کہا: یہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ہوگا جب زمین اپنی برکات ظاہر کر دے گی، حتیٰ کہ ایک انار پورے گھر والوں کے پیٹ بھر دے گا اور زمین میں کوئی کافر نہیں رہے گا۔ (فتح الباری)

2 ایک مرد کے ساتھ چالیس عورتیں ......: ایسا یا تو جنگوں کی کثرت سے ہوگا کہ لڑائیوں میں مرد مارے جائیں گے اور عورتیں زیادہ رہ جائیں گی یا آخرت کے قریب لڑکے بہت کم اور لڑکیاں بہت زیادہ پیدا ہوں گی۔

١٠- بَابٌ: اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ وَالْقَلِيلِ مِنَ الصَّدَقَةِ

﴿وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَتَثْبِيتًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ﴾ الْآيَةَ، وَإِلَى قَوْلِهِ: ﴿مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ﴾ [البقرة: ٢٦٥، ٢٦٦]

10۔ باب: آگ سے بچو، خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے یا تھوڑے صدقے کے ساتھ بچو

''اور ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی رضا چاہتے ہوئے اور اپنے دلوں کو ثابت رکھتے ہوئے خرچ کرتے ہیں اس باغ جیسی ہے جو کسی اونچی جگہ پر ہو، جس پر ایک زوردار بارش برسے تو وہ اپنا پھل دگنا دے۔ پھر اگر اس پر زور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی بارش نہ برسے تو کچھ شبنم (ہی کافی ہے) اور اللہ اسے جو
تم کر رہے ہو خوب دیکھنے والا ہے۔ کیا تم میں سے کوئی پسند
کرتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو جس
کے تلے نہریں بہتی ہوں، اس کے لیے اس میں ہر قسم کے
کچھ نہ کچھ پھل ہوں۔"

فائدہ: تفسیر القرآن الکریم میں ہے: "یہ ریا کاروں کے مقابلے میں مخلص مومنوں کی مثال ہے، یعنی جو لوگ محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے خرچ کرتے ہیں اور دل کے اس اطمینان کے ساتھ خرچ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انھیں اس کا وافر اجر عطا فرمائے گا اور ان کا عمل ضائع نہیں ہوگا۔ دل کو ثابت رکھتے ہوئے خرچ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نہ انھیں خرچ کرتے ہوئے کوئی تردد یا پریشانی ہوتی ہے، نہ بعد میں کوئی پشیمانی۔ ان کے خرچ کرنے کی مثال اس باغ کی سی ہے جو کسی پُرفضا اور بلند مقام پر ہو، اگر اس پر زور کی بارش برسے تو دوسرے باغوں سے دگنا پھل دے اور اگر زور کی بارش نہ بھی ہو تو ہلکی بارش ہی کافی ہے۔ یہی حال مومن کے عمل کا ہے، وہ کسی صورت ضائع نہیں ہوگا، بلکہ اللہ تعالیٰ اسے ہر حال میں قبول فرمائے گا اور ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق جزا دے گا۔ (ابن کثیر) شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: زور کے مینہ سے مراد زیادہ مال خرچ کرنا ہے اور "طَلٌّ" (کچھ شبنم) سے مراد تھوڑا مال۔ سو اگر نیت درست ہے تو زیادہ خرچ کرنا زیادہ ثواب کا باعث ہے اور تھوڑا بھی کام آتا ہے، جیسے خالص زمین پر باغ ہے، جتنا مینہ برسے گا اس کا فائدہ ہے، بلکہ اوس بھی کافی ہے اور نیت درست نہیں تو جس قدر زیادہ خرچ کرے ضائع ہے، کیونکہ زیادہ مال دینے میں دکھاوا بھی زیادہ ہے، جیسے پتھر پر دانہ کہ جتنا زور کا مینہ برسے زیادہ نقصان پہنچائے۔ (موضح القرآن)"

اس سے باب کے ساتھ آیت کی مناسبت واضح ہوئی کہ اخلاص کے ساتھ تھوڑا صدقہ بھی عذاب سے بچائے گا۔ اس آیت کے آخر میں "وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ" میں ایک طرح کی وعید ہے، اس کی وضاحت کے لیے امام بخاری نے دوسری آیت کا کچھ حصہ اس لیے ذکر کیا ہے کہ زیادہ صدقہ ہو یا کم اخلاص کے بغیر برباد ہے، جس طرح اس بوڑھے صاحبِ اولاد کا باغ بڑھاپے میں آگ کے بگولے سے برباد ہو گیا اسی طرح اخلاص کے بغیر صدقہ قیامت کے دن برباد ہو جائے گا، جس دن صدقہ کرنے والے کو اس کی بے حد ضرورت ہوگی۔ (فتح الباری)

١٤١٥- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ الْحَكَمُ - هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَصْرِيُّ - حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ آيَةُ

1415۔ ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: جب صدقے کی آیت اتری تو ہم بوجھ اٹھا کر مزدوری کیا کرتے تھے، اس دوران ایک آدمی آیا اور اس نے بہت زیادہ مال کا صدقہ کیا تو (منافقوں نے) کہا: یہ ریا کار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الصَّدَقَةِ كُنَّا نُحَامِلُ، فَجَاءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِشَيْءٍ كَثِيرٍ، فَقَالُوا: مُرَائِي، وَجَاءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ، فَقَالُوا: إِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنْ صَاعِ هٰذَا، فَنَزَلَتْ: ﴿ اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ ﴾ الْآيَةَ

[التوبة : ٧٩] [انظر : ١٤١٦، ٢٢٧٣، ٤٦٦٩- أخرجه مسلم : ١٠١٨ بزيادة]

ہے اور ایک اور آدمی آیا، اس نے ایک صاع (ایک صاع کھجوروں کا) صدقہ کیا تو انھوں نے کہا: یقیناً اللہ اس کے صاع سے غنی ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ”وہ لوگ جو صدقات میں خوش دلی سے حصہ لینے والے مومنوں پر طعن کرتے ہیں اور ان پر بھی جو اپنی محنت کے سوا کچھ نہیں پاتے (سو وہ ان سے مذاق کرتے ہیں۔ اللہ نے ان سے مذاق کیا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے)۔“

فوائد: 1 صدقے کی آیت جو اتری اس سے مراد یہ آیت ہے: ﴿ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ﴾ [التوبة : ١٠٣] ”ان کے مالوں سے صدقہ لے، اس کے ساتھ تو انھیں پاک کرے گا اور انھیں صاف کرے گا اور ان کے لیے دعا کر۔“

2 اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ ...... : تفسیر القرآن الکریم میں ہے: ”اَلْمُطَّوِّعِيْنَ“ باب تفعل سے اسم فاعل ہے جو اصل میں ”مُتَطَوِّعِيْنَ“ تھا، یعنی جو لوگ فرض زکاۃ کے علاوہ مزید مال خوشی سے خرچ کرتے ہیں۔ ”جُهْدٌ“ کا معنی محنت و مشقت ہے، یعنی وہ لوگ جو مال دار نہیں مگر محنت و مشقت کر کے کمایا ہوا تھوڑا مال بھی خرچ کرتے ہیں۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر جب نبی ﷺ نے چندے کی اپیل کی تو بڑے بڑے مال دار منافقین ہاتھ سکیڑ کر بیٹھ رہے، لیکن مخلص اہلِ ایمان چندہ لانے لگے تو یہ ان پر باتیں چھانٹنے لگے۔“

فتح الباری میں ہے: ”یہ زیادہ مال خرچ کرنے والے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تھے، جیسا کہ تفسیر میں آئے گا اور وہ بہت زیادہ مال چار ہزار یا آٹھ ہزار (درہم) تھا اور بوجھ اٹھا کر ایک صاع لانے والے ابو عقیل رضی اللہ عنہ تھے، جیسا کہ تفسیر میں آئے گا۔ ان کے علاوہ صحابہ میں سے ابو خیثمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی یہ معاملہ پیش آیا۔ ابو عقیل رضی اللہ عنہ کو یہ اجرت کنویں سے رسی کے ساتھ پانی کھینچنے سے ملی تھی۔“ علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں: ”یہ طعنہ مارنے والے کم بخت منافق تھے، ان کو کسی طرح چین ہی نہ تھا۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنا آدھا مال آٹھ ہزار درہم صدقہ کر دیا تو ان کو ریاکار کہنے لگے، ابو عقیل رضی اللہ عنہ بے چارے غریب آدمی نے محنت مزدوری کی کمائی سے ایک صاع کھجور اللہ کی راہ میں دی تو اس پر ٹھٹھا مارنے لگے کہ اللہ کو اس کی کیا احتیاج تھی۔ ارے مردود! اللہ کو تو کسی چیز کی احتیاج نہیں، آٹھ ہزار کیا آٹھ کروڑ بھی ہوں تو اس کے آگے بے حقیقت ہیں، وہ تو دل کی نیت کو دیکھتا ہے۔ ایک صاع کھجور بھی بہت ہے، ایک کھجور بھی کوئی خلوص کے ساتھ حلال مال سے دے تو وہ اللہ کے نزدیک مقبول ہے۔“ (تیسیر الباری)

١٤١٦- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا أَبِي، 1416- ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ انْطَلَقَ أَحَدُنَا إِلَى السُّوقِ فَتَحَامَلَ، فَيُصِيبُ الْمُدَّ، وَ إِنَّ لِبَعْضِهِمُ الْيَوْمَ لَمِائَةَ أَلْفٍ . [راجع : ١٤١٥- أخرجه مسلم : ١٠١٨ مطولاً وباختلاف]

کہا: رسول اللہ ﷺ جب ہمیں صدقے کا حکم دیتے تو ہم میں سے کوئی بازار جاتا اور بوجھ اٹھا کر مزدوری کرتا، پھر اسے ایک مُد (نصف کلو) حاصل ہوتا اور اب ان میں سے بعض کے پاس ایک لاکھ درہم موجود ہیں۔

فائدہ: اس کی شرح پچھلی حدیث میں گزر چکی ہے۔

١٤١٧- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَعْقِلٍ، قَالَ : سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ : « اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ » [راجع : ١٤١٣- أخرجه مسلم : ١٠١٦ باختلاف]

1417۔ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”آگ سے بچو، خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ساتھ بچو۔“

١٤١٨- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ : حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : دَخَلَتِ امْرَأَةٌ مَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا تَسْأَلُ، فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِي شَيْئًا غَيْرَ تَمْرَةٍ، فَأَعْطَيْتُهَا إِيَّاهَا، فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا، وَلَمْ تَأْكُلْ مِنْهَا، ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ، فَدَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْنَا فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ : « مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هَذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ » [انظر : ٥٩٩٥- أخرجه مسلم : ٢٦٢٩]

1418۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ایک عورت (گھر) آئی، اس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں تھیں، وہ کچھ مانگنے لگی، میرے پاس سے اسے ایک کھجور کے سوا کچھ نہ ملا۔ میں نے اسے وہی دے دی، تو اس نے وہ کھجور اپنی دونوں بیٹیوں میں تقسیم کر دی اور خود اس سے کچھ نہ کھایا، پھر اٹھ کر چلی گئی۔ نبی ﷺ ہمارے پاس آئے تو میں نے آپ کو یہ بات بتائی، آپ نے فرمایا: ”جسے ان بیٹیوں کی وجہ سے آزمایا جائے وہ اس کے لیے آگ سے پردہ بن جائیں گی۔“

فوائد: 1 امام بخاری رحمہ اللہ نے باب میں دو چیزیں ذکر کی ہیں: ایک یہ کہ آگ سے بچو، خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ساتھ اور دوسری قلیل صدقہ کے ساتھ آگ سے بچو۔ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی حدیث سے کھجور کے ٹکڑے والی بات ثابت

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ہوئی۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے پاس ایک ہی کھجور تھی، انھوں نے وہ بھی صدقہ کر دی، اس سے ان کی دنیا سے بے نیازی اور زہد ظاہر ہے، پھر اس کے ساتھ ان کی کمال سخاوت بھی کہ تھوڑے سے تھوڑا جو ان کے پاس تھا وہ بھی صدقہ کر دیا، اس سے کھجور کے ٹکڑے کے ساتھ صدقے کی بات اس عورت کے عمل سے بھی صدقہ کے ساتھ آگ سے بچنے کی کوشش معلوم ہوئی۔ کھجور کے ٹکڑے کے ساتھ صدقے کی بات اس عورت کے عمل سے بھی ظاہر ہو رہی ہے جس کے بارے سن کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیٹیوں سے یہ سلوک جہنم سے حجاب بن جائے گا۔ (فتح الباری)

2 بیٹیوں کی وجہ سے بہت سی آزمائشیں پیش آ سکتی ہیں، جن میں مومن کا کام یہ ہے کہ وہ انھیں حقیر سمجھنے کی بجائے ان کو اللہ کا عطیہ سمجھ کر خوش ہو، لوگوں کی باتوں کی پروا نہ کرے، بیٹوں کو ان پر ترجیح نہ دے۔ ان کی تعلیم و تربیت میں پیش آنے والی مشکلات برداشت کرے، اگر ان کی وجہ سے معاشی مشکلات ہیں تو انھیں خندہ پیشانی سے برداشت کرے، ان کے لیے اچھے رشتے کی جستجو کرے، خاوند سے علیحدگی کی صورت میں انھیں بے چارگی کے احساس سے بچانے کی کوشش کرے۔ غرض ان کی کمزوری کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر طرح سے ان کا خیال رکھے۔ یہ عمل ان سب کے لیے آگ سے حجاب کا باعث بنے گا جو اس میں شریک ہوں، خواہ لڑکی کے ماں باپ ہوں یا بھائی بہن۔

١١۔ بَابٌ: أَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ ؟ وَ صَدَقَةُ الشَّحِيحِ الصَّحِيحِ

11۔ باب: کون سا صدقہ افضل ہے؟ اور حریص و بخل والے تندرست کا صدقہ

لِقَوْلِهِ: ﴿ وَ اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ ﴾ اَلْآيَةَ [المنافقون: ١٠]، وَ قَوْلِهِ: ﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ ﴾ اَلْآيَةَ [البقرة: ٢٥٤]

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”اور اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمھیں دیا ہے، اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آئے۔“ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمھیں دیا ہے، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی (نہ کوئی دوستی اور نہ ہی کوئی سفارش اور کافر لوگ ہی ظالم ہیں)۔“

فائدہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان آیات سے یہ نکالا ہے کہ آدمی کو صدقہ دینے میں جلدی کرنی چاہیے، ایسا نہ ہو کہ موت آن دبوچے، اس وقت کفِ افسوس ملتا رہے، اگر میں اور جیتا تو صدقہ دیتا، یہ کرتا، وہ کرتا۔ باب کا مطلب بھی قریب یہی ہے۔ (تیسیر الباری) اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اپنے عطا کردہ رزق میں سے اس سے پہلے خرچ کرنے کا حکم دیا ہے کہ قیامتِ صغریٰ یا قیامتِ کبریٰ آ جائے۔ پہلی آیت میں قیامتِ صغریٰ کا ذکر ہے جو موت ہے، کیونکہ جو مر گیا اس کی قیامت قائم ہوگئی اور وہ عالمِ آخرت میں داخل ہو گیا۔ دوسری آیت میں قیامتِ کبریٰ سے پہلے خرچ کرنے کا حکم ہے جب حساب کتاب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوگا۔ اس لیے موت سے پہلے اور حساب کتاب سے پہلے اللہ کی راہ میں جو ہو سکے خرچ کرنا چاہیے۔ (ابن عثیمین)

١٤١٩۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ، حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَيُّ الصَّدَقَةِ أَعْظَمُ أَجْرًا؟ قَالَ: «أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيحٌ شَحِيحٌ تَخْشَى الْفَقْرَ، وَتَأْمُلُ الْغِنَى، وَلَا تُمْهِلُ حَتَّى إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ، قُلْتَ: لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ» [انظر: ٢٧٤٨۔ أخرجه مسلم: ١٠٣٢]

1419۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا، اس نے کہا: یا رسول اللہ! اجر میں کون سا صدقہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”جب تو اس وقت صدقہ کرے کہ تندرست ہو، مال کی حرص رکھتا ہو، محتاجی سے ڈرتا ہو اور مال دار ہونے کی امید رکھتا ہو اور اتنی دیر نہ کرے کہ جان حلق کو پہنچے تو تو کہے: فلاں کو اتنا اور فلاں کو اتنا دے دیا حالانکہ اب تو وہ فلاں کا ہو چکا۔“

فوائد 1 ”شَحِيحٌ“ ”اَلشُّحُّ“ حرص جس کے ساتھ بخل بھی ہو۔ ”صَحِيحٌ“ سے مراد وہ شخص ہے جو کسی خوفناک مرض میں مبتلا نہ ہو اور جینے کی امید منقطع نہ ہوگئی ہو، یعنی آدمی اچھی طرح صحیح سالم، چاق اور چست ہو، مال کمانے کی خواہش ہو، نفس بخیلی کر رہا ہو، محتاجی کا اندیشہ لگا ہو، آئندہ یہ توقع ہو کہ ہم مال دار ہو جائیں گے اگر مال جوڑتے رہیں گے۔

2 وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ: یعنی اب تیرا مال کہاں رہا؟ کوئی دم کا تو مہمان ہے، جو کچھ تیرا مال و متاع ہے وہ گویا دوسروں کا ہو گیا۔ (تیسیر الباری)

بَابٌ

باب (بلا عنوان)

فائدہ یہ باب پچھلے باب ہی سے تعلق رکھتا ہے، اس میں ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اُم المومنین زینب رضی اللہ عنہا کو آپ کے ساتھ سب سے پہلے ملاقات کا شرف ان کے صدقہ کی مبارک عادت کی برکت سے حاصل ہوا، جو وہ اپنی صحت و قوت کے زمانے میں ہمیشہ کرتی رہتی تھیں۔

١٤٢٠۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ فِرَاسٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ بَعْضَ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ

1420۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کی کچھ بیویوں نے نبی ﷺ سے کہا: ہم میں سے سب سے جلدی آپ کو ملنے والی کون ہو گی؟ آپ نے فرمایا: ”وہ جس کا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ﷺ قُلْنَ لِلنَّبِيِّ ﷺ : أَيُّنَا أَسْرَعُ بِكَ لُحُوقًا ؟ قَالَ : « أَطْوَلُكُنَّ يَدًا » فَأَخَذُوا قَصَبَةً يَذْرَعُونَهَا، فَكَانَتْ سَوْدَةُ أَطْوَلَهُنَّ يَدًا، فَعَلِمْنَا بَعْدُ أَنَّمَا كَانَتْ طُولَ يَدِهَا الصَّدَقَةُ، وَكَانَتْ أَسْرَعَنَا لُحُوقًا بِهِ، وَكَانَتْ تُحِبُّ الصَّدَقَةَ . [أخرجه مسلم : ٢٤٥٢ مختصرًا]

ہاتھ تم میں سے سب سے زیادہ لمبا ہے۔'' وہ ایک سرکنڈا لے کر ہاتھوں کو ناپنے لگیں، تو سودہ ؓ کا ہاتھ ان میں سے سب سے لمبا تھا، پھر ہمیں بعد میں معلوم ہوا کہ اس کا ہاتھ لمبا ہونے کا مطلب صدقہ کرنا تھا اور وہ ہم سب سے جلدی آپ کو ملنے والی تھی اور وہ صدقے سے محبت رکھتی تھی۔

فوائد 1 بہت سے شارحین نے اس حدیث کو امام بخاری کا وہم قرار دیا ہے، اس لیے کہ اس بات پر تقریباً اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سب سے پہلے ام المومنین زینب ؓ کی وفات ہوئی، جب کہ ان شارحین کے کہنے کے مطابق اس حدیث میں ہے کہ سودہ ؓ پہلے فوت ہوئیں۔ مگر ان شارحین کی بات درست نہیں، کیونکہ اگر حدیث کے الفاظ پر غور کیا جائے تو اس میں یہ ذکر ہی نہیں کہ سودہ ؓ سب سے پہلے فوت ہوئیں۔ ہاں ! یہ ضرور ہے کہ اس میں پہلے فوت ہونے والی ام المومنین کا نام ذکر نہیں کیا گیا۔ آپ دیکھیں اس حدیث میں ہے کہ آپ کی بیویوں نے سرکنڈے کے ساتھ ہاتھوں کو ناپا تو سودہ ؓ کا ہاتھ سب سے لمبا نکلا۔ ام المومنین عائشہ ؓ کہتی ہیں: پھر ہمیں بعد میں معلوم ہوا کہ اس کا ہاتھ لمبا ہونے کا مطلب صدقہ کرنا تھا۔ اگر ان شارحین کے کہنے کے مطابق اس حدیث میں یہ بیان ہوا ہے کہ سب سے پہلے سودہ ؓ فوت ہوئیں تو ان کے ہاتھ کا لمبا ہونا تو سرکنڈے کے ساتھ ناپنے سے پہلے ہی معلوم ہو چکا تھا، پھر بعد میں یہ معلوم ہونے کا کیا مطلب کہ ہاتھ لمبا ہونے سے مراد ان کا صدقہ تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کی وفات کے بعد سب سے پہلے سودہ ؓ کی بجائے کوئی اور بیوی فوت ہوئی۔ امہات المومنین نے اس کے فوت ہونے پر غور کیا کہ لمبا ہاتھ تو سودہ ؓ کا تھا، یہ کیسے پہلے فوت ہو گئیں؟ تو معلوم ہوا کہ ہاتھ لمبا ہونے سے مراد صدقہ تھا اور سودہ ؓ کی بجائے پہلے فوت ہونے والی وہ بیوی صدقہ بہت کرتی تھی اور اسے صدقے کا بہت شوق تھا۔ اس حدیث میں ان کی شہرت کی وجہ سے اختصار کی خاطر ان کا نام حذف کر دیا گیا۔ دوسری کئی احادیث سے معلوم ہوا کہ وہ زینب ؓ تھیں، وہ چمڑا رنگنے کا ہنر جانتی تھیں اور کمائی کر کے صدقہ بہت کرتی تھیں۔ یہ امام بخاری کی کمال امانت و احتیاط ہے کہ انھوں نے اس بیوی کا نام ذکر نہیں کیا، بلکہ جن الفاظ میں حدیث انھیں پہنچی تھی انھوں نے درج کر دی، کیونکہ خود حدیث میں واضح اشارہ موجود ہے کہ پہلے فوت ہونے والی سودہ ؓ نہیں تھی، اس لیے کسی اشتباہ کا خطرہ بھی نہیں تھا۔ اب اگر یہ بات کسی کی سمجھ میں نہ آئے اور وہ اسے بخاری کا وہم یا ان کی خطا قرار دے تو اس میں بخاری کا کیا قصور ہے؟ مستدرک حاکم کی ''کتاب المناقب (٦٧٧٦)'' میں عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں سے فرمایا: « أَسْرَعُكُنَّ لُحُوقًا بِيْ أَطْوَلُكُنَّ يَدًا »، قَالَتْ عَائِشَةُ : فَكُنَّا إِذَا اجْتَمَعْنَا فِيْ بَيْتِ إِحْدَانَا بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَمُدُّ أَيْدِيَنَا فِي الْجِدَارِ نَتَطَاوَلُ، فَلَمْ نَزَلْ نَفْعَلُ ذٰلِكَ حَتّٰى تُوُفِّيَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ وَكَانَتِ امْرَأَةً قَصِيْرَةً وَلَمْ تَكُنْ أَطْوَلَنَا، فَعَرَفْنَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حِينَئِذٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا أَرَادَ بِطُوْلِ الْيَدِ الصَّدَقَةَ قَالَ: وَكَانَتْ زَيْنَبُ امْرَأَةً صَنَّاعَةَ الْيَدِ، فَكَانَتْ تَدْبُغُ وَتَخْرُزُ وَتَصَدَّقُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ » ”تم میں سے مجھ سے سب سے جلدی ملنے والی وہ ہے جس کا ہاتھ تم میں سے سب سے لمبا ہے۔“ تو رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد جب ہم کسی ایک کے گھر جمع ہوتیں تو دیوار پر ہاتھ رکھ کر ایک دوسری کے ہاتھ کی لمبائی کا مقابلہ کرتیں، ہم ایسے کرتی ہی رہیں یہاں تک کہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا فوت ہو گئیں، ان کا قد چھوٹا تھا اور وہ ہم میں سب سے لمبی نہ تھیں، تو اس وقت ہمیں معلوم ہوا کہ ہاتھ لمبا ہونے سے نبی ﷺ کی مراد صدقہ تھی اور زینب رضی اللہ عنہا دستی کاموں میں مہارت رکھتی تھیں۔ چنانچہ وہ چمڑا رنگ لیتیں، اسے سی لیتیں اور اللہ عزوجل کے راستے میں صدقہ کرتی تھیں۔“ حاکم نے کہا: یہ حدیث مسلم کی شرط پر ہے۔

2 اس حدیث میں نبی ﷺ کی نبوت کی دلیل بھی ہے کہ آپ نے وحی کے ذریعے پہلے ہی بتا دیا کہ آپ کے بعد سب سے پہلے آپ کی کون سی بیوی فوت ہو گی۔

3 یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض اوقات لفظ کا ظاہر معنی مراد نہیں ہوتا، جیسا کہ یہاں ہاتھ لمبے ہونے سے مراد پیدائش میں لمبا ہونا نہیں تھا، بلکہ صدقہ کثرت سے کرنا مراد تھا۔

۱۲۔ بَابُ صَدَقَةِ الْعَلَانِيَةِ

12۔ باب: لوگوں کے سامنے صدقہ کرنا

قَوْلُهُ: ﴿ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ [البقرة: ٢٧٤]

اللہ کا فرمان: ”وہ لوگ جو اپنے اموال رات اور دن چھپے اور کھلے خرچ کرتے ہیں ان کے لیے ان کا اجر ان کے رب کے ہاں ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔“

فائدہ اس باب میں امام صاحب نے آیت ہی پر اکتفا کیا ہے۔ بعض شارحین نے کہا: معلوم ہوتا ہے کہ بخاری کو اپنی شرط پر علانیہ صدقے کی کوئی حدیث نہیں ملی، مگر یہ بات درست نہیں۔ دراصل بعض اوقات وہ تربیت اور ذہن تیز کرنے کے لیے حدیث ذکر نہیں کرتے، تاکہ قارئین خود غور کریں کہ یہاں کون سی حدیث ذکر ہونی چاہیے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ بخاری نقیہ گر ہیں، یعنی وہ صرف فقیہ نہیں ہیں، بلکہ فقیہ بنا دینے والے ہیں۔ سو وہ تمام احادیث یہاں ذکر ہو سکتی ہیں جن میں صحابہ کرام نے علانیہ صدقہ کیا، جیسا کہ تبوک کے موقع پر عبدالرحمٰن بن عوف اور ابوعقیل رضی اللہ عنہما نے علانیہ صدقہ کیا، ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما علانیہ گھر کا پورا یا آدھا اثاثہ اٹھا لائے، عثمان رضی اللہ عنہ نے علانیہ اتنا صدقہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”عثمان آج کے بعد کوئی عمل نہ کرے تو اسے کچھ نقصان نہیں۔“ اس کے علاوہ ایک عید کے موقع پر بلال رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر آپ نے خواتین کو صدقے کا حکم دیا تو انھوں نے سب کے سامنے اپنے زیور بلال رضی اللہ عنہ کی جھولی میں ڈال دیے۔ ان کے علاوہ وہ تمام واقعات یہاں ذکر ہو سکتے ہیں جن میں آپ ﷺ نے صدقے کی ترغیب دی اور صحابہ نے سب کے سامنے صدقہ کیا۔ اس سے معلوم

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ہوا کہ اگر نیت خالص ہو اور دوسروں کو ترغیب مقصود ہو تو علانیہ صدقہ جائز ہے، اگرچہ سری صدقہ افضل ہے، کیونکہ اس میں ریا کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ [البقرة : ٢٧١] ''اگر تم صدقات کو ظاہر کرو تو یہ اچھی بات ہے اور اگر تم انھیں چھپاؤ اور انھیں فقراء کو دے دو تو وہ تمھارے لیے زیادہ اچھا ہے۔'' بعض اہلِ علم نے کہا: فرض صدقہ علانیہ افضل ہے اور نفل خفیہ، مگر یہ قاعدہ کلیہ نہیں۔ بعض اوقات بعض حیثیتوں سے علانیہ صدقہ خفیہ سے افضل بن جاتا ہے، جب وہ دوسروں کے لیے ترغیب کا باعث بن جائے۔

١٣- بَابُ صَدَقَةِ السِّرِّ

13- باب: چھپا کر صدقہ کرنا

وَقَالَ أَبُوهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: «وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا، حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا صَنَعَتْ يَمِينُهُ» وَ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ [البقرة : ٢٧١]

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے بیان کیا: ''اور ایک وہ آدمی جس نے کوئی صدقہ کیا اور اسے اتنا چھپایا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو معلوم نہیں کہ اس کے دائیں نے کیا کیا۔'' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''(اگر تم صدقات کو ظاہر کرو تو یہ اچھی بات ہے) اور اگر تم انھیں چھپاؤ اور انھیں فقراء کو دے دو تو وہ تمھارے لیے زیادہ اچھا ہے۔''

فائدہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پوری باسند (۱۴۲۳) میں آ رہی ہے۔ چھپا کر صدقہ کرنا افضل ہونے کی دو وجہیں ہیں: ایک یہ کہ اس میں ریا کا دخل نہیں ہو سکتا اور دوسری یہ کہ جس پر صدقہ ہو رہا ہے اس کے لیے پردے کا باعث ہے، کیونکہ علانیہ صدقہ لینے میں وہ حیا محسوس کرے گا۔ (ابن عثیمین)

١٤- بَابٌ: إِذَا تَصَدَّقَ عَلَى غَنِيٍّ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ

14- باب: جب کسی غنی کو صدقہ دے دے اور اسے معلوم نہ ہو (کہ وہ غنی ہے)

١٤٢١- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: « قَالَ رَجُلٌ: لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ، فَوَضَعَهَا فِي يَدِ سَارِقٍ، فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ: تُصُدِّقَ عَلَى سَارِقٍ، فَقَالَ: اَللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، لَأَتَصَدَّقَنَّ

1421- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک آدمی نے کہا: میں ضرور کچھ صدقہ کروں گا۔ وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور اسے ایک چور کے ہاتھ میں دے آیا۔ صبح ہوئی تو لوگ باتیں کرنے لگے کہ آج رات ایک چور کو صدقہ دے دیا گیا۔ تو اس نے کہا: اے اللہ! سب تعریف تیرے ہی لیے ہے، میں ضرور کچھ اور صدقہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدَيْ زَانِيَةٍ، فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ : تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلَى زَانِيَةٍ، فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، عَلَى زَانِيَةٍ ! لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ، فَوَضَعَهَا فِي يَدَيْ غَنِيٍّ، فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ : تُصُدِّقَ عَلَى غَنِيٍّ، فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، عَلَى سَارِقٍ وَعَلَى زَانِيَةٍ وَعَلَى غَنِيٍّ ! فَأُتِيَ فَقِيلَ لَهُ : أَمَّا صَدَقَتُكَ عَلَى سَارِقٍ فَلَعَلَّهُ أَنْ يَسْتَعِفَّ عَنْ سَرِقَتِهِ، وَأَمَّا الزَّانِيَةُ فَلَعَلَّهَا أَنْ تَسْتَعِفَّ عَنْ زِنَاهَا، وَأَمَّا الْغَنِيُّ فَلَعَلَّهُ يَعْتَبِرُ فَيُنْفِقُ مِمَّا أَعْطَاهُ اللّٰهُ » [أخرجه مسلم : ١٠٢٢]

کروں گا، پھر وہ صدقہ لے کر نکلا تو اسے ایک زانیہ کے ہاتھ میں دے آیا۔ صبح ہوئی تو لوگ باتیں کرنے لگے کہ آج رات ایک زانیہ کو صدقہ دیا گیا ہے۔ اس نے کہا: اے اللہ! سب تعریف تیرے ہی لیے ہے، ایک زانیہ کو صدقہ دے بیٹھا! میں ضرور کچھ اور صدقہ کروں گا۔ تو وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور اسے ایک مال دار کے ہاتھ میں دے آیا۔ صبح ہوئی تو لوگ باتیں کرنے لگے کہ ایک مال دار کو صدقہ دے دیا گیا ہے۔ اس نے کہا: اے اللہ! سب تعریف تیرے ہی لیے ہے، ایک چور پر اور ایک زانیہ پر اور ایک مال دار شخص پر (صدقہ ہو گیا)۔ تو اس کے پاس ایک آنے والا آیا، اس نے کہا: جو صدقہ تم نے چور کو دیا تو ہو سکتا ہے وہ چوری سے بچ جائے اور جو زانیہ ہے تو ہو سکتا ہے وہ زنا سے بچ جائے اور جو مال دار ہے تو ہو سکتا ہے وہ عبرت حاصل کرے اور اللہ نے اسے جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کر دے۔“

فوائد 1 لَأَتَصَدَّقَنَّ : یہ صیغہ قسم کا مفہوم رکھتا ہے، گویا اس نے صدقہ کرنے کی نذر مانی۔ (فتح الباری)

2 صحیح مسلم (۱۰۲۲) کی اس حدیث میں ہے: « لَأَتَصَدَّقَنَّ اللَّيْلَةَ » ”یعنی آج رات میں ضرور کچھ صدقہ کروں گا۔“ اسی طرح اس میں ہے: « تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلَى زَانِيَةٍ » ”آج رات ایک زانیہ کو صدق دیا گیا ہے۔“ رات کو صدقہ کرنے کا مقصد صدقے کا زیادہ سے زیادہ اخفا تھا۔

3 اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ : لوگوں کے تعجب پر اس نے ” سُبْحَانَ اللّٰهِ “ کی جگہ ” اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ “ کہا، یعنی سب تعریف تیرے ہی لیے ہے، میرا یا کسی اور کا حمد میں کوئی حصہ نہیں، جیسا تجھے منظور تھا ویسا ہی ہوا۔ تیری کچھ حکمت اسی میں تھی کہ میرا صدقہ چور کو دلوا دیا۔ میں تیرے فیصلے پر راضی ہوں اور تیری حمد کرتا ہوں، کیونکہ تیرے ہر فیصلے میں خیر ہے۔

4 اس کے پاس ایک آنے والا آیا: طبرانی نے مسند شامیین (۳۳۱۵) میں ” أَخْبَرَنِيْ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ “ والی اسی سند کے ساتھ یہ الفاظ نقل کیے ہیں: « فَسَاءَهُ ذٰلِكَ فَأَتَى فِيْ مَنَامِهِ » ”اسے اس سے ناگواری ہوئی تو خواب میں اس کے پاس آنے والا آیا۔“ اس سے معلوم ہوا کہ آنے والے کے متعلق ان احتمالات کی ضرورت نہیں کہ ہو سکتا ہے اس کے پاس بیداری میں کوئی فرشتہ آیا ہو، یا اس زمانے کے نبی نے اسے بتایا ہو، یا کسی عالم نے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

فتویٰ دیا ہو، بلکہ کوئی آنے والا خواب میں اس کے پاس آیا۔ (فتح الباری)

5 طبرانی کی روایت (مسند الشامیین: ۳۳۱۵) میں ہے: « إِنَّ اللّٰهَ قَدْ قَبِلَ صَدَقَتَكَ » ''اللہ نے تیرا صدقہ قبول کر لیا ہے۔'' (فتح الباری)

6 امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں صرف غنی پر لاعلمی میں صدقہ کرنے کا ذکر کیا ہے، چور اور زانیہ کا ذکر نہیں کیا۔ اہل علم نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ غنی پر صدقہ جائز نہیں، مرفوع حدیث ہے: « لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ » [أبو داود: ١٦٣٤] ''مال دار کے لیے صدقہ لینا حلال نہیں۔'' چور یا زانیہ اگر فقیر ہوں تو ان پر صدقہ جائز ہے۔ اس صدقہ کرنے والے کو ان تینوں پر صدقہ سے جو ناگواری ہوئی تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ انھی ضرورت مندوں کو صدقے کا حق دار سمجھتے تھے جو اچھے اور نیک ہوں، بدکرداروں کو صدقے کا حق دار نہیں سمجھتے تھے، اسی لیے انھوں نے ان تینوں کو صدقہ ملنے پر تعجب کیا۔

7 اس حدیث سے خفیہ صدقے کی فضیلت اور برکت ظاہر ہے کہ غیر مستحقین کو ملنے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اخلاص کی بدولت اسے قبول فرما لیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر آدمی کی کوشش کے باوجود غیر مستحق کو صدقہ مل جائے تو اس کی طرف سے قبول ہے، اسے دوبارہ صدقہ کرنا ضروری نہیں، خواہ فرض صدقہ ہو یا نفل، کیونکہ اس حدیث میں مطلق صدقے کا ذکر ہے، فرض یا نفل کی صراحت نہیں۔

8 آدمی کی مرضی کے خلاف کوئی کام واقع ہو جائے تو اس پر تنگ دل نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اللہ کی تقدیر سمجھ کر اس پر تسلیم و رضا کا اظہار کرتے ہوئے یہ کہنا چاہیے: « اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ » ''اے اللہ! سب تعریف تیرے ہی لیے ہے۔''

١٥- بَابٌ : إِذَا تَصَدَّقَ عَلَى ابْنِهِ وَهُوَ لَا يَشْعُرُ

15- باب: جب اپنے بیٹے کو صدقہ دے دے اور اسے (اس کا) شعور نہ ہو

١٤٢٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، حَدَّثَنَا أَبُو الْجُوَيْرِيَةِ، أَنَّ مَعْنَ بْنَ يَزِيدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ، قَالَ : بَايَعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَنَا وَأَبِي وَجَدِّي، وَخَطَبَ عَلَيَّ ، فَأَنْكَحَنِي وَخَاصَمْتُ إِلَيْهِ، كَانَ أَبِي يَزِيدُ أَخْرَجَ دَنَانِيرَ يَتَصَدَّقُ بِهَا، فَوَضَعَهَا عِنْدَ رَجُلٍ فِي الْمَسْجِدِ، فَجِئْتُ فَأَخَذْتُهَا، فَأَتَيْتُهُ بِهَا فَقَالَ : وَاللّٰهِ ! مَا إِيَّاكَ

1422- معن بن یزید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے، میرے باپ اور میرے دادا (اخنس بن حبیب سلمی رضی اللہ عنہ) نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی اور آپ نے میرے لیے نکاح کا پیغام بھیجا، پھر میرا نکاح کیا اور میں آپ کے پاس ایک مقدمہ لے کر گیا جو یہ تھا کہ میرے باپ یزید (رضی اللہ عنہ) نے کچھ دینار صدقے کے لیے نکالے اور (تقسیم کے لیے) مسجد میں ایک آدمی کے پاس رکھ دیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

أَرَدْتُ، فَخَاصَمْتُهُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: «لَكَ مَا نَوَيْتَ يَا يَزِيدُ! وَلَكَ مَا أَخَذْتَ يَا مَعْنُ!»

میں آیا اور وہ دینار لے لیے اور انھیں لے کر باپ کے پاس آ گیا، اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے تمھارا ارادہ نہیں کیا تھا۔ تو میں نے اپنے باپ کو ساتھ لیا اور یہ جھگڑا رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آیا، آپ نے فرمایا: ''یزید! تمھیں وہ مل گیا جو تم نے نیت کی اور معن! وہ تمھارا ہو گیا جو تم نے لے لیا۔''

فوائد: 1 باب کے ساتھ حدیث کی مطابقت یہ ہے کہ یزید رضی اللہ عنہ نے کسی آدمی کو اپنا صدقہ تقسیم کرنے کے لیے دیا اور اس پر کوئی پابندی نہیں لگائی کہ فلاں کو دو اور فلاں کو نہ دو، اس لیے وہ صدقہ اس کے بیٹے کو مل گیا۔ یہاں ایک سوال ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے پچھلے باب میں کہا ہے: " إِذَا تَصَدَّقَ عَلَى غَنِيٍّ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ " اور اس باب میں کہا: " إِذَا تَصَدَّقَ عَلَى ابْنِهِ وَهُوَ لَا يَشْعُرُ " تو علم اور شعور میں یہاں کیا فرق ہے؟ حافظ رحمہ اللہ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ پہلی حدیث میں صدقہ کرنے والے نے کسی حاجت مند کو دینے کے لیے اپنی کوشش پوری کی، مگر اس میں خطا ہو گئی، اس لیے کہا کہ اسے علم نہیں ہوا اور دوسری حدیث میں صدقہ کرنے والے نے خود کوشش ہی نہیں کی کہ کسی مستحق کو دے، بلکہ یہ کام کسی اور کے سپرد کر دیا، جس نے اس کے بیٹے کو دے دیا، اس لیے کہا کہ اسے شعور ہی نہیں تھا کہ میرا صدقہ کسے مل رہا ہے۔

2 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آدمی اپنا صدقہ تقسیم کرنے کے لیے کسی دوسرے کے سپرد کر سکتا ہے، کیونکہ اس میں بھی ایک طرح کا چھپاؤ پایا جاتا ہے۔

3 آدمی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو خوشی کے اظہار کے لیے بیان کر سکتا ہے، جیسے معن بن یزید رضی اللہ عنہما نے اپنے، والد کے اور دادا کے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کا اور اپنی دوسری باتوں کا ذکر کیا۔

4 آدمی والد سے اپنا حق حاصل کرنے کے لیے عدالت میں جا سکتا ہے، صرف اتنی بات سے وہ اپنے والدین کا عاق نہیں بنتا۔

5 صدقہ کرنے والے کو اس کی نیت کا اجر مل جائے گا، خواہ مستحق کو ملے یا غیر مستحق کو۔

١٦ - بَابُ الصَّدَقَةِ بِالْيَمِينِ

16۔ باب: دائیں ہاتھ کے ساتھ صدقہ کرنا

١٤٢٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ،

1423۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''سات آدمی ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ اپنے سائے میں سایہ دے گا جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہو گا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ تَعَالَى فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: إِمَامٌ عَدْلٌ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللّٰهِ، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ، اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ: إِنِّي أَخَافُ اللّٰهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ، وَ رَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا، فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ» [راجع: ٦٦٠- أخرجه مسلم: ١٠٣١ بقلب لفظ الشمال]

عادل حکمران اور وہ جوان جو اللہ کی عبادت میں پلا بڑھا اور وہ آدمی جس کا دل مسجدوں میں لٹکا ہوا ہے اور وہ دو آدمی جنھوں نے اللہ کی خاطر آپس میں محبت کی، اسی پر اکٹھے ہوئے اور اسی پر جدا ہوئے اور وہ آدمی جسے کسی مرتبے والی خوبصورت عورت نے (گناہ کی) دعوت دی تو اس نے کہا: میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں اور وہ آدمی جس نے کوئی صدقہ کیا اور اسے چھپایا، یہاں تک کہ اس کا بایاں ہاتھ نہیں جانتا کہ اس کا دایاں کیا خرچ کر رہا ہے اور وہ آدمی جس نے اکیلے میں اللہ کو یاد کیا تو اس کی آنکھیں بہ پڑیں۔"

فائدہ اس حدیث کے اکثر فوائد حدیث (٦٦٠) میں ملاحظہ کریں۔ وہ آدمی جس نے کوئی صدقہ کیا اور اسے اتنا چھپایا کہ بائیں کو معلوم نہیں کہ دایاں کیا خرچ کر رہا ہے، اس سے مراد حد سے زیادہ چھپانا ہے، اسے مبالغہ کہا جاتا ہے۔ وحید الزمان رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "یعنی ایسے پوشیدہ طور سے خیرات دینا افضل ہے کہ اگر بائیں ہاتھ کو ایک عقل والا شخص فرض کیا جائے تو بھی اس کو خبر نہ ہو۔ بعض بزرگانِ دین اس طرح کرتے کہ فقیر اور محتاج سے ایک روپیہ کی چیز دس روپیہ کو خریدا کرتے، تاکہ اس کو فائدہ ہو اور ظاہر میں کوئی احسان معلوم نہ ہو۔" (تیسیر الباری) بعض نے یہ توجیہ کی ہے کہ وہ دائیں ہاتھ سے خرچ کرتا ہے تو اس کے بائیں طرف بیٹھنے والوں کو علم نہیں ہوتا کہ وہ کیا خرچ کر رہا ہے، مگر پہلی بات زیادہ قوی ہے۔ یہاں اس باب سے مراد یہ ہے کہ آدمی کو خود اپنے دائیں ہاتھ سے خرچ کرنا چاہیے، کیونکہ کسی دوسرے کے ذریعے خرچ کرنے کی بہ نسبت اس میں چھپاؤ زیادہ ہے۔ دلیل اس کی اس کے بعد والا باب ہے کہ جو شخص اپنے خادم کو صدقے کے لیے کہے، خود نہ پکڑائے۔ دائیں ہاتھ کا ذکر اس لیے کیا کہ مسلمانوں میں اچھے کام دائیں ہاتھ سے کرنا معروف ہے۔ (فتح الباری)

١٤٢٤- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مَعْبَدُ بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ حَارِثَةَ ابْنَ وَهْبٍ الْخُزَاعِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «تَصَدَّقُوا، فَسَيَأْتِي عَلَيْكُمْ زَمَانٌ يَمْشِي الرَّجُلُ بِصَدَقَتِهِ، فَيَقُولُ الرَّجُلُ: لَوْ جِئْتَ بِهَا بِالْأَمْسِ لَقَبِلْتُهَا مِنْكَ، فَأَمَّا الْيَوْمَ فَلَا

1424- حارثہ بن وہب خزاعی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "صدقہ کرو، کیونکہ تم پر ایک زمانہ آئے گا کہ آدمی اپنا صدقہ لے کر چلے گا تو (دوسرا) آدمی اس سے کہے گا: اگر تم یہ صدقہ کل لاتے تو میں اسے تم سے ضرور لے لیتا، مگر آج مجھے اس کی ضرورت نہیں۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حَاجَةٌ لِي فِيهَا ﴾ [راجع : ١٤١١ـ أخرجه مسلم : ١٠١١]

فائدہ: یہ حدیث مع فوائد (۱۴۱۱) میں گزر چکی ہے۔ باب کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت یہ ہے کہ وہ آدمی اپنا صدقہ کسی دوسرے کے ذریعے تقسیم کرنے کی بجائے خود لے کر نکلے گا اور وہ جسے دینا چاہے گا وہ اسے وہ جواب دے گا جو حدیث میں مذکور ہے۔ اس سے اپنے دائیں ہاتھ کے ساتھ دینا ثابت ہوا، کیونکہ دائیں ہاتھ کے ساتھ دینا مسلمانوں کے ہاں معروف ہے۔

١٧ـ بَابُ مَنْ أَمَرَ خَادِمَهُ بِالصَّدَقَةِ وَلَمْ يُنَاوِلْ بِنَفْسِهِ

17۔ باب: جو شخص اپنے خادم کو صدقے کا حکم دے اور خود نہ پکڑائے

وَقَالَ أَبُو مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : هُوَ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقِينَ .

اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے بیان کیا: ''وہ صدقہ کرنے والے دو میں سے ایک ہے۔''

فائدہ: یہ حدیث چھ ابواب کے بعد (۱۴۳۸) با سند آ رہی ہے۔ ''وہ صدقہ کرنے والے دو میں سے ایک ہے'' میں ایسے ہی مبالغہ ہے جیسے ''اَلْقَلَمُ أَحَدُ اللِّسَانَيْنِ'' (قلم دو زبانوں میں سے ایک ہے) میں ہے، یعنی صدقے کا حکم دینے والا اور اس کی تعمیل کرنے والا خادم دونوں صدقے اور اس کے اجر میں شریک ہیں، اگرچہ اجر کی مقدار مختلف ہو۔ باب کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ صدقہ خود پکڑانے کی فضیلت بہت ہے، مگر کسی کے ذریعے سے دینے کی بھی اجازت ہے اور اس میں بھی ایک طرح کا چھپاؤ پایا جاتا ہے، کیونکہ جسے صدقہ دیا جائے اسے معلوم نہیں ہوتا کہ اصل صدقہ کس کا ہے۔

١٤٢٥ـ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ، كَانَ لَهَا أَجْرُهَا بِمَا أَنْفَقَتْ، وَلِزَوْجِهَا أَجْرُهُ بِمَا كَسَبَ، وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَلِكَ، لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ أَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا» [انظر : ١٤٣٧، ١٤٣٩، ١٤٤٠، ١٤٤١، ٢٠٦٥ـ أخرجه مسلم : ١٠٢٤]

1425۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب عورت اپنے گھر کے کھانے میں سے کچھ خرچ کرے، بشرطیکہ بگاڑنے والی نہ ہو، تو اسے اس کا اجر ملے گا اس کے بدلے میں جو اس نے خرچ کیا اور اس کے خاوند کو اس کا اجر ملے گا اس کے بدلے میں جو اس نے کمایا اور خزانچی کو بھی اتنا ہی اجر ملے گا، ان میں سے کوئی دوسرے کا اجر کم نہیں کرے گا۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

فائدہ: یعنی بے کار مال تباہ کرنے کی نیت نہ ہو تو اس کو بھی ثواب ملے گا۔ قسطلانی نے کہا: خادم کے لفظ میں بی بی بھی آ گئی، بعضوں نے خدمت گار اور بی بی میں فرق کیا ہے کہ بی بی خاوند کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں سے خیرات کر سکتی ہے، لیکن خدمت گار ایسا نہیں کر سکتا۔ اکثر علماء کے نزدیک بی بی کو بھی اس وقت تک خاوند کے مال سے خیرات جائز نہیں جب تک اجمالاً یا تفصیلاً اس نے اجازت نہ دی ہو اور یہی مختار ہے۔ امام بخاری کے نزدیک یہ عرف اور دستور پر موقوف ہے۔ یعنی بی بی پکا ہوا کھانا وغیرہ ایسی تھوڑی چیزیں جن کے دینے سے کوئی ناراض نہیں ہوتا، خیرات کر سکتی ہے گو خاوند کی اجازت نہ ملے، مگر نقد اور بیش قیمت اشیاء بغیر خاوند کی اجازت کے خرچ نہیں کر سکتی، البتہ اپنے مال میں اس کو اختیار ہے۔ (تیسیر الباری)

١٨- بَابٌ: لَا صَدَقَةَ إِلَّا عَنْ ظَهْرِ غِنًى

وَمَنْ تَصَدَّقَ وَهُوَ مُحْتَاجٌ أَوْ أَهْلُهُ مُحْتَاجٌ أَوْ عَلَيْهِ دَيْنٌ، فَالدَّيْنُ أَحَقُّ أَنْ يُقْضَى مِنَ الصَّدَقَةِ وَالْعِتْقِ وَالْهِبَةِ، وَهُوَ رَدٌّ عَلَيْهِ، لَيْسَ لَهُ أَنْ يُتْلِفَ أَمْوَالَ النَّاسِ. قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيدُ إِتْلَافَهَا، أَتْلَفَهُ اللَّهُ» [انظر: ٢٣٨٧] إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَعْرُوفًا بِالصَّبْرِ فَيُؤْثِرَ عَلَى نَفْسِهِ وَلَوْ كَانَ بِهِ خَصَاصَةٌ، كَفِعْلِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، حِينَ تَصَدَّقَ بِمَالِهِ، وَكَذَلِكَ آثَرَ الْأَنْصَارُ الْمُهَاجِرِينَ، وَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ إِضَاعَةِ الْمَالِ فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يُضَيِّعَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِعِلَّةِ الصَّدَقَةِ. [راجع: ٨٤٤]

18- باب: کوئی صدقہ درست نہیں مگر جس کے بعد آدمی غنی رہے

اور جو شخص صدقہ کرے جب کہ وہ خود محتاج ہو یا اس کے گھر والے محتاج ہوں یا اس پر قرض ہو تو قرض ادا کرنا صدقہ اور غلام آزاد کرنے اور ہبہ سے زیادہ حق رکھتا ہے اور اس کا صدقہ اسے واپس کیا جائے گا۔ اسے یہ حق نہیں کہ لوگوں کے اموال برباد کرے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "جو شخص لوگوں کے اموال اس ارادے سے لے کہ انھیں تلف کرے اللہ تعالیٰ اسے تلف کرے گا۔" الا یہ کہ وہ صبر کرنے میں مشہور ہو اور دوسروں کو اپنے آپ پر ترجیح دیتا ہو، خواہ اسے سخت حاجت ہو، جیسا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا عمل ہے کہ انھوں نے اپنا سارا مال صدقہ کر دیا۔ اسی طرح انصار نے مہاجرین کو اپنے آپ پر ترجیح دی۔ اور نبی ﷺ نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے، اس لیے کسی کے لیے جائز نہیں کہ لوگوں کے اموال صدقے کے بہانے سے ضائع کرے۔

وَقَالَ كَعْبٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَالِي صَدَقَةً إِلَى اللَّهِ وَإِلَى رَسُولِهِ ﷺ، قَالَ: «أَمْسِكْ عَلَيْكَ

اور کعب (بن مالک) رضی اللہ عنہ نے (جو جنگ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے) کہا کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری توبہ کا ایک حصہ یہ ہے کہ میں اپنا سارا مال اللہ اور اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَعْضَ مَالِكَ، فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ » قُلْتُ : فَإِنِّي أُمْسِكُ سَهْمِي الَّذِي بِخَيْبَرَ . [انظر : ۲۷۵۷]

کے رسول کے پاس صدقہ کرتے ہوئے اس سے دست بردار ہوتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''اپنا کچھ مال اپنے پاس رکھو کہ یہ تمھارے لیے بہتر ہے۔'' میں نے کہا: پھر میں اپنا وہ حصہ رکھ لیتا ہوں جو خیبر میں ہے۔

فوائد: 1 باب کا مطلب یہ ہے کہ صدقہ وہی درست ہے جس کے بعد آدمی غنی رہے۔ ایسا نہ ہو کہ جو کچھ اس کے پاس ہے وہ صدقہ کر دے، پھر محتاج ہو کر دوسروں سے سوال کرے یا ناقابلِ برداشت محتاجی کی تکلیف اٹھائے۔ اب ایک شخص صدقہ کرتا ہے جب کہ وہ خود محتاج ہے اور بھوکا ہے یا اس کے گھر والے محتاج ہیں یا اس کے ذمے قرض ہے تو وہ قرض ادا کرنے اور اپنی یا اپنے گھر والوں کی ضرورت پوری کرنے کی بجائے اپنا سارا مال صدقہ کر دیتا ہے، یا ہبہ کر دیتا ہے، یا وہ غلام جو اس کا کل سرمایہ ہے اسے آزاد کر دیتا ہے تو اس کا یہ عمل درست نہیں، کیونکہ ایسے صدقے، ہبے اور غلام آزاد کرنے سے قرض ادا کرنا زیادہ ضروری ہے۔ اسی طرح دوسروں پر صدقہ کرنے کی بجائے اپنے اور اپنے بیوی بچوں کے کھانے اور بنیادی ضروریات کا اہتمام زیادہ ضروری ہے۔ البتہ ایک بات مدنظر رہنا ضروری ہے کہ غنا (مال داری) کا تعلق اگرچہ بظاہر مال سے ہے مگر اصل غنا دل کی غنا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: « لَيْسَ الْغِنَى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ، وَلَكِنَّ الْغِنَى غِنَى النَّفْسِ » [بخاري : ٦٤٤٦، عن أبي هريرة رضي الله عنه] ''مال داری ساز و سامان کی کثرت سے نہیں، مال داری نفس کا مال دار ہونا ہے۔'' عام لوگ چونکہ طبیعت کے ایسے غنی نہیں ہوتے کہ دوسروں پر صدقہ کرنے کے بعد ان کے پاس کچھ نہ رہے تو بھوک اور فقر پر صبر کر سکیں۔ اگر بالفرض کوئی شخص ذاتی طور پر فقر پر صبر کر بھی سکتا ہو تو اس کے بیوی بچوں اور اہل و عیال کا فقر و فاقہ پر صبر مشکل ہے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے متعدد صحابہ کو سارا مال صدقہ کرنے سے منع فرمایا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو سارا مال صدقہ کرنے سے منع فرما دیا اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو سارا مال صدقہ کرنے کی اجازت مانگنے پر صرف ثلث کی اجازت دی اور فرمایا: ''تم اپنے وارثوں کو غنی چھوڑو یہ اس سے بہتر ہے کہ انھیں فقیر چھوڑو اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔'' [بخاري : ۱۲۹٥] اور ایک آدمی نے اپنا غلام آزاد کر دیا جس کے سوا اس کے پاس کوئی مال نہیں تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے واپس کر دیا، پھر اسے اس سے نُعیم بن نحام نے خرید لیا۔ [بخاري : ٢٤١٥، عن جابر رضي الله عنه]

البتہ اگر کوئی ایسا شخص ہو جو صبر و ایثار میں مشہور و معروف ہو، اس پر کوئی قرض نہ ہو اور صاحبِ قوت اور تندرست ہو، کمائی کر کے اپنی اور اہل و عیال کی ضرورت پوری کر سکتا ہو اور سارا مال صدقہ کرنے کے بعد صبر و قناعت کرتے ہوئے سوال کی خست سے محفوظ رہے یا خود بھوکے رہ کر مسکین یا مہمان کو کھانا کھلا کر کسی شکوے یا سوال کے بغیر صبر کر سکے تو اس کا معاملہ خاص ہے۔ کیونکہ صدقے کے بعد بھی اس کے نفس کی غنا باقی ہے، ایسے لوگوں سے سارے مال کا صدقہ رسول اللہ ﷺ نے قبول فرما لیا، جیسے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا عمل تھا اور جیسے انصار نے مہاجرین پر اپنی سخت حاجت کے باوجود ایثار کیا۔ خلاصہ یہ کہ صدقہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہی درست ہے جس کے بعد آدمی غنی رہے، وہ اور اس کے اہل و عیال فقر و فاقہ کی وجہ سے سوال پر مجبور نہ ہو جائیں۔ ہاں! اگر کوئی عالی ہمت شخص ایثار کے بعد صبر و قناعت میں مشہور و معروف ہے تو وہ سارا مال صدقہ کر سکتا ہے، کیونکہ صدقے کے بعد بھی اس کی غنا باقی ہے۔

2 امام بخاری رحمہ اللہ نے اس ترجمۃ الباب میں پانچ معلق احادیث بیان کی ہیں: پہلی حدیث یہ کہ جو لوگوں کے اموال اس ارادے سے لیتا ہے کہ انھیں تلف کرے، اسے بخاری نے " كِتَابُ الْإِسْتِقْرَاضِ (٢٣٨٧) " میں بیان کیا ہے۔ دوسری حدیث کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال صدقہ کر دیا، یہ سیرت کی کتابوں میں مشہور ہے اور کتب حدیث میں سے ابوداؤد (١٦٧٨) اور ترمذی (٣٦٧٥) وغیرہ میں ہے۔ تیسری حدیث کہ انصار نے مہاجرین پر ایثار کیا، اس کا ذکر قرآن مجید (سورۂ حشر: ٩) میں ہے۔ اس کے علاوہ انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مہاجرین مدینہ آئے تو انصار نے اپنا مال اپنے اور ان کے درمیان تقسیم کر لیا۔ [دیکھیے بخاري : ٢٦٣٠] اور وہ انصاری جس نے اپنا اور بیوی بچوں کا کھانا مہمان کو کھلا کر بھوکے رات گزار دی۔ [دیکھیے بخاري : ٤٨٨٩] چوتھی حدیث کہ رسول اللہ ﷺ نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے، اسے بخاری نے " كِتَابُ الزَّكَاةِ (١٤٧٧) " میں بیان کیا ہے اور پانچویں کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے صدقے والی حدیث ہے، اسے بخاری نے " كِتَابُ التَّفْسِيرِ (٤٦٧٦) " میں بیان کیا ہے۔

١٤٢٦- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ : أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : « خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ » [انظر : ١٤٢٨، ٥٣٥٥، ٥٣٥٦، وانظر في الوصايا، باب : ٩]

1426۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد آدمی غنی رہے اور ابتدا اس سے کرو جس کی تم پرورش کر رہے ہو۔"

١٤٢٧- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : « الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ، وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ عَنْ ظَهْرِ غِنًى، وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللَّهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللَّهُ » [انظر في الوصايا، باب : ٩- أخرجه مسلم : ١٠٣٤ مختصرًا]

1427۔ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور ابتدا اس سے کرو جس کی تم پرورش کر رہے ہو اور بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد غنا باقی رہے۔ اور جو (سوال سے) بچنے کی کوشش کرے گا اسے اللہ بچائے گا اور جو غنی رہنے کی کوشش کرے گا اللہ اسے غنی رکھے گا۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

١٤٢٨- وَعَنْ وُهَيْبٍ، قَالَ : أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِهَذَا. [راجع : ١٤٢٦]

1428۔ اسی سند کے ساتھ یہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

١٤٢٩- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ، ح : وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ - وَذَكَرَ الصَّدَقَةَ وَالتَّعَفُّفَ وَالْمَسْأَلَةَ - : « الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى، فَالْيَدُ الْعُلْيَا هِيَ الْمُنْفِقَةُ، وَالسُّفْلَى هِيَ السَّائِلَةُ » [أخرجه مسلم : ١٠٣٣]

1429۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا، جب کہ آپ منبر پر تھے اور آپ نے صدقے اور سوال سے بچنے اور سوال کرنے کا ذکر فرمایا تھا: ''اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ سو اوپر والا ہاتھ وہی ہے جو خرچ کرنے والا ہے اور نیچے والا وہی ہے جو سوال کرنے والا ہے۔''

فوائد: 1 بعض احادیث میں تنگدستی میں صدقے کو بہترین کہا گیا ہے، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا: کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: « جُهْدُ الْمُقِلِّ » [أبو داؤد : ١٦٧٧] ''کم مال والے کی کوشش۔'' اور زیرِ شرح احادیث میں اس صدقے کو افضل کہا گیا ہے جس کے بعد غنا باقی رہے۔ حافظ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ نووی نے کہا: ہمارا مذہب یہ ہے کہ سارا مال صدقہ کرنا اس شخص کے لیے مستحب ہے جس پر نہ قرض ہو، نہ ایسے اہل و عیال جو صبر نہ کر سکتے ہوں اور وہ خود ان لوگوں میں سے ہو جو فقر و فاقہ پر صبر کر سکتے ہوں، اگر یہ تمام شرطیں جمع نہ ہوں تو یہ عمل مکروہ ہے۔ حافظ رحمہ اللہ نے کہا: مختار یہ ہے کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ افضل صدقہ وہ ہے جو اپنے اور اہل و عیال کے حقوق ادا کرنے کے بعد اس طرح کیا جائے کہ صدقہ کرنے والا اپنے صدقے کے بعد کسی کا محتاج نہ ہو۔ چنانچہ اس حدیث میں غنا باقی رہنے سے مراد یہ ہے کہ اس کے پاس ضروری حاجات پوری کرنے کا سامان موجود ہو، مثلاً ایسی پریشان کرنے والی بھوک کے وقت کھانا جس پر صبر نہ ہو سکے، ستر پوشی کا کپڑا، ایسی چیزوں کی حاجت جن کے ساتھ وہ اپنا بچاؤ کر سکے۔ جو صدقہ اس طرح کا نہ ہو تو وہ خود کے بجائے کسی دوسرے پر خرچ کرنا حرام ہے، کیونکہ جب وہ دوسرے پر خرچ کرے گا تو خود ہلاک ہو گا یا اپنے آپ کو نقصان پہنچائے گا یا بے لباس ہو گا۔ اس لیے اپنا خیال رکھنا ہر حال میں مقدم ہے، جب یہ تمام واجبات پورے ہوں تو دوسروں کو اپنے آپ پر ترجیح دینا درست ہے اور ایسے شخص کا صدقہ ہی فقر کی تلخی اور شدید مشقت اٹھانے کی وجہ سے افضل ہو گا۔ اس کے ساتھ ادلہ میں تعارض دور ہو جاتا ہے۔ (ان شاء اللہ) (فتح الباری)

2 ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے وضاحت ہو گئی کہ سب سے اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا اور سب سے نیچے سوال کرنے والا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ مالک بن نضلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاتھ تین ہیں: اللہ کا ہاتھ سب سے اونچا ہے، اس کے بعد دینے والے کا ہاتھ ہے اور سوال کرنے والے کا ہاتھ سب سے نیچے ہے۔'' [مسند أحمد : ١٥٨٩٠، حدیث حسن]

١٩- بَابُ الْمَنَّانِ بِمَا أَعْطَى

19- باب: جو دیا ہے اس پر احسان جتلانے والا

لِقَوْلِهِ: ﴿ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَاۤ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّ لَاۤ اَذًى ﴾ [البقرة : ٢٦٢] الْآيَةَ.

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''وہ لوگ جو اپنے مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، پھر انھوں نے جو خرچ کیا اس کے پیچھے نہ کسی طرح کا احسان جتلانا لگاتے ہیں اور نہ کوئی تکلیف پہنچانا۔''

فائدہ: امام صاحب نے اس باب میں آیت پر اکتفا کیا ہے۔ حافظ رحمہ اللہ نے کہا: معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ : اَلْمَنَّانُ الَّذِيْ لَا يُعْطِيْ شَيْئًا إِلَّا مَنَّهُ، وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْفَاجِرِ، وَالْمُسْبِلُ إِزَارَهُ » [مسلم : ١٠٦] ''تین آدمی ہیں جن سے اللہ قیامت کے دن نہ کلام کرے گا، نہ ان کی طرف دیکھے گا، نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لیے عذاب الیم ہے: احسان جتلانے والا کہ جو چیز بھی دیتا ہے اس پر احسان جتلاتا ہے اور اپنا سامان جھوٹی قسم کے ساتھ بیچنے والا اور اپنی چادر لٹکانے والا۔'' مگر چونکہ یہ حدیث بخاری کی شرط پر نہ تھی اس لیے امام صاحب نے اس کی طرف اشارے پر اکتفا کیا ہے۔

آیت کی باب سے مناسبت تو واضح ہے کہ فی سبیل اللہ خرچ کرنے کے بعد احسان جتلانا جب مذموم ٹھہرا تو اس کے علاوہ ہر احسان جتلانا تو بالاولیٰ مذموم ہوگا۔ قرطبی نے کہا: عام طور پر احسان یا تو بخیل جتلاتا ہے یا خود پسند آدمی، کیونکہ بخیل کی نگاہ میں اس کی دی ہوئی چیز بہت بڑی ہوتی ہے، خواہ وہ معمولی ہو اور خود پسند آدمی اپنے آپ کو اس آدمی سے اونچا سمجھتا ہے جسے کچھ دیتا ہے، کیونکہ اس نے اس پر احسان کیا ہے، خواہ فی الواقع وہ اس سے افضل ہو۔ اس کا باعث اس کی جہالت اور اللہ کے اس انعام کو بھول جانا ہے کہ اس نے اس پر احسان کیا کہ اسے دینے کی توفیق بخشی۔ اگر احسان جتلانے والا انجام پر نگاہ رکھتا تو سمجھ لیتا کہ جس نے اس سے لیا ہے اس نے بھی قبول کر کے اس پر ایک طرح کا احسان کیا ہے، جس کے نتیجے میں اسے بہت سے فوائد حاصل ہوئے ہیں۔ (فتح الباری)

٢٠- بَابُ مَنْ أَحَبَّ تَعْجِيلَ الصَّدَقَةِ مِنْ يَوْمِهَا

20- باب: جو صدقے کو اسی دن جلدی دینا پسند کرے

١٤٣٠- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدٍ،

1430- عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، أَنَّ عُقْبَةَ بْنَ الْحَارِثِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ: صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ ﷺ الْعَصْرَ فَأَسْرَعَ، ثُمَّ دَخَلَ الْبَيْتَ، فَلَمْ يَلْبَثْ أَنْ خَرَجَ، فَقُلْتُ أَوْ قِيلَ لَهُ، فَقَالَ: «كُنْتُ خَلَّفْتُ فِي الْبَيْتِ تِبْرًا مِنَ الصَّدَقَةِ، فَكَرِهْتُ أَنْ أُبَيِّتَهُ فَقَسَمْتُهُ» [راجع: ۸۵۱]

نے عصر کی نماز پڑھائی تو آپ نے جلدی کی، پھر گھر چلے گئے اور تھوڑی دیر ہی میں واپس آ گئے۔ میں نے آپ سے (اس کا سبب) پوچھا یا کسی اور نے پوچھا، تو آپ نے فرمایا: ''میں گھر میں صدقے کی سونے کی ایک ڈلی چھوڑ آیا تھا تو میں نے ناپسند کیا کہ اسے رات آنے تک رہنے دوں، تو میں نے اسے تقسیم کر دیا۔''

فائدہ اس حدیث کے کچھ فوائد حدیث (۸۵۱) میں گزر چکے ہیں۔ ''بَاتَ يَبِيْتُ'' رات گزارنا۔ ''بَيَّتَ يُبَيِّتُ'' کسی چیز کو رات آنے تک رکھے رکھنا۔ (فتح والنہایہ) باب اور حدیث سے دو باتیں نکل رہی ہیں: ایک یہ کہ صدقے کا مال گھر میں نہیں رکھ چھوڑنا چاہیے، بلکہ اسے جلد از جلد دے دینا چاہیے۔ اسی طرح نیکی کے ہر کام میں جلدی کرنی چاہیے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس صدقے میں کسی محتاج کا حق ہو اور آپ جلدی ادا نہ کرنے کی صورت میں اس کا حق روکنے والے بن رہے ہوں۔ (التوضیح لابن الملقن) اس کے علاوہ زندگی کا بھروسا نہیں اور دیر کرنے میں بعض اوقات کئی آفات اور رکاوٹیں پیش آ جاتی ہیں اور آدمی نیکی سے محروم رہ جاتا ہے، اس لیے نیکی کے کام کو آئندہ وقت پر ٹالنا اچھا نہیں ہوتا۔ (فتح الباری) دوسری بات یہ نکل رہی ہے کہ جس دن زکاۃ فرض ہوتی ہے اس سے پہلے اسے ادا کر دینا مستحب ہے۔ یہ بات باب میں ''مِنْ يَوْمِهَا'' سے اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے جلدی کرنے کے قرینے سے نکل رہی ہے۔

۲۱۔ بَابُ التَّحْرِيضِ عَلَى الصَّدَقَةِ وَالشَّفَاعَةِ فِيهَا

21۔ باب: صدقہ کرنے کی ترغیب دینا اور اس کی سفارش کرنا

فائدہ اس باب کی بعض احادیث میں صدقے کی ترغیب اور بعض میں اس کے لیے سفارش کا ذکر ہے۔

۱۴۳۱۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا عَدِيٌّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ عِيدٍ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلُ وَلَا بَعْدُ، ثُمَّ مَالَ وَمَعَهُ بِلَالٌ، فَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ أَنْ يَتَصَدَّقْنَ، فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي الْقُلْبَ وَالْخُرْصَ. [راجع:

1431۔ ابن عباس ﷺ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ عید کے دن نکلے اور آپ نے دو رکعتیں پڑھیں، نہ ان سے پہلے کوئی نماز پڑھی نہ بعد میں، پھر آپ عورتوں کی طرف چلے آپ کے ساتھ بلال ﷺ بھی تھے، آپ نے انھیں نصیحت کی اور انھیں صدقے کا حکم دیا تو کوئی عورت کنگن پھینکنے لگی اور کوئی بالی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٩٨- أخرجه مسلم : ١٨٨٤، مطولاً بطلعس، وهو في كتاب المهدين (١٣) كاملاً]

فائدہ اس حدیث کے فوائد حدیث (۹۸) میں گزر چکے ہیں، یہاں باب کے مطابق اس میں صدقے کی ترغیب ظاہر ہے۔

١٤٣٢- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ بْنُ أَبِي مُوسَى، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا جَاءَهُ السَّائِلُ أَوْ طُلِبَتْ إِلَيْهِ حَاجَةٌ، قَالَ: «اشْفَعُوا تُؤْجَرُوا، وَ يَقْضِي اللَّهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ ﷺ مَا شَاءَ» [انظر: ٦٠٢٧، ٦٠٢٨، ٧٤٧٦- أخرجه مسلم: ٢٦٢٧]

1432- ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے پاس جب کوئی سائل آتا یا آپ سے کوئی حاجت طلب کی جاتی تو آپ فرماتے: ''تم سفارش کرو تمھیں اجر دیا جائے گا اور اللہ اپنے نبی ﷺ کی زبان پر جو چاہے گا فیصلہ فرما دے گا۔''

فوائد 1 معلوم ہوا کہ حاجت مندوں کی حاجت اور غرض پوری کرنا یا ان کے لیے سعی و سفارش کرنا بڑا ثواب ہے، کیونکہ یہ خلقِ خدا کی راحت رسانی ہے جو بہت بڑی نیکی ہے۔ اہلُ اللہ اور بزرگ لوگ ارباب حاجات کی سفارش کرنے میں کبھی دریغ نہیں کرتے اور ان کی حاجات پوری کرانے کے لیے امراء اور دنیا داروں کے پاس جانا بھی گوارا کرتے ہیں اور ذلت و خفت بھی اٹھاتے ہیں، مگر جو ثواب اس میں حاصل ہوتا ہے اس کے مقابلے میں ذلت اور خفت کو کوئی چیز نہیں سمجھتے، بلکہ خوش ہوتے ہیں۔ البتہ فقراء اپنی خاص حاجتیں ارباب دنیا کے پاس نہیں لے جاتے، بلکہ فقر و فاقہ میں گزر بسر کر لیتے ہیں اور اپنی کل حاجتیں پروردگار ہی سے طلب کرتے ہیں۔ سچے فقیر کی ایک بڑی شناخت یہ بھی بیان کی ہے کہ وہ دوسرے بندگانِ خدا کے کام اور حاجتیں پوری کرنے کے لیے دوڑتا پھرے، محنت اور مشقت اٹھائے، مگر اپنی کوئی حاجت کسی دنیا دار کے پاس نہ لے جائے۔ (تیسیر الباری)

2 یاد رہے کہ سفارش کا معنی حکم نہیں کہ ضرور ہی مانی جائے، نہ بھی مانی جائے تو سفارش کرنے والے کو اجر مل جاتا ہے۔ بریرہ رضی اللہ عنہا سے جب رسول اللہ ﷺ نے مغیث رضی اللہ عنہ کے حق میں سفارش کی تو اس نے پوچھا: سفارش ہے یا حکم؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''سفارش ہے۔'' تو اس نے سفارش نہیں مانی اور رسول اللہ ﷺ اس پر ناراض نہیں ہوئے۔

١٤٣٣- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ، أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ فَاطِمَةَ، عَنْ أَسْمَاءَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ: «لَا تُوكِي فَيُوكَى

1433- اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''اپنی تھیلی کے منہ پر تسمہ مت باندھ ورنہ تیری (رزق کی) تھیلی کا منہ بھی باندھ دیا جائے گا۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عَلَيْكِ »

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، عَنْ عَبْدَةَ، وَقَالَ : « لَا تُحْصِي فَيُحْصِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ » [انظر : ١٤٣٤، ٢٥٩٠، ٢٥٩١ـ أخرجه مسلم : ١٠٢٩ مطولاً]

اسماء رضی اللہ عنہا کی اسی حدیث کے یہ الفاظ بھی ہیں: ”شمار نہ کر، ورنہ اللہ بھی تجھ پر شمار کرے گا۔“

فائدہ ”أَوْكَأَ يُوْكِئُ إِيْكَاءً“ مشکیزے یا تھیلی کا منہ دھاگے سے باندھنا۔ ”وِكَاءٌ“ باندھنے کا دھاگا یا رسی۔ یعنی اپنے خزانے میں سے خرچ کرتی رہو، اگر باندھ کر رکھو گی تو اللہ تعالیٰ بھی روک لے گا اور اگر خزانے کا منہ کھلا رکھو گی تو اللہ تعالیٰ بھی کھلا رزق دے گا۔ ”أَحْصٰى يُحْصِيْ إِحْصَاءً“: گننا، شمار کرنا، یعنی اللہ کی راہ میں بلا حساب خرچ کرتی رہو، یہ مت دیکھو اب کتنا رہ گیا، یعنی اگر تم گن گن کر دو گی تو اللہ بھی گن گن کر دے گا اور اگر بے حساب دو گی تو اللہ بھی بے حساب دے گا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے ہی سنا تھا، چنانچہ وہ کہتی ہیں: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « أَعْطِيْ وَلَا تُحْصِيْ فَيُحْصَى عَلَيْكِ » [أبو داوٗد : ١٧٠٠، صحيح] ”دیا کر اور شمار نہ کر، ورنہ تمھارے رزق کو بھی شمار کیا جائے گا۔“ عائشہ رضی اللہ عنہا اس عمل کی برکت اور اسے چھوڑنے کا نقصان بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں: « تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا فِيْ بَيْتِيْ مِنْ شَيْءٍ يَأْكُلُهُ ذُوْ كَبِدٍ، إِلَّا شَطْرُ شَعِيْرٍ فِيْ رَفٍّ لِيْ، فَأَكَلْتُ مِنْهُ حَتّٰى طَالَ عَلَيَّ، فَكِلْتُهُ فَفَنِيَ » [بخاري : ٣٠٩٧] ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں فوت ہوئے کہ میرے گھر میں کوئی چیز نہیں تھی جسے کوئی جان دار کھا سکے، تھوڑے سے جَو کے سوا جو میری ایک الماری میں تھے، تو میں اس میں سے کھاتی رہی، حتیٰ کہ وہ لمبی مدت میرے پاس رہے، پھر میں نے انھیں ماپا تو وہ ختم ہو گئے۔“ بعض اہلِ علم نے ”لَا تُحْصِيْ“ کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ گن گن کر جمع کرنے کے لیے نہ رکھ کہ اب ننانوے ہو گئے، اب ایک سو ایک ہو گئے تو دوسرا سو پورا کروں۔ اس طرح آدمی گننے ہی میں لگا رہے اور خرچ نہ کرے، ایسے نہیں ہونا چاہیے۔

٢٢ـ بَابُ الصَّدَقَةِ فِيمَا اسْتَطَاعَ

22۔ باب: جو آدمی کی طاقت ہو اس میں سے صدقہ کرنا

١٤٣٤ـ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ . وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ، عَنْ حَجَّاجِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ : أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ،

1434۔ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو آپ نے فرمایا: ”تھیلی کا منہ باندھ کر نہ رکھ، ورنہ اللہ بھی تیرا (رزق) باندھ کر رکھ لے گا، جتنا ہو سکے تھوڑا تھوڑا خرچ کرتی رہ۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، أَنَّهَا جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: «لَا تُوعِي فَيُوعِيَ اللَّهُ عَلَيْكِ، ارْضَخِي مَا اسْتَطَعْتِ» [راجع: ١٤٣٣- أخرجه مسلم: ١٠٢٩ مطولاً]

فائدہ: اس کی شرح اس سے پہلی حدیث میں گزر چکی ہے۔ اس سے مراد نفل صدقے کی ترغیب ہے۔ "رَضَخَ يَرْضَخُ رَضْخًا": تھوڑی چیز دینا۔

٢٣- بَابٌ: اَلصَّدَقَةُ تُكَفِّرُ الْخَطِيئَةَ

١٤٣٥- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَيُّكُمْ يَحْفَظُ حَدِيثَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْفِتْنَةِ؟ قَالَ: قُلْتُ: أَنَا أَحْفَظُهُ كَمَا قَالَ، قَالَ: إِنَّكَ عَلَيْهِ لَجَرِيءٌ، فَكَيْفَ قَالَ؟ قُلْتُ: فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ تُكَفِّرُهَا الصَّلَاةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْمَعْرُوفُ - قَالَ سُلَيْمَانُ: قَدْ كَانَ يَقُولُ: الصَّلَاةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ - قَالَ: لَيْسَ هَذِهِ أُرِيدُ، وَلَكِنِّي أُرِيدُ الَّتِي تَمُوجُ كَمَوْجِ الْبَحْرِ، قَالَ: قُلْتُ: لَيْسَ عَلَيْكَ بِهَا يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! بَأْسٌ، بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابٌ مُغْلَقٌ، قَالَ: فَيُكْسَرُ الْبَابُ أَوْ يُفْتَحُ؟ قَالَ: قُلْتُ: لَا بَلْ يُكْسَرُ، قَالَ: فَإِنَّهُ إِذَا كُسِرَ لَمْ يُغْلَقْ أَبَدًا، قَالَ: قُلْتُ: أَجَلْ، فَهِبْنَا أَنْ نَسْأَلَهُ مَنِ الْبَابُ، فَقُلْنَا لِمَسْرُوقٍ: سَلْهُ، قَالَ: فَسَأَلَهُ، فَقَالَ: عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قُلْنَا: فَعَلِمَ عُمَرُ مَنْ

23- باب: صدقہ گناہ کو مٹا دیتا ہے

1435- حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم میں سے کون ہے جسے فتنے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث یاد ہے؟ میں نے کہا: مجھے اسی طرح یاد ہے جیسے آپ نے فرمایا تھا۔ کہا: یقیناً تم اس کی بہت جرأت رکھنے والے ہو، تو آپ نے کس طرح فرمایا تھا؟ میں نے کہا: آدمی کا فتنہ جو اسے اس کے گھر والوں اور اس کی اولاد اور اس کے ہمسائے کی وجہ سے پہنچتا ہے اسے نماز، صدقہ اور نیکی مٹا دیتے ہیں۔ سلیمان نے کہا: بعض اوقات وہ یوں کہتے تھے: نماز، صدقہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (اسے مٹا دیتے ہیں) ۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میری مراد یہ فتنہ نہیں، بلکہ میری مراد وہ فتنہ ہے جو سمندر کی موج کی طرح ٹھاٹھیں مارے گا۔ میں نے کہا: امیر المومنین! آپ کو اس فتنے سے کوئی خطرہ نہیں، آپ کے اور اس کے درمیان ایک بند دروازہ ہے۔ کہا: تو وہ دروازہ توڑا جائے گا یا کھولا جائے گا؟ میں نے کہا: نہیں، بلکہ وہ توڑا جائے گا۔ انھوں نے کہا: پھر جب وہ توڑ دیا گیا تو کبھی بند نہیں کیا جائے گا۔ ہم نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعلم؟ قال: نعم، كما أن دون غد ليلة، وذلك أني حدثته حديثا ليس بالأغاليط. [راجع: ٥٢٥۔ اخرجه مسلم: ١٤٤ مطولاً باختلاف]

کہا: جی ہاں! تو ہم ڈرے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھیں کہ دروازہ کون شخص ہے، تو ہم نے مسروق سے کہا کہ آپ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھیں، انھوں نے پوچھا تو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ (خود) عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ ہم نے کہا: تو کیا عمر رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ تم کسے مراد لے رہے ہو؟ انھوں نے کہا: ہاں! جیسے وہ یہ جانتے تھے کہ آنے والے کل سے پہلے آج کی رات ہے، یہ اس لیے کہ میں نے انھیں ایسی حدیث بیان کی جو بجھارت یا پہیلی نہیں تھی۔

فائدہ: یہ حدیث (٥٢٥) میں گزر چکی ہے۔ اس باب سے اس کا تعلق یہ ہے کہ صدقہ آدمی کے اُن گناہوں کو مٹا دیتا ہے جو اس سے اہل، اولاد اور ہمسایوں کے سلسلے میں سرزد ہوتے ہیں۔

٢٤۔ بَابُ مَنْ تَصَدَّقَ فِي الشِّرْكِ ثُمَّ أَسْلَمَ

24۔ باب: جو شخص شرک و کفر کی حالت میں صدقہ کرے، پھر مسلمان ہو جائے

١٤٣٦۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ حَكِيمِ ابْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَرَأَيْتَ أَشْيَاءَ كُنْتُ أَتَحَنَّثُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ صَدَقَةٍ أَوْ عَتَاقَةٍ وَصِلَةِ رَحِمٍ، فَهَلْ فِيهَا مِنْ أَجْرٍ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَسْلَمْتَ عَلَى مَا سَلَفَ مِنْ خَيْرٍ» [انظر: ٢٢٢٠، ٢٥٣٨، ٥٩٩٢۔ أخرجه مسلم: ١٢٣، وله رواية فيها زيادة]

1436۔ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ بتائیں کہ وہ چیزیں جو میں جاہلیت کے زمانے میں بطورِ عبادت کیا کرتا تھا، جیسے صدقہ یا غلام آزاد کرنا اور صلہ رحمی کرنا، کیا مجھے ان نیکیوں کا کوئی اجر ملے گا؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ”تم ان نیکیوں سمیت مسلمان ہوئے ہو جو پہلے گزریں۔“

فوائد: 1 اس حدیث سے تعلق رکھنے والی بعض باتیں حدیث (٤١) کے فوائد میں گزر چکی ہیں۔ ”أَسْلَمْتَ عَلَى مَا سَلَفَ مِنْ خَيْرٍ“ کا ایک ترجمہ یہ ہے کہ ”تم ان نیکیوں کی بنا پر ہی مسلمان ہوئے ہو جو پہلے گزریں۔“ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی زمانۂ جاہلیت کی نیکیوں میں سے یہ بھی تھیں کہ انھوں نے اس زمانے میں لوگوں کو سو اونٹ سواری کے لیے دیے تھے اور سو غلام آزاد کیے تھے۔ [دیکھیے بخاري: ٢٥٣٨]

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

2 بعض حضرات کو اس حدیث کے بارے میں یہ مشکل نظر آئی ہے کہ کسی بھی نیکی کی قبولیت کے لیے ایمان شرط ہے، تو اسلام لانے کے بعد زمانۂ جاہلیت میں کی ہوئی نیکیاں کیسے قبول ہو جائیں گی؟ کیونکہ اس کے متعلق تو فرمایا ہے: ﴿ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ﴾ [المائدة : ٥] یعنی کفر کی وجہ سے عمل ضائع ہو جاتے ہیں۔ اس لیے انھوں نے اس کی مختلف تاویلیں کی ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے اور جس نے دنیا میں اپنی صرف ایک رحمت نازل کی ہے اور ننانویں رحمتیں قیامت کے لیے رکھی ہیں، اس اللہ تعالیٰ کے لیے ایمان لانے کے بعد زمانۂ کفر کی نیکیوں کو قبول کر لینا معمولی بات ہے۔ قرآن مجید میں تو اس سے بھی بڑھ کر بشارت آئی ہے، اللہ تعالیٰ نے شرک، بے گناہ جان کے قتل اور زنا کے لیے دگنا عذاب اور ہمیشہ جہنم میں رہنے کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ﴿ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ [الفرقان : ٧٠] ”مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا اور عمل کیا، کچھ نیک عمل تو یہ لوگ ہیں جن کی برائیاں اللہ نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ ہمیشہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

3 سورۂ فرقان کی اس آیت (٧٠) ﴿ فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ﴾ کی دو تفسیریں ہیں: ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں انھیں گناہوں کی جگہ نیکیوں کی توفیق دے گا، کفر اور شرک کی جگہ وہ ایمان اور توحید پر قائم ہوں گے، مومنوں کو قتل کرنے کے بجائے میدانِ جنگ میں کفار کو قتل کریں گے۔ زنا کی جگہ پاک دامنی پر، جھوٹ کی جگہ صدق پر اور نافرمانی کی جگہ فرماں برداری پر قائم ہوں گے۔ (وعلی ہذا القیاس) یہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے معتبر سند کے ساتھ طبری (١٧/ ٥١٧) نے نقل فرمائی ہے۔ دوسری تفسیر یہ کہ اللہ قیامت کے دن ان کے تمام گناہوں کو نیکیوں میں بدل دے گا، یہ تفسیر رسول اللہ ﷺ سے آئی ہے۔ ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: « إِنِّي لَأَعْلَمُ آخِرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُوْلًا الْجَنَّةَ، وَآخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوْجًا مِنْهَا، رَجُلٌ يُؤْتَى بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيُقَالُ : اعْرِضُوْا عَلَيْهِ صِغَارَ ذُنُوْبِهِ، وَارْفَعُوْا عَنْهُ كِبَارَهَا، فَتُعْرَضُ عَلَيْهِ صِغَارُ ذُنُوْبِهِ، فَيُقَالُ : عَمِلْتَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا، كَذَا وَكَذَا، وَعَمِلْتَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا، كَذَا وَكَذَا، فَيَقُوْلُ : نَعَمْ، لَا يَسْتَطِيْعُ أَنْ يُنْكِرَ وَهُوَ مُشْفِقٌ مِنْ كِبَارِ ذُنُوْبِهِ أَنْ تُعْرَضَ عَلَيْهِ، فَيُقَالُ لَهُ : فَإِنَّ لَكَ مَكَانَ كُلِّ سَيِّئَةٍ حَسَنَةً، فَيَقُوْلُ : رَبِّ ! قَدْ عَمِلْتُ أَشْيَاءَ لَا أَرَاهَا هَاهُنَا، فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ » [مسلم، الإيمان، باب أدنٰى أهل الجنة منزلة فيها : ١٩٠] ”میں اس شخص کو جانتا ہوں جو جنت میں داخل ہونے والوں میں سے سب سے آخری اور جہنم سے نکلنے والوں میں سے سب سے آخری ہوگا، وہ ایسا آدمی ہوگا جسے قیامت کے دن لایا جائے گا اور کہا جائے گا: اس کے سامنے اس کے چھوٹے گناہ پیش کرو اور اس کے بڑے گناہ بچائے رکھو۔ تو اس کے سامنے اس کے چھوٹے گناہ پیش کیے جائیں گے اور کہا جائے گا: تو نے فلاں فلاں دن یہ یہ عمل کیے تھے اور فلاں فلاں دن یہ یہ عمل کیے تھے؟ وہ کہے گا: ہاں! انکار نہیں کر سکے گا اور وہ اپنے بڑے گناہوں کے پیش کیے جانے سے ڈر رہا ہوگا، تو اس سے کہا جائے گا: تمھارے لیے ہر برائی کی جگہ ایک نیکی ہے۔ تو وہ کہے گا:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اے میرے رب! میں نے کئی کام کیے ہیں جو مجھے یہاں دکھائی نہیں دے رہے۔'' (ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:) تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ ہنسے، یہاں تک کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں۔''

٢٥- بَابُ أَجْرِ الْخَادِمِ إِذَا تَصَدَّقَ بِأَمْرِ صَاحِبِهِ غَيْرَ مُفْسِدٍ

25- باب: خادم کا اجر جب وہ اپنے صاحب کے حکم سے صدقہ کرے، بشرطیکہ بگاڑنے والا نہ ہو

١٤٣٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِذَا تَصَدَّقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ زَوْجِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا أَجْرُهَا، وَلِزَوْجِهَا بِمَا كَسَبَ، وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَلِكَ» [راجع: ١٤٢٥- أخرجه مسلم: ١٠٢٤]

1437- عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب عورت اپنے خاوند کے کھانے کی چیزوں میں سے صدقہ کرے، بشرطیکہ بگاڑنے والی نہ ہو تو اس کے لیے اس کا اجر ہوگا، اس کے خاوند کے لیے اس کے کمانے کی وجہ سے اجر ہوگا اور خزانچی کے لیے بھی ایسے ہی اجر ہوگا۔''

فائدہ: اس کے فوائد حدیث (١٤٢٥) میں گزر چکے ہیں۔

١٤٣٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «الْخَازِنُ الْمُسْلِمُ الْأَمِينُ الَّذِي يُنْفِذُ - وَرُبَّمَا قَالَ: يُعْطِي - مَا أُمِرَ بِهِ كَامِلًا مُوَفَّرًا طَيِّبًا بِهِ نَفْسُهُ، فَيَدْفَعُهُ إِلَى الَّذِي أُمِرَ لَهُ بِهِ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقَيْنِ» [انظر: ٢٢٦٠، ٢٣١٩، وانظر في الزكاة، باب: ١٧- أخرجه مسلم: ١٠٢٣]

1438- ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''وہ مسلمان امانت دار خزانچی دو صدقہ کرنے والوں میں سے ایک ہے جو اس حکم کو پورا پورا مکمل صورت میں نافذ کر دے جو اسے دیا گیا ہے، اس کا دل اس پر خوش ہو اور وہ اس چیز کو اس کے سپرد کرے جس کے متعلق اسے حکم دیا گیا ہے۔'' راوی نے بعض اوقات ''يُنْفِذُ'' کے بجائے ''يُعْطِي'' کا لفظ بیان کیا، مطلب دونوں کا ایک ہی ہے۔

فائدہ: کسی شخص کا ذاتی خزانچی ہو یا کسی ادارے کا عموماً ان میں چند خامیاں پائی جاتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے خزانچیوں کو ان خامیوں سے پرہیز کرنے پر یہ خوش خبری سنائی ہے کہ انھیں بھی اس مالک کی طرح صدقہ دینے والا شمار کیا جائے گا جس نے انھیں صدقہ دینے کا حکم دیا ہے۔ حدیث میں اس اجر کو حاصل کرنے کے لیے جو صفات بیان کی گئی ہیں ان میں ''مسلم'' کے لفظ سے کافر نکل گیا، کیونکہ اجر کے حصول کے لیے مسلمان ہونا ضروری ہے، کافر کا کوئی عمل قبول نہیں۔ ہاں!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دنیا میں اس کا بدلہ اسے مل سکتا ہے یا آخرت کے عذاب میں تخفیف ہو سکتی ہے، جیسے ابو طالب کا معاملہ ہے۔ دوسری صفت امانت دار ہونا ہے، خائن اس اجر کا مستحق نہیں، بلکہ اُلٹا گناہ گار ہوگا۔ تیسری صفت یہ کہ جو چیز اسے دینے کا حکم دیا گیا ہے پوری پوری وافر حالت میں دے، اگر پوری نہیں بلکہ کم دے گا، یا وافر صورت میں نہیں بلکہ ناقص صورت میں دے گا، یا آج کل پر ٹال کر دے گا تو یہ بھی خیانت ہی کی ایک صورت ہے، اس لیے وہ اجر کی بجائے گناہ کا بوجھ اُٹھائے گا۔ چوتھی صفت یہ ہے کہ وہ خوش دلی کے ساتھ مستحق کو وہ چیز دے جس کا اسے حکم دیا گیا ہے، کیونکہ نیکی ہو یا بدی مدار اس کا نیت پر ہے، اگر خوش دلی کے ساتھ دے تو مالک کے ساتھ وہ بھی صدقہ دینے والا شمار ہوگا اور اگر دل کے نہ چاہتے ہوئے صرف مالک کے حکم کی مجبوری سے دے گا تو صدقے کے ثواب میں شریک نہیں ہوگا، کیونکہ اس کی نیت صدقے کی بنی ہی نہیں۔ آخری صفت یہ ہے کہ وہ صدقہ اس کو دے جس کے متعلق اسے حکم دیا گیا ہے، کسی اور کو دے کر اسے پریشان نہ کرے کہ وہ اس سے لینے کے لیے چکر کاٹتا پھرے۔ اس لیے خزانچی حضرات کو مفت کا یہ ثواب حاصل کرنے کے لیے خوش دلی کے ساتھ مالک کے حکم پر عمل کرنا چاہیے۔ اس سے تعلق رکھنے والی کچھ باتیں حدیث (١٤٢٥) کے فوائد میں گزر چکی ہیں۔

٢٦- بَابُ أَجْرِ الْمَرْأَةِ إِذَا تَصَدَّقَتْ أَوْ أَطْعَمَتْ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ

26- باب: عورت کا اجر جب وہ اپنے خاوند کے گھر سے صدقہ کرے یا کھانے کی چیز دے، بشرطیکہ خراب کرنے والی نہ ہو

١٤٣٩- حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ وَالْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، تَعْنِي إِذَا تَصَدَّقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا . [راجع : ١٤٢٥- أخرجه مسلم : ١٠٢٣]

1439- عائشہ ﷞ نے نبی ﷺ سے بیان کیا کہ جب عورت اپنے خاوند کے گھر سے صدقہ کرے (تو اس کے لیے اجر ہے)۔

١٤٤٠- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : «إِذَا أَطْعَمَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ، لَهَا أَجْرُهَا وَلَهُ مِثْلُهُ، وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِكَ، لَهُ بِمَا اكْتَسَبَ وَلَهَا بِمَا أَنْفَقَتْ» [راجع : ١٤٢٥- أخرجه مسلم : ١٠٢٣]

1440- عائشہ ﷞ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جب عورت اپنے خاوند کے گھر سے کھانا دے، بشرطیکہ خراب کرنے والی نہ ہو تو اس کے لیے اس کا اجر ہوگا اور خاوند کے لیے بھی اتنا ہی اجر ہوگا اور خزانچی کے لیے بھی اتنا ہی۔ خاوند کے لیے اس کے کمانے کی وجہ سے اور عورت کے لیے اس کے خرچ کرنے کی وجہ سے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

١٤٤١ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: « إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ، فَلَهَا أَجْرُهَا، وَلِلزَّوْجِ بِمَا اكْتَسَبَ، وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَلِكَ »
[راجع: ١٤٢٥ـ أخرجه مسلم: ١٠٢٣]

1441۔ عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جب عورت اپنے خاوند کے گھر سے کھانے کی کوئی چیز خرچ کرے، بشرطیکہ خراب کرنے والی نہ ہو تو اسے اس کا اجر ملے گا اور خاوند کو کمانے کی وجہ سے اور خزانچی کو بھی اتنا ہی ملے گا۔“

فائدہ: حدیث (۱۴۲۵) میں ان احادیث کی شرح گزر چکی ہے۔

٢٧ـ بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿ فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ ۝ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ ۝ وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ ۝ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ ۝ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَىٰ ﴾ [الليل: ٥ـ١٠]

27۔ باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان: ”پس لیکن وہ شخص جس نے دیا اور (نافرمانی سے) بچا اور اس نے سب سے اچھی بات کو سچ مانا تو یقیناً ہم اسے آسان راستے کے لیے سہولت دیں گے اور لیکن وہ جس نے بخل کیا اور بے پروا ہوا اور اس نے سب سے اچھی بات کو جھٹلا دیا تو یقیناً ہم اسے مشکل راستے کے لیے سہولت دیں گے“

اَللّٰهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقَ مَالٍ خَلَفًا.

اے اللہ! مال خرچ کرنے والے کو اس کی جگہ اور دے۔

فائدہ: یہ تعلیق اس آیت سے مناسبت رکھتی ہے: ﴿ وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ ﴾ [سبا: ٣٩] ”اور تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو تو وہ اس کی جگہ اور دیتا ہے۔“ باب میں مذکور پہلی تین آیات: ﴿ فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ ...... ﴾ کی تفسیر یہ ہے کہ لفظ ” اَلْحُسْنٰى “ ” أَحْسَنُ “ کی مؤنث ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴾ [حم السجدة: ٣٣] ”اور بات کے اعتبار سے اس سے اچھا کون ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ بے شک میں فرماں برداروں میں سے ہوں۔“ جس شخص میں بھی بھلائی کے یہ تین جامع اوصاف ہیں کہ وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے فراخ دل ہے، اللہ سے ڈرتا ہے اور اس کی نافرمانی اور ہر حرام کام سے بچتا ہے اور سب سے اچھی بات یعنی اللہ کے ایک ہونے کو اور اس کی نازل کی ہوئی ہر بات کو سچ مان کر اس کا تابع ہو جاتا ہے تو اس کے اس میلان اور رجحان کے مطابق ہم بھی اس کے لیے نیکی اور جنت کے راستے پر چلنا آسان کر دیں گے، یعنی اس کے لیے نیکی کرنا آسان ہو جائے گا اور گناہ کرنا مشکل۔ اور باب کی آخری دو آیات: ﴿ وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

وَاسْتَغْنٰى ─── ﴾ کی تفسیر یہ ہے کہ جس میں شر کے یہ تین جامع اوصاف ہیں کہ بخل کرتا ہے، اُخروی انجام اور حلال و حرام کی پروا ہی نہیں کرتا اور سب سے اچھی بات یعنی اللہ کے ایک ہونے اور اس کی نازل کردہ باتوں کو جھٹلاتا ہے تو ہم بھی اسے اس کی خواہش کے مطابق اس راستے پر چلنے دیتے ہیں جو مشکلات و مصائب کا راستہ ہے اور جہنم کی طرف لے جانے والا ہے، یعنی اس کے لیے نیکی کرنا مشکل اور گناہ کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

١٤٤٢- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ : حَدَّثَنِي أَخِي، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي مُزَرِّدٍ، عَنْ أَبِي الْحُبَابِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : « مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيهِ، إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ، فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا : اَللّٰهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا، وَيَقُولُ الْآخَرُ : اَللّٰهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا »

[أخرجه مسلم : ١٠١٠]

1442- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''کوئی دن ایسا نہیں جس میں بندے صبح کریں، مگر اس میں دو فرشتے اترتے ہیں، ان میں سے ایک کہتا ہے: اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کی جگہ اور عطا کر اور دوسرا کہتا ہے: اے اللہ! مال روک کر رکھنے والے کو تباہی دے۔''

فائدہ: صدقے کی ترغیب میں یہ باب لانے کا مقصد یہ بتانا ہے کہ آیت میں تین اوصاف والے شخص کے لیے (ان اوصاف میں سے ایک صدقہ کرنا ہے) جس آسان رستے کی سہولت دینے کا وعدہ ہے اس میں ایک بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اس کی جگہ اور عطا فرمائے گا، خواہ دنیا اور آخرت دونوں میں عطا فرمائے، خواہ صرف آخرت میں عطا فرمائے، کیونکہ بہت سے لوگوں کو خرچ کرنے کے بعد دنیا میں اس کا بدل ملنے کی مہلت ہی نہیں ملتی۔ پھر خواہ وہ بدلہ مال کی شکل میں ملے یا کسی اور صورت میں، یا کوئی مصیبت ٹلنے کی صورت میں ملے۔ اور تلف یعنی تباہی دینے کا مطلب مال کا برباد ہونا یا اس کی برکت ختم ہونا یا اس کا مصیبتوں میں برباد ہو جانا اور آخرت میں اس کے کسی کام نہ آنا ہے۔ ''مُمْسِكًا'' (مال روک کر رکھنے والے) سے مراد وہ ہے جو مال میں واجب حقوق و فرائض بھی ادا نہیں کرتا، مثلاً زکاۃ، اہل و عیال کا خرچ، اقارب کے حقوق، مہمان نوازی وغیرہ کے حقوق بھی ادا نہیں کرتا۔

٢٨- بَابُ مَثَلِ الْمُتَصَدِّقِ وَالْبَخِيلِ

28- باب: صدقہ کرنے والے اور بخیل کی مثال

١٤٤٣- حَدَّثَنَا مُوسَى، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : « مَثَلُ الْبَخِيلِ وَالْمُتَصَدِّقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ، عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ »

1443- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''بخیل اور صدقہ کرنے والے کی مثال ان دو آدمیوں کی سی ہے جنھوں نے لوہے کے دو کوٹ پہنے ہوئے ہیں۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَحَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ حَدَّثَهُ ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ : « مَثَلُ الْبَخِيلِ وَالْمُنْفِقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ مِنْ ثُدِيِّهِمَا إِلَى تَرَاقِيهِمَا، فَأَمَّا الْمُنْفِقُ فَلَا يُنْفِقُ إِلَّا سَبَغَتْ أَوْ وَفَرَتْ عَلَى جِلْدِهِ، حَتَّى تُخْفِيَ بَنَانَهُ وَتَعْفُوَ أَثَرَهُ، وَأَمَّا الْبَخِيلُ فَلَا يُرِيدُ أَنْ يُنْفِقَ شَيْئًا إِلَّا لَزِقَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ مَكَانَهَا، فَهُوَ يُوَسِّعُهَا وَلَا تَتَّسِعُ »

اور دوسری سند کے ساتھ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا : ''بخیل اور خرچ کرنے والے کی مثال ان دو آدمیوں کی سی ہے جنھوں نے لوہے کے دو کوٹ پستانوں سے ہنسلیوں تک پہنے ہوئے ہیں، تو جو خرچ کرنے والا ہے وہ جو بھی خرچ کرتا ہے اس کے ساتھ وہ کوٹ اس کے پورے جسم پر پھیل جاتا ہے یا اس کی جلد پر وافر ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ اس کی انگلیوں کے پوروں کو چھپا لیتا ہے اور اس کے قدموں کے نشان کو مٹا دیتا ہے اور جو بخیل ہے وہ جو بھی چیز خرچ کرنا چاہتا ہے اس کوٹ کا ہر حلقہ اپنی جگہ چمٹ جاتا ہے، وہ اسے کھلا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور وہ نہیں کھلتا۔''

تَابَعَهُ الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ فِي الْجُبَّتَيْنِ . [انظر : ١٤٤٤، ٢٩١٧، ٥٢٩٩، ٥٧٩٧۔ أخرجه مسلم : ١٠٢١]

وہیب کی طرح حسن بن مسلم نے بھی طاؤس سے " الْجُبَّتَيْنِ " کے لفظ بیان کیے ہیں۔

١٤٤٤۔ وَقَالَ حَنْظَلَةُ عَنْ طَاوُسٍ : جُنَّتَانِ . وَقَالَ اللَّيْثُ : حَدَّثَنِي جَعْفَرٌ، عَنِ ابْنِ هُرْمُزَ، سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : « جُنَّتَانِ » [راجع : ١٤٤٣۔ أخرجه مسلم : ١٠٢١]

1444۔ حنظلہ نے طاؤس سے " جُبَّتَانِ " کی جگہ " جُنَّتَانِ " بیان کیا اور ایک اور سند کے ساتھ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی نبی ﷺ سے اس حدیث میں (" جُبَّتَانِ " دو کوٹ کی بجائے) " جُنَّتَانِ " (دو ڈھالیں) کا لفظ ہے۔

فائدہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ سخاوت اور بخل طبعی چیزیں ہیں۔ سخی کا دل سخاوت کے وقت خوش اور خرچ کرنے پر آمادہ ہوتا ہے، اس لیے وہ آسانی کے ساتھ صدقہ کر لیتا ہے۔ اس کے برعکس بخیل کا دل خرچ کرنے پر آمادہ ہی نہیں ہوتا، جس طرح لوہے کی وہ زرہ اگر سخی کے جسم پر ہو تو صدقہ کرتے وقت اسے کوئی مشکل پیش نہیں آتی، بلکہ اس وقت وہ زرہ کھل جاتی ہے اور اتنی کشادہ ہو جاتی ہے کہ ایک طرف بازوؤں پر پھیلتے پھیلتے انگلیوں کے پوروں سے بھی آگے بڑھ جاتی ہے اور دوسری طرف پاؤں سے بھی آگے بڑھ کر پاؤں کے نشانات تک کو مٹانے والی بن جاتی ہے اور سخی آدمی آسانی کے ساتھ کھلے ہاتھوں جو چاہتا ہے صدقہ کر لیتا ہے۔ اس کے برعکس بخیل کے جسم پر لوہے کی وہ زرہ جو پہلے ہی تنگ ہے صدقے کے ارادے پر مزید تنگ ہو جاتی ہے، اس کا ہر حلقہ اپنی جگہ پر چمٹ جاتا ہے اور اس کا دل جو پہلے ہی بخل سے بھرا ہوا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صدقے کے ارادے پر مزید تنگ ہو جاتا ہے اور اتنا تنگ ہو جاتا ہے کہ وہ صدقہ کرنا بھی چاہے تو کر ہی نہیں سکتا، اس کے ہاتھ اور پاؤں بخل کے اسیر ہونے کی وجہ سے خرچ کر ہی نہیں سکتے۔ اس کا علاج رسول اللہ ﷺ نے بخل سے اللہ کی پناہ مانگنا بتایا ہے، آپ ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے: «اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنَ الْجُبْنِ، وَأَعُوذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ، وَأَعُوذُبِكَ مِنْ أَنْ أُرَدَّ إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ، وَأَعُوذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا، وَعَذَابِ الْقَبْرِ »[بخاري : ٦٣٧٤] ”اے اللہ! میں بزدلی سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور میں کنجوسی سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور میں ناکارہ عمر کی طرف لوٹائے جانے سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور میں دنیا کی آزمائش اور عذابِ قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔“

٢٩۔ بَابُ صَدَقَةِ الْكَسْبِ وَالتِّجَارَةِ

لِقَوْلِهِ تَعَالَى : ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ ﴾ إِلَى قَوْلِهِ : ﴿ اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴾ [البقرة : ٢٦٧] .

29۔ باب: کمائی اور تجارت کے مال میں سے صدقہ

کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان پاکیزہ چیزوں میں سے خرچ کرو جو تم نے کمائی ہیں اور ان میں سے بھی جو ہم نے تمھارے لیے زمین سے نکالی ہیں اور ان میں سے گندی چیز کا ارادہ نہ کرو، جسے تم خرچ کرتے ہو، حالانکہ تم اسے کسی صورت لینے والے نہیں، مگر یہ کہ اس کے بارے میں آنکھیں بند کرو اور جان لو کہ اللہ بڑا بے پروا، بے حد خوبیوں والا ہے۔“

فائدہ اس باب میں امام بخاری نے صرف آیت پر اکتفا کیا ہے اور اس سے ہر قسم کی کمائی اور سامانِ تجارت میں زکاۃ فرض ہونے پر استدلال کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انھیں سامانِ تجارت میں زکاۃ کی کوئی صریح حدیث نہیں ملی جو ان کی شرط پر ہو اور یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ انھوں نے ترجمۃ الباب اور آیت نقل کر کے طالب علموں کو توجہ دلائی ہے کہ خود غور کریں کہ یہاں کون کون سی صحیح احادیث ذکر ہونی چاہییں۔ واضح رہے کہ انسانی کمائی کے بڑے ذرائع چار ہیں: زراعت، صنعت، تجارت اور ملازمت۔ قرآن مجید کی اس آیت کے مطابق کسب (کمائی) جس طریقے سے بھی ہو اگر نصاب کو پہنچ جائے اور اس پر سال گزر جائے تو اس میں زکاۃ دینا پڑے گی، البتہ زراعت کی آمدنی کی زکاۃ فصل اٹھانے پر ادا کی جائے گی۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ تجارت کے اموال میں زکاۃ نہیں، مگر یہ بات درست نہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے قرآن مجید کی اس آیت سے تجارت کے سامان میں زکاۃ فرض ثابت کی ہے۔ اس کے علاوہ شرح ابن عثیمین میں ہے کہ یہ صحیح احادیث سے بھی ثابت ہے، کیونکہ یہ اس صحیح حدیث کے عموم میں شامل ہے کہ نبی ﷺ نے اہلِ یمن کے متعلق معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: « فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ »

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

[بخاري : ١٣٩٥] ''انھیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اموال میں صدقہ فرض فرمایا ہے جو ان کے اغنیاء سے لیا جائے گا اور ان کے فقراء میں واپس کر دیا جائے گا۔'' اور نبی ﷺ نے فرمایا: « لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِيْ عَبْدِهِ وَلَا فَرَسِهِ صَدَقَةٌ » [بخاري : ١٤٦٣، ١٤٦٤۔ مسلم : ٩٨٢] ''مسلمان پر اس کے غلام اور اس کے گھوڑے پر کوئی صدقہ نہیں۔'' عجیب بات یہ ہے کہ جو لوگ مالِ تجارت میں زکاۃ فرض نہیں سمجھتے وہ بھی اس حدیث کو بطورِ دلیل پیش کرتے ہیں اور جو فرض سمجھتے ہیں وہ بھی اسی سے استدلال کرتے ہیں، مگر دلیل کے لحاظ سے ان لوگوں کی بات زیادہ درست ہے جو کہتے ہیں کہ یہ حدیث سامانِ تجارت میں زکاۃ واجب ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ اس میں اس غلام اور گھوڑے کو زکاۃ سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے جو مسلمان نے خاص اپنے لیے رکھا ہوا ہے اور جو تجارت کے لیے ہوتا ہے وہ مسلمان نے اپنے لیے خاص نہیں کیا ہوتا، بلکہ نفع کے لیے رکھا ہوتا ہے، پھر بعض اوقات وہ انھیں صبح خریدتا ہے اور نفع ملنے پر شام کو فروخت کر دیتا ہے۔ اگر کسی بھی غلام یا گھوڑے میں زکاۃ نہ ہوتی تو " فِيْ عَبْدِهِ " اور " فِيْ فَرَسِهِ " نہ کہا جاتا، بلکہ یوں کہا جاتا: " لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِيْ عَبْدٍ وَلَا فِيْ فَرَسٍ صَدَقَةٌ " کہ مسلمان پر کسی غلام اور کسی گھوڑے پر صدقہ نہیں۔ [شرح صحیح البخاري لابن عثیمین]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اور شذوذ اختیار کرنے والے چند افراد کے سوا اُمت اس بات پر متفق ہے کہ تجارت کے سامان میں زکاۃ واجب ہے، خواہ تاجر مقیم ہوں یا مسافر، ارزانی (جب مال کی قیمت گری ہوئی ہو) کے وقت سامان خرید کر گرانی (ریٹ بڑھنے) کا انتظار کرنے والے تاجر ہوں یا عام دکاندار، جو ہر وقت اور ہر نرخ پر خرید و فروخت میں مصروف رہتے ہیں۔ تجارت کا مال نئے یا پرانے کپڑے ہوں یا کھانے پینے کا سامان، ہر قسم کا غلہ، پھل، سبزی، گوشت، مٹی، چینی، دھات وغیرہ کے برتن ہوں یا جاندار چیزیں: غلام، گھوڑے، خچر اور گدھے وغیرہ، گھر میں پلنے والی بکریاں ہوں یا جنگل میں چرنے والے ریوڑ، غرض تجارت کے ہر قسم کے مال میں زکاۃ فرض ہے۔ [القواعد النورانية الفقهية لابن تيمية، ص : ١٣٢]

٣٠۔ بَابٌ : عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَلْيَعْمَلْ بِالْمَعْرُوْفِ

30۔ باب: ہر مسلمان کے ذمے کچھ نہ کچھ صدقہ ہے، جس کے پاس نہ ہو وہ نیکی کرے

١٤٤٥۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : « عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ » فَقَالُوا : يَا نَبِيَّ اللّٰهِ ! فَمَنْ لَمْ يَجِدْ؟ قَالَ : « يَعْمَلُ بِيَدِهِ، فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَيَتَصَدَّقُ » قَالُوا : فَإِنْ لَمْ يَجِدْ؟ قَالَ : « يُعِينُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوفَ » قَالُوا :

1445۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ہر مسلمان کے ذمے کچھ نہ کچھ صدقہ ہے۔'' صحابہ نے کہا: یا نبی اللہ! تو جس کے پاس نہ ہو (وہ کیا کرے)؟ فرمایا: ''اپنے ہاتھ کے ساتھ کام کرے اور اپنے آپ کو فائدہ پہنچائے اور صدقہ کرے۔'' صحابہ نے کہا: اگر یہ بھی نہ ہو؟ فرمایا: ''کسی حاجت والے مظلوم کی مدد کرے۔'' انھوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فَإِنْ لَمْ يَجِدْ؟ قَالَ : « فَلْيَعْمَلْ بِالْمَعْرُوفِ، وَلْيُمْسِكْ عَنِ الشَّرِّ، فَإِنَّهَا لَهُ صَدَقَةٌ » [انظر : ٦٠٢٢- أخرجه مسلم : ١٠٠٨ بلفظ مختلف]

نے کہا: اگر یہ بھی نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: ''پھر نیکی کا کام کرے اور برائی سے باز رہے، تو یہی اس کے لیے صدقہ ہے۔''

فائدہ یہاں اس حدیث میں ہے: « فَلْيَعْمَلْ بِالْمَعْرُوْفِ » کہ وہ نیکی کا کام کرے اور صحیح بخاری ''کِتَابُ الْأَدَبِ (٦٠٢٢)'' میں ایک اور سند سے اس حدیث میں ہے: « فَيَأْمُرُ بِالْخَيْرِ، أَوْ قَالَ: بِالْمَعْرُوْفِ »''وہ نیکی کا حکم دے'' یا فرمایا: ''معروف کا حکم دے۔'' اور ابوداود طیالسی کی مسند (۴۹۷) میں شعبہ ہی کی روایت میں ہے: « وَيَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ » ''اور برائی سے منع کرے۔'' حدیث میں مذکورہ باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت کرنا ضروری ہے، وہ یا مال کے ساتھ ہوگی یا اس کے علاوہ کے ساتھ، اور مال یا تو موجود ہوگا یا کمانے کے ساتھ ملے گا، اور مال کے علاوہ کے ساتھ یا تو کسی فعل کے ساتھ ہوگا یا ترک کے ساتھ۔ ابن ابی جمرہ نے کہا: اس حدیث کی ترتیب اس طرح ہے کہ آپ نے صدقے کی ترغیب دی، یہ نہ ہو سکے تو وہ کام کرے جو اس کے قریب یا اس کے قائم مقام ہو اور وہ ہے کام کرنا اور اپنے آپ کو فائدہ پہنچانا، یہ نہ ہو سکے تو وہ کام کرے جو اس کے قائم مقام ہو اور وہ کسی کی مدد کرنا ہے، یہ بھی نہ ہو سکے تو کوئی نیکی کرے، یعنی ان نیکیوں کے سوا جن کا ذکر ہو چکا ہے، مثلاً راستے سے تکلیف دہ چیزیں دور کرنا، یہ بھی نہ ہو تو آپ نے نماز کی ترغیب دی، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو برائی سے بچا رہے اور یہ سب سے آخری مرتبہ ہے۔ حافظ رحمہ اللہ نے کہا کہ انھوں نے نماز کے ساتھ اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے جو صحیح مسلم (۷۲۰) میں ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے آخر میں ہے: « وَيُجْزِئُ مِنْ ذَلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحَى » یعنی ان سب کاموں کی جگہ ضحیٰ کی دو رکعتیں کافی ہیں۔ (فتح الباری)

٣١- بَابٌ : قَدْرُ كَمْ يُعْطَى مِنَ الزَّكَاةِ وَالصَّدَقَةِ وَمَنْ أَعْطَى شَاةً

31- باب: زکاۃ اور صدقے میں سے کتنی مقدار دی جائے اور جو ایک بکری دے دے

١٤٤٦- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: بُعِثَ إِلَى نُسَيْبَةَ الْأَنْصَارِيَّةِ بِشَاةٍ، فَأَرْسَلَتْ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا مِنْهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : « عِنْدَكُمْ شَيْءٌ ؟ » فَقُلْتُ : لَا، إِلَّا مَا أَرْسَلَتْ بِهِ نُسَيْبَةُ مِنْ تِلْكَ الشَّاةِ، فَقَالَ : « هَاتِ، فَقَدْ بَلَغَتْ مَحِلَّهَا » [انظر : ١٤٩٤، ٢٥٧٩- أخرجه مسلم : ١٠٧٦]

1446- اُم عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نُسَیبہ انصاریہ کی طرف ایک بکری بھیجی گئی تو انھوں نے اس میں سے کچھ گوشت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف بھیجا۔ نبی ﷺ نے پوچھا: ''تمھارے پاس (کھانے کی) کوئی چیز ہے؟'' (عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا:) میں نے کہا: اس کے سوا کچھ نہیں جو نُسَیبہ نے اس بکری میں سے بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''لاؤ، وہ اپنی جگہ پہنچ چکا۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فوائد ومسائل: 1 نُسیبہ انصاریہ سے مراد خود ام عطیہ رضی اللہ عنہا ہی ہیں، یہ بات صحیح بخاری کی "اِبْنُ السَّكَنِ عَنِ الْفِرَبْرِيِّ عَنِ الْبُخَارِيِّ" کی روایت میں اس حدیث کے آخر میں لکھی ہوئی ہے۔ کلام کا تقاضا یہ تھا کہ وہ کہتی کہ میری طرف ایک بکری بھیجی گئی، جیسا کہ صحیح مسلم (١٠٧٦) میں "اِبْنُ عُلَيَّةَ عَنْ خَالِدٍ" کے طریق سے ہے، مگر انھوں نے اس روایت میں ضمیر کی بجائے اپنا نام ذکر کر دیا ہے۔ (فتح الباری)

2 صدقے کا لفظ فرض اور نفل دونوں پر آتا ہے، جب کہ زکاۃ کا لفظ زیادہ تر فرض پر آتا ہے۔ یہاں صدقے سے مراد نفل ہوگا، کیونکہ فرض صدقہ تو زکاۃ کے لفظ میں آ چکا ہے۔ یہ باب امام صاحب نے ان لوگوں کے رد کے لیے قائم کیا ہے جن کا کہنا ہے کہ فقیر اور مسکین کو زکاۃ سے اتنا دے سکتے ہیں جو نصابِ زکاۃ سے کم ہو۔ نصاب کی مقدار یا اس سے زیادہ ایک مسکین کو دینا ان کے نزدیک مکروہ ہے۔ (فتح الباری)

3 جوہری نے کہا ہے: لفظ "شَاةٌ" بھیڑ اور بکری کے مذکر اور مؤنث دونوں کے واحد کے لیے آتا ہے۔ [اللامع الصبیح]

4 بَلَغَتْ مَحِلَّهَا: رسول اللہ ﷺ پر زکاۃ وصدقہ حرام تھے، کیونکہ وہ "أَوْسَاخُ النَّاسِ" (لوگوں کے میل کچیل) ہیں۔ [مسلم: ١٠٧٢] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسکین کو اگر صدقہ دیا جائے اور وہ اس میں سے کسی غنی کو یا ایسے شخص کو بطورِ ہدیہ دے جس پر صدقہ حرام ہے تو یہ جائز ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے بریرہ رضی اللہ عنہا کی بکری کے گوشت کے متعلق فرمایا تھا: «هُوَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ، وَهُوَ لَنَا هَدِيَّةٌ» [بخاري: ١٤٩٥] "یعنی وہ اس پر صدقہ ہے اور وہ ہمارے لیے ہدیہ ہے۔"

5 سورۂ توبہ (٦٠) میں اللہ تعالیٰ نے صدقات کے آٹھ مصرف بیان کیے ہیں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آدمی سارا صدقہ ایک ہی مصرف میں دے سکتا ہے۔ اس سے ان حضرات کی بات کا رد ہو گیا جو کہتے ہیں کہ صدقہ آٹھوں مصارف میں تقسیم کرنا ضروری ہے۔ گویا ان کے نزدیک وہ بکری بیچ کر آٹھوں مصارف میں تقسیم کرنی چاہیے تھی۔

٣٢- بَابُ زَكَاةِ الْوَرِقِ

32- باب: چاندی کی زکاۃ

١٤٤٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ مِنَ الْإِبِلِ، وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ، وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ»

1447- ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اونٹوں میں پانچ اونٹوں سے کم میں صدقہ نہیں اور (چاندی میں) پانچ اوقیہ سے کم میں صدقہ نہیں اور (غلے میں) پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں۔"

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْوَهَّابِ، قَالَ : حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ : أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، سَمِعَ أَبَاهُ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ بِهٰذَا. [راجع : ١٤٠٥۔ أخرجه مسلم : ٩٧٩]

ہے کہ ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی ﷺ سے یہ حدیث سنی۔

فوائد : 1 " أَوَاقٍ " " أُوقِيَّةٌ " کی جمع ہے۔ چاندی کا ایک اُوقیہ چالیس درہم کے برابر ہوتا ہے اور پانچ اوقیہ دو سو درہم کے برابر ہیں۔ برصغیر پاک و ہند کے علماء کے نزدیک اس کا معروف وزن انگریزی نظامِ وزن سے ساڑھے باون تولے ہے جو گراموں کے لحاظ سے تقریباً 611 گرام بنتے ہیں اور سونے کا نصاب بیس (20) دینار ہے جن کا وزن علمائے برصغیر کے نزدیک ساڑھے سات تولے ہے جو گراموں کے لحاظ سے سوا ستاسی (87.27) گرام ہے۔ اس سے پہلے میں نے اپنے رسالہ "احکام زکاۃ وعشر (ص: ۲۳)" میں شیخ ابو بکر الجزائری کی کتاب " اَلْجَمَلُ فِيْ زَكَاةِ الْعَمَلِ " سے اور ڈاکٹر عبداللہ بن محمد بن احمد الطار کی کتاب " اَلزَّكَاةُ " سے نقل کرتے ہوئے بیس (20) دینار کو ستر (70) گرام سونے کے برابر اور دو سو درہم کو 460 گرام چاندی کے برابر لکھا تھا۔ مگر اس کے بعد میں نے مزید پڑھا اور دیکھا تو اکثر عرب اہلِ علم کو برصغیر کے علماء کے ساتھ تقریباً متفق پایا، معمولی فرق کا کچھ اعتبار نہیں۔ اس معاملے میں دکتور یوسف القرضاوی نے اپنی کتاب "فِقْهُ الزَّكَاةِ (٢٥٧ تا ٢٦٥)" میں بہت اچھی اور تفصیلی بحث کر کے نتیجہ یہ پیش کیا ہے کہ جدید نظامِ وزن میں ایک درہم کا وزن 2.975 گرام چاندی ہے، اسے پانچ اُوقیہ یعنی دو سو درہم کے ساتھ ضرب دی جائے تو 595 گرام بنتے ہیں، یہ چاندی کا نصاب ہے۔ اگر اتنی یا اس سے زیادہ چاندی آدمی کے پاس ہو اور اس پر سال گزر چکا ہو تو اسے اس میں سے چالیسواں حصہ یعنی اڑھائی فیصد زکاۃ دینا ہوگی۔ دینار کا وزن 4.25 گرام سونا ہے اور بیس دینار کا وزن 85 گرام سونا ہے، اگر کسی آدمی کے پاس اتنا یا اس سے زیادہ سونا ہو اور اس پر سال گزر چکا ہو تو اس میں سے چالیسواں حصہ یعنی اڑھائی فیصد زکاۃ دینا ہوگی۔

2 خَمْسَةِ أَوْسُقٍ: مدینہ میں غلہ وغیرہ کو تولنے کا رواج نہیں تھا، بلکہ صاع (ٹوپہ) کے ساتھ ماپنے کا رواج تھا، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے نصاب یعنی وہ کم از کم مقدار جس پر صدقہ فرض ہوتا ہے ماپ ہی کے حساب سے مقرر فرمایا۔ چنانچہ فرمایا: "پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں ہے۔" ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے، پانچ وسق تین سو صاع ہوئے۔ موجودہ وزن کے لحاظ سے اس کی مقدار کیا ہے اس میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ یہ بات تو ظاہر ہے کہ صاع (ٹوپہ) میں کوئی جنس بھاری ہوگی تو زیادہ آئے گی، مثلاً گندم اور اگر کوئی جنس ہلکی ہوگی تو کم آئے گی، مثلاً جَو، اس لیے وزن کے لحاظ سے یہ مقدار اندازاً ہی ہو سکتی ہے۔ یہ بات معروف ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صاع کا وزن پانچ رطل اور ایک رطل کا تیسرا حصہ ہے۔ برصغیر کے عام علماء انگریزی نظامِ وزن کے مطابق صاع کا وزن دو سیر گیارہ چھٹانک اور پانچ وسق کا وزن بیس من بیان فرماتے ہیں۔ چالیس کلو گرام فی من کے لحاظ سے یہ مقدار تقریباً اٹھارہ (١٨) من تیس کلو گرام ہوگی اور صاع اڑھائی کلو ہوگا۔ ہمارے استاذ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ صاع کا وزن سوا دو سیر اور پانچ وسق کا وزن سولہ من پینتیس (۳۵) سیر بیان فرماتے تھے، تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔ اس کے مطابق کلوگرام کے لحاظ سے صاع کا وزن دو کلو ایک سو گرام ہوگا اور نصاب چھ سو تیس (۶۳۰) کلو گرام ہوگا، یعنی پندرہ من تیس کلو۔ " فِقْهُ الزَّكَاةِ " کے مصنف ڈاکٹر محمد یوسف القرضاوی کی تحقیق یہ ہے کہ نبی ﷺ کا صاع جو ساڑھے پانچ ($5\frac{1}{3}$) رطل کے برابر تھا، کلوگرام کے لحاظ سے اس کا وزن دو کلو اور ایک سو چھہتر (۱۷۶) گرام بنتا ہے۔ اس کے مطابق گندم میں سے پانچ وسق کا وزن ۶۵۳ کلوگرام ہوگا، یعنی ۱۶ من ۱۳ کلو۔

مشہور سعودی عالم الشیخ محمد بن صالح العثیمین نے اپنی کتاب " مجالس شهر رمضان (۱۱۵) " میں پانچ وسق کا وزن عمدہ گندم کے لحاظ سے ۶۱۲ کلوگرام بیان فرمایا ہے جو پندرہ من بارہ کلوگرام بنتا ہے۔ صاع کی مقدار معلوم کرنے کا ایک سادہ سا طریقہ لغتِ عرب کی مستند لغات قاموس وغیرہ میں موجود ہے، وہ یہ ہے کہ ایک صاع میں چار ''مُد'' ہوتے ہیں۔ ایک درمیانے قد اور جسم کے آدمی کی دونوں ہتھیلیاں ملا کر بھر جائیں تو یہ ایک ''مُد'' ہوتا ہے۔ چار دفعہ اس کے برابر ہو تو ایک صاع ہوگا۔ الشیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ اور سعودی عرب کے دوسرے بڑے بڑے مُفتیان نے اپنے فتاویٰ میں یہی طریقہ اختیار کرنے کی تلقین فرمائی ہے کہ صدقۂ فطر ادا کرنا ہو تو دونوں ہتھیلیاں ملا کر چار دفعہ بھر کر غلہ دے دیں۔ مفتی عبدالرحمٰن الرحمانی رحمہ اللہ (سابق) قاضی ثالثی عدالت جماعۃ الدعوہ پاکستان اپنے رسالہ " الميزان في الأوزان " میں فرماتے ہیں کہ میں نے خود اپنے کئی معتبر ساتھیوں کے ساتھ مل کر تجربہ کیا تو ایک مُد میں زیادہ سے زیادہ پانچ سو گرام گندم آ سکی، چنانچہ ایک صاع دو کلوگرام کے برابر ہوگا۔ راقم نے بھی اس کا تجربہ کیا ہے، ایک مُد میں نصف کلوگرام کے قریب ہی گندم آتی ہے، اس لحاظ سے پانچ وسق (۳۰۰ صاع) چھ سو کلوگرام گندم، یعنی پندرہ من کے برابر ہوں گے۔ جو شخص مزید اطمینان چاہے وہ خود دونوں ہاتھوں سے ماپ کر تجربہ کر سکتا ہے۔ شیخ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ کا قول چھ سو بارہ کلوگرام بھی اس کے بالکل قریب ہے۔ ان کے تجربے کے مطابق ایک صاع دو کلو چالیس گرام کے برابر ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ احتیاط اسی میں ہے کہ کوئی بھی جنس اگر چھ سو کلوگرام (چالیس کلو فی من کے لحاظ سے ۱۵ من) کو پہنچ جائے تو اس میں سے عشر ادا کرنا ہوگا۔

٣٣- بَابُ الْعَرْضِ فِي الزَّكَاةِ

33- باب: زکاۃ میں (سونے چاندی کے سوا) سامان لینا

وَقَالَ طَاوُسٌ : قَالَ مُعَاذٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لِأَهْلِ الْيَمَنِ : ائْتُونِي بِعَرْضٍ ثِيَابٍ خَمِيصٍ أَوْ لَبِيسٍ فِي الصَّدَقَةِ مَكَانَ الشَّعِيرِ وَالذُّرَةِ ، أَهْوَنُ عَلَيْكُمْ وَخَيْرٌ لِأَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ بِالْمَدِينَةِ . وَقَالَ

اور طاؤس نے کہا کہ معاذ رضی اللہ عنہ نے اہلِ یمن سے کہا: میرے پاس صدقے میں جَو اور مکئی کی جگہ سامان لے آؤ، کپڑے ہوں خواہ چادریں ہوں یا کوئی لباس، یہ تمھارے لیے زیادہ آسان ہیں اور مدینہ میں اصحابِ نبی ﷺ کے لیے زیادہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

النَّبِيُّ ﷺ: ﴿ وَأَمَّا خَالِدٌ احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ وَأَعْتُدَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ﴾ [انظر : ۱۴۶۸] وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ﴿ تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ ﴾ [راجع : ۹۸] فَلَمْ يَسْتَثْنِ صَدَقَةَ الْفَرْضِ مِنْ غَيْرِهَا، فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي خُرْصَهَا وَسِخَابَهَا، وَلَمْ يَخُصَّ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ مِنَ الْعُرُوضِ.

اچھے ہیں۔ اور نبی ﷺ نے فرمایا: ''اور لیکن خالد، تو اس نے اپنی زرہیں اور ہتھیار اللہ کی راہ میں وقف کر رکھے ہیں۔'' اور نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم عورتیں صدقہ کرو، خواہ اپنے زیوروں سے کرو۔'' تو آپ نے فرض صدقے کو غیر فرض صدقے سے مستثنیٰ نہیں کیا۔ تو عورتیں اپنی بالیاں اور ہار (بلال رضی اللہ عنہ کی جھولی میں) پھینکنے لگیں، اور آپ ﷺ نے سامان میں سے سونے چاندی کو خاص نہیں کیا۔

فوائد: 1 " اَلْعَرْضِ " راء کے سکون کے ساتھ ہو تو درہم و دینار (سونے چاندی) کے سوا دوسری چیزیں یعنی ساز و سامان اور اگر راء کے فتحہ کے ساتھ ہو تو وہ عام ہے، اس میں درہم و دینار اور دوسری سب چیزیں شامل ہیں۔ " اَلْعَرَضُ مَا عَرَضَ لَكَ قَلَّ أَوْ كَثُرَ " " عَرَضٌ " وہ ہے جو تمھارے سامنے آئے کم ہو یا زیادہ۔'' اسی سے ہے: " اَلدُّنْيَا عَرَضٌ حَاضِرٌ " ''دنیا نقد سامان ہے۔'' " خَمِيْصٌ " : سیاہ منقش چادریں۔ " لَبِيْسٌ " : پہننے کی کوئی بھی چیز۔ " اَلذُّرَةُ ": بعض اس کا ترجمہ جوار کرتے ہیں، ان کے ہاں مکئی کو ہی جوار کہا جاتا ہے۔ " أَدْرَاعٌ " " دِرْعٌ " کی جمع ہے: زرہ جو جسم کو تیر تلوار وغیرہ سے بچانے کے لیے پہنی جاتی ہے۔ " خُرْصٌ " خاء کے ضمہ اور کسرہ کے ساتھ: بالی۔ " سِخَابٌ " : سونے چاندی کے سوا دوسری چیزوں، مثلاً منکوں یا لونگ وغیرہ سے بنا ہوا ہار۔ " أَعْتُدٌ " یہ " عَتَادٌ " کی جمع ہے: لڑائی کے لیے تیار کردہ سامان، مثلاً اسلحہ اور گھوڑے اونٹ وغیرہ، جس طرح " عَنَاقٌ " (بکری کی پٹھوری) کی جمع " أَعْنُقٌ " ہے۔ [اللامع الصبیح]

2 اس باب سے بخاری کا مقصد یہ ہے کہ قرآن وحدیث کی رو سے کسی چیز میں جو زکاۃ فرض ہے کیا اس کی بجائے کوئی دوسری چیز دی جا سکتی ہے؟ اس مسئلہ میں اہلِ علم کا اختلاف ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ ہر مال کی زکاۃ اسی مال سے دینا واجب ہے، چنانچہ گندم کی زکاۃ گندم، جو کی جو، بھیڑ بکریوں کی بھیڑ بکری اور گائیوں کی گائے کی صورت میں نکالنا واجب ہے، یہی معاملہ سونے چاندی کا ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ اصل چیز کی جگہ کسی اور صورت میں زکاۃ نکالنا بھی جائز ہے، جب زکاۃ دینے والے کو اس میں سہولت ہو اور ضرورت مندوں کو زیادہ فائدہ ہو۔ دلیل قوی ہونے کی وجہ سے بخاری نے اسی بات کو اختیار کیا ہے۔

3 معاذ رضی اللہ عنہ کے اثر کے متعلق حافظ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ طاؤس تک اس کی سند صحیح ہے، مگر طاؤس نے معاذ رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا، اس لیے یہ منقطع ہے۔ مگر بخاری نے اسے جزم سے بیان کیا ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ یہ ان کے نزدیک قوی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ باب میں مذکور احادیث کی تائید کی وجہ سے انھوں نے اسے قوی سمجھا ہے۔ طاؤس کا یہ اثر یحییٰ بن آدم کی " كِتَابُ الْخَرَاجِ (۵۲۶) " میں ''ابن عیینہ عن ابراہیم بن میسرہ وعمرو بن دینار عن طاؤس'' کی سند سے ابراہیم اور عمرو کی الگ الگ روایتوں کی صورت میں موجود ہے۔ (فتح الباری) معاذ رضی اللہ عنہ کے اس اثر سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کسی اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سامان کی صورت میں زکاۃ دینے اور ایک شہر سے دوسرے شہر میں زکاۃ منتقل کرنے کا استدلال کیا ہے۔ (ابن عثیمین) معاذ رضی اللہ عنہ نے جَو اور مکئی کی جگہ کپڑے کی صورت میں صدقہ دینے کو اہلِ یمن کے لیے آسان اس لیے قرار دیا کہ وہاں کپڑا بنتا تھا جو امیر تک پہنچانا آسان تھا، کیونکہ غلہ پہنچانے میں بار برداری کی محنت اور خرچ زیادہ پڑتا ہے، پھر یمن سے مدینہ پہنچانے میں مزید مشقت اور اخراجات اٹھتے ہیں۔ اس کے علاوہ اہلِ مدینہ کو غلے کی جگہ کپڑوں کی زیادہ ضرورت تھی۔

4 وَأَمَّا خَالِدٌ احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ وَأَعْتُدَهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ...... : خالد رضی اللہ عنہ کے متعلق آپ نے جو فرمایا اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے صدقات کی وصولی کے لیے عُمّال بھیجے، وہ واپس آئے تو انھوں نے بتایا کہ عبد اللہ بن جمیل، عباس بن عبد المطلب اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہم نے صدقہ نہیں دیا۔ آپ نے عبد اللہ بن جمیل کے متعلق فرمایا کہ وہ صرف اس لیے ناراض ہوتا ہے کہ وہ فقیر تھا تو اللہ اور اس کے رسول نے اسے غنی کر دیا ہے، گویا آپ نے اس پر ناراضی کا اظہار کیا اور آپ نے عباس رضی اللہ عنہ کا صدقہ اپنے ذمے لے لیا، بلکہ اسے دگنا کر کے دینے کا اقرار کر لیا اور خالد رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: ''تم خالد پر ظلم کرتے ہو، اس نے تو اپنی زرہیں اور ہتھیار فی سبیل اللہ وقف کر رکھے ہیں۔'' [بخاري : ١٤٦٨۔ مسلم : ٩٨٣] خالد رضی اللہ عنہ کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے بخاری کا باب کے مسئلے پر استدلال اس طرح ہے کہ خالد رضی اللہ عنہ کے ذمے جو زکاۃ تھی انھوں نے اس کے ساتھ زرہیں اور ہتھیار خرید کر انھیں جہاد کے لیے وقف کر دیا ہے۔ معلوم ہوا خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ پر واجب زکاۃ کی جگہ زرہیں اور ہتھیار جہاد کے لیے وقف کر دیے، اس سے معلوم ہوا کہ واجب زکاۃ کی جگہ کوئی اور چیز دی جا سکتی ہے، جیسا کہ خالد رضی اللہ عنہ نے کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی شرح ایک اور بھی کی گئی ہے کہ تم خالد پر ظلم کر رہے ہو، یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ خالد واجب زکاۃ دینے سے انکار کرے؟ وہ تو اتنا سخی اور فراخ دل ہے کہ اس نے اپنا اسلحہ اور زرہیں فی سبیل اللہ وقف کر رکھی ہیں، وہ زکاۃ کیوں نہیں دے گا؟ حدیث میں آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم اس پر ظلم کر رہے ہو، بلکہ آپ نے فرمایا: ''تم خالد پر ظلم کر رہے ہو'' اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں خالد رضی اللہ عنہ کی قدر و منزلت کا اظہار ہو رہا ہے۔ (ابن عثیمین) ایک توجیہ اس کی یہ کی گئی ہے کہ عُمّال نے خالد رضی اللہ عنہ سے ان کے اسلحے اور زرہوں کو تجارتی مال سمجھتے ہوئے زکاۃ طلب کی تو آپ نے فرمایا کہ اس کا اسلحہ اور زرہیں فی سبیل اللہ وقف ہیں، اس میں زکاۃ نہیں۔ [اللامع الصبيح] ان آخری دونوں توجیہوں کی صورت میں حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت مشکل ہے۔

5 وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ : امام بخاری کا اس سے استدلال یہ ہے کہ زکاۃ میں مال اسباب کا دینا درست ہے، کیونکہ ان عورتوں کے سب زیور چاندی سونے کے نہ تھے، جیسے ہار کہ وہ مشک اور لونگ وغیرہ سے بنا کر گلوں میں ڈالتی تھیں۔ (تیسیر الباری)

١٤٤٨۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ، أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ : أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهُ الَّتِي أَمَرَ

1448۔ انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے وہ تحریر لکھی جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا تھا: ''اور جس شخص کا صدقہ ایک سالہ اونٹنی کو پہنچ گیا ہو

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اللّٰهُ رَسُولَهُ ﷺ : « وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ مَخَاضٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُ بِنْتُ لَبُونٍ ، فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ، وَيُعْطِيهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ بِنْتُ مَخَاضٍ عَلَى وَجْهِهَا وَعِنْدَهُ ابْنُ لَبُونٍ، فَإِنَّهُ يُقْبَلُ مِنْهُ وَلَيْسَ مَعَهُ شَيْءٌ » [انظر : ١٤٥٠، ١٤٥١، ١٤٥٣، ١٤٥٤، ١٤٥٥، ٢٤٨٧، ٣١٠٦، ٥٨٧٨، ٦٩٥٥، وانظر في الزكاة، باب : ٣٦]

اور وہ اس کے پاس نہ ہو اور اس کے پاس دو سالہ اونٹنی ہو تو وہ اس سے لے لی جائے اور صدقہ وصول کرنے والا اسے بیں درہم یا دو بکریاں دے دے۔ اور اگر اس کے پاس صدقے کے مطابق ایک سالہ اونٹنی نہ ہو اور اس کے پاس دو سالہ اونٹ ہو تو وہ اس سے لے لیا جائے اور اس کے ساتھ کچھ نہیں ہوگا۔"

فائدہ یہی حدیث (۱۴۵۳) پر مفصل آ رہی ہے، اس میں یہ بھی ہے کہ جس شخص پر دو سالہ اونٹنی صدقہ میں دینا واجب ہو اور وہ اس کے پاس نہ ہو، بلکہ اس کے پاس ایک سالہ اونٹنی ہو تو اس سے ایک سالہ اونٹنی لے لی جائے اور وہ اس کے ساتھ دو بکریاں یا بیں درہم دے دے۔ مطلب یہ ہے کہ ضروری نہیں کہ وہ دو سالہ اونٹنی ہی خرید کر دے، بلکہ ایک سالہ اونٹنی دے دے اور بنت لبون کی قیمت اس سے جتنی زیادہ ہے اس کے عوض بیں درہم یا دو بکریاں دے دے۔ اسی طرح اگر اس کے پاس واجب زکاۃ سے زیادہ قیمت کی اونٹنی ہو تو حاکم وہی لے لے اور زائد قیمت کی جگہ اسے بیں درہم یا دو بکریاں دے دے۔ اس سے وہ مسئلہ ثابت ہوا جس کا باب میں ذکر ہے کہ اصل واجب کی جگہ قیمت یا اس کا بدل بھی دیا جا سکتا ہے۔

١٤٤٩ـ حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، قَالَ : قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : أَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ لَصَلَّى قَبْلَ الْخُطْبَةِ، فَرَأَى أَنَّهُ لَمْ يُسْمِعِ النِّسَاءَ، فَأَتَاهُنَّ وَمَعَهُ بِلَالٌ نَاشِرٌ ثَوْبَهُ، فَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ أَنْ يَتَصَدَّقْنَ، فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي، وَأَشَارَ أَيُّوبُ إِلَى أُذُنِهِ وَإِلَى حَلْقِهِ . [راجع : ٩٨ـ أخرجه مسلم : ٨٨٤، وهو في كتاب العيدين (١٣) بزيادة]

1449۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں شہادت دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبے سے پہلے نماز پڑھی تو آپ نے خیال کیا کہ آپ عورتوں کو (اپنی بات) نہیں سنا سکے تو آپ ان کے پاس آئے اور آپ کے ساتھ بلال رضی اللہ عنہ تھے جو اپنا کپڑا پھیلائے ہوئے تھے، تو آپ نے انھیں نصیحت کی اور انھیں صدقہ کرنے کا حکم دیا تو عورتیں (اپنے زیور اتار کر بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں) پھینکنے لگیں۔ اور ایوب نے اپنے کان اور اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا۔

فائدہ اس حدیث کی شرح ترجمۃ الباب کے تحت گزر چکی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٣٤- بَابٌ : لاَ يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ، وَلاَ يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ

وَ يُذْكَرُ عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلُهُ .

١٤٥٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ : حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ، أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ : أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهُ الَّتِي فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : « وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ، وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ »
[راجع : ١٤٤٨]

34- باب: الگ الگ (ریوڑوں) کو اکٹھا نہ کیا جائے اور اکٹھوں کو الگ الگ نہ کیا جائے

اور سالم سے بیان کیا جاتا ہے، انھوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، انھوں نے نبی ﷺ سے ایسے ہی بیان کیا ہے۔

1450- انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انھیں (زکاۃ کے) وہ احکام لکھ کر دیے جو رسول اللہ ﷺ نے فرض فرمائے، (ان میں سے ایک یہ تھا): ”اور زکاۃ کے ڈر سے الگ الگ (ریوڑوں) کو جمع نہ کیا جائے اور اکٹھے (ریوڑ) کو جدا جدا نہ کیا جائے۔“

فوائد: 1 یہ اس حدیث کا ایک ٹکڑا ہے جسے ابو داود (١٥٦٨)، احمد (۴۶۳۴)، ترمذی (۶۲۱) اور حاکم (۳۹۲/۱، ۳۹۳) وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ (فتح الباری) امام مالک نے موطا (تحت الحدیث: ۹۰۷) میں اس حدیث کی وضاحت اس طرح کی ہے کہ ”الگ الگ ریوڑوں کو جمع کرنے کی مثال یہ ہے کہ تین آدمیوں میں سے ہر ایک کے پاس چالیس چالیس بکریاں ہوں (تو ان میں سے ہر ایک پر ایک ایک بکری، یعنی کل تین بکریاں زکاۃ ہو گی) وہ تینوں زکاۃ سے بچنے کے لیے تینوں ریوڑوں کو جمع کر کے ایک بنا لیں تو ایک سو بیس بکریوں پر ایک بکری زکاۃ ہو گی، رسول اللہ ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ اور اکٹھے ریوڑ کو الگ الگ کرنے کی مثال یہ ہے کہ دو آدمیوں نے اپنی اپنی بکریاں ملا کر ایک ریوڑ بنا رکھا ہے، دونوں میں سے ہر ایک کی ایک سو ایک بکریاں ہوں، تو اس اکٹھے ریوڑ کی تعداد دو سو دو بکریاں ہو گی، جس پر تین بکریاں زکاۃ فرض ہے۔ اگر وہ انھیں الگ الگ کر لیں تو دونوں پر ایک ایک بکری زکاۃ ہو گی، اس طرح وہ زکاۃ میں تین بکریاں دینے سے بچ جائیں گے۔“ (موطا) بکریوں کی زکاۃ کے نصاب کی تفصیل یہ ہے کہ چالیس بکریوں سے لے کر ایک سو بیس بکریوں تک میں ایک ہی بکری زکاۃ فرض ہے، اس سے اوپر ہوں تو دو سو تک دو بکریاں زکاۃ ہے، دو سو سے ایک بھی اوپر ہو تو تین سو تک تین بکریاں زکاۃ ہے۔ اس کے بعد ہر سو پر ایک ایک بکری زکاۃ پڑے گی، جیسا کہ تین سو میں تین بکریاں، چار سو میں چار اور پانچ سو میں پانچ ہوں گی۔ تین سو کے بعد جو سیکڑا کم ہو گا اس میں زکاۃ نہیں، جیسا کہ ۳۰۰ سے ۳۹۹ تک تین بکریاں اور ۴۰۰ سے ۴۹۹ تک چار بکریاں ہوں گی۔ [دیکھیے بخاري : ١٤٥٤]

2 جس طرح زکاۃ دینے والوں کو زکاۃ سے بچنے کے لیے الگ الگ ریوڑوں کو اکٹھا کرنا یا اکٹھے ریوڑ کو الگ الگ کرنا جائز نہیں اسی طرح زکاۃ لینے والے حاکم کے لیے بھی جائز نہیں کہ وہ زیادہ زکاۃ لینے کے لیے دو آدمیوں کے اکٹھے ریوڑ کو الگ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

الگ کردے، مثلاً دونوں کی اسی (۸۰) بکریاں ہیں، ان میں ایک ہی بکری زکاۃ ہے، مگر حاکم انھیں الگ الگ قرار دے کر دو بکریاں وصول کرے۔ اسی طرح دو آدمیوں کے الگ الگ ریوڑ ہیں، ہر ایک میں تیس بکریاں ہیں تو ان میں کوئی زکاۃ نہیں۔ اب کوئی حاکم زبردستی ان دونوں ریوڑوں کو ایک قرار دے کر ایک بکری وصول کرے تو یہ بھی جائز نہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی لیے باب میں " خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ " کے الفاظ حذف کر دیے ہیں جو حدیث میں موجود ہیں، تاکہ حاکم کے زیادہ زکاۃ لینے کی صورت بھی شامل ہو جائے۔

3 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زکاۃ سے بچنے کے لیے حیلہ کرنا حرام ہے اور اس میں نیت کا اعتبار ہوگا۔ اگر کوئی شخص اس مقصد کے لیے حیلہ کرتا ہے کہ اس پر زکاۃ فرض نہ ہو تو یہ شخص گناہ گار ہے، اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دھوکا کر رہا ہے۔ ہاں! اگر اس نیت کے بغیر کوئی ایسی صورت بن جاتی ہے کہ بندے پر زکاۃ فرض نہیں ہوتی تو اس میں مضائقہ نہیں۔ پھر کیا حال ہے ان بعض لوگوں کا جنھوں نے کہا ہے: " وَلَا تُكْرَهُ الْحِيلَةُ لِإِسْقَاطِ الشُّفْعَةِ وَالزَّكَاةِ " کہ شفعہ اور زکاۃ ساقط کرنے کے لیے حیلہ مکروہ نہیں ہے۔

٣٥۔ بَابٌ: مَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ، فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ

35۔ باب: جو دو آدمی مویشیوں کو ملانے والے ہوں وہ آپس میں برابری کے ساتھ رجوع کریں گے

وَ قَالَ طَاوُسٌ وَعَطَاءٌ : إِذَا عَلِمَ الْخَلِيطَانِ أَمْوَالَهُمَا فَلَا يُجْمَعُ مَالُهُمَا . وَقَالَ سُفْيَانُ : لَا يَجِبُ حَتَّى يَتِمَّ لِهَذَا أَرْبَعُونَ شَاةً، وَلِهَذَا أَرْبَعُونَ شَاةً .

اور طاؤس اور عطا نے کہا: جب مویشیوں کو ملانے والے دو آدمی اپنے مویشیوں کو پہچانتے ہوں تو ان کا مال جمع نہیں کیا جائے گا۔ اور سفیان نے کہا: زکاۃ اس وقت تک واجب نہیں ہوتی کہ اس کی چالیس بکریاں پوری ہوں اور اس کی بھی چالیس پوری ہوں۔

١٤٥١۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ، أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُ: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهُ الَّتِي فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ، فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ» [راجع: ١٤٤٨]

1451۔ انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انھیں (زکاۃ کے) وہ احکام لکھ کر دیے جو رسول اللہ ﷺ نے فرض فرمائے، (ان میں سے ایک یہ تھا): "جو دو آدمی مویشیوں کو ملانے والے ہوں وہ آپس میں برابری کے ساتھ رجوع کریں گے۔"

فائدہ: 1 " خَلِيطَيْنِ " کے لفظی معنی ہیں: دو مال کو ملانے والے۔ عام طور پر چرواہے جب مویشی چراتے ہیں تو اکٹھے مل کر چراتے ہیں، ہر ایک کا مالک، چرواہا اور باڑہ اپنا اپنا ہوتا ہے۔ ظاہر ہے اس صورت میں ہر ایک کا الگ الگ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نصاب پورا ہو تو اس میں اتنی زکاۃ ہوگی جتنی ان جانوروں پر مقرر ہے، کیونکہ یہ "خَلِيطَيْنِ" نہیں ہیں۔

"خَلِيطَيْنِ" کی ایک صورت یہ ہے کہ دو آدمی اپنے جانور اکٹھے کر لیتے ہیں، مگر دونوں اپنے اپنے جانور پہچانتے ہیں، البتہ ان سب کا باڑہ، چراگاہ، پانی پینے کی جگہ اور چرواہا ایک ہے۔ اسے خلطۂ جوار کہتے ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ دو آدمی ایک ریوڑ میں اس طرح شریک ہیں کہ وہ اپنے اپنے جانور الگ الگ نہیں پہچانتے، اسے خلطۂ شیوع کہا جاتا ہے اور ان دونوں کو شریکین بھی کہتے ہیں۔ اس حدیث کے مطابق دونوں صورتوں میں نصاب کے لیے مجموعے کا اعتبار ہوگا، مثلاً ایک آدمی کی تیس بکریاں اور ایک کی دس ہیں تو مجموعہ چالیس ہونے کی وجہ سے ان میں ایک بکری زکاۃ ہوگی، اسی طرح اگر دونوں میں سے ہر ایک کی ساٹھ ساٹھ بکریاں ہیں تو ایک سو بیس بکریوں میں سے بھی ایک بکری زکاۃ ہوگی۔ دونوں اگر اپنا مال پہچانتے ہیں تو ایک کے مال میں سے وہ بکری وصول کی جائے گی، اگر وہ بکری تیس بکریوں میں سے لی گئی ہے تو ان کا مالک دس بکریوں والے سے بکری کے چوتھے حصے کی قیمت وصول کرے گا اور اگر دس بکریوں میں سے وہ بکری لی گئی ہے تو وہ تیس بکریوں والے سے تین چوتھائی قیمت وصول کرے گا۔ اسی طرح ایک سو بیس بکریوں میں سے ایک کے حصے سے جو بکری لی گئی ہے دوسرا شخص آدھی بکری کی قیمت اسے ادا کرے گا۔ "بِالسَّوِيَّةِ" کا معنی یہاں بالعدل ہے، یعنی انصاف کے ساتھ دوسرا شخص اپنی بکریوں (کی تعداد) کے مطابق اس شخص کو اتنی قیمت دے دے گا جس کے مال سے بکری لی گئی ہے۔ یہ نہیں کہ اگر ایک کی دس اور دوسرے کی تیس ہیں تو دونوں برابر آدھی آدھی بکری زکاۃ دیں۔ اور اگر اکٹھے مال والے اپنا مال الگ الگ نہیں پہچانتے، تب بھی یہی حکم ہے کہ مال کی جتنی زکاۃ لی گئی ہے دونوں اپنے اپنے حصے کے مطابق آپس میں رجوع کر لیں، مثلاً اگر کل اسی (۸۰) بکریاں ہیں، ایک کی ساٹھ اور دوسرے کی بیس ہیں تو ساٹھ بکریوں والے کو بکری کی قیمت کا تین چوتھائی اور بیس والے کو ایک چوتھائی دینا پڑے گا۔

2 باب میں امام صاحب نے طاؤس اور عطا کا جو قول ذکر کیا ہے اس میں انھوں نے خلطہ کے لیے ایک شرط ذکر کی ہے۔ اسی طرح سفیان نے بھی خلطہ کے لیے ایک شرط لگائی ہے۔ البتہ دونوں اقوال میں خلطہ کو اکٹھی زکاۃ کے لیے معتبر مانا گیا ہے۔ طاؤس اور عطا کے قول کے مطابق اگر وہ دونوں اپنے اموال الگ الگ نہیں پہچانتے تو مال کم ہو یا زیادہ دونوں کے مال کو ایک ریوڑ سمجھ کر زکاۃ وصول کی جائے گی، جیسا کہ مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ ابن جریج نے کہا: میں نے عطا سے کہا کہ کچھ خلیط ہیں جن کے پاس چالیس بکریاں ہیں؟ تو انھوں نے کہا: ان کے ذمے ایک بکری ہے۔ میں نے کہا: تو اگر ایک کی انتالیس (۳۹) اور ایک کی ایک ہو؟ تو انھوں نے کہا: دونوں کے ذمے ایک بکری ہے۔ اسی طرح سفیان کے قول کے مطابق اگر دونوں میں سے ہر ایک کی کم از کم چالیس بکریاں ہوں تو زکاۃ کا اعتبار مجموعے کے اعتبار سے ہوگا جو ایک بکری ہے اور اگر دونوں کی کم و بیش ہیں، مثلاً ایک کی چالیس اور ایک کی ساٹھ ہیں تو مجموعے سے ایک بکری وصول کی جائے گی۔ اس کے بعد جس کے ریوڑ سے بکری لی گئی ہے وہ دوسرے کی طرف رجوع کر کے حساب پورا کرے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اصحاب الحدیث سب خلطہ کا اعتبار کرتے ہیں، اگرچہ ان میں سے بعض اس کے لیے چند شرطیں عائد کرتے ہیں۔ البتہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو نہ " خَلْطَةُ الْجِوَارِ " کو مانتے ہیں اور نہ " خَلْطَةُ الشُّيُوْعِ " کو۔ ان کے نزدیک مال اکٹھا ہونے کے باوجود ہر شخص کے ریوڑ کا الگ الگ نصاب کو پہنچنا ضروری ہے اور ہر ایک کے ریوڑ میں سے الگ الگ زکاۃ لی جائے گی۔ سوال یہ ہے کہ پھر حدیث " لَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ، وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ " کا تو کچھ مطلب ہی نہیں رہتا، نہ ہی " وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيْطَيْنِ " کا کچھ مطلب رہتا ہے۔ ان کے پہلے حضرات کا تو یہ عذر ہو سکتا ہے کہ انھیں حدیث نہیں پہنچی ہوگی، مگر بعد کے لوگ جو حدیث ملنے کے باوجود اپنے اکابر کی ہر بات کو ہر حال میں صحیح ثابت کرنے پر اڑے ہوئے ہیں اور اس کے لیے ایسی ایسی بے جا تاویلیں کرتے ہیں جنھیں سن کر بندہ حیران رہ جاتا ہے، انھیں اپنے رویے پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔

٣٦- بَابُ زَكَاةِ الْإِبِلِ

36۔ باب: اونٹوں کی زکاۃ

ذَكَرَهُ أَبُو بَكْرٍ وَأَبُو ذَرٍّ وَأَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ١٤٤٨، ١٤٦٠]

اس کا ذکر ابو بکر اور ابو ذر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ سے کیا ہے۔

فائدہ ان تینوں حضرات کی احادیث صحیح بخاری ہی میں دوسرے مقامات پر موجود ہیں۔

١٤٥٢- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ ابْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ أَعْرَابِيًّا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْهِجْرَةِ، فَقَالَ: «وَيْحَكَ، إِنَّ شَأْنَهَا شَدِيدٌ، فَهَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ تُؤَدِّي صَدَقَتَهَا؟» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «فَاعْمَلْ مِنْ وَرَاءِ الْبِحَارِ، فَإِنَّ اللَّهَ لَنْ يَتِرَكَ مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا» [انظر: ٢٦٣٣، ٣٩٢٣، ٦١٦٥ - أخرجه مسلم: ١٨٦٥]

1452۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ ﷺ سے ہجرت کے بارے میں سوال کیا، تو آپ نے فرمایا: "افسوس تم پر! اس کا معاملہ تو بہت سخت ہے، کیا تمھارے پاس کچھ اونٹ ہیں جن کا تم صدقہ ادا کرتے ہو؟" اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: "پھر سمندروں کے پار عمل کرتا رہ، کیونکہ اللہ تعالیٰ تیرے عمل میں سے ہرگز کچھ بھی کم نہیں کرے گا۔"

فوائد 1 ہجرت کا معاملہ بہت سخت ہے، یعنی ہجرت میں پیش آنے والی مصیبتیں برداشت کرنا بہت مشکل کام ہے جو ہر شخص کے بس کی بات نہیں۔ اس وقت ہجرت اگرچہ فرض تھی، مگر نبی ﷺ کو معلوم تھا کہ وہ سائل کے بس کی بات نہیں اور اگر اسے اس پر واجب کیا گیا تو اسے ضرر پہنچے گا۔ یہاں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ ہجرت کے وجوب کے منسوخ ہونے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے بعد کی بات ہے، کیونکہ اس کے لیے اس اعرابی کی آمد کی تاریخ کا علم ہونا ضروری ہے، اس کے علاوہ منسوخ تو مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کا وجوب تھا، اس کے سوا کوئی بھی جگہ جہاں مسلمان اللہ کے احکام پر عمل نہ کر سکتا ہو وہاں سے ہجرت اب بھی واجب ہے۔

2 فَاعْمَلْ مِنْ وَرَاءِ الْبِحَارِ: اس کا ایک ترجمہ وہ ہے جو متن میں ہے اور " بِحَارٌ " " بَحْرَةٌ " کی جمع بھی ہو سکتی ہے جس کا معنی آبادی ہے۔ اس صورت میں معنی ہوگا: ''پس آبادیوں کے پیچھے عمل کرتا رہ۔'' جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے: « لَقَدِ اصْطَلَحَ أَهْلُ هَذِهِ الْبُحَيْرَةِ عَلَى أَنْ يُتَوِّجُوهُ » [بخاري: ٤٥٦٦] ''اس آبادی (مدینہ) والوں نے اتفاق کر لیا تھا کہ اس (عبداللہ بن اُبی) کو تاج پہنا دیں۔''

3 فَهَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ تُؤَدِّي صَدَقَتَهَا ؟ : آپ نے اس سے اونٹوں کی بات اس لیے کہی کہ وہ جہاں سے آیا تھا ان کا عام روزگار اونٹوں سے وابستہ تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس پر ہجرت واجب ہو اگر وہ اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو ارکانِ اسلام خصوصاً زکاۃ پر عمل سے اسے ہجرت کا ثواب مل جائے گا۔ یہی حال ہر نیکی کا ہے، جیسے وہ شخص جو تندرستی میں کھڑا ہو کر نماز پڑھتا ہے بیماری کی حالت میں بیٹھ کر نماز پڑھے تو اسے کھڑا ہو کر نماز پڑھنے کا ثواب ملے گا۔ [اللامع الصبیح]

4 "لَنْ يَتِرَكَ" باب "وَتَرَ يَتِرُ" سے ہے جس کا معنی کم کرنا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَنْ يَتِرَكُمْ أَعْمَالَكُمْ ﴾ [محمد: ٣٥] ''وہ ہرگز تم سے تمھارے اعمال کم نہیں کرے گا۔''

٣٧- بَابُ مَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ بِنْتِ مَخَاضٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ

37- باب: جس شخص پر بنت مخاض کا صدقہ واجب ہو اور وہ اس کے پاس موجود نہ ہو

١٤٥٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ، أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهُ فَرِيضَةَ الصَّدَقَةِ الَّتِي أَمَرَ اللَّهُ رَسُولَهُ ﷺ: « مَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ مِنَ الْإِبِلِ صَدَقَةُ الْجَذَعَةِ، وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ جَذَعَةٌ وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ، وَيَجْعَلُ مَعَهَا شَاتَيْنِ إِنِ اسْتَيْسَرَتَا لَهُ، أَوْ عِشْرِينَ دِرْهَمًا، وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ، وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ الْحِقَّةُ، وَعِنْدَهُ الْجَذَعَةُ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْجَذَعَةُ، وَ

1453- انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے صدقے کا فریضہ تحریر کیا جس کا حکم اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو دیا تھا: ''جس شخص کے ہاں اونٹوں میں صدقہ جذعہ واجب ہو اور اس کے پاس جذعہ نہ ہو، اس کے پاس حِقّہ ہو تو اس سے حِقّہ قبول کیا جائے گا اور وہ اس کے ساتھ دو بکریاں دے گا اگر اسے میسر ہوں یا بیس درہم دے گا۔ اور جس کے ہاں صدقے میں حِقّہ واجب ہو، اس کے پاس حِقّہ نہ ہو اور اس کے پاس جذعہ ہو تو اس سے جذعہ قبول کیا جائے گا اور صدقہ وصول کرنے والا اسے بیس درہم یا دو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

يُعْطِيهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ، وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ إِلَّا بِنْتُ لَبُونٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ لَبُونٍ، وَيُعْطِي شَاتَيْنِ أَوْ عِشْرِينَ دِرْهَمًا، وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ لَبُونٍ وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ وَيُعْطِيهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ، وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ لَبُونٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ، وَعِنْدَهُ بِنْتُ مَخَاضٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ مَخَاضٍ، وَ يُعْطِي مَعَهَا عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ »[راجع : ١٤٤٨]

بکریاں دے گا۔ اور جس کے ہاں صدقے میں حِقّہ واجب ہو اور اس کے پاس بنت لبون کے سوا کچھ نہ ہو تو اس سے بنت لبون قبول کی جائے گی اور وہ (اس کے ساتھ) دو بکریاں یا بیس درہم دے گا۔ اور جس کا صدقہ بنت لبون کو پہنچا ہو اور اس کے پاس حِقّہ ہو تو اس سے حِقّہ وصول کیا جائے گا اور صدقہ وصول کرنے والا اسے بیس درہم یا دو بکریاں دے گا۔ اور جس کا صدقہ بنت لبون کو پہنچا ہو، اس کے پاس وہ نہ ہو، اس کے پاس بنت مخاض ہو تو اس سے بنت مخاض ہی قبول کی جائے گی اور وہ اس کے ساتھ دو بکریاں یا بیس درہم دے گا۔“

فائدہ: ” بِنْتُ مَخَاضٍ “ اونٹنی کا ایک سالہ مؤنث بچہ جو دوسرے سال میں ہو، اگر مذکر ہو تو ” ابْنُ مَخَاضٍ ۔“ ” بِنْتُ لَبُوْنٍ “ دو سالہ اونٹنی جو تیسرے سال میں ہو، اگر مذکر ہو تو ” ابْنُ لَبُوْنٍ ۔“ ” حِقَّةٌ “ تین سالہ اونٹنی یا اونٹ جو حاملہ ہونے یا جفتی کرنے کے قابل ہو۔ ” جَذَعَةٌ “ چار سالہ اونٹنی یا اونٹ۔ باب کے الفاظ کے مطابق یہ حدیث (۱۴۴۸) پر گزر چکی ہے۔ یہاں اگرچہ وہ لفظ موجود نہیں جو باب میں ہیں مگر مقصد یہ بتانا ہے کہ جس آدمی پر صدقہ فرض ہو رہا ہے اگر اس کے پاس بعینہٖ اس عمر کا جانور نہ ہو جو اس پر فرض ہے اور اس کے پاس اس سے زائد عمر کا یا کم عمر کا جانور موجود ہو تو زائد عمر کا جانور لے کر حاکم زائد عمر کے مطابق بکریوں یا درہموں کی صورت میں زائد قیمت ادا کرے، اگر عمر ایک سال زیادہ ہے تو دو بکریاں یا بیس درہم دے اور اگر دو سال زیادہ عمر والا ہو تو چار بکریاں یا چالیس درہم دے اور اگر زکاۃ دینے والے کے پاس واجب عمر سے کم عمر کا جانور ہو تو وہی جانور دے دے اور جتنے سال زیادہ عمر کا جانور زکاۃ میں دینا اس پر واجب ہے فی سال دو بکریاں یا بیس درہم زیادہ دے دے۔

٣٨- بَابُ زَكَاةِ الْغَنَمِ

38۔ باب: بھیڑ بکریوں کی زکاۃ

فائدہ: واضح رہے کہ لفظ ” غَنَمٌ “ بھیڑ اور بکری دونوں کی جنس کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ واحد کے لیے ” شَاةٌ “ کا لفظ دونوں کے لیے آتا ہے۔ خاص بکریوں کی جنس کے لیے ” مَعْزٌ “ اور بھیڑوں کی جنس کے لیے ” ضَأْنٌ “ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ زکاۃ کا نصاب دونوں کا ایک ہی ہے۔ دونوں مل کر بھی نصاب کو پہنچ جائیں تو ان میں زکاۃ واجب ہوگی۔

١٤٥٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُثَنَّى

1454۔ انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انھیں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَنَسٍ، أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُ: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهُ هَذَا الْكِتَابَ لَمَّا وَجَّهَهُ إِلَى الْبَحْرَيْنِ:

جب بحرین کی طرف روانہ کیا تو ان کے لیے یہ تحریر لکھی:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، هَذِهِ فَرِيضَةُ الصَّدَقَةِ الَّتِي فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى الْمُسْلِمِينَ، وَالَّتِي أَمَرَ اللَّهُ بِهَا رَسُولَهُ، فَمَنْ سُئِلَهَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى وَجْهِهَا، فَلْيُعْطِهَا وَمَنْ سُئِلَ فَوْقَهَا فَلَا يُعْطِ: «فِي أَرْبَعٍ وَعِشْرِينَ مِنَ الْإِبِلِ فَمَا دُونَهَا مِنَ الْغَنَمِ، مِنْ كُلِّ خَمْسٍ شَاةٌ، إِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا وَعِشْرِينَ إِلَى خَمْسٍ وَثَلَاثِينَ فَفِيهَا بِنْتُ مَخَاضٍ أُنْثَى، فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَثَلَاثِينَ إِلَى خَمْسٍ وَأَرْبَعِينَ فَفِيهَا بِنْتُ لَبُونٍ أُنْثَى، فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَأَرْبَعِينَ إِلَى سِتِّينَ فَفِيهَا حِقَّةٌ طَرُوقَةُ الْجَمَلِ، فَإِذَا بَلَغَتْ وَاحِدَةً وَسِتِّينَ إِلَى خَمْسٍ وَسَبْعِينَ فَفِيهَا جَذَعَةٌ، فَإِذَا بَلَغَتْ يَعْنِي سِتًّا وَسَبْعِينَ إِلَى تِسْعِينَ فَفِيهَا بِنْتَا لَبُونٍ، فَإِذَا بَلَغَتْ إِحْدَى وَتِسْعِينَ إِلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ فَفِيهَا حِقَّتَانِ طَرُوقَتَا الْجَمَلِ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ، فَفِي كُلِّ أَرْبَعِينَ بِنْتُ لَبُونٍ وَ فِي كُلِّ خَمْسِينَ حِقَّةٌ، وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ إِلَّا أَرْبَعٌ مِنَ الْإِبِلِ، فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا، فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا مِنَ الْإِبِلِ فَفِيهَا شَاةٌ. وَ فِي صَدَقَةِ الْغَنَمِ فِي سَائِمَتِهَا إِذَا كَانَتْ أَرْبَعِينَ إِلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ شَاةٌ،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ صدقے کا وہ فریضہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں پر فرض فرمایا ہے اور جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (ﷺ) کو حکم دیا ہے۔ مسلمانوں میں سے جس سے اس کے مطابق زکاۃ مانگی جائے وہ اسے دے دے اور جس سے اس سے زیادہ مانگی جائے وہ اسے نہ دے: ''چوبیس اونٹوں اور ان سے کم میں بھیڑ بکریوں سے زکاۃ ہوگی، ہر پانچ اونٹوں میں ایک بکری ہوگی، جب پچیس سے پینتیس تک پہنچ جائیں تو ان میں ایک سالہ اونٹنی ہوگی، جب چھتیس سے پینتالیس تک پہنچ جائیں تو ان میں ایک دو سالہ اونٹنی ہوگی، جب چھیالیس سے ساٹھ تک پہنچ جائیں تو ان میں ایک تین سالہ اونٹنی ہوگی جو سانڈ چڑھانے کے قابل ہو، جب اکسٹھ سے پچھتر تک پہنچ جائیں تو ان میں ایک چار سالہ اونٹنی ہوگی، جب چھہتر سے نوے تک پہنچ جائیں تو ان میں دو عدد دو سالہ اونٹنیاں ہوں گی، جب وہ اکانوے سے ایک سو بیس تک پہنچ جائیں تو ان میں دو عدد تین سالہ اونٹنیاں ہوں گی جو سانڈ چڑھانے کے قابل ہوں، جب وہ ایک سو بیس سے زیادہ ہو جائیں تو ہر چالیس میں ایک دو سالہ اونٹنی ہوگی اور ہر پچاس میں تین سالہ اونٹنی ہوگی۔ اور جس کے پاس صرف چار اونٹ ہوں اس پر ان میں کوئی صدقہ نہیں، الا یہ کہ ان کا مالک چاہے، جب وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فَإِذَا زَادَتْ عَلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ إِلَى مِائَتَيْنِ شَاتَانِ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى مِائَتَيْنِ إِلَى ثَلَاثِ مِائَةٍ، فَفِيهَا ثَلَاثٌ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى ثَلَاثِ مِائَةٍ فَفِي كُلِّ مِائَةٍ شَاةٌ، فَإِذَا كَانَتْ سَائِمَةُ الرَّجُلِ نَاقِصَةً مِنْ أَرْبَعِينَ شَاةً وَاحِدَةً، فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا . وَفِي الرِّقَةِ رُبْعُ الْعُشْرِ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ إِلَّا تِسْعِينَ وَمِائَةً، فَلَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا ﴾ [راجع : ١٤٤٨]

پانچ اونٹ ہو جائیں تو ان میں ایک بکری ہے۔ اور بھیڑ بکریوں کے صدقے میں جو چرنے والی ہوں جب وہ چالیس سے ایک سو بیس تک ہوں (ان میں) ایک بکری ہو گی، جب وہ ایک سو بیس سے زیادہ ہوں تو دو سو تک دو بکریاں ہیں، جب دو سو سے زیادہ ہوں تو تین سو تک ان میں تین بکریاں ہیں، جب تین سو سے زیادہ ہو جائیں تو ہر سو میں ایک بکری ہو گی۔ جب آدمی کے چرنے والے جانور چالیس سے ایک بکری بھی کم ہوں تو ان میں کوئی صدقہ نہیں، مگر یہ کہ ان کا مالک چاہے۔ اور چاندی میں چالیسواں حصہ ہو گا اور اگر صرف ایک سو نوے درہم ہوں تو ان میں کوئی زکاۃ نہیں، مگر یہ کہ ان کا مالک چاہے۔"

فوائد: 1 "اَلْبَحْرَيْنِ" تثنیہ کے صیغے کے ساتھ ہے، اس کی طرف نسبت "بَحْرَانِيٌّ" ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرض زکاۃ پر بھی صدقے کا لفظ استعمال کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں زکاۃ کے آٹھ مصارف بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾ [التوبة : ٦٠] "صدقات تو صرف فقیروں اور مسکینوں کے لیے اور ان پر مقرر عاملوں کے لیے ہیں اور ان کے لیے جن کے دلوں میں الفت ڈالنی مقصود ہے اور گردنیں چھڑانے میں اور تاوان بھرنے والوں میں اور اللہ کے راستے میں اور مسافر میں (خرچ کرنے کے لیے ہیں)۔ یہ اللہ کی طرف سے ایک فریضہ ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔"

2 حدیث کے مطابق زکاۃ ان جانوروں سے لی جائے گی جو چرنے والے ہیں، یعنی ان کا زیادہ تر گزارہ چرنے پر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو جانور چارہ ڈال کر پالے جا رہے ہوں ان پر زکاۃ نہیں۔ ظاہر ہے چرنے والے جانوروں پر نہ وہ خرچ اٹھتا ہے نہ وہ مشقت پڑتی ہے جو ان جانوروں پر پڑتی ہے جو چارہ ڈال کر پالے جائیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے انھی جانوروں میں زکاۃ رکھی ہے جن کا زیادہ تر گزارہ چرنے پر ہو۔ رہے وہ جانور جو گھروں یا فارموں میں پالے جاتے ہیں مشقت اور خرچ کی وجہ سے ان پر اس طرح زکاۃ نہیں جیسے چرنے والوں پر ہے، البتہ اگر ان کی آمدنی میں سے کچھ جمع ہو جائے تو سال کے بعد دوسرے مال کی زکاۃ کے ساتھ اس کی زکاۃ بھی دی جائے۔ چرنے والے جانوروں کی زکاۃ کے لیے نصاب کے علاوہ سال پورا ہونے کی بھی شرط ہے، اس دوران جو بچے پیدا ہوں گے وہ بھی ساتھ شمار کیے جائیں گے، البتہ زکاۃ درمیانے درجے کے جانوروں کی صورت میں لی جائے گی، نہ بہت اعلیٰ جانوروں سے نہ ادنیٰ سے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

3 جو جانور کاشتکاری یا کسی بھی کام کے لیے رکھے گئے ہوں ان پر زکاۃ نہیں ہوگی۔ بعض نے چرنے کی صورت میں انھیں بھی "سائمۃ" میں شامل کیا ہے، مگر یہ درست نہیں۔

4 پچیس سے پینتیس اونٹوں تک میں ایک سالہ اونٹنی ہے۔ چھتیس سے پینتالیس اونٹوں تک میں ایک دو سالہ اونٹنی ہے۔ پچیس اور چھتیس کے درمیان اور دوسرے تمام دو فرضوں کے درمیان والے جانوروں کو فقہی اصطلاح میں "وقص" کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے مطابق "اوقاص" میں الگ زکاۃ نہیں۔ مثال کے طور پر پچیس اونٹوں کی زکاۃ ایک سالہ اونٹنی ہی پینتیس اونٹوں تک کافی ہے، درمیان والے جانوروں کے لیے الگ زکاۃ نہیں۔ بعض لوگ اس میں بھی زکاۃ واجب قرار دیتے ہیں، مثلاً اگر تیس اونٹ ہیں تو ایک بنت مخاض اور ایک بکری اور اگر پینتیس ہیں تو ایک بنت مخاض کے ساتھ دو بکریاں، مگر ان حضرات کی بات درست نہیں، کیونکہ کسی صحیح حدیث میں اس کا ذکر نہیں۔

5 "اَلرِّقَةُ" بروزن "عِدَةٌ": خالص چاندی خواہ اس کے درہم بنے ہوئے ہوں یا نہ بنے ہوئے ہوں۔ یہ اصل میں "ورق" تھا، جیسے "وعد" سے "عِدَةٌ" بنایا جاتا ہے۔

٣٩- بَابٌ: لَا تُؤْخَذُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ وَلَا ذَاتُ عَوَارٍ وَلَا تَيْسٌ إِلَّا مَا شَاءَ الْمُصَدِّقُ

39- باب: صدقے میں بوڑھا، عیب والا جانور اور نر بکرا نہ لیا جائے مگر یہ کہ صدقہ وصول کرنے والا حاکم چاہے

١٤٥٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ، أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهُ الَّتِي أَمَرَ اللَّهُ رَسُولَهُ ﷺ: «وَلَا يُخْرَجُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ وَلَا ذَاتُ عَوَارٍ، وَلَا تَيْسٌ إِلَّا مَا شَاءَ الْمُصَدِّقُ»

1455- انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے (صدقے) کی وہ تحریر لکھی جس کا اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا تھا: "اور صدقے میں بوڑھا جانور نہ نکالا جائے اور نہ عیب والا اور نہ ہی نر بکرا، مگر یہ کہ صدقہ وصول کرنے والا حاکم چاہے۔"

فوائد 1 "هَرِمَةٌ": بوڑھا جانور جس کے دانت گر گئے ہوں، "ذَاتُ عَوَارٍ" (عین کے فتحہ یا ضمہ کے ساتھ): عیب والا جانور۔ بعض نے کہا: اگر عین پر فتحہ ہو تو عیب والا اور اگر ضمہ ہو تو بھینگا جس کی ایک آنکھ خراب ہو اور "تَيْسٌ" نر بکرا، یہ جانور زکاۃ میں دینے جائز نہیں۔

2 إِلَّا مَا شَاءَ الْمُصَدِّقُ: یعنی اگرچہ یہ جانور نہ زکاۃ میں دینے چاہییں، نہ عامل کو لینے چاہییں، لیکن اگر حاکم جو صدقہ وصول کر رہا ہے ان تینوں میں سے کسی کے لینے میں فقراء و مستحقین کی مصلحت دیکھے تو وہ لے سکتا ہے، یعنی یہ عامل کی مرضی پر موقوف ہے۔ حدیث کے لفظ یہ ہیں: «وَلَا يُخْرَجُ» یعنی زکاۃ میں یہ جانور نہ نکالے جائیں، مگر امام بخاری رحمہ اللہ نے باب میں لکھا ہے: "لَا تُؤْخَذُ" یعنی یہ جانور زکاۃ میں نہ لیے جائیں، اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ ان جانوروں کا قبول کرنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حاکم کی مشیت پر موقوف ہے، مثلاً کوئی بوڑھا جانور اعلیٰ نسل کا ہے جس سے مستحقینِ زکاۃ کو فائدہ پہنچنے کی امید ہے تو عامل اسے لے سکتا ہے اور اگر کوئی عیب والا جانور خوب موٹا تازہ یا اچھی نسل کا ہے تو وہ قبول کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح اگر زکاۃ کی بھیڑ بکریوں کے لیے سانڈ کی ضرورت ہو تو حاکم نر بکرا لے سکتا ہے۔

٤٠۔ بَابُ أَخْذِ الْعَنَاقِ فِي الصَّدَقَةِ

١٤٥٦۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، ح وَقَالَ اللَّيْثُ : حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنُ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : وَاللَّهِ ! لَوْ مَنَعُونِي عَنَاقًا كَانُوا يُؤَدُّونَهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهَا . [راجع : ١٤٠٠۔ أخرجه مسلم : ٢٠ مطولاً]

١٤٥٧۔ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : فَمَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُ أَنَّ اللَّهَ شَرَحَ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِالْقِتَالِ، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ . [راجع : ١٤٠٠۔ أخرجه مسلم : ٢٠ مطولاً]

40۔ باب: زکاۃ میں بکری کی پٹھوری لینا

1456۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ مجھے بکری کی ایک پٹھوری نہ دیں جو وہ رسول اللہ ﷺ کو دیا کرتے تھے تو میں اسے نہ دینے کی وجہ سے ان کے ساتھ لڑائی کروں گا۔

1457۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو بات وہی تھی جسے میں نے سمجھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کا سینہ ان سے لڑنے کے لیے کھول دیا ہے تو میں نے جان لیا کہ یہی حق ہے۔

فوائد 1 اس حدیث کے بعض فوائد (۱۳۹۹) میں گزر چکے ہیں۔ " عَنَاقٌ ": بکری کا بچہ جو چار ماہ کا ہو اور دودھ نہ پیتا ہو، بلکہ چارہ کھاتا ہو، اگر وہ نر ہے تو اسے " جَزْيٌ " اور اگر مادہ ہے تو اسے " عَنَاقٌ " کہا جاتا ہے۔ (ہدایۃ القاری)

2 امام بخاری رحمہ اللہ کا اس باب سے مقصد یہ ہے کہ اگر صدقہ وصول کرنے والا چاہے تو زکاۃ میں بکری کی پٹھوری لے سکتا ہے، کیونکہ اس میں کوئی عیب نہیں، عیب دار جانور سے وہ کہیں بہتر ہے۔ یہاں بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے " أَخْذِ الْعَنَاقِ فِي الصَّدَقَةِ " باب قائم کیا ہے، مطلب یہ ہے کہ یہ عامل کی مرضی پر موقوف ہے، اگر وہ چاہے تو لے سکتا ہے۔

3 بعض اہلِ علم نے زکاۃ میں پٹھوری وصول کرنے کی صورت یہ لکھی ہے کہ ایک آدمی کے پاس چالیس سے زیادہ بکریاں تھیں جن میں زکاۃ واجب ہوتی ہے، انھوں نے بچے دیے تو ان کو بھی نصاب میں شامل کر لیا گیا، پھر وہ بکریاں مر گئیں یا ذبح کر لی گئیں یا بیچ دی گئیں اور پٹھورے پٹھوریاں رہ گئیں تو اگرچہ ان پر سال پورا نہیں ہوا، مگر ان کی ماؤں پر سال پورا ہونے پر ان کے ساتھ ہی پٹھوریوں کو بھی شمار کیا جاتا تھا۔ اب چونکہ پٹھوریاں رہ گئی ہیں اس لیے ان میں سے پٹھوری بطور زکاۃ لی جا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سکتی ہے۔

4 یہ حدیث مشکل اوقات میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کی قوت و شجاعت کی دلیل ہے، چنانچہ مشکل حالات میں وہ عمر رضی اللہ عنہ سے بھی قوی تھے، مثلاً رسول اللہ ﷺ کی وفات پر وہ عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ ثابت قدم رہے، صلح حدیبیہ میں عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ ثابت قدم رہے اور رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو روانہ کرنے پر عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ قائم رہے۔ یہی معاملہ منکرینِ زکاۃ کے بارے میں پیش آیا۔ یہ ہے حقیقی شجاعت جس کا اظہار مشکل مواقع پر ہوتا ہے۔ (شرح ابن عثیمین)

٤١۔ بَابٌ : لَا تُؤْخَذُ كَرَائِمُ أَمْوَالِ النَّاسِ فِي الصَّدَقَةِ

41۔ باب: صدقے میں لوگوں کے عمدہ اور نفیس اموال نہ لیے جائیں

١٤٥٨۔ حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ صَيْفِيٍّ، عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَمَّا بَعَثَ مُعَاذًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى الْيَمَنِ قَالَ : « إِنَّكَ تَقْدَمُ عَلَى قَوْمٍ أَهْلِ كِتَابٍ، فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ عِبَادَةُ اللَّهِ، فَإِذَا عَرَفُوا اللَّهَ، فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي يَوْمِهِمْ وَلَيْلَتِهِمْ، فَإِذَا فَعَلُوا فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ فَرَضَ عَلَيْهِمْ زَكَاةً مِنْ أَمْوَالِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ، فَإِذَا أَطَاعُوا بِهَا، فَخُذْ مِنْهُمْ، وَتَوَقَّ كَرَائِمَ أَمْوَالِ النَّاسِ » [راجع : ١٣٩٥۔ أخرجه مسلم : ١٩]

1458۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو فرمایا: ”تم ایسے لوگوں کے پاس جاؤ گے جو کتاب والے ہیں، اس لیے سب سے پہلی چیز جس کی تم انھیں دعوت دو اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے، جب وہ اللہ کو پہچان لیں تو انھیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دن رات میں ان پر پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں، جب وہ (نماز کا کام) کر لیں تو انھیں بتاؤ کہ اللہ نے ان پر ان کے اموال میں سے کچھ زکاۃ فرض فرمائی ہے اور وہ ان کے حاجت مندوں میں لوٹا دی جائے گی۔ جب وہ اسے مان لیں تو ان سے زکاۃ لے لو اور لوگوں کے عمدہ اور نفیس اموال سے بچو۔“

فوائد: 1 ”كَرَائِمَ“ ”كَرِيمَةٌ“ کی جمع ہے، کسی چیز میں سے جو سب سے عمدہ ہو اسے کریم کہتے ہیں۔ اموال کی زکاۃ لیتے وقت ان کے تین حصے کرنے چاہییں: بہترین جانور، درمیانے جانور اور کم تر جانور، پھر درمیانے درجے کے جانوروں سے زکاۃ کے جانور لینے چاہییں، کیونکہ جب تم ادنیٰ درجے کا جانور نہیں لیتے تو اول درجے کا مال بھی نہ لو، بلکہ زکاۃ میں درمیانے درجے کے اموال لو۔ اگر تم ان کے عمدہ مال لو گے تو تمھارے حاکم ہونے کی وجہ سے وہ تمھارا ہاتھ تو نہیں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

روک سکیں گے، مگر تمھاری زیادتی کا شکوہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں ضرور کریں گے۔ اس حدیث کے بعض طرق میں ہے: "مظلوم کی بد دعا سے بچو، کیونکہ اس کے درمیان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔" [بخاري : ١٤٩٦] حافظ شیرازی نے کہا ہے ؎

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن — اجابت از درِ حق، بہر استقبال می آید

"مظلوموں کی آہ سے ڈرو، کیونکہ ان کی دعا کے وقت حق تعالیٰ کے دروازے سے قبولیت استقبال کے لیے آتی ہے۔"

2 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زکاۃ اموال پر ہوتی ہے، اس لیے یتیم اور دیوانے کے اموال پر بھی زکاۃ ہوگی جو اس یتیم یا مجنون کے سرپرست کو ادا کرنا ہوگی۔ اسی طرح آدمی نے کسی کو مال قرض دیا ہو اور مقروض سے قرض کی ادائیگی وعدے کے مطابق ملنے کی امید ہو تو مال کے مالک کو اس کی زکاۃ ہر سال ادا کرنا ہوگی، مقروض کو نہیں، کیونکہ وہ مال اس کی ملکیت نہیں۔ (ابن عثیمین)

3 یہ حدیث واضح دلیل ہے کہ خبرِ واحد، جس کے ساتھ اس کے صدق کے قرائن بھی ہوں علمِ یقینی کا فائدہ دیتی ہے اور اس سے تمام احکام، یعنی فرضیت، استحباب، جواز، حرمت اور کراہت بلاشک وشبہ ثابت ہوتے ہیں۔ جو لوگ خبرِ واحد کو ظنی کہہ کر اس سے وجوب ثابت ہونے کا انکار کرتے ہیں انھیں اس حدیث پر غور کرنا چاہیے کہ معاذ رضی اللہ عنہ کی خبر سے جو اکیلے معاذ رضی اللہ عنہ نے انھیں دی، اہلِ یمن پر توحید و رسالت کے یقین و اقرار اور نماز اور زکاۃ کی فرضیت ثابت ہوئی۔ جو لوگ خبرِ واحد سے کسی حکم کا وجوب ثابت ہونے کے منکر ہیں درحقیقت وہ صرف حدیث کے منکر نہیں قرآن کے بھی منکر ہیں، کیونکہ اہلِ یمن کو قرآن مجید بھی ایک ہی آدمی نے جا کر سنایا تھا۔

4 اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دن رات میں پانچ نمازیں ہی فرض ہیں، وتر فرض نہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ زکاۃ کافر کو نہیں دی جا سکتی، البتہ مؤلفۃ القلوب اس سے مستثنیٰ ہیں۔

٤٢- بَابٌ : لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ

42۔ باب: پانچ اونٹوں سے کم میں زکاۃ نہیں

١٤٥٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ الْمَازِنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : « لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ مِنَ التَّمْرِ صَدَقَةٌ، وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ مِنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ، وَلَيْسَ

1459۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "پانچ وسق سے کم کھجور میں کوئی صدقہ نہیں اور پانچ اوقیہ چاندی سے کم میں صدقہ نہیں اور پانچ عدد اونٹوں سے کم میں صدقہ نہیں۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فِيمَا دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ مِنَ الْإِبِلِ صَدَقَةٌ »[راجع :
١٤٠٥ - أخرجه مسلم : ٩٧٩]

فائدہ اس حدیث کی شرح حدیث (۱۴۴۷) میں گزر چکی ہے۔

٤٣ - بَابُ زَكَاةِ الْبَقَرِ

43- باب: گائیوں کی زکاۃ

وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : « لَأَعْرِفَنَّ مَا جَاءَ اللَّهَ رَجُلٌ بِبَقَرَةٍ لَهَا خُوَارٌ » وَ يُقَالُ : جُؤَارٌ ، ﴿ تَجْأَرُونَ ﴾ [النحل : ٥٣] : تَرْفَعُونَ أَصْوَاتَكُمْ كَمَا تَجْأَرُ الْبَقَرَةُ.

اور ابو حمید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''میں ضرور اس آدمی کو پہچانوں گا جو اللہ کے پاس گائے لے کر آئے گا جو ڈکراتی ہوگی۔'' اور لفظ " خُوَارٌ " کی جگہ " جُؤَارٌ " بھی کہا جاتا ہے اور (سورۂ نحل: ۵۳ میں) " تَجْأَرُوْنَ " اسی سے نکلا ہے، یعنی تم اونچی آوازوں سے چلاتے ہو، جیسے گائے ڈکراتی ہے۔

١٤٦٠ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنِ الْمَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : « وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ - أَوْ وَالَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ ! أَوْ كَمَا حَلَفَ - مَا مِنْ رَجُلٍ تَكُونُ لَهُ إِبِلٌ أَوْ بَقَرٌ أَوْ غَنَمٌ لَا يُؤَدِّي حَقَّهَا إِلَّا أُتِيَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْظَمَ مَا تَكُونُ وَأَسْمَنَهُ، تَطَؤُهُ بِأَخْفَافِهَا وَتَنْطَحُهُ بِقُرُونِهَا، كُلَّمَا جَازَتْ أُخْرَاهَا رُدَّتْ عَلَيْهِ أُولَاهَا، حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ »

1460- ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نبی ﷺ کے پاس پہنچا، آپ نے فرمایا: ''قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے!۔ یا قسم اس کی جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں! یا آپ نے جس طرح قسم کھائی۔ کوئی بھی آدمی جس کے پاس کچھ اونٹ یا گائیں یا بھیڑ بکریاں ہوں، وہ ان کا حق ادا نہ کرتا ہو تو ان جانوروں کو قیامت کے دن ان کی سب سے بڑے اور سب سے موٹے ہونے کی حالت میں لایا جائے گا، وہ اسے اپنے پاؤں سے روندیں گے اور اپنے سینگوں سے ماریں گے، جب ان کا آخری جانور گزر جائے گا تو ان کا پہلا اس پر دوبارہ لایا جائے گا، یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے گا۔''

رَوَاهُ بُكَيْرٌ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [انظر : ٦٦٣٨، وانظر في الزكاة، باب : ٣٦ - أخرجه مسلم : ٩٩٠ مطولًا وباختلاف]

اسے بکیر نے ابو صالح سے، انھوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انھوں نے نبی ﷺ سے روایت کیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فوائد: 1 " اَلْبَقَرُ " گائے بیل مذکر ومؤنث کے لیے اسم جنس ہے، " بَقَرَةٌ " اس کا مفرد ہے جو گائے اور بیل دونوں کے لیے آتا ہے۔ یہ " بَقَرَ يَبْقُرُ " سے مشتق ہے جس کا معنی پھاڑنا ہے۔ ہل چلا کر زمین کو پھاڑنے کی وجہ سے اس کا یہ نام رکھا گیا۔

2 اس باب میں گائے بیل کی زکاۃ فرض ہونے کا ذکر ہے، استدلال اس طرح ہے کہ حدیث میں اس شخص کے لیے وعید آئی ہے جو " لَا يُؤَدِّيْ حَقَّهَا " گائیوں کا حق ادا نہیں کرتا۔ صحیح مسلم (۹۹۰) کی روایت میں " لَا يُؤَدِّيْ زَكَاتَهَا " کے الفاظ ہیں، یعنی جو گائیوں کی زکاۃ ادا نہیں کرتا اور وعید کسی واجب کے ترک پر ہی ہوتی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ گائیوں میں زکاۃ فرض ہے۔ مگر امام صاحب نے گائیوں کی زکاۃ کا نصاب اور اس کی مقدار ذکر نہیں کی، کیونکہ انھیں اپنی شرط کے مطابق کوئی صحیح حدیث نہیں ملی۔ بعض لوگوں نے انھیں اونٹوں کے ساتھ ملا کر ان کا وہی نصاب قرار دیا ہے جو اونٹوں کا ہے، کیونکہ ان کا ذکر اونٹوں کے ساتھ آیا ہے۔ مگر یہ دلیل کمزور ہے، کیونکہ اس حدیث میں تو بکریوں کا بھی ذکر ہے تو انھیں ان کے ساتھ کیوں نہیں ملایا گیا؟ حافظ رحمہ اللہ نے کہا: ابن بطال کا گمان ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ کی مرفوع (یعنی نبی ﷺ سے مروی) حدیث متصل صحیح ہے: « إِنَّ فِيْ كُلِّ ثَلَاثِيْنَ بَقَرَةً تَبِيْعًا وَفِيْ كُلِّ أَرْبَعِيْنَ مُسِنَّةً » " گائے بیل کے ہر تیس عدد میں ایک سالہ بچھڑا ہے اور ہر چالیس میں ایک دوندا بچھڑا ہے۔" اور یہ کہ اس جیسی بات ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی صدقے کی تحریر میں موجود ہے۔ مگر ابن بطال کے کلام میں نظر ہے، معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث اصحاب سنن نے روایت کی ہے اور ترمذی نے اسے حسن کہا ہے اور حاکم نے اسے مستدرک میں روایت کیا ہے۔ حالانکہ اس پر صحیح کا حکم لگانے میں نظر ہے، کیونکہ مسروق معاذ رضی اللہ عنہ سے نہیں ملے اور ترمذی نے اسے اس کے شواہد کی وجہ سے حسن کہا ہے۔ موطا میں " طَاوُسٌ عَنْ مُعَاذٍ " بھی اسی طرح ہے اور " طَاوُسٌ عَنْ مُعَاذٍ " بھی منقطع ہے اور اس مسئلہ میں ابوداود میں علی رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے۔ رہا ان کا یہ کہنا کہ "اس جیسی بات ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صدقے کی تحریر میں بھی ہے" تو یہ ان کا وہم ہے، کیونکہ گائیوں کا ذکر ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے کسی طریق میں نہیں، ہاں! وہ عمر رضی اللہ عنہ کی تحریر میں ہے۔ (واللہ علم) (فتح الباری)

ہمارے استاذ حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ نے کہا کہ ابن حزم رحمہ اللہ نے گائیوں کے نصاب کو اونٹوں سے ملایا، مگر پھر رجوع کر لیا، کیونکہ اگرچہ روایت میں انقطاع ہے مگر اس قسم کے مسائل چونکہ (عملاً) متواتر ہو جاتے ہیں، اس لیے روایت معتبر ہوگی۔" البتہ شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے ارواء الغلیل (۷۹۵) میں اس حدیث کی تخریج کرتے ہوئے اسے متصل صحیح قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ مسروق کے معاذ رضی اللہ عنہ سے نہ ملنے کی بات بے دلیل ہے۔

3 لَأَعْرِفَنَّ: كُشْمِيْهَنِيْ کی روایت میں ہے: " لَا أَعْرِفَنَّ " یعنی ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ میں تم میں سے کسی آدمی کو اس حال میں دیکھوں۔ " خُوَارٌ " گائے کی آواز۔ اسے " جُؤَارٌ " بھی کہتے ہیں۔ " ﴿ تَجْـَٔرُوْنَ ﴾ : تَرْفَعُوْنَ أَصْوَاتَكُمْ " امام بخاری کی عادت ہے کہ اگر کوئی غریب لفظ قرآن کے کسی لفظ کے مطابق آ جائے تو قرآن کے لفظ کے ساتھ اس کی تفسیر کر دیتے ہیں۔ (فتح الباری)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٤٤- بَابُ الزَّكَاةِ عَلَى الْأَقَارِبِ

وَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَهُ أَجْرَانِ: أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَالصَّدَقَةِ» [انظر: ١٤٦٦]

١٤٦١- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: كَانَ أَبُو طَلْحَةَ أَكْثَرَ الْأَنْصَارِ بِالْمَدِينَةِ مَالًا مِنْ نَخْلٍ، وَكَانَ أَحَبُّ أَمْوَالِهِ إِلَيْهِ بَيْرُحَاءَ، وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدْخُلُهَا وَ يَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيهَا طَيِّبٍ، قَالَ أَنَسٌ: فَلَمَّا أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: ﴿لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ [آل عمران: ٩٢] قَامَ أَبُو طَلْحَةَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَقُولُ: ﴿لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ وَ إِنَّ أَحَبَّ أَمْوَالِي إِلَيَّ بَيْرُحَاءَ، وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلَّهِ، أَرْجُو بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللَّهِ، فَضَعْهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ! حَيْثُ أَرَاكَ اللَّهُ، قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «بَخٍ، ذَلِكَ مَالٌ رَابِحٌ، ذَلِكَ مَالٌ رَابِحٌ، وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ، وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِينَ» فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ: أَفْعَلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! فَقَسَمَهَا أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ وَبَنِي عَمِّهِ.

44- باب: اقارب (رشتہ داروں) پر زکاۃ

اور نبی ﷺ نے فرمایا: ''اس کے لیے دو اجر ہیں: قرابت کا اجر اور صدقے کا اجر۔''

1461- انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں تمام انصار سے زیادہ کھجور کے باغوں کے مالک تھے اور انھیں اپنی سب جائدادوں میں سے ''بیرحاء'' سب سے زیادہ محبوب تھا۔ وہ مسجد کے بالمقابل تھا، رسول اللہ ﷺ اس میں جایا کرتے تھے اور اس کا عمدہ پانی پیا کرتے تھے۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا: جب یہ آیت اتری: ''تم کامل نیکی ہرگز حاصل نہیں کرو گے یہاں تک کہ اس میں سے کچھ خرچ کرو جس سے تم محبت رکھتے ہو'' تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور کہا: یا رسول اللہ! اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ''تم کامل نیکی ہرگز حاصل نہیں کرو گے یہاں تک کہ اس میں سے کچھ خرچ کرو جس سے تم محبت رکھتے ہو'' اور میری جائدادوں میں سے مجھے ''بیرحاء'' سب سے زیادہ محبوب ہے اور وہ اللہ کی خاطر صدقہ ہے، میں اللہ کے ہاں اس کی نیکی اور اس کے ذخیرے کی امید رکھتا ہوں، تو یا رسول اللہ! اللہ جہاں آپ کو مناسب دکھائے اسے دے دیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''واہ شاباش! یہ تو نفع والا مال ہے، یہ تو نفع والا مال ہے، تم نے جو کہا میں نے سن لیا اور میں مناسب یہ سمجھتا ہوں کہ اسے اپنے سب سے زیادہ قرابت والوں میں تقسیم کر دو۔'' ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! میں ایسے ہی کروں گا۔ تو انھوں نے اسے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

اپنے سب سے زیادہ قرابت والوں اور چچا کے بیٹوں میں تقسیم کر دیا۔

تَابَعَهُ رَوْحٌ، وَقَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَ إِسْمَاعِيلُ عَنْ مَالِكٍ : « رَايِحٌ » [انظر : ٢٣١٨، ٢٧٥٢، ٢٧٥٨، ٢٧٦٩، ٤٥٥٤، ٤٥٥٥، ٥٦١١۔ وانظر في الوصايا، باب : ١٣ و ١٤۔ أخرجه مسلم : ٩٩٨]

روح نے عبد اللہ بن یوسف کی متابعت کی ہے اور یحییٰ بن یحییٰ اور اسماعیل نے مالک سے روایت کرتے ہوئے " رَايِحٌ " کہا ہے، جس کا معنی ہے: یہ تو چلنے والا مال ہے۔

فوائد 1 " رَابِحٌ " " رَبِحَ " سے مشتق ہے، نفع والا، جیسے " لَابِنٌ " اور " تَامِرٌ " ہے، یعنی دودھ والا اور کھجور والا اور " رَايِحٌ " " رَاحَ يَرُوْحُ " سے اسم فاعل ہے، یعنی چلنے والا۔

2 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر رشتے دار مستحق ہوں تو آدمی انھیں زکاۃ دے سکتا ہے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ان احادیث میں نفل صدقے کا ذکر ہے، اس لیے نفل صدقہ دے سکتا ہے، زکاۃ نہیں دے سکتا۔ مگر امام بخاری کا استدلال یہ ہے کہ مصارفِ زکاۃ کی آیت: ﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ ......﴾ [التوبة : ٦٠] میں صدقات کا لفظ نفل اور فرض دونوں کے لیے عام ہے۔ اس لیے اقارب اگر ان آٹھ مصارف میں سے کسی مصرف میں آتے ہیں تو انھیں زکاۃ دینا دوہرے اجر کا باعث ہے، یعنی صلہ رحمی اور صدقے کا اجر۔ البتہ وہ اقارب جن کا خرچ آدمی کے ذمے ہو انھیں زکاۃ دینا جائز نہیں، کیونکہ اس صورت میں گویا آدمی نے اپنی زکاۃ اپنے آپ ہی پر خرچ کر لی، اس لیے والدین اور اولاد جن کا خرچ آدمی کے ذمے ہو انھیں زکاۃ دینا جائز نہیں۔

شرح ابن عثیمین میں ہے: اقارب پر زکاۃ اس صورت میں جائز نہیں جب آدمی اس کے ساتھ اپنا مال بچا رہا ہو، جب وہ اس کے ساتھ اپنا مال بچا نہ رہا ہو تو جائز ہے، خواہ وہ اصول یعنی والدین، دادا دادی اور نانا نانی وغیرہ ہوں یا فروع یعنی اولاد، مثلاً بیٹے بیٹیاں یا پوتے اور نواسے وغیرہ ہوں۔ زکاۃ دے کر مال بچانے والے کی مثال یہ ہے کہ ایک آدمی غنی ہے، باپ اس کا فقیر ہے تو بیٹے پر فرض ہے کہ باپ پر اپنا مال خرچ کرے، سو اگر بیٹا ماہانہ والد پر ایک ہزار ریال خرچ کرتا ہے تو سال میں بارہ ہزار ریال خرچ ہوں گے۔ اب اس آدمی پر واجب زکاۃ بارہ ہزار ریال ہے، وہ یہ زکاۃ والد کو دے دیتا ہے تو یہ جائز نہیں، کیونکہ جب باپ کی ضروریات زکاۃ سے پوری ہو جائیں گی تو اس پر خرچ کی ضرورت ہی نہیں رہے گی۔ لیکن جب وہ اس کے ساتھ اپنا مال نہ بچا رہا ہو تو اس کی زکاۃ ادا ہو جائے گی، خواہ اصول پر ہو یا فروع پر اور خواہ خاوند یا بیوی پر ہو۔ اس کی مثال یہ ہے کہ باپ نے کسی غیر کا مال برباد کر دیا اور اس کے ذمے ہزار ریال تاوان پڑ گیا تو کیا بیٹے کے لیے جائز ہے کہ اپنے والد کو پڑنے والا تاوان اپنی زکاۃ میں سے ادا کر دے؟ جواب یہ ہے کہ ہاں جائز ہے، کیونکہ اس کے ساتھ وہ اپنے مال کو نہیں بچا رہا، کیونکہ والد کا قرض ادا کرنا اس کے ذمے نہیں، الا یہ کہ باپ نے وہ قرض اپنے خرچ کے لیے لیا ہو تو وہ اولاد کو ادا کرنا لازم ہے۔ ایک اور مثال یہ ہے کہ ایک آدمی کی بیوی غنی ...

www.KitaboSunnat.com
" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زکاۃ دینا جائز ہے؟ جواب یہ ہے کہ بالکل جائز ہے، کیونکہ خاوند پر خرچ کرنا عورت کے ذمے نہیں ہے۔ ہاں، مرد کے لیے بیوی کو زکاۃ دینا جائز نہیں، کیونکہ اس کا خرچہ اس کے ذمے ہے، البتہ اگر وہ اسے زکاۃ دیتے ہوئے اپنا مال بچانہیں رہا، جیسا کہ اوپر گزرا تو اسے زکاۃ دے سکتا ہے۔ اقارب کے بارے میں کچھ تفصیل ہے، اگر اس قرابت دار کا خرچہ تمھارے ذمے ہے، جیسے والد یا اولاد پھر تم اسے اپنی زکاۃ دیتے ہو تاکہ اپنا وہ مال بچالو جو خرچے کے لیے دیتے تھے تو زکاۃ ادا نہیں ہو گی اور اگر کسی اور مقصد کے لیے دے، جس کے لیے خرچ کرنا تم پر لازم نہ تھا تو زکاۃ ادا ہو جائے گی۔ رہا بعض اہل علم کا کہنا کہ آدمی کے اصول و فروع میں زکاۃ مطلقاً یعنی کسی صورت میں بھی ادا نہیں ہوتی تو یہ قول ضعیف ہے، اس کی کوئی وجہ نہیں۔ (شرح صحیح البخاری لابن عثیمین)

١٤٦٢- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ : أَخْبَرَنِي زَيْدٌ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي أَضْحًى أَوْ فِطْرٍ إِلَى الْمُصَلَّى، ثُمَّ انْصَرَفَ فَوَعَظَ النَّاسَ وَأَمَرَهُمْ بِالصَّدَقَةِ فَقَالَ : « أَيُّهَا النَّاسُ ! تَصَدَّقُوا » فَمَرَّ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ : « يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ ! تَصَدَّقْنَ، فَإِنِّي رَأَيْتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ » فَقُلْنَ : وَبِمَ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ! ؟ قَالَ : « تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ، وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ، مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِينٍ أَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ إِحْدَاكُنَّ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ ! » ثُمَّ انْصَرَفَ، فَلَمَّا صَارَ إِلَى مَنْزِلِهِ جَاءَتْ زَيْنَبُ امْرَأَةُ ابْنِ مَسْعُودٍ تَسْتَأْذِنُ عَلَيْهِ، فَقِيلَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ! هَذِهِ زَيْنَبُ، فَقَالَ : « أَيُّ الزَّيَانِبِ ؟ » فَقِيلَ : امْرَأَةُ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ : « نَعَمْ، ائْذَنُوا لَهَا » فَأُذِنَ لَهَا، قَالَتْ : يَا نَبِيَّ اللَّهِ ! إِنَّكَ أَمَرْتَ الْيَوْمَ بِالصَّدَقَةِ، وَكَانَ عِنْدِي حُلِيٌّ لِي، فَأَرَدْتُ أَنْ

1462۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید الاضحیٰ یا عید الفطر میں عیدگاہ کی طرف نکلے، پھر آپ (نمازیوں کی طرف) پھرے اور لوگوں کو وعظ کیا اور انھیں صدقے کا حکم دیا، فرمایا: ''لوگو! صدقہ کرو۔'' پھر آپ عورتوں کے پاس سے گزرے تو فرمایا: ''اے عورتو کی جماعت! صدقہ کرو، کیونکہ میں نے جہنمیوں میں سب سے زیادہ تمھیں پایا ہے۔'' انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! کس وجہ سے؟ آپ نے فرمایا: ''تم لعنت بہت زیادہ کرتی ہو اور خاوند کی ناشکری کرتی ہو۔ میں نے کوئی ناقص عقل اور ناقص دین والیاں نہیں دیکھیں جو عقل مند آدمی کی عقل کو تمھاری ایک سے بڑھ کر لے جانے والی ہوں۔''

پھر آپ واپس آ گئے، جب گھر پہنچے تو (عبد اللہ) بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب رضی اللہ عنہا آ کر آپ کے پاس آنے کی اجازت مانگ رہی تھی، کہا گیا: یا رسول اللہ! یہ زینب ہے۔ آپ نے فرمایا: ''کون سی زینب؟'' کہا گیا: (عبد اللہ) بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی۔ آپ نے فرمایا: ''ہاں، اسے اجازت دے دو۔'' چنانچہ اسے اجازت دے دی گئی، اس نے کہا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

أَتَصَدَّقَ بِهِ، فَزَعَمَ ابْنُ مَسْعُودٍ أَنَّهُ وَوَلَدَهُ أَحَقُّ مَنْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «صَدَقَ ابْنُ مَسْعُودٍ، زَوْجُكِ وَوَلَدُكِ أَحَقُّ مَنْ تَصَدَّقْتِ بِهِ عَلَيْهِمْ» [راجع: ٣٠٤- أخرجه مسلم: ٨٠، مختصرًا و بزيادة تفسير "نقصان العقل والدين"]

یا نبی اللہ! آپ نے آج صدقے کا حکم دیا ہے اور میرے پاس میرا کچھ زیور تھا، میں نے اسے صدقہ کرنے کا ارادہ کیا تو ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ اور ان کے بچے ان سب لوگوں سے زیادہ حق دار ہیں جنھیں میں صدقہ دوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) نے سچ کہا، تمھارا خاوند اور تمھاری اولاد ان سب سے زیادہ حق دار ہیں جن پر تم صدقہ کرو۔''

فوائد: 1 یہ حدیث دلیل ہے کہ عورت اپنے ذاتی مال میں آزاد ہے، اسے جس طرح چاہے خرچ کرے، اس کے مال میں خاوند کو اس پر کوئی اختیار نہیں، وہ اسے اس کا مال خرچ کرنے سے روک نہیں سکتا، اِلاّ یہ کہ اس نے اسے اپنے مال میں سے کوئی زیور وغیرہ زینت کے لیے دیا ہو اور وہ اس کی ملکیت بن گیا ہو، اب اگر وہ اسے بیچنا یا ہبہ کرنا چاہے تو بعض اوقات کہا جا سکتا ہے کہ خاوند اسے اس سے روک سکتا ہے، کیونکہ اس نے اسے بننے سنورنے کے لیے دیا تھا، بیچنے یا ہبہ کرنے کے لیے نہیں۔ لیکن جب مال عورت کا ہو جس میں خاوند کا کوئی دخل نہ ہو، مثلاً اس کا مہر ہو یا والد کی میراث ہو یا خرید و فروخت کے ساتھ اس کی اپنی کمائی ہو تو وہ اپنے مال میں آزاد ہے، جس طرح چاہے اسے خرچ کر سکتی ہے۔ (شرح صحیح البخاری لابن عثیمین)

2 چونکہ بیوی کے ذمے خاوند کا خرچہ نہیں ہے اور جب تک وہ زندہ ہے اس کی اولاد کا بھی نہیں، خواہ وہ اسی بیوی سے ہو، اس لیے عورت خاوند اور اس کی اولاد کو صدقہ دے سکتی ہے۔ پھر صدقے کا لفظ نفل اور فرض دونوں کے لیے آتا ہے، اس لیے نفل صدقے کے علاوہ انھیں زکاۃ بھی دے سکتی ہے، جیسا کہ پچھلی حدیث کی شرح میں گزرا ہے۔

٤٥- بَابٌ: لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي فَرَسِهِ صَدَقَةٌ

45- باب: مسلمان پر اس کے گھوڑے میں کوئی صدقہ نہیں

١٤٦٣- حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ دِينَارٍ، قَالَ: سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ، عَنْ عِرَاكِ ابْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي فَرَسِهِ وَغُلَامِهِ صَدَقَةٌ» [انظر: ١٤٦٤- أخرجه مسلم: ٩٨٢]

1463- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان پر اس کے گھوڑے اور اس کے غلام میں کوئی صدقہ نہیں۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٤٦- بَابٌ : لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي عَبْدِهِ صَدَقَةٌ

46- باب: مسلمان پر اس کے غلام میں کوئی صدقہ نہیں

١٤٦٤- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ خُثَيْمِ بْنِ عِرَاكٍ، قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ ابْنُ حَرْبٍ. حَدَّثَنَا وُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا خُثَيْمُ بْنُ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : «لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ صَدَقَةٌ فِي عَبْدِهِ وَلَا فَرَسِهِ» [راجع : ١٤٦٣]

1464- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا: ”مسلمان پر نہ اس کے غلام میں کوئی صدقہ ہے اور نہ اس کے گھوڑے میں۔“

فوائد 1 حافظ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ابن رشید نے کہا: اس سے مراد گھوڑے اور غلام کی جنس ہے، ان کا ایک فرد نہیں، کیونکہ سواری کے لیے گھوڑے اور خدمت کے لیے غلام پر زکاۃ نہ ہونے پر تو اتفاق ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ جس طرح چرنے والی بکریوں وغیرہ کی گنتی کر کے ان میں سے بکری یا گائے یا اونٹ وغیرہ کی صورت میں زکاۃ نکالی جاتی ہے اس طرح گھوڑوں میں نہیں۔ البتہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ان کی قیمت میں اڑھائی فیصد زکاۃ لی جائے گی، یا وہ ہر گھوڑے کی جگہ ایک دینار سونا دے دے، مگر حدیث سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔ گدھے اور خچر پر زکاۃ نہ ہونے پر اتفاق ہے۔ البتہ اگر گھوڑے، غلام یا کوئی بھی چیز تجارت کے لیے ہے، یعنی اپنے پاس رکھنے کے لیے نہیں بلکہ بیچنے اور خریدنے کے لیے ہے تو سال گزرنے پر ان کی قیمت میں اڑھائی فیصد زکاۃ ہو گی، اس پر تقریباً اتفاق ہے۔

2 گھوڑوں کی طرح آدمی کے اپنے استعمال کے لیے رکھی ہوئی گاڑی، مکانات، اوزار یا مشینوں پر بھی زکاۃ نہیں، نہ ہی فیکٹری کی مشینوں پر زکاۃ ہے، البتہ وہ گاڑیاں یا مشینیں یا مکانات جو تجارت کے لیے ہوں انھیں خریدا اور بیچا جاتا ہو ان کی قیمت پر سال گزرنے پر زکاۃ ہے۔

٤٧- بَابُ الصَّدَقَةِ عَلَى الْيَتَامَى

47- باب: یتیموں پر صدقہ کرنا

فائدہ اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ یتیم بھی صدقے کے مستحق ہیں، کیونکہ ان کا کمانے والا فوت ہو گیا ہے اور وہ خود کما نہیں سکتے۔ امام صاحب نے یتیم کے لیے زکاۃ کا لفظ استعمال نہیں کیا، کیونکہ اگرچہ حدیث میں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

یتیم کا ذکر مسکین اور ابن سبیل کے درمیان آیا ہے جو دونوں زکاۃ کے مصرف ہیں، مگر بعض لوگوں کے نزدیک اگر یتیم باپ کے ورثے یا کسی اور وجہ سے غنی ہے تو وہ زکاۃ کا مصرف نہیں، ہاں ! عام صدقہ اس پر کیا جا سکتا ہے، اس لیے امام صاحب نے یتیم پر زکاۃ کی بجائے صدقے کا لفظ استعمال کیا ہے۔

١٤٦٥۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ، حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ يَسَارٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُحَدِّثُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَلَسَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الْمِنْبَرِ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ، فَقَالَ : « إِنِّي مِمَّا أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِي مَا يُفْتَحُ عَلَيْكُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَ زِينَتِهَا » فَقَالَ رَجُلٌ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ! أَوَ يَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ ؟ فَسَكَتَ النَّبِيُّ ﷺ، فَقِيلَ لَهُ : مَا شَأْنُكَ تُكَلِّمُ النَّبِيَّ ﷺ وَلَا يُكَلِّمُكَ؟ فَرَأَيْنَا أَنَّهُ يُنْزَلُ عَلَيْهِ، قَالَ : فَمَسَحَ عَنْهُ الرُّحَضَاءَ فَقَالَ : « أَيْنَ السَّائِلُ؟ » وَكَأَنَّهُ حَمِدَهُ، فَقَالَ : « إِنَّهُ لَا يَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ، وَإِنَّ مِمَّا يُنْبِتُ الرَّبِيعُ يَقْتُلُ أَوْ يُلِمُّ، إِلَّا آكِلَةَ الْخَضْرَاءِ، أَكَلَتْ حَتَّى إِذَا امْتَدَّتْ خَاصِرَتَاهَا اسْتَقْبَلَتْ عَيْنَ الشَّمْسِ، فَثَلَطَتْ وَبَالَتْ وَرَتَعَتْ، وَإِنَّ هَذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ، فَنِعْمَ صَاحِبُ الْمُسْلِمِ مَا أَعْطَى مِنْهُ الْمِسْكِينَ وَالْيَتِيمَ وَابْنَ السَّبِيلِ - أَوْ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ - وَإِنَّهُ مَنْ يَأْخُذُهُ بِغَيْرِ حَقِّهِ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ، وَيَكُونُ شَهِيدًا عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ » [راجع : ٩٢١۔ أخرجه مسلم : ١٠٥٢]

1465۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن نبی ﷺ منبر پر بیٹھے اور ہم آپ کے گرد بیٹھ گئے، آپ نے فرمایا: ''جن چیزوں سے میں اپنے بعد تم پر ڈرتا ہوں ان میں سے ایک دنیا کی وہ زیب و زینت ہے جو تم پر کھول دی جائے گی۔'' اس پر ایک آدمی نے کہا: کیا اچھی چیز بھی برائی لے آئے گی؟ نبی ﷺ خاموش ہو گئے، اس آدمی سے لوگوں نے کہا: تمھیں کیا ہے کہ تم نبی ﷺ سے بات کر رہے ہو اور آپ ﷺ تم سے بات نہیں کر رہے؟ تو ہمیں محسوس ہوا کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ آپ نے اپنا پسینا پونچھا اور فرمایا : ''وہ سوال کرنے والا کہاں ہے؟'' گویا آپ ﷺ نے اس کی تعریف کی، پھر آپ نے فرمایا: ''حقیقت یہی ہے کہ اچھی چیز برائی نہیں لاتی اور یہ بھی حقیقت ہے کہ موسم بہار میں اگنے والی کئی چیزیں مار ڈالتی ہیں یا مرنے کے قریب کر دیتی ہیں، سوائے سبزہ کھانے والے اس جانور کے جس نے کھایا یہاں تک کہ جب اس کی دونوں کوکھیں بھر گئیں تو اس نے سورج کی طرف منہ کر لیا اور جگالی کی، پھر پتلا گوبر کیا اور پیشاب کیا اور چرنے لگ گیا۔ یقیناً یہ مال سبز اور میٹھا ہے، سو اس وقت تک وہ (مال) مسلمان کا بہت اچھا ساتھی ہے جب تک وہ اس میں سے مسکین، یتیم اور راہ گیر کو دے۔ یا جیسے نبی ﷺ نے فرمایا۔ اور یہ حقیقت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ جو اسے اس کے حق کے بغیر لیتا ہے وہ اس شخص کی
طرح ہے جو کھاتا ہے اور اس کا پیٹ نہیں بھرتا اور وہ مال
قیامت کے دن اس کے خلاف شہادت دینے والا ہوگا۔‘‘

فوائد: 1 إِنِّي مِمَّا أَخَافُ : ’’ مِمَّا ‘‘ میں ’’ مِنْ ‘‘ تبعیض کے لیے ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی امت پر اور بھی کئی چیزوں سے ڈرتے تھے جن میں سے آپ نے ایک چیز کا خاص طور پر ذکر فرمایا، وہ دنیا کی زیب و زینت تھی، کیونکہ وہ سب سے جلدی متاثر کرنے والی ہے اور دوسری اکثر خرابیاں اسی سے پیدا ہوتی ہیں، ورنہ آپ نے امت پر کئی چیزوں کے ڈر کا اظہار فرمایا، جیسا کہ فرمایا: «لَتَتَّبِعُنَّ سَنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَ ذِرَاعًا بِذِرَاعٍ، حَتَّى لَوْ سَلَكُوْا جُحْرَ ضَبٍّ لَسَلَكْتُمُوْهُ، قُلْنَا : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى ؟ قَالَ : فَمَنْ؟» [بخاري : ٣٤٥٦] ’’تم ضرور ہی ان لوگوں کے طریقوں پر چل پڑو گے جو تم سے پہلے تھے جس طرح بالشت بالشت کے ساتھ اور ہاتھ ہاتھ کے ساتھ برابر ہوتا ہے، حتیٰ کہ اگر وہ کسی سانڈے کے بل میں داخل ہوئے ہوں تو تم بھی اس میں داخل ہو گے۔‘‘ ہم نے کہا: یا رسول اللہ! یہود و نصاریٰ (کے طریقوں پر)؟ آپ نے فرمایا: ’’پھر اور کون ہیں؟‘‘ اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے مسیح اور عزیر علیہما السلام اور اپنے احبار و رہبان کو رب بنانے کا ذکر بھی کیا ہے۔ مسیح و عزیر علیہما السلام کو اللہ کے بیٹے بنا کر، مریم اور مسیح علیہما السلام کو تین خداؤں میں سے ایک بنا کر، مسیح علیہ السلام کو خود اللہ بنا کر اور احبار و رہبان کو حلال و حرام کرنے کا اختیار دے کر۔ اب آپ امتِ مسلمہ میں دیکھ لیں! کیا ہو بہو یہ سب کچھ آیا ہے یا نہیں؟ غرض زیر شرح حدیث میں آپ نے امت پر ایک خطرے کا ذکر فرمایا ہے، کیونکہ اس میں مبتلا ہونے کا ڈر بہت زیادہ تھا۔

2 اس حدیث سے دنیا کی زیب و زینت کی فراوانی کے فتنے اور اس کے نقصان کا پتا چلتا ہے اور یہ بھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس قدر ذہین، عقل مند اور موقع پر پیش آنے والی مشکل کا حل پوچھ لینے والے تھے۔

3 آپ ﷺ نے پسینا اس لیے پونچھا کہ وحی کا نزول آپ پر بہت شدید ہوتا تھا، حتیٰ کہ آپ اگر کسی اونٹنی پر سوار ہوتے تو وہ بیٹھ جاتی اور گردن زمین پر رکھ لیتی۔ [مسند أحمد : ٢٤٨٦٨] اور آپ کی پیشانی پسینے سے تر ہو جاتی۔ [بخاري : ٢] ’’ رُحَضَاءُ ‘‘ ’’ رَحَضَ يَرْحَضُ ‘‘ (غسل کرنا) سے ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پسینا آئے تو پونچھ لینا چاہیے، تاکہ اس کی وجہ سے جمع ہونے والی میل وغیرہ دور ہو جائے۔

4 آپ ﷺ نے جو مثال دی اس کا حاصل یہ ہے کہ موسم سرما (خزاں) میں ہر چیز کی بڑھوتری رک جاتی ہے، درختوں کے پتے جھڑ جاتے ہیں، گھاس پھوس بھی خشک ہو جاتا ہے، جانوروں کو کھانے کے لیے بہت کم ملتا ہے۔ پھر موسم بہار آنے پر ہر طرف گھاس اور جڑی بوٹیاں اگ آتی ہیں، درختوں کے پتے اور پھول نکل آتے ہیں۔ اس وقت جانور دو طرح کے ہوتے ہیں: ایک وہ جو تر و تازہ اور خوشنما سبزہ دیکھ کر اپنی ضرورت پوری ہونے کے بعد بھی کھاتے چلے جاتے ہیں، نتیجہ یہ کہ ہضم نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہونے کی وجہ سے ان کا پیٹ پھول جاتا ہے، پھر بعض تو اسی حالت میں مر جاتے ہیں اور بعض مرنے کے قریب ہو جاتے ہیں۔ اس میں سبزے اور گھاس کا کیا قصور؟ وہ تو اچھی چیز ہی ہے، کھانے والے جانور کا اپنا کیا دھرا ہے کہ اس نے ضرورت سے زیادہ کھایا اور بہت کچھ کھا جانے کے باوجود اس کی دانست میں اس کا پیٹ نہیں بھرا۔ اور ایک جانور وہ ہے جس نے موسم بہار میں خوب کھایا، مگر اتنا جس سے اس کی کوکھیں بھر گئیں، پھر اس نے کھانا چھوڑ دیا اور سورج کی طرف منہ کر کے جگالی کرنے لگا، کیونکہ سورج کی شعاؤں اور جگالی دونوں میں ہضم کی تاثیر ہے، پھر وہ اٹھا، موسم بہار کے سبزے کی وجہ سے اس کا گوبر پتلا ہو گیا تھا تو اس نے پتلا گوبر کیا اور پیشاب کیا، پھر چرنے لگ گیا۔ اس کے لیے موسم بہار کا سبزہ خیر ہی خیر ہے۔

یہی حال آدمی کا ہے، ایک وہ ہے جس نے حلال طریقے سے مال حاصل کیا، اپنی ضرورت کے مطابق کھایا، پیا، پہنا اور جو ضرورت سے زائد تھا وہ اللہ کی راہ میں مسکین، یتیم، مسافر اور دوسرے مستحقین میں خرچ کر دیا، جس طرح اپنی ضرورت کے مطابق کھانے والے جانور نے ہضم کے بعد وہ سبزہ گوبر اور پیشاب کی صورت میں باہر نکال دیا، لہٰذا یہ شخص مال کے ضرر سے محفوظ رہا اور اس کا پیٹ بھی بھر گیا، قناعت اور غنا کی نعمت سے بھی بہرہ ور ہو گیا اور مال کے ذریعے سے اس نے آخرت کا سامان بھی کر لیا۔ اور ایک وہ جو حلال و حرام ہر طریقے سے مال جمع کرتا ہی جاتا ہے اور اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتا، نتیجہ یہ کہ اس کی ہوس بڑھتی جاتی ہے، بے شمار مال کے باوجود وہ بھوکا، حریص اور فقیر ہوتا ہے، جیسے کوئی کھاتا چلا جائے اور اس کا پیٹ نہ بھرے۔ اس کی واضح مثال دیکھنی ہو تو سود خوروں کو دیکھ لو، بے شمار مال کے مالک ہونے کے باوجود اللہ کے راستے میں خرچ کرنا تو دور کی بات ہے وہ کسی کو قرضِ حسنہ کی صورت میں بھی مال دینے پر تیار نہیں ہوتے کہ لوگ ان کی ضرورت سے زائد رقم سے فائدہ اٹھا کر پوری رقم انھیں واپس کر دیں۔ مقروض خواہ بھوک سے مر رہا ہو انھیں ہر حال میں اصل رقم کے ساتھ سود بھی وصول کرنا ہے، جو نہ دے سکے اس کی بیٹیاں تک اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ جتنا مال بڑھتا ہے بھوک بڑھتی جاتی ہے، ان کا پیٹ کبھی نہیں بھرتا۔ پھر ظاہر ہے انجام وہی ہے جو اس جانور کا ہوتا ہے جو کھاتا چلا جاتا ہے، پھر پیٹ کے اپھارے سے ہلاک ہو جاتا ہے۔

علامہ وحید الزمان نے اختصار کے ساتھ یہ مثال بہت اچھے الفاظ میں بیان کی ہے: یہ مثال دے کر آپ نے اس کو سمجھایا کہ دولت گو حق تعالیٰ کی نعمت اور اچھی چیز ہے، مگر جب بے موقع اور گناہوں میں صرف ہو گی تو وہی دولت عذاب ہو جائے گی، جیسے فصل (بہار) کی ہری گھانس، وہ جانور کے لیے بڑی عمدہ نعمت ہے، مگر جو جانور ایک ہی مرتبہ گر کر اس کو حد سے زیادہ کھا جائے تو اس کے لیے زہر کا کام دیتی ہے۔ جانور پر کیا منحصر ہے، یہی روٹی جو آدمی کے لیے باعثِ حیات ہے اگر اس میں بے اعتدالی کی جائے تو باعثِ موت ہے۔ تم نے دیکھا ہو گا قحط سے بھوکے لوگ جب ایک ہی مرتبہ کھانا پا لیتے ہیں اور جھک کر کھا جاتے ہیں تو پانی پیتے ہی دم توڑ دیتے ہیں اور ہلاک ہو جاتے ہیں، یہ کھانا ان کے لیے زہرِ قاتل کا کام دیتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٤٨- بَابُ الزَّكَاةِ عَلَى الزَّوْجِ وَالْأَيْتَامِ فِي الْحَجْرِ

48- باب: خاوند پر اور اپنی گود میں پلنے والے یتیموں پر زکاۃ

قَالَهُ أَبُو سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ٣٠٤]

١٤٦٦- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ: حَدَّثَنِي شَقِيقٌ، عَنْ عَمْرِو ابْنِ الْحَارِثِ، عَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا. قَالَ: فَذَكَرْتُهُ لِإِبْرَاهِيمَ، فَحَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللَّهِ بِمِثْلِهِ سَوَاءً، قَالَتْ: كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: «تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ» وَكَانَتْ زَيْنَبُ تُنْفِقُ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ وَأَيْتَامٍ فِي حَجْرِهَا، قَالَ: فَقَالَتْ لِعَبْدِ اللَّهِ: سَلْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ: أَيَجْزِي عَنِّي أَنْ أُنْفِقَ عَلَيْكَ وَعَلَى أَيْتَامٍ فِي حَجْرِي مِنَ الصَّدَقَةِ؟ فَقَالَ: سَلِي أَنْتِ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، فَانْطَلَقْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَوَجَدْتُ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ عَلَى الْبَابِ، حَاجَتُهَا مِثْلُ حَاجَتِي، فَمَرَّ عَلَيْنَا بِلَالٌ، فَقُلْنَا سَلِ النَّبِيَّ ﷺ: أَيَجْزِي عَنِّي أَنْ أُنْفِقَ عَلَى زَوْجِي وَأَيْتَامٍ لِي فِي حَجْرِي؟ وَقُلْنَا: لَا تُخْبِرْ بِنَا، فَدَخَلَ فَسَأَلَهُ، فَقَالَ: «مَنْ هُمَا؟» قَالَ: زَيْنَبُ، قَالَ: «أَيُّ الزَّيَانِبِ؟» قَالَ: امْرَأَةُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: «نَعَمْ، لَهَا أَجْرَانِ: أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ» [انظر في الزكاة، باب: ٤٤- أخرجه مسلم: ١٠٠٠]

یہ بات ابوسعید رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے بیان کی ہے۔

1466- عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ نے عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب رضی اللہ عنہا سے بیان کیا، انھوں نے کہا: میں مسجد میں تھی تو میں نے نبی ﷺ کو دیکھا، آپ نے فرمایا: ”تم عورتیں صدقہ کرو، خواہ اپنے زیوروں سے کرو۔“ اور زینب رضی اللہ عنہا عبداللہ رضی اللہ عنہ پر اور کچھ یتیموں پر خرچ کرتی تھی جو اس کی گود میں تھے، تو اس نے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا: تم رسول اللہ ﷺ سے پوچھو کہ کیا میری طرف سے یہ کافی ہوگا کہ میں تم پر اور ان یتیموں پر صدقے میں سے خرچ کروں جو میری گود میں ہیں؟ انھوں نے کہا: تم خود رسول اللہ ﷺ سے پوچھ لو۔ تو میں نبی ﷺ کے پاس گئی اور میں نے انصار کی ایک اور عورت کو بھی دروازے پر دیکھا، اسے بھی وہی کام تھا جو مجھے تھا۔ اتنے میں بلال رضی اللہ عنہ ہمارے پاس سے گزرے تو ہم نے کہا: نبی ﷺ سے پوچھو کہ کیا میری طرف سے کافی ہو جائے گا کہ میں اپنے خاوند اور ان یتیموں پر خرچ کروں جو میری گود میں ہیں؟ اور ہم نے کہا: ہمارے بارے میں نہ بتانا۔ وہ اندر گئے اور آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: ”وہ دونوں کون ہیں؟“ کہا: زینب ہے۔ فرمایا: ”کون سی زینب ہے؟“ کہا: عبداللہ رضی اللہ عنہ کی بیوی ہے۔ آپ نے فرمایا: ”ہاں! اس کے لیے دو اجر ہیں: قرابت کا اجر اور صدقے کا اجر۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

فائدہ اس کی شرح حدیث (۱۴۶۲) میں گزر چکی ہے۔

١٤٦٧- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَلِيَ أَجْرٌ أَنْ أُنْفِقَ عَلَى بَنِي أَبِي سَلَمَةَ، إِنَّمَا هُمْ بَنِيَّ؟ فَقَالَ: «أَنْفِقِي عَلَيْهِمْ، فَلَكِ أَجْرُ مَا أَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ»

[انظر: ٥٣٦٩- أخرجه مسلم: ١٠٠١]

1467- ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا اگر میں ابوسلمہ (رضی اللہ عنہ) کے بیٹوں پر خرچ کروں تو مجھے کوئی اجر ملے گا، کیونکہ وہ تو میرے بھی بیٹے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''ان پر خرچ کرو، کیونکہ تم جو ان پر خرچ کرو گی تمھیں اس کا اجر ملے گا۔''

٤٩- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ [التوبة: ٦٠]

49- باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان: ''اور گردنیں چھڑانے میں اور تاوان بھرنے والوں میں اور اللہ کے راستے میں''

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: يُعْتِقُ مِنْ زَكَاةِ مَالِهِ وَيُعْطِي فِي الْحَجِّ. وَقَالَ الْحَسَنُ: إِنِ اشْتَرَى أَبَاهُ مِنَ الزَّكَاةِ جَازَ، وَيُعْطِي فِي الْمُجَاهِدِينَ، وَالَّذِي لَمْ يَحُجَّ، ثُمَّ تَلَا: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ﴾ الْآيَةَ [التوبة: ٦٠]، فِي أَيِّهَا أَعْطَيْتَ أَجْزَأَتْ. وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنَّ خَالِدًا احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ» وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي لَاسٍ: حَمَلَنَا النَّبِيُّ ﷺ عَلَى إِبِلِ الصَّدَقَةِ لِلْحَجِّ.

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا جاتا ہے کہ اپنے مال کی زکاۃ سے غلام آزاد کرے اور حج میں دے۔ اور حسن نے کہا: اگر اپنے والد کو زکاۃ سے خریدے تو جائز ہے اور مجاہدین کی مد میں دے اور اس شخص کو جس نے حج نہیں کیا، پھر یہ (مکمل) آیت پڑھی: ''صدقات تو صرف فقراء کے لیے ہیں......'' ان (آٹھوں) میں سے تم جسے بھی دے دو کافی ہے۔ اور نبی ﷺ نے فرمایا: ''خالد نے اپنی زرہیں فی سبیل اللہ وقف کر رکھی ہیں۔'' اور ابو لاس رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ نبی ﷺ نے ہمیں حج کے لیے صدقے کے اونٹ سواری کے طور پر دیے۔

فوائد 1 اس عنوان سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد زکاۃ کے مصارف میں سے رقاب، غارمین اور ابن سبیل کی وضاحت کرنا ہے۔ ''وَفِي الرِّقَابِ'' سے متعلق بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ مکاتب (جس نے مالک کے ساتھ اپنی قیمت ادا کر کے آزاد ہونے کی تحریر کی ہو) کو زکاۃ دے سکتے ہیں، مگر زکاۃ کے مال میں سے غلام خرید کر آزاد کرنا جائز نہیں، کیونکہ ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کے نزدیک جسے زکاۃ دی جائے اسے اس کی ملکیت میں دینا ضروری ہے۔ مگر یہ بات درست نہیں، کیونکہ آیت میں رقاب کے لیے "وَفِي الرِّقَابِ" کا لفظ ہے جس میں تملیک کا مفہوم نہیں ہے۔ اس لیے امام صاحب نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ذکر کیا کہ اپنے مال کی زکاۃ سے غلام آزاد کرے اور حسن بصری کا قول ذکر کیا کہ اگر اپنے والد کو زکاۃ سے خریدے تو جائز ہے۔ اس سے ایک مسئلہ تو یہ ثابت ہوا کہ زکاۃ سے غلام خرید کر آزاد کر سکتا ہے، کیونکہ مرفوع حدیث میں ہے کہ "جو شخص اپنے کسی محرم رشتے دار کا مالک بنے تو وہ آزاد ہے۔" [أبو داوٗد : ۳۹۴۹] یعنی آدمی والد کو خریدے گا تو وہ خود بخود آزاد ہو جائے گا۔ دوسرا مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ اس مقصد کے لیے باپ پر بھی زکاۃ خرچ کی جا سکتی ہے۔

2 سورۂ توبہ (۶۰) میں اللہ تعالیٰ نے زکاۃ خرچ کرنے کی آٹھ جگہیں بیان فرمائی ہیں۔ بعض لوگوں نے ان میں سے فی سبیل اللہ اور ابن سبیل پر زکاۃ جائز ہونے کے لیے ان کے مسکین یا فقیر ہونے کی شرط لگائی ہے، مگر یہ درست نہیں، کیونکہ اس صورت میں تو وہ خود بخود فقراء و مساکین میں آ جاتے ہیں، انھیں الگ ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ حقیقت یہ ہے کہ ان کے غنی ہونے کی صورت میں بھی ان پر زکاۃ خرچ کی جا سکتی ہے۔ یہاں تفسیر القرآن الکریم سے اس آیت کی تفسیر نقل کی جاتی ہے: "منافقین کا طعن دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے خود صدقات کے حق دار بیان فرما دیے، تاکہ سب لوگ جان لیں کہ صدقات کی تقسیم کا اختیار رسول اللہ ﷺ بھی نہیں رکھتے، لہٰذا آپ ﷺ پر طعن بے سود ہے۔ یہاں صدقات سے مراد فرض صدقات یعنی زکاۃ و عشر ہیں، کیونکہ حکومت کی طرف سے وصولی کے لیے عاملین فرض زکاۃ ہی کے لیے بھیجے جاتے تھے، یہ الگ بات ہے کہ کوئی ان کے پاس نفل صدقہ بھی جمع کروا دے۔ صدقے کو صدقہ اس لیے کہتے ہیں کہ اللہ کے لیے خرچ کرنے والا عملی طور پر اپنے ایمان کے صدق کا مظاہرہ کرتا ہے۔ یہ لفظ عام طور پر نفل خرچ پر بولا جاتا ہے، مگر کبھی فرض پر بھی بولا جاتا ہے، جیسا کہ فرمایا: ﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً﴾ [التوبة : ۱۰۳] یہاں فرض صدقات ہی مراد ہیں۔ اس آیت کے آخر میں "فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ" سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ نفل صدقات کو فریضہ نہیں کہا جاتا۔ "اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ" سے معلوم ہوا کہ ان مقامات کے علاوہ زکاۃ و عشر خرچ کرنا جائز نہیں۔

"لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ" فقیر اور مسکین دونوں لفظ محتاج کے معنی میں آتے ہیں۔ بعض اہلِ علم فقیر کو زیادہ بدحال قرار دیتے ہیں، بعض مسکین کو اور بعض دونوں کو ایک ہی قرار دیتے ہیں۔ دلائل کے لحاظ سے راجح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ فقیر مسکین سے زیادہ بدحال ہوتا ہے، کیونکہ یہ " فَقر " سے مشتق ہے، کمر کے مہروں کو " فَقَرَاتُ الظَّهْرِ " کہتے ہیں۔ فقیر بمعنی مفقور ہے، یعنی ضرورت کی اشیاء نہ ہونے کی وجہ سے گویا اس کی کمر ٹوٹی ہوئی ہے۔ مسکین " سکن " سے مشتق ہے کہ ضرورت مندی نے اس کی حرکت کو سکون میں بدل دیا ہے۔ گویا فقیر کی حالت اس شخص کی سی ہے جس کے پاس کچھ نہیں اور مسکین وہ ہے جس کی آمدنی اس کی ضروریات سے کم ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ﴾ [الكهف : ۷۹] یعنی وہ کشتی چند مساکین کی تھی جو دریا میں کام کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ کشتی کا مالک جو کام بھی کرتا ہو بالکل خالی ہاتھ نہیں ہوتا۔ ہاں، آمدنی کم ہونے کی وجہ سے وہ ضرورت مند و محتاج ہو سکتا ہے۔ زیرِ تفسیر آیت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں فقراء کو پہلے لانے سے بھی ان کے زیادہ بدحال ہونے کا اشارہ ملتا ہے۔ لیکن یہ بات یاد رہنی چاہیے کہ یہ فرق اس وقت ضروری ہوگا جب فقیر اور مسکین دونوں لفظ اکٹھے آئیں، جیسے ایمان اور اسلام کا فرق ہے، لیکن الگ الگ آئیں تو دونوں ایک ہی ہیں۔ اسی طرح ان میں سے صرف فقیر یا مسکین کا لفظ آئے تو وہ دونوں قسم کے ضرورت مندوں پر بول لیا جاتا ہے، خواہ ان کے پاس کچھ ہو یا نہ ہو۔ یہ دونوں زکاۃ کے مستحق ہیں، خواہ وہ بدحال فقیر ہوں یا سفید پوش ضرورت مند۔

" وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا " زکاۃ وعشر کی وصولی کے لیے رسول اللہ ﷺ آدمی مقرر فرماتے تھے اور باقاعدہ ان کا محاسبہ فرماتے تھے، جیسا کہ آپ ﷺ نے ابن اللتبیہ رضی اللہ عنہ کو اس کام پر مقرر فرمایا تھا اور ان کی آمد پر محاسبہ کرتے ہوئے حکومت کے عمال کو ملنے والے تحائف کو ان کے لیے ناجائز قرار دیا تھا۔ [دیکھیے بخاري : ٦٩٧٩] امام بخاری رحمہ اللہ نے " كِتَابُ الْأَحْكَامِ " میں باب قائم فرمایا ہے: " بَابُ رِزْقِ الْحُكَّامِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا " یعنی حکام اور صدقات پر تعینات عاملوں کا تنخواہ لینا۔

" وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ " سے مراد وہ نو مسلم ہیں جن کی دل جوئی کر کے ان کو اسلام پر ثابت قدم رکھنا مقصود ہو، یا وہ کفار جن کی دل جوئی سے ان کے اسلام لانے کی امید ہے، یا وہ بااثر لوگ جن پر خرچ کرنے سے کئی لوگوں کے مسلمان ہونے کی امید ہے، یا وہ کافر سردار جن پر خرچ کرنے سے ان کے علاقے میں مسلمانوں کے ظلم وستم سے محفوظ رہنے کی امید ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسلام کے غلبے کے بعد یہ مد ختم ہوگئی، جیسا کہ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا، مگر موجودہ زمانے کے حالات کو سامنے رکھیں تو آج کل شاید رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے بھی زیادہ اس کی ضرورت ہے، کیونکہ کفار اسی طریقے سے مسلمانوں کو مرتد کر رہے ہیں۔ " وَفِي الرِّقَابِ " یعنی گردنیں چھڑانے سے مراد غلاموں کو خرید کر آزاد کرنا اور مکاتب غلاموں کی (جنھوں نے اپنے مالکوں سے اپنی قیمت قسطوں میں ادا کرنے کی شرط پر آزادی کا معاہدہ کیا ہوا ہے) مدد کرنا ہے۔ آج کل عدالتوں کے نظام کی وجہ سے بے گناہ لوگ یا وہ گناہ گار جن کی شرعی سزا قید نہیں ہے مگر غیر اسلامی قانون کی وجہ سے قید میں ہیں یا عدالتوں کا عائد کردہ جرمانہ ادا نہ کر سکنے کی وجہ سے یا مقدمہ کے اخراجات ادا نہ کر سکنے کی وجہ سے جیلوں میں سال ہا سال سے سڑ رہے ہیں ان کو چھڑانے پر زکاۃ صرف کرنا بھی اس میں شامل ہے۔ (واللہ اعلم)

" وَالْغٰرِمِيْنَ " یعنی وہ مقروض جو قرض ادا نہیں کر سکتے، یا وہ کاروباری لوگ یا زمیندار وغیرہ جو کاروبار یا فصل برباد ہو جانے کی وجہ سے زیر بار ہو گئے، اگر وہ اپنی جائداد میں سے قرض ادا کریں تو فقیر ہو جائیں، یا وہ بااثر لوگ جنھوں نے صلح کروانے کے لیے لوگوں کی دیتیں یا رقوم اپنے ذمے لے لیں، یہ سب غارمین میں آتے ہیں۔ " وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ " لفظ کے دو استعمال ہیں: ایک تو ہر نیکی ہی اللہ کے لیے اور اس کے راستے میں ہے اور فقراء و مساکین پر خرچ بھی فی سبیل اللہ ہے، جن کا ذکر اسی آیت میں پہلے ہو چکا ہے۔ دوسرا ان سب سے الگ فی سبیل اللہ ہے، اس سے مراد تمام مفسرین کے اتفاق کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ مجاہد غنی بھی ہو تو اس پر جہادی ضروریات کی خاطر خرچ کیا جا سکتا ہے۔ حدیث میں حج و عمرہ کو بھی اس مد میں شامل کیا گیا ہے۔ آپ تفسیر کی کتابیں دیکھ لیں یا فقہ کی " فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ " کی تشریح " هُمُ الْغُزَاةُ " ہی پائیں گے کہ اس سے مراد اللہ کی راہ میں لڑنے والے ہیں، بلکہ اہل علم کا فیصلہ ہے کہ اگر ایک طرف فقراء و مساکین ہوں اور ایک طرف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غازیانِ اسلام کو ضرورت ہو تو مجاہدین کی مدد کو ترجیح دی جائے گی، کیونکہ شکست کی صورت میں فقر و مسکنت کے ساتھ کفار کی غلامی کی ذلت اور اسلام کی بے حرمتی کی مصیبت بھی جمع ہو جائے گی۔ (اس کے علاوہ وہ تمام کام فی سبیل اللہ میں شامل ہیں جو اسلام کو دنیا کے تمام دینوں پر غالب کرنے کے لیے ضروری ہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد یہی ہے: ﴿ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴾ [الصف : ۹] ''وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا، تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے، اگرچہ مشرک لوگ ناپسند کریں۔'' چنانچہ قرآن و سنت کی تعلیم کے لیے دینی مدارس کا قیام، اساتذہ وطلبہ کی ضروریات کا انتظام اور دعوت الی اللہ کے لیے ضروری تمام وسائل میں خرچ کرنا بھی فی سبیل اللہ میں شامل ہے، کیونکہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جس طرح سیف و سنان کے ساتھ جہاد ضروری ہے دلیل و برہان کے ساتھ بھی ضروری ہے، بلکہ دلیل و برہان سیف و سنان کی بنیاد ہے۔

''وَابْنِ السَّبِيْلِ'' یعنی مسافر خواہ صاحب حیثیت ہو، اگر سفر میں اسے ضرورت پڑ جائے تو اس پر زکاۃ میں سے خرچ کیا جا سکتا ہے۔ ''فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ'' سے معلوم ہوا کہ یہ مصارف فرض صدقات وعشر کے بیان ہوئے ہیں۔ چند اہلِ علم نے کہا کہ ضروری ہے کہ زکاۃ وعشر میں آنے والا مال آٹھ حصوں میں تقسیم کیا جائے اور لازماً ہر مصرف میں خرچ کیا جائے، مگر رسول اللہ ﷺ اور خلفاء کے عمل کو سامنے رکھتے ہوئے اکثر اہلِ علم کا کہنا یہ ہے کہ ان میں سے جس مصرف میں زیادہ ضرورت ہو وہاں زیادہ، بلکہ سب کا سب بھی صرف کیا جا سکتا ہے، خود رسول اللہ ﷺ نے اس کی اجازت دی ہے۔ ہاں، ان مصارف کے علاوہ خرچ کرنا جائز نہیں اور یہی بات درست ہے۔ یاد رہے کہ فرض صدقہ صرف مسلمانوں پر خرچ کیا جا سکتا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجتے وقت انھیں اہلِ یمن کو کلمۂ شہادت اور روزانہ پانچ نمازیں تسلیم کر لینے کے بعد زکاۃ کے متعلق بتانے کا حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اموال میں صدقہ فرض فرمایا ہے: ((تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ)) [بخاري، الزكوٰة، باب أخذ الزكوٰة من الأغنياء ...... : ١٤٩٦] ''جو ان کے اغنیاء سے لیا جائے گا اور انھی کے فقراء پر واپس کر دیا جائے گا۔'' مؤلفۃ القلوب پر خرچ بھی دراصل مسلمانوں ہی پر خرچ کی ایک صورت ہے۔'' (تفسیر القرآن الکریم)

١٤٦٨ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : أَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِالصَّدَقَةِ، فَقِيلَ : مَنَعَ ابْنُ جَمِيلٍ وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ وَعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((مَا يَنْقِمُ ابْنُ جَمِيلٍ

1468۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے صدقے کا حکم دیا تو آپ کو بتایا گیا کہ ابن جمیل اور خالد بن ولید اور عباس بن عبدالمطلب (رضی اللہ عنہم) نے صدقہ نہیں دیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ابن جمیل تو صرف اس بات کا بدلہ لے رہا ہے کہ وہ فقیر تھا تو اللہ اور اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

إِلَّا أَنَّهُ كَانَ فَقِيرًا، فَأَغْنَاهُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ، وَأَمَّا خَالِدٌ فَإِنَّكُمْ تَظْلِمُونَ خَالِدًا، قَدِ احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ وَأَعْتُدَهُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، وَأَمَّا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَعَمُّ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، فَهِيَ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ وَمِثْلُهَا مَعَهَا »

کے رسول نے اسے غنی کر دیا۔ رہا خالد، تو تم خالد پر ظلم کرتے ہو، اس نے تو اپنی زرہیں اور اسلحہ وغیرہ اللہ کے راستے میں وقف کر رکھے ہیں اور جو عباس بن عبدالمطلب ہے تو وہ رسول اللہ ﷺ کا چچا ہے۔ تو وہ اس پر صدقہ ہے اور اس کے ساتھ اتنا اور بھی۔"

تَابَعَهُ ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ أَبِيهِ . وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ : « هِيَ عَلَيْهِ وَمِثْلُهَا مَعَهَا »

[انظر في الزكاة، باب :٣٣، وفي الجهاد والسير، باب : ٨٩۔ أخرجه مسلم : ٩٨٣]

ابوالزناد کے بیٹے نے اپنے باپ سے شعیب کی متابعت کی ہے، اور ابن اسحاق نے ابوالزناد سے یہ لفظ بیان کیے: "وہ اس کے ذمے ہے اور اس کے ساتھ اتنا اور بھی۔"

وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ : حُدِّثْتُ عَنِ الْأَعْرَجِ بِمِثْلِهِ.

[انظر في الزكاة، باب : ٣٣، وفي الجهاد والسير، باب : ٨٩۔ أخرجه مسلم : ٩٨٣]

اور ابن جریج نے کہا: مجھے اعرج سے اسی طرح بیان کیا گیا ہے۔

فوائد: 1 خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے معاملے کی تفصیل " بَابُ الْعَرْضِ فِي الزَّكَاةِ " (قبل الحدیث: ۱۴۴۸) کے عنوان کی شرح میں گزر چکی ہے۔

2 عباس رضی اللہ عنہ کے معاملے کے متعلق اس حدیث میں دو طرح کے الفاظ آئے ہیں: ایک یہ ہیں: « وَأَمَّا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَعَمُّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَهِيَ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ وَمِثْلُهَا مَعَهَا » ابوالزناد سے شعیب کے علاوہ ابوالزناد کے بیٹے نے بھی یہ الفاظ بیان کیے ہیں۔ اس کی تشریح ابوالزناد کے تیسرے شاگرد ورقاء کی روایت سے ہوتی ہے جو صحیح مسلم (۹۸۳) " بَابٌ : فِي تَقْدِيمِ الزَّكَاةِ وَمَنْعِهَا " میں ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: « وَأَمَّا الْعَبَّاسُ فَهِيَ عَلَيَّ، وَمِثْلُهَا مَعَهَا، ثُمَّ قَالَ : يَا عُمَرُ ! أَمَا شَعَرْتَ أَنَّ عَمَّ الرَّجُلِ صِنْوُ أَبِيهِ ؟ » "یعنی عباس رضی اللہ عنہ کا صدقہ اور اس کے ساتھ اتنا اور میرے ذمے ہے۔" پھر فرمایا: "اے عمر! کیا تمھیں معلوم نہیں کہ آدمی کا چچا اس کے باپ کی مثل ہوتا ہے؟" دونوں روایتوں کا نتیجہ یہ ہے کہ آپ نے عباس رضی اللہ عنہ کا صدقہ ان سے معاف کر دیا اور اس سے دگنا اپنے ذمے لے لیا اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ چچا باپ کی طرح ہوتا ہے۔ اور ابن اسحاق نے ابوالزناد سے جو روایت نقل کی ہے: « هِيَ عَلَيْهِ وَمِثْلُهَا مَعَهَا » اس کا مطلب یہ ہے کہ عباس رضی اللہ عنہ نے جو صدقہ نہیں دیا وہ اور اس کے ساتھ اتنا اور ان کے ذمے رہے گا، وہ دگنا ادا کریں گے۔ پہلی روایت اس سے راجح ہے، اس لیے امام صاحب نے اسے پہلے درج کیا ہے۔ ہو سکتا ہے رسول اللہ ﷺ نے وہ صدقہ پہلے ان کے ذمے قرار دیا ہو، پھر ان کے باپ کی مانند ہونے اور ان کے اکرام کی وجہ سے اپنے ذمے لے لیا ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٥٠- بَابُ الْإِسْتِعْفَافِ عَنِ الْمَسْأَلَةِ

١٤٦٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ نَاسًا مِنَ الْأَنْصَارِ سَأَلُوا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَأَعْطَاهُمْ، ثُمَّ سَأَلُوهُ فَأَعْطَاهُمْ، ثُمَّ سَأَلُوهُ فَأَعْطَاهُمْ، حَتَّى نَفِدَ مَا عِنْدَهُ، فَقَالَ: «مَا يَكُونُ عِنْدِي مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ أَدَّخِرَهُ عَنْكُمْ، وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللَّهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللَّهُ، وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللَّهُ، وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا وَأَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ» [انظر: ٦٤٧٠- أخرجه مسلم: ١٠٥٣]

50- باب: سوال کرنے سے بچنا

1469- ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انصار کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے مانگا تو آپ نے انھیں دے دیا، انھوں نے پھر سوال کیا تو آپ نے انھیں دے دیا، انھوں نے پھر سوال کیا تو آپ نے انھیں دے دیا، یہاں تک کہ آپ کے پاس جو تھا وہ ختم ہو گیا، تو آپ نے فرمایا: ''میرے پاس جو بھی مال ہوگا میں اسے تم سے بچا کر نہیں رکھوں گا اور جو شخص سوال سے بچنے کی کوشش کرے گا اللہ تعالیٰ اسے بچا لے گا اور جو شخص (دنیا کے مال سے) بے پروا رہے گا اللہ تعالیٰ اسے بے پروا کر دے گا اور جو صبر کرنے کی کوشش کرے گا اللہ تعالیٰ اسے صابر بنا دے گا۔ اور کسی شخص کو ایسا کوئی عطیہ نہیں دیا گیا جو صبر سے زیادہ اچھا اور زیادہ وسیع ہو۔''

فوائد: 1 انتہائی مجبوری کے بغیر لوگوں سے سوال کرنا جائز نہیں، کیونکہ لوگوں سے مانگنا بہت بڑی ذلت اور اللہ کے ساتھ تعلق میں کمزوری کی دلیل ہے۔ سوال کی ذلت اور تلخی بعد میں بھی باقی رہتی ہے جب کسی دن آدمی کو یاد آتا ہے کہ میں فلاں شخص کے پاس مانگنے کے لیے گیا تھا۔ ایک عرب شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

أَبَا مَالِكٍ لَا تَسْأَلِ النَّاسَ وَالْتَمِسْ   بِكَفَّيْكَ فَضْلَ اللَّهِ وَاللَّهُ أَوْسَعُ
وَلَوْ سُئِلَ النَّاسُ التُّرَابَ لَأَوْشَكُوْا   إِذَا قِيْلَ هَاتُوْا أَنْ يَمَلُّوْا وَ يَمْنَعُوْا

''ابو مالک! لوگوں سے مت مانگ اور دونوں ہاتھوں کے ساتھ اللہ کا فضل مانگ، کیونکہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ وسعت والا ہے۔ لوگوں سے تو اگر مٹی کا سوال بھی کیا جائے تو قریب ہے کہ جب ان سے دینے کے لیے کہا جائے تو اکتا جائیں اور دینے سے انکار کر دیں۔''

اور ایک اور شاعر نے کہا ہے۔

اَللّٰهُ يَغْضَبُ إِنْ تَرَكْتَ سُؤَالَهُ   وَ تَرَى ابْنَ آدَمَ حِيْنَ يُسْئَلُ يَغْضَبُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”اللہ تعالیٰ غصے ہو جاتا ہے اگر تم اس سے مانگنا چھوڑ دو۔ اور تم دیکھو گے کہ ابن آدم اس وقت غصے ہوتا ہے جب اس سے مانگا جائے۔“

غرض جہاں تک ہو سکے لوگوں سے سوال سے بچنا لازم ہے، البتہ مجبوری کی صورت میں سوال کی اجازت ہے، مگر اس وقت تک کہ وہ مجبوری دور ہو جائے۔ کیونکہ اضطرار میں تو خنزیر کا گوشت اور دوسری حرام چیزیں بھی بقدر ضرورت جائز ہو جاتی ہیں اور اگر واقعی اضطراری کیفیت پیدا ہو جائے تو حرام کھانے کی بجائے سوال کرنا واجب ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ﴾ [النساء : ٢٩] ”اپنے آپ کو قتل مت کرو۔“

2 انصار کے سوال سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت سوال کرنا جائز ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کے ان لوگوں کو سوال سے منع نہیں فرمایا، بلکہ جب تک آپ کے پاس کچھ موجود رہا آپ انھیں دیتے رہے، اس کے بعد انھیں سوال سے بچنے اور صبر کی کوشش کرنے کی نصیحت فرمائی۔ اس سے رسول اللہ ﷺ کی کمال سخاوت بھی ظاہر ہے کہ آپ بچا کر کچھ بھی نہیں رکھتے تھے، جو موجود ہوتا خرچ کر دیتے تھے۔ اس کے علاوہ آپ کی نصیحت کا طریقہ بھی معلوم ہوا کہ ان کے سوال پر آپ نے انھیں سوال سے بچنے اور صبر کرنے کی نصیحت نہیں فرمائی، کیونکہ اس سے وہ یہ خیال کر سکتے تھے کہ آپ دینا نہیں چاہتے۔ مگر جب آپ نے تین بار دینے کے بعد نصیحت فرمائی تو وہ بہت مؤثر ثابت ہوئی۔ جیسا کہ آگے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آ رہا ہے کہ انھوں نے تین بار رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا، آپ نے ہر مرتبہ انھیں دیا، اس کے بعد آپ نے انھیں سوال سے بچنے کی نصیحت فرمائی تو جس قدر وہ مؤثر ثابت ہوئی اس کا ذکر حکیم رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آ رہا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ ضرورت کے وقت سوال جائز ہے، لیکن آدمی جس قدر بچ سکے اتنا ہی بہتر ہے، مثلاً اگر دن رات میں ایک دفعہ کھانا کھا کر صبر کر سکتا ہے تو کرے اور سوال سے بچ کر اپنی عزتِ نفس کو قائم رکھنے کی کوشش کرے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی تعریف فرمائی ہے: ﴿يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا﴾ [البقرة : ٢٧٣] ”ناواقف انھیں سوال سے بچنے کی وجہ سے مال دار سمجھتا ہے، تو انھیں ان کی علامت سے پہچان لے گا، وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے۔“ غرض جہاں تک ممکن ہو کسی سے سوال مت کرو، کیونکہ نبی ﷺ نے بعض صحابہ سے بیعت لی کہ وہ لوگوں سے کوئی چیز نہیں مانگیں گے، پھر ان میں سے کسی کا کوڑا ہاتھ سے گر جاتا تو وہ سواری سے اتر کر اسے پکڑتا، مگر کسی کو پکڑانے کے لیے نہیں کہتا تھا۔ [مسلم : ١٠٤٣، عن عوف بن مالك الأشجعي رضي الله عنه] ابن عثیمین نے کہا: ”اس کا تجربہ کر کے دیکھ لو تمھیں کس قدر عزتِ نفس، بلند مرتبہ اور لوگوں کے دلوں میں احترام حاصل ہوتا ہے۔ ہاں، اگر کسی سے اپنا حق لینا ہے تو اس کی یاد دہانی میں کوئی حرج نہیں۔“ لیکن جو شخص صرف زیادہ مال کے لیے سوال کرتا ہے تو وہ کبیرہ گناہ کا ارتکاب کر رہا ہے، کیونکہ اس پر مختلف وعیدیں آئی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: « مَنْ سَأَلَ النَّاسَ أَمْوَالَهُمْ تَكَثُّرًا، فَإِنَّمَا يَسْأَلُ جَمْرًا فَلْيَسْتَقِلَّ أَوْ لِيَسْتَكْثِرْ » [مسلم : ١٠٤١، عن أبي هريرة رضي الله عنه] ”جو شخص لوگوں سے ان کے اموال زیادہ مال بنانے کے لیے مانگتا ہے تو وہ محض انگارے مانگ رہا ہے، چاہے کم

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

مانگ لے یا زیادہ۔"

3 جس طرح قولی سوال منع ہے حالی سوال بھی منع ہے، مثلاً کوئی شخص اچھے لباس کی استطاعت کے باوجود پھٹے پرانے کپڑے پہنے رکھے، تاکہ لوگ اسے نادار سمجھ کر کچھ نہ کچھ دیں، تو یہ بھی ایک طرح کا سوال ہے اور اس سے بچنا بھی لازم ہے۔

4 اگر کوئی شخص کسی کو سوال کے بغیر کچھ دے تو وہ لے لینا چاہیے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا: « إِذَا جَاءَكَ مِنْ هَذَا الْمَالِ شَيْءٌ وَأَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَلَا سَائِلٍ، فَخُذْهُ وَمَا لَا فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ » [بخاري : ۱۴۷۳، عن عمر رضي الله عنه] "جب تمھارے پاس اس مال میں سے کوئی چیز آئے اور تم نہ تو گردن اٹھا کر دیکھنے والے ہو اور نہ ہی مانگنے والے تو اسے لے لو اور جو اس طرح نہ ہو اپنا دل اس کے پیچھے نہ لگاؤ۔"

۱۴۷۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : « وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ ! لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ، فَيَحْتَطِبَ عَلَى ظَهْرِهِ، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَأْتِيَ رَجُلًا فَيَسْأَلَهُ ، أَعْطَاهُ أَوْ مَنَعَهُ » [انظر : ۱۴۸۰، ۲۰۷۴، ۲۳۷۴ـ أخرجه مسلم : ۱۰۴۲]

1470- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم میں سے کوئی شخص اپنی رسی لے اور اپنی پیٹھ پر ایندھن اٹھا کر لائے تو یہ اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی آدمی کے پاس جائے اور اس سے سوال کرے، وہ اسے دے یا نہ دے۔"

۱۴۷۱ - حَدَّثَنَا مُوسَى، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : « لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ، فَيَأْتِيَ بِحُزْمَةِ الْحَطَبِ عَلَى ظَهْرِهِ، فَيَبِيعَهَا، فَيَكُفَّ اللّٰهُ بِهَا وَجْهَهُ ، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ أَعْطَوْهُ أَوْ مَنَعُوهُ » [انظر : ۲۰۷۵]

1471- زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کوئی شخص اپنی رسی لے اور ایندھن کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لائے، اسے بیچے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے اس کے چہرے کو (سوال سے) بچائے تو یہ اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے مانگے، وہ اسے دیں یا نہ دیں۔"

۱۴۷۲ - وَحَدَّثَنَا عَبْدَانُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، وَسَعِيدِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

1472- حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے مانگا تو آپ نے مجھے دیا، میں نے پھر آپ سے مانگا تو آپ نے مجھے دیا، میں نے پھر آپ سے مانگا تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قَالَ : سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَأَعْطَانِي، ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي، ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي ، ثُمَّ قَالَ : « يَا حَكِيمُ ! إِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ، فَمَنْ أَخَذَهُ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُورِكَ لَهُ فِيهِ، وَمَنْ أَخَذَهُ بِإِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيهِ، كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ، الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى » قَالَ حَكِيمٌ : فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ ! لَا أَرْزَأُ أَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا حَتّٰى أُفَارِقَ الدُّنْيَا .

آپ نے مجھے دیا، پھر آپ نے فرمایا: ''اے حکیم! یقیناً یہ مال سبز ہے، میٹھا ہے، تو جو شخص اسے دل کی سخاوت کے ساتھ لے گا اس کے لیے اس میں برکت کی جائے گی اور جو اسے نفس کے لالچ کے ساتھ لے گا اس کے لیے اس میں برکت نہیں کی جائے گی، اس شخص کی طرح جو کھاتا ہے اور اس کا پیٹ نہیں بھرتا، اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔'' حکیم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! قسم اس کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میں آپ کے بعد دنیا سے جانے تک کسی کے مال میں کوئی کمی نہیں کروں گا۔

فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَدْعُو حَكِيمًا إِلَى الْعَطَاءِ، فَيَأْبَى أَنْ يَقْبَلَهُ مِنْهُ، ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ دَعَاهُ لِيُعْطِيَهُ، فَأَبَى أَنْ يَقْبَلَ مِنْهُ شَيْئًا، فَقَالَ عُمَرُ : إِنِّي أُشْهِدُكُمْ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ ! عَلَى حَكِيمٍ، أَنِّي أَعْرِضُ عَلَيْهِ حَقَّهُ مِنْ هٰذَا الْفَيْءِ فَيَأْبَى أَنْ يَأْخُذَهُ، فَلَمْ يَرْزَأْ حَكِيمٌ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى تُوُفِّيَ . [انظر : ٢٧٥٠، ٣١٤٣، ٦٤٤١۔ أخرجه مسلم : ١٠٣٤ مختصرًا وبدون القصة و ١٠٣٥، مختصرًا]

پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ حکیم رضی اللہ عنہ کو ان کا وظیفہ دینے کے لیے بلاتے تو وہ ان سے قبول کرنے سے انکار کر دیتے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں دینے کے لیے بلایا تو انھوں نے ان سے کچھ بھی قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: مسلمانو! میں تمھیں حکیم کے متعلق گواہ بناتا ہوں کہ میں اس غنیمت میں سے اس کا حق اسے پیش کرتا ہوں تو وہ اسے لینے سے انکار کرتا ہے۔ تو حکیم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے بعد اپنے فوت ہونے تک کسی کے مال میں کمی نہیں کی۔

فوائد : ❶ ابو ہریرہ اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما کی احادیث میں مانگنے سے بچنے کی ترغیب ہے، خواہ آدمی کو اس کے لیے سخت سے سخت مشقت یا لوگوں کی نگاہوں میں معمولی سے معمولی کام کرنا پڑے۔ ظاہر ہے ایندھن جمع کرنے اور اس کا گٹھا بنا کر لانے کے لیے کسی مہارت یا فن کی ضرورت نہیں ہے، کوئی بھی آدمی جس میں قوت ہو وہ یہ کام کر سکتا ہے، مگر اس کے نتیجے میں حاصل ہونے والے فوائد بے حساب ہیں۔ سب سے پہلے آدمی سوال کی ذلت سے بچ گیا، پھر بعض اوقات سوال کے باوجود محرومی کی ذلت اور تلخی سے محفوظ رہا اور سب سے بڑی بات یہ کہ اس کا اللہ کے ساتھ تعلق مضبوط رہا کہ ضرورت کے باوجود وہ اسی کے دروازے پر جما رہا، کسی غیر کے دروازے پر نہیں گیا۔ اسی لیے جب رسول اللہ ﷺ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے پاس دو آدمی آئے اور انھوں نے صدقے میں سے کچھ دینے کا سوال کیا، آپ نے دیکھا کہ وہ جسمانی طور پر مضبوط ہیں تو آپ نے فرمایا: « إِنْ شِئْتُمَا أَعْطَيْتُكُمَا، وَلَا حَظَّ فِيهَا لِغَنِيٍّ وَلَا لِقَوِيٍّ مُكْتَسِبٍ »[أبو داؤد : ۱۶۳۳، صحیح] ''اگر تم چاہو تو میں تمھیں دے دیتا ہوں اور اس صدقے میں غنی کا کوئی حصہ نہیں، نہ ہی کسی قوت والے کا حصہ ہے جو کما سکتا ہو۔''

2 إِنَّ هَذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ : یہاں ایک سوال ہے کہ '' هَذَا الْمَالَ '' (مذکر) کی خبر مؤنث کیوں ہے؟ اس کا ایک جواب یہ دیا جاتا ہے کہ '' هَذَا الْمَالَ '' سے مراد دنیا ہے، اس کی مناسبت سے خبر مؤنث ہے اور ایک جواب یہ ہے کہ خبر کے ان دونوں لفظوں میں تاء مبالغہ کی ہے، تانیث کی نہیں۔ تر و تازہ اور سبز رنگ آنکھوں کو خشک اور سیاہ کے مقابلے میں خوش نما لگتا ہے اور میٹھا کھٹے کے مقابلے میں کھانے میں مرغوب ہے، مطلب یہ کہ دنیا دیکھنے اور برتنے دونوں اعتبار سے بڑی مرغوب و محبوب ہے۔

3 لَا أَرْزَأُ أَحَدًا (میں کسی کے مال میں کمی نہیں کروں گا): یعنی کسی سے مانگنا تو درکنار کوئی دے گا بھی تو نہیں لوں گا کہ لینے سے اس کے مال میں کمی آ جائے۔ اس طرح حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے اشراف و طمع کا دروازہ ہی بند کر دیا، حالانکہ اس سے پہلے وہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی طرح مؤلفۃ القلوب میں سے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں راسخین میں سے کر دیا۔

4 عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اس لیے گواہ بنایا کہ ناواقف شخص یہ نہ سمجھے کہ انھوں نے حکیم رضی اللہ عنہ کو ان کا حق نہیں دیا اور قیامت کے دن کے لیے بھی دلیل بن جائے کہ پیش کیے جانے کے باوجود انھوں نے خود ہی قبول نہیں کیا۔

5 حَتَّى تُوُفِّيَ : اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند میں عمر بن عبد اللہ بن عروہ سے مرسلاً یہ الفاظ زیادہ بیان کیے ہیں کہ انھوں نے نہ ابوبکر، نہ عمر، نہ عثمان اور نہ معاویہ رضی اللہ عنہم سے سرکاری تنخواہ لی، نہ کوئی اور چیز، یہاں تک کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت کے دسویں سال فوت ہو گئے۔ (فتح الباری)

6 اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند میں '' مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ '' کے طریق سے حدیث کے آخر میں یہ الفاظ زیادہ بیان کیے ہیں کہ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ جب فوت ہوئے تو وہ قریش کے سب سے زیادہ مال دار لوگوں میں سے تھے (اس سے ترکِ سوال کی برکت معلوم ہوئی) اور اسی روایت میں حکیم رضی اللہ عنہ کے بار بار سوال کا سبب بھی بیان ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھیوں سے کم دیا تو حکیم رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! میں یہ گمان نہیں کرتا تھا کہ آپ مجھے لوگوں میں سے کسی ایک سے بھی کم دیں گے۔ تو آپ نے انھیں کچھ اور دیا، انھوں نے اور مانگا تو آپ نے اور دیا، یہاں تک کہ وہ خوش ہو گئے، پھر وہ نصیحت کی جو حدیث میں مذکور ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سائل کو قناعت اور صبر کی تلقین کچھ دینے کے بعد ہی کرنی چاہیے، کیونکہ وہ اسی وقت پوری طرح مؤثر ہوتی ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

7 " إِشْرَاف " کا لفظی معنی گردن اونچی کر کے دیکھنا ہے، مراد حرص اور لالچ ہے کہ کوئی چیز میرے لیے آ رہی ہے۔

٥١۔ بَابُ مَنْ أَعْطَاهُ اللَّهُ شَيْئًا مِنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ وَلَا إِشْرَافِ نَفْسٍ

51۔ باب: جسے اللہ تعالیٰ سوال اور نفس کے جھانکنے کے بغیر کوئی چیز عطا فرما دے

﴿ وَفِيٓ أَمۡوَٰلِهِمۡ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَٱلۡمَحۡرُومِ ﴾ [الذاريات : ١٩]

(ارشادِ باری تعالیٰ ہے:) ''اور ان کے اموال میں سوال کرنے والے کا حق ہے اور اس کا بھی جسے نہیں دیا جاتا۔''

١٤٧٣۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُولُ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُعْطِينِي الْعَطَاءَ، فَأَقُولُ : أَعْطِهِ مَنْ هُوَ أَفْقَرُ إِلَيْهِ مِنِّي، فَقَالَ : « خُذْهُ إِذَا جَاءَكَ مِنْ هَذَا الْمَالِ شَيْءٌ وَأَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَلَا سَائِلٍ فَخُذْهُ وَمَا لَا ، فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ » [انظر : ٧١٦٣، ٧١٦٤۔ أخرجه مسلم : ١٠٤٥]

1473۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ مجھے عطیہ دیتے تو میں کہتا: آپ یہ اسے دیں جو مجھ سے زیادہ اس کا محتاج ہو تو آپ نے فرمایا: ''اسے لے لو، جب تمھارے پاس اس مال میں سے کچھ اس حال میں آئے کہ نہ تم اس کی حرص رکھنے والے ہو اور نہ سوال کرنے والے تو اسے لے لو اور جو اس طرح نہ ہو تو اپنے نفس کو اس کے پیچھے مت لگاؤ۔''

فوائد: 1 آیت کی باب کے ساتھ مطابقت اس لحاظ سے ہے کہ اس میں اس کی تعریف ہے جو سائل اور غیر سائل دونوں کو دیتا ہے، تو جب دینے والا قابلِ تعریف ٹھہرا تو اس کا عطیہ قبول کرنا بھی درست ٹھہرا اور معلوم ہوا کہ اسے لینے والا قابلِ ملامت نہیں ہے۔ (فتح الباری)

2 باب کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی کو ان دو شرطوں کے ساتھ کچھ دیا جائے تو اسے قبول کر لینا چاہیے۔

3 یہی حدیث " كِتَابُ الْأَحْكَامِ (٧١٦٤) " میں " شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ " کے طریق سے آئی ہے، اس میں یہ الفاظ ہیں: « حَتَّى أَعْطَانِي مَرَّةً مَالًا، فَقُلْتُ : أَعْطِهِ مَنْ هُوَ أَفْقَرُ إِلَيْهِ مِنِّي، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : خُذْهُ، فَتَمَوَّلْهُ، وَتَصَدَّقْ بِهِ » ''حتیٰ کہ ایک بار آپ نے مجھے مال دیا تو میں نے کہا: آپ یہ اسے دیں جو مجھ سے زیادہ اس کا ضرورت مند ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے لے لو، پھر اسے اپنا مال بنا لو یا صدقہ کر دو۔'' (فتح الباری)

4 مسلم کی ایک روایت (۱۰۴۵/۱۱۲) میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا عمر رضی اللہ عنہ کو یہ عطیہ عاملِ صدقات ہونے کی وجہ سے تھا۔ اس صورت میں یہ ان کے لیے صدقے کا مال نہیں تھا بلکہ ان کا حق تھا۔ اس لیے جب عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ اسے دیں جو اس کا مجھ سے زیادہ محتاج ہے تو آپ نے ان کی بات نہیں مانی۔ (فتح الباری) مگر حدیث کے الفاظ عام ہیں، سوال اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اشراف کے بغیر سلطان سے ملے یا کسی اور سے، اگر کوئی مانع نہ ہو تو قبول کرنا مستحب ہے۔

▪ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ ظالم حاکم یا ایسے کسی اور شخص کا عطیہ قبول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ حافظ رحمہ اللہ نے اس کے جائز ناجائز یا مکروہ ہونے کے اقوال کے بعد لکھا ہے: ''اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ اگر معلوم ہو کہ دینے والے کا مال حلال ہے تو اس کا عطیہ رد نہ کیا جائے اور جس کا مال حرام ہونا معلوم ہو اس کا عطیہ لینا حرام ہے اور جس میں شک ہو احتیاط یہ ہے کہ اسے قبول نہ کیا جائے، یہ ورع (پرہیز گاری) ہے۔ اور جو اسے لینا جائز کہتے ہیں انھوں نے اصل کی وجہ سے جائز کہا ہے (یعنی مسلمان کے اموال میں اصل حلت ہے)۔ ابن المنذر نے کہا کہ جو اس کی رخصت دیتے ہیں وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہود کے متعلق فرمایا: ﴿سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ﴾ [المائدة : ٤٢] ''وہ جھوٹ کو بہت سننے والے، حرام کو بہت کھانے والے ہیں۔'' اور رسول اللہ ﷺ نے یہ جاننے کے باوجود اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس گروی رکھی (اور یہودی عورت کی دعوت بھی قبول کی)۔ اسی طرح ان سے جزیہ لیا جاتا تھا، حالانکہ معلوم تھا کہ ان کے اکثر اموال شراب اور خنزیر کی قیمتوں اور فاسد معاملات سے حاصل شدہ ہیں۔ اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حاکم کے لیے جائز ہے کہ اگر مناسب سمجھے تو اپنی رعایا میں سے کسی کو عطیہ دے، خواہ دوسرے اس سے زیادہ حاجت مند ہوں اور یہ کہ حاکم کا عطیہ رد کرنا ادب کے خلاف ہے، خصوصاً رسول اللہ ﷺ کا عطیہ، کیونکہ اللہ نے فرمایا: ﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ﴾ [الحشر : ٧] ''اور رسول تمھیں جو کچھ دے تو وہ لے لو۔'' (فتح الباری)

٥٢ - بَابُ مَنْ سَأَلَ النَّاسَ تَكَثُّرًا

52۔ باب: جو شخص مال زیادہ بنانے کے لیے سوال کرے

١٤٧٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ حَمْزَةَ ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «مَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ، حَتَّى يَأْتِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَيْسَ فِي وَجْهِهِ مُزْعَةُ لَحْمٍ» [انظر: ١٤٧٥، ٤٧١٨ - أخرجه مسلم: ١٠٤٠]

1474۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''آدمی لوگوں سے مانگتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے منہ پر گوشت کی ایک بوٹی بھی نہیں ہوگی۔''

١٤٧٥ - وَقَالَ: «إِنَّ الشَّمْسَ تَدْنُو يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يَبْلُغَ الْعَرَقُ نِصْفَ الْأُذُنِ، فَبَيْنَا هُمْ كَذَلِكَ

1475۔ اور آپ نے فرمایا: ''سورج قیامت کے دن قریب آ جائے گا، یہاں تک کہ پسینا کانوں کے نصف تک

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اسْتَغَاثُوا بِآدَمَ، ثُمَّ بِمُوسَى، ثُمَّ بِمُحَمَّدٍ ﷺ »

پہنچ جائے گا تو جب وہ اس حال میں ہوں گے تو آدم علیہ السلام سے مدد مانگیں گے، پھر موسیٰ علیہ السلام سے، پھر محمد ﷺ سے۔"

وَزَادَ عَبْدُ اللَّهِ : حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي جَعْفَرٍ : « فَيَشْفَعُ لِيُقْضَى بَيْنَ الْخَلْقِ، فَيَمْشِي حَتَّى يَأْخُذَ بِحَلْقَةِ الْبَابِ، فَيَوْمَئِذٍ يَبْعَثُهُ اللَّهُ مَقَامًا مَحْمُودًا يَحْمَدُهُ أَهْلُ الْجَمْعِ كُلُّهُمْ »

اور عبد اللہ (بن صالح) نے یہ الفاظ زیادہ بیان کیے، کہا: مجھے لیث نے بیان کیا، انھوں نے کہا: مجھے ابن ابی جعفر نے بیان کیا: "پھر آپ ﷺ سفارش کریں گے کہ مخلوق کے درمیان فیصلہ کیا جائے، سو آپ چلیں گے یہاں تک کہ دروازے کے حلقے کو پکڑ لیں گے، تو اس دن اللہ تعالیٰ آپ کو مقامِ محمود پر کھڑا کرے گا، تمام محشر والے آپ کی تعریف کریں گے۔"

وَقَالَ مُعَلًّى : حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ رَاشِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُسْلِمٍ أَخِي الزُّهْرِيِّ، عَنْ حَمْزَةَ، سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْمَسْأَلَةِ . [راجع : ١٤٧٤- أخرجه مسلم : ١٠٤٠ باختلاف]

اور معلی نے کہا: ہمیں وہیب نے نعمان بن راشد سے، انھوں نے زہری کے بھائی عبداللہ بن مسلم سے، انھوں نے حمزہ سے بیان کیا کہ انھوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، انھوں نے نبی ﷺ سے لوگوں سے مانگنے کے متعلق بیان کیا۔

فوائد: 1 یہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ان کے بیٹے حمزہ نے بیان کی ہے، حمزہ سے عبید اللہ بن ابی جعفر نے بیان کی ہے، انھوں نے "حمزہ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما" بیان کرتے ہوئے اس میں دو متن بیان کیے ہیں: ایک سوال کی مذمت کا اور ایک قیامت کے دن سورج قریب آنے اور پسینے کا اور شفاعتِ کبریٰ کا کچھ حال روایت کیا ہے۔ یہاں یہ حدیث مختصر بیان ہوئی ہے، "كِتَابُ الرِّقَاقِ (٦٥٦٥)" میں حدیث تفصیل سے مذکور ہے، وہاں اس کا بیان آئے گا۔ (ان شاء اللہ) ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے حمزہ سے بیان کرنے والے دوسرے راوی زہری کے بھائی عبداللہ بن مسلم ہیں، انھوں نے "حمزہ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما" سے صرف سوال کی مذمت والا متن بیان کیا ہے، قیامت کے دن کے احوال اور شفاعت والا متن بیان نہیں کیا، یہاں اسے پہلی سند کی تقویت کے لیے لایا گیا ہے۔

2 باب کے الفاظ میں مال زیادہ بنانے کے لیے سوال کا ذکر ہے، جب کہ حدیث میں زیادہ سوال کرتے رہنے کا ذکر ہے۔ اس کی مطابقت یہ ہے کہ ضرورت کی وجہ سے سوال منع نہیں، مگر مانگتے ہی چلے جانے سے ظاہر ہے کہ ایسا شخص ضرورت کے لیے نہیں بلکہ زیادہ مال بنانے کے لیے مانگ رہا ہے، کیونکہ اگر ضرورت کے لیے سوال کرتا تو دائمی سائل نہ ہوتا، بلکہ ضرورت پوری ہونے پر سوال چھوڑ دیتا۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ امام بخاری نے باب کے ذریعے مسلم کی اس حدیث کی طرف اشارہ کیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے جو صحیح ہے، مگر بخاری کی شرط پر نہیں، اس کے الفاظ یہ ہیں: «مَنْ سَأَلَ النَّاسَ أَمْوَالَهُمْ تَكَثُّرًا، فَإِنَّمَا يَسْأَلُ جَمْرًا فَلْيَسْتَقِلَّ أَوْ لِيَسْتَكْثِرْ» [مسلم : ۱۰۴۱] ''جو شخص لوگوں سے ان کے مال زیادہ مال بنانے کے لیے مانگتا ہے تو وہ انگاروں کا سوال کر رہا ہے، کم سوال کرے یا زیادہ سوال کرے۔''

3 لَيْسَ فِيْ وَجْهِهِ مُزْعَةُ لَحْمٍ: یعنی جس طرح اس نے دنیا میں اپنے چہرے کی عزت کو کسی مجبوری کے بغیر سوال کی ذلت کے ساتھ تار تار کیا اسی طرح قیامت کے دن اسے اسی سے ملتی جلتی سزا دی جائے گی کہ اس کے چہرے پر گوشت کی ایک بوٹی تک نہیں ہوگی جس سے چہرے کا حسن بنتا ہے، بلکہ اس کا چہرہ صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ ہوگا۔ جو نہایت بدزیب اور ڈراؤنا ہوگا۔ بعض شارحین نے قیامت کے دن سورج قریب ہونے کی حدیث یہاں ذکر کرنے کی مناسبت یہ بیان کی ہے کہ جسم اور چہرے کا گوشت سردی، گرمی سے ہڈیوں کی حفاظت کرتا ہے تو جب چہرے پر گوشت کا ایک ٹکڑا تک نہ ہوگا تو سورج کے اس قدر قریب ہونے پر ہڈیوں کو پہنچنے والی گرمی اور عذاب کا اندازہ خود کر لیں۔

۵۳۔ بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى : ﴿ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا ﴾ [البقرة : ۲۷۳] وَكَمِ الْغِنَى ؟

53۔ باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان: ''وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے'' اور غنی ہونے کی مقدار کیا ہے؟

وَقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ : « وَلَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيهِ » لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿ لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ ﴾ إِلَى قَوْلِهِ : ﴿ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ﴾ [البقرة : ۲۷۳]

اور نبی ﷺ کا فرمان: ''اور وہ اتنی غنا نہیں پاتا جو اسے بے پروا کر دے۔'' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''(اور یہ صدقات) ان محتاجوں کے لیے ہیں جو اللہ کے راستے میں روکے گئے ہیں، زمین میں سفر نہیں کر سکتے، ناواقف آدمی انھیں سوال سے بچنے کی وجہ سے مال دار سمجھتا ہے، تو انھیں ان کی علامت سے پہچان لے گا، وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے اور تم خیر میں سے جو خرچ کرو گے سو یقیناً اللہ اسے خوب جاننے والا ہے۔''

فوائد: 1 تفسیر القرآن الکریم سے اس آیت کی تفسیر نقل کی جاتی ہے: اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی ترغیب کے بعد اب خاص طور پر کچھ لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے جو سب سے زیادہ مدد اور تعاون کے حق دار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی چھ صفات بیان فرمائی ہیں اور یہ ساری صفات اصحاب صفہ میں پائی جاتی تھیں، اس لیے اس آیت کے سب سے پہلے مصداق وہی ہیں، پھر قیامت تک جو لوگ بھی ان صفات کے حامل ہوں گے وہ سب سے زیادہ مالی تعاون کے حق دار ہوں گے۔ اب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ وہ صفات ملاحظہ فرمائیں : ① "لِلْفُقَرَآءِ" : یہاں ان کے فقر کا سبب بیان نہیں فرمایا، سورۂ حشر میں بیان فرمایا ہے:
﴿ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ ﴾ [الحشر : ٨] "(یہ مال) ان محتاج گھر بار چھوڑنے والوں کے لیے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکال باہر کیے گئے۔" اب وہ خالی ہاتھ تھے، نہ ان کے پاس مال تھا نہ گھر۔ ان کے لیے مسجد نبوی میں ایک صفہ بنا دیا گیا۔ ان کی تعداد چار سو تھی جو غزوات اور مہموں پر بھیجنے کی وجہ سے کم زیادہ ہوتی رہتی تھی۔ ② "الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" اِحصار لغت میں یہ ہے کہ آدمی جو کام کرنا چاہتا ہے اس کے کرنے میں کوئی رکاوٹ پیش آ جائے، مثلاً کوئی بیماری، بڑھاپا، خرچ نہ ہونا یا کوئی دشمن وغیرہ۔ مقصد یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ کی راہ میں روکے گئے ہیں، یعنی جہاد اور طلب علم نے انھیں کمائی کرنے سے روک دیا ہے، وہ منتظر بیٹھے ہیں کہ کب حکم ہو اور وہ جہاد کے لیے نکلیں۔ یہ لوگ اللہ کی خاطر گھر سے نکلے، اللہ کی خاطر مال مویشی چھوڑ کر فقر اختیار کیا اور اب اپنے آپ کو اللہ کی راہ میں وقف کر کے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس وقت بھی جو مجاہد یا دین کے طالب علم کاروبار یا ملازمت کے بجائے اپنے آپ کو جہاد اور دینی علوم کے حصول کے لیے روکے ہوئے ہیں ان پر خرچ کرنا اوّلین فریضہ ہے۔ ③ "لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ" یعنی جہاد اور طلب علم کی وجہ سے وہ سفر نہیں کر سکتے۔ ④ "يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ" یعنی ان کی بے نیازی، عزتِ نفس اور سوال سے بچنے کی وجہ سے ناواقف آدمی سمجھتا ہے کہ وہ غنی ہیں۔ ⑤ "تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ" "تو انھیں ان کی علامت سے پہچان لے گا۔" بعض مفسرین نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ بھوک کی وجہ سے کمزوری اور چہرے کی زردی سے تم ان کا فقر پہچان لوگے۔ مگر یہ معنی ہو تو یہ ناواقف بھی پہچان لیتا ہے، اس لیے اس کا مطلب چہرے کا نور اور وہ رونق ہے جو ایمان اور عملِ صالح کی وجہ سے ان کے چہرے پر نمایاں تھی، جیسا کہ فرمایا: ﴿ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ﴾ [الفتح:٢٩] "ان کی شناخت ان کے چہروں میں (موجود) ہے سجدے کرنے کے اثر سے۔" اصحابِ رسول ﷺ اپنے چہرے کی ایک خاص رونق سے پہچانے جاتے تھے۔ دیکھیے سورۂ فتح کی آخری آیت کی تفسیر۔

⑥ "لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا" (وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے) بظاہر اس کا معنی یہ ہے کہ وہ سوال تو کرتے ہیں مگر لوگوں سے لپٹ کر نہیں، مگر یہ معنی درست نہیں، کیونکہ اگر یہ معنی ہو تو پچھلے دونوں جملے بے مقصد ٹھہرتے ہیں، کیونکہ جب سوال کر لیا تو تعفف (سوال سے بچنا) کہاں رہا اور پھر پہچان کے لیے چہرے کی علامت پر غور کی کیا ضرورت ہے؟ فقر کا اظہار تو ان کے سوال ہی سے ہو گیا، اس لیے اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ نہ وہ لوگوں سے سوال کرتے ہیں نہ لپٹتے ہیں۔ یہاں "لَا" صرف "يَسْـَٔلُوْنَ" پر نہیں بلکہ "اِلْحَافًا" پر بھی ہے۔ دراصل یہ بھکاریوں کی عادت کی مذمت ہے کہ وہ ایسا کرتے ہیں، مگر ہمارے یہ فقراء ایسا نہیں کرتے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے کو کہے: میرا باپ نامی گرامی چور نہیں تھا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ چور تو تھا مگر نامی گرامی نہیں تھا، بلکہ وہ دوسرے آدمی کو تعریض کر رہا ہے کہ تمھارا باپ ایسا تھا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: « لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا اللَّعَّانِ »[ترمذي، البر والصلة، باب ما جاء في اللعنة : ١٩٧٧، عن عبد الله رضى الله عنه، وصححه الألباني] "مومن بہت طعن کرنے والا اور بہت لعنت کرنے والا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہوتا۔'' اس کا معنی یہ نہیں کہ وہ تھوڑا طعن اور تھوڑی لعنت کر لیتا ہے، نہیں بلکہ تعریض ہے کہ کافر ایسا ہوتا ہے مومن نہیں۔
اس کی دلیل ایک اور حدیث سے ملاحظہ فرمائیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: « لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ يَطُوفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ، وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ، وَلٰكِنِ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيهِ، وَلَا يُفْطَنُ بِهِ، فَيُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ وَلَا يَقُوْمُ فَيَسْأَلُ النَّاسَ » [بخاري، الزكاة، باب قول الله عزوجل: ﴿ للفقراء الذين احصروا ﴾ : ۱۴۷۹، عن أبي هريرة رضي الله عنه] ''مسکین وہ نہیں جو لوگوں پر چکر لگاتا رہتا ہے، اسے ایک لقمہ یا دو لقمے اور ایک کھجور یا دو کھجوریں دے دی جاتی ہیں تو آگے چل پڑتا ہے، لیکن مسکین وہ ہے جو نہ تو اتنا مال رکھتا ہے جو اسے غنی کر دے اور نہ اس کا پتا چلتا ہے کہ اس پر صدقہ کیا جائے اور نہ کھڑا ہو کر لوگوں سے سوال کرتا ہے۔''

گدائی میں بھی وہ اللہ والے تھے غیور اتنے   کہ منعم کو گدا کے ڈر سے بخشش کا نہ تھا یارا

2 آدمی کے پاس کتنا مال ہو تو وہ غنی ہے اور اسے سوال کرنا حرام ہے؟ اس مسئلے میں لوگوں کے مختلف اقوال ہیں، بعض نے کہا: جس کے پاس ایک دن رات کا کھانا موجود ہو وہ غنی ہے۔ بعض نے کہا: جس کے پاس روزانہ صبح و شام کھانے کا بندوبست ہو۔ بعض نے کہا: جس کے پاس ایک اوقیہ یعنی بیس درہم چاندی یا اس کے برابر مال ہو۔ بعض نے پچاس درہم والے کو غنی قرار دیا ہے۔ بعض نے کہا: جس شخص کے پاس بقدرِ نصاب مال ہو وہ غنی ہے اور اسے صدقہ لینا حرام ہے۔ ان سب اقوال والوں نے کسی نہ کسی حدیث سے استدلال کیا ہے، مگر امام بخاری رحمہ اللہ نے ان میں سے کسی قول کو اختیار نہیں کیا، کیوں کہ جن احادیث میں غنی ہونے کے لیے مال کی کوئی مقدار مقرر کی گئی ہے وہ یا تو بخاری کی شرط پر صحیح نہیں ہیں یا ان سے وہ بات ثابت نہیں ہوتی جو ان سے اخذ کی گئی ہے۔ اس لیے انھوں نے کہا: « وَكَمِ الْغِنَى ؟ وَقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَلَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيهِ » گویا ان کے نزدیک اس کے لیے کوئی خاص مقدار مقرر نہیں کی جا سکتی، کیونکہ بعض اوقات آدمی کے پاس ایک درہم بھی نہ ہو تو وہ اپنی کمائی کی استعداد اور صبر و قناعت کی وجہ سے غنی ہوتا ہے اور بعض اوقات اس کے پاس ہزار درہم ہوں تو وہ اس کی اور اس کے اہل و عیال کی حقیقی ضرورت کے لیے بھی کافی نہیں ہوتے۔ اس لیے مسکین اور غنی کی تعریف حدیث کے ان الفاظ سے اخذ کرنی چاہیے: « وَلَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيهِ » کہ مسکین وہ ہے جس کے پاس اس کی حقیقی ضرورت پوری کرنے کا سامان نہیں ہے اور غنی وہ ہے جس کے پاس گزارے کا سامان موجود ہے اور اسے کسی سے مانگنے یا لینے کی مجبوری نہیں ہے۔ یاد رہے اس میں حقیقی ضرورت ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ مجھ سے ایک صاحب کہنے لگے: میری ہمشیرہ کے ہاں ٹیلی ویژن نہیں ہے، بچے دوسرے گھروں میں جاتے ہیں، کیا میں زکاۃ سے انھیں ٹیلی ویژن لے کر دے سکتا ہوں؟ اگر ایسی چیزوں کو ضرورت قرار دیا جائے تو دنیا میں شاید ہی کوئی غنی باقی رہے۔ بہت سے لوگ اس بہانے سے مانگتے پھرتے ہیں کہ بیٹی کی شادی کرنی ہے، حالانکہ بیٹی کی شادی میں ایسے تکلفات کیوں کیے جائیں کہ سوال کی ذلت اٹھانی پڑے۔ اسی طرح بعض لوگ اس لیے مانگتے پھرتے ہیں کہ اولاد کو اونچے اور مہنگے سکولوں میں تعلیم دلوا سکیں۔ غرض بہت سے لوگوں نے مانگنے کے لیے مختلف بہانے بنا رکھے ہیں اور معیارِ زندگی کو ضرورت قرار دے کر اپنے آپ پر سوال کی ذلت کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دروازہ کھول رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قناعت اور استعفاف عطا فرما کر اپنے ہی دروازے کا محتاج رکھے اور مخلوق سے سوال کی ذلت سے بچائے رکھے۔ اگر آدمی سوال کی ذلت کا احساس کرے اور قیامت کے دن اپنے چہرے کے ہڈیوں کا ڈھانچہ ہونے پر غور کرے تو اشد مجبوری کے بغیر کبھی بندوں سے سوال نہ کرے اور جہاں تک ہو سکے اسی پر خوش رہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کی قسمت میں لکھا ہے، کیونکہ اصل غنا یہی ہے۔

١٤٧٦- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ، قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : « لَيْسَ الْمِسْكِينُ الَّذِي تَرُدُّهُ الْأُكْلَةُ وَالْأُكْلَتَانِ، وَلَكِنِ الْمِسْكِينُ الَّذِي لَيْسَ لَهُ غِنًى وَيَسْتَحْيِي، أَوْ لَا يَسْأَلُ النَّاسَ إِلْحَافًا »[انظر : ١٤٧٩، ٤٥٣٩، وانظر في الزكاة، باب : ٥٣- أخرجه مسلم : ١٠٣٩ مطولًا]

1476- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”مسکین وہ نہیں ہے جو ایک لقمہ اور دو لقمے لے کر لوٹ جاتا ہے، لیکن مسکین وہ ہے جس کے پاس اتنا مال نہیں کہ لوگوں سے بے پروا رہ سکے اور وہ مانگنے سے حیا کرتا ہے، یا وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتا۔“

فوائد 1 ”اَلْمِسْكِيْنُ“ ”اَلسُّكُوْنُ“ سے ”مِفْعِيْلٌ“ کے وزن پر ہے، گویا مال کی قلت نے اس کی حرکت کو سکون میں بدل دیا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴾ [البلد : ١٦] ”یا اس مسکین کو جو مٹی میں ملا ہوا ہے۔“ ”اَلْأُكْلَةُ وَالْأُكْلَتَانِ“ ہمزہ کے ضمہ کے ساتھ لقمہ اور فتحہ کے ساتھ ایک دفعہ کا کھانا۔ یہاں لقمہ والا لفظ راجح ہے، کیونکہ اسی باب کے آخر میں اعرج کی روایت (۱۴۷۹) میں ”اَللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ“ ہے۔

2 لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ: یعنی ایک یا دو لقمے یا ایک یا دو کھجوریں لے کر اگلے دروازے کی طرف بڑھ جانے والا اصل اور پورا مسکین نہیں ہے، کیونکہ وہ در بدر پھر کر اپنی روزی کما لیتا ہے، اسے محتاجی نہیں رہتی، نہ ہی وہ مسکنت کی تکلیف اٹھاتا ہے۔ یہ تو ایک پیشہ ور آدمی ہے جس کا پیشہ گدائی ہے اور اس پیشے سے اس کی ضروریات پوری ہوتی رہتی ہیں۔ اصل مسکین تو وہ شریف آدمی ہے جو سوال کرنے میں شرم کرتا ہے، در بدر پھر کر مانگنا تو ایک طرف وہ کسی مسجد یا مجمع میں یا کسی آدمی کے سامنے کھڑا ہو کر سوال نہیں کرتا، بلکہ تکلیف پر صبر کیے رہتا ہے۔ یہ کامل مسکین ہے جو صدقات کا صحیح حق دار ہے۔

١٤٧٧- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، عَنِ ابْنِ أَشْوَعَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، حَدَّثَنِي كَاتِبُ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ : كَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلَى الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ : أَنِ

1477- مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے کاتب نے بیان کیا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ میری طرف کوئی ایسی بات لکھ بھیجو جو تم نے نبی ﷺ سے سنی ہو، تو انھوں نے ان کی طرف لکھا کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا،

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اكْتُبْ إِلَيَّ بِشَيْءٍ سَمِعْتَهُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ، فَكَتَبَ إِلَيْهِ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: « إِنَّ اللَّهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا: قِيلَ وَقَالَ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ »

آپ فرماتے تھے: ''بے شک اللہ نے تمھارے لیے تین باتوں کو ناپسند کیا ہے: (یہ کہنا کہ) یہ کہا گیا اور فلاں نے کہا اور مال ضائع کرنا اور زیادہ سوال کرنا۔''

[راجع: ٨٤٤۔ أخرجه مسلم: ٥٩٣، بقطعة ليست في هذه الطريق وجاءت مختصرة عنده في الأقضية (١٢)]

فوائد 1 یہاں حدیث میں '' كَرِهَ '' کا لفظ ہے جس کا معنی ہے: اس نے ناپسند کیا، مگر قرآن و سنت کی اصطلاح میں یہ لفظ بہت دفعہ حرمت کے معنی میں بھی آتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بنی اسرائیل میں آیت (۲۲) "لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ" سے لے کر آیت (۳۷) "وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا" تک پچیس (۲۵) چیزیں بیان فرمائی ہیں جن میں سے بعض کا حکم دیا گیا ہے اور بعض سے منع کیا گیا ہے اور آخر میں کہا گیا ہے: ﴿ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ﴾ [بني إسرائيل: ٣٨] ''یہ سب کام ان کا ''سیّء'' (بُرا) ہونا تیرے رب کے ہاں ہمیشہ سے ناپسندیدہ ہے۔'' ان میں سے ''سیّء'' (برے کام) وہ ہیں جن سے منع کیا گیا ہے اور وہ چیزیں جن پر عمل کا حکم ہے انھیں بجا نہ لانا بھی ''سیّء'' (بُرا) ہے۔ ''مکروہ'' کا لفظ فقہاء کی اصطلاح میں حرام سے کم درجے کا ہے، یعنی جس کا نہ کرنا اس کے کرنے سے بہتر ہو، مگر قرآن و سنت کی اصطلاح میں ''مکروہ'' کا لفظ اکثر حرام کے معنی میں آتا ہے، جیسا کہ ان آیات میں منع کردہ تمام چیزیں حرام ہیں، فقہی اصطلاح والی مکروہ نہیں ہیں۔ اس لیے صحیح بخاری اور ترمذی وغیرہ میں باب قائم کرتے وقت لفظ کراہیت لکھا جاتا ہے مگر مراد اس سے حرمت ہی ہوتی ہے۔ بعض اوقات کتاب و سنت میں مکروہ کا لفظ فقہاء والے مکروہ کے معنی میں بھی آتا ہے، مگر اکثر مقامات پر مکروہ کا لفظ حرام ہی کے معنی میں آتا ہے۔

2 قِيلَ وَقَالَ: یہ کہا گیا اور فلاں نے کہا، اس صورت میں یہ فعل ماضی مجہول اور معروف کے صیغے ہیں۔ یہ دونوں لفظ اسم کے طور پر بھی استعمال ہوتے ہیں، '' قُلْتُ قَوْلًا وَقِيلًا وَقَالًا '' میں نے بات کہی۔ بعض اوقات '' قِيلَ وَقَالَ '' فعل کے لفظ سے استعمال ہوتا ہے، مگر مراد اسم ہوتا ہے۔

3 تمھارے لیے '' قِيلَ وَ قَالَ '' کو ناپسند کیا: اس میں کئی چیزیں شامل ہیں: ① لوگوں کے متعلق سنی سنائی باتیں آگے بلاتحقیق پہنچانا یا تحقیق کر کے دوسروں کو سناتے رہنا۔ پہلی صورت میں جھوٹ اور بہتان کا مرتکب ہوگا، دوسری صورت میں غیبت اور چغلی کا ارتکاب کرے گا، کیونکہ عموماً لوگ پسند نہیں کرتے کہ ان کے متعلق بات کی جائے۔ ② لوگوں کے عیوب اور کمزوریاں بیان کرتے چلے جانے سے انسان اپنی حالت سے بے پروا ہو جاتا ہے، اس لیے '' قِيلَ وَ قَالَ '' کو ناپسند فرمایا۔ صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: « إِذَا قَالَ الرَّجُلُ: هَلَكَ النَّاسُ فَهُوَ أَهْلَكُهُمْ » [مسلم: ٢٦٢٣/١٣٩] ''کوئی آدمی جب کہے کہ لوگ برباد ہو گئے تو وہ ان سب سے زیادہ برباد ہے۔'' ③ دین کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بارے میں لوگوں کے اختلاف کو بیان کرتے چلے جانا، فلاں امام نے یہ کہا، فلاں نے یہ، بعض علماء یوں فرماتے ہیں، ایک قول یہ بھی ہے وغیرہ وغیرہ اور پختہ اور اصل بات کا فیصلہ نہ کرنا۔ اس میں ایک خرابی یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات کے برابر دوسروں کے اقوال ذکر کرنا مسلمان کو زیب ہی نہیں دیتا، خصوصاً جب وہ کتاب و سنت کے خلاف ہوں، اس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات کی سبکی ہوتی ہے ۔

دَعُوْا كُلَّ قَوْلٍ عِنْدَ قَوْلِ مُحَمَّدٍ　　فَمَا آمِنٌ فِيْ دِيْنِهِ كَمُخَاطِرِ

”محمد ﷺ کی بات کے سامنے ہر بات چھوڑ دو، کیونکہ اپنے دین میں امن والا آدمی اس شخص کی طرح نہیں جو خطرے میں پڑا ہوا ہے۔“

ہاں اگر ردّ کے لیے ایسے اقوال ذکر کیے جائیں تو کوئی حرج نہیں، مگر وہ ” قِيْلَ وَقَالَ “ نہیں ہوگا، بلکہ ” قِيْلَ وَقَالَ “ کا ردّ ہوگا۔ دوسری خرابی یہ ہے کہ ” قِيْلَ وَقَالَ “ سننے والا پریشان ہو جاتا ہے کہ میں ان اقوال میں سے کون سا قول اختیار کروں اور آخر کار دین ہی سے منحرف ہو جاتا ہے۔ تیسری خرابی یہ کہ جب انسان زیادہ ” قِيْلَ وَقَالَ “ ذکر کرتا ہے تو بہت سی باتیں بغیر تحقیق کر جاتا ہے، جس سے اس کا شمار جھوٹے لوگوں میں ہوتا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: « كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ » [مسلم، المقدمة : ٥] ”آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ جو کچھ سنے آگے بیان کر دے۔“ چوتھی خرابی یہ کہ ” قِيْلَ وَقَالَ “ میں بہت سی باتیں ایسی کرے گا جن کا اسے نہ دین میں کوئی فائدہ ہے نہ دنیا میں، اس لیے زیادہ باتیں کرنا ہے ہی نامناسب، فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ٣] ”اور (ایمان والے وہ ہیں) جو بے فائدہ باتوں سے روگردان رہتے ہیں۔“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: « مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيْهِ » [ترمذي : ٢٣١٧] ”یہ بات آدمی کے اسلام کے حسن میں سے ہے کہ وہ بے مقصد چیزیں چھوڑ دے۔“

4 وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ: اس میں بھی کئی چیزیں شامل ہیں: ① رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں آپ ﷺ سے زیادہ سوال کرنا اس لیے منع تھا کہ ایسا نہ ہو کہ کسی سوال کرنے والے کے سوال سے مسلمانوں کے لیے وہ چیزیں حرام ہو جائیں جو سکوت کی وجہ سے جائز تھیں، فرمایا: ﴿ لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ﴾ [المائدة : ١٠١] ”ایسی چیزوں کے متعلق سوال نہ کرو کہ اگر تمھارے لیے ظاہر کر دی جائیں تو تمھیں بری لگیں۔“ ② بلاضرورت لوگوں کے حالات کی جستجو کرنا، ان کے ذاتی معاملات کے متعلق پوچھنا، خواہ مخواہ کا تجسس ناپسندیدہ عمل ہے۔ ③ ایسے سوال کرنا جن کا وجود ہی نہیں، بلکہ وہ محض فرضی صورتیں ہیں یا ابھی تک وجود میں بھی نہیں آئیں۔ سلف صالحین ایسے سوالات کو سخت ناپسند فرماتے تھے۔ مثلاً بعض رائے پرستوں نے سوال پیدا کیا کہ اگر کتے نے بکری سے جفتی کی اور بچہ مشترک پیدا ہوا تو حلال ہے یا حرام؟ پھر خود ہی جواب دیا کہ دیکھنا چاہیے گوشت اور گھاس سامنے رکھ کر، اگر گھاس کھاتا ہے تو حلال ہے، گوشت کھاتا ہے تو حرام۔ اگر دونوں کھائے تو اس کو مارا جائے گا، اگر بھونکے تو کتے کے حکم میں ہے ورنہ بکری کے، اگر دونوں آوازیں کرتا ہو تو ذبح کیا جائے، اگر

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ادھڑی نکلے تو کھایا جائے ورنہ نہیں۔ ان لوگوں کو محض سوال پیدا کرنے اور ان کا جواب گھڑنے سے غرض تھی، یہ نہیں کہ کہیں ایسا ہوا بھی ہے یا ہو سکتا بھی ہے۔ بتایئے کتے اور بکری کی جفتی سے پیدا ہونے والا جانور کہاں پایا جاتا ہے؟ ④ علماء کو پھنسانے اور نیچا دکھانے کے لیے سوال کرنا اکرام مسلم کے خلاف ہے اور اکرام علم کے بھی خلاف ہے۔ ⑤ لوگوں سے مال یا دوسری چیزیں مانگنا، رسول اللہ ﷺ نے بعض صحابہ سے بیعت لی کہ تم لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کرو گے۔ ان میں سے کئی حضرات نے اس عہد کی اتنی پابندی کی کہ اگر گھوڑے سے ان کا کوڑا گر پڑتا تو کسی کو پکڑانے کے لیے نہ کہتے، بلکہ خود اتر کر پکڑتے اور دوبارہ سوار ہو جاتے۔[مسلم : ١٠٤٣] زیر شرح باب میں امام بخاری نے یہ حدیث اس معنی کی تائید کے لیے ذکر کی ہے۔

5 وَإِضَاعَةَ الْمَالِ: مال ضائع کرنا، ناجائز جگہوں میں خرچ کرنا یا اپنی حیثیت یا موقع کی مناسبت سے بڑھ کر خرچ کرنا مال ضائع کرنا ہے۔

6 علامہ وحید الزمان نے اس حدیث پر لکھا ہے: " (قِيلَ وَقَالَ يعني) بے فائدہ بک بک یہ ہے کہ فضول باتیں کرتا رہے، ناحق کی بڑبڑ لگائے، جن میں نہ دین کا فائدہ ہو نہ دنیا کا۔ روپیہ تباہ کرنا یہ ہے کہ بے جا خرچ کرے، دنیا کی ضرورت میں نہ دین کے کاموں میں، جیسے شادی بیاہ، موت غمی کے رسومات میں لوگ بے کار روپیہ اڑاتے ہیں، آتش بازی، ناچ، رنگ، آرائش وغیرہ میں، کھیل کود مثلاً پتنگ بازی، مرغ بازی، بٹیر بازی وغیرہ میں۔ بہت مانگنا یہ ہے کہ بے ضرورت سوال کرتا رہے، کھانے کو اللہ نے دیا ہو مگر خواہ مخواہ بھی مال جمع کرنے کی طمع سے سوال کرتا پھرے، اپنی محتاجی کا اظہار کرے۔" (تیسیر الباری)

١٤٧٨ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غُرَيْرٍ الزُّهْرِيُّ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: أَعْطَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَهْطًا وَأَنَا جَالِسٌ فِيهِمْ، قَالَ: فَتَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْهُمْ رَجُلًا لَمْ يُعْطِهِ، وَهُوَ أَعْجَبُهُمْ إِلَيَّ، فَقُمْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَسَارَرْتُهُ فَقُلْتُ: مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ؟ وَاللَّهِ! إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا، قَالَ: «أَوْ مُسْلِمًا» قَالَ: فَسَكَتُّ قَلِيلًا، ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ فِيهِ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ؟ وَاللَّهِ! إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا، قَالَ: «أَوْ مُسْلِمًا» قَالَ: فَسَكَتُّ قَلِيلًا، ثُمَّ

1478۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ لوگوں کو (مال وغیرہ) دیا، میں بھی وہاں موجود تھا، رسول اللہ ﷺ نے ان میں سے ایک آدمی کو چھوڑ دیا، اسے کچھ نہیں دیا اور وہ آدمی مجھے ان سب سے زیادہ پسند تھا۔ میں اٹھ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا اور آپ کے کان میں سرگوشی کی، میں نے کہا: (یارسول اللہ!) کیا وجہ ہے کہ آپ نے فلاں کو نظر انداز کر دیا ہے؟ اللہ کی قسم! میں تو اسے مومن سمجھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: " (یہ کہو) یا مسلم۔" میں تھوڑی دیر خاموش رہا، پھر جو کچھ میں اس کے متعلق جانتا تھا وہ مجھ پر غالب آ گیا تو میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ کا فلاں شخص سے بے توجہی کرنا کس وجہ سے ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ فِيهِ فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ ؟ وَاللّٰهِ ! إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا، قَالَ : « أَوْ مُسْلِمًا » يَعْنِي فَقَالَ : « إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ وَغَيْرُهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ، خَشْيَةَ أَنْ يُكَبَّ فِي النَّارِ عَلَى وَجْهِهِ »

اللہ کی قسم! میں تو اسے مومن سمجھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''(یہ کہو) یا مسلم۔'' میں پھر تھوڑی دیر خاموش رہا، پھر جو کچھ میں اس کے متعلق جانتا تھا وہ مجھ پر غالب آ گیا تو میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کا فلاں شخص سے بے توجہی کر کس وجہ سے ہے؟ اللہ کی قسم! میں تو اسے مومن سمجھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''(یہ کہو) یا مسلم۔'' یعنی آپ نے فرمایا: ''میں ایک آدمی کو دیتا ہوں، حالانکہ اس کے سوا کوئی دوسرا مجھے اس سے زیادہ پیارا ہوتا ہے، اس ڈر سے کہ کہیں اسے اس کے منہ کے بل آگ میں نہ گرا دیا جائے۔''

وَعَنْ أَبِيهِ، عَنْ صَالِحٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ قَالَ : سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ هٰذَا، فَقَالَ فِي حَدِيثِهِ : فَضَرَبَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدِهِ، فَجَمَعَ بَيْنَ عُنُقِي وَكَتِفِي، ثُمَّ قَالَ : « أَقْبِلْ أَيْ سَعْدُ ! إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ » [راجع : ٢٧- أخرجه مسلم : ١٥٠]

اور یعقوب نے اپنے باپ سے روایت کی، انھوں نے صالح سے، انھوں نے اسماعیل بن محمد سے، انھوں نے کہا: میں نے اپنے باپ سے سنا وہ یہی حدیث بیان کرتے تھے، پھر سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ جوڑ کر میری گردن اور کندھے کے درمیان مارا، پھر فرمایا: ''سعد! ادھر آ، میں آدمی کو دیتا ہوں......۔''

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ : ﴿فَكُبْكِبُوا﴾ [الشعراء : ٩٤] : قُلِبُوا، ﴿مُكِبًّا﴾ [الملك : ٢٢] : أَكَبَّ الرَّجُلُ إِذَا كَانَ فِعْلُهُ غَيْرَ وَاقِعٍ عَلَى أَحَدٍ، فَإِذَا وَقَعَ الْفِعْلُ قُلْتَ : كَبَّهُ اللّٰهُ لِوَجْهِهِ، وَكَبَبْتُهُ أَنَا .

ابو عبد اللہ (بخاری) نے کہا: ''فَكُبْكِبُوا'' کے معنی ہیں: الٹے کیے جائیں گے۔ ''مُكِبًّا'' (منہ کے بل گرنے والا): '' أَكَبَّ الرَّجُلُ '' اس وقت کہا جاتا ہے جب اس کا فعل کسی پر واقع نہ ہو اور جب فعل کسی پر واقع ہو تو تم کہو گے: '' كَبَّهُ اللّٰهُ لِوَجْهِهِ، وَكَبَبْتُهُ أَنَا '' ''اللہ نے اسے چہرے کے بل اُلٹا کیا اور میں نے اسے اُلٹا کیا۔''

فوائد 1 اس حدیث کے بعض فوائد حدیث (۲۷) میں گزر چکے ہیں۔ امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ عام طور پر مجرد فعل لازم ہوتا ہے اور مزید فیہ فعل متعدی ہوتا ہے، مگر لفظ '' كَبَّ يَكُبُّ '' میں معاملہ برعکس ہے، چنانچہ فعل مجرد '' كَبَّ ''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

یکُبُّ "متعدی ہے: منہ کے بل اُلٹا کرنا اور مزید فیہ یعنی" أَكَبَّ يُكِبُّ "لازم ہے: اُلٹے منہ گرنا۔ امام صاحب کی عادت ہے کہ حدیث کا کوئی لفظ اگر قرآن کے کسی لفظ کے موافق ہو تو اس کی تفسیر کر دیتے ہیں۔

2 اس باب میں حدیث لانے کا مقصد یہ ہے کہ جُعَیل بن سُراقہ رضی اللہ عنہ جن کے متعلق سعد رضی اللہ عنہ نے بار بار مال دینے کی سفارش کی انھوں نے ایک بار بھی رسول اللہ ﷺ سے سوال نہیں کیا، جب کہ عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس رضی اللہ عنہما کو آپ نے بہت زیادہ دیا، اس کے باوجود زیادہ محبوب وہی ٹھہرا جس نے نہ آپ سے سوال کیا، نہ مال سے محروم رہنے پر اس کے ایمان ویقین میں کوئی فرق واقع ہوا۔

١٤٧٩ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «لَيْسَ الْمِسْكِينُ الَّذِي يَطُوفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ، وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ، وَلَكِنِ الْمِسْكِينُ الَّذِي لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيهِ، وَلَا يُفْطَنُ بِهِ فَيُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ وَلَا يَقُومُ فَيَسْأَلُ النَّاسَ» [راجع: ١٤٧٦ـ أخرجه مسلم: ١٠٣٩]

1479۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسکین وہ نہیں جو لوگوں پر چکر لگاتا رہتا ہے اور جو لقمہ، دو لقمے اور کھجور، دو کھجور لے کر لوٹ جاتا ہے، بلکہ مسکین وہ ہے جس کے پاس اتنا مال نہیں ہے جو اسے لوگوں سے بے پروا کر دے اور نہ ہی لوگ اس کی حالت معلوم کرتے ہیں کہ اس پر صدقہ کیا جائے اور نہ وہ کھڑا ہو کر لوگوں سے سوال کرتا ہے۔''

فائدہ یہ حدیث (١٤٧٦) میں گزر چکی ہے، وہاں اس حدیث سے مقصود یہ بتانا تھا کہ غنا کی حد کیا ہے، چنانچہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص کے پاس اس کی حقیقی ضرورت کی چیزیں موجود ہوں اور اسے کسی سے مانگنے کی مجبوری نہ ہو وہ غنی ہے اور یہاں مسکین کی تعریف مقصود ہے کہ دربدر مانگنے والا حقیقی مسکین نہیں، اصل مسکین وہ ہے جو محتاج ہونے کے باوجود سوال نہیں کرتا۔

١٤٨٠ـ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ، ثُمَّ يَغْدُوَ - أَحْسِبُهُ قَالَ: إِلَى الْجَبَلِ - فَيَحْتَطِبَ، فَيَبِيعَ، فَيَأْكُلَ وَيَتَصَدَّقَ، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ» [راجع: ١٤٧٠ـ أخرجه مسلم: ١٠٤٢]

1480۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص اپنی رسی لے کر نکلے ۔ (راوی کہتا ہے) میرا خیال ہے کہ آپ نے فرمایا: پہاڑ کی طرف ۔ پھر ایندھن لائے، اسے بیچے اور خود کھائے اور صدقہ کرے، یہ اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ : صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ أَكْبَرُ مِنَ الزُّهْرِيِّ، وَهُوَ قَدْ أَدْرَكَ ابْنَ عُمَرَ .

ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: صالح بن کیسان زہری سے بڑے ہیں اور انھوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو پایا ہے۔

فوائد ومسائل: 1 یہ حدیث (۱۴۷۰) میں گزر چکی ہے۔ ابوعبداللہ بخاری رحمہ اللہ کے اس قول کا تعلق حدیث (۱۴۷۸) سے ہے۔ مقصد یہ ہے کہ صالح بن کیسان نے زہری سے بڑا ہونے کے باوجود یہ حدیث ان سے روایت کی ہے۔ ابن کیسان کی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہے، مگر زہری کی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ملاقات نہیں۔

2 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تندرست اور قوت رکھنے والے آدمی کے پاس اگرچہ مال موجود نہ ہو، اگر وہ کمانے کی قوت رکھتا ہو تو وہ بھی غنی ہے، اسے مانگنے کی بجائے محنت کر کے رزقِ حلال کمانا چاہیے اور اپنی ضروریات کے علاوہ صدقہ بھی کرنا چاہیے۔ مزید شرح حدیث (۱۴۷۰) میں ملاحظہ فرمائیں۔

٥٤- بَابُ خَرْصِ التَّمْرِ

54- باب: (درختوں پر) کھجوروں کا تخمینہ (اندازہ) لگانا

١٤٨١- حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، عَنْ عَبَّاسٍ السَّاعِدِيِّ، عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ، قَالَ : غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ غَزْوَةَ تَبُوكَ، فَلَمَّا جَاءَ وَادِيَ الْقُرَى إِذَا امْرَأَةٌ فِي حَدِيقَةٍ لَهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِأَصْحَابِهِ : «اخْرُصُوا» وَخَرَصَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَشَرَةَ أَوْسُقٍ، فَقَالَ لَهَا : «أَحْصِي مَا يَخْرُجُ مِنْهَا» فَلَمَّا أَتَيْنَا تَبُوكَ قَالَ : «أَمَا إِنَّهَا سَتَهُبُّ اللَّيْلَةَ رِيحٌ شَدِيدَةٌ، فَلَا يَقُومَنَّ أَحَدٌ، وَمَنْ كَانَ مَعَهُ بَعِيرٌ فَلْيَعْقِلْهُ» فَعَقَلْنَاهَا وَهَبَّتْ رِيحٌ شَدِيدَةٌ، فَقَامَ رَجُلٌ فَأَلْقَتْهُ بِجَبَلِ طَيِّئٍ، وَأَهْدَى مَلِكُ أَيْلَةَ لِلنَّبِيِّ ﷺ بَغْلَةً بَيْضَاءَ، وَكَسَاهُ بُرْدًا، وَكَتَبَ لَهُ بِبَحْرِهِمْ .

1481- ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی ﷺ کے ہمراہ غزوۂ تبوک میں گئے، جب آپ وادی القریٰ مقام پر آئے تو دیکھا کہ ایک عورت اپنے ایک باغ میں ہے، نبی ﷺ نے اپنے صحابہ سے کہا: ”(اس باغ کے پھل کا) اندازہ لگاؤ۔“ اور رسول اللہ ﷺ نے (اس کا) تخمینہ دس وسق لگایا۔ آپ نے اس عورت سے کہا: ”اس باغ سے جو پھل نکلے اسے یاد رکھنا۔“ پھر جب ہم تبوک میں آئے تو آپ نے فرمایا: ”سنو! آج رات بہت سخت آندھی آئے گی، اس لیے کوئی شخص کھڑا نہ ہو، جس کے پاس کوئی اونٹ ہے وہ اس کا گھٹنا باندھ دے۔“ چنانچہ ہم نے ان کے گھٹنے باندھ دیے اور بہت سخت آندھی چلی، ایک آدمی کھڑا ہوا تو آندھی نے اسے بنو طے کے پہاڑ میں پھینک دیا۔ اور ایلہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کے بادشاہ نے نبی ﷺ کو ایک سفید خچر بطور ہدیہ دیا اور آپ کو ایک چادر پہننے کے لیے دی اور آپ نے اسے ان کے علاقے کی حکومت لکھ دی۔

فَلَمَّا أَتَى وَادِيَ الْقُرَى قَالَ لِلْمَرْأَةِ : « كَمْ جَاءَ حَدِيقَتُكِ » قَالَتْ : عَشَرَةَ أَوْسُقٍ، خَرْصَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : « إِنِّي مُتَعَجِّلٌ إِلَى الْمَدِينَةِ، فَمَنْ أَرَادَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَعَجَّلَ مَعِي فَلْيَتَعَجَّلْ » فَلَمَّا ـ قَالَ ابْنُ بَكَّارٍ كَلِمَةً مَعْنَاهَا : أَشْرَفَ عَلَى الْمَدِينَةِ ـ قَالَ : « هَذِهِ طَابَةُ » فَلَمَّا رَأَى أُحُدًا قَالَ : « هَذَا جُبَيْلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ، أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ دُورِ الْأَنْصَارِ ؟ » قَالُوا : بَلَى، قَالَ : « دُورُ بَنِي النَّجَّارِ، ثُمَّ دُورُ بَنِي عَبْدِ الْأَشْهَلِ، ثُمَّ دُورُ بَنِي سَاعِدَةَ أَوْ دُورُ بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ وَ فِي كُلِّ دُورِ الْأَنْصَارِ يَعْنِي خَيْرًا » [انظر : ١٨٧٢، ٣١٦١، ٣٧٩١، ٤٤٢٢، انظر في الهبة، باب : ٢٨، والجهاد والسير، باب : ٦١ و ١٣٦ـ أخرجه مسلم : ١٣٩٢ مختصرًا]

جب آپ واپس وادی القریٰ میں آئے تو اس عورت سے پوچھا: ''تمھارے باغ سے کتنا پھل نکلا؟'' اس نے کہا: دس وسق، رسول اللہ ﷺ کے تخمینے کے مطابق۔ پھر نبی ﷺ نے فرمایا: ''میں جلدی مدینے جانے والا ہوں، تو تم میں سے جس کا ارادہ جلدی جانے کا ہو وہ میرے ساتھ جلدی چلے۔'' جب آپ کی نظر مدینہ پر پڑی تو آپ نے فرمایا: ''یہ طابہ ہے۔'' اور جب آپ نے اُحد کو دیکھا تو فرمایا: ''یہ چھوٹا پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ کیا میں تمھیں انصار کے گھرانوں میں سے سب سے بہتر گھرانہ نہ بتاؤں؟'' صحابہ نے کہا: کیوں نہیں! فرمایا: ''بنونجار کا گھرانہ، پھر بنوعبدالاشہل کا گھرانہ، پھر بنوساعدہ کا گھرانہ یا بنوحارث بن خزرج کا گھرانہ اور انصار کے تمام گھرانوں میں خیر ہے۔''

١٤٨٢ـ وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ : حَدَّثَنِي عَمْرٌو : « ثُمَّ دَارُ بَنِي الْحَارِثِ، ثُمَّ بَنِي سَاعِدَةَ »

1482۔ اور سلیمان بن بلال نے کہا: مجھے عمرو نے بیان کیا (اس میں مزید یہ ہے): ''پھر بنو الحارث کا گھرانہ، پھر بنوساعدہ۔''

وَقَالَ سُلَيْمَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عُمَارَةَ ابْنِ غَزِيَّةَ، عَنْ عَبَّاسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : « أُحُدٌ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَ نُحِبُّهُ » قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ : كُلُّ بُسْتَانٍ عَلَيْهِ حَائِطٌ فَهُوَ حَدِيقَةٌ، وَمَا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ حَائِطٌ لَمْ يُقَلْ : حَدِيقَةٌ .

اور عباس (بن سہل) نے اپنے والد سے، انھوں نے نبی ﷺ سے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا: ''اُحد وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔'' ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: ہر وہ باغ جس کے گرد دیوار ہو حدیقہ ہے اور جس کے گرد دیوار نہ ہو اسے حدیقہ نہیں کہا جاتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فوائد: 1 بخاری کے اکثر نسخوں میں " خَرْصِ التَّمْرِ " ہے، یعنی کھجوروں کا تخمینہ لگانا۔ طبع یونینیہ جو صحیح بخاری کا صحیح ترین طبع ہے، اس میں ایک نسخہ " خَرْصِ الثَّمَرِ " (تین نقطوں والی ثاء کے ساتھ) بھی موجود ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری صرف کھجور ہی نہیں دوسرے پھلوں، مثلاً انگور یا بادام یا اخروٹ وغیرہ میں بھی تخمینہ کے قائل ہیں۔

2 امام ترمذی نے " خَرْصٌ " کی تفسیر یہ نقل کی ہے: ''کھجور اور انگور کے پھل جن میں زکاۃ فرض ہے جب پکنے کے قریب ہوں تو حاکم کسی تخمینہ لگانے والے کو بھیجے جو پھلوں کو دیکھ کر اندازہ لگائے کہ اس میں سے پکنے پر خشک کھجوریں اتنی اور کشمش منقی اتنا نکلے گا اور اس میں عشر اتنا ہوگا۔ وہ ان کے کھاتے میں درج کر دیا جائے اور انھیں اپنی کھجوریں اور انگور وغیرہ ساتھ ساتھ کھانے کی اجازت دے دی جائے۔ جب پھل اتارنے کا وقت آئے تو ان سے عشر وصول کر لیا جائے۔'' (ترمذی، تحت ح: ۶۴۳) اس کا فائدہ یہ ہے کہ پھلوں کے مالکوں کو کسی قسم کی تنگی نہیں ہوگی، انھیں اپنے باغ میں سے نیم پختہ پھل کھانے کی اجازت ہوگی، وہ اپنے دوستوں، ہمسایوں، اقارب اور فقراء کو اس میں سے دے سکیں گے اور بیچ بھی سکیں گے، جب کہ اس دوران انھیں پھل استعمال کرنے کی ممانعت ان کے لیے شدید تنگی اور مشکل کا باعث ہوگی۔ (فتح الباری)

3 " خَرْصٌ " کے مسنون ہونے پر تقریباً اُمت کا اتفاق ہے، صرف بعض لوگوں نے اس کا انکار کیا ہے اور اس کے لیے عجیب وغریب تاویلیں کی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ﴾ [الذاریات: ۱۰] ''اٹکل لگانے والے مارے گئے۔'' کبھی کہتے ہیں: پھلوں کا یہ تخمینہ ایک طرح کا قمار یعنی جوا ہے اور یہ پہلے جائز تھا، جوئے کی حرمت نازل ہونے پر منسوخ ہوگیا۔ کبھی کہتے ہیں: یہ صرف باغوں کے مالکوں کو ڈرانے کے لیے تھا کہ وہ پہلے ہی سارا پھل ختم نہ کر دیں، ورنہ یہ کوئی شرعی حکم نہ تھا۔ ان حضرات کے مطابق پھل مکمل پکنے پر جتنا مالک کے پاس موجود ہو اس کے مطابق عشر لیا جائے گا۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث کے بعد ایسی باتیں بے کار ہیں۔ " قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ " ہی کو لے لیجیے، ان حضرات کو سوچنا چاہیے کہ ان اٹکل لگانے والوں سے مراد کون ہیں؟ خود اس سے اگلی آیت میں مذکور ہے: ﴿الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ۝ يَسْـَٔلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ﴾ [الذاریات: ۱۱، ۱۲] ''وہ جو خود بڑی غفلت میں بھولے ہوئے ہیں۔ پوچھتے ہیں جزا کا دن کب ہے؟'' اس سے مراد ہر خرص وتخمین نہیں ہے۔ کیا یہ لوگ مسلمان ہو کر رسول اللہ ﷺ پر یہ آیت منطبق کریں گے جن کے ''خرص'' کا ذکر اس حدیث میں موجود ہے کہ آپ نے اس باغ کے پھل کا اندازہ دس وسق لگایا۔ پھر یہ حضرات جب چاہتے ہیں خود ''خرص'' سے کام لیتے ہیں، مثلاً پانی اتنا کثیر کب ہوتا ہے کہ اس میں نجاست گر جائے تو پلید نہیں ہوتا۔ اس کے متعلق ان کے مختلف اقوال میں سے ان کے ہاں سب سے زیادہ قابلِ عمل قول یہ ہے کہ اس کا فیصلہ اس شخص پر چھوڑا جائے جسے یہ صورت پیش آئے۔ اگر اس کے اندازے میں پانی کثیر ہے تو وہ کثیر ہے اور اگر وہ اس کے اندازے میں قلیل ہے تو قلیل ہے۔ رہی یہ بات کہ ''خرص'' جوا ہے اور قمار کی حرمت کی آیات نازل ہونے کے ساتھ منسوخ ہوگیا تو خطابی نے اس کے متعلق کہا ہے کہ جوا تو بہت پہلے حرام ہو چکا تھا، جب کہ ''خرص'' پر عمل رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں آپ کی وفات تک ہوتا رہا۔ (چنانچہ آپ نے خیبر فتح ہونے کے بعد اس کی زمین اور باغات نصف آمدنی پر یہود کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیے اور جب پھل پکنے کا وقت آیا تو آپ نے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو ''خرص'' کے لیے بھیجا۔ یہ ابن ماجہ (۱۸۲۰) کی حسن حدیث ہے) پھر ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما اور ان کے بعد کے خلفاء کے دور میں اس پر عمل ہوتا رہا۔ کیا آپ ﷺ اور خلفائے راشدین جوئے کو فروغ دیتے رہے؟ رہی یہ بات کہ ''خرص'' صرف ڈرانے کے لیے تھا تو ایسا ڈراوا ایک آدھ دفعہ چل سکتا ہے، محض ڈراوے سے جس پر عمل نہ ہو کون ڈرتا ہے؟

4 وہ دو آدمی جو آندھی کے دوران کھڑے ہوئے ان میں سے ایک اپنی حاجت کے لیے گیا تھا، وہ تو آندھی چلنے پر بے ہوش ہو کر گر گیا اور دوسرا اپنے اونٹ کی تلاش میں نکلا تو آندھی نے اسے اٹھایا اور بنو طے کے پہاڑ میں پہنچا دیا۔ بعد میں آپ نے اس بے ہوش ہونے والے کے لیے دعا کی تو وہ تندرست ہو گیا۔ دوسرا رسول اللہ ﷺ کی تبوک سے واپسی پر آپ سے آملا۔ روایت کرنے والے صحابی نے شاگرد کو ان دونوں کے نام بھی بتائے تھے، مگر ساتھ تاکید کر دی تھی کہ کسی کو بتانا نہیں، چنانچہ اصرار کے باوجود اس نے ان کے نام نہیں بتائے۔ یہ سترِ مسلم کی بہت اچھی مثال ہے۔ (فتح الباری) بنو طے قبیلہ کے لوگ دو مشہور پہاڑوں میں رہتے تھے، ان میں سے ایک کا نام '' أَجَأٌ '' بروزن '' قَمَرٌ '' تھا اور دوسرے کا '' سَلْمٰی '' تھا۔

5 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتیں مردوں کی طرح باغات کی مالک ہو سکتی ہیں اور خود کاشت وغیرہ کا کام یا اس کی نگرانی کر سکتی ہیں، اس میں ان کے لیے عیب کی کوئی بات نہیں۔

6 آدمی اپنے کسی کام کے متعلق معلوم کرے کہ درست ہوا یا نہیں اس میں کوئی حرج نہیں، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کو فرمایا کہ باغ سے نکلنے والا پھل یاد رکھنا، پھر واپسی پر آپ نے اس سے پوچھا۔

7 اس حدیث میں آپ کا معجزہ بھی ہے کہ آپ نے بہت سخت آندھی چلنے کی پیشگوئی فرمائی جو واقعی چلی۔

8 شدید آندھی کے وقت کھڑا نہیں رہنا چاہیے، بلکہ بیٹھ جانا یا پیٹ کے بل لیٹ جانا چاہیے اور اونٹوں کے گھٹنے باندھ دینے چاہئیں۔

9 آدمی کو مشرکین کا ہدیہ بھی قبول کرنا چاہیے، خواہ ہدیہ دینے والا دوستی کی خاطر ہدیہ دے یا اپنا کوئی مطلب نکالنے کے لیے ہدیہ دے رہا ہو، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایلہ کے رئیس سے ہدیہ قبول فرمایا۔

10 آدمی کو اپنا کام مکمل کرنے کے بعد جلدی گھر واپس آنا چاہیے، خصوصاً قوم کے رہنما کو جلدی اپنے ٹھکانے پر واپس آنا چاہیے، تاکہ معاملات اس کے قابو میں رہیں۔

11 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مدینے کا نام ''طابہ'' بھی ہے، اس کے علاوہ اسے '' طَيْبَة '' بھی کہتے ہیں، معنی دونوں کا ایک ہی ہے۔

12 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اُحد پہاڑ شعور رکھتا ہے، کیونکہ آپ نے فرمایا: ''اُحد وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔'' اسی لیے آپ نے محبت کے اظہار کے لیے '' جَبَلٌ '' کی بجائے لفظ '' جُبَيْلٌ '' (تصغیر

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ) استعمال فرمایا، بلکہ ہر چیز ہی میں ادراک پایا جاتا ہے، فرمایا: ﴿ وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ﴾ [بني إسرائيل : ٤٤] ''اور کوئی بھی چیز نہیں، مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے اور لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔''

13 آدمیوں اور قبیلوں میں ایک دوسرے پر برتری ہوتی ہے، جیسا کہ آپ نے انصار کے قبیلوں کی فضیلت ایک دوسرے پر بیان فرمائی، تاکہ ان کا آپس میں برتری کا جھگڑا ختم ہو جائے، مگر کسی کا دل نہیں توڑا بلکہ فرمایا: ''انصار کے ہر گھرانے ہی میں خیر ہے۔'' اس میں تمام انصار کی تعریف ہے۔

14 حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے: سنن (ابوداود: ۱۶۰۵، ترمذی: ۶۴۳، نسائی: ۲۴۹۱) اور صحیح ابن حبان (۳۲۸۰) میں سہل ابن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے: « إِذَا خَرَصْتُمْ فَخُذُوْا، وَدَعُوا الثُّلُثَ، فَإِنْ لَمْ تَدَعُوا الثُّلُثَ فَدَعُوا الرُّبُعَ » ''جب تم تخمینہ لگاؤ تو عشر لو اور تیسرا حصہ چھوڑ دو، اگر تیسرا حصہ نہ چھوڑو تو چوتھا حصہ چھوڑ دو۔'' (فتح الباری) اس کی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر پھل تیار ہونے تک تقریباً اس کا تیسرا یا چوتھا حصہ کھا لیا جاتا ہے۔ اگرچہ بعض محدثین نے اسے صحیح کہا ہے، مگر اس حدیث کی سند صحیح نہیں، خود حافظ رحمہ اللہ نے تلخیص (۳۸۰/۲) میں کہا ہے: اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن مسعود بن نیار راوی سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے اور بزار نے کہا ہے کہ وہ اسے بیان کرنے میں اکیلا ہے اور ابن القطان نے کہا: '' لَا يُعْرَفُ حَالُهُ '' ''اس کا حال معلوم نہیں۔'' اس لیے یہ حدیث ضعیف ہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے انیس الساری (۲۲۴)۔

٥٥- بَابُ الْعُشْرِ فِيمَا يُسْقَى مِنْ مَاءِ السَّمَاءِ وَ بِالْمَاءِ الْجَارِي

55- باب: اس کھیتی کا عشر جو بارش سے یا بہتے پانی سے سیراب کی جائے

وَلَمْ يَرَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ فِي الْعَسَلِ شَيْئًا.

اور عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے شہد میں کوئی چیز واجب نہیں سمجھی۔

١٤٨٣- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: « فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُونُ أَوْ كَانَ عَثَرِيًّا الْعُشْرُ، وَمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ »

1483- عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس کھیت کو بارش یا چشمے سیراب کریں یا وہ خود زمین سے نمی حاصل کرے اس میں دسواں حصہ ہے اور جسے پانی کھینچ کر سیراب کیا جائے اس میں بیسواں حصہ ہے۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ : هٰذَا تَفْسِيرُ الْأَوَّلِ، لِأَنَّهُ لَمْ يُوَقِّتْ فِي الْأَوَّلِ يَعْنِي حَدِيثَ ابْنِ عُمَرَ : «وَفِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ الْعُشْرُ» وَ بَيَّنَ فِي هٰذَا وَوَقَّتَ، وَالزِّيَادَةُ مَقْبُولَةٌ وَالْمُفَسَّرُ يَقْضِي عَلَى الْمُبْهَمِ إِذَا رَوَاهُ أَهْلُ الثَّبَتِ كَمَا رَوَى الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يُصَلِّ فِي الْكَعْبَةِ وَقَالَ بِلَالٌ : قَدْ صَلّٰى، فَأُخِذَ بِقَوْلِ بِلَالٍ وَتُرِكَ قَوْلُ الْفَضْلِ .

ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: یہ پہلی حدیث کی تفسیر ہے، کیونکہ پہلی یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ”جسے بارش سیراب کرے اس میں عشر ہے“ میں نصاب مقرر نہیں کیا اور اس حدیث (یعنی پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں) میں وضاحت کر دی ہے اور نصاب مقرر کر دیا ہے اور زائد حکم قبول کیا جاتا ہے اور جس روایت میں بات کھول کر بیان کی گئی ہو وہ اس روایت کا فیصلہ کرتی ہے جس میں بات کھول کر نہ بیان کی گئی ہو، جب کہ اسے پختگی والے یعنی ثقہ راوی بیان کریں، جیسا کہ فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے کعبہ میں نماز نہیں پڑھی اور بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ نے نماز پڑھی ہے، تو بلال رضی اللہ عنہ کی بات قبول کر لی گئی اور فضل رضی اللہ عنہ کی بات ترک کر دی گئی۔

فوائد: 1 قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ : هٰذَا تَفْسِيرُ الْأَوَّلِ ...... : امام بخاری کی اس عبارت کی شرح اگلے باب کے آخر میں آئے گی۔ (ان شاء اللہ)

2 ”بارش اور بہتے پانی سے سیراب ہونے والی چیزوں میں عشر“ کے باب میں شہد کی زکاۃ کے ذکر کی مناسبت دو طرح سے ہو سکتی ہے: ایک یہ کہ شہد کی مکھیوں کو کھیتوں یا باغوں کی طرح بارش یا بہتے پانی سے سیراب نہیں کیا جاتا، نہ ہی پانی کھینچ کر سیراب کیا جاتا ہے، اس لیے شہد میں عشر نہیں ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا قول ذکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک شہد میں عشر نہیں۔ حافظ رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ بخاری نے اپنی تاریخ میں کہا ہے: ”وَلَا يَصِحُّ فِي زَكَاةِ الْعَسَلِ شَيْءٌ“ ”شہد کی زکاۃ کے بارے میں کوئی چیز ثابت نہیں۔“ ترمذی نے کہا: ”لَا يَصِحُّ فِي هٰذَا الْبَابِ شَيْءٌ“ ”اس مسئلہ میں کوئی چیز ثابت نہیں۔“ (فتح الباری) لطف کی بات یہ ہے کہ شہد میں زکاۃ کے وجوب کی دلیل بھی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی یہی حدیث ہے، کیونکہ اس میں ہے کہ جسے بارش یا چشمے سیراب کریں یا وہ خود زمین سے نمی حاصل کرے اس میں دسواں حصہ ہے۔ اس حدیث کی رو سے شہد میں اس لیے زکاۃ واجب ہے کہ شہد کی مکھیاں خود بخود مختلف مقامات سے پانی حاصل کر لیتی ہیں، انھیں کسی نہر یا نالے سے سیراب کرنے یا کنویں وغیرہ سے کھینچ کر پانی پلانا ضروری نہیں، وہ خود ہی بارش کے پانی سے یا جہاں سے پانی ملے اپنی پیاس بجا لیتی ہیں اور ان سے حاصل ہونے والی پیداوار یقیناً اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے تحت آتی ہے: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۪ وَلَا تَيَمَّمُوا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

﴿ الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ٢٦٧] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان پاکیزہ چیزوں میں سے خرچ کرو جو تم نے کمائی ہیں اور ان میں سے بھی جو ہم نے تمھارے لیے زمین سے نکالی ہیں۔'' اس کے علاوہ کم از کم عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث اگرچہ بخاری کی شرط پر نہیں، مگر قابلِ حجت ہے۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا کہ بنو متعان قبیلے کے ہلال رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی شہد کی مکھیوں کا عشر لے کر آئے۔ انھوں نے آپ سے درخواست کی کہ آپ اسے اس وادی کو اپنے لیے ''حمیٰ'' (مخصوص چراگاہ) بنانے کی اجازت دے دیں جسے '' سَلَبَةُ '' کہا جاتا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں وہ وادی ''حمیٰ'' کے طور پر دے دی۔ پھر جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو سفیان بن وہب نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف اس کے متعلق پوچھنے کے لیے خط لکھا تو عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا: اگر وہ تمھیں وہ (عشر) ادا کریں جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ادا کرتے تھے تو ان کے پاس وادیٔ سلبہ بطورِ حمیٰ رہنے دیں، ورنہ وہ بارش پر پلنے والی مکھیاں ہیں، ان کا شہد جو چاہے استعمال کرے۔ [أبو داوٗد : ١٦٠٠] حافظ رحمہ اللہ نے کہا: اس کی سند عمرو تک صحیح ہے اور راجح قول کے مطابق عمرو بن شعیب والی سند قوی ہوتی ہے، مگر جہاں تعارض نہ ہو۔ (فتح الباری) شہد میں عشر کے متعلق مختلف اقوال میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ حکومت کی طرف سے شہد سے عشر اسی وقت وصول کیا جائے گا جب وہ کسی شخص کو مخصوص جگہ بطورِ حمیٰ دے۔ ورنہ ہر شخص اپنے حاصل کردہ شہد میں سے اللہ کا حق خود ادا کرے۔ (واللہ اعلم)

3 ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ جو فصل بارش یا چشموں سے سیراب ہو یا ایسے درخت ہوں جو اپنی جڑوں سے پانی چوس کر نشو ونما پا رہے ہوں ان میں دسواں حصہ ہے اور جسے پانی کھینچ کر سیراب کیا جائے اس میں دسویں حصے کا نصف، یعنی بیسواں حصہ ہے۔ جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((فِيْمَا سَقَتِ الْأَنْهَارُ وَالْغَيْمُ الْعُشُوْرُ، وَفِيْمَا سُقِيَ بِالسَّانِيَةِ نِصْفُ الْعُشْرِ)) [مسلم : ٩٨١] ''جس (کھیتی) کو نہروں اور بارش نے سیراب کیا ہو اس میں دسواں حصہ ہے اور جو اونٹ کے ساتھ سیراب کی جائے اس میں بیسواں حصہ ہے۔'' ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ بارانی زمین اور چشمے یا نہروں سے سیراب ہونے والی زمین کی فصل سے اور اپنی جڑوں سے خود بخود پانی حاصل کر لینے والے درختوں کی آمدنی سے دسواں حصہ، یعنی دس فیصد صدقہ نکالنا فرض ہے اور جانوروں یا ٹیوب ویل کے ذریعے سے پانی کھینچ کر سیراب کی جانے والی زمین کی آمدنی میں سے بیسواں حصہ یعنی پانچ فیصد نکالنا ضروری ہے جب وہ نصاب کو پہنچ جائے۔

4 موجودہ سرکاری نہروں سے سیراب ہونے والی زمینوں کا عشر: یہ بات تو ظاہر ہے کہ چشمے یا دریا سے پانی لانے کے لیے نہر یا نالے بنانے پر خرچ بھی ہوتا ہے اور مشقت بھی، لیکن یہ مشقت چونکہ ایک ہی دفعہ کرنا پڑتی ہے، اس کے بعد اس کی دیکھ بھال پر نسبتاً معمولی خرچ اور معمولی مشقت ہوتی ہے، اس لیے اس میں زیادہ صدقہ مقرر کیا گیا ہے، یعنی دس من میں سے ایک من۔ اس کے برعکس جانوروں کے ذریعے سے یا ٹیوب ویل کے ذریعے سے جب بھی فصل سیراب کی جائے تو اس پر مشقت بھی ہوتی ہے اور خرچہ بھی، اس مشقت اور خرچے کا اعتبار کرتے ہوئے کم صدقہ مقرر کیا گیا ہے، یعنی بیس من میں سے ایک من۔ موجودہ نہروں سے متعلق اہلِ علم میں اختلاف ہے۔ ایک موقف یہ ہے کہ حکومت اگر سرکاری نہروں کے بنانے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور بعد میں دیکھ بھال کا خرچہ بھی لیتی ہو تو اس میں دسواں حصہ ہی فرض ہوتا ہے۔ مگر حکومت کے یہ اخراجات عرصہ دراز ہوا پورے ہو چکے اور اب وہ باقاعدہ پانی فروخت کرتی ہے، اس لیے اس پانی کا حکم وہی ہوگا جو ٹیوب ویل یا کنویں کے پانی کا ہے، کیونکہ زمین دار دونوں پانی خرید کر لگاتا ہے، قیمت کے کم یا زیادہ ہونے سے فرق نہیں پڑتا۔ اس لیے موجودہ نہروں کے پانی سے سیراب ہونے والی زمین میں سے بھی بیس من میں سے ایک من نکالنا ہوگا۔ قریب دَور کے علماء میں سے حافظ محمد گوندلوی، حافظ عبداللہ روپڑی، مولانا داؤد غزنوی اور حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔

دوسرا موقف یہ ہے کہ حدیث کے الفاظ ''جو فصل بارش یا چشموں یا نہروں سے سیراب ہو اس میں عشر ہے'' کا تقاضا یہی ہے کہ پاک و ہند کی نہروں سے سیراب ہونے والی زمینوں میں عشر (دسواں حصہ) ہو، کیونکہ یہ نہریں دریاؤں سے اور چشموں سے نکل کر آتی ہیں، ان میں کہیں بھی کنویں یا ٹیوب ویل یا جھلار کی طرح پانی کھینچنا نہیں پڑتا اور یہ معلوم ہے کہ چشموں اور دریاؤں کے پانی سے سیراب کرنے کی صورت یہی ہے کہ ان چشموں اور دریاؤں سے نالے وغیرہ کھود کر زرعی زمین تک لائے جائیں۔ اگر نالے وغیرہ خود کھودیں تب بھی مشقت کرنا پڑے گی اور اگر مزدوروں سے کھدوائیں تو اس صورت میں بھی کھدوائی دینا پڑے گی، مگر شریعت نے اس میں عشر ہی مقرر فرمایا ہے، خواہ وہ نالے قریب سے آئیں یا دور سے۔ سرکاری نہروں پر جو آبیانہ لیا جاتا ہے وہ کنویں یا ٹیوب ویل یا جھلار پر اٹھنے والے اخراجات کے مقابلے میں بالکل معمولی ہے اور سرکاری نہروں کی ایک دفعہ کھدائی کے اخراجات کے بعد ان کی حفاظت اور مرمت وغیرہ پر مسلسل اخراجات ہوتے ہیں۔ اس پانی کو گھڑے کے پانی کی طرح خریدا ہوا تصور نہیں کیا جا سکتا، بلکہ یہ نہریں اجتماعی طور پر پوری قوم کی ملکیت ہیں اور عوام کی سہولت کے لیے حکومت آب پاشی کے نظام کا اہتمام کرتی ہے۔ اگر زمیندار ان نہروں کا خود اہتمام کریں تو انھیں بھی وہ نہریں اور نالے قائم اور درست رکھنے کے لیے ہر سال مشقت اور خرچ کرنا پڑے گا۔ اس لیے سرکاری نہروں سے پکنے والی فصل پر (عشر) دس من میں سے ایک من ہی دینا پڑے گا۔ یہ موقف حافظ عبداللہ غازی پوری رحمہ اللہ کا ہے، حافظ عبدالعزیز علوی اور ان کے والد حافظ احمد اللہ چھتوی رحمہ اللہ کا فتویٰ اور عمل بھی یہی ہے۔ مفتی عبدالرحمن رحمانی رحمہ اللہ نے بھی اپنے رسالہ ''مسائل عشر پر تحقیقی نظر'' میں یہی لکھا ہے۔ احتیاط کا تقاضا بھی یہی ہے اور مجھے بھی یہی درست معلوم ہوتا ہے۔ (واللہ اعلم)

٥٦- بَابُ: لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ

56- باب: پانچ وسق سے کم میں کوئی صدقہ نہیں

١٤٨٤- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ

1484- ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو پانچ وسق سے کم ہو اس میں کوئی صدقہ نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَيْسَ فِيمَا أَقَلُّ مِنْ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ، وَلَا فِي أَقَلَّ مِنْ خَمْسَةٍ مِنَ الْإِبِلِ الذَّوْدِ صَدَقَةٌ، وَلَا فِي أَقَلَّ مِنْ خَمْسِ أَوَاقٍ مِنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ»

اور پانچ اونٹوں سے کم میں کوئی صدقہ نہیں اور پانچ اوقیہ چاندی سے کم میں کوئی صدقہ نہیں۔"

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: هَذَا تَفْسِيرُ الْأَوَّلِ إِذَا قَالَ: «لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ» وَيُؤْخَذُ أَبَدًا فِي الْعِلْمِ بِمَا زَادَ أَهْلُ الثَّبَتِ أَوْ بَيَّنُوا. [راجع: ١٤٠٥۔ أخرجه مسلم: ٩٧٩، بلفظ "فيما دون"]

ابو عبداللہ (بخاری) نے کہا: یہ پہلی (یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث) کی تفسیر ہے، کیونکہ اس میں فرمایا ہے کہ "پانچ وسق سے کم میں کوئی صدقہ نہیں" اور علم میں ہمیشہ وہ بات لی جاتی ہے جو پختہ وثقہ راویوں نے زائد بیان کی ہو یا انھوں نے جو بات وضاحت سے بیان کی ہو۔

فائدہ: یہ حدیث (۱۴۴۷) میں گزر چکی ہے، وہاں وسق کا وزن تحقیق کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ اس سے پچھلے باب میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کے آخر میں امام بخاری نے جو وضاحت کی ہے اس کی اصل جگہ یہاں ہے، یہاں بھی انھوں نے اس بات کو اختصار کے ساتھ دہرایا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ زمین کی پیداوار جتنی بھی ہو، کم ہو یا زیادہ، اس میں سے عشر نکالا جائے گا۔ ان کے کہنے کے مطابق اس کی دلیل عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے جو پچھلے باب میں گزری ہے کہ "جسے بارش نے سیراب کیا ہو اس میں عشر ہے" اس میں قلیل یا کثیر کا کوئی فرق نہیں بتایا گیا۔ اس لیے فصل کی پیداوار کم ہو یا زیادہ اس میں سے عشر ادا کرنا ہو گا۔ امام بخاری نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث لا کر وضاحت کی کہ یہ حدیث جو ثقہ اور قابلِ اعتماد راویوں سے آئی ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کی تفسیر اور اس کی وضاحت ہے کہ پانچ وسق سے کم غلے میں کوئی صدقہ نہیں اور اس بات پر اہلِ علم کا اتفاق ہے کہ پختہ اور ثقہ راوی جو بات زائد بیان کریں وہ قبول کی جاتی ہے، جیسا کہ فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی ﷺ کعبہ کے اندر نہیں گئے اور بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ نے کعبہ کے اندر نماز پڑھی ہے، تو بلال رضی اللہ عنہ نے چونکہ ایک زائد بات بیان کی ہے اس لیے سب نے ان کی بات قبول کی اور فضل رضی اللہ عنہ کی بات ترک کر دی۔ اسی طرح جب ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں وضاحت آ گئی تو ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کے ساتھ اسے بھی تسلیم کیا جائے گا کہ پانچ وسق سے کم میں کوئی صدقہ نہیں اور اتنی یا اس سے زیادہ حاصل ہونے والی جنس اگر بارش یا نہر سے سیراب ہوئی ہے یا خود ہی جڑوں سے پانی حاصل کرنے والی ہے تو اس میں دس من میں سے ایک من عشر ہے اور اگر زمین سے کھینچ کر نکالے ہوئے پانی سے حاصل ہوئی ہے تو اس میں بیس من سے ایک من ہے۔ اب صاف اور صریح حدیث کے بعد بھی یہ کہنا کہ زمین سے پیدا ہونے والی ہر چیز میں عشر ہے خواہ وہ پانچ وسق سے کم ہو، بہت بڑی جرأت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٥٧- بَابُ أَخْذِ صَدَقَةِ التَّمْرِ عِنْدَ صِرَامِ النَّخْلِ، وَهَلْ يُتْرَكُ الصَّبِيُّ فَيَمَسُّ تَمْرَ الصَّدَقَةِ؟

57- باب: درختوں سے کھجوریں اتارتے وقت کھجوروں کا صدقہ لینا اور کیا بچے کو چھوڑ دیا جائے کہ وہ صدقے کی کھجوروں کو ہاتھ لگائے؟

١٤٨٥- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ الْأَسَدِيُّ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُؤْتَى بِالتَّمْرِ عِنْدَ صِرَامِ النَّخْلِ، فَيَجِيءُ هَذَا بِتَمْرِهِ وَهَذَا مِنْ تَمْرِهِ، حَتَّى يَصِيرَ عِنْدَهُ كَوْمًا مِنْ تَمْرٍ، فَجَعَلَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَلْعَبَانِ بِذَلِكَ التَّمْرِ، فَأَخَذَ أَحَدُهُمَا تَمْرَةً، فَجَعَلَهَا فِي فِيهِ، فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَخْرَجَهَا مِنْ فِيهِ، فَقَالَ: «أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ آلَ مُحَمَّدٍ ﷺ لَا يَأْكُلُونَ الصَّدَقَةَ»

[انظر: ١٤٩١، ٣٠٧٢- أخرجه مسلم: ١٠٦٩ باختلاف و بالجزم بأن آخذ التمرة الحسن]

1485- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کھجوریں اتارنے کے وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس کھجوریں لائی جاتیں، تو یہ شخص اپنی کھجوروں میں سے لے کر آتا اور وہ اپنی کھجوروں میں سے لے کر آتا، یہاں تک کہ آپ کے پاس کھجوروں کا ڈھیر بن جاتا۔ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما ان کھجوروں سے کھیلنے لگے تو ان میں سے ایک نے ایک کھجور پکڑی اور اپنے منہ میں ڈال لی، رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا تو اسے اس کے منہ سے نکال لیا اور فرمایا: ”کیا تمھیں معلوم نہیں ہوا کہ محمد ﷺ کی آل (گھر والے) صدقہ نہیں کھاتے۔“

فوائد: 1 پھلوں اور کھیتوں کی زکاۃ کے لیے ان پر سال گزرنا شرط نہیں، بلکہ جب فصل کاٹی جائے یا پھل اتارا جائے اس وقت اس کا عشر یا نصف عشر نکالا جائے گا، خواہ سال میں ایک دفعہ ہو یا زیادہ دفعہ۔

2 باب میں دو چیزیں بیان ہوئی ہیں: ایک یہ کہ کھجوروں وغیرہ کا پھل اتارتے وقت یا فصل کی کٹائی کے وقت اس کا صدقہ لیا جائے گا۔ اس کا ذکر قرآن مجید کی آیت: ﴿ وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ﴾ [الأنعام: ١٤١] (اور اس کا حق اس کی کٹائی کے دن ادا کرو) میں ہے۔ اس کا مطلب کھجور وغیرہ اتار کر اس کی تیاری کے بعد ادا کرنا ہے، کیونکہ کھجور اور انگور وغیرہ کو درخت وغیرہ سے اتارنے کے بعد سکھا کر ذخیرہ کرنے کے قابل بنایا جاتا ہے۔ اسی طرح گندم وغیرہ اجناس کٹائی کے بعد ان کی گہائی اور صفائی کے بعد جنس کی صورت اختیار کرتی ہیں، اس وقت ان کا عشر ادا کر دینا چاہیے، اس میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ اس میں تو شک نہیں کہ کھجوروں وغیرہ کی کٹائی کے وقت ان کے حق سے مراد ان کی زکاۃ ہے، تو کیا اس کے علاوہ بھی ان میں کوئی حق ہے؟ اس میں اگرچہ اختلاف ہے مگر صحیح بخاری ”كِتَابُ الصَّلَاةِ، بَابُ الْقِسْمَةِ، وَتَعْلِيقِ الْقِنْوِ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

فِي الْمَسْجِدِ " میں امام بخاری رحمہ اللہ نے ان احادیث کی طرف اشارہ کیا ہے جو اگرچہ امام بخاری کی شرط پر نہیں ہیں مگر صحیح ہیں۔ ان میں سے ایک جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: « أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ مِنْ كُلِّ جَادٍّ عَشْرَةِ أَوْسُقٍ مِنَ التَّمْرِ بِقِنْوٍ، يُعَلَّقُ فِي الْمَسْجِدِ لِلْمَسَاكِينِ » [أبو داوٗد : ١٦٦٢، وصححه الألباني وغيره] ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ درختوں سے اتری ہوئی ہر دس وسق کھجوروں میں سے ایک خوشہ مسجد میں مساکین کے لیے لٹکا دیا جائے۔'' حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس آیت میں حق سے مراد کیا ہے اس میں اختلاف ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس سے مراد واجب (زکاۃ) ہے، ابن جریر (۵۳/۸) نے اسے انس رضی اللہ عنہ سے بھی بیان کیا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اس سے مراد زکاۃ کے علاوہ کوئی چیز ہے۔ اسے ابن مردویہ نے روایت کیا ہے اور عطا وغیرہ کا کہنا بھی یہی ہے۔ باب کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کھجوروں کی فصل اترنے پر صحابہ مسجد میں جو کھجوریں لاتے تھے وہ زکاۃ کے علاوہ تھیں۔ گویا ابو داؤد (۱۶۶۲) اور احمد (۱۴۸۶۶) وغیرہ میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث سے بھی یہی مراد ہے۔ (یعنی " أَمَرَ مِنْ كُلِّ جَادٍّ عَشْرَةِ أَوْسُقٍ مِنَ التَّمْرِ بِقِنْوٍ، يُعَلَّقُ فِي الْمَسْجِدِ لِلْمَسَاكِيْنِ ") (فتح الباری)

باب میں مذکور دوسری بات کہ کیا بچے کو چھوڑا جائے کہ وہ صدقے کی کھجور کو ہاتھ لگائے، اس میں اشارہ ہے کہ بچہ اگرچہ مکلف نہیں، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کی تعلیم و تربیت کا ذمہ دار بھی مکلف نہیں، بلکہ اگر وہ ایسے لوگوں کا بچہ ہے جن پر صدقہ حلال نہیں، مثلاً وہ اغنیاء ہیں یا آلِ رسول ہیں تو ان کے بچوں کے لیے بھی صدقہ حلال نہیں۔ باب کے الفاظ سے معلوم ہوا کہ ایسے بچوں کے ہاتھ لگانے یا کھیلنے میں کوئی حرج نہیں، مگر ان کے ولی کو خیال رکھنا ہوگا کہ وہ اس میں سے کچھ نہ کھائیں اور اگر وہ اس میں سے کچھ منہ میں ڈال لیں تو ولی پر لازم ہے کہ ان کے منہ سے نکال دے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے چھوٹے ہونے کے باوجود ان کے منہ سے صدقے کی کھجور نکال دی اور ساتھ وجہ بھی بیان کر دی، تاکہ وہ بڑے ہوں تو لوگوں تک پہنچا دیں اور خود بھی عمل کریں۔ اگر غنی کے بیٹے یا بنو ہاشم کے لڑکے کے متعلق خطرہ ہو کہ کھائے گا تو اسے ہٹا دینا بہتر ہے۔ عبد مناف کے چار بیٹے تھے: ہاشم، مطلب، نوفل اور عبد شمس، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو ہاشم سے ہیں، ان پر صدقہ حرام ہے، بعض اہل علم بنو مطلب کو بھی اس میں شامل کرتے ہیں۔ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر صدقہ حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « إِنَّ هٰذِهِ الصَّدَقَاتِ إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ، وَ إِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِآلِ مُحَمَّدٍ » [مسلم : ١٠٧٢] ''یہ صدقات تو محض لوگوں کے میل کچیل ہیں اور یہ محمد اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حلال نہیں ہیں۔''

3 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص کے لیے کوئی چیز کھانا حلال نہ ہو اگر استطاعت ہو تو وہ اس سے لے لینی چاہیے، خواہ وہ اسے منہ میں ڈال چکا ہو، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایسے ہی کیا، حالانکہ وہ چھوٹے تھے اور اسے بتانا بھی چاہیے کہ وہ چیز اس کے لیے حلال نہیں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٥٨۔ بَابٌ: مَنْ بَاعَ ثِمَارَهُ أَوْ نَخْلَهُ أَوْ أَرْضَهُ أَوْ زَرْعَهُ وَقَدْ وَجَبَ فِيهِ الْعُشْرُ أَوِ الصَّدَقَةُ فَأَدَّى الزَّكَاةَ مِنْ غَيْرِهِ، أَوْ بَاعَ ثِمَارَهُ وَلَمْ تَجِبْ فِيهِ الصَّدَقَةُ

58۔ باب: جو شخص اپنے پھل یا اپنی کھجوروں کے درخت یا اپنی زمین یا اپنی کھیتی بیچے جب کہ اس میں عشر یا صدقہ واجب ہو چکا ہو اور وہ اس کے سوا کسی اور چیز میں سے زکاۃ دے دے (تو اس کا حکم) یا اپنے وہ پھل بیچے جن میں صدقہ واجب نہ ہوا ہو

وَقَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ: «لَا تَبِيعُوا الثَّمَرَةَ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا» فَلَمْ يَحْظُرِ الْبَيْعَ بَعْدَ الصَّلَاحِ عَلَى أَحَدٍ، وَلَمْ يَخُصَّ مَنْ وَجَبَ عَلَيْهِ الزَّكَاةُ مِمَّنْ لَمْ تَجِبْ.

اور نبی ﷺ کا فرمان: ''جب تک پھل کا درست ہونا ظاہر نہ ہو اسے مت بیچو۔'' تو آپ نے پھل درست ہونے کے بعد کسی کو بیع سے منع نہیں فرمایا، نہ ہی آپ نے اس شخص کو جس پر زکاۃ واجب ہو چکی ہو اس شخص سے خاص کیا ہے جس پر زکاۃ واجب نہیں ہوئی۔

فائدہ حدیث کے مطابق جب تک پھل کا درست ہونا ظاہر نہ ہو، یعنی پھل پورا نہ بنے اور پکنے کے قریب نہ ہو اسے بیچنا جائز نہیں، کیونکہ کسی آفت سے پھل کے ضائع ہونے کا خطرہ باقی ہے۔ نہ ہی اس پر عشر واجب ہوتا ہے۔ اگر باغ یا کھیت کے پھل یا جنس کا درست ہونا ظاہر ہو چکا ہو، اس کا خرص ہو چکا ہو اور اس سے حاصل ہونے والا پھل یا جنس نصاب کو پہنچتے ہوں تو اس میں عشر یا زکاۃ واجب ہو جاتے ہیں جو اس وقت ادا کیے جائیں گے جب پھل اتارا جائے گا یا فصل اٹھائی جائے گی۔ البتہ پھل درست ہونے پر اسے بیچنا جائز ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب اور اس کی احادیث کے ساتھ بعض اہل علم کا رد کیا ہے جنھوں نے کہا ہے کہ پھل یا فصل میں زکاۃ واجب ہو جانے کے بعد اب اسے بیچنا جائز نہیں، کیونکہ ان کے کہنے کے مطابق باغ کا مالک اپنے پورے پھل کا مالک نہیں، کیونکہ اس میں سے جتنا عشر کا حصہ ہے وہ مساکین کا حق ہے اور وہ اس کے مالک ہیں۔ اس لیے باغ کا مالک پھلوں میں عشر یا زکاۃ واجب ہونے کے بعد اسے نہیں بیچ سکتا، کیونکہ وہ سارے پھل کا مالک نہیں۔

امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ پھل کی درستگی ظاہر ہونے سے پہلے اس کا بیچنا منع تھا، جب اس کی درستگی ہو گئی تو اب بیچنا کیوں منع ہوگا؟ رہی یہ بات کہ اس میں زکاۃ اور عشر شامل ہے، اس لیے اس کا بیچنا جائز نہیں تو اس کا جواب امام صاحب یہ دیتے ہیں کہ جب واجب شدہ عشر طے ہو گیا تو باغ کے مالک کے لیے ضروری نہیں کہ وہ یہ عشر اسی باغ کے پھل میں سے دے، وہ اپنے پاس پڑے ہوئے اور پھل سے بھی دے سکتا ہے، بازار سے اتنا پھل خرید کر دے سکتا ہے، کسی اور پھل یا جنس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے اس کا عشر دے سکتا ہے اور اس عشر کی قیمت بھی ادا کر سکتا ہے۔ اس لیے یہ بات درست نہیں کہ زکاۃ یا عشر واجب ہونے کے بعد باغ کا پھل یا کھیت کی فصل بیچنا جائز نہیں اور یہ بھی صحیح نہیں کہ کسی پھل یا جنس میں عشر یا زکاۃ اسی پھل یا جنس میں سے دینا ضروری ہے، بلکہ کسی اور جنس سے یا اس کی قیمت کی صورت میں بھی ادا کر سکتا ہے۔

١٤٨٦۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ، سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا، وَكَانَ إِذَا سُئِلَ عَنْ صَلَاحِهَا قَالَ: «حَتَّى تَذْهَبَ عَاهَتُهُ» [انظر: ٢١٨٣، ٢١٩٤، ٢١٩٩، ٢٢٤٧، ٢٢٤٩۔ أخرجه مسلم: ١٥٣٤، وفي البيوع (٥١، ٥٧)]

1486۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے پھل بیچنے سے منع فرمایا، یہاں تک کہ اس کا درست ہونا ظاہر ہو جائے، اور جب آپ سے اس کے درست ہونے کے متعلق پوچھا جاتا تو فرماتے: ''یہاں تک کہ اس کی آفت کا ڈر نہ رہے۔''

١٤٨٧۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا. [انظر: ٢١٨٩، ٢١٩٦، ٢٣٨١، ٢٣٤٠، ٢٦٣٢۔ أخرجه مسلم: ١٥٣٦، وفي البيوع (٨١، ١٠٣)]

1487۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے پھلوں کو بیچنے سے منع فرمایا، یہاں تک کہ ان کا درست ہونا ظاہر ہو جائے۔

١٤٨٨۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى تُزْهِيَ، قَالَ: حَتَّى تَحْمَارَّ. [انظر: ٢١٩٥، ٢١٩٧، ٢١٩٨، ٢٢٠٨۔ أخرجه مسلم: ١٥٥٥، بزيادة]

1488۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پھلوں کو بیچنے سے منع فرمایا، یہاں تک کہ وہ سرخ ہو جائیں۔

فائدہ پھلوں کو فروخت کرنے کی تین صورتیں ہیں: ① پھلوں کو درختوں کے ساتھ ہی فروخت کر دینا، یہ جائز ہے خواہ پھل درست ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں۔ ② صرف درختوں کے پھل کو فروخت کرنا، یہ اس وقت جائز ہے جب پھل پکنے کے قریب ہو اور بیماری وغیرہ کا خطرہ نہ رہے۔ ③ درختوں کو پھل کے بغیر فروخت کرنا، اس صورت میں اگر بیچنے والا شرط کرے کہ پھل وہ رکھے گا تو پھل اس کا ہوگا، ورنہ خریدار کا ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٥٩- بَابٌ : هَلْ يَشْتَرِي صَدَقَتَهُ ؟ وَلَا بَأْسَ أَنْ يَشْتَرِيَ صَدَقَتَهُ غَيْرُهُ، لِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ إِنَّمَا نَهَى الْمُتَصَدِّقَ خَاصَّةً عَنِ الشِّرَاءِ وَلَمْ يَنْهَ غَيْرَهُ

59۔ باب: کیا آدمی اپنا صدقہ خرید سکتا ہے؟ اور کوئی دوسرا آدمی اس کا صدقہ خرید لے تو اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ نبی ﷺ نے خاص طور پر صدقہ کرنے والے کو خریدنے سے منع کیا ہے، اس کے سوا کسی اور کو منع نہیں کیا

١٤٨٩- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ يُحَدِّثُ : أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ تَصَدَّقَ بِفَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَوَجَدَهُ يُبَاعُ، فَأَرَادَ أَنْ يَشْتَرِيَهُ، ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ، فَاسْتَأْمَرَهُ فَقَالَ : « لَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ » فَبِذَلِكَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا لَا يَتْرُكُ أَنْ يَبْتَاعَ شَيْئًا تَصَدَّقَ بِهِ إِلَّا جَعَلَهُ صَدَقَةً . [انظر : ٢٧٧٥، ٢٩٨١، ٣٠٠٢- أخرجه مسلم : ١٦٢١]

1489۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کیا کرتے تھے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک گھوڑا فی سبیل اللہ صدقہ کیا، پھر اسے دیکھا کہ وہ بیچا جا رہا ہے تو انھوں نے اسے خریدنے کا ارادہ کیا، پھر وہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا: ”اپنے صدقے کو واپس نہ لو۔“ اسی وجہ سے ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی صدقہ کی ہوئی جو بھی چیز خریدتے اسے صدقہ کر دیتے۔

١٤٩٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكُ ابْنُ أَنَسٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ : حَمَلْتُ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَأَضَاعَهُ الَّذِي كَانَ عِنْدَهُ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِيَهُ، وَظَنَنْتُ أَنَّهُ يَبِيعُهُ بِرُخْصٍ، فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ : « لَا تَشْتَرِي، وَلَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ، وَإِنْ أَعْطَاكَهُ بِدِرْهَمٍ، فَإِنَّ الْعَائِدَ فِي صَدَقَتِهِ كَالْعَائِدِ فِي قَيْئِهِ » [انظر : ٢٦٢٣، ٢٦٣٦، ٢٩٧٠، ٣٠٠٣- أخرجه مسلم : ١٦٢٠، بذكر " كالكلب ... "]

1490۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے (جہاد) فی سبیل اللہ میں ایک گھوڑا سواری کے لیے دیا۔ وہ جس شخص کے پاس تھا اس نے اسے ضائع کر دیا، تو میں نے اسے خریدنے کا ارادہ کیا اور میرا خیال تھا کہ وہ اسے سستے داموں بیچ دے گا۔ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: ”اسے مت خریدو اور اپنا صدقہ واپس مت لو، خواہ وہ تمھیں ایک درہم میں دے، کیونکہ اپنا صدقہ واپس لینے والا اپنی قے دوبارہ چاٹ لینے والے کی طرح ہے۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

فوائد: 1 کوئی چیز اللہ کے لیے صدقہ کرنے کے بعد اسے واپس لینا کسی طرح بھی جائز نہیں، نہ ہبہ کی صورت میں اور نہ خرید کر، کیونکہ خریدنے کی صورت میں بھی یہ اسے واپس لے گا جب کہ یہ جائز نہیں، جیسے مہاجر کو دوبارہ اس شہر میں رہائش اختیار کرنا جائز نہیں جس سے وہ ہجرت کر کے جا چکا ہو۔ غرض اللہ کی خاطر تم جو چیز اپنی ملکیت سے نکال دو اب اسے دوبارہ اپنی ملکیت میں لینا بالکل جائز نہیں۔ ہاں! وراثت کی صورت میں واپس آ جائے تو کوئی حرج نہیں۔

2 حافظ رحمہ اللہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے عمل کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ شاید وہ یہ سمجھتے ہوں کہ صدقہ کی ہوئی چیز کو دوبارہ اپنی ملکیت میں رکھنے کے لیے خریدنا منع ہے، اسے دوبارہ صدقہ کرنے کے لیے خریدنا منع نہیں۔ مگر اس میں یہ کلام ہے کہ جب ایک بار صدقہ کر دیا تو اسی کو دوبارہ خرید کر صدقہ کرنا بے معنی ہے۔ شیخ ابن عثیمین نے ان کے عمل کے دو امکان بیان کیے ہیں: ایک یہ کہ وہ بھول کر اگر کوئی ایسی چیز خرید لیتے جو وہ اس سے پہلے صدقہ کر چکے ہوتے یا کسی شخص کو کوئی چیز خریدنے کے لیے بھیجتے اور وہ ایسی چیز خرید لاتا جو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے صدقہ کی ہوتی تو وہ یہ علم ہونے کے بعد کہ میں اس سے پہلے اسے صدقہ کر چکا ہوں اسے اس شخص کی طرف واپس نہیں کرتے تھے جس سے انھوں نے خریدی ہوتی، بلکہ کسی اور پر صدقہ کر دیتے۔ دوسرا امکان یہ ہے کہ جس پر صدقہ کیا ہوتا اگر ضرورت ہوتی تو اسے مزید فائدہ پہنچانے کے لیے اس سے خرید کر صدقہ کر دیتے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ انھوں نے کسی فقیر کو اناج بطور صدقہ دیا۔ فقیر کو اناج کی ضرورت نہیں، اس لیے وہ اسے بیچ کر کوئی اور چیز خریدنا چاہتا ہے تو ابن عمر رضی اللہ عنہما اس سے وہ اناج درہموں کے ساتھ خرید کر صدقہ کر دیتے۔ اس سے اس فقیر کا بھی فائدہ ہو جاتا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما دوبارہ صدقہ کرنے کا اجر بھی حاصل کر لیتے۔ ابن عثیمین نے کہا: اس صورت کو بھی دل نہیں مانتا، اس لیے سد ذریعہ کے طور پر یہ صورت بھی جائز نہیں، لہٰذا صرف ایک صورت جائز ہے کہ لاعلمی میں اپنی کوئی صدقہ کی ہوئی چیز خریدے تو علم ہونے پر اسے اپنے پاس نہ رکھے، بلکہ اسے صدقہ کر دے۔

٦٠۔ بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الصَّدَقَةِ لِلنَّبِيِّ ﷺ وَآلِهِ

60۔ باب: جو نبی ﷺ اور آپ کی آل پر صدقہ کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے

١٤٩١ـ حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ زِيَادٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا تَمْرَةً مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ، فَجَعَلَهَا فِي فِيهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «كَخٍ كَخٍ» لِيَطْرَحَهَا، ثُمَّ قَالَ: «أَمَا شَعَرْتَ أَنَّا لَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ» [راجع: ١٤٨٥ـ أخرجه مسلم: ١٠٦٩، بلفظ "ارم بها، أما علمت"]

1491۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے صدقے کی کھجوروں میں سے ایک کھجور پکڑی اور اپنے منہ میں ڈال لی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”تھو، تھو“ تاکہ وہ اسے پھینک دے، پھر فرمایا: ”کیا تمھیں معلوم نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔“

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فوائد: 1 آلِ محمد ﷺ میں جن پر صدقہ حرام ہے کون کون شامل ہیں؟ بنو ہاشم کے آلِ محمد ﷺ ہونے پر تو اتفاق ہے اور یہی صحیح ہے کہ ان پر صدقہ حرام ہے۔ بعض ائمہ بنو مطلب کو بھی شامل کرتے ہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ انھیں بھی خمس میں سے حصہ دیتے تھے، مگر یہ حصہ ان کی نصرت کی وجہ سے تھا، آل ہونے کی وجہ سے نہیں تھا، کیونکہ قرابت میں تو بنو نوفل اور بنو عبد شمس بنو مطلب کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔

2 صدقات دو قسم کے ہوتے ہیں: ایک صدقاتِ عامہ، مثلاً مسجد، راستہ، پل، کنواں وغیرہ، یہ چیزیں امیر فقیر سب کے لیے جائز ہیں، رسول اللہ ﷺ بھی انھیں استعمال کر لیتے تھے۔ دوسرے صدقاتِ خاصہ، ان میں فرض صدقات، مثلاً زکاۃ، صدقۂ فطر اور نفل صدقات شامل ہیں۔ رسول اللہ ﷺ پر فرض صدقات حرام تھے اور آپ نفل صدقات بھی نہیں لیتے تھے۔

3 آپ پر اور آپ کی آل پر صدقہ حرام ہونے کی ایک دلیل تو اس باب کی حدیث میں مذکور آپ کا فرمان ہے، اس کے علاوہ بھی اس کی کئی دلیلیں ہیں: ① اللہ نے فرمایا: ﴿قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ﴾ [الفرقان : ٥٧] ''کہہ دے میں تم سے اس پر کسی مزدوری کا سوال نہیں کرتا۔'' ② اور اگر آپ کی آل کے لیے صدقہ حلال ہوتا تو طعن کا باعث ہو سکتا تھا۔ ③ ﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا﴾ [التوبة : ١٠٣] ''ان کے اموال سے صدقہ لیجیے، اس کے ساتھ آپ انھیں پاک اور صاف کریں گے۔'' اور ظاہر ہے جس کے ساتھ کسی چیز کو پاک صاف کیا جائے اس چیز کی میل بھی اس میں شامل ہو جاتی ہے، اس لیے آپ نے فرمایا: « إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ » [مسلم : ١٠٧٢] ''یہ صدقات تو محض لوگوں کے میل کچیل ہیں۔''

4 آلِ رسول ﷺ کی ضروریات کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کا حصہ غنیمت کے خُمس میں رکھا ہے اور ان پر صدقہ حرام کر دیا ہے۔ بعض اہلِ علم کا کہنا ہے کہ آج کل جب انھیں مالِ فے میں سے خُمس نہیں ملتا تو اگر وہ فقیر ہوں تو ان کو زکاۃ دی جا سکتی ہے، مگر یہ بات تب درست تھی جب ان پر زکاۃ کی حرمت کی علت خُمس میں حصہ ہوتا، حالانکہ اس کی علت تو خود رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی: « إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ »[مسلم : ١٠٧٢] اور اتنے عالی نسب لوگوں کے لیے ''اوساخ الناس'' جائز نہیں ہو سکتے۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب مالِ فے میں سے بھی کچھ نہ ملے اور زکاۃ بھی ان پر حرام ہو تو پھر کیا آلِ رسول ﷺ کے فقراء کو بھوک سے مرنے دیا جائے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اضطرار کا حکم الگ ہے، اس میں بقدرِ ضرورت حرام کی بھی اجازت ہو جاتی ہے، فرمایا: ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ﴾ [البقرة : ١٧٣] ''پھر جو مجبور کر دیا جائے اس حال میں کہ نہ بغاوت کرنے والا ہو اور نہ حد سے گزرنے والا تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔'' اور فرمایا: ﴿وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ﴾ [الأنعام : ١١٩] ''اور بلاشبہ اس نے تمھارے لیے وہ چیزیں کھول کر بیان کر دی ہیں جو اس نے تم پر حرام کی ہیں مگر جس کی طرف تم مجبور کر دیے جاؤ۔''

5 أَمَا عَلِمْتَ (کیا تمھیں معلوم نہیں): اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ مخاطب کو وہ بات معلوم ہوتی ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ یہ بات بالکل واضح ہے اور اتنی واضح ہونے کے باوجود تمھیں معلوم نہیں۔ (فتح الباری)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٦١ـ بَابُ الصَّدَقَةِ عَلَى مَوَالِي أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ

١٤٩٢ـ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: وَجَدَ النَّبِيُّ ﷺ شَاةً مَيِّتَةً، أُعْطِيَتْهَا مَوْلَاةٌ لِمَيْمُونَةَ مِنَ الصَّدَقَةِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «هَلَّا انْتَفَعْتُمْ بِجِلْدِهَا؟» قَالُوا: إِنَّهَا مَيِّتَةٌ، قَالَ: «إِنَّمَا حَرُمَ أَكْلُهَا» [انظر: ٢٢٢١، ٥٥٣١، ٥٥٣٢ـ أخرجه مسلم: ٣٦٣]

١٤٩٣ـ حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا الْحَكَمُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّهَا أَرَادَتْ أَنْ تَشْتَرِيَ بَرِيرَةَ لِلْعِتْقِ، وَأَرَادَ مَوَالِيهَا أَنْ يَشْتَرِطُوا وَلَاءَهَا، فَذَكَرَتْ عَائِشَةُ لِلنَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ ﷺ: «اشْتَرِيهَا، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ» قَالَتْ: وَأُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِلَحْمٍ، فَقُلْتُ: هَذَا مَا تُصُدِّقَ بِهِ عَلَى بَرِيرَةَ، فَقَالَ: «هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ» [راجع: ٤٥٦ـ أخرجه مسلم: ١٠٧٥، بدون ذكر قضية الولاء، وأخرجه: ١٥٠٤]

61۔ باب: نبی ﷺ کی بیویوں کی لونڈیوں اور غلاموں پر صدقہ

1492۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک مری ہوئی بکری دیکھی جو میمونہ رضی اللہ عنہا کی ایک لونڈی کو صدقہ میں دی گئی تھی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”تم نے اس کی کھال سے کیوں فائدہ نہ اٹھایا؟“ انھوں نے کہا: اس لیے کہ وہ مردار ہے۔ آپ نے فرمایا: ”صرف اس کا کھانا حرام ہے۔“

1493۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے ارادہ کیا کہ بریرہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کرنے کے لیے خرید لیں اور اس کے مالکوں نے ارادہ کیا کہ اس کی ولاء اپنے پاس رکھنے کی شرط کریں۔ تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو نبی ﷺ نے ان سے کہا: ”اسے خرید لو، کیونکہ ولاء اسی کی ہوتی ہے جو آزاد کرے۔“ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: نبی ﷺ کے پاس کچھ گوشت لایا گیا تو میں نے کہا: یہ وہ ہے جو بریرہ (رضی اللہ عنہا) پر صدقہ کیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”وہ اس کے لیے صدقہ اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔“

فوائد: 1 اس حدیث کے بعض فوائد (۴۵۶) میں گزر چکے ہیں۔ ”مَوَالِيْ“ ”مولیٰ“ کی جمع ہے، لفظ مولیٰ بہت سے معنوں میں استعمال ہوتا ہے: رب، مالک، سید، انعام کرنے والا، جس پر انعام کیا گیا ہو، آزاد کرنے والا، جسے آزاد کیا گیا ہو، دوست، تابع، ہمسایہ، چچا کا بیٹا، حلیف، ہم عقیدہ، داماد، سسر۔ ان میں سے اکثر معانی حدیث میں استعمال ہوئے ہیں اور قرینے کے ساتھ ان کا پتا چل جاتا ہے۔ [المفردات للراغب، ص: ۸۸۵] اس باب میں ”مولیٰ“ سے مراد

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

آزاد کردہ لونڈی و غلام ہیں۔

2 ولاء: آزاد کرنے والے اور آزاد کردہ غلام کے درمیان تعلق کا نام "ولاء" ہے، جس طرح باپ بیٹے کے درمیان نسبت کسی طرح نہیں بدل سکتی اسی طرح نسبتِ ولاء بھی بدل نہیں سکتی، نہ کسی کو ہبہ کی جا سکتی ہے، نہ فروخت کی جا سکتی ہے۔ آزاد کردہ غلام کا مولیٰ وہی ہوگا جس نے اسے آزاد کیا ہے۔ اس کا فائدہ ایک تو وہ شرف اور عزت ہے جو آزاد کرنے والے کو اس عمل سے حاصل ہوتی ہے اور ایک فائدہ اس کا یہ ہے کہ اگر آزاد کیا ہوا مولیٰ فوت ہو جائے اور اس کا کوئی اور وارث نہ ہو تو اس کا مال آزاد کرنے والے کو مل جاتا ہے۔ اسی طرح اگر آزاد کرنے والے کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کا مال اس کے آزاد کردہ غلام کو مل جاتا ہے۔

3 نبی ﷺ کی طرح آپ کے موالی پر بھی صدقہ حرام تھا۔ نبی ﷺ کے مولیٰ ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک آدمی کو بنو مخزوم کے صدقات وصول کرنے کے لیے بھیجا۔ اس نے ابو رافع رضی اللہ عنہ سے کہا: تم میرے ساتھ چلو، تمھیں بھی اس سے کچھ مل جائے گا۔ انھوں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر آپ سے پوچھنے تک نہیں جا سکتا۔ چنانچہ انھوں نے آپ کے پاس آ کر پوچھا تو آپ نے فرمایا: « مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْ أَنْفُسِهِمْ، وَ إِنَّا لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ » [أبو داوٗد : ١٦٥٠، صحيح] "قوم کا مولیٰ انھی میں سے ہوتا ہے اور ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں۔"

4 اس باب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کے موالی کے لیے صدقہ حرام نہیں، جیسا کہ میمونہ اور عائشہ رضی اللہ عنہما کی آزاد کردہ لونڈیوں کو صدقہ دیا گیا اور آپ ﷺ نے اس پر سکوت فرمایا۔

5 رسول اللہ ﷺ کی ازواج پر صدقہ حرام تھا یا نہیں امام بخاری نے اس پر کوئی باب قائم نہیں کیا، کیونکہ اس بارے میں انھیں اپنی شرط پر کوئی حدیث نہیں ملی۔ ازواج مطہرات یقیناً آلِ رسول میں شامل ہیں، مگر بنو ہاشم ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ آپ کے اہلِ خانہ ہونے کی وجہ سے شامل ہیں، جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کو مخاطب کرتے ہوئے فرشتوں نے کہا: ﴿ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ﴾ [هود : ٧٣] "اے اہلِ بیت! تم پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکات ہوں۔" اس لیے آپ کی بیویاں اگرچہ آپ کے اہلِ بیت میں شامل ہیں اور ان کے لیے زکاۃ جائز نہیں، مگر ان کے موالی کا وہ حکم نہیں جو رسول اللہ ﷺ اور بنو ہاشم کے موالی کا ہے۔ اس بات کی وضاحت کے لیے امام صاحب نے یہ باب قائم کیا ہے۔

٦٢- بَابٌ : إِذَا تَحَوَّلَتِ الصَّدَقَةُ

62- باب: جب صدقے کی حیثیت بدل جائے

١٤٩٤- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ الْأَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ : دَخَلَ

1494- اُم عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور فرمایا: "کیا تمھارے پاس (کھانے کو) کچھ ہے؟" انھوں نے کہا: نہیں! مگر وہ تھوڑا سا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

النَّبِيُّ ﷺ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالَ: «هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ؟» فَقَالَتْ: لَا، إِلَّا شَيْءٌ بَعَثَتْ بِهِ إِلَيْنَا نُسَيْبَةُ مِنَ الشَّاةِ الَّتِي بَعَثْتَ بِهَا مِنَ الصَّدَقَةِ، فَقَالَ: «إِنَّهَا قَدْ بَلَغَتْ مَحِلَّهَا» [راجع: ١٤٤٦۔ أخرجه مسلم: ١٠٧٦]

جو نُسیبہ نے ہماری طرف اس بکری میں سے بھیجا ہے جو آپ نے صدقے میں سے (اس کی طرف) بھیجی تھی۔ آپ نے فرمایا: ''وہ بکری اپنی جگہ پہنچ چکی۔''

فائدہ: اس حدیث کے بعض فوائد (1446) میں گزر چکے ہیں۔

١٤٩٥۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أُتِيَ بِلَحْمٍ تُصُدِّقَ بِهِ عَلَى بَرِيرَةَ، فَقَالَ: «هُوَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ، وَهُوَ لَنَا هَدِيَّةٌ»

1495۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے پاس کچھ گوشت لایا گیا جو بریرہ رضی اللہ عنہا پر صدقہ کیا گیا تھا تو آپ نے فرمایا: ''وہ اس پر صدقہ ہے اور وہ ہمارے لیے ہدیہ ہے۔''

وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، سَمِعَ أَنَسًا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [انظر: ٢٥٧٧۔ أخرجه مسلم: ١٠٧٤، بلفظ "أهدت"]

اور ابو داود (طیالسی) نے کہا: ہم کو شعبہ نے خبر دی، انھیں قتادہ نے، انھوں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا اور انس رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے۔

فوائد: 1 ''نُسَيْبَةُ'' تصغیر کے صیغے کے ساتھ اُم عطیہ رضی اللہ عنہا کا نام ہے۔ ''وہ اپنی جگہ پہنچ چکی'' کا مطلب یہ ہے کہ نُسیبہ پر بکری کا صدقہ کیا گیا اور وہ نُسیبہ کو مل گئی تو اس سے اس کی ملکیت ثابت ہوگئی جو اسے صدقے سے حاصل ہوئی، اب وہ اس کی مالک ہے، اس میں جو تصرف کرنا چاہے کر سکتی ہے۔ جب اس نے اس میں سے رسول اللہ ﷺ کو ہبہ کے طور پر دیا تو وہ آپ کے لیے جائز ہے، کیونکہ اب وہ آپ پر صدقہ نہیں، بلکہ آپ کے لیے ہدیہ ہے۔ بریرہ رضی اللہ عنہا کے قصے کا حاصل بھی یہی ہے۔

2 حافظ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: بخاری نے بریرہ اور اُم عطیہ رضی اللہ عنہما کے قصے سے استنباط کیا ہے کہ ہاشمی جب زکاۃ کی وصولی کے لیے بطور عامل کام کرے تو وہ عاملینِ زکاۃ کے حصے میں سے اپنی اجرت لے سکتا ہے، کیونکہ وہ اپنی محنت کی اجرت لے رہا ہے، بطورِ زکاۃ نہیں لے رہا۔ تو جب ہاشمی ہدیہ کی صورت میں وہ چیز لے رہا ہے جو صدقہ تھی تو وہ اپنی محنت کی اجرت میں بھی صدقے کا مال لے سکتا ہے۔ اس حدیث کے ساتھ یہ بھی استدلال کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ کی بیویوں کے لیے نفل صدقہ جائز تھا، کیونکہ آپ کی بیویوں نے اپنے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان فرق کیا (کہ نُسیبہ رضی اللہ عنہا کا بھیجا ہوا گوشت خود رکھ لیا، مگر انھوں نے اسے نبی ﷺ کے لیے جائز نہ سمجھا) تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی بات کا انکار نہیں کیا، بلکہ انھیں بتایا کہ نُسیبہ رضی اللہ عنہا کے بھیجنے کے بعد وہ صدقہ نہیں رہا، بلکہ اس کی طرف سے ہدیہ ہے جو تمھارے علاوہ میرے لیے بھی جائز ہے۔ (فتح الباری)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٦٣- بَابُ أَخْذِ الصَّدَقَةِ مِنَ الْأَغْنِيَاءِ وَتُرَدَّ فِي الْفُقَرَاءِ حَيْثُ كَانُوا

63۔ باب: دولت مندوں سے صدقہ لینا اور فقراء میں لوٹا دینا، وہ جہاں بھی ہوں

١٤٩٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، أَخْبَرَنَا زَكَرِيَّا بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ صَيْفِيٍّ، عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ حِينَ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ: « إِنَّكَ سَتَأْتِي قَوْمًا أَهْلَ كِتَابٍ، فَإِذَا جِئْتَهُمْ فَادْعُهُمْ إِلَى أَنْ يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ، فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ، فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ، فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ حِجَابٌ » [راجع : ١٣٩٥- أخرجه مسلم: ١٩]

1496۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب انھیں یمن کی طرف بھیجا: ”تم اہلِ کتاب لوگوں کے پاس جاؤ گے، اس لیے جب ان کے پاس پہنچو تو انھیں اس بات کی دعوت دینا کہ وہ ” لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ “ اور ” مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ “ کی شہادت دیں۔ پھر اگر وہ تمھاری اس بات کی اطاعت کریں تو انھیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر دن رات میں ان پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ پھر اگر وہ تمھاری اس بات کی اطاعت کریں تو انھیں بتانا کہ اللہ نے ان پر کچھ صدقہ فرض کیا ہے جو ان کے دولت مندوں سے لیا جائے گا، پھر انھی کے فقراء میں لوٹا دیا جائے گا۔ پھر اگر وہ تمھاری اس بات کی اطاعت کریں تو ان کے نفیس مالوں سے بچنا اور مظلوم کی بددعا سے بچنا، کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں۔“

فائدہ اس حدیث کے اکثر فوائد (۱۳۹۵) اور (۱۴۵۸) میں گزر چکے ہیں۔ بظاہر اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ انھی لوگوں کے فقراء میں تقسیم کیا جائے گا جن کے اغنیاء سے لیا گیا ہے، مگر امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ زکاۃ کسی دوسرے شہر میں بھی بھیجی جا سکتی ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان ” فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ “ (پھر ان کے فقراء میں لوٹا دی جائے گی) سے مراد مسلمانوں کے فقراء ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کے کسی فقیر کو خواہ وہ کسی جہت میں ہو زکاۃ دے دی جائے تو ادا ہو جائے گی۔ یہ اس طرح ہے کہ آپ نے فرمایا کہ پھر انھیں (اہلِ یمن کو) بتانا کہ دن رات میں ان پر پانچ نمازیں فرض ہیں تو یہ حکم بظاہر اہلِ یمن کے لیے ہے، مگر لفظ عام ہونے کی وجہ سے سب مسلمان اس میں شامل ہیں، ایسے ہی یہاں بھی مسلمانوں کے اغنیاء اور مسلمانوں کے فقراء مراد ہیں، اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ ایک شہر کے صدقات

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اسی شہر کے فقراء پر خرچ کرنا واجب ہے یا دوسرے شہر کے فقراء پر بھی تقسیم کیے جا سکتے ہیں۔ بعض اہل علم دوسرے شہر کی طرف منتقل کرنا جائز سمجھتے ہیں اور بعض ناجائز، مگر امام بخاری کے لفظ " حَيْثُ كَانُوْا " سے ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک اگر مسلمانوں کے کسی ایک شہر کی بہ نسبت دوسرے شہر میں فقر زیادہ ہو یا جہاد وغیرہ کی وجہ سے وہاں زیادہ ضرورت ہو تو زکاۃ دوسرے شہر کی طرف منتقل کی جا سکتی ہے، ورنہ زکاۃ وہیں خرچ کرنی چاہیے جہاں کے اغنیاء سے وصول کی گئی ہو۔

٦٤ـ بَابُ صَلَاةِ الْإِمَامِ وَدُعَائِهِ لِصَاحِبِ الصَّدَقَةِ

64۔ باب: صدقہ دینے والے کے لیے امام کی صلاۃ اور دعا

وَقَوْلِهِ : ﴿ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ﴾ [التوبة : ١٠٣]

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان : ''ان کے مالوں سے صدقہ وصول کر، اس کے ساتھ تو انھیں پاک کرے گا اور انھیں صاف کرے گا اور ان کے لیے دعا کر، یقیناً تیری دعا ان کے لیے سکون کا باعث ہے۔''

١٤٩٧ـ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَتِهِمْ، قَالَ : « اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ فُلَانٍ » فَأَتَاهُ أَبِي بِصَدَقَتِهِ، فَقَالَ : « اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ أَبِي أَوْفَى » [انظر : ٤١٦٦، ٦٣٣٢، ٦٣٥٩ـ أخرجه مسلم : ١٠٧٨]

1497۔ عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کا معمول تھا کہ جب کوئی لوگ آپ کے پاس اپنا صدقہ لے کر آتے تو آپ کہتے: ''اے اللہ! فلاں کی آل پر صلاۃ بھیج۔'' چنانچہ میرے والد آپ کے پاس اپنا صدقہ لے کر آئے تو آپ نے کہا: ''اے اللہ! آلِ ابی اوفیٰ پر صلاۃ بھیج۔''

فوائد: 1 ابن المُنَیِّر نے کہا: امام بخاری نے باب میں ذکر کیا کہ امام صدقہ دینے والے کے لیے دعا کرے، اس سے وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں مرتد ہونے والوں کے اس شبہے کا باطل ہونا بیان کر رہے ہیں جو کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا: ﴿ وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ﴾ [التوبة : ١٠٣] (اور تو ان کے لیے دعا کر، کیونکہ تیری دعا ان کے لیے سکون کا باعث ہے) یہ صرف رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔ امام صاحب کا مطلب یہ ہے کہ اس میں ہر حاکم داخل ہے۔ (فتح الباری)

2 آیت میں "وَصَلِّ عَلَيْهِمْ" کا لفظ آیا ہے، بظاہر اس سے مراد وہ دعا ہے جو صلاۃ کے لفظ کے ساتھ ہے، اس لیے امام صاحب نے باب میں صلاۃ کے ساتھ لفظ دعا بھی بڑھا دیا کہ آیت کا مقصد کسی بھی لفظ کے ساتھ دعا ہے، لفظ صلاۃ کے ساتھ دعا ضروری نہیں۔ اس کی تائید سنن نسائی میں وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث (۲۴۵۸) سے ہوتی ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے پاس ایک بہت اچھی اونٹنی لے کر آیا تو آپ نے فرمایا: «اَللّٰهُمَّ بَارِكْ فِيْهِ وَفِيْ إِبِلِهٖ »"اے اللہ! اس میں اور اس کے اونٹوں میں برکت فرما۔" (فتح الباری)

3 ابو اوفی رضی اللہ عنہ کا نام علقمہ بن خالد بن حارث اسلمی ہے، وہ اور ان کا بیٹا عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیعتِ رضوان میں شریک تھے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے لمبی عمر عطا فرمائی، حتیٰ کہ کوفہ میں فوت ہونے والے صحابہ میں سب سے آخری وہ تھے، یہ سنہ ۸۷ھ کی بات ہے۔

4 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو اوفی رضی اللہ عنہ کی آل کے لیے " صَلِّ عَلٰی ...... " کے لفظ کے ساتھ دعا فرمائی، تاکہ آپ کی دعا کی برکت ان کی ساری آل کو حاصل ہو جائے۔ یہاں ایک سوال ہے کہ پھر ابو اوفی رضی اللہ عنہ تو اس دعا میں شامل نہ ہوئے؟ حافظ رحمہ اللہ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ آل کا لفظ خود کسی شخص کی ذات کے لیے بھی بولا جاتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی نہایت خوبصورت تلاوت سن کر فرمایا تھا: « لَقَدْ أُوْتِيْتَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِيْرِ آلِ دَاوٗدَ »[مسلم : ۷۹۳۔ بخاري : ۵۰۴۸] "یقیناً تجھے آلِ داؤد کے مزامیر میں سے ایک مزمار دیا گیا ہے۔" آلِ داؤد سے مراد خود داؤد علیہ السلام تھے، اس لیے اس میں ابو اوفی رضی اللہ عنہ خود بھی شامل تھے۔

5 امام بخاری رحمہ اللہ کے باب کے عنوان سے معلوم ہوا کہ صلاۃ کے لفظ کے ساتھ دعا صرف انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص نہیں، امتیوں کے لیے بھی کی جا سکتی ہے۔ اس لیے جو کوئی صدقہ لے کر آئے اس کے لیے ان لفظوں میں دعا کرنا سنت ہے: « اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی آلِ فُلَانٍ » کہ اے اللہ! فلاں کی آل پر صلاۃ بھیج۔

6 صحابہ کے زمانے کے بعد عرف میں چند دعائیں خاص لوگوں کے لیے مقرر ہو گئیں، مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے " صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "، دوسرے انبیاء کے لیے " عَلَيْهِ السَّلَامُ "، صحابہ کے لیے " رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ " (اللہ اس سے راضی ہو) اور بعد کے صالحین کے لیے " رَحِمَهُ اللّٰهُ " (اللہ اس پر رحم کرے)، حالانکہ ان سب چیزوں یعنی صلاۃ، سلام، رضوان اور رحمتِ الٰہی کی ضرورت ہر مسلمان کو ہے۔ یہ الفاظ اس تعیین کے لیے تو مفید ہیں کہ مذکور شخص نبی ہے یا صحابی یا بعد کا آدمی ہے۔ اس لیے عموماً اس کی پابندی ضروری سمجھی جاتی ہے، ورنہ شریعت میں ایسی کوئی پابندی نہیں آئی۔ بعض نے کہا: صلاۃ بہت بڑی رحمت کو کہتے ہیں اور یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی جان سکتے ہیں کہ کون اس کا مستحق ہے، لہٰذا وہی کسی کے لیے یہ لفظ استعمال کر سکتے ہیں، اس لیے اس کا خیال رکھنا چاہیے، مگر قرآن مجید میں تو یہ لفظ عام مسلمانوں کے لیے استعمال ہوا ہے، فرمایا: ﴿ أُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ﴾ [البقرة : ۱۵۷] "یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے کئی صلوات (مہربانیاں) اور بڑی رحمت ہے۔" اور فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ ﴾ [الأحزاب : ۴۳] "وہی ہے جو تم پر صلاۃ بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی۔" اس لیے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق صدقہ لانے والے کے لیے تو ان لفظوں میں دعا ضرور کرنی چاہیے، اس کے علاوہ عرف کا خیال رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٦٥- بَابُ مَا يُسْتَخْرَجُ مِنَ الْبَحْرِ

65- باب: جو سمندر سے نکالا جائے

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: لَيْسَ الْعَنْبَرُ بِرِكَازٍ، هُوَ شَيْءٌ دَسَرَهُ الْبَحْرُ. وَقَالَ الْحَسَنُ: فِي الْعَنْبَرِ وَاللُّؤْلُؤِ الْخُمُسُ، فَإِنَّمَا جَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ فِي الرِّكَازِ الْخُمُسَ، لَيْسَ فِي الَّذِي يُصَابُ فِي الْمَاءِ.

ابن عباس ؓ نے کہا: عنبر دفن کردہ خزانہ نہیں، بلکہ ایک چیز ہے جسے سمندر پھینکتا ہے۔ اور حسن نے کہا: عنبر اور موتی میں خُمس ہے، (مگر) نبی ﷺ نے تو صرف دفن کردہ خزانے میں خُمس مقرر فرمایا ہے، اس میں نہیں جو پانی میں سے حاصل کیا جائے۔

فوائد ومسائل: 1 باب کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ سمندر سے حاصل ہو خواہ بلا مشقت ہو، جیسے ساحل سے مل جائے یا مشقت کے ساتھ، مثلاً غوطہ خوری وغیرہ کے ذریعے ملے کیا اس میں کوئی زکاۃ یا عشر یا خُمس وغیرہ ہے یا نہیں؟ امام صاحب کا موقف یہ ہے کہ اس میں خُمس، عشر، یا زکاۃ وغیرہ کچھ بھی نہیں۔ اس لیے انھوں نے اپنی تائید میں ابن عباس ؓ کا قول پیش کیا ہے کہ عنبر میں خُمس نہیں، کیونکہ عنبر رکاز نہیں۔ رکاز کا معنی ہے: زمین میں دفن کیا ہوا خزانہ۔ رسول اللہ ﷺ نے رکاز کے ملنے پر خُمس ادا کرنے کا حکم دیا جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ مگر عنبر زمین میں دفن شدہ خزانہ نہیں، بلکہ سمندر سے ملنے والی ایک چیز ہے، اس لیے اس میں کوئی خُمس وغیرہ نہیں۔ اس معاملے میں انھوں نے حسن بصری کا قول ذکر کر کے اس کی نفی کی ہے کہ نبی ﷺ نے رکاز میں خُمس قرار دیا ہے، پانی سے حاصل ہونے والی اشیاء میں نہیں۔ 2 "الْعَنْبَرُ" ایک خوشبودار موی مادہ ہے جو عنبر نامی مچھلی قے کی صورت میں نکالتی ہے، اس کے علاوہ باقی تمام باتیں محض اندازوں پر مبنی ہیں۔

١٤٩٨- وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: «أَنَّ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ سَأَلَ بَعْضَ بَنِي إِسْرَائِيلَ بِأَنْ يُسْلِفَهُ أَلْفَ دِينَارٍ فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ، فَخَرَجَ فِي الْبَحْرِ فَلَمْ يَجِدْ مَرْكَبًا، فَأَخَذَ خَشَبَةً فَنَقَرَهَا، فَأَدْخَلَ فِيهَا أَلْفَ دِينَارٍ، فَرَمَى بِهَا فِي الْبَحْرِ، فَخَرَجَ الرَّجُلُ الَّذِي كَانَ أَسْلَفَهُ، فَإِذَا بِالْخَشَبَةِ فَأَخَذَهَا لِأَهْلِهِ حَطَبًا»

1498- ابو ہریرہ ؓ نے نبی ﷺ سے بیان کیا: "بنی اسرائیل کے ایک آدمی نے بنی اسرائیل کے کسی آدمی سے ایک ہزار دینار قرض مانگا، اس نے اسے دے دیا۔ وہ قرض (واپس کرنے کے لیے) سمندری سفر پر نکلا تو اسے کوئی کشتی نہ ملی، اس نے ایک لکڑی لی، اسے کھودا اور اس میں ہزار دینار داخل کر دیے، پھر اسے سمندر میں پھینک دیا۔ ادھر وہ آدمی جس نے اسے قرض دیا تھا نکلا تو اچانک اسے وہ لکڑی نظر آئی، اس نے اسے اپنے گھر والوں کے لیے بطورِ ایندھن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فَذَكَرَ الْحَدِيثَ : « فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ » [انظر : ٢٠٦٣، ٢٢٩١، ٢٤٠٤، ٢٤٣٠، ٢٧٣٤، ٦٢٦١]

اٹھا لیا۔" پھر ساری حدیث بیان کی: "پھر جب اس نے اسے چیرا تو اسے وہ مال مل گیا۔"

فائدہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سمندر سے ملنے والی اشیاء میں کوئی محصول نہیں، خواہ وہ مچھلی ہو یا موتی یا مرجان یا عنبر یا سمندر میں تیرنے والی کوئی بھی چیز جس کے مالک کی پہچان نہ ہو، وہ جسے مل جائے اس کی ملکیت ہے اور اس پر کوئی خمس یا زکاۃ وغیرہ نہیں۔ استدلال اس طرح ہے کہ پہلی امتوں کا عمل جو رسول اللہ ﷺ بیان فرمائیں اور اس کی تردید نہ کریں ہمیں بھی اس کی اقتدا کا حکم ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے انبیاء ﷺ کا ذکر کر کے فرمایا: ﴿ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ ﴾ [الأنعام : ٩٠] "یہی وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ نے ہدایت دی، اس لیے تو ان کی ہدایت کی پیروی کر۔" اس کے مطابق اس اسرائیلی کے سمندر سے ملنے والی لکڑی میں خمس نکالنے کا کوئی ذکر نہیں، اس لیے ہماری امت میں بھی یہی حکم ہے۔ جن لوگوں نے سمندر سے ملنے والے عنبر یا مرجان یا لوکو وغیرہ کو رکاز قرار دے کر اس میں خمس واجب کہا ہے ان کی بات درست نہیں، کیونکہ رکاز زمین میں دفن شدہ خزانے کو کہتے ہیں، سمندر سے ملنے والی اشیاء کو رکاز نہیں کہا جاتا ہے۔

علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں: اس حدیث سے امام بخاری نے یہ دلیل لی کہ دریا میں بہ کر جو چیز آ جائے اس کا لے لینا درست ہے، کیونکہ اس شخص نے لکڑی کو لے لیا اور اس میں اشرفیاں بھی لے لیں، حالانکہ اس کو یہ یقین نہ تھا کہ یہ لکڑی یا اشرفیاں میری ہیں۔ اس پر بعضوں نے اعتراض کیا ہے کہ لکڑی کے اندر تو خط ہوگا جو قرض دار شخص نے بھیجا ہوگا، پس اشرفیاں تو اس نے پہچان لی تھیں کہ میرا ہی مال ہے۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ لکڑی کے لینے سے دلیل لی جائے، کیونکہ جب اس نے لکڑی لی تھی اس کو معلوم نہ تھا کہ یہ میرا مال ہے اور جب لکڑی کا لینا درست ہوا جو دوسرے کی ملک تھی تو جو چیز خود دریا میں پیدا ہو اور کسی کی ملک نہ ہو، جیسے موتی، مونگا، عنبر، سیپی، مچھلی وغیرہ تو اسے لینا بطریق اولیٰ درست ہوگا۔ (تیسیر الباری)

٦٦ـ بَابٌ : فِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ

66۔ باب: رکاز میں خمس ہے

وَقَالَ مَالِكٌ وَابْنُ إِدْرِيسَ : الرِّكَازُ دِفْنُ الْجَاهِلِيَّةِ، فِي قَلِيلِهِ وَكَثِيرِهِ الْخُمُسُ، وَلَيْسَ الْمَعْدِنُ بِرِكَازٍ . وَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : « فِي الْمَعْدِنِ جُبَارٌ، وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ » وَأَخَذَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ مِنَ الْمَعَادِنِ مِنْ كُلِّ مِائَتَيْنِ خَمْسَةً . وَقَالَ الْحَسَنُ : مَا كَانَ مِنْ رِكَازٍ فِي أَرْضِ الْحَرْبِ فَفِيهِ الْخُمُسُ،

اور مالک اور ابن ادریس نے کہا: "رکاز" جاہلیت کا دفن کردہ خزانہ ہے، وہ تھوڑا ہو یا زیادہ اس میں پانچواں حصہ ہے اور کان (معدن) رکاز نہیں ہے۔ اور نبی ﷺ نے فرمایا: "کان (کا پہنچایا ہوا نقصان) بلا تاوان ہے اور دفن کیے ہوئے خزانے میں پانچواں حصہ ہے۔" اور عمر بن عبدالعزیز (رحمہ اللہ) نے کانوں میں ہر دو سو سے پانچ لیے۔ اور حسن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَمَا كَانَ مِنْ أَرْضِ السِّلْمِ فَفِيهِ الزَّكَاةُ، وَإِنْ وَجَدْتَ اللُّقَطَةَ فِي أَرْضِ الْعَدُوِّ فَعَرِّفْهَا، وَإِنْ كَانَتْ مِنَ الْعَدُوِّ فَفِيهَا الْخُمُسُ.

(بصری) نے کہا: جو دفینہ جنگ والی زمین میں ہو اس میں خمس ہے اور جو صلح والی زمین میں ہو اس میں زکاۃ ہے۔ اگر تم دشمن کی زمین میں گری ہوئی کوئی چیز پاؤ تو اس کا اعلان کرو، اگر وہ دشمن کی ہو تو اس میں پانچواں حصہ ہے۔

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ: الْمَعْدِنُ رِكَازٌ مِثْلُ دِفْنِ الْجَاهِلِيَّةِ، لِأَنَّهُ يُقَالُ: أَرْكَزَ الْمَعْدِنُ إِذَا خَرَجَ مِنْهُ شَيْءٌ، قِيلَ لَهُ: قَدْ يُقَالُ لِمَنْ وُهِبَ لَهُ شَيْءٌ أَوْ رَبِحَ رِبْحًا كَثِيرًا أَوْ كَثُرَ ثَمَرُهُ: أَرْكَزْتَ، ثُمَّ نَاقَضَ، وَقَالَ: لَا بَأْسَ أَنْ يَكْتُمَهُ فَلَا يُؤَدِّيَ الْخُمُسَ.

اور بعض لوگوں نے کہا: کان بھی جاہلیت میں دفن کردہ خزانے کی طرح رکاز (دفن کیا ہوا خزانہ) ہے، کیونکہ جب کان سے کچھ نکلے تو کہا جاتا ہے: "أَرْكَزَ الْمَعْدِنُ" یعنی کان نے خزانہ نکالا (معلوم ہوا کان بھی دفن کردہ خزانہ ہے)۔ تو یہ دلیل دینے والے سے کہا جائے گا کہ کسی شخص کو کوئی چیز ہبہ سے ملے یا اسے بہت سا نفع حاصل ہو جائے یا اس کے باغ سے بہت سا پھل حاصل ہو تو (بعض اوقات) اسے کہہ دیا جاتا ہے کہ تجھے خزانہ مل گیا (تو کیا ہبہ سے یا تجارت سے یا باغ سے ملنے والا نفع بھی رکاز یعنی دفن کیا ہوا خزانہ کہلائے گا؟) پھر اس نے خود ہی اپنی بات توڑ دی اور کہا: کوئی گناہ نہیں کہ اسے چھپا لے اور خمس ادا نہ کرے۔

فوائد: 1 سونے، چاندی، لوہے، سکے، کوئلے، پارے یا تیل وغیرہ کی معدن (کان) میں سے جو کچھ نکلے اس میں سے اللہ تعالیٰ کا حق کیا ہے؟ اور زمین میں دفن کیے ہوئے سونے یا چاندی کا خزانہ (رکاز) اگر کسی کو مل جائے تو اس میں اللہ تعالیٰ کا حق کیا ہے؟ امام بخاری اور ایک آدھ کے سوا تمام اہلِ علم کا کہنا یہ ہے کہ رکاز دورِ جاہلیت کے وہ دفن کردہ خزانے ہیں جو پہلے لوگوں نے زمین میں چھپائے تھے، ان میں پانچواں حصہ، یعنی بیس فیصد واجب ہے اور کان میں صرف زکاۃ، یعنی چالیسواں حصہ (اڑھائی فیصد) زکاۃ ہے۔ اس فرق کا ایک باعث یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اموال کے حصول میں مشقت کا خیال رکھا ہے، چنانچہ مالِ غنیمت اور رکاز (دفینے) میں سب سے زیادہ حصہ رکھا ہے، یعنی اس میں مال کا پانچواں حصہ یعنی بیس فی صد ہے۔ کھیتی باڑی میں اگر پانی زمین سے کھینچ کر دینے کی مشقت نہیں ہے، بلکہ وہ بارش یا چشموں یا ندی نالوں وغیرہ سے سیراب ہوتی ہے تو اس میں عشر یعنی دس فی صد ہے اور اگر وہ پانی زمین سے کھینچ کر سیراب کی جاتی ہے تو اس میں بیسواں حصہ یعنی پانچ فی صد ہے اور اگر وہ تجارت یا محنت مشقت کی کمائی ہے تو سال گزرنے کے بعد اس میں چالیسواں حصہ یعنی اڑھائی فیصد زکاۃ ہے۔ امام بخاری کا موقف یہ ہے کہ رکاز (جاہلیت کے دفینے) میں سے خمس یعنی بیس فی صد ادا کرنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوگا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ﴿ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ ﴾ (اور جاہلیت کے دفینے میں پانچواں حصہ یعنی بیس فیصد ہے) جیسا کہ اس باب کی حدیث میں آ رہا ہے اور کانوں میں صرف زکاۃ ہے، یعنی اڑھائی فیصد ہے، کیونکہ وہ رکاز نہیں ہیں۔ اس کی نقلی دلیل تو یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿ اَلْعَجْمَاءُ جُبَارٌ، وَالْبِئْرُ جُبَارٌ، وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ، وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ ﴾ [بخاري : ۱۴۹۹] ''بے زبان جانور (کا پہنچایا ہوا نقصان) بلا تاوان ہے اور کنواں بلا تاوان ہے اور کان بلا تاوان ہے اور رکاز (دفینے) میں پانچواں حصہ ہے۔'' استدلال اس طرح ہے کہ یہ کہنے کے بعد کہ جانور جبار ہے، کنواں جبار ہے اور معدن جبار ہے رسول اللہ ﷺ نے واؤ عطف کے ساتھ رکاز کا الگ ذکر کر کے اس میں خُمس واجب ہونے کا مسئلہ بیان فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ رکاز الگ چیز ہے اور معدن الگ ہے، اس لیے دونوں کا حکم الگ الگ ہے۔ اگر جاہلیت کا دفینہ اور کان دونوں ہی رکاز ہوتے تو حدیث کے الفاظ یہ ہوتے: '' اَلْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَفِيْهِ الْخُمُسُ '' یعنی کان بلا تاوان ہے اور اس میں خُمس ہے، جبکہ رسول اللہ ﷺ نے رکاز کا معدن پر عطف ڈالا ہے جو ان کے الگ الگ ہونے کی دلیل ہے۔ جو لوگ معدن کو رکاز کہتے ہیں ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ '' اَلْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَفِيْهِ الْخُمُسُ '' اس لیے نہیں فرمایا کہ اس میں شبہ پڑ سکتا تھا کہ '' فِيْهِ '' کی ضمیر '' اَلْمَعْدِنُ '' کی طرف لوٹ رہی ہے یا '' اَلْبِئْرُ '' کی طرف، حالانکہ یہ بات بالکل ہی بے کار ہے، کیونکہ '' اَلْبِئْرُ '' کا لفظ مؤنث سماعی ہے، '' فِيْهِ '' کی ضمیر اس کی طرف لوٹ ہی نہیں سکتی۔ پھر ضمیر قریب کی طرف لوٹتی ہے جب کہ '' اَلْبِئْرُ '' دور ہے اور کنویں یا جانور میں خمس کی بات ویسے مضحکہ خیز ہے۔ عقلی طور پر بھی جاہلیت کے دفینے اور کان کے حکم میں واضح فرق ہے، کیونکہ کان میں موجود چیزیں اگرچہ زمین میں دفن ہیں، مگر وہ رکاز (جاہلیت کے دفن کردہ خزانے) کی طرح نہیں ہیں، کیونکہ خزانہ ملنے پر اسے نکالنے اور نکال کر دوسرے اجزا سے صاف کر کے سونا چاندی بنانے پر کوئی مشقت و محنت پیش نہیں آتی اور انسانوں کے دفن کیے ہوئے ایسے مال ہی کو رکاز یا دفینہ کہا جاتا ہے، جبکہ کان میں موجود سونا چاندی وغیرہ بھی اگرچہ زمین میں مدفون ہے، مگر وہ کسی آدمی کے دفن کردہ نہیں، بلکہ پیدا ہی اسی طرح ہوتے ہیں اور ان سے حاصل ہونے والی چیزیں رکاز کی طرح مفت میں ملنے والا مال نہیں، بلکہ اسے کھودنے، نکالنے، پھر صاف کرنے پر مشقت پڑتی ہے، اس لیے کان کو رکاز نہیں کہا جاتا۔

2 امام بخاری نے اپنے موقف کی تائید میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے علاوہ مالک، ابن ادریس اور عمر بن عبد العزیز کے اقوال بھی اختصار کے ساتھ ذکر کیے ہیں۔ مالک سے مراد مشہور امام مالک بن انس رحمہ اللہ ہیں، انھوں نے موطا کے باب ''زَكَاةُ الرِّكَازِ'' میں لکھا ہے: '' اَلْأَمْرُ الَّذِيْ لَا اخْتِلَافَ فِيْهِ عِنْدَنَا وَالَّذِيْ سَمِعْتُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ: إِنَّ الرِّكَازَ إِنَّمَا هُوَ دِفْنٌ يُوْجَدُ مِنْ دِفْنِ الْجَاهِلِيَّةِ مَا لَمْ يُطْلَبْ بِمَالٍ وَلَمْ يُتَكَلَّفْ فِيْهِ نَفَقَةٌ وَلَا كَبِيْرُ عَمَلٍ وَلَا مُؤْنَةٍ فَأَمَّا مَا طُلِبَ بِمَالٍ وَتُكُلِّفَ فِيْهِ كَبِيْرُ عَمَلٍ فَأُصِيْبَ مَرَّةً وَأُخْطِئَ مَرَّةً فَلَيْسَ بِرِكَازٍ. '' ''وہ حکم جس میں ہمارے ہاں کوئی اختلاف نہیں اور جو میں نے اہل علم کو کہتے ہوئے سنا یہ ہے کہ رکاز صرف وہ دفینہ ہے جو جاہلیت میں دفن کیے ہوئے خزانے میں سے پایا جائے، جب تک مال خرچ کر کے تلاش نہ کیا گیا ہو اور اس میں خرچ اور کسی بڑے کام اور

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

محنت مشقت کا تکلف نہ کیا گیا ہو، لیکن جو مال کے ساتھ تلاش کیا گیا ہو اور اس میں بہت زیادہ کام کا تکلف کیا گیا ہو، پھر بھی وہ مل گیا ہو بھی نہ ملا ہو تو وہ رکاز نہیں ہے۔"

3 ابن ادریس سے مراد مشہور امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ عبداللہ بن ادریس الاودی الکوفی ہیں۔ حافظ رحمہ اللہ نے مضبوط دلیلوں کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ اس سے مراد امام محمد بن ادریس شافعی ہی ہیں۔ امام شافعی کا یہ قول بیہقی کی ''معرفۃ الآثار (۸۴۰۱)'' میں موجود ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: " وَالرِّكَازُ الَّذِي فِيهِ الْخُمُسُ دِفْنُ الْجَاهِلِيَّةِ مَا وُجِدَ فِي غَيْرِ مِلْكٍ لِأَحَدٍ " ''رکاز جس میں خمس واجب ہے جاہلیت کا وہ دفینہ ہے جو ایسی جگہ میں پایا جائے جو کسی کی ملکیت نہ ہو۔'' واضح رہے کہ " دِفْنٌ "دال کے کسرہ کے ساتھ ہے، مراد دفینہ ہے، جیسے " ذِبْحٌ " بمعنی ذبیحہ ہے۔

4 عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کا قول قتادہ نے ان سے روایت کیا ہے: " أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَعَلَ الْمَعْدِنَ بِمَنْزِلَةِ الرِّكَازِ يُؤْخَذُ مِنْهُ الْخُمُسُ ثُمَّ عَقَّبَ بِكِتَابٍ آخَرَ فَجَعَلَ فِيهِ الزَّكَاةَ ، وَرُوِينَا عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَخَذَ مِنَ الْمَعَادِنِ مِنْ كُلِّ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ خَمْسَةَ دَرَاهِمَ." [السنن الكبرى للبيهقي : ٧٦٣٨] ''عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے کان کو جاہلی دفینہ میں شمار کیا کہ اس سے خمس لیا جائے، پھر انھوں نے اس کے بعد ایک اور خط لکھا تو اس میں زکاۃ مقرر کی اور ہمیں عبداللہ بن ابی بکر سے روایت ملی ہے کہ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے کانوں میں سے ہر دو سو درہم میں پانچ درہم مقرر کیے۔''

5 حسن بصری نے کہا: جو دفینہ جنگ کی زمین میں ملے اس میں خمس ہے اور جو صلح کی زمین میں ہو تو اس میں زکاۃ ہے اور گری ہوئی چیز اگر دشمن کی زمین میں پاؤ تو اس کا اعلان کرو اور اگر وہ دشمن کی ہو تو اس میں خمس ہے۔ ابن المنذر نے کہا کہ رکاز کے متعلق یہ تفصیل حسن بصری کے سوا کسی نے بیان نہیں کی۔ امام بخاری کا مقصد اس قول کے ذکر کرنے سے یہ ہے کہ یہ بعض لوگ کان سے نکلنے والے مال کو رکاز قرار دے کر اس میں خمس لازم کر رہے ہیں جب کہ حسن بصری صلح کی زمین والے علاقے میں ملنے والے دفینے میں بھی خمس کی بجائے زکاۃ واجب قرار دے رہے ہیں تو وہ معادن (کانوں) میں تو بالاولیٰ خمس کی بجائے زکاۃ کے قائل ہوں گے۔

6 امام صاحب نے رکاز میں خمس اور معادن میں زکاۃ کے حکم کو حدیث کے ساتھ اور اہل علم اور خلیفۂ راشد کے قول و عمل سے ثابت کرنے کے بعد ان بعض لوگوں کی دلیل ذکر کی ہے جو کان کو بھی رکاز قرار دے کر اس میں خمس کو واجب کہتے ہیں، پھر اس کا رد کیا ہے۔ ان لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ کان بھی جاہلیت کے دفن کردہ خزانہ کی طرح ہے، کیونکہ اگر کسی کی کان میں سے کچھ مال نکل آئے تو کہا جاتا ہے: " أَرْكَزَ الْمَعْدِنُ " ''کان نے خزانہ دے دیا۔'' اس سے معلوم ہوا کہ کان بھی رکاز، یعنی دفن کردہ خزانہ ہی ہے، اس لیے اس میں خمس ہے۔ امام صاحب اس دلیل کا رد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو ہبہ کے ذریعے بہت سا مال مل جائے یا تجارت میں اسے بہت زیادہ نفع مل جائے یا اس کے باغ سے پھل بہت نکل آئے تو اسے کہا جاتا ہے: " أَرْكَزْتَ " کہ تمھیں تو خزانہ مل گیا۔ تو آپ کے کہنے کے مطابق تو ہبہ، تجارتی نفع اور باغ میں سے زیادہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ملنے والے مال کو بھی رکاز کہنا چاہیے اور اس میں خُمس ہونا چاہیے، حالانکہ یہ بات کوئی نہیں کہتا۔ اور ایک اور طرح اس کا رد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک طرف آپ لوگ کہتے ہیں کہ کان میں سے بھی خُمس لینا چاہیے اور اس کے ساتھ ہی کہتے ہیں کہ کسی کے گھر میں اگر کوئی کان نکل آئے تو اس گھر والا اس کان سے نکلنے والا مال چھپالے اور اس میں سے خُمس کی بجائے زکاۃ بھی نہ دے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ یہ واضح تناقض ہے، ایک طرف آپ کان کو رکاز کہہ کر اس میں خُمس واجب کر رہے ہیں اور دوسری طرف یہ کہہ رہے ہیں کہ گھر میں نکلنے والی کان میں سے خُمس کیا اس میں سے زکاۃ دینا بھی واجب نہیں، بلکہ گھر والے کو اسے چھپا لینے میں کوئی حرج نہیں۔ بتایئے! اس سے بڑھ کر اپنی ہی بات کی مخالفت کیا ہو سکتی ہے۔

6 امام بخاری نے اپنی صحیح کے متعدد مقامات پر بعض لوگوں کے صحیح احادیث کو ردّ کرنے پر سخت گرفت کی ہے، یہ پچیس مقامات ہیں، امام صاحب نے ان اقوال کا صحیح احادیث سے ردّ کیا ہے۔ ساتھ ہی ان لوگوں کے اپنی ہی بات کو توڑنے کا ذکر کیا ہے، مگر امام صاحب نے کسی جگہ بھی ایسے اقوال کے قائل کا نام نہیں لیا، بلکہ یہ کہا ہے: "قَالَ بَعْضُ النَّاسِ" تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ امام صاحب نے ہم پر تنقید کی ہے۔ اب وہ لوگ جو صحیح اور واضح احادیث کو ردّ کرتے ہیں وہ خود ہی کہتے ہیں کہ امام صاحب نے ہمارا ردّ کیا ہے اور ہم پر تنقید کی ہے۔ پھر وہ امام صاحب کی گرفت کا دو طرح سے جواب دیتے ہیں: ایک تسلیم کر کے کہ ہاں! ہمارا مذہب یہی ہے جو امام صاحب نے ذکر کیا ہے، مگر ہمارے پاس ہمارے مذہب کے قوی دلائل موجود ہیں۔ ایسے مقامات پر منصف آدمی امام صاحب کے اور ان کے مخالفین کے دلائل دیکھ کر فیصلہ کر سکتا ہے۔ امام صاحب کو جواب دینے کا دوسرا طریقہ ان حضرات نے یہ اختیار کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا وہ مذہب ہی نہیں جس کا امام صاحب نے ردّ کیا ہے اور اسے حدیث کے خلاف قرار دیا ہے، بخاری کو ہمارے مذہب کا علم ہی نہیں، خواہ مخواہ اعتراض کیے جاتے ہیں۔ مگر شارحینِ بخاری نے حوالہ جات کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ ان بعض الناس کا فی الواقع وہی مذہب ہے جس کا امام بخاری نے ردّ کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر ان بعض الناس کا وہ مذہب نہیں جس کا امام بخاری نے ردّ کیا ہے تو اس سے امام صاحب پر کوئی حرف ہی نہیں آتا، کیونکہ انھوں نے کسی کا نام نہیں لیا، جب آپ اس قول سے بری ہو گئے جس کا امام صاحب نے ردّ کیا ہے تو امام صاحب جانیں اور وہ جانیں جن کا ردّ کیا گیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے غلط باتوں کی تردید کا یہ طریقہ قرآن مجید سے سیکھا ہے کہ اس میں رسول اللہ ﷺ کے زمانے کے کفار و منافقین میں سے ابولہب کے سوا کسی کا نام نہیں لیا گیا، جیسے فرمایا: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ [البقرة: ۸] ''اور لوگوں میں سے کچھ وہ ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے، حالانکہ وہ ہرگز مومن نہیں۔'' اور فرمایا: ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ۭ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا﴾ [التوبة: ٤٩] ''اور ان میں سے بعض وہ ہے جو کہتا ہے مجھے اجازت دے دے اور مجھے فتنے میں نہ ڈال۔ سن لو! وہ فتنے ہی میں تو پڑے ہوئے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ ﴾ [الكهف : ٢٢] ''عنقریب وہ کہیں گے تین ہیں، ان کا چوتھا ان کا کتا ہے اور کہیں گے پانچ ہیں، ان کا چھٹا ان کا کتا ہے، بن دیکھے پتھر پھینکتے ہوئے۔'' الحمد للہ میں نے بھی اپنی تفسیر القرآن الکریم میں یہی طریقہ اختیار کیا ہے، اللہ تعالیٰ اس شرح میں بھی اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

١٤٩٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَعَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : « الْعَجْمَاءُ جُبَارٌ، وَالْبِئْرُ جُبَارٌ، وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ، وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ » [انظر : ٢٣٥٥، ٦٩١٢، ٦٩١٣- أخرجه مسلم : ١٧١٠]

1499- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے زبان جانور (کا کیا ہوا نقصان) بلا تاوان ہے اور کنواں بلا تاوان ہے اور کان بلا تاوان ہے اور جاہلیت کے دفن شدہ خزانے میں پانچواں حصہ ہے۔''

فوائد: 1 ''اَلْعَجْمَاءُ'' کا معنی گونگا ہے اور اس سے مراد چوپائے ہیں، کیونکہ وہ کلام نہیں کر سکتے۔ ''جُبَارٌ'' کا معنی ہے: ہدر، رائگاں، بے قیمت، بلا تاوان۔ اس میں کچھ لفظ مقدر ہیں: '' أَيِ الْعَجْمَاءُ جَرْحُهَا جُبَارٌ '' یعنی چوپائے کا پہنچایا ہوا زخم یا نقصان رائگاں ہے، اس کے مالک پر اس کی دیت یا تاوان لازم نہیں ہوگا۔ اہل علم نے فرمایا کہ یہ اس صورت میں ہے جب جانور چھوٹ جائے اور کسی کا نقصان کر دے، اگر مالک اس کے ساتھ ہے اور اس نقصان میں مالک کی کسی حرکت کا بھی دخل ہے تو وہ ذمہ دار ہوگا، کیونکہ اس صورت میں وہ نقصان صرف چوپائے کا پہنچایا ہوا نہیں۔

2 وَالْبِئْرُ جُبَارٌ (اور کنواں بلا تاوان ہے): اس کی ایک صورت یہ ہے کہ آدمی نے کسی کو کنواں کھودنے کے لیے مزدوری پر رکھا، پھر کنویں کی دیوار گرنے کی وجہ سے اس کا کوئی نقصان ہو گیا یا وہ مر گیا تو کنواں بنوانے والے پر اس کی دیت کا تاوان نہیں آئے گا، یا کسی شخص کے بنائے ہوئے کنویں میں کوئی شخص یا جانور گر کر مر گیا یا زخمی ہو گیا تو کنویں کے مالک پر کوئی تاوان نہیں، بشرطیکہ وہ کنواں عین راستے پر واقع نہ ہو، جہاں آنے جانے والے اس میں گر سکتے ہوں۔

3 وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ (اور کان بلا تاوان ہے): اس کا یہ معنی نہیں کہ اس میں زکاۃ نہیں، مطلب یہ ہے کہ مثلاً کسی شخص نے اپنی کان میں کام کے لیے کوئی مزدور رکھا اور وہ مر گیا تو وہ رائگاں ہے، اسے مزدوری پر رکھنے والے پر کوئی تاوان نہیں۔ (فتح الباری)

4 وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ: رکاز میں سے خمس نکالنے یا کان سے زکاۃ دینے کے لیے سال گزرنے کی شرط نہیں، بلکہ جس طرح زمین سے حاصل ہونے والی فصل کی آمد ہی کے موقع پر عشر ادا کر دیا جاتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ ﴾ [الأنعام : ١٤١] ''اور اس کا حق اس کی کٹائی کے دن دو۔'' اسی طرح معدن اور رکاز بھی زمین سے حاصل ہونے والی اشیاء ہیں، اس لیے ان پر سال گزرنے کی شرط نہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

5 بعض لوگوں کے سوا تمام ائمہ کا قول یہ ہے اور بخاری بھی یہی کہتے ہیں کہ معدن میں زکاۃ اور رکاز میں خمس ہے، دلیل اس کی یہ ہے کہ نبی ﷺ نے معدن اور رکاز کو واؤ عطف کے ساتھ الگ الگ قرار دیا ہے۔ عمر بن عبدالعزیز خلیفۂ راشد رحمہ اللہ نے بھی معادن میں ہر دو سو میں سے پانچ لیے ہیں، اس سے ظاہر ہے کہ وہ بھی معدن کو رکاز سے الگ قرار دیتے ہیں۔

٦٧- بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا﴾ [التوبة: ٦٠] وَمُحَاسَبَةِ الْمُصَدِّقِيْنَ مَعَ الْإِمَامِ

67- باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان: ''اور ان (صدقات) پر مقرر عاملوں کے لیے'' اور صدقات وصول کرنے والوں کا حاکم کے پاس حساب پیش کرنا

١٥٠٠- حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: اسْتَعْمَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ رَجُلًا مِنَ الْأَسْدِ عَلَى صَدَقَاتِ بَنِي سُلَيْمٍ يُدْعَى ابْنَ اللُّتْبِيَّةِ، فَلَمَّا جَاءَ حَاسَبَهُ.

[راجع: ٩٢٥- أخرجه مسلم: ١٨٣٢ مطولًا]

1500- ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو اسد کے ایک آدمی کو بنو سُلیم کے صدقات پر مقرر کیا، جسے ابن اللتبیہ کہا جاتا تھا۔ جب وہ واپس آیا تو آپ نے اس سے حساب لیا۔

فوائد: 1 سورۂ توبہ میں زکاۃ کے آٹھ مصارف بیان کیے گئے ہیں، ان میں سے ایک وہ لوگ ہیں جنھیں زکاۃ وصول کرنے پر یا اسے مستحقین میں تقسیم کرنے یا اس کی نقل و حمل یا ذخیرہ اور حفاظت کرنے پر مقرر کیا گیا ہو، ان کے وظائف زکاۃ کا باقاعدہ مصرف ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص مسلمانوں کے کسی اجتماعی کام پر مقرر ہو وہ اپنے کام کا وظیفہ لے سکتا ہے۔ یہی بات امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمائی تھی جب وہ خلیفہ بنے، انھوں نے کہا: « لَقَدْ عَلِمَ قَوْمِي أَنَّ حِرْفَتِي لَمْ تَكُنْ تَعْجِزُ عَنْ مَؤُونَةِ أَهْلِي، وَشُغِلْتُ بِأَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ، فَسَيَأْكُلُ آلُ أَبِي بَكْرٍ مِنْ هٰذَا الْمَالِ، وَيَحْتَرِفُ لِلْمُسْلِمِيْنَ فِيْهِ » [بخاري: ٢٠٧٠] ''میری قوم کو معلوم ہے کہ میرا کاروبار میرے گھر والوں کے اخراجات سے عاجز نہیں تھا اور میں مسلمانوں کے کام میں مشغول ہو گیا ہوں، اس لیے ابوبکر کے گھر والے مسلمانوں کا مال کھائیں گے اور وہ مسلمانوں کے لیے کام کرے گا۔'' اس میں حکومت کے دوسرے کارکنوں کے علاوہ مساجد و مدارس کے اساتذہ اور دوسرے کام کرنے والے بھی شامل ہیں۔

2 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حکومت کے کاموں پر مقرر افراد کا محاسبہ ضروری ہے۔ اس کے بہت سے فائدے ہیں، ایک تو محاسبے کا خوف ان کی امانت قائم رکھنے میں مددگار ہوگا، پھر اگر ان کی خیانت ثابت ہو تو آئندہ کے لیے تنبیہ یا سزا یا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

معزولی ان کے لیے اور دوسروں کے لیے باعث عبرت ہوگی۔

3 ابن اللتبیہ کا نام ابن سعد وغیرہ نے عبداللہ ذکر کیا ہے۔ "لُتبیہ" بنولُتب قبیلے کی طرف نسبت ہے جو ازد قبیلے کی ایک شاخ ہے، بعض نے کہا کہ وہ ان کی ماں تھی جس کے نام پر مشہور تھے۔ (فتح الباری)

4 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حکومت کے کارندوں کو ملنے والے ہدیے دراصل رشوت ہیں جو ان کے عہدے کی وجہ سے انھیں دیے جاتے ہیں اور ان ہدیوں کی وجہ سے ان سے ناجائز کام کروائے جا سکتے ہیں، جیسا کہ ابن اللتبیہ رضی اللہ عنہ کو آپ نے زکاۃ کی وصولی کے لیے بھیجا تھا، جب وہ واپس آیا اور آپ نے اس کا محاسبہ کیا تو اس نے کہا: یہ تو آپ کو ملنے والی زکاۃ ہے اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ غصے ہوئے اور خطبہ دیا جس میں فرمایا: « مَا بَالُ الْعَامِلِ نَبْعَثُهُ فَيَأْتِي يَقُوْلُ: هَذَا لَكَ وَ هَذَا لِي، فَهَلاَّ جَلَسَ فِيْ بَيْتِ أَبِيْهِ وَأُمِّهِ فَيَنْظُرُ أَيُهْدَى لَهُ أَمْ لَا » [بخاري : ٧١٧٤] "اس آدمی کا کیا حال ہے جسے ہم کسی کام پر مقرر کرتے ہیں، پھر وہ (واپس آ کر) کہتا ہے: یہ تمھارا مال ہے اور یہ میرا (یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ہے)، تو یہ شخص اپنے باپ اور اپنی ماں کے گھر میں کیوں نہ بیٹھا رہا کہ وہ دیکھتا کہ اسے ہدیہ دیا جاتا ہے یا نہیں۔" امام بخاری رحمہ اللہ نے اس پر "هَدَايَا الْعُمَّالِ" کے عنوان سے باب قائم کیا ہے۔

٦٨- بَابُ اسْتِعْمَالِ إِبِلِ الصَّدَقَةِ وَأَلْبَانِهَا لِأَبْنَاءِ السَّبِيلِ

68۔ باب: صدقے کے اونٹوں اور ان کے دودھ کو مسافروں کے کام میں لانا

١٥٠١- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ نَاسًا مِنْ عُرَيْنَةَ اجْتَوَوُا الْمَدِينَةَ ، فَرَخَّصَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَأْتُوا إِبِلَ الصَّدَقَةِ، فَيَشْرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا، فَقَتَلُوا الرَّاعِيَ وَاسْتَاقُوا الذَّوْدَ، فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأُتِيَ بِهِمْ، فَقَطَّعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ، وَسَمَرَ أَعْيُنَهُمْ، وَتَرَكَهُمْ بِالْحَرَّةِ يَعَضُّونَ الْحِجَارَةَ .

1501۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عُرینہ قبیلے کے کچھ لوگوں نے مدینہ کی آب و ہوا کو ناموافق پایا تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں اجازت دے دی کہ وہ صدقے کے اونٹوں کے پاس چلے جائیں اور ان کے دودھ اور پیشاب پییں، لیکن انھوں نے (تندرست ہو کر) چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو ہانک کر لے گئے، تو رسول اللہ ﷺ نے (ان کے پیچھے) آدمی بھیجے، چنانچہ انھیں واپس لایا گیا اور آپ نے ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیے اور ان کی آنکھوں میں سلائیاں پھیر دیں اور انھیں سیاہ پتھروں والی زمین میں چھوڑ دیا، وہ پتھروں کو دانتوں سے کاٹتے تھے۔

تَابَعَهُ أَبُو قِلَابَةَ وَ حُمَيْدٌ وَثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ .

ابو قلابہ، حمید اور ثابت نے بھی قتادہ کی طرح اسے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

[راجع : ۲۳۳۔ أخرجه مسلم : ۱۶۷۱]

انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

فوائد: 1 یہ حدیث اس سے پہلے (۲۳۳) میں گزر چکی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صدقات کے جانوروں کو فوری طور پر مستحقین میں تقسیم کر دینا ضروری نہیں، بلکہ انھیں اس طرح رکھا بھی جا سکتا ہے کہ وہ بیت المال کی ملکیت رہیں اور ان سے حاصل ہونے والی آمدنی زکاۃ کے مصارف میں خرچ ہوتی رہے، جیسا کہ اس حدیث میں آپ نے عُکل اور عُرینہ قبیلے کے لوگوں کو صدقے کے اونٹوں کا دودھ پینے کی اجازت دی۔
2 یہ بھی معلوم ہوا کہ ضروری نہیں کہ صدقات کو ان کے آٹھ مصارف میں سے ہر ایک پر خرچ کیا جائے، اگر وہ کسی ایک مصرف میں خرچ کر دیے جائیں تو یہ بھی درست ہے۔

٦٩۔ بَابُ وَسْمِ الْإِمَامِ إِبِلَ الصَّدَقَةِ بِيَدِهِ

69۔ باب: حاکم کا صدقے کے اونٹوں کو اپنے ہاتھ سے داغ کر نشان لگانا

١٥٠٢۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: غَدَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، لِيُحَنِّكَهُ فَوَافَيْتُهُ فِي يَدِهِ الْمِيسَمُ يَسِمُ إِبِلَ الصَّدَقَةِ. [انظر: ٥٤٧٠، ٥٥٤٢، ٥٨٢٤۔ أخرجه مسلم: ٢١١٩، بدون تسمية عبد الله]

1502۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں سویرے سویرے عبداللہ بن ابی طلحہ (رضی اللہ عنہ) کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر گیا، تاکہ آپ اسے گھٹی دیں۔ میں نے آپ کو اس حال میں پایا کہ آپ کے ہاتھ میں داغ لگانے کا آلہ تھا، آپ صدقے کے اونٹوں کو نشان لگا رہے تھے۔

فوائد: 1 عبداللہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ ماں کی طرف سے انس رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے، دونوں مشہور انصاری صحابیہ اُم سُلیم رضی اللہ عنہا کے بیٹے تھے جنھوں نے پہلے خاوند کی جدائی کے بعد ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کر لیا تھا۔
2 گھٹی کا مطلب یہ ہے کہ بچہ پیدا ہونے پر کوئی شخص کھجور یا کوئی میٹھی چیز منہ میں چبا کر بچے کے منہ میں ڈال دے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم برکت حاصل کرنے کے لیے اپنے بچوں کو رسول اللہ ﷺ سے گھٹی دلوایا کرتے تھے اور آپ کے بعد بھی سنت سمجھ کر کسی نیک آدمی سے گھٹی دلانا مسلمانوں کا معمول رہا ہے۔ حصولِ برکت کے ساتھ اس کا ایک طبی پہلو بھی ہے کہ بچے کو پیدائش کے بعد مٹھاس کی شدید ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ آدمی کے منہ کے لعاب میں اللہ تعالیٰ نے بہت سی بیماریوں کا علاج رکھا ہے، مثلاً آپ اسے آنکھوں میں ڈالیں تو دکھتی ہوئی آنکھ ٹھیک ہو جاتی ہے، جیسا کہ خیبر کے موقع پر آپ نے علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں لعابِ دہن ڈالا تھا اور مسلسل ڈالنے سے بعض اوقات عینک تک اتر جاتی ہے۔ جسم پر کوئی زخم ہو یا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھوڑا اس پر تھوک لگایا جائے تو وہ ٹھیک ہو جاتا ہے۔ اب تو دنیا میں تھوک کے ساتھ نہایت مشکل بیماریوں کا علاج رواج پا رہا ہے۔ انگریزی میں اسے سلائیوا تھیراپی کہتے ہیں، یعنی علاج بلعاب الفم۔ اب بعض حضرات اسے صرف رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص سمجھتے ہیں، کیونکہ ان کے مطابق تبرک صرف آپ ﷺ کی اشیاء سے لیا جا سکتا ہے، کسی اور کے تھوک یا بالوں وغیرہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تبرک نہیں لیا، مگر گھٹی میں صرف تبرک ہی نہیں اور بھی بہت سے فائدے ہیں، اس لیے اسے سنت سمجھ کر کسی صالح شخص سے بچے کو گھٹی دلوانا درست ہے۔

3 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صدقے کے اموال تقسیم کرنے میں تاخیر کی جا سکتی ہے، کیونکہ اگر انھیں فوراً ہی تقسیم کرنا ضروری ہو تو انھیں داغ کر نشان لگانے کی کیا ضرورت ہے۔

4 "مِيْسَمٌ" "وَسَمَ يَسِمُ" سے اسم آلہ ہے، اصل اس کا "مِوْسَمٌ" ہے، نشان لگانے کا آلہ۔ یہ لوہے کا آلہ ہوتا ہے جسے گرم کر کے جانور کی ران یا پہلو یا کان پر لگا کر اپنا خاص نشان یا نمبر لگا دیا جاتا ہے۔ "كِتَابُ الذَّبَائِحِ (٥٥٤٢)" میں ایک اور سند کے ساتھ انس رضی اللہ عنہ سے روایت آ رہی ہے کہ انھوں نے آپ کو بھیڑ بکریوں کے کانوں پر نشان لگاتے ہوئے دیکھا اور وہاں چہرے پر داغ لگانے کی ممانعت بھی آئے گی۔ (فتح الباری)

5 داغ کے ساتھ نشان لگانے میں حکمت یہ ہے کہ اس کے ذریعے سے جانور کی پہچان مقرر ہو جاتی ہے جس سے مالک اپنے جانور کو دوسرے جانوروں میں پا کر اسے واپس لے سکتا ہے اور جس کسی کو وہ جانور ملے وہ اسے اس کے مالک تک پہنچا سکتا ہے۔ اگر داغ کے ذریعے نشان کی بجائے سرخ یا سبز رنگ کے ساتھ یا کسی گلے کے ہار وغیرہ کے ساتھ نشان لگایا جائے تو وہ ختم ہو سکتا ہے، مگر داغ کا نشان نہیں مٹتا۔

6 کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ داغنے سے جانور کو تکلیف ہوتی ہے اور ان کے خیال میں یہ مثلہ میں داخل ہے، اس لیے یہ جائز نہیں، مگر جب رسول اللہ ﷺ سے یہ عمل ثابت ہے تو اسے مثلہ قرار دینا بہت بڑی جسارت ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس سے جانور کو کچھ تکلیف ہوتی ہے، مگر اس کے فوائد بہت زیادہ ہیں جو تکلیف کے بغیر حاصل نہیں ہوتے، جیسا کہ اونٹوں کا اشعار ہے، یعنی انھیں بٹھا کر کوہان کی ایک جانب چھری کے ساتھ زخم لگا دیا جاتا ہے، تاکہ اس پر نشان لگ جائے کہ یہ مکہ مکرمہ میں قربانی کے لیے جا رہا ہے۔ اس زخم کی تکلیف کے مقابلے میں جانور کو راستے میں مسلمانوں کی طرف سے جو اکرام، تعظیم اور خدمت حاصل ہوتی ہے وہ بہت زیادہ ہے۔ اس کی ایک اور مثال ختنہ ہے جس سے بچے کو یقیناً تکلیف ہوتی ہے، مگر اس سے حاصل ہونے والے فوائد کہیں زیادہ ہیں جو اس تکلیف سے گزرنے کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے۔

7 امامِ وقت کو صدقے کے اموال کی حفاظت اور مسلمانوں کے دوسرے معاملات کا بذات خود خیال رکھنا چاہیے اور نبی ﷺ کا کسی اور کو کہنے کی بجائے اپنے ہاتھوں سے اس کام کی مشقت اٹھانا آپ کی تواضع کی اور تکبر سے پاک ہونے کی دلیل ہے۔ (ملخص فتح الباری)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَبْوَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ

صدقۂ فطر کے ابواب

٧٠۔ بَابُ فَرْضِ صَدَقَةِ الْفِطْرِ

وَرَأَى أَبُو الْعَالِيَةِ وَعَطَاءٌ وَابْنُ سِيرِينَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ فَرِيضَةً .

١٥٠٣- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ السَّكَنِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَهْضَمٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى وَالصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ.[انظر: ١٥٠٤، ١٥٠٧، ١٥٠٩، ١٥١١، ١٥١٢- أخرجه مسلم: ٩٨٤، وأخرجه: ٩٨٦ مقطعًا]

70۔ باب: صدقۂ فطر کا فرض ہونا

اور ابو العالیہ، عطا اور ابن سیرین نے صدقۂ فطر کو فرض قرار دیا ہے۔

1503۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں میں سے ہر غلام، آزاد، مرد، عورت اور چھوٹے بڑے پر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو زکاۃ الفطر فرض فرمائی اور آپ نے اس کے متعلق حکم دیا کہ اسے لوگوں کے نماز کے لیے نکلنے سے پہلے ادا کیا جائے۔

فوائد: 1 " زَكَاةُ الْفِطْرِ " یا " صَدَقَةُ الْفِطْرِ ": "فطر" کا معنی روزہ کھولنا یا روزہ نہ رکھنا ہے۔ رمضان پورا ہونے پر ہر مسلمان پر غلام ہو یا آزاد، مرد ہو یا عورت، چھوٹا ہو یا بڑا ایک صاع غلہ صدقہ کرنا فرض ہے۔ رمضان کے روزے ختم ہونے پر یہ صدقہ فرض ہونے کی وجہ سے اسے " زَكَاةُ الْفِطْرِ " یا " صَدَقَةُ الْفِطْرِ " کہا جاتا ہے۔ دوسرے تمام صدقات اموال پر واجب ہوتے ہیں، مگر یہ مسلمانوں کی ذات پر واجب ہوتا ہے۔ یہ صدقہ غلام اور چھوٹے بچوں پر بھی فرض ہے، مگر اسے ان کے سرپرست ادا کریں گے، کیونکہ وہ خود ادا نہیں کر سکتے۔

2 صدقۂ فطر کے فرض ہونے کی دلیل ایک تو اس حدیث میں " فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الفاظ ہیں، پھر صحیح احادیث میں اس کے لیے " زَكَاةُ الْفِطْرِ " کے الفاظ آئے ہیں، اس لیے یہ " اٰتُوا الزَّكٰوةَ " کے حکم میں داخل ہے۔ اس کے علاوہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں " أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ " [بخاري : ١٥٠٧] کے الفاظ اس کے فرض ہونے کی دلیل ہیں۔

3 امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی آگے آنے والی حدیث کو الگ الگ ابواب قائم کر کے مختلف سندوں سے لا کر ان سے متعدد مسائل کا استنباط کیا ہے۔ بعض مسائل کے لیے باب قائم نہیں کیا، بلکہ انھیں پڑھنے والے کی سمجھ پر چھوڑ دیا ہے، تاکہ وہ امام بخاری کے نکالے ہوئے مسائل کی طرح خود بھی مزید مسائل نکالنے کی کوشش کرے۔

٧١- بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ عَلَى الْعَبْدِ وَغَيْرِهِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ

71- باب: صدقۂ فطر کا سب مسلمانوں حتیٰ کہ غلاموں پر بھی فرض ہونا

١٥٠٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَرَضَ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ، عَلَى كُلِّ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ، ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى مِنَ الْمُسْلِمِينَ . [راجع : ١٥٠٣- أخرجه مسلم : ٩٨٤، و بقطعة لم ترد في هذه الطريق برقم : ٩٨٦]

1504- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں میں سے ہر آزاد یا غلام اور مرد یا عورت پر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو زکاۃ الفطر مقرر فرمائی۔

فائدہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صدقۃ الفطر فرض ہونے کے لیے کسی مسلمان کا نہ آزاد ہونا ضروری ہے نہ صاحبِ نصاب ہونا، بلکہ یہ ہر ایسے شخص پر واجب ہے جو ایک صاع غلہ دے سکتا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اسے ہر مسلمان پر فرض فرمایا ہے، صاحبِ نصاب ہونے کی شرط نہیں لگائی۔ البتہ بچوں، غلاموں اور اہلِ خانہ کی طرف سے ان کا سرپرست ادا کرے گا۔ اگر کوئی مسکین ہو تو دوسرے مسلمانوں کے دیے ہوئے صدقۂ فطر میں سے اپنا اور اپنے اہل و عیال کا صدقہ نکالے۔ بالفرض اگر کوئی ایسا مسکین ہے جس کے پاس ایک صاع کی استطاعت بھی نہیں اور دوسرے مسلمانوں کی طرف سے بھی اسے کچھ نہیں ملا تو وہ " لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا " [البقرة : ٢٨٦] کے مطابق معذور ہے۔

٧٢- بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ صَاعٌ مِنْ شَعِيرٍ

72- باب: صدقۂ فطر جو کا ایک صاع

١٥٠٥- حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ زَيْدِ ابْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِي

1505- ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ہم صدقۂ (فطر) ایک صاع جو نکالا کرتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : كُنَّا نُطْعِمُ الصَّدَقَةَ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ . [انظر : ١٥٠٦، ١٥٠٨، ١٥١٠- أخرجه مسلم : ٩٨٥ مطولاً بذكر معاوية]

٧٣- بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ

73- باب: صدقۂ فطر کھانے کی جنس کا ایک صاع ہے

١٥٠٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ الْعَامِرِيِّ : أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ : كُنَّا نُخْرِجُ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ أَقِطٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ . [راجع : ١٥٠٥- أخرجه مسلم : ٩٨٥ بذكر معاوية]

1506- ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ہم زکاۃ الفطر کھانے کی جنس سے ایک صاع یا جو سے ایک صاع یا کھجور سے ایک صاع یا پنیر سے ایک صاع یا کشمش یا منقیٰ سے ایک صاع نکالا کرتے تھے۔

٧٤- بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ

74- باب: صدقۂ فطر کھجور سے ایک صاع ادا کرنا

١٥٠٧- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ قَالَ : أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ . قَالَ عَبْدُ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : فَجَعَلَ النَّاسُ عِدْلَهُ مُدَّيْنِ مِنْ حِنْطَةٍ . [راجع : ١٥٠٣- أخرجه مسلم : ٩٨٤، ٩٨٦، بقطعة لم ترد في هذه الطريق]

1507- عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ نے کھجور سے ایک صاع یا جو سے ایک صاع زکاۃ الفطر کا حکم دیا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر لوگوں نے گندم کے دو مُد کو اس کے برابر قرار دے لیا۔

٧٥- بَابُ صَاعٍ مِنْ زَبِيبٍ

75- باب: کشمش یا منقیٰ سے ایک صاع

١٥٠٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُنِيرٍ، سَمِعَ يَزِيدَ

1508- ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْعَدَنِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، قَالَ : حَدَّثَنِي عِيَاضُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : كُنَّا نُعْطِيهَا فِي زَمَانِ النَّبِيِّ ﷺ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ، فَلَمَّا جَاءَ مُعَاوِيَةُ وَجَاءَتِ السَّمْرَاءُ قَالَ : أُرَى مُدًّا مِنْ هٰذَا يَعْدِلُ مُدَّيْنِ . [راجع : ١٥٠٥- أخرجه مسلم : ٩٨٥، بزيادة "فأما أنا فلا أزال أخرجه كذلك"]

ہم نبی ﷺ کے زمانے میں صدقۂ فطر کھانے کی جنس سے ایک صاع یا کھجور سے ایک صاع یا جو سے ایک صاع یا کشمش یا منقیٰ سے ایک صاع دیا کرتے تھے، پھر جب معاویہ رضی اللہ عنہ آئے اور گندم آ گئی تو انھوں نے کہا: میں سمجھتا ہوں کہ اس (گندم) کا ایک مد دوسری چیزوں کے دو مد کے برابر ہے۔

فوائد: 1 صدقۂ فطر کن چیزوں سے دیا جائے؟: جو جنس لوگ بطور خوراک استعمال کرتے ہیں اس میں سے صدقۂ فطر ادا کیا جا سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں لوگ عموماً جو، کھجور، منقیٰ اور پنیر کھاتے تھے، اس لیے آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو انھی اجناس سے صدقۂ فطر ادا کرنے کا حکم دیا۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: « كُنَّا نُخْرِجُ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ، وَقَالَ أَبُوْ سَعِيْدٍ : وَكَانَ طَعَامَنَا الشَّعِيْرُ وَالزَّبِيْبُ وَالْأَقِطُ وَالتَّمْرُ » [بخاري : ١٥١٠] ''ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں فطر کے دن طعام کا ایک صاع دیا کرتے تھے اور اس وقت ہمارا طعام جو، کھجور، منقیٰ اور پنیر تھا۔'' معاویہ رضی اللہ عنہ حج یا عمرہ کے لیے آئے تو منبر پر لوگوں سے گفتگو فرمائی اور فرمایا: میں سمجھتا ہوں کہ شام کی گندم کے دو مُد (آدھا صاع) کھجور کے ایک صاع کے برابر ہیں۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں تو ہمیشہ اسی طرح نکالتا رہوں گا جیسے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں (ایک صاع) نکالتا تھا۔'' [مسلم : ۱۸/۹۸۵] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک صاع کھجور کے مقابلے میں آدھا صاع گندم معاویہ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد ہے، ورنہ وہ یا کوئی اور صحابی رسول اللہ ﷺ سے یہ بات ضرور نقل فرماتے کہ گندم کا آدھا صاع دوسری چیزوں کے ایک صاع کے برابر ہے۔ اسی لیے ابو سعید خدری اور ابن عمر رضی اللہ عنہم ہر جنس میں سے صدقہ ایک صاع ہی سمجھتے تھے اور گندم کے آدھے صاع کو لوگوں کی اپنی رائے قرار دیتے تھے، جیسا کہ زیر شرح حدیث میں ہے۔

سنن کی بعض احادیث میں رسول اللہ ﷺ سے ہر دو آدمیوں کی طرف سے گندم کا ایک صاع دینے کا ذکر بھی آیا ہے، اگرچہ بعض اہل علم نے انھیں صحیح فرمایا ہے، مگر اکثر اہل علم کے نزدیک وہ صحیح نہیں۔ امام بیہقی فرماتے ہیں: نبی ﷺ سے ایک صاع گندم دینے کی احادیث بھی آئی ہیں اور نصف صاع دینے کی بھی، مگر ان میں سے کوئی بھی صحیح نہیں۔ میں نے ان میں سے ہر ایک کی علت ''الخلافیات'' میں بیان کر دی ہے اور ہمیں ابو سعید خدری اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت پہنچی ہے کہ گندم کے نصف صاع کو جو کے ایک صاع کے برابر نبی ﷺ کے بعد قرار دیا گیا ہے۔ [السنن الكبرى للبيهقي : ٧٧١١]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبید اللہ رحمانی ﷫ نے بھی نصف صاع کی تمام مرفوع احادیث کو اہل علم بالحدیث کے نزدیک مدخول قرار دیا ہے (یعنی ان میں خرابی ہے)۔[دیکھیے مرعاۃ المفاتیح : ۱۸۳۱]اس لیے بہتر یہی ہے کہ گندم میں سے بھی ایک صاع ہی صدقہ دیا جائے، خصوصاً اس لیے کہ صحابہ کرام ﷢ نے یا اگر ثابت ہو تو رسول اللہ ﷺ نے گندم کا نصف صاع اس لیے مقرر کیا تھا کہ مدینہ میں گندم کھجور سے بہت مہنگی تھی اور ہمارے ہاں وہ کھجور سے کہیں سستی ہے۔ اس لیے " صَاعًا مِنْ طَعَامٍ " کے مطابق جو جنس بھی لوگوں کا طعام ہو اس میں سے ایک صاع صدقۂ فطر دینا چاہیے، خواہ گندم ہو یا جو، مکئی ہو یا چاول، چنے ہوں یا جوار اور باجرا وغیرہ۔

2 صاع تولنے کا پیمانہ نہیں بلکہ ماپنے کا پیمانہ ہے، جسے پنجابی میں "ٹوپہ" کہتے ہیں۔ ایک صاع میں چار مُد ہوتے ہیں، پنجابی میں مُد کو "پڑوپی" کہا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ صاع سے ماپی جانے والی ہر جنس کا وزن ایک نہیں ہو سکتا، بلکہ جو جنس بھاری ہو گی وہ زیادہ آئے گی، جیسا کہ گندم یا چاول ہیں اور جو ہلکی ہو گی وہ کم آئے گی، مثلاً جو یا مکئی۔ " رِسَالَةُ الزَّكَاةِ " کے مصنف ڈاکٹر عبد اللہ بن محمد الطیار نے اپنا تجربہ لکھا ہے کہ "گندم" اور "جو" کے وزن میں 28 : 23 کی نسبت ہوتی ہے۔ کتب احادیث میں رسول اللہ ﷺ کے صاع کا اندازہ پانچ رطل اور ایک رطل کا تیسرا حصہ بیان ہوا ہے جو اگرچہ عام طور پر اڑھائی کلو مشہور ہے، مگر تحقیق یہ ہے کہ وہ گندم میں سے دو کلو سے زیادہ نہیں، کیونکہ یہ بات طے شدہ ہے کہ ایک صاع میں چار مُد ہوتے ہیں۔ " مَدَّ يَمُدُّ مَدًّا " کا معنی "پھیلانا" ہے، عربی لغت کی معروف و معتبر کتاب "القاموس المحیط" میں لکھا ہے: " اَلصَّاعُ أَرْبَعَةُ أَمْدَادٍ، كُلُّ مُدٍّ رِطْلٌ وَثُلُثٌ، قَالَ الدَّاوُدِيُّ : مِعْيَارُهُ الَّذِيْ لَا يَخْتَلِفُ أَرْبَعُ حَفَنَاتٍ بِكَفَّيِ الرَّجُلِ الَّذِيْ لَيْسَ بِعَظِيْمِ الْكَفَّيْنِ وَلَا صَغِيْرِهِمَا، إِذْ لَيْسَ كُلُّ مَكَانٍ يُوْجَدُ فِيْهِ صَاعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اِنْتَهٰى . وَجَرَّبْتُ ذٰلِكَ فَوَجَدْتُهُ صَحِيْحًا . " "یعنی صاع کے چار مُد ہوتے ہیں، ہر مُد ایک رطل اور تہائی رطل ہوتا ہے (صاع پانچ رطل اور تہائی رطل کا)۔ داودی نے فرمایا کہ اس کا معیار جو مختلف نہیں ہوتا ایسے آدمی کے دونوں ہاتھوں کی چار لپیں ہیں جس کی ہتھیلیاں نہ بڑی ہوں نہ چھوٹی، کیونکہ ہر ایک جگہ نبی ﷺ کا صاع نہیں مل سکتا۔ (صاحب قاموس فرماتے ہیں:) میں نے اس کا تجربہ کیا تو اسے صحیح پایا (یعنی ایسی چار لپیں پانچ رطل اور تہائی رطل کے برابر ہوتی ہیں)۔" اسلام دینِ فطرت ہے اور اس کے مقرر کردہ پیمانے بھی سادہ اور فطری ہیں۔ سعودی عرب کے مشہور مفتی شیخ عبد العزیز بن باز ﷫ اور ان کے ساتھ ہیئۃ کبار العلماء کے اراکین نے یہی فرمایا ہے کہ صدقۂ فطر ادا کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ معتدل ہاتھوں والا آدمی دونوں ہاتھوں کی لپیں چار دفعہ بھر کر دے دے۔ یہ مقدار ہمارے تجربے کے مطابق گندم میں سے دو کلو ہے۔ ہر شخص خود بھی تجربہ کر سکتا ہے۔ ہلکی اجناس کا وزن اس سے بھی کم ہو گا، تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

3 صدقۂ فطر میں غلے کی بجائے قیمت ادا کرنا: رسول اللہ ﷺ نے صدقۂ فطر طعام میں سے ایک صاع مقرر فرمایا ہے، جس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرح بکریوں میں سے بکریاں اور اونٹوں میں سے اونٹ مقرر فرمائے ہیں۔ اس لیے جس شخص کے پاس گندم، چاول، آٹا، مکئی یا کوئی بھی جنس موجود ہو جو اس کی خوراک ہے اسے اس جنس میں سے صدقۂ فطر ادا کرنا چاہیے، اس کی قیمت نہیں دینی چاہیے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا حکم یہی ہے کہ طعام کا ایک صاع صدقۂ فطر دیا جائے۔ البتہ اگر کسی کے گھر میں طعام کی جنس موجود نہ ہو تو جو جنس وہ بطور خوراک استعمال کرتا ہے، مثلاً گندم یا چاول وغیرہ اس کی قیمت ادا کر دے، اس کے لیے خرید کر دینا ضروری نہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کے ذمے بنتِ لبون (دو سالہ اونٹنی) صدقے میں دینا ہو، مگر اس کے پاس بنتِ مخاض (ایک سالہ اونٹنی) ہو تو اس سے وہی لے لی جائے اور وہ اس کے ساتھ بیس درہم یا دو بکریاں ادا کر دے۔ [دیکھیے بخاري : ۱٤٥۳] امام بخاری نے '' بَابُ الْعَرْضِ فِي الزَّكَاةِ '' میں زکاۃ قیمت کی صورت میں ادا کرنے کے اور دلائل بھی ذکر فرمائے ہیں۔

4 امام بخاری رحمہ اللہ نے حدیث میں مذکور ہر جنس کے لیے الگ باب قائم کیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک ان اجناس میں سے کوئی بھی جنس دے سکتا ہے، خواہ وہ مہنگی ہو یا سستی۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ جو وہ خود کھاتا ہو وہی دے، نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ جو جو جنس کھاتا ہے سب کی قیمت کا اوسط نکال کر دے، بلکہ کھانے کی کسی بھی جنس میں سے صدقۂ فطر ادا کر دے تو کافی ہے، البتہ اس میں شک نہیں کہ کوئی شخص زیادہ قیمتی جنس سے صدقۂ فطر ادا کرے تو زیادہ اجر پائے گا، جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ﴾ [البقرة : ۱۸٤] ''پھر جو شخص خوشی سے کوئی نیکی کرے تو وہ اس کے لیے بہتر ہے۔''

۷٦۔ بَابُ الصَّدَقَةِ قَبْلَ الْعِيدِ

76۔ باب: عید سے پہلے صدقہ ادا کرنا

۱۵۰۹۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ . [راجع : ۱۵۰۳۔ أخرجه مسلم : ۹۸٦، و بقطعة لم ترد في هذه الطريق برقم : ۹۸٤]

1509۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے لوگوں کے نماز کے لیے نکلنے سے پہلے زکاۃ الفطر ادا کرنے کا حکم دیا۔

فائدہ یہ حدیث (۱۵۰۳) میں گزر چکی ہے۔

۱۵۱۰۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو عُمَرَ، عَنْ زَيْدٍ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ

1510۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں عید الفطر کے دن

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : كُنَّا نُخْرِجُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ .

طعام (کھانے کی جنس) میں سے ایک صاع نکالا کرتے تھے۔

وَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ : وَكَانَ طَعَامَنَا الشَّعِيرُ وَالزَّبِيبُ وَالْأَقِطُ وَالتَّمْرُ . [راجع : ١٥٠٥ـ أخرجه مسلم : ٩٨٥ باختلاف]

اور ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمارے کھانے کی اجناس جو، منقی، پنیر اور کھجوریں تھیں۔

فائدہ: یہ حدیث (۱۵۰۵) میں گزر چکی ہے۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوا کہ صدقۃ الفطر عید کے دن ادا کرنا ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ نمازِ عید سے پہلے ادا کرنا ضروری ہے، اس لیے اگر کوئی شخص نماز کے بعد صدقۂ فطر دے تو وہ ادا نہیں ہوگا، البتہ اگر کچھ دن پہلے اس کا اہتمام کر لیا جائے تو بہتر ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں رسول اللہ ﷺ کے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو زکاۃ الفطر کے لیے پہرے پر مقرر کرنے کا ذکر ہے اور یہ بھی کہ شیطان تین دن چوری کے لیے آتا رہا اور آخری بار آیت الکرسی بتا کر رہا ہوا۔ بعض اہلِ علم نے اس سے عجیب استدلال کیا ہے کہ صدقۂ فطر عید کے بعد کے دنوں میں بھی تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ان کے کہنے کے مطابق ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ پہرا رمضان کے بعد دے رہے تھے، حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا عام معمول صدقات اور دوسرے اموال کو جلد از جلد تقسیم کر دینے کا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کا مساکین کی عید کی ضروریات کے موقع پر اسے بعد کے لیے رکھ چھوڑنا سمجھ میں نہیں آتا۔ (واللہ اعلم) عید کے دن سے پہلے اسے جمع کرنے کی دلیل ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث بھی ہے جو اس کے بعد والے باب میں آ رہی ہے۔ اب بھی جہاں تک ہو سکے صدقۂ فطر مساجد میں اجتماعی طور پر جمع کر کے عید سے پہلے ہی مستحقین میں تقسیم کرنا چاہیے۔

٧٧ـ بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ عَلَى الْحُرِّ وَالْمَمْلُوكِ

77۔ باب: صدقۂ فطر آزاد اور غلام سب پر فرض ہے

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِي الْمَمْلُوكِينَ لِلتِّجَارَةِ : يُزَكَّى فِي التِّجَارَةِ وَيُزَكَّى فِي الْفِطْرِ .

اور زہری نے کہا: تجارت کے مال کے طور پر رکھے ہوئے غلاموں میں مالِ تجارت ہونے کی زکاۃ بھی دی جائے اور زکاۃ الفطر بھی دی جائے۔

١٥١١ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: فَرَضَ النَّبِيُّ ﷺ صَدَقَةَ الْفِطْرِ ـ

1511۔ نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے صدقۂ فطر یا کہا کہ صدقۂ رمضان ہر مرد، عورت اور آزاد، غلام پر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو مقرر فرمایا، پھر لوگوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

أَوْ قَالَ : رَمَضَانَ – عَلَى الذَّكَرِ وَالْأُنْثَى وَالْحُرِّ وَالْمَمْلُوكِ ، صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ ، فَعَدَلَ النَّاسُ بِهِ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ ، فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يُعْطِي التَّمْرَ، فَأَعْوَزَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ مِنَ التَّمْرِ، فَأَعْطَى شَعِيرًا، فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُعْطِي عَنِ الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ، حَتَّى إِنْ كَانَ يُعْطِي عَنْ بَنِيَّ ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يُعْطِيهَا الَّذِينَ يَقْبَلُونَهَا، وَكَانُوا يُعْطُونَ قَبْلَ الْفِطْرِ بِيَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ . [راجع : ١٥٠٣ ـ أخرجه مسلم : ٩٨٤ مختصرًا، وأخرجه : ٩٨٦ بقطعة لم ترد في هذه الطريق]

نے گندم کا نصف صاع اس کے برابر کر دیا۔ چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کھجور دیا کرتے تھے، ایک دفعہ اہلِ مدینہ کھجوروں کے محتاج ہو گئے تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جَو دیے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما (صدقۂ فطر) چھوٹے بڑے سب کی طرف سے دیا کرتے تھے، حتیٰ کہ وہ میرے بیٹوں کی طرف سے بھی دیا کرتے تھے۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما ان لوگوں کو دیتے تھے جو اسے قبول کرتے تھے اور لوگ عید سے ایک دو دن پہلے دیا کرتے تھے۔

فوائد: 1 اس حدیث کے فوائد (۱۵۰۳) اور (۱۵۰۴) میں گزر چکے ہیں۔ صحیح بخاری کے صغانی کے نسخہ میں ہے: «قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ: بَنِيَّ يَعْنِي بَنِي نَافِعٍ، قَالَ: كَانُوْا يُعْطُوْنَ لِيُجْمَعَ لَا لِلْفُقَرَاءِ» ''ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: میرے بیٹوں سے مراد نافع کے بیٹے ہیں۔ (نافع رحمہ اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام تھے اور انھی کے ساتھ رہتے تھے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما حسنِ سلوک کے لیے ان کے بیٹوں کی طرف سے بھی صدقۂ فطر دیا کرتے تھے) بخاری نے کہا: ''ان لوگوں کو دیتے تھے جو اسے قبول کرتے تھے'' کا مطلب یہ ہے کہ ان عُمّال کو دیتے تھے جو جمع کرنے کے لیے قبول کرتے تھے، یہ مطلب نہیں کہ وہ ان فقراء کو دیتے تھے جو اسے قبول کریں۔'' (فتح الباری) امام بخاری رحمہ اللہ کی تشریح سے معلوم ہوا کہ صدقۂ فطر جمع کرنے والے عُمّال کو دینا چاہیے، یہ نہیں کہ آدمی ان فقیروں کو دینا شروع کر دے جو لوگوں سے لے رہے ہوں۔ تحقیق کی ضرورت نہیں کہ وہ مستحق ہیں یا نہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق تو ایسے لوگ مسکین ہیں ہی نہیں، بلکہ ان کا تو پیشہ ہے، انھوں نے تو کمائی کر ہی لینی ہے، ایسے لوگوں کو دینے کا نتیجہ اصل مساکین کا محروم رہنا ہے، جن کا گزارا نہیں چلتا اور وہ مانگتے بھی نہیں۔ البتہ ایک جگہ جمع کرنے کے بعد اسے اصل مستحقین کو پہنچانا ممکن ہے اور اسی پر عمل ہونا چاہیے۔

2 امام زہری رحمہ اللہ کا مطلب یہ ہے کہ غلام اگر تجارت کے لیے ہوں تو اگر وہ کافر ہیں تو صرف ان کی مالیت پر زکاۃ فرض ہے، ان پر صدقۂ فطر نہیں اور اگر وہ مسلمان ہیں تو ان کی مالیت کی زکاۃ بھی دی جائے گی اور ان کی طرف سے صدقۂ فطر بھی دیا جائے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٧٨- بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ عَلَى الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ

78- باب: صدقہ فطر چھوٹے بڑے سب پر فرض ہے

١٥١٢- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَدَقَةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، عَلَى الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ، وَالْحُرِّ وَالْمَمْلُوكِ. [راجع: ١٥٠٣- أخرجه مسلم: ٩٨٤، وأخرجه أيضًا: ٩٨٦ بقطعة لم ترد في هذه الطريق]

1512- ابن عمر ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر ہر چھوٹے، بڑے اور آزاد، غلام پر ایک صاع جو یا ایک صاع کھجور سے فرض فرمایا۔

فائدہ: گزشتہ احادیث میں اس کی شرح گزر چکی ہے۔

[تَمَّ كِتَابُ الزَّكَاةِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

٢٥۔ كِتَابُ الْحَجِّ

حج کی کتاب

امام بخاری ﷫ نے "كِتَابُ الصَّلَاةِ" اور "كِتَابُ الزَّكَاةِ" کے بعد "كِتَابُ الصَّوْمِ" کی بجائے "كِتَابُ الْحَجِّ" کا ذکر کیا ہے، "كِتَابُ الصَّوْمِ" کا ذکر اس کے بعد کیا ہے۔ حافظ ﷫ نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ عبادات کچھ بدنی ہیں، کچھ مالی اور کچھ بدنی اور مالی کی جامع ہیں، اس لیے امام صاحب نے پہلے بدنی عبادت نماز کا ذکر کیا، پھر مالی عبادت زکاۃ کا، پھر حج کا، کیونکہ یہ بدنی اور مالی دونوں عبادتوں کی جامع ہے۔ روزے کا ذکر اس کے بعد اس لیے کیا ہے کہ اس میں نہ بدنی عمل ہے نہ مالی، بلکہ وہ فجر سے مغرب تک کھانے پینے اور جماع کے ترک کا نام ہے۔ صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں "كِتَابُ الصَّوْمِ" کا ذکر "كِتَابُ الْحَجِّ" سے پہلے ہے، مگر وہ درست نہیں۔ امام بخاری کی ترتیب ابن عمر ﷜ کی اس حدیث کے بھی مطابق ہے جو "كِتَابُ الْإِيمَانِ (٨)" میں گزری ہے۔

لفظ "حَجٌّ" لغت میں حاء کے فتحہ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے اور کسرہ کے ساتھ بھی، اس کا لفظی معنی قصد کرنا ہے اور مراد شریعت کے بتائے ہوئے اعمال کی ادائیگی کے لیے بیت اللہ کا قصد کرنا ہے۔

١۔ بَابُ وُجُوبِ الْحَجِّ وَفَضْلِهِ

1۔ باب: حج کا واجب ہونا اور اس کی فضیلت

وَقَوْلِ اللَّهِ: ﴿وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ﴾ [آل عمران: ٩٧]

اور اللہ کا فرمان ہے: "اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج (فرض) ہے جو اس کی طرف کسی راستے کی طاقت رکھے اور جو نہ مانے تو یقیناً اللہ سارے جہانوں سے بے نیاز ہے۔"

فوائد: 1 محدثین کی اصطلاح میں فرض اور واجب ایک ہی چیز ہے، اس لیے حج کے وجوب سے مراد حج کی فرضیت ہے۔ حج ان پانچ ارکان اسلام میں سے ہے جو ہر مسلمان پر فرض ہیں، جن کی فرضیت بلکہ جن کے اسلام کی بنیاد ہونے پر پوری امت متفق ہے اور جن کا فرض ہونا کسی غور و فکر کے بغیر سب کو معلوم ہے، اس لیے ان میں سے کسی ایک کے انکار سے آدمی مرتد ہو جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

2 حج کب فرض ہوا؟ قرآن مجید کی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سنہ ۶ ہجری سے پہلے فرض ہو چکا تھا، کیونکہ حدیبیہ کے موقع پر سنہ ۶ ہجری میں یہ آیت اتری: ﴿ وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ﴾ [البقرة : ۱۹۶] ''اور حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے پورا کرو۔'' ظاہر ہے فرض عمل کا پورا کرنا ہی فرض ہوتا ہے۔ جو عمل نفل ہو، خواہ نماز ہو یا روزہ یا کوئی اور عمل، نہ اس کا شروع کرنا فرض ہے، نہ ہی اسے پورا کرنا یا اس کی قضا دینا فرض ہے، دلائل اپنے مقام پر مذکور ہیں۔ بہت سے اہلِ علم کا کہنا ہے کہ حج سنہ ۹ ہجری میں فرض ہوا، اس کی دلیل وہ یہ دیتے ہیں کہ حج کے فرض ہونے کی صریح آیت '' وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا '' (اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج فرض ہے جو اس کی طرف راستے کی طاقت رکھے) سورۂ آل عمران کی آیت (۹۷) ہے، جو مدنی ہے اور اس کی پہلی تراسی (۸۳) آیات وفدِ نجران کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، جو سنہ ۹ ہجری میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ (فتح القدیر) مگر مفسر ابن عاشور کی تحقیق یہ ہے کہ یہ وفد تقریباً سنہ ۳ ہجری میں آیا ہے، کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ یہ سورت مدنی سورتوں کی ابتدائی سورتوں میں سے ہے اور نزول کے اعتبار سے کل سورتوں میں اس کا نمبر ۴۸ واں ہے۔ سنہ ۹ ہجری میں نازل ہونے کا دعویٰ کرنے والوں کی غلطی کا باعث یہ ہے کہ وفود کا سال یہی تھا، حالانکہ وفدِ نجران اس سے بہت پہلے آ چکا تھا۔ مفصل بحث '' اَلتَّحْرِيْرُ وَالتَّنْوِيْرُ '' میں ملاحظہ فرمائیں۔ حافظ رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ جمہور کا کہنا یہی ہے کہ حج سنہ ۶ ہجری میں فرض ہوا۔

3 مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا : یہاں '' سَبِيْلًا '' نکرہ ہے، یعنی اللہ کے لیے بیت اللہ کا حج ہر اس شخص پر فرض ہے جو اس کی طرف کسی راستے کی طاقت رکھتا ہو، خواہ بری راستہ ہو یا بحری یا فضائی، پھر خواہ پیدل پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو یا سواری پر یا دونوں طرح طاقت رکھتا ہو۔ اگر قریب ہے تو صرف پیدل چلنے کی طاقت اور خرچہ موجود ہونے کی شرط ہے اور اگر دور ہو تو سواری اور سفر کے خرچ کی شرط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں دونوں کا ذکر فرمایا ہے: ﴿ وَ اَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ﴾ [الحج : ۲۷] ''اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دے، وہ تیرے پاس پیدل اور ہر لاغر سواری پر آئیں گے، جو ہر دور دراز راستے سے آئیں گی۔'' اگر کسی کے پاس مالی استطاعت ہے مگر جسمانی استطاعت نہیں تب بھی اس پر حج فرض ہے اور اسے لازم ہے کہ وہ کسی اور کو اپنی جگہ حج کروائے۔ جس نے پہلے اپنا حج کیا ہوا ہو، جیسا کہ شُبْرُمہ والی حدیث میں ہے۔ جسمانی طاقت نہ ہونے کی وجہ سے اسے اللہ تعالیٰ کا فریضۂ حج معاف نہیں ہوگا بلکہ اس کے ذمے قرض رہے گا، جیسا کہ آگے احادیث میں آ رہا ہے کہ وہ اللہ کا قرض ہے۔ اس لیے فوت ہو جانے کے بعد دوسرے قرضوں سے پہلے اس کی طرف سے حج کا اہتمام کیا جائے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((دَيْنُ اللّٰهِ أَحَقُّ أَنْ يُقْضٰى)) [بخاري : ۱۹۵۳] ''اللہ کا قرض ادا کرنا زیادہ حق رکھتا ہے۔'' اور جس کے پاس جسمانی طاقت تو ہو مگر مالی طاقت نہ ہو، مثلاً اس کے پاس سواری کا خرچہ نہ ہو یا سفر کے دوران اور حرم میں رہنے کے دنوں کا خرچہ نہ ہو یا اس دوران گھر والوں کے لیے خرچہ نہ ہو تو اس پر حج فرض نہیں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

١٥١٣ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ الْفَضْلُ رَدِيفَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَجَاءَتِ امْرَأَةٌ مِنْ خَثْعَمَ، فَجَعَلَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا وَتَنْظُرُ إِلَيْهِ، وَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَصْرِفُ وَجْهَ الْفَضْلِ إِلَى الشِّقِّ الْآخَرِ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ فَرِيضَةَ اللَّهِ عَلَى عِبَادِهِ فِي الْحَجِّ أَدْرَكَتْ أَبِي شَيْخًا كَبِيرًا، لَا يَثْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ، أَفَأَحُجُّ عَنْهُ؟ قَالَ: «نَعَمْ» وَذَلِكَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ. [انظر: ١٨٥٤، ١٨٥٥، ٤٣٩٩، ٦٢٢٨۔ أخرجه مسلم: ١٣٣٤]

1513۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فضل (بن عباس) رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سواری پر سوار تھے کہ خثعم قبیلے کی ایک عورت آئی، فضل رضی اللہ عنہ اس کی طرف دیکھنے لگے اور وہ فضل رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھنے لگی اور نبی ﷺ فضل کا چہرہ دوسری طرف پھیرنے لگے۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں پر حج کے فریضے نے میرے والد کو اس حال میں پایا ہے کہ وہ بہت زیادہ بوڑھے ہیں، سواری پر جم کر نہیں بیٹھ سکتے، تو کیا میں ان کی طرف سے حج کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں!'' اور یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔

فوائد 1 باب میں حج کے وجوب اور اس کی فضیلت کا ذکر ہے، آیت ''وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ'' بندوں پر حج کے فرض ہونے کی واضح دلیل ہے اور حدیث میں خثعمی عورت کا حج کو '' فَرِيضَةُ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهِ '' کہنا اور رسول اللہ ﷺ کا خاموش رہ کر اس کی تصدیق کرنا بھی اس کی فرضیت کی دلیل ہے۔ اس کے علاوہ حج کا پانچ ارکانِ اسلام میں سے ہونا سب کو معلوم ہے۔ رہی اس کی فضیلت تو وہ مشہور ہی ہے، خصوصاً یہ کہ آیت میں حج کے ترک پر شدید وعید آئی ہے اور اسے کفر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حافظ ابن کثیر نے اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابوبکر اسماعیلی کی روایت ذکر کی ہے: «عَنْ أَبِيْ عَمْرٍو الْأَوْزَاعِيِّ، حَدَّثَنِيْ إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي الْمُهَاجِرِ، حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ غَنْمٍ أَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: مَنْ أَطَاقَ الْحَجَّ فَلَمْ يَحُجَّ، فَسَوَاءٌ عَلَيْهِ يَهُوْدِيًّا مَاتَ أَوْ نَصْرَانِيًّا» ''عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: جو شخص حج کی طاقت رکھتا ہو، پھر حج نہ کرے تو اس کے لیے برابر ہے کہ یہودی ہونے کی حالت میں مرے یا نصرانی ہونے کی حالت میں۔'' ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا: یہ سند عمر رضی اللہ عنہ تک صحیح ہے۔

2 خثعمیہ کی حدیث سے حج کی فضیلت اس بات سے ظاہر ہے کہ جو شخص حج کا سفر کر ہی نہیں سکتا اس پر بھی حج فرض ہے کہ اپنی جگہ کسی اور کو حج کروائے۔ جسمانی معذوری کی وجہ سے اسے حج معاف نہیں ہو سکتا۔

3 بعض حضرات نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ عورت احرام کی حالت میں پردہ نہیں کر سکتی، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا مگر آپ ﷺ نے اس عورت کو پردے کا حکم نہیں دیا بلکہ فضل کا چہرہ ہی پھیرتے رہے۔ مگر یہ استدلال درست نہیں، کیونکہ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر نہیں کہ وہ عورت بے پردہ تھی،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اگر فرض کیا جائے کہ وہ بے پردہ تھی تو اس میں یہ ذکر نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے پردے کا حکم نہیں دیا، پردے کا حکم جب اس سے پہلے آیات واحادیث کے ذریعے سے امت تک پہنچ چکا تھا تو اگر کسی موقع پر رسول اللہ ﷺ سے اس کی تاکید نقل نہ بھی ہوئی ہو تو کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ عورت کے چہرے کے پردے اور احرام کی حالت میں پردہ کرنے کی تفصیل بندہ کی تالیف تفسیر القرآن الکریم میں سورۂ نور کی آیت (۳۱) میں ملاحظہ کریں۔

٢- بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى : ﴿يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ۝ لِّيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ﴾ [الحج : ٢٧، ٢٨]

2۔ باب : اللہ تعالیٰ کا فرمان : ''وہ تیرے پاس پیدل اور ہر لاغر سواری پر آئیں گے، جو ہر دور دراز راستے سے آئیں گی، تاکہ وہ اپنے بہت سے فائدوں میں حاضر ہوں''

﴿فِجَاجًا﴾ [نوح : ٢٠] : اَلطُّرُقُ الْوَاسِعَةُ .

''فِجَاجًا'' (''فَجٌّ'' کی جمع ہے): وسیع راستے۔

١٥١٤- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ أَخْبَرَهُ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَرْكَبُ رَاحِلَتَهُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، ثُمَّ يُهِلُّ حَتّٰى تَسْتَوِيَ بِهِ قَائِمَةً . [راجع : ١٦٦ـ أخرجه مسلم : ١١٨٧، أخرجه أيضًا : ١٢٦٧، بقطعة لم ترد في هذه الطريق]

1514۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ ذوالحلیفہ میں اپنی اونٹنی پر سوار ہوتے، پھر لبیک کہتے، یہاں تک کہ وہ آپ ﷺ کو لے کر پوری طرح کھڑی ہو جاتی۔

١٥١٥- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ، أَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، سَمِعَ عَطَاءً يُحَدِّثُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : أَنَّ إِهْلَالَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ حِينَ اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ .

رَوَاهُ أَنَسٌ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ .

1515۔ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ذوالحلیفہ میں لبیک کہنا اس وقت تھا جب آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر سیدھی کھڑی ہو گئی۔

اسے (یعنی ابراہیم بن موسیٰ کی روایت کو) انس اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نے بھی روایت کیا ہے۔

فوائد: 1 ''رِجَالًا'' ''رَاجِلٌ'' کی جمع ہے، جیسے ''نَائِمٌ'' کی جمع ''نِيَامٌ'' ہے، یعنی پیدل چلنے والے۔ ''ضَامِرٍ'' سواری کا وہ جانور جسے چارے کی قلت اور سفر نے تھکا کر دبلا کر دیا ہو۔ ''فَجٌّ'' دو پہاڑوں کے درمیان کھلے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

راستے کو کہتے ہیں۔ مکہ کے راستے میں اکثر پہاڑوں سے گزر ہوتا ہے، اس لیے اس کے راستوں کو "فَجّ" کہہ دیا ہے۔ "عَمِيقٍ" کا لفظی معنی گہرا ہے، مراد دور کا سفر ہے، دور کی مسافت کو کنوئیں کی گہرائی سے تشبیہ دی ہے۔ پنجابی میں اسے "ڈونگھے پینڈے" کہتے ہیں۔

2 لِّيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ: یعنی لوگ پیدل اور سوار ہو کر حج کے لیے آئیں گے، تاکہ وہ اپنے بہت سے فائدوں میں حاضر ہوں۔ حج کا اصل مقصد تو عبادت کے ذریعے سے دینی اور اخروی فوائد حاصل کرنا ہے، لیکن ضمناً اس میں بہت سے دنیوی اور ملی فوائد بھی پائے جاتے ہیں۔ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے حج وعمرہ کے دینی ودنیوی فوائد دونوں ذکر فرمائے ہیں، چنانچہ فرمایا: « تَابِعُوْا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوْبَ كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ وَالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ » [ترمذي، الحج، باب ما جاء في ثواب الحج و العمرة : ٨١٠، عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه] "حج اور عمرہ پے در پے کیا کرو، کیونکہ یہ فقر اور گناہوں کو اس طرح دور کرتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے اور سونے چاندی کے میل کچیل کو دور کر دیتی ہے۔" دینی فوائد میں سے بہت بڑا فائدہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت کا حصول ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: « اَلْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا، وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ » [بخاري، الحج، باب وجوب العمرة وفضلها : ١٧٧٣۔ مسلم : ١٣٤٩] "عمرے سے لے کر عمرہ، ان دونوں کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور کی جزا جنت کے سوا کچھ نہیں۔" گناہوں کی معافی بھی بہت بڑا نفع ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: « مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ، رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ » [بخاري، الحج، باب فضل الحج المبرور: ١٥٢١، عن أبي هريرة رضي الله عنه ـ مسلم : ١٣٥٠] "جو شخص اللہ کے لیے حج کرے، نہ کوئی شہوانی فعل کرے اور نہ کوئی نافرمانی کرے تو واپس اس طرح (گناہوں سے پاک ہو کر) جائے گا جس طرح اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔" رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: « أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ وَأَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا وَأَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ » [مسلم، الإيمان، باب كون الإسلام يهدم ما قبله ...... : ١٢١] "کیا تمھیں یہ بات معلوم نہیں کہ اسلام اپنے سے پہلے (گناہوں) کو گرا دیتا ہے اور یہ کہ ہجرت اپنے سے پہلے (گناہوں) کو گرا دیتی ہے اور یہ کہ حج اپنے سے پہلے (گناہوں) کو گرا دیتا ہے۔"

حج کے فوائد میں سے سب سے بڑا فائدہ تمام دنیا کے مسلمانوں کا جمع ہونا اور اس بات کا مظاہرہ ہے کہ ہم سب ایک امت ہیں، کالے، گورے، سرخ اور زرد کسی کو کسی پر رنگ یا زبان کی وجہ سے برتری حاصل نہیں، سب بھائی بھائی ہیں۔ اس موقع پر سب کا ایک دوسرے کے حالات سے آگاہ ہونا اور مشکل میں گرفتار اپنے بھائیوں کی مدد کے لیے سوچنا اور اس کا بندوبست کرنا ہے۔ ان فوائد میں سے ایک فائدہ اس موقع پر تجارت، صنعت اور مزدوری وغیرہ کے ذریعے سے حلال روزی کمانا بھی ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾ [البقرة : ١٩٨] "تم پر کوئی گناہ نہیں کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنے رب کا کوئی فضل تلاش کرو۔'' یہ مسلمانوں کی بین الاقوامی مصنوعات اور پیداوار سے آگاہی اور تمام دنیا کی باہمی تجارت منظم کرنے کا بہترین موقع ہے۔ اسی طرح اس موقع پر دنیا بھر کے علماء سے ملاقات اور دین و دنیا کے علوم میں اضافہ بھی حج کے فوائد میں سے بہت بڑا فائدہ ہے، پھر اس سفر کے دوران دنیا کے مختلف علاقوں اور لوگوں کے حالات سے واقفیت بھی بہت بڑا علم ہے، جو حج کی برکات میں سے عظیم برکت ہے۔ خلاصہ یہ کہ حج مسلمانوں کے بے شمار سیاسی، اقتصادی، معاشی اور تمدنی فوائد کا جامع ہے۔

3 امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے معمول کے مطابق پہلے آیت ذکر کی ہے، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پیدل حج کرنے والوں کا ذکر پہلے فرمایا ہے، اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ حج کے لیے سواری شرط نہیں۔ اس کے بعد امام صاحب نے ابن عمر اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کی احادیث ذکر کی ہیں، جن میں رسول اللہ ﷺ کے سواری پر حج کا ذکر ہے۔ مقصد یہ ہے کہ پیدل حج قریب والوں کے لیے ہے، جو آسانی سے پیدل حج کر سکتے ہوں، دور والوں کے لیے پیدل حج کرنا اور اپنے آپ کو مشکل میں ڈالنا سنت کے خلاف ہے، کیونکہ مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے تقریباً چار سو (۴۰۰) کلو میٹر دور ہے، اس جیسے ''فَجٍّ عَمِيقٍ'' کے لیے پیدل سفر کی بجائے سواری استعمال کرنی چاہیے۔ جس حدیث میں حج کی استطاعت کی تفسیر زاد اور سواری کی گئی ہے اس سے مراد دور کا سفر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پیدل حج کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ فتح الباری میں ہے: ''ابن المنذر نے کہا: حاجیوں کے پیدل یا سوار ہو کر حج کرنے کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے کہ ان میں سے افضل کیا ہے؟ تو جمہور نے کہا: سوار ہو کر افضل ہے، کیونکہ یہ نبی ﷺ کا عمل ہے اور اس سے دعا میں مدد اور عاجزی زیادہ ملتی ہے، اس میں مزید کئی فوائد ہیں۔ اسحاق بن راہویہ نے کہا: پیدل چلنا افضل ہے، کیونکہ اس میں زیادہ تھکن ہے اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ حالات اور حج کرنے والے حضرات کے مختلف ہونے سے افضلیت مختلف ہوتی ہے۔''

٣- بَابُ الْحَجِّ عَلَى الرَّحْلِ

١٥١٦- وَقَالَ أَبَانُ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ دِينَارٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ مَعَهَا أَخَاهَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ، فَأَعْمَرَهَا مِنَ التَّنْعِيمِ، وَحَمَلَهَا عَلَى قَتَبٍ.

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: شُدُّوا الرِّحَالَ فِي الْحَجِّ، فَإِنَّهُ أَحَدُ الْجِهَادَيْنِ. [راجع: ٢٩٤- أخرجه مسلم: ١٢١١، مطولاً بدون قصة عمر]

3- باب: پالان پر سوار ہو کر حج کرنا

1516- عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ان کے ہمراہ ان کے بھائی عبدالرحمٰن (رضی اللہ عنہ) کو بھیجا تو انھوں نے انھیں تنعیم سے عمرہ کروایا اور انھیں پالان پر سوار کیا۔

اور عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: حج میں پالان باندھا کرو، کیونکہ وہ دو جہادوں میں سے ایک ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

١٥١٧۔ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ، عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَنَسٍ قَالَ: حَجَّ أَنَسٌ عَلَى رَحْلٍ، وَلَمْ يَكُنْ شَحِيحًا، وَحَدَّثَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ حَجَّ عَلَى رَحْلٍ وَكَانَتْ زَامِلَتَهُ.

1517۔ ثمامہ بن عبداللہ بن انس سے روایت ہے، انھوں نے کہا: انس رضی اللہ عنہ نے پالان پر حج کیا اور وہ بخیل نہیں تھے اور انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک پالان پر حج کیا اور وہی اونٹنی آپ کی سامان کی سواری بھی تھی۔

١٥١٨۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، حَدَّثَنَا أَيْمَنُ بْنُ نَابِلٍ، حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! اعْتَمَرْتُمْ وَلَمْ أَعْتَمِرْ، فَقَالَ: «يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ! اذْهَبْ بِأُخْتِكَ، فَأَعْمِرْهَا مِنَ التَّنْعِيمِ» فَأَحْقَبَهَا عَلَى نَاقَةٍ فَاعْتَمَرَتْ. [راجع: ٢٩٤۔ أخرجه مسلم: ١٢١١ مطولاً]

1518۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ لوگوں نے عمرہ کر لیا ہے اور میں نے عمرہ نہیں کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے عبدالرحمٰن! اپنی بہن کو لے جاؤ اور اسے تنعیم سے عمرہ کرواؤ۔'' تو انھوں نے ان کو اونٹنی پر پیچھے بٹھا لیا اور انھوں نے عمرہ کر لیا۔

فوائد: 1 ''رَحْلٌ'' گھوڑے کی زین کی طرح اونٹ پر ڈالی جانے والی کاٹھی کو کہا جاتا ہے، ''قَتَبٌ'' بھی اسی کو کہتے ہیں۔ ''أَحْقَبَهَا'' ''حَقِيبَةُ الرَّحْلِ'' سے ہے، پالان کا پچھلا حصہ۔ باب کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حج کے موقع پر اونٹوں پر ڈالے جانے والے پالانوں پر ہی سفر کیا ہے، آپ ﷺ کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بے شمار غنیمتیں عطا فرمائیں اور وہ ہر طرح سے غنی ہو گئے، تو انس رضی اللہ عنہ اس وقت بھی پالان ہی پر حج کا سفر کرتے تھے۔ ان کے پوتے ثمامہ بن عبداللہ نے وضاحت کی کہ وہ بخل کی وجہ سے ایسا نہیں کرتے تھے، کیونکہ ان کے لیے اونٹوں کے ایسے کجاوے یا محمل کا مہیا کرنا کچھ مشکل نہ تھا جن میں بہترین گدّے رکھے ہوں اور آدمی لیٹ بھی سکے، مگر وہ اتباعِ سنت کے جذبے سے ایسا کرتے تھے اور اس کے لیے رسول اللہ ﷺ کے عمل کا حوالہ بھی دیتے تھے۔ اب الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے بری، بحری اور ہوائی سفروں کے لیے بہترین گاڑیاں اور جہاز مہیا فرما دیے ہیں، اس کے باوجود طبیعتیں سہل پسند ہونے کی وجہ سے اب بھی حج کا سفر اور مکہ مکرمہ میں حج کا عمل خاصا مشقت طلب ہے۔ اس لیے آدمی کو بلا تکلف کوئی سہولت ملے تو اس سے فائدہ اٹھانے میں کوئی حرج نہیں، البتہ یہ بات مدنظر رہنا ضروری ہے کہ اس سفر میں آدمی جتنی مشقت برداشت کرے اتنا ہی زیادہ اجر و ثواب ہے۔

2 ''زَامِلَةٌ'' اس سواری کو کہتے ہیں جس پر مسافر کی کھانے پینے کی اشیاء اور دوسرا ضروری ساز و سامان لدا ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اونٹ کی عام کاٹھی پر سفر حج کیا اور امراء کی طرح بہت سا ساز و سامان ساتھ نہیں لیا، بلکہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جس اونٹنی پر آپ ﷺ سوار تھے آپ کا ساز و سامان بھی اسی پر لدا ہوا تھا۔

3 ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو حج سے فارغ ہونے کے بعد عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی معیت میں تنعیم سے عمرہ کے لیے بھیجنے کی تفصیل عمرہ کے ابواب میں آ رہی ہے، یہاں مقصود اتنا ہی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی سب سے محبوب بیوی کے لیے بھی ہودج کا اہتمام نہیں کیا بلکہ انھیں اونٹ کی عام کاٹھی (پالان) ہی پر عمرہ کے لیے ان کے بھائی کے پیچھے بٹھا کر بھیج دیا۔

4 عمر رضی اللہ عنہ کا اثر مصنف عبدالرزاق (۸۸۰۸) میں ہے کہ عابس بن ربیعہ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا: «إِذَا وَضَعْتُمُ السُّرُوْجَ فَشُدُّوا الرِّحَيْلَ إِلَى الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، فَإِنَّهُ أَحَدُ الْجِهَادَيْنِ» ”جب تم (جہاد سے واپسی پر) گھوڑوں کی زینیں اتارو تو حج اور عمرہ کے لیے اونٹوں پر پالان کس لو، کیونکہ یہ دو جہادوں میں سے ایک ہے۔“ (فتح الباری) مطلب یہ ہے کہ پالان پر حج کے لیے سفر بھی جہاد ہی ہے، کیونکہ اس میں مشقت بھی ہے اور اس سے مقصود بھی رضائے الٰہی ہے۔

٤ـ بَابُ فَضْلِ الْحَجِّ الْمَبْرُورِ

4۔ باب: حج مبرور کی فضیلت

١٥١٩ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ: أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: «إِيمَانٌ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ» قِيلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: «جِهَادٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ» قِيلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: «حَجٌّ مَبْرُورٌ» [راجع: ٢٦ـ أخرجه مسلم: ٨٣]

1519۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سے سوال کیا گیا: اعمال میں سے کون سا عمل سب سے زیادہ فضیلت والا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ اور اس کے رسول پر ایمان۔“ کہا گیا: پھر کیا چیز افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: ”جہاد فی سبیل اللہ۔“ پوچھا گیا: پھر کون سی چیز؟ آپ نے فرمایا: ”حج مبرور۔“

فوائد: اس حدیث کے بعض فوائد حدیث (۲۶) میں گزر چکے ہیں۔ ”مَبْرُوْرٌ“ ”بِرٌّ“ سے مشتق ہے جس کا معنی نیکی ہے، یعنی جس حج میں کوئی گناہ نہ کیا گیا ہو، صرف نیکی ہی کی گئی ہو، ہر قسم کے رفث، فسوق اور جدال سے اجتناب کیا گیا ہو۔ حدیث (۱۵۲۱) میں اس کی فضیلت یہ بیان کی گئی ہے کہ ایسے حج سے واپس آنے والا گناہوں سے اس طرح پاک ہو کر لوٹتا ہے جس طرح اس دن پاک تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔ بعض اہلِ علم نے اس کا معنی حج مقبول کیا ہے، مگر لفظ کے اعتبار سے پہلا معنی زیادہ قوی ہے۔ حافظ رحمہ اللہ نے لکھا ہے: اس کا اظہار کہ حج مبرور ہے یا نہیں حج کے بعد کے وقت سے ہوتا ہے۔ اگر اس کی دینی حالت حج کے بعد پہلے سے اچھی ہے تو معلوم ہوا کہ حج مبرور ہے۔ احمد (۱۴۴۸۲) اور حاکم (۶۵۸/۱، ح: ۱۷۷۸) میں جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ لوگوں نے پوچھا کہ حج کے دوران ”بِرٌّ“ کیا ہے؟

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ نے فرمایا: « إِطْعَامُ الطَّعَامِ وَ إِفْشَاءُ السَّلَامِ » ''کھانا کھلانا اور سلام عام کرنا۔'' مگر اس کی سند میں کچھ ضعف ہے، اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو کسی اور کی بجائے یہی معنی متعین ہوتا۔ (فتح الباری)

۱۵۲۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْمُبَارَكِ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، أَخْبَرَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! نَرَى الْجِهَادَ أَفْضَلَ الْعَمَلِ، أَفَلَا نُجَاهِدُ ؟ قَالَ : « لَا، لَكُنَّ أَفْضَلُ الْجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُورٌ » [انظر : ۱۸٦۱، ۲۷۸٤، ۲۸۷٥]

1520۔ ام المومنین عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم جہاد کو سب سے بہتر عمل سمجھتے ہیں، تو کیا ہم جہاد نہ کریں؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں، تمھارے لیے افضل جہاد حج مبرور ہے۔''

فائدہ ام المومنین عائشہ ؓ کا جہاد کو افضل عمل سمجھنا ان بہت سی آیات و احادیث کی وجہ سے تھا جو وہ ہر وقت رسول اللہ ﷺ سے سنتی رہتی تھیں، رسول اللہ ﷺ نے بھی ان کی اس بات کا انکار نہیں کیا بلکہ فرمایا: ''(تم عورتوں کے لیے) افضل جہاد حج مبرور ہے۔'' اسے جہاد اس لیے فرمایا کہ اس میں بدنی مشقت بھی ہے اور مالی بھی۔ واضح رہے کہ حدیث میں مذکور لفظ '' لَكُنَّ '' کو دو طرح پڑھا گیا ہے، ایک تو کاف کے ضمہ کے ساتھ، معنی ہوگا: تم عورتوں کے لیے۔ اکثر محدثین نے اسی طرح پڑھا ہے اور یہی یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے، کیونکہ اس میں حج کی فضیلت بھی ہے اور ام المومنین ؓ کے سوال کا جواب بھی ہے کہ کیا ہم جہاد کریں؟ فرمایا: تمھارا جہاد حج مبرور ہے۔ اسے عورتوں کا جہاد اس لیے فرمایا کہ یہ بھی جہاد سے ملتی جلتی مشقت ہے۔ دوسرا کاف کے کسرہ کے ساتھ، معنی ہوگا: لیکن افضل جہاد حج مبرور ہے۔ اس صورت میں بھی سلسلۂ کلام سے ظاہر ہے کہ یہ بات عورتوں ہی سے تعلق رکھتی ہے۔ چنانچہ سنن نسائی (۲٦۲۸) کے الفاظ یہ ہیں کہ ام المومنین عائشہ ؓ نے کہا: « يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! أَلَا نَخْرُجُ فَنُجَاهِدَ مَعَكَ، فَإِنِّي لَا أَرَى عَمَلًا فِي الْقُرْآنِ أَفْضَلَ مِنَ الْجِهَادِ ؟ قَالَ : لَا، وَلَكُنَّ أَحْسَنُ الْجِهَادِ وَأَجْمَلُهُ حَجُّ الْبَيْتِ، حَجٌّ مَبْرُورٌ » ''یا رسول اللہ! کیا ہم آپ کے ساتھ نکل کر جہاد نہ کریں؟ کیونکہ میں قرآن عظیم میں جہاد سے افضل کوئی عمل نہیں دیکھتی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں، تم عورتوں کے لیے سب سے اچھا جہاد اور سب سے خوبصورت جہاد بیت اللہ کا حج ہے، جو حج مبرور ہے۔'' یہ حدیث صحیح ہے۔ اور ابن ماجہ (۲۹۰۱) میں عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا عورتوں پر جہاد ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: « نَعَمْ ! عَلَيْهِنَّ جِهَادٌ، لَا قِتَالَ فِيهِ : الْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ » ''ہاں! ان پر وہ جہاد ہے جس میں لڑنا نہیں ہے، حج اور عمرہ ہے۔'' یہ حدیث صحیح ہے۔ اور ابن ماجہ (۲۹۰۲) میں ام سلمہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: « اَلْحَجُّ جِهَادُ كُلِّ ضَعِيفٍ » ''حج ہر کمزور کا جہاد ہے۔'' البانی ؒ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے اور ابو ہریرہ ؓ سے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: « جِهَادُ الْكَبِيرِ وَالصَّغِيرِ وَالضَّعِيفِ وَالْمَرْأَةِ: اَلْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ » ''بوڑھے اور چھوٹے اور کمزور اور عورت کا جہاد حج اور عمرہ ہے۔'' [نسائي : ٢٦٢٦] البانی رحمہ اللہ نے کہا: حدیث حسن ہے، البتہ عورت کے متعلق الفاظ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں صحیح ہیں۔

١٥٢١- حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا سَيَّارٌ أَبُو الْحَكَمِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حَازِمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: « مَنْ حَجَّ لِلَّهِ فَلَمْ يَرْفُثْ، وَلَمْ يَفْسُقْ، رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ » [انظر : ١٨١٩، ١٨٢٠۔ اخرجه مسلم : ١٣٥٠]

1521۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے: ''جو شخص اللہ کے لیے حج کرے اور نہ کوئی شہوانی فعل کرے اور نہ کوئی نافرمانی کرے، تو اس دن کی طرح واپس آئے گا جس میں اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔''

فائدہ "رَفَثٌ" کا معنی جماع اور اس کی طرف مائل کرنے والی چیزیں ہیں اور "فِسْقٌ" سے مراد ہر قسم کی نافرمانی اور گناہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان پابندیوں کے ساتھ جو شخص حج کرے وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے گا جس طرح اس دن پاک تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حج مبرور سے صغیرہ و کبیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ بعض اہلِ علم نے کہا کہ اس سے صرف صغائر معاف ہوتے ہیں، کبائر نہیں۔ جس طرح پانچ نمازیں اور جمعہ سے جمعہ کبائر سے اجتناب کی صورت میں کفارہ بنتی ہیں، حالانکہ وہ حج سے افضل ہیں تو حج سے تو بالاولیٰ صغائر ہی معاف ہوں گے، کیونکہ کبائر توبہ ہی سے معاف ہوتے ہیں۔ مگر یہ بات کمزور ہے، اخلاص للہ، ترکِ رفث اور ترکِ فسوق توبہ ہی کا نام ہے اور حقیقت یہ ہے کہ مخلص مومن حج کے ساتھ نئی زندگی کا آغاز کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اس دن میدانِ عرفات میں حاضر ہونے والوں پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی حاضری پر فرشتوں کے سامنے فخر کا اظہار کرتا ہے۔ غرض حج کے فضائل کی بہت سی حدیثوں سے یہی ظاہر ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس حدیث سے ظاہر یہ ہے کہ صغیرہ و کبیرہ گناہ اور حقوق بھی معاف ہو جاتے ہیں اور یہ عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ کی حدیث (احمد: ۱۳۶/۲۶، ح: ۱۶۲۰۷) کی سب سے قوی شاہد ہے، جس میں اس کی تصریح ہے اور اس کا ایک اور شاہد ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے تفسیر طبری (۵۳۳/۳) میں ہے۔ (فتح الباری)

اس حدیث سے بھی اس معنی کی تائید ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو ان کے اسلام لانے کے وقت فرمایا تھا: « أَمَا عَلِمْتَ يَا عَمْرُو! أَنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ، وَأَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا، وَأَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ ؟ » [مسلم : ١٢١] ''عمرو! کیا تمھیں معلوم نہیں کہ اسلام اسے گرا دیتا ہے جو اس سے پہلے ہو اور ہجرت اسے گرا دیتی ہے جو اس سے پہلے ہو اور حج اسے گرا دیتا ہے جو اس سے پہلے ہو؟''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٥- بَابُ فَرْضِ مَوَاقِيتِ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

5- باب: حج اور عمرہ کے احرام باندھنے کی جگہوں کا مقرر کرنا

١٥٢٢- حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ: أَنَّهُ أَتَى عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فِي مَنْزِلِهِ - وَلَهُ فُسْطَاطٌ وَسُرَادِقٌ - فَسَأَلْتُهُ مِنْ أَيْنَ يَجُوزُ أَنْ أَعْتَمِرَ؟ قَالَ: فَرَضَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا، وَلِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ. [راجع: ١٣٣- أخرجه مسلم: ١١٨٢]

1522- زید بن جبیر نے بیان کیا کہ وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ان کے ٹھہرنے کی جگہ میں آئے، انھوں نے خیمہ اور قنات لگا رکھی تھی، میں نے ان سے پوچھا کہ میرے لیے کون سی جگہ سے عمرہ کرنا جائز ہے؟ انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے اہلِ نجد کے لیے اس کی جگہ "قرن" مقرر فرمائی اور اہلِ مدینہ کے لیے "ذوالحلیفہ" اور اہلِ شام کے لیے "جحفہ"۔

فائدہ: "مَوَاقِيتُ" "مِيقَاتٌ" کی جمع ہے، جیسے "مِيعَادٌ" کی جمع "مَوَاعِيدُ" ہے۔ "فَرَضَ" کا معنی مقرر کیا یا واجب کیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے باب کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ وہ ان مقامات سے احرام باندھنا واجب سمجھتے ہیں اور ان سے پہلے احرام باندھنا جائز نہیں سمجھتے۔ اس کی مزید وضاحت اس سے ہوتی ہے کہ انھوں نے اس باب کے بعد قریب ہی باب باندھا ہے: "بَابُ مِيقَاتِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ وَلَا يُهِلُّوا قَبْلَ ذِي الْحُلَيْفَةِ" "یعنی اہلِ مدینہ کا میقات اور وہ ذوالحلیفہ سے پہلے احرام نہ باندھیں۔" ابن المنذر وغیرہ نے میقات سے پہلے احرام باندھنے کے جواز پر اجماع نقل کیا ہے مگر اس میں نظر ہے، کیونکہ اسحاق اور داؤد اور ان کے علاوہ اہلِ علم سے منقول ہے کہ یہ جائز نہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے جواب سے بھی یہی ظاہر ہے۔ پھر جس طرح میقاتِ زمانی، یعنی حج کے احرام کے لیے مقرر وقت شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے پہلے دس دنوں سے پہلے حج کا احرام درست نہیں اسی طرح میقاتِ مکانی، یعنی احرام کے لیے مقرر جگہوں سے پہلے بھی احرام باندھنا جائز نہیں (یہ ایسے ہی ہے کہ کوئی شخص سورج ڈھلنے سے پہلے نمازِ ظہر شروع کر دے، ظاہر ہے یہ جائز نہیں)۔ کسی قدر یہ بات "بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ......﴾" میں بھی آئے گی، جس میں امام صاحب نے لکھا ہے: "وَكَرِهَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنْ يُحْرِمَ مِنْ خُرَاسَانَ أَوْ كَرْمَانَ" "یعنی عثمان رضی اللہ عنہ نے خراسان سے احرام باندھنا ناپسند کیا۔" خلاصہ یہ کہ حج اور عمرہ کے لیے ان مقامات سے پہلے احرام نہیں باندھنا چاہیے جو رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرمائے ہیں، جیسا کہ آپ ﷺ نے ذوالحلیفہ سے احرام باندھا ہے جب کہ مدینہ اس سے چند کلومیٹر پہلے تھا۔ [فتح الباری مختصرًا] پاکستان سے عمرہ یا حج کے لیے جانے والے حضرات کو چاہیے کہ وہ گھر سے غسل کر کے چلیں یا ائیر پورٹ پر غسل کر کے احرام کی چادریں پہن لیں، مگر احرام شروع نہ کریں، نہ لبیک کہیں، پرواز کے چند منٹ بعد پائلٹ کی طرف سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اعلان ہوتا ہے کہ جہاز اتنے گھنٹے میں جدہ پہنچے گا۔ ہمارا میقات ''یلملم'' ہے، وہاں پہنچنے سے کچھ دیر پہلے جہاز میں اعلان ہوتا ہے کہ احرام باندھ لیں، بعض اوقات اعلان نہیں ہوتا یا سمجھ میں نہیں آتا ہے، اس لیے جب جدہ پہنچنے میں آدھا گھنٹہ باقی ہو تو "لَبَّيْكَ بِالْعُمْرَةِ" یا "لَبَّيْكَ بِحَجٍّ" کہہ کر احرام شروع کر دیں۔ ظاہر ہے جہاز وہاں سے ایک لمحے میں گزر جاتا ہے، اس لیے احتیاطاً اگر کچھ دیر پہلے احرام باندھ لیں تو یہ اس سے بہتر ہے کہ احرام کے بغیر میقات سے گزر جائیں۔ یاد رہے کہ ضروری نہیں کہ آپ احرام کے کپڑے گھر یا ائیر پورٹ ہی سے پہن لیں۔ آپ غسل کے بعد جہاز میں شلوار قمیص میں بیٹھ سکتے ہیں، جب ''یلملم'' قریب آئے تو شلوار قمیص اتار کر دو چادریں پہن لیں اور عمرہ یا حج کے لیے لبیک کہنا شروع کر دیں۔

٦- بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى : ﴿وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى﴾ [البقرة : ١٩٧]

6- باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان: ''اور زادِ راہ لے لو، کیونکہ زادِ راہ کی سب سے بہتر خوبی (سوال سے) بچنا ہے''

١٥٢٣- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بِشْرٍ، حَدَّثَنَا شَبَابَةُ، عَنْ وَرْقَاءَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كَانَ أَهْلُ الْيَمَنِ يَحُجُّونَ وَلَا يَتَزَوَّدُونَ، وَيَقُولُونَ : نَحْنُ الْمُتَوَكِّلُونَ، فَإِذَا قَدِمُوا مَكَّةَ سَأَلُوا النَّاسَ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى : ﴿وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى﴾ [البقرة : ١٩٧]

1523- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اہلِ یمن حج کرتے تو زادِ راہ نہیں لاتے تھے اور کہتے تھے: ہم توکل والے ہیں، پھر جب مکہ میں آتے تو لوگوں سے مانگتے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''اور زادِ راہ لے لو، کیونکہ زادِ راہ کی سب سے بہتر خوبی (سوال سے) بچنا ہے۔''

رَوَاهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ مُرْسَلًا .

اسے ابن عیینہ نے عمرو سے، انھوں نے عکرمہ سے مرسلاً روایت کیا ہے۔

فوائد: 1 "التَّقْوٰى" کا لغوی معنی بچنا ہے، جو لوگ زادِ راہ کے بغیر حج یا عمرہ کے لیے جاتے ہیں اور کہتے ہیں: ہم متوکل ہیں، ان کا توکل اللہ تعالیٰ پر نہیں، کیونکہ اس کی تو وہ نافرمانی کر رہے ہیں۔ درحقیقت ان کا توکل لوگوں کی جیبوں پر ہے کہ وہ ہمیں بھوکا یا ضرورت مند دیکھ کر کچھ دے ہی دیں گے، یا ہم ان سے سوال کر کے مانگ لیں گے۔ [تلبیس ابلیس لابن جوزي، ص : ٢٦٩] اللہ تعالیٰ نے فرمایا: زادِ راہ لو، اس کا فائدہ یہ ہے کہ سوال سے بچ جاؤ گے۔ ظاہری زاد کے ساتھ دلی زاد بھی ضروری ہے جس کی بہترین صورت تقویٰ یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنا ہے، آیت سے دونوں معنی لیے جا سکتے ہیں اور دونوں مراد ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

2 مہلب نے کہا: اس سے معلوم ہوا کہ سوال سے اجتناب تقویٰ میں شامل ہے، اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف فرمائی ہے جو ”لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا“ (بقرہ: ٢٧٣) ہیں، یعنی لوگوں سے چمٹ کر سوال نہیں کرتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فرمان ”فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى“ (بقرہ: ١٩٧) کا مطلب یہ ہے کہ زادِراہ لے کر جاؤ اور لوگوں سے سوال کر کے انھیں تکلیف دینے اور خود گناہ گار ہونے سے بچو۔ اور مہلب ہی نے کہا: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سوال کرنے کی صورت میں توکل نہیں رہتا، قابلِ تعریف توکل یہ ہے کہ کسی شخص سے کسی چیز کی مدد نہ مانگے۔ اور کہا گیا ہے کہ توکل اسباب کی پوری تیاری کے بعد اسباب پر بھروسا نہ کرنے بلکہ اللہ پر بھروسا کرنے کا نام ہے، جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: «اِعْقِلْهَا وَ تَوَكَّلْ» [ترمذي: ٢٥١٧] ”اونٹنی کا گھٹنا باندھ کر توکل کرو۔“ (فتح الباری)

٧۔ بَابُ مُهَلِّ أَهْلِ مَكَّةَ لِلْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

7۔ باب: اہلِ مکہ کے لیے حج اور عمرہ کا احرام باندھنے کی جگہ

١٥٢٤۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ، وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ، وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ، هُنَّ لَهُنَّ، وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِنَّ مِمَّنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، وَمَنْ كَانَ دُونَ ذٰلِكَ فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ، حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ. [انظر: ١٥٢٦، ١٥٢٩، ١٥٣٠، ١٨٤٥۔ أخرجه مسلم: ١١٨١]

1524۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے اہلِ مدینہ کے لیے ”ذوالحلیفہ“ کو میقات مقرر کیا، اہلِ شام کے لیے ”جحفہ“، اہلِ نجد کے لیے ”قرن المنازل“ اور اہلِ یمن کے لیے ”یلملم“ کو مقرر فرمایا۔ یہ میقات ان مقامات (کے لوگوں) کے لیے ہیں اور ان کے لیے بھی جو ان کے باشندوں کے سوا دوسرے لوگوں میں سے ان مقامات پر آئیں جو حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں اور جو اس کے اس طرف (مکہ کی جانب) رہتے ہوں وہ جہاں سے چلیں احرام باندھ لیں، حتیٰ کہ مکہ والے مکہ سے احرام باندھ لیں۔

فوائد 1 ”مُهَلٌّ“ ”إِهْلَالٌ“ سے ظرفِ مکان ہے، جس کا اصل معنی آواز بلند کرنا ہے، جس طرح ہلال کو دیکھنے والا بلند آواز سے اپنے چاند دیکھنے کا اعلان کرتا ہے۔ چونکہ احرام کے وقت بلند آواز سے لبیک کہتے تھے، اس لیے لبیک کہنے پر یہ لفظ بولا جانے لگا، پھر توسعاً احرام باندھنے کو ”إِهْلَالٌ“ کہنے لگے۔

2 ”ذُو الْحُلَيْفَةِ“ آج کل اسے بئر علی یا آبارِ علی کہتے ہیں، مکہ سے تقریباً چار سو (٤٠٠) کلو میٹر اور مدینہ سے نو، دس کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ پہلے یہاں مسجد شجرہ کے نام سے ایک مسجد تھی، جو اب ویران ہے۔ آج کل وہاں بہت وسیع اور شاندار مسجد بنی ہوئی ہے جس کے ساتھ سیکڑوں بیت الخلا اور غسل خانے بنے ہوئے ہیں۔ مدینہ اور اس کی جانب سے آنے والے وہاں سے احرام باندھتے ہیں۔ ”اَلْجُحْفَةُ“ یہ شام اور مصر کی طرف سے مکہ آنے والوں کے لیے میقات ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

مدینہ کے لیے رسول اللہ ﷺ کی دعا کی وجہ سے وہاں کا بخار یہاں منتقل ہو گیا (بخاری: ۳۹۲۶) اور جو وہاں جاتا اسے بخار ہو جاتا، اس لیے وہ بستی ویران ہو گئی، اب مصر اور شام سے آنے والے " رَابِغٌ " (بروزن فَاعِلٌ) سے احرام باندھتے ہیں، جو جحفہ کے قریب ہے۔ شیخ ابن عثیمین ؒ کی شرح میں ہے کہ اب جحفہ کے لیے سفالٹ کی سڑک بن گئی ہے، لوگ اس میں آتے جاتے ہیں، اس لیے اگر آدمی جحفہ سے احرام باندھے تو اصل میقات سے احرام باندھے گا۔ " قَرْنُ الْمَنَازِلِ " یہ نجد والوں کے لیے میقات ہے، اسے " قَرْنٌ " بھی کہتے ہیں۔ مکہ کے سب سے قریب یہی میقات ہے، آج کل اسے " اَلسَّیْلُ الْکَبِیْرُ " کہا جاتا ہے، یمن اور طائف سے آنے والے یہیں سے احرام باندھتے ہیں۔

تنبیہ: بعض حضرات جہاں لفظ نجد آئے امام محمد بن عبدالوہاب نجدی ؒ کی جزیرۂ عرب میں توحید کی اشاعت کی وجہ سے بھڑک اٹھتے ہیں اور ہر نجدی پر تبرا بازی شروع کر دیتے ہیں۔ اس کے متعلق تفصیل کے لیے صحیح بخاری کی حدیث (۱۰۳۷) کے فوائد ملاحظہ فرمائیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ جن احادیث میں نجد کی مذمت آئی ہے ان سے ہر نجد مراد نہیں، بلکہ عرب میں متعدد نجد ہیں، آپ ﷺ نے جس نجد کی مذمت کی ہے وہ نجدِ عراق ہے۔ زیر بحث حدیث کی شرح میں حافظ ؒ لکھتے ہیں: "نجد ہر اونچی جگہ کو کہا جاتا ہے اور یہ دس جگہوں کا نام ہے، یہاں اس سے مراد وہ ہے جس کی اونچی جانب تہامہ اور یمن ہے اور اس کی نیچی جانب شام اور عراق ہے۔"

3 رسول اللہ ﷺ نے جب یہ میقات مقرر فرمائے اس وقت ملک شام فتح نہیں ہوا تھا، آپ ﷺ کا اس کے لیے میقات مقرر کرنا اس بات کی دلیل تھا کہ شام فتح ہو گا اور وہاں کے لوگ حج کے لیے آئیں گے، اسی لیے ابن عبدالقوی نے اپنے قصیدہ دالیہ میں اشارہ کیا ہے کہ ان ملکوں کے فتح ہونے سے پہلے ان کے لیے مقامات کی تعیین نبی ﷺ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے، انھوں نے کہا ہے ۔

وَتَحْدِیْدُھَا مِنْ مُعْجِزَاتِ نَبِیِّنَا لِتَعْیِیْنِھَا مِنْ قَبْلِ فَتْحِ مُعَدَّدِ

"اور ان مقامات کی حد بیان کرنا ہمارے نبی ﷺ کے معجزات سے ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے انھیں فتح ہونے سے پہلے ان کی تعیین فرما دی تھی۔"

4 یہ حدیث اور اس پر امام بخاری ؒ کا عنوان مقرر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ حاجی حضرات جس طرح مکہ پہنچنے کے بعد حج کا احرام مکہ ہی میں اپنی رہنے کی جگہ سے باندھتے ہیں اسی طرح عمرہ کا احرام بھی اپنی اقامت کی جگہ سے باندھیں گے۔ آج کل اکثر علماء اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ اہلِ مکہ کا حج کے لیے تو مکہ سے احرام باندھنا درست ہے مگر ان کا عمرہ کے لیے مکہ سے احرام باندھنا درست نہیں بلکہ اس کے لیے انھیں حرم سے باہر نکل کر حل سے احرام باندھنا ہو گا۔ بطورِ دلیل وہ ام المومنین عائشہ ؓ کا عمرہ پیش کرتے ہیں کہ حج کے بعد جب انھوں نے عمرہ پر اصرار کیا تو آپ ﷺ نے ان کے ساتھ ان کے بھائی عبدالرحمن ؓ کو بھیجا کہ انھیں ساتھ لے جاؤ اور تنعیم سے انھیں عمرہ کرواؤ، جو حدِ حرم سے باہر ہے۔ مگر اہلِ مکہ کا حج و عمرہ دونوں کے لیے مکہ سے احرام باندھنے کی متفق علیہ حدیث رسول اللہ ﷺ کا عام حکم ہے۔ امام بخاری ؒ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے بھی باب باندھ کر اسی کو متعین قرار دیا ہے جب کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کا عمرہ ایک خاص واقعہ ہے جس کی تاویل ہو سکتی ہے اور یہ طے شدہ بات ہے کہ واقعہ میں عموم نہیں ہوتا، خصوصاً جب آپ ﷺ کا قول ان کے خلاف ہو۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے ذوالحلیفہ سے عمرہ کا احرام باندھا تھا، مکہ آئیں تو ایام آنے کی وجہ سے عمرہ نہ کر سکیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عمرہ چھوڑ دو اور غسل کر کے حج کا احرام باندھ لو اور حاجی جو جو عمل کرتا ہے سب کرو سوائے بیت اللہ کے طواف کے۔'' انھوں نے ایسا ہی کیا، حج کے سارے اعمال ادا کیے اور جب ایام سے فارغ ہوئیں تو بیت اللہ کا طواف کر کے حج سے فارغ ہو گئیں۔ اب انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ کی دوسری بیویاں حج اور عمرہ دونوں کر کے جائیں گی اور میں صرف حج کر کے جاؤں گی تو رسول اللہ ﷺ نے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو انھیں تنعیم سے عمرہ کروانے کا حکم دیا، کیونکہ انھوں نے جو عمرہ چھوڑا تھا اس کا احرام حرم کے باہر سے باندھا تھا۔ اس کے علاوہ دوسری امہات المومنین رضی اللہ عنہن نے جو عمرہ کیا تھا اس کا احرام بھی حرم کے باہر سے تھا۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اگر مکہ ہی سے احرام باندھتیں تو ان کا عمرہ پوری طرح دوسری امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے برابر نہ ہوتا، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان کی دل جوئی کے لیے انھیں تنعیم سے عمرہ کروا دیا۔ ایک دفعہ میں نے مغرب کے بعد مسجد حرام میں شیخ وصی اللہ عباس صاحب کا درس سنا۔ ان سے کسی صاحب نے یہ مسئلہ پوچھا، انھوں نے وہی جواب دیا جو وہاں کے تمام علماء بیان کرتے ہیں کہ مکہ کے لوگوں کو عمرہ کے لیے حرم سے نکل کر حل سے احرام باندھنا ہوگا۔ اس پر کسی نے صحیح بخاری کی اس حدیث کا ذکر کیا تو انھوں نے کہا: ہاں، امام بخاری کا یہی خیال ہے، وہ حدیث بھی لائے ہیں اور شیخ بدیع الدین راشدی رحمہ اللہ جب یہاں تھے تو وہ سب کے سامنے اپنی رہائش گاہ ہی سے عمرہ کا احرام باندھتے تھے۔ بندہ عبدالسلام عرض کرتا ہے کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا تنعیم سے عمرہ یقیناً امام بخاری رحمہ اللہ کے علم میں بھی تھا، اس کے باوجود انھوں نے اہلِ مکہ کے حج و عمرہ دونوں کے لیے مکہ ہی کو میقات قرار دینے کا عنوان قائم کیا ہے، جس سے ظاہر ہے کہ ان کے پاس ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے عمرہ کی کوئی نہ کوئی تاویل موجود تھی۔

5 اگر کسی شخص کا حج یا عمرہ کا ارادہ نہ ہو تو اس کے لیے احرام کی حالت میں مکہ جانا ضروری نہیں، کیونکہ حدیث میں ان مقرر کردہ جگہوں سے احرام کی حالت میں گزرنے کا حکم اُس کے لیے ہے جو حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتا ہو، جس کا ارادہ یہ نہ ہو بلکہ وہ اپنے کسی اور کام کے لیے مکہ میں آیا ہو اس پر احرام کی کوئی پابندی نہیں۔ بعض لوگوں نے مکہ میں داخل ہونے والے ہر شخص کے لیے احرام ضروری قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ خواہ کسی کام کے لیے مکہ میں داخل ہو پہلے عمرہ کرے، پھر اپنا کام کرے، مگر اس حدیث سے اس بات کی تردید ہو رہی ہے۔

٨ - بَابُ مِيقَاتِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ وَلَا يُهِلُّوا قَبْلَ ذِي الْحُلَيْفَةِ

8۔ باب: اہلِ مدینہ کا میقات اور وہ ذوالحلیفہ سے پہلے احرام نہ باندھیں

١٥٢٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا

1525۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : « يُهِلُّ أَهْلُ الْمَدِينَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ، وَ أَهْلُ الشَّامِ مِنَ الْجُحْفَةِ، وَأَهْلُ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ »

اللہ ﷺ نے فرمایا : ''اہلِ مدینہ ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں، اہلِ شام جحفہ سے اور اہلِ نجد قرن سے (احرام باندھیں)۔''

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ : وَبَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : « وَيُهِلُّ أَهْلُ الْيَمَنِ مِنْ يَلَمْلَمَ »[راجع : ١٣٣۔ أخرجه مسلم : ١١٨٢]

عبداللہ رحمہ اللہ نے کہا: اور مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : ''اور اہلِ یمن یلملم سے احرام باندھیں۔''

فائدہ اہلِ مدینہ کا میقات مشہور مقام ذوالحلیفہ ہے۔ یہ نام '' حَلْفَاءُ '' (بروزن صَفْرَاءُ) نامی بوٹی کی وجہ سے رکھا گیا جو وہاں بکثرت پائی جاتی تھی۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے قول '' ذوالحلیفہ سے پہلے احرام نہ باندھیں '' سے ظاہر ہے کہ وہ میقات سے پہلے احرام کو حرام یا کم از کم مکروہ سمجھتے ہیں، کیونکہ آدمی جب میقات سے پہلے احرام باندھے تو یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزے رکھنے لگے، ایسا کرنے والا اللہ کی مقرر کردہ حد سے پہل کرے گا۔ (میقات زمانی ہو یا مکانی دونوں اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ ہیں، ان سے تقدیم یا تاخیر جائز نہیں) میقات سے پہلے احرام کے جواز کے قائلین کے پاس کتاب و سنت کی کوئی پختہ دلیل نہیں ہے۔ لیکن ہوائی جہاز میں چونکہ ایک لمحہ میں میقات سے گزرنے کا خطرہ ہے، اس لیے احتیاطاً کچھ پہلے احرام باندھنے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ ہوسکتا ہے بندے کو نیند آ جانے یا غفلت کی وجہ سے جہاز احرام کے بغیر میقات سے گزر جائے۔ اس لیے ضرورت کے پیشِ نظر کچھ پہلے احرام باندھ لینا چاہیے۔ (ابن عثیمین)

٩۔ بَابُ مُهَلِّ أَهْلِ الشَّامِ

9۔ باب: اہلِ شام کے احرام باندھنے کی جگہ

١٥٢٦۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَمْرِو ابْنِ دِينَارٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: وَقَّتَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ، وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ، وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ، فَهُنَّ لَهُنَّ، وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِنَّ لِمَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَمَنْ كَانَ دُونَهُنَّ فَمُهَلُّهُ مِنْ أَهْلِهِ،

1526۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہلِ مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ، اہلِ شام کے لیے جحفہ، اہلِ نجد کے لیے قرن المنازل اور اہلِ یمن کے لیے یلملم کو میقات مقرر فرمایا۔ یہ میقات ان مقامات (کے لوگوں) کے لیے ہیں اور ان کے لیے بھی جو ان کے باشندوں کے سوا دوسرے لوگوں میں سے ان مقامات پر آئیں جو حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں اور جو ان سے اس (مکہ) کی طرف ہوں ان

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

وَكَذَاكَ حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ يُهِلُّونَ مِنْهَا . [راجع : ١٥٢٤- أخرجه مسلم : ١١٨١]

کے احرام کا مقام ان کے گھر سے ہے اور اسی طرح (آگے چلتے جائیں) حتیٰ کہ اہلِ مکہ مکہ ہی سے احرام باندھ لیں۔

١٠ - بَابُ مُهَلِّ أَهْلِ نَجْدٍ

10- باب: اہلِ نجد کے احرام باندھنے کی جگہ

١٥٢٧- حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ: وَقَّتَ النَّبِيُّ ﷺ . [راجع : ١٣٣- أخرجه مسلم : ١١٨٢ مطولًا]

1527- عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے میقات مقرر کر دیے۔

١٥٢٨- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: « مُهَلُّ أَهْلِ الْمَدِينَةِ ذُو الْحُلَيْفَةِ، وَمُهَلُّ أَهْلِ الشَّامِ مَهْيَعَةُ ــ وَهِيَ الْجُحْفَةُ ــ وَأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنٌ »

1528- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا، آپ فرما رہے تھے: ''اہلِ مدینہ کے احرام کی جگہ ذوالحلیفہ ہے، اہلِ شام کے احرام کی جگہ مہیعہ ہے اور وہی جحفہ ہے اور اہلِ نجد کے احرام کی جگہ قرن ہے۔

قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : زَعَمُوا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ وَلَمْ أَسْمَعْهُ: « وَمُهَلُّ أَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمُ » [راجع : ١٣٣- أخرجه مسلم : ١١٨٢]

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: لوگوں نے بتایا کہ نبی ﷺ نے فرمایا اور میں نے نہیں سنا: ''اور اہلِ یمن کے احرام کی جگہ یلملم ہے۔''

فوائد 1 امام بخاری رحمہ اللہ ہر میقات کے لیے ابن عمر رضی اللہ عنہما یا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بار بار لا رہے ہیں، اس میں ایک تو ہر میقات کی الگ صراحت کا فائدہ ہے، دوسرا امام صاحب ہر جگہ اس حدیث کو الگ الگ سند سے لا رہے ہیں، اس سے حدیث کی قوت میں اضافہ ہوتا ہے اور محدثین ایک ہی متن کو وہ جتنی سندوں کے ساتھ روایت ہوا سے اتنی ہی احادیث شمار کرتے ہیں۔ اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ بعض اوقات دوسری سند سے بیان کرنے والا استاذ کوئی مزید لفظ بیان کر دیتا ہے، جس سے حدیث کا مطلب زیادہ واضح ہو جاتا ہے یا اس سے کوئی نیا حکم معلوم ہو جاتا ہے۔

2 اہلِ یمن کے لیے ''یلملم'' کی تعیین کو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے خود رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنا بلکہ دوسرے صحابہ کے واسطے سے سنا ہے، چونکہ صحابہ سب عادل ہیں اس لیے ان کی وہ روایت بھی صحیح ہوتی ہے جو انھوں نے خود نہ سنی ہو، کیونکہ یقیناً انھوں نے وہ کسی صحابی کے واسطے ہی سے سنی ہوتی ہے، اس لیے اگر کسی اور صحابی سے ''یلملم'' کا میقات ہونا نہ مروی ہو تب بھی ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کافی ہے، مگر اہلِ یمن کے لیے ''یلملم'' کو میقات مقرر کرنا متعدد صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے، جن میں ابن عباس، جابر بن عبداللہ، ام المومنین عائشہ اور حارث بن عمرو سہمی رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ (فتح الباری)

١١۔ بَابُ مُهَلِّ مَنْ كَانَ دُونَ الْمَوَاقِيتِ

11۔ باب: ان لوگوں کے احرام کی جگہ جو میقات کے اندر کی طرف ہوں

١٥٢٩۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ، وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ، وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا، فَهُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِنَّ مِمَّنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَمَنْ كَانَ دُونَهُنَّ فَمِنْ أَهْلِهِ، حَتَّى إِنَّ أَهْلَ مَكَّةَ يُهِلُّونَ مِنْهَا. [راجع: ١٥٢٤- أخرجه مسلم: ١١٨١]

1529۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے اہلِ مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ، اہلِ شام کے لیے جحفہ، اہلِ یمن کے لیے یلملم اور اہلِ نجد کے لیے قرن کو میقات مقرر کیا۔ چنانچہ وہ ان مقامات (کے لوگوں) کے لیے ہیں اور ان لوگوں کے لیے بھی جو ان کے علاوہ دوسرے لوگوں میں سے ان مقامات پر آئیں جو حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں، پھر جو لوگ ان جگہوں سے اندر کی طرف ہوں وہ اپنے گھر سے احرام باندھ لیں، یہاں تک کہ اہلِ مکہ مکہ ہی سے احرام باندھ لیں۔

فائدہ: اس حدیث کی شرح قریب کے ابواب میں گزر چکی ہے۔

١٢۔ بَابُ مُهَلِّ أَهْلِ الْيَمَنِ

12۔ باب: اہلِ یمن کے احرام کی جگہ

١٥٣٠۔ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ، وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ، وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ، هُنَّ لِأَهْلِهِنَّ وَلِكُلِّ آتٍ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِمْ مِمَّنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَمَنْ كَانَ دُونَ ذَلِكَ، فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ، حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ. [راجع: ١٥٢٤- أخرجه مسلم: ١١٨١]

1530۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے اہلِ مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ، اہلِ شام کے لیے جحفہ، اہلِ نجد کے لیے قرن المنازل اور اہلِ یمن کے لیے یلملم کو میقات مقرر کیا۔ یہ مقامات ان کے لیے بھی ہیں اور ان کے سوا ہر اس شخص کے لیے بھی جو دوسری جگہوں سے ان پر آئے جو حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتا ہو اور جو ان سے اندر کی جانب ہو تو وہ جہاں سے چلے یہاں تک کہ مکہ والے مکہ سے احرام باندھیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ یلملم ایک پہاڑ ہے، مکہ سے دو منزل پر واقع ہے۔ برصغیر پاک و ہند سے جو لوگ مکہ کو جاتے ہیں وہ جہاز ہی میں اس کے برابر پہنچ کر احرام باندھ لیتے ہیں۔ (تیسیر الباری) آج کل اسے "سعدیہ" کہا جاتا ہے، یہ مسجد حرام سے جنوب میں (۱۲۰) کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔

۱۳۔ بَابٌ: ذَاتُ عِرْقٍ لِأَهْلِ الْعِرَاقِ

13۔ باب: اہلِ عراق کے لیے ذاتِ عرق میقات ہے

۱۵۳۱۔ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا فُتِحَ هٰذَانِ الْمِصْرَانِ أَتَوْا عُمَرَ، فَقَالُوا: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ حَدَّ لِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا، وَهُوَ جَوْرٌ عَنْ طَرِيقِنَا، وَ إِنَّا إِنْ أَرَدْنَا قَرْنًا شَقَّ عَلَيْنَا، قَالَ: فَانْظُرُوا حَذْوَهَا مِنْ طَرِيقِكُمْ، فَحَدَّ لَهُمْ ذَاتَ عِرْقٍ.

1531۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب یہ دو شہر فتح ہوئے تو لوگ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے: امیر المومنین! رسول اللہ ﷺ نے اہلِ نجد کے لیے "قرن" کو میقات مقرر کیا ہے اور وہ ہمارے راستے سے ایک طرف رہ جاتا ہے اور ہم اگر قرن جانا چاہیں تو ہمیں مشکل ہوتی ہے۔ انھوں نے کہا: تم اپنے راستے میں سے اس کے مقابل جگہ دیکھ لو۔ چنانچہ انھوں نے ان کے لیے "ذاتِ عرق" کو مقرر کر دیا۔

فائدہ 1 جب یہ دو شہر فتح ہوئے: ان دو شہروں سے مراد کوفہ اور بصرہ ہیں جو عراق میں واقع ہیں۔ یاد رہے کہ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جب عراق فتح ہوا تو وہاں اہلِ فارس کی حکومت تھی، عمر رضی اللہ عنہ نے فارسیوں کی بار بار عہد شکنی کے علاج کے لیے عراق میں مسلمانوں کی افواج کو مستقل طور پر آباد کرنے کا فیصلہ کیا، ان کے حکم سے وہاں دو عظیم شہر کوفہ اور بصرہ آباد کیے گئے، جو عراق کے وسط میں واقع ہیں، اس لیے ان دو شہروں کی فتح سے مراد عراق کی فتح کے بعد ان کی آباد کاری ہے۔

2 "ذَاتُ عِرْقٍ" (عین کے کسرہ کے ساتھ): عرق والا، یہ نام اس چھوٹے سیاہ پہاڑ کی وجہ سے رکھا گیا جو اس میں واقع ہے۔ "عِرْقٌ" کا معنی چھوٹا پہاڑ ہے۔ یہ شور زمین ہے، جس میں جھاؤ کے درخت اگتے ہیں، اس کے اور مکہ کے درمیان (قدیم عربی) بیالیس (۴۲) میل کا فاصلہ ہے۔

3 تیسیر الباری میں ہے: "بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے یہ مقام اپنے اجتہاد سے مقرر کیا مگر صحیح مسلم (۱۱۸۳) میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی روایت سے نبی ﷺ سے عراق والوں کے لیے میقات "ذاتِ عرق" مروی ہے، لیکن صحیح مسلم میں اس کے مرفوع ہونے کو شک کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اس روایت سے یہ بھی نکلا کہ اگر کوئی مکہ میں حج یا عمرہ کی نیت سے اپنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

راستے سے آئے جس میں کوئی میقات راہ میں نہ پڑے تو جس میقات کے مقابل پہنچے وہاں سے احرام باندھ لے۔ بعضوں نے کہا: اگر کسی میقات کی برابری معلوم نہ ہو سکے تو جو میقات سب سے دور ہے اتنی دور سے احرام باندھ لے۔ میں کہتا ہوں: ابو داؤد (۱۷۳۹) اور نسائی (۲۶۵۳) نے باسناد صحیح ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکالا کہ نبی ﷺ نے عراق والوں کے لیے "ذات عرق" مقرر کیا اور احمد (۶۶۹۷) اور دار قطنی (۲۴۹۹) نے عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے بھی ایسا ہی نکالا، پس امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کا اجتہاد حدیث کے مطابق پڑا۔" (تیسیر الباری بتصرف یسیر) شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔

4 رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر عراق کے لیے "ذاتِ عرق" کو میقات مقرر کیا۔ [أبو داؤد : ۱۷٤۲، عن الحارث بن عمرو السهمي] اس وقت عراق فتح نہیں ہوا تھا، نہ وہاں کوئی مسلمان تھے، جو حج یا عمرہ کے لیے آتے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے "ذاتِ عرق" کو عراق کے لیے میقات مقرر کرتے وقت اس کی جانب رخ کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور عرض کیا: « اَللّٰهُمَّ أَقْبِلْ بِقُلُوْبِهِمْ »[ابن ماجه : ۲۹۱۵، حديث صحيح] "اے اللہ! ان کے دلوں کو متوجہ کر دے۔" اس میں رسول اللہ ﷺ کا معجزہ ہے کہ آپ ﷺ نے پہلے ہی عراق کے فتح ہونے اور وہاں سے مسلمانوں کی حج و عمرہ کے لیے آنے کی دعا کی اور عراق فتح ہونے سے پہلے ہی اس کے لیے میقات مقرر کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبولیت سے نوازا، عراق فتح ہوا اور مدتوں خلافتِ اسلامیہ کا مرکز رہا۔

١٤ ـ بَابٌ

14۔ باب (بلا عنوان)

١٥٣٢ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، فَصَلّٰى بِهَا، وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ . [راجع : ٤٨٤ـ أخرجه مسلم : ١٢٥٧، بقطعة ليست في هذه الطريق، ولكنها في الحج برقم : ٤٣٠]

1532۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ذوالحلیفہ کے کنکروں والے میدان میں اونٹنی بٹھائی اور وہاں نماز پڑھی اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسے ہی کیا کرتے تھے۔

فائدہ اس حدیث کی شرح (۴۸۴) میں گزر چکی ہے۔ یہ باب بلا عنوان ہے، ایسے ابواب پہلے باب ہی کا حصہ ہوتے ہیں، کسی ایک بات کو نمایاں کرنے کے لیے باب قائم کر دیا جاتا ہے، جو پہلے باب کی فصل کی طرح ہوتا ہے۔ صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں یہ باب نہیں ہے اور بعض شارحین نے اس کا عنوان یہ باندھا ہے: " بَابُ نُزُوْلِ الْبَطْحَاءِ وَالصَّلَاةِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ . " ابن بطال کی شرح میں یہ عنوان ہے: " اَلصَّلَاةُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ . " یہ نماز احرام کے لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رکعتیں بھی ہو سکتی ہے اور فرض نماز بھی۔ انس رضی اللہ عنہ سے حدیث آ رہی ہے کہ آپ ﷺ نے ذوالحلیفہ میں عصر دو رکعتیں پڑھی۔ آپ ﷺ کا وہاں اترنا مکہ کی طرف جاتے ہوئے بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ بخاری رحمہ اللہ کے انداز سے ظاہر ہے اور مدینہ کی طرف واپسی پر بھی، اس کی تائید ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ہوتی ہے جو اس حدیث کے بعد آ رہی ہے کہ آپ ﷺ جب واپس آتے تو ذوالحلیفہ کی وادی کے نشیب میں نماز پڑھتے اور صبح تک رات وہاں گزارتے۔ دونوں حدیثوں کو اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ جاتے ہوئے بھی وہاں اتر کر نماز پڑھتے تھے اور واپسی پر بھی۔ (واللہ اعلم) (فتح الباری)

١٥ - بَابُ خُرُوجِ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى طَرِيقِ الشَّجَرَةِ

15۔ باب: نبی ﷺ کا درخت کے راستے سے نکلنا

١٥٣٣ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا أَنَسُ ابْنُ عِيَاضٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَخْرُجُ مِنْ طَرِيقِ الشَّجَرَةِ، وَيَدْخُلُ مِنْ طَرِيقِ الْمُعَرَّسِ وَأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ يُصَلِّي فِي مَسْجِدِ الشَّجَرَةِ، وَإِذَا رَجَعَ صَلَّى بِذِي الْحُلَيْفَةِ بِبَطْنِ الْوَادِي، وَبَاتَ حَتَّى يُصْبِحَ.

[راجع : ٤٨٤، وانظر في الحج، باب : ٢٤ـ أخرجه مسلم : ١٢٥٧، باختلاف وقطعة "صلى بذي الحليفة"، في الحج : ٤٣٠]

1533۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ درخت کے راستے سے (مدینہ سے) نکلتے تھے اور مُعرس کے راستے سے (مدینہ میں) داخل ہوتے تھے اور رسول اللہ ﷺ جب مکہ کی طرف روانہ ہوتے تو درخت والی مسجد میں نماز پڑھتے تھے اور جب واپس مدینہ آتے تو ذوالحلیفہ میں وادی کے نشیب میں نماز پڑھتے تھے اور وہیں صبح ہونے تک رات گزارتے تھے۔

فوائد 1 اس حدیث کی شرح بھی حدیث (۴۸۴) میں گزر چکی ہے۔ حافظ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: عیاض رحمہ اللہ نے کہا: "شَجَرَةٌ" مدینہ سے مکہ کی طرف جانے کے راستے پر معروف مقام ہے، نبی ﷺ اس سے ذوالحلیفہ کی طرف نکلتے تھے اور وہاں رات گزارتے تھے۔ جب واپس آتے تب بھی اس میں رات گزارتے تھے اور مدینہ میں "مُعَرَّسٌ" کے راستے سے داخل ہوتے تھے۔ "مُعَرَّسٌ" بھی معروف مقام ہے۔ "شَجَرَةٌ" اور "مُعَرَّسٌ" دونوں مدینہ سے چھ (عربی) میل کے فاصلے پر ہیں، لیکن "مُعَرَّسٌ" زیادہ قریب ہے۔ بعد والے باب میں اس کی مزید وضاحت آئے گی۔ (فتح الباری)

2 ابن بطال نے کہا: آپ ﷺ آنے جانے میں راستہ بدلنے کا یہ عمل عید کے موقع پر آنے جانے کا راستہ بدلنے کی طرح کیا کرتے تھے، اس کی حکمت پہلے وضاحت سے بیان ہو چکی ہے۔ بعض نے کہا کہ آپ ﷺ کا وہاں اترنا قصداً نہیں بلکہ اتفاقاً تھا اور صحیح یہ ہے کہ آپ ﷺ نے قصداً ایسا کیا تھا، تاکہ مدینہ میں رات کو داخل نہ ہوں، اس کی دلیل ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قول ہے کہ آپ ﷺ صبح تک وہاں رات گزارتے (کیونکہ لمبے سفر سے واپسی پر رات کو گھر آنا منع ہے)۔ اس میں ایک اور بات بھی ہے کہ آپ اس مقام میں ٹھہر کر اور نمازیں پڑھ کر اس مبارک وادی کی برکت حاصل کرتے تھے، جیسا کہ اس کے بعد والے باب میں آ رہا ہے۔ (فتح الباری)

١٦- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ : «الْعَقِيقُ وَادٍ مُبَارَكٌ»

16- باب: نبی ﷺ کا فرمان کہ "عقیق مبارک وادی ہے"

١٥٣٤- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، وَبِشْرُ ابْنُ بَكْرٍ التِّنِّيسِيُّ، قَالَا : حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، قَالَ : حَدَّثَنِي يَحْيَى، قَالَ : حَدَّثَنِي عِكْرِمَةُ، أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : إِنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ بِوَادِي الْعَقِيقِ يَقُولُ : «أَتَانِي اللَّيْلَةَ آتٍ مِنْ رَبِّي، فَقَالَ : صَلِّ فِي هَذَا الْوَادِي الْمُبَارَكِ، وَقُلْ : عُمْرَةً فِي حَجَّةٍ» [انظر : ٢٣٣٧، ٧٣٤٣]

1534- عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو "وادی العقیق" میں یہ کہتے ہوئے سنا: "آج رات میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا: اس مبارک وادی میں نماز پڑھ اور یوں کہہ: میں نے ایک حج کے ساتھ ایک عمرہ کا احرام باندھا۔"

فوائد: 1 "عَقِيقٌ"، "شَجَرَةٌ" اور "مُعَرَّسٌ" قریب قریب ہیں اور یہ تینوں جگہیں ذوالحلیفہ کے پاس واقع ہیں، جہاں سے احرام باندھا جاتا ہے۔ یہاں نماز پڑھنے سے مراد یا تو احرام کے لیے نماز ہے یا فرض نماز ہے۔ اسلام سے پہلے ایامِ حج میں عمرہ کرنا سخت معیوب خیال کیا جاتا تھا، رسول اللہ ﷺ نے اس غلط خیال کی اصلاح کرتے ہوئے فرمایا: «دَخَلَتِ الْعُمْرَةُ فِي الْحَجِّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ» [ترمذي : ٩٣٢] "عمرہ حج میں قیامت کے دن تک داخل ہو گیا۔" اس لیے حج کے ایام میں عمرہ ادا کرنا جائز ہے بلکہ افضل ہے، جیسا کہ حج تمتع اور حج قران میں کیا جاتا ہے۔

2 قُلْ: عُمْرَةً فِي حَجَّةٍ: اس کا ایک معنی یہ کیا گیا ہے کہ یوں کہہ کہ "عمرہ حج میں داخل ہو گیا" یعنی لوگوں کو بتا دے کہ عمرہ حج میں داخل ہو گیا، اسے ایام حج میں ادا کر سکتے ہیں، جیسا کہ اس سے پہلے فائدے میں گزرا ہے۔ مگر حافظ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ابْنُ الْمُنَيِّر نے اس پر اعتراض کیا ہے اور کہا ہے کہ "عُمْرَةً فِي حَجَّةٍ" اور "دَخَلَتِ الْعُمْرَةُ فِي الْحَجِّ" کا معنی ایک نہیں، کیونکہ "دَخَلَتِ الْعُمْرَةُ فِي الْحَجِّ" میں عمرہ اور حج پر الف لام ہے اور اس جملے میں ایک قاعدہ بیان ہوا ہے کہ حج کے ایام میں عمرہ کر سکتے ہیں، جب کہ "عُمْرَةً فِي حَجَّةٍ" میں دونوں لفظ نکرہ ہیں، اس لیے اس میں رسول اللہ ﷺ کے اپنے فعل کا اعلان کرنے کا حکم ہے، یعنی "جَعَلْتُهَا عُمْرَةً فِي حَجَّةٍ" یعنی احرام باندھتے وقت یوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہہ کہ میں نے حج میں عمرہ کا احرام باندھا۔ گویا آنے والے فرشتے نے آپ ﷺ کو حج و عمرہ دونوں، یعنی حج قران کا احرام باندھنے کا حکم دیا۔ حافظ رحمہ اللہ نے کہا: اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ صحیح بخاری ''کتاب الاعتصام (۷۳۴۳)'' میں یہی حدیث ان الفاظ کے ساتھ آ رہی ہے: «قُلْ : عُمْرَةٌ وَحَجَّةٌ» ''یوں کہہ کہ میں نے عمرہ اور حج کا احرام باندھا۔''

3 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حاجیوں کا اپنے شہر کے قریب کسی مقام پر ٹھہرنا اور وہاں رات گزارنا مستحب ہے، تاکہ جو شخص ان کے ساتھ سفر میں ساتھی بننا چاہے اگر اسے کچھ دیر ہو جائے تو وہ پہنچ سکے اور اگر کسی کا کوئی ضروری کام جلدی کی وجہ سے یا بھول کر رہ گیا ہے تو قریب ہونے کی وجہ سے پورا کر سکے۔ (فتح الباری)

١٥٣٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ، حَدَّثَنَا فُضَيْلُ ابْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، قَالَ : حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : أَنَّهُ رُؤِيَ وَهُوَ فِي مُعَرَّسٍ بِذِي الْحُلَيْفَةِ بِبَطْنِ الْوَادِي، قِيلَ لَهُ : إِنَّكَ بِبَطْحَاءَ مُبَارَكَةٍ .

وَقَدْ أَنَاخَ بِنَا سَالِمٌ، يَتَوَخَّى بِالْمُنَاخِ الَّذِي كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يُنِيخُ، يَتَحَرَّى مُعَرَّسَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَهُوَ أَسْفَلُ مِنَ الْمَسْجِدِ الَّذِي بِبَطْنِ الْوَادِي، بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الطَّرِيقِ وَسَطٌ مِنْ ذَلِكَ .

[راجع : ٤٨٣ ـ أخرجه مسلم : ١٣٤٦]

1535۔ موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا کہ مجھے سالم بن عبداللہ نے اپنے والد سے بیان کیا، انھوں نے نبی ﷺ سے کہ آپ ﷺ کو ذوالحلیفہ میں ''مُعرس'' (رات کے پچھلے پہر پڑاؤ ڈالنے کی جگہ) میں وادی کے نشیب یعنی نیچے والے حصے میں دیکھا گیا، آپ سے کہا گیا: ''تم ایک بابرکت میدان میں ہو۔''

(موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ) سالم نے ہمارے ہمراہ وہاں سواریاں بٹھائیں، وہ اس مقام کو ڈھونڈ رہے تھے جہاں عبداللہ رضی اللہ عنہ اونٹ بٹھایا کرتے تھے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے رات کے آخری حصے میں اترنے کی جگہ کا قصد کرتے تھے، جو اس مسجد سے نیچے ہے جو وادی کے نشیب میں ہے۔ وہ جگہ ان (اترنے والوں) کے اور راستے کے درمیان دونوں کے وسط میں ہے۔

فائدہ یہ حدیث (۴۸۳) میں گزر چکی ہے۔ اس حدیث میں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ کے متعلق کہا ہے: "أَنَّهُ رُؤِيَ" اس کا معنی ہے کہ نبی ﷺ کو دیکھا گیا۔ صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں ہے: "أَنَّهُ أُرِيَ" کہ آپ ﷺ کو خواب میں دکھایا گیا۔ (فتح الباری) بعض مترجم حضرات نے متن میں مذکور لفظ "رُؤِيَ" کا ترجمہ (خواب میں دکھایا گیا) کیا ہے جو درست نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

١٧- بَابُ غَسْلِ الْخَلُوقِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنَ الثِّيَابِ

١٥٣٦- قَالَ أَبُو عَاصِمٍ : أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، أَنَّ صَفْوَانَ بْنَ يَعْلَى أَخْبَرَهُ : أَنَّ يَعْلَى قَالَ لِعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَرِنِي النَّبِيَّ ﷺ حِينَ يُوحَى إِلَيْهِ، قَالَ : فَبَيْنَمَا النَّبِيُّ ﷺ بِالْجِعْرَانَةِ، وَمَعَهُ نَفَرٌ مِنْ أَصْحَابِهِ، جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ! كَيْفَ تَرَى فِي رَجُلٍ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَهُوَ مُتَضَمِّخٌ بِطِيبٍ ؟ فَسَكَتَ النَّبِيُّ ﷺ سَاعَةً، فَجَاءَهُ الْوَحْيُ، فَأَشَارَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَى يَعْلَى، فَجَاءَ يَعْلَى، وَعَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثَوْبٌ قَدْ أُظِلَّ بِهِ، فَأَدْخَلَ رَأْسَهُ، فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مُحْمَرُّ الْوَجْهِ، وَهُوَ يَغِطُّ، ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ فَقَالَ : «أَيْنَ الَّذِي سَأَلَ عَنِ الْعُمْرَةِ ؟» فَأُتِيَ بِرَجُلٍ فَقَالَ : «اغْسِلِ الطِّيبَ الَّذِي بِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَانْزِعْ عَنْكَ الْجُبَّةَ، وَاصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِي حَجَّتِكَ»

قُلْتُ لِعَطَاءٍ : أَرَادَ الْإِنْقَاءَ حِينَ أَمَرَهُ أَنْ يَغْسِلَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ؟ قَالَ : نَعَمْ . [انظر : ١٧٨٩، ١٨٤٧، ٤٣٢٩، ٤٩٨٥- أخرجه مسلم : ١١٨٠ بذكر "عمر"]

17۔ باب: (محرم کا) اپنے کپڑوں سے زعفران سے مرکب خوشبو کو تین بار دھونا

1536۔ یعلیٰ (بن امیہ) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: مجھے نبی ﷺ کو اس وقت دکھائیں جب آپ پر وحی نازل ہو رہی ہو۔ وہ کہتے ہیں: ایک دفعہ نبی ﷺ جعرانہ میں تھے، آپ کے پاس آپ کے اصحاب میں سے کچھ لوگ بھی تھے، اتنے میں آپ کے پاس ایک آدمی آیا، اس نے کہا: یا رسول اللہ! آپ اس آدمی کے متعلق کیا فرماتے ہیں جس نے عمرہ کا احرام باندھا ہے اور وہ خوشبو میں لت پت ہے؟ نبی ﷺ تھوڑی دیر خاموش رہے اور آپ ﷺ پر وحی نازل ہونے لگی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے یعلیٰ رضی اللہ عنہ کو اشارہ کیا۔ یعلیٰ رضی اللہ عنہ آئے، اس وقت رسول اللہ ﷺ کے اوپر ایک کپڑا تھا جس کے ساتھ آپ پر سایہ کیا گیا تھا۔ انھوں نے اپنا سر (کپڑے کے) اندر کیا، دیکھا تو رسول اللہ ﷺ کا چہرہ سرخ تھا اور آپ خراٹے لے رہے تھے، پھر آپ کی وہ حالت ختم ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس آدمی نے عمرے کے متعلق سوال کیا تھا وہ کہاں ہے؟'' پھر اس آدمی کو لایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو خوشبو تمھیں لگی ہوئی ہے اسے تین دفعہ دھو دو اور اپنا کوٹ اتار دو اور اپنے عمرہ میں اسی طرح کرو جیسے اپنے حج میں کرتے ہو۔''

(ابن جریج کہتے ہیں) میں نے عطا سے کہا: آپ ﷺ نے جب اسے تین بار دھونے کا حکم دیا تو کیا آپ کا مقصد اچھی طرح صاف کرنا تھا؟ انھوں نے کہا: ہاں!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فوائد: 1 "خلوق" ایک مرکب خوشبو کا نام ہے، جس میں زعفران شامل ہوتا ہے۔ یہاں دو سوال ہیں، ایک یہ کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے باب میں خلوق کا لفظ ذکر کیا ہے جو خاص خوشبو ہے جب کہ حدیث میں "طِیْب" کا لفظ ہے جو عام خوشبو ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں اس حدیث کے بعض طرق میں آنے والے الفاظ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری ہی میں ہے: ﴿ وَعَلَيْهِ أَثَرُ الْخَلُوْقِ ﴾ [بخاري، أبواب العمرة : ۱۷۸۹] "اس پر خلوق کا نشان تھا۔" دوسرا سوال یہ ہے کہ باب میں محرم کے کپڑوں سے خلوق دھونے کا ذکر ہے جب کہ حدیث میں ہے کہ سوال کرنے والا خوشبو میں لت پت تھا، جس کا معنی بظاہر یہ ہے کہ اس کے جسم پر بھی خوشبو لگی ہوئی تھی۔ جواب اس کا یہ ہے کہ دراصل امام صاحب اس حدیث اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے بظاہر تضاد کا حل کرنا چاہتے ہیں جو اس باب کے بعد والے باب میں آ رہی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام باندھنے کے وقت آپ کے سر پر خوشبو لگایا کرتی تھیں، جو احرام کے بعد بھی باقی رہتی تھی۔ حل یہ ہے کہ دورانِ احرام محرم کے جسم یا کپڑوں پر زعفران کے رنگ والی خوشبو لگی ہوئی نہیں ہونی چاہیے۔ مرد کے کپڑوں پر احرام کے بغیر بھی زعفران یا اس سے مرکب خوشبو لگی ہوئی نہیں ہونی چاہیے، البتہ احرام سے پہلے جسم یا سر پر زعفران سے خالی خوشبو یا اس کا نشان بعد میں بھی جسم پر رہے تو جائز ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ زیر شرح حدیث کا واقعہ عمرۂ جعرانہ کا ہے، جو سنہ ۸ ہجری میں ہوا اور احرام سے پہلے سر پر لگائی ہوئی خوشبو بعد میں بھی باقی رہنے کا واقعہ حجۃ الوداع کا ہے، جو سنہ ۱۰ ہجری میں ہوا۔ اس لیے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خوشبو کو دھونے کا حکم کپڑے سے دھونے کا ہے تو دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض ہے ہی نہیں، جیسا کہ بخاری نے باب میں وضاحت کی ہے اور بعد کے باب میں بھی کریں گے اور اگر کوئی صاحب اصرار کریں کہ " مُتَضَمِّخٌ بِالطِّيْبِ " کا مطلب جسم پر لگی ہوئی خوشبو کو دھونا ہے تو یہ عمرۂ جعرانہ کا واقعہ ہے جو حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے منسوخ ہے۔

2 اس حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نزولِ وحی کا آپ پر بہت بھاری ہونا ظاہر ہے۔ دیکھیے صحیح بخاری کی حدیث (۲) کے فوائد۔ آپ پر وحی کا نزول کس قدر بھاری تھا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنا مشاہدہ ذکر کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرمائی اور اس وقت آپ کی ران میری ران پر تھی تو مجھ پر وہ اتنی بھاری ہو گئی کہ قریب تھا کہ وہ میری ران کو کچل دے۔ [بخاري، باب ما يذكر في الفخذ، قبل ح : ۳۷۱] اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جن چیزوں پر صبر کا حکم دیا ان میں سے وحیٔ الٰہی کا یہ بوجھ بھی ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ﴾ [المزمل : ۵] "یقیناً ہم ضرور تجھ پر ایک بھاری کلام نازل کریں گے۔" اور فرمایا: ﴿ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ ﴾ [القلم : ۴۸] "پس اپنے رب کے فیصلے تک صبر کر۔" (ابن عثیمین)

3 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس معاملے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل نہ ہوئی ہوتی اور وہاں اجتہاد کی بھی مجال نہ ہوتی اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم وحیٔ الٰہی آنے تک بات نہیں کرتے تھے۔ اب کیا حال ہے ان لوگوں کا جو علم کے بغیر فتویٰ دیتے جاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تحقیق اور یقین کے بغیر فتویٰ نہیں دینا چاہیے، کیونکہ دین باور کروا کر جو بات بھی بتائی جائے وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہ خود سے زیادہ کوئی جو رہی ہوتی ہے، کیونکہ وحی اسی نے نازل فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذمے غلط بات لگانے سے بڑھ کر ظلم کیا ہوگا، فرمایا: ﴿فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللَّهِ﴾ [الزمر: ۳۲] "پھر اس سے زیادہ کون ظالم ہے جس نے اللہ پر جھوٹ بولا۔" اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض مسائل و احکام قرآن مجید سے نہیں بلکہ نبی ﷺ پر اترنے والی وحی خفی کے ذریعے سے نازل ہوتے تھے۔

4 اگر کوئی شخص کسی کی وجہ سے احرام کے عمل میں کوئی غلطی کرلے اور کسی کے بتانے پر اصلاح کرلے تو اس پر کوئی دم یا فدیہ لازم نہیں آتا، ورنہ رسول اللہ ﷺ اس اعرابی کو خلوق والا جبہ اتارنے کے حکم کے ساتھ دم دینے کا حکم بھی دیتے۔ پھر سلے ہوئے کا محرم ہونے پر قمیص جس طرح بھی ہو سکے اتاری جا سکتی ہے۔ یہ کہنا کہ محرم قمیص کو پھاڑ کر یا کتر کر اتارے مگر سر کی جانب سے نہ اتارے بے کار بات ہے، کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے ثابت نہیں۔ اس کے علاوہ اس میں اللہ کے مال کو خوامخواہ برباد کرنا پایا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں، فرمایا: ﴿وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ﴾ [البقرة: ۲۰۵] "اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔"

5 وَاصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ —: صحیح مسلم (۱۱۸۰) اور دوسری کتب حدیث میں ہے کہ اس آدمی نے جس نے جبہ پہنا ہوا تھا اور وہ خلوق میں لت پت تھا، عمرہ میں اپنے اس عمل کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: "تم حج کر رہے ہوتے تو کیا کرتے؟" اس نے کہا: میں یہ کپڑے اتار دیتا اور یہ خلوق دھو دیتا۔ اس پر آپ نے فرمایا: "عمرہ میں بھی وہی کرو جو تم حج میں کرنے والے تھے۔" اس سے معلوم ہوا کہ وہ صاحب حج میں اسے جائز نہیں سمجھتے تھے مگر حج کے مقابلے میں چونکہ عمرہ مختصر ہے، اس لیے وہ اس کے احرام میں لباس اور خوشبو کی یہ پابندی ضروری نہیں سمجھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے واضح فرما دیا کہ احرام کی پابندیوں میں حج اور عمرے کے درمیان کوئی فرق نہیں۔

١٨ـ بَابُ الطِّيبِ عِنْدَ الْإِحْرَامِ وَمَا يَلْبَسُ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُحْرِمَ، وَيَتَرَجَّلُ وَيَدَّهِنُ

18۔ باب: احرام کے وقت خوشبو لگانا اور جب احرام کا ارادہ کرے تو کیا پہنے؟ اور کنگھی کرے اور تیل لگائے

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: يَشَمُّ الْمُحْرِمُ الرَّيْحَانَ، وَيَنْظُرُ فِي الْمِرْآةِ، وَيَتَدَاوَى بِمَا يَأْكُلُ: الزَّيْتِ، وَالسَّمْنِ. وَقَالَ عَطَاءٌ: يَتَخَتَّمُ وَيَلْبَسُ الْهِمْيَانَ. وَطَافَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَهُوَ مُحْرِمٌ، وَقَدْ حَزَمَ عَلَى بَطْنِهِ بِثَوْبٍ.

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: محرم پھول سونگھ سکتا ہے اور آئینہ دیکھ سکتا ہے اور جو چیزیں کھاتا پیتا ہے مثلاً تیل اور گھی ان کے ساتھ علاج بھی کر سکتا ہے۔ اور عطاء نے کہا: انگوٹھی پہن سکتا ہے اور (ہمیان) روپے رکھنے کی پتلی سی تھیلی باندھ سکتا ہے۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے احرام کی حالت میں طواف کیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَلَمْ تَرَ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا بِالتُّبَّانِ بَأْسًا لِلَّذِينَ يَرْحَلُونَ هَوْدَجَهَا.

اور انھوں نے اپنے پیٹ پر ایک کپڑا باندھا ہوا تھا۔ اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان لوگوں کے لیے نیکر پہننے میں کوئی حرج نہیں سمجھا جو ان کے ہودج کو اونٹ کے اوپر لادتے تھے۔

فائدہ: اس باب کا مقصد یہ ہے کہ اس سے پہلی حدیث میں خوشبو دھونے کا جو حکم ہے اس سے مراد کپڑوں سے دھونا ہے، کیونکہ ایسا کپڑا جسے تھوڑا یا زیادہ زعفران لگا ہوا سے دھونے کا حکم ہے، جیسا کہ اس سے بعد کے باب میں آ رہا ہے، البتہ خُوشبُو جو احرام کے وقت بدن پر لگائی ہو وہ جسم پر باقی رہے تو کوئی حرج نہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے محرم کے لیے احرام کے بعد جسم پر خُوشبُو کے باقی رہنے کے ساتھ کنگھی کرنے اور تیل لگانے کے جواز کا ذکر کر دیا، گویا ان کا کہنا یہ ہے کہ منع کردہ چیزوں کو چھوڑ کر محرم کو بننے سنورنے کی اجازت ہے۔ چنانچہ وہ احرام سے پہلے کنگھی کر سکتا ہے، سر پر تیل بھی لگا سکتا ہے، جیسا کہ اس سے چار ابواب بعد ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت آ رہی ہے: «انْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِينَةِ بَعْدَ مَا تَرَجَّلَ وَادَّهَنَ» [بخاري: ١٥٤٥] "نبی ﷺ کنگھی کرنے اور تیل لگانے کے بعد مدینہ سے نکلے۔" اس کے علاوہ امام بخاری رحمہ اللہ نے جو آثار نقل کیے ہیں سب کی سندیں حافظ رحمہ اللہ نے ذکر کر دی ہیں۔

١٥٣٧۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَدَّهِنُ بِالزَّيْتِ. فَذَكَرْتُهُ لِإِبْرَاهِيمَ، قَالَ: مَا تَصْنَعُ بِقَوْلِهِ!؟

1537۔ ہمیں محمد بن یوسف نے بیان کیا کہ ہمیں سفیان نے منصور سے، انھوں نے سعید بن جبیر سے بیان کیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما (احرام کے موقع پر) سادہ تیل لگایا کرتے تھے۔ (منصور نے کہا:) میں نے اس کا ذکر ابراہیم (نخعی) سے کیا تو انھوں نے کہا: تم ان (ابن عمر رضی اللہ عنہما) کے قول کو کیا کرو گے!؟

١٥٣٨۔ حَدَّثَنِي الْأَسْوَدُ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيصِ الطِّيبِ فِي مَفَارِقِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ مُحْرِمٌ. [راجع: ٢٧١۔ أخرجه مسلم: ١١٩٠]

1538۔ مجھے اسود نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا کہ انھوں نے کہا: گویا میں رسول اللہ ﷺ کی مانگ میں خُوشبُو (دار تیل) کی چمک دیکھ رہی ہوں، حالانکہ آپ محرم تھے۔

١٥٣٩۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ:

1539۔ نبی ﷺ کی بیوی عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کو آپ کے احرام کے موقع پر خوشبو لگاتی تھی جب آپ احرام باندھتے اور بیت اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لِإِحْرَامِهِ حِينَ يُحْرِمُ، وَلِحِلِّهِ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ بِالْبَيْتِ . [انظر : ١٧٥٤، ٥٩٢٢، ٥٩٢٨، ٥٩٣٠۔ أخرجه مسلم : ١١٨٩]

کا طواف کرنے سے پہلے آپ کے احرام کھولنے کے موقع پر بھی (خوشبو لگاتی تھی)۔

فوائد 1 فتح الباری میں ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور ان کے والد گرامی قدر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ احرام کے بعد محرم کے جسم پر خوشبو باقی رہنے کو ناپسند کرتے تھے، جبکہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس عمل کا انکار کرتی تھیں۔ سعید بن منصور نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے عبداللہ کے طریق سے بیان کیا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں کہ احرام باندھنے کے موقع پر خوشبو لگانے میں کوئی حرج نہیں۔ عبداللہ بن عبداللہ بن عمر نے کہا کہ میں (اپنے والد) ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا تو میں نے ایک آدمی کو بلایا اور اسے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف بھیج دیا، اگرچہ میں ان کا قول جانتا تھا لیکن میں نے چاہا کہ والد صاحب بھی سن لیں، تو جس آدمی کو میں نے بھیجا تھا وہ آیا اور اس نے کہا: عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ احرام کے وقت خوشبو لگانے میں کوئی حرج نہیں، جتنی چاہو لگاؤ۔ یہ سن کر ابن عمر رضی اللہ عنہما خاموش رہے۔ اسی طرح ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے سالم بھی اس مسئلے میں اپنے والد اور دادا کے خلاف تھے۔ ابن عیینہ نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے سالم سے بیان کیا کہ انھوں نے خوشبو کے بارے میں عمر رضی اللہ عنہ کا قول ذکر کیا، پھر کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اور یہ حدیث بیان کی۔ سالم نے کہا: رسول اللہ ﷺ کی سنت کا حق زیادہ ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ زیر شرح حدیث (۱۵۳۷) میں " فَذَكَرْتُهُ لِإِبْرَاهِيمَ " منصور کا قول ہے اور ابراہیم سے مراد نخعی ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پیش آمدہ مسائل میں سنتوں ہی کی پناہ لی جائے گی اور آدمیوں کی رائے اور قیاس کی بجائے سنتوں ہی کو کافی سمجھا جائے گا اور انھی پر قناعت کی جائے گی۔ (فتح الباری)

اس سارے کلام کے آخر میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے تبصرے سے ہر اس متبع سُنّت کا سینہ ٹھنڈا ہوتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کی سُنّت کے بعد بڑے سے بڑے آدمی کی رائے کی کچھ حیثیت نہیں سمجھتا، حتیٰ کہ اپنے والد اور دادا کے قول کی بھی پروا نہیں کرتا، خواہ وہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ یا ان کے فرزند ارجمند عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہی کیوں نہ ہوں۔ مگر کچھ لوگوں کے دلوں میں اپنے اپنے بچھڑے کی محبت اس طرح گھول کر پلا دی گئی ہے کہ ہر متبع سنت محدث اور امام کو کسی نہ کسی امام کا مقلد باور کروانے پر تلے ہوتے ہیں۔ ان کے نزدیک ابن تیمیہ اور ابن قیم امام احمد ابن حنبل کے مقلد اور ابن حجر امام شافعی کے مقلد ہیں، حالانکہ ان تینوں نے تقلید کی جس طرح تردید کی ہے وہ سب جانتے ہیں۔ آپ غور فرمائیں کہ کسی مقلد کے قلم سے یہ الفاظ نکل سکتے ہیں جو حافظ رحمہ اللہ کے قلم سے نکلے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ اردو ترجمے سے ان کے قلم سے نکلے ہوئے الفاظ کا پورا تاثر پیدا ہو ہی نہیں سکتا، اس لیے میں بطور تبرک ان کے الفاظ نقل کرتا ہوں، انھوں نے لکھا ہے: " وَيُؤْخَذُ مِنْهُ أَنَّ الْمَفْزَعَ فِي النَّوَازِلِ إِلَى السُّنَنِ وَأَنَّهُ مُسْتَغْنًى بِهَا عَنْ آرَاءِ الرِّجَالِ وَفِيهَا الْمَقْنَعُ . "

2 اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ احرام کے ارادے کے وقت خوشبو لگانا مستحب ہے اور احرام کے بعد اس کا جسم پر باقی رہنا جائز ہے، خواہ اس کا رنگ اور خوشبو موجود رہے، حرام صرف یہ ہے کہ احرام باندھنے کے بعد نئے سرے سے خوشبو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لگائی جائے، جمہور کا قول بھی یہی ہے۔ (فتح الباری)

3 وَلِحِلِّهِ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ: دسویں تاریخ کو جب جمرۂ عقبہ کی رمی کرے، سر منڈا لے تو عورتوں کے سوا اور سب چیزیں جن کا احرام میں پرہیز تھا جائز ہو جاتی ہیں، طواف زیارہ کے بعد عورتوں سے صحبت کرنا بھی حلال ہو جاتا ہے۔ (تیسیر الباری)

١٩ - بَابُ مَنْ أَهَلَّ مُلَبِّدًا

19۔ باب: جو شخص سر کے بالوں کو جما کر احرام باندھے

١٥٤٠ - حَدَّثَنَا أَصْبَغُ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُهِلُّ مُلَبِّدًا.

[انظر: ١٥٤٩، ٥٩١٤، ٥٩١٥ـ أخرجه مسلم: ١١٨٤ مطولا]

1540۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس حال میں لبیک کہتے ہوئے سنا کہ آپ نے سر کے بالوں کو جمایا ہوا تھا۔

فوائد 1 احرام باندھتے وقت اس خیال سے کہ بال بکھر نہ جائیں، ان میں گرد و غبار زیادہ نہ سمائے بالوں کو گوند، خطمی یا کسی اور لعاب سے جما لیتے ہیں، عربی زبان میں اسے "تَلْبِيْدٌ" کہتے ہیں۔ (تیسیر الباری) "تَلْبِيْدٌ" کی ضرورت اسے ہوتی ہے جس کے بال لمبے ہوں اور اسے دیر تک احرام کی حالت میں رہنا ہو۔

2 ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث صحیح بخاری (۵۹۱۴) میں آ رہی ہے، وہاں اس کا سبب ورود بھی معلوم ہو رہا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مہلت دی تو وہاں تفصیل بیان ہو گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ) یہاں اس حدیث سے احرام کے وقت "تَلْبِيْدٌ" کے مسنون ہونے کا بیان مقصود ہے۔

٢٠ - بَابُ الْإِهْلَالِ عِنْدَ مَسْجِدِ ذِي الْحُلَيْفَةِ

20۔ باب: مسجد ذوالحلیفہ کے پاس سے (احرام کے لیے) لبیک کہنا

١٥٤١ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا.

وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّهُ سَمِعَ

1541۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ذوالحلیفہ کی مسجد کے پاس ہی سے لبیک کہا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

أَبَاهُ يَقُولُ : مَا أَهَلَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَّا مِنْ عِنْدِ الْمَسْجِدِ يَعْنِي مَسْجِدَ ذِي الْحُلَيْفَةِ . [أخرجه مسلم : ١١٨٦]

فائدہ: حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ذوالحلیفہ میں کس جگہ سے احرام کے لیے لبیک کہنے کا آغاز فرمایا اس میں راویوں کا اختلاف ہے۔ بعض نے کہا: مسجد میں نماز ادا کرنے کے ساتھ ہی آپ نے احرام کے لیے لبیک کہنا شروع کر دیا تھا، بعض نے کہا: آپ نے مسجد سے نکل کر اونٹنی پر سوار ہو کر لبیک کہا اور بعض نے کہا: مسجد سے چل کر آگے بلندی پر واقع ہموار میدان (بیداء) میں پہنچ کر اس کا آغاز کیا۔ سنن ابی داؤد میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ان تینوں اقوال کے درمیان تطبیق منقول ہے، چنانچہ سعید بن جبیر نے کہا: میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: ابوالعباس! مجھے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے اختلاف پر تعجب ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے کس وقت احرام باندھا۔ انھوں نے کہا: مجھے اس بات کا علم سب سے زیادہ ہے، رسول اللہ ﷺ نے صرف ایک ہی حج کیا، اس لیے صحابہ میں اختلاف ہوا۔ رسول اللہ ﷺ حج کے لیے روانہ ہوئے، جب آپ نے ذوالحلیفہ کی مسجد میں دو رکعتیں پڑھیں تو اسی مجلس میں احرام باندھ لیا۔ چنانچہ اپنی دو رکعتوں سے فارغ ہو کر آپ نے حج کے لیے لبیک کہہ دیا، کچھ لوگوں نے آپ سے یہ سنا اور اسے یاد رکھ لیا۔ پھر آپ سوار ہوئے، جب آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر کھڑی ہوئی، تو آپ نے لبیک کہا، کچھ لوگوں نے آپ کا یہ عمل دیکھا۔ وجہ یہ تھی کہ لوگ گروہ در گروہ آتے تھے، بعض لوگوں نے آپ کو اس وقت لبیک کہتے ہوئے سنا جب آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر کھڑی ہوئی، چنانچہ انھوں نے یہ بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس وقت احرام باندھا جب آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر کھڑی ہوئی، پھر رسول اللہ ﷺ روانہ ہوئے، جب بلند میدان (بیداء) پر چڑھے تو پھر لبیک کہا، کچھ لوگوں نے یہ عمل دیکھا تو انھوں نے کہا: آپ نے اس وقت احرام باندھا جب آپ بلند میدان پر چڑھے۔ اللہ کی قسم! آپ نے اپنی نماز کی جگہ پر ہی احرام کے لیے لبیک کہہ لیا تھا، پھر جب آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر کھڑی ہوئی تو آپ نے لبیک کہا اور اس وقت بھی لبیک کہا جب آپ بیداء کی بلندی پر چڑھے۔ سعید نے کہا: تو جس نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کو لیا وہ اپنی نماز کی جگہ ہی سے اپنی دو رکعتوں سے فارغ ہونے پر احرام کے لیے لبیک کہہ دیتا ہے۔ [أبو داؤد : ١٧٧٠]

اگر یہ حدیث صحیح ہو تو مسئلہ حل ہو جاتا ہے اور یہ تطبیق بھی بہت اچھی ہے، مگر اس کی سند صحیح نہیں۔ منذری نے کہا: اس کی سند میں خُصیف بن عبدالرحمٰن ہے اور وہ ضعیف ہے۔ (عون المعبود) صحیح مسلم (۱۱۸۶/۲۴) میں ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جب کہا جاتا کہ (آپ ﷺ نے) بیداء سے احرام باندھا؟ تو وہ کہتے: وہ بیداء جس کے حوالے سے تم رسول اللہ ﷺ پر غلط بیانی کرتے ہو، رسول اللہ ﷺ نے کسی اور جگہ سے نہیں درخت کے پاس ہی سے احرام باندھا تھا، آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر کھڑی ہوئی۔ چند ابواب کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ کا یہ عنوان آ رہا ہے: "بَابُ مَنْ أَهَلَّ حِيْنَ اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ" "جو شخص اس وقت احرام باندھے جب اس کی سواری اسے لے کر کھڑی ہو جائے۔" اور ابن عمر رضی اللہ عنہما ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روایت کا انکار کرتے تھے جو دو ابواب کے بعد ان الفاظ میں آ رہی ہے: « رَكِبَ رَاحِلَتَهُ حَتَّى اسْتَوَى عَلَى الْبَيْدَاءِ أَهَلَّ هُوَ وَ أَصْحَابُهُ » ”آپ ﷺ اپنی سواری پر چڑھے یہاں تک کہ جب بیداء پر چڑھ گئے تو آپ اور آپ کے اصحاب نے احرام کے لیے لبیک کہا۔“ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے: « بَيْدَاؤُكُمْ هَذِهِ الَّتِيْ تَكْذِبُوْنَ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهَا، مَا أَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا مِنْ عِنْدِ الْمَسْجِدِ، يَعْنِيْ ذَا الْحُلَيْفَةِ » [مسلم : ١١٨٦] ”تمھارا یہ بیداء جس کے متعلق تم رسول اللہ ﷺ پر غلط بیانی کرتے ہو، رسول اللہ ﷺ نے مسجد کے پاس سے ہی یعنی ذوالحلیفہ کے مقام پر احرام باندھا تھا۔“ خلاصہ یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے ابواب اور ان میں لائی گئی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک رسول اللہ ﷺ جب مسجد سے نکل کر سواری پر سوار ہو گئے اور وہ کھڑی ہو گئی تو اس وقت آپ نے لبیک کہہ کر حج کا احرام باندھا، کیونکہ مسجد میں نماز سے فارغ ہو کر احرام کے لیے لبیک کہنے کی حدیث جیسا کہ پیچھے گزرا صحیح نہیں، اس لیے رسول اللہ ﷺ کے احرام کے متعلق عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بات ہی معتبر ہے کہ آپ نے مسجد میں دو رکعتیں پڑھیں، پھر مسجد سے نکل کر سواری پر سوار ہوئے، جب وہ کھڑی ہو گئی تو آپ نے حج و عمرہ کا احرام باندھا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے زیر شرح باب میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ” مالك عن موسى بن عقبة “ کے الفاظ بیان کیے ہیں۔ دوسری سند ” سفيان عن موسى بن عقبة “ بیان کی ہے مگر اس کے الفاظ ذکر نہیں کیے۔ فتح الباری میں ہے کہ سفیان کے الفاظ حمیدی نے اپنی مسند میں ذکر کیے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: « هَذِهِ الْبَيْدَاءُ الَّتِيْ تَكْذِبُوْنَ فِيْهَا عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاللّٰهِ! مَا أَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا مِنْ عِنْدِ الْمَسْجِدِ، مَسْجِدِ ذِي الْحُلَيْفَةِ » [مسند حميدي : ٦٧٤] ”یہ بیداء جس کے متعلق تم اللہ کے رسول ﷺ پر غلط بیانی کرتے ہو، اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے مسجد ذی الحلیفہ کے پاس کے سوا احرام نہیں باندھا۔“

یاد رہے کہ اس بات پر اہلِ علم کا اتفاق ہے کہ ذوالحلیفہ کی مسجد میں نماز کے بعد احرام باندھنا درست ہے، مسجد سے نکل کر سواری پر سوار ہو کر بھی درست ہے اور بیداء پر چڑھ کر بھی درست ہے، کیونکہ یہ سب جگہیں ذوالحلیفہ ہی میں ہیں جو اہلِ مدینہ کا میقات ہے۔ اختلاف صرف اس بات میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا عمل کیا ہے۔ سو وہ امام بخاری رحمہ اللہ کے ترجمۃ الباب سے ظاہر ہے: ” بَابُ الْإِهْلَالِ عِنْدَ مَسْجِدِ ذِي الْحُلَيْفَةِ. “ اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ آدمی کو سوار ہونے سے پہلے کوئی کام یاد آ جائے جو وہ احرام کے بعد نہ کر سکتا ہو تو اس کے لیے اس کام کی گنجائش باقی رہتی ہے۔ (واللہ اعلم)

٢١- بَابُ مَا لَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ

21- باب: وہ کپڑے جو محرم نہیں پہن سکتا

١٥٤٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ

1542- عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: محرم کیا کیا کپڑے پہنے؟

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

عَنْهُمَا : أَنَّ رَجُلًا قَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ؟ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : « لَا يَلْبَسُ الْقُمُصَ، وَلَا الْعَمَائِمَ، وَلَا السَّرَاوِيلَاتِ، وَلَا الْبَرَانِسَ، وَلَا الْخِفَافَ إِلَّا أَحَدٌ لَا يَجِدُ نَعْلَيْنِ، فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ، وَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ، وَلَا تَلْبَسُوا مِنَ الثِّيَابِ شَيْئًا مَسَّهُ الزَّعْفَرَانُ أَوْ وَرْسٌ »[راجع : ١٣٤ـ أخرجه مسلم : ١١٧٧]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ نہ قمیص پہنے، نہ پگڑیاں، نہ شلواریں، نہ بارانی کوٹ اور نہ موزے، ہاں وہ شخص جس کے پاس جوتے نہ ہوں وہ موزے پہن لے اور انھیں ٹخنوں سے نیچے کاٹ لے، اور ایسا کوئی کپڑا نہ پہنو جسے زعفران یا ورس لگا ہوا ہو۔''

فوائد 1 اس حدیث کے بعض فوائد (۱۳۴) میں گزر چکے ہیں۔ احرام خواہ حج کا ہو یا عمرہ کا یا دونوں کا سب کے لیے لباس کی اور دوسری پابندیاں ایک ہی ہیں۔ اس حدیث میں ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ محرم کیا کیا کپڑے پہنے؟ مگر آپ نے یہ کہنے کی بجائے کہ فلاں فلاں کپڑے پہنے، وہ کپڑے بتا دیے جو محرم نہ پہنے۔ نووی نے کہا: علماء نے کہا ہے کہ یہ جواب نہایت عمدہ اور شان دار ہے، کیونکہ محرم نے جو چیزیں نہیں پہننی وہ گنی چنی ہیں، اس لیے ان کی صراحت فرما دی جب کہ جائز کپڑوں کا شمار مشکل ہے، اس لیے فرما دیا کہ یہ چیزیں مت پہنو، ان کے سوا سب کچھ پہن سکتے ہو۔ (فتح الباری)

2 قمیص اور شلوار سے مراد وہ لباس ہے جو جسم کی ساخت کے مطابق سلا ہوا ہو۔ بعض لوگ اس کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ محرم کو سلا ہوا کپڑا پہننا جائز نہیں مگر یہ بات درست نہیں، اگر احرام کی چادروں کے ٹکڑے سلے ہوئے ہیں تو انھیں پہننے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ وہ نہ قمیص ہیں، نہ شلوار اور نہ بارانی کوٹ۔ بارانی کوٹ "بُرْنُسٌ" کا ترجمہ ہے، یعنی ایسا کوٹ جس کے ساتھ ٹوپی بھی ہو۔ واضح رہے کہ عام کوٹ بھی احرام میں پہننا منع ہے۔

3 ''پگڑیاں (اور بارانی کوٹ) نہ پہنے'' کا مطلب یہ ہے کہ سر پر کوئی کپڑا نہ لے، خواہ وہ رومال ہو یا صافہ یا ٹوپی یا کچھ اور، البتہ کوئی گٹھڑی وغیرہ سر پر اٹھانے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ وہ لباس نہیں، اسی طرح سر پر کپڑا تان سکتا ہے، چھتری استعمال کر سکتا ہے، کسی درخت یا چھت کے نیچے بیٹھ سکتا ہے، کیونکہ ان میں سے کسی کو بھی لباس نہیں کہا جاتا۔ کچھ لوگ حج کے موقع پر ایسی بسوں کا اہتمام کرتے ہیں جن کی چھت نہیں ہوتی، یہ محض تکلف اور ایجادِ بندہ ہے۔

4 ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث میں ہے کہ احرام کی حالت میں جوتا نہ ہو تو موزے پہن سکتا ہے جنھیں ٹخنوں سے نیچے کاٹ دیا گیا ہو اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے عرفات میں خطبہ دیتے ہوئے محرم کے لیے فرمایا: « مَنْ لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ، وَمَنْ لَمْ يَجِدْ إِزَارًا فَلْيَلْبَسْ سَرَاوِيلَ »[بخاري : ١٨٤١] ''جسے جوتے نہ ملیں وہ موزے پہن لے اور جسے تہ بند نہ ملے وہ شلوار پہن لے۔'' اس حدیث میں جوتے نہ ملنے کی صورت میں موزے پہننے کی اجازت ہے اور انھیں ٹخنوں سے نیچے کاٹنے کا ذکر نہیں۔ اب اس مسئلہ میں اہل علم کا اختلاف ہے، بعض نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث جس میں ٹخنوں سے نیچے کاٹنے کا ذکر ہے پہلے کی ہے جب کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث بعد کی ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ وہ عرفات کے خطبہ میں بیان ہوئی ہے جہاں پورے عرب سے مسلمان آئے ہوئے تھے، اس میں ٹخنوں سے نیچے موزے کاٹنے کا ذکر نہیں۔ اس لیے اگر کسی کے پاس جوتے نہ ہوں تو وہ موزے پہن سکتا ہے اور انھیں ٹخنوں کے نیچے تک کاٹنے کی بھی ضرورت نہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کے بیان سے پہلا بیان منسوخ ہو گیا ہے، اگر ٹخنوں سے نیچے کاٹنا ضروری ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس موقع پر وضاحت فرما دیتے۔ جب کہ بعض اہل علم کا کہنا یہ ہے کہ قرآن و حدیث میں اگر ایک حکم مطلق آیا ہو اور دوسری جگہ اس کے ساتھ کوئی قید آئی ہو تو مطلق کو مقید پر محمول کیا جاتا ہے، اس لیے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کے ساتھ بھی وہ قید لازم ہوگی جو ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے۔ اس لیے احتیاط اسی میں ہے کہ جوتا نہ ملنے کی صورت میں موزے پہنے جائیں تو انھیں ٹخنوں سے نیچے کاٹ لیا جائے، کیونکہ عرفات کے خطبے میں ٹخنوں کے نیچے سے کاٹنے کا ذکر نہیں تو عدم ذکر سے نفی لازم نہیں آتی، خصوصاً اس لیے کہ آپ ﷺ پہلے یہ بات بیان فرما چکے تھے اور جب ایک دفعہ ایک بات بیان کر دیں تو ہر جگہ بیان کرنا ضروری نہیں۔

۲۲۔ بَابُ الرُّكُوبِ وَالْإِرْتِدَافِ فِي الْحَجِّ

22۔ باب: حج میں سواری پر سوار ہونا اور اپنے پیچھے کسی کو بٹھانا

۱۵۴۳، ۱۵۴۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ يُونُسَ الْأَيْلِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ أُسَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ رِدْفَ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ عَرَفَةَ إِلَى الْمُزْدَلِفَةِ، ثُمَّ أَرْدَفَ الْفَضْلَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ إِلَى مِنًى، قَالَ: فَكِلَاهُمَا قَالَ: لَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ ﷺ يُلَبِّي حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ. [الحديث: ۱۵۴۳، انظر: ۱۶۸۶، ۱۳۹- أخرجه مسلم: ۱۲۸۰، بلفظ حديث: ۱۳۹] [الحديث: ۱۵۴۴، انظر: ۱۶۷۰ الفضل، ۱۶۸۵ الفضل، ۱۶۷۸ كلاهما- أخرجه مسلم: ۱۲۸۱]

1543، 1544۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عرفات سے مزدلفہ تک اسامہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پیچھے سواری پر بیٹھے ہوئے تھے، پھر آپ ﷺ نے مزدلفہ سے منیٰ تک فضل رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے بٹھا لیا، چنانچہ دونوں نے بیان کیا کہ آپ ﷺ جمرۂ عقبہ کو رمی کرنے تک لبیک کہتے رہے۔

فوائد 1 حدیث میں اگرچہ عرفات سے منیٰ تک سواری پر پیچھے بٹھانے کا ذکر ہے مگر ترجمۃ الباب میں حج کے دوران کسی وقت بھی کسی کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھانے کا ذکر ہے، کیونکہ جب حج کے دوران کسی موقع پر پیچھے بٹھانا جائز ثابت ہو گیا تو ہر ہر موقع کے لیے الگ الگ دلیل کی ضرورت نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

2 سواری پر حج کرنے کی ایک حکمت تو ظاہر ہے کہ پیدل حج کی صورت میں مشقت کی وجہ سے سہولت کے ساتھ دعا و ذکر ممکن نہیں اور اسامہ اور فضل رضی اللہ عنہما کو پیچھے بٹھانے میں ایک تو تواضع کا اظہار ہے، کیونکہ متکبر لوگ کسی کو اپنے برابر بٹھانا برداشت نہیں کرتے۔ اس کے علاوہ اس میں اپنے اقارب سے محبت و شفقت کا سبق بھی ہے اور ان سب کے علاوہ ان دونوں کو اپنے پیچھے بٹھانے کا مقصد یہ تھا کہ وہ آپ کے حج کے افعال کا مشاہدہ کر کے لوگوں تک پہنچائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کے تعدد میں بھی یہ حکمت تھی کہ آپ کے گھر کے اندر کے معمولات بھی امت تک پہنچ جائیں جن کی خبر بیویوں کے سوا کسی کو نہیں ہو سکتی۔

٢٣- بَابُ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ وَالْأَرْدِيَةِ وَالْأُزُرِ

وَلَبِسَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا الثِّيَابَ الْمُعَصْفَرَةَ وَهِيَ مُحْرِمَةٌ، وَقَالَتْ : لَا تَلَثَّمْ وَلَا تَتَبَرْقَعْ، وَلَا تَلْبَسْ ثَوْبًا بِوَرْسٍ وَلَا زَعْفَرَانٍ . وَقَالَ جَابِرٌ : لَا أَرَى الْمُعَصْفَرَ طِيبًا. وَلَمْ تَرَ عَائِشَةُ بَأْسًا بِالْحُلِيِّ، وَالثَّوْبِ الْأَسْوَدِ وَالْمُوَرَّدِ، وَالْخُفِّ لِلْمَرْأَةِ. وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ : لَا بَأْسَ أَنْ يُبْدِلَ ثِيَابَهُ .

23- باب: محرم کون کون سے کپڑے، چادریں اور تہ بند پہن سکتا ہے

اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے احرام کی حالت میں کسمبے سے رنگے ہوئے کپڑے پہنے اور انھوں نے کہا: (احرام والی عورت) ہونٹ نہ ڈھانکے، نہ منہ پر برقع ڈالے اور نہ ایسا کوئی کپڑا پہنے جسے ورس یا زعفران لگا ہوا ہو۔ اور جابر (بن عبداللہ) رضی اللہ عنہما نے کہا: میں کسمبے سے رنگے ہوئے کپڑے کو خوشبو والا نہیں سمجھتا۔ اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے عورت کے لیے زیور، سیاہ اور گلابی کپڑے اور موزے پہننے میں کوئی حرج نہیں سمجھا۔ اور ابراہیم (نخعی) نے کہا: کوئی حرج نہیں کہ (محرم) اپنے کپڑے بدل لے۔

فائدہ "تَلَثَّمْ" اصل میں باب تفعّل سے "تَتَلَثَّمْ" ہے۔ حافظ رحمہ اللہ نے اس کا معنی بیان کیا ہے: "لَا تُغَطِّي شَفَتَهَا بِثَوْبٍ" "اپنے ہونٹ کپڑے سے نہ ڈھانپے۔" "لَا تَتَبَرْقَعْ": برقع نہ پہنے۔ بعض احادیث میں ہے: "لَا تَنْتَقِبْ" کہ نقاب نہ پہنے۔ بعض لوگوں نے اس کا مطلب یہ نکالا ہے کہ عورت احرام کی حالت میں پردہ نہ کرے بلکہ منہ کھلا رکھے، مگر یہ بات بالکل غلط ہے۔ "لِثَام"، "نقاب" اور "برقع" سے مراد وہ کپڑا ہے جو عام حالات میں عورت چہرے کے نیچے سے لے کر آنکھوں تک یا اس سے کچھ نیچے یا ناک پر باندھتی ہے، سر اور پیشانی پر پہلے ہی چادر ہوتی ہے جس کے نتیجے میں عورت کی صرف دونوں یا ایک آنکھ کھلی رہتی ہے جس سے اس کا چہرہ ڈھکا رہتا ہے۔ برقع، لثام یا نقاب منع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حالتِ احرام میں عورت کو ناک تک یا آنکھوں تک کپڑا باندھنا منع ہے، یہ مطلب نہیں کہ اسے اوپر سے ہلکا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کپڑا لٹکا لینا بھی منع ہے۔ یہ ایسے ہی ہے کہ مرد کو قمیص اور شلوار پہننا منع ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ بے لباس ہو جائے، بلکہ اسے حکم ہے کہ وہ ایک چادر نیچے پہن لے اور ایک اوپر لے لے۔ اسی طرح عورتوں کو نقاب، لثام اور برقع منع ہے، یعنی جو چہرے کی وضع کے مطابق ناک یا اس سے اوپر تک بنا ہوتا ہے، البتہ اوپر سے کپڑا لٹکا کر پردہ کرنا درست ہے۔ لسان العرب میں " نَقَبٌ " مادہ کے تحت نقاب کے مختلف معانی بیان کرنے کے بعد لکھا ہے: نقاب ناک کی نرم ہڈی پر پردہ ہے۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی عورت کے لیے سر سے چادر لٹکانا جائز قرار دیا ہے، چنانچہ حافظ رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ سعید بن منصور نے کہا: « حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: تُسْدِلُ الْمَرْأَةُ جِلْبَابَهَا مِنْ فَوْقِ رَأْسِهَا عَلَى وَجْهِهَا » [فتح الباري] "عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: عورت اپنی چادر سر کے اوپر سے چہرے پر لٹکا لے۔" حافظ رحمہ اللہ نے مزید لکھا ہے کہ ابن المنذر نے کہا: اس پر اجماع ہے کہ عورت کے لیے ہر طرح کا سلا ہوا کپڑا (شلوار قمیص وغیرہ) اور موزے پہننا جائز ہے، سر ڈھانکنا اور بال چھپانا بھی جائز ہے، چہرے پر ہلکا کپڑا لٹکالے جس سے وہ مردوں کی نگاہوں سے پردے میں رہے اور چہرے کو کپڑے سے نہ ڈھانپے۔

مگر فاطمہ بنت منذر سے روایت ہے: « كُنَّا نُخَمِّرُ وُجُوْهَنَا وَنَحْنُ مُحْرِمَاتٌ مَعَ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِيْ بَكْرٍ تَعْنِيْ جَدَّتَهَا، قَالَ: وَيَحْتَمِلُ أَنْ يَكُوْنَ ذٰلِكَ التَّخْمِيْرُ سَدْلًا كَمَا جَاءَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَرَّ بِنَا رَكْبٌ سَدَلْنَا الثَّوْبَ عَلٰى وُجُوْهِنَا وَنَحْنُ مُحْرِمَاتٌ، فَإِذَا جَاوَزْنَا رَفَعْنَاهُ » "ہم اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا یعنی ان کی دادی کے ساتھ احرام کی حالت میں اپنے چہرے ڈھانپ لیتی تھیں۔ ابن المنذر نے کہا: ہوسکتا ہے کہ چہرے ڈھانپنے سے ان کی مراد اوپر سے کپڑا لٹکانا ہو، جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احرام کی حالت میں ہوتی تھیں، جب اونٹوں کے سوار ہمارے پاس سے گزرتے تو ہم اپنے چہروں پر کپڑا لٹکا لیتیں تھیں، جب وہ گزر جاتے تو ہم کپڑا اٹھا لیتیں۔" یہ حدیث ابن المنذر نے مجاہد کے طریق سے نقل کی ہے اور اس کی سند میں کچھ کمزوری ہے۔ (فتح الباری) خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث میں ضعف بھی ہو تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ استدلال کی بنیاد اس پر نہیں بلکہ اس بات پر ہے کہ احرام کی حالت میں عورت کو نقاب، برقع، لثام پہننا منع ہے، اوپر سے کپڑا لٹکانا اس میں شامل نہیں، جیسا کہ اوپر گزرا ہے اور صحیح سند کے ساتھ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا اور ان کے ہمراہ عورتوں کے عمل سے اس کی تائید ہوتی ہے اور سنن سعید بن منصور میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے اثر سے بھی یہی ظاہر ہے۔ بعض عورتیں سر پر ایک ہیٹ سا بنا کر اس کے اوپر سے کپڑا لٹکاتی ہیں، تاکہ اوپر سے لٹکایا ہوا کپڑا چہرے کو نہ لگے مگر یہ خواہ مخواہ کا تکلف ہے، اوپر سے لٹکایا ہوا کپڑا چہرے کو لگ جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں، ناک پر یا اس سے اوپر تک کپڑا باندھنا ممنوع ہے، سر سے لٹکانا جائز ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

١٥٤٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ، حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ : حَدَّثَنِي مُوسَى ابْنُ عُقْبَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : انْطَلَقَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الْمَدِينَةِ بَعْدَ مَا تَرَجَّلَ وَادَّهَنَ وَلَبِسَ إِزَارَهُ وَرِدَاءَهُ هُوَ وَأَصْحَابُهُ، فَلَمْ يَنْهَ عَنْ شَيْءٍ مِنَ الْأَرْدِيَةِ وَالْأُزُرِ تُلْبَسُ إِلَّا الْمُزَعْفَرَةَ الَّتِي تَرْدَعُ عَلَى الْجِلْدِ، فَأَصْبَحَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ حَتَّى اسْتَوَى عَلَى الْبَيْدَاءِ، أَهَلَّ هُوَ وَأَصْحَابُهُ وَقَلَّدَ بَدَنَتَهُ، وَذَلِكَ لِخَمْسٍ بَقِينَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ، فَقَدِمَ مَكَّةَ لِأَرْبَعِ لَيَالٍ خَلَوْنَ مِنْ ذِي الْحَجَّةِ، فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَلَمْ يَحِلَّ مِنْ أَجْلِ بُدْنِهِ لِأَنَّهُ قَلَّدَهَا، ثُمَّ نَزَلَ بِأَعْلَى مَكَّةَ عِنْدَ الْحَجُونِ وَهُوَ مُهِلٌّ بِالْحَجِّ، وَلَمْ يَقْرَبِ الْكَعْبَةَ بَعْدَ طَوَافِهِ بِهَا حَتَّى رَجَعَ مِنْ عَرَفَةَ، وَأَمَرَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ يُقَصِّرُوا مِنْ رُؤُوسِهِمْ، ثُمَّ يَحِلُّوا وَذَلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ بَدَنَةٌ قَلَّدَهَا، وَمَنْ كَانَتْ مَعَهُ امْرَأَتُهُ فَهِيَ لَهُ حَلَالٌ وَالطِّيبُ وَالثِّيَابُ. [انظر : ١٦٢٥، ١٧٣١]

1545- عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب کنگھی کرنے، تیل لگانے اور تہ بند اور اوپر کی چادر پہننے کے بعد مدینہ سے نکلے تو آپ نے کسی طرح کا تہ بند اور چادر پہننے سے منع نہیں فرمایا، سوائے زعفران سے رنگے ہوئے کپڑے کے جو جلد پر نشان چھوڑے۔ چنانچہ آپ نے ذوالحلیفہ میں صبح کی، پھر اپنی سواری پر سوار ہوئے یہاں تک کہ بیداء (بلند میدان) پر چڑھے تو آپ نے اور آپ کے اصحاب نے احرام کے لیے لبیک کہا اور آپ نے اپنی اونٹنیوں کے گلے میں قلادہ ڈالا۔ یہ ذوالقعدہ کے پانچ دن باقی رہنے کا واقعہ ہے۔ پھر آپ ذوالحجہ کے چار دن گزرنے پر مکہ میں آئے تو آپ نے (اتوار کے دن صبح کو۔ تیسیر الباری) بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی اور آپ نے احرام نہیں کھولا، کیونکہ آپ قربانی کے اونٹ ساتھ لے کر آئے تھے اور ان کے گلوں میں قلادے ڈالے ہوئے تھے، پھر آپ مکہ کی بالائی جانب حجون کے قریب اترے اور آپ نے حج کا احرام باندھ رکھا تھا۔ کعبہ کا طواف کرنے کے بعد آپ عرفات سے واپس آنے تک کعبہ کے قریب نہیں آئے اور آپ نے اپنے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ بیت اللہ اور صفا و مروہ کے درمیان کا طواف کریں، پھر اپنے سروں کے کچھ بال کتروائیں، پھر احرام کھول دیں۔ یہ حکم ان کے لیے تھا جو قربانی کا قلادے والا جانور لے کر نہیں آئے تھے اور ان میں سے جس کی بیوی اس کے ساتھ تھی اس کے لیے بیوی، خوشبو اور کپڑے حلال ہو گئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فوائد 1 باب سے اس حدیث کا تعلق ظاہر ہے کہ محرم کون سے کپڑے پہنے اور اسے کون سے رنگوں کی اجازت ہے۔ اس کے علاوہ حدیث میں متعدد مسائل کا ذکر ہے، ان کی شرح اپنے اپنے باب میں آئے گی۔ (ان شاء اللہ)

2 یہ ذوالقعدہ کے پانچ دن باقی رہنے کا واقعہ ہے: یعنی آپ ﷺ ہفتہ کے دن مدینہ منورہ سے نکلے تھے اس دن ذوالقعدہ کی پچیس تاریخ تھی، اگر مہینا تیس دن کا ہوتا تو پانچ دن باقی رہتے تھے، لیکن اتفاق سے مہینا ۲۹ کا ہو گیا اور ذوالحجہ کی تاریخ جمعرات کو واقع ہوئی، کیونکہ دوسری روایتوں سے ثابت ہے کہ عرفات میں جمعہ کے دن ٹھہرے تھے۔ ابن حزم نے جو کہا کہ آپ ﷺ جمعرات کے دن مدینہ سے نکلے تھے یہ ذہن میں نہیں آتا، البتہ ممکن ہے کہ آپ جمعہ کو مدینہ سے نکلے ہوں مگر صحیحین کی روایتوں میں ہے کہ آپ نے اس دن ظہر کی مدینہ میں چار رکعتیں پڑھیں اور عصر کی ذوالحلیفہ میں دو رکعتیں۔ ان روایتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ دن جمعہ کا نہ تھا۔ (تیسیر الباری)

3 "حَجُوْنٌ" (حاء کے فتحہ اور جیم کے ضمہ کے ساتھ) ایک پہاڑ ہے محصب کے قریب، مسجد عقبہ کے برابر اور مشہور میں ہے کہ حجون "مقبرة المعلاة" کو کہتے ہیں۔ (تیسیر الباری)

4 جو صحابہ قربانی کے جانور لے کر نہیں آئے تھے آپ ﷺ نے انھیں عمرہ ادا کر کے سر کے بال کتروا کر احرام کھولنے کا حکم دیا۔ سر منڈوانے کا حکم اس لیے نہیں دیا کہ کچھ دنوں کے بعد حج ادا کر کے سر منڈوالیں گے جو اس وقت افضل ہوگا۔

٢٤۔ بَابُ مَنْ بَاتَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ حَتَّى أَصْبَحَ

24۔ باب: جو ذوالحلیفہ میں رات صبح تک ٹھہرے

قَالَهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ١٥٣٣]

یہ عمل ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ سے بیان کیا ہے۔

فائدہ اس باب کا مقصد یہ ہے کہ عمرہ یا حج کرنے والا شخص جس شہر سے سفر کے لیے روانہ ہو رہا ہے اس کے قریب کسی جگہ پر رات ٹھہرے، تا کہ اگر اس کے ضروری کاموں میں سے کوئی کام اسے بھول گیا ہو یا رہ گیا ہو یا اس کے ساتھیوں میں سے کسی کی آمد میں کچھ دیر ہو تو یہ سب کام آسانی سے پورے ہو سکیں۔ ابن بطال نے کہا: یہ حج کی سنتوں میں سے نہیں بلکہ سہولت کے لیے ہے، تا کہ پیچھے رہنے والے بھی آملیں۔ (فتح الباری)

١٥٤٦۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا هِشَامُ ابْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:

1546۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ نے مدینہ میں چار رکعتیں پڑھیں اور ذوالحلیفہ میں دو رکعتیں پڑھیں، پھر رات وہیں رہے، حتی

www.KitaboSunnat.com

صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا، وَبِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ بَاتَ حَتَّى أَصْبَحَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، فَلَمَّا رَكِبَ رَاحِلَتَهُ وَاسْتَوَتْ بِهِ أَهَلَّ. [راجع: ١٠٨٩- أخرجه مسلم: ٦٩٠ باختلاف]

آپ نے ذوالحلیفہ ہی میں صبح کی، پھر جب اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور وہ آپ کو لے کر کھڑی ہوگئی تو آپ نے احرام کے لیے لبیک کہا۔

١٥٤٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى الظُّهْرَ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا، وَصَلَّى الْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ، قَالَ: وَأَحْسِبُهُ بَاتَ بِهَا حَتَّى أَصْبَحَ. [راجع: ١٠٨٩- أخرجه مسلم: ٦٩٠ باختلاف]

1547۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مدینہ میں ظہر کی چار رکعت پڑھی اور ذوالحلیفہ میں عصر دو رکعت پڑھی اور میرا گمان ہے کہ آپ رات وہاں رہے صبح ہونے تک۔

فائدہ: ان احادیث کے کچھ فوائد حدیث (۱۰۸۹، ۱۰۹۰) میں گزر چکے ہیں۔

٢٥- بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالْإِهْلَالِ

25۔ باب: لبیک بلند آواز سے کہنا

١٥٤٨- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ ابْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ بِالْمَدِينَةِ الظُّهْرَ أَرْبَعًا، وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ، وَسَمِعْتُهُمْ يَصْرُخُونَ بِهِمَا جَمِيعًا. [راجع: ١٠٨٩- أخرجه مسلم: ٦٩٠ باختلاف]

1548۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مدینہ میں ظہر چار رکعت پڑھی اور ذوالحلیفہ میں عصر دو رکعت پڑھی اور میں نے لوگوں کو سنا کہ وہ چلا چلا کر (حج و عمرہ) دونوں کے لیے لبیک کہہ رہے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احرام باندھتے وقت بلند آواز سے حج یا عمرہ یا دونوں کا نام لے کر لبیک کہنا چاہیے جس کے لیے آپ احرام باندھ رہے ہیں، مثلاً "لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ" یا "لَبَّيْكَ بِحَجٍّ" یا "لَبَّيْكَ بِحَجٍّ وَ عُمْرَةٍ"، پھر بلند آواز سے وقتاً فوقتاً "لَبَّيْكَ" کہتے رہنا چاہیے۔ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ صحابہ کرام کے خوب بلند آواز کے ساتھ لبیک کہنے کا ذکر ہے، کیونکہ "صَرَخَ يَصْرُخُ صُرَاخًا" کا معنی اونچی آواز کے ساتھ چلانا ہے۔ خلاد بن سائب انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «أَتَانِي جِبْرِيلُ، فَأَمَرَنِي أَنْ آمُرَ أَصْحَابِي أَنْ يَرْفَعُوا أَصْوَاتَهُمْ بِالْإِهْلَالِ وَالتَّلْبِيَةِ» [ترمذي: ٨٢٩- أبو داود: ١٨١٤] "میرے پاس جبریل آئے اور انھوں نے مجھے حکم دیا کہ میں اپنے اصحاب کو لبیک کہتے وقت اپنی آوازیں بلند کرنے کا حکم دوں۔" حافظ رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''ابن ابی شیبہ نے (اپنی مصنف: ۱۵۰۵۰ میں) صحیح اسناد کے ساتھ بکر بن عبداللہ المزنی سے روایت کی کہ میں ابن عمر کے ساتھ تھا۔ انھوں نے اتنی اونچی آواز سے لبیک کہی کہ دو پہاڑوں کے درمیان ساری جگہوں پر آواز پہنچا دی۔ ابن ابی شیبہ (۱۵۰۵۷) ہی نے صحیح اسناد کے ساتھ مطلب بن عبداللہ سے نقل کیا ہے کہ اصحاب رسول ﷺ لبیک اتنی آواز سے کہتے کہ ان کے گلے بیٹھ جاتے۔'' (فتح الباری) افسوس آج کل اس حکم پر عمل بہت ہی کم ہو رہا ہے، قافلوں کے قافلے گزر جاتے ہیں مگر ''لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ'' کی بلند اور پُر جوش آوازیں کم ہی سننے میں آتی ہیں۔

٢٦ - بَابُ التَّلْبِيَةِ

26۔ باب: لبیک کہنا

١٥٤٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ تَلْبِيَةَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ: لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ. [راجع: ١٥٤٠۔ أخرجه مسلم: ١١٨٤]

1549۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لبیک کہنے کے الفاظ یہ تھے: ''حاضر ہوں اے اللہ! میں حاضر ہوں، حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، یقیناً ہر حمد اور ہر نعمت تیری ہی ہے اور ساری سلطنت بھی، تیرا کوئی شریک نہیں۔''

١٥٥٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عُمَارَةَ، عَنْ أَبِي عَطِيَّةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: إِنِّي لَأَعْلَمُ كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُلَبِّي: «لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ»

تَابَعَهُ أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ. وَقَالَ شُعْبَةُ: أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ، سَمِعْتُ خَيْثَمَةَ، عَنْ أَبِي عَطِيَّةَ، سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا.

1550۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا: مجھے معلوم ہے کہ نبی ﷺ لبیک کس طرح کہتے تھے: ''حاضر ہوں اے اللہ! میں حاضر ہوں، حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، یقیناً ہر حمد اور ہر نعمت تیرے لیے ہے۔''

ابو معاویہ نے بھی اعمش سے سفیان ہی کی طرح بیان کیا ہے۔ اور شعبہ نے کہا: ہمیں سلیمان نے خبر دی کہ انھوں نے خیثمہ سے سنا، انھوں نے ابو عطیہ سے کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا۔

فوائد: 1 ''تَلْبِيَةٌ'' ''لَبّٰى يُلَبِّيْ'' کا مصدر ہے، یعنی ''لَبَّيْكَ'' کہنا جو ''لَبٌّ'' کا تثنیہ ہے اور فعل محذوف کا مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اس کا اصل ''أُلِبُّ لَكَ إِلْبَابًا بَعْدَ إِلْبَابٍ'' ہے، مزید فیہ کے زائد حروف حذف کر کے ''لَبٌّ'' کا تثنیہ بنا دیا۔ اس تثنیہ کا مطلب یہ نہیں کہ میں تیرے پاس دو دفعہ حاضر ہوں، بلکہ تثنیہ کا مطلب

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

یہاں تاکید اور تکرار ہے یعنی میں بار بار حاضر ہوں، جیسا کہ آیت: "ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ" [الملك : ٤] کا مطلب ہے: بار بار اپنی نگاہ لوٹا کر دیکھ۔ حاضری کا یہ اظہار و اقرار اللہ تعالیٰ کے حج و عمرہ کو فرض کرنے کی اطاعت کے اقرار و اظہار کے لیے ہے، فرمایا: ﴿ وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ﴾ [آل عمران : ٩٧] "اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج (فرض) ہے، جو اس کی طرف راستے کی طاقت رکھے۔" بعض حضرات نے اسے ابراہیم علیہ السلام کے اعلانِ حج "وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ" [الحج : ٢٧] پر حاضر ہونے کا اقرار و اظہار قرار دیا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے یہ اعلان کیسے کیا اس کے متعلق تفسیر ابن کثیر میں ہے: "جب اللہ تعالیٰ نے حج کی دعوت کے لیے اعلان کرنے کا حکم دیا تو ذکر کیا جاتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی: "پروردگارا! میں لوگوں تک یہ پیغام کیسے پہنچاؤں، میری تو آواز ہی ان تک نہیں پہنچے گی؟" فرمایا: "تم منادی کرو، پیغام پہنچانا ہمارا کام ہے۔" تو آپ علیہ السلام نے اپنے مقام پر، بعض نے کہا: پتھر پر، بعض نے کہا: صفا پر اور بعض نے کہا: جبل ابی قبیس پر کھڑے ہو کر اعلان کیا: "لوگو! تمھارے رب نے گھر بنایا ہے، تم اس کا حج کرو۔" کہا جاتا ہے کہ پہاڑ جھک گئے حتیٰ کہ آواز زمین کے کناروں تک پہنچ گئی اور جو ماؤں کے شکم یا باپوں کی پشت میں تھے ان کے کانوں میں بھی پہنچ گئی، ہر پتھر اینٹ یا درخت جس نے اسے سنا اس نے بھی اور جس شخص کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قیامت تک حج کرنا لکھا تھا سب نے جواب میں کہا: " لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ "یہ ان روایتوں کا مضمون ہے جو ابن عباس، مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر اور کئی ایک سلف سے آئی ہیں۔ (واللہ اعلم) ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے انھیں پورے طول سے نقل کیا ہے۔"

ابن کثیر کے بیان سے ظاہر ہے کہ اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات مروی نہیں۔ اوپر نقل کردہ روایات میں "ذکر کیا جاتا ہے"، "بعض نے کہا"، "کہا جاتا ہے" اور "واللہ اعلم" کے الفاظ ابن کثیر کی ان روایات کی صحت میں تردد کو ظاہر کر رہے ہیں۔ تابعین نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ ابراہیم علیہ السلام کے اس اعلان کے وقت وہاں موجود نہیں تھے اور نہ انھوں نے اپنا ذریعہ بتایا ہے۔ رہی ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت تو اس کے متعلق تفسیر ابن کثیر کے محقق دکتور حکمت بن بشیر لکھتے ہیں کہ اسے ابن ابی شیبہ (مصنف: ۳۱۸۱۸) اور حاکم (المستدرک: ۳۴۶۴) دونوں نے "جریر عن قابوس عن ابیہ عن ابن عباس" کے طریق سے مختصراً بیان کیا ہے، حاکم نے اسے صحیح کہا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے، لیکن قابوس " لَيِّنُ الْحَدِيثِ " (کمزور حدیث والا) ہے، جیسا کہ تقریب میں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ثابت بھی ہو تو معلوم نہیں انھوں نے یہ کہاں سے لی ہے؟ کیونکہ وہ نہ خود اس وقت موجود تھے اور نہ انھوں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے ابراہیم علیہ السلام کی آواز ساری دنیا اور تمام ارواح تک پہنچانا کچھ مشکل نہیں، مگر یہ بات کسی معتبر طریقے سے ثابت ہونا ضروری ہے۔ ابن عاشور لکھتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام " رَحَّالَةٌ " تھے، یعنی بہت سفر کیا کرتے تھے، چنانچہ انھوں نے حسب استطاعت اس حکم پر عمل کیا اور ہر اس مقام پر حج کا اعلان کیا جہاں وہ اپنے سفروں کے دوران گزرے یا پہنچے۔ پھر ان کے بعد ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان فرمایا۔ اب دنیا کا کوئی کونا ایسا نہیں جہاں یہ اعلان نہ پہنچا ہو اور جہاں سے لوگ سفر کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے حج کے لیے نہ پہنچے ہوں۔ (تفسیر القرآن الکریم از مؤلف، سورۂ حج : ۲۷)

2 ابن عمر، ابن مسعود، عائشہ، جابر اور عمرو بن معدیکرب رضی اللہ عنہم نے تلبیہ کے یہی الفاظ رسول اللہ ﷺ سے نقل کیے ہیں جو اس باب کی دونوں حدیثوں میں مذکور ہیں۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ وہ ان الفاظ کے بعد اپنی طرف سے بھی کچھ الفاظ اضافہ کر لیتے تھے، جیسا کہ صحیح مسلم (۱۱۸۴/۲۱) میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یہ تلبیہ کہتے اور اس پر یہ الفاظ کہتے: «لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ، وَالْخَيْرُ فِيْ يَدَيْكَ، لَبَّيْكَ وَالرَّغْبَاءُ إِلَيْكَ وَالْعَمَلُ» "حاضر ہوں اے اللہ! میں بار بار حاضر ہوں۔ میں بار بار حاضر ہوں اور تیری طرف سے سعادتوں کا طلب گار ہوں۔ ساری خیر تیرے ہاتھ میں ہے، میں بار بار حاضر ہوں، ساری رغبت تیری طرف ہے اور سارا عمل بھی۔" صحیح مسلم (۱۱۸۴/۲۰) ہی میں یہ بھی مروی ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ان الفاظ کا اضافہ کرتے تھے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ زائد الفاظ اپنے والد ماجد سے سن کر پڑھا کرتے تھے۔ متعدد احادیث میں صحابہ کرام کا رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں آپ ﷺ کے تلبیہ کے بعد مزید الفاظ کا پڑھنا اور آپ ﷺ کا انھیں منع نہ کرنا ثابت ہے۔ (دیکھیے صحیح مسلم : ۱۲۱۸۔ ابو داؤد: ۱۸۱۳) حافظ رحمہ اللہ نے صحابہ کرام سے اور بھی الفاظ باحوالہ نقل کیے ہیں۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ صحیح بخاری میں مذکور تلبیہ کے الفاظ سے زائد الفاظ پڑھنا جائز نہیں مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس سے زائد الفاظ پڑھنا اور رسول اللہ ﷺ کا اس پر خاموش رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ مسنون تلبیہ کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اپنی عاجزی اور اطاعت کے اظہار پر مشتمل کوئی الفاظ کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ حافظ رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ تشہد میں دعا کی طرح ہے کہ مسنون دعا پڑھنے کے بعد "ثُمَّ لِيَتَخَيَّرْ مِنَ الْمَسْأَلَةِ وَالثَّنَاءِ مَا شَاءَ" یعنی "پھر اللہ تعالیٰ سے مانگنے اور اس کی ثنا کے جو الفاظ پسند کرے کہہ لے۔" (فتح الباری)

3 حدیث کے آخر میں ابو معاویہ کی متابعت سفیان کی روایت کی تقویت کے لیے ہے اور شعبہ کی روایت اعمش کی تدلیس کے اعتراض کو دور کرنے کے لیے ہے، کیونکہ اس میں اعمش نے خیثمہ سے سننے کی صراحت کی ہے۔ سلیمان سے مراد اعمش ہی ہیں۔

۲۷- بَابُ التَّحْمِيدِ وَالتَّسْبِيحِ وَالتَّكْبِيرِ قَبْلَ الْإِهْلَالِ عِنْدَ الرُّكُوبِ عَلَى الدَّابَّةِ

27۔ باب: سواری پر سوار ہوتے وقت لبیک کہنے سے پہلے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ" اور "اَللّٰهُ أَكْبَرُ" کہنا

١٥٥١ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَنَحْنُ

1551۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے ہمراہ مدینہ میں ظہر چار رکعت پڑھی اور ذوالحلیفہ میں عصر دو رکعت پڑھی، پھر صبح تک وہیں رات گزاری، پھر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مَعَهُ بِالْمَدِينَةِ الظُّهْرَ أَرْبَعًا، وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ بَاتَ بِهَا حَتَّى أَصْبَحَ، ثُمَّ رَكِبَ حَتَّى اسْتَوَتْ بِهِ عَلَى الْبَيْدَاءِ، حَمِدَ اللَّهَ وَسَبَّحَ وَكَبَّرَ، ثُمَّ أَهَلَّ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ، وَأَهَلَّ النَّاسُ بِهِمَا، فَلَمَّا قَدِمْنَا أَمَرَ النَّاسَ، فَحَلُّوا حَتَّى كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ أَهَلُّوا بِالْحَجِّ، قَالَ: وَنَحَرَ النَّبِيُّ ﷺ بَدَنَاتٍ بِيَدِهِ قِيَامًا، وَذَبَحَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالْمَدِينَةِ كَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ.

آپ سوار ہوئے یہاں تک کہ جب سواری آپ کو لے کر بیداء پر چڑھی تو آپ نے الحمد للہ، سبحان اللہ اور اللہ اکبر کہا، پھر آپ نے حج اور عمرہ کے احرام کے لیے لبیک کہا، لوگوں نے بھی ان دونوں کا احرام باندھا۔ پھر جب ہم (مکہ میں) آئے تو آپ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا تو انھوں نے (عمرہ ادا کر کے) احرام کھول دیا۔ جب ترویہ (آٹھ ذوالحجہ) کا دن ہوا تو لوگوں نے حج کا احرام باندھا اور نبی ﷺ نے (حج کے دوران رمی کے بعد) کئی اونٹ کھڑے کر کے اپنے ہاتھ سے نحر کیے اور رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں (عید الاضحیٰ کے دن) دو چتکبرے مینڈھے ذبح کیے۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: قَالَ بَعْضُهُمْ: هٰذَا عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ أَنَسٍ. [راجع: ١٠٨٩۔ أخرجه مسلم: ٦٩٠ مختصرًا]

ابو عبد اللہ (بخاری) رحمہ اللہ نے کہا: بعض راویوں نے اس حدیث میں "ایوب عن ابی قلابہ عن انس" کی بجائے "ایوب عن رجل عن انس" کہا۔

فوائد: 1 اس حدیث میں ایک زائد بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے "لَبَّيْكَ بِحَجٍّ وَ عُمْرَةٍ" سے پہلے تسبیح و تحمید اور تکبیر کہی، گویا آپ ﷺ کے الفاظ یہ تھے: "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ."

2 اس بات کی تحقیق گزر چکی ہے کہ آپ ﷺ نے غسل کرنے اور نماز پڑھنے کے وقت ہی سے لبیک کہنا شروع کر دیا تھا یا جب سواری پر سوار ہوئے اور وہ آپ کو لے کر کھڑی ہوئی اس وقت آپ نے لبیک کہا، یا جب وہ ذوالحلیفہ کے بلند میدان پر چڑھی تو آپ نے لبیک کہا تھا۔ اس میں راجح بات یہ ہے کہ آپ ﷺ نے مسجد سے نکل کر سواری پر سوار ہو کر لبیک کہا تھا، بیداء پر سواری کے چڑھنے پر آپ نے لبیک دہرایا تھا، تلبیہ کی ابتدا وہاں سے نہیں کی، اور یہ بھی گزر چکا ہے کہ یہ تینوں مقامات ذوالحلیفہ ہی میں ہیں، آدمی ان میں سے کسی جگہ سے بھی احرام باندھ سکتا ہے، اختلاف صرف رسول اللہ ﷺ کے تلبیہ کے متعلق ہے کہ آپ نے کہاں سے شروع کیا۔

3 اس روایت میں ان اونٹوں کی تعداد بیان نہیں ہوئی جو آپ نے اپنے ہاتھ سے نحر کیے، مسند احمد میں جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ یہ کل سو اونٹ تھے جن میں سے آپ نے ۶۳ اونٹ اپنے ہاتھ سے نحر کیے، باقی علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کیے جو انھوں نے نحر کیے۔ [مسند أحمد: ١٤٥٤٩] اہل علم نے یہاں یہ نکتہ نکالا ہے کہ آپ نے اپنی عمر (۶۳ برس) کے مطابق ۶۳ اونٹ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنے ہاتھ سے نحر کیے۔

❹ مینڈھے ذبح کرنے کا معاملہ حج سے پہلے سالوں میں مدینہ کے اندر عیدالاضحیٰ کے موقع کا ہے۔ حدیث میں مذکور بعض باتوں کی شرح اپنی اپنی جگہ آئے گی۔ (ان شاء اللہ)

۲۸۔ بَابُ مَنْ أَهَلَّ حِينَ اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ

28۔ باب: جو اس وقت لبیک کہے جب اس کی سواری اسے لے کر پوری طرح کھڑی ہو جائے

۱۵۵۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَهَلَّ النَّبِيُّ ﷺ حِينَ اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ قَائِمَةً. [راجع: ١٦٦۔ أخرجه مسلم: ١١٨٧]

1552۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے احرام کے لیے لبیک اس وقت کہا جب آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر پوری طرح کھڑی ہو گئی۔

فائدہ: اس حدیث کے فوائد کے لیے حدیث (۱۶۶، ۱۵۴۱، ۱۵۴۶) ملاحظہ فرمائیں۔

۲۹۔ بَابُ الْإِهْلَالِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ

29۔ باب: قبلہ کی طرف منہ کر کے لبیک پکارنا

۱۵۵۳۔ وَقَالَ أَبُو مَعْمَرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا إِذَا صَلَّى بِالْغَدَاةِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ أَمَرَ بِرَاحِلَتِهِ فَرُحِلَتْ، ثُمَّ رَكِبَ، فَإِذَا اسْتَوَتْ بِهِ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ قَائِمًا، ثُمَّ يُلَبِّي حَتَّى يَبْلُغَ الْمَحْرَمَ، ثُمَّ يُمْسِكُ حَتَّى إِذَا جَاءَ ذَا طُوًى بَاتَ بِهِ حَتَّى يُصْبِحَ، فَإِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ اغْتَسَلَ، وَزَعَمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَعَلَ ذَلِكَ.

تَابَعَهُ إِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَيُّوبَ فِي الْغَسْلِ. [راجع: ٤٩١۔ أخرجه مسلم: ١٢٥٩، مختصرًا آخره]

1553۔ نافع سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جب ذوالحلیفہ میں صبح کی نماز پڑھتے تو اپنی اونٹنی پر پالان رکھنے کا حکم دیتے، وہ رکھ دیا جاتا، تو (اس پر) سوار ہو جاتے، جب وہ انھیں لے کر پوری طرح کھڑی ہو جاتی تو کھڑے ہو کر قبلہ کی طرف منہ کرتے، پھر لبیک کہتے رہتے، جب حرم میں پہنچتے تو لبیک کہنا چھوڑ دیتے۔ جب ذی طویٰ مقام آتے تو وہاں صبح تک رات گزارتے، جب صبح کی نماز پڑھتے تو غسل کرتے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے ہی کیا تھا۔

اسماعیل نے بھی ایوب سے غسل کے متعلق اسی طرح روایت کی ہے جیسے عبدالوارث نے ایوب سے بیان کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

١٥٥٤- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو الرَّبِيعِ، حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، عَنْ نَافِعٍ قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا إِذَا أَرَادَ الْخُرُوجَ إِلَى مَكَّةَ ادَّهَنَ بِدُهْنٍ لَيْسَ لَهُ رَائِحَةٌ طَيِّبَةٌ، ثُمَّ يَأْتِي مَسْجِدَ الْحُلَيْفَةِ فَيُصَلِّي، ثُمَّ يَرْكَبُ، وَ إِذَا اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ قَائِمَةً أَحْرَمَ، ثُمَّ قَالَ: هَكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَفْعَلُ.

[راجع: ٤٩١- أخرجه مسلم: ١٢٥٩، بقطعة ليست في هذه الطريق]

1554- نافع سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ کی طرف روانہ ہونے کا ارادہ کرتے تو ایسا تیل لگاتے جس میں خوشبو نہ ہوتی، پھر ذوالحلیفہ کی مسجد میں آتے اور نماز پڑھتے، پھر سوار ہو جاتے اور جب ان کی اونٹنی انھیں لے کر پوری طرح کھڑی ہو جاتی تو احرام باندھتے، پھر کہتے: میں نے نبی ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

فوائد 1 پہلی حدیث میں احرام باندھتے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے کا واضح ذکر ہے، دوسری حدیث میں نہیں، تو پھر اس کا باب سے کیا تعلق ہوا؟ جواب اس کا یہ ہے کہ اگرچہ اس میں قبلہ رخ ہو کر لبیک کہنے کی صراحت نہیں مگر جب مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوں تو رخ خود بخود قبلہ ہی کی طرف ہو جاتا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ دونوں حدیثیں (نافع عن ابن عمر) ایک ہی ہیں، جب پہلی میں قبلہ رخ ہونے کا ذکر آ گیا تو دوسری میں ضروری نہیں۔

2 "ذی طُویٰ" مکہ کے قریب ایک وادی ہے جو حافظ رحمہ اللہ کے زمانہ میں "بئر زاهر" کے نام سے معروف تھی۔ (فتح الباری) بعض نے اسے وادی طُویٰ کہا ہے مگر یہ درست نہیں، کیونکہ مکہ کے قریب جو وادی ہے وہ "ذی طُویٰ" ہے۔ رہی وادیٔ "طُویٰ" تو وہ مدین سے مصر کو جاتے ہوئے راستے میں آتی ہے جس میں موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے کلام کا شرف حاصل ہوا تھا۔

3 ابن عمر رضی اللہ عنہما سر کے بال بکھرنے سے بچانے کے لیے اس پر خوشبو سے خالی تیل لگاتے تھے، کیونکہ وہ احرام سے پہلے بھی سر پر ایسا خوشبودار تیل لگانا جائز نہیں سمجھتے تھے جس کی خوشبو احرام کے بعد باقی رہے، مگر ان کی یہ رائے رسول اللہ ﷺ کے عمل کے خلاف تھی، جیسا کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے پیچھے گزر چکا ہے۔

4 یاد رہے کہ احرام باندھتے وقت رسول اللہ ﷺ کا قبلہ رخ ہونا اتفاقاً بھی ہو سکتا ہے، کیونکہ مدینہ سے مکہ کی طرف چلیں تو رخ کعبہ کی طرف خود بخود ہو جاتا ہے۔ اس لیے اگر احرام باندھتے وقت کعبہ کی طرف رخ ہو سکے تو اچھی بات ہے، ورنہ ہر حال میں اس کا اہتمام لازم نہیں۔

٣٠- بَابُ التَّلْبِيَةِ إِذَا انْحَدَرَ فِي الْوَادِي

30- باب: وادی میں اترتے ہوئے لبیک کہنا

١٥٥٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنِي

1555- مجاہد سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ہم ابن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، فَذَكَرُوا الدَّجَّالَ أَنَّهُ قَالَ: « مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ » فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَمْ أَسْمَعْهُ وَلٰكِنَّهُ قَالَ: « أَمَّا مُوسَى، كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ إِذَا انْحَدَرَ فِي الْوَادِي يُلَبِّي » [انظر: ٣٣٥٥، ٥٩١٣]

عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھے تو حاضرین نے دجال کا ذکر کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لفظ کافر لکھا ہوا ہے۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات نہیں سنی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے: ''رہے موسیٰ علیہ السلام تو گویا میں انھیں دیکھ رہا ہوں جب وہ وادی میں اترے ہیں اور لبیک کہہ رہے ہیں۔''

فوائد 1 امام مسلم رحمہ اللہ نے ابو العالیہ کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ان الفاظ میں روایت کی ہے: « كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى مُوسَى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ...... وَاضِعًا إِصْبَعَيْهِ فِي أُذُنَيْهِ، لَهُ جُؤَارٌ إِلَى اللّٰهِ بِالتَّلْبِيَةِ، مَارًّا بِهٰذَا الْوَادِي » [مسلم: ٢٦٩/١٦٦] ''گویا میں موسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وادی سے گزرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، وہ اپنے کانوں میں انگلیاں رکھے ہوئے لبیک کہتے ہوئے اللہ کے حضور گڑ گڑا رہے ہیں۔'' اس حدیث میں اس وادی کا نام ''الازرق'' آیا ہے اور یہ بھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ''وادی الازرق'' سے گزرتے ہوئے کہی۔ حافظ رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ وادی '' أَمَجٌ '' کے پیچھے ہے جس میں متعدد کھیت ہیں۔ اس وادی اور مکہ کے درمیان ایک میل کا فاصلہ ہے۔ اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی ''ہرشیٰ'' پر سے گزرتے ہوئے فرمایا: ''گویا میں یونس علیہ السلام کو سرخ اونٹنی پر سوار دیکھ رہا ہوں، انھوں نے اون کا جبہ پہنا ہوا ہے اور ان کی اونٹنی کی مہار کھجور کی چھال کی ہے، وہ اس وادی سے لبیک کہتے ہوئے گزر رہے ہیں۔'' صحیح بخاری کی اسی حدیث کی ایک روایت (۵۹۱۳) میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھنے کا بھی ذکر ہے۔

2 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان انبیاء علیہم السلام کے دیکھنے کا ذکر '' كَأَنِّي أَنْظُرُ '' کے الفاظ سے کیا ہے: ''گویا میں دیکھ رہا ہوں'' دیکھنے جیسی یہ کیفیت کس طرح تھی، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے: محققین نے اس کی چند وجہیں بیان کی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فی الحقیقت (حج کے لیے) آتے ہوئے دیکھا ہے، پیغمبر وفات کے بعد بھی زندہ ہیں، اس لیے کوئی مانع نہیں کہ وہ حج کے لیے تشریف لاتے ہوں، کیونکہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس رزق دیے جاتے ہیں۔ انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس رات مجھے سیر کرائی گئی اس رات میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا، وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔'' [مسلم: ٢٣٧٥] حافظ رحمہ اللہ نے ان محققین میں سے ایک کی یہ وضاحت بھی ذکر کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن انبیاء علیہم السلام کو دیکھا وہ ان کی ارواح ہو سکتی ہیں، جسم نہیں، کیونکہ وہ تو قبروں میں ہیں، شاید دنیا میں ان کی مثالی صورتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائی گئی ہوں، جیسا کہ لیلۃ الاسراء میں آپ کو تمام انبیاء علیہم السلام کی مثالی صورتیں دکھائی گئیں۔ (خلاصہ فتح الباری) حقیقت یہ ہے کہ یہ توجیہ بالکل ہی کمزور ہے، کیونکہ اول تو '' كَأَنِّي أَنْظُرُ '' (گویا کہ میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیکھ رہا ہوں) کے الفاظ سے حقیقت میں ان انبیاء ﷺ کو حج کے لیے آتے ہوئے دیکھنا فوت ہونے کے بعد انبیاء وصلحاء کا یا ان کی ارواح کا دنیا میں آنا قرآن مجید کے بیان کے صریح خلاف ہے، فرمایا: ﴿ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۱۰۰] ''اور ان کے پیچھے اس دن تک جب وہ اٹھائے جائیں گے، ایک پردہ ہے۔'' شہدائے اُحد کی شدید خواہش اور پرزور درخواست کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انھیں دنیا میں جا کر اپنے پسماندگان کو یہ بتانے کی اجازت نہیں دی کہ وہ کن بے بہا نعمتوں میں ہیں، البتہ ان کا پیغام نبی ﷺ کی طرف وحی کے ذریعے ان کے پسماندگان تک خود پہنچا دیا۔ اصل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جو کچھ دکھایا اور جس طرح دکھایا اس کی حقیقت کوئی سمجھ سکتا ہی نہیں۔ دیکھیے بلال رضی اللہ عنہ زندہ زمین پر پھر رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے قدموں کی آواز اپنے آگے جنت میں سنی۔ [دیکھیے بخاري: ۱۱٤۹] اور انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے جوتوں کی آواز سنی، میں نے کہا: یہ آواز کیا ہے؟ تو مجھے بتایا گیا کہ یہ رُمیصاء بنت ملحان ہے جو انس بن مالک کی والدہ تھیں۔'' [مسند أحمد : ۱۳۵۱٤] اس کی سند صحیح ہے اور مسلم کی شرط پر ہے۔ اس لیے سلامتی اسی میں ہے کہ جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں'' اس پر ایمان رکھا جائے اور اپنے پاس سے اس کی کیفیت کی تعیین نہ کی جائے، نہ ہی ایسے مطلب نکالے جائیں جو قرآن وحدیث کے صریح خلاف ہوں۔ شیخ سعدی نے کیا خوب کہا ہے ؂

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن   کہ جاہا سپر باید انداختن

''یعنی اپنی سواری ہر جگہ دوڑائی نہیں جا سکتی، بلکہ بہت سے مقامات ایسے ہیں جہاں ہتھیار پھینک کر اپنی بے بسی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔''

ان محققین پر حیرت ہوتی ہے جو '' كَأَنِّيْ أَنْظُرُ '' (گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں) اور '' إِنِّيْ أَنْظُرُ '' ''یقیناً میں دیکھ رہا ہوں'' کے فرق کو ملحوظ نہیں رکھتے۔ '' أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ '' پر توجہ کرنے سے بھی مسئلہ کافی حد تک حل ہو سکتا ہے۔ دنیا میں نہ کوئی اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکتا ہے، نہ فوت شدہ حضرات یا ان کی ارواح دوبارہ آ کر حج وعمرہ یا دوسرے اعمال سرانجام دے سکتی ہیں۔ اس لیے نبی ﷺ کا ان انبیاء ﷺ یا ان کی ارواح کو حج کے لیے وادی ''ذوطویٰ'' یا وادی ''ہرشٰی'' میں لبیک کہتے ہوئے فی الحقیقت سر کی آنکھوں سے دیکھنا بالکل ہی بے دلیل بات ہے۔ حافظ رحمہ اللہ نے محققین سے دوسری وجہ یہ بیان کی ہے کہ دنیا میں ان انبیاء ﷺ کے احوال کی تمثیل رسول اللہ ﷺ کو دکھائی گئی کہ انھوں نے کیسے عبادت کی، کیسے حج کیا اور کیسے لبیک کہا، اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا: '' كَأَنِّيْ '' ''گویا کہ میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے سے یہ خبریں دی گئیں، ان خبروں کا آپ ﷺ کو اتنا یقین تھا کہ آپ ﷺ نے فرما دیا: « كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَيْهِ ...... » ''گویا میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں......'' چوتھی توجیہ یہ کی ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے یہ سب کچھ اس سے پہلے خواب میں دیکھا تھا، جب حج کے موقع پر ان مقامات سے گزرے تو یاد آنے پر ان انبیاء ﷺ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مشاہدے کا ذکر فرما دیا۔ انبیاء ﷺ کا خواب بھی وحی ہوتا ہے۔ حافظ رحمہ اللہ نے کہا: " هٰذَا هُوَ الْمُعْتَمَدُ عِنْدِيْ " "میرے نزدیک صرف یہ بات قابل اعتماد ہے۔" جیسا کہ "احادیث الانبیاء" میں اور دوسری احادیث میں اس طرح کی بات کی صراحت آ رہی ہے اور یہ اور اس سے پہلے کی بات کا خواب میں ہونا کچھ بعید نہیں۔ (فتح الباری)

خلاصہ یہ ہے کہ پہلی توجیہ تو بالکل ہی نادرست ہے، بعد والی توجیہات ممکن ہیں، مگر ان جھمیلوں میں پڑنے کی بجائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ مثالی ہے کہ جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انھوں نے اس پر یقین کر لیا، انھیں یہ سوچنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی کہ " كَأَنِّيْ أَنْظُرُ" کی کیفیت کیا تھی۔ بعد کے ہر زمانے میں ایسی موشگافیوں سے سب سے بڑھ کر دلچسپی قبر پرستوں اور مشائخ پرستوں کو رہی یا ملحدوں کو۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے خواب کی بات کو " هُوَ الْمُعْتَمَدُ عِنْدِيْ " کہہ کر دوسری توجیہات کو اپنے نزدیک ناقابلِ اعتماد ہونے کی صراحت کر دی ہے، کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ خبر پر الف لام آنے سے کلام میں حصر پیدا ہو جاتا ہے۔

3 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفرِ حج میں اترائی پر بلند آواز سے لبیک کہنا ہمارے رسول ﷺ اور پہلے انبیاء ﷺ کی سنت ہے، اسی طرح چڑھائی پر چڑھتے ہوئے بھی لبیک کہنا چاہیے، اس کے علاوہ راستہ بھر لبیک کہتے رہنا مستحب ہے، لیکن اترنے اور چڑھتے وقت اس کی تاکید اور زیادہ ہے۔

٣١- بَابٌ: كَيْفَ تُهِلُّ الْحَائِضُ وَالنُّفَسَاءُ

31- باب: حائضہ اور نفاس والی عورت احرام کیسے باندھے

أَهَلَّ: تَكَلَّمَ بِهِ، وَاسْتَهْلَلْنَا وَأَهْلَلْنَا الْهِلَالَ كُلُّهُ مِنَ الظُّهُورِ، وَاسْتَهَلَّ الْمَطَرُ: خَرَجَ مِنَ السَّحَابِ، ﴿وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِۦ﴾ [المائدة: ٣] وَهُوَ مِنَ اسْتِهْلَالِ الصَّبِيِّ.

" أَهَلَّ " کا معنی ہے: اس نے لفظوں کے ساتھ کلام کیا۔ "اِسْتَهْلَلْنَا" اور " أَهْلَلْنَا الْهِلَالَ " ایسے سب الفاظ ظاہر ہونے کے معنی سے نکلے ہیں۔ " اِسْتَهَلَّ الْمَطَرُ ": بارش بادل سے نکلی۔ ﴿وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِۦ﴾ (جس پر اللہ کے سوا کسی کا نام پکارا جائے) یہ "اِسْتِهْلَالُ الصَّبِيِّ" (بچے کے رونے کی آواز بلند کرنے) سے نکلا ہے۔

فائدہ " كِتَابُ الْحَجِّ " میں " أَهَلَّ " کا لفظ بار بار آیا ہے، اس لیے امام صاحب نے اس کا اشتقاق بیان کر دیا کہ اس مادہ کے تمام صیغوں میں بلند آواز سے بولنے کا مفہوم پایا جاتا ہے، اسی طرح لبیک کو بلند آواز سے کہا جاتا ہے۔

١٥٥٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا

1556- نبی ﷺ کی زوجہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ : خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَأَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : « مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيُهِلَّ بِالْحَجِّ مَعَ الْعُمْرَةِ، ثُمَّ لَا يَحِلَّ حَتَّى يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيعًا » فَقَدِمْتُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ، وَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَشَكَوْتُ ذَلِكَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : « انْقُضِي رَأْسَكِ وَامْتَشِطِي وَأَهِلِّي بِالْحَجِّ، وَدَعِي الْعُمْرَةَ » فَفَعَلْتُ، فَلَمَّا قَضَيْنَا الْحَجَّ أَرْسَلَنِي النَّبِيُّ ﷺ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ إِلَى التَّنْعِيمِ فَاعْتَمَرْتُ، فَقَالَ : « هَذِهِ مَكَانُ عُمْرَتِكِ » قَالَتْ : فَطَافَ الَّذِينَ كَانُوا أَهَلُّوا بِالْعُمْرَةِ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ حَلُّوا، ثُمَّ طَافُوا طَوَافًا وَاحِدًا بَعْدَ أَنْ رَجَعُوا مِنْ مِنًى، وَأَمَّا الَّذِينَ جَمَعُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَإِنَّمَا طَافُوا طَوَافًا وَاحِدًا . [راجع : ٢٩٤ـ أخرجه مسلم : ١٢١١]

انھوں نے کہا: حجۃ الوداع میں ہم نبی ﷺ کے ساتھ نکلے اور ہم نے عمرے کا احرام باندھا، پھر نبی ﷺ نے فرمایا: ”جس کے ہمراہ قربانی کا جانور ہو وہ حج و عمرہ دونوں کا احرام باندھ لے، پھر اس وقت تک احرام نہ کھولے جب تک دونوں سے حلال نہ ہو جائے۔“ چنانچہ میں مکہ میں آئی تو حیض کی حالت میں تھی، اس لیے میں نے نہ بیت اللہ کا طواف کیا اور نہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کی۔ اس کی شکایت میں نے نبی ﷺ کے پاس کی تو آپ نے فرمایا: ”اپنا سر کھول دو اور کنگھی کر کے حج کا احرام باندھ لو اور عمرہ چھوڑ دو۔“ سو میں نے ایسے ہی کیا، جب ہم حج کر چکے تو نبی ﷺ نے مجھے عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تنعیم کی طرف بھیجا اور میں نے عمرہ کر لیا، آپ نے فرمایا: ”یہ تمھارے عمرے کی جگہ ہے۔“ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: تو جن لوگوں نے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا وہ بیت اللہ کا اور صفا و مروہ کے درمیان کا طواف کر کے حلال ہو گئے، پھر انھوں نے منیٰ سے واپس آنے کے بعد ایک طواف کیا، رہے وہ لوگ جنھوں نے حج اور عمرہ اکٹھا کیا تھا تو انھوں نے (صفا و مروہ کا) ایک ہی طواف کیا۔

فائدہ: اس حدیث کے بعض فوائد (۲۹۴) میں گزر چکے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حیض اور نفاس والی عورت بھی سر کھول کر غسل کرے اور احرام باندھ لے اور حج کے تمام مناسک ادا کرے، اگرچہ بیت اللہ کا طواف وہ پاک ہونے کے بعد ہی کرے گی۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو تین ذوالحجہ کو ہفتے کے دن مقامِ سرف پر حیض آیا اور دس ذوالحجہ کو ہفتے کے دن وہ حیض سے پاک ہو گئیں۔ انھوں نے ذوالحلیفہ سے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا، جب وہ یوم ترویہ تک حیض کی وجہ سے عمرہ نہ کر سکیں تو رسول اللہ ﷺ نے آٹھ ذوالحجہ کو منیٰ کی طرف روانگی کے وقت انھیں عمرہ چھوڑنے کا حکم دیا اور سر کے بال کھول کر غسل کر کے حج کا احرام باندھنے کا حکم دیا۔ انھوں نے اسی حالت میں احرام باندھ کر حج کے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

تمام مناسک ادا کیے، البتہ بیت اللہ کا طواف حیض سے پاک ہونے پر ہی کیا۔ اس حدیث سے مزید بہت سے شرعی احکام ثابت ہوتے ہیں، ان کا ذکر اپنے اپنے مقام پر ہوگا۔

٣٢- بَابُ مَنْ أَهَلَّ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ كَإِهْلَالِ النَّبِيِّ ﷺ

32- باب: جس نے نبی ﷺ کے زمانے میں نبی ﷺ جیسا احرام باندھا

قَالَهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [انظر : ٤٣٥٣، ٤٣٥٤]

اسے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ سے بیان کیا۔

١٥٥٧- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ عَطَاءٌ : قَالَ جَابِرٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنْ يُقِيمَ عَلَى إِحْرَامِهِ ، وَذَكَرَ قَوْلَ سُرَاقَةَ . [انظر : ١٥٦٨، ١٥٧٠، ١٦٥١، ١٧٨٥، ٢٥٠٦، ٤٣٥٢، ٧٢٣٠، ٧٣٦٧، وانظر في الحيض، باب : ٧ و ٢٠- أخرجه مسلم : ١٢١٦ مطولاً]

1557- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اپنے احرام پر قائم رہیں اور سراقہ کا قول ذکر کیا۔

١٥٥٨- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ الْهُذَلِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، حَدَّثَنَا سَلِيمُ بْنُ حَيَّانَ، قَالَ : سَمِعْتُ مَرْوَانَ الْأَصْفَرَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَدِمَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ مِنَ الْيَمَنِ، فَقَالَ : « بِمَا أَهْلَلْتَ ؟ » قَالَ : بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ، فَقَالَ : « لَوْلَا أَنَّ مَعِيَ الْهَدْيَ لَأَحْلَلْتُ »

1558- انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ یمن سے نبی ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: ”تم نے کس چیز کا احرام باندھا ہے؟“ انھوں نے کہا: جس کا نبی ﷺ نے احرام باندھا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”اگر میرے ساتھ قربانی کے جانور نہ ہوتے تو میں (عمرہ کرکے) احرام کھول دیتا۔“

وَ زَادَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ : « بِمَا أَهْلَلْتَ يَا عَلِيُّ !؟ » قَالَ : بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ، قَالَ : « فَأَهْدِ وَامْكُثْ حَرَامًا كَمَا أَنْتَ » [أخرجه مسلم : ١٢٥٠]

اور محمد بن بکر نے ابن جریج سے یہ الفاظ زیادہ بیان کیے کہ نبی ﷺ نے ان سے کہا: ”علی! تم نے کس چیز کا احرام باندھا ہے؟“ انھوں نے کہا: جس کا احرام نبی ﷺ نے باندھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”پھر قربانی دو اور جس طرح ہو اسی طرح احرام کی حالت میں رہو۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

١٥٥٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: بَعَثَنِي النَّبِيُّ ﷺ إِلَى قَوْمٍ بِالْيَمَنِ، فَجِئْتُ وَهُوَ بِالْبَطْحَاءِ فَقَالَ: «بِمَا أَهْلَلْتَ؟» قُلْتُ: أَهْلَلْتُ كَإِهْلَالِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: «هَلْ مَعَكَ مِنْ هَدْيٍ؟» قُلْتُ: لَا، فَأَمَرَنِي فَطُفْتُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ أَمَرَنِي فَأَحْلَلْتُ، فَأَتَيْتُ امْرَأَةً مِنْ قَوْمِي، فَمَشَطَتْنِي أَوْ غَسَلَتْ رَأْسِي، فَقَدِمَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ: إِنْ نَأْخُذْ بِكِتَابِ اللَّهِ، فَإِنَّهُ يَأْمُرُنَا بِالتَّمَامِ، قَالَ اللَّهُ: ﴿وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ﴾ [البقرة: ١٩٦] وَإِنْ نَأْخُذْ بِسُنَّةِ النَّبِيِّ ﷺ، فَإِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ حَتَّى نَحَرَ الْهَدْيَ. [انظر: ١٥٦٥، ١٧٢٤، ١٧٩٥، ٤٣٤٦، ٤٣٩٧- أخرجه مسلم: ١٢٢١]

1559۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے نبی ﷺ نے یمن میں ایک قوم کی طرف بھیجا، پھر میں واپس آیا تو آپ بطحاء میں تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے کس چیز کا احرام باندھا ہے؟'' میں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کے احرام جیسا احرام باندھا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''تمھارے پاس قربانی کا کوئی جانور ہے؟'' میں نے کہا: نہیں۔ تب آپ نے مجھے حکم دیا اور میں نے بیت اللہ کا اور صفا و مروہ کا طواف کیا، پھر آپ نے مجھے حکم دیا اور میں نے احرام کھول دیا، پھر میں اپنی قوم کی ایک عورت کے پاس آیا، اس نے مجھے کنگھی کی یا میرا سر دھویا۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ آئے (یعنی وہ خلیفہ بنے) تو انھوں نے کہا: اگر ہم کتاب اللہ کو لیں تو وہ ہمیں (حج اور عمرہ) پورا کرنے کا حکم دیتی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''اور اللہ کے لیے حج اور عمرہ پورا کرو'' اور اگر ہم نبی ﷺ کی سنت کو لیں تو آپ ﷺ نے قربانی نحر کرنے تک احرام نہیں کھولا۔

فوائد: 1 احرام باندھتے وقت لبیک کہتے ہوئے حج یا عمرہ کا یا دونوں کا نام لیا جاتا ہے، جیسے ''لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ'' یا ''لَبَّيْكَ بِحَجٍّ'' یا ''لَبَّيْكَ بِحَجٍّ وَ عُمْرَةٍ.'' اگر کوئی شخص احرام باندھتے وقت یہ کہہ دے کہ میں نے فلاں شخص کے احرام جیسا احرام باندھا تو اس کا کیا حکم ہے؟ امام بخاری رحمہ اللہ کے باب کا مطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ کے زمانے میں جس نے اس طرح احرام باندھا رسول اللہ ﷺ نے اسے برقرار رکھا، اس لیے اب بھی اگر کوئی ایسا کرے تو درست ہے۔ جیسا کہ علی اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما دونوں نے رسول اللہ ﷺ کے احرام جیسا احرام باندھا تھا۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا تھا اور جو شخص ان دونوں کا احرام باندھے اس کے لیے حکم یہ ہے کہ اگر وہ اپنے ساتھ قربانی لے کر آیا ہے تو عمرہ ادا کر کے احرام ہی کی حالت میں رہے اور حج کر کے احرام کھولے اور اگر وہ قربانی کا جانور لے کر نہیں آیا تو عمرہ کر کے احرام کھول دے اور حج کے لیے نئے سرے سے احرام باندھے۔ اس لیے آپ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو عمرہ کے بعد حج تک احرام کی حالت میں رہنے کا حکم دیا، کیونکہ وہ قربانی کے جانور لے کر آئے تھے اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ عمرہ کر کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

احرام کھول دیں، کیونکہ وہ قربانی کا جانور لے کر نہیں آئے تھے۔ بعض حضرات نے ترجمۃ الباب میں "نبی ﷺ کے زمانے" کے الفاظ سے یہ نکالا ہے کہ آپ ﷺ کے زمانے میں تو یہ جائز تھا، کیونکہ لوگوں کو معلوم نہیں تھا کہ احرام کیسے باندھا جائے، اب یہ جائز نہیں، کیونکہ سب کو مسئلہ معلوم ہو چکا ہے، اس لیے احرام باندھنے والے کو حج یا عمرہ یا دونوں کی صراحت کرنا ہو گی۔ لیکن یہ بات درست نہیں، کیونکہ جب ایک کام رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں درست ہے تو وہ بعد میں بھی درست ہے اور لوگ خواہ کسی زمانہ کے ہوں ان کے لیے اسوۂ حسنہ آپ ﷺ ہی ہیں۔ رہی یہ بات کہ اب لوگوں کو مسائل معلوم ہو چکے ہیں تو حقیقت یہ ہے کہ لوگ حج کے مسائل سے جتنے اب ناواقف ہیں شاید کبھی نہ تھے اور ہر آنے والے دن میں جہل بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: « أَنْ يَقِلَّ الْعِلْمُ، وَ يَكْثُرَ الْجَهْلُ » [بخاري : ۸۱، ۵۲۳۱] "علم کم اور جہل زیادہ ہوتا چلا جائے گا۔" اس لیے کسی عالم کے احرام کی طرح احرام باندھنے میں کوئی حرج نہیں۔

2 رسول اللہ ﷺ کے عمل سے چند باتیں ثابت ہو رہی ہیں: ایک یہ کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا جائز ہے اور ایک یہ کہ جو شخص قربانی ساتھ نہ لایا ہو خواہ اس نے حج کا احرام باندھا ہو یا عمرہ کا اسے عمرہ ادا کر کے احرام کھول دینا چاہیے اور حج کا احرام نئے سرے سے باندھنا چاہیے۔ مشرکین مکہ حج کے مہینا میں عمرہ کو گناہ سمجھتے تھے، آپ ﷺ نے اس کی تردید فرمائی اور یہ شبہ بھی دور فرما دیا کہ یہ صرف اسی سال کی بات ہے جب رسول اللہ ﷺ نے حج کیا تھا۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے الفاظ "وَذَكَرَ قَوْلَ سُرَاقَةَ" کا یہی مطلب ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ سراقہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ یہ عمل (یعنی حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا اور قربانی ساتھ نہ ہونے کی صورت میں عمرہ ادا کر کے احرام کھول دینا اور نئے سرے سے احرام باندھنا) صرف اسی سال کے لیے ہے یا ہمیشہ کے لیے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: « لَا، بَلْ لِلْأَبَدِ » "نہیں، بلکہ یہ ہمیشہ کے لیے ہے۔" [بخاري : ۲۵۰۵] اور سنن ابی داؤد (۱۹۰۵) میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی انگلیاں دوسری انگلیوں میں داخل کر کے فرمایا: « دَخَلَتِ الْعُمْرَةُ فِي الْحَجِّ هٰكَذَا » "عمرہ حج میں اس طرح داخل ہو گیا ہے۔"

3 فَقَدِمَ عُمَرُ ...... : اس کا مطلب یہ ہے کہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں حج کے ساتھ عمرہ کرنے سے منع کر دیا، ان کے خیال میں لوگوں کو حج کے ساتھ ہی عمرہ ادا کر کے فارغ نہیں ہو جانا چاہیے، بلکہ ایام حج کے علاوہ دوسرے دنوں میں آ کر عمرہ ادا کرنا چاہیے، تاکہ بیت اللہ کی رونق برقرار رہے۔ امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کا بھی یہی خیال تھا۔ مگر ان کے بعد بقول ابن حزم و ابن قدامہ امت کا اتفاق ہے کہ حج تمتع اور حج قران جائز ہے۔ شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کی شرح بخاری میں لکھا ہے: عمر رضی اللہ عنہ کے آیت: ﴿ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ﴾ (حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے پورا کرو) سے استدلال کے متعلق کہا جائے گا کہ نبی ﷺ نے اپنے عمل کے ساتھ واضح فرما دیا کہ انھیں کس طرح پورا کرنا ہے۔ اس کے مطابق جب حج و عمرہ دونوں کا احرام اکٹھا باندھا ہو تو انھیں مکمل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے عمرہ کرے، پھر دوبارہ احرام باندھ کر حج کرے، الا یہ کہ قربانی کا جانور ساتھ لے کر آیا ہو تو عمرہ ادا کر کے احرام کی حالت ہی میں رہے اور قربانی کرنے کے بعد احرام کھولے اور یہ اس آیت کریمہ کے خلاف نہیں، کیونکہ جس نے پہلے عمرہ کیا، پھر حج کیا اس کا عمرہ پورا ہو گیا اور حج بھی پورا ہو گیا۔ رہا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ اگر ہم رسول اللہ ﷺ کی سنت کو لیں تو آپ ﷺ نے قربانی کرنے سے پہلے احرام نہیں کھولا تو آپ ﷺ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی یہ سنت اس شخص کے لیے ہے جو قربانی کا جانور ساتھ لایا ہو، جو قربانی ساتھ نہ لایا ہو اس کے لیے یہ سنت نہیں۔
4 عمر رضی اللہ عنہ کے اس حکم کے متعلق ان کے نہایت فرماں بردار اور صالح بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کا قول معروف ہے کہ جب ملک شام کے ایک شخص نے ان سے حج کے ساتھ عمرہ کرنے کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا: « هِيَ حَلَالٌ » ''یہ جائز ہے۔'' اس نے کہا: آپ کے والد صاحب نے تو اس سے منع کیا ہے؟ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: « أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ أَبِيْ نَهَى عَنْهَا وَصَنَعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَ أَمْرَ أَبِيْ نَتَّبِعُ أَمْ أَمْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ » ''یہ بتاؤ کہ اگر میرے والد نے اس سے منع کیا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عمل کیا ہو تو کیا ہم میرے والد کے حکم پر چلیں گے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر؟'' اس آدمی نے کہا: بلکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر چلیں گے، تو انھوں نے کہا: « لَقَدْ صَنَعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ » [ترمذي : ٨٢٤] ''یقین مانو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عمل کیا ہے۔'' اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و عمل کے مقابلے میں کسی شخص کی بات نہیں مانی جائے گی، خواہ وہ کتنے بڑے مرتبے پر فائز ہو۔ اگر سب مسلمان اپنے اپنے فرقے کے امام کی تقلید کی بجائے اس اصل پر کاربند ہو جائیں تو خیر القرون کی طرح اب بھی مسلمان ایک متحد امت بن سکتے ہیں۔

٣٣- بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى : ﴿ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ﴾ [البقرة : ١٩٧]، ﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۭ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ﴾ [البقرة : ١٨٩]

33- باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان: ''حج چند مہینے ہے جو معلوم ہیں، پھر جو ان میں حج فرض کر لے تو حج کے دوران نہ کوئی شہوانی فعل ہو اور نہ کوئی نافرمانی اور نہ کوئی جھگڑا۔'' (اور اللہ تعالیٰ کا فرمان:) ''وہ تجھ سے نئے چاندوں کے متعلق پوچھتے ہیں، کہہ دے: وہ لوگوں کے لیے اور حج کے لیے وقت معلوم کرنے کے ذریعے ہیں''

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : أَشْهُرُ الْحَجِّ: شَوَّالٌ، وَذُو الْقَعْدَةِ، وَعَشْرٌ مِنْ ذِي الْحَجَّةِ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : مِنَ السُّنَّةِ أَنْ لَا يُحْرِمَ بِالْحَجِّ إِلَّا فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ . وَكَرِهَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنْ يُحْرِمَ مِنْ خُرَاسَانَ أَوْ كَرْمَانَ .

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: حج کے مہینے شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کی دس راتیں ہیں۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: سنت یہ ہے کہ حج کا احرام حج کے مہینوں ہی میں باندھے۔ اور عثمان رضی اللہ عنہ نے اس بات کو برا جانا کہ آدمی خراسان یا کرمان سے احرام باندھے۔

١٥٦٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو

1560- عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ہم

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ، حَدَّثَنَا أَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ، سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ، وَلَيَالِي الْحَجِّ، وَحُرُمِ الْحَجِّ، فَنَزَلْنَا بِسَرِفَ، قَالَتْ: فَخَرَجَ إِلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ: «مَنْ لَمْ يَكُنْ مِنْكُمْ مَعَهُ هَدْيٌ، فَأَحَبَّ أَنْ يَجْعَلَهَا عُمْرَةً فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ فَلَا» قَالَتْ: فَالْآخِذُ بِهَا، وَالتَّارِكُ لَهَا مِنْ أَصْحَابِهِ، قَالَتْ: فَأَمَّا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَرِجَالٌ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَكَانُوا أَهْلَ قُوَّةٍ، وَكَانَ مَعَهُمُ الْهَدْيُ، فَلَمْ يَقْدِرُوا عَلَى الْعُمْرَةِ، قَالَتْ: فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَنَا أَبْكِي، فَقَالَ: «مَا يُبْكِيكِ يَا هَنْتَاهُ!؟» قُلْتُ: سَمِعْتُ قَوْلَكَ لِأَصْحَابِكَ فَمُنِعْتُ الْعُمْرَةَ، قَالَ: «وَمَا شَأْنُكِ؟» قُلْتُ: لَا أُصَلِّي، قَالَ: «فَلَا يَضُرُّكِ، إِنَّمَا أَنْتِ امْرَأَةٌ مِنْ بَنَاتِ آدَمَ، كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْكِ مَا كَتَبَ عَلَيْهِنَّ، فَكُونِي فِي حَجَّتِكِ، فَعَسَى اللَّهُ أَنْ يَرْزُقَكِيهَا»

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کے مہینوں، حج کی راتوں اور حج کی حرمتوں میں روانہ ہوئے اور سرف مقام میں اترے۔ تو رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کی طرف نکلے اور فرمایا: ”تم میں سے جس شخص کے پاس قربانی کا جانور نہ ہو اور وہ پسند کرے کہ اسے عمرہ بنا لے تو وہ ایسا کر لے اور جس کے پاس قربانی کا جانور ہو وہ ایسا نہ کرے۔“ چنانچہ آپ ﷺ کے بعض صحابہ نے اس حکم پر عمل کر لیا اور بعض نے نہیں کیا۔ مگر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ میں سے کچھ آدمی قوت والے تھے اور ان کے ساتھ قربانی کے جانور تھے، اس لیے وہ عمرہ نہ کر سکے (عمرہ کر کے احرام نہ کھول سکے)۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے اور میں رو رہی تھی، آپ نے فرمایا: ”اے بھولی بھالی! کیوں رو رہی ہو؟“ میں نے کہا: میں نے وہ بات سنی جو آپ نے اپنے اصحاب سے کہی تو میں عمرہ کر ہی نہ سکی۔ فرمایا: ”تمھارا کیا مسئلہ ہے؟“ میں نے کہا: میں نے نماز نہیں پڑھنی۔ آپ نے فرمایا: ”تمھیں اس سے کوئی نقصان نہیں، تم بھی آدم کی بیٹیوں میں سے ایک عورت ہو، اللہ نے ان پر جو لکھا ہے وہ تم پر لکھ دیا ہے، اس لیے تم اپنا حج جاری رکھو، امید ہے اللہ تعالیٰ تمھیں وہ عطا فرما دے گا۔“

قَالَتْ: فَخَرَجْنَا فِي حَجَّتِهِ حَتَّى قَدِمْنَا مِنًى، فَطَهُرْتُ، ثُمَّ خَرَجْتُ مِنْ مِنًى، فَأَفَضْتُ بِالْبَيْتِ، قَالَتْ: ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ فِي النَّفْرِ الْآخِرِ، حَتَّى نَزَلَ الْمُحَصَّبَ، وَنَزَلْنَا مَعَهُ، فَدَعَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ: «اخْرُجْ بِأُخْتِكَ مِنَ الْحَرَمِ، فَلْتُهِلَّ

عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: خیر، ہم آپ ﷺ کے ساتھ حج کے لیے روانہ ہوئے، یہاں تک کہ ہم (عرفات اور مزدلفہ سے فارغ ہو کر) منیٰ میں آ گئے اور میں اس وقت پاک ہو گئی، پھر میں منیٰ سے نکلی اور میں نے بیت اللہ کا طواف افاضہ کیا، پھر میں آپ ﷺ کے ساتھ کوچ کے آخری دن (١٣ ذوالحجہ)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ افْرُغَا، ثُمَّ ائْتِيَا هَاهُنَا، فَإِنِّي أَنْظُرُكُمَا حَتَّى تَأْتِيَانِي » قَالَتْ : فَخَرَجْنَا، حَتَّى إِذَا فَرَغْتُ وَفَرَغْتُ مِنَ الطَّوَافِ، ثُمَّ جِئْتُهُ بِسَحَرٍ، فَقَالَ : « هَلْ فَرَغْتُمْ؟» فَقُلْتُ : نَعَمْ، فَآذَنَ بِالرَّحِيلِ فِي أَصْحَابِهِ، فَارْتَحَلَ النَّاسُ، فَمَرَّ مُتَوَجِّهًا إِلَى الْمَدِينَةِ.

میں نکلی یہاں تک کہ آپ مقامِ " مُحَصَّبْ " میں اترے اور ہم بھی آپ کے ساتھ وہیں ٹھہر گئے۔ پھر آپ نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو بلایا اور فرمایا: "اپنی بہن کو لے کر حرم سے نکلو، تاکہ یہ وہاں سے عمرہ کا احرام باندھے، پھر دونوں فارغ ہو کر یہاں آ جاؤ، میں اپنے پاس آنے تک تمھارا انتظار کروں گا۔" تو ہم نکلے یہاں تک کہ جب میں فارغ ہو گئی اور میں نے طواف بھی کر لیا تو میں رات کے پچھلے پہر آپ کے پاس پہنچ گئی، آپ نے فرمایا: "تم لوگ فارغ ہو گئے؟" میں نے کہا: جی ہاں! تو آپ نے اپنے اصحاب میں کوچ کا اعلان کر دیا اور لوگ روانہ ہو گئے اور آپ مدینہ کی طرف چل پڑے۔

ضَيْر : مِنْ ضَارَ يَضِيْرُ ضَيْرًا، وَ يُقَالُ : ضَارَ يَضُوْرُ ضَوْرًا وَضَرَّ يَضُرُّ ضَرًّا . [راجع : ٢٩٤۔ أخرجه مسلم : ١٢١١]

لفظ " ضَيْر " " ضَارَ يَضِيْرُ ضَيْرًا " سے نکلا ہے، اسے " ضَارَ يَضُوْرُ ضَوْرًا " اور " ضَرَّ يَضُرُّ ضَرًّا " بھی کہا جاتا ہے۔

فوائد: 1 **اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ:** عمرہ سال میں کسی وقت بھی کیا جا سکتا ہے مگر حج مقررہ وقت میں ہی کیا جا سکتا ہے۔ حج کے مہینوں سے مراد شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کی دس راتیں ہیں، جیسا کہ امام بخاری نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے: « أَشْهُرُ الْحَجِّ : شَوَّالٌ، وَذُو الْقَعْدَةِ، وَعَشْرٌ مِنْ ذِي الْحَجَّةِ » "حج کے مہینے شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کی دس راتیں ہیں۔" " عَشْرٌ " سے مراد دس راتیں ہیں، کیونکہ اگر اس سے دس دن مراد ہوتے تو لفظ " عَشْرٌ " کی بجائے " عَشَرَةٌ " ہونا چاہیے تھا۔ عروہ بن مُضَرِّس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی مزدلفہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اس نے کہا: "یا رسول اللہ! میں بنو طیٔ کے پہاڑ سے آیا ہوں، میں نے اپنی سواری کو تھکا دیا اور خود بھی تھک گیا ہوں، اللہ کی قسم! میں نے کوئی پہاڑ نہیں چھوڑا جس پر نہ ٹھہرا ہوں، تو کیا میرا حج ہو گیا؟" آپ نے فرمایا: "جو ہمارے ساتھ اس (مزدلفہ میں صبح کی) نماز میں حاضر ہو اور اس سے پہلے عرفات میں دن یا رات کو آیا ہو تو اس نے اپنا میل کچیل دور کر لیا اور اس کا حج پورا ہو گیا۔" [دارمي : ١٩٣٠۔ نسائي : ٣٠٤٣۔ ابن ماجه : ٣٠١٦] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حج کے مہینوں کا آخر دس ذوالحجہ کی رات ہے۔
2 وہ مقامات جہاں سے حج کے لیے احرام باندھا جاتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرما دیے ہیں، وہ میقاتِ مکانی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان سے پہلے احرام باندھنا سنت کے خلاف ہے، مثلاً کوئی شخص ذوالحلیفہ کی بجائے مسجد نبوی سے احرام باندھ لے تو اگرچہ یہ چھ سات میل ہی پہلے ہے مگر سنت کے خلاف ہونے کی وجہ سے درست نہیں۔ اسی طرح حج کے مہینے میقاتِ زمانی ہیں، ان سے پہلے حج کا احرام باندھنا بھی سنت کے خلاف ہے، جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ سنت یہی ہے کہ حج کا احرام حج کے مہینوں ہی میں باندھے اور عثمان رضی اللہ عنہ نے اس بات کو برا جانا کہ کوئی شخص خراسان یا کرمان سے احرام باندھ لے۔ خراسان و کرمان سے مراد وہ تمام ممالک ہیں جو افغانستان کے شمال میں روس اور چین تک پھیلے ہوئے ہیں۔ مکہ مکرمہ سے بہت دور ہونے کی وجہ سے انھیں دوری کے لیے بطورِ مثال بیان کیا جاتا ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے وہاں سے احرام باندھ کر آنے کو برا جانا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ مشہور اسلامی سپہ سالار عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے جب خراسان فتح کیا تو انھوں نے کہا کہ میں اس نعمت پر اللہ کا شکر اس طرح ادا کروں گا کہ خراسان سے احرام باندھ کر بیت اللہ کا حج ادا کروں گا۔ جب وہ امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انھوں نے ان کے اس عمل پر انھیں ملامت کی۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ اثر یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی ملامت صرف اس پر نہیں تھی کہ تم نے میقاتِ مکانی سے پہلے احرام کیوں باندھا بلکہ اس پر بھی تھی کہ تم نے میقاتِ زمانی یعنی حج کے مہینوں سے پہلے احرام کیوں باندھا۔ کیونکہ اس زمانے میں حج کے مہینوں میں خراسان و کرمان سے احرام باندھ کر حج کے موقع پر مکہ پہنچنا ممکن نہ تھا۔ یہ عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے سال کا واقعہ ہے۔ (فتح الباری)

3 حافظ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا کہنا کہ ”ہم حج کے مہینوں اور حج کی راتوں اور حج کی حرمتوں میں نکلے“ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حج کے مہینے اس وقت سب لوگوں کو معلوم تھے۔ ” حُرُمُ الْحَجِّ “ (حاء اور راء کے ضمہ کے ساتھ) کا معنی ہے: حج کے اوقات، اس کے مقامات اور اس کے حالات، راء کے فتحہ کی روایت بھی آئی ہے، وہ ” حُرْمَةٌ “ کی جمع ہے، یعنی حج میں ممنوعہ اشیاء۔ ” لَا أُصَلِّيْ “ (میں نے نماز نہیں پڑھنی) کا مطلب یہ ہے کہ مجھے حیض آیا ہے۔ یہ اتنا بہترین کنایہ ہے کہ آج تک ایمان والی عورتیں اپنی حالتِ حیض کا اظہار انھی الفاظ میں کرتی ہیں۔ ” فَلَا يَضُرُّكِ “ ” ضَرَّ يَضُرُّ ضَرًّا “ سے ہے: نقصان پہنچانا۔ كُشْمِيهَنِيّ کی روایت میں ” فَلَا يَضِيْرُكِ “ ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے حدیث کے آخر میں ذکر کر دیا کہ یہ لفظ تین طرح پڑھا جاتا ہے: ” لَا يَضُرُّكِ “ (مضاعف)، ” لَا يَضِيْرُكِ “ (اجوف یائی) اور ” لَا يَضُوْرُكِ “ (اجوف واوی)، معنی تینوں کا ایک ہی ہے۔ (فتح الباری)

٣٤- بَابُ التَّمَتُّعِ وَالْإِقْرَانِ وَالْإِفْرَادِ بِالْحَجِّ وَفَسْخِ الْحَجِّ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ

34- باب: حج تمتع، اِقران اور اِفراد اور جس کے ساتھ قربانی کا جانور نہ ہو اس کا حج کو فسخ کرنا

فوائد 1 حج کے احرام کی تین قسمیں ہیں: ① حج اِفراد: صرف حج کا احرام باندھنا۔ ② حج تمتع: پہلے صرف عمرے کا احرام باندھنا اور عمرہ ادا کر کے احرام کھول دینا، پھر حج کا احرام باندھ کر حج کرنا۔ ③ اِقران یا قِران: حج اور عمرہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

دونوں کا اکٹھا احرام باندھنا پھر عمرہ ادا کر کے احرام کی حالت ہی میں رہنا، حتیٰ کہ حج ادا کر کے احرام کھولنا۔ اس کی اجازت صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو قربانی کا جانور اپنے ساتھ لے کر گئے ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے جب حج کیا تو بعض لوگوں نے حج کا احرام باندھا، بعض نے عمرے کا اور بعض نے حج وعمرہ دونوں کا۔ جب آپ مکہ مکرمہ پہنچے تو آپ نے ان لوگوں کے سوا جو قربانی کا جانور ساتھ لائے تھے سب کو حکم دیا کہ وہ عمرہ ادا کر کے احرام کھول دیں اور حج کے موقع پر نئے سرے سے احرام باندھ کر حج کر لیں۔ اس کا واضح مطلب یہ تھا کہ خواہ صرف حج کی نیت ہے خواہ حج وعمرہ دونوں کی ہے مگر قربانی کا جانور ساتھ نہیں تو حج کی نیت فسخ کر کے عمرہ بنا لیں اور حج کا احرام نئے سرے سے باندھیں اور اگر قربانی کا جانور ساتھ لائے ہیں تو عمرہ ادا کر کے احرام ہی کی حالت میں رہیں اور حج ادا کر کے احرام کھولیں۔ رسول اللہ ﷺ اور چند صحابہ نے جو قربانی کے جانور ساتھ لائے تھے حج قران کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حج تمتع بھی درست ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے تمام صحابہ کو اس کا حکم دیا۔ قران بھی درست ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے خود حج قران کیا اور اگر کسی نے حج وعمرہ دونوں کا احرام باندھا ہے یا صرف حج کا تو اسے دونوں صورتوں میں حج کا احرام فسخ کر کے عمرہ میں بدل لینا چاہیے۔

اب اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ ان تینوں میں سے افضل کیا ہے۔ راجح بات یہی ہے کہ اگر قربانی کا جانور ساتھ ہو تو قران لازم ہے، اس میں مزید فضیلت یہ ہے کہ اس میں مشقت زیادہ ہے جو باعث اجر ہے اور رسول اللہ ﷺ نے حج قران کیا تھا اور اگر قربانی کا جانور ساتھ نہ ہو تو تمتع لازم ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے تمام صحابہ کو جو قربانی لے کر نہیں آئے تھے تمتع کا حکم دیا، اس میں مزید فضیلت یہ ہے کہ اس میں آسانی اور سہولت ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمایا کہ اگر میں پہلے وہ بات جان لیتا جو بعد میں جانی تو میں اپنے ساتھ قربانی کا جانور نہ لاتا۔ ظاہر ہے رسول اللہ ﷺ افضل ہی کی تمنا کر سکتے تھے۔

2 بعض حضرات کا کہنا ہے کہ حج کا احرام باندھنے کے بعد اسے فسخ کر کے عمرہ بنا لینا صرف ان لوگوں کے لیے تھا جو اس سال نبی ﷺ کے ساتھ تھے، ان کے بعد اب کوئی بھی حج کا احرام باندھنے کے بعد اسے عمرہ میں بدل نہیں سکتا۔ مگر ان کی یہ بات درست نہیں، کیونکہ دین وہی ہے جو نبی ﷺ پر نازل ہوا اور قیامت تک وہی رہے گا۔ اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے باب باندھا ہے کہ جس کے ساتھ قربانی کا جانور نہ ہو وہ حج کو فسخ کر کے عمرہ میں بدل سکتا ہے۔ ابن تیمیہ اور ابن قیم تو رسول اللہ ﷺ کا حکم ہونے کی وجہ سے اسے واجب کہتے ہیں، اکثر علماء اسے جائز کہتے ہیں، کئی اسے ناجائز کہتے ہیں جو بالکل ہی بے دلیل ہے۔

١٥٦١- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ

1561- عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم لوگ نبی ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے، ہمیں حج کے سوا کوئی خیال نہ تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَلَا نُرَى إِلَّا أَنَّهُ الْحَجُّ، فَلَمَّا قَدِمْنَا تَطَوَّفْنَا بِالْبَيْتِ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ لَمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ أَنْ يَحِلَّ، فَحَلَّ مَنْ لَمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ، وَنِسَاؤُهُ لَمْ يَسُقْنَ فَأَحْلَلْنَ، قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: فَحِضْتُ فَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ، فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! يَرْجِعُ النَّاسُ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ، وَأَرْجِعُ أَنَا بِحَجَّةٍ! قَالَ: «وَمَا طُفْتِ لَيَالِيَ قَدِمْنَا مَكَّةَ؟» قُلْتُ: لَا، قَالَ: «فَاذْهَبِي مَعَ أَخِيكِ إِلَى التَّنْعِيمِ، فَأَهِلِّي بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ مَوْعِدُكِ كَذَا وَكَذَا» قَالَتْ صَفِيَّةُ: مَا أُرَانِي إِلَّا حَابِسَتَهُمْ، قَالَ: «عَقْرَى حَلْقَى، أَوَمَا طُفْتِ يَوْمَ النَّحْرِ؟» قَالَتْ: قُلْتُ: بَلَى! قَالَ: «لَا بَأْسَ، انْفِرِي» قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: فَلَقِيَنِي النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ مُصْعِدٌ مِنْ مَكَّةَ، وَأَنَا مُنْهَبِطَةٌ عَلَيْهَا، أَوْ أَنَا مُصْعِدَةٌ وَهُوَ مُنْهَبِطٌ مِنْهَا. [راجع: ٢٩٤ - أخرجه مسلم: ١٢١١]

جب ہم (مکہ میں) آئے اور ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا تو نبی ﷺ نے حکم دیا کہ جو لوگ اپنے ساتھ قربانی کے جانور لے کر نہیں آئے وہ احرام کھول دیں، تو ان سب لوگوں نے جو قربانی کے جانور ساتھ نہیں لائے تھے احرام کھول دیا اور آپ کی بیویاں بھی قربانی ساتھ نہیں لائی تھیں، انھوں نے بھی احرام کھول دیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: مجھے حیض آ گیا اور میں نے بیت اللہ کا طواف نہ کیا، جب مُحصّب کی رات ہوئی تو انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! لوگ عمرہ اور حج لے کر جائیں گے اور میں صرف حج لے کر جاؤں گی۔ آپ نے فرمایا: "تو کیا جن راتوں میں ہم مکہ میں آئے تھے تم نے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا؟" میں نے کہا: نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "پھر اپنے بھائی کے ساتھ تنعیم میں جاؤ اور عمرے کا احرام باندھو، پھر فلاں فلاں جگہ آ کر مجھے ملو۔" صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میرا تو یہی خیال ہے کہ میں انھیں واپسی سے روک دوں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "کاٹی جاؤ، مونڈی جاؤ! تو کیا تم نے قربانی کے دن طواف نہیں کیا تھا؟" میں نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: "پھر کوئی حرج نہیں، کوچ کر۔" عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پھر نبی ﷺ مجھے ملے جب آپ مکہ سے اوپر چڑھ رہے تھے اور میں مکہ پر اتر رہی تھی یا میں چڑھ رہی تھی اور آپ اس سے اتر رہے تھے۔

١٥٦٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ نَوْفَلٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ

1562۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا: حجۃ الوداع کے سال ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے، ہم میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور ہم میں سے بعض نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا اور ہم میں سے بعض

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ، وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ وَأَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالْحَجِّ، فَأَمَّا مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ أَوْ جَمَعَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، لَمْ يَحِلُّوا حَتّٰى كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ. [راجع : ۲۹۴۔ أخرجه مسلم : ۱۲۱۱]

نے حج کا احرام باندھا اور رسول اللہ ﷺ نے حج کا احرام باندھا، پھر جس نے حج کا احرام باندھا یا حج اور عمرہ کو جمع کیا انھوں نے یوم نحر آنے تک احرام نہیں کھولا۔

فوائد: 1 لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ: منیٰ اور مکہ مکرمہ کے درمیان ایک سنگریزوں والا وسیع میدان ہے، کنکریوں کی وجہ سے اسے حصبہ اور محصب کہتے ہیں، "أَبْطَحَ" اور "بَطْحَاء" بھی یہی ہے۔ یہیں سے حراء کی طرف راستہ جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ ۱۳ ذوالحجہ کو (جو ایام تشریق کا آخری دن ہے) حج سے فارغ ہو کر رات محصب ہی میں ٹھہرے، اس لیے اس رات کو "لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ" کہا گیا ہے۔

2 "عَقْرٰی" اور "حَلْقٰی" "فَعْلٰی" کے وزن پر مؤنث کی صفت ہیں جو مفعول کا معنی دے رہے ہیں اور "هِيَ" یا "أَنْتِ" مبتدا محذوف کی خبر ہیں: "کاٹی ہوئی، مونڈی ہوئی" یعنی اللہ تجھے کاٹے، تیرا سر مونڈے یا اللہ اسے کاٹے، اس کا سر مونڈے! یہ الفاظ بظاہر بددعا ہیں، مگر عرب انھیں ان کے حقیقی معنی میں استعمال نہیں کرتے بلکہ محبت آمیز اظہارِ عتاب کے لیے استعمال کرتے ہیں، جیسے "تَرِبَتْ يَدَاكَ، ثَكِلَتْهُ الثَّوَاكِلُ، قَاتَلَهُ اللّٰهُ" وغیرہ۔

3 امام بخاری رحمہ اللہ ان احادیث سے حج کی تینوں قسموں کا ذکر کر رہے ہیں اور یہ بھی کہ اگر قربانی ساتھ نہ ہو تو حج کا احرام باندھنے کے باوجود اسے فسخ کر کے عمرہ بنا لینا چاہیے اور حج کے ایام آنے پر حج کے لیے نیا احرام باندھنا چاہیے۔ البتہ قربانی ساتھ ہو تو خواہ حج و عمرہ دونوں کا احرام ہو یا صرف حج کا احرام یوم النحر ہی کو کھولنا چاہیے۔

4 ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی ان دونوں حدیثوں میں بظاہر تعارض ہے، کیونکہ اسود نے ان سے یہ بیان کیا ہے کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئیں تو حج کے سوا ہمارا کوئی خیال نہ تھا اور عروہ نے ان سے بیان کیا کہ لوگ حجۃ الوداع کے سال رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ روانہ ہوئے تو ہم میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا، بعض نے حج اور عمرہ دونوں کا اور بعض نے صرف حج کا۔ ان دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ جاہلیت کے زمانے میں لوگ حج کے مہینوں میں حج سے پہلے عمرے کو "أَفْجَرُ الْفُجُوْرِ" (بہت بڑا گناہ) سمجھتے تھے، اسود کی روایت میں اس کے مطابق صحابہ کرام کے خیال کا ذکر ہے، پھر رسول اللہ ﷺ نے جب وضاحت فرما دی کہ حج کے مہینوں میں حج سے پہلے عمرہ ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ جتنی شدت سے اس سے قبل حج سے پہلے عمرے کا انکار کیا جاتا تھا اتنی ہی تاکید سے آپ ﷺ نے حج سے پہلے عمرہ ادا کرنے کا حکم دیا۔ تو راستے میں آپ ﷺ کی وضاحت کے بعد کہ حج سے پہلے عمرہ جائز ہے لوگوں نے اپنی اپنی مرضی کا احرام باندھ لیا، بعض نے صرف عمرہ کا، بعض نے حج و عمرہ دونوں کا اور بعض نے صرف حج کا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پہلے حج کا احرام باندھا، پھر رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق اسے عمرہ بنا لیا، مگر جب نماز چھوٹنے کی وجہ سے عمرہ ادا نہ کر سکیں تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق عمرہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چھوڑ دیا اور نئے سرے سے حج کا احرام باندھ لیا۔

5 عائشہ رضی اللہ عنہا کی دوسری حدیث میں ہے کہ جنھوں نے حج کا احرام باندھا تھا یا عمرہ اور حج کو جمع کیا تھا انھوں نے یوم نحر آنے تک احرام نہیں کھولا، اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو قربانی ساتھ لے کر آئے تھے، جیسا کہ دوسری احادیث میں صراحت ہے۔

١٥٦٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ، قَالَ: شَهِدْتُ عُثْمَانَ وَعَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، وَعُثْمَانُ يَنْهَى عَنِ الْمُتْعَةِ وَ أَنْ يُجْمَعَ بَيْنَهُمَا، فَلَمَّا رَأَى عَلِيٌّ أَهَلَّ بِهِمَا: لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ، قَالَ: مَا كُنْتُ لِأَدَعَ سُنَّةَ النَّبِيِّ ﷺ لِقَوْلِ أَحَدٍ. [انظر: ١٥٦٩۔ أخرجه مسلم: ١٢٢٣ بنحوه]

1563۔ مروان بن حکم سے روایت ہے کہ میں عثمان اور علی رضی اللہ عنہما کے پاس موجود تھا، عثمان رضی اللہ عنہ تمتع سے اور حج و عمرہ جمع کرنے سے منع کر رہے تھے، جب علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو انھوں نے "لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ" کہہ کر دونوں کا احرام باندھ لیا، کہا: میں کبھی نبی ﷺ کی سنت کسی کے قول کی وجہ سے چھوڑنے والا نہیں۔

فائدہ متعہ کا لفظی معنی فائدہ اٹھانا ہے، تمتع کا بھی یہی معنی ہے۔ جاہلیت میں لوگ حج کے مہینوں میں حج سے پہلے عمرہ جائز نہیں سمجھتے تھے، اس کے لیے وہ الگ سفر کر کے آتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے عمرہ کو حج کا حصہ بنا دیا اور حکم دیا کہ اگر قربانی ساتھ لائے ہو تو پہلے عمرہ ادا کرو، پھر احرام ہی میں رہ کر یوم نحر کو احرام کھولو اور اگر قربانی لے کر نہیں آئے تو خواہ حج کا احرام باندھا ہو عمرہ ادا کر کے احرام کھول دو اور حج کے ایام آنے پر نئے سرے سے احرام باندھ کر حج کرو۔ اسے "متعة الحج" کہتے ہیں، یہاں یہ متعہ مراد ہے۔ ایک عورتوں سے متعہ ہے، اسے رسول اللہ ﷺ نے قیامت تک کے لیے حرام فرما دیا۔ (دیکھیے مسلم: ۱۴۰۶/۲۱) اس کا ذکر اپنے مقام پر آئے گا۔ (ان شاء اللہ) امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے سارا سال بیت اللہ کی رونق برقرار رکھنے کے لیے تمتع سے منع فرما دیا تھا، معلوم ہوتا ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے اکرام و احترام میں اسی حکم کو جاری رکھا۔ مگر علی رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے دونوں کا احرام باندھا، جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے والد ماجد کے حکم کی پروا نہیں کی، کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کے خلاف تھا اور آپ ﷺ کا فرمان ہے: «لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ» [السنة لأبي بكر: ٥٨] "خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔"

١٥٦٤ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانُوا يَرَوْنَ أَنَّ

1564۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ (جاہلیت میں) لوگ یہ سمجھتے تھے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا زمین میں سب سے بُرے گناہوں میں سے ہے اور وہ محرم کو صفر بنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْعُمْرَةَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ مِنْ أَفْجَرِ الْفُجُورِ فِي الْأَرْضِ، وَيَجْعَلُونَ الْمُحَرَّمَ صَفَرًا، وَيَقُولُونَ: إِذَا بَرَأَ الدَّبَرْ، وَعَفَا الْأَثَرْ، وَانْسَلَخَ صَفَرْ، حَلَّتِ الْعُمْرَةُ لِمَنِ اعْتَمَرْ، قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَصْحَابُهُ صَبِيحَةَ رَابِعَةٍ مُهِلِّينَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَجْعَلُوهَا عُمْرَةً، فَتَعَاظَمَ ذَلِكَ عِنْدَهُمْ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَيُّ الْحِلِّ؟ قَالَ: «حِلٌّ كُلُّهُ» [راجع: ١٠٨٥ـ أخرجه مسلم: ١٢٤٠]

لیتے تھے اور کہتے تھے جب (سفر حج میں اونٹوں کی پیٹھوں پر بننے والے پالانوں کے) زخم ٹھیک ہو جائیں اور ان کے نشان مٹ جائیں اور صفر گزر جائے تو عمرہ کرنے والوں کے لیے عمرہ حلال ہو جاتا ہے۔ نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب چار ذوالحجہ کی صبح کو آئے، انھوں نے حج کا احرام باندھ رکھا تھا، تو آپ نے انھیں حکم دیا کہ وہ اسے عمرہ بنا لیں۔ انھیں یہ بات بہت بڑی معلوم ہوئی، انھوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! ہمارے لیے کون سی چیز حلال ہوگی؟ آپ نے فرمایا: ''سب چیزیں حلال ہو جائیں گی۔''

فوائد: 1 عرب کے ہاں چار مہینے حرمت والے تھے، ان میں سے تین ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اکٹھے تھے اور چوتھا رجب ان سے الگ تھا۔ ان مہینوں میں وہ جنگ وجدل کو حرام سمجھتے تھے، مگر لڑائی جھگڑے اور جنگ و جدل کے عادی ہونے کی وجہ سے مسلسل تین ماہ اس کام سے باز رہنا ان کے لیے مشکل تھا، اس لیے وہ حرمت والے مہینے مثلاً محرم کو حلال قرار دے کر اس سے اگلے ماہ صفر کو حرمت والا مقرر کر لیتے۔ ان کے ہاں بس چار ماہ حرمت والے پورے کرنے ضروری تھے، رہی ان کی تعیین تو وہ انھوں نے اپنے اختیار میں لے رکھی تھی۔ اس کا نام انھوں نے ''نَسِيءٌ'' (مؤخر کرنا) رکھا ہوا تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے کفر میں زیادتی قرار دیا۔
2 اس حدیث سے بھی حج کے احرام کو بدل کر عمرہ بنانا ثابت ہوا اور عمرہ ادا کر کے ان تمام کاموں کا جائز ہونا معلوم ہوا جو احرام کی وجہ سے ممنوع تھے، حتیٰ کہ بیویوں سے جماع کی بھی اجازت ہو گئی۔

١٥٦٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَمَرَهُ بِالْحِلِّ. [راجع: ١٥٥٩ـ أخرجه مسلم: ١٢٢١ مطولاً]

1565۔ ابو موسیٰ ؓ سے روایت ہے کہ میں (یمن سے) نبی ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے مجھے (عمرہ ادا کر کے) احرام کھول دینے کا حکم دیا۔

١٥٦٦- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، ح: وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ،

1566۔ نبی ﷺ کی زوجہ حفصہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! لوگوں کا کیا معاملہ ہے کہ انھوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا قَالَتْ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! مَا شَأْنُ النَّاسِ حَلُّوا بِعُمْرَةٍ، وَلَمْ تَحْلِلْ أَنْتَ مِنْ عُمْرَتِكَ ؟ قَالَ : « إِنِّي لَبَّدْتُ رَأْسِي، وَقَلَّدْتُ هَدْيِي، فَلَا أَحِلُّ حَتّٰى أَنْحَرَ » [انظر : ١٦٩٧، ١٧٢٥، ٤٣٩٨، ٥٩١٦- أخرجه مسلم : ١٢٢٩]

نے احرام کھول دیا ہے اور آپ نے اپنے عمرے کا احرام نہیں کھولا؟ آپ نے فرمایا: ”میں نے اپنے سر کے بال جمائے ہوئے ہیں اور اپنے قربانی کے جانوروں کو قلادے ڈالے ہوئے ہیں، اس لیے میں انھیں نحر کرنے تک احرام نہیں کھولوں گا۔“

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے بھی معلوم ہوا کہ ان لوگوں کو چھوڑ کر جو قربانی کے جانور لے کر آئے تھے دوسرے تمام صحابہ نے خواہ حج ہی کا احرام باندھا تھا نبی ﷺ کے حکم سے اسے عمرہ میں بدل لیا اور عمرہ ادا کر کے احرام کھول دیا۔ اب بھی یہی حکم ہے، جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔

١٥٦٧- حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنَا أَبُو جَمْرَةَ نَصْرُ بْنُ عِمْرَانَ الضُّبَعِيُّ قَالَ : تَمَتَّعْتُ فَنَهَانِي نَاسٌ، فَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَأَمَرَنِي، فَرَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ رَجُلًا يَقُولُ لِي : حَجٌّ مَبْرُورٌ وَعُمْرَةٌ مُتَقَبَّلَةٌ، فَأَخْبَرْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ : سُنَّةَ النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ لِي : أَقِمْ عِنْدِي، فَأَجْعَلَ لَكَ سَهْمًا مِنْ مَالِي .

1567- ابو جمرہ نصر بن عمران ضُبعی سے روایت ہے کہ میں نے تمتع (کا ارادہ) کیا تو کچھ لوگوں نے مجھے اس سے منع کیا، پھر میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے مجھے تمتع کرنے کا حکم دیا۔ پھر میں نے خواب میں دیکھا جیسے ایک آدمی مجھ سے کہہ رہا ہے: (تمھارا) حج مقبول اور عمرہ قبول شدہ ہے۔ میں نے یہ بات ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بتائی تو انھوں نے کہا: یہ نبی ﷺ کی سنت ہے اور مجھے کہا کہ میرے پاس رہو میں اپنے مال کا ایک حصہ تمھارے لیے مقرر کردوں گا۔

قَالَ شُعْبَةُ : فَقُلْتُ : لِمَ ؟ فَقَالَ : لِلرُّؤْيَا الَّتِي رَأَيْتُ . [انظر ١٦٨٨- أخرجه مسلم : ١٢٤٢ مختصرًا]

شعبہ نے کہا: میں نے (ابو جمرہ سے) پوچھا: کیوں؟ تو انھوں نے کہا: اس خواب کی وجہ سے جو میں نے دیکھا۔

فوائد: 1 یہ واقعہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے زمانے کا ہے، وہ بھی تمتع سے منع کیا کرتے تھے، جیسا کہ مسلم (۱۲۱۷) نے ابو نضرہ کی حدیث سے بیان کیا ہے۔ (فتح الباری) عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما کے بعد ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے منع کرنے سے عام لوگوں میں یہی مشہور ہو گیا کہ حج تمتع جائز نہیں، ایسے موقع پر اہل علم پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ لوگوں کی رہنمائی کریں، تا کہ وہ ایک مسنون عمل کو حرام نہ سمجھ لیں۔ اس لیے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے انھیں تمتع کرنے کا حکم دیا اور یہ عبداللہ بن عمر، علی بن ابی طالب اور

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جیسے اصحاب کرام کے حق بات کے اظہار ہی کا نتیجہ ہے کہ بعد میں پوری امت کا اتفاق ہو گیا کہ حج تمتع و قران جائز بلکہ افضل ہے۔

2 حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر کوئی شخص بندے کو ایسی بات کی خبر دے جس سے اسے خوشی حاصل ہو تو اسے اس کا اکرام کرنا چاہیے اور یہ کہ عالم کی کوئی بات حق کے مطابق ثابت ہو تو اس پر اس کا خوش ہونا درست ہے اور یہ کہ ایسے خواب سے دلی خوشی حاصل ہوتی ہے جو دلیل شرعی کے مطابق ہو اور یہ کہ خواب عالم آدمی کو سنانا چاہیے اور یہ کہ خوشی کے وقت اللہ اکبر کہنا چاہیے اور یہ کہ عمل ظاہر دلیلوں پر کرنا چاہیے اور یہ کہ لوگوں کے لیے اہل علم کا اختلاف واضح کر دینا چاہیے، تاکہ وہ اس بات پر عمل کر سکیں جو راجح اور دلیل کے مطابق ہو۔ (فتح الباری)

١٥٦٨ ـ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ، قَالَ: قَدِمْتُ مُتَمَتِّعًا مَكَّةَ بِعُمْرَةٍ، فَدَخَلْنَا قَبْلَ التَّرْوِيَةِ بِثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، فَقَالَ لِي أُنَاسٌ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ: تَصِيرُ الْآنَ حَجَّتُكَ مَكِّيَّةً، فَدَخَلْتُ عَلَى عَطَاءٍ أَسْتَفْتِيهِ، فَقَالَ: حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّهُ حَجَّ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ سَاقَ الْبُدْنَ مَعَهُ وَقَدْ أَهَلُّوا بِالْحَجِّ مُفْرَدًا، فَقَالَ لَهُمْ: «أَحِلُّوا مِنْ إِحْرَامِكُمْ بِطَوَافِ الْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَقَصِّرُوا، ثُمَّ أَقِيمُوا حَلَالًا، حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ فَأَهِلُّوا بِالْحَجِّ وَاجْعَلُوا الَّتِي قَدِمْتُمْ بِهَا مُتْعَةً» فَقَالُوا: كَيْفَ نَجْعَلُهَا مُتْعَةً وَقَدْ سَمَّيْنَا الْحَجَّ؟ فَقَالَ: «افْعَلُوا مَا أَمَرْتُكُمْ، فَلَوْلَا أَنِّي سُقْتُ الْهَدْيَ لَفَعَلْتُ مِثْلَ الَّذِي أَمَرْتُكُمْ، وَلَكِنْ لَا يَحِلُّ مِنِّي حَرَامٌ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ» فَفَعَلُوا.

1568۔ ابو شہاب نے بیان کیا کہ میں تمتع کرتے ہوئے مکہ میں عمرے کے احرام کے ساتھ آیا، ہم یوم ترویہ (آٹھ ذوالحجہ) سے تین دن پہلے مکہ میں پہنچے تو مکہ کے کچھ لوگوں نے مجھ سے کہا: اب تمھارا حج مکی ہو جائے گا۔ تو میں فتویٰ پوچھنے کے لیے عطا کے پاس گیا تو انھوں نے کہا: مجھے جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ انھوں نے نبی ﷺ کے ہمراہ حج کیا جس دن آپ ﷺ اپنے ساتھ قربانی کے جانور لے کر آئے تھے اور انھوں نے اکیلے حج کا احرام باندھا تھا تو آپ ﷺ نے انھیں فرمایا: ”بیت اللہ کے اور صفا و مروہ کے درمیان طواف کے بعد اپنا احرام کھول دو اور سر کے بال کتروا دو، پھر حلال ہونے کی حالت میں رہو، یہاں تک کہ جب ترویہ (آٹھ ذوالحجہ) کا دن ہو تو حج کا احرام باندھ لو اور جو احرام باندھ کر تم آئے تھے اسے تمتع بنا لو۔“ انھوں نے کہا: ہم اسے تمتع کیسے بنا لیں جب کہ ہم نے حج کا نام لے کر احرام باندھا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”تم وہ کام کرو جس کا میں نے تمھیں حکم دیا ہے، کیونکہ اگر یہ نہ ہوتا کہ میں قربانی کا جانور ساتھ لایا ہوں تو میں بھی اسی طرح کرتا جس

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

طرح تمھیں حکم دیا ہے۔ لیکن میرے احرام کی کوئی چیز اس وقت تک حلال نہیں ہو گی جب تک قربانی اپنے مقام پر پہنچ جائے۔'' تو صحابہ نے آپ ﷺ کے حکم کے مطابق عمل کر دیا۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ : أَبُو شِهَابٍ لَيْسَ لَهُ مُسْنَدٌ إِلَّا هَذَا . [راجع : ١٥٥٧- أخرجه مسلم : ١٢١٦]

ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: ابوشہاب راوی سے یہی مرفوع حدیث مروی ہے۔

فائدہ مکی حج سے مراد یہ ہے کہ مکہ والے جو مکہ سے حج کیا کرتے ہیں ان کو چونکہ تکلیف اور محنت کم ہوتی ہے لہٰذا ثواب بھی زیادہ نہیں ملتا۔ ان لوگوں کی غرض یہ تھی کہ جب تم نے تمتع کیا اور حج کا احرام مکہ سے باندھا تو اب حج کا ثواب اتنا نہ ملے گا جتنا حج مفرد میں ملتا ہے، جس کا احرام باہر سے باندھا ہوتا ہے۔ اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ کسی شخص نے حج کا احرام بھی باندھا ہو تو رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق اسے عمرہ میں بدلنا ہو گا اگر وہ ہدی لے کر نہیں آیا، یہی امام بخاری رحمہ اللہ کے باب کا مطلب ہے۔ سر کے بال کتروانے کا حکم اس لیے دیا کہ اس کے بعد حج کا احرام کھولتے وقت سر منڈوا سکیں۔

١٥٦٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْأَعْوَرُ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ : اخْتَلَفَ عَلِيٌّ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَهُمَا بِعُسْفَانَ فِي الْمُتْعَةِ، فَقَالَ عَلِيٌّ : مَا تُرِيدُ إِلَّا أَنْ تَنْهَى عَنْ أَمْرٍ فَعَلَهُ النَّبِيُّ ﷺ، فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ عَلِيٌّ أَهَلَّ بِهِمَا جَمِيعًا . [راجع : ١٥٦٣- أخرجه مسلم : ١٢٢٣]

1569- سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ علی اور عثمان رضی اللہ عنہما عسفان میں تھے، وہاں ان کا تمتع کے متعلق اختلاف ہو گیا تو علی رضی اللہ عنہ نے کہا: تم یہی چاہتے ہو کہ اس کام سے روک دو جو نبی ﷺ نے کیا ہے۔ جب علی رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا تو دونوں کا احرام باندھ لیا۔

فائدہ مولانا داؤد راز نے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے کلام کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ہے: عثمان اور علی رضی اللہ عنہما کے واقعۂ مذکورہ میں بہت سے فوائد ہیں، مثلاً جو کچھ کسی کے پاس ہو اس کی اشاعت کرنا اور اہلِ اسلام کی خیر خواہی کے لیے امرِ حق کا اظہار کرنا، یہاں تک کہ اگر مسلمان حاکموں سے مناظرہ تک کی نوبت آ جائے تو یہ بھی کر ڈالنا جو اس کی طاقت رکھتا ہو۔ اور کسی امرِ حق کا محض بیان ہی نہ کرنا بلکہ اس پر عمل بھی کر کے دکھلا دینا اور نص سے کسی مسئلہ کا استنباط کرنا، کیونکہ عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ چیز مخفی نہ تھی کہ حج تمتع اور قران بھی جائز ہیں مگر انھوں نے افضل پر عمل کرنے کے خیال سے تمتع سے منع فرمایا، جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ سے بھی ایسے ہی واقع ہوا اور علی رضی اللہ عنہ نے اسے اس پر محمول کیا کہ عوام الناس کہیں اس نہی کو تحریم پر محمول نہ کر بیٹھیں،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس لیے انھوں نے اس کے جواز کا اظہار کیا، بلکہ عمل کر کے بھی دکھایا۔ پس دونوں ہی مجتہد ہیں اور دونوں کو اجر وثواب ملے گا۔ (فتح الباری)

٣٥۔ بَابُ مَنْ لَبَّى بِالْحَجِّ وَسَمَّاهُ

35۔ باب: جو حج کے لیے لبیک کہے اور اس کا نام لے

١٥٧٠۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، قَالَ: سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُولُ: حَدَّثَنَا جَابِرُ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: قَدِمْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَنَحْنُ نَقُولُ: لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ بِالْحَجِّ، فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَجَعَلْنَاهَا عُمْرَةً. [راجع: ١٥٥٩۔ أخرجه مسلم: ١٢١٦ مطولاً، وفي الحج: ١٤٦]

1570۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آئے اور ہم یہ کہہ رہے تھے: " لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ بِالْحَجِّ " پھر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا تو ہم نے اسے عمرہ بنا لیا۔

فوائد: 1 بعض حضرات کا کہنا ہے کہ کسی نے اگر حج کا احرام باندھا ہو تو اسے عمرہ میں بدلنا درست نہیں مگر صحیح بخاری کی حدیث (١٧٨٥) میں آپ ﷺ کے صریح الفاظ " بَلْ هِيَ لِلْأَبَدِ " (بلکہ یہ ہمیشہ کے لیے ہے) کے بعد ان حضرات کی بات کا کچھ وزن نہیں رہتا۔ حج کا احرام باندھ کر مکہ میں آنے والے کو عمرہ ادا کر کے احرام کھول دینا چاہیے اگر وہ ہدی ساتھ نہ لایا ہو، یہ رسول اللہ ﷺ کا صریح حکم ہے۔

2 بعض حضرات نے اس سے نماز میں زبانی نیت کی دلیل نکالی ہے، مگر یہ حج کی نیت نہیں، حج کی نیت تو دل ہی میں ہوتی ہے، بلکہ یہ الفاظ احرام کی ابتدا کے لیے مقرر کیے گئے ہیں، جس طرح نماز کی ابتدا کے لیے "اللہ اکبر" مقرر کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نماز کے لیے نیت کے الفاظ زبانی ادا کرنا نہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے، نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے، جب کہ زبان سے تلبیہ بالحج یا بالعمرہ آپ ﷺ سے صحیح احادیث میں ثابت ہے۔

٣٦۔ بَابُ التَّمَتُّعِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ

36۔ نبی ﷺ کے عہد میں تمتع

١٥٧١۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُطَرِّفٌ، عَنْ عِمْرَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: تَمَتَّعْنَا عَلَى عَهْدِ

1571۔ عمران رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تمتع کیا اور قرآن نازل ہوا، ایک آدمی نے اپنی رائے سے جو چاہا کہہ دیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَنَزَلَ الْقُرْآنُ، قَالَ رَجُلٌ بِرَأْيِهِ مَا شَاءَ . [انظر : ٤٥١٨ـ أخرجه مسلم : ١٢٢٦]

فوائد: 1 امام بخاری رحمہ اللہ نے باب سے اشارہ کیا ہے کہ اس مسئلے میں اختلاف ہے، اگرچہ بعد میں طے ہو گیا کہ یہ جائز ہے۔ (فتح الباری)
2 عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث مطرف نے بیان کی ہے۔ صحیح مسلم (۱۲۲۶) میں ہے کہ مطرف نے کہا: عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے اپنی اس بیماری میں میری طرف پیغام بھیجا جس میں وہ فوت ہوئے، انھوں نے کہا: میں تمھیں چند احادیث بیان کرتا ہوں، امید ہے اللہ تمھیں میرے بعد ان سے نفع دے گا، اگر میں زندہ رہا تو میری طرف سے چھپا کر رکھنا اور اگر میں فوت ہو گیا تو چاہو تو انھیں بیان کر دینا۔ بات یہ ہے کہ مجھے سلام کہا گیا ہے اور جان لو کہ اللہ کے نبی ﷺ نے حج اور عمرہ اکٹھا کیا، پھر اس کے بارے میں نہ اللہ کی کتاب نازل ہوئی اور نہ ہی اللہ کے نبی ﷺ نے اس سے منع فرمایا، ایک آدمی نے اس کے بارے میں اپنی رائے سے جو چاہا کہہ دیا۔ صحیح مسلم کی اس مفصل روایت سے ظاہر ہے کہ خلفاء کے منع کرنے کے بعد ان کے خلاف بولنا کس قدر مشکل تھا، مگر صحابہ کو "بَلِّغُوْا عَنِّيْ" کی کس قدر فکر تھی۔

٣٧ـ بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى : ﴿ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ [البقرة : ١٩٦]

37۔ باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان: ''یہ اس کے لیے ہے جس کے گھر والے مسجد حرام کے رہنے والے نہ ہوں''

١٥٧٢ـ وَقَالَ أَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْبَصْرِيُّ : حَدَّثَنَا أَبُو مَعْشَرٍ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ مُتْعَةِ الْحَجِّ، فَقَالَ : أَهَلَّ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ وَأَزْوَاجُ النَّبِيِّ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، وَأَهْلَلْنَا، فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : «اجْعَلُوا إِهْلَالَكُمْ بِالْحَجِّ عُمْرَةً، إِلَّا مَنْ قَلَّدَ الْهَدْيَ» طُفْنَا بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَأَتَيْنَا النِّسَاءَ، وَلَبِسْنَا الثِّيَابَ، وَقَالَ : «مَنْ قَلَّدَ

1572۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان سے حج تمتع کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا: حجۃ الوداع میں مہاجرین و انصار اور نبی ﷺ کی بیویوں نے احرام باندھا اور ہم نے بھی احرام باندھا۔ جب ہم مکہ میں آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے حج کے احرام کو عمرہ بنا لو سوائے اس کے جس نے قربانی کے جانور کو قلادہ ڈالا ہوا ہو۔'' چنانچہ ہم نے بیت اللہ کا اور صفا و مروہ کا طواف کیا اور عورتوں سے صحبت کی اور (دوسرے) کپڑے پہن لیے اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے قربانی کے جانور کو قلادہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْهَدْيَ، فَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ لَهُ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ» ثُمَّ أَمَرَنَا عَشِيَّةَ التَّرْوِيَةِ أَنْ نُهِلَّ بِالْحَجِّ، فَإِذَا فَرَغْنَا مِنَ الْمَنَاسِكِ جِئْنَا فَطُفْنَا بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَقَدْ تَمَّ حَجُّنَا، وَعَلَيْنَا الْهَدْيُ كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ﴾ [البقرة: ١٩٦] إِلَى أَمْصَارِكُمْ، الشَّاةُ تَجْزِي، فَجَمَعُوا نُسُكَيْنِ فِي عَامٍ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَنْزَلَهُ فِي كِتَابِهِ، وَسَنَّهُ نَبِيُّهُ ﷺ، وَأَبَاحَهُ لِلنَّاسِ غَيْرَ أَهْلِ مَكَّةَ، قَالَ اللَّهُ: ﴿ذَٰلِكَ لِمَن لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ [البقرة: ١٩٦] وَأَشْهُرُ الْحَجِّ الَّتِي ذَكَرَ اللَّهُ تَعَالَى فِي كِتَابِهِ: شَوَّالٌ وَذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ، فَمَنْ تَمَتَّعَ فِي هَذِهِ الْأَشْهُرِ فَعَلَيْهِ دَمٌ أَوْ صَوْمٌ.

ڈالا ہوا ہو وہ اس وقت تک احرام نہیں کھولے گا جب تک قربانی اپنے محل پر نہ پہنچ جائے۔'' پھر آپ ﷺ نے یوم ترویہ (آٹھ ذوالحجہ) کے پچھلے پہر ہمیں حج کا احرام باندھنے کا حکم دیا، جب ہم حج کے احکام سے فارغ ہو گئے تو ہم نے آ کر بیت اللہ کا اور صفا و مروہ کا طواف کیا، سو ہمارا حج مکمل ہو گیا اور ہم پر قربانی واجب ہو گئی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تو تم میں سے جو حج تک عمرے سے فائدہ اٹھائے تو قربانی میں سے جو میسر ہو (کرے) پھر جو نہ پائے تو تین دن کے روزے حج کے دوران اور سات دن کے اس وقت رکھے جب تم واپس جاؤ۔'' یعنی اپنے شہروں کی طرف۔ (قربانی کے لیے) ایک بکرا کفایت کرتا ہے، تو ان لوگوں نے دو عبادتیں حج اور عمرہ ایک سال میں جمع کیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی کتاب میں نازل فرمایا اور اس کے نبی ﷺ نے اس کا طریقہ جاری فرمایا اور اسے لوگوں کے لیے جائز قرار دیا سوائے اہل مکہ کے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یہ اس کے لیے ہے جس کے گھر والے مسجد حرام کے رہنے والے نہ ہوں۔'' اور حج کے مہینے جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ ہیں۔ جو ان مہینوں میں تمتع کرے اس کے ذمے قربانی ہے یا روزے۔

وَالرَّفَثُ: الْجِمَاعُ، وَالْفُسُوقُ: الْمَعَاصِي، وَالْجِدَالُ: الْمِرَاءُ.

اور ''رَفَثٌ'' کا معنی جماع ہے، ''فُسُوقٌ'' کا معنی نافرمانیاں اور ''جِدَالٌ'' کا معنی جھگڑا ہے۔

فوائد: 1 ذَٰلِكَ لِمَن لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ: ''ذَٰلِكَ'' (یہ) سے یہاں کیا مراد ہے؟ بعض اہل علم نے کہا: اس کا مطلب یہ ہے کہ تمتع یا قران کرنے پر قربانی یا روزوں کا یہ حکم ان لوگوں کے لیے ہے جو باہر سے سفر کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے آتے ہیں، رہے مکہ مکرمہ کے رہنے والے تو تمتع یا قران کرنے کی صورت میں نہ ان پر قربانی واجب ہے نہ روزے۔ اور بعض اہل علم نے کہا کہ یہ تمتع یعنی حج کے مہینوں میں حج سے پہلے عمرہ صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو سفر کر کے مسجد حرام یعنی مکہ مکرمہ میں آتے ہیں، ان کے لیے ایک ہی سفر میں حج کے مہینوں میں دونوں عبادتیں حاصل کرنے کا فائدہ اٹھانے کی اجازت ہے، رہے مکہ مکرمہ کے رہنے والے تو انھیں سفر کی ضرورت ہی نہیں، وہ دوسرے مہینوں میں جب چاہیں عمرہ کر سکتے ہیں، اس لیے انھیں تمتع کی اجازت نہیں، وہ حج کے مہینوں میں عمرہ و حج جمع نہ کریں، یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے، جیسا کہ زیر شرح حدیث میں انھوں نے حج و عمرہ جمع کرنے کے متعلق کہا ہے: « فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى أَنْزَلَهُ فِي كِتَابِهِ وَسَنَّهُ نَبِيُّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَ أَبَاحَهُ لِلنَّاسِ غَيْرَ أَهْلِ مَكَّةَ، قَالَ اللّٰهُ: ﴿ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ » یعنی تمتع کی اجازت اہل مکہ کے لیے نہیں، صرف باہر سے آنے والوں کے لیے ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہونے کی وجہ سے یہ قول راجح ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ تمتع یہ ہے کہ غیر مکی شخص حج کے مہینوں میں ایک ہی سفر میں حج سے پہلے عمرہ کرے۔ اگر ان شرطوں میں سے ایک بھی کم ہو تو وہ تمتع نہیں، نہ ہی اس پر کوئی دم یا روزے ہیں۔

2 فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: اجْعَلُوا إِهْلَالَكُمْ بِالْحَجِّ عُمْرَةً: اس سے مراد مکہ کے قریب پہنچنا ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے یہ حکم مکہ کے قریب ''سرف'' مقام پر دیا تھا، جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پہلے گزر چکا ہے اور یہ حکم کہ اپنے حج کے احرام کو عمرہ بنا لو صرف ان کے لیے تھا جنھوں نے اکیلے حج کا احرام باندھا تھا، جیسا کہ وضاحت کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہا سے گزر چکا ہے کہ احرام باندھنے والے تین طرح کے تھے۔ اور یہ بات کہ ہم نے عورتوں سے صحبت کی اس سے مراد دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما تو ابھی بالغ ہی نہیں ہوئے تھے۔ (فتح الباری)

3 فَإِذَا فَرَغْنَا مِنَ الْمَنَاسِكِ جِئْنَا فَطُفْنَا بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ: یعنی وقوف عرفات، مبیت مزدلفہ اور رمی جمرہ، قربانی، حلق وغیرہ کے بعد ہم نے بیت اللہ کا اور صفا و مروہ کا طواف کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمتع کرنے والا حج کا احرام باندھنے کے بعد حج کے دوسرے احکام کی ادائیگی کے بعد بیت اللہ کا طواف بھی کرے گا اور صفا و مروہ کی سعی بھی، اس طرح اس کے دو طواف ہوں گے اور سعی بھی دو۔ رہے قران والے تو وہ حج کے موقع پر صرف بیت اللہ کا طواف کریں گے، صفا مروہ کی سعی وہی کافی ہے جو وہ عمرہ میں کر چکے، اس طرح ان کے دو طواف ہوں گے اور ایک سعی، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا۔

4 "وَلَا فُسُوقَ" کی تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے " اَلْمَعَاصِيْ " کی ہے جو " مَعْصِيَةٌ " کی جمع ہے، یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہاں لفظ " فُسُوْقٌ " جمع ہے مصدر نہیں۔ [اللامع الصبيح : ٦/ ٣٨]

٣٨۔ بَابُ الْاِغْتِسَالِ عِنْدَ دُخُولِ مَكَّةَ

38۔ باب: مکہ میں داخلے کے وقت غسل کرنا

١٥٧٣- حَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ

1573۔ نافع سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حرم کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عُلَيَّةَ، أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا إِذَا دَخَلَ أَدْنَى الْحَرَمِ أَمْسَكَ عَنِ التَّلْبِيَةِ، ثُمَّ يَبِيتُ بِذِي طُوًى، ثُمَّ يُصَلِّي بِهِ الصُّبْحَ وَيَغْتَسِلُ، وَ يُحَدِّثُ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ. [راجع: ٤٩١- أخرجه مسلم: ١٢٥٩]

قریب ترین جگہ میں آتے تو لبیک کہنے سے رک جاتے، پھر ''ذی طویٰ'' میں رات گزارتے، پھر وہیں صبح کی نماز پڑھتے اور غسل کرتے اور بیان کرتے کہ اللہ کے نبی ﷺ ایسے ہی کیا کرتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث کے بعض فوائد (۱۵۵۳) میں گزر چکے ہیں۔''ذی طویٰ'' مکہ کے بالکل قریب ایک میل پر ایک کنواں یا ایک مقام ہے۔ (تیسیر الباری) ابن المنذر نے کہا: مکہ میں داخلے کے وقت غسل تمام علماء کے نزدیک مستحب ہے، ان کے نزدیک اس کے ترک پر کوئی فدیہ نہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے عمل کے آخر میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے رسول اللہ ﷺ کا عمل قرار دیا ہے اور یہی اس باب سے مقصود ہے۔

٣٩- بَابُ دُخُولِ مَكَّةَ نَهَارًا أَوْ لَيْلًا

39۔ باب: مکہ میں دن یا رات کو داخل ہونا

بَاتَ النَّبِيُّ ﷺ بِذِي طُوًى حَتَّى أَصْبَحَ، ثُمَّ دَخَلَ مَكَّةَ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَفْعَلُهُ.

نبی ﷺ ذی طویٰ میں صبح ہونے تک رات بھر رہے، پھر مکہ میں داخل ہوئے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسے ہی کیا کرتے تھے۔

١٥٧٤- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: بَاتَ النَّبِيُّ ﷺ بِذِي طُوًى حَتَّى أَصْبَحَ، ثُمَّ دَخَلَ مَكَّةَ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَفْعَلُهُ. [راجع: ٤٩١- أخرجه مسلم: ١٢٥٩]

1574۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ ذی طویٰ میں صبح ہونے تک رات بھر رہے، پھر آپ مکہ میں داخل ہوئے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسے ہی کیا کرتے تھے۔

فائدہ: باب کے عنوان میں رات کو داخل ہونا بھی مذکور ہے، لیکن حدیث اس مضمون کی امام بخاری نہیں لائے، ہاں سنن ثلاثہ میں روایت ہے کہ آپ جعرانہ کے عمرے میں مکہ میں رات کو داخل ہوئے اور شاید امام بخاری نے اس کی طرف اشارہ کیا۔ بعض نے یوں جواب دیا ہے کہ ذی طویٰ گویا خود مکہ ہے اور آپ شام کو وہاں پہنچے تھے تو اس سے رات کو داخل ہونے کا جواز بھی نکل آیا، کیونکہ شام اور رات قریب ہیں۔ سعید بن منصور نے عطا سے نکالا، انھوں نے کہا: مکہ میں رات کو جاؤ یا دن کو دونوں کام تمھارے لیے برابر ہیں، نبی ﷺ امام وقت تھے، آپ نے دن کو داخل ہونا مناسب سمجھا، تاکہ لوگ آپ کو دیکھیں۔ (تیسیر الباری)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٤٠- بَابٌ: مِنْ أَيْنَ يَدْخُلُ مَكَّةَ ؟

١٥٧٥- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَعْنٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدْخُلُ مِنَ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا، وَيَخْرُجُ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلَى. [راجع: ٤٨٤- أخرجه مسلم: ١٢٥٧ مطولاً]

40- باب: مکہ میں کہاں سے داخل ہو؟

1575- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں بلند گھاٹی سے داخل ہوتے اور نیچے کی گھاٹی سے نکلتے۔

٤١- بَابٌ: مِنْ أَيْنَ يَخْرُجُ مِنْ مَكَّةَ ؟

١٥٧٦- حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ الْبَصْرِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ دَخَلَ مَكَّةَ مِنْ كَدَاءٍ مِنَ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا الَّتِي بِالْبَطْحَاءِ، وَيَخْرُجُ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلَى.

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: كَانَ يُقَالُ: هُوَ مُسَدَّدٌ كَاسْمِهِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ مَعِينٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ يَقُولُ: لَوْ أَنَّ مُسَدَّدًا أَتَيْتُهُ فِي بَيْتِهِ، فَحَدَّثْتُهُ لَاسْتَحَقَّ ذَلِكَ، وَمَا أُبَالِي كُتُبِي كَانَتْ عِنْدِي أَوْ عِنْدَ مُسَدَّدٍ. [راجع: ٤٨٤- أخرجه مسلم: ١٢٥٧ مطولا]

41- باب: مکہ سے کہاں سے نکلے؟

1576- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں "کداء" سے اس بلند گھاٹی سے داخل ہوئے جو بطحاء میں ہے اور نیچے والی گھاٹی سے نکلے۔

ابو عبد اللہ (بخاری) نے کہا: کہا جاتا تھا کہ مسدد اپنے نام ہی کی طرح ہے۔ ابو عبد اللہ نے کہا: میں نے یحییٰ بن معین سے سنا، وہ کہتے تھے: میں نے یحییٰ بن سعید سے سنا، وہ کہتے تھے: اگر میں مسدد کے پاس ان کے گھر میں جا کر انھیں حدیث بیان کروں تو یقیناً وہ اس کے مستحق ہیں اور میں پروا نہیں کرتا کہ میری کتابیں میرے پاس ہوں یا مسدد کے پاس۔

١٥٧٧- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا جَاءَ إِلَى مَكَّةَ دَخَلَ مِنْ أَعْلَاهَا

1577- عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب مکہ میں آئے تو اس کی بلند جانب سے داخل ہوئے اور اس کی نیچے والی جگہ سے نکلے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَخَرَجَ مِنْ أَسْفَلِهَا. [انظر : ١٥٧٨، ١٥٧٩، ١٥٨٠، ٤٢٩٠، ٤٢٩١ـ أخرجه مسلم : ١٢٥٨]

١٥٧٨ـ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ وَخَرَجَ مِنْ كُدًا مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ. [راجع : ١٥٧٧ـ أخرجه مسلم : ١٢٥٨، بدون "وخرج ......"]

1578۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ فتح مکہ کے سال ''کَداء'' سے داخل ہوئے اور ''کُدیٰ'' سے نکلے، مکہ کی بلند جانب سے۔

تنبیہ: حافظ رحمہ اللہ نے کہا: ابو اسامہ نے ایسے ہی کہا ہے کہ ''کُدیٰ سے نکلے جو مکہ کی بلند جانب ہے'' اور اسے الٹ کر دیا ہے (کیونکہ درست یہ تھا کہ کَداء سے داخل ہوئے جو مکہ کی بلند جانب ہے) پھر مجھے معلوم ہوا کہ یہ ابو اسامہ سے نیچے کسی راوی کا وہم ہے، کیونکہ امام احمد نے اسے ابو اسامہ سے درست بیان کیا ہے۔ (فتح الباری)

١٥٧٩ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنَا عَمْرٌو، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ أَعْلَى مَكَّةَ .

1579۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے سال نبی ﷺ مکہ کی بلند جانب کَداء سے داخل ہوئے۔

قَالَ هِشَامٌ : وَكَانَ عُرْوَةُ يَدْخُلُ عَلَى كِلْتَيْهِمَا مِنْ كَدَاءٍ وَكُدًا، وَأَكْثَرُ مَا يَدْخُلُ مِنْ كَدَاءٍ، وَكَانَتْ أَقْرَبَهُمَا إِلَى مَنْزِلِهِ. [راجع : ١٥٧٧ـ أخرجه مسلم : ١٢٥٨]

ہشام نے کہا: اور عروہ دونوں طرف سے داخل ہوتے تھے کَداء اور کُدا سے اور زیادہ تر کَداء سے داخل ہوا کرتے تھے اور ان دونوں جگہوں میں سے کَداء ان کے گھر کے زیادہ قریب تھا۔

١٥٨٠ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا حَاتِمٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ عُرْوَةَ: دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ . وَكَانَ عُرْوَةُ أَكْثَرَ مَا يَدْخُلُ مِنْ كَدَاءٍ، وَكَانَ أَقْرَبَهُمَا إِلَى مَنْزِلِهِ. [مُرسلٌ، راجع : ١٥٧٧ـ أخرجه مسلم : ١٢٥٨]

1580۔ عروہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ فتح مکہ کے سال نبی ﷺ کَداء سے مکہ کی بلندی والی جانب سے داخل ہوئے تھے۔ اور عروہ زیادہ تر کَداء سے داخل ہوتے تھے اور ان دونوں جگہوں میں سے کَداء ان کے گھر کے زیادہ قریب تھا۔

١٥٨١ - حَدَّثَنَا مُوسَى، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا

1581۔ ہشام اپنے والد (عروہ) سے بیان کرتے ہیں کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ : دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ . وَكَانَ عُرْوَةُ يَدْخُلُ مِنْهُمَا كِلَيْهِمَا، وَأَكْثَرَ مَا يَدْخُلُ مِنْ كَدَاءٍ أَقْرَبِهِمَا إِلَى مَنْزِلِهِ .

فتح مکہ کے سال نبی ﷺ کداء سے داخل ہوئے۔ اور عروہ ان دونوں جگہوں سے داخل ہوا کرتے تھے، جبکہ زیادہ تر وہ کَداء سے داخل ہوتے تھے جو ان دونوں میں سے ان کے گھر کے زیادہ قریب تھا۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ : كَدَاءٌ وَكُدًا : مَوْضِعَانِ .

ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: کَداء اور کُدا دو جگہیں ہیں۔

[مُرسل، راجع : ١٥٧٧ـ أخرجه مسلم : ١٢٥٨]

فوائد 1 " كَدَاء " کاف کے فتحہ اور مد کے ساتھ، یعنی الف کے بعد ہمزہ ہے، یہ مکہ کی بلند جانب کی گھاٹی ہے۔ ابوعبید نے کہا: یہ غیر منصرف ہے، یہ وہ گھاٹی ہے جس سے " اَلْمَعْلَاة " قبرستان کی طرف راستہ اترتا ہے، اسی کو حجون کہا جاتا ہے۔ اس کی چڑھائی بہت مشکل تھی، معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے آسان کیا، پھر عبدالملک نے اور پھر مہدی نے جیسا کہ ازرقی نے ذکر کیا ہے۔ پھر ہمارے اس زمانہ ۸۱۱ھ میں اس کا کچھ حصہ آسان کیا گیا۔ پھر سلطان مصر الملک المؤید کے عہد میں ۸۲۰ھ میں ساری گھاٹی ہموار کر دی گئی۔ (فتح الباری) " كُدٰی " کاف کے ضمہ اور قصر کے ساتھ، یعنی الف کے بعد ہمزہ نہیں ہے، یہ نچلی جانب کی گھاٹی ہے۔ یہ "جَبَلِ قُعَيْقِعَان " کی طرف " شِعْب شَامِيِّيْن " کے قریب "بَابِ شُبَيْكَه" کے پاس ہے۔
2 اوپر کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ "کَداء" بلندی والی جانب ہے اور "کُدیٰ" نیچے والی جانب، رسول اللہ ﷺ کَداء سے داخل ہوتے اور کُدیٰ سے نکلتے۔ حدیث (۱۵۷۹) میں عروہ کا عمل یہ نقل کیا گیا ہے کہ وہ دونوں جانب ہی سے مکہ میں آ جاتے تھے، "کَداء" سے بھی اور "کُدیٰ" سے بھی، کیونکہ "کَداء" کے مقام سے داخل ہونا ضروری نہیں، اس لیے کہ نبی ﷺ نے اس کا حکم نہیں دیا۔ عروہ اکثر "کُدیٰ" یعنی مکہ کی نچلی جانب سے داخل ہوتے تھے، عروہ کے بیٹے ہشام نے اپنے والد کا رسول اللہ ﷺ کے عمل کے خلاف عمل کا عذر بیان کیا ہے کہ دراصل عروہ کا گھر "کُدیٰ" کے قریب تھا، اس لیے وہ اکثر اس طرف سے داخل ہوتے تھے۔ حدیث (۱۵۸۰) اور (۱۵۸۱) میں بھی یہی بات بیان ہوئی ہے کہ عروہ "کُدیٰ" سے داخل ہوتے تھے، کیونکہ ان کا گھر اس کے قریب تھا۔ واضح رہے کہ صحیح بخاری کے اکثر نسخوں میں ان تینوں حدیثوں میں عروہ رحمہ اللہ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ "کَداء" سے داخل ہوتے تھے، کیونکہ ان کا گھر اس سے قریب تھا، مگر یہ صحیح نہیں، یہاں وہی نسخ صحیح ہیں جن میں یہ الفاظ ہیں کہ وہ اکثر (مکہ کی نچلی جانب واقع) "کُدیٰ" سے داخل ہوتے تھے، کیونکہ ان کا گھر اس کے قریب تھا نہ کہ "کَداء" کی طرف سے، کیونکہ اگر وہ اکثر "کَداء" کی طرف سے داخل ہوتے تو ان کے بیٹے کو وہاں سے اکثر داخل ہونے کا سبب بیان کرنے کی ضرورت نہیں تھی، کیونکہ وہاں سے داخل ہونا تو رسول اللہ ﷺ کے عمل کے مطابق تھا۔

٤٢- بَابُ فَضْلِ مَكَّةَ وَبُنْيَانِهَا

42- باب: مکہ کی اور اسے بنانے کی فضیلت

فائدہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں چند آیات اور احادیث بیان کی ہیں، ان میں سے کسی میں بھی مکہ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بنانے کا ذکر نہیں۔ ہاں ان آیات و احادیث دونوں میں کعبہ کی عمارت بنانے کا ذکر ہے، چونکہ کعبہ کا بنانا ہی مکہ کی تعمیر اور آبادی کا سبب تھا، اس لیے امام صاحب نے انھی آیات و احادیث کے ذکر پر اکتفا کیا جن میں کعبہ کی تعمیر کا ذکر ہے۔

وَ قَوْلِهٖ تَعَالٰى: ﴿ وَ اِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَ اَمْنًا ؕ وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآىِٕفِيْنَ وَ الْعٰكِفِيْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۱۲۵﴾ وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّ ارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَ مَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۲۶﴾ وَ اِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَ اِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَ اَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَ تُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴾ [البقرة : ۱۲۵– ۱۲۸]

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”اور جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لیے لوٹ کر آنے کی جگہ اور سراسر امن بنایا، اور تم ابراہیم کی جائے قیام کو نماز کی جگہ بناؤ، اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو تاکیدی حکم دیا کہ تم دونوں میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک صاف رکھو۔ اور جب ابراہیم نے کہا: اے میرے رب! اس جگہ کو ایک امن والا شہر بنا دے اور اس کے رہنے والوں کو پھلوں سے رزق دے، جو ان میں سے اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے۔ فرمایا: اور جس نے کفر کیا تو میں اسے بھی تھوڑا سا فائدہ دوں گا، پھر اسے آگ کے عذاب کی طرف بے بس کروں گا اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے۔ اور جب ابراہیم اس گھر کی بنیادیں اٹھا رہا تھا اور اسماعیل بھی (اور دونوں دعا کر رہے تھے:) اے ہمارے رب! ہم سے قبول فرما، بے شک تو ہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ اے ہمارے رب! اور ہمیں اپنے لیے فرماں بردار بنا اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک امت اپنے لیے فرماں بردار بنا اور ہمیں ہمارے عبادت کے طریقے دکھا اور ہماری توبہ قبول فرما، بے شک تو ہی نہایت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

فوائد: 1 ” اَلْقَوَاعِدُ “ کا معنی ہے: بنیادیں۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ کعبہ کی تعمیر سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام نے کی، مگر قرآن مجید کے ارشاد: ﴿ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ ﴾ [آل عمران : ۹۶] (بے شک پہلا گھر جو لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا یقیناً وہی ہے جو بکہ میں ہے) سے ظاہر ہے کہ بیت اللہ ابراہیم علیہ السلام سے بہت پہلے تعمیر ہو چکا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

تھا، کیونکہ زمین پر ابراہیم علیہ السلام سے بہت پہلے آدم علیہ السلام اور دوسرے انبیاء و رسل علیہم السلام اللہ کی عبادت کرتے چلے آئے تھے۔ اب اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ زمین پر سب سے پہلے آدم علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر کی یا فرشتوں نے، مگر جب ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر کی تو اس وقت کعبہ کی بنیادیں موجود تھیں۔ آیت: ﴿ وَ اِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَ اِسْمٰعِيْلُ ﴾ [البقرة : ۱۲۷] کے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''یعنی بیت اللہ کی وہ بنیادیں جو اس سے پہلے موجود تھیں۔'' [تفسیر عبد الرزاق بسند صحیح : ۲۹۱/۱] اس سے معلوم ہوا کہ بیت اللہ پہلے تعمیر ہو چکا تھا، اب از سرنو اس کی بنیادیں اٹھائی جا رہی تھیں۔ سورۂ حج (۲۶) میں ہے: ﴿ وَ اِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ ﴾ ''اور جب ہم نے ابراہیم کے لیے بیت اللہ کی جگہ متعین کی'' اس آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بیت اللہ اس سے پہلے تعمیر ہو چکا تھا۔ ایک ٹیلے پر اس کی بنیادیں موجود تھیں جس پر ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام نے کعبہ کی عمارت تعمیر فرمائی۔ صحیح بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی لمبی حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام سے پہلے کعبہ ایک اونچی جگہ تعمیر ہوا تھا۔ چنانچہ اس حدیث میں زمزم کے نمودار ہونے کے بعد فرشتے کے ام اسماعیل کو تسلی دینے کا ذکر ہے: « فَقَالَ لَهَا الْمَلَكُ : لَا تَخَافُوا الضَّيْعَةَ، فَإِنَّ هَاهُنَا بَيْتَ اللّٰهِ، يَبْنِيْ هٰذَا الْغُلَامُ وَأَبُوْهُ، وَ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ أَهْلَهُ، وَكَانَ الْبَيْتُ مُرْتَفِعًا مِنَ الْأَرْضِ كَالرَّابِيَةِ، تَأْتِيْهِ السُّيُوْلُ، فَتَأْخُذُ عَنْ يَمِيْنِهِ وَشِمَالِهِ، فَكَانَتْ كَذٰلِكَ حَتّٰى مَرَّتْ بِهِمْ رُفْقَةٌ مِنْ جُرْهُمَ » [بخاري، الأنبياء، باب : ۳۳۶٤] ''تو فرشتے نے اس سے کہا: ''تم ضائع ہونے سے مت ڈرو، کیونکہ یہاں اللہ کا گھر ہے، یہ لڑکا اور اس کا باپ اسے بنائے گا اور اللہ اس کے رہنے والوں کو ضائع نہیں کرے گا۔'' اور بیت اللہ زمین سے ٹیلے کی طرح بلند تھا، سیلاب آتے اور اس کی دائیں بائیں طرف بہ جاتے۔ ام اسماعیل علیہا السلام ایسے ہی رہیں یہاں تک کہ جرہم قبیلے کے کچھ لوگ ان کے پاس سے گزرے۔'' اس حدیث کے آخر میں بیت اللہ کی تعمیر کا ذکر ہے، اس سے معلوم ہوا کہ زمزم کے نمودار ہونے کے وقت بھی ایک ٹیلے پر بیت اللہ موجود تھا، مگر اس کی از سرنو تعمیر اسماعیل علیہ السلام کے جوان ہونے پر ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام نے کی۔

2 مَثَابَةً لِّلنَّاسِ: یہ '' ثَابَ يَثُوْبُ '' سے ہے: لوٹ کر آنے کی جگہ، یعنی لوگ بار بار اس کی طرف شوق اور محبت سے آتے ہیں۔

١٥٨٢ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، قَالَ : أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ : أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، قَالَ : سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : لَمَّا بُنِيَتِ الْكَعْبَةُ ذَهَبَ

1582۔ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: جب کعبہ تعمیر کیا گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور عباس رضی اللہ عنہ پتھر اٹھا کر لے جانے لگے، عباس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اپنا تہ بند اپنی گردن پر رکھ لو، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر گر پڑے اور آپ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

النَّبِيُّ ﷺ وَعَبَّاسٌ يَنْقُلَانِ الْحِجَارَةَ، فَقَالَ الْعَبَّاسُ لِلنَّبِيِّ ﷺ: اجْعَلْ إِزَارَكَ عَلَى رَقَبَتِكَ، فَخَرَّ إِلَى الْأَرْضِ، وَطَمَحَتْ عَيْنَاهُ إِلَى السَّمَاءِ، فَقَالَ: أَرِنِي إِزَارِي فَشَدَّهُ عَلَيْهِ. [راجع: ٣٦٤- أخرجه مسلم: ٣٤٠]

کی آنکھیں آسمان کی طرف لگ گئیں تو آپ نے فرمایا: "مجھے میرا تہبند دو۔" تو آپ نے اسے مضبوطی سے ساتھ باندھ لیا۔

۔ اس حدیث کے بعض فوائد (۳۶۴) میں گزر چکے ہیں۔ اس حدیث میں کعبہ کی تعمیر کا ذکر ہے جو نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے ہوئی۔ نبی ﷺ کی عمر اس وقت پینتیس (۳۵) برس تھی۔ (فتح الباری) باب کے ساتھ حدیث کی مناسبت یہ ہے کہ کعبہ کی ایک تعمیر دورِ جاہلیت میں قریش نے بھی کی اور اس میں نبی ﷺ بھی شامل تھے۔

١٥٨٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ: أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، أَخْبَرَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لَهَا: «أَلَمْ تَرَيْ أَنَّ قَوْمَكِ لَمَّا بَنَوُا الْكَعْبَةَ اقْتَصَرُوا عَنْ قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ؟» فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَلَا تَرُدُّهَا عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ؟ قَالَ: «لَوْلَا حِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ لَفَعَلْتُ»

1583۔ نبی ﷺ کی زوجہ عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا: "کیا تمھیں معلوم نہیں کہ تمھاری قوم نے جب کعبہ تعمیر کیا تو انھوں نے ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں میں کمی کر دی؟" میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ اسے دوبارہ ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر نہیں بنا دیتے؟ آپ نے فرمایا: "اگر تمھاری قوم کا نیا نیا کفر سے آنا نہ ہوتا تو میں ایسا کر دیتا۔"

فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: لَئِنْ كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا سَمِعَتْ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، مَا أُرَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَرَكَ اسْتِلَامَ الرُّكْنَيْنِ اللَّذَيْنِ يَلِيَانِ الْحِجْرَ، إِلَّا أَنَّ الْبَيْتَ لَمْ يُتَمَّمْ عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ. [راجع: ١٢٦- أخرجه مسلم: ١٣٣٣]

تو عبداللہ (بن عمر) ؓ نے کہا: اگر عائشہ ؓ نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے تو میں یہی سمجھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے حطیم سے ملنے والے دو کونوں کا استلام اسی لیے چھوڑا ہے کہ بیت اللہ ابراہیم علیہ السلام کی پوری بنیادوں پر نہیں بنایا گیا۔

۱ قریش کے کعبہ کو از سر نو تعمیر کرنے کے متعلق کافی معلومات ابو الطفیل ؓ کی روایت میں موجود ہیں جو حافظ رحمہ اللہ نے عبدالرزاق، حاکم اور طبرانی کے طریق سے نقل کی ہے۔ انھوں نے کہا: جاہلیت میں کعبہ پتھروں سے بنا ہوا تھا،

www.KitaboSunnat.com

اس میں کوئی اینٹ نہیں تھی، اس کی دیوار صرف اتنی اونچی تھی کہ بکری کی پٹھوری چھلانگ لگا کر اس میں گھس جاتی تھی، اس کے غلاف کے کپڑے دیوار کے اوپر رکھ کر لٹکا دیے جاتے تھے اور وہ لٹکتے رہتے۔ اس کے صرف دو کونے تھے اور اس کی شکل یہ تھی: ◯ تو روم سے ایک بحری جہاز آیا، جب وہ جدہ کے قریب پہنچا تو ٹوٹ گیا، قریش اس کی لکڑی لینے کے لیے گئے، انھیں معلوم ہوا کہ جہاز کا مالک لکڑی کے کام کا ماہر ہے، وہ لکڑی کے ساتھ اسے بھی لے آئے، تا کہ اس لکڑی کے ساتھ بیت اللہ کو تعمیر کریں۔ تو وہ جب بھی اسے گرانے کے لیے اس کے قریب جاتے ایک سانپ منہ کھولے ہوئے ان کے سامنے آ جاتا، اللہ تعالیٰ نے چیل سے بڑا ایک پرندہ بھیجا، اس نے اس میں اپنے پنجے گاڑے اور اسے اجیاد کی طرف پھینک دیا۔ چنانچہ قریش نے کعبہ کو ڈھا دیا اور اسے اس وادی کے پتھروں کے ساتھ تعمیر کر دیا اور اوپر کی طرف اس کی بلندی بیس ہاتھ (تیس فٹ) رکھی۔ اس دوران نبی ﷺ اجیاد سے پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے، آپ ﷺ نے ایک دھاری دار چادر اوپر لی ہوئی تھی، آپ ﷺ کو اس کی وجہ سے تنگی محسوس ہوئی تو آپ ﷺ اسے اپنے کندھے پر رکھنے لگے، چادر چھوٹی ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ کی شرم گاہ کھل گئی تو آپ کو آواز آئی: ''اے محمد! اپنی شرم گاہ ڈھانک لو۔'' اس کے بعد آپ ﷺ کو کبھی ننگا نہیں دیکھا گیا۔ انیس الساری (ح: ۲۷۰۰) میں اس کی تخریج لکھی ہے جو سندوں کے حذف اور کچھ اختصار کے ساتھ یہ ہے: مصنف عبد الرزاق (۹۱۰۶)، احمد (۲۳۸۰۰)، ابن خزیمہ (۳۰۲۲) اور حاکم (۱۷۵۶) اور کہا ہے: صحیح الاسناد اور ذہبی نے تاریخ الاسلام (۵۱۲/۱) میں کہا ہے: "هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ" اور ہیثمی نے کہا: اسے طبرانی نے کبیر میں مکمل اور احمد نے اس کا کچھ حصہ روایت کیا ہے اور دونوں کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔ [مجمع الزوائد: ۲۸۹/۳، ح: ۵۷۲۹]

اس حدیث سے کئی باتیں معلوم ہوتی ہیں: ① جاہلیت میں کعبہ کی دیوار چھوٹی تھی جسے پٹھوری پھلانگ جاتی تھی۔ ② اس وقت بھی کعبہ پر غلاف ہوتا تھا۔ ③ اس وقت کعبہ کے صرف دو کونے تھے جو یمن کی طرف تھے، دوسری جانب شام کی طرف کعبہ کی عمارت کے کونے نہیں تھے، بلکہ وہ نصف دائرے کی شکل میں تھی، اب بھی کعبہ کی شمالی جانب حطیم کے بعد دیوار نصف دائرہ کی شکل میں بنائی گئی ہے۔ معلوم ہوا یہ اسی نصف دائرے کی یادگار ہے۔ ④ کعبہ کی چھت اور دروازے میں بہترین لکڑی استعمال کی گئی جو بحری جہازوں میں استعمال کی جاتی ہے اور یہ کام رومی کاریگر نے سرانجام دیا۔ ⑤ زیر شرح حدیث کے مطابق قریش کے پاس تعمیر کا خرچہ کم ہو گیا تو انھوں نے کعبہ کی عمارت کو چھوٹا کر لیا اور شمال کی جانب کچھ حصہ چھوڑ دیا جسے حطیم کہتے ہیں، یہ کعبہ ہی کا حصہ ہے، اس لیے شمالی دیوار سے کچھ آگے ایک دیوار بنا دی گئی جو آخر میں گول ہے۔ مقصد یہ تھا کہ طواف کرنے والے پورے کعبہ کا طواف کریں اور وہ جگہ بھی طواف کے اندر آ جائے جو درحقیقت کعبہ ہی کی جگہ ہے۔ ⑥ کعبہ میں اسی وادی کے پتھر استعمال کیے گئے، کہیں دور دراز سے یا آسمان سے نہیں لائے گئے۔ البتہ حجر اسود کے جنت سے آنے کی روایت صحیح ہو تو وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ ⑦ نبوت سے پہلے بھی رسول اللہ ﷺ ہر اجتماعی کام میں خصوصاً کعبہ کی تعمیر میں حصہ لیتے تھے۔ ⑧ نبوت سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر نامناسب بات سے رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کی گئی اور تمام مکارمِ اخلاق آپ کو عطا کیے گئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

2 ابن عمر رضی اللہ عنہما نے صرف دو رکنوں کے استلام کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ کعبہ کو ابراہیم علیہ السلام کی پوری بنیادوں پر نہیں بنایا گیا، مگر ابو الطفیل رضی اللہ عنہ کی روایت میں صراحت ہے کہ جاہلیت میں بھی کعبہ کے دو ہی کونے تھے، شام کی جانب کی دیوار نصف دائرے کی شکل میں گول تھی۔

3 لَوْلَا حِدْثَانُ قَوْمِكِ ..... : ابن بطال نے اپنے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ اس بات سے ڈرے کہ یہ نئے مسلمان یہ خیال کریں گے کہ آپ نے یہ کام اکیلے اس کا فخر حاصل کرنے کے لیے کیا ہے۔ (فتح الباری)

١٥٨٤۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، حَدَّثَنَا أَشْعَثُ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الْجَدْرِ : أَمِنَ الْبَيْتِ هُوَ؟ قَالَ : « نَعَمْ » قُلْتُ : فَمَا لَهُمْ لَمْ يُدْخِلُوهُ فِي الْبَيْتِ؟ قَالَ : « إِنَّ قَوْمَكِ قَصَّرَتْ بِهِمُ النَّفَقَةُ » قُلْتُ : فَمَا شَأْنُ بَابِهِ مُرْتَفِعًا؟ قَالَ : « فَعَلَ ذٰلِكَ قَوْمُكِ، لِيُدْخِلُوا مَنْ شَاؤُوا وَ يَمْنَعُوا مَنْ شَاؤُوا، وَلَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثٌ عَهْدُهُمْ بِالْجَاهِلِيَّةِ، فَأَخَافُ أَنْ تُنْكِرَ قُلُوبُهُمْ أَنْ أُدْخِلَ الْجَدْرَ فِي الْبَيْتِ، وَأَنْ أُلْصِقَ بَابَهُ بِالْأَرْضِ »
[راجع : ١٢٦۔ أخرجه مسلم : ١٣٣٣]

1584۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے دیوار (یعنی حطیم) کے متعلق پوچھا کہ کیا یہ بیت اللہ کا حصہ ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ''ہاں!'' میں نے پوچھا: تو پھر انھیں کیا ہوا کہ انھوں نے اسے بیت اللہ میں شامل نہیں کیا؟ آپ نے فرمایا: ''تمھاری قوم کے پاس خرچہ کم ہو گیا تھا۔'' میں نے پوچھا: پھر اس کا دروازہ اونچا ہونے کا کیا معاملہ ہے؟ آپ نے فرمایا: ''تمھاری قوم نے یہ اس لیے کیا کہ جسے چاہیں بیت اللہ میں جانے دیں اور جسے چاہیں روک دیں اور اگر یہ نہ ہوتا کہ تمھاری قوم جاہلیت سے نئی نئی آئی ہے اور مجھے ڈر ہے کہ ان کے دل یہ نہیں مانیں گے کہ میں دیوار (یعنی حطیم) کو بیت اللہ میں داخل کر دوں اور اس کا دروازہ زمین کے برابر کر دوں (تو میں ایسا کر دیتا)۔''

فوائد: 1 اَلْجَدْرُ (دیوار): کعبہ کے شمال کی طرف آدمی کے قد کے برابر دو دیواریں ہیں جن کے آخر میں نصف دائرے کی دیوار ہے جو انھیں ملاتی ہے، اسے حِجر اور حطیم بھی کہا جاتا ہے اور یہ کعبہ ہی کا حصہ ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں کعبہ کے اندر نماز پڑھنا چاہتی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے حجر میں کھڑا کر دیا اور فرمایا: ''اس میں نماز پڑھ لو، کیونکہ یہ بیت اللہ کا ٹکڑا ہے لیکن تمھاری قوم نے کعبہ تعمیر کرتے وقت اسے چھوٹا کر دیا اور اس حصے کو اس سے نکال دیا۔'' [أبو داوٗد : ٢٠٢٨۔ ترمذي : ٨٧٦]

ابن اسحاق نے " السيرة (ص : ١٠٤) " میں ذکر کیا ہے کہ ابو وہب عامر بن عائذ بن مخزوم نے (کعبہ کی تعمیر کے وقت) قریش سے کہا کہ اس کی تعمیر میں صرف پاکیزہ مال خرچ کرو، کسی زانیہ کی اجرت یا سود کی رقم یا ظلم کر کے حاصل کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوئی رقم اس میں نہ لگاتا۔ (فتح الباری)

٭ يُدْخِلُوا مَنْ شَاؤُوا ...... : صحیح مسلم (۱۳۳۳/۴۰۳) میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں نبی ﷺ سے یہ زائد الفاظ مروی ہیں: «فَكَانَ الرَّجُلُ إِذَا هُوَ أَرَادَ أَنْ يَدْخُلَهَا يَدَعُونَهُ يَرْتَقِي، حَتَّى إِذَا كَادَ أَنْ يَدْخُلَ دَفَعُوهُ فَسَقَطَ» ''آدمی جب کعبہ کے اندر جانا چاہتا تو وہ اسے سیڑھی پر چڑھنے دیتے، جب وہ اندر جانے کے قریب ہوتا تو اسے دھکا دیتے جس سے وہ گر جاتا۔''

١٥٨٥ ـ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَوْلَا حَدَاثَةُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ لَنَقَضْتُ الْبَيْتَ، ثُمَّ لَبَنَيْتُهُ عَلَى أَسَاسِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَإِنَّ قُرَيْشًا اسْتَقْصَرَتْ بِنَاءَهُ، وَجَعَلْتُ لَهُ خَلْفًا»

1585۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''اے عائشہ! اگر تمھاری قوم کا کفر سے نیا نیا آنا نہ ہوتا تو میں بیت اللہ کو ڈھا دیتا، پھر اسے ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد پر تعمیر کرتا، کیونکہ قریش نے اس کی عمارت چھوٹی کر دی اور میں اس کا ایک پچھلا دروازہ بنا دیتا۔''

قَالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ: خَلْفًا يَعْنِي: بَابًا. [راجع: ١٢٦ـ أخرجه مسلم: ١٣٣٣]

ابو معاویہ نے کہا: ہمیں ہشام نے بیان کیا کہ "خَلْفًا" کا مطلب دروازہ ہے۔

١٥٨٦ ـ حَدَّثَنَا بَيَانُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا يَزِيدُ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ رُومَانَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهَا: «يَا عَائِشَةُ! لَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ لَأَمَرْتُ بِالْبَيْتِ فَهُدِمَ، فَأَدْخَلْتُ فِيهِ مَا أُخْرِجَ مِنْهُ، وَأَلْزَقْتُهُ بِالْأَرْضِ، وَجَعَلْتُ لَهُ بَابَيْنِ بَابًا شَرْقِيًّا وَبَابًا غَرْبِيًّا، فَبَلَغْتُ بِهِ أَسَاسَ إِبْرَاهِيمَ» فَذَلِكَ الَّذِي حَمَلَ ابْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَلَى هَدْمِهِ.

1586۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: ''اے عائشہ! اگر یہ نہ ہوتا کہ تمھاری قوم نئی نئی جاہلیت سے آئی ہے تو میں بیت اللہ کے متعلق حکم دیتا اور اسے ڈھا دیا جاتا پھر میں اس کا وہ حصہ اس میں داخل کر دیتا جو اس سے نکال دیا گیا ہے اور میں اسے زمین کے ساتھ ملا دیتا اور میں اس کے دو دروازے بنا دیتا، ایک مشرقی اور ایک مغربی اور میں اسے ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد پر پورا کر دیتا۔'' یہ وہ حدیث تھی جس نے ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو اس کے گرانے پر آمادہ کیا۔

قَالَ يَزِيدُ: وَشَهِدْتُ ابْنَ الزُّبَيْرِ حِينَ هَدَمَهُ وَبَنَاهُ وَأَدْخَلَ فِيهِ مِنَ الْحِجْرِ، وَقَدْ رَأَيْتُ أَسَاسَ

یزید (بن رومان) نے کہا: میں ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے پاس موجود تھا جب انھوں نے اسے گرایا اور تعمیر کیا اور اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

إِبْرَاهِيمَ حِجَارَةً كَأَسْنِمَةِ الْإِبِلِ، قَالَ جَرِيرٌ : فَقُلْتُ لَهُ : أَيْنَ مَوْضِعُهُ؟ قَالَ : أُرِيكَهُ الْآنَ، فَدَخَلْتُ مَعَهُ الْحِجْرَ، فَأَشَارَ إِلَى مَكَانٍ، فَقَالَ : هَا هُنَا، قَالَ جَرِيرٌ : فَحَزَرْتُ مِنَ الْحِجْرِ سِتَّةَ أَذْرُعٍ أَوْ نَحْوَهَا .
[راجع : ١٢٦۔ أخرجه مسلم : ١٣٣٣]

میں حطیم کا کچھ حصہ داخل کیا اور میں نے ابراہیم علیہ السلام والی بنیادیں دیکھیں جو اونٹ کی کوہانوں جیسے پتھر تھے۔ جریر نے کہا: میں نے یزید بن رومان سے پوچھا: اس کی جگہ کون سی ہے؟ انھوں نے کہا: میں تمھیں ابھی دکھاتا ہوں، تو میں ان کے ساتھ حطیم میں داخل ہوا تو انھوں نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کر کے کہا: یہ جگہ۔ جریر نے کہا: میں نے اس کا اندازہ حطیم میں چھ ہاتھ یا اس کے قریب لگایا۔

فوائد: 1 اس حدیث کے بعض فوائد (۱۲۶) میں گزر چکے ہیں۔ قریش نے کعبہ کی نئی تعمیر کے وقت ابراہیم علیہ السلام والی تعمیر میں تین تبدیلیاں کر دی تھیں، ایک اسے اس کی پوری بنیادوں پر بنانے کی بجائے چھوٹا کر دیا اور اس کا کچھ حصہ باہر کھلا رہنے دیا۔ دوسری یہ کہ اس کا دروازہ اتنا اونچا بنا دیا کہ سیڑھی کے بغیر کوئی اس میں داخل نہ ہو سکے۔ تیسری یہ کہ اس کا دروازہ صرف ایک رہنے دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ اس میں کی ہوئی تینوں تبدیلیاں ختم کر کے اسے پوری طرح ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر بنا دیں۔

2 قَالَ يَزِيدُ : وَشَهِدْتُ ابْنَ الزُّبَيْرِ حِينَ هَدَمَهُ وَبَنَاهُ ...... : صحیح بخاری میں یزید بن رومان نے اسے اسی طرح مختصر ذکر کیا ہے۔ مسلم نے ابن ابی سلیمان کے طریق سے عطا سے روایت کی ہے، انھوں نے کہا: یزید بن معاویہ کے زمانے میں جب اہل شام نے مکہ پر حملہ کیا اور بیت اللہ جل گیا اور اس کا معاملہ جو ہوا سو ہوا۔ ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے حج کے موقع پر حاجیوں کی آمد تک اسے اسی طرح رہنے دیا، وہ لوگوں کو اہل شام کے خلاف لڑنے کے لیے تیار کرنا چاہتے تھے۔ جب حاجی واپس چلے گئے تو انھوں نے کہا: لوگو! مجھے کعبہ کے بارے میں مشورہ دو، میں اسے گرا کر نئے سرے سے تعمیر کروں یا اس کے جو حصے کمزور ہو گئے ہیں انھیں درست کر دوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ آپ اس کے ان حصوں کو درست کر دیں جو کمزور ہو گئے ہیں اور بیت اللہ کو اسی حال پر رہنے دیں جس پر لوگ مسلمان ہوئے اور انھی پتھروں پر رہنے دیں جن پر لوگ اسلام لائے اور جن پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا: اگر تم میں سے کسی کا گھر جل جائے تو وہ اسے نیا بنانے کے بغیر خوش نہیں ہوگا، تو تمھارے رب کا گھر اس طرح کیسے رہنے دیا جائے۔ تین دن اپنے رب سے استخارہ کرتا ہوں، پھر اپنے کام کا پختہ ارادہ کروں گا۔ جب تین دن گزر گئے تو انھوں نے اسے گرانے کا پکا ارادہ کر لیا، مگر سب لوگ اس خوف سے اس سے بچنے لگے کہ سب سے پہلے جو شخص اس مقصد کے لیے اس پر چڑھے اس پر آسمان سے کوئی مصیبت نہ آ پڑے، یہاں تک کہ ایک آدمی اس پر چڑھا اور اس نے اس کے چند پتھر گرائے، جب لوگوں نے دیکھا کہ اسے کچھ نہیں ہوا تو سب نے مل کر اسے گرا دیا، یہاں تک کہ اسے زمین کے برابر کر دیا۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے چند ستون بنوا دیے جن پر پردے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ڈال دیے، یہاں تک کہ اس کا خیمہ بلند ہو گیا (تاکہ نماز پڑھنے والوں کا رخ کعبہ کی طرف رہے) اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے، وہ کہتی تھیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "اگر یہ نہ ہوتا کہ لوگوں کا زمانہ کفر کے قریب ہے اور میرے پاس اتنا خرچہ نہیں جس سے اس کی تعمیر ہو سکے تو میں اس میں حطیم میں سے پانچ ہاتھ داخل کر دیتا اور ایک دروازہ لوگوں کے داخل ہونے اور ایک ان کے نکلنے کے لیے بنا دیتا۔" ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا: تو آج میرے پاس اس کا خرچ موجود ہے اور مجھے کسی کا ڈر بھی نہیں۔ عطا نے کہا: تو انھوں نے حطیم میں سے پانچ ہاتھ اس میں بڑھا دیے، یہاں تک کہ انھوں نے ایک بنیاد نکالی جسے لوگوں نے دیکھا اور اس پر عمارت کی بنیاد رکھی اور کعبہ کا طول اٹھارہ ہاتھ تھا، جب انھوں نے اس میں اضافہ کیا تو اسے کم سمجھا تو اس کے طول میں دس ہاتھ کا اضافہ کر دیا اور اس کے دو دروازے بنا دیے، ایک داخل ہونے کا اور ایک نکلنے کا۔ [مسلم، باب نقض الكعبة و بنائها : ۱۳۳۳/٤٠٢]

3 امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے قتل کے بعد کعبہ کے معاملے کا ذکر نہیں کیا۔ صحیح مسلم کی مندرجہ بالا حدیث (۱۳۳۳/۴۰۲) کا آخری حصہ یہ ہے کہ جب ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو قتل کر دیا گیا تو حجاج (جس نے ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو قتل کیا تھا) نے عبد الملک بن مروان (اس وقت کے خلیفہ) کو خط لکھا جس میں انھیں اس سارے واقعہ کی اطلاع دی اور یہ بھی لکھا کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے کعبہ کی عمارت اس بنیاد پر تعمیر کی ہے جسے اہلِ مکہ کے عادل لوگوں نے دیکھا ہے۔ تو عبد الملک نے اس کی طرف لکھا کہ ہمارا ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی ملاوٹ سے کوئی تعلق نہیں، اس نے کعبہ کے طول میں جو اضافہ کیا ہے اسے باقی رکھو کر حطیم میں سے جو حصہ اس میں شامل کیا ہے اسے اس کی پہلی صورت پر دوبارہ بنا دو اور اس نے جو دروازہ کھولا ہے اسے بند کر دو، چنانچہ حجاج نے اسے گرا کر پہلی صورت پر بنا دیا۔ صحیح مسلم ہی میں اس سے اگلی حدیث عبد اللہ بن عبید بن عمیر اور ولید بن عطا سے مروی ہے کہ عبد اللہ بن عبید نے کہا: عبد الملک بن مروان کی خلافت میں حارث بن عبد اللہ ان کے پاس گئے تو عبد الملک بن مروان نے کہا: میں گمان نہیں کرتا کہ ابو خبیب عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے وہ حدیث سنی ہو جسے ان سے سننے کا وہ دعویٰ کرتا تھا۔ حارث نے کہا: کیوں نہیں، میں نے اسے ان (عائشہ رضی اللہ عنہا) سے سنا ہے۔ کہا: تم نے انھیں کیا کہتے ہوئے سنا ہے؟ انھوں نے وہ پوری حدیث سنائی جو ابن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے تھے۔ عبد الملک نے حارث سے کہا: تم نے خود ان سے یہ حدیث سنی ہے؟ کہا: جی ہاں! تو عبد الملک کچھ دیر زمین پر لاٹھی سے نقطے لگاتے رہے، پھر کہا: میں پسند کرتا ہوں کہ میں اسے اسی حالت پر رہنے دیتا جس کی ذمہ داری ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے اٹھائی تھی۔ [مسلم، باب نقض الكعبة و بنائها: ۱۳۳۳/٤٠٣]

صحیح مسلم ہی کی اس حدیث (۱۳۳۳/۴۰۴) کی ایک روایت میں ہے کہ عبد الملک نے حارث سے یہ سن کر کہا: اگر کعبہ کو گرانے سے پہلے میں یہ حدیث سن لیتا تو اسے نہ گراتا۔ حافظ رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ عبد الرزاق نے ابن جریج سے یہ الفاظ زیادہ بیان کیے ہیں: « وَكَانَ الْحَارِثُ مُصَدَّقًا، لَا يُكَذَّبُ »[فتح الباري] "حارث کو سچا قرار دیا جاتا تھا، کوئی انھیں جھوٹا نہیں کہتا تھا۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

4 حطیم کا وہ ٹکڑا جو کعبہ کا حصہ ہے صحیح مسلم کی مختلف روایات میں پانچ ہاتھ، چھ ہاتھ اور سات ہاتھ کے قریب آیا ہے۔ حافظ رحمہ اللہ نے کہا ہے: ان میں سب سے زیادہ قوی چھ یا سات ہاتھ کے قریب ہے، یعنی چھ ہاتھ سے کچھ زیادہ، سات سے کچھ کم۔ ایک ہاتھ ڈیڑھ فٹ کا ہوتا ہے، اس طرح یہ جگہ 9 فٹ سے کچھ زیادہ (دوصفوں سے کچھ زیادہ) بنتی ہے۔ حافظ رحمہ اللہ نے کہا: پانچ ہاتھ والی روایت شاذ ہے۔

5 ابن عبد البر اور ان کے بعد عیاض وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ رشید یا مہدی یا منصور نے کعبہ کو دوبارہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی طرح بنانے کا ارادہ کیا تو امام مالک رحمہ اللہ نے اسے قسم دے کر کہا کہ ایسا نہ کریں، مجھے خطرہ ہے کہ اس طرح یہ بادشاہوں کے ہاتھوں میں کھلونا بن جائے گا۔ حافظ رحمہ اللہ نے کہا: یہ بعینہٖ وہی بات ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے کہی تھی کہ کعبہ کو گرا کر نہ بناؤ، اس کے کمزور حصوں کی مرمت کر دو، مجھے خطرہ ہے کہ کوئی اور امیر آ کر آپ کے بنائے ہوئے کو پھر بدل دے گا۔ اسے فاکہی نے عطا کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے۔ (فتح الباری)

6 اس کے بعد آج تک کعبہ کی عمارت انھی بنیادوں پر رہی جن پر حجاج نے اسے بنایا تھا، مختلف خلفاء و ملوک اس کی دیواروں اور چھت کی ضرورت کے مطابق تعمیر و مرمت اور تزئین و آرائش کرتے رہے مگر اس کی ہیئت وہی رہی۔ یقیناً اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے اور یہ حکمت تو بالکل واضح ہے کہ ہر شخص جو کعبہ میں داخل ہونا چاہے یا اس میں نماز پڑھنا چاہے امیر ہو یا غریب اسے یہ موقع بآسانی مل سکتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی کعبہ میں نماز پڑھنے کی خواہش پر ان کا ہاتھ پکڑ کر انھیں حطیم میں کھڑا کر کے فرمایا تھا: ''یہاں نماز پڑھ لو۔'' شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے یہاں ایک مزیدار بات لکھی ہے کہ موجودہ صورت میں رسول اللہ ﷺ کی خواہش بھی پوری ہو رہی ہے کہ حطیم کی دیوار کے اندر کعبہ کی اس جگہ میں جو کعبہ سے باہر رہ گئی ہے دو دروازے موجود ہیں جن میں سے ایک میں لوگ داخل ہوتے اور دوسرے سے نکلتے ہیں، اگر عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما والی عمارت ہوتی اور کعبہ کے دروازے کے سامنے دوسرا دروازہ ہوتا تو لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے بہت نقصان ہو سکتا تھا۔ ویسے بھی کعبہ کے دروازے مقفل رہنے کی وجہ سے لوگوں کو اس میں داخل ہونے کا موقع بہت کم ملتا جس کی وجہ سے بھیڑ بہت زیادہ ہوتی اور بہت نقصان ہوتا۔ (ابن عثیمین) اس حدیث پر فتح الباری میں کعبہ کے گرانے اور بنانے پر بہت مفصل کلام موجود ہے۔

٤٣ - بَابُ فَضْلِ الْحَرَمِ

43۔ باب: حرم کی فضیلت

وَ قَوْلِهِ تَعَالَى : ﴿ إِنَّمَآ أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِي حَرَّمَهَا وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ ۖ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴾ [النمل : ٩١] وَقَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ : ﴿ أَوَلَمْ نُمَكِّن لَّهُمْ حَرَمًا آمِنًا يُجْبَىٰ إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے رب کی عبادت کروں جس نے اسے حرمت بخشی اور اسی کے لیے ہر چیز ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرماں برداروں میں سے ہو جاؤں۔'' اور اللہ جل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [القصص : ٥٧]

ذکرہ کا فرمان ہے: ''اور کیا ہم نے انھیں ایک باامن حرم میں جگہ نہیں دی؟ جس کی طرف ہر چیز کے پھل کھنچ کر لائے جاتے ہیں ہماری طرف سے روزی کے لیے اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔''

١٥٨٧- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ ابْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ: «إِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللّٰهُ لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهُ، وَلَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهُ إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا» [راجع : ١٣٤٩- أخرجه مسلم : ١٣٥٣، مطولًا، وقطعة الفتح ولا هجرة في الإمارة (٨٥)]

1587- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا: ''بے شک اس شہر کو اللہ نے حرم بنایا ہے، اس کے کانٹے (والے درخت) نہ کاٹے جائیں، نہ اس کے شکار کو ڈرایا جائے اور نہ کوئی اس میں گری ہوئی چیز اٹھائے سوائے اس شخص کے جو اس کا اعلان کرتا رہے۔''

فوائد: 1 حرم سے مراد حرمِ مکہ ہے، جس کی حدود کا ذکر ''بَابٌ : لَا يُعْضَدُ شَجَرُ الْحَرَمِ'' میں آ رہا ہے۔ دونوں آیتوں کا باب سے تعلق یہ ہے کہ دونوں میں مکہ کو حرم قرار دینے اور اسے امن والا بنانے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف فرمائی ہے، اس سے بڑھ کر کسی جگہ کو کیا شرف حاصل ہو سکتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث مفصل آگے آ رہی ہے۔ (دیکھیے حدیث: ۱۸۳۳، ۱۸۳۴) اس کی شرح وہاں ہوگی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)
2 تفسیر القرآن الکریم میں پہلی آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: ''اس آیت میں قریش مکہ پر چوٹ ہے کہ تم لوگ جو اس شہر میں رہتے ہو جسے اللہ تعالیٰ نے حرمت والا اور جائے امن قرار دیا ہے، جہاں نہ کسی کو قتل کیا جاتا ہے، نہ کسی پر ظلم کیا جاتا ہے، نہ اس میں شکار کی اجازت ہے، نہ اس کے درخت کاٹنے کی، جس کی وجہ سے تم بے شمار فوائد اٹھا رہے ہو۔ اللہ کے گھر کے متولی ہونے کی وجہ سے ساری دنیا میں تمھاری عزت اور تمھارا وقار قائم ہے۔ سارے عرب میں کسی کی جان اور مال محفوظ نہیں، لوگوں کو ان کے گھروں سے اٹھا لیا جاتا ہے، ان کے اموال لوٹ لیے جاتے ہیں مگر بیت اللہ کی وجہ سے مکہ میں بھی تمھیں امن کی نعمت میسر ہے اور ہر جانب سے وافر رزق تمھیں پہنچتا ہے۔ سردی میں یمن کی طرف اور گرمی میں شام کی طرف تمھارے تجارتی قافلے جاتے ہیں۔ کعبہ کے احترام کی وجہ سے کوئی انھیں لوٹنے کی جرأت نہیں کرتا۔ تم بھی مانتے ہو کہ یہ سب کچھ اس گھر کے رب کی وجہ سے ہے، ان بتوں کی وجہ سے نہیں جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ تمھارا حق تو یہ تھا کہ تم اس شہر کے رب کی عبادت کرتے جس نے تمھیں بھوک میں کھانا کھلایا اور خوف میں امن عطا کیا، فرمایا: ﴿ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۝ الَّذِيْۤ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ۬ وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ﴾ [القریش: ٣، ٤] ''تو ان پر لازم ہے کہ اس گھر کے رب کی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

عبادت کریں۔ وہ جس نے انھیں بھوک سے (بچا کر) کھانا کھلایا اور خوف سے (بچا کر) امن دیا۔" فرمایا: ان سے کہہ دو تم ان نعمتوں کی ناشکری کرتے ہوئے غیر اللہ کی عبادت کرتے ہو تو تمھاری مرضی، مجھے تو یہی حکم ہے کہ میں اس گھر کے رب کی عبادت کروں جس نے اسے حرمت والا بنایا ہے۔ "وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ" اس لیے فرمایا کہ کوئی شخص یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت صرف اس لیے ہے کہ وہ شہر مکہ کا رب ہے، اس لیے ساتھ ہی فرمایا کہ ہر چیز کا مالک بھی وہی ہے، اس لیے مجھے اس کی عبادت کا حکم دیا گیا ہے۔" [تفسیر القرآن الکریم]

3 دوسری آیت "اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا" کا شروع کا جملہ یہ ہے: ﴿ وَقَالُوْۤا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ﴾ "اور انھوں نے کہا اگر ہم تیرے ہمراہ اس ہدایت کی پیروی کریں تو ہم اپنی زمین سے اچک لیے جائیں گے۔" تفسیر القرآن الکریم میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: "یعنی بعض مشرکین نے کہا: ہم جانتے ہیں کہ آپ حق پر ہیں، لیکن ہم ڈرتے ہیں کہ اگر ہم نے آپ کے ہمراہ ہدایت کی پیروی اختیار کر لی اور سارے عرب کی مخالفت مول لے لی تو وہ ہمیں ہماری سرزمین سے اچک لیں گے اور ایسی خاموشی سے یک لخت اٹھا لے جائیں گے کہ کسی کو خبر بھی نہ ہو گی۔" "اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا ......" یہ ان کے عذر کا جواب ہے کہ جب پورے عرب میں ہر طرف بدامنی کا دور دورہ ہے، کسی کی جان محفوظ ہے نہ مال، دن دہاڑے لوگوں کو اٹھا کر لونڈی و غلام بنا لیا جاتا ہے، قبائل غربت و فقر کی وجہ سے ایک دوسرے سے دست و گریباں ہیں، تو کیا اس وقت ہم نے انھیں اس حرم میں جگہ نہیں دی جس کے امن و امان کی یہ حالت ہے کہ اس کے جانوروں تک کو کوئی نہیں ستاتا اور جسے وادی غیر ذی زرع ہونے کے باوجود اس قدر مرکزی حیثیت حاصل ہے کہ دنیا بھر کے پھل اور اموالِ تجارت اس کی طرف کھچے چلے آ رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اسے یہ حیثیت ہم نے بخشی ہے، تو جب ہم نے کفر و شرک کے باوجود انھیں اس قدر امن و امان دیا اور اپنی نعمتوں سے نوازا تو کیا جب وہ ہمارا دین اختیار کریں گے تو ہم انھیں پناہ نہیں دیں گے؟ اور لوگوں کی دست درازی سے ان کی حفاظت نہیں کریں گے؟ نہیں، ایسا ہرگز نہیں ہوگا، لیکن اکثر لوگ نادان ہیں، جانتے نہیں۔" [تفسیر القرآن الکریم]

٤٤- بَابُ تَوْرِيثِ دُورِ مَكَّةَ وَبَيْعِهَا وَشِرَائِهَا، وَأَنَّ النَّاسَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ سَوَاءٌ خَاصَّةً

44- باب: مکہ کے گھروں میں وراثت جاری ہونا اور ان کا بیچنا اور خریدنا اور یہ کہ سب لوگ خاص مسجد حرام میں برابر ہیں

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِيْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ا۟لْعَاكِفُ فِيْهِ وَ الْبَادِ ؕ وَ مَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۭ

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور وہ اللہ کے راستے سے اور اس حرمت والی مسجد سے روکتے ہیں جسے ہم نے سب لوگوں کے لیے اس طرح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴾ [الحج : ٢٥]

بنایا ہے کہ اس میں رہنے والے اور باہر سے آنے والے اور جو بھی اس میں کسی قسم کے ظلم کے ساتھ کسی کج روی کا ارادہ کرے ہم اسے درد ناک عذاب سے مزہ چکھائیں گے۔“

اَلْبَادِ : الطَّارِي . ﴿ مَعْكُوفًا ﴾ [الفتح : ٢٥] : مَحْبُوسًا .

” اَلْبَادِيْ “: باہر سے آنے والا۔ ”مَعْكُوْفًا“: روکا ہوا۔

فوائد 1 تفسیر القرآن الکریم میں ہے: ”اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ...... “ کے متعلق ابن عاشور رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ ” وَهُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ “ (حج : ۲۴) کے مقابلے میں ہے کہ اہل ایمان کو اللہ (اَلْحَمِيْد) کے راستے کی ہدایت عطا ہوئی، جب کہ کفار کا یہ حال ہے کہ وہ خود بھی راہِ ہدایت اختیار کرنے کا انکار کر چکے ہیں اور لوگوں کو بھی اللہ کے راستے (اسلام) اور مسجد حرام سے مسلسل روک رہے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ مومنوں کے لیے جنت اور کافروں کے لیے عذاب الیم ہے۔ ”كَفَرُوْا“ ماضی ہے اور ”يَصُدُّوْنَ“ مضارع، یعنی وہ کافر تو گزشتہ زمانے سے ہو چکے، البتہ ان کا لوگوں کو اسلام سے اور مسجد حرام سے روکنے کا عمل مسلسل جاری ہے۔ ماضی پر مضارع کے عطف کی ایک اور مثال اس آیت میں ہے: ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَىِٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ ﴾ [الرعد : ٢٨] ”وہ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے اطمینان پاتے ہیں۔ سن لو! اللہ کی یاد ہی سے دل اطمینان پاتے ہیں۔“ کفار مسلمانوں کو ہجرت سے پہلے بھی مسجد حرام میں آنے، نماز پڑھنے اور طواف کرنے سے روکتے تھے (علق: ۹، ۱۰) اور ہجرت کے بعد بھی جب وہ سنہ ۶ ہجری میں عمرہ کرنے کے لیے آئے تو کفار نے انھیں عمرہ کرنے سے منع کر دیا۔ دیکھیے سورۂ فتح (۲۵، ۲۶) اور سورۂ بقرہ (۲۱۷)۔ نتیجہ یہ کہ اللہ کے راستے سے روکنے کی وجہ سے کفار عذاب الیم کے حق دار ٹھہرے جب کہ مسلمان اللہ کے راستے (صِرَاطِ الْحَمِيْدِ) پر چلنے کی وجہ سے جنت میں داخل ہوں گے۔

”وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِيْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ ...... “ کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ اللہ کے راستے سے روکنے میں مسجد حرام سے روکنا بھی شامل تھا مگر اسے علیحدہ ذکر فرمایا، مقصود مسجد حرام کی عظمت کو نمایاں کرنا ہے اور اس مناسبت سے اس کی تعمیر، حج کی ابتدا، طواف اور دوسرے چند احکام، پھر قربانی، اس کی حکمت اور اہمیت کی طرف منتقل ہونا ہے۔ ”اَلْعَاكِفُ“ کا لفظی معنی ”اپنے آپ کو روک کر رکھنے والا“ ہے اور مراد مکہ کا باشندہ ہے، کیونکہ اس کے مقابلے میں ”اَلْبَادِ“ آ رہا ہے، یعنی ”بَادِيَة“ (باہر) سے آنے والا۔ کفار کے ظلم کا بیان ہے کہ وہ اس مسجد سے لوگوں کو روکتے ہیں جس میں عبادت، طواف، عمرہ اور حج کے لیے آنا سب لوگوں کا برابر حق ہے، خواہ مکہ کے رہائشی ہوں یا باہر سے آنے والے۔ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ ! لَا تَمْنَعُوْا أَحَدًا طَافَ بِهٰذَا الْبَيْتِ، وَصَلَّى أَيَّةَ سَاعَةٍ شَاءَ مِنْ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ » [ترمذي، الحج، باب ما جاء في الصلاة بعد العصر : ٨٦٨] ”اے بنی عبد مناف! کسی شخص کو مت

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

روکو جو رات یا دن کی کسی گھڑی میں اس گھر کا طواف کرنا چاہے یا (اس میں) نماز پڑھنا چاہے۔'' اس سے معلوم ہوا کہ مسجد حرام میں ممنوعہ اوقات میں بھی نماز اور طواف جائز ہے۔

2 مفسر عبدالرحمٰن کیلانی نے تیسیر القرآن میں سورۂ حج کی آیت (۲۵) کی تفسیر میں لکھا ہے: یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سے حقوق ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ مکہ اور باہر سے آنے والے لوگوں کو برابر کے حصے دار قرار دیا ہے اور آیا ان حقوق کا اور ان کی برابری کا تعلق صرف بیت الحرام یا کعبہ سے ہے یا پورے حرم مکہ سے؟ جہاں تک صرف بیت اللہ کا تعلق ہے اور اس میں نماز، طواف اور ارکانِ حج بجالانے کا تعلق ہے تو اس میں اہلِ مکہ اور بیرونی حضرات کے اس حقِ عبادت میں کسی کو بھی اختلاف نہیں۔ اہلِ مکہ کو قطعاً یہ حق نہیں دیا گیا کہ وہ بیرونی حضرات کو حرم میں داخل ہونے، نمازیں ادا کرنے، طواف کرنے یا ارکانِ حج وعمرہ بجالانے سے روکیں، کیونکہ اس حق میں اہلِ مکہ اور بیرونی حضرات سب برابر کے حصے دار ہیں۔ اختلاف اس بات میں ہے کہ آیا اس حق کا تعلق پورے حرم مکہ سے بھی ہے یا نہیں؟ یعنی کیا پورے حرم مکہ کے دروازے باہر سے آنے والے حضرات کے لیے کھلے رہنے چاہییں کہ وہ جب چاہیں حرم مکہ کے اندر موجود جس جگہ چاہیں آ کر ڈیرے ڈال دیں اور رہیں سہیں اور ان سے کوئی کرایہ وغیرہ بھی وصول نہ کیا جائے؟ اس اختلاف کی دو وجہیں ہیں، ایک یہ کہ ارکانِ حج میں سے بیشتر کا تعلق صرف بیت اللہ سے نہیں بلکہ حرم مکہ سے ہے۔ صفا، مروہ، منیٰ، مزدلفہ، مشعر حرام سب بیت اللہ کی حدود سے باہر ہیں، جب کہ حرم مکہ میں داخل ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود بعض مقامات پر مسجد حرام کا ذکر کر کے اس سے حرم مکہ مراد لیا ہے، مثلاً ارشادِ باری ہے: ﴿ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ ﴾ [البقرۃ : ۱۹۶] ''یہ (رعایت) اس شخص کے لیے ہے جس کے گھر والے مسجد حرام کے رہنے والے نہ ہوں۔'' اور یہ تو ظاہر ہے کہ کوئی شخص مسجد حرام کے اندر رہائش پذیر نہیں ہوتا، یہاں لازماً مسجد حرام سے مراد حرم مکہ ہی ہو سکتا ہے۔ اسی طرح ایک مقام پر فرمایا: ﴿ وَ صَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ كُفْرٌۢ بِهٖ وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَ اِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ [البقرۃ : ۲۱۷] ''اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اس سے کفر کرنا اور مسجد حرام سے روکنا اور اس کے رہنے والوں کو اس سے نکالنا اللہ کے نزدیک (ماہ حرام میں جنگ کرنے سے) زیادہ بڑا ہے۔''

پھر اس سے اگلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا حرم میں زمین اور مکان کی خرید و فروخت اور اس سے آگے ان کی ملکیت و وراثت بھی جائز ہے یا نہیں؟ تو یہ بات تو صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ اسلام سے پہلے مکہ کے مکانات اور زمینوں پر لوگوں کے ملکیت و وراثت اور بیچنے اور کرایہ پر دینے کے حقوق قائم تھے جو اسلام کے بعد بھی قائم رہے، اسلام نے انھیں منسوخ نہیں کیا۔ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے بعد عقیل نے آپ ﷺ کے مکان پر قبضہ کر لیا، پھر اسے بیچ بھی دیا، چنانچہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ کہاں قیام فرمائیں گے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((وَهَلْ تَرَكَ عَقِيْلٌ مِنْ رِبَاعٍ أَوْ دُوْرٍ ؟)) [بخاري، الحج، باب توريث دور مكة وبيعها و شرائها : ۱۵۸۸] ''کیا عقیل نے ہمارا کوئی مکان یا گھر چھوڑا بھی ہے (جس میں ہم رہیں)؟'' نیز عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں نافع بن عبدالحارث نے مکہ میں صفوان بن امیہ سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک گھر جیل خانہ بنانے کے لیے اس شرط پر خریدا کہ اگر عمر رضی اللہ عنہ اس خریداری کو منظور کریں گے تو بیع پوری ہوگی، بصورت دیگر صفوان کو چار سو دینار مل جائیں گے۔[بخاري، في الخصومات، باب الربط و الحبس في الحرم، قبل ح: ٢٤٢٣] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حرم میں مکانوں کی خرید و فروخت جائز ہے (وہ چار سو دینار عمر رضی اللہ عنہ کا حکم آنے تک کے عرصے کا کرایہ شمار ہوں گے یا اتنی دیر تک فروخت سے روک رکھنے کا زرتلافی)۔ بعض حضرات نے بخاری کی صحیح روایات کے مقابلے میں ضعیف روایات کے ساتھ مکہ کے مکانات کی خرید و فروخت اور انھیں کرایہ پر دینے کو حرام ٹھہرایا ہے، ان روایات میں سے ایک بھی صحیح سند کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں، کوئی منقطع ہے، کوئی مرسل اور کسی میں کوئی راوی ضعیف ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی کے قول سے دین کا مسئلہ ثابت نہیں ہوتا۔ زیادہ سے زیادہ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ مکہ کے مکانوں کا کرایہ نہ لینا مستحب ہے، تاہم اس کے جواز سے انکار مشکل ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ کا اپنا موقف یہ ہے کہ حرم مکہ میں مکانوں کی خرید و فروخت اور وراثت وغیرہ جائز ہے، جیسا کہ عنوان " بَابُ تَوْرِيثِ دُوْرِ مَكَّةَ وَبَيْعِهَا وَشِرَائِهَا " (اس بات کا بیان کہ مکہ میں موجود مکانات میراث ہو سکتے ہیں اور ان کی خرید و فروخت جائز ہے) سے معلوم ہو رہا ہے۔

١٥٨٨ـ حَدَّثَنَا أَصْبَغُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَيْنَ تَنْزِلُ؟ فِي دَارِكَ بِمَكَّةَ؟ فَقَالَ: «وَهَلْ تَرَكَ عَقِيلٌ مِنْ رِبَاعٍ أَوْ دُورٍ؟» وَكَانَ عَقِيلٌ وَرِثَ أَبَا طَالِبٍ هُوَ وَطَالِبٌ، وَلَمْ يَرِثْهُ جَعْفَرٌ وَلَا عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا شَيْئًا، لِأَنَّهُمَا كَانَا مُسْلِمَيْنِ، وَكَانَ عَقِيلٌ وَطَالِبٌ كَافِرَيْنِ، فَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: لَا يَرِثُ الْمُؤْمِنُ الْكَافِرَ.

1588۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کہاں ٹھہریں گے؟ کیا مکہ میں اپنے گھر میں؟ آپ نے فرمایا: ''تو کیا عقیل نے کوئی مکان یا گھر چھوڑا بھی ہے۔'' اور عقیل خود اور طالب، ابو طالب کے وارث بنے تھے اور جعفر اور علی رضی اللہ عنہما ان کی کسی چیز کے وارث نہیں بنے تھے، کیونکہ وہ دونوں مسلمان تھے اور عقیل اور طالب کافر تھے۔ اس لیے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ مومن کافر کا وارث نہیں ہوتا۔

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَكَانُوا يَتَأَوَّلُونَ قَوْلَ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ﴾ الْآيَةَ. [الأنفال: ٧٢] [انظر: ٣٠٥٨، ٤٢٨٢، ٦٧٦٤ـ أخرجه مسلم: ١٣٥١]

ابن شہاب (زہری) نے کہا: اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطلب پر عمل کرتے تھے: ''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کیا اور وہ لوگ جنھوں نے جگہ دی اور مدد کی یہ لوگ، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فوائد: 1 بَابُ تَوْرِيثِ دُوْرِ مَكَّةَ ...... : حافظ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس عنوان کے ساتھ امام بخاری نے علقمہ بن نضلہ کی حدیث کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے، انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما اس حال میں فوت ہوئے کہ مکہ کے مکانات کو " سَوَائِب " (آزاد) کہا جاتا تھا، جس کو ضرورت ہوتی وہ ان میں رہتا۔ اسے ابن ماجہ (۳۱۰۷) نے روایت کیا ہے اور اس میں انقطاع اور ارسال ہے، اس کے ظاہری مفہوم کے مطابق ابن عمر، مجاہد اور عطا کا قول ہے کہ مکہ کے مکانات کا بیچنا اور کرائے پر دینا حلال نہیں، بعض اور لوگوں کا بھی یہی قول ہے مگر جمہور اسے جائز کہتے ہیں۔[فتح الباري مختصرًا]

2 اہلِ علم نے مکہ کے مکانات کی ملکیت، توریث، بیع اور کرایہ پر دینے کے متعدد دلائل ذکر کیے ہیں، جیسا کہ امام بخاری نے حدیثِ اسامہ رضی اللہ عنہ کو اس کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے، اس کے علاوہ شافعی نے ایک دلیل یہ پیش کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر فرمایا: « مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ » [مسلم : ۱۷۸۰] "جو ابوسفیان کے گھر چلا جائے اسے امن ہے۔" ابن خزیمہ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے دلیل لی ہے: ﴿ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ ﴾ [الحشر : ۸] "(اموالِ فے) ان فقراء مہاجرین کے لیے ہیں جنھیں ان کے گھروں سے اور ان کے اموال سے نکال دیا گیا۔" یہاں اللہ تعالیٰ نے ان کے اموال کی طرح ان کے گھروں کو بھی ان کی طرف منسوب کیا، اگر وہ گھر ان کی ملکیت نہ ہوتے تو ایسے گھروں سے نکالے جانے پر وہ مظلوم نہ ہوتے جو ان کی ملکیت ہی نہ تھے۔ اس کے علاوہ عمر رضی اللہ عنہ کا مکہ میں قید خانے کے لیے مکان خریدنا بھی اس کی دلیل ہے۔[فتح الباري مختصرًا]

3 قرآن مجید میں بعض جگہ مسجد حرام سے مراد پورا حرم ہے، جیسا کہ فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ﴾ [البقرة : ۱۹۶] اور بعض جگہ خاص طور پر صرف مسجد حرام ہے، آیت کریمہ: ﴿ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ نِ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَ الْبَادِ ﴾ میں سب لوگوں کے مسجد حرام میں برابر ہونے سے مراد خاص طور پر صرف مسجد حرام ہے۔ اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ پورا حرم ہی مسجد حرام ہے اور مکہ میں رہنے والے اور باہر سے آنے والے سب حرم کی ہر جگہ کے برابر حق دار ہیں۔ ابن خزیمہ نے کہا: اگر اللہ تعالیٰ کے فرمان "سَوَآءَ نِ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَ الْبَادِ" سے مراد سارا حرم ہوتا اور مسجد حرام سارے حرم کا نام ہوتا تو پورے حرم میں نہ کوئی کنواں کھودنا جائز ہوتا، نہ قبر بنانا، نہ پیشاب پاخانہ کرنا، نہ کوئی گندگی یا مردار پھینکنا، جب کہ کسی عالم نے اس سے منع نہیں کیا۔ اگر ایسا ہی ہوتا تو کسی حائضہ یا جنبی کا حرم میں نہ داخلہ جائز ہوتا، نہ ہی اس میں جماع کرنا اور اگر مسجد حرام کا یہی مطلب ہوتا تو مکہ کے ہر مکان میں اعتکاف جائز ہوتا، جب کہ اس کا کوئی قائل نہیں۔ حافظ رحمہ اللہ نے کہا: میں کہتا ہوں یہ قول کہ مسجد حرام سے مراد سارا حرم ہے ابن عباس، عطا اور مجاہد سے آیا ہے، ابن ابی حاتم وغیرہ نے اسے ان سے روایت کیا ہے اور اس مسئلہ میں ان تک پہنچنے والی تمام سندیں کمزور ہیں۔[فتح الباري مختصرًا]

4 فاکہی نے صحیح بخاری کی یہ حدیث محمد بن ابی حفصہ کے طریق سے روایت کی ہے اور اس کے آخر میں کہا ہے: اور کہا جاتا ہے کہ وہ گھر جس کی طرف آپ ﷺ نے اشارہ کیا ہاشم بن عبد مناف کا تھا، پھر ان کے بیٹے عبدالمطلب کا ہو گیا، جب وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عمر رسیدہ ہوئے تو انھوں نے اسے اپنی اولاد میں تقسیم کر دیا، اس لحاظ سے وہ نبی ﷺ کے والد عبداللہ کا حق ہونے کی وجہ سے آپ کا ہو گیا، چنانچہ آپ اسی مکان میں پیدا ہوئے۔ (فتح الباری)

5 وَكَانَ عَقِيلٌ وَرِثَ ......: خلاصہ اس کا یہ ہے کہ جب نبی ﷺ نے ہجرت کی تو عقیل نے اس گھر کے سارے مکانات پر قبضہ کر لیا، کیونکہ مسلمان نہ ہونے کی وجہ سے وہ اور طالب اپنے باپ کے وارث بنے تھے۔ ایک سبب ان کے مالک بننے کا یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ہجرت کی وجہ سے اپنا حق چھوڑ چکے تھے۔ طالب بدر میں لاپتا ہو گیا تو عقیل نے سارا گھر فروخت کر دیا۔ فاکہی نے بیان کیا کہ وہ گھر عقیل کی اولاد کے پاس رہا یہاں تک کہ انھوں نے اسے حجاج کے بھائی محمد بن یوسف کے ہاتھ ایک لاکھ دینار میں فروخت کر دیا۔ اس ساری بحث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ کے مکانات کے متعلق جاہلیت کے تصرفات کو بھی قائم رکھا۔ (فتح الباری)

٤٥۔ بَابُ نُزُولِ النَّبِيِّ ﷺ مَكَّةَ

45۔ باب: نبی ﷺ کا مکہ میں اترنا

١٥٨٩ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَ أَرَادَ قُدُومَ مَكَّةَ: «مَنْزِلُنَا غَدًا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ، حَيْثُ تَقَاسَمُوا عَلَى الْكُفْرِ» [انظر: ١٥٩٠، ٣٨٨٢، ٤٢٨٤، ٤٢٨٥، ٧٤٧٩۔ أخرجه مسلم: ١٣١٤]

1589۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب مکہ میں آنے کا ارادہ کیا تو فرمایا: ”کل ان شاء اللہ ہمارے اترنے کی جگہ خیف بنی کنانہ ہوگی جہاں انھوں (یعنی قریش) نے آپس میں کفر پر اڑے رہنے کی قسم کھائی تھی۔“

١٥٩٠ ۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، قَالَ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الْغَدِ يَوْمَ النَّحْرِ وَهُوَ بِمِنًى: «نَحْنُ نَازِلُونَ غَدًا بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمُوا عَلَى الْكُفْرِ» يَعْنِي ذَلِكَ الْمُحَصَّبَ، وَذَلِكَ أَنَّ قُرَيْشًا وَ كِنَانَةَ تَحَالَفَتْ عَلَى بَنِي هَاشِمٍ وَ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، أَوْ بَنِي الْمُطَّلِبِ: أَنْ لَا يُنَاكِحُوهُمْ وَلَا يُبَايِعُوهُمْ، حَتَّى يُسْلِمُوا إِلَيْهِمُ النَّبِيَّ ﷺ.

1590۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے یوم نحر سے اگلے دن جب آپ منیٰ میں تھے فرمایا: ”ہم کل خیف بنی کنانہ میں اترنے والے ہیں، جہاں انھوں نے آپس میں کفر پر اڑے رہنے کی قسم کھائی تھی۔“ اس سے آپ کی مراد محصب تھی اور یہ اس لیے کہ قریش اور کنانہ نے بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب یا بنو المطلب کے خلاف مل کر قسم کھائی تھی کہ جب تک وہ نبی ﷺ کو ان کے حوالے نہ کر دیں نہ ان سے شادی بیاہ کریں گے اور نہ کوئی خرید و فروخت کریں گے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

وَقَالَ سَلَامَةُ، عَنْ عُقَيْلٍ وَ يَحْيَى بْنُ الضَّحَّاكِ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ : أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ وَقَالَا : بَنِي هَاشِمٍ وَبَنِي الْمُطَّلِبِ . قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ : بَنِي الْمُطَّلِبِ أَشْبَهُ . [راجع : ١٥٨٩ـ أخرجه مسلم : ١٣١٤]

اور سلامہ نے عقیل اور یحییٰ بن ضحاک سے، انھوں نے اوزاعی سے بیان کیا کہ مجھے ابن شہاب نے خبر دی اور ان دونوں نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کہا۔ ابو عبداللہ (بخاری) نے کہا: بنوالمطلب زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔

فوائد 1 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سارے بنو کنانہ قریش ہی نہیں تھے بلکہ قریش کے علاوہ بھی کچھ بنو کنانہ تھے۔ اگرچہ قریش بھی نضر بن کنانہ کی اولاد تھے اور کنانہ کی نضر کے علاوہ بھی اولاد تھی جو بنو کنانہ کے نام سے مشہور تھی۔ (فتح الباری)

2 خیف بنی کنانہ، مُحَصَّب، بطحاء اور ابطح ایک ہی جگہ کے نام ہیں، جیسا کہ اس حدیث (۱۵۹۰) میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع میں منیٰ سے فارغ ہو کر یہاں ٹھہرے تھے، مقصد مشرکین کی ذلت اور اسلام کی شوکت کا اظہار تھا اور ایک وجہ یہ تھی: " كَانَ أَسْمَحَ لِخُرُوْجِهِ " کہ یہاں سے مدینہ کو روانگی میں آسانی تھی۔ بعض لوگ حج سے فارغ ہو کر یہاں ٹھہرنے کو سنت قرار دیتے ہیں مگر یہ درست نہیں، بلکہ یہ آپ کی سفر کی منزلوں میں سے ایک منزل تھی، جیسا کہ ام المومنین عائشہ ؓ نے فرمایا: « نُزُوْلُ الْأَبْطَحِ لَيْسَ بِسُنَّةٍ، إِنَّمَا نَزَلَهُ رَسُوْلُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لِأَنَّهُ كَانَ أَسْمَحَ لِخُرُوْجِهِ إِذَا خَرَجَ »[مسلم : ١٣١١ـ بخاري : ١٧٦٥] "ابطح میں ٹھہرنا کوئی سنت نہیں، رسول اللہ ﷺ وہاں اترے تھے کیونکہ (مکہ سے) روانہ ہوتے وقت وہاں سے نکلنا آسان تھا۔" عبد مناف کے چار بیٹے تھے: ہاشم، مطلب، نوفل اور عبد شمس، رسول اللہ ﷺ بنو ہاشم سے تھے جو ابو طالب کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے دفاع اور آپ کی حفاظت کے مسئلہ میں متحد تھے اور کسی صورت آپ کو آپ کے دشمنوں کے حوالے کرنے پر تیار نہ تھے۔ اس لیے قریش کا اصل بائیکاٹ بنو ہاشم کے خلاف تھا، مگر جب ابو طالب ان کو لے کر شعب ابی طالب میں چلے گئے تو بنو مطلب نے بھی بنو ہاشم کا ساتھ دیا اور قریش اور کنانہ نے بنو ہاشم اور بنو مطلب دونوں کے خلاف باہمی معاہدہ کیا۔ اس لیے امام بخاری نے کہا کہ بنو عبدالمطلب کی بجائے بنو مطلب زیادہ درست ہے۔ اس قصہ کی مزید شرح سیرت کے ابواب میں آئے گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

٤٦ـ بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى : ﴿ وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَ بَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۝ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَ مَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ

46۔ باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان: اور جب ابراہیم نے کہا اے میرے رب! اس شہر کو امن والا بنا دے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بچا کہ ہم بتوں کی عبادت کریں۔ اے میرے رب! بے شک انھوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا، پھر جو میرے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ ﴾ [إبراهيم : ٣٥ – ٣٧] الْآيَةَ .

پیچھے چلا تو یقیناً وہ مجھ سے ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو یقیناً تو بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ اے ہمارے رب! بے شک میں نے اپنی کچھ اولاد کو اس وادی میں آباد کیا ہے، جو کسی کھیتی والی نہیں، تیرے حرمت والے گھر کے پاس، اے ہمارے رب! تاکہ وہ نماز قائم کریں۔ سو کچھ لوگوں کے دل ایسے کر دے کہ ان کی طرف مائل رہیں (اور انھیں پھلوں سے رزق عطا فرما، تاکہ وہ شکر کریں)

تنبیہ: امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں کوئی حدیث ذکر نہیں کی، معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طویل حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں انھوں نے ابراہیم علیہ السلام کے ہاجر علیہا السلام اور ان کے بیٹے کو مکہ میں لا کر بسانے کا ذکر کیا ہے، کیونکہ اس میں ابراہیم علیہ السلام کے ماں بیٹے کو چھوڑ کر جانے کے وقت یہ دعا کرنے کا ذکر ہے، وہ پوری حدیث "کتاب الانبیاء (٣٣٦٤)" میں آ رہی ہے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ) ان آیات کی تفسیر "تفسیر القرآن الکریم" سے نقل کی جاتی ہے:
"عام احسانات کا ذکر کرنے کے بعد اب خاص اس احسان کا ذکر کیا جا رہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے مکہ والوں پر کیا تھا اور وہ تھا ان کے باپ ابراہیم علیہ السلام کا ان کے جدِ اعلیٰ اسماعیل علیہ السلام کو یہاں لا کر آباد کرنا۔ اس سلسلے میں یہ بھی بتایا جا رہا ہے کہ تمھارے باپ ابراہیم علیہ السلام نے کن تمناؤں کے ساتھ تمھیں یہاں لا کر بسایا تھا اور کس طرح اس شہر کے پر امن بنانے کی اور اپنے اور اپنے بیٹوں کے لیے بت پرستی سے محفوظ رہنے کی دعا کی تھی، مگر آج تم ان احسانات کو بھول گئے اور بت پرستی کو اپنا دین قرار دے دیا۔ اس آیت میں "اٰمِنًا" "ذَا أَمْنٍ" (امن والا) کے معنی میں ہے، جیسے "لَابِنٌ" (دودھ والا) اور "تَامِرٌ" (کھجور والا) ہے۔ سورۂ بقرہ (١٢٦) میں "هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا" اور یہاں "هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا" میں فرق یہ ہے کہ سورۂ بقرہ میں "هٰذَا" پہلا مفعول اور "بَلَدًا اٰمِنًا" دوسرا مفعول ہے، جب کہ یہاں "هٰذَا الْبَلَدَ" پہلا مفعول اور "اٰمِنًا" دوسرا مفعول ہے۔ دونوں جگہ ترجمے کا فرق ملاحظہ فرمائیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ سورۂ بقرہ (١٢٦) میں موجود پہلی دعا "رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا" اس وقت کی ہے جب شہر نہیں بنا تھا، تو دعا کی کہ اس جگہ کو امن والا شہر بنا دے اور دوسری دعا اس وقت کی جب شہر بن چکا تھا، اسماعیل علیہ السلام بڑے ہو چکے تھے کہ پروردگارا! اس شہر کو امن والا بنا دے۔ امن ایک بہت بڑی نعمت ہے اور خوف بہت بڑی آزمائش ہے۔ رازی فرماتے ہیں، ایک عالم سے پوچھا گیا کہ اگر آپ کو بیماری اور خوف میں سے ایک کے انتخاب پر مجبور کیا جائے تو آپ کیا اختیار کریں گے؟ انھوں نے فرمایا: میں بیماری کو اختیار کروں گا کہ اس میں آدمی کھا پی اور سو تو سکتا ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خوف میں اس سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔ آپ ایک بکری کا تصور کریں جس کی ٹانگ ٹوٹ جائے، وہ کھاتی پیتی رہے گی، سو بھی جائے گی، مگر ایک تندرست بکری جس کے سامنے بھیڑیا ہو، وہ نہ کھا سکے گی، نہ پی سکے گی اور نہ آرام کر سکے گی، حتیٰ کہ نوبت موت تک بھی پہنچ سکتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے سورۂ قریش میں بھوک سے کھلانے اور خوف سے امن دینے کی نعمت کا ذکر فرما کر قریش کو خاص اپنی عبادت کا حکم دیا ہے۔

"وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ" "جَنَبَ يَجْنُبُ" یہ "نصر" سے اور افعال اور تفعیل سے ایک ہی معنی میں آتا ہے۔ "صنم" اس پتھر یا لکڑی یا کسی دھات کے بنائے ہوئے بت، تصویر یا مجسمے کو کہتے ہیں جو کسی انسان یا فرشتے یا دیوتا کی حقیقی یا خیالی صورت پر پوجا کے لیے بنایا گیا ہو، جب کہ "وثن" ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو غیر اللہ کی عبادت کے لیے مختص ہو، خواہ قبر ہو یا درخت یا دریا یا بت یا کوئی جانور یا انسان وغیرہ۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم اور اپنے والد کی صنم پرستی اور اس پر اصرار اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا، اس لیے وہ اپنے یا اپنی اولاد کے اس میں مبتلا ہونے سے سخت خوف زدہ تھے، سو انھوں نے یہ دعا کی۔ "بَنِيَّ" میں ساری اولاد شامل ہے، جیسے بنی آدم یا بنی اسرائیل۔ بیٹوں کی حد تک تو دعا قبول ہوئی، مگر ساری اولاد کے حق میں بعینہٖ قبول نہیں ہوئی، جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ﴾ [الصافات : ۱۱۳] "اور ان دونوں (ابراہیم اور اسحاق) کی اولاد میں سے کوئی نیکی کرنے والا ہے اور کوئی اپنی جان پر صریح ظلم کرنے والا ہے۔" یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مرضی کا مالک ہے، وہ اپنی حکمت کے مطابق دعا کرنے والے کی دعا کا جتنا حصہ چاہتا ہے اس کی خواہش کے مطابق پورا کر دیتا ہے اور جو حصہ چاہتا ہے کسی اور صورت میں عطا کر دیتا ہے۔ دعا کسی صورت بھی ضائع نہیں جاتی، البتہ مرضی اسی کی چلتی ہے، کسی دوسرے حتیٰ کہ انبیاء کی بھی نہیں۔ ہمیں بھی ہر وقت اس بات کی فکر رہنی چاہیے کہ ہم یا ہماری اولاد کسی طرح شرک میں مبتلا نہ ہو جائیں، ہمیں اپنی اولاد کے لیے دعا بھی کرنی چاہیے اور اسے توحید کی تعلیم بھی دینی چاہیے۔"

باب کی دوسری آیت سے متعلق "تفسیر القرآن الکریم" میں ہے: "صنم پرستی عام ہونے اور لوگوں کے بہت جلد اس میں مبتلا ہونے کی بڑی وجہیں دو ہیں، ایک تو یہ کہ اَن دیکھے معبود (اللہ تعالیٰ) پر یقین رکھنے کے بجائے انسان چاہتا ہے کہ وہ ایسی چیز کی عبادت کرے جو اسے نظر آئے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ ظاہر کوئی چیز نہیں، کیونکہ کائنات کی ہر چیز اپنے بنانے والے کے وجود اور توحید کی شہادت دے رہی ہے اور لطف یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا یہ دعویٰ نہیں کہ یہ زمین و آسمان اور ساری کائنات میں نے بنائی ہے، اگر کوئی یہ دعویٰ کر لے تو ہر شخص اسے جھوٹا کہے گا، بلکہ خود اس کا دل اسے جھٹلائے گا کہ آسمان و زمین تو تجھ سے اور تیرے باپ دادا سے لاکھوں برس پہلے کے بنے ہوئے ہیں۔ وہ اگرچہ ظاہر ہے مگر اس کی ذات سے زیادہ کوئی چیز آنکھوں سے غائب بھی نہیں، کیونکہ کسی میں اسے دیکھنے کی تاب ہی نہیں۔ [هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ] اس لیے وہ پہلا تقاضا ہی ایمان بالغیب کا کرتا ہے، کوئی اس کے دیدار کا شوق رکھے یا درخواست کرے، جیسے موسیٰ علیہ السلام نے کی تو وہ ناراض نہیں ہوتا بلکہ جنت میں اپنے دیدار کا وعدہ کرتا ہے، مگر کوئی ایمان لانے کے لیے دیکھنے کی شرط لگائے، جیسے بنی اسرائیل نے کہا: ﴿ لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً ﴾ [البقرة : ۵۵] "(اے موسیٰ!) ہم تیرے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیے ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک اللہ کو صاف سامنے نہ دیکھ لیں" تو پھر اس کی آتش غضب بھڑک اٹھتی ہے، پھر کبھی تو وہ بجلی گرا کر بھسم کر دیتا ہے اور اکثر کو اس نے مہلت دے رکھی ہے، قیامت کو انھیں ان کے مطالبے کا جواب دے گا۔ غرض یہی انسان کی بے وقوفی ہے کہ جب وہ اپنی کمزوری کی بنا پر اللہ تعالیٰ کو آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتا تو ایمان بالغیب کے بجائے نظر آنے والا رب گھڑ کر اس کی پوجا شروع کر دیتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی دوسرا سبب محبت میں غلو بھی شامل ہو جاتا ہے، یعنی جس ہستی سے بھی اس کو حد سے زیادہ محبت ہوتی ہے، اسے نیک سمجھتا ہے یا اس کی ہیبت سے ڈرتا ہے، اس کا بت بنا کر اسے پوجنا شروع کر دیتا ہے۔ قوم نوح میں صنم پرستی کی ابتدا اسی طرح ہوئی۔ تفصیل کے لیے دیکھیے سورۂ نوح۔ بے شمار قوموں کے صنم پرستی میں مبتلا ہونے کی وجہ سے ابراہیم علیہ السلام کہہ رہے ہیں کہ اے پروردگار! ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا، مراد یہ ہے کہ یہ ان کی گمراہی کا باعث بن گئے، جیسے کہتے ہیں کہ سڑک لاہور لے جاتی ہے، وہ تو صرف ذریعہ ہے، جانے والا جاتا تو خود ہے۔

" وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ " اس آیت کی بنا پر بعض لوگ کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی نافرمانی کرنے والوں کے لیے بھی بخشش کی دعا کی، حالانکہ ان الفاظ سے یہ بات نہیں نکلتی، بلکہ صرف یہ بات نکلتی ہے کہ ان کا معاملہ تیرے سپرد ہے، تو چاہے تو بخش دے، چاہے تو عذاب دے اور ساتھ ہی عرض کی: "پس بے شک تو غفور و رحیم ہے۔" بلاشبہ اس میں نہایت ادب، عجز اور سلیقے سے ایک قسم کی سفارش ہے، مگر اسے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا نہیں کہا جا سکتا۔ ہاں انھوں نے اپنے والد کے لیے وعدے کی وجہ سے بخشش کی دعا کی تھی، پھر اللہ کا دشمن ثابت ہو جانے پر اس سے براءت کا اظہار فرما دیا۔ (دیکھیے توبہ: ۱۱۴) قرآن میں ابراہیم اور عیسیٰ علیہما السلام سے منقول دعاؤں میں ہر نافرمان کا معاملہ، خواہ مشرک ہو یا عام گناہ گار اللہ کے سپرد کیا گیا ہے، ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی بعض صفات کے ذکر کے ساتھ ایک قسم کی سفارش کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ یہ ان دونوں پیغمبروں کی بے شمار تکلیفیں اٹھانے کے باوجود حد درجے کی نرم دلی ہے، عیسیٰ علیہ السلام کی دعا ہے: ﴿ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ [المائدۃ : ۱۱۸] سورۂ مائدہ میں اس آیت کا ترجمہ اور ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل ملاحظہ فرمائیں۔ اس کے برعکس نوح علیہ السلام کی دعا تھی: ﴿ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴾ [نوح : ۲۶] "اے میرے رب! زمین پر ان کافروں میں سے کوئی رہنے والا نہ چھوڑ۔" اور موسیٰ علیہ السلام کی دعا یہ تھی: ﴿ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤى اَمْوَالِهِمْ وَ اشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴾ [یونس : ۸۸] "اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو مٹا دے اور ان کے دلوں پر سخت گرہ لگا دے، پس وہ ایمان نہ لائیں، یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔" ان دونوں نبیوں کی یہ دعائیں بھی بلاسبب نہ تھیں۔ نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بتا دیا تھا کہ اب تمھاری قوم میں سے مزید کوئی ایمان نہیں لائے گا۔ (دیکھیے ہود: ۳۶) اور فرعونیوں نے بہت سے معجزے دیکھ کر بھی کہہ دیا تھا کہ موسیٰ! تم جو بھی معجزہ لے آؤ ہم کسی صورت تم پر ایمان لانے والے نہیں۔ (دیکھیے الاعراف: ۱۳۲) اب اگر وہ یہ دعا نہ کرتے تو کیا کرتے؟ ایسے موقع پر تو ابراہیم علیہ السلام بھی اپنے والد سے صاف لاتعلق ہو گئے تھے، فرمایا: ﴿ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ﴾ [التوبۃ : ۱۱۴] "پس جب اس کے لیے واضح ہو گیا کہ بے شک وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بے تعلق ہو گیا۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس باب کی تیسری آیت کی تفسیر "تفسیر القرآن الکریم" میں یوں ہے: "رَبَّنَآ اِنِّیۡۤ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ" میں "مِنْ" تبعیض کے لیے ہے، "کچھ اولاد" سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا کی تو اس وقت اسحاق علیہ السلام پیدا ہو چکے تھے، انھیں اور ان کی والدہ سارہ علیہا السلام کو ابراہیم علیہ السلام نے دوسری جگہ (شام میں) ٹھہرایا ہوا تھا۔ "بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ" وادی نیچی جگہ کو کہا جاتا ہے جہاں کبھی پانی بہتا ہو، خصوصاً پہاڑوں کے درمیان گہری جگہ کو "وادی" کہتے ہیں۔ "غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ" مکہ اور اس کے گردونواح بلکہ ارضِ عرب میں کھیتی باڑی نہیں تھی، کیونکہ بارش کے علاوہ وہاں پانی نہیں ملتا تھا اور زمین بھی پتھریلی یا ریتلی تھی، خصوصاً مکہ والی جگہ میں تو بالکل نہ پانی تھا نہ کھیتی باڑی۔ ان غیر آباد بیابان پہاڑوں کے درمیان اسماعیل اور ان کی والدہ ہاجر علیہا السلام کو لا کر چھوڑ جانے کا، پھر ہاجر علیہا السلام کے صفا و مروہ کے درمیان دوڑنے کا اور پانی تلاش کرنے اور زم زم کے پھوٹ نکلنے کا لمبا واقعہ صحیح بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مذکور ہے۔ [دیکھیے بخاري، أحادیث الأنبیاء، باب : ﴿ یزفون ﴾ النسلان في المشي : ۳۳٦٤، ۳۳٦٥] ہزاروں سال بعد ابھی تک وہ "غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ" ہی ہے، البتہ طائف میں کچھ کھیتی باڑی اور پھل وغیرہ ہیں، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یَكْثُرَ الْمَالُ وَیَفِیْضَ، حَتّٰی یَخْرُجَ الرَّجُلُ بِزَكَاةِ مَالِهٖ فَلَا یَجِدُ أَحَدًا یَقْبَلُهَا مِنْهُ، وَحَتّٰی تَعُوْدَ أَرْضُ الْعَرَبِ مُرُوْجًا وَأَنْهَارًا)) [مسلم، الزکاۃ، باب الترغیب في الصدقة قبل أن ...... : ٦٠/١٥٧، قبل ح : ١٠١٣] "قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ مال بہت زیادہ نہ ہو جائے، حتیٰ کہ آدمی اپنے مال کی زکوٰۃ لے کر نکلے گا، لیکن وہ کوئی ایسا شخص نہیں پائے گا جو اس سے اس کی زکوٰۃ لے لے اور جب تک ارضِ عرب دوبارہ مروج (سبزہ زار، کھلے کھیت) اور ندیوں نالوں کی صورت میں نہ بدل جائے۔" لفظ "تَعُوْدَ" (دوبارہ نہ بدل جائے) سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے بھی کبھی یہ پہاڑ کشمیر کے پہاڑوں کی طرح سرسبز اور ندیوں نہروں والے تھے، قیامت کے قریب پھر اسی طرح ہو جائیں گے۔ "عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ" اس سے بعض مفسرین نے اخذ کیا ہے کہ یہ دعا ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ تعمیر کرنے کے بعد کی، ممکن ہے ایسا ہی ہو مگر بیت اللہ تو ابراہیم علیہ السلام کے وہاں جانے سے بھی بہت پہلے تعمیر ہو چکا تھا، کیونکہ وہ زمین پر اللہ کی عبادت کے لیے بنایا جانے والا پہلا گھر ہے اور سب جانتے ہیں کہ زمین پر اللہ کی عبادت آدم علیہ السلام سے یا اس سے بھی پہلے سے شروع ہے، اس کے بانیٔ اول آدم علیہ السلام ہیں یا اس سے بھی پہلے کی کوئی مخلوق، مثلاً فرشتے یا جن وغیرہ۔ ہاں ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں سیلابوں کی وجہ سے یہ ایک ٹیلے کی شکل میں بدل چکا تھا، وہ جگہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو بتائی اور انھی پہلی بنیادوں پر دوبارہ کعبہ تعمیر ہوا۔ دیکھیے سورۂ بقرہ (۱۲۸) اور سورۂ حج (۲٦) "الۡمُحَرَّمِ" اس لیے کہ کئی کام جو دوسری جگہ حلال ہیں مثلاً شکار کرنا، درخت کاٹنا وغیرہ، وہ یہاں حرام ہیں اور اس گھر کی عزت نہ کرنے والے کا یہاں طاقت کے ذریعے سے قبضہ حرام ہے، ممکن نہیں۔ اس لیے اس گھر کا لقب "اَلۡبَیۡتُ الۡعَتِیۡقُ" بھی ہے، یعنی جو ہمیشہ سے آزاد رہا۔ عتیق کا ایک معنی قدیم بھی ہے۔ "رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ" سے معلوم ہوا کہ آدمی کو خود بھی اور اولاد کو بھی ایسی جگہ ٹھہرانا چاہیے جہاں اہلِ توحید کی مسجد پہلے سے موجود ہو، یا جب آدمی وہاں سکونت اختیار کرے تو سب سے پہلا کام اپنا مکان اور مسجد بیک وقت بنانے کا کرے، خواہ کچی اینٹوں کی چار دیواری ہی ہو، جیسا کہ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں آتے ہی کیا تھا، تاکہ اقامتِ صلاۃ میں کوئی مشکل پیش نہ آئے اور وہ آبادیاں تو رہنے کے قابل ہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں جو نہایت عالی شان ہونے کے باوجود اکیلے اللہ کی عبادت کے لیے بنائی ہوئی مسجدوں سے خالی ہیں، یا وہاں اکی مسجدیں گھر سے اتنی دور ہیں کہ نماز کے لیے وقت پر پہنچنا مشکل ہے۔

" فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْۤ اِلَيْهِمْ " میں "اَفْـِٕدَةً"، " فُؤَادٌ " کی جمع ہے، یعنی دل، یا " وَفُوْدٌ " کی یعنی آنے والے۔ (یعنی) "اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ" (کچھ لوگوں کے دل) میں "مِنْ" تبعیض کے لیے ہے۔ "تَهْوِيْۤ" " هَوَى يَهْوِيْ " (ض) سے گرنا اور " هَوِيَ يَهْوٰى " (ع) سے چاہنا اور محبت کرنا مراد ہوتا ہے۔ کوئی چیز جب بلندی سے گرتی ہے تو نہایت تیزی سے گرتی ہے اور بے اختیار ہو کر گرتی ہے، یعنی کچھ لوگوں کے دل ایسے بنا دے کہ بے اختیار اس کی طرف دوڑتے چلے آئیں۔ تفاسیر میں بعض صحابہ و تابعین سے منقول ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اگر دعا میں "کچھ لوگوں" کی قید نہ لگاتے تو سب لوگوں کے دل، خواہ مسلم ہوتے یا یہود و نصاریٰ اس کی طرف کھچے چلے آتے۔ اس دعا کی قبولیت کا نظارہ ہر مسلمان اپنے دل میں اس گھر کے شوق سے اور وہاں حج وغیرہ کے لیے بار بار جانے والوں کی کثرت سے کر سکتا ہے۔ " وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ " مکہ میں دنیا کے تمام خطوں سے ہر موسم کا تازہ پھل دیکھ کر اس دعا کی قبولیت آنکھوں سے نظر آتی ہے۔" (تفسیر القرآن الکریم)

تنبیہ: جیسا کہ ان آیات کی تفسیر میں اوپر گزرا کہ ابراہیم علیہ السلام کی دعا "رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا" (الف لام کے بغیر) مکہ کے شہر بننے سے پہلے کی ہے اور "هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا" شہر بننے کے بعد کی ہے۔ ہمارے استاذ حافظ محمد گوندلوی نے کہا کہ یہ بات ابن تیمیہ نے کہی ہے، مگر صحیح بخاری کی ابن عباس رضی اللہ عنہما والی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں دعائیں شہر بننے سے پہلے کی ہیں۔ بندہ عبدالسلام عرض کرتا ہے کہ اس صورت میں یہ مطلب ہوگا کہ ابراہیم علیہ السلام نے "هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا" (اس شہر کو امن والا بنا دے) آئندہ کے اعتبار سے " هٰذَا الْبَلَدَ" (اس شہر کو) کہہ دیا ہے، جیسا کہ بچہ قرآن حفظ شروع کر دے تو اسے آئندہ کے اعتبار سے حافظ کہہ دیا جاتا ہے۔

٤٧- بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى : ﴿ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ [المائدة : ٩٧]

47- باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان: "اللہ نے کعبہ کو جو حرمت والا گھر ہے، لوگوں کے قیام کا باعث بنایا ہے اور حرمت والے مہینے کو اور قربانی کے جانوروں کو اور پٹوں (والے جانوروں) کو۔ یہ اس لیے کہ تم جان لو کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور یہ کہ اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے"

فائدہ یعنی اللہ تعالیٰ نے کعبۃ اللہ کو لوگوں کے قائم رہنے کا ایک ذریعہ بنایا ہے، جب تک یہ قائم ہے اور اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شعائر، شہر حرم، قربانی کے چھوٹے بڑے جانوروں وغیرہ کی تعظیم ہوتی ہے اس وقت تک دنیا قائم ہے، جب یہ نہ رہا تو بہت جلد قیامت آ جائے گی۔ اسی لیے اس باب میں امام صاحب نے آخر زمانے میں کعبہ کو گرانے کا قصہ ذکر کیا ہے۔

١٥٩١ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: « يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ »[انظر: ١٥٩٦۔ أخرجه مسلم: ٢٩٠٩]

1591- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''کعبہ کو دو باریک پنڈلیوں والا حبشی ویران کرے گا۔''

فائدہ اس کی شرح (١٥٩٥، ١٥٩٦) میں آئے گی۔ (ان شاء اللہ)

١٥٩٢ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا . وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ هُوَ ابْنُ الْمُبَارَكِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي حَفْصَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانُوا يَصُومُونَ عَاشُورَاءَ قَبْلَ أَنْ يُفْرَضَ رَمَضَانُ، وَكَانَ يَوْمًا تُسْتَرُ فِيهِ الْكَعْبَةُ، فَلَمَّا فَرَضَ اللَّهُ رَمَضَانَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: « مَنْ شَاءَ أَنْ يَصُومَهُ فَلْيَصُمْهُ، وَمَنْ شَاءَ أَنْ يَتْرُكَهُ فَلْيَتْرُكْهُ » [انظر: ١٨٩٣، ٢٠٠١، ٢٠٠٢، ٣٨٣١، ٤٥٠٢، ٤٥٠٤۔ أخرجه مسلم: ١١٢٥]

1592- عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا: رمضان فرض کیے جانے سے پہلے لوگ عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے اور یہی دن تھا جس میں کعبے پر غلاف چڑھایا جاتا تھا، جب اللہ تعالیٰ نے رمضان فرض فرما دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو چاہے کہ اس کا روزہ رکھے وہ رکھے اور جو اسے چھوڑنا چاہے وہ چھوڑ دے۔''

فائدہ عاشوراء کے روزے پر کلام ''کتاب الصیام'' کے آخر میں مستقل باب میں آئے گا۔ (ان شاء اللہ) اس باب میں یہ حدیث لانے کا مقصد اس کا یہ جملہ ہے کہ عاشوراء کے دن کعبہ کو غلاف پہنایا جاتا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ اہل جاہلیت قدیم زمانے ہی سے کعبہ کی تعظیم کرتے آ رہے تھے، حتیٰ کہ وہ اس پر پردے لٹکا کر رکھتے تھے اور اس کی تزئین و حفاظت کا خاص اہتمام رکھتے تھے۔ جب کعبہ کی تعظیم باقی نہ رہے گی تو اسلام کے ارکان اور شعائر اللہ کی تعظیم ختم ہونے سے دنیا کے قیام کا باعث ختم ہو جائے گا، اس لیے قیامت بہت جلد آ جائے گی۔ اس سے وہ دن بھی معلوم ہو گیا جس میں وہ ہر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سال کعبہ کو غلاف پہناتے تھے کہ وہ دس محرم تھا۔ عہدِ اسلام میں مدت تک اس پر عمل ہوتا رہا، پھر یہ معمول ہو گیا کہ ذوالقعدہ میں غلافِ کعبہ تقریباً نصف تک اٹھا دیا جاتا ہے، تو اس کی ہیئت بھی محرم شخص کی سی ہو جاتی ہے، پھر یوم النحر کو جب حاجی ارکانِ حج ادا کر کے احرام کے کپڑے اتار کر غسل کر کے کپڑے پہنتے ہیں تو کعبہ کو بھی غسل دے کر حاجیوں کی طرح نئے سرے سے پورا لباس پہنا دیا جاتا ہے۔ (فتح الباری)

١٥٩٣۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ، عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ حَجَّاجٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي عُتْبَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَيُحَجَّنَّ الْبَيْتُ وَلَيُعْتَمَرَنَّ بَعْدَ خُرُوجِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ»

1593۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”یاجوج ماجوج کے نکلنے کے بعد بھی بیت اللہ کا حج اور عمرہ کیا جائے گا۔“

تَابَعَهُ أَبَانُ وَعِمْرَانُ عَنْ قَتَادَةَ . وَ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَنْ شُعْبَةَ : قَالَ : «لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى لَا يُحَجَّ الْبَيْتُ» وَالْأَوَّلُ أَكْثَرُ . سَمِعَ قَتَادَةُ عَبْدَ اللَّهِ وَعَبْدُ اللَّهِ أَبَا سَعِيدٍ.

ابان اور عمران نے بھی قتادہ سے حجاج ہی کی طرح روایت کی ہے۔ اور عبدالرحمٰن نے شعبہ سے روایت کی ہے: ”قیامت قائم نہیں ہو گی یہاں تک کہ بیت اللہ کا حج نہیں کیا جائے گا۔“ اور پہلی روایت اکثر ہے۔ قتادہ نے عبداللہ (بن ابی عتبہ) سے یہ حدیث سنی ہے اور عبداللہ نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنی ہے۔

فوائد 1 قتادہ مدلس ہیں، اس لیے امام بخاری نے دوسری روایات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے صراحت کر دی کہ قتادہ نے یہ حدیث عبداللہ بن ابی عتبہ سے سنی ہے اور عبداللہ نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنی ہے۔

2 باب میں مذکور آیت کا مفاد یہ ہے کہ لوگوں کا قیام اور دنیا کا وجود کعبۃ اللہ کے قیام سے ہے اور باب کی پہلی حدیث میں ہے کہ کعبہ کو دو پتلی پنڈلیوں والا ویران کر دے گا اور بعض روایات میں ہے کہ وہ اسے ایک ایک پتھر کر کے اکھاڑ دے گا۔ اب زیر بحث حدیث کی دو روایتوں میں بظاہر اختلاف ہے۔ پہلی روایت میں ہے کہ قیامت کی علاماتِ کبریٰ کے ظہور خصوصاً یاجوج ماجوج کے نکلنے کے بعد بھی بیت اللہ کا حج جاری رہے گا اور دوسری روایت میں ہے کہ قیامت قائم ہونے سے پہلے بیت اللہ کا حج موقوف ہو جائے گا۔ امام بخاری نے پہلی روایت کو ترجیح دی ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ قتادہ کے اکثر شاگردوں کی روایت اسی طرح ہے۔ ویسے ان دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں، دونوں اپنی اپنی جگہ درست ہیں، کیونکہ خروجِ یاجوج ماجوج اور قیامت کے درمیان فاصلہ ہے جس میں کچھ عرصہ تک حج جاری رہے گا، پھر وہ موقوف ہو جائے گا اور قیامت قائم ہو جائے گی۔

3 حافظ رحمہ اللہ نے کہا: حدیث ”یاجوج ماجوج کے نکلنے کے بعد بھی بیت اللہ کا حج اور عمرہ کیا جائے گا“ کا مطلب یہ معلوم

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ہوتا ہے کہ اس میں بیت اللہ سے مراد بیت اللہ کی جگہ ہے، کیونکہ ایک باب کے بعد حدیث کی شرح میں آ رہا ہے: « أَنَّ الْحَبَشَةَ إِذَا خَرَّبُوْهُ لَمْ يُعْمَرْ بَعْدَ ذٰلِكَ »'' کہ جب حبشی اسے ویران کر دیں گے تو اس کے بعد وہ تعمیر نہیں کیا جائے گا۔'' (فتح الباری) مگر اس کی ضرورت تب ہے جب یہ ثابت ہو کہ وہ حبشی یا جوج ماجوج کے نکلنے سے پہلے کعبہ کو ڈھا چکا ہوگا، جب کہ اس کی کوئی دلیل نہیں۔ (ابن عثیمین)

٤٨۔ بَابُ كِسْوَةِ الْكَعْبَةِ

48۔ باب: کعبہ کو لباس پہنانا

١٥٩٤۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا وَاصِلٌ الْأَحْدَبُ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ: جِئْتُ إِلَى شَيْبَةَ. وَحَدَّثَنَا قَبِيصَةُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ وَاصِلٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ: جَلَسْتُ مَعَ شَيْبَةَ عَلَى الْكُرْسِيِّ فِي الْكَعْبَةِ، فَقَالَ: لَقَدْ جَلَسَ هٰذَا الْمَجْلِسَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ: لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ لَا أَدَعَ فِيهَا صَفْرَاءَ وَلَا بَيْضَاءَ إِلَّا قَسَمْتُهُ. قُلْتُ: إِنَّ صَاحِبَيْكَ لَمْ يَفْعَلَا! قَالَ: هُمَا الْمَرْءَانِ أَقْتَدِي بِهِمَا. [انظر: ٧٢٧٥]

1594۔ ابو وائل سے روایت ہے کہ میں شیبہ رضی اللہ عنہ کے پاس کرسی پر بیٹھا تو انھوں نے کہا: اسی جگہ عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے اور انھوں نے کہا: میں نے ارادہ کیا ہے کہ کعبہ میں جو بھی سونا اور چاندی ہے میں اسے تقسیم کر دوں۔ میں نے کہا: آپ کے دو ساتھیوں نے یہ کام نہیں کیا۔ تو انھوں نے کہا: وہ دونوں ایسے آدمی ہیں جن کی میں پیروی کرتا ہوں۔

فوائد 1 جَلَسْتُ مَعَ شَيْبَةَ: یہ شیبہ بن عثمان بن طلحہ العبدری حجبی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، کعبہ کا حاجب (دربان) ہونے کی وجہ سے انھیں حجبی کہا جاتا ہے۔ کعبہ کی چابی ان کے پاس رہتی تھی اور اب تک ان کی اولاد میں قائم ہے، اس لیے کعبہ کے کلید بردار کو شیبی کہا جاتا ہے۔

2 عبدالرحمٰن بن محمد المحاربی عن الشیبانی کی روایت میں جو ابن ماجہ (۳۱۱۶) اور طبرانی (۱۹۵/۷) میں اسی سند سے ہے، ابو وائل سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا: ایک آدمی نے میرے ہاتھ کچھ درہم بیت اللہ کے ہدیہ کے لیے بھیجے، میں بیت اللہ میں داخل ہوا، اس وقت شیبہ رضی اللہ عنہ کرسی پر بیٹھے تھے، میں نے انھیں وہ دے دیے، انھوں نے کہا: یہ تمھارے ہیں؟ میں نے کہا: نہیں اور اگر یہ میرے ہوتے تو میں انھیں تمھارے پاس نہ لاتا۔ انھوں نے کہا: سنو! اگر تم نے یہ بات کہی ہے تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اسی طرح کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے جہاں تم بیٹھے ہوئے ہو...... الخ۔ (فتح الباری)

3 صَفْرَاءَ وَلَا بَيْضَاءَ: اگرچہ صفراء کا معنی زرد اور بیضاء کا معنی سفید ہے مگر یہاں ان سے مراد سونا اور چاندی ہیں۔ ابن الجوزی نے کہا: جاہلیت میں لوگ کعبہ کی تعظیم کے لیے بطورِ ہدیہ مال بھیجتے تھے جو وہاں جمع ہو جاتا تھا۔ (فتح الباری)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

4 اسماعیلی کی روایت میں ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں یہاں سے نہیں جاؤں گا جب تک کعبہ کا مال فقراء مسلمین میں خرچ نہ کر دوں۔ اس پر شیبہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حوالہ دے کر کہا کہ آپ کے ساتھیوں کو اس کی زیادہ ضرورت تھی مگر انھوں نے یہ کام نہیں کیا، تو عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا ارادہ ترک کر دیا اور کہا کہ ان دونوں ہی کی میں اقتدا کرتا ہوں۔

5 رہی یہ بات کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کیوں خرچ نہیں کیا تو اہلِ علم نے اس کی مختلف توجیہیں کی ہیں، مگر قابلِ اعتماد وجہ وہی ہے جو صحیح مسلم (۱۳۳۳/۴۰۰) میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے بعض طرق میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: «لَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثُوْ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ أَوْ قَالَ: بِكُفْرٍ لَأَنْفَقْتُ كَنْزَ الْكَعْبَةِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَجَعَلْتُ بَابَهَا بِالْأَرْضِ» "اگر یہ نہ ہوتا کہ تمھاری قوم کے لوگ نئے نئے جاہلیت سے یا فرمایا کفر سے آئے ہیں تو میں کعبہ کا خزانہ فی سبیل اللہ خرچ کر دیتا اور اس کا دروازہ زمین کے برابر کر دیتا۔" اس حدیث کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کعبہ کا خزانہ خرچ نہ کرنے کا سبب وہی تھا جو کعبہ کو اس کی پہلی حالت پر رہنے دینے کا تھا، جب وہ سبب ختم ہو گیا تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے مطابق تعمیر کر دیا، اسی طرح کعبہ کا خزانہ فی سبیل اللہ خرچ کرنا بھی جائز ہو گیا۔ (فتح الباری) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جو کعبہ کا خزانہ تقسیم نہیں کیا اور بیت اللہ کی بناوٹ میں تبدیلی نہیں کی تو اس کی وجہ وہی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھی، پھر کافی مدت گزرنے کے بعد مانع ختم ہو گیا تو دونوں کام جائز ہو گئے۔

6 یہاں ایک سوال ہے کہ اس حدیث کی " بَابُ كِسْوَةِ الْكَعْبَةِ " سے بظاہر کوئی مناسبت نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت سے لے کر لوگ کعبہ کی تعظیم کئی طرح سے کرتے چلے آئے ہیں جن میں اس کا حج، عمرہ، طواف، اسلام قربانیاں، ان کے قلادے، ان کا اشعار، کعبہ کے لیے سونا چاندی اور اموال بھیجنا، کعبہ کے لیے قیمتی سے قیمتی غلاف تیار کر کے اس پر چڑھانا، غرض ہر طرح سے اس کی تعظیم جاہلیت میں جاری رہی اور اسلام نے بھی اس کی تعظیم کے وہ تمام طریقے جاری رکھے جن میں اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی نافرمانی نہ ہوتی ہو۔ چنانچہ اسلام کے بعد بھی لوگ کعبہ کے لیے سونا چاندی اور دوسری اشیاء بھیجتے رہے، گویا کعبہ کے لیے اموال بھیجنے کے مشروع ہونے سے امام بخاری نے اس کے لیے غلاف کی تیاری کے مشروع ہونے پر استدلال کیا ہے۔ دوسرا استدلال یہ ہے کہ مانع دور ہونے پر کعبہ کے لیے ہدیہ شدہ سونے چاندی کو فی سبیل اللہ خرچ کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی خواہش تھی۔ اسی طرح کعبہ سے اترنے والے غلاف کو جس پر سونے چاندی کا کام بھی ہو فروخت کر کے اس کی قیمت کو فی سبیل اللہ خرچ کرنا جائز ہے، پھر وہ فی سبیل اللہ خواہ کعبہ اور اس کی ضروریات ہوں، خواہ فقراء المسلمین ہوں، خواہ جہاد فی سبیل اللہ ہو یا دوسرے مصارف، سب میں کعبہ کے اموال اور اس کے غلاف کی فروخت سے حاصل شدہ آمدنی خرچ کرنا درست ہے۔

٤٩- بَابُ هَدْمِ الْكَعْبَةِ

49- باب: کعبہ کا گرا دیا جانا

قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «يَغْزُو جَيْشٌ الْكَعْبَةَ فَيُخْسَفُ بِهِمْ»

عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک لشکر کعبہ پر حملے کے لیے آئے گا تو انھیں زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔"

فائدہ یہ اس حدیث کا ایک حصہ ہے جو بخاری رحمہ اللہ نے " كِتَابُ الْبُيُوْعِ، بَابُ مَا ذُكِرَ فِي الْأَسْوَاقِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲۱۱۸) " میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان الفاظ میں مرفوع بیان کی ہے: « يَغْزُو جَيْشٌ الْكَعْبَةَ فَإِذَا كَانُوا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ ...... ثُمَّ يُبْعَثُونَ عَلَى نِيَّاتِهِمْ » "ایک لشکر کعبہ پر حملے کے لیے آئے گا، جب وہ مکہ کے باہر ہموار میدان میں پہنچیں گے تو ان کے اگلوں اور پچھلوں سب کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا...... پھر وہ اپنی اپنی نیتوں پر اٹھائے جائیں گے۔" اس حدیث پر کلام وہاں آئے گا۔ باب سے اس کی مطابقت یہ ہے کہ کعبہ پر حملہ کے لیے کئی لشکر آئیں گے، پھر جب تک اللہ تعالیٰ کو دنیا کا قیام منظور ہے انھیں کعبہ تک پہنچنے سے پہلے ہی ہلاک کر دیا جائے گا اور قیامت کے قریب یہ سلسلہ ختم کرنا منظور ہوگا تو اس حبشی کو کعبہ گرانے کا موقع دے دیا جائے گا۔

تنبیہ: یہاں ایک سوال ہوسکتا ہے کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں اہلِ شام کی سنگ باری سے کعبہ کی دیواروں کا منہدم ہونا، اسی طرح قرامطہ کا حملہ کر کے حاجیوں کو قتل کرنا اور حجر اسود کو اٹھا کر لے جانا، اس کے علاوہ مختلف موقعوں پر کعبہ کے پاس لڑائی تاریخ میں ثابت ہے، تو آپ اسے کیا کہیں گے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ مسلمانوں کی باہمی لڑائی میں ایسا ہونا ممکن ہے، کیونکہ ایسی لڑائی میں کعبہ کی توہین مقصود نہیں ہوتی۔ ہلاکت ایسے حملہ آوروں کی ہوگی جو کعبہ کی توہین و تذلیل کے لیے حملہ آور ہوں گے، جیسے ابرہہ کعبہ کو ڈھانے کے لیے آیا تھا، یا بیداء میں ہلاک ہونے والا لشکر حملہ آور ہونے کے لیے آئے گا۔ چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « يُبَايَعُ لِرَجُلٍ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ، وَلَنْ يَسْتَحِلَّ الْبَيْتَ إِلَّا أَهْلُهُ، فَإِذَا اسْتَحَلُّوهُ فَلَا تَسْأَلْ عَنْ هَلَكَةِ الْعَرَبِ، ثُمَّ تَجِيءُ الْحَبَشَةُ فَيُخَرِّبُونَهُ خَرَابًا لَا يَعْمُرُ بَعْدَهُ أَبَدًا، هُمُ الَّذِينَ يَسْتَخْرِجُونَ كَنْزَهُ » [مسند أحمد : ۸۱۱٤] "رکن اور مقام کے درمیان ایک آدمی کے لیے بیعت لی جائے گی اور بیت اللہ کی حرمت کو اس گھر والے ہی حلال کریں گے، تو جب وہ اسے حلال کریں گے تو عرب کی ہلاکت کے بارے مت پوچھو، پھر حبشی آئیں گے اور اسے ایسا ویران کریں گے کہ اس کے بعد وہ کبھی آباد نہیں ہو گا اور وہی اس کا خزانہ نکالیں گے۔" یہ حدیث صحیح ہے، انیس الساری میں اس کی مفصل تخریج ملاحظہ فرمائیں۔

١٥٩٥ ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ الْأَخْنَسِ، حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: « كَأَنِّي بِهِ أَسْوَدَ أَفْحَجَ، يَقْلَعُهَا حَجَرًا حَجَرًا »

1595۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا: "گویا میں اسے دیکھ رہا ہوں کالا، ٹیڑھے پاؤں والا، وہ کعبہ کو ایک ایک پتھر کر کے اکھیڑ رہا ہے۔"

١٥٩٦ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ

1596۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کعبہ کو حبشیوں میں سے دو پتلی پنڈلیوں والا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْمُسَيَّبِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : « يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ » [راجع : ١٥٩١- أخرجه مسلم : ٢٩٠٩]

ویران کرے گا۔"

فائدہ "أَفْحَجَ" حاء جیم سے پہلے ہے، جس کی پنڈلیوں کے درمیان دوری ہو، پیروں کے پنجے قریب اور ایڑیاں دور ہوں پنجابی زبان میں اسے "ڈھبا" کہا جاتا ہے، یعنی پتلی اور ٹیڑھی پنڈلیوں والا حبشی کعبہ کو گرائے گا۔ علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں: غالباً یہ لوگ دہری (کمیونسٹ) نیچری ہوں گے جو قیامت کے قریب بہت پھیل جائیں گے۔ حلیمی نے کہا: یہ عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ہوگا اور صحیح یہ ہے کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد ہوگا، جب قرآن دلوں سے اٹھا لیا جائے گا اور مصلحت میں سے بھی یہی ہے۔ [نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ هٰذَا الزَّمَانِ الْفَاسِدِ]

٥٠- بَابُ مَا ذُكِرَ فِي الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ

50۔ باب: حجر اسود کے بارے میں جو ذکر کیا گیا ہے

١٥٩٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّهُ جَاءَ إِلَى الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ فَقَبَّلَهُ، فَقَالَ : إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ، لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ . [انظر : ١٦٠٥، ١٦١٠- أخرجه مسلم : ١٢٧٠]

1597۔ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ حجر اسود کے پاس آئے اور اسے بوسہ دیا، پھر کہا: یقیناً میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے، تو نہ نقصان دیتا ہے نہ نفع دیتا ہے اور اگر یہ نہ ہوتا کہ میں نے نبی ﷺ کو تمھیں بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے تو میں تمھیں بوسہ نہ دیتا۔

فوائد 1 معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک حجر اسود کے بارے میں عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے سوا کوئی حدیث ثابت نہیں کہ اس لیے انھوں نے اس باب میں اسی حدیث پر اکتفا کیا ہے۔

2 دوسری کتب احادیث میں حجر اسود کے متعلق متعدد احادیث آئی ہیں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان میں سے چند نقل کی ہیں: ① عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "حجر اسود اور مقام ابراہیم جنت کے یاقوتوں میں سے دو یاقوت ہیں، اللہ نے ان کی روشنی مٹا دی ہے، اگر یہ نہ ہوتا تو وہ مشرق و مغرب کے درمیان کو روشن کر دیتے۔" ترمذی (٨٧٨) اور دیگر کتب حدیث۔ ② ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "حجر اسود جنت سے نازل ہوا۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دودھ سے زیادہ سفید تھا، پھر اسے بنی آدم کی خطاؤں نے سیاہ کر دیا۔" ترمذی (۸۷۷) اور دیگر کتبِ حدیث۔ ③ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس حجر اسود کی ایک زبان اور دو ہونٹ ہوں گے، جس نے اس کا استلام کیا قیامت کے دن وہ اس کے لیے حق کی شہادت دیں گے۔" صحیح ابن خزیمہ (۲۷۳۶) اور دیگر کتبِ حدیث۔ یہ سب احادیث مجموعی اسانید کے لحاظ سے صحیح ہیں مگر بخاری کی شرط پر نہ ہونے کی وجہ سے انھوں نے انھیں اپنی "الجامع الصحیح" میں ذکر نہیں کیا۔

3 عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوا کہ حجر اسود کو بوسہ صرف اس لیے دیا جاتا ہے کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بوسہ دیا ہے اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے پابند ہیں۔ ورنہ ہم نہ حجر اسود کی پرستش کرتے ہیں اور نہ اسے کسی قسم کے نفع یا نقصان کا مالک سمجھتے ہیں۔ امیر المومنین کے اس قول نے نصرانیوں اور یہودیوں کے اس پروپیگنڈے کی بھی ہوا نکال دی ہے جو بڑے زور شور سے کرتے رہتے ہیں کہ مسلمان بھی بت پرست ہیں، کیونکہ کعبہ کے کونے پر لگے ہوئے ایک پتھر کی پوجا کرتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی بت پرست سے پوچھ کر دیکھو کیا وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ اس کا بت اسے نہ کوئی فائدہ دیتا ہے نہ نقصان، اگر وہ یہ کہہ سکتے ہوتے تو ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو آگ میں کیوں پھینکتے۔

4 غیر اللہ کو نفع و نقصان کا مالک سمجھنے والے کئی مسلمان امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کی اس بات کو غلط ثابت کرنے کے لیے علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک روایت پیش کیا کرتے ہیں جو حاکم (۶۲۸/۱، ح: ۱۶۸۲) نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات کہی تو ان سے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا: « إِنَّهُ يَضُرُّ وَيَنْفَعُ »" کہ یہ نقصان اور نفع دیتا ہے۔" اور انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جب اولادِ آدم سے عہد و پیمان لیے تو وہ ایک کاغذ پر لکھ کر حجر اسود کے منہ میں ڈال دیے اور انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے: « يُؤْتٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِالْحَجَرِ الْأَسْوَدِ، وَلَهُ لِسَانٌ ذَلْقٌ، يَشْهَدُ لِمَنْ يَسْتَلِمُهُ بِالتَّوْحِيْدِ »" قیامت کے دن حجر اسود کو لایا جائے گا، اس کی تیز طرار زبان ہوگی، جس نے توحید کے ساتھ اس کا استلام کیا ہوگا اس کے حق میں وہ شہادت دے گا۔" مگر اول تو یہ روایت ثابت ہی نہیں، حافظ ابن حجر نے اس پر لکھا ہے کہ اس کی اسناد میں ابو ہارون العبدی راوی ہے: " وَهُوَ ضَعِيْفٌ جِدًّا " یعنی وہ بہت ہی ضعیف ہے۔ سند بے کار ہونے کے علاوہ علی رضی اللہ عنہ کا امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ان کی بات کو ٹھکرانا بہت بعید ہے۔ اگر اس روایت کو بالکل صحیح مان لیں تب بھی اس سے مخلوق کو نافع و ضار ماننے کی بات ثابت نہیں ہوتی، کیونکہ اس روایت میں حجر اسود کا نفع یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ توحید والوں کے لیے اس کا استلام کرنے والوں کے حق میں شہادت دے گا۔ اگر اس شہادت سے وہ نفع و نقصان کا مالک ٹھہرتا ہے تو صرف حجر اسود ہی نہیں پوری زمین ہر نیک و بد عمل کی شہادت دے گی جو اس پر کیا گیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا﴾ [الزلزال: ٤] "اس دن زمین اپنی خبریں بیان کرے گی۔" اس طرح تو زمین بھی نافع و ضار بن گئی، پھر ہم ہندوؤں کو دھرتی ماتا کی پرستش پر مشرک کیوں ٹھہراتے ہیں۔

5 بعض لوگ جو علی رضی اللہ عنہ کو یا شیخ عبد القادر کو یا کسی اور کو مشکل کشا مانتے ہیں ایسے لوگوں کے مولوی اپنے مریدوں کو بے وقوف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بتانے کے لیے عجیب عجیب دلیلیں گھڑتے رہتے ہیں، چنانچہ ایسے ہی ایک مولوی صاحب نے اپنے جاہل مریدوں سے مجمع میں تقریر کرتے ہوئے کہا: میں علی کو مشکل کشا ثابت کر کے دکھاتا ہوں، دیکھو اگر کسی کو قبض ہو جائے تو کتنی مشکل میں گرفتار ہوتا ہے، مگر روپے دو روپے کی قبض کشا گولی کھا لینے سے اس کی مشکل دور ہو جاتی ہے، تو جب ایک گولی مشکل کشا ہو سکتی ہے تو علی مشکل کشا کیوں نہیں ہو سکتا۔ اتنی زبردست دلیل سن کر مجمع ''یا علی! مشکل کشا'' اور ''مولوی صاحب زندہ باد'' کے نعرے لگانے لگا، ان میں سے کسی شخص نے غور کرنے کی زحمت نہیں کی کہ بات ان مشکلات کو دور کرنے یا نفع و نقصان پہنچانے کی نہیں جن کے اسباب اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو عطا کر رکھے ہیں اور جن کے متعلق حکم ہے: ﴿ وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ﴾ [المائدة : ٢] ''اور نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔'' بات اس نفع و نقصان کی ہے جو انسان کے بس سے باہر ہے، ڈاکٹر دوا دے سکتا ہے، شفا اس کے ہاتھ میں نہیں۔ آدمیوں اور اسلحے سے ایک دوسرے کی مدد کی جا سکتی ہے مگر فتح و شکست اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اولاد کے لیے شادی کی جاتی ہے انسان کا اختیار بس یہیں تک ہے، اولاد دینا یا نہ دینا، پھر اسے زندگی عطا کرنا یا نہ کرنا انسان کے بس کی بات نہیں۔ اگر قبض کی گولی کو مشکل کشا کہہ کر مخلوق کو نفع و نقصان کا مالک قرار دیا جائے تو پھر ان تمام آیات کا کیا کیا جائے گا جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے سوا ہر ایک سے نفع و نقصان کا مالک ہونے کی نفی فرمائی ہے۔ دیکھیے المائدہ (٧٦)، الفرقان (٣، ٥٥)، بنی اسرائیل (٥٦، ٦٧)، یونس (١٨، ٤٩، ١٠٦)، الانبیاء (٦٦)، الانعام (٧١)، الاعراف (١٨٨)، الرعد (١٦)، الفتح (١١) اور الحج (١٢)۔

6 فتح الباری میں ہے کہ طبری نے کہا: عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات اس لیے کہی کہ لوگ نئے نئے بتوں کی عبادت چھوڑ کر آئے تھے تو عمر رضی اللہ عنہ ڈرے کہ جاہل لوگ یہ خیال نہ کریں کہ حجر اسود کا استلام بعض پتھروں کی تعظیم کے قبیل سے ہے، جیسا کہ عرب جاہلیت میں کیا کرتے تھے۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ لوگوں کو یہ تعلیم دیں کہ حجر اسود کا استلام رسول اللہ ﷺ کے فعل کی اتباع کی وجہ سے ہے، اس لیے نہیں کہ پتھر کی ذات کوئی نفع یا نقصان پہنچا سکتی ہے، جیسا کہ اہلِ جاہلیت کا بتوں کے متعلق عقیدہ تھا۔

7 علامہ وحید الزمان نے لکھا ہے: یعنی میرا چومنا محض رسول اللہ ﷺ کی اتباع کی نیت سے ہے، اس روایت سے صاف نکلا کہ قبروں کی چوکھٹ چومنا یا قبروں کی زمین چومنا یا خود قبر کو چومنا یہ سب امور مکروہ ہیں، کیونکہ عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو صرف اس لیے چوما کہ نبی ﷺ نے اسے چوما تھا اور آپ ﷺ سے یا صحابہ سے کہیں منقول نہیں ہے کہ انھوں نے قبر کا بوسہ لیا ہو، یہ سب کام جاہلوں کے نکالے ہوئے اور بدعت ہیں۔

٥١۔ بَابُ إِغْلَاقِ الْبَيْتِ وَيُصَلِّي فِي أَيِّ نَوَاحِي الْبَيْتِ شَاءَ

51۔ باب: بیت اللہ کا دروازہ بند کر لینا اور بیت اللہ کے جس کونے میں چاہے نماز پڑھنا

١٥٩٨ ۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ،

1598۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ : دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْبَيْتَ هُوَ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ، فَأَغْلَقُوا عَلَيْهِمْ، فَلَمَّا فَتَحُوا كُنْتُ أَوَّلَ مَنْ وَلَجَ، فَلَقِيتُ بِلَالًا فَسَأَلْتُهُ : هَلْ صَلَّى فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَ : نَعَمْ، بَيْنَ الْعَمُودَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ. [راجع : ٣٩٧- أخرجه مسلم : ١٣٢٩]

اور آپ کے ساتھ اسامہ بن زید، بلال اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم بیت اللہ کے اندر گئے اور انھوں نے اندر سے دروازہ بند کر لیا، پھر جب انھوں نے دروازہ کھولا تو سب سے پہلے داخل ہونے والا میں تھا۔ چنانچہ میں بلال رضی اللہ عنہ سے ملا اور میں نے ان سے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ نے اس میں نماز پڑھی ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں! دو یمنی ستونوں کے درمیان۔

فوائد: 1 اس حدیث سے ترجمۃ الباب کا ایک مطلب یعنی دروازہ بند کر لینا تو نکل آیا لیکن دوسرا مطلب نہیں نکلا کہ جس کونے میں چاہے نماز پڑھے اور ممکن ہے کہ جب آپ نے کعبہ کے اندر ایک طرف بھی نماز پڑھی تو اس سے سمجھ لیا جائے کہ ہر طرف نماز پڑھنا جائز ہے، کیونکہ کعبہ کے اندر سب جوانب برابر ہیں اور اس طرح باب کا دوسرا مطلب بھی ثابت ہوا۔ (تیسیر الباری)

2 رسول اللہ ﷺ کا بیت اللہ میں یہ داخلہ فتح مکہ کے موقع پر تھا، جیسا کہ صحیح بخاری کی ''کتاب الجہاد (۲۹۸۸)'' میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے، وہاں اس حدیث میں مزید کئی فوائد ہیں۔

3 رسول اللہ ﷺ کے دور میں بیت اللہ کے اندر چھ ستون تھے، تین تین ستونوں کی دو لائنیں تھیں، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بیت اللہ میں داخل ہوئے تو سیدھے آگے بڑھے، حتیٰ کہ آپ کے اور سامنے کی دیوار کے درمیان تقریباً تین ہاتھ (ساڑھے چار فٹ) کا فاصلہ رہ گیا۔ آپ ﷺ کی بائیں جانب رکن یمانی کی طرف ایک ستون تھا اور دائیں جانب دو ستون تھے اور آپ کے پیچھے تین ستون تھے، آپ نے وہاں دو رکعت نماز پڑھی۔ [بخاري : ٤٤٠٠، ١٥٩٩]

4 حافظ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس حدیث کے چند فوائد یہ ہیں: صحابی کا صحابی سے سوال کرنا، بڑے مرتبے والے شخص کے ہوتے ہوئے کم درجے والے سے سوال کرنا اور اس کے جواب کو کافی سمجھنا، ایک آدمی کی خبر کا حجت ہونا، فضیلت والا مقام خصوصاً اس شخص کو حاصل ہونا جو پہل کرے، علم کی بات کے متعلق سوال کرنا اور اس کی حرص رکھنا، ابن عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت کہ وہ نبی ﷺ کے آثار پر عمل کرنے کے لیے ان کی تلاش میں رہتے تھے، آپ کے فاضل صحابہ بعض اوقات نبی ﷺ کے بعض فضیلت والے مواقع پر موجود نہیں ہوتے تھے اور ان سے کم مرتبے والے صحابہ موجود ہوتے تھے، اس لیے انھیں بعض وہ باتیں معلوم ہو جاتیں جو افضل صحابہ کو معلوم نہ ہوتیں۔ کیونکہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اور دوسرے صحابہ جو بلال رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ مذکور حضرات سے افضل تھے آپ کے ساتھ کعبہ کے اندر جانے میں شریک نہیں ہوئے۔ گزشتہ ابواب میں امام بخاری نے اس حدیث کے ساتھ کئی مسائل کے لیے استدلال کیا ہے، جن میں سے چند یہ ہیں: مقام ابراہیم کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا واجب نہیں، جماعت کے بغیر ستونوں کے درمیان نماز جائز ہے، مسجد کے لیے دروازے، کنڈے اور تالے مشروع ہیں۔ یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی معلوم ہوا کہ علماء کا قول کہ مسجد حرام کا تحیہ طواف ہے، خصوصاً اس شخص کے لیے ہے جس نے کعبہ کے اندر نماز نہ پڑھی ہو، کیونکہ نبی ﷺ تشریف لائے، کعبہ کے پاس اونٹنی بٹھائی اور بیت اللہ میں داخل ہو کر دو رکعتیں پڑھیں۔ آپ کی یہ دو رکعتیں یا تو اس لیے تھیں کہ کعبہ خود ایک مستقل مسجد کی طرح ہے یا وہ تحیۃ المسجد تھیں۔ (واللہ اعلم) اس حدیث سے بیت اللہ میں داخلے کا استحباب بھی ظاہر ہے، اگرچہ یہ حج یا عمرے کا حصہ نہیں، نہ ہی واجب ہے۔ (فتح الباری)

5 اس حدیث سے کعبہ میں نماز کا استحباب بھی ثابت ہوا۔ نفل میں تو ظاہر ہی ہے، فرض کا بھی یہی حکم ہے، کیونکہ دونوں میں کوئی فرق نہیں، جمہور علماء کا یہی کہنا ہے۔ حطیم میں نماز کا بھی یہی حکم ہے، کیونکہ وہ بھی کعبہ کا اندرونی حصہ ہے۔

6 جب کعبہ کا دروازہ بند ہو تو کعبہ کے جس کونے میں چاہے نماز پڑھے، اگر دروازہ کھلا ہو تو دروازہ کی جانب نماز درست نہیں، کیونکہ وہاں پر نمازی کے سامنے کعبہ کی دیوار نہیں ہے بلکہ کشادہ ہوا ہے۔ (تیسیر الباری)

٥٢- بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْكَعْبَةِ

52- باب: کعبہ کے اندر نماز پڑھنا

١٥٩٩- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّهُ كَانَ إِذَا دَخَلَ الْكَعْبَةَ مَشَى قِبَلَ الْوَجْهِ حِينَ يَدْخُلُ، وَيَجْعَلُ الْبَابَ قِبَلَ الظَّهْرِ يَمْشِي حَتَّى يَكُونَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِدَارِ الَّذِي قِبَلَ وَجْهِهِ قَرِيبًا مِنْ ثَلَاثِ أَذْرُعٍ، فَيُصَلِّي يَتَوَخَّى الْمَكَانَ الَّذِي أَخْبَرَهُ بِلَالٌ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى فِيهِ، وَلَيْسَ عَلَى أَحَدٍ بَأْسٌ أَنْ يُصَلِّيَ فِي أَيِّ نَوَاحِي الْبَيْتِ شَاءَ. [راجع: ٣٩٧- أخرجه مسلم: ١٣٢٩ باختلاف]

1599- ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ وہ جب کعبہ میں داخل ہوتے تو سامنے کی جانب چلتے جاتے اور دروازے کو اپنی پیٹھ کے پیچھے کر لیتے، چنانچہ چلتے جاتے حتی کہ ان کے درمیان اور ان کے سامنے والی دیوار کے درمیان تقریباً تین ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا، پھر نماز پڑھنے کے لیے اس جگہ کا خاص قصد کرتے جس کے بارے میں انھیں بلال ؓ نے بتایا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس میں نماز پڑھی تھی اور کسی پر کوئی حرج نہیں کہ بیت اللہ کے جس کونے میں چاہے نماز پڑھے۔

فائدہ اس حدیث کے فوائد حدیث (٣٩٧) اور دیگر متعدد احادیث میں گزر چکے ہیں۔

٥٣- بَابُ مَنْ لَمْ يَدْخُلِ الْكَعْبَةَ

53- باب: جو کعبہ میں داخل نہ ہو

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَحُجُّ كَثِيرًا وَلَا يَدْخُلُ.

اور ابن عمر ؓ کثرت سے حج کرتے اور (کعبہ میں) داخل نہیں ہوتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

١٦٠٠- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ: اعْتَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَطَافَ بِالْبَيْتِ، وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ، وَمَعَهُ مَنْ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: أَدَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْكَعْبَةَ؟ قَالَ لَا. [انظر: ١٧٩١، ٤١٨٨، ٤٢٥٥- أخرجه مسلم: ١٣٣٢ مختصرًا بقطعة: أدخل ......]

1600- عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے عمرہ کیا، چنانچہ آپ نے بیت اللہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعتیں پڑھیں، آپ کے ساتھ وہ صحابہ تھے جو لوگوں سے آپ کا بچاؤ کر رہے تھے۔ ایک آدمی نے عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ کعبہ میں داخل ہوئے تھے؟ انھوں نے کہا: نہیں۔

فوائد: 1 معلوم ہوتا ہے کہ بخاری نے یہ باب ان لوگوں کے رد کے لیے لکھا ہے جو کعبہ میں داخل ہونے کو حج کے مناسک کا حصہ سمجھتے ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل اس لیے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے کعبہ میں داخل ہونے کی روایت کرنے والوں میں وہ سب سے زیادہ مشہور ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع کے نہایت مشتاق ہیں، اگر ان کے نزدیک کعبہ میں داخل ہونا حج کے مناسک میں داخل ہوتا تو وہ اس میں کبھی کوتاہی نہ کرتے۔ (فتح الباری)

2 اس حدیث میں جس عمرے کا ذکر ہے وہ ''عمرۃ القضاء'' کہلاتا ہے جو آپ نے سات ہجری میں کیا۔ اس سے پہلے چھ ہجری میں آپ چودہ سو صحابہ کی معیت میں عمرے کے لیے آئے تھے، مگر مشرکین نے آپ کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔ اس موقع پر صلح حدیبیہ ہوئی جس میں ایک شرط یہ تھی کہ مسلمان اس سال عمرہ کیے بغیر واپس چلے جائیں اور آئندہ سال آ کر عمرہ کر لیں۔ اسے ''عمرۃ القضاء'' اس لیے نہیں کہتے کہ یہ پچھلے سال کے عمرہ کی قضا تھا، بلکہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ مسلمانوں اور مشرکین مکہ کے باہمی فیصلے کے نتیجے میں ادا ہوا تھا۔

3 اس وقت مکہ میں مشرکین کی حکومت تھی، اس لیے صحابہ کرام نے آپ ﷺ کے گرد گھیرا رکھا، تاکہ کوئی مشرک آپ کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ اس سے اپنے دفاع اور بچاؤ کا سبق ملتا ہے اور توکل کا صحیح طریقہ معلوم ہوتا ہے۔

4 اس موقع پر کعبہ میں داخل نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اس میں بت رکھے ہوئے تھے اور دیواروں پر تصویریں بنی ہوئی تھیں مشرکین آپ ﷺ کو انھیں ہٹانے کی اجازت نہیں دے سکتے تھے، اس لیے اگلے سال جب مکہ فتح ہوا تو آپ نے بتوں اور تصویروں کو دور کرنے کا حکم دیا، پھر کعبہ میں داخل ہوئے، جیسا کہ اس کے بعد ابن عباس رضی اللہ عنہما والی حدیث میں ہے۔ یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ مشرکین سے آئندہ سال عمرہ کرنے کی بات طے ہوئی تھی، کعبہ میں داخلے کی بات طے نہیں ہوئی تھی، اگر آپ اس میں جانا چاہتے تو وہ آپ کو اس سے روکتے، جیسا کہ انھوں نے آپ کو اس موقع پر تین دن سے زیادہ مکہ میں ٹھہرنے سے روک دیا تھا، اس لیے آپ نے کعبہ میں داخل ہونے کا ارادہ ہی نہیں کیا۔ (فتح الباری)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٥٤ـ بَابُ مَنْ كَبَّرَ فِي نَوَاحِي الْكَعْبَةِ

١٦٠١ـ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا قَدِمَ أَبَى أَنْ يَدْخُلَ الْبَيْتَ وَفِيهِ الْآلِهَةُ، فَأَمَرَ بِهَا فَأُخْرِجَتْ، فَأَخْرَجُوا صُورَةَ إِبْرَاهِيمَ وَ إِسْمَاعِيلَ فِي أَيْدِيهِمَا الْأَزْلَامُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : «قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ ! أَمَا وَاللّٰهِ ! قَدْ عَلِمُوا أَنَّهُمَا لَمْ يَسْتَقْسِمَا بِهَا قَطُّ» فَدَخَلَ الْبَيْتَ، فَكَبَّرَ فِي نَوَاحِيهِ وَلَمْ يُصَلِّ فِيهِ . [راجع : ٣٩٨ـ أخرجه مسلم : ١٣٣١، مختصراً آخره]

54۔ باب: جو کعبہ کے سب کونوں میں تکبیر کہے

1601۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ جب مکہ میں آئے تو آپ نے کعبہ میں مشرکین کے خداؤں کی موجودگی میں اس کے اندر جانے سے انکار کر دیا، پھر آپ نے ان کے بارے میں حکم دیا تو انھیں (کعبہ سے) باہر نکال دیا گیا۔ چنانچہ صحابہ نے ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کی تصویروں کو اس حال میں نکالا کہ ان کے ہاتھوں میں فال کے تیر تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ ان (مشرکوں) کو ہلاک کرے، سنو! اللہ کی قسم! انھیں معلوم ہے کہ انھوں نے ان تیروں کے ساتھ کبھی قسمت آزمائی نہیں کی۔“ پھر آپ بیت اللہ کے اندر گئے اور اس کے تمام کونوں میں تکبیریں کہیں اور آپ نے اس میں نماز نہیں پڑھی۔

فوائد 1 امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ذکر کی ہے کہ آپ ﷺ نے کعبہ کے کونوں میں تکبیر کہی اور اس میں نماز نہیں پڑھی۔ اس سے پہلے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث گزر چکی ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ نے انھیں بتایا کہ آپ نے کعبہ میں دو رکعتیں دو یمنی ستونوں کے درمیان پڑھی ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی کعبہ کے کونوں میں تکبیر کہنے کی بات بلال رضی اللہ عنہ کی حدیث سے زائد ہے، اس لیے بخاری نے اسے ترجمۃ الباب میں ذکر کر دیا ہے اور یہ حق ہے، کعبہ میں داخل ہو کر تکبیریں بلند آواز سے کہنی چاہییں، مگر کعبہ میں نماز سے متعلق انھوں نے دوسرے مقام میں بلال رضی اللہ عنہ کی بات کو ترجیح دی ہے، کیونکہ یہ مسلمہ قاعدہ ہے، مثبت نافی پر مقدم ہوتا ہے۔ یہاں بلال رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہہ رہے ہیں کہ آپ نے کعبہ میں نماز پڑھی ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما جو وہاں موجود نہیں تھے اسامہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے کہہ رہے ہیں کہ آپ نے کعبہ میں نماز نہیں پڑھی۔ ظاہر ہے کہ کعبہ کا دروازہ بند ہونے پر اندر اندھیرا تھا اور ہر شخص اپنی جگہ دعا یا ذکر میں مصروف تھا، اسامہ رضی اللہ عنہ نے تکبیر کی آواز سن لی مگر آپ کو نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھ سکے، جب کہ بلال رضی اللہ عنہ نے آپ کے قریب ہونے کی وجہ سے آپ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، پھر وہ جگہ بھی بیان کی جہاں آپ نے نماز پڑھی اور رکعتوں کی تعداد بھی بیان کی۔ اس لیے کہا جائے گا کہ فتح مکہ کے موقع پر کعبہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی آپ کی نماز کی نفی کی بات

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

درست نہیں، کیونکہ انھیں علم نہیں ہو سکا، جب کہ بلال رضی اللہ عنہ کی بات معتبر ہے، کیونکہ ان کے پاس اس کا علم موجود تھا۔

2 آپ ﷺ نے حکم دیا تو آلہہ (خداؤں) کو نکالا گیا، یہاں ان بتوں کو ''آلہہ'' ان کے عقیدے کے اعتبار سے کہا گیا ہے۔ آپ نے شرک اور مشرکین کے خداؤں سے شدید نفرت کی وجہ سے انھیں باہر نکالنے تک کعبہ میں داخل ہونے سے انکار کر دیا۔

3 ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کی تصویروں سے معلوم ہوا کہ بت پرست بھی محض پتھروں کی نہیں بلکہ صالحین اور انبیاء علیہم السلام کی تصویروں اور بتوں ہی کی عبادت کرتے تھے، فرق صرف یہ ہے کہ وہ ان کے بت بنا کر ان سے مدد مانگتے تھے اور اب بعض کلمہ اسلام پڑھنے والے نیکوں، بزرگوں اور انبیاء علیہم السلام کی قبروں پر عمارتیں بنا کر ان سے مدد مانگتے ہیں۔ وہ کھڑے بزرگوں سے مانگتے تھے یہ لیٹے ہوؤں سے مانگتے ہیں۔ نہ وہ انبیاء وصلحاء انھیں کچھ دے سکتے تھے جن کے انھوں نے بت بنائے تھے اور نہ قبروں میں محوخواب حضرات قبر پرستوں کی کوئی مشکل حل کر سکتے ہیں۔ نفیس خلیلی نے کیا خوب کہا ہے۔

جو کروٹ بدلنا نہیں جانتے ہیں   انھیں آپ مشکل کشا مانتے ہیں

4 آپ ﷺ نے جو قسم کھا کر فرمایا کہ مکہ کے مشرکوں کو یقینی علم ہے کہ ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام نے کبھی فال کے تیروں کے ساتھ قسمت آزمائی نہیں کی، نہ بت پرستی ان کا طریقہ تھا تو آپ کے اتنے یقین سے یہ بات کہنے کی وجہ یہ تھی کہ مکہ کے سب لوگ جانتے تھے کہ مکہ میں بت پرستی اور تیروں سے قسمت آزمائی کی ابتدا عمرو بن لحی خزاعی نے کی تھی، جس نے یمن سے بت لا کر کعبہ میں رکھے تھے۔ اس سے پہلے دین ابراہیم میں ان خرافات کا وجود تک نہ تھا، لہٰذا ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کی طرف تیروں سے قسمت آزمائی کی نسبت ان کا صریح بہتان تھا۔ (فتح الباری)

5 ''اِسْتِقْسَامُ بِالْأَزْلَامِ'' کی شرح کتاب التفسیر میں تفسیر سورۂ مائدہ (قبل ح: ۴۶۱۶) میں آئے گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

۵۵۔ بَابٌ: كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الرَّمَلِ

55۔ باب: (طواف میں) رمل کی ابتدا کیسے ہوئی؟

۱۶۰۲۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ -هُوَ ابْنُ زَيْدٍ- عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَصْحَابُهُ، فَقَالَ الْمُشْرِكُونَ: إِنَّهُ يَقْدَمُ عَلَيْكُمْ وَقَدْ وَهَنَهُمْ حُمَّى يَثْرِبَ، فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَرْمُلُوا الْأَشْوَاطَ الثَّلَاثَةَ، وَأَنْ يَمْشُوا مَا بَيْنَ

1602۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب آئے تو مشرکوں نے کہا: تمھارے پاس ایسے لوگ آ رہے ہیں جنھیں یثرب کے بخار نے کمزور کر دیا ہے، تو نبی ﷺ نے انھیں حکم دیا کہ وہ تین چکروں میں رمل کریں اور (یمن کی جانب کے) دو کونوں میں معمول کی چال چلیں اور تمام چکروں میں انھیں رمل کا حکم دینے سے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

الرُّكْنَيْنِ، وَلَمْ يَمْنَعْهُ أَنْ يَأْمُرَهُمْ أَنْ يَرْمُلُوا الْأَشْوَاطَ كُلَّهَا إِلَّا الْإِبْقَاءُ عَلَيْهِمْ. [انظر: ١٦٤٩، ٤٢٥٦، ٤٢٥٧۔ أخرجه مسلم: ١٢٦٤ بزيادة، ١٢٦٦ بزيادة]

آپ کو صرف ان پر شفقت نے روک دیا۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھی جب سات ہجری میں عمرہ کے لیے آئے تو مشرکین آپ اور آپ کے ساتھیوں کے طواف وغیرہ کو دیکھنے کے لیے کعبہ کی شمالی جانب والے پہاڑ پر اکٹھے ہو گئے اور آپس میں کہنے لگے کر تمھارے پاس وہ لوگ آ رہے ہیں جنھیں یثرب کے بخار نے کمزور کر دیا ہے (یاد رہے کہ مدینے کا بخار بہت مشہور تھا)۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ بات پہنچی تو ایک تو آپ نے طواف میں صحابہ کو "اضطباع" کا حکم دیا کہ وہ اوپر لینے والی چادر کے دونوں کنارے دائیں کندھے کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال لیں، اس سے دایاں کندھا اور بازو ننگا ہو جائے گا اور مشرکین اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ یہ بخار کے مارے ہوئے نحیف لوگ ہیں یا زبردست شیر بہادر ہیں۔ دوسرا آپ نے انھیں حکم دیا کہ پہلے تین چکروں میں رمل کریں، یعنی قریب قریب قدم رکھ کر تیزی سے پہلوانوں کی طرح کندھے اور بازو ہلا کر اکڑتے ہوئے چلیں اور مشرکین کو اپنی پھرتی اور قوت دکھائیں۔ تیسرا کام آپ نے صحابہ پر شفقت کی وجہ سے یہ کیا کہ ایک تو انھیں صرف تین چکروں میں رمل کا حکم دیا، پورے سات چکروں میں اس کا حکم نہیں دیا، دوسرا انھیں فرمایا کہ جب وہ کعبہ کی جنوبی جانب رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان آئیں تو مشرکین کی نگاہوں سے اوجھل ہونے کی وجہ سے ان تین چکروں میں بھی رمل نہ کریں بلکہ معمول کی عام چال چلیں۔ سبحان اللہ! رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے کتنی بصیرت اور حکمت عطا فرمائی تھی اور اس کے ساتھ کتنی رحمت وشفقت اور نرمی سے نوازا تھا کہ آپ نے اسلام اور مسلمانوں کی شان وشوکت اور قوت کے اظہار کا زبردست اہتمام بھی کیا اور اپنے ساتھیوں پر بے پناہ شفقت کی وجہ سے انھیں صرف تین چکروں میں رمل کا حکم دیا اور ان میں بھی مشرکین کی نگاہوں سے اوجھل ہونے پر عام چال چلنے کا حکم دیا۔ اس تدبیر کا نتیجہ یہ ہوا کہ کفار کہنے لگے کہ یہ لوگ تو ہرنوں کی طرح چست وچالاک ہیں۔ [دیکھیے أبو داود: ١٨٨٩۔ ابن ماجہ: ٢٩٥٣]

٥٦۔ بَابُ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ حِينَ يَقْدَمُ مَكَّةَ أَوَّلَ مَا يَطُوفُ وَيَرْمُلُ ثَلَاثًا

56۔ باب: جب مکہ میں آئے تو طواف کے شروع میں حجر اسود کا استلام کرے اور تین چکروں میں رمل کرے

١٦٠٣۔ حَدَّثَنَا أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ، أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ

1603۔ ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ جب مکہ میں آتے تو طواف کے شروع میں حجر اسود کا استلام کرتے اور سات میں سے تین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حِينَ يَقْدَمُ مَكَّةَ إِذَا اسْتَلَمَ الرُّكْنَ الْأَسْوَدَ أَوَّلَ مَا يَطُوفُ يَخُبُّ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ مِنَ السَّبْعِ . [انظر : ١٦٠٤، ١٦١٦، ١٦١٧، ١٦٤٤ـ أخرجه مسلم : ١٢٦١]

چکروں میں دوڑتے تھے۔

فائدہ: حجر اسود کا استلام یہ ہے کہ اسے چوما جائے یا ہاتھ یا لاٹھی لگا کر اسے چوم لیا جائے، یا دور سے اس کی طرف اشارہ کر دیا جائے (پھر ہاتھ کو چومنا نہیں ہے)۔ بیت اللہ کے طواف کی ابتدا حجر اسود کے استلام سے ہوتی ہے، طواف شروع کرتے وقت استلام، پھر ہر چکر کے شروع میں استلام ہوتا ہے، آخری چکر کے شروع میں بھی استلام ہوگا، ختم ہونے پر نہیں ہوگا۔

٥٧ـ بَابُ الرَّمَلِ فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

57۔ باب: حج اور عمرے میں رمل

١٦٠٤ـ حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ، حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : سَعَى النَّبِيُّ ﷺ ثَلَاثَةَ أَشْوَاطٍ، وَمَشَى أَرْبَعَةً فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ .

1604۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ حج اور عمرہ میں تین چکر دوڑ کر لگاتے اور چار چکر عام چال چلتے تھے۔

تَابَعَهُ اللَّيْثُ قَالَ : حَدَّثَنِي كَثِيرُ بْنُ فَرْقَدٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [راجع : ١٦٠٣ـ أخرجه مسلم : ١٢٦١]

لیث نے سریج کی متابعت کی ہے، اس نے کہا: مجھے کثیر بن فرقد نے نافع سے، انھوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، انھوں نے نبی ﷺ سے بیان کیا۔

فائدہ: اس حدیث اور پچھلی حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا پہلے پورے تین چکروں میں رمل کا ذکر ہے، ان چکروں میں یمانی رکنوں کے درمیان عام چال سے چلنے کا ذکر نہیں ہے۔ اس کا بظاہر مطلب یہ ہے کہ یہ پورے تین چکر دوڑ کر لگائے ہیں، جب کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں یمنی رکنوں کے درمیان عام چال چلنے کا ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یمنی رکنوں کے درمیان عام چال چلنے کی اجازت عمرۃ القضاء میں تھی، اس کے بعد کے حج اور عمرہ میں رسول اللہ ﷺ نے یہ پورے چکر دوڑ کر لگائے، اس لیے اب بھی یہ پورے چکر دوڑ کر لگانے چاہییں۔ آج کل بے پناہ ہجوم کی وجہ سے رمل پوری طرح ممکن نہیں ہوتا، اس لیے جتنا ہو سکے رمل کیا جائے، جو نہ ہو سکے اس کی معافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾ [التغابن : ١٦] ”سو اللہ سے ڈرو جتنی طاقت رکھو۔“ اور فرمایا: ﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ﴾ [البقرة : ٢٨٦] ”اللہ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی گنجائش کے مطابق۔“

١٦٠٥ـ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَخْبَرَنَا

1605۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ، قَالَ : أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ : أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لِلرُّكْنِ : أَمَا وَاللّٰهِ ! إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ، لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ اسْتَلَمَكَ مَا اسْتَلَمْتُكَ . فَاسْتَلَمَهُ ، ثُمَّ قَالَ : فَمَا لَنَا وَلِلرَّمَلِ ؟! إِنَّمَا كُنَّا رَاءَيْنَا بِهِ الْمُشْرِكِينَ، وَقَدْ أَهْلَكَهُمُ اللّٰهُ، ثُمَّ قَالَ : شَيْءٌ صَنَعَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَلَا نُحِبُّ أَنْ نَتْرُكَهُ . [راجع : ١٥٩٧ـ أخرجه مسلم : ١٢٧٠]

حجرِ اسود کو مخاطب کر کے کہا: خبردار! اللہ کی قسم! یقیناً میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے، نہ کوئی نقصان پہنچاتا ہے نہ نفع دیتا ہے اور اگر میں نے نبی ﷺ کو نہ دیکھا ہوتا کہ آپ نے تجھے بوسہ دیا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔ پھر انھوں نے اسے بوسہ دیا، پھر کہا: اب ہمارا رمل سے کیا تعلق !؟ ہم نے تو صرف مشرکین کو اپنی قوت دکھائی تھی، اب اللہ تعالیٰ نے انھیں ہلاک کر دیا ہے، پھر انھوں نے کہا: یہ ایسا کام ہے جو نبی ﷺ نے کیا ہے، اس لیے ہم اسے چھوڑنا پسند نہیں کرتے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کا اتباع ہر چیز سے مقدم ہے، خواہ اس کی علت ہمیں معلوم ہو سکے یا نہ ہو سکے اور آپ کی حدیث کسی کے قیاس کے مطابق ہو یا خلاف، ہمیں رسول اللہ ﷺ کے نقش قدم پر چلنا ہے۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ لیجیے، حجر اسود کو بوسہ دینے کی کوئی علت معلوم نہ ہونے کے باوجود صرف رسول اللہ ﷺ کے اتباع میں اسے بوسہ دیا ہے۔ اسی طرح عمرۃ القضاء میں رمل اور اضطباع کی بظاہر جو علت تھی یعنی کفار کو قوت دکھانا وہ فتح مکہ کے بعد ختم ہو گئی مگر جب اس کے بعد بھی رسول اللہ ﷺ نے عمرہ اور حجۃ الوداع میں رمل اور اضطباع کیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے صرف اس لیے اس پر عمل جاری رکھا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا عمل ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا کوئی عمل علت یا حکمت کے بغیر ہو سکتا ہے، یا وہ صحیح رائے یا قیاس کے خلاف ہو سکتا ہے، ہرگز نہیں، بلکہ آپ کے ہر عمل میں کئی حکمتیں ہوتی ہیں اور وہ صحیح رائے اور قیاس کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لیے ہمارا یہ کام نہیں کہ قرآن یا حدیث کی حکمت یا علت سمجھ میں آئے تو عمل کریں، ورنہ نہیں۔ ہمارا کام ہر حال میں آپ ﷺ کی پیروی کرنا ہے، فرمایا: ﴿ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ﴾ [آل عمران : ٣١] ”کہہ دے: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔“ جب کلمہ پڑھ لیا اور اپنا آپ ان کے حوالے کر دیا تو چونکہ چنانچہ کی کیا گنجائش رہی اور اپنی یا کسی دوسرے کی رائے یا قیاس کی کیا حیثیت رہ گئی۔ شیخ فاخر زائر الٰہ آبادی نے کیا خوب کہا ہے ۔

بقول مصطفیٰ زائر زرائے دیگراں ماندم   جمال یار مانع گردد از اغیار عاشق را

”یعنی اے زائر! میں نے تو مصطفیٰ ﷺ کے قول کی وجہ سے سب کے قول اقوال چھوڑ دیے ہیں، کیونکہ عاشق کے لیے اس کے دوست کا جمال غیروں سے رکاوٹ بن جاتا ہے۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

١٦٠٦- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: مَا تَرَكْتُ اسْتِلَامَ هَذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ فِي شِدَّةٍ وَلَا رَخَاءٍ، مُنْذُ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَسْتَلِمُهُمَا. قُلْتُ لِنَافِعٍ: أَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَمْشِي بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ؟ قَالَ: إِنَّمَا كَانَ يَمْشِي لِيَكُونَ أَيْسَرَ لِاسْتِلَامِهِ. [انظر: ١٦١١- أخرجه مسلم: ١٢٦٨]

1606۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے ان دونوں کونوں کا استلام نہ کسی سختی میں چھوڑا ہے نہ نرمی میں جب سے میں نے نبی ﷺ کو ان دونوں کا استلام کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (عبید اللہ کہتے ہیں:) میں نے نافع سے پوچھا: کیا ابن عمر رضی اللہ عنہما دو (یمنی) کونوں کے درمیان معمول کی چال چلتے تھے؟ انھوں نے کہا: وہ یہ چال اس لیے چلتے تھے تا کہ اس کے استلام کے لیے زیادہ آسانی ہو۔

فائدہ: وہ یہ چال اس لیے چلتے تھے تا کہ اس کے استلام میں آسانی ہو: یہ نافع کا اجتہاد ہے، ضروری نہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا مقصود بھی یہی ہو، صرف اتباع بھی مقصود ہو سکتا ہے۔

٥٨- بَابُ اسْتِلَامِ الرُّكْنِ بِالْمِحْجَنِ

58۔ باب: لاٹھی کے ساتھ حجر اسود کا استلام

١٦٠٧- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ وَيَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: طَافَ النَّبِيُّ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلَى بَعِيرٍ، يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ.

1607۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع میں اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا، آپ ایک لاٹھی کے ساتھ حجر اسود کا استلام کرتے تھے۔

تَابَعَهُ الدَّرَاوَرْدِيُّ، عَنِ ابْنِ أَخِي الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَمِّهِ. [انظر: ١٦١٢، ١٦١٣، ١٦٣٢، ٥٢٩٣، وانظر في الصلاة، باب: ٧٨- أخرجه مسلم: ١٢٧٢]

یونس کے ساتھ اس حدیث کو دراوردی نے زہری کے بھتیجے سے روایت کیا ہے، انھوں نے اپنے چچا (زہری) سے۔

فائدہ: اَلْمِحْجَنُ: "حَجَنٌ" کا معنی ٹیڑھا ہونا ہے، اور "اَلْمِحْجَنُ" وہ لاٹھی جس کا اوپر کا حصہ نیچے کی طرف جھکایا ہوا ہو، پنجابی میں اسے کھونڈی کہتے ہیں۔ صحیح مسلم (۱۲۷۵) میں ابو الطفیل رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ آپ حجر اسود کو لاٹھی لگا کر اسے بوسہ دیتے تھے اور صحیح مسلم (۱۲۶۸/۲۴۶) ہی میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انھوں نے حجر اسود کا استلام ہاتھ سے کیا، پھر اسے چوم لیا اور پھر اسے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٥٩- بَابُ مَنْ لَمْ يَسْتَلِمْ إِلَّا الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ

59- باب: جو دو یمنی کونوں کے سوا (کعبہ کے کسی حصہ کو) بوسہ نہ دے

١٦٠٨- وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ أَبِي الشَّعْثَاءِ أَنَّهُ قَالَ: وَمَنْ يَتَّقِي شَيْئًا مِنَ الْبَيْتِ؟ وَكَانَ مُعَاوِيَةُ يَسْتَلِمُ الْأَرْكَانَ، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: إِنَّهُ لَا يُسْتَلَمُ هَذَانِ الرُّكْنَانِ، فَقَالَ: لَيْسَ شَيْءٌ مِنَ الْبَيْتِ مَهْجُورًا، وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَسْتَلِمُهُنَّ كُلَّهُنَّ.

1608- اور ابو الشعثاء نے کہا: اور بیت اللہ کی کسی بھی چیز سے کون پرہیز کرتا ہے؟ اور معاویہ رضی اللہ عنہ سب کونوں کا استلام کرتے تھے تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا: ان (دوسرے) دو کونوں کا استلام نہیں کیا جاتا، تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: بیت اللہ کی کوئی چیز ترک کی ہوئی نہیں اور ابن الزبیر رضی اللہ عنہما ان سب کونوں کا استلام کیا کرتے تھے۔

١٦٠٩- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمْ أَرَ النَّبِيَّ ﷺ يَسْتَلِمُ مِنَ الْبَيْتِ إِلَّا الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ. [راجع: ١٦٦- أخرجه مسلم: ١١٨٧ مطولاً، وأخرجه: ١٢٦٧]

1609- عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو بیت اللہ کے یمن کی جانب والے دو کونوں کے سوا کسی کونے کا استلام کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

فوائد 1 ابو الشعثاء جابر بن زید الازدی ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد اور ثقہ فقیہ ہیں۔

2 ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی کعبہ کے صرف یمنی کونوں کا استلام کرتے تھے، شامی کونوں کا نہیں، ان سے پوچھا گیا تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے اس طرح کرنے کا حوالہ دیا اور اس کی وجہ یہ بیان کی کہ بیت اللہ ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر پورا نہیں بنایا گیا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ روایت حدیث (۱۵۸۳) میں گزر چکی ہے۔

3 معاویہ رضی اللہ عنہ کی رائے کہ بیت اللہ کے تمام کونوں کا استلام کرنا چاہیے درست نہیں، بے شک سارا کعبہ متبرک ہے مگر ہر کام میں سنت کی پیروی ضروری ہے۔ ابو الشعثاء یا معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس دلیل سے کہ بیت اللہ کا کوئی حصہ مہجور نہیں یہ لازم آتا ہے کہ آدمی کعبہ کی ساری دیواروں کو چپہ چپہ برابر چومتا جائے اور اس کی کوئی جگہ نہ چھوڑے، پھر تو طواف مشکل ہو جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے جلیل القدر صحابہ ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کا اسی پر عمل رہا ہے کہ وہ صرف یمن کی جانب والے دو کونوں کا استلام کرتے تھے، ہمیں اپنے رسول ﷺ کے طریقے پر چلنا چاہیے، کسی اور کے فعل سے ہمیں غرض نہیں۔ (تیسیر الباری)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٦٠ - بَابُ تَقْبِيلِ الْحَجَرِ

60۔ باب: حجر اسود کو بوسہ دینا

١٦١٠ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا وَرْقَاءُ، أَخْبَرَنَا زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَبَّلَ الْحَجَرَ وَقَالَ: لَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَبَّلَكَ مَا قَبَّلْتُكَ. [راجع: ١٥٩٧ - أخرجه مسلم: ١٢٧٠]

1610۔ زید بن اسلم نے اپنے والد سے بیان کیا، انھوں نے کہا: میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا، انھوں نے اس پتھر کو بوسہ دیا اور کہا: اگر یہ نہ ہوتا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو تمھیں بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے تو میں تمھیں بوسہ نہ دیتا۔

فائدہ: اس کی شرح (۱۵۹۷) میں گزر چکی ہے۔

١٦١١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنِ الزُّبَيْرِ ابْنِ عَرَبِيٍّ، قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ، فَقَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ، قَالَ: قُلْتُ: أَرَأَيْتَ إِنْ زُحِمْتُ؟ أَرَأَيْتَ إِنْ غُلِبْتُ؟ قَالَ: اجْعَلْ أَرَأَيْتَ بِالْيَمَنِ، رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ. [راجع: ١٦٠٦ - أخرجه مسلم: ١٢٦٨ باختلاف]

1611۔ زبیر بن عربی سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ایک آدمی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حجر اسود کے استلام کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے آپ اس کا استلام کرتے تھے اور اسے بوسہ دیتے تھے۔ اس آدمی نے کہا: میں نے کہا: "أَرَأَيْتَ" آپ یہ بتائیں اگر میں بھیڑ میں پھنس جاؤں، آپ یہ بتائیں اگر میں بے بس ہو جاؤں (تو کیا کروں)؟ انھوں نے کہا: "أَرَأَيْتَ" کا لفظ یمن میں رہنے دو، میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے آپ اس کا استلام کرتے تھے اور اسے بوسہ دیتے تھے۔

فوائد: 1 ابو داود طیالسی کی روایت (۱۹۷۶) میں حماد بن زید نے زبیر بن عربی سے بیان کیا ہے کہ انھوں نے ہمیں بیان کیا: "سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ" کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا، اس سے معلوم ہوا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کرنے والے یہ خود ہی تھے۔ حدیث میں استلام کا معنی ہاتھ لگانا اور تقبیل کا معنی بوسہ دینا ہے۔ (فتح الباری)
2 اِجْعَلْ أَرَأَيْتَ بِالْيَمَنِ: اس سے معلوم ہوا کہ وہ بندہ یمنی تھا۔ ابو داود طیالسی کی مذکورہ روایت میں یہ بھی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے کہا: "أَرَأَيْتَ" کا لفظ اس ستارے کے پاس رکھو۔ انھوں نے اس آدمی سے یہ بات اس لیے کہی کہ انھوں نے سمجھا کہ یہ بندہ حدیث کے مقابلے میں اپنی رائے سے اگر مگر کے ڈھکوسلے پیش کر رہا ہے اور بھیڑ وغیرہ کے بہانے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے حجر اسود کے بوسے کی اہمیت گھٹانا چاہتا ہے، اس لیے اس کی بات کو رد کر کے یہ تلقین کی کہ جب حدیث سنو تو اس پر عمل کرو، قیاس اور رائے سے پرہیز کرو۔

3 اس حدیث سے ظاہر ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بھیڑ کو حجر اسود کے استلام یا بوسہ نہ دینے کے لیے عذر تسلیم نہیں کیا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما اس مسئلہ میں تشدد کرتے تھے، چنانچہ سعید بن منصور نے قاسم بن محمد سے بیان کیا ہے کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا وہ حجر اسود پر اتنی دھکم پیل کرتے کہ ان کا خون نکل آتا۔ لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کے برعکس وہاں دھکم پیل جائز نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ فاکہی نے کئی سندوں سے ان سے روایت کی ہے کہ وہ دھکم پیل کو برا جانتے تھے اور انھوں نے کہا: "لَا يُؤْذِيْ وَلَا يُؤْذٰى" "نہ وہ کسی کو تکلیف پہنچائے اور نہ کوئی اسے تکلیف پہنچائے۔" (فتح الباری)

٦١- بَابُ مَنْ أَشَارَ إِلَى الرُّكْنِ إِذَا أَتَى عَلَيْهِ

61- باب: جب (حجر اسود والے) کونے پر آئے تو اشارہ کرے

١٦١٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: طَافَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْبَيْتِ عَلَى بَعِيرٍ، كُلَّمَا أَتَى عَلَى الرُّكْنِ أَشَارَ إِلَيْهِ.

[راجع: ١٦٠٧- أخرجه مسلم: ١٢٧٢ باختلاف]

1612- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک اونٹ پر بیت اللہ کا طواف کیا، آپ جب بھی (حجر اسود والے) کونے پر آتے اس کی طرف اشارہ کرتے۔

فائدہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر آدمی حجر اسود کو ہاتھ یا چھڑی نہ لگا سکے تو اس کے پاس سے گزرتے ہوئے دور سے اس کی طرف اشارہ کر دے، یہ عمل صرف حجر اسود کے لیے ہے۔ رہا رکن یمانی تو اسے بوسہ دینے کا حکم نہیں، اگر آسانی سے ہو سکے تو اسے صرف ہاتھ لگانا ہے، ورنہ اس کے پاس سے گزر جائے، دور سے گزرتے ہوئے نہ رکن یمانی کی طرف اشارہ کرے نہ تکبیر کہے، عام چال سے چلتا جائے۔

٦٢- بَابُ التَّكْبِيرِ عِنْدَ الرُّكْنِ

62- باب: حجر اسود کے پاس تکبیر کہنا

١٦١٣- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: طَافَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْبَيْتِ عَلَى بَعِيرٍ، كُلَّمَا أَتَى الرُّكْنَ أَشَارَ إِلَيْهِ بِشَيْءٍ كَانَ

1613- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک اونٹ پر سوار ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا، جب بھی حجر اسود پر آتے اپنے پاس موجود ایک چیز کے ساتھ اس کی طرف اشارہ کرتے اور "اللہ اکبر" کہتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عِنْدَهُ وَكَبَّرَ .
تَابَعَهُ إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ .
[راجع : ١٦٠٧- أخرجه مسلم : ١٢٧٢ باختلاف]

ابراہیم بن طہمان نے خالد الحذاء سے خالد بن عبداللہ جیسا ہی بیان کیا ہے۔

فائدہ: یہاں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی گزشتہ باب میں مذکور حدیث ذکر کی ہے، آپ کے ہاتھ میں موجود جس چیز کا یہاں ذکر ہے اس سے مراد وہ کھونڈی ہے جو یہاں سے دو باب پہلے والی حدیث میں مذکور ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ طواف کے ہر چکر میں حجر اسود کے پاس تکبیر کہنا مسنون ہے۔ (فتح الباری)

٦٣- بَابُ مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ إِذَا قَدِمَ مَكَّةَ قَبْلَ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى بَيْتِهِ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّفَا

63۔ باب: جو شخص مکہ میں آ کر اپنے گھر واپس جانے سے پہلے بیت اللہ کا طواف کرے، پھر دو رکعتیں پڑھے، پھر صفا کی طرف نکلے

١٦١٤، ١٦١٥- حَدَّثَنَا أَصْبَغُ، عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، ذَكَرْتُ لِعُرْوَةَ قَالَ : فَأَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : أَنَّ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ حِينَ قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ أَنَّهُ تَوَضَّأَ، ثُمَّ طَافَ، ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً، ثُمَّ حَجَّ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا مِثْلَهُ، ثُمَّ حَجَجْتُ مَعَ أَبِي الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَأَوَّلُ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ، ثُمَّ رَأَيْتُ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارَ يَفْعَلُونَهُ . وَقَدْ أَخْبَرَتْنِي أُمِّي : أَنَّهَا أَهَلَّتْ هِيَ وَأُخْتُهَا وَالزُّبَيْرُ وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ بِعُمْرَةٍ، فَلَمَّا مَسَحُوا الرُّكْنَ حَلُّوا .
[الحديث : ١٦١٤، انظر : ١٦٤١] [الحديث : ١٦١٥، انظر : ١٦٤٢، ١٧٩٦- أخرجه مسلم : ١٢٣٥ مطولاً]

1614، 1615۔ امام بخاری نے کہا: ہمیں اصبغ نے ابن وہب سے بیان کیا، انھوں نے کہا: مجھے عمرو نے محمد بن عبدالرحمن سے روایت کی کہ میں نے عروہ سے ذکر کیا، انھوں نے کہا: مجھے عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ نبی ﷺ جب مکہ میں آئے تو پہلا کام جس سے آپ نے ابتدا کی یہ تھا کہ آپ نے وضو کیا، پھر طواف کیا، پھر عمرہ نہیں ہوا۔ پھر ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے اسی طرح حج کیا۔ (عروہ نے کہا) پھر میں نے اپنے والد زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا تو پہلا کام جس سے انھوں نے ابتدا کی طواف تھا، پھر میں نے مہاجرین و انصار کو دیکھا وہ ایسے ہی کرتے تھے۔ اور میری والدہ نے مجھے بتایا کہ انھوں نے اور ان کی بہن (عائشہ رضی اللہ عنہا) نے اور زبیر رضی اللہ عنہ اور فلاں فلاں نے عمرے کا احرام باندھا تو جب انھوں نے حجر اسود کو ہاتھ لگایا تو حلال ہو گئے۔

فوائد: 1 یہ بات واضح ہے کہ جب آپ مکہ میں آئیں گے تو پہلے عمرہ کے اعمال ادا کریں گے، کیونکہ آپ مکہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں اسی مقصد کے لیے آتے ہیں۔ نبی ﷺ نے اپنا اونٹ مسجد کے دروازے کے پاس بٹھایا پھر طواف کیا، مگر موجودہ زمانے میں یہ مشکل ہے، تقریباً ناممکن ہے، کیونکہ مسجد کے دروازے کے پاس گاڑیاں کھڑی کرنا ممکن نہیں، اس لیے آپ کو ہوٹل جانا پڑے گا، وہاں اپنا سامان رکھ کر ضرورت کی چیزیں لے کر عمرہ کے لیے آئیں گے۔ [لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا] [ابن عثيمين رحمه الله : ۵/۳۲۳]

2 اس حدیث کو امام بخاری نے یہاں مختصر بیان کیا ہے، صحیح مسلم (۱۲۳۵) میں یہ مفصل آئی ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ ایک عراقی شخص نے محمد بن عبدالرحمٰن سے کہا تھا کہ عروہ بن زبیر سے پوچھیں کہ جو آدمی حج کا احرام باندھ کر آیا ہو کیا وہ بیت اللہ کا طواف کر کے احرام کھول سکتا ہے؟ اس عراقی کے سوال کی وجہ یہ تھی کہ اسے معلوم ہوا تھا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ کہتے ہیں کہ کوئی حج کا احرام باندھ کر آئے تو حج کا احرام فسخ کر کے عمرہ ادا کر کے احرام کھول سکتا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے جو صحابہ حج کا احرام باندھ کر آئے تھے انھوں نے اسے فسخ کر کے عمرہ بنا لیا تھا۔ اس کے جواب میں عروہ نے اس کی تردید کی اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے تو حج کو فسخ کر کے عمرہ نہیں بنایا تھا، پھر ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نے بھی حج کیا تو ایسا نہیں کیا، پھر میں نے اپنے والد زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا تو انھوں نے بھی ایسا نہیں کیا اور مہاجرین و انصار کو بھی میں نے حج کرتے دیکھا تو طواف و سعی کے بعد وہ حلال نہیں ہوتے تھے۔ البتہ میری والدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے مجھے بتایا کہ وہ اور ان کی بہن (عائشہ رضی اللہ عنہا) اور زبیر رضی اللہ عنہ اور فلاں فلاں جب حج کے لیے آئے تو عمرہ ادا کر کے حلال ہو گئے۔ مطلب یہ کہ بیت اللہ کے طواف (اور سعی) کے بعد احرام ختم ہو جانا اور حج کے احرام کا عمرہ بن جانا حجۃ الوداع میں تھا، اب ایسا درست نہیں۔ " فَلَمَّا مَسَحُوا الرُّكْنَ " سے مراد پورا عمرہ ہے اور حجر اسود کو ہاتھ لگانے سے مراد صفا و مروہ کی سعی سے پہلے حجر اسود کو ہاتھ لگا کر سعی کا آغاز کرنا ہے۔ [كذا قال الحافظ في الفتح]

مگر ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کے مطابق شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ابن قیم رحمہما اللہ کا کہنا ہے کہ اب بھی جو شخص قربانی لے کر نہ آیا ہو خواہ وہ حج کا احرام باندھ کر آیا ہو بیت اللہ کے طواف اور صفا و مروہ کی سعی کے بعد اس کا عمرہ ہو گیا، اب وہ حج کے لیے نئے سرے سے احرام باندھے گا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے عمرہ کرنے کے بعد سب لوگوں کے احرام کھلوا دیے جو قربانی لے کر نہیں آئے تھے۔ صحیح مسلم (۱۲۱۸) میں جابر رضی اللہ عنہ کی لمبی حدیث میں ہے کہ مکہ میں آ کر جب آپ نے بیت اللہ کا طواف کر لیا، پھر صفا و مروہ کی سعی کی تو جب مروہ پر آپ کا آخری چکر ختم ہوا تو آپ نے فرمایا: « لَوْ أَنِّي اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ لَمْ أَسُقِ الْهَدْيَ، وَجَعَلْتُهَا عُمْرَةً، فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ لَيْسَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيَحِلَّ وَلْيَجْعَلْهَا عُمْرَةً، فَقَامَ سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! أَلِعَامِنَا هٰذَا أَمْ لِأَبَدٍ ؟ فَشَبَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَابِعَهُ وَاحِدَةً فِي الْأُخْرٰى وَقَالَ : دَخَلَتِ الْعُمْرَةُ فِي الْحَجِّ ـ مَرَّتَيْنِ ـ لَا بَلْ لِأَبَدِ أَبَدٍ » "اگر میں پہلے وہ بات جان لیتا جو مجھے بعد میں معلوم ہوئی تو میں اپنے ساتھ قربانی لے کر نہ آتا اور میں اسے عمرہ بنا لیتا تو تم میں سے جس کے ساتھ قربانی کا جانور نہ ہو وہ احرام کھول دے اور اسے عمرہ بنا لے۔" تو سراقہ بن مالک بن جعشم رضی اللہ عنہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا یہ حکم ہمارے اسی سال کے لیے ہے یا ہمیشہ کے لیے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی انگلیاں ایک دوسری میں داخل کیں اور فرمایا: ”عمرہ حج میں داخل ہو گیا۔ دو مرتبہ کہا۔ نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے۔“

١٦١٦- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ أَنَسٌ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا طَافَ فِي الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ أَوَّلَ مَا يَقْدَمُ سَعَى ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ وَمَشَى أَرْبَعَةً، ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ يَطُوفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.
[راجع: ١٦٠٣- أخرجه مسلم: ١٢٦١]

1616۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب حج یا عمرہ میں آ کر پہلا طواف کرتے اس میں تین چکر دوڑتے اور چار چکر عام چال چلتے، پھر دو رکعتیں پڑھتے، پھر صفا و مروہ کے درمیان چکر لگاتے تھے۔

فائدہ ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ عمرے کے لیے صرف بیت اللہ کا طواف کافی نہیں بلکہ صفا و مروہ کی سعی بھی ضروری ہے۔

١٦١٧- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا أَنَسُ ابْنُ عِيَاضٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ الطَّوَافَ الْأَوَّلَ يَخُبُّ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ وَيَمْشِي أَرْبَعَةً، وَأَنَّهُ كَانَ يَسْعَى بَطْنَ الْمَسِيلِ إِذَا طَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ. [راجع: ١٦٠٣- أخرجه مسلم: ١٢٦١]

1617۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب بیت اللہ کا پہلا طواف کرتے تو تین چکر دوڑتے اور چار چکر عام چال چلتے تھے اور جب صفا اور مروہ کے درمیان چکر لگاتے تو پانی کی گزرگاہ والی نیچی جگہ میں دوڑتے تھے۔

فائدہ اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ہاجر علیہا السلام کے پاس جب پانی ختم ہو گیا اور بچہ پیاس سے تڑپنے لگا تو وہ قریب پہاڑی صفا پر چڑھیں، پھر اتر کر مروہ کی طرف چلیں، دونوں پہاڑوں کے درمیان نیچی جگہ آئیں جو بارش کے پانی کی گزرگاہ تھی تو انھوں نے وہ دوڑ کر عبور کی، پھر مروہ پر چڑھ گئیں۔ آج کل دوڑنے کی اس جگہ میں بجلی کی سبز لائٹیں لگا دی گئی ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ کہاں سے کہاں تک دوڑنا ہے۔

٦٤- بَابُ طَوَافِ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ

64۔ باب: عورتوں کا مردوں کے ساتھ طواف کرنا

١٦١٨- وَقَالَ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ : حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ،

1618۔ ابن جریج نے بیان کیا کہ جب ابن ہشام نے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنَا قَالَ : أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ إِذْ مَنَعَ ابْنُ هِشَامٍ النِّسَاءَ الطَّوَافَ مَعَ الرِّجَالِ، قَالَ : كَيْفَ يَمْنَعُهُنَّ وَقَدْ طَافَ نِسَاءُ النَّبِيِّ ﷺ مَعَ الرِّجَالِ ؟ قُلْتُ : أَبَعْدَ الْحِجَابِ أَوْ قَبْلُ؟ قَالَ : إِي لَعَمْرِي ! لَقَدْ أَدْرَكْتُهُ بَعْدَ الْحِجَابِ، قُلْتُ : كَيْفَ يُخَالِطْنَ الرِّجَالَ؟ قَالَ : لَمْ يَكُنَّ يُخَالِطْنَ، كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تَطُوفُ حَجْرَةً مِنَ الرِّجَالِ، لَا تُخَالِطُهُمْ، فَقَالَتِ امْرَأَةٌ : انْطَلِقِي نَسْتَلِمْ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ ! قَالَتِ : انْطَلِقِي عَنْكِ، وَأَبَتْ، يَخْرُجْنَ مُتَنَكِّرَاتٍ بِاللَّيْلِ فَيَطُفْنَ مَعَ الرِّجَالِ، وَلَكِنَّهُنَّ كُنَّ إِذَا دَخَلْنَ الْبَيْتَ قُمْنَ حَتَّى يَدْخُلْنَ، وَأُخْرِجَ الرِّجَالُ، وَكُنْتُ آتِي عَائِشَةَ أَنَا وَعُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ، وَهِيَ مُجَاوِرَةٌ فِي جَوْفِ ثَبِيرٍ، قُلْتُ : وَمَا حِجَابُهَا ؟ قَالَ : هِيَ فِي قُبَّةٍ تُرْكِيَّةٍ، لَهَا غِشَاءٌ، وَمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَهَا غَيْرُ ذَلِكَ، وَرَأَيْتُ عَلَيْهَا دِرْعًا مُوَرَّدًا .

عورتوں کو مردوں کے ساتھ طواف سے منع کر دیا تو عطاء نے مجھے بتایا، انھوں نے کہا: وہ انھیں کیسے منع کرتا ہے حالانکہ نبی ﷺ کی بیویوں نے مردوں کے ساتھ طواف کیا ہے؟ میں نے کہا: کیا حجاب کے بعد یا پہلے؟ انھوں نے کہا: ہاں! میری عمر کی قسم! میں نے یہ معاملہ حجاب کے بعد ہی پایا ہے۔ میں نے کہا: وہ مردوں سے خلط ملط کیسے ہوتی تھیں؟ کہا: خلط ملط نہیں ہوتی تھیں، عائشہ رضی اللہ عنہا مردوں سے الگ رہ کر طواف کرتی تھیں، ان کے ساتھ خلط ملط نہیں ہوتی تھیں۔ تو ایک عورت نے کہا: ام المومنین! چلیں، ہم حجر اسود کا استلام کر لیں، تو انھوں نے کہا: تم اپنے طور پر جاؤ اور انھوں نے انکار کر دیا۔ وہ رات کو اجنبی بن کر نکلتیں اور مردوں کے ساتھ ہی طواف کر لیتیں، لیکن جب وہ بیت اللہ کے اندر داخل ہوتیں تو کھڑی رہتیں حتیٰ کہ اس وقت داخل ہوتیں جب مردوں کو نکال دیا جاتا۔ اور میں اور عبید بن عمیر عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جایا کرتے تھے جب کہ وہ ثبیر پہاڑ پر (جو مزدلفہ میں ہے) ٹھہری ہوئی تھیں۔ میں نے پوچھا: ان کا حجاب کیا تھا؟ انھوں نے کہا: وہ ایک ترکی خیمہ میں تھیں، اس پر ایک پردہ پڑا ہوا تھا، ہمارے اور ان کے درمیان بس یہی پردہ تھا اور میں نے انھیں دیکھا کہ انھوں نے ایک گلابی کرتہ پہنا ہوا تھا۔

فوائد: 1 إِذْ مَنَعَ ابْنُ هِشَامٍ النِّسَاءَ الطَّوَافَ مَعَ الرِّجَالِ : اس سے مراد ابراہیم یا اس کا بھائی محمد بن اسماعیل ابن ہشام بن ولید بن مغیرہ ہے، یہ دونوں بھائی ہشام بن عبدالملک اموی خلیفہ کے ماموں تھے، اس نے اپنی خلافت کے دوران محمد کو مکہ کا امیر مقرر کر دیا اور اس کے بھائی ابراہیم بن ہشام کو مدینہ کا امیر بنا دیا اور ابراہیم کو لوگوں کے لیے امیر حج مقرر کر دیا، اس لیے میں نے کہا کہ ابن ہشام سے مراد ان دونوں میں سے کوئی ایک ہو سکتا ہے۔ (فتح الباری)

2 ابن جریج نے بیان کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد مشہور تابعی عطا بن ابی رباح کو یہ بات معلوم ہوئی تو انھوں نے کہا کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نبی ﷺ کی بیویاں مردوں کے ساتھ طواف کرتی تھیں، تو ابن ہشام عورتوں کو مردوں کے ساتھ طواف سے کیسے منع کر سکتا ہے!؟ اس سے معلوم ہوا کہ فعل سے بھی دلیل لی جا سکتی ہے، خصوصاً وہ فعل جس کا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے انکار نہ کیا ہو۔

3 میں نے یہ معاملہ حجاب کے بعد ہی پایا ہے: عطا تو تابعی تھے، مطلب یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کو مردوں کے ساتھ طواف کرتے دیکھا اور جب عطا نے دیکھا تو رسول اللہ ﷺ پر ایک مدت گزر چکی تھی، تو ظاہر ہے کہ حجاب کے بعد یہ معاملہ ہوا۔ (تیسیر الباری)

4 مطاف کا دائرہ بہت وسیع ہے، ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا ایک طرف الگ رہ کر طواف کرتیں اور مرد بھی طواف کرتے رہتے۔ آج کل سمجھ دار عورتیں اپنا ایک جتھا بنا کر مردوں سے الگ رہ کر طواف میں شریک رہتی ہیں، کم عقل عورتیں مردوں میں گھس جاتی ہیں، اللہ تعالیٰ انھیں ہدایت دے۔ ایسی ہی کسی عورت نے ام المومنین رضی اللہ عنہا کو حجر اسود کے بوسے کے لیے ساتھ چلنے کو کہا تو انھوں نے کہا: تم اپنے طور پر جاؤ، میں نہیں جاتی، نہ ہی تمھیں جانے کے لیے کہتی ہوں۔ مگر آج کل عورتوں نے حجر اسود پر تقریباً قبضہ کر رکھا ہوتا ہے، مردوں سے اُلجھتی ہوئی حجر اسود کو بوسہ دیتی ہیں، یہ بہت ہی غلط بات ہے۔

5 امہات المومنین رضی اللہ عنہن طواف تو مردوں کے ساتھ ہی ان سے الگ رہ کر کرتی تھیں، مگر جب ان کا کعبہ کے اندر داخل ہونے کا ارادہ ہوتا تو بیت اللہ کے پاس جا کر کھڑی ہو جاتیں، ان کی آمد پر مردوں کو کعبہ سے نکال دیا جاتا، پھر وہ کعبہ میں داخل ہوتیں، کعبہ میں مردوں کی موجودگی میں وہ وہاں داخل نہیں ہوتی تھیں۔

6 وَهِيَ مُجَاوِرَةٌ فِي جَوْفِ ثَبِيرٍ: اس کا معنی بعض نے کیا ہے کہ وہ کوہِ ثبیر پر اعتکاف کیے ہوئے تھیں اور اس معنی کے نتیجے میں آگے یہ بحث چلائی ہے کہ عورتیں مسجد کے بغیر بھی اعتکاف کر سکتی ہیں۔ بعض نے کہا: مرد ہوں یا عورتیں سب مکہ مکرمہ میں جہاں چاہیں اعتکاف کر سکتے ہیں، مگر یہ استدلال درست نہیں، کیونکہ "مُجَاوِرَةٌ" کا معنی ضروری نہیں اعتکاف ہو، کسی جگہ پر ٹھہرنے کو بھی "مجاورۃ" کہہ لیا جاتا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کا معنی کیا ہے: "أَيْ مُقِيمَةٌ۔" قرآن مجید نے صراحت کی ہے کہ اعتکاف صرف مسجدوں میں ہوتا ہے، فرمایا: ﴿وَ اَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ﴾ [البقرۃ: ۱۸۷] "جبکہ تم مسجدوں میں معتکف ہو" پہاڑوں پر خیمے بنا کر اعتکاف نہیں ہوتا۔

7 ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے لباس پر عطا کی نظر پڑی یہ کچھ منع نہیں، عورت کے اعضا ڈھپے رہنے چاہییں نہ یہ کہ اس کا لباس۔ اس حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ ازواج مطہرات کا حجاب یہی تھا کہ ساتر کپڑے پہنے رہیں نہ یہ کہ ایک چار دیواری میں بند رہیں، عمر بھر اس سے باہر نہ نکلیں، جیسے ہندوستان میں رواج ہے۔ ہندوستان کا یہ پردہ بالکل رسمی ہے نہ کہ شرعی۔ حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عورت اور مرد کسی مقام میں جمع ہو سکتے ہیں، جیسے مجلسِ وعظ یا نماز یا عید یا طواف یا حج یا ثواب کے کاموں میں، گو اختلاط یعنی بالکل میل جول جائز نہیں۔ (تیسیر الباری)

١٦١٩- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ

1619- نبی ﷺ کی زوجہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس شکایت کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الزُّبَيْرِ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: شَكَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَنِّي أَشْتَكِي، فَقَالَ: «طُوفِي مِنْ وَرَاءِ النَّاسِ وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ» فَطُفْتُ وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ حِينَئِذٍ يُصَلِّي إِلَى جَنْبِ الْبَيْتِ وَهُوَ يَقْرَأُ: ﴿وَالطُّورِ ۝ وَكِتَابٍ مَسْطُورٍ﴾ [الطور: ١، ٢] [راجع: ٤٦٤ـ أخرجه مسلم: ١٢٧٦، بدون ذكر "الصبح"]

کہ میں بیمار ہوں تو آپ نے فرمایا: ''تم سوار ہو کر لوگوں کے پیچھے طواف کر لو۔'' تو میں نے طواف کیا اور اس وقت رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کے پہلو میں نماز پڑھ رہے تھے اور آپ ﴿وَالطُّورِ ۝ وَكِتَابٍ مَسْطُورٍ﴾ کی تلاوت کر رہے تھے۔

فائدہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں صحیح بخاری کے مختلف مقامات سے اس حدیث میں مزید یہ باتیں ذکر کی ہیں کہ نبی ﷺ نماز پڑھ رہے تھے، لوگ بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے، یہ صبح کی نماز تھی اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے طوافِ وداع کرنا تھا۔ آپ ﷺ نے انھیں لوگوں کے پیچھے طواف کا حکم اس لیے دیا کہ اس میں ان کے پردے کا اہتمام زیادہ تھا اور نمازیوں کی صفیں بھی خراب نہیں ہوتی تھیں۔ یہ طواف انھوں نے اونٹ پر سوار ہو کر کیا، لوگوں کے پیچھے طواف میں ایک حکمت یہ بھی تھی کہ جب لوگ نماز میں مصروف ہوں گے تو ان کے پیچھے اونٹ پر طواف کرنے میں کسی کو کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ سوار ہو کر طواف بھی جائز ہے، خصوصاً اگر کوئی بیمار ہو یا کمزور یا اسے لوگوں کے ہجوم سے محفوظ رکھنا منظور ہو، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے سوار ہو کر طواف کیا، یا یہ مقصد ہو کہ لوگ اس شخصیت کو دیکھ سکیں اور اس سے مسائل پوچھ سکیں اور علم حاصل کر سکیں۔

٦٥- بَابُ الْكَلَامِ فِي الطَّوَافِ

65۔ باب: طواف میں بات کرنا

١٦٢٠- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ الْأَحْوَلُ، أَنَّ طَاوُسًا أَخْبَرَهُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَرَّ وَهُوَ يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ بِإِنْسَانٍ رَبَطَ يَدَهُ إِلَى إِنْسَانٍ بِسَيْرٍ - أَوْ بِخَيْطٍ أَوْ بِشَيْءٍ غَيْرِ ذَلِكَ - فَقَطَعَهُ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ، ثُمَّ قَالَ: «قُدْهُ بِيَدِهِ» [انظر: ١٦٢١، ٦٧٠٢، ٦٧٠٣]

1620۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے ایک انسان کے پاس سے گزرے جس نے اپنا ہاتھ تسمے یا دھاگے یا اس کے سوا کسی چیز کے ساتھ ایک انسان سے باندھا ہوا تھا، نبی ﷺ نے اسے اپنے ہاتھ سے کاٹ دیا اور فرمایا: ''اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے چلاتے جاؤ۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فوائد: 1 "سَيْرٌ" سین کے فتحہ کے ساتھ، چمڑے کی پٹی کاٹ کر اس سے بنایا ہوا تسمہ۔ "قَوْدٌ" قاف کے ضمہ اور دال کے سکون کے ساتھ "قَادَ يَقُودُ" سے امر ہے: آگے ہو کر کسی کو چلانا۔ "سَاقَ يَسُوقُ" پیچھے سے ہانکنا۔
2 رسول اللہ ﷺ نے طواف کرتے ہوئے اس انسان کا تسمہ کاٹ کر ہاتھ پکڑ کر اس کی قیادت کا حکم دیا، اس سے دوران طواف بات کرنے کی اجازت ثابت ہوئی، البتہ فضول بات سے ہمیشہ ہی اجتناب کرنا چاہیے، طواف میں بالاولیٰ لغو بات سے اجتناب لازم ہے۔

٦٦ - بَابٌ: إِذَا رَأَى سَيْرًا أَوْ شَيْئًا يُكْرَهُ فِي الطَّوَافِ قَطَعَهُ

66۔ باب: جب طواف کے دوران چمڑے کا تسمہ یا کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے تو اسے کاٹ دے

١٦٢١- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَحْوَلِ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى رَجُلًا يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ بِزِمَامٍ أَوْ غَيْرِهِ فَقَطَعَهُ. [راجع: ١٦٢٠]

1621۔ ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا جو لگام یا کسی اور چیز کے ساتھ طواف کر رہا تھا تو آپ نے اسے کاٹ دیا۔

فائدہ: اگرچہ ابن عباس ؓ کی ایک موقوف حدیث میں ہے کہ ''بیت اللہ کا طواف نماز ہے مگر اس میں اللہ تعالیٰ نے کلام کو جائز رکھا ہے۔'' اس باب کی حدیث سے معلوم ہوا کہ اگرچہ بعض باتوں میں طواف نماز کی طرح ہے مگر ادھر ادھر دیکھنے، بات کرنے، کسی نامناسب کام کو ہاتھ سے روک دینے، غرض کئی کاموں میں وہ نماز کی طرح نہیں۔ نماز میں تو آدمی کسی کے گلے کا تعویذ یا ہاتھ یا گلے یا ناک میں ڈالی ہوئی لگام نہیں کاٹ سکتا مگر رسول اللہ ﷺ نے طواف کرتے ہوئے اس کی لگام کو کاٹ دیا اور اسے زبانی نصیحت بھی فرمائی۔ آپ نے وہ لگام اس لیے کاٹی کہ لگام وغیرہ جانوروں کی ہوتی ہے، انسان کو جانوروں سے مشابہت زیب نہیں دیتی۔ معلوم ہوا طواف کے دوران نامناسب کام سے روکا جا سکتا ہے، پھر صرف زبان سے نہیں ہاتھ سے بھی روکا جا سکتا ہے۔

٦٧ - بَابٌ: لَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ وَلَا يَحُجُّ مُشْرِكٌ

67۔ باب: کوئی ننگا شخص بیت اللہ کا طواف نہ کرے اور کوئی مشرک حج نہ کرے

١٦٢٢- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، قَالَ يُونُسُ: قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ

1622۔ ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ ابو بکر صدیق ؓ نے انھیں اس حج میں کچھ لوگوں کے ہمراہ قربانی کے دن بھیجا جس کا امیر ان کو رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع سے پہلے بنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الصِّدِّيقَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَعَثَهُ فِي الْحَجَّةِ الَّتِي أَمَّرَهُ عَلَيْهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ يَوْمَ النَّحْرِ فِي رَهْطٍ يُؤَذِّنُ فِي النَّاسِ : أَلَا لَا يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ، وَلَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ. [راجع : ٣٦٩- أخرجه مسلم : ١٣٤٧]

کر بھیجا تھا کہ وہ لوگوں میں یہ اعلان کر دیں: سنو! اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور کوئی ننگا شخص بیت اللہ کا طواف نہیں کرے گا۔

فوائد 1 مکہ اور جزیرۂ عرب کے مشرکین اپنے آپ کو دینِ ابراہیم کا پیروکار قرار دے کر بیت اللہ کا حج کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے آٹھ ہجری میں مکہ فتح کر لیا تو ابھی تک مشرکین مکہ میں حج کے لیے آتے تھے اور وہ قبیح رسوم ادا کرتے تھے جو جاہلیت میں ان کی عادت تھی۔ ان میں سے ایک ننگے ہو کر طواف کرنا بھی تھا۔ نو ہجری کے حج کے موقع پر رسول اللہ ﷺ خود حج کے لیے نہیں گئے بلکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر بھیجا اور انھیں سورۂ توبہ میں مذکور اعلانِ براءت کرنے کا حکم دیا جس میں یہ دو باتیں بھی شامل تھیں جن کا اس حدیث میں ذکر ہے۔ اسی موقع پر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد آپ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو بھی اعلانِ براءت کے لیے بھیج دیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یوم النحر میں کئی آدمیوں کو اس اعلان کے لیے مقرر فرمایا جن میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ اس سے اگلے سال جب کعبہ مشرکین اور ننگے طواف کرنے والوں سے پاک ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ بنفس نفیس حج کے لیے تشریف لے گئے اور وہ حج ادا کیا جسے ''حجۃ الوداع'' کہا جاتا ہے۔

2 اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے کلمۂ اسلام نہ پڑھا ہو، کلمہ گو مشرک مراد نہیں، کلمہ گو مشرکین کے دنیوی احکام مسلمانوں والے ہی ہیں۔ ہاں قیامت کے دن ان سے اس کے مطابق سلوک کیا جائے گا جو وہ حقیقت میں تھے، جیسا کہ کلمہ پڑھنے کی وجہ سے منافقین کے ساتھ دنیا میں مسلمانوں والا سلوک کیا جاتا ہے، حالانکہ آخرت میں ان کے متعلق فرمایا: ﴿ إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَ لَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا﴾ [النساء : ١٤٥] ''بے شک منافق لوگ آگ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا۔''

3 حافظ رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ابن اسحاق نے اس حدیث کے سبب میں لکھا ہے کہ قریش نے عام الفیل یا اس کے بعد یہ بدعت نکالی تھی کہ مکہ میں ان کے سوا جو بھی آئے وہ پہلا طواف ان میں سے کسی کے کپڑوں میں کرے، اگر اسے کوئی کپڑا نہ ملے تو ننگا طواف کرے۔ اگر کوئی اس قاعدے کی خلاف ورزی کرے اور اپنے کپڑوں ہی میں طواف کر لے تو فارغ ہو کر وہ کپڑے پھینک دے، دوبارہ استعمال نہ کرے۔ اسلام نے یہ سب خرافات ختم کر دیں۔ (فتح الباری)

4 اس حدیث سے معلوم ہوا جس طرح نماز کے لیے ستر ڈھانپنا ضروری ہے طواف کے لیے بھی ضروری ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٦٨- بَابٌ: إِذَا وَقَفَ فِي الطَّوَافِ

68- باب: جب طواف میں ٹھہر جائے (تو کیا حکم ہے؟)

وَقَالَ عَطَاءٌ فِيمَنْ يَطُوفُ فَتُقَامُ الصَّلَاةُ أَوْ يُدْفَعُ عَنْ مَكَانِهِ: إِذَا سَلَّمَ يَرْجِعُ إِلَى حَيْثُ قُطِعَ عَلَيْهِ، وَيُذْكَرُ نَحْوُهُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ.

اور عطا نے کہا: جو شخص طواف کر رہا ہو اور جماعت کھڑی ہو جائے یا اسے اس کی جگہ سے ہٹا دیا جائے تو جب سلام پھیرے تو جہاں سے اس کا طواف چھڑایا گیا تھا (وہاں سے دوبارہ شروع کر کے پورا کرے)۔ ابن عمر اور عبدالرحمٰن ابن ابی بکر رضی اللہ عنہم سے بھی ایسے ہی ذکر کیا جاتا ہے۔

فائدہ: مسئلہ یہ ہے کہ کوئی شخص اگر طواف کر رہا ہو اور جماعت کھڑی ہو جائے تو ظاہر ہے کہ اسے طواف چھوڑنا پڑے گا، اسی طرح اگر کسی اور وجہ سے طواف درمیان میں چھوڑنا پڑے، مثلاً پیشاب یا پاخانے کی حاجت ہو جائے تو کیا نماز سے سلام پھیرنے کے بعد یا قضائے حاجت کے بعد جب طواف دوبارہ شروع کرے تو جتنے چکر وہ لگا چکا تھا اس سے آگے شروع کرے (اسے فقہی زبان میں "بنا" کہتے ہیں) یا پہلے کے لگائے ہوئے چکر کالعدم قرار دے کر نئے سرے سے طواف شروع کرے (اسے "استیناف" کہتے ہیں)؟ حسن بصری سے مروی ہے کہ نماز کی وجہ سے اگر طواف درمیان میں رہ جائے تو وہ سلام کے بعد نئے سرے سے طواف شروع کرے۔ مگر جمہور علماء اس کے خلاف ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب اس قول کے رد کے لیے باندھا ہے اور اس میں عطا رحمہ اللہ اور ابن عمر اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم کے اقوال کا حوالہ دیا ہے کہ جہاں سے طواف چھوڑا تھا وہیں سے شروع کر کے باقی چکر پورے کر لے۔ چونکہ امام صاحب کو اس مسئلے میں کوئی حدیث ان کی شرط پر نہیں ملی اس لیے انھوں نے اسی پر اکتفا کیا ہے۔ فتح الباری میں ان اقوال کی تخریج موجود ہے۔

٦٩- بَابٌ: صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ لِسُبُوعِهِ رَكْعَتَيْنِ

69- باب: نبی ﷺ نے اپنے سات چکروں کے لیے دو رکعتیں پڑھیں

وَقَالَ نَافِعٌ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يُصَلِّي لِكُلِّ سُبُوعٍ رَكْعَتَيْنِ. وَقَالَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ: قُلْتُ لِلزُّهْرِيِّ: إِنَّ عَطَاءً يَقُولُ: تُجْزِئُهُ الْمَكْتُوبَةُ مِنْ رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ، فَقَالَ: السُّنَّةُ أَفْضَلُ، لَمْ يَطُفِ النَّبِيُّ ﷺ سُبُوعًا قَطُّ إِلَّا صَلَّى رَكْعَتَيْنِ.

اور نافع نے کہا: ابن عمر رضی اللہ عنہما ہر سات چکروں کے لیے دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ اور اسماعیل بن امیہ نے کہا: میں نے زہری سے کہا: عطا کہتے ہیں کہ آدمی کو طواف کی دو رکعتوں کی جگہ فرض نماز کفایت کرتی ہے، تو انھوں نے کہا: سنت افضل ہے، نبی ﷺ نے کبھی کوئی سات چکر نہیں لگائے جن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے بعد دو رکعتیں نہ پڑھی ہوں۔

١٦٢٣۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو : سَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَيَقَعُ الرَّجُلُ عَلَى امْرَأَتِهِ فِي الْعُمْرَةِ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ؟ قَالَ : قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا، ثُمَّ صَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ، وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَقَالَ : ﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ [الأحزاب : ٢١] [راجع : ٣٩٥۔ أخرجه مسلم : ١٢٣٤]

1623۔ عمرو (بن دینار) سے روایت ہے کہ ہم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا آدمی صفا و مروہ کے درمیان طواف سے پہلے بیوی سے جماع کر سکتا ہے؟ تو انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ آئے اور آپ نے بیت اللہ کے سات چکر لگائے پھر مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعتیں پڑھیں اور صفا و مروہ کا طواف کیا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ (آیت) پڑھی: ”بلاشبہ یقیناً تمھارے لیے اللہ کے رسول میں ہمیشہ سے اچھا نمونہ ہے۔“

١٦٢٤۔ قَالَ : وَسَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَقَالَ : لَا يَقْرَبُ امْرَأَتَهُ حَتَّى يَطُوفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ . [راجع : ٣٩٦]

1624۔ عمرو بن دینار نے کہا: اور میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو انھوں نے کہا: جب تک صفا و مروہ کا طواف نہ کر لے اپنی بیوی کے قریب نہ جائے۔

فوائد: 1 رسول اللہ ﷺ نے جب بھی طواف کیا سات چکر پورے ہونے پر دو رکعتیں پڑھیں۔ عطا بن ابی رباح کا قول یہ ہے کہ سات چکر پورے ہونے کے بعد خاص طور پر دو رکعتیں پڑھنا ضروری نہیں، اگر سات چکروں کے بعد کوئی فرض نماز پڑھ لے تو وہ بھی کافی ہے۔ انھوں نے اسے ”تحیۃ المسجد“ پر قیاس کیا ہے کہ اگر کوئی شخص مسجد میں آئے تو اسے بیٹھنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھنے کا حکم ہے، اب اگر کوئی شخص آئے اور جماعت کے ساتھ مل جائے تو فرض نماز ہی تحیۃ المسجد کے لیے بھی کافی ہو جائے گی۔ اسی طرح طواف کے سات چکروں کے بعد اگر فرض نماز پڑھ لے تو وہی کافی ہے، طواف کی الگ دو رکعتیں پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ مگر زہری نے عطا کی یہ بات سن کر کہا کہ یہ بات سنت سے ثابت نہیں اور سنت ہی افضل ہے، نبی ﷺ نے جب ہر سات چکروں کے بعد مقام ابراہیم کے پیچھے طواف کی دو رکعتیں الگ پڑھی ہیں تو ہم فرض پر اکتفا کیسے کر سکتے ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی زہری ہی کے قول کو ترجیح دی ہے۔

2 ابن عمر اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کی حدیث کی باب سے مناسبت یہ ہے کہ عمرہ میں رسول اللہ ﷺ نے سر منڈانے سے پہلے تین کام کیے ہیں: بیت اللہ کا طواف، پھر دو رکعتیں، پھر صفا و مروہ کا طواف، آپ نے کبھی ان تین کاموں سے پہلے احرام نہیں کھولا، اس لیے یہ رکعتیں خاص طواف کے لیے پڑھنا پڑیں گی اور صفا و مروہ کی سعی کے ساتھ عمرہ مکمل کرنا پڑے گا، ان کے بغیر بیوی سے جماع جائز نہیں۔ اگر صفا و مروہ کی سعی سے پہلے عمرہ یا حج میں جان بوجھ کر بیوی سے جماع کر لے گا تو اس کا عمرہ یا حج باطل ہو جائے گا۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

٧٠- بَابُ مَنْ لَمْ يَقْرَبِ الْكَعْبَةَ وَلَمْ يَطُفْ حَتَّى يَخْرُجَ إِلَى عَرَفَةَ وَ يَرْجِعَ بَعْدَ الطَّوَافِ الْأَوَّلِ

70- باب: جو شخص پہلا طواف کرنے کے بعد عرفات کی طرف نکلنے اور وہاں سے واپس آنے تک نہ کعبہ کے قریب جائے اور نہ ہی کوئی طواف کرے (تو اس میں کوئی حرج نہیں)

١٦٢٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ، حَدَّثَنَا فُضَيْلٌ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ، فَطَافَ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلَمْ يَقْرَبِ الْكَعْبَةَ بَعْدَ طَوَافِهِ بِهَا حَتَّى رَجَعَ مِنْ عَرَفَةَ. [راجع: ١٥٤٥]

1625- عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ مکہ آئے، طواف کیا اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی اور کعبہ کا طواف کرنے کے بعد اس کے قریب نہیں گئے یہاں تک کہ عرفات سے واپس آ گئے۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے لیے مکہ آئے تو آ کر بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کی، اس کے بعد آپ ﷺ محصب میں جا کر ٹھہر گئے۔ آٹھ ذوالحجہ کو حج کے لیے وہیں سے منیٰ کی طرف روانہ ہو گئے، 9 ذوالحجہ کو وہاں سے عرفات چلے گئے، وہاں سے واپسی پر رات مزدلفہ میں ٹھہرے اور دس ذوالحجہ کو منیٰ میں آ کر حج کے باقی احکام ادا کر کے بیت اللہ کا طواف کیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ اس سے یہ مسئلہ ثابت کر رہے ہیں کہ اگر کوئی شخص مکہ میں آ کر طوافِ قدوم اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کے بعد حج کا وقت آنے تک کعبہ کے قریب نہ آئے، نہ کوئی نفل طواف کرے بلکہ مکہ میں کسی جگہ ٹھہر جائے، پھر وہیں سے سیدھا حج کے لیے چلا جائے اور عرفات سے واپسی پر دس ذوالحجہ کو آ کر طوافِ زیارہ کرے جو فرض ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ حاجی کو طوافِ قدوم کے بعد پھر نفل طواف کرنا منع ہے، نہیں، بلکہ رسول اللہ ﷺ دوسرے کاموں میں مشغول ہوں گے اور آپ کعبہ سے دور ٹھہرے تھے، یعنی محصب میں جسے بطحاء یا ابطح بھی کہتے ہیں، اس لیے حج سے فارغ ہونے تک آپ کو کعبہ میں آنے کی اور نفل طواف کرنے کی مہلت نہیں ملی۔ اس کے علاوہ اگر آپ ﷺ اس دوران کعبہ کا طواف کرتے تو یہ سنت ٹھہرتا، جس سے امت کے لیے مشقت ہوتی، اب اگر کوئی اس دوران نفل عمرہ کرے یا بیت اللہ کا طواف کرے تو کوئی حرج نہیں بلکہ باعثِ اجر ہے۔

٧١- بَابُ مَنْ صَلَّى رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ خَارِجًا مِنَ الْمَسْجِدِ

71- باب: جو شخص طواف کی دو رکعتیں مسجد سے باہر جا کر پڑھے

وَصَلَّى عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ خَارِجًا مِنَ الْحَرَمِ.

اور عمر رضی اللہ عنہ نے حرم سے باہر جا کر یہ نماز پڑھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

١٦٢٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ زَيْنَبَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : شَكَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ . وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ يَحْيَى بْنُ أَبِي زَكَرِيَّا الْغَسَّانِيُّ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ وَهُوَ بِمَكَّةَ، وَأَرَادَ الْخُرُوجَ، وَلَمْ تَكُنْ أُمُّ سَلَمَةَ طَافَتْ بِالْبَيْتِ، وَأَرَادَتِ الْخُرُوجَ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : « إِذَا أُقِيمَتْ صَلَاةُ الصُّبْحِ فَطُوفِي عَلَى بَعِيرِكِ وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ » فَفَعَلَتْ ذَلِكَ، فَلَمْ تُصَلِّ حَتَّى خَرَجَتْ . [أخرجه مسلم : ١٢٧٦ باختلاف]

1626- نبی ﷺ کی بیوی ام سلمہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (ان سے) فرمایا اور اس وقت آپ مکہ میں تھے اور آپ (حج سے فارغ ہو کر) نکلنے کا ارادہ رکھتے تھے، مگر ام سلمہ (ؓ) نے بیت اللہ کا طواف (وداع) نہیں کیا تھا اور انھوں نے بھی نکلنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ”جب صبح کی نماز کھڑی کی جائے اور لوگ نماز پڑھ رہے ہوں تو تم اپنے اونٹ پر طواف کر لو۔“ تو انھوں نے ایسا ہی کیا، پھر انھوں نے نماز نہیں پڑھی یہاں تک کہ نکل گئیں۔

فوائد 1 یہ حدیث دلیل ہے کہ عورتوں پر جماعت کے ساتھ نماز فرض نہیں، کیونکہ اگر فرض ہوتی تو آپ انھیں پہلے جماعت کے ساتھ نماز کا حکم دیتے اور اس کے بعد طواف کا۔

2 ام سلمہ ؓ نے مکہ سے نکلنے تک کون سی نماز نہیں پڑھی؟ اس سے مراد فجر کی نماز بھی ہو سکتی ہے اور طواف کی دو رکعتیں بھی، اگر طواف کی دو رکعتیں مراد ہوں تو باب سے یہی ثابت کرنا مقصود ہے کہ اگرچہ طواف کی رکعتیں سب سے بہتر یہ ہے کہ مقام ابراہیم کے پیچھے پڑھی جائیں، اس طرح کہ مقام ابراہیم نمازی اور کعبہ کے درمیان ہو، اگر یہ نہ ہو سکے تو مسجد حرام میں جہاں چاہے پڑھ لے، وہاں نہ ہو سکے تو حدودِ حرم میں جہاں ہو سکے پڑھ لے، ورنہ حرم سے باہر جہاں ہو سکے پڑھ لے۔ اور اگر یہ مطلب ہے کہ انھوں نے فجر کی نماز مکہ سے نکل کر پڑھی تب بھی باب کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے کہ جب ام سلمہ ؓ نے فجر کی نماز حرم سے نکل کر پڑھی تو طواف کی رکعتیں بالاولیٰ حرم سے نکل کر پڑھی ہوں گی۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر حرم سے نکل کر یہ رکعتیں پڑھے تو اسے دم دینا ہوگا، مگر یہ بات بے دلیل ہے۔

٧٢- بَابُ مَنْ صَلَّى رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ خَلْفَ الْمَقَامِ

72- جو شخص مقام ابراہیم کے پیچھے طواف کی دو رکعتیں پڑھے

١٦٢٧- حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا عَمْرُو

1627- ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ (مکہ)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ابْنُ دِينَارٍ قَالَ : سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ، فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا، وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّفَا وَقَدْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى : ﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ [الأحزاب : ٢١] [راجع :

٣٩٥- أخرجه مسلم : ١٢٣٤]

آئے تو آپ نے بیت اللہ کے گرد سات چکر لگائے اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعتیں پڑھیں، پھر آپ صفا کی طرف نکلے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''بلاشبہ یقیناً تمھارے لیے اللہ کے رسول میں ہمیشہ سے اچھا نمونہ ہے۔''

فائدہ اس حدیث کے فوائد (۳۹۵) میں گزر چکے ہیں۔

٧٣- بَابُ الطَّوَافِ بَعْدَ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ

73- باب: صبح اور عصر کے بعد طواف

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يُصَلِّي رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ . وَطَافَ عُمَرُ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ، فَرَكِبَ حَتَّى صَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ بِذِي طُوًى.

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما طواف کی دو رکعتیں پڑھ لیا کرتے تھے جب تک سورج طلوع نہ ہو رہا ہوتا اور عمر رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز کے بعد طواف کیا، پھر سوار ہو گئے یہاں تک کہ دو رکعتیں ''ذی طویٰ'' مقام پر پڑھیں۔

فائدہ ''ذی طویٰ'' حدودِ حرم کے اندر ہی ایک میل کے فاصلے پر ہے۔

١٦٢٨- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عُمَرَ الْبَصْرِيُّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ حَبِيبٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : أَنَّ نَاسًا طَافُوا بِالْبَيْتِ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ، ثُمَّ قَعَدُوا إِلَى الْمُذَكِّرِ، حَتَّى إِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ قَامُوا يُصَلُّونَ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : قَعَدُوا، حَتَّى إِذَا كَانَتِ السَّاعَةُ الَّتِي تُكْرَهُ فِيهَا الصَّلَاةُ قَامُوا يُصَلُّونَ.

1628- عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے صبح کی نماز کے بعد بیت اللہ کا طواف کیا، پھر وہ واعظ کے پاس بیٹھ گئے، یہاں تک کہ جب سورج طلوع ہونے لگا تو اٹھ کر نماز پڑھنے لگے۔ تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یہ لوگ بیٹھے رہے یہاں تک کہ وہ وقت ہو گیا جس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے تو اٹھ کر نماز پڑھنے لگے۔

١٦٢٩- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ : أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَنْهَى

1629- عبداللہ (بن عمر) رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا، آپ سورج نکلتے وقت اور اس کے ڈوبتے وقت نماز سے منع فرما رہے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عَنِ الصَّلَاةِ عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَعِنْدَ غُرُوبِهَا . [أخرجه مسلم : ٨٢٨]

١٦٣٠ - حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ ، هُوَ الزَّعْفَرَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَبِيدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ رُفَيْعٍ قَالَ : رَأَيْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَطُوفُ بَعْدَ الْفَجْرِ وَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ .

1630- عبدالعزیز بن رُفیع سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو دیکھا وہ فجر کے بعد طواف کرتے تھے اور دو رکعتیں پڑھتے تھے۔

١٦٣١ - قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ : وَرَأَيْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَيُخْبِرُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا حَدَّثَتْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَدْخُلْ بَيْتَهَا إِلَّا صَلَّاهُمَا . [راجع : ٥٩٠- أخرجه مسلم : ٨٥٣]

1631- عبدالعزیز نے کہا: اور میں نے دیکھا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے اور بتاتے تھے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انھیں بیان کیا کہ نبی ﷺ جب بھی ان کے گھر آئے آپ نے یہ دو رکعتیں پڑھیں۔

فائدہ یہ حدیث (۵۹۳) میں گزر چکی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ صبح اور عصر کے بعد طواف کی دو رکعتوں کا کیا حکم ہے؟ امام صاحب نے اس میں مختلف آثار ذکر کیے ہیں، ان کے طرزِ عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس میں وسعت کے قائل ہیں، گویا وہ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جو شافعی اور اصحابِ سنن نے روایت کی ہے اور ترمذی (۸۶۸) اور ابن خزیمہ (۲۷۴۷) وغیرہ نے اسے صحیح کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ! مَنْ وَلِيَ مِنْكُمْ مِنْ أَمْرِ النَّاسِ شَيْئًا فَلَا تَمْنَعُوا أَحَدًا طَافَ بِهٰذَا الْبَيْتِ وَصَلَّى أَيَّ سَاعَةٍ شَاءَ مِنْ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ» [السنن الكبرى للبيهقي : ٦٤٦/٢، ح : ٤٤١٣] ”اے بنی عبد مناف! تم میں سے جو شخص لوگوں کے کسی معاملے کا ذمے دار بنے وہ کسی شخص کو منع نہ کرے جو اس گھر کا طواف کرے یا نماز پڑھے دن یا رات کے جس حصے میں چاہے۔“ بخاری اپنی صحیح میں اسے اس لیے نہیں لائے کہ یہ ان کی شرط پر نہیں۔ (فتح الباری) مگر یہ حدیث بلاشک وشبہ صحیح ہے اور جن صحابہ کا اس کے خلاف قول یا فعل آیا ہے ان کے متعلق سمجھا جائے گا کہ انھیں یہ حدیث نہیں پہنچی، انھوں نے ان عام احادیث کی وجہ سے فجر یا عصر کے بعد یا سورج کے طلوع یا غروب کے وقت طواف یا نماز کو منع کہا ہے جن میں ان اوقات میں نماز کی ممانعت آئی ہے، جب کہ رسول اللہ ﷺ نے خاص بیت اللہ کے طواف کی اور اس میں نماز کی اجازت دن رات کی ہر گھڑی میں دی ہے۔

٧٤- بَابُ الْمَرِيضِ يَطُوفُ رَاكِبًا

74- باب: مریض سوار ہو کر طواف کرے

١٦٣٢ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ،

1632- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ طَافَ بِالْبَيْتِ وَهُوَ عَلَى بَعِيرٍ، كُلَّمَا أَتَى عَلَى الرُّكْنِ أَشَارَ إِلَيْهِ بِشَيْءٍ فِي يَدِهِ وَكَبَّرَ. [راجع: ١٦٠٧- أخرجه مسلم: ١٢٧٢ باختلاف]

نے بیت اللہ کا طواف اونٹ پر سوار ہو کر کیا، آپ جب بھی حجر اسود کے پاس آتے اپنے ہاتھ میں موجود چیز کے ساتھ اس کی طرف اشارہ کرتے اور تکبیر کہتے۔

فائدہ: یہ حدیث (۱۶۰۷) میں گزر چکی ہے۔ باب کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت یہ ہے کہ بخاری نے رسول اللہ ﷺ کے سواری پر طواف کی علت بیماری کو قرار دیا ہے، گویا اشارہ سنن ابی داود کی حدیث (۱۸۸۱) کی طرف ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے مروی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ مَكَّةَ وَهُوَ يَشْتَكِي فَطَافَ عَلَى رَاحِلَتِهِ» "نبی ﷺ مکہ میں آئے اور آپ بیمار تھے تو آپ نے اپنی سواری پر طواف کیا۔" مگر اس کی سند ضعیف ہے، کیونکہ اس میں یزید بن ابی زیاد الہاشمی راوی ضعیف ہے، اس لیے یہ قابل حجت نہیں۔ صحیح مسلم (۱۲۷۳) میں جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے: «طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلَى رَاحِلَتِهِ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِيَرَاهُ النَّاسُ وَلِيَسْأَلُوهُ» "نبی ﷺ نے اس لیے حجۃ الوداع میں سوار ہو کر بیت اللہ اور صفا و مروہ کا طواف کیا تاکہ لوگ آپ کو دیکھ لیں اور آپ سے مسائل پوچھ لیں۔" اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیماری کے علاوہ بھی کسی معقول وجہ سے سواری پر طواف کیا جا سکتا ہے۔ آج کل سواری کے لیے اونٹ وغیرہ جانور ضروری نہیں رہے کہ مسجد میں ان کی لید یا پیشاب کا خطرہ ہو بلکہ پٹرول اور بجلی کی گاڑیاں عام میسر ہیں اور طواف کرنے والوں کا ہجوم حد سے زیادہ ہونے کی وجہ سے تمام یا اکثر حاجیوں کے لیے برقی چین کا انتظام بھی ہو سکتا ہے، جس پر حاجی کھڑے ہوں اور وہ چین سات چکر پورے کر لے اور ہجوم کی کثرت سے ہونے والے نقصان سے بچا جا سکے۔

١٦٣٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: شَكَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنِّي أَشْتَكِي، فَقَالَ: «طُوفِي مِنْ وَرَاءِ النَّاسِ وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ» فَطُفْتُ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي إِلَى جَنْبِ الْبَيْتِ، وَهُوَ يَقْرَأُ بِالطُّورِ وَكِتَابٍ مَسْطُورٍ.

[راجع: ٤٦٤- أخرجه مسلم: ١٢٧٦]

1633۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس شکایت کی کہ میں بیمار ہوں، آپ نے فرمایا: "سواری پر سوار ہو کر لوگوں کے پیچھے طواف کر لو۔" تو میں نے اس وقت طواف کیا جب رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کی ایک جانب نماز پڑھا رہے تھے اور آپ "وَالطُّورِ ۝ وَكِتَابٍ مَّسْطُورٍ" کی تلاوت کر رہے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ اس حدیث کے بعض فوائد (۴۶۴) میں گزر چکے ہیں، یہاں اس حدیث کی باب سے موافقت واضح ہے۔

٧٥- بَابُ سِقَايَةِ الْحَاجِّ

75- باب: حاجیوں کو پانی پلانا

١٦٣٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ، حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: اسْتَأْذَنَ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَبِيتَ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى مِنْ أَجْلِ سِقَايَتِهِ، فَأَذِنَ لَهُ.

[انظر: ١٧٤٣، ١٧٤٤، ١٧٤٥- أخرجه مسلم: ١٣١٥]

1634- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے حاجیوں کو پانی پلانے کی وجہ سے اجازت مانگی کہ منیٰ کی راتیں مکہ میں گزار لیں تو آپ نے انھیں اجازت دے دی۔

١٦٣٥- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ جَاءَ إِلَى السِّقَايَةِ فَاسْتَسْقَى، فَقَالَ الْعَبَّاسُ: يَا فَضْلُ! اذْهَبْ إِلَى أُمِّكَ فَأْتِ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِشَرَابٍ مِنْ عِنْدِهَا، فَقَالَ: «اسْقِنِي» قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّهُمْ يَجْعَلُونَ أَيْدِيَهُمْ فِيهِ، قَالَ: «اسْقِنِي» فَشَرِبَ مِنْهُ، ثُمَّ أَتَى زَمْزَمَ وَهُمْ يَسْقُونَ وَيَعْمَلُونَ فِيهَا، فَقَالَ: «اعْمَلُوا فَإِنَّكُمْ عَلَى عَمَلٍ صَالِحٍ» ثُمَّ قَالَ: «لَوْلَا أَنْ تُغْلَبُوا لَنَزَلْتُ حَتَّى أَضَعَ الْحَبْلَ عَلَى هَذِهِ» يَعْنِي: عَاتِقَهُ، وَأَشَارَ إِلَى عَاتِقِهِ.

1635- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پانی پلانے کی جگہ پر آئے اور پینے کے لیے پانی مانگا۔ عباس رضی اللہ عنہ نے (اپنے بیٹے سے) کہا: فضل! اپنی ماں کے پاس جاؤ اور اس کے پاس سے رسول اللہ ﷺ کے لیے مشروب لاؤ۔ آپ نے فرمایا: ''مجھے پانی پلاؤ۔'' کہا: یا رسول اللہ! لوگ اس میں ہاتھ ڈالتے رہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''مجھے پانی پلاؤ۔'' تو آپ نے اس سے پیا، پھر آپ زمزم کے پاس آئے اور وہ لوگوں کو پانی پلا رہے تھے، اس میں کام کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''یہ کام کرتے رہو کیونکہ تم ایک صالح کام میں مصروف ہو۔'' پھر فرمایا: ''اگر یہ نہ ہوتا کہ تم لوگوں کے سامنے بے بس ہو جاؤ گے تو میں (سواری سے) اترتا یہاں تک کہ اس پر یعنی کندھے پر رکھتا۔'' اور آپ نے اپنے کندھے کی طرف اشارہ کیا۔

فوائد 1 منیٰ میں گیارہ بارہ ذوالحجہ کی راتیں گزارنا بعض واجب کہتے ہیں، بعض سنت مگر اس کی تاکید میں کوئی شک نہیں۔ عباس رضی اللہ عنہ چونکہ حاجیوں کو پانی پلاتے تھے اس لیے انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے منیٰ میں یہ راتیں نہ گزارنے کی اجازت لے لی تھی۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ اجازت صرف ان کے لیے تھی مگر رسول اللہ ﷺ نے اونٹوں کے چرواہوں کو بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اونٹوں کے پاس رات گزارنے کی اجازت دی تھی۔ (دیکھیے ابوداود: ۱۹۷۵۔ ترمذی: ۹۵۵) اس سے معلوم ہوا کہ معقول عذر کی وجہ سے منیٰ میں یہ راتیں نہ گزارنے کی اجازت ہے۔

2 فتح الباری میں ہے کہ ابن اسحاق نے کہا: جب قُصَیّ بن کلاب کعبہ کے امور کے متولی بنے تو حجابہ، سقایہ، لواء، رِفادہ اور دارالندوہ ان کے سپرد تھے، پھر ان کے بیٹوں نے آپس میں طے کیا کہ سقایہ اور رِفادہ عبدمناف کے اور باقی کام دوسروں کے سپرد ہوں گے، پھر (عبدمناف کے بیٹے ہاشم اور ان کے بیٹے عبدالمطلب کے بعد) یہ ذمہ داریاں عباس بن عبدالمطلب کے سپرد ہوئیں، وہ اس وقت اپنے بھائیوں میں سب سے کم عمر تھے اور اسلام کی آمد تک انھی کے سپرد رہیں، عہدِ اسلام میں رسول اللہ ﷺ نے یہ انھی کے سپرد رہنے دیں اور آج تک بنوعباس کے پاس چلی آ رہی ہیں۔

3 بنوعباس لوگوں کو نبیذ بھی پلاتے تھے اور خالص زمزم بھی۔ صحیح مسلم (۱۳۱۶) میں بکر بن عبداللہ المزنی کے طریق سے ہے، انھوں نے کہا: میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا تھا، انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور آپ کے پیچھے اسامہ رضی اللہ عنہ سواری پر بیٹھے تھے، آپ نے پینے کے لیے پانی مانگا تو ہم آپ کے پاس نبیذ کا ایک برتن لائے، آپ نے پیا اور جو بچ گیا وہ اسامہ رضی اللہ عنہ کو دے دیا اور فرمایا: «أَحْسَنْتُمْ وَأَجْمَلْتُمْ، كَذَا فَاصْنَعُوْا» ''تم اچھا اور بہت خوب کر رہے ہو، ایسے ہی کرتے رہو۔''

4 ان احادیث سے معلوم ہوا کہ امیر غریب سب کے فائدے کے لیے جو کھانے پینے یا استعمال کرنے کی چیزیں ہوں انھیں وہ لوگ استعمال کر سکتے ہیں جن پر صدقہ حرام ہے، مثلاً اغنیاء اور آلِ رسول ﷺ۔ ابن المُنیِّر نے کہا: ایسی صورت میں نفع عام کے لیے تیار کردہ اشیاء اغنیاء کے لیے ہدیہ ہوں گی اور فقراء کے لیے صدقہ۔ (فتح الباری)

5 یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی سے پینے کے لیے پانی مانگنے میں کوئی حرج نہیں، یہ اس سوال میں شامل نہیں جس کی مذمت کی گئی ہے۔ اسی طرح اگر آدمی کے اکرام کے لیے اسے کھانے پینے کی کوئی چیز پیش کی جائے تو وہ کسی مصلحت کے لیے اسے ردّ کر سکتا ہے، جیسا کہ عباس رضی اللہ عنہ نے فضل رضی اللہ عنہ کو گھر سے مشروب لا کر پلانے کے لیے کہا تو آپ نے اصرار کے ساتھ وہیں سے پلانے کے لیے کہا جہاں سے لوگ پی رہے تھے، کیونکہ اس میں تواضع کی مصلحت تھی۔ ان احادیث میں پانی خصوصاً زمزم پلانے کی ترغیب ہے اور یہ بھی کہ عام لوگوں کے ہاتھ ڈالنے کی وجہ سے کھانے پینے کی چیزوں سے کراہت نہیں کرنی چاہیے، بلکہ لوگوں کے ساتھ مل کر اور ان کا بچا کھچا کھاتے پیتے رہنا چاہیے، کیونکہ اس سے قوتِ مدافعت مضبوط رہتی ہے اور زہریلے جراثیم مؤثر نہیں ہو پاتے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ عام چیزوں میں اصل طہارت ہے، کیونکہ لوگوں کے ہاتھ ڈالنے کے باوجود آپ نے وہیں سے پانی پیا جہاں لوگ اپنے ہاتھ ڈالتے تھے۔

٧٦- بَابُ مَا جَاءَ فِي زَمْزَمَ

76۔ باب: جو زمزم کے متعلق آیا ہے

١٦٣٦- وَقَالَ عَبْدَانُ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا

1636۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ : كَانَ أَبُو ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُحَدِّثُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : « فُرِجَ سَقْفِي وَأَنَا بِمَكَّةَ، فَنَزَلَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَفَرَجَ صَدْرِي، ثُمَّ غَسَلَهُ بِمَاءِ زَمْزَمَ، ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَإِيمَانًا، فَأَفْرَغَهَا فِي صَدْرِي، ثُمَّ أَطْبَقَهُ، ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي فَعَرَجَ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، قَالَ جِبْرِيلُ لِخَازِنِ السَّمَاءِ الدُّنْيَا : افْتَحْ، قَالَ : مَنْ هَذَا ؟ قَالَ : جِبْرِيلُ » [راجع : ٣٤٩- أخرجه مسلم : ١٦٣ مطولاً]

بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے گھر کی چھت کھولی گئی، اس وقت میں مکہ میں تھا اور جبریل علیہ السلام اترے، انھوں نے میرا سینہ کھولا، پھر اسے زمزم کے پانی کے ساتھ دھویا، پھر وہ سونے کا ایک تھال لے کر آئے جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا اور اسے میرے سینے میں انڈیل دیا، پھر اسے بند کر دیا۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر آسمانِ دنیا کی طرف چڑھے، جبریل علیہ السلام نے آسمانِ دنیا کے دربان سے کہا: دروازہ کھولو۔ اس نے کہا: یہ کون ہے؟ کہا: جبریل ہوں۔

١٦٣٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ - هُوَ ابْنُ سَلَامٍ - أَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا حَدَّثَهُ، قَالَ : سَقَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مِنْ زَمْزَمَ، فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ .

قَالَ عَاصِمٌ : فَحَلَفَ عِكْرِمَةُ مَا كَانَ يَوْمَئِذٍ إِلَّا عَلَى بَعِيرٍ . [انظر : ٥٦١٧- أخرجه مسلم : ٢٠٢٧، بدون قول عكرمة]

1637- عاصم سے روایت ہے، انھوں نے شعبی سے بیان کیا کہ انھیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو زمزم سے پلایا تو آپ نے کھڑے ہو کر پیا۔

عاصم نے کہا: تو عکرمہ نے قسم کھائی کہ آپ اس دن اونٹ ہی پر سوار تھے۔

فوائد: 1 حافظ نے کہا: معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کو ان کی شرط کے مطابق زمزم کی فضیلت کی کوئی صریح حدیث نہیں ملی، اس لیے انھوں نے اسی حدیث پر اکتفا کیا ہے جس میں معراج کے موقع پر آپ کے سینے کو زمزم سے دھونے کا ذکر ہے اور یہ زمزم کی معمولی فضیلت نہیں ہے۔ دوسری کتب حدیث میں زم زم کے فضائل میں سے صحیح مسلم (۲۴۷۳) میں ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ ہیں: « إِنَّهَا طَعَامُ طُعْمٍ » ''یہ کھانے کا کھانا ہے۔'' طیالسی (۴۵۹) نے مسلم والی اسی سند کے ساتھ یہ الفاظ زیادہ بیان کیے ہیں: « وَشِفَاءُ سُقْمٍ » ''اور بیماری کی شفا ہے۔'' اور مستدرک حاکم (۱/۶۴۶، ح: ۱۷۳۹) میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع حدیث ہے: « مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهُ » ''زم زم کا پانی ہر اس کام کے لیے ہے جس کی خاطر اسے پیا جائے۔'' اس کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے، مگر اس روایت کے متصل یا مرسل ہونے میں اختلاف ہے، زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ مرسل ہے۔ (فتح الباری) حافظ نے پھر اس کے شواہد ذکر کیے ہیں، سنن ابن ماجہ (۳۰۶۲) میں مروی اس حدیث کو شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

2 حج کے موقع پر آپ ﷺ کے زمزم پینے کی حدیث لانے سے اس کی فضیلت بھی معلوم ہوئی اور یہ بھی کہ اس موقع پر زمزم پینا حج کی سنتوں میں سے ہے۔

3 عکرمہ نے قسم کھا کر یہ بات ان احادیث کے پیش نظر کہی ہے جن میں رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے، مگر جب شعبی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو زمزم پلایا اور آپ نے کھڑے ہو کر پیا اور شعبی بلاشک وشبہ ثقہ ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ان کی روایت نہ مانی جائے۔ رہی وہ بات کہ آپ اس دن اونٹ پر سوار تھے تو آپ نے کھڑے ہو کر زمزم کیسے پی لیا، تو ابوداود (۱۸۸۱) میں عکرمہ عن ابن عباس مروی ہے کہ آپ نے اونٹنی بٹھائی اور دو رکعتیں پڑھیں اور اس دوران آپ نے کھڑے ہو کر زمزم پیا ہوگا۔ اس کے علاوہ صحیح بخاری (۵۶۱۵) میں علی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ انھوں نے کھڑے ہو کر پانی پیا اور کہا: میں نے نبی ﷺ کو کھڑے ہو کر پانی پیتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس لیے کھڑے ہو کر پانی پینے کی احادیث سے سمجھا جائے گا کہ یہ بیان جواز کے لیے تھا۔ (فتح الباری) یا یہ کہ بیٹھنے کے لیے مناسب جگہ نہ ہو تو کھڑے ہو کر پی سکتے ہیں۔

4 رسول اللہ ﷺ نے آلِ عباس کے زمزم کھینچ کر لوگوں کو پانی پلانے کے عمل کی تعریف کرنے کے باوجود خود رسی پکڑ کر نہیں کھینچا، کیونکہ اگر آپ یہ کام کرتے تو ہر شخص اسے سنت سمجھ کر بجالانے کی کوشش کرتا، پھر آلِ عباس کو کون پانی کھینچنے دیتا۔

5 یہ بھی معلوم ہوا کہ ضرورت کے لیے گھر میں پانی جمع کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ عباس رضی اللہ عنہ نے فضل رضی اللہ عنہ کو گھر سے پانی لانے کے لیے کہا۔

٧٧- بَابُ طَوَافِ الْقَارِنِ

١٦٣٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَأَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ قَالَ: «مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيُهِلَّ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، ثُمَّ لَا يَحِلُّ حَتَّى يَحِلَّ مِنْهُمَا» فَقَدِمْتُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ، فَلَمَّا قَضَيْنَا حَجَّنَا، أَرْسَلَنِي مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِلَى التَّنْعِيمِ فَاعْتَمَرْتُ، فَقَالَ ﷺ: «هَذِهِ مَكَانَ عُمْرَتِكِ» فَطَافَ الَّذِينَ أَهَلُّوا بِالْعُمْرَةِ، ثُمَّ حَلُّوا،

77- باب: قارن کے طواف کا بیان

1638- عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم لوگ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے اور ہم نے عمرے کا احرام باندھ لیا، پھر آپ نے فرمایا: ''جس شخص کے ہمراہ قربانی کا جانور ہو وہ حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھے، پھر ان دونوں سے حلال ہونے تک احرام نہ کھولے۔'' پھر میں مکہ آئی تو حیض کی حالت میں تھی۔ جب ہم نے اپنا حج پورا کر لیا تو آپ نے مجھے عبد الرحمٰن (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ تنعیم کی طرف بھیجا اور میں نے عمرہ کر لیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ تمھارے عمرے کی جگہ ہے۔'' تو جن لوگوں نے عمرے کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ثُمَّ طَافُوا طَوَافًا آخَرَ بَعْدَ أَنْ رَجَعُوا مِنْ مِنًى، وَ أَمَّا الَّذِينَ جَمَعُوا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، فَإِنَّمَا طَافُوا طَوَافًا وَاحِدًا. [راجع : ٢٩٤- أخرجه مسلم : ١٢١١]

احرام باندھا تھا انھوں نے طواف کیا، پھر حلال ہو گئے، پھر انھوں نے منیٰ سے واپس آنے کے بعد ایک اور طواف کیا، مگر جن لوگوں نے حج و عمرہ جمع کیا انھوں نے ایک ہی طواف کیا۔

فائدہ: فَإِنَّمَا طَافُوا طَوَافًا وَاحِدًا: اس طواف سے مراد صفا و مروہ کی سعی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے حج قران کیا انھوں نے صفا و مروہ کے درمیان ایک ہی سعی کی جو طوافِ قدوم کے ساتھ تھی، پھر منیٰ سے واپس آ کر انھوں نے بیت اللہ کا طوافِ افاضہ کیا، اس کے ساتھ سعی نہیں کی۔ خلاصہ یہ کہ یہاں " طَوَافًا وَاحِدًا " سے مراد سعی ہے، کیونکہ بیت اللہ کے طواف تو انھوں نے بھی دو کیے تھے، ایک طوافِ قدوم اور ایک طوافِ افاضہ۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے اس باب " بَابُ طَوَافِ الْقَارِنِ " کا مطلب یہی ہے کہ قران والا حاجی صرف ایک سعی کرے گا۔ بعض لوگ قران والے کے لیے دو سعی ضروری قرار دیتے ہیں، یہ باب انھی لوگوں کے رد کے لیے ہے۔

١٦٣٩- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ : أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا دَخَلَ ابْنُهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَظَهْرُهُ فِي الدَّارِ، فَقَالَ : إِنِّي لَا آمَنُ أَنْ يَكُونَ الْعَامَ بَيْنَ النَّاسِ قِتَالٌ فَيَصُدُّوكَ عَنِ الْبَيْتِ، فَلَوْ أَقَمْتَ، فَقَالَ : قَدْ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الْبَيْتِ، فَإِنْ حِيلَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ أَفْعَلُ كَمَا فَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ [الأحزاب : ٢١] ثُمَّ قَالَ : أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ مَعَ عُمْرَتِي حَجًّا، قَالَ : ثُمَّ قَدِمَ فَطَافَ لَهُمَا طَوَافًا وَاحِدًا. [انظر : ١٦٤٠، ١٦٩٣، ١٧٠٨، ١٧٢٩، ١٨٠٦، ١٨٠٧، ١٨٠٨، ١٨١٠، ١٨١٢، ١٨١٣، ٤١٨٣، ٤١٨٤، ٤١٨٥- أخرجه مسلم : ١٢٣٠]

1639- نافع سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے عبداللہ بن عبداللہ آئے تو ابن عمر رضی اللہ عنہما کی سواری گھر میں تیار تھی، تو انھوں نے اپنے والد سے کہا: مجھے خطرہ ہے کہ اس سال لوگوں کے درمیان لڑائی ہو جائے گی اور وہ آپ کو بیت اللہ جانے سے روک دیں گے، اس لیے اگر آپ یہیں ٹھہریں تو بہتر ہے۔ انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نکلے تھے تو کفارِ قریش نے آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان رکاوٹ کھڑی کر دی تھی، تو اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان رکاوٹ ڈال دی گئی تو میں اسی طرح کروں گا جیسے رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا: "بلاشبہ یقیناً تمھارے لیے ہمیشہ سے رسول اللہ (ﷺ) میں اچھا نمونہ ہے۔" پھر انھوں نے کہا: میں تمھیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے عمرے کے ساتھ حج کا احرام بھی باندھ لیا۔ پھر وہ آئے اور حج اور عمرہ دونوں کے لیے ایک ہی طواف کیا (یعنی صفا و مروہ کے درمیان ایک ہی سعی کی)۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

١٦٤٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ : أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَرَادَ الْحَجَّ عَامَ نَزَلَ الْحَجَّاجُ بِابْنِ الزُّبَيْرِ، فَقِيلَ لَهُ : إِنَّ النَّاسَ كَائِنٌ بَيْنَهُمْ قِتَالٌ، وَ إِنَّا نَخَافُ أَنْ يَصُدُّوكَ، فَقَالَ : ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ إِذًا أَصْنَعَ كَمَا صَنَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، إِنِّي أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ عُمْرَةً، ثُمَّ خَرَجَ حَتَّى إِذَا كَانَ بِظَاهِرِ الْبَيْدَاءِ قَالَ : مَا شَأْنُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ إِلَّا وَاحِدٌ، أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ حَجًّا مَعَ عُمْرَتِي، وَأَهْدَى هَدْيًا اشْتَرَاهُ بِقُدَيْدٍ، وَلَمْ يَزِدْ عَلَى ذَلِكَ، فَلَمْ يَنْحَرْ، وَلَمْ يَحِلَّ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ، وَلَمْ يَحْلِقْ وَلَمْ يُقَصِّرْ حَتَّى كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ، فَنَحَرَ وَحَلَقَ، وَرَأَى أَنْ قَدْ قَضَى طَوَافَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ بِطَوَافِهِ الْأَوَّلِ .

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : كَذَلِكَ فَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ . [راجع : ١٦٣٩- أخرجه مسلم : ١٢٣٠]

1640۔ نافع سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سال حج کا ارادہ کیا جس سال حجاج (بن یوسف) ابن زبیر رضی اللہ عنہما پر حملے کے لیے آیا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا گیا: لوگوں کے درمیان لڑائی ہونے والی ہے اور ہم ڈرتے ہیں کہ وہ آپ کو روک دیں گے۔ انھوں نے یہ (آیت) پڑھی: "بلاشبہ یقیناً تمھارے لیے اللہ کے رسول میں ہمیشہ سے ایک اچھا نمونہ ہے۔" (اور کہا) اس وقت میں اسی طرح کروں گا جیسے رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا، میں تمھیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے عمرہ کا احرام باندھ لیا ہے۔ پھر وہ نکلے یہاں تک کہ بیداء کے سامنے والے کنارے پر پہنچے تو انھوں نے کہا: حج اور عمرے کا معاملہ ایک ہی تو ہے، میں تمھیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے عمرہ کے ساتھ حج کا احرام بھی باندھ لیا ہے۔ اور انھوں نے (حج کے موقع پر) قربانی کر دی جو قُدید سے خریدی تھی، اس سے زیادہ کچھ نہیں کیا۔ چنانچہ نہ انھوں نے نحر کیا، نہ کسی چیز سے حلال ہوئے جس سے حرام ہوئے تھے اور نہ سر منڈایا نہ کترایا، یہاں تک کہ یوم النحر آن پہنچا، پھر انھوں نے نحر کیا اور سر منڈوایا اور یہی سمجھا کہ انھوں نے حج اور عمرہ دونوں کا (صفا و مروہ کا) طواف پہلے طواف کے ساتھ پورا کر لیا ہے۔

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ایسے ہی کیا تھا۔

٧٨- بَابُ الطَّوَافِ عَلَى وُضُوءٍ

78۔ باب: باوضو ہو کر طواف کرنا

١٦٤١- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا ابْنُ

1641۔ محمد بن عبد الرحمٰن بن نوفل قرشی سے روایت ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَهْبٍ، قَالَ : أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ الْقُرَشِيِّ : أَنَّهُ سَأَلَ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ فَقَالَ : قَدْ حَجَّ النَّبِيُّ ﷺ، فَأَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : أَنَّهُ أَوَّلُ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ حِينَ قَدِمَ أَنَّهُ تَوَضَّأَ، ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً، ثُمَّ حَجَّ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَكَانَ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً، ثُمَّ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِثْلُ ذَلِكَ، ثُمَّ حَجَّ عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَرَأَيْتُهُ أَوَّلُ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً، ثُمَّ مُعَاوِيَةُ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، ثُمَّ حَجَجْتُ مَعَ أَبِي - الزُّبَيْرِ ابْنِ الْعَوَّامِ - فَكَانَ أَوَّلُ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً. ثُمَّ رَأَيْتُ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارَ يَفْعَلُونَ ذَلِكَ، ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً، ثُمَّ آخِرُ مَنْ رَأَيْتُ فَعَلَ ذَلِكَ ابْنُ عُمَرَ، ثُمَّ لَمْ يَنْقُضْهَا عُمْرَةً، وَهَذَا ابْنُ عُمَرَ عِنْدَهُمْ فَلَا يَسْأَلُونَهُ، وَلَا أَحَدٌ مِمَّنْ مَضَى مَا كَانُوا يَبْدَؤُونَ بِشَيْءٍ حَتَّى يَضَعُوا أَقْدَامَهُمْ مِنَ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ لَا يَحِلُّونَ، وَقَدْ رَأَيْتُ أُمِّي وَخَالَتِي حِينَ تَقْدَمَانِ، لَا تَبْتَدِئَانِ بِشَيْءٍ أَوَّلَ مِنَ الْبَيْتِ، تَطُوفَانِ بِهِ، ثُمَّ لَا تَحِلَّانِ.

[راجع : ١٦١٤- أخرجه مسلم : ١٢٣٥، مع الحديث الآتي]

کہ انھوں نے عروہ بن زبیر سے سوال کیا تو انھوں نے کہا: نبی ﷺ نے حج کیا، مجھے عائشہ ؓ نے بتایا کہ آپ ﷺ نے مکہ آنے پر پہلا کام جس سے ابتدا کی یہ تھا کہ آپ نے وضو کیا، پھر بیت اللہ کا طواف کیا، پھر وہ عمرہ نہیں بنا، پھر ابوبکر ؓ نے حج کیا تو پہلا کام جس سے ابتدا کی بیت اللہ کا طواف تھا، پھر وہ عمرہ نہیں بنا۔ پھر عمر ؓ نے بھی ایسے ہی کیا، پھر عثمان ؓ نے حج کیا تو میں نے انھیں دیکھا کہ پہلا کام جس کے ساتھ انھوں نے ابتدا کی بیت اللہ کا طواف تھا، پھر وہ عمرہ نہیں بنا، پھر معاویہ اور عبداللہ بن عمر ؓ نے بھی ایسے ہی کیا، پھر میں نے اپنے والد زبیر بن العوام ؓ کے ساتھ حج کیا تو پہلا کام جس سے انھوں نے ابتدا کی بیت اللہ کا طواف تھا، پھر وہ عمرہ نہیں بنا، پھر میں نے مہاجرین و انصار ؓ کو یہ کرتے دیکھا، پھر وہ عمرہ نہیں بنا۔ پھر میں نے سب سے آخر میں جسے یہ کام کرتے دیکھا وہ ابن عمر ؓ تھے، پھر انھوں نے اسے عمرہ بنا کر نہیں توڑا اور یہ ابن عمر ؓ ان کے پاس موجود ہیں، تو کیا یہ ان سے نہیں پوچھتے؟ ابن عمر ؓ ہوں یا ان سے پہلے کا کوئی شخص ہو وہ جب مکہ میں قدم رکھتے تھے بیت اللہ کے طواف سے پہلے کوئی کام نہیں کرتے تھے، پھر وہ احرام نہیں کھولتے تھے۔ اور میں نے اپنی امی اور خالہ کو دیکھا کہ جب آتی تھیں تو بیت اللہ کے طواف سے پہلے کچھ نہیں کرتی تھیں، پھر وہ احرام نہیں کھولتی تھیں۔

١٦٤٢- وَقَدْ أَخْبَرَتْنِي أُمِّي : أَنَّهَا أَهَلَّتْ هِيَ وَأُخْتُهَا وَالزُّبَيْرُ وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ بِعُمْرَةٍ، فَلَمَّا مَسَحُوا

1642۔ اور میری امی نے مجھے بتایا کہ انھوں نے، ان کی بہن نے، زبیر (ؓ) نے اور فلاں اور فلاں نے عمرے کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الرُّكْنَ حَلُّوا .[راجع : ١٦١٥ - أخرجه مسلم : ١٢٣٥ ، مع الحديث السابق] احرام باندھا، پھر جب انھوں نے حجر اسود کو ہاتھ لگایا تو ان سب نے احرام کھول دیا۔

فائدہ: اس حدیث کی شرح (١٦١٥) میں گزر چکی ہے۔ حدیث کی باب سے مناسبت ان الفاظ میں ہے کہ آپ ﷺ نے مکہ آنے پر پہلا کام جس سے ابتدا کی یہ تھا کہ آپ نے وضو کیا، پھر طواف کیا۔ حافظ رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث سے یہ نہیں نکلتا کہ طواف کے لیے وضو شرط ہے، الا یہ کہ اس کے ساتھ آپ ﷺ کے یہ الفاظ ملائے جائیں: « خُذُوْا مَنَاسِكَكُمْ » [نسائي : ٣٠٦٢] ''اپنے حج و عمرہ کے احکام لے لو۔'' (فتح الباری) لیکن '' خُذُوْا مَنَاسِكَكُمْ '' سے بھی طواف کے لیے وضو کا شرط ہونا نہیں نکلتا، کیونکہ اس سے تو حج میں کیا جانے والا ہر فعل جو رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے حج کے لیے شرط بن جائے گا، جب کہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ (ابن عثیمین) جمہور اہل علم طواف کے لیے وضو کے شرط ہونے کے قائل ہیں، مگر اس کی کوئی مضبوط دلیل نہیں ہے، وضو صرف نماز کے لیے شرط ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مجموع الفتاویٰ (٢٧٤/٢١) میں یہ بات بہت زور سے کہی ہے کہ طواف کے لیے وضو واجب نہیں ہے اور انھوں نے اس کے لیے کئی دلائل و شواہد پیش کیے ہیں، ہاں اس بات میں کوئی شک نہیں کہ باوضو طواف افضل ہے۔

٧٩ - بَابُ وُجُوبِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَجُعِلَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ

79۔ باب: صفا و مروہ کا واجب ہونا اور یہ دونوں اللہ کے شعائر میں سے قرار دیے گئے ہیں

١٦٤٣ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ عُرْوَةُ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَقُلْتُ لَهَا : أَرَأَيْتِ قَوْلَ اللَّهِ تَعَالَى : ﴿ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ﴾ [البقرة : ١٥٨] فَوَاللَّهِ ! مَا عَلَى أَحَدٍ جُنَاحٌ أَنْ لَا يَطُوفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، قَالَتْ : بِئْسَ مَا قُلْتَ يَا ابْنَ أُخْتِي ! إِنَّ هَذِهِ لَوْ كَانَتْ كَمَا أَوَّلْتَهَا عَلَيْهِ، كَانَتْ : لَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَا يَتَطَوَّفَ بِهِمَا، وَلَكِنَّهَا أُنْزِلَتْ فِي الْأَنْصَارِ، كَانُوا قَبْلَ أَنْ يُسْلِمُوا يُهِلُّونَ لِمَنَاةَ الطَّاغِيَةِ الَّتِي كَانُوا يَعْبُدُونَهَا عِنْدَ الْمُشَلَّلِ، فَكَانَ مَنْ أَهَلَّ يَتَحَرَّجُ أَنْ

1643۔ عروہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق بتائیں: ''بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، تو جو کوئی اس گھر کا حج کرے یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کہ ان دونوں کا خوب طواف کرے'' تو اللہ کی قسم! کسی شخص پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ صفا و مروہ کا طواف نہ کرے۔ تو انھوں نے کہا: بھانجے! تم نے بہت بری بات کہی، اگر یہ بات اس طرح ہوتی جس طرح تم نے سمجھی ہے تو یوں ہوتی کہ ''کسی پر کوئی گناہ نہیں کہ ان کا طواف نہ کرے'' لیکن یہ آیت انصار کے بارے میں نازل ہوئی، وہ لوگ مسلمان ہونے سے پہلے مُشَلَّل کے قریب مناۃ نامی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

يَطُوفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَلَمَّا أَسْلَمُوا سَأَلُوا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّا كُنَّا نَتَحَرَّجُ أَنْ نَطُوفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ﴾ الْآيَةَ، قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: وَقَدْ سَنَّ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الطَّوَافَ بَيْنَهُمَا، فَلَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يَتْرُكَ الطَّوَافَ بَيْنَهُمَا.

بت کے لیے احرام باندھتے تھے، جس کی وہ عبادت کیا کرتے تھے، تو جو شخص (اس کے لیے) احرام باندھتا وہ صفا و مروہ کا طواف کرنے کو گناہ جانتا۔ جب وہ مسلمان ہو گئے تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق سوال کرتے ہوئے کہا: یا رسول اللہ! ہم صفا و مروہ کے درمیان طواف کرنے کو گناہ جانتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ''یقیناً صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں (تو جو کوئی) اس گھر کا حج کرے یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کہ دونوں کا خوب طواف کرے اور جو کوئی خوشی سے کوئی نیکی کرے تو بے شک اللہ قدر دان ہے، سب کچھ جاننے والا ہے)۔'' عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اور رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کے درمیان طواف کا طریقہ جاری فرمایا، اس لیے کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ ان دونوں کے درمیان طواف کو ترک کرے۔

ثُمَّ أَخْبَرْتُ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، فَقَالَ: إِنَّ هٰذَا لَعِلْمٌ مَا كُنْتُ سَمِعْتُهُ، وَلَقَدْ سَمِعْتُ رِجَالًا مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ يَذْكُرُونَ: أَنَّ النَّاسَ - إِلَّا مَنْ ذَكَرَتْ عَائِشَةُ - مِمَّنْ كَانَ يُهِلُّ بِمَنَاةَ، كَانُوا يَطُوفُونَ كُلُّهُمْ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَلَمَّا ذَكَرَ اللّٰهُ تَعَالَى الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ، وَلَمْ يَذْكُرِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ فِي الْقُرْآنِ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! كُنَّا نَطُوفُ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَ إِنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ فَلَمْ يَذْكُرِ الصَّفَا، فَهَلْ عَلَيْنَا مِنْ حَرَجٍ أَنْ نَطَّوَّفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ؟ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ﴾ الْآيَةَ. قَالَ أَبُو بَكْرٍ: فَأَسْمَعُ

(عروہ نے کہا) پھر میں نے یہ بات ابو بکر بن عبد الرحمن (بن حارث) کو بتائی تو انھوں نے کہا: علم کی یہ بات میں نے کبھی سنی نہ تھی اور میں نے کئی اہلِ علم آدمیوں سے سنا، وہ ذکر کرتے تھے کہ جو لوگ مناۃ بت کے لیے احرام باندھتے تھے ان لوگوں کو چھوڑ کر جن کا عائشہ رضی اللہ عنہا نے ذکر کیا سب صفا و مروہ کا طواف کرتے تھے، جب اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے طواف کا ذکر فرمایا اور صفا و مروہ کا قرآن میں ذکر نہ فرمایا تو ان لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم صفا اور مروہ کا طواف کیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے طواف کا حکم نازل فرمایا ہے اور صفا کا ذکر نہیں کیا تو کیا ہم پر کوئی گناہ ہے کہ ہم صفا و مروہ کا طواف کریں؟ تو اللہ تعالیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

هَذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِي الْفَرِيقَيْنِ كِلَيْهِمَا : فِي الَّذِينَ كَانُوا يَتَحَرَّجُونَ أَنْ يَطُوفُوا بِالْجَاهِلِيَّةِ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَالَّذِينَ يَطُوفُونَ ثُمَّ تَحَرَّجُوا أَنْ يَطُوفُوا بِهِمَا فِي الْإِسْلَامِ، مِنْ أَجْلِ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَمَرَ بِالطَّوَافِ بِالْبَيْتِ وَلَمْ يَذْكُرِ الصَّفَا، حَتَّى ذَكَرَ ذَلِكَ بَعْدَ مَا ذَكَرَ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ . [انظر : ١٧٩٠، ٤٤٩٥، ٤٨٦١ـ أخرجه مسلم : ١٢٧٧]

نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ﴾ [البقرة : ١٥٨] ابوبکر (بن عبدالرحمٰن بن حارث) نے کہا: تو میں سنتا ہوں کہ یہ آیت ان دونوں گروہوں کے بارے میں اتری ہے، ان کے بارے میں بھی جو جاہلیت میں صفا و مروہ کا طواف گناہ جانتے تھے اور ان کے بارے میں بھی جو ان دونوں کا طواف کرتے تھے مگر مسلمان ہونے کے بعد انھوں نے ان کا طواف کرنا گناہ جانا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے طواف کا حکم دیا تھا، مگر صفا کا ذکر نہیں کیا تھا یہاں تک کہ بیت اللہ کے طواف کے بعد اس کا ذکر فرمایا۔

فوائد: 1 " شَعَائِرُ "" شَعِيْرَةٌ " کی جمع ہے، اسم فاعل بمعنی " مُشْعِرَةٌ " جس سے کسی چیز کا شعور ہو، نشانیاں یعنی وہ چیزیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت کا شعور دلانے کے لیے مقرر کر رکھی ہیں، جو شخص ان کی تعظیم کرے گا تو اس کا باعث دلوں کا تقویٰ ہے، یعنی جس کے دل میں اللہ کا ڈر ہوگا وہ ان کی تعظیم ضرور کرے گا۔ ہر وہ چیز جس کی زیارت کا اللہ نے حکم دیا ہے یا اس میں حج کا کوئی عمل کرنے کا حکم ہے وہ شعائر اللہ میں داخل ہے۔ امام صاحب نے باب میں صفا و مروہ کی سعی کے وجوب کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ یہ شعائر اللہ میں شامل ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ امام بخاری نے وجوب کے لیے عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں مذکور ان کے ان الفاظ کو دلیل بنایا ہو جو صحیح بخاری (۱۷۹۰) اور صحیح مسلم (۲۶۰ر۱۲۷۷) میں مذکور ہیں: « مَا أَتَمَّ اللَّهُ حَجَّ امْرِئٍ وَلَا عُمْرَتَهُ لَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ » ''اللہ تعالیٰ نے کسی آدمی کا نہ حج مکمل کیا ہے نہ عمرہ جس نے صفا و مروہ کے درمیان طواف نہ کیا ہو۔''

2 صفا و مروہ کا طواف واجب نہ ہونے کے لیے عروہ نے آیت کریمہ کا حوالہ دیا کہ جو شخص حج بیت اللہ کرے یا عمرہ کرے تو اسے ان کا طواف کرنے میں کوئی گناہ نہیں، مطلب یہ ہوا کہ طواف نہ بھی کرے تو کوئی گناہ نہیں، تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ آیت میں نہ ان کا طواف واجب ہونے کا ذکر ہے، نہ واجب نہ ہونے کا ذکر ہے، اس میں تو صرف ان لوگوں کے وہم کو دور کیا گیا ہے جو یہ سمجھتے تھے کہ یہ عمل جاہلیت میں ہوتا تھا، اس لیے اسلام میں یہ گناہ کا باعث ہے۔ اسی طرح ان لوگوں کے وہم کو بھی دور کیا ہے جو جاہلیت میں ان کے طواف کو گناہ سمجھتے تھے، انھیں بتایا گیا ہے کہ صفا و مروہ کا طواف کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔ رہا اب صفا و مروہ کے طواف کا واجب ہونے کا معاملہ تو اس کی دلیلیں اور ہیں، یہاں ام المومنین رضی اللہ عنہا نے اس کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے درمیان طواف جاری فرمایا، اس لیے کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ ان دونوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے درمیان طواف کو ترک کرے۔

٨٠- بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّعْيِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ

80- باب: جو صفا و مروہ کے درمیان سعی کے بارے میں آیا ہے

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : السَّعْيُ مِنْ دَارِ بَنِي عَبَّادٍ إِلَى زُقَاقِ بَنِي أَبِي حُسَيْنٍ .

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: سعی بنو عباد کے گھر سے لے کر بنو ابی حسین کی گلی تک ہے۔

فائدہ: یہ گھر اور گلی اس زمانے میں معروف ہوں گے، اب تو اتنی جگہ میں بجلی کی سبز لائٹیں لگا دی گئی ہیں۔ امام بخاری نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول یہ بتانے کے لیے نقل کیا ہے کہ صفا و مروہ کے درمیان کس جگہ سے لے کر کہاں تک دوڑنا ہے؟

١٦٤٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مَيْمُونٍ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا طَافَ الطَّوَافَ الْأَوَّلَ خَبَّ ثَلَاثًا وَمَشَى أَرْبَعًا، وَكَانَ يَسْعَى بَطْنَ الْمَسِيلِ إِذَا طَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ .

1644- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب پہلا طواف کرتے تو تین چکر دوڑتے اور چار چکر چلتے تھے اور آپ ﷺ جب صفا و مروہ کے درمیان طواف کرتے تو پانی کے بہاؤ کی نیچی زمین میں دوڑتے تھے۔

فَقُلْتُ لِنَافِعٍ : أَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَمْشِي إِذَا بَلَغَ الرُّكْنَ الْيَمَانِيَ؟ قَالَ : لَا، إِلَّا أَنْ يُزَاحَمَ عَلَى الرُّكْنِ، فَإِنَّهُ كَانَ لَا يَدَعُهُ حَتَّى يَسْتَلِمَهُ . [راجع : ٣٩٥- أخرجه مسلم : ١٢٣٤]

(عبید اللہ نے کہا) تو میں نے نافع سے کہا: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب رکن یمانی پر پہنچتے تو کیا معمول کی چال چلتے تھے؟ تو انھوں نے کہا: نہیں، الا یہ کہ حجر اسود پر بھیڑ ہو جائے، کیونکہ وہ اس کے استلام تک اسے نہیں چھوڑتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث کے فوائد (١٦٠٣) میں گزر چکے ہیں۔

١٦٤٥- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، قَالَ : سَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَجُلٍ طَافَ بِالْبَيْتِ فِي عُمْرَةٍ وَلَمْ

1645- عمرو بن دینار سے روایت ہے کہ ہم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس آدمی کے بارے میں سوال کیا جس نے عمرہ کے دوران بیت اللہ کا طواف کر لیا اور صفا و مروہ کے درمیان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، أَيَأْتِي امْرَأَتَهُ ؟ فَقَالَ : قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا، وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ، فَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعًا : ﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ [الأحزاب : ٢١] [راجع : ٣٩٥- أخرجه مسلم : ١٢٣٤]

طواف نہیں کیا، کیا وہ اپنی بیوی کے پاس جا سکتا ہے ؟ تو انھوں نے کہا: نبی ﷺ تشریف لائے اور آپ نے بیت اللہ کے گرد سات پھیرے لگائے اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعتیں پڑھیں، پھر صفا و مروہ کے سات پھیرے لگائے، (پھر یہ آیت پڑھی) : ’’بلاشبہ یقیناً تمھارے لیے رسول اللہ ﷺ میں ہمیشہ سے بہت اچھا نمونہ ہے۔‘‘

١٦٤٦- وَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَقَالَ : لَا يَقْرَبَنَّهَا حَتَّى يَطُوفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ. [راجع : ٣٩٥]

1646۔ اور ہم نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سوال کیا تو انھوں نے کہا: جب تک صفا و مروہ کے درمیان پھیرے نہ لگائے ہرگز بیوی کے قریب نہ جائے۔

فائدہ: اس کے فوائد حدیث (٣٩٥) میں گزر چکے ہیں۔

١٦٤٧- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ : أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، قَالَ : سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ تَلَا : ﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ [الأحزاب : ٢١] [راجع : ٣٩٥- أخرجه مسلم : ١٢٣٤ بزيادة]

1647۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا : نبی ﷺ مکہ آئے اور بیت اللہ کا طواف کیا، پھر دو رکعتیں پڑھیں، پھر صفا و مروہ کے درمیان سعی کی، پھر یہ آیت پڑھی: ’’بلاشبہ یقیناً تمھارے لیے اللہ کے رسول میں ہمیشہ سے بہت اچھا نمونہ ہے۔‘‘

فائدہ: دیکھیے حدیث (٣٩٥) کے فوائد۔

١٦٤٨- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، أَخْبَرَنَا عَاصِمٌ قَالَ : قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَكُنْتُمْ تَكْرَهُونَ السَّعْيَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ؟ قَالَ : نَعَمْ لِأَنَّهَا كَانَتْ مِنْ شَعَائِرِ الْجَاهِلِيَّةِ، حَتَّى أَنْزَلَ اللَّهُ : ﴿ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ

1648۔ عاصم نے بیان کیا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا تم صفا و مروہ کے درمیان چکر لگانے کو برا جانتے تھے؟ انھوں نے کہا: ہاں! کیونکہ یہ جاہلیت کے شعائر سے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ’’بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، تو جو کوئی اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شَعَآئِرِ اللهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ﴾ [البقرة : ١٥٨] [انظر : ٤٤٩٦- أخرجه مسلم : ١٢٧٨]

گھر کا حج کرے یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کہ دونوں کا خوب طواف کرے۔“

١٦٤٩- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : إِنَّمَا سَعَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالْبَيْتِ وَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، لِيُرِيَ الْمُشْرِكِينَ قُوَّتَهُ .

1649- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کے گرد اور صفا و مروہ کے درمیان دوڑ صرف اس لیے لگائی کہ آپ مشرکین کو اپنی قوت دکھلائیں۔

زَادَ الْحُمَيْدِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا عَمْرٌو، سَمِعْتُ عَطَاءً، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مِثْلَهُ . [راجع : ١٦٠٢- أخرجه مسلم : ١٢٦٦]

حمیدی نے اتنا مزید بیان کیا ہے کہ ہم سے سفیان (بن عیینہ) نے بیان کیا، کہا ہم سے عمرو (بن دینار) نے، کہا میں نے عطا سے سنا، انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی کی مثل حدیث بیان کی ہے۔

فائدہ دیکھیے حدیث (١٦٠٢) کے فوائد۔

٨١- بَابٌ : تَقْضِي الْحَائِضُ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا إِلَّا الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ، وَإِذَا سَعَى عَلَى غَيْرِ وُضُوءٍ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ

81- باب: حیض والی عورت بیت اللہ کے طواف کے سوا حج کے سب کام کرے اور جب کوئی شخص صفا و مروہ کے درمیان وضو کے بغیر سعی کرے

فائدہ اس سے پہلے باب (٧٨) میں طواف باوضو ہونے کا مسئلہ گزر چکا ہے، صفا و مروہ کے درمیان سعی کا بھی وہی حکم ہے۔

١٦٥٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ : قَدِمْتُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ، وَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، قَالَتْ : فَشَكَوْتُ ذَلِكَ إِلَى رَسُولِ

1650- عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں مکہ میں آئی تو حیض کی حالت میں تھی، اس لیے میں نے نہ بیت اللہ کا طواف کیا نہ صفا و مروہ کے درمیان پھیرے لگائے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس اس کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا: ”حاجی جو کام کرتا ہے تم وہ سب کرو

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

نبی ﷺ قَالَ: ﴿ افْعَلِي كَمَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ حَتَّى تَطْهُرِي ﴾ [راجع : ٢٩٤ - أخرجه مسلم : ١٢١١]

سوائے اس کے کہ جب تک پاک نہ ہو جاؤ بیت اللہ کا طواف نہ کرو۔"

فائدہ: اس حدیث کے فوائد کے لیے دیکھیے حدیث (۲۹۴) کے فوائد۔ یہاں ایک سوال ہے کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے صفا و مروہ کا طواف نہیں کیا، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں فرمایا تھا کہ حاجی جو کچھ کرتا ہے وہ سب کرو ہاں بیت اللہ کا طواف نہ کرو، تو آپ ﷺ نے انھیں حالتِ حیض میں صفا و مروہ کے طواف سے تو منع نہیں کیا، پھر انھوں نے صفا و مروہ کا طواف کیوں نہیں کیا۔ جب کہ اس وقت صفا و مروہ مسجد کے اندر داخل نہیں تھے؟ بعض اہلِ علم کے نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ صفا و مروہ کا طواف بیت اللہ کے طوافِ کے بعد ہوتا ہے، جب وہ پہلا کام نہ کر سکیں تو دوسرا کیسے کرتیں۔ اگر وہ حیض آنے سے پہلے بیت اللہ کا طواف کر چکی ہوتیں تو حیض آنے کے بعد صفا و مروہ کا طواف کر سکتی تھیں۔ مگر زیادہ صحیح جواب یہ ہے کہ جس طرح حائضہ کو بیت اللہ کا طواف منع ہے اسی طرح اسے صفا و مروہ کا طواف بھی منع ہے، اس کی صراحت اسی حدیث کی موطأ مالک کی روایت (۱۵۴۹) میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿ اِفْعَلِيْ مَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوْفِيْ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ حَتَّى تَطْهُرِيْ ﴾ "جو کچھ حاجی کرتا ہے وہ کر سوائے اس کے کہ نہ بیت اللہ کا طواف کر اور نہ صفا و مروہ کا یہاں تک کہ تو پاک ہو جائے۔" آج کل مسجد حرام کی توسیع کی وجہ سے صفا و مروہ مسجد میں شامل ہو چکے ہیں، اب وہاں حائضہ کا داخلہ ہی جائز نہیں۔

١٦٥١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، قَالَ: وَقَالَ لِي خَلِيفَةُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا حَبِيبٌ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَهَلَّ النَّبِيُّ ﷺ هُوَ وَأَصْحَابُهُ بِالْحَجِّ، وَلَيْسَ مَعَ أَحَدٍ مِنْهُمْ هَدْيٌ غَيْرَ النَّبِيِّ ﷺ وَطَلْحَةَ، وَقَدِمَ عَلِيٌّ مِنَ الْيَمَنِ وَمَعَهُ هَدْيٌ، فَقَالَ: أَهْلَلْتُ بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ أَصْحَابَهُ أَنْ يَجْعَلُوهَا عُمْرَةً وَيَطُوفُوا، ثُمَّ يُقَصِّرُوا وَيَحِلُّوا إِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ فَقَالُوا: نَنْطَلِقُ إِلَى مِنًى وَذَكَرُ أَحَدِنَا

1651- جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب نے حج کا احرام باندھا اور نبی ﷺ اور طلحہ رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کے ہمراہ قربانی کا جانور نہیں تھا۔ علی رضی اللہ عنہ یمن سے آئے، ان کے ہمراہ بھی قربانیاں تھیں، انھوں نے کہا: میں نے اسی چیز کا احرام باندھا ہے جس کا احرام نبی ﷺ نے باندھا ہے۔ تو نبی ﷺ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ اسے عمرہ بنا لیں اور طواف کر کے بال کترا کر احرام کھول دیں، سوائے اس کے جس کے ہمراہ قربانی کا جانور ہو۔ تو صحابہ کہنے لگے: ہم منیٰ کو جائیں گے اور ہمارے آلۂ تناسل سے (منی کے) قطرے ٹپک رہے ہوں گے۔ یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فَقَالَ : «لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا أَهْدَيْتُ، وَلَوْلَا أَنَّ مَعِيَ الْهَدْيَ لَأَحْلَلْتُ»

بات نبی ﷺ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا: ''اگر مجھے اپنے معاملے کے بارے میں پہلے معلوم ہوتا جو مجھے بعد میں معلوم ہوا تو میں قربانی نہ لاتا اور اگر یہ نہ ہوتا کہ میرے ہمراہ قربانیاں ہیں تو میں احرام کھول دیتا۔''

وَحَاضَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَنَسَكَتِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا، غَيْرَ أَنَّهَا لَمْ تَطُفْ بِالْبَيْتِ، فَلَمَّا طَهُرَتْ طَافَتْ بِالْبَيْتِ، قَالَتْ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ! تَنْطَلِقُونَ بِحَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ وَأَنْطَلِقُ بِحَجٍّ ؟ فَأَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ أَنْ يَخْرُجَ مَعَهَا إِلَى التَّنْعِيمِ، فَاعْتَمَرَتْ بَعْدَ الْحَجِّ . [راجع : ١٥٥٧، وانظر في العمرة، باب : ١١]

اور عائشہ رضی اللہ عنہا کو حیض آ گیا تو انھوں نے حج کے سب کام کیے سوائے اس کے کہ انھوں نے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا، پھر جب وہ پاک ہوئیں تو انھوں نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ لوگ حج اور عمرہ لے کر جائیں گے اور میں صرف حج لے کر جاؤں گی؟ تو آپ نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ انھیں لے کر تنعیم جائیں، چنانچہ انھوں نے حج کے بعد عمرہ کیا۔

فائدہ: اس حدیث کے فوائد کے لیے دیکھیے حدیث (۱۵۵۷)۔

١٦٥٢ - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ : كُنَّا نَمْنَعُ عَوَاتِقَنَا أَنْ يَخْرُجْنَ، فَقَدِمَتِ امْرَأَةٌ فَنَزَلَتْ قَصْرَ بَنِي خَلَفٍ، فَحَدَّثَتْ أَنَّ أُخْتَهَا كَانَتْ تَحْتَ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، قَدْ غَزَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً، وَكَانَتْ أُخْتِي مَعَهُ فِي سِتِّ غَزَوَاتٍ، قَالَتْ : كُنَّا نُدَاوِي الْكَلْمَى وَنَقُومُ عَلَى الْمَرْضَى، فَسَأَلَتْ أُخْتِي رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَتْ : هَلْ عَلَى إِحْدَانَا بَأْسٌ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ أَنْ لَا تَخْرُجَ ؟ قَالَ : «لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا

1652۔ حفصہ (بنت سیرین) سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ہم اپنی جوان لڑکیوں کو (عید کے لیے) نکلنے سے منع کرتی تھیں، تو ایک عورت آئی اور بنو خلف کے محل میں ٹھہری اور اس نے بیان کیا کہ اس کی بہن رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی کی بیوی تھی، جس نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ بارہ جنگیں لڑی تھیں، جن میں سے چھ میں میری بہن اس کے ساتھ تھی۔ اس نے کہا کہ: ہم زخمیوں کو دوا دیتی تھیں اور مریضوں کی نگہداشت کرتی تھیں، تو میری بہن نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ ہم میں سے کسی کے پاس بڑی چادر نہ ہو اور وہ (عید کے لیے) نہ نکلے تو کیا اسے گناہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مِنْ جِلْبَابِهَا، وَلْتَشْهَدِ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِينَ »

ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کے ساتھ والی اسے اپنی کوئی بڑی چادر دے دے اور وہ خیر میں اور مومنوں کی دعا میں شریک ہو۔''

فَلَمَّا قَدِمَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا سَأَلْنَهَا ـ أَوْ قَالَتْ : سَأَلْنَاهَا ـ فَقَالَتْ : وَكَانَتْ لَا تَذْكُرُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ إِلَّا قَالَتْ : بِأَبِي، فَقُلْنَا أَسَمِعْتِ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ : كَذَا وَكَذَا ؟ قَالَتْ : نَعَمْ بِأَبِي فَقَالَ : « لِتَخْرُجِ الْعَوَاتِقُ ذَوَاتُ الْخُدُورِ أَوِ الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُورِ وَالْحُيَّضُ فَيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِينَ، وَيَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ الْمُصَلَّى » فَقُلْتُ : الْحَائِضُ؟ فَقَالَتْ : أَوَ لَيْسَ تَشْهَدُ عَرَفَةَ، وَتَشْهَدُ كَذَا وَتَشْهَدُ كَذَا ؟ [راجع : ٣٢٤ ـ أخرجه مسلم : ٨٩٠، باختلاف]

جب اُم عطیہ رضی اللہ عنہا آئیں تو ہم نے ان سے (یہ بات) پوچھی تو انھوں نے کہا اور وہ جب بھی رسول اللہ ﷺ کا ذکر کرتیں تو کہتی تھیں: ''بِأَبِي'' (میرا باپ آپ پر قربان)، چنانچہ ہم نے پوچھا: کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو اس اس طرح کہتے سنا ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں! میرا باپ قربان، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''جوان پردہ نشین یا جوان اور پردہ نشین لڑکیاں اور حیض والی عورتیں بھی نکلیں اور خیر میں اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہوں اور حیض والی عورتیں نماز کی جگہ سے الگ رہیں۔'' (حفصہ بنت سیرین نے کہا: اس پر) میں نے پوچھا: حیض والی عورت بھی نکلے؟ تو ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: تو کیا وہ عرفہ میں حاضر نہیں ہوتی اور فلاں فلاں موقع میں حاضر نہیں ہوتی؟

فائدہ: اس حدیث کے فوائد کے لیے دیکھیے حدیث (۳۲۴)۔ ان تمام احادیث سے باب کا مفہوم واضح ہے۔

٨٢ـ بَابُ الْإِهْلَالِ مِنَ الْبَطْحَاءِ وَغَيْرِهَا لِلْمَكِّيِّ وَلِلْحَاجِّ إِذَا خَرَجَ إِلَى مِنًى

82۔ باب: اہلِ مکہ اور دوسرے حاجیوں کا منیٰ کی طرف نکلتے وقت بطحاء وغیرہ سے احرام باندھنا

فائدہ: باب کا مقصد یہ ہے کہ ''یوم ترویہ'' (آٹھ ذوالحجہ) کو جب سب لوگ احرام باندھ کر حج کے لیے منیٰ کی طرف روانہ ہوتے ہیں تو وہ حج کا احرام کہاں سے باندھیں گے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ مکہ کے رہنے والے اپنے گھر سے یا مکہ کے کسی بھی مقام سے احرام باندھ لیں، اگرچہ گھر سے احرام باندھنا افضل ہے اور باہر سے آنے والے حاجی جو عمرہ ادا کرنے کے بعد احرام کھول کر حج کے انتظار میں ٹھہرے ہوئے ہیں وہ اپنی جگہ سے احرام باندھ لیں خواہ وہ بطحاء (محصب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں ٹھہرے ہوئے ہیں خواہ مکہ کے کسی اور مقام پر، سب اپنی اپنی جگہ سے احرام باندھیں گے۔ نہ انھیں حرم سے نکل کر حل سے احرام باندھنے کی ضرورت ہے، نہ ہی واپس جا کر جہاں سے وہ عمرے کا احرام باندھ کر آئے تھے وہاں سے حج کا احرام باندھنے کی ضرورت ہے۔

تنبیہ: یاد رہے کہ باب کا یہ مطلب صحیح بخاری کے ان نسخوں کے مطابق ہے جن میں "إِذَا خَرَجَ إِلَى مِنًى" کے الفاظ ہیں۔

وَسُئِلَ عَطَاءٌ عَنِ الْمُجَاوِرِ يُلَبِّي بِالْحَجِّ؟ قَالَ: وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يُلَبِّي يَوْمَ التَّرْوِيَةِ إِذَا صَلَّى الظُّهْرَ وَاسْتَوَى عَلَى رَاحِلَتِهِ. وَقَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: قَدِمْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَأَحْلَلْنَا حَتَّى يَوْمِ التَّرْوِيَةِ، وَجَعَلْنَا مَكَّةَ بِظَهْرٍ لَبَّيْنَا بِالْحَجِّ. وَقَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ: أَهْلَلْنَا مِنَ الْبَطْحَاءِ. وَقَالَ عُبَيْدُ بْنُ جُرَيْجٍ لِابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: رَأَيْتُكَ إِذَا كُنْتَ بِمَكَّةَ أَهَلَّ النَّاسُ إِذَا رَأَوُا الْهِلَالَ، وَلَمْ تُهِلَّ أَنْتَ حَتَّى يَوْمِ التَّرْوِيَةِ؟ فَقَالَ: لَمْ أَرَ النَّبِيَّ ﷺ يُهِلُّ حَتَّى تَنْبَعِثَ بِهِ رَاحِلَتُهُ. [راجع: ١٦٦]

اور عطا سے سوال کیا گیا کہ مکہ میں رہنے والا حج کے ساتھ لبیک کہے؟ تو انھوں نے کہا: ابن عمر ؓ یوم ترویہ (آٹھ ذوالحجہ) کو جب ظہر پڑھتے اور اپنی اونٹنی پر سوار ہوتے تو لبیک کہتے۔ اور جابر ؓ سے روایت ہے کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ (مکہ) آئے اور ہم نے آٹھ ذوالحجہ تک احرام کھولے رکھا اور (آٹھویں تاریخ کو) ہم نے مکہ اپنے پیچھے چھوڑا تو ہم نے حج کے لیے لبیک کہا۔ اور ابو الزبیر نے جابر ؓ سے بیان کیا کہ ہم نے بطحاء سے احرام باندھا۔ اور عبید بن جریج نے ابن عمر ؓ سے کہا: میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ جب مکہ میں ہوتے ہیں تو لوگ چاند دیکھتے ہی حج کا احرام باندھ لیتے ہیں جبکہ آپ آٹھ ذوالحجہ تک احرام نہیں باندھتے؟ تو انھوں نے کہا: جب تک نبی ﷺ کی اونٹنی آپ کو لے کر کھڑی نہ ہو جاتی میں نے آپ ﷺ کو لبیک کہتے ہوئے نہیں سنا۔

فوائد و مسائل: 1 یہ تمام آثار اس بات کے بیان میں بالکل واضح ہیں جو باب میں بیان ہوئی ہے، البتہ ابن عمر ؓ کے آخری اثر پر ایک سوال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تو قران کیا تھا، آپ نے عمرہ ادا کر کے احرام کھولا ہی نہیں بلکہ حج کے لیے احرام کو جاری رکھا، تو آٹھ تاریخ کو لبیک کہنے کا کیا مطلب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عمرہ ادا کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ اپنے عام معمول کے مطابق رہے، حج کے اعمال کا لبیک کہہ کر باقاعدہ آغاز آٹھ ذوالحجہ کو ظہر کی نماز پڑھ کر سواری پر سوار ہو کر کیا، تمتع کرنے والے اور نئے سرے سے حج کرنے والوں نے بھی اس وقت نئے سرے سے احرام باندھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❶ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آٹھ ذوالحجہ کو ظہر پڑھ کر حج کا احرام باندھنا چاہیے جب کہ اس کے اگلے باب میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آٹھ ذوالحجہ کو ظہر کی نماز منیٰ میں جا کر پڑھی تھی اور صحیح مسلم (۱۲۱۸) میں جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ "جب آٹھ ذوالحجہ کا دن ہوا تو سب لوگ منیٰ کی طرف روانہ ہوئے اور نبی ﷺ نے وہاں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نماز پڑھی۔" اس کے مطابق حج کے لیے نکلنے والوں کا احرام منیٰ کی طرف نکلتے ہوئے ظہر سے پہلے ہوگا اور سب لوگ ظہر منیٰ میں جا کر پڑھیں گے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا: صحیح یہ ہے کہ حج کا احرام منیٰ کی طرف روانگی کے وقت آٹھ ذوالحجہ کی ظہر کی نماز سے پہلے ہوگا اور سب لوگ منیٰ میں جا کر ظہر پڑھیں گے۔

❷ "بطحاء، أبطح، مُحَصَّب" تینوں سے مراد منیٰ کے قریب مکہ کا وہ میدان ہے جہاں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عمرہ ادا کرنے کے بعد حج کے لیے روانگی تک ٹھہرے رہے تھے، پھر حج سے فارغ ہو کر بھی وہیں آ گئے اور وہاں سے مدینہ کے لیے روانہ ہو گئے۔

٨٣ - بَابٌ: أَيْنَ يُصَلِّي الظُّهْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ؟

83۔ باب: یوم ترویہ (آٹھ ذوالحجہ) کو ظہر کہاں پڑھے؟

١٦٥٣- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْأَزْرَقُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ ابْنِ رُفَيْعٍ، قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قُلْتُ: أَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ عَقَلْتَهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، أَيْنَ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ؟ قَالَ: بِمِنًى، قُلْتُ: فَأَيْنَ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفْرِ؟ قَالَ: بِالْأَبْطَحِ، ثُمَّ قَالَ: افْعَلْ كَمَا يَفْعَلُ أُمَرَاؤُكَ. [انظر: ١٧٦٣،١٦٥٤- أخرجه مسلم: ١٣٠٩]

1653۔ عبدالعزیز بن رُفیع نے کہا: میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا: مجھے وہ بات بتائیں جو آپ نے نبی ﷺ سے اچھی طرح یاد رکھی ہو کہ آپ نے آٹھ ذوالحجہ کو ظہر اور عصر کہاں پڑھی؟ انھوں نے کہا: منیٰ میں۔ میں نے کہا: تو پھر آپ ﷺ نے (حج سے فارغ ہو کر) کوچ کے دن عصر کہاں پڑھی؟ کہا: ابطح میں، پھر انھوں نے کہا: تم اسی طرح کرو جیسے تمھارے امراء کرتے ہیں۔

١٦٥٤- حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، سَمِعَ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَيَّاشٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ: لَقِيتُ أَنَسًا. وَحَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبَانَ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ: خَرَجْتُ إِلَى مِنًى يَوْمَ التَّرْوِيَةِ، فَلَقِيتُ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ذَاهِبًا عَلَى حِمَارٍ،

1654۔ عبدالعزیز نے کہا: میں یوم ترویہ کو منیٰ کی طرف گیا تو انس رضی اللہ عنہ سے ملا، وہ ایک گدھے پر سوار جا رہے تھے، میں نے پوچھا: نبی ﷺ نے آج کے دن ظہر کہاں پڑھی؟ کہا: دیکھو جہاں تمھارے امراء نماز پڑھتے ہیں وہیں پڑھو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فَقُلْتُ : أَيْنَ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ هَذَا الْيَوْمَ الظُّهْرَ؟
فَقَالَ : انْظُرْ حَيْثُ يُصَلِّي أُمَرَاؤُكَ فَصَلِّ . [راجع :
١٦٥٣ـ أخرجه مسلم : ١٣٠٩ مطولاً]

فوائد 1 ”ترویہ“ کا معنی پانی پلانا، سیراب کرنا ہے۔ ذوالحجہ کی آٹھویں تاریخ کو ”یوم ترویہ“ اس لیے کہا جاتا ہے کہ لوگ اس دن اپنے اونٹوں کو پانی پلا لیتے تھے، اپنے لیے بھی پانی ساتھ لے لیتے تھے، کیونکہ آئندہ مقامات پر نہ چشمے ہیں نہ کنویں، سب پانی باہر ہی سے جاتا ہے۔

2 یَوْمَ النَّفْرِ : کوچ کے دن سے مراد بارہ یا تیرہ ذوالحجہ کو ظہر کے بعد کنکریاں مار کر واپس روانہ ہونے کا دن ہے، آپ ﷺ حج سے پہلے بھی عمرہ ادا کر کے منیٰ کے قریب بطحاء، ابطح، محصب نامی میدان میں ٹھہرے تھے، پھر حج ادا کر کے ۱۳ ذوالحجہ کو آپ نے منیٰ سے روانہ ہو کر اسی ابطح میں آ کر عصر پڑھی۔

3 حج کا پہلا اور اصل رکن احرام کے بعد وقوفِ عرفات ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: « اَلْحَجُّ عَرَفَةُ » [ترمذي: ۸۸۹ ، سنده صحيح] ”حج عرفہ ہے۔“ اس سے پہلے کے تمام اعمال مسنون اور مستحب ہیں، اگر ان میں کوئی کمی بیشی یا تقدیم و تاخیر ہو جائے یا ان میں سے کوئی کام رہ جائے تو کوئی حرج نہیں۔ اس لیے انس رضی اللہ عنہ نے صراحت کر دی کہ اگر امراء اس دوران نبی ﷺ کے اعمال کی ترتیب وغیرہ میں کوئی فرق کریں تو ان کی اطاعت کرنی ہے، خواہ مخواہ ایک مستحب عمل کی خاطر ان سے جھگڑنا یا ان کی نافرمانی کرنا درست نہیں۔

٨٤- بَابُ الصَّلَاةِ بِمِنًى

84- باب: منیٰ میں نماز

١٦٥٥- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ : أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ صَدْرًا مِنْ خِلَافَتِهِ . [راجع : ١٠٨٢ـ أخرجه مسلم : ٦٩٤]

1655- عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منیٰ میں دو رکعتیں پڑھیں اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے اور عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی خلافت کے شروع میں (دو رکعتیں پڑھیں)۔

١٦٥٦- حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيِّ، عَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ الْخُزَاعِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ ﷺ وَنَحْنُ

1656- حارثہ بن وہب خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ہمیں اس وقت منیٰ میں دو رکعتیں پڑھائیں جب ہم زیادہ سے زیادہ تعداد اور زیادہ سے زیادہ امن کی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

أَكْثَرُ مَا كُنَّا قَطُّ وَآمَنَهُ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ. [راجع : ١٠٨٢- أخرجه مسلم : ٦٩٦]

حالت میں تھے۔

١٦٥٧- حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ رَكْعَتَيْنِ، وَمَعَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَكْعَتَيْنِ، وَمَعَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ تَفَرَّقَتْ بِكُمُ الطُّرُقُ، فَيَا لَيْتَ حَظِّي مِنْ أَرْبَعٍ رَكْعَتَانِ مُتَقَبَّلَتَانِ. [راجع : ١٠٨٤- أخرجه مسلم : ٦٩٥]

1657- عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کے ساتھ دو رکعتیں پڑھیں اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی دو رکعتیں اور عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی دو رکعتیں پڑھیں، پھر تمھارے طریقے الگ الگ ہو گئے، کاش! چار رکعتوں میں سے میرا نصیب دو قبول شدہ رکعتیں ہی ہوں۔

فوائد: 1 یہ تینوں حدیثیں اس سے پہلے (۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴) میں گزر چکی ہیں، ان کے اکثر فوائد وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ امام صاحب نے انھیں یہاں پہلی سندوں سے کچھ فرق کے ساتھ روایت کیا ہے، تاکہ تکرار نہ ہو۔ یہاں اس باب کا مقصد یہ فیصلہ کرنا ہے کہ منیٰ میں نماز قصر کرنے کی وجہ سفر ہے یا وہاں قصر کرنا حج کے احکام میں شامل ہے۔ اگر پہلی وجہ ہو تو مکہ اور اس کے گرد و نواح والوں کو وہاں نماز پوری پڑھنی چاہیے اور اگر مناسکِ حج کی وجہ سے قصر کی جاتی ہے تو مکہ اور گرد و نواح والوں کو بھی قصر کرنا ہوگی۔ ان تینوں احادیث سے معلوم ہوا کہ سنت یہی ہے کہ وہاں سب لوگ قصر کریں گے، خصوصاً حارثہ بن وہب خزاعی رضی اللہ عنہ کی حدیث، کیونکہ وہ مکہ میں رہنے والے تھے، اس کے باوجود انھوں نے آپ کے ساتھ منیٰ میں دو رکعتیں پڑھیں۔ اگر یہ درست نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ ضرور نبی کریم ﷺ کے ذریعے سے اس کی اصلاح فرما دیتا۔ اس لیے حج کے دوران منیٰ، مزدلفہ اور عرفات میں مکہ اور غیر مکہ والے سب لوگوں کو قصر کرنا ہوگی۔

2 عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے شروع کے چھ سال منیٰ میں نمازیں قصر پڑھیں، پھر انھوں نے نماز پوری پڑھی، اس کی کوئی وجہ یقیناً ان کے ذہن میں ہوگی، وہ بالیقین جنتی اور عشرہ مبشرہ سے تھے، مجتہد تھے اور اجتہاد میں خطا پر بھی ایک اجر مل جاتا ہے، اگرچہ دوسرے لوگوں کے لیے اجتہادی خطا پر عمل کرنا جائز نہیں۔ اہل السنہ کے نزدیک کوئی صحابی معصوم عن الخطا نہیں تھا، اس لیے ان کی خطا کی پیروی نہیں کرنی چاہیے۔ عموماً جو وجہیں ان کی طرف سے نماز پوری کرنے کے جواز کی پیش کی جاتی ہیں وہ سب رسول اللہ ﷺ کے لیے بھی موجود تھیں، مثلاً یہ کہ انھوں نے مکہ میں شادی کر لی تھی۔ یا یہ کہ انھوں نے اس خدشے سے نماز پوری پڑھی کہ حج پر آنے والے اعرابی یہ نہ سمجھ لیں کہ ظہر، عصر اور عشاء کی رکعتیں دو ہی ہوتی ہیں، ان سب وجوں کے باوجود نبی ﷺ نے نماز قصر پڑھی۔ سب سے نامناسب توجیہ ان لوگوں کی ہے جنھوں نے کہا کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے مکہ میں مکان بنا لیا تھا اور وہاں اقامت کا ارادہ کر لیا تھا، حالانکہ سب جانتے ہیں کہ مکہ سے ہجرت کے بعد مہاجرین کا وہاں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اقامت اختیار کرنا حرام تھا، کیونکہ انھوں نے اللہ کی خاطر اسے چھوڑ دیا تھا، پھر عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ گمان کیسے کیا جا سکتا ہے؟

٨٥- بَابُ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ

85- باب: یوم عرفہ کا روزہ

١٦٥٨- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنَا سَالِمٌ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَيْرًا مَوْلَى أُمِّ الْفَضْلِ، عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ: شَكَّ النَّاسُ يَوْمَ عَرَفَةَ فِي صَوْمِ النَّبِيِّ ﷺ، فَبَعَثْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِشَرَابٍ فَشَرِبَهُ. [انظر: ١٦٦١، ١٩٨٨، ٥٦٠٤، ٥٦١٨، ٥٦٣٦- أخرجه مسلم: ١١٢٣]

1658- اُم الفضل رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ لوگوں نے نبی ﷺ کے عرفہ کے دن روزے کے بارے میں شک کیا تو میں نے نبی ﷺ کی طرف ایک مشروب بھیجا، آپ نے اسے پی لیا۔

فائدہ اس حدیث پر ان شاء اللہ تعالیٰ "کتاب الصیام (۱۹۸۸)" میں بات ہوگی، وہاں بھی انھی الفاظ میں باب قائم کیا گیا ہے۔

٨٦- بَابُ التَّلْبِيَةِ وَالتَّكْبِيرِ إِذَا غَدَا مِنْ مِنًى إِلَى عَرَفَةَ

86- باب: سویرے سویرے منیٰ سے عرفات کو جاتے ہوئے تلبیہ اور تکبیر کہنا

١٦٥٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الثَّقَفِيِّ: أَنَّهُ سَأَلَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ وَهُمَا غَادِيَانِ مِنْ مِنًى إِلَى عَرَفَةَ: كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ فِي هَذَا الْيَوْمِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ؟ فَقَالَ: كَانَ يُهِلُّ مِنَّا الْمُهِلُّ فَلَا يُنْكِرُ عَلَيْهِ، وَيُكَبِّرُ مِنَّا الْمُكَبِّرُ فَلَا يُنْكِرُ عَلَيْهِ. [راجع: ٩٧٠- أخرجه مسلم: ١٢٨٥]

1659- محمد بن ابو بکر ثقفی سے روایت ہے کہ انھوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا، جب کہ وہ دونوں سویرے سویرے منیٰ سے عرفات کو جا رہے تھے کہ تم لوگ اس دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا (ذکر) کیا کرتے تھے؟ انھوں نے کہا: ہم میں سے لبیک کہنے والا لبیک کہتا تو اس پر کوئی اعتراض نہ کیا جاتا تھا اور ہم میں سے تکبیر کہنے والا تکبیر کہتا تو اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں کیا جاتا تھا۔

فوائد 1 اس حدیث کے بعض فوائد (۹۷۰) میں گزر چکے ہیں۔ اس باب سے امام صاحب کا مقصد ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ جب منیٰ سے عرفات کی طرف روانہ ہوں تو لبیک کہنا بند کر دینا چاہیے۔

2 <u>منیٰ سے عرفات کو جاتے ہوئے تلبیہ اور تکبیر کہتے تھے</u>: اس سے معلوم ہوا کہ اقامت کی نسبت راہ چلتے ہوئے لبیک کہنا بہتر ہے، کیونکہ چل کر جانے میں لبیک کا مفہوم زیادہ واضح ہے کہ میں حاضر ہوں، اس لیے مکہ سے منیٰ کے درمیان، پھر منیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے عرفات کے درمیان، پھر عرفات سے مزدلفہ کے درمیان، پھر مزدلفہ سے جمرۂ کبریٰ کو کنکر مارنے تک لبیک اور اللہ اکبر کہہ کر اپنی حاضری اور اللہ تعالیٰ کی کبریائی کی شہادت جاری رکھنی چاہیے۔ (ابن عثیمین)

4 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سب صحابہ ایک وقت میں ایک ہی ذکر نہیں کرتے تھے، بلکہ کوئی لبیک کہتا، کوئی تکبیر کہتا۔ اس لیے کورس کی شکل میں پورے گروہ کا مل کر لبیک کہنا سنت سے ثابت نہیں، بلکہ بدعت ہے۔

٨٧- بَابُ التَّهْجِيرِ بِالرَّوَاحِ يَوْمَ عَرَفَةَ

87۔ باب: عرفہ کے دن دوپہر کو جانے میں جلدی کرنا

١٦٦٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، قَالَ: كَتَبَ عَبْدُ الْمَلِكِ إِلَى الْحَجَّاجِ: أَنْ لَا يُخَالِفَ ابْنَ عُمَرَ فِي الْحَجِّ، فَجَاءَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَأَنَا مَعَهُ يَوْمَ عَرَفَةَ حِينَ زَالَتِ الشَّمْسُ، فَصَاحَ عِنْدَ سُرَادِقِ الْحَجَّاجِ، فَخَرَجَ وَعَلَيْهِ مِلْحَفَةٌ مُعَصْفَرَةٌ، فَقَالَ: مَا لَكَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ! فَقَالَ: الرَّوَاحَ إِنْ كُنْتَ تُرِيدُ السُّنَّةَ، قَالَ: هَذِهِ السَّاعَةَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَأَنْظِرْنِي حَتَّى أُفِيضَ عَلَى رَأْسِي ثُمَّ أَخْرُجَ، فَنَزَلَ حَتَّى خَرَجَ الْحَجَّاجُ فَسَارَ بَيْنِي وَبَيْنَ أَبِي، فَقُلْتُ: إِنْ كُنْتَ تُرِيدُ السُّنَّةَ فَاقْصُرِ الْخُطْبَةَ وَعَجِّلِ الْوُقُوفَ، فَجَعَلَ يَنْظُرُ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ، فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ عَبْدُ اللَّهِ قَالَ: صَدَقَ. [انظر: ١٦٦٢، ١٦٦٣]

1660۔ سالم سے روایت ہے کہ عبدالملک نے حجاج (بن یوسف) کو خط لکھا کہ وہ حج کے احکام میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے خلاف نہ کرے۔ تو ابن عمر رضی اللہ عنہما سورج ڈھلنے پر آئے اور میں ان کے ساتھ تھا اور حجاج کے خیمے کی قنات کے پاس آ کر اونچی آواز سے اسے بلایا، تو وہ نکلا اور اس کے اوپر کسنبے رنگ کی چادر تھی۔ کہا: ابوعبدالرحمٰن! کیا بات ہے؟ انھوں نے کہا: اگر تو سنت پر عمل چاہتا ہے تو جلدی چل۔ اس نے کہا: اسی وقت؟ کہا: ہاں! اس نے کہا: پھر مجھے مہلت دیں کہ میں سر پر پانی بہا لوں، پھر میں چلوں گا، تو ابن عمر رضی اللہ عنہما سواری سے اتر پڑے یہاں تک کہ حجاج نکل آیا اور میرے اور میرے والد (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کے درمیان چلنے لگا۔ میں نے کہا: اگر تو سنت پر عمل چاہتا ہے تو خطبہ چھوٹا دے اور وقوف جلدی کر، تو وہ عبداللہ رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھنے لگ گیا، جب عبداللہ (بن عمر) رضی اللہ عنہما نے یہ دیکھا تو انھوں نے کہا: اس نے صحیح بات کی ہے۔

فوائد: 1 ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عرفہ کے دن صبح کی نماز پڑھی اور صبح ہی عرفہ کی طرف روانہ ہو گئے، وہاں آئے تو نمرہ (عرفہ سے متصل وادی) میں اترے اور وہ امام کی جگہ ہے جس میں وہ عرفہ میں اترتا ہے، یہاں تک کہ جب نمازِ ظہر کے قریب کا وقت ہوا تو رسول اللہ ﷺ عین دوپہر کو چل پڑے اور آپ نے ظہر اور عصر جمع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرمائی، پھر لوگوں کو خطبہ دیا، پھر وہاں سے چلے اور (عرفات میں) وقوف کیا۔ [أحمد: ٦١٣٠ - أبو داود: ١٩١٣] اس سے معلوم ہوا کہ باب میں دوپہر کو جلدی جانے سے مراد وادیٔ نمرہ سے جلدی روانہ ہونا ہے۔ " نَمِرَةٌ " عرفات کے قریب ایک جگہ ہے جو حرم کی حدود سے باہر ہے، یہ حرم کے کنارے اور عرفات کے کنارے کے درمیان ہے۔ وقوفِ حج کے لیے نمرہ سے نکل کر عرفات میں آنا ضروری ہے، اگر کوئی نمرہ ہی میں ٹھہر کر واپس آ جائے تو اس کا حج نہیں ہوگا۔

2 "سالم" سے مراد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے ہیں جو مدینہ کے فقہائے سبعہ میں سے ہیں۔ "عبدالملک" بن مروان مسلمانوں کے خلیفہ تھے، انھوں نے حجاج بن یوسف ثقفی کو خط لکھا جسے انھوں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے لڑائی کے لیے بھیجا تھا۔ اس نے ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو قتل کر کے مکہ پر قبضہ کر لیا، عبدالملک نے اسے وہاں کا امیر مقرر کر دیا اور خط میں تاکید کی کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بزرگ صحابی ہیں، حج کے احکام میں ان کی کسی بات کی خلاف ورزی نہ کرنا، اس لیے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے عین دوپہر کو ظہر کے وقت جلدی چلنے کے لیے کہا۔ ان کے بیٹے سالم نے خطبہ کے متعلق اسے آگاہ کیا کہ سنت یہ ہے کہ خطبہ مختصر ہو اور وقوف جلدی ہو، حجاج نے تصدیق کے لیے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف دیکھا تو انھوں نے اس کی تصدیق کی۔ خود انھوں نے یہ بات شاید اس لیے نہیں کی کہ امراء کو معمولی باتوں پر متوجہ کرنا مناسب نہیں سمجھا اور حجاج نے بھی ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ادب کی وجہ سے صرف دیکھا، پوچھا نہیں۔ (ابن عثیمین) کسمبے رنگ کی چادر پہننے کے ذکر سے حجاج کے غلط کام کی طرف اشارہ ہے کہ نبی ﷺ نے مردوں کو زعفران یا کسمبے کا رنگ پہننے سے منع کیا ہے، مگر اس نے اس بات کی پروا نہیں کی۔

③ یاد رہے وقوف کا مطلب ٹھہرنا ہے، یعنی ظہر و عصر جمع کر کے خطبہ سننے کے بعد عرفات میں مغرب تک ٹھہرنا اور اللہ کا ذکر، استغفار، دعا، تلاوتِ قرآن کرنا ہے خواہ کھڑا ہو کر کرے یا بیٹھ کر یا لیٹ کر، یہ سارا وقت کھڑے ہو کر گزارنا ضروری نہیں۔

④ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خلفائے اسلام دینی مسائل میں اہلِ علم کی طرف رجوع کرتے تھے، کیونکہ عبدالملک بن مروان نے حجاج بن یوسف کو خواہ وہ جتنا بھی جابر و ظالم تھا، حج کے مسائل میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اطاعت کا پابند کیا۔

⑤ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کی پوری کوشش ہوتی تھی کہ امراء کی مخالفت نہ کریں، جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حجاج کے غسل کر کے نکلنے تک اس کا انتظار کیا۔ ہاں، اگر کوئی بات خلافِ شرع ہوتی تو اس میں وہ اطاعت نہیں کرتے تھے۔

⑥ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اہلِ علم کو امراء سے کنارہ کشی اختیار نہیں کرنی چاہیے، بلکہ جہاں تک ہو سکے ان کے ساتھ رہ کر ان کی رہنمائی اور خیر خواہی کرنی چاہیے، کیونکہ اگر وہ بالکل ہی کنارہ کش ہو جائیں گے تو ان کی اصلاح اور انھیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ کون ادا کرے گا اور جب وہ امراء کے مال و دولت سے زہد اختیار کرتے ہوئے ان کے ساتھ رہ کر ان کی اصلاح کی کوشش کریں گے تو یقیناً اس کا فائدہ ہوگا، جیسا کہ تاریخ اسلام میں علماء کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔

٨٨ - بَابُ الْوُقُوفِ عَلَى الدَّابَّةِ بِعَرَفَةَ

88۔ باب: عرفات میں جانور پر سوار رہ کر وقوف کرنا

١٦٦١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ،

1661۔ اُم الفضل بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْعَبَّاسِ، عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ : أَنَّ نَاسًا اخْتَلَفُوا عِنْدَهَا يَوْمَ عَرَفَةَ فِي صَوْمِ النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ : هُوَ صَائِمٌ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ : لَيْسَ بِصَائِمٍ، فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ بِقَدَحِ لَبَنٍ وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى بَعِيرِهِ، فَشَرِبَهُ . [راجع : ١٦٥٨- أخرجه مسلم : ١١٢٣]

کچھ لوگوں نے ان کے پاس عرفہ کے دن نبی ﷺ کے روزے کے متعلق اختلاف کیا، چنانچہ ان میں سے بعض نے کہا: آپ روزے سے ہیں اور بعض نے کہا: آپ کا روزہ نہیں ہے، تو میں نے آپ کی طرف دودھ کا ایک پیالہ بھیجا، آپ اس وقت اپنی اونٹنی پر سوار تھے تو آپ نے اسے پی لیا۔

فائدہ: یہ حدیث (١٦٥٨) میں گزر چکی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر ضرورت ہو تو آدمی جانور کی پشت پر رہ کر وقوف کر سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے اونٹنی پر سوار رہ کر وقوف کرنے کی وجہ بالکل ظاہر ہے، ایک تو یہ کہ تمام عرب سے آنے والے مسلمان آپ ﷺ کو دیکھنے کے مشتاق تھے، آپ کی زیارت سے انھیں صحابیت کا شرف حاصل ہوتا تھا جو نبوت کے بعد سب سے بڑا اعزاز ہے، پھر جسے بھی دین و دنیا کا کوئی مسئلہ درپیش تھا وہ آپ سے پوچھنا چاہتا تھا، جس کے لیے آپ کا بلند مقام پر رہنا ضروری تھا۔ یہاں یہ حدیث بظاہر اس حدیث کے خلاف معلوم ہوتی ہے جس میں آپ نے جانوروں کی پیٹھوں کو منبر بنانے سے منع کیا اور اپنی ضرورتیں زمین پر پوری کرنے کا حکم دیا۔ (دیکھیے ابوداود: ٢٥٦٧) ان دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ جانوروں پر سوار رہنے کی ممانعت تب ہے جب وہ جانور کی برداشت میں نہ ہو اور اس مقصد کے لیے ہو جو زمین پر اتر کر پورا ہو سکتا ہو، جیسا کہ حدیث کے الفاظ میں وضاحت ہے۔ آج کل گاڑی میں رہ کر وقوف کر لے یا اس سے اتر کر خیمے وغیرہ میں دونوں باتوں کا اختیار ہے، جس میں وہ زیادہ بہتر طریقے سے ذکر، استغفار اور دعا وغیرہ کر سکے وہی اختیار کر سکتا ہے۔

٨٩ - بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ بِعَرَفَةَ

89۔ باب: عرفات میں دو نمازیں جمع کرنا

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا إِذَا فَاتَتْهُ الصَّلَاةُ مَعَ الْإِمَامِ جَمَعَ بَيْنَهُمَا

اور ابن عمر ؓ کی امام کے ساتھ نماز رہ جاتی تو وہ دونوں نمازیں جمع کرتے تھے۔

١٦٦٢- وَقَالَ اللَّيْثُ : حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ : أَخْبَرَنِي سَالِمٌ : أَنَّ الْحَجَّاجَ بْنَ يُوسُفَ عَامَ نَزَلَ بِابْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا سَأَلَ عَبْدَ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : كَيْفَ تَصْنَعُ فِي الْمَوْقِفِ

1662۔ ابن شہاب سے روایت ہے کہ سالم نے بیان کیا کہ حجاج بن یوسف جس سال عبداللہ بن زبیر ؓ پر حملے کے لیے آیا اس نے عبداللہ (بن عمر) ؓ سے پوچھا: عرفہ کے دن موقف میں آپ کس طرح کریں گے؟ تو سالم نے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

يَوْمَ عَرَفَةَ؟ فَقَالَ سَالِمٌ : إِنْ كُنْتَ تُرِيدُ السُّنَّةَ فَهَجِّرْ بِالصَّلَاةِ يَوْمَ عَرَفَةَ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ : صَدَقَ، إِنَّهُمْ كَانُوا يَجْمَعُونَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِي السُّنَّةِ، فَقُلْتُ لِسَالِمٍ : أَفَعَلَ ذٰلِكَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ؟ فَقَالَ سَالِمٌ : وَ هَلْ تَتَّبِعُونَ فِي ذٰلِكَ إِلَّا سُنَّتَهُ .
[راجع : ١٦٦٠]

کہا: اگر تو سنت (پر عمل) چاہتا ہے تو عرفہ کے دن نماز جلدی پڑھ۔ تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اس نے صحیح کہا ہے، وہ لوگ (صحابہ کرام) سنت کے مطابق ظہر و عصر جمع کیا کرتے تھے۔ (زہری نے کہا:) میں نے سالم سے پوچھا: کیا یہ کام رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے؟ تو سالم نے کہا: اس معاملے میں وہ لوگ آپ کی سنت کے سوا کس کی پیروی کریں گے؟

فوائد 1 عرفات میں رسول اللہ ﷺ نے ظہر کے وقت میں ظہر اور عصر دونوں اکٹھی پڑھیں اور قصر کر کے پڑھیں، اسے جمع تقدیم کہتے ہیں اور تمام صحابہ نے جو آپ کے ساتھ تھے خواہ وہ مکہ کے تھے یا دور دراز کے سب نے آپ کے ساتھ نمازیں جمع کیں اور دو، دو رکعت پڑھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ قصر سفر کی وجہ سے نہیں بلکہ حج کے احکام میں شامل ہے، ورنہ مکہ اور گرد ونواح کے لوگ آپ ﷺ کے ساتھ قصر کی بجائے پوری نماز پڑھتے۔ اگر کسی شخص کی امام کے ساتھ جماعت رہ جائے تو وہ کیا کرے؟ امام بخاری نے واضح کیا کہ وہ بھی دونوں نمازیں جمع کرے اور انھیں قصر کرے، انھوں نے اس کی تائید میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل پیش کیا ہے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر مسجد میں امام کے ساتھ جماعت نہ مل سکے تو اپنے خیمے میں دونوں نمازیں الگ الگ اپنے وقت پر پڑھے اور پوری پڑھے، حالانکہ اس کی تائید میں نہ کوئی حدیث ہے، نہ صحابی کا عمل اور ظاہر ہے کہ دین میں عقلی ڈھکوسلے نہیں چلتے۔ 2 سفر میں خصوصاً عرفات اور مزدلفہ میں جمع تقدیم اور تاخیر دونوں سنت ہیں اور دونوں میں بہت سی حکمتیں ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ خطبہ کے وقت لوگ جمع ہوتے ہیں، ساتھ ہی ظہر اور عصر دونوں پڑھ لی جاتی ہیں۔ اگر ظہر پڑھ کر لوگ اپنی جگہ چلے جائیں تو عصر کے وقت ان کا دوبارہ اس طرح جمع ہونا ممکن ہی نہیں، پھر سفر میں پانی کا مسئلہ بھی مشکل ہوتا ہے، اگر عصر کو اس کے وقت پر پڑھنے کا حکم ہوتا تو وضو وغیرہ کی مشکل بھی سامنے تھی۔ اس کے علاوہ ظہر اور عصر پڑھ کر آدمی مغرب تک نمازوں سے بے فکر ہو کر جہاں اس کا ڈیرہ ہو نہایت سکون واطمینان سے وقوف کر سکتا ہے۔ جو لوگ سفر میں ہر نماز کو اس کے وقت پر پڑھنے پر اصرار کرتے ہیں تو عموماً کوئی نہ کوئی عارضہ پیش آ جانے کی وجہ سے ان کی دوسری نماز کا حال خراب ہی ہوتا ہے۔ لہٰذا ہمیں سنت کی پابندی کرنی چاہیے کہ اس میں دین کی عطا کردہ آسانیاں بھی ہیں اور اتباع سنت کی وجہ سے بے حساب اجر بھی، جب کہ لوگوں کی باتوں کے پیچھے لگنے سے دنیا اور آخرت کی پریشانی اور مشکل کے سوا کچھ حاصل نہیں۔

٩٠- بَابُ قَصْرِ الْخُطْبَةِ بِعَرَفَةَ

90- باب: عرفات میں خطبہ چھوٹا دینا

١٦٦٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّ

1663- سالم بن عبداللہ سے روایت ہے کہ عبدالملک بن مروان نے حجاج (بن یوسف) کو خط لکھا کہ وہ حج کے احکام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ مَرْوَانَ كَتَبَ إِلَى الْحَجَّاجِ أَنْ يَأْتَمَّ بِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ فِي الْحَجِّ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ جَاءَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَأَنَا مَعَهُ حِينَ زَاغَتِ الشَّمْسُ أَوْ زَالَتْ، فَصَاحَ عِنْدَ فُسْطَاطِهِ: أَيْنَ هَذَا؟ فَخَرَجَ إِلَيْهِ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: الرَّوَاحَ! فَقَالَ: الْآنَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: أَنْظِرْنِي أُفِيضُ عَلَيَّ مَاءً، فَنَزَلَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا حَتَّى خَرَجَ، فَسَارَ بَيْنِي وَبَيْنَ أَبِي، فَقُلْتُ: إِنْ كُنْتَ تُرِيدُ أَنْ تُصِيبَ السُّنَّةَ الْيَوْمَ فَاقْصُرِ الْخُطْبَةَ وَعَجِّلِ الْوُقُوفَ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: صَدَقَ. [راجع: ١٦٦٠]

میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی پیروی کرے۔ چنانچہ جب عرفہ کا دن ہوا اور سورج ڈھل گیا تو ابن عمر رضی اللہ عنہما آئے اور میں بھی ان کے ساتھ تھا اور انھوں نے اس کے خیمے کے پاس اونچی آواز دی: وہ کہاں ہے؟ وہ باہر نکلا تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: چلو! اس نے کہا: ابھی؟ کہا: ہاں! اس نے کہا: مجھے مہلت دیں کہ میں اپنے آپ پر پانی بہا لوں۔ تو ابن عمر رضی اللہ عنہما سواری سے اتر پڑے، یہاں تک کہ وہ نکلا اور میرے اور میرے والد کے درمیان چل پڑا۔ میں نے کہا: اگر تو سنت چاہتا ہے تو خطبہ چھوٹا کر اور وقوف جلدی کر۔ اس پر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اس نے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس کی شرح (۱۶۶۰) میں گزر چکی ہے۔ یہاں سالم نے عرفہ میں خطبہ مختصر کرنے کو سنت قرار دیا، کیونکہ عرفہ میں خطبہ کا موقع تھا، ورنہ صحیح مسلم (۸۶۹) میں عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے خطبہ کو مطلقاً مختصر کرنے کا حکم مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: « إِنَّ طُولَ صَلَاةِ الرَّجُلِ، وَقِصَرَ خُطْبَتِهِ مَئِنَّةٌ مِنْ فِقْهِهِ، فَأَطِيلُوا الصَّلَاةَ وَاقْصُرُوا الْخُطْبَةَ » ”آدمی کی نماز کا لمبا ہونا اور اس کے خطبے کا چھوٹا ہونا اس کی سمجھداری کی نشانی ہے، اس لیے نماز لمبی پڑھو اور خطبہ چھوٹا کرو۔“

بَابُ التَّعْجِيلِ إِلَى الْمَوْقِفِ

باب: موقف کی طرف جلدی جانا

فائدہ: 1 اکثر نسخوں میں یہ باب اسی طرح کسی حدیث کے بغیر درج ہے۔ ابوذر کے نسخہ میں یہ باب ہے ہی نہیں اور کرمانی نے ذکر کیا ہے کہ انھوں نے بعض نسخوں میں اس عنوان کے بعد یہ عبارت دیکھی ہے: " قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: يُزَادُ فِي هَذَا الْبَابِ هَمْ حَدِيثُ مَالِكٍ، يَعْنِي الْمَذْكُورَ قَبْلَهُ يُذْكَرُ هُنَا، وَلَكِنِّي لَا أُرِيدُ أَنْ أُدْخِلَ فِيهِ مُعَادًا". ”ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: اس باب میں بھی مالک کی حدیث درج کر دی جائے یعنی جو اس سے پہلے ذکر کی گئی ہے، لیکن میں نہیں چاہتا کہ میں اس میں مکرر حدیث لاؤں۔“ (یہاں لفظ " هَمْ " فارسی لفظ ”نیز“ اور اردو لفظ ”بھی“ کے معنی میں ہے) یعنی یہاں بھی امام مالک سے مروی وہی حدیث لانی چاہیے جو پچھلے باب میں گزری ہے کہ اگر تو سنت چاہتا ہے تو خطبہ مختصر کر اور وقوف جلدی کر۔ حافظ رحمہ اللہ نے کہا: گویا امام صاحب کو اس وقت مالک رحمہ اللہ سے مروی وہ حدیث ان دو سندوں کے سوا نہیں ملی جو پہلے گزری ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ کوئی حدیث سند یا متن کے کسی فائدے کے بغیر نہیں لاتے، جیسا کہ ہم نے کئی بار یہ بات بیان کی ہے اور اگر کہیں فائدے کے بغیر ایسا ہوا ہے تو وہ جان بوجھ کر نہیں ہوا، اس کے باوجود

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

وہ نہایت کم ہے۔ (فتح الباری) ایسی مکرر روایات کی تعداد بھی صرف بیس (۲۰) ہے۔ کل احادیث مع مکررات سات ہزار پانچ سو تریسٹھ (۷۵۶۳) ہیں اور بغیر تکرار کے اڑھائی تین ہزار ہیں، ایک قول اڑھائی ہزار سے چند زائد کا ہے۔

٩١- بَابُ الْوُقُوفِ بِعَرَفَةَ

91- باب: عرفات میں وقوف

١٦٦٤- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا عَمْرٌو، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، كُنْتُ أَطْلُبُ بَعِيرًا لِي. وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ: أَضْلَلْتُ بَعِيرًا لِي، فَذَهَبْتُ أَطْلُبُهُ يَوْمَ عَرَفَةَ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَاقِفًا بِعَرَفَةَ، فَقُلْتُ: هَذَا وَاللّٰهِ مِنَ الْحُمْسِ، فَمَا شَأْنُهُ هَاهُنَا. [أخرجه مسلم: ١٢٢٠]

1664- جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرا ایک اونٹ گم ہو گیا اور میں عرفہ کے دن اسے تلاش کرنے کے لیے نکلا، تو میں نے نبی ﷺ کو عرفہ میں ٹھہرے ہوئے دیکھا، میں نے کہا: اللہ کی قسم! یہ تو حُمس میں سے ہیں، ان کا یہاں کیا کام ہے؟

فائدہ: " حُمْسٌ " " أَحْمَسُ " کی جمع ہے: وہ شخص جو اپنے دین میں شدید ہو۔ قریش اپنے آپ کو "حُمس" کہلاتے تھے، شیطان نے انھیں گمراہ کرنے کے لیے ان کے دل میں یہ بات ڈالی تھی کہ حرم کے اندر تعظیم والے مقامات کے علاوہ اگر تم اس سے باہر کسی مقام کی تعظیم کرو گے تو لوگ تمھارے تعظیم والے مقامات کی قدر میں کمی کر دیں گے۔ اس لیے وہ حج کے موقع پر حرم کی حدود سے باہر نہیں جاتے تھے بلکہ مزدلفہ تک ہی رہتے تھے، کیونکہ مزدلفہ حدودِ حرم کے اندر تھا اور عرفات اس سے باہر تھا، دوسرے سب لوگ عرفات میں جا کر وہاں سے واپس آتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ بھی چونکہ قریشی ہونے کی وجہ سے حُمس میں سے تھے، اس لیے جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے اونٹ کی تلاش میں جاتے ہوئے جب آپ ﷺ کو عرفات میں کھڑے دیکھا تو تعجب کیا کہ آپ تو حُمس میں سے ہیں، آپ عرفات میں کیسے آ گئے۔ یہ واقعہ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے سے پہلے کا ہے، یعنی آپ ہجرت سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ کی توفیقِ خاص سے قریش کی اس جاہلیت پر عمل نہیں کرتے تھے۔ پھر مدینہ آنے کے بعد سورۃ البقرۃ میں اللہ تعالیٰ کا واضح فرمان آ گیا جس میں اس نے قریش کے اس باطل عمل کو رد کرتے ہوئے حُمس اور غیر حُمس سب لوگوں کو عرفات میں وقوف کے بعد واپس پلٹنے کا حکم دیا اور فرمایا: ﴿ ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ ﴾ [البقرة: ١٩٩] "پھر جہاں سے سب لوگ واپس پلٹتے ہیں واپس پلٹو۔" (خلاصہ فتح الباری)

١٦٦٥- حَدَّثَنَا فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ

1665- عروہ سے روایت ہے کہ جاہلیت میں حُمس کے علاوہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، قَالَ عُرْوَةُ : كَانَ النَّاسُ يَطُوفُونَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ عُرَاةً إِلَّا الْحُمْسَ - وَالْحُمْسُ قُرَيْشٌ وَمَا وَلَدَتْ - وَكَانَتِ الْحُمْسُ يَحْتَسِبُونَ عَلَى النَّاسِ، يُعْطِي الرَّجُلُ الرَّجُلَ الثِّيَابَ يَطُوفُ فِيهَا، وَتُعْطِي الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ الثِّيَابَ تَطُوفُ فِيهَا، فَمَنْ لَمْ يُعْطِهِ الْحُمْسُ طَافَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانًا، وَكَانَ يُفِيضُ جَمَاعَةُ النَّاسِ مِنْ عَرَفَاتٍ، وَيُفِيضُ الْحُمْسُ مِنْ جَمْعٍ.

سب لوگ ننگے طواف کرتے تھے۔ حُمس سے مراد قریش اور ان کی اولاد تھی۔ حُمس لوگوں کو ثواب کے لیے کپڑے دیتے تھے، مرد مرد کو کپڑے دیتا اور وہ انھیں پہن کر طواف کرتا اور عورت عورت کو کپڑے دیتی اور وہ انھیں پہن کر طواف کرتی۔ جسے حُمس (قریش) کپڑے نہ دیتے وہ ننگا ہی بیت اللہ کا طواف کرتا، اور سب لوگ عرفات میں جا کر واپس آتے تھے اور حُمس مزدلفہ ہی سے واپس آ جاتے تھے۔

قَالَ : وَأَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : أَنَّ هَذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِي الْحُمْسِ : ﴿ ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ ﴾ [البقرة : ١٩٩] قَالَ : كَانُوا يُفِيضُونَ مِنْ جَمْعٍ، فَدُفِعُوا إِلَى عَرَفَاتٍ .

[انظر : ٤٥٢٠ـ أخرجه مسلم : ١٢١٩]

ہشام نے کہا: میرے باپ عروہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا کہ یہ آیت حُمس کے بارے میں نازل ہوئی: ''پھر وہاں سے واپس پلٹو جہاں سے سب لوگ واپس پلٹیں۔'' کہا: یہ لوگ مزدلفہ ہی سے واپس آ جاتے تھے تو انھیں عرفات کی طرف بھیجا گیا۔

فائدہ: قُرَيْشٌ وَمَا وَلَدَتْ (قریش اور ان کی اولاد): قریش سے باہر کے خاندان کا کوئی آدمی اگر ان سے رشتہ مانگتا تو وہ اس شرط پر رشتہ دیتے تھے کہ اس سے پیدا ہونے والا بچہ ہمارے دین پر ہوگا۔ اس طرح قریش کے علاوہ ثقیف، لیث، خزاعہ، بنو عامر بن صعصعہ اور دوسرے قبائل کے وہ لوگ بھی حُمس میں شامل ہو گئے جن کی مائیں قریشی تھیں۔ یہ مطلب نہیں کہ یہ تمام قبائل حُمس میں شامل تھے۔ (فتح الباری)

٩٢ـ بَابُ السَّيْرِ إِذَا دَفَعَ مِنْ عَرَفَةَ

92۔ باب: عرفات سے واپس آتے ہوئے کیسی چال چلے

١٦٦٦ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ : سُئِلَ أُسَامَةُ وَأَنَا جَالِسٌ : كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَسِيرُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ حِينَ دَفَعَ؟ قَالَ : كَانَ يَسِيرُ الْعَنَقَ، فَإِذَا وَجَدَ فَجْوَةً نَصَّ .

1666۔ عروہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: اسامہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا اور میں بھی وہاں بیٹھا ہوا تھا کہ رسول اللہ ﷺ جب (عرفات سے) واپس لوٹے تو کس رفتار سے سواری کو چلاتے تھے؟ انھوں نے کہا: کچھ تیز چلاتے تھے اور جب کھلی جگہ پاتے تو تیز رفتار سے چلاتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

قَالَ هِشَامٌ: وَالنَّصُّ: فَوْقَ الْعَنَقِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: فَجْوَةٌ: مُتَّسَعٌ، وَالْجَمِيعُ: فَجَوَاتٌ وَفِجَاءٌ، وَكَذَلِكَ رَكْوَةٌ وَرِكَاءٌ. ﴿مَنَاصٍ﴾ [ص: ٣]: لَيْسَ حِينَ فِرَارٍ. [راجع: ٢٩٩٩، ٤٤١٣ـ أخرجه مسلم: ١٢٨٦]

ہشام نے کہا: "نَصٌّ" "عَنَقٌ" سے زیادہ تیز ہوتی ہے۔ ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: "فَجْوَةٌ" کا معنی کھلی جگہ ہے، جمع اس کی "فَجَوَاتٌ" اور "فِجَاءٌ" ہے، اسی طرح "رَكْوَةٌ" اور "رِكَاءٌ" ہے۔ ﴿وَلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ﴾ کا معنی ہے: بھاگنے کا کوئی وقت نہیں ہے۔

فوائد: 1 "عَنَقٌ" درمیانی رفتار سے کچھ تیز رفتار، اس کا اشتقاق "عُنُقٌ" (گردن) سے ہے، جس چال میں جانور کی گردن حرکت کرے۔ "نَصَّ" ماضی معلوم کا صیغہ ہے۔ ابوعبید نے کہا: جانور کو اتنا تیز چلانا کہ وہ اپنی آخری رفتار کو پہنچ جائے۔ (فتح الباری)

2 ابن عبدالبر نے کہا: اس حدیث میں عرفات سے مزدلفہ کی طرف واپسی کے دوران چلنے کی کیفیت بیان ہوئی ہے۔ اس میں جلدی چلنے کی وجہ مزدلفہ میں مغرب کی نماز کے لیے جلدی پہنچنا ہے، کیونکہ مغرب کو مزدلفہ میں عشاء کے ساتھ ہی ادا کیا جاتا ہے، اس لیے اس کے دوران دونوں مصلحتوں کا خیال رکھا جائے گا کہ بھیڑ اور راستہ تنگ ہونے کی صورت میں وقار اور سکون کے ساتھ چلا جائے اور بھیڑ نہ ہونے اور راستہ کھلا ہونے کی صورت میں پوری تیز رفتار سے چلا جائے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تابعین رسول اللہ ﷺ کی تمام حرکات و سکنات اور سب حالات کے متعلق پوچھتے رہتے تھے، تاکہ آپ کے نقش قدم پر چل سکیں۔ (فتح الباری)

3 حدیث میں ایک رفتار کا نام "نَصٌّ" آیا ہے جو مضاعف ہے، مادہ اس کا "ن، ص، ص" ہے۔ اس کا معنی تیز رفتاری سے چلانا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کی عادت ہے کہ حدیث کے کسی لفظ کی اگر کسی آیت کے لفظ کے ساتھ کوئی موافقت ہو تو اس کی تفسیر کر دیتے ہیں، اس لیے انھوں نے یہاں "وَلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ" میں لفظ "مَنَاصٍ" کی تفسیر ذکر کر دی کہ اس کا معنی بھاگنا ہے۔ یہاں ایک سوال ہے کہ لفظ "نَصٌّ" مضاعف ہے اور "مَنَاصٍ" اجوف واوی ہے جس کا مادہ "ن، و، ص" ہے، تو امام بخاری نے "نَصٌّ" کے ضمن میں "مَنَاصٍ" کا ذکر کر دیا۔ بعض مہربانوں نے تو امام صاحب پر جہل کا فتویٰ بھی لگا دیا کہ اتنے بڑے امام کو مضاعف اور اجوف کے فرق کا بھی علم نہیں۔ اہلِ علم نے اس کے مختلف جواب دیے ہیں، بندہ عبدالسلام عرض کرتا ہے کہ ان بے چاروں کا مبلغ علم اشتقاق صغیر تک ہی ہے۔ حالانکہ یہ بات اشتقاق کبیر اور اکبر سے بھی آگے ہے۔ وہ یہ ہے کہ لغتِ عرب کے مادوں میں جن دو مادوں کے اکثر حروف ایک ہوں ان کے معنوں میں کوئی نہ کوئی مناسبت ضرور ہوتی ہے۔ اب "نَصٌّ" اور "مَنَاصٍ" دونوں کے مادوں میں نون اور صاد موجود ہیں اور دونوں میں سرعت کا مفہوم موجود ہے۔ "نَصٌّ" کا معنی تیز دوڑانا ہے اور "مَنَاصٍ" کا معنی تیزی سے بھاگنا ہے۔ اب اگر امام بخاری کی بات کسی کم مایہ آدمی کی سمجھ میں نہ آئے اور وہ ان پر زبان درازی کرے تو اس میں امام رحمہ اللہ کا کیا قصور ہے۔ شعر ؎

www.KitaboSunnat.com

وَكَمْ مِنْ عَائِبٍ قَوْلًا صَحِيحًا وَآفَتُهُ مِنَ الْفَهْمِ السَّقِيمِ

"اور کتنے ہی لوگ ہیں جو صحیح بات میں عیب نکالتے ہیں، حالانکہ ان کی بیماری ان کے بیمار فہم کی وجہ سے ہے۔"

۹۳- بَابُ النُّزُولِ بَيْنَ عَرَفَةَ وَجَمْعٍ

93۔ باب: عرفات اور مزدلفہ کے درمیان اترنا

١٦٦٧- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حَيْثُ أَفَاضَ مِنْ عَرَفَةَ مَالَ إِلَى الشِّعْبِ، فَقَضَى حَاجَتَهُ فَتَوَضَّأَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَتُصَلِّي؟ فَقَالَ: «الصَّلَاةُ أَمَامَكَ» [راجع: ١٣٩- أخرجه مسلم: ١٢٨٠ مطولاً، وفي لفعح: ٢٧٦]

1667۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب عرفات سے واپس لوٹے تو راستے میں ایک گھاٹی کی طرف مڑے اور وہاں حاجت سے فارغ ہوئے، پھر وضو کیا، میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ نماز پڑھیں گے؟ آپ نے فرمایا: "نماز تمھارے آگے ہے۔"

١٦٦٨- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ قَالَ: كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ، غَيْرَ أَنَّهُ يَمُرُّ بِالشِّعْبِ الَّذِي أَخَذَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَيَدْخُلُ فَيَنْتَفِضُ وَيَتَوَضَّأُ، وَلَا يُصَلِّي حَتَّى يُصَلِّيَ بِجَمْعٍ. [راجع: ١٠٩١- أخرجه مسلم: ٧٠٣، مختصراً، وأخرجه: ١٢٨٨]

1668۔ نافع سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مزدلفہ میں مغرب اور عشاء جمع کیا کرتے تھے، ہاں اتنا تھا کہ وہ اس گھاٹی سے گزرتے تھے جس کی طرف رسول اللہ ﷺ مڑے تھے، تو وہ اس میں داخل ہوتے، قضائے حاجت کرتے اور وضو کرتے اور نماز نہیں پڑھتے تھے یہاں تک کہ مزدلفہ میں جا کر نماز پڑھتے۔

فائدہ ۔ حدیث (١٦٦٩) میں کریب سے منقول ہے کہ نبی ﷺ مزدلفہ کے قریب اس گھاٹی کی طرف مڑے تھے اس کے باوجود نماز مزدلفہ ہی میں جا کر پڑھی۔ " فَيَنْتَفِضُ " " إِنْتِفَاضٌ " کا اصل معنی استنجا ہے، یہاں قضائے حاجت سے کنایہ ہے۔

١٦٦٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي حَرْمَلَةَ، عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، أَنَّهُ

1669۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں عرفات سے اونٹنی پر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سوار ہوا، جب آپ اس بائیں گھاٹی کے پاس پہنچے جو مزدلفہ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قَالَ : رَدِفْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مِنْ عَرَفَاتٍ، فَلَمَّا بَلَغَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الشِّعْبَ الْأَيْسَرَ الَّذِي دُونَ الْمُزْدَلِفَةِ أَنَاخَ فَبَالَ، ثُمَّ جَاءَ فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ الْوَضُوءَ، فَتَوَضَّأَ وُضُوءًا خَفِيفًا، فَقُلْتُ : الصَّلَاةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ!؟ قَالَ : «الصَّلَاةُ أَمَامَكَ» فَرَكِبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَتَّى أَتَى الْمُزْدَلِفَةَ فَصَلَّى، ثُمَّ رَدِفَ الْفَضْلُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ غَدَاةَ جَمْعٍ. [راجع : ١٣٩، ١٥٤٣- أخرجه مسلم : ١٢٨٠، وفي الحج : ٢٧٦]

قریب ہے تو آپ نے اونٹنی کو بٹھایا اور پیشاب کیا، پھر آپ آئے تو میں نے وضو کے لیے آپ کے اوپر پانی ڈالا، آپ نے ہلکا وضو کیا۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! نماز؟ آپ نے فرمایا: ''نماز تمھارے آگے ہے۔'' پھر رسول اللہ ﷺ سوار ہوئے یہاں تک مزدلفہ میں آ گئے اور نماز پڑھی، پھر مزدلفہ کی صبح کو رسول اللہ ﷺ کے پیچھے فضل رضی اللہ عنہ سوار ہو گئے۔

١٦٧٠ - قَالَ كُرَيْبٌ : فَأَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ الْفَضْلِ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَمْ يَزَلْ يُلَبِّي حَتَّى بَلَغَ الْجَمْرَةَ. [راجع : ١٥٤٤- أخرجه مسلم : ١٢٨١]

1670- عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فضل رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ جمرہ پہنچنے تک لبیک کہتے رہے۔

فوائد: 1 ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عرفات سے مزدلفہ کی طرف آتے ہوئے کوئی ضرورت پیش آ جائے تو راستے میں اترنا اور وہ ضرورت پوری کرنا جائز ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے مزدلفہ پہنچ کر بھی لبیک کہنا جاری رکھا، حتیٰ کہ منیٰ میں جمرۂ عقبہ کے پاس پہنچے تو اسے بند کر دیا۔ آپ نے اسامہ اور فضل رضی اللہ عنہما کو اپنے پیچھے اس لیے بٹھایا کہ وہ حج کے دوران نبی ﷺ کے اقوال و اعمال کا مشاہدہ کر کے یاد رکھیں اور امت تک پہنچا دیں اور آپ نے کسی اور کی بجائے ان دونوں کا انتخاب ان کے ساتھ اُنس اور نہایت قریبی تعلق کی وجہ سے کیا، کیونکہ اس میں آدمی زیادہ سہولت اور خوشی محسوس کرتا ہے۔ اس میں ان دونوں کو اپنی معیت کا شرف عطا کرنا بھی تھا۔ اس میں آپ کی تواضع بھی ہے کہ بڑے بڑے صحابہ میں سے کسی کو اپنے پیچھے نہیں بٹھایا، بلکہ چھوٹی عمر کے لڑکوں کو بٹھا لیا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر سواری مضبوط ہو تو اس پر ایک سے زیادہ آدمی بیٹھ سکتے ہیں۔

2 ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ عمل رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کی محبت کی بنا پر تھا۔ وہ ان مقامات پر خصوصاً اترتے، ٹھہرتے، پیشاب کرتے، نماز پڑھتے جہاں رسول اللہ ﷺ اتفاقاً اترے، ٹھہرے یا کوئی ایسا کام کیا، حتیٰ کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان آپ ﷺ جن مقامات پر اترے یا نماز پڑھی ابن عمر رضی اللہ عنہما وہاں اسی طرح کرتے، مگر دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حتیٰ کہ ان کے والد ماجد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور عشرہ مبشرہ نے ان کی موافقت نہیں کی، حالانکہ یقیناً وہ محبت میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بڑھ کر تھے۔ مزید دیکھیے حدیث (۴۸۳) کے فوائد۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٩٤۔ بَابُ أَمْرِ النَّبِيِّ ﷺ بِالسَّكِينَةِ عِنْدَ الْإِفَاضَةِ وَإِشَارَتِهِ إِلَيْهِمْ بِالسَّوْطِ

94۔ باب: عرفات سے واپس لوٹتے ہوئے نبی ﷺ کا سکون کے ساتھ چلنے کا حکم دینا اور انھیں کوڑے کے ساتھ اشارہ کرنا

١٦٧١ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سُوَيْدٍ، حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ أَبِي عَمْرٍو مَوْلَى الْمُطَّلِبِ، أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ مَوْلَى وَالِبَةَ الْكُوفِيُّ، حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّهُ دَفَعَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ عَرَفَةَ، فَسَمِعَ النَّبِيُّ ﷺ وَرَاءَهُ زَجْرًا شَدِيدًا وَضَرْبًا وَصَوْتًا لِلْإِبِلِ، فَأَشَارَ بِسَوْطِهِ إِلَيْهِمْ، وَقَالَ: «أَيُّهَا النَّاسُ! عَلَيْكُمْ بِالسَّكِينَةِ، فَإِنَّ الْبِرَّ لَيْسَ بِالْإِيضَاعِ»

أَوْضَعُوا: أَسْرَعُوا. ﴿خِلَالَكُمْ﴾ [التوبة: ٤٧] مِنَ التَّخَلُّلِ: بَيْنَكُمْ، ﴿وَفَجَّرْنَا خِلَالَهُمَا﴾ [الكهف: ٣٣]: بَيْنَهُمَا.

1671۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ وہ عرفہ کے دن نبی ﷺ کے ساتھ واپس لوٹے تو نبی ﷺ نے اپنے پیچھے اونٹوں کو سخت ڈانٹ ڈپٹ اور مارنے پکارنے کی آوازیں سنیں، تو آپ نے اپنے کوڑے کے ساتھ انھیں اشارہ کیا اور فرمایا: ”لوگو! سکون کو لازم پکڑو، کیونکہ تیز دوڑانا نیکی نہیں۔“

” أَوْضَعُوا “ کا معنی ہے: انھوں نے تیز دوڑایا۔ ”خِلَالَكُمْ“ کا معنی ہے: تمھارے درمیان۔ ”وَفَجَّرْنَا خِلَالَهُمَا“ کا معنی ہے: اور ہم نے ان دونوں کے درمیان (ایک نہر) جاری کر دی۔

فائدہ: امام صاحب نے اپنی عادت کے مطابق ”الْإِيضَاعُ“ کی مناسبت سے آیات کے چند الفاظ کی تفسیر کر دی ہے۔

٩٥۔ بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ بِالْمُزْدَلِفَةِ

95۔ باب: مزدلفہ میں دو نمازیں جمع کرنا

١٦٧٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ: دَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ عَرَفَةَ، فَنَزَلَ الشِّعْبَ

1672۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مزدلفہ سے واپس لوٹے تو گھاٹی میں اترے اور پیشاب کیا، پھر وضو کیا اور پورا وضو نہیں کیا، میں نے آپ سے کہا: نماز؟ آپ نے فرمایا: ”نماز تمھارے آگے ہے۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

فَبَالَ، ثُمَّ تَوَضَّأَ وَلَمْ يُسْبِغِ الْوُضُوءَ، فَقُلْتُ لَهُ: الصَّلَاةُ؟ فَقَالَ: «الصَّلَاةُ أَمَامَكَ» فَجَاءَ الْمُزْدَلِفَةَ، فَتَوَضَّأَ فَأَسْبَغَ، ثُمَّ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَصَلَّى الْمَغْرِبَ، ثُمَّ أَنَاخَ كُلُّ إِنْسَانٍ بَعِيرَهُ فِي مَنْزِلِهِ، ثُمَّ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَصَلَّى وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا. [راجع: ١٣٩- أخرجه مسلم: ١٢٨٠ باختلاف، وفي الحج: ٢٩٦]

پھر آپ مزدلفہ آئے اور وضو کیا اور پوری طرح وضو کیا، پھر نماز کھڑی کی گئی اور آپ نے مغرب پڑھی، پھر ہر انسان نے اپنا اونٹ اپنے ڈیرے میں بٹھایا، پھر نماز کھڑی کی گئی اور آپ نے نماز پڑھی اور دونوں نمازوں کے درمیان کوئی نماز نہیں پڑھی۔

٩٦- بَابُ مَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا وَلَمْ يَتَطَوَّعْ

96- باب: جس نے یہ دونوں نمازیں جمع کیں اور ان کے درمیان کوئی نفل نماز نہیں پڑھی

١٦٧٣- حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: جَمَعَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ، كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا بِإِقَامَةٍ، وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا، وَلَا عَلَى إِثْرِ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا. [راجع: ١٠٩١- أخرجه مسلم: ٧٠٣ باختلاف، وأخرجه: ١٢٨٨]

1673- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو جمع کیا، ہر ایک الگ اقامت کے ساتھ پڑھی اور آپ نے نہ ان دونوں کے درمیان کوئی نفل نماز پڑھی اور نہ ان میں سے کسی کے بعد پڑھی۔

١٦٧٤- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ ابْنُ بِلَالٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ الْخَطْمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيُّ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ جَمَعَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِالْمُزْدَلِفَةِ. [انظر: ٤٤١٤، وانظر في مواقيت الصلاة، باب: ٢٠- أخرجه مسلم: ١٢٨٧]

1674- ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو جمع فرمایا۔

فوائد: 1 "جَمْعٌ" مزدلفہ کا نام ہے۔ "مُزْدَلِفَةٌ" "اِزْدَلَفَ يَزْدَلِفُ" (باب افتعال) سے ہے: قریب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہونا۔ عام طور پر مشہور یہ ہے کہ اس جگہ کو ''مزدلفہ'' اور ''جمع'' اس لیے کہتے ہیں کہ جنت سے نکلنے کے بعد آدم و حوا علیہما السلام یہاں ایک دوسرے کے قریب پہنچے اور جمع ہو گئے (اگرچہ اس کا کوئی حوالہ نہیں ہے)۔ قتادہ سے مروی ہے کہ اسے ''جمع'' اس لیے کہتے ہیں کہ یہاں مغرب اور عشاء جمع کی جاتی ہیں۔ (فتح الباری) اس حدیث میں ہر نماز کے لیے اقامت کا ذکر ہے، اذان کا ذکر ہی نہیں، وہ اگلے باب میں آ رہا ہے۔

2 حدیث (۱۶۷۳) سے معلوم ہوا کہ مزدلفہ میں نہ مغرب اور عشاء کے درمیان کوئی سنت یا نفل پڑھنے چاہییں نہ بعد میں، کیونکہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ کا یہ عمل صراحت سے بیان کیا ہے۔ بعض حضرات نے ایک احتمال پیدا کیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ آپ نے عشاء کے فوراً بعد کوئی نفل نہ پڑھے ہوں مگر بعد میں پڑھے ہوں، مگر صحیح مسلم (۱۲۱۸) میں جابر رضی اللہ عنہ کی صراحت موجود ہے، وہ کہتے ہیں: « حَتَّى أَتَى الْمُزْدَلِفَةَ، فَصَلَّى بِهَا الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِأَذَانٍ وَاحِدٍ وَإِقَامَتَيْنِ، وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا شَيْئًا، ثُمَّ اضْطَجَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ » ''یعنی آپ ﷺ نے مزدلفہ آنے پر مغرب اور عشاء ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھیں اور ان کے درمیان کوئی نفل نہیں پڑھے، پھر رسول اللہ ﷺ لیٹ گئے، یہاں تک کہ فجر طلوع ہو گئی۔'' یہ وہ رات ہے جس میں کوئی نفل یا تہجد نہ پڑھنا بلکہ آرام کرنا ہی اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے، کیونکہ اگلے دن رمی، ذبح، حلق، طواف اور سعی کے تھکا دینے والے کام سامنے ہیں اور پچھلا دن وقوف عرفات کی مشقت میں گزرا ہے۔ جو لوگ اس رات بھی نوافل کا اہتمام کرتے ہیں وہ اپنے خیال میں اللہ کا جتنا قرب حاصل کرنا چاہیں اتنا ہی وہ اللہ تعالیٰ سے دور ہوں گے، کیونکہ اس نے اپنے رسول کے پیچھے چلنے کا حکم دیا ہے، آگے بڑھنے سے روکا ہے، فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ﴾ [الحجرات : ۱] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔'' آپ ﷺ کے طریقے کے خلاف پر محنت قیامت کے دن وبال بن جائے گی، فرمایا: ﴿ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ خَاشِعَةٌ ۙ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۙ ﴾ [الغاشية : ۲، ۳] ''اس دن کئی چہرے ذلیل ہوں گے، محنت کرنے والے تھک جانے والے۔'' [أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُ]

٩٧- بَابُ مَنْ أَذَّنَ وَأَقَامَ لِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا

١٦٧٥- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، قَالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ يَزِيدَ يَقُولُ : حَجَّ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَأَتَيْنَا الْمُزْدَلِفَةَ حِينَ الْأَذَانِ بِالْعَتَمَةِ أَوْ قَرِيبًا مِنْ ذٰلِكَ، فَأَمَرَ رَجُلًا فَأَذَّنَ وَأَقَامَ، ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ

97- باب: جس نے دونوں میں سے ہر ایک کے لیے اذان اور اقامت کہی

1675- عبدالرحمن بن یزید سے روایت ہے کہ عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ نے حج کیا، ہم مزدلفہ میں عشاء کی اذان کے وقت یا اس کے قریب پہنچے تو انھوں نے ایک آدمی کو حکم دیا، اس نے اذان اور اقامت کہی، پھر انھوں نے مغرب پڑھی اور اس کے بعد دو رکعتیں پڑھیں، پھر اپنا کھانا منگوایا اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَصَلَّى بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ دَعَا بِعَشَائِهِ فَتَعَشَّى، ثُمَّ أَمَرَ أُرَى - فَأَذَّنَ وَأَقَامَ - قَالَ عَمْرٌو : لَا أَعْلَمُ الشَّكَّ إِلَّا مِنْ زُهَيْرٍ - ثُمَّ صَلَّى الْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ، فَلَمَّا طَلَعَ الْفَجْرُ قَالَ : إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يُصَلِّي هَذِهِ السَّاعَةَ إِلَّا هَذِهِ الصَّلَاةَ فِي هَذَا الْمَكَانِ مِنْ هَذَا الْيَوْمِ.

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ : هُمَا صَلَاتَانِ تُحَوَّلَانِ عَنْ وَقْتِهِمَا : صَلَاةُ الْمَغْرِبِ بَعْدَ مَا يَأْتِي النَّاسُ الْمُزْدَلِفَةَ، وَالْفَجْرُ حِينَ يَبْزُغُ الْفَجْرُ. قَالَ : رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَفْعَلُهُ. [انظر : ١٦٨٢، ١٦٨٣ - أخرجه مسلم : ١٢٨٩ مختصراً]

کھایا، پھر میرا گمان ہے کہ انھوں نے کسی کو حکم دیا تو اس نے اذان اور اقامت کہی۔ عمرو (بن خالد) نے کہا: میرے علم کے مطابق یہ شک زہیر ہی کو ہوا ہے۔ پھر عشاء کی دو رکعتیں پڑھیں، جب فجر طلوع ہوئی تو انھوں نے کہا: نبی ﷺ یہ نماز اس دن اس جگہ میں اسی وقت میں پڑھتے تھے۔

عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ دو نمازیں ہیں جو اپنے وقت سے پھیر دی جاتی ہیں: مغرب کی نماز لوگوں کے مزدلفہ آنے کے بعد اور فجر جونہی فجر روشن ہوتی ہے۔ کہا: میں نے نبی ﷺ کو ایسے ہی کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

فوائد: 1 امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں بتایا ہے کہ جو لوگ مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو جمع کرتے ہیں اور ہر ایک کے لیے الگ اذان اور الگ اقامت کہتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے، مگر اس حدیث میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اپنا عمل بیان ہوا ہے، رسول اللہ ﷺ کا نہیں۔ البتہ مغرب اور فجر کی نماز کو ان کے معمول کے وقت سے پھیرنے کے ذکر کے بعد انھوں نے اسے رسول اللہ ﷺ کا عمل قرار دیا ہے۔ اور جابر رضی اللہ عنہ کی صحیح مسلم کی حدیث (۱۲۱۸) جو پچھلے باب کے فوائد میں گزری اس میں یہ صراحت ہے کہ آپ ﷺ نے مغرب اور عشاء ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھی۔ شاید عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مغرب اور عشاء کے درمیان کھانے کے وقفے کی وجہ سے سنتیں بھی پڑھی ہوں جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں پڑھیں اور وقفے ہی کی وجہ سے لوگوں کو اطلاع دینے کے لیے اذان بھی کہلوا دی ہو۔
2 فجر کی نماز کو اس کے وقت سے پھیرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس دن آپ ﷺ نے صبح کی نماز اپنے عام معمول کے وقت سے بھی پہلے پڑھی، تاکہ نماز سے فارغ ہو کر سورج نکلنے سے پہلے منیٰ کی طرف روانگی کے درمیان مشعر حرام (مزدلفہ) میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے کچھ کھلا وقت مل جائے۔

٩٨- بَابُ مَنْ قَدَّمَ ضَعَفَةَ أَهْلِهِ بِلَيْلٍ، فَيَقِفُونَ بِالْمُزْدَلِفَةِ وَيَدْعُونَ، وَيُقَدِّمُ إِذَا غَابَ الْقَمَرُ

98- باب: جو اپنے گھر کے کمزور افراد کو (مزدلفہ سے) رات ہی آگے بھیج دے، چنانچہ وہ مزدلفہ میں وقوف کریں اور دعا کریں اور جب چاند غروب ہو تو انھیں آگے روانہ کر دے

١٦٧٦- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ،

1676- سالم سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ سَالِمٌ: وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يُقَدِّمُ ضَعَفَةَ أَهْلِهِ، فَيَقِفُونَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ بِالْمُزْدَلِفَةِ بِلَيْلٍ، فَيَذْكُرُونَ اللَّهَ مَا بَدَا لَهُمْ، ثُمَّ يَرْجِعُونَ قَبْلَ أَنْ يَقِفَ الْإِمَامُ وَقَبْلَ أَنْ يَدْفَعَ، فَمِنْهُمْ مَنْ يَقْدَمُ مِنًى لِصَلَاةِ الْفَجْرِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَقْدَمُ بَعْدَ ذَلِكَ، فَإِذَا قَدِمُوا رَمَوُا الْجَمْرَةَ.

گھر کے کمزور افراد کو پہلے بھیج دیتے تھے، چنانچہ وہ رات مزدلفہ میں مشعر حرام کے پاس وقوف کرتے اور جتنا چاہتے اللہ کا ذکر کرتے، پھر وہ (منیٰ کی طرف) واپس چل پڑتے امام کے (صبح کے بعد) وقوف سے پہلے اور اس سے پہلے کہ وہ وہاں سے روانہ ہو۔ پھر ان میں سے کوئی تو نمازِ فجر کے وقت منیٰ پہنچ جاتا اور کوئی اس کے بعد پہنچتا، پھر جب وہ وہاں پہنچتے تو جمرہ کو کنکر مارتے۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: أَرْخَصَ فِي أُولَئِكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ. [أخرجه مسلم: ١٢٩٥]

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے: ان لوگوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے رخصت دی ہے۔

فائدہ اس حدیث سے کمزور افراد کے لیے منیٰ پہنچنے پر سورج نکلنے سے پہلے جمرہ کو کنکر مارنے کا جواز معلوم ہو رہا ہے۔ اسی باب کی تیسری حدیث میں اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کے عمل میں اس کی تصریح بھی آ رہی ہے۔

١٦٧٧- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ ابْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ. [انظر: ١٦٧٨، ١٨٥٦- أخرجه مسلم: ١٢٩٣ بزيادة، وأخرجه: ١٢٩٤ مطولًا]

1677۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے مزدلفہ سے رات ہی کو بھیج دیا تھا۔

١٦٧٨- حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي يَزِيدَ، سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: أَنَا مِمَّنْ قَدَّمَ النَّبِيُّ ﷺ لَيْلَةَ الْمُزْدَلِفَةِ فِي ضَعَفَةِ أَهْلِهِ. [راجع: ١٦٧٧- أخرجه مسلم: ١٢٩٣، وأخرجه مطولًا: ١٢٩٤]

1678۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں ان لوگوں میں شامل تھا جنھیں نبی ﷺ نے مزدلفہ کی رات اپنے گھر کے کمزور افراد میں پہلے بھیج دیا تھا۔

١٦٧٩- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ مَوْلَى أَسْمَاءَ، عَنْ

1679۔ اسماء رضی اللہ عنہا کے مولیٰ عبد اللہ نے اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ وہ مزدلفہ کی رات مزدلفہ کے پاس اتریں اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

أَسْمَاءَ : أَنَّهَا نَزَلَتْ لَيْلَةَ جَمْعٍ عِنْدَ الْمُزْدَلِفَةِ، فَقَامَتْ تُصَلِّي، فَصَلَّتْ سَاعَةً، ثُمَّ قَالَتْ : يَا بُنَيَّ ! هَلْ غَابَ الْقَمَرُ ؟ قُلْتُ : لَا، فَصَلَّتْ سَاعَةً، ثُمَّ قَالَتْ : هَلْ غَابَ الْقَمَرُ ؟ قُلْتُ : نَعَمْ، قَالَتْ : فَارْتَحِلُوا، فَارْتَحَلْنَا وَمَضَيْنَا، حَتَّى رَمَتِ الْجَمْرَةَ، ثُمَّ رَجَعَتْ فَصَلَّتِ الصُّبْحَ فِي مَنْزِلِهَا، فَقُلْتُ لَهَا : يَا هَنْتَاهُ ! مَا أُرَانَا إِلَّا قَدْ غَلَّسْنَا؟ قَالَتْ : يَا بُنَيَّ ! إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَذِنَ لِلظُّعُنِ . [أخرجه مسلم : ١٢٩١]

کھڑی ہو کر نماز پڑھنے لگیں، پھر کہا: بیٹا! کیا چاند غروب ہو گیا؟ میں نے کہا: نہیں، انھوں نے پھر کچھ دیر نماز پڑھی، پھر کہا: کیا چاند غروب ہو گیا؟ میں نے کہا: جی ہاں! انھوں نے کہا: پھر کوچ کرو۔ تو ہم نے کوچ کیا اور چل پڑے، یہاں تک کہ انھوں نے جمرہ کو کنکریاں ماریں، پھر واپس ہوئیں اور صبح کی نماز اپنے ٹھکانے میں پڑھی۔ میں نے ان سے کہا: بی بی جی! میرے خیال میں تو ہم نے (وقت سے پہلے) اندھیرے میں کنکریاں مار دیں؟ انھوں نے کہا: بیٹا! رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو اجازت دی ہے۔

١٦٨٠۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ هُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : اسْتَأْذَنَتْ سَوْدَةُ النَّبِيَّ ﷺ لَيْلَةَ جَمْعٍ، وَكَانَتْ ثَقِيلَةً ثَبْطَةً، فَأَذِنَ لَهَا.
[انظر : ١٦٨١۔ أخرجه مسلم : ١٢٩٠ بزيادة]

1680۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سودہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے مزدلفہ کی رات (پہلے جانے کی) اجازت مانگی اور وہ بھاری بدن کی دیر سے اٹھنے والی تھیں، تو آپ ﷺ نے انھیں اجازت دے دی۔

١٦٨١۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا أَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : نَزَلْنَا الْمُزْدَلِفَةَ فَاسْتَأْذَنَتِ النَّبِيَّ ﷺ سَوْدَةُ أَنْ تَدْفَعَ قَبْلَ حَطْمَةِ النَّاسِ، وَكَانَتِ امْرَأَةً بَطِيئَةً، فَأَذِنَ لَهَا، فَدَفَعَتْ قَبْلَ حَطْمَةِ النَّاسِ، وَأَقَمْنَا حَتَّى أَصْبَحْنَا نَحْنُ، ثُمَّ دَفَعْنَا بِدَفْعِهِ، فَلَأَنْ أَكُونَ اسْتَأْذَنْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَمَا اسْتَأْذَنَتْ سَوْدَةُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ مَفْرُوحٍ بِهِ . [راجع : ١٦٨٠۔ أخرجه مسلم : ١٢٩٠]

1681۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ہم مزدلفہ میں اترے تو سودہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے اجازت مانگی کہ وہ لوگوں کی بھیڑ سے پہلے روانہ ہو جائے، کیونکہ وہ بھاری بھرکم عورت تھیں۔ آپ نے انھیں اجازت دے دی تو وہ لوگوں کی بھیڑ سے پہلے چل پڑیں اور ہم صبح ہونے تک وہیں ٹھہری رہیں، پھر آپ کے روانہ ہونے کے ساتھ روانہ ہوئیں، اور یہ بات کہ میں نے بھی رسول اللہ ﷺ سے اجازت مانگ لی ہوتی جیسے سودہ رضی اللہ عنہا نے اجازت مانگی تھی تو یہ مجھے خوشی کی کسی بھی چیز سے زیادہ پسند ہوتی۔

فوائد 1 اس میں شک نہیں کہ مزدلفہ میں رات گزارنا اور وہاں فجر پڑھ کر ذکر واذکار کے بعد منیٰ کی طرف روانہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہونا افضل ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے کیا، لیکن اگر کوئی کمزور ہو مثلاً عورتیں اور بچے ہیں، یا کوئی بیمار یا بوڑھا یا معذور ہو تو انھیں رات ہی کو وہاں سے روانہ ہونے کی اجازت ہے، تاکہ وہ لوگوں کی بھیڑ سے پہلے منیٰ پہنچ کر جمرہ کو کنکریاں مار لیں، جیسا کہ اوپر احادیث میں گزرا ہے۔

2 رہی یہ بات کہ انھیں رات کس وقت روانہ ہونے کی اجازت ہے تو اکثر علماء کا کہنا تو یہ ہے کہ وہ آدھی رات کو روانہ ہوں، تاکہ مزدلفہ میں رات کا اکثر حصہ گزار لیں اور بعض نے کہا کہ اس وقت روانہ ہوں جب چاند غروب ہو جائے اور یہ وقت رات کے دو تہائی گزرنے پر ہوتا ہے۔ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا اس پر عمل کرتی تھیں، اس لیے امام بخاری نے کہا کہ انھیں اس وقت روانہ کرے جب چاند غروب ہو جائے۔

3 یہ احادیث واضح دلیل ہیں کہ جن لوگوں کو مزدلفہ سے منیٰ کی طرف پہلے جانے کی اجازت ہے وہ جب وہاں پہنچیں جمرہ کو کنکریاں مار سکتے ہیں خواہ وہ فجر سے کچھ پہلے پہنچ جائیں۔

4 بعض اہلِ علم کا کہنا ہے کہ یہ لوگ جب منیٰ پہنچ جائیں تو سورج طلوع ہونے سے پہلے کنکریاں نہ ماریں، کیونکہ آپ ﷺ نے بنو عبدالمطلب کے لڑکوں سے کہا تھا: «أُبَيْنِيَّ ! لَا تَرْمُوا الْجَمْرَةَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ» [أبو داوٗد : ١٩٤٠] "بیٹو! سورج طلوع ہونے سے پہلے جمرہ کو کنکریاں نہ مارنا۔" شیخ محمد بن صالح بن عثیمین رحمہ اللہ نے تو کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے مگر بہت سے اہلِ علم نے اسے صحیح کہا ہے۔ حافظ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ افضل پر محمول ہے، ورنہ پہلے بھی کنکریاں مار سکتا ہے۔ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے کہا کہ صحیح بات یہی ہے کہ جن لوگوں کو پہلے منیٰ جانے کی اجازت ہے وہ جب وہاں پہنچیں کنکریاں مار سکتے ہیں، ورنہ پہلے جانے کا فائدہ کیا ہے؟

5 موجودہ زمانے میں حج کے ارکان کی ادائیگی کے لحاظ سے تقریباً ہر بندہ ہی کمزور ہے، کیونکہ حج میں اتنی شدید مشقت ہے جو نبی ﷺ کے زمانے میں نہیں تھی اور اس کی کئی وجہیں ہیں، ایک تو حاجیوں کی کثرت، پچیس تیس لاکھ حاجی جنھوں نے ایک ہی موقع پر وہاں سے گزرنا ہوتا ہے، پھر اکثر حاجیوں کی دین سے ناواقفیت، طبیعتوں کی سختی، لڑائی جھگڑا اور سب سے بڑھ کر مختلف زبانوں کے لوگ جو ایک دوسرے کی بات سمجھتے ہی نہیں، جب کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سب عرب تھے۔ یہ سب باتیں ایسی ہیں جو اس سفر میں بہت مشقت کا باعث بنتی ہیں۔ اب تو یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کسی کی مدد کرنے کے لیے کوئی پیش کش کریں تو وہ اسے گالی سمجھ لے، کیونکہ دونوں ایک دوسرے کی زبان سے ناواقف ہیں۔ اس لیے شریعت کی عطا کردہ سہولتوں کا تقاضا یہ ہے کہ اس بے پناہ بھیڑ میں اگر کوئی بھی شخص فجر سے پہلے مزدلفہ سے آگے روانہ ہو جائے تو اس کی اجازت ہے۔ (ملخص ابن عثیمین)

٩٩- بَابٌ : مَنْ يُصَلِّي الْفَجْرَ بِجَمْعٍ

99۔ باب: جو شخص مزدلفہ میں فجر کی نماز پڑھے

١٦٨٢- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ : حَدَّثَنِي عُمَارَةُ، عَنْ

1682۔ عبد اللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو دو نمازوں کے سوا کوئی نماز اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ صَلّٰى صَلَاةً بِغَيْرِ مِيقَاتِهَا إِلَّا صَلَاتَيْنِ: جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ، وَصَلَّى الْفَجْرَ قَبْلَ مِيقَاتِهَا. [راجع: ١٦٧٥- أخرجه مسلم: ١٢٨٩]

کے وقت کے سوا پڑھتے نہیں دیکھا، آپ نے مغرب اور عشاء کو جمع کیا اور فجر کو اس کے وقت سے پہلے پڑھا۔

١٦٨٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ، حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِلَى مَكَّةَ، ثُمَّ قَدِمْنَا جَمْعًا، فَصَلَّى الصَّلَاتَيْنِ كُلَّ صَلَاةٍ وَحْدَهَا بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ، وَالْعَشَاءُ بَيْنَهُمَا، ثُمَّ صَلَّى الْفَجْرَ حِينَ طَلَعَ الْفَجْرُ، قَائِلٌ يَقُولُ: طَلَعَ الْفَجْرُ، وَقَائِلٌ يَقُولُ: لَمْ يَطْلُعِ الْفَجْرُ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلَاتَيْنِ حُوِّلَتَا عَنْ وَقْتِهِمَا فِي هٰذَا الْمَكَانِ، الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ، فَلَا يَقْدَمُ النَّاسُ جَمْعًا حَتَّى يُعْتِمُوا، وَصَلَاةَ الْفَجْرِ هٰذِهِ السَّاعَةَ» ثُمَّ وَقَفَ حَتَّى أَسْفَرَ، ثُمَّ قَالَ: لَوْ أَنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! أَفَاضَ الْآنَ أَصَابَ السُّنَّةَ، فَمَا أَدْرِي أَقَوْلُهُ كَانَ أَسْرَعَ أَمْ دَفْعُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ؟ فَلَمْ يَزَلْ يُلَبِّي حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ. [راجع: ١٦٧٥- أخرجه مسلم: ١٢٨٩ مختصرًا]

1683- عبدالرحمٰن بن یزید سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ہم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ گئے، پھر ہم مزدلفہ آئے، تو انھوں نے دو نمازیں ادا کیں، ہر نماز اکیلی ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ پڑھی، دونوں کے درمیان کھانا کھایا، پھر انھوں نے فجر طلوع ہوتے ہی فجر پڑھی، کوئی کہتا تھا: فجر طلوع ہو چکی ہے اور کوئی کہتا تھا: فجر طلوع نہیں ہوئی۔ پھر انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: "یہ دو نمازیں اس جگہ اپنے وقت سے بدل دی گئی ہیں، ایک مغرب اور عشاء (جمع کر کے پڑھنا) کیونکہ لوگ مزدلفہ میں عشاء ہونے تک نہیں آتے، دوسری اس وقت فجر کی نماز۔" پھر وہ ٹھہرے رہے یہاں تک کہ روشنی ہو گئی، پھر انھوں نے کہا: اگر امیر المومنین اب روانہ ہو جائیں تو وہ سنت کو پالیں گے۔ تو میں نہیں جانتا کہ ان کی بات پہلے تھی یا عثمان رضی اللہ عنہ کی روانگی؟ تو وہ لبیک کہتے ہی رہے یہاں تک کہ انھوں نے یوم النحر میں جمرہ کو کنکریاں ماریں۔

فائدہ اس حدیث کے فوائد (١٦٧٥) میں گزر چکے ہیں۔

١٠٠- بَابُ مَتَى يُدْفَعُ مِنْ جَمْعٍ؟

100- باب: مزدلفہ سے کب واپس لوٹے؟

١٦٨٤- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ مَيْمُونٍ يَقُولُ: شَهِدْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ صَلَّى بِجَمْعٍ الصُّبْحَ،

1684- عمرو بن میمون سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر تھا، انھوں نے مزدلفہ میں صبح کی نماز پڑھی، پھر وہیں ٹھہر گئے اور کہنے لگے: مشرکین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ثُمَّ وَقَفَ فَقَالَ : إِنَّ الْمُشْرِكِينَ كَانُوا لَا يُفِيضُونَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَيَقُولُونَ : أَشْرِقْ ثَبِيرُ، وَأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَالَفَهُمْ، ثُمَّ أَفَاضَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ. [انظر : ۳۸۳۸]

یہاں سے سورج طلوع ہونے تک واپس روانہ نہیں ہوتے تھے اور کہتے تھے : اے ثبیر! روشن ہو جا۔ نبی ﷺ نے ان کی مخالفت کی اور سورج طلوع ہونے سے پہلے ہی واپس چل پڑے۔

فوائد: 1 ''ثبیر'' مکہ کا سب سے بڑا پہاڑ ہے، مزدلفہ سے منیٰ کو جاتے ہوئے بائیں ہاتھ واقع ہے۔ جب ثبیر سورج کی کرنوں سے خوب روشن ہو جاتا تو مشرکین مزدلفہ سے روانہ ہوتے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی مخالفت کی اور سورج نکلنے سے پہلے وہاں سے روانہ ہو گئے۔ صحیح مسلم (۱۲۱۸) میں آپ ﷺ کی نمازِ فجر کے بعد کی مصروفیت اور روانگی کی تفصیل جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: پھر آپ ﷺ قصواء (اونٹنی) پر سوار ہوئے یہاں تک کہ مشعر حرام کے پاس آئے اور قبلہ کی طرف منہ کر لیا، اللہ سے دعا کی، اس کی تکبیر و تہلیل اور توحید کہی، پھر وہیں ٹھہرے رہے، حتیٰ کہ بہت روشنی ہو گئی، پھر سورج نکلنے سے پہلے واپس چل پڑے۔

2 اس حدیث سے پتا چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مشرکین کے طور طریقوں کی کس حد تک مخالفت کرتے تھے۔

۱۰۱۔ بَابُ التَّلْبِيَةِ وَالتَّكْبِيرِ غَدَاةَ النَّحْرِ حِينَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ وَالْإِرْتِدَافِ فِي السَّيْرِ

101۔ باب : یومِ نحر کی صبح کو جمرہ کو کنکریاں مارنے تک تلبیہ اور تکبیر کہنا اور سفر کے دوران کسی کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھا لینا

۱۶۸۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَرْدَفَ الْفَضْلَ، فَأَخْبَرَ الْفَضْلُ أَنَّهُ لَمْ يَزَلْ يُلَبِّي حَتَّى رَمَى الْجَمْرَةَ. [راجع : ۱۵۲۴۔ أخرجه مسلم : ۱۲۸۱، وأخرجه : ۱۲۸۰ مطولاً]

1685۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فضل رضی اللہ عنہ کو سواری پر پیچھے بٹھا لیا تو فضل رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ آپ ﷺ جمرہ کو کنکریاں مارنے تک لبیک کہتے رہے۔

۱۶۸۶، ۱۶۸۷۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ يُونُسَ الْأَيْلِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ

1686، 1687۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عرفات سے مزدلفہ تک اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نبی ﷺ کے پیچھے سواری پر سوار تھے، پھر مزدلفہ سے منیٰ تک آپ نے فضل رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے سوار کر لیا، دونوں نے بتایا کہ نبی ﷺ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ رِدْفَ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ عَرَفَةَ إِلَى الْمُزْدَلِفَةِ، ثُمَّ أَرْدَفَ الْفَضْلَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ إِلَى مِنًى، قَالَ: فَكِلَاهُمَا قَالَا: لَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ ﷺ يُلَبِّي حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ. [راجع: ١٥٤٣، ١٥٤٤- أخرجه مسلم: ١٢٨٠ مطولاً، وأخرجه: ١٢٨١]

جمرۂ عقبہ کو کنکریاں مارنے تک لبیک کہتے رہے۔

فوائد 1 یہاں ایک سوال ہے کہ باب میں تلبیہ کے ساتھ تکبیر کہنے کا بھی ذکر ہے، جب کہ باب میں مذکور حدیثوں میں اس کا ذکر نہیں۔ حافظ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس کا قابلِ اعتماد جواب یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے حسبِ عادت اس حدیث کے بعض طرق کی طرف اشارہ کیا ہے جن میں تلبیہ کے علاوہ تکبیر کا بھی ذکر ہے، جیسا کہ احمد (۳۹۶۱)، ابن ابی شیبہ (۱۳۹۸۸) اور طحاوی (۲/۲۲۵، ح: ۴۰۱۴) نے مجاہد عن ابی معمر عن عبداللہ کے طریق سے روایت کی ہے، انھوں نے کہا: « خَرَجْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا تَرَكَ التَّلْبِيَةَ حَتّٰى رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ إِلَّا أَنْ يَخْلِطَهَا بِتَكْبِيْرٍ » ''میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلا تو آپ نے جمرۂ عقبہ کو کنکریاں مارنے تک لبیک کہنا نہیں چھوڑا، الا یہ کہ اسے تکبیر کے ساتھ بھی ملاتے تھے۔'' (فتح الباری)

2 اس روایت میں عبداللہ سے مراد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ محدثین بعض اوقات راوی یا صحابی کی ولدیت بیان نہیں کرتے، تاکہ طالب علم محنت کرے اور حدیث کی دوسری سندوں کو دیکھ کر فیصلہ کرے کہ اس سے مراد کون ہے؟ یا پھر راوی کے شاگرد یا استاد کو دیکھ کر اس کی تعیین کی جاتی ہے، مثلاً نافع یا سالم بیان کریں تو مراد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہوتے ہیں، عکرمہ بیان کریں تو مراد ابن عباس رضی اللہ عنہما ہوتے ہیں اور علقمہ بیان کریں تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ مراد ہوتے ہیں اور عام قاعدہ یہی ہے کہ اگر کوئی خاص قرینہ یا دلیل نہ ہو تو عبداللہ سے مراد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہوتے ہیں۔

١٠٢- بَابٌ: ﴿ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَ سَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ۭ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ﴾ [البقرة: ١٩٦]

102- باب: (ارشادِ باری تعالیٰ ہے:) ''پھر تم میں سے جو حج تک عمرہ سے فائدہ اٹھائے تو قربانی میں سے جو میسر ہو کرے، پھر جو نہ پائے تو تین دن کے روزے حج کے دوران اور سات دن کے اس وقت رکھے جب تم واپس جاؤ، یہ پورے دس ہیں، یہ اس کے لیے ہے جس کے گھر والے مسجد حرام کے رہنے والے نہ ہوں''

١٦٨٨- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، أَخْبَرَنَا

1688- ابو جمرہ نے بیان کیا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

النضر، أخبرنا شعبة، حدثنا أبو جمرة، قال : سألت ابن عباس رضي الله عنهما عن المتعة، فأمرني بها، وسألته عن الهدي، فقال: فيها جزور أو بقرة أو شاة أو شرك في دم، قال: وكأن ناسا كرهوها، فنمت فرأيت في المنام كأن إنسانا ينادي: حج مبرور ومتعة متقبلة، فأتيت ابن عباس رضي الله عنهما فحدثته، فقال: الله أكبر! سنة أبي القاسم ﷺ.

سے تمتع کے متعلق پوچھا تو انھوں نے مجھے تمتع کرنے کا حکم دیا، میں نے ان سے قربانی کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا: اس میں اونٹ یا گائے یا بکرا یا قربانی میں حصہ ہے۔ ابو جمرہ نے کہا: اور جیسے کچھ لوگوں نے اسے ناپسند کیا، پھر میں سویا تو میں نے خواب میں دیکھا جیسے ایک انسان اعلان کر رہا ہے کہ یہ حج مقبول ہے اور یہ عمرہ بھی قبول ہو چکا ہے۔ تو میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور انھیں یہ خواب بیان کیا، انھوں نے کہا: اللہ اکبر! یہ ابو القاسم ﷺ کی سنت ہے۔

قال: وقال آدم ووهب بن جرير وغندر، عن شعبة: عمرة متقبلة وحج مبرور. [راجع : ١٥٦٧ - أخرجه مسلم : ١٢٤٢ باختلاف]

بخاری نے کہا: اور آدم، وہب بن جریر اور غندر نے شعبہ سے بیان کیا: عمرہ جو قبول کیا گیا ہے اور حج جو مقبول ہے۔

فوائد: 1 اس حدیث پر (۱۵۶۷) میں گفتگو گزر چکی ہے۔ حج کے مسائل و احکام کا بیان جب مزدلفہ سے منیٰ واپسی تک آ پہنچا تو امام بخاری رحمہ اللہ نے ہدی اور نحر کے احکام کا ذکر کیا، کیونکہ یہ اعمال عموماً منیٰ ہی میں ادا ہوتے ہیں۔ سو قرآن مجید کے بیان کے مطابق جو شخص حج کے مہینوں میں ایک ہی سفر میں عمرہ و حج اکٹھے کرنے کا فائدہ اٹھائے اس پر قربانی فرض ہے جو اسے آسانی سے مل سکے، یہ قربانی تمتع کرنے والوں پر بھی فرض ہے اور قران والوں پر بھی، کیوں کہ دونوں نے ایک سفر میں دو فائدے اٹھائے ہیں۔

2 بعض لوگوں کا خیال تھا کہ قربانی کے لیے پورا جانور ہونا ضروری ہے، کیونکہ خواہ بکرا کرے یا اونٹ یا گائے ایک ہی خون اور ایک ہی جان کی قربانی ہے، اس لیے گائے اونٹ وغیرہ میں حصہ درست نہیں، مگر امام بخاری نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صریح روایت بیان کر دی کہ اس قربانی کے لیے پورا اونٹ، پوری گائے یا پورا بکرا قربانی کرے تب بھی درست ہے اور اگر گائے یا اونٹ میں حصہ ڈال لے تب بھی درست ہے، البتہ بکرے میں ایک سے زیادہ شریک نہیں ہو سکتے۔

3 " شَاۃٌ " کا لفظ ایک بکرے، بکری، چھترے اور چھتری سب کے لیے استعمال ہوتا ہے، جمع اس کی " شِيَاهٌ " آتی ہے، " بَقَرَۃٌ " ایک گائے اور ایک بیل دونوں کے لیے آتا ہے اور " جَزُوْرٌ " ذبح کیا جانے والا اونٹ ہو یا اونٹنی دونوں کے لیے ہے، مادہ اس کا " جَزْرٌ " ہے جس کا معنی کاٹنا ہے۔

4 اس بات پر تقریباً اتفاق ہے کہ حج و عمرہ کے موقع پر قربان کیے جانے والے اونٹوں اور بیلوں میں سات حصے دار شریک ہو سکتے ہیں، دلیل اس کی صحیح مسلم کی (۱۳۱۸/۳۵۱) جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے لیے نکلے تو آپ نے ہمیں گائے اور اونٹ میں شریک ہونے کا حکم دیا، تو ہم میں سے ہر سات آدمی ایک جانور میں شریک ہو گئے۔ البتہ مکہ مکرمہ کے ہدی کے جانوروں کے سوا عیدالاضحیٰ کے موقع پر اونٹ میں دس آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔ اس کی دلیل سنن ترمذی (۱۵۰۱) میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی صحیح حدیث ہے کہ ہم ایک سفر میں تھے کہ عیدالاضحیٰ آ گئی تو ہم گائے میں سات اور اونٹ میں دس آدمی شریک ہو گئے۔ اس کے علاوہ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث بھی اس کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مویشی تقسیم کیے تو دس بھیڑ بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر قرار دیا۔ [بخاري : ٢٤٨٨۔ مسلم : ١٩٦٨/٢١]

١٠٣- بَابُ رُكُوبِ الْبُدْنِ

لِقَوْلِهِ : ﴿ وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ [الحج : ٣٦، ٣٧]

103- باب: قربانی کے اونٹوں پر سوار ہونا

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور قربانی کے بڑے جانور، ہم نے انھیں تمھارے لیے اللہ کی نشانیوں سے بنایا ہے، تمھارے لیے ان میں بڑی خیر ہے۔ سو ان پر اللہ کا نام لو، اس حال میں کہ گھٹنا بندھے کھڑے ہوں، پھر جب ان کے پہلو گر پڑیں تو ان سے کچھ کھاؤ اور قناعت کرنے والے کو کھلاؤ اور مانگنے والے کو بھی۔ اسی طرح ہم نے انھیں تمھارے لیے مسخر کر دیا، تا کہ تم شکر کرو۔ اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچیں گے اور نہ ان کے خون اور لیکن اسے تمھاری طرف سے تقویٰ پہنچے گا۔ اسی طرح اس نے انھیں تمھارے لیے مسخر کر دیا، تا کہ تم اس پر اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمھیں ہدایت دی اور نیکی کرنے والوں کو خوش خبری سنا دے۔''

قَالَ مُجَاهِدٌ : سُمِّيَتِ الْبُدْنَ لِبُدْنِهَا، وَالْقَانِعُ : السَّائِلُ، وَالْمُعْتَرُّ : الَّذِي يَعْتَرُّ بِالْبُدْنِ مِنْ غَنِيٍّ أَوْ فَقِيرٍ، وَشَعَائِرُ : اسْتِعْظَامُ الْبُدْنِ وَاسْتِحْسَانُهَا، وَالْعَتِيقُ : عِتْقُهُ مِنَ الْجَبَابِرَةِ وَيُقَالُ : وَجَبَتْ سَقَطَتْ إِلَى الْأَرْضِ، وَمِنْهُ وَجَبَتِ الشَّمْسُ .

مجاہد نے کہا: '' بُدْنٌ '' کا نام ان کے بڑے بدن کی وجہ سے رکھا گیا ہے اور '' اَلْقَانِعُ '' کا معنی سوال کرنے والا ہے اور '' اَلْمُعْتَرُّ '' وہ ہے جو قربانی کے جانور کے اردگرد پھر رہا ہو، خواہ غنی ہو یا فقیر اور '' شَعَائِرُ '' سے مراد یہ ہے کہ قربانی کے اونٹوں کی تعظیم کی جائے اور انھیں اچھی طرح رکھا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور پالا جائے۔ (کعبہ کا نام) ''عتیق'' (اس لیے رکھا گیا ہے) کہ وہ بڑے بڑے جابروں کے تسلط سے آزاد رہا ہے۔ " وَجَبَتْ " کا معنی ہے: زمین پر گر پڑے اور (محاورہ) " وَجَبَتِ الشَّمْسُ " (سورج غروب ہو گیا) بھی اسی سے ہے۔

فوائد: 1 فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا (پھر جب ان کے پہلو گر پڑیں): نحر یہ ہے کہ اونٹ کو اگلی بائیں ٹانگ بندھی ہونے کی حالت میں کھڑا کر دیا جاتا ہے، پھر اس کے سینے کے گڑھے میں، جہاں سے گردن شروع ہوتی ہے کوئی برچھا یا نیزہ یا چھرا " بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ " کہہ کر مارا جاتا ہے جس سے خون کا پرنالا بہ نکلتا ہے، بہت سا خون نکل جانے پر اونٹ دائیں یا بائیں کروٹ پر گر پڑتا ہے۔ اب پوری طرح جان نکلنے سے پہلے اس کی کھال اتارنا یا گوشت کا کوئی ٹکڑا کاٹنا منع ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے تفسیر القرآن الکریم میں سورۃ الحج کی آیت: ۳۶)

2 " اَلْبُدْنُ " " بَدَنَةٌ " کی جمع ہے، بڑا بدن ہونے کی وجہ سے اونٹ کا یہ نام رکھا گیا ہے۔ اصل میں یہ لفظ اونٹوں ہی کے لیے ہے، پھر شرعاً گائے بیل کو بھی " بَدَنَةٌ " میں شامل کر لیا گیا۔ (فتح الباری)

3 " اَلْقَانِعُ " کا معنی عام طور پر قناعت کرنے والا یعنی قسمت پر راضی رہنے والا مشہور ہے، اس لیے " وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ " کا ترجمہ یہ کیا جاتا ہے کہ ''اور قناعت کرنے والے کو کھلاؤ اور مانگنے والے کو بھی۔'' جب کہ امام بخاری نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ " اَلْقَانِعُ " کا معنی ''سائل'' ہے اور " اَلْمُعْتَرُّ " کا معنی قربانی کے جانور کے سامنے آنے والا ہے، غنی ہو یا فقیر یعنی جو سامنے پھرتا ہے مگر مانگتا نہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ دونوں معنی تو ایک دوسرے کی ضد ہیں، آپ یہاں کیا پیوند لگائیں گے۔ اس کا جواب ''القاموس المحیط'' میں اس لفظ کی شرح سے ملتا ہے، انھوں نے لکھا ہے: " اَلْقُنُوْعُ بِالضَّمِّ: السُّؤَالُ وَالتَّذَلُّلُ وَالرِّضَى بِالْقِسْمِ، ضِدٌّ، وَالْفِعْلُ: كَمَنَعَ، وَمِنْ دُعَائِهِمْ: نَسْأَلُ اللّٰهَ الْقَنَاعَةَ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْقُنُوْعِ ". ''یعنی قنوع (قاف کے ضمہ کے ساتھ) کا معنی مانگنا اور ذلیل ہونا بھی ہے اور قسمت پر راضی رہنا بھی، یہ لفظ دو باہم مخالف معنوں پر استعمال ہوتا ہے۔ فعل " مَنَعَ " کے وزن پر آتا ہے اور عرب کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ ہے کہ ہم اللہ سے قناعت کا سوال کرتے ہیں اور قنوع (سوال اور ذلت) سے پناہ مانگتے ہیں۔'' خلاصہ یہ کہ " اَلْقَانِعُ وَالْمُعْتَرُّ " کا معروف معنی بھی درست ہے اور بخاری کا نقل کردہ معنی بھی درست ہے۔

١٦٨٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ رَأَى

1689۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا جو قربانی کا اونٹ ہانک کر لے جا رہا تھا تو آپ نے فرمایا: ''اس پر سوار ہو جا۔'' اس نے کہا: یہ تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رَجُلًا يَسُوقُ بَدَنَةً، فَقَالَ : « ارْكَبْهَا » فَقَالَ : إِنَّهَا بَدَنَةٌ، فَقَالَ : « ارْكَبْهَا » قَالَ : إِنَّهَا بَدَنَةٌ، قَالَ : « ارْكَبْهَا وَيْلَكَ » فِي الثَّالِثَةِ أَوْ فِي الثَّانِيَةِ . [انظر : ١٧٠٦، ٢٧٥٥، ٦١٦٠۔ أخرجه مسلم : ١٣٢٢]

قربانی کا اونٹ ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اس پر سوار ہو جا۔'' اس نے کہا: یہ قربانی کا اونٹ ہے۔ تو آپ نے تیسری یا دوسری بار فرمایا: ''افسوس تجھ پر! اس پر سوار ہو جا۔''

١٦٩٠۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ وَشُعْبَةُ قَالَا : حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى رَجُلًا يَسُوقُ بَدَنَةً، فَقَالَ : « ارْكَبْهَا » قَالَ : إِنَّهَا بَدَنَةٌ، قَالَ : « ارْكَبْهَا » قَالَ : إِنَّهَا بَدَنَةٌ، قَالَ : « ارْكَبْهَا » ثَلَاثًا . [انظر : ٢٧٥٤، ٦١٥٩۔ أخرجه مسلم : ١٣٢٣]

1690۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا جو قربانی کا اونٹ ہانک کر لے جا رہا تھا، تو آپ نے فرمایا: ''اس پر سوار ہو جا۔'' اس نے کہا: یہ تو قربانی کا جانور ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اس پر سوار ہو جا۔'' اس نے کہا: یہ قربانی کا جانور ہے۔ آپ نے فرمایا: اس پر سوار ہو جا۔'' تین بار یہی فرمایا۔

فوائد: 1 امام بخاری رحمہ اللہ نے قربانی کے اونٹوں پر سواری کے استدلال کے لیے سب سے پہلے اپنے معمول کے مطابق قرآن مجید کی آیت ذکر کی ہے: ﴿ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ ﴾ [الحج : ٣٦] ''کہ تمھارے لیے ان قربانی کے جانوروں میں بڑی خیر ہے۔'' ''خَيْرٌ'' کی تنوین تعظیم کے لیے ہے، ''خَيْرٌ'' کے لفظ کے عموم سے ان پر سواری کرنے، سامان لادنے اور ان کا دودھ پینے وغیرہ کی اجازت ظاہر ہے۔

2 صحیح مسلم (۱۳۲۴) میں جابر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: « اِرْكَبْهَا بِالْمَعْرُوفِ، إِذَا أُلْجِئْتَ إِلَيْهَا حَتَّى تَجِدَ ظَهْرًا » ''جب تمھیں اس کی ضرورت ہو تو سواری ملنے تک معروف طریقے سے اس پر سوار ہو کرو۔'' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت قربانی کے جانور پر سواری کی جا سکتی ہے، بلکہ صحیح بخاری کے باب میں مذکور حدیث '' اِرْكَبْهَا وَيْلَكَ '' سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر آدمی کے پاس الگ سواری نہ ہو تو اس کے لیے قربانی کے اونٹ یا اونٹنی پر سوار ہونا واجب ہے، ورنہ وہ رسول اللہ ﷺ کا نافرمان ٹھہرے گا، کیونکہ آپ نے '' وَيْلَكَ '' بلاسبب نہیں فرمایا۔

١٠٤۔ بَابُ مَنْ سَاقَ الْبُدْنَ مَعَهُ

104۔ باب: جو شخص قربانی کے جانور اپنے ساتھ لے کر جائے

١٦٩١۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ

1691۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں عمرہ اور حج کو جمع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ، أنَّ ابنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : تَمَتَّعَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ وَأَهْدَى، فَسَاقَ مَعَهُ الْهَدْيَ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ، وَبَدَأَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَأَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ، ثُمَّ أَهَلَّ بِالْحَجِّ، فَتَمَتَّعَ النَّاسُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ، فَكَانَ مِنَ النَّاسِ مَنْ أَهْدَى فَسَاقَ الْهَدْيَ، وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ يُهْدِ، فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ قَالَ لِلنَّاسِ : «مَنْ كَانَ مِنْكُمْ أَهْدَى فَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ لِشَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتَّى يَقْضِيَ حَجَّهُ، وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَهْدَى، فَلْيَطُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَلْيُقَصِّرْ وَلْيَحْلِلْ، ثُمَّ لِيُهِلَّ بِالْحَجِّ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا، فَلْيَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةً إِذَا رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ»

فَطَافَ حِينَ قَدِمَ مَكَّةَ، وَاسْتَلَمَ الرُّكْنَ أَوَّلَ شَيْءٍ، ثُمَّ خَبَّ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ وَمَشَى أَرْبَعًا، فَرَكَعَ حِينَ قَضَى طَوَافَهُ بِالْبَيْتِ عِنْدَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ فَانْصَرَفَ، فَأَتَى الصَّفَا فَطَافَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعَةَ أَطْوَافٍ، ثُمَّ لَمْ يَحْلِلْ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتَّى قَضَى حَجَّهُ، وَنَحَرَ هَدْيَهُ يَوْمَ النَّحْرِ وَأَفَاضَ، فَطَافَ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ، وَفَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ أَهْدَى وَسَاقَ الْهَدْيَ مِنَ النَّاسِ. [أخرجه مسلم : ١٢٢٧]

فائدہ اٹھایا اور آپ نے قربانی بھی کی۔ چنانچہ آپ نے ذوالحلیفہ سے قربانی کے اونٹ اپنے ساتھ لیے اور پہلے آپ نے عمرہ کا احرام باندھا، پھر حج کا احرام باندھا۔ لوگوں نے بھی نبی ﷺ کے ساتھ حج کے ساتھ عمرہ کرنے کا فائدہ اٹھایا۔ پھر کچھ لوگ وہ تھے جو قربانی کے اونٹ ساتھ لے کر گئے اور کچھ وہ تھے جو ساتھ لے کر نہیں گئے، جب نبی ﷺ مکہ آئے تو آپ نے لوگوں سے کہا: ”تم میں سے جو شخص قربانی کا جانور ساتھ لایا ہے وہ حج پورا کرنے تک ایسی کسی چیز سے حلال نہ ہو جو اس پر حرام ہوئی ہے اور جو قربانی کا جانور لے کر نہیں آیا وہ بیت اللہ کا اور صفا و مروہ کا طواف کرے اور سر (کے بال) کتروا کر حلال ہو جائے، پھر حج کے لیے نیا احرام باندھے اور جسے قربانی نہ ملے وہ تین روزے حج کے دوران اور سات روزے اس وقت رکھے جب اپنے گھر واپس جائے۔“

غرض جب آپ ﷺ مکہ آئے تو طواف کیا اور سب سے پہلے حجر اسود کا استلام کیا، پھر آپ تین چکر دوڑے اور چار چکر عام چال سے چلے۔ جب آپ نے بیت اللہ کا طواف پورا کر لیا تو آپ نے مقام ابراہیم کے پاس دو رکعتیں پڑھیں، پھر سلام پھیر دیا اور پلٹ کر صفا پر آئے اور صفا و مروہ کے درمیان سات چکر لگائے، پھر اس وقت تک ایسی کسی چیز سے حلال نہیں ہوئے جس سے احرام باندھا تھا یہاں تک کہ اپنا حج پورا کر لیا اور یوم نحر کو اپنے اونٹ نحر کر دیے اور طوافِ افاضہ کیا۔ چنانچہ آپ نے بیت اللہ کا طواف کیا، پھر ان تمام چیزوں سے حلال ہو گئے جن سے احرام باندھا تھا اور جو لوگ قربانی کے جانور ساتھ لے کر

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

آئے تھے انھوں نے بھی اسی طرح کیا جیسے رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا۔

١٦٩٢- وَعَنْ عُرْوَةَ: أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي تَمَتُّعِهِ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ، فَتَمَتَّعَ النَّاسُ مَعَهُ بِمِثْلِ الَّذِي أَخْبَرَنِي سَالِمٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. [أخرجه مسلم: ١٢٢٨]

1692۔ عروہ سے روایت ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انھیں نبی ﷺ کے عمرہ و حج اکٹھا کرنے کا فائدہ اٹھانے کے متعلق بتایا اور یہ کہ لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ تمتع کیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی اسی طرح بیان کیا جیسے مجھے سالم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا۔

فوائد: 1 حدیث میں جہاں ذکر آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تمتع کیا اس سے مراد قران ہے، کیونکہ آپ نے قران کیا تھا، اسے بھی تمتع کہہ لیتے ہیں، کیونکہ اس میں بھی عمرہ و حج ایک سفر میں کرنے کا فائدہ اٹھایا جاتا ہے، اس کے علاوہ آپ نے پہلے حج کا احرام باندھا تھا، پھر اس کے ساتھ عمرہ کو بھی شامل کر لیا، جیسا کہ مفصل احادیث میں آیا ہے، مگر اس حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے عمرہ کے احرام کے ساتھ ابتدا کی، پھر حج کا احرام باندھا۔ حافظ رحمہ اللہ نے اس کی تطبیق یہ دی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ بعد میں حج و عمرہ دونوں کے لیے لبیک کہتے وقت آپ نے عمرہ سے ابتدا کی، حج سے نہیں۔ یعنی اس طرح کہتے رہے: «لَبَّيْكَ بِالْعُمْرَةِ وَالْحَجِّ» عمرہ کر کے احرام کھولنے والے صحابہ کو آپ نے سر کے بال کتروانے کا حکم اس لیے دیا کہ تھوڑے دن بعد حج کا احرام کھولنے پر سر منڈوا سکیں۔

2 اس باب سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ قران والے کے لیے مسنون اور افضل یہی ہے کہ قربانی کا جانور اپنے ساتھ لے کر چلے، یعنی میقات ہی سے جانور کا اشعار کر کے اور قلادہ ڈال کر ساتھ لے کر چلے۔ اگر کسی نے وہاں سے جانور نہیں لیا تو راستے میں حرم سے پہلے حل والی کسی جگہ سے جانور خرید لے، تب بھی درست ہے، جیسا کہ اس کے بعد والے باب میں آ رہا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ”قُدَید“ میں قربانی کا جانور خریدا اور ”قُدَید“ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام ہے جو ذوالحلیفہ سے تین منزل آگے ہے۔

١٠٥- بَابُ مَنِ اشْتَرَى الْهَدْيَ مِنَ الطَّرِيقِ

105۔ باب: جو شخص قربانی کا جانور راستے سے خرید لے

١٦٩٣- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ لِأَبِيهِ: أَقِمْ، فَإِنِّي لَا

1693۔ نافع سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے عبداللہ نے اپنے والد سے کہا: آپ یہیں ٹھہریں، کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ آپ کو بیت اللہ جانے سے روک دیا جائے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مِنْهَا أَنْ يُصَدَّ عَنِ الْبَيْتِ، قَالَ : إِذًا أَفْعَلَ كَمَا فَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، وَقَدْ قَالَ اللَّهُ : ﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ [الأحزاب : ٢١] ثُمَّ قَالَ : إِنِّي أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ عَلَى نَفْسِي الْعُمْرَةَ، فَأَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ، قَالَ : ثُمَّ خَرَجَ حَتَّى إِذَا كَانَ بِالْبَيْدَاءِ أَهَلَّ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، وَقَالَ : مَا شَأْنُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ إِلَّا وَاحِدٌ، ثُمَّ اشْتَرَى الْهَدْيَ مِنْ قُدَيْدٍ، ثُمَّ قَدِمَ فَطَافَ لَهُمَا طَوَافًا وَاحِدًا، فَلَمْ يَحِلَّ حَتَّى حَلَّ مِنْهُمَا جَمِيعًا. [راجع : ١٦٣٩ـ أخرجه مسلم : ١٢٢٨]

انھوں نے کہا: ایسی صورت میں میں اسی طرح کروں گا جیسے رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”بلاشبہ یقیناً تمھارے لیے ہمیشہ سے اللہ کے رسول میں اچھا نمونہ ہے۔“ اس لیے میں تمھیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے آپ پر عمرہ واجب کر لیا ہے۔ غرض انھوں نے عمرہ کا احرام باندھ لیا، پھر چل پڑے، یہاں تک کہ جب بیداء پر پہنچے تو حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھ لیا اور کہنے لگے: حج و عمرہ دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ پھر انھوں نے ”قُدَید“ سے قربانی کا جانور خریدا، پھر مکہ آئے اور دونوں کے لیے ایک ہی طواف کیا اور احرام نہیں کھولا یہاں تک کہ دونوں سے احرام کھولا۔

فائدہ: پچھلے باب میں اس کی شرح گزر چکی ہے۔

١٠٦ـ بَابُ مَنْ أَشْعَرَ وَقَلَّدَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ ثُمَّ أَحْرَمَ

106۔ باب: جو شخص ذوالحلیفہ میں اشعار کرے اور قلادہ ڈالے، پھر احرام باندھے

وَقَالَ نَافِعٌ : كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا إِذَا أَهْدَى مِنَ الْمَدِينَةِ قَلَّدَهُ وَأَشْعَرَهُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، يَطْعُنُ فِي شِقِّ سَنَامِهِ الْأَيْمَنِ بِالشَّفْرَةِ وَوَجْهُهَا قِبَلَ الْقِبْلَةِ بَارِكَةً.

اور نافع نے کہا: ابن عمر رضی اللہ عنہما جب مدینہ سے قربانی کا جانور لیتے اسے ذوالحلیفہ میں قلادہ ڈالتے اور اس کا اشعار کرتے، اسے قبلہ رخ بٹھا کر اس کے کوہان کی دائیں جانب چھری کے ساتھ زخم لگاتے۔

١٦٩٤، ١٦٩٥ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَمَرْوَانَ قَالَا : خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ مِنَ الْمَدِينَةِ فِي بِضْعَ عَشْرَةَ مِائَةً مِنْ أَصْحَابِهِ حَتَّى إِذَا كَانُوا بِذِي

1694، 1695۔ مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ اور مروان سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ حدیبیہ کے زمانے میں ہزار سے اوپر صحابہ کے ہمراہ نکلے، یہاں تک کہ جب ذوالحلیفہ پہنچے تو آپ نے قربانی کے جانوروں کو قلادے پہنائے اور اشعار کیا اور عمرہ کا احرام باندھا۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

الْحُلَيْفَةِ قَلَّدَ النَّبِيُّ ﷺ الْهَدْيَ وَأَشْعَرَ وَأَحْرَمَ بِالْعُمْرَةِ . [الحديث : ١٦٩٤، انظر : ١٨١١، ٢٧١٢، ٢٧٣١، ٤١٥٨، ٤١٧٨، ٤١٨١، وانظر في الوضوء، باب : ٧٠، الحج، باب : ١٠٨] [الحديث : ١٦٩٥، انظر : ٢٧١١، ٢٧٣٢، ٤١٥٧، ٤١٧٩، ٤١٨٠]

فائدہ: اس باب کا مقصد یہ ہے کہ اشعار اور قلادہ ڈالنے کا عمل احرام سے پہلے ہونا چاہیے اور یہ بھی کہ جانور کے اشعار سے یا قلادہ ڈالنے سے آدمی محرم نہیں ہوتا، بلکہ احرام باندھنے کے بعد اس پر احرام کی پابندیاں لاگو ہوتی ہیں۔ عمرہ یا حج کے لیے قربانی کے جانور اونٹ، بیل یا چھترے، بکرے ہوتے ہیں۔ ان چاروں کی گردنوں میں قلادے ڈالے جاتے ہیں جو اس بات کی علامت ہوتے ہیں کہ یہ جانور مکہ مکرمہ میں قربان ہونے جا رہے ہیں۔ قلادہ کا معنی ہار ہے۔ یہ قلادے رنگین اون یا چمڑے وغیرہ کے بنے ہوتے تھے اور بڑے جانوروں کے گلے میں کوئی پرانا جوتا یا پرانے مشکیزے کا چمڑا بھی ڈال دیا جاتا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ ایک تو اپنے جانور کی پہچان رہے، گم ہونے پر آسانی سے اس کی تعیین ہو سکے۔ اس کے علاوہ تمام لوگ حرم کی قربانی جان کر ان جانوروں کی تعظیم اور اکرام کرتے، انھیں کھلاتے پلاتے اور انھیں کوئی تکلیف پہنچانے سے اجتناب کرتے۔ اشعار کا لفظ شعار سے ہے یعنی نشانی لگانا، یہ عموماً صرف اونٹوں کا کیا جاتا ہے، کیونکہ دوسرے جانور اس کی سکت نہیں رکھتے، البتہ بیل کا اشعار بھی کیا جا سکتا ہے۔ طریقہ اس کا یہ ہے کہ اونٹ کو قبلہ رو بٹھا کر کسی نیزے یا چھری وغیرہ سے کوہان کی دائیں جانب زخم لگایا جائے اور اس سے نکلنے والے خون کو جلد پر مل دیا جائے۔ موطأ مالک (۱۴۰۵) میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح سند کے ساتھ بائیں جانب اشعار بھی ثابت ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اشعار بائیں جانب بھی کیا جا سکتا ہے۔

بعض لوگوں نے اشعار کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ جانوروں کا مثلہ ہے، اس لیے جائز نہیں۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ ان حضرات میں رسول اللہ ﷺ کے عمل کو مثلہ کہنے کی دلیری کیسے پیدا ہو جاتی ہے، پھر ان کے بعد آنے والے حضرات نے ان کے قول کی یہ تاویل کی کہ مثلہ اس اشعار کو کہا گیا ہے جس میں زخم اتنا گہرا لگایا جائے جس سے جانور کی ہلاکت یا شدید بیمار ہونے کا خطرہ ہو، ورنہ وہ اشعار ہمارے بزرگوں کے نزدیک جائز ہے جس میں اتنا گہرا زخم نہ لگایا جائے، حالانکہ یہ شرط بزرگوں نے نہیں لگائی۔ چلیے مان لیتے ہیں کہ بزرگوں نے ایسے ہی کہا ہوگا، مگر سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق یہ سوچا بھی جا سکتا ہے کہ نعوذ باللہ وہ اتنے بے ہنر تھے کہ ان کے زخم لگانے سے اونٹوں کی ہلاکت یا شدید بیماری کا خطرہ تھا، جسے مثلہ قرار دے کر ناجائز قرار دیا گیا، بلکہ کوئی بھی قائم ہوش و حواس والا شخص قربانی کے اونٹ کو ایسا خطرناک زخم لگا سکتا ہے جسے مثلہ کہا جا سکے؟ واضح رہے کہ اگرچہ اشعار میں اونٹ کو کچھ تکلیف ہوتی ہے مگر اس کے نتیجے میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے جو اکرام، تعظیم اور خدمت حاصل ہوتی ہے اس کے مقابلے میں وہ تکلیف کچھ حیثیت نہیں رکھتی اور یہ بھی یاد رہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بڑھ کر اللہ کی مخلوق پر رحم کرنے والا کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر اشعار مثلہ ہوتا تو نبی ﷺ کبھی اشعار نہ کرتے۔ اشعار کی طرح تکلیف دینے والے کئی کام ہیں جو مسلمان کرتے ہیں، مثلاً ختنہ، فصد اور حجامہ، ان کاموں میں ان کی معمولی تکلیف کو مدنظر نہیں رکھا جاتا، ان کے بہترین نتائج کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔

١٦٩٦- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا أَفْلَحُ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: فَتَلْتُ قَلَائِدَ بُدْنِ النَّبِيِّ ﷺ بِيَدَيَّ، ثُمَّ قَلَّدَهَا وَأَشْعَرَهَا وَأَهْدَاهَا، فَمَا حَرُمَ عَلَيْهِ شَيْءٌ كَانَ أُحِلَّ لَهُ. [انظر: ١٦٩٨، ١٦٩٩، ١٧٠٠، ١٧٠١، ١٧٠٢، ١٧٠٣، ١٧٠٤، ١٧٠٥، ٢٣١٧، ٥٥٦٦- أخرجه مسلم: ١٣٢١]

1696۔ عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کے قربانی کے جانوروں کے قلادے اپنے دونوں ہاتھوں سے بٹے، پھر آپ نے وہ ان کی گردنوں میں ڈالے اور ان کا اشعار کیا اور انھیں قربانی کے لیے روانہ کر دیا، تو کوئی چیز جو آپ کے لیے حلال تھی آپ پر حرام نہیں ہوئی۔

فوائد: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص اپنے شہر سے کسی شخص کے ہمراہ قربانی کے جانور مکہ مکرمہ بھیجے، تاکہ انھیں وہاں قربان کیا جائے، تو یہ عمل مسنون ہے۔ مگر ایسا کرنے والے پر احرام کی کوئی پابندی عائد نہیں ہوتی، وہ بیوی کے ساتھ ہم بستر ہو سکتا ہے اور وہ تمام کام کر سکتا ہے جو محرم نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس نے صرف جانور بھیجے ہیں، احرام نہیں باندھا، اس لیے اس پر احرام کی کوئی پابندی نہیں۔

١٠٧- بَابُ فَتْلِ الْقَلَائِدِ لِلْبُدْنِ وَالْبَقَرِ

107۔ باب: اونٹوں اور بیلوں کے لیے قلادے بٹنا

١٦٩٧- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَالَتْ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَا شَأْنُ النَّاسِ حَلُّوا وَلَمْ تَحْلِلْ أَنْتَ؟ قَالَ: «إِنِّي لَبَّدْتُ رَأْسِي وَقَلَّدْتُ هَدْيِي، فَلَا أَحِلُّ حَتَّى أَحِلَّ مِنَ الْحَجِّ» [راجع: ١٥٦٦- أخرجه مسلم: ١٢٢٩]

1697۔ حفصہ ؓ سے روایت ہے کہ میں نے کہا: یا رسول اللہ! لوگوں کا معاملہ کیا ہے کہ انھوں نے احرام کھول دیے ہیں اور آپ نے احرام نہیں کھولا؟ آپ نے فرمایا: ”میں نے اپنے سر کے بالوں کو لیپ کیا ہوا ہے اور اپنے قربانی کے جانوروں کو قلادے ڈال دیے ہیں، اس لیے میں احرام نہیں کھول سکتا جب تک کہ حج کا احرام نہ کھول دوں۔“

فوائد: یہ حدیث (١٥٦٦) میں گزر چکی ہے، باب سے اس کی مناسبت یہ ہے کہ گردن میں قلادے تبھی ڈالے جا سکتے تھے جب پہلے انھیں بٹ کر تیار کر لیا گیا ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

١٦٩٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ وَعَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُهْدِي مِنَ الْمَدِينَةِ، فَأَفْتِلُ قَلَائِدَ هَدْيِهِ، ثُمَّ لَا يَجْتَنِبُ شَيْئًا مِمَّا يَجْتَنِبُهُ الْمُحْرِمُ. [راجع: ١٦٩٦- أخرجه مسلم: ١٣٢١]

1698- عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ سے (مکہ کی طرف) قربانیاں بھیجتے تھے اور میں آپ کی قربانیوں کے قلادے بٹتی تھی، پھر آپ ایسی کسی چیز سے اجتناب نہیں کرتے تھے جس سے محرم اجتناب کرتا ہے۔

فائدہ: یہ حدیث (١٦٩٦) پر گزر چکی ہے۔ اس حدیث سے امہات المومنین رضی اللہ عنہن کا نیکی کا شوق اور جذبہ معلوم ہوتا ہے، اگر وہ چاہتیں تو تمام صحابیات نہایت شوق سے رسول اللہ ﷺ کی قربانیوں کو سجانے والے رنگا رنگ چمڑے اور اون کے قلادے تیار کر دیتیں مگر یہ ہماری ماؤں کا شوق تھا کہ قربانی کے جانوروں کے قلادے اپنے ہاتھوں سے بٹتیں۔ اس سے ان کے ہنر مند ہونے کا پتا بھی چلتا ہے اور اپنے ہاتھوں سے اپنا کام کرنے کی مبارک عادت کا بھی پتا چلتا ہے۔

١٠٨- بَابُ إِشْعَارِ الْبُدْنِ

108- باب: مکہ کی قربانی کے بڑے جانوروں کا اشعار کرنا

وَقَالَ عُرْوَةُ عَنِ الْمِسْوَرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: قَلَّدَ النَّبِيُّ ﷺ الْهَدْيَ وَأَشْعَرَهُ وَأَحْرَمَ بِالْعُمْرَةِ. [راجع: ١٦٩٤، ١٦٩٥]

اور عروہ نے مسور رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے قربانی کے جانوروں کو قلادے پہنائے، ان کا اشعار کیا اور عمرہ کا احرام باندھا۔

فائدہ: یہ روایت (١٦٩٤، ١٦٩٥) میں باسند گزر چکی ہے۔ حافظ رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ جو لوگ اشعار کے قائل ہیں، سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے سوا سب کا اتفاق ہے کہ اونٹوں کی طرح بیلوں کا بھی اشعار کیا جا سکتا ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ کمزور ہونے کی وجہ سے بھیڑ بکریوں کا اشعار نہیں کیا جاتا۔ اس کے علاوہ ان کی اون یا بال اشعار کی جگہ کو ظاہر نہیں ہونے دیتے۔ (فتح الباری)

١٦٩٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا أَفْلَحُ ابْنُ حُمَيْدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: فَتَلْتُ قَلَائِدَ هَدْيِ النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ أَشْعَرَهَا وَقَلَّدَهَا، أَوْ قَلَّدْتُهَا، ثُمَّ بَعَثَ بِهَا إِلَى

1699- عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کی قربانیوں کے قلادے بٹے، پھر آپ نے ان کا اشعار کیا اور انھیں قلادے پہنائے، یا میں نے انھیں قلادے پہنائے، پھر آپ نے انھیں بیت اللہ کی طرف بھیج

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

النَّبِيِّ، وَأَقَامَ بِالْمَدِينَةِ، فَمَا حَرُمَ عَلَيْهِ شَيْءٌ كَانَ لَهُ حِلٌّ. [راجع: ١٦٩٦ـ أخرجه مسلم: ١٣٢١]

دیا اور خود مدینہ میں ٹھہرے رہے، تو کوئی بھی چیز جو آپ کے لیے حلال تھی آپ پر حرام نہیں ہوئی۔

فائدہ: یہ حدیث (۱۶۹۶) پر گزر چکی ہے۔

۱۰۹ـ بَابُ مَنْ قَلَّدَ الْقَلَائِدَ بِيَدِهِ

109۔ باب: جو اپنے ہاتھ سے گلے میں ہار ڈالے

١٧٠٠ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ زِيَادَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ كَتَبَ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: إِنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: مَنْ أَهْدَى هَدْيًا حَرُمَ عَلَيْهِ مَا يَحْرُمُ عَلَى الْحَاجِّ حَتَّى يُنْحَرَ هَدْيُهُ، قَالَتْ عَمْرَةُ: فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: لَيْسَ كَمَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ، أَنَا فَتَلْتُ قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِيَدَيَّ، ثُمَّ قَلَّدَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِيَدَيْهِ، ثُمَّ بَعَثَ بِهَا مَعَ أَبِي، فَلَمْ يَحْرُمْ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ شَيْءٌ أَحَلَّهُ اللَّهُ لَهُ حَتَّى نُحِرَ الْهَدْيُ. [راجع: ١٦٩٦ـ أخرجه مسلم: ١٣٢١]

1700۔ عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ زیاد بن ابی سفیان نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف خط لکھا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ جو شخص قربانی کا جانور مکہ کی طرف بھیج دے تو اس کا جانور ذبح ہونے تک اس پر وہ سب کچھ حرام ہو جاتا ہے جو حاجی پر حرام ہوتا ہے۔ عمرہ نے کہا کہ اس پر عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یہ مسئلہ اس طرح نہیں جس طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے، میں نے اپنے ہاتھوں سے رسول اللہ ﷺ کی قربانیوں کے قلادے بٹے، پھر رسول اللہ ﷺ نے خود اپنے ہاتھوں سے انھیں ان کی گردنوں میں ڈالا، پھر آپ نے انھیں میرے والد کے ہمراہ بھیج دیا، تو کوئی چیز جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے لیے حلال کی تھی آپ پر حرام نہیں ہوئی یہاں تک کہ قربانیاں نحر کر دی گئیں۔

فائدہ: یہ حدیث (۱۶۹۶) پر گزر چکی ہے۔ حافظ رحمہ اللہ نے متعدد حضرات کا ذکر کیا ہے جو اس بات کے قائل تھے کہ جو شخص مکہ مکرمہ قربانی کا جانور بھیجے اس پر جانور ذبح یا نحر ہونے تک احرام کی پابندیاں لاگو ہو جاتی ہیں۔ ان حضرات میں انھوں نے ابن عباس، ابن عمر، عمر بن خطاب، علی اور قیس بن سعد رضی اللہ عنہم کے آثار نقل کیے ہیں اور بحث کے آخر میں انھوں نے بیہقی (۳۸۲/۵، ح: ۱۰۱۹۱) سے زہری کا قول نقل کیا ہے کہ اس مسئلہ میں سب سے پہلے جس نے لوگوں کے لیے مسئلہ واضح کیا اور انھیں سنت سے آگاہ کیا وہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں، جب لوگوں کو عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پہنچی تو انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فتویٰ کو ترک کر دیا۔ (فتح الباری) حقیقت یہ ہے کہ کتنے ہی مسائل ہیں جن کا فیصلہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیان کردہ احادیث سے ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے اور پوری امتِ مسلمہ کی طرف سے انھیں بہترین جزا عطا فرمائے۔

١١٠- بَابُ تَقْلِيدِ الْغَنَمِ

110۔ باب: بھیڑ بکریوں کے گلے میں قلادے ڈالنا

١٧٠١- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: أَهْدَى النَّبِيُّ ﷺ مَرَّةً غَنَمًا. [راجع: ١٦٩٦- أخرجه مسلم: ١٣٢١ بزيادة]

1701۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ نے کعبہ کی قربانی بھیڑ بکریوں سے کی۔

١٧٠٢- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كُنْتُ أَفْتِلُ الْقَلَائِدَ لِلنَّبِيِّ ﷺ، فَيُقَلِّدُ الْغَنَمَ، وَيُقِيمُ فِي أَهْلِهِ حَلَالًا. [راجع: ١٦٩٦- أخرجه مسلم: ١٣٢١]

1702۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نبی ﷺ کے لیے جانوروں کے قلادے تیار کرتی تھی، آپ وہ قلادے بھیڑ بکریوں کے گلے میں ڈالتے اور اپنے گھر میں احرام کے بغیر عام حالت میں رہتے۔

فائدہ یاد رہے کہ "غَنَمٌ" کا لفظ بھیڑوں اور بکریوں دونوں کے لیے آتا ہے اور "شَاةٌ" کا لفظ ایک بھیڑ یا ایک بکری یا ایک چھترے یا ایک بکرے کے لیے آتا ہے۔

١٧٠٣- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كُنْتُ أَفْتِلُ قَلَائِدَ الْغَنَمِ لِلنَّبِيِّ ﷺ، فَيَبْعَثُ بِهَا، ثُمَّ يَمْكُثُ حَلَالًا. [راجع: ١٦٩٦- أخرجه مسلم: ١٣٢١]

1703۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نبی ﷺ کے لیے بھیڑ بکریوں کے قلادے بٹتی تھی، پھر آپ انھیں بھیج دیتے، پھر آپ احرام کے بغیر عام حالت میں رہتے۔

١٧٠٤- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: فَتَلْتُ لِهَدْيِ النَّبِيِّ ﷺ - تَعْنِي الْقَلَائِدَ - قَبْلَ أَنْ يُحْرِمَ. [راجع: ١٦٩٦- أخرجه مسلم: ١٣٢١]

1704۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کے احرام باندھنے سے پہلے آپ کی مکہ میں جانے والی قربانیوں کے لیے قلادے بٹے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فوائد: "ہدی" وہ جانور ہے جو اللہ کی رضا کے لیے حرمِ مکہ میں قربانی کے لیے بھیجا جائے، یہ اونٹ، بیل اور بھیڑ یا بکری کی جنس سے ہوتے ہیں۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اونٹوں اور گائیوں کو تو دور سے بطورِ ہدی بھیجا جا سکتا ہے، مگر بھیڑ بکریوں کو نہیں، کیونکہ وہ کمزور ہونے کی وجہ سے اتنا سفر نہیں کر سکتیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب اور اس میں مذکور احادیث سے ثابت کیا ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ سے بھیڑ بکریاں بطورِ ہدی ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ مکرمہ بھیجی تھیں۔ صحرا میں پلنے والی بھیڑ بکریوں کے لیے یہ سفر معمول کی بات ہے، جیسا کہ اب بھی پاکستان اور افغانستان میں سردیوں اور گرمیوں میں سیکڑوں، ہزاروں بھیڑ بکریوں کے ریوڑ ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف رواں دواں رہتے ہیں۔ اب اس سے بڑھ کر اس عمل کے جواز کے لیے کیا دلیل ہو سکتی ہے۔ صریح حدیث کے بعد عقلی ڈھکوسلے اور چونکہ چنانچہ کی باتیں کسی متبع حدیث بندے کا کام ہی نہیں۔

۱۱۱- بَابُ الْقَلَائِدِ مِنَ الْعِهْنِ

111- باب: بھیڑوں کی اُون سے بنے ہوئے قلادے

۱۷۰۵- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: فَتَلْتُ قَلَائِدَهَا مِنْ عِهْنٍ كَانَ عِنْدِي. [راجع: ١٦٩٦- أخرجه مسلم: ١٣٢١ مطولًا]

1705- ام المومنین رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے ان قربانی کے جانوروں کے قلادے اس اُون سے بٹے جو میرے پاس موجود تھی۔

فوائد: 1 "اَلْعِهْنُ" کا لفظ بھیڑوں کی اُون، رنگین اُون اور سُرخ اُون تینوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ام المومنین سے مراد عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں، جیسا کہ ابونُعیم کی "المستخرج" میں واضح طور پر ان کا نام موجود ہے۔ (فتح الباری)

2 اس حدیث میں ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ قربانیوں کے قلادے اون کے نہیں بنانے چاہییں بلکہ نباتی ریشوں مثلاً کپاس وغیرہ سے بنانے چاہییں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو چیز آپ کے پاس موجود ہے آپ اس سے قلادہ تیار کر سکتے ہیں، خواہ اون ہو یا چمڑا، یا کپاس ہو یا پٹ سن یا کوئی اور چیز ہو، مقصد قربانی کی علامت کو نمایاں کرنا، شوق اور محبت کے ساتھ جانور کو سجانا ہے کہ یہ ہدیہ اپنے مالک کی جناب میں بھیجا جا رہا ہے۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ اون کی بجائے اس سے عمدہ ریشے کا بنا ہوا قلادہ یقیناً افضل ہو گا، فرمایا: ﴿فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ﴾ [البقرة: ١٨٤] "پھر جو خوشی سے کوئی نیکی کرے تو وہ اس کے لیے بہتر ہے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

١١٢- بَابُ تَقْلِيدِ النَّعْلِ

112- باب: جوتے کا قلادہ بنانا

١٧٠٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ رَأَى رَجُلًا يَسُوقُ بَدَنَةً، قَالَ: «ارْكَبْهَا» قَالَ: إِنَّهَا بَدَنَةٌ، قَالَ: «ارْكَبْهَا» قَالَ: فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ رَاكِبَهَا، يُسَايِرُ النَّبِيَّ ﷺ، وَالنَّعْلُ فِي عُنُقِهَا.

تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ.

1706- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا جو قربانی کی اونٹنی ہانک کر لے جا رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس پر سوار ہو جاؤ۔'' اس نے کہا: یہ قربانی کی اونٹنی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اس پر سوار ہو جاؤ۔'' ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر میں نے اسے دیکھا کہ وہ اس پر سوار ہے اور نبی ﷺ کے ساتھ ساتھ چل رہا ہے اور اس اونٹنی کی گردن میں جوتا لٹک رہا ہے۔

محمد بن سلام یا محمد بن مثنیٰ کے ساتھ اس حدیث کو محمد بن بشار نے بھی روایت کیا ہے۔

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ١٦٨٩- أخرجه مسلم: ١٣٢٢]

ہم سے عثمان بن عمر نے بیان کیا، کہا: ہمیں علی بن مبارک نے خبر دی، انھوں نے یحییٰ (بن ابی کثیر) سے، انھوں نے عکرمہ سے، انھوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور انھوں نے نبی ﷺ سے۔

فائدہ: اونٹ کے گلے میں قلادہ کے طور پر ایک جوتا بھی ڈالا جا سکتا ہے اور دو بھی، جیسا کہ صحیح مسلم (۱۲۴۳) میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: «صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، ثُمَّ دَعَا بِنَاقَتِهِ فَأَشْعَرَهَا فِي صَفْحَةِ سَنَامِهَا الْأَيْمَنِ، وَسَلَتَ الدَّمَ وَقَلَّدَهَا نَعْلَيْنِ» ''یعنی رسول اللہ ﷺ نے ذوالحلیفہ میں ظہر کی نماز پڑھی، پھر اپنی اونٹنی منگوائی اور اس کے کوہان کی دائیں جانب اس کا اشعار کیا اور اس سے خون پونچھا اور اس کے گلے میں دو جوتے ڈالے۔'' امام بخاری رحمہ اللہ کے اس باب اور حدیث میں '' النَّعْلُ'' کے الف لام کو اگر وحدت کے لیے مانا جائے تو اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ اونٹ کے گلے میں دو جوتے ڈالنا ضروری نہیں، ایک جوتا بھی ڈالا جا سکتا ہے اور اگر اس الف لام کو جنس کے لیے مانا جائے تو اس باب اور حدیث سے اونٹوں کے قلادے جوتے سے بنانا ثابت ہوتا ہے، خواہ ان کے گلے میں ایک جوتا ڈالا جائے یا زیادہ جوتے ڈالے جائیں۔ بہت سے اہل علم کا کہنا ہے کہ اس مقصد کے لیے جوتا ہی لٹکانا ضروری نہیں، کوئی بھی انوکھی چیز جو بیت اللہ کی قربانی کی علامت بن سکے لٹکا سکتے ہیں، مثلاً گلے میں لوٹا لٹکا دے، یا مشکیزہ لٹکا دے، تو ایسا قلادہ بھی درست ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

١١٣- بَابُ الْجِلَالِ لِلْبُدْنِ

113- باب: مکہ کی قربانی کے اونٹوں کی جھولیں

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا لَا يَشُقُّ مِنَ الْجِلَالِ إِلَّا مَوْضِعَ السَّنَامِ، وَإِذَا نَحَرَهَا نَزَعَ جِلَالَهَا مَخَافَةَ أَنْ يُفْسِدَهَا الدَّمُ، ثُمَّ يَتَصَدَّقُ بِهَا.

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما جھولوں میں سے صرف کوہان کی جگہ سے پھاڑتے تھے اور جب انھیں نحر کرتے تو ان کی جھولیں اتار لیتے، اس ڈر سے کہ خون انھیں خراب نہ کر دے، پھر انھیں صدقہ کر دیتے۔

١٧٠٧- حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِجِلَالِ الْبُدْنِ الَّتِي نَحَرْتُ وَبِجُلُودِهَا. [انظر: ١٧١٦، ١٧١٧، ١٧١٨، ٢٢٩٩، وانظر في الوكالة، باب: ١- أخرجه مسلم: ١٣١٧]

1707- علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ قربانی کے اونٹ جنھیں میں نحر کروں ان کی جھولیں اور کھالیں صدقہ کر دوں۔

فوائد: 1 "جِلَالٌ" "جُلٌّ" کی جمع ہے: اونٹ کے اوپر دھوپ یا سردی سے بچاؤ کے لیے یا انھیں سجانے کے لیے جو کپڑے ڈالے جاتے ہیں اردو میں انھیں جھولیں کہا جاتا ہے۔ ان کے درمیان سے کوہان کی جگہ خالی رکھتے ہیں، تا کہ وہ گریں نہیں۔

2 اس سے معلوم ہوا کہ قربانی کے جانور کے اوپر جو کپڑے یا رسیاں وغیرہ ہوں ذبح کرتے وقت انھیں اتار لینا چاہیے، تاکہ وہ خون سے گندے نہ ہوں، پھر وہ اور قربانیوں کی کھالیں سب صدقہ کر دینی چاہییں، اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو چیز بھی صدقہ کی جائے کوشش کرنی چاہیے کہ صاف ستھری ہو، گندی اور خراب نہ ہو۔ یاد رہے یہ حکم وجوب کے لیے نہیں، کیونکہ آپ ﷺ نے تو ہر اونٹ سے ایک ایک ٹکڑا لے کر دیگ میں ڈال کر پکوایا اور اس میں سے کچھ کھایا اور کچھ شوربا پی لیا، باقی سب کے متعلق فرما دیا کہ جو چاہے کاٹ کر لے جائے۔ اب سب لوگوں کے لیے تو یہ لازم نہیں بلکہ وہ خود کھائیں، دوستوں، عزیزوں کو کھلائیں اور صدقہ بھی کریں۔ کھالیں بھی خود استعمال کر سکتے ہیں، دوستوں کو بھی دے سکتے ہیں اور صدقہ بھی کر سکتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل قربانی کا اعلیٰ درجہ ہے، جو حاصل کرنا چاہے اسے اختیار ہے۔

١١٤- بَابُ مَنِ اشْتَرَى هَدْيَهُ مِنَ الطَّرِيقِ وَقَلَّدَهَا

114- باب: جو شخص راستے سے اپنی قربانی خرید لے اور اسے قلادہ پہنا دے

١٧٠٨- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا أَبُو

1708- نافع سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ابن عمر رضی اللہ عنہما

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ضَمْرَةَ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ قَالَ: أَرَادَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا الْحَجَّ عَامَ حَجَّةِ الْحَرُورِيَّةِ فِي عَهْدِ ابْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، فَقِيلَ لَهُ: إِنَّ النَّاسَ كَائِنٌ بَيْنَهُمْ قِتَالٌ وَنَخَافُ أَنْ يَصُدُّوكَ، فَقَالَ: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [الأحزاب: ٢١] إِذًا أَصْنَعَ كَمَا صَنَعَ، أُشْهِدُكُمْ أَنِّي أَوْجَبْتُ عُمْرَةً حَتَّى إِذَا كَانَ بِظَاهِرِ الْبَيْدَاءِ قَالَ: مَا شَأْنُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ إِلَّا وَاحِدٌ، أُشْهِدُكُمْ أَنِّي جَمَعْتُ حَجَّةً مَعَ عُمْرَةٍ، وَأَهْدَى هَدْيًا مُقَلَّدًا اشْتَرَاهُ حَتَّى قَدِمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا، وَلَمْ يَزِدْ عَلَى ذَلِكَ، وَلَمْ يَحْلِلْ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتَّى يَوْمِ النَّحْرِ، فَحَلَقَ وَنَحَرَ وَرَأَى أَنْ قَدْ قَضَى طَوَافَهُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ بِطَوَافِهِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ قَالَ: كَذَلِكَ صَنَعَ النَّبِيُّ ﷺ. [راجع: ١٦٣٩۔ أخرجه مسلم: ١٢٣٠]

نے ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے عہد میں اس سال حج کا ارادہ کیا جس سال خارجیوں نے حج کیا، ان سے کہا گیا کہ لوگوں کے درمیان لڑائی ہونے والی ہے اور ہم ڈرتے ہیں کہ وہ آپ کو روک دیں گے۔ انھوں نے کہا (ارشادِ باری تعالیٰ ہے): ”بلاشبہ یقیناً تمھارے لیے ہمیشہ سے رسول اللہ (ﷺ) میں اچھا نمونہ ہے۔“ ایسی صورت میں میں اسی طرح کروں گا جیسے آپ ﷺ نے کیا، میں تمھیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے عمرہ واجب کر لیا ہے۔ تو جب وہ بیداء کی بلندی پر پہنچے تو کہنے لگے: حج اور عمرہ کا حکم ایک ہی تو ہے، میں تمھیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے عمرہ کے ساتھ حج کو بھی جمع کر لیا ہے۔ اور انھوں نے قربانی کے لیے ایک اونٹ جس کے گلے میں قلادہ ڈالا ہوا تھا خرید لیا، یہاں تک کہ مکہ آئے اور بیت اللہ اور صفا کا طواف کیا، اس سے زیادہ کچھ نہیں کیا اور قربانی کے دن تک کسی چیز سے حلال نہیں ہوئے جو ان پر حرام ہوئی تھی، پھر (قربانی کے دن) انھوں نے سر منڈوایا اور قربانی کی اور یہ خیال کیا کہ انھوں نے حج اور عمرہ کے لیے (صفا و مروہ کا) طواف پہلے طواف کے ساتھ ہی پورا کر لیا، پھر انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے ایسے ہی کیا تھا۔

فائدہ: یہ حدیث (۱۶۹۳) میں گزر چکی ہے، یہاں اس میں قلادے کا ذکر بھی ہے جو وہاں نہیں۔

١١٥۔ بَابُ ذَبْحِ الرَّجُلِ الْبَقَرَ عَنْ نِسَائِهِ مِنْ غَيْرِ أَمْرِهِنَّ

115۔ باب: آدمی کا اپنی بیویوں کی طرف سے ان کے کہنے کے بغیر گائے ذبح کرنا

١٧٠٩۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ

1709۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ذوالقعدہ کی پانچ راتیں باقی تھیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

قَالَتْ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تَقُولُ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لِخَمْسٍ بَقِينَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ لَا نُرَى إِلَّا الْحَجَّ، فَلَمَّا دَنَوْنَا مِنْ مَكَّةَ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ إِذَا طَافَ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ أَنْ يَحِلَّ، قَالَتْ: فَدُخِلَ عَلَيْنَا يَوْمَ النَّحْرِ بِلَحْمِ بَقَرٍ، فَقُلْتُ: مَا هَذَا؟ فَقَالَ: نَحَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ أَزْوَاجِهِ.

کے ساتھ نکلے، ہمیں حج کے سوا کوئی خیال نہ تھا۔ جب ہم مکہ کے قریب پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ جس شخص کے ہمراہ قربانی کا جانور نہ ہو وہ جب (بیت اللہ کا) طواف اور صفا و مروہ کی سعی کرے تو احرام کھول دے۔ عائشہ ؓ نے کہا: پھر قربانی کے دن ہمارے پاس گائے کا گوشت لایا گیا، میں نے کہا: یہ کیا ہے؟ (تو لانے والے نے) کہا: رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے نحر کی ہے۔

قَالَ يَحْيَى: فَذَكَرْتُهُ لِلْقَاسِمِ، فَقَالَ: أَتَتْكَ بِالْحَدِيثِ عَلَى وَجْهِهِ. [راجع: ٢٩٤- أخرجه مسلم: ...]

یحییٰ نے کہا: میں نے اس حدیث کا ذکر قاسم سے کیا تو اس نے کہا: عَمرہ نے تجھے یہ حدیث صحیح بیان کی ہے۔

فوائد: 1 یہ حدیث (١٥٦١) میں گزر چکی ہے، وہاں بیویوں کی طرف سے گائے کا ذکر نہیں جو یہاں آیا ہے۔ یہ بات کہ رسول اللہ ﷺ نے بیویوں کی طرف سے گائے ان کے کہنے کے بغیر ذبح کی تھی عائشہ ؓ کے ٹھکانے میں گوشت کی آمد پر ان کے سوال سے ثابت ہو رہی ہے کہ یہ کیا ہے؟ تو لانے والے نے انھیں بتایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے نحر کی ہے۔

2 باب میں گائے کے لیے ذبح کا لفظ ہے جب کہ حدیث میں اس کے لیے نحر کا لفظ آیا ہے۔ حافظ ؒ نے کہا: امام صاحب نے باب میں اشارہ کیا ہے کہ یہ حدیث دوسرے طریق سے ذبح کے لفظ کے ساتھ بھی آئی ہے، جیسا کہ حدیث ([illegible]) میں آ رہا ہے۔

3 حافظ ؒ نے کہا کہ گائے کا نحر علماء کے نزدیک جائز ہے مگر وہ اسے ذبح کرنا مستحب سمجھتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً﴾ [البقرة: ٦٧] ”بے شک اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ گائے ذبح کرو۔“ (فتح الباری)

١١٦- بَابُ النَّحْرِ فِي مَنْحَرِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِنًى

116۔ باب: منیٰ میں نبی ﷺ کے نحر کرنے کی جگہ میں نحر کرنا

١٧١٠- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، سَمِعَ خَالِدَ بْنَ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ يَنْحَرُ فِي الْمَنْحَرِ.

1710۔ نافع سے روایت ہے کہ عبداللہ ؓ نحر کی جگہ میں نحر کیا کرتے تھے۔ عبیداللہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے نحر کی جگہ میں نحر کیا کرتے تھے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ : مَنْحَرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ . [راجع : ٩٨٢]

١٧١١- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا أَنَسُ ابْنُ عِيَاضٍ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ : أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ يَبْعَثُ بِهَدْيِهِ مِنْ جَمْعٍ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ، حَتَّى يُدْخَلَ بِهِ مَنْحَرُ النَّبِيِّ ﷺ مَعَ حُجَّاجٍ، فِيهِمُ الْحُرُّ وَالْمَمْلُوكُ . [راجع : ٩٨٢]

1711۔ نافع سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی قربانی کا جانور مزدلفہ سے رات کے آخر حصہ میں بھیج دیا کرتے تھے، یہاں تک کہ اسے حاجیوں کے ہمراہ نبی ﷺ کی قربانی کی جگہ میں داخل کر دیا جاتا، ان حاجیوں میں آزاد بھی ہوتے تھے اور غلام بھی۔

فوائد: 1 صحیح مسلم (۱۲۱۸/۱۴۹) میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «نَحَرْتُ هَاهُنَا، وَمِنًى كُلُّهَا مَنْحَرٌ، فَانْحَرُوْا فِيْ رِحَالِكُمْ» ''میں نے اس جگہ نحر کیا ہے اور منیٰ سارا نحر کی جگہ ہے، سو تم اپنے ٹھکانوں پر نحر کرلو۔'' اس حدیث سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا اس جگہ نحر اتفاقاً تھا، اس کا حج کے مناسک میں سے کسی خاص بات سے کوئی تعلق نہیں تھا، لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہما ان جگہوں کا بھی شدت سے اہتمام کرتے تھے جہاں رسول اللہ ﷺ نے کوئی عمل کیا تھا۔ اس لیے ضروری نہیں کہ وہیں قربانی کی جائے جہاں نبی ﷺ نے کی ہے بلکہ پورے منیٰ میں کہیں بھی قربانی کی جا سکتی ہے۔ پھر صرف منیٰ ہی میں نہیں پورے مکہ میں کہیں بھی قربانی کی جا سکتی ہے، اگر آپ کا کوئی واقف مکہ میں ہے تو آپ اسے اپنی قربانی کا وکیل بنا دیں، تاکہ وہ قربانی کر کے آپ کے لیے گوشت محفوظ بھی رکھ لے اور آپ حج سے فارغ ہونے کے بعد اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ دلیل اس کی رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث ہے، فرمایا: «وَكُلُّ فِجَاجِ مَكَّةَ طَرِيْقٌ وَمَنْحَرٌ» [أبو داوٗد : ١٩٣٧] ''مکہ کی تمام کھلی شاہراہیں راستہ بھی ہیں اور نحر کی جگہ بھی۔'' یہ حدیث دیگر کتبِ سنن میں بھی موجود ہے۔

2 فِيهِمُ الْحُرُّ وَالْمَمْلُوكُ : اس کا مطلب یہ ہے کہ قربانیاں لے جانے کے لیے کچھ آزاد لوگوں کی تخصیص نہ تھی بلکہ غلام بھی لے جاتے تھے۔

١١٧- بَابُ مَنْ نَحَرَ هَدْيَهُ بِيَدِهِ

117۔ باب: جو شخص اپنی قربانی اپنے ہاتھ سے نحر کرے

١٧١٢- حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ ، وَذَكَرَ الْحَدِيثَ، قَالَ : وَنَحَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ سَبْعَ بُدْنٍ قِيَامًا، وَضَحَّى بِالْمَدِينَةِ كَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ،

1712۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور انھوں نے پوری حدیث بیان کی، کہا: اور نبی ﷺ نے سات اونٹ جو کھڑے تھے اپنے ہاتھ سے نحر کیے اور مدینہ میں دو چتکبرے مینڈھے سینگوں والے قربان کیے۔ اس حدیث کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مُخْتَصَرًا. [راجع: ١٠٨٩- أخرجه مسلم: ٦٩٠، منقطعة لم ترد في هذه الطريق]

مختصر بیان کیا گیا ہے۔

١١٨- بَابُ نَحْرِ الْإِبِلِ مُقَيَّدَةً

118۔ باب: اونٹوں کو باندھ کر نحر کرنا

١٧١٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ ابْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَتَى عَلَى رَجُلٍ قَدْ أَنَاخَ بَدَنَتَهُ يَنْحَرُهَا، قَالَ: ابْعَثْهَا قِيَامًا مُقَيَّدَةً، سُنَّةَ مُحَمَّدٍ ﷺ.

وَقَالَ شُعْبَةُ عَنْ يُونُسَ: أَخْبَرَنِي زِيَادٌ. [انظر في الحج، باب: ١١٩- أخرجه مسلم: ١٣٢٠]

1713۔ زیاد بن جبیر سے روایت ہے کہ میں نے ابن عمر ؓ کو دیکھا، وہ ایک آدمی کے پاس آئے جس نے اپنی اونٹنی کو بٹھا رکھا تھا، اسے نحر کر رہا تھا۔ ابن عمر ؓ نے کہا: اسے اٹھا کر کھڑا کرو اور (گھٹنا) باندھ کر نحر کرو، یہ محمد ﷺ کی سنت ہے۔

اور شعبہ نے جو یونس سے روایت کی اس میں یوں ہے: زیاد نے مجھے خبر دی۔

فائدہ: سنن ابی داود (١٧٦٧) میں جابر ؓ کی حدیث ہے: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابَهُ كَانُوا يَنْحَرُونَ الْبَدَنَةَ مَعْقُولَةَ الْيُسْرَى، قَائِمَةً عَلَى مَا بَقِيَ مِنْ قَوَائِمِهَا» ”نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب اونٹنی کو اس طرح نحر کرتے تھے کہ اس کا بایاں گھٹنا بندھا ہوتا اور وہ باقی ٹانگوں پر کھڑی ہوتی۔“ اس سے معلوم ہوا کہ اونٹ کو کھڑا کر کے گھٹنا باندھ کر نحر کرنا چاہیے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابی کے قول ”یہ سنت ہے“ کا مطلب امام بخاری اور امام مسلم کے نزدیک یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا قول یا عمل ہے، کیونکہ دونوں ائمہ نے صحیحین میں ان الفاظ کے ساتھ وارد احادیث کو حجت قرار دے کر بیان کیا ہے۔ (فتح الباری) بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ بٹھا کر نحر کرنا بھی ٹھیک ہے، بلکہ دونوں طرح برابر ہے، مگر اس حدیث سے ان کا رد ہوتا ہے، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ابن عمر ؓ اس شخص کو اپنا جانور کھڑا کرنے کی تاکید نہ کرتے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کا حوالہ نہ دیتے۔ اس کے علاوہ قرآنِ مجید کے الفاظ ”فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا“ [الحج: ٣٦] (پھر جب ان کے پہلو گر پڑیں) اس کی صریح دلیل ہیں۔ نحر کے بعد اونٹوں کے پہلوؤں کا گرنا تبھی ہوگا جب وہ کھڑے ہوں گے، بیٹھے ہوؤں کو نحر کرنے سے ان کے پہلوؤں کے گرنے کا کوئی مطلب نہیں۔

١١٩- بَابُ نَحْرِ الْبُدْنِ قَائِمَةً

119۔ باب: اونٹوں کو کھڑا کر کے نحر کرنا

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: سُنَّةَ مُحَمَّدٍ ﷺ. [راجع: ١٧١٣] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ

اور ابن عمر ؓ نے کہا: یہ محمد ﷺ کی سنت ہے۔ اور ابن عباس ؓ نے کہا کہ (سورۂ حج میں) ”صَوَآفَّ“ کا معنی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

عَنْهُمَا: ﴿صَوَآفَّ﴾ [الحج: ٣٦]: قِيَامًا.

ہے وہ کھڑے ہوئے ہوں۔

١٧١٤- حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الظُّهْرَ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ، فَبَاتَ بِهَا، فَلَمَّا أَصْبَحَ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ، فَجَعَلَ يُهَلِّلُ وَيُسَبِّحُ، فَلَمَّا عَلَا عَلَى الْبَيْدَاءِ لَبَّى بِهِمَا جَمِيعًا، فَلَمَّا دَخَلَ مَكَّةَ أَمَرَهُمْ أَنْ يَحِلُّوا، وَنَحَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ سَبْعَ بُدْنٍ قِيَامًا، وَضَحَّى بِالْمَدِينَةِ كَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ.
[راجع: ١٠٨٩- أخرجه مسلم: ٦٩٠ مختصرًا]

1714۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مدینہ میں ظہر چار رکعت پڑھی اور عصر ذوالحلیفہ میں دو رکعت پڑھی، پھر وہیں رات گزاری، جب صبح ہوئی تو اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" اور "سُبْحَانَ اللَّهِ" پڑھنے لگے، جب بیداء پر چڑھے تو حج وعمرہ دونوں کے ساتھ لبیک کہا، جب مکہ میں داخل ہوئے تو انھیں حکم دیا کہ احرام کھول دیں اور نبی ﷺ نے اپنے ہاتھ سے سات اونٹ کھڑے کر کے نحر کیے اور مدینہ میں سینگوں والے چتکبرے دو مینڈھے قربان کیے۔

١٧١٥- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الظُّهْرَ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا، وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ.

1715۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مدینہ میں ظہر چار رکعت پڑھی اور ذوالحلیفہ میں عصر دو رکعت پڑھی۔

وَعَنْ أَيُّوبَ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ثُمَّ بَاتَ حَتَّى أَصْبَحَ، فَصَلَّى الصُّبْحَ، ثُمَّ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ حَتَّى إِذَا اسْتَوَتْ بِهِ الْبَيْدَاءَ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ. [راجع: ١٠٨٩- أخرجه مسلم: ٦٩٠]

اور ایوب سے روایت ہے، وہ ایک آدمی سے اور وہ انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: پھر آپ ﷺ نے صبح تک رات گزاری اور صبح کی نماز پڑھی، پھر اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے، یہاں تک کہ جب وہ آپ کو لے کر بیداء پر چڑھی تو آپ نے حج اور عمرہ کے لیے لبیک کہا۔

فائدہ احادیث کی باب سے مناسبت ظاہر ہے۔

١٢٠- بَابٌ: لَا يُعْطَى الْجَزَّارُ مِنَ الْهَدْيِ شَيْئًا

120۔ باب: قصائی کو (مزدوری میں) قربانی کی کوئی چیز نہ دے

١٧١٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ،

1716۔ علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ مجھے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قَالَ : أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : بَعَثَنِي النَّبِيُّ ﷺ فَقُمْتُ عَلَى الْبُدْنِ، فَأَمَرَنِي فَقَسَمْتُ لُحُومَهَا، ثُمَّ أَمَرَنِي فَقَسَمْتُ جِلَالَهَا وَجُلُودَهَا.

نبی ﷺ نے بھیجا تو میں نے قربانی کے اونٹوں کی نگرانی کی، پھر آپ نے مجھے حکم دیا تو میں نے ان کے گوشت تقسیم کر دیے، پھر آپ نے مجھے حکم دیا تو میں نے ان کی جھولیں اور کھالیں بھی صدقہ کر دیں۔

قَالَ سُفْيَانُ : وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْكَرِيمِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : أَمَرَنِي النَّبِيُّ ﷺ أَنْ أَقُومَ عَلَى الْبُدْنِ وَلَا أُعْطِيَ عَلَيْهَا شَيْئًا فِي جِزَارَتِهَا . [راجع : ١٧٠٧۔ اخرجه مسلم : ١٣١٧]

اور ایک اور سند سے علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: مجھے نبی ﷺ نے حکم دیا کہ میں قربانی کے اونٹوں کی نگرانی کروں اور ان میں سے کوئی چیز قصائی کو ان کی اجرت میں نہ دوں۔

فوائد: 1 اس روایت میں ان اونٹوں کی تعداد بیان نہیں ہوئی جو آپ ﷺ نے حجۃ الوداع میں نحر کیے مگر حدیث (۱۷۱۸) میں آ رہا ہے کہ وہ سو اونٹ تھے۔ ابو داؤد (۱۷۶۴) میں مجاہد سے مروی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی ﷺ نے تیس اونٹ نحر کیے اور مجھے حکم دیا تو میں نے باقی نحر کر دیے۔ یہ روایت مرسل ہے، البتہ مسند احمد (۲۳۵۹) میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے متصل سند کے ساتھ بھی مروی ہے مگر اس میں ایک راوی "حَدَّثَنِيْ رَجُلٌ" مجہول ہے، اس لیے یہ روایت قابل اعتبار نہیں۔ (شعیب الارناؤوط وزملاءہ) صحیح روایت وہ ہے جو صحیح مسلم (۱۲۱۸) میں جابر رضی اللہ عنہ کی لمبی حدیث میں ہے: « ثُمَّ انْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَنْحَرِ فَنَحَرَ ثَلَاثًا وَسِتِّيْنَ بِيَدِهِ، ثُمَّ أَعْطَى عَلِيًّا فَنَحَرَ مَا غَبَرَ وَأَشْرَكَهُ فِي هَدْيِهِ، ثُمَّ أَمَرَ مِنْ كُلِّ بَدَنَةٍ بِبَضْعَةٍ فَجُعِلَتْ فِي قِدْرٍ فَطُبِخَتْ، فَأَكَلَا مِنْ لَحْمِهَا وَشَرِبَا مِنْ مَرَقِهَا » "پھر نبی ﷺ قربان گاہ کی طرف آئے اور تریسٹھ (۶۳) اونٹ اپنے ہاتھ سے نحر کیے، پھر آپ نے وہ علی رضی اللہ عنہ کے حوالے کیے تو انھوں نے باقی نحر کیے اور آپ ﷺ نے انھیں اپنی قربانیوں میں شریک کر لیا، پھر آپ نے حکم دیا تو ہر اونٹ سے ایک قطعہ لے کر دیگ میں ڈال کر پکایا گیا اور دونوں نے ان کا کچھ گوشت کھایا اور کچھ شوربا پیا۔"

2 "جَزَّارٌ" قصائی کو کہتے ہیں۔ "جُزَارَةٌ" کو جیم کے ضمہ کے ساتھ بھی پڑھتے ہیں، جیسے "عُمَالَةٌ": کسی کام کی مزدوری، اور جیم کے کسرہ کے ساتھ بھی، جیسے "خِيَاطَةٌ" اور "حِجَابَةٌ" وغیرہ، مگر مزدوری کے مفہوم کی وجہ سے جیم کا ضمہ بہتر ہے۔ عرب کا معمول تھا کہ قصائی اونٹ کے سری پائے وغیرہ اجرت میں لے جاتے تھے، آپ ﷺ نے اس سے منع فرما دیا اور حکم دیا کہ قصائی کو اس کے کام کی اجرت اپنے پاس سے دی جائے۔ البتہ اگر اسے اجرت کے علاوہ بطور صدقہ یا ہدیہ گوشت وغیرہ دے دیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۲۱- بَابٌ: يُتَصَدَّقُ بِجُلُودِ الْهَدْيِ

۱۷۱۷- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ وَعَبْدُ الْكَرِيمِ الْجَزَرِيُّ أَنَّ مُجَاهِدًا أَخْبَرَهُمَا، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى أَخْبَرَهُ، أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَهُ أَنْ يَقُومَ عَلَى بُدْنِهِ، وَأَنْ يَقْسِمَ بُدْنَهُ كُلَّهَا لُحُومَهَا وَجُلُودَهَا وَجِلَالَهَا، وَلَا يُعْطِيَ فِي جِزَارَتِهَا شَيْئًا. [راجع: ۱۷۰۷- أخرجه مسلم: ۱۳۱۷]

121- باب: قربانی کی کھالیں صدقہ کر دی جائیں

1717- علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے انھیں حکم دیا کہ وہ آپ کے قربانی کے اونٹوں کی نگرانی کریں اور آپ کی ساری قربانیاں (یعنی) ان کے گوشت اور ان کی کھالیں اور ان کی جھولیں صدقہ کر دیں اور ان کے قصائی کے کام کی اجرت میں (قصائی کو) کوئی چیز نہ دیں۔

فوائد: 1 اس حدیث کے ظاہر الفاظ کا تقاضا تو یہ ہے کہ قصائی کو اجرت میں کوئی چیز نہ دی جائے، مگر صحیح مسلم (۱۳۱۷/۳۴۹) اور صحیح ابن خزیمہ (۲۹۲۰، ۲۹۲۳) میں یہ لفظ زیادہ ہیں: «وَلَا يُعْطِيَ فِيْ جِزَارَتِهَا مِنْهَا شَيْئًا» ”یعنی ان کے قصائی کے کام کی اُجرت میں ان قربانیوں میں سے کوئی چیز نہ دی جائے۔“ اس سے معلوم ہوا کہ اجرت پوری دینے کے بعد بطور صدقہ یا ہدیہ گوشت وغیرہ دے سکتا ہے۔ ہاں، اگر اس صدقہ میں اجرت کی رعایت کا شائبہ ہو تو اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

2 اپنی قربانی کا گوشت فروخت کرنا جائز نہیں، حافظ رحمہ اللہ نے اس پر اہلِ علم کا اتفاق نقل کیا ہے، یہی حکم اس کی کھال وغیرہ کا ہے۔ کیونکہ جب اسے اللہ کی راہ میں قربان کر دیا تو وہ آدمی کی ملکیت نہ رہی، ہاں اللہ تعالیٰ نے اسے کھانے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دی ہے، فرمایا: ﴿فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ﴾ [الحج: ۳۶] ”تو اس میں سے کچھ کھاؤ اور قناعت کرنے والے کو کھلاؤ اور مانگنے والے کو بھی۔“ البتہ جس دوست یا عزیز کو گوشت یا کھال ہدیتاً دی جائے یا کسی فقیر کو صدقہ کے طور پر دی جائے وہ اسے فروخت کر سکتا ہے، کیونکہ وہ اس کی ملکیت بن چکی ہے۔ حافظ رحمہ اللہ نے قربانی کا گوشت بیچنے کی ممانعت کے لیے مسند احمد (۱۶۲۱۰، ۱۶۲۱۱) میں قتادہ بن نعمان سے مروی حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «وَلَا تَبِيْعُوْا لُحُوْمَ الْهَدْيِ وَالْأَضَاحِيِّ، فَكُلُوْا وَتَصَدَّقُوْا، وَاسْتَمْتِعُوْا بِجُلُوْدِهَا وَلَا تَبِيْعُوْهَا، وَإِنْ أُطْعِمْتُمْ مِنْ لُحُوْمِهَا فَكُلُوْهُ إِنْ شِئْتُمْ» ”بیت اللہ کی قربانی اور عام قربانی کے گوشت فروخت مت کرو اور صدقہ کرو اور کھاؤ اور ان کی کھالوں سے فائدہ اٹھاؤ اور انھیں بیچو نہیں اور اگر تمھیں ان کے کچھ گوشت کھانے کے لیے دیے جائیں تو اگر چاہو تو کھا لو۔“ مگر مسند احمد کے محققین شیخ شعیب الارنؤوط اور ان کے زملاء نے لکھا ہے کہ مسند احمد میں اس کی تین سندیں ہیں اور تینوں ضعیف ہیں اور ان کے ضعف کی تفصیل بیان کی ہے۔ اس لیے بیع کی ممانعت کے لیے وہی دلیل کافی ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آدمی وہ چیز بیچ سکتا ہے جو اس کی ملکیت ہو اور یہ اس کی ملکیت نہیں۔ اس لیے اسے جس مالک کی راہ میں قربان کر دیا ہے اس کی عطا کردہ رخصت سے تجاوز نہ کیا جائے۔ ایک حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حاکم (۴۲۲/۲، ح: ۳۴۶۸)، بیہقی (۱۹۲۳۳) اور دیلمی کی الفردوس (۵۵۰۹) میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: « مَنْ بَاعَ جِلْدَ أُضْحِيَتِهِ فَلَا أُضْحِيَةَ لَهُ » ”جس نے اپنی قربانی کی کھال بیچی اس کی کوئی قربانی نہیں۔“ منذری نے ”الترغیب والترہیب (۱۰۰/۲)“ میں کہا ہے: اس کی سند میں عبداللہ بن عیاش قتبانی مختلف فیہ ہے۔ مگر شیخ البانی رحمہ اللہ نے ”صحیح الجامع (۶۱۱۸)“ میں اسے حسن لکھا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس حدیث سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اپنی قربانی کے گوشت یا کھال کو بیچنا جائز نہیں۔

١٢٢ - بَابٌ: يُتَصَدَّقُ بِجِلَالِ الْبُدْنِ

122۔ باب: بیت اللہ کی قربانیوں کی جھولیں صدقہ کر دی جائیں

١٧١٨ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا سَيْفُ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُولُ: حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي لَيْلَى: أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ: أَهْدَى النَّبِيُّ ﷺ مِائَةَ بَدَنَةٍ، فَأَمَرَنِي بِلُحُومِهَا فَقَسَمْتُهَا، ثُمَّ أَمَرَنِي بِجِلَالِهَا فَقَسَمْتُهَا، ثُمَّ بِجُلُودِهَا فَقَسَمْتُهَا. [راجع: ١٧٠٧ - أخرجه مسلم: ١٣١٧]

1718۔ علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے سو اونٹ حج کے موقع پر قربان کیے اور مجھے ان کے گوشت کے متعلق حکم دیا تو میں نے اسے تقسیم کر دیا، پھر مجھے ان کی جھولوں کے متعلق حکم دیا تو میں نے انھیں تقسیم کر دیا، پھر مجھے ان کی کھالوں کے متعلق حکم دیا تو میں نے وہ بھی تقسیم کر دیں۔

١٢٣ - بَابٌ: ﴿ وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ۝ وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ۝ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۖ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ ۝ ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ

123۔ باب: ”اور جب ہم نے ابراہیم کے لیے بیت اللہ کی جگہ متعین کر دی کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کر اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع، سجود کرنے والوں کے لیے پاک کر۔ اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دے، وہ تیرے پاس پیدل اور ہر لاغر سواری پر آئیں گے، جو ہر دور دراز راستے سے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

الْعَتِيقِ ۝ ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ﴾ [الحج : ٢٦ — ٣٠]

آئیں گی۔ تاکہ وہ اپنے بہت سے فائدوں میں حاضر ہوں اور چند معلوم دنوں میں ان پالتو چوپاؤں پر اللہ کا نام ذکر کریں جو اس نے انھیں دیے ہیں، سو ان میں سے کھاؤ اور تنگ دست محتاج کو کھلاؤ۔ پھر وہ اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور اس قدیم گھر کا خوب طواف کریں۔ یہ اور جو کوئی اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کے لیے اس کے رب کے ہاں بہتر ہے۔"

فائدہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں کوئی حدیث ذکر نہیں کی، نہ ہی باب کا عنوان آیات کے سوا کچھ اور بیان کیا ہے، اس طرح یہ آیات باب کا عنوان بھی ہیں اور اس کی دلیل بھی۔ یہاں اصل مقصود ان آیات میں سے یہ جملہ ہے: ﴿ فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ﴾ اس سے مشرکین کے طرزِ عمل کا رد مقصود ہے جو اپنے خود ساختہ تقویٰ کی بنا پر اپنی قربانی کا گوشت خود کھانا درست نہیں سمجھتے تھے، نہ ہی ایام حج میں تجارت یا کسی اور ذریعے سے کمائی کرنے کو جائز سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے "لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ" [البقرة : ١٩٨] کہہ کر ایامِ حج میں کمائی کی اجازت دی اور "فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ" کہہ کر خود کھانے کی اجازت دی اور اس کے ساتھ دوسروں کو کھلانے کی تاکید فرمائی۔ اگلے باب میں یہ ذکر فرمایا کہ قربانی میں سے کیا کھائے اور کیا صدقہ کرے۔ امام صاحب نے یہاں کوئی حدیث ذکر نہیں کی، تاکہ طالب علم خود غور کرے کہ یہاں کون سی احادیث ہونی چاہییں، اسے " تَشْحِيْذُ الْأَذْهَانِ " (ذہنوں کو تیز کرنا) کہتے ہیں۔ اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ کو مجتہد گر کہا جاتا ہے کہ وہ اجتہاد کا سلیقہ بھی سکھاتے ہیں۔ سو یہاں وہ تمام احادیث ذکر کی جا سکتی ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اپنی قربانیوں کا گوشت کھانے کا ذکر ہے، جن میں سے بہت سی احادیث گزر چکی ہیں اور کچھ آ رہی ہیں۔

١٢٤ - بَابٌ : وَمَا يَأْكُلُ مِنَ الْبُدْنِ وَمَا يَتَصَدَّقُ ؟

124- باب: قربانی کے جانوروں میں سے خود کیا کھائے اور کیا صدقہ کرے؟

وَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ : أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : لَا يُؤْكَلُ مِنْ جَزَاءِ الصَّيْدِ

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: شکار کی جزا اور نذر کی قربانی میں سے نہ کھایا جائے اور اس کے سوا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَالنَّذْرِ وَيُؤْكَلُ مِمَّا سِوَى ذَلِكَ، وَقَالَ عَطَاءٌ: يَأْكُلُ وَيُطْعِمُ مِنَ الْمُتْعَةِ.

قربانیوں میں سے کھا لیا جائے۔ اور عطا نے کہا: تمتع کی قربانی میں سے خود کھائے اور دوسرے کو بھی کھلائے۔

فوائد:

1 "جَزَاءِ الصَّيْدِ" سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص احرام کی حالت میں جان بوجھ کر شکار کرے تو اس پر لازم ہے کہ جو جانور اس نے شکار کیا ہے اس کی مثل جانور کی قربانی بیت اللہ میں بھیجے، سورۂ مائدہ (۹۵) میں ہے: ﴿هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ﴾ کہ وہ قربانی کعبہ میں پہنچنے والی ہے، وہ خود اس میں سے نہیں کھا سکتا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے سورۂ مائدہ کی آیت (۹۵) کی تفسیر۔ نذر کی قربانی کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص نذر مانے کہ میں اللہ کے لیے فلاں جانور ذبح کروں گا، تو جب وہ جانور ذبح کرے تو اس میں سے خود نہ کھائے۔ البتہ اگر اضحیہ یا ہدی کی نذر مانے تو اس کے متعلق شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کی شرح میں ہے: لیکن اضحیہ کے متعلق صحیح یہ ہے کہ جب یہ نذر مانے کہ وہ اضحیہ ذبح کرے گا تو اس پر صرف ذبح واجب ہوگا، رہا اس کا گوشت کھانا تو اس کے متعلق وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے نذر نہیں مانی۔ مطلب یہ کہ وہ خود کھائے، صدقہ کرے اور ہدیہ بھی دے، کیونکہ جو شخص اضحیہ کی نذر مانتا ہے اس کا یہ ارادہ نہیں ہوتا کہ وہ خود نہیں کھائے گا اور اضحیہ کا شرعی طریقہ یہی ہے کہ خود بھی کھائے اور صدقہ اور ہدیہ بھی دے۔

2 جو شخص عمرہ اور حج اکٹھا کرے تمتع یا قران کی صورت میں تو اس پر قربانی واجب ہے، پھر وہ خود بھی اس میں سے کھائے اور لوگوں کو بھی کھلائے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے قران کیا تھا، پھر سو اونٹوں کی قربانی کی اور ان کا گوشت کھایا اور شوربا پیا۔ عطا کے قول کا یہی مطلب ہے۔ لفظ متعہ یہاں تمتع کے معنی میں ہے۔

3 اگر کوئی شخص کہے کہ وہ قربانی جو کسی ممنوع کام کرنے کی وجہ سے کی جائے یا کسی واجب کام کو ترک کرنے کی وجہ سے کی جائے اس کے درمیان اور تمتع اور قران کی قربانی کے درمیان کیا فرق ہے، حالانکہ دونوں واجب ہیں؟ تو جواب اس کا یہ ہے کہ تمتع اور قران کی قربانی اللہ کی نعمت پر اس کا شکر ادا کرنے کے قبیل سے ہے کہ اس نے تمتع کرنے کی نعمت عطا فرمائی۔ رہا کسی واجب کے ترک یا کسی ممنوع کام کے کرنے کی وجہ سے جو قربانی واجب ہوتی ہے وہ جزا اور فدیہ ہے۔ (شرح ابن عثیمین)

4 فدیہ اور کفارہ کے لیے جو قربانی کی جائے اس میں سے خود کھانا جائز نہیں، البتہ تمتع اور قران کے لیے جو قربانی کی جائے یا نفل عمرہ یا نفل حج کے موقع پر جو قربانی کی جائے وہ خود کھانا جائز ہے۔

۱۷۱۹۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، حَدَّثَنَا عَطَاءٌ، سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: كُنَّا لَا نَأْكُلُ مِنْ لُحُومِ بُدْنِنَا فَوْقَ ثَلَاثِ مِنًى، فَرَخَّصَ لَنَا النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ:

1719۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ہم اپنی قربانیوں کے گوشت منیٰ کی تین راتوں سے زیادہ نہیں کھاتے تھے تو نبی ﷺ نے ہمیں رخصت دے دی اور فرمایا: "کھاؤ اور زاد بھی بناؤ۔" تو ہم نے کھایا اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

« كُلُوا وَتَزَوَّدُوا » فَأَكَلْنَا وَتَزَوَّدْنَا، قُلْتُ لِعَطَاءٍ: أَقَالَ: حَتَّى جِئْنَا الْمَدِينَةَ؟ قَالَ: لَا. [انظر: ۲۹۸۰، ۵۴۲۴، ۵۵۶۷- أخرجه مسلم: ۱۹۷۲، بلفظ "نعم" بدل "لا"]

زادِ راہ بھی بنایا۔ میں نے عطا سے کہا: کیا جابر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا تھا کہ یہاں تک کہ ہم مدینہ آئے؟ انھوں نے کہا: نہیں۔

۱۷۲۰- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَتْنِي عَمْرَةُ، قَالَتْ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تَقُولُ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لِخَمْسٍ بَقِينَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ، وَلَا نُرَى إِلَّا الْحَجَّ، حَتَّى إِذَا دَنَوْنَا مِنْ مَكَّةَ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ إِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ يَحِلُّ. قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: فَدُخِلَ عَلَيْنَا يَوْمَ النَّحْرِ بِلَحْمِ بَقَرٍ، فَقُلْتُ: مَا هَذَا؟ فَقِيلَ: ذَبَحَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ أَزْوَاجِهِ.

قَالَ يَحْيَى: فَذَكَرْتُ هَذَا الْحَدِيثَ لِلْقَاسِمِ، فَقَالَ: أَتَتْكَ بِالْحَدِيثِ عَلَى وَجْهِهِ. [راجع: ۲۹۴- أخرجه مسلم: ۱۲۱۱]

1720- عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ذوالقعدہ کی پانچ راتیں باقی تھیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ سے نکلے، ہم صرف حج کا خیال رکھتے تھے یہاں تک کہ جب ہم مکہ کے قریب پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کو حکم دیا جن کے پاس قربانی نہیں تھی کہ جب وہ بیت اللہ کا طواف کرلیں تو احرام کھول دیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ پھر قربانی کے دن ہمارے پاس گائے کا گوشت لایا گیا، تو میں نے کہا: یہ کیا ہے؟ بتایا گیا کہ نبی ﷺ نے یہ اپنی بیویوں کی طرف سے ذبح کی ہے۔

یحییٰ نے کہا: میں نے اس حدیث کا ذکر قاسم سے کیا تو انھوں نے کہا: اس نے تم کو حدیث صحیح بیان کی ہے۔

فائدہ: اس حدیث کی شرح گزشتہ ابواب میں گزر چکی ہے۔ قربانی کے موقع پر تین راتوں سے زیادہ گوشت نہ رکھنے کا حکم ایک وقتی ضرورت کے لیے تھا کہ مدینہ میں بہت سے فاقہ کش لوگ آئے ہوئے تھے جن کی خاطر آپ نے یہ حکم دیا، بعد میں آپ نے یہ حکم منسوخ کر دیا۔

۱۲۵- بَابُ الذَّبْحِ قَبْلَ الْحَلْقِ

125- باب: سر منڈوانے سے پہلے جانور ذبح کرنا

۱۷۲۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَوْشَبٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا مَنْصُورٌ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَمَّنْ حَلَقَ قَبْلَ أَنْ يَذْبَحَ وَنَحْوِهِ، فَقَالَ: « لَا

1721- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے جانور ذبح کرنے سے پہلے سر منڈوا لیا یا اس سے ملتا جلتا کوئی اور کام کرلیا تو آپ نے فرمایا: "کوئی حرج نہیں، کوئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حَرَجَ، لَا حَرَجَ » [راجع : ٨٤ - أخرجه مسلم : ١٣٠٧ بزيادة]

حرج نہیں۔"

١٧٢٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ : زُرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ، قَالَ : « لَا حَرَجَ » قَالَ : حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ، قَالَ : « لَا حَرَجَ » قَالَ : ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ، قَالَ: « لَا حَرَجَ »

1722۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ سے کہا: میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے طواف زیارہ کر لیا ہے۔ آپ نے فرمایا: "کوئی حرج نہیں۔" اس نے کہا: میں نے جانور ذبح کرنے سے پہلے سر منڈوا لیا ہے۔ آپ نے فرمایا: "کوئی حرج نہیں۔" اس نے کہا: میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے جانور ذبح کر لیا ہے۔ آپ نے فرمایا: "کوئی حرج نہیں۔"

وَقَالَ عَبْدُ الرَّحِيمِ الرَّازِيُّ عَنِ ابْنِ خُثَيْمٍ : أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

اور عبدالرحیم (بن سلیمان) رازی نے ابن خثیم سے روایت کی کہ مجھے عطا نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، انھوں نے نبی ﷺ سے بیان کیا۔

وَقَالَ الْقَاسِمُ بْنُ يَحْيَى : حَدَّثَنِي ابْنُ خُثَيْمٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

اور قاسم بن یحییٰ نے کہا: مجھے ابن خثیم نے عطا سے، انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور انھوں نے نبی ﷺ سے بیان کیا۔

وَقَالَ عَفَّانُ : - أُرَاهُ عَنْ وُهَيْبٍ - حَدَّثَنَا ابْنُ خُثَيْمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

اور عفان نے کہا: میرا خیال ہے کہ یہ وہیب سے ہے، انھوں نے کہا: ہمیں ابن خثیم نے سعید بن جبیر سے، انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور انھوں نے نبی ﷺ سے بیان کیا۔

وَقَالَ حَمَّادٌ : عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ وَعَبَّادِ بْنِ مَنْصُورٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [أخرجه مسلم : ١٠٣٧ بلفظ مختلف]

اور حماد نے کہا: قیس بن سعد اور عباد بن منصور سے روایت ہے، انھوں نے عطا سے، انھوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے اور انھوں نے نبی ﷺ سے بیان کیا۔

فائدہ: عطا سے مروی یہ چھ حدیثیں ہیں، جن میں سے پانچ میں انھوں نے یہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور ایک میں جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کے پاس یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے بھی موجود تھی اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی۔ گویا امام بخاری کے نزدیک یہ حدیث ابن عباس اور جابر رضی اللہ عنہم دونوں سے ثابت ہے۔

١٧٢٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: رَمَيْتُ بَعْدَ مَا أَمْسَيْتُ، فَقَالَ: «لَا حَرَجَ» قَالَ: حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَنْحَرَ، قَالَ: «لَا حَرَجَ»

[راجع: ٨٤- أخرجه مسلم: ١٣٠٧ بلفظ مختلف]

1723- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سے سوال کیا گیا، ایک شخص نے کہا: میں نے شام ہونے کے بعد رمی کی ہے۔ آپ نے فرمایا: ”کوئی حرج نہیں۔“ اس نے کہا: میں نے نحر کرنے سے پہلے سر منڈوا لیا۔ آپ نے فرمایا: ”کوئی حرج نہیں۔“

فائدہ دس ذوالحجہ یعنی یوم النحر کو حاجی نے چار کام کرنے ہوتے ہیں، ان کی مسنون ترتیب یہ ہے: سب سے پہلے جمرہ کو کنکر مارنا، پھر قربانی کرنا، پھر سر منڈوانا اور پھر بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کرنا۔ یہ ترتیب مسنون ہے، اگر اس میں آگا پیچھا ہو جائے تو کوئی حرج نہیں، جیسا کہ اوپر کی احادیث میں گزرا ہے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ ترتیب واجب ہے، اس سال کوئی حرج اس لیے نہیں تھا کہ لوگوں کو ترتیب کا علم نہیں تھا، اب اگر کوئی شخص اس ترتیب کی خلاف ورزی کرے خواہ جان بوجھ کر، خواہ بھول کر تو اس کے ذمے دم (ذبیحہ) ہوگا۔ مگر یہ بات درست نہیں، اس لیے کہ سوال کرنے والوں کے سوال سے ظاہر ہے کہ انھیں اس ترتیب کا علم تھا اور کسی نہ کسی مجبوری سے آگا پیچھا کرنے کی وجہ سے وہ پریشان تھے، اس لیے انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا۔ اس کی ایک دلیل یہ ہے کہ یہ سوال و جواب حجۃ الوداع سنہ ١٠ ہجری میں ہوئے ہیں، اس سے پہلے سنہ ٩ ہجری میں لوگوں کو یہ ترتیب بتائی جا چکی تھی، اس سے بھی پہلے حدیبیہ کے موقع پر صاف بتا دیا گیا تھا کہ ذبح کرنے کے بعد سر منڈوانا ہے۔ اس سب کچھ کے باوجود حجۃ الوداع میں جب سوال کیا گیا کہ میں نے ذبح کرنے سے پہلے سر منڈوا لیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”کوئی حرج نہیں۔“ بلکہ ایک حدیث میں صاف الفاظ ہیں کہ آپ سے کسی چیز کے متعلق بھی پوچھا گیا جو پہلے کر دی گئی ہو یا بعد میں کر دی گئی تو آپ نے فرمایا: «اِفْعَلْ وَلَا حَرَجَ» [بخاري: ٨٣] ”کر لو، اور کوئی حرج نہیں۔“

بعض لوگ جو خواہ مخواہ معمولی باتوں پر بھی دم ڈالتے اور لوگوں کو مصیبت میں ڈالتے رہتے ہیں وہ اپنی بات بنانے کے لیے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک قول پیش کرتے ہیں: «مَنْ قَدَّمَ شَيْئًا مِنْ حَجِّهِ أَوْ أَخَّرَهُ، فَلْيُهْرِقْ لِذَلِكَ دَمًا» ”جو شخص اپنے حج میں سے کوئی چیز پہلے کر دے یا اسے پیچھے کر دے تو وہ اس کی وجہ سے ایک قربانی دے۔“ [مصنف ابن أبي شيبة: ١٤٩٥٨] ان حضرات کا کہنا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی احادیث اگرچہ ” لَا حَرَجَ “ کی ہیں مگر خود ان کا فتویٰ دم کا ہے، اس لیے اس پر عمل ہوگا۔ مگر اول تو یہ قاعدہ ہی درست نہیں کہ حدیثِ رسول ﷺ کو چھوڑ کر صحابی کے فتویٰ پر عمل کیا جائے، اگر بالفرض مان بھی لو تو کم از کم وہ فتویٰ ثابت تو ہونا چاہیے، جب کہ حافظ رحمہ اللہ نے قرطبی سے نقل کیا ہے، انھوں نے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کہا ہے: «رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَلَمْ يَثْبُتْ عَنْهُ : أَنَّ مَنْ قَدَّمَ شَيْئًا عَلَى شَيْءٍ فَعَلَيْهِ دَمٌ » یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بات روایت کی گئی ہے، مگر ثابت نہیں کہ جو شخص کسی چیز کو کسی چیز سے پہلے کر دے تو اس پر دم لازم ہے۔ خود حافظ رحمہ اللہ نے ابن ابی شیبہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول کے متعلق لکھا ہے: "وَأُجِيبَ بِأَنَّ الطَّرِيقَ بِذَلِكَ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فِيهَا ضُعْفٌ فَإِنَّ ابْنَ أَبِي شَيْبَةَ أَخْرَجَهَا وَفِيهَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُهَاجِرٍ وَفِيهِ مَقَالٌ " یعنی اس کی سند میں ضعف ہے، کیونکہ اس میں ابراہیم بن مہاجر ہے اور اس میں کلام ہے۔ قرطبی اور ابن حجر کے اقوال کے لیے فتح الباری میں "کتاب الحج" کا باب (۱۳۱): " بَابُ الْفُتْيَا عَلَى الدَّابَّةِ عِنْدَ الْجَمْرَةِ " ملاحظہ فرمائیں۔

۱۷۲٤- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَدِمْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ بِالْبَطْحَاءِ فَقَالَ : « أَحَجَجْتَ؟ » قُلْتُ : نَعَمْ، قَالَ : « بِمَا أَهْلَلْتَ ؟ » قُلْتُ : لَبَّيْكَ بِإِهْلَالٍ كَإِهْلَالِ النَّبِيِّ ﷺ ، قَالَ : « أَحْسَنْتَ، انْطَلِقْ فَطُفْ بِالْبَيْتِ، وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ» ثُمَّ أَتَيْتُ امْرَأَةً مِنْ نِسَاءِ بَنِي قَيْسٍ، فَفَلَتْ رَأْسِي، ثُمَّ أَهْلَلْتُ بِالْحَجِّ، فَكُنْتُ أُفْتِي بِهِ النَّاسَ حَتَّى خِلَافَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَذَكَرْتُهُ لَهُ، فَقَالَ : إِنْ نَأْخُذْ بِكِتَابِ اللَّهِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُنَا بِالتَّمَامِ، وَإِنْ نَأْخُذْ بِسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَمْ يَحِلَّ حَتَّى بَلَغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ .

[راجع: ۱۵۵۹- أخرجه مسلم : ۱۲۲۱]

1724- ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، آپ اس وقت بطحاء میں تھے، آپ نے فرمایا: ''کیا تم نے حج کیا ہے؟'' میں نے کہا: جی ہاں! آپ فرمایا: ''تم نے کس چیز کا احرام باندھا ہے؟'' میں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کے احرام جیسے احرام کے ساتھ احرام باندھا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''تم نے اچھا کیا ہے، جاؤ اور بیت اللہ اور صفا و مروہ کا طواف کرو۔'' پھر میں بنو قیس کی عورتوں میں سے ایک عورت کے پاس گیا، اس نے میرے سر سے جوئیں نکالیں، پھر میں نے حج کا احرام باندھا۔ اس لیے میں عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت تک لوگوں کو اس کے مطابق فتویٰ دیتا تھا، پھر میں نے ان سے اس کا ذکر کیا تو انھوں نے کہا: اگر ہم اللہ کی کتاب کو لیں تو وہ ہمیں (حج و عمرہ) پورا کرنے کا حکم دیتی ہے اور اگر ہم رسول اللہ ﷺ کی سنت کو لیں تو آپ نے اس وقت تک احرام نہیں کھولا جب تک آپ کی قربانی اپنے حلال ہونے کی جگہ پر نہیں پہنچی۔

فائدہ: اس حدیث کی شرح (۱۵۵۹) میں گزر چکی ہے۔ باب سے اس حدیث کی مناسبت یہ ہے کہ احرام کھولنے کے لیے مسنون ترتیب یہی ہے کہ قربانی کرنے کے بعد سر منڈوایا جائے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا، ہاں! اگر کسی وجہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے کوئی شخص اس کے خلاف کرلے تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی اجازت دی ہے۔

١٢٦ - بَابُ مَنْ لَبَّدَ رَأْسَهُ عِنْدَ الْإِحْرَامِ وَحَلَقَ

126۔ باب: جو شخص احرام کے وقت بالوں کو لیپ کرے اور (احرام کھولتے وقت) انھیں منڈوا دے

١٧٢٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَنَّهَا قَالَتْ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ! مَا شَأْنُ النَّاسِ حَلُّوا بِعُمْرَةٍ وَلَمْ تَحْلِلْ أَنْتَ مِنْ عُمْرَتِكَ؟ قَالَ : « إِنِّي لَبَّدْتُ رَأْسِي، وَقَلَّدْتُ هَدْيِي، فَلَا أَحِلُّ حَتَّى أَنْحَرَ » [راجع : ١٥٦٦ - أخرجه مسلم : ١٢٢٩]

1725۔ حفصہ ؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! لوگوں کا معاملہ کیا ہے کہ انھوں نے عمرہ کرکے احرام کھول دیا ہے اور آپ نے اپنے عمرہ کا احرام نہیں کھولا؟ آپ نے فرمایا: ”میں نے سر پر لیپ کیا ہوا ہے اور اپنی قربانی کے گلے میں قلادہ ڈالا ہوا ہے، اس لیے میں جب تک نحر نہ کرلوں احرام نہیں کھولوں گا۔“

فائدہ: اس حدیث کے بعض فوائد (۱۵۶۶) میں گزر چکے ہیں۔ اس باب کے ساتھ اس کی موافقت سر کے بال جمانے کے الفاظ سے تو ظاہر ہے، البتہ اس میں حلق کا ذکر نہیں، گویا امام بخاری ؒ نے اس سے ان تمام احادیث کی طرف اشارہ کیا ہے جن میں یہ ذکر ہے کہ آپ ﷺ نے حج کے موقع پر جب احرام کھولا تو سر منڈوایا تھا، جیسا کہ اس سے اگلے باب میں ابن عمر ؓ کی حدیث آرہی ہے۔

١٢٧ - بَابُ الْحَلْقِ وَالتَّقْصِيرِ عِنْدَ الْإِحْلَالِ

127۔ باب: احرام کھولتے وقت سر منڈوانا اور کتروانا

١٧٢٦ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، قَالَ نَافِعٌ : كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : حَلَقَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي حَجَّتِهِ . [انظر : ١٧٢٩، ٤٤١٠، ٤٤١١ - أخرجه مسلم : ١٣٠٤]

1726۔ ابن عمر ؓ کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے حج میں سر منڈوایا۔

١٧٢٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : « اَللَّهُمَّ ارْحَمِ

1727۔ عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کہا: ”اے اللہ! سر منڈوانے والوں پر رحم فرما۔“ لوگوں نے کہا: اور کترانے والوں پر بھی یا رسول

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

... قَالُوا: وَالْمُقَصِّرِينَ يَا رَسُولَ اللَّهِ!؟
... «اللَّهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِينَ» قَالُوا: وَالْمُقَصِّرِينَ
... قَالَ: «وَالْمُقَصِّرِينَ»
وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ: «رَحِمَ اللَّهُ
الْمُحَلِّقِينَ» مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ، قَالَ: وَقَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ:
حَدَّثَنِي نَافِعٌ: وَقَالَ فِي الرَّابِعَةِ: «وَالْمُقَصِّرِينَ»
[أخرجه مسلم: ١٣٠١]

اللہ!؟ آپ نے کہا: ''اے اللہ! سر منڈوانے والوں پر رحم فرما۔'' لوگوں نے کہا: اور کترانے والوں پر بھی یا رسول اللہ!؟ آپ نے کہا: ''اور کترانے والوں پر بھی۔''

اور لیث نے کہا: مجھے نافع نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے یہ دعا کہ ''اللہ سر منڈوانے والوں پر رحم کرے'' دو یا تین بار کی۔ اور عبید اللہ نے کہا: مجھے نافع نے بیان کیا: اور چوتھی بار آپ ﷺ نے فرمایا: ''اور کترانے والوں پر بھی (رحم کرے)۔''

١٧٢٨ـ حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِينَ» قَالُوا: وَلِلْمُقَصِّرِينَ؟ قَالَ: «اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِينَ» قَالُوا: وَلِلْمُقَصِّرِينَ؟ قَالَهَا ثَلَاثًا، قَالَ: «وَلِلْمُقَصِّرِينَ» [أخرجه مسلم: ١٣٠٢]

1728۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! سر منڈوانے والوں کو بخش دے۔'' لوگوں نے کہا: اور کترانے والوں کو بھی؟ آپ نے فرمایا: ''اے اللہ! سر منڈوانے والوں کو بخش دے۔'' لوگوں نے کہا: اور کترانے والوں کو بھی؟ آپ نے تین بار یہی فرمایا (بال منڈوانے والوں کو۔ پھر چوتھی بار) آپ نے فرمایا: ''اور کترانے والوں کو بھی۔''

١٧٢٩ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ، حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ قَالَ: حَلَقَ النَّبِيُّ ﷺ وَطَائِفَةٌ مِنْ أَصْحَابِهِ، وَقَصَّرَ بَعْضُهُمْ. [راجع: ١٦٣٩، ١٧٢٦ـ أخرجه مسلم: ١٣٠٤ مطولاً، وأخرجه: ١٣٠٤]

1729۔ عبداللہ (بن عمر) رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ نے اور آپ کے اصحاب کی ایک جماعت نے سر منڈوائے اور ان میں سے بعض نے سر (کے بال) کتروائے۔

فوائد ۔ 1 سر کے بال آدمی کے لیے زینت ہیں، اس لیے انھیں منڈوانا اس کے لیے دشوار ہوتا ہے، کیونکہ اس سے اس کے حسن میں فرق پڑتا ہے، اس لیے نبی ﷺ کا حکم سن کر حج وعمرہ کا آخری عمل ادا کرتے وقت سارے بال منڈوا کر اپنی زینت قربان کر دینے والوں کے لیے تین دفعہ رحمت اور مغفرت کی دعا فرمائی اور جنھوں نے رخصت سے فائدہ اٹھا کر بالوں کے کتروانے پر اکتفا کیا ان کے لیے بھی دعا فرمائی، مگر ایک دفعہ۔ اس سے سر منڈوانے کا افضل ہونا ظاہر ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی سر نہ منڈوائے صرف بال کترا لے تو یہ بھی کافی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

2 " اَللّٰهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِيْنَ " سے معلوم ہوا کہ احرام کھولتے وقت سارا سر منڈوانا یا کتروانا چاہیے، خود رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کا عمل بھی یہی تھا، ان میں سے کسی سے ثابت نہیں کہ انھوں نے سر کا کچھ حصہ منڈوا کر یا کترا کر چھوڑ دیا ہو۔ اس لیے جو لوگ سر کا صرف کچھ حصہ کترا کر احرام کھول دیتے ہیں ان کا عمل درست نہیں۔

3 عورتیں سر نہیں منڈوائیں گی، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: « لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ الْحَلْقُ، إِنَّمَا عَلَى النِّسَاءِ التَّقْصِيرُ » [أبو داؤد : ١٩٨٥، سنده صحيح] ''عورتوں پر سر منڈوانا لازم نہیں، عورتوں پر صرف سر کے بال کتروانا لازم ہے۔''

4 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایسے لوگ جو اللہ کے کسی حکم پر عمل کریں ان کے لیے دعائے خیر کرنی چاہیے، پھر جو اعلیٰ درجے پر عمل کریں ان کے لیے ایسے لوگوں کی بہ نسبت زیادہ دعا کرنی چاہیے جو کمتر درجے کا عمل کرتے ہوں، اگرچہ انھیں بھی دعا سے محروم نہیں رکھنا چاہیے۔

١٧٣٠- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَالَ : قَصَّرْتُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِمِشْقَصٍ. [أخرجه مسلم : ١٢٤٦]

1730- معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے بال قینچی کے ساتھ کترے۔

فوائد: 1 حدیث سے ظاہر ہے کہ یہ حج یا عمرہ کی بات ہے، مگر یہ واقعہ حج کا نہیں ہو سکتا، کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ آپ ﷺ نے حج کے موقع پر سر کے بال منڈوائے تھے۔ اس لیے یہ بات طے ہے کہ یہ کسی عمرہ کا واقعہ ہے۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ مسلم (۱۲۴۶/۲۱۰) میں ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے بال مروہ پر قینچی کے ساتھ کاٹے، یا یہ کہ میں نے مروہ پر دیکھا کہ آپ کے بال کترے جا رہے تھے۔ یہ عمرہ، عمرۃ القضاء ہو سکتا ہے یا عمرۂ جعرانہ، عمرۃ القضاء اس لیے نہیں ہو سکتا کہ اس وقت تک معاویہ رضی اللہ عنہ مسلمان نہیں ہوئے تھے، وہ فتح مکہ کے موقع پر سنہ ۸ ہجری میں مسلمان ہوئے، یہی بات صحیح اور مشہور ہے، اس لیے یہی بات قوی ہے کہ یہ عمرۂ جعرانہ کا واقعہ ہے۔

2 فتح الباری میں ہے کہ "مِشْقَصٌ" ایک چوڑا بھالا ہے جو وحشی جانوروں پر پھینکا جاتا ہے اور صاحب "المحکم" نے کہا: وہ ایک لمبا بھالا ہوتا ہے، چوڑا نہیں ہوتا اور ابو عبید نے بھی ایسے ہی کہا ہے۔ (واللہ اعلم) (فتح الباری)۔ لغت کی دوسری کتابوں میں بھی ایسے ہی لکھا ہے، مگر ایسے بھالے سے سر کے بال کترنے کی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اردو تراجم کے پیش رو علامہ وحید الزمان رحمہ اللہ نے اس کا ترجمہ قینچی کیا ہے، بعد کے سبھی تراجم میں بھی یہی ترجمہ کیا گیا ہے، میں نے بھی ان سب کے اتباع میں یہی ترجمہ کر دیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

١٢٨۔ بَابُ تَقْصِيرِ الْمُتَمَتِّعِ بَعْدَ الْعُمْرَةِ

128۔ باب: تمتع کرنے والے کا عمرہ کے بعد سر کے بال کتروانا

١٧٣١۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ، حَدَّثَنَا فُضَيْلُ ابْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ أَمَرَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَطُوفُوا بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ يَحِلُّوا وَيَحْلِقُوا أَوْ يُقَصِّرُوا.

[راجع: ١٥٤٥]

1731۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب نبی ﷺ مکہ آئے تو آپ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ بیت اللہ اور صفا و مروہ کا طواف کریں، پھر احرام کھول دیں اور سر منڈوائیں یا کتروائیں۔

فائدہ: یہ حدیث (۱۵۴۵) میں گزر چکی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمتع کرنے والا شخص عمرہ ادا کرنے کے بعد احرام کھول دے گا۔ اب اگر حج کے احرام کے درمیان تھوڑے دن ہیں تو بہتر ہے کہ سر کے بال کتروائے، تاکہ حج کے موقع پر منڈوا سکے اور اگر اتنے دن باقی ہیں کہ سر کے بال خوب بڑھ آئیں گے تو بے شک عمرہ کے بعد بھی سر منڈوا لے۔

١٢٩۔ بَابُ الزِّيَارَةِ يَوْمَ النَّحْرِ

129۔ باب: نحر کے دن طواف زیارہ کرنا

وَقَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ: أَخَّرَ النَّبِيُّ ﷺ الزِّيَارَةَ إِلَى اللَّيْلِ.

اور ابو الزبیر نے عائشہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے طواف زیارہ رات تک مؤخر کر دیا۔

وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي حَسَّانَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَزُورُ الْبَيْتَ أَيَّامَ مِنًى.

اور ابو حسان سے ذکر کیا جاتا ہے کہ انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی ﷺ منیٰ کے دنوں میں بیت اللہ کا طواف زیارہ کیا کرتے تھے۔

١٧٣٢۔ وَقَالَ لَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّهُ طَافَ طَوَافًا وَاحِدًا، ثُمَّ يَقِيلُ، ثُمَّ يَأْتِي مِنًى، يَعْنِي: يَوْمَ النَّحْرِ.

1732۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک ہی طواف کیا، پھر وہ دوپہر کو آرام کرتے پھر منیٰ آتے۔ یہ یوم نحر کی بات ہے۔

وَرَفَعَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ.

[أخرجه مسلم: ١٣٠٨، بنحوه مرفوعا]

اور اسے عبدالرزاق نے عبیداللہ سے بیان کرتے ہوئے مرفوع بیان کیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

١٧٣٣۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنِ الْأَعْرَجِ، قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : حَجَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَأَفَضْنَا يَوْمَ النَّحْرِ، فَحَاضَتْ صَفِيَّةُ، فَأَرَادَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْهَا مَا يُرِيدُ الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِهِ، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! إِنَّهَا حَائِضٌ ! قَالَ : «حَابِسَتُنَا هِيَ ؟» قَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! أَفَاضَتْ يَوْمَ النَّحْرِ، قَالَ : «اخْرُجُوا»

وَ يُذْكَرُ عَنِ الْقَاسِمِ وَعُرْوَةَ وَالْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، أَفَاضَتْ صَفِيَّةُ يَوْمَ النَّحْرِ .

[راجع : ٢٩٤۔ أخرجه مسلم : ١٢١١ باختلاف، وهو في الحج : ٣٨٢]

1733۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم نے نبی ﷺ کے ہمراہ حج کیا، پھر ہم نے یوم نحر کو طواف افاضہ کیا، پھر صفیہ رضی اللہ عنہا کو حیض آ گیا، تو نبی ﷺ نے ان سے اس چیز کا ارادہ کیا جو مرد اپنی بیوی سے چاہتا ہے۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! وہ تو حائضہ ہے۔ آپ نے فرمایا: ”کیا وہ ہمیں روکنے والی ہے؟“ تو ساتھ والوں نے بتایا کہ اے اللہ کے رسول! اس نے یوم النحر کو طواف افاضہ کر لیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”چلو۔“

اور قاسم، عروہ اور اسود سے ذکر کیا جاتا ہے، انھوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا کہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے یوم نحر کو طواف افاضہ کیا۔

فوائد 1 یوم النحر کے طواف کو طوافِ زیارہ اور طوافِ افاضہ کہا جاتا ہے، اسی کا نام طوافِ رکن بھی ہے۔ یہ حج کا رکن ہے اور اس کے بغیر حج ادا نہیں ہوتا۔

2 امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں دو آثار تعلیقاً نقل کیے ہیں، پہلا یہ کہ ابو الزبیر نے عائشہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے طوافِ زیارہ رات تک مؤخر کیا۔ مگر یہ بات درست نہیں، کیونکہ آگے امام صاحب ابن عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہم کی جو احادیث لائے ہیں ان میں صراحت ہے کہ نبی ﷺ نے دن کے وقت طوافِ زیارہ کیا اور صفیہ رضی اللہ عنہا نے بھی نحر کے دن ہی طواف کیا۔ صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث جس میں آپ ﷺ کے حج کا بیان نہایت پختہ طریقے سے بیان کیا گیا ہے اس میں صاف ذکر ہے کہ آپ اپنی قربانی اور حلق کے بعد مکہ میں آئے اور طواف کیا اور ظہر کا وقت ہو گیا تو آپ نے ظہر کی نماز مکہ میں پڑھی، پھر نکل گئے۔ [مسلم : ١٢١٨] اور انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے عید کے دن ظہر منیٰ میں پڑھی۔ [مسلم : ١٣٠٨] ان دونوں روایتوں میں بظاہر تعارض ہے، کیونکہ ایک میں ہے کہ آپ نے ظہر مکہ میں پڑھی اور دوسری میں ہے کہ آپ نے ظہر منیٰ میں پڑھی، دونوں کے درمیان تطبیق یہ ہے کہ آپ نے پہلے ظہر مکہ میں پڑھی، پھر آپ منیٰ میں آئے تو آپ نے دیکھا کہ بعض صحابہ نے نماز نہیں پڑھی تھی تو آپ نے ان کو بھی نماز پڑھا دی۔

رہی وہ روایت جس میں ہے کہ آپ ﷺ نے رات کو طوافِ زیارہ کیا تو وہ شاذ ہے، صحیح نہیں، کیونکہ نبی ﷺ طوافِ زیارہ کے بعد دن رات منیٰ ہی میں رہے، مکہ اسی وقت آئے جب آپ تیرہ ذوالحجہ کو کنکریاں مار کر حج سے مکمل فارغ ہو گئے۔ پھر آپ نے منیٰ سے کوچ کیا اور رات کے آخر تک محصب میں ٹھہرے رہے، پھر وہاں سے چلے، طوافِ وداع کیا اور مدینہ کو

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

روانہ ہو گئے۔ اس لیے بخاری نے پہلی روایت ابو الزبیر سے تعلیقاً بیان کی ہے، اس کے علاوہ ابو الزبیر نے اسے ابن عباس اور عائشہ رضی اللہ عنہم سے "عن" کے لفظ سے بیان کیا ہے جب کہ ابو الزبیر مدلس تھے، ان کی روایت کو اس وقت تک متصل نہیں قرار دیا جا سکتا جب تک وہ " حَدَّثَنَا " یا " سَمِعْتُ " وغیرہ کی تصریح نہ کریں۔ اور بخاری نے جو کہا ہے کہ ابو حسان سے ذکر کیا جاتا ہے کہ انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ کے ایام میں بیت اللہ کی زیارت کیا کرتے تھے تو اس میں بخاری نے لفظ " يُذْكَرُ " استعمال کیا ہے جو عام طور پر حدیث کے ضعیف ہونے کی طرف اشارے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ امام بخاری نے اس کے ضعیف ہونے کے باوجود اسے یہاں اس لیے بیان کیا ہے کہ " يُذْكَرُ " کے لفظ کے ساتھ اس کا ضعف واضح کریں، تاکہ کوئی شخص اسے کسی اور کتاب میں پڑھے تو اسے صحیح نہ سمجھ لے۔ (ابن عثیمین)

١٣٠۔ بَابٌ: إِذَا رَمَى بَعْدَ مَا أَمْسَى أَوْ حَلَقَ قَبْلَ أَنْ يَذْبَحَ، نَاسِيًا أَوْ جَاهِلًا

130۔ باب: جب بھول کر یا ناواقف ہونے کی وجہ سے شام ہونے کے بعد رمی کرے یا قربانی کرنے سے پہلے سر منڈوائے

١٧٣٤۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قِيلَ لَهُ فِي الذَّبْحِ، وَالْحَلْقِ وَالرَّمْيِ وَالتَّقْدِيمِ وَالتَّأْخِيرِ، فَقَالَ: «لَا حَرَجَ» [راجع: ٨٤۔ أخرجه مسلم: ١٣٠٧]

1734۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذبح، حلق اور رمی اور (ان میں) تقدیم و تاخیر سے متعلق پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کوئی حرج نہیں۔"

١٧٣٥۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُسْأَلُ يَوْمَ النَّحْرِ بِمِنًى فَيَقُولُ: «لَا حَرَجَ» فَسَأَلَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ، قَالَ: «اذْبَحْ وَلَا حَرَجَ» وَقَالَ: رَمَيْتُ بَعْدَ مَا أَمْسَيْتُ، فَقَالَ: «لَا حَرَجَ» [راجع: ٨٤]

1735۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قربانی کے دن منیٰ میں سوال کیا جاتا تو آپ فرماتے تھے: "کوئی حرج نہیں۔" چنانچہ ایک آدمی نے آپ سے سوال کیا: میں نے ذبح کرنے سے پہلے سر منڈوا دیا۔ آپ نے فرمایا: "ذبح کر لو، کوئی حرج نہیں۔" اور اس نے کہا: میں نے شام ہونے کے بعد کنکریاں ماری ہیں۔ آپ نے فرمایا: "کوئی حرج نہیں۔"

فائدہ: ان دونوں حدیثوں میں " نَاسِيًا أَوْ جَاهِلًا " (بھول کر یا ناواقفی سے) کا لفظ نہیں ہے، لیکن بخاری نے باب کے عنوان میں یہ دونوں قیدیں اس لفظ کی طرف اشارہ کرنے کے لیے ذکر کی ہیں جو اسی حدیث کی دوسری سندوں کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساتھ آیا ہے اور وہ یہ ہے کہ سائل نے کہا: «لَمْ أَشْعُرْ» یعنی مجھے پتا نہیں چلا تو میں نے اس طرح کر لیا۔ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے، بعض نے تو یہ کہا کہ وہ صرف اس وقت معذور ہے جب بھول کر یا لاعلمی سے کرے اور انھوں نے ان تمام احادیث کے ساتھ بھی یہ قید لگا دی ہے جن میں یہ قید موجود نہیں۔ لیکن یہ بات بہت ہی کمزور ہے، کیونکہ سائل کا یہ کہنا کہ مجھے پتا نہیں چلا اس میں وہ اپنی حالت بیان کر رہا ہے، جب کہ آپ ﷺ کا فرمان "لَا حَرَجَ" عام ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے صرف یہ فرمایا کہ کوئی حرج نہیں، یہ نہیں فرمایا کہ آئندہ ایسا نہ کرنا، جیسا کہ ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کے قصہ میں ہے جب انھوں نے صف میں ملنے سے پہلے رکوع کر لیا تو نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: «زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا وَلَا تَعُدْ» "اللہ تمھاری حرص زیادہ کرے مگر آئندہ اس طرح نہ کرنا۔" اس لیے درست بات جس میں کوئی شک نہیں یہی ہے کہ آدمی ان اعمال کو آگے پیچھے کر دے خواہ وہ بھول کر یا لاعلمی سے کرے، خواہ جانتے ہوئے اور یاد ہوتے ہوئے کرے اس میں کوئی حرج نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ آسانی ہے جس پر ہم اس کی حمد اور اس کا شکر ادا کرتے ہیں۔ (ابن عثیمین)

۱۳۱۔ بَابُ الْفُتْيَا عَلَى الدَّابَّةِ عِنْدَ الْجَمْرَةِ

131۔ باب: جانور پر سوار رہ کر جمرہ کے پاس فتویٰ دینا

۱۷۳٦۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ وَقَفَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَجَعَلُوا يَسْأَلُونَهُ فَقَالَ رَجُلٌ: لَمْ أَشْعُرْ فَحَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ، قَالَ: «اذْبَحْ وَلَا حَرَجَ» فَجَاءَ آخَرُ فَقَالَ: لَمْ أَشْعُرْ فَنَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ، قَالَ: «ارْمِ وَلَا حَرَجَ» فَمَا سُئِلَ يَوْمَئِذٍ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ وَلَا أُخِّرَ إِلَّا قَالَ: «افْعَلْ وَلَا حَرَجَ» [راجع: ۸۳۔ أخرجه مسلم: ۱۳۰٦]

1736۔ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے دن (جمرہ کے پاس) ٹھہر گئے تو لوگ آپ سے سوال کرنے لگے، چنانچہ ایک آدمی نے کہا: مجھے پتا نہیں چلا تو میں نے جانور ذبح کرنے سے پہلے سر منڈا لیا۔ آپ نے فرمایا: "ذبح کر لو اور کوئی حرج نہیں۔" ایک اور آیا اور اس نے کہا: مجھے معلوم نہیں ہوا تو میں نے رمی سے پہلے نحر کر لیا ہے۔ آپ نے فرمایا: "رمی کر لو اور کوئی حرج نہیں۔" غرض اس دن آپ سے جس چیز کے متعلق بھی پوچھا گیا جو پہلے کر دی گئی ہو یا پیچھے آپ نے یہی فرمایا: "کر لو اور کوئی حرج نہیں۔"

۱۷۳۷۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ، عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ

1737۔ عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ وہ اس وقت حاضر تھے جب نبی ﷺ قربانی کے دن خطبہ دے رہے تھے، ایک آدمی آپ کے سامنے کھڑا ہوا، اس نے کہا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ: أَنَّهُ شَهِدَ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ يَوْمَ النَّحْرِ، فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ: كُنْتُ أَحْسِبُ أَنَّ كَذَا قَبْلَ كَذَا، ثُمَّ قَامَ آخَرُ فَقَالَ: كُنْتُ أَحْسِبُ أَنَّ كَذَا قَبْلَ كَذَا، حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَنْحَرَ، نَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ، وَأَشْبَاهَ ذَلِكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «افْعَلْ وَلَا حَرَجَ» لَهُنَّ كُلِّهِنَّ، فَمَا سُئِلَ يَوْمَئِذٍ عَنْ شَيْءٍ إِلَّا قَالَ: «افْعَلْ وَلَا حَرَجَ» [راجع: ٨٣- أخرجه مسلم: ١٣٠٦]

میں یہ سمجھتا تھا کہ یہ کام فلاں کام سے پہلے ہے، پھر ایک اور کھڑا ہوا، اس نے کہا: میں سمجھتا تھا کہ فلاں کام فلاں سے پہلے ہے، تو میں نے نحر کرنے سے پہلے سر منڈوا لیا، میں نے رمی سے پہلے نحر کر لیا اور اس جیسے سوال کیے تو نبی ﷺ نے ان سب کے متعلق فرمایا: ''کر لو اور کوئی حرج نہیں۔'' چنانچہ اس دن جس کام کے متعلق بھی آپ سے پوچھا گیا آپ نے فرمایا: ''کر لو اور کوئی حرج نہیں۔''

١٧٣٨- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، حَدَّثَنِي عِيسَى بْنُ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ، أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: وَقَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى نَاقَتِهِ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ.

1738۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی اونٹنی پر ٹھہرے۔ آگے ساری حدیث بیان کی۔

تَابَعَهُ مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ. [راجع: ٨٣- أخرجه مسلم: ١٣٠٦]

معمر نے زہری سے اس کی متابعت کی ہے۔

فائدہ: ان احادیث کی شرح (۸۳،۸۴) میں گزر چکی ہے۔

١٣٢- بَابُ الْخُطْبَةِ أَيَّامَ مِنًى

132۔ باب: منیٰ کے دنوں میں خطبہ

١٧٣٩- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنِي يَحْيَى ابْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ غَزْوَانَ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَطَبَ النَّاسَ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ! أَيُّ يَوْمٍ هَذَا؟» قَالُوا: يَوْمٌ حَرَامٌ، قَالَ: «فَأَيُّ بَلَدٍ هَذَا؟» قَالُوا: بَلَدٌ حَرَامٌ، قَالَ:

1739۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے دن خطبہ دیا تو آپ نے فرمایا: ''لوگو! یہ کون سا دن ہے؟'' انھوں نے کہا: حرمت والا دن ہے۔ آپ نے فرمایا: ''تو یہ کون سا شہر ہے؟'' انھوں نے کہا: حرمت والا شہر ہے۔ آپ نے فرمایا: ''پھر یہ کون سا مہینا ہے؟'' انھوں نے کہا: حرمت والا مہینا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

«فَإِنَّ» «فَأَيُّ شَهْرٍ هٰذَا؟» قَالُوا: شَهْرٌ حَرَامٌ، قَالَ: «فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا، فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا، فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا» فَأَعَادَهَا مِرَارًا، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ: «اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ؟ اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ؟» قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! إِنَّهَا لَوَصِيَّتُهُ إِلَى أُمَّتِهِ: «فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا، يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ» [انظر: ٧٠٧٩]

تمھارے خون اور تمھارے مال اور تمھاری عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمھارے اس دن کی حرمت تمھارے اس شہر میں، اس مہینے میں ہے۔" پھر آپ نے یہ بات کئی بار دہرائی، پھر آپ نے اپنا سر اٹھایا اور کہا: "اے اللہ! کیا میں نے پہنچا دیا؟ اے اللہ! کیا میں نے پہنچا دیا؟" ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: تو قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یقیناً یہ آپ ﷺ کی اپنی امت کو وصیت ہے: "سو جو موجود ہے وہ غائب کو پہنچا دے، میرے بعد دوبارہ کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں اتارنے لگ جاؤ۔"

١٧٤٠۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ بِعَرَفَاتٍ.

1740۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو سنا آپ عرفات میں خطبہ دے رہے تھے۔

تَابَعَهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو. [انظر: ١٨٤١، ١٨٤٣، ٥٨٠٤، ٥٨٥٣۔ أخرجه مسلم: ١١٧٨ مطولًا]

شعبہ کے ساتھ ابن عیینہ نے بھی اس حدیث کو عمرو سے روایت کیا ہے۔

فوائد: 1 اس حدیث کے بعض فوائد کے لیے دیکھیے حدیث (۱۲۱)۔ ذوالحجہ کے چھ دنوں کے یہ نام رکھے گئے ہیں: آٹھواں دن یوم الترویہ، نواں یوم عرفہ، دسواں یوم النحر، گیارھواں یوم القر، بارھواں یوم النفر الاول اور تیرھواں یوم النفر الثانی۔ (فتح الباری) بعض احادیث میں "یوم الرؤوس" کا بھی ذکر ہے، یہ ایام تشریق کے درمیان کا دن ہے، اس دن وہ جانوروں کی سریاں پکا کر کھاتے تھے۔

2 "تمھارے خون تم پر حرام ہیں......": ان تینوں جملوں میں حرام سے پہلے کچھ الفاظ محذوف ہیں جو خود بخود سمجھ میں آ رہے ہیں، یعنی تمھارا آپس میں ایک دوسرے کے خون بہانا تم پر حرام ہے، تمھارا ایک دوسرے کا مال ناحق لینا تم پر حرام ہے، تمھارا ایک دوسرے کی عزتیں برباد کرنا تم پر حرام ہے۔

3 اس حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ کے پوچھنے پر صحابہ نے جواب دیا کہ یہ حرمت والا دن ہے، حرمت والا مہینا اور حرمت والا شہر ہے، جب کہ اگلی حدیث میں ہے کہ انھوں نے کہا: "اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهُ أَعْلَمُ" تو تطبیق کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ

www.KitaboSunnat.com
" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چونکہ مجمع بہت بڑا تھا، اس لیے بعض صحابہ نے پہلی حدیث والا جواب دیا، بعض نے دوسری حدیث والا۔ ایک اور بہت اچھی تطبیق یہ ہے کہ پہلی حدیث میں صحابی نے اختصار کر دیا ہے۔

١٧٤١- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ، حَدَّثَنَا قُرَّةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، وَرَجُلٌ أَفْضَلُ فِي نَفْسِي مِنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ: حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: خَطَبَنَا النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ، قَالَ: «أَتَدْرُونَ أَيُّ يَوْمٍ هَذَا؟» قُلْنَا: اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، فَسَكَتَ، حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، قَالَ: «أَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ؟» قُلْنَا: بَلَى! قَالَ: «أَيُّ شَهْرٍ هَذَا؟» قُلْنَا: اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، فَقَالَ: «أَلَيْسَ ذُو الْحَجَّةِ؟» قُلْنَا: بَلَى! قَالَ: «أَيُّ بَلَدٍ هَذَا؟» قُلْنَا: اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، قَالَ: «أَلَيْسَتْ بِالْبَلْدَةِ الْحَرَامِ؟» قُلْنَا: بَلَى! قَالَ «فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا إِلَى يَوْمِ تَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ، أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟» قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: «اللّٰهُمَّ اشْهَدْ، فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ، فَلَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا، يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ» [راجع: ٦٧- أخرجه مسلم: ١٦٧٩]

1741- ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ نے قربانی کے دن ہمیں خطبہ دیا، آپ نے فرمایا: ”کیا تم جانتے ہو یہ کون سا دن ہے؟“ ہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں۔ آپ خاموش ہو گئے، یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ اس کے نام کے سوا اس کا کوئی اور نام رکھ دیں گے، آپ نے فرمایا: ”کیا یہ یوم النحر نہیں ہے؟“ ہم نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: ”یہ مہینا کون سا ہے؟“ ہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں۔ آپ خاموش ہو گئے، یہاں تک ہم نے گمان کیا کہ آپ اس کے نام کے سوا اس کا کوئی اور نام رکھ دیں گے۔ آپ نے فرمایا: ”کیا یہ ذوالحجہ نہیں ہے؟“ ہم نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: ”یہ شہر کون سا ہے؟“ ہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں۔ آپ خاموش ہو گئے، یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ اس کے نام کے سوا اس کا کوئی اور نام رکھ دیں گے۔ آپ نے فرمایا: ”کیا یہ بلدِ حرام نہیں ہے؟“ ہم نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: ”تو تمھارے خون اور تمھارے مال اور تمھاری عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمھارے اس دن کی حرمت ہے تمھارے اس مہینے میں، تمھارے اس شہر میں اُس دن تک جب تم اپنے رب سے ملو گے۔ سنو! کیا میں نے پہنچا دیا۔“ لوگوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: ”اے اللہ! گواہ ہو جا، اب جو

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

موجود ہے وہ اسے پہنچا دے جو غائب ہے، کیونکہ بہت سے
لوگ جنھیں بات پہنچائی جائے سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے
والے ہوتے ہیں، سو میرے بعد دوبارہ کافر نہ بن جانا کہ
ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگ جاؤ۔"

فوائد 1 اس حدیث کے بعض فوائد کے لیے دیکھیے حدیث (۶۷)۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے باب باندھا ہے: "منیٰ کے ایام میں خطبہ دینا۔" منیٰ کے ایام چار ہیں، پہلا "یوم النحر" اور تین دن اس کے بعد۔ اس کے بعد جو احادیث لائے ہیں ان میں ہے کہ آپ نے یوم النحر کو خطبہ دیا، البتہ ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے عرفات میں خطبہ دیا۔ بظاہر اس کا باب سے کوئی تعلق نہیں مگر اس کا بھی باب سے تعلق ہے۔ دراصل بعض لوگ کہتے ہیں کہ جس طرح آپ نے عرفات میں خطبہ دیا تھا منیٰ میں آپ نے کوئی خطبہ نہیں دیا، جہاں کہیں منیٰ میں خطبہ دینے کا ذکر ہے اس کا مطلب صرف مسائل بتانا اور دین کی تعلیم دینا ہے، باقاعدہ خطبہ دینا نہیں۔ امام بخاری اس کا رد کر رہے ہیں کہ جب ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو سنا کہ آپ عرفات میں خطبہ دے رہے تھے تو عرفات میں خطبہ کو مسنون قرار دیا گیا اور جب انھی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ آپ نے یوم النحر کو خطبہ دیا تو اس دن آپ کے خطبے کا انکار کر دیا گیا اور کہا گیا کہ یوم النحر میں خطبے کا مطلب تعلیم و تلقین دین ہے۔ یہ تو قسمت فیزی ہوئی، اس لیے ماننا پڑے گا کہ آپ ﷺ نے یوم النحر میں بھی خطبہ دیا تھا۔

2 باب میں ہے "ایام منیٰ میں خطبہ دینا" اور احادیث میں صرف یوم النحر کو خطبہ دینے کا ذکر ہے، اس سے امام بخاری کا مطلب یا تو یہ ہے کہ کسی حدیث میں اگر ایام منیٰ میں خطبے کا ذکر ہے تو اس سے مراد یوم النحر کو خطبہ دینا ہے، یا یہ کہ انھوں نے ان احادیث کی طرف اشارہ کیا ہے جن میں یوم نحر کے سوا دوسرے دنوں میں بھی خطبے کا ذکر ہے۔ حافظ رحمہ اللہ نے اس مطلب کی جن احادیث کا ذکر کیا ہے ان میں سے چند صحیح احادیث یہ ہیں: « عَنْ رَجُلَيْنِ مِنْ بَنِيْ بَكْرٍ قَالَا : رَأَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ بَيْنَ أَوْسَطِ أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ، وَنَحْنُ عِنْدَ رَاحِلَتِهِ وَهِيَ خُطْبَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِيْ خَطَبَ بِمِنًى » [أبو داود : ۱۹۵۲] "بنو بکر کے دو آدمیوں سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو ایام تشریق کے درمیان والے دن میں خطبہ دیتے ہوئے دیکھا، اس وقت ہم آپ کی اونٹنی کے پاس تھے۔ آپ کا یہ خطبہ وہی تھا جو آپ نے منیٰ میں دیا تھا۔" اور مسند احمد (۲۳۴۸۹) میں ہے کہ ابونضرہ نے کہا: « حَدَّثَنِيْ مَنْ سَمِعَ خُطْبَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ وَسَطِ أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ » "مجھے اس شخص نے بیان کیا جس نے رسول اللہ ﷺ کا خطبہ اوسط ایام تشریق میں سنا۔" آگے خطبے کا ذکر کیا ہے۔ ان تمام احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منیٰ میں یوم النحر کو بھی خطبہ دیا، پھر ایام تشریق کے درمیانے دن ۱۲ ذوالحجہ کو بھی خطبہ دیا۔ ان خطبوں کا انکار اور صرف یوم عرفہ کے خطبے پر اصرار درست نہیں ہے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا واحد حج تھا جو مدینہ جانے کے بعد آپ نے کیا اور یہی آپ کا آخری حج تھا، اس لیے آپ نے اس کے دوران لوگوں کے اجتماع کے ہر موقع پر انھیں اپنی آخری بات پہنچانے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی کوشش فرمائی۔

١٧٤٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ بِمِنًى : «أَتَدْرُونَ أَيُّ يَوْمٍ هَذَا؟» قَالُوا : اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، فَقَالَ : «فَإِنَّ هَذَا يَوْمٌ حَرَامٌ، أَفَتَدْرُونَ أَيُّ بَلَدٍ هَذَا؟» قَالُوا : اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ : «بَلَدٌ حَرَامٌ، أَفَتَدْرُونَ أَيُّ شَهْرٍ هَذَا؟» قَالُوا : اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ : «شَهْرٌ حَرَامٌ» قَالَ : «فَإِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَاءَكُمْ، وَأَمْوَالَكُمْ، وَأَعْرَاضَكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا»

1742۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے منیٰ میں فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون سا دن ہے؟'' لوگوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''یہ حرمت والا دن ہے، تو کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون سا شہر ہے؟'' لوگوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''حرمت والا شہر ہے، تو کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون سا مہینا ہے؟'' لوگوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''حرمت والا مہینا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''تو اللہ نے تمھارے خون اور تمھارے اموال اور تمھاری عزتیں تم پر اسی طرح حرام کر دی ہیں جس طرح تمھارے اس دن کی حرمت تمھارے اس مہینے میں، تمھارے اس شہر میں ہے۔''

وَقَالَ هِشَامُ بْنُ الْغَازِ : أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، وَقَفَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ بَيْنَ الْجَمَرَاتِ فِي الْحَجَّةِ الَّتِي حَجَّ بِهَذَا، وَقَالَ : «هَذَا يَوْمُ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ» فَطَفِقَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ : «اللَّهُمَّ اشْهَدْ» وَوَدَّعَ النَّاسَ، فَقَالُوا : هَذِهِ حَجَّةُ الْوَدَاعِ . [انظر : ٤٤٠٣، ٦٠٤٣، ٦١٦٦، ٦٧٨٥، ٦٨٦٨، ٧٠٧٧، وانظر في العلم، باب : ٣٠۔ أخرجه مسلم : ٦٦، بقطعة ليست في هذه الطريق]

اور ہشام بن الغاز نے کہا: مجھے نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے خبر دی کہ نبی ﷺ اس حج کے دوران جو آپ نے کیا نحر کے دن جمرات کے درمیان کھڑے ہوئے، آگے یہی حدیث بیان کی اور فرمایا: ''یہ حج اکبر کا دن ہے۔'' پھر نبی ﷺ یہ کہنے لگے: ''اے اللہ! گواہ ہو جا۔'' اور آپ نے لوگوں کو الوداع کیا، اس لیے لوگوں نے اسے ''حجۃ الوداع'' کہہ دیا۔

فائدہ: اس حدیث سے ''یوم النحر'' میں خطبے کا مقام بھی معلوم ہو گیا کہ آپ ﷺ نے اس دن یہ خطبہ جمرات کے درمیان دیا تھا، کیونکہ اس دن تمام حاجی اسی طرف آ رہے تھے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ حج اکبر کا دن قربانی کا دن ہے، اسے حج اکبر اس لیے کہا گیا کہ لوگ عمرے کو حج اصغر کہتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عوام میں جو مشہور ہے کہ حج اکبر اس حج کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہتے ہیں جو جمعہ کے دن آئے ان کی بات درست نہیں۔ دیکھیے بندہ کی تفسیر القرآن الکریم، سورۃ التوبہ، آیت (۳) کی تفسیر۔

۱۳۳- بَابٌ : هَلْ يَبِيتُ أَصْحَابُ السِّقَايَةِ أَوْ غَيْرُهُمْ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى؟

133- باب: کیا (حاجیوں کو) پانی پلانے والے اور دوسری خدمات والے منیٰ کی راتیں مکہ میں گزار سکتے ہیں؟

۱۷٤٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مَيْمُونٍ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، رَخَّصَ النَّبِيُّ ﷺ.
[راجع : ١٦٣٤- أخرجه مسلم : ١٣١٥ مطولاً]

1743- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے رخصت دی۔

۱۷٤٤- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ بَكْرٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَذِنَ . [راجع : ١٦٣٤- أخرجه مسلم : ١٣١٥]

1744- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے اجازت دی۔

۱۷٤٥- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ قَالَ : حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ الْعَبَّاسَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ اسْتَأْذَنَ النَّبِيَّ ﷺ لِيَبِيتَ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى مِنْ أَجْلِ سِقَايَتِهِ، فَأَذِنَ لَهُ .

1745- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے پانی پلانے کی ذمہ داری کی وجہ سے نبی ﷺ سے اجازت مانگی کہ وہ منیٰ کی راتیں مکہ میں گزار لیں تو آپ نے انھیں اجازت دے دی۔

تَابَعَهُ أَبُو أُسَامَةَ وَعُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ وَأَبُو ضَمْرَةَ .
[راجع : ١٦٣٤- أخرجه مسلم : ١٣١٥]

ابو اسامہ اور عقبہ بن خالد اور ابو ضمرہ نے ابن نمیر کی متابعت کی۔

فائدہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حاجیوں کے لیے گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کی راتیں منیٰ میں گزارنا واجب ہے، کیونکہ رخصت اسی چیز سے دی جاتی ہے جو عزیمت ہو۔ ان راتوں کے دن بھی منیٰ میں کھانے پینے اور اللہ کے ذکر اور دعا میں گزارے جاتے ہیں اور روزانہ ظہر کے بعد تینوں جمروں کو کنکر مارے جاتے ہیں۔ عباس رضی اللہ عنہ کے پاس مکہ میں حاجیوں کو پانی پلانے کی ذمہ داری تھی اس لیے انھوں نے آپ سے منیٰ میں رات نہ گزارنے کی اجازت مانگی تو آپ نے اجازت دے دی۔ ابوداؤد (۱۹۷۵) اور دوسری کتب سنن میں ہے: « أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لِرِعَاءِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الإِبِلِ فِي الْبَيْتُوتَةِ » ''رسول اللہ ﷺ نے اونٹ چرانے والوں کو (منیٰ سے باہر) رات گزارنے کی چھٹی دے دی۔''
معلوم ہوا اونٹ چرانے والوں کو بھی یہ رخصت دی گئی ہے۔ صحیح بخاری کی اس حدیث میں حاجیوں کو پانی پلانے والوں کے لیے منیٰ میں رات گزارنے سے رخصت کا ذکر ہے۔ امام بخاری نے باب میں ان کے سوا اور لوگوں کے لیے بھی منیٰ کی بجائے مکہ میں رات گزارنے کی اجازت کا ذکر فرمایا، ان اور لوگوں سے مراد وہ ہیں جن پر حاجیوں کی خدمت کی کوئی ذمہ داری یا کوئی عذر ہو، مثلاً ٹریفک پولیس، مکہ اور گردونواح میں بجلی وغیرہ کے ذمہ دار، حاجیوں کی کسی بھی خدمت کے ذمہ دار مثلاً ڈاکٹر اور ان کا عملہ، مریض اور ان کی دیکھ بھال کرنے والے، غرض حاجیوں کے امور سے تعلق رکھنے والے لوگ سب اس میں شامل ہیں۔ ایک بات اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ راتیں منیٰ میں گزارنا جس قدر بھی ضروری ہو حج کا رکن نہیں کہ اس کے بغیر حج نہ ہوتا ہو، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو کسی بھی حج کرنے والے کو اس سے چھٹی ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہونا تھا، مثلاً وقوفِ عرفات یا بیت اللہ اور صفا و مروہ کا طواف ان کی چھٹی کسی کو بھی نہیں مل سکتی، کیونکہ یہ ارکانِ حج ہیں۔ بہت سے لوگ یہ راتیں منیٰ میں نہ گزارنے والوں پر دم (قربانی) واجب قرار دیتے ہیں مگر یہ بات کتاب و سنت سے ثابت نہیں، ہاں اپنی کوتاہی پر زیادہ سے زیادہ استغفار کرنا چاہیے۔

١٣٤۔ بَابُ رَمْيِ الْجِمَارِ

134۔ باب: جمرات کو کنکریاں مارنا

وَقَالَ جَابِرٌ : رَمَى النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ ضُحًى، وَرَمَى بَعْدَ ذٰلِكَ بَعْدَ الزَّوَالِ .

اور جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی ﷺ نے ''یوم النحر'' کو چاشت کے وقت کنکریاں ماریں اور اس کے بعد سورج ڈھلنے کے بعد کنکریاں ماریں۔

١٧٤٦۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، عَنْ وَبَرَةَ قَالَ : سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : مَتَى أَرْمِي الْجِمَارَ؟ قَالَ : إِذَا رَمَى إِمَامُكَ فَارْمِهْ، فَأَعَدْتُ عَلَيْهِ الْمَسْأَلَةَ، قَالَ : كُنَّا نَتَحَيَّنُ فَإِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ رَمَيْنَا .

1746۔ وبرہ سے روایت ہے کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: میں جمرات کو کنکریاں کب ماروں؟ انھوں نے کہا: جب تمھارا امام مارے تو تم مارو۔ میں نے ان سے دوبارہ سوال کیا تو انھوں نے کہا: ہم وقت کا خیال رکھتے تھے، جب سورج ڈھل جاتا اس وقت ہم کنکریاں مارتے تھے۔

فوائد: 1 وبرہ بن عبدالرحمن المُسلی کوفی ثقہ تابعی ہیں۔
2 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگرچہ مسنون عمل وہی ہے جو ابن عمر اور جابر رضی اللہ عنہم نے ذکر کیا مگر ابن عمر رضی اللہ عنہما کے کہنے کے مطابق انتظامی مجبوریوں کی وجہ سے امیرِ حج جو حکم کرے اس کی حکم عدولی نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ اضطرار کے احکام عام حالات سے مختلف ہوتے ہیں اور موقع پر اس کا فیصلہ امیر ہی نے کرنا ہوتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

١٣٥- بَابُ رَمْيِ الْجِمَارِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي

١٧٤٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: رَمَى عَبْدُ اللَّهِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي، فَقُلْتُ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ! إِنَّ نَاسًا يَرْمُونَهَا مِنْ فَوْقِهَا؟ فَقَالَ: وَالَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ! هَذَا مَقَامُ الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ ﷺ.

وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ بِهَذَا. [انظر: ١٧٤٨، ١٧٤٩، ١٧٥٠- أخرجه مسلم: ١٢٩٦]

135- باب: جمرات کو وادی کے نچلے حصے سے کنکریاں مارنا

1747- عبدالرحمن بن یزید سے روایت ہے، انھوں نے کہا: عبداللہ رضی اللہ عنہ نے وادی کی نیچی جگہ سے کنکریاں ماریں تو میں نے کہا: ابو عبدالرحمن! کچھ لوگ تو اسے اس کے اوپر سے کنکریاں مارتے ہیں؟ انھوں نے کہا: قسم ہے اس اللہ کی جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں! یہ اس شخص ﷺ کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے جس پر سورۃ البقرہ نازل کی گئی۔

اور عبداللہ بن ولید نے کہا کہ ہمیں سفیان نے اعمش سے یہی حدیث بیان کی۔

فائدہ: یہ اس وقت کی بات ہے جب جمرات اصل شکل میں تھے، اس وقت بھی ہر شخص کے لیے عین اس جگہ کھڑے ہو کر کنکریاں مارنا ضروری نہ تھا جہاں کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ نے کنکریاں ماری تھیں، نہ ہی سب لوگوں کا اس جگہ کھڑے ہو کر کنکریاں مارنا ممکن تھا، اس لیے اوپر یا نیچے جہاں سے بھی ممکن ہوتا حاجی حضرات کنکریاں مارتے تھے، پھر آمد و رفت کے جدید ذرائع کی وجہ سے حاجیوں کی وہ کثرت ہو گئی کہ جمرات کی جگہ کو بہت زیادہ وسیع کرنے کے باوجود جمرات کو کنکریاں مارنا حج کا سب سے مشکل عمل بن گیا، حتیٰ کہ ہجوم کی وجہ سے اموات ہونے لگیں۔ اب سعودی حکومت نے جگہ بہت وسیع کر کے جمرات کو کئی منزلہ بنا دیا ہے اور حاجیوں کے آنے اور جمرات کو کنکریاں مار کر جانے کے راستے الگ الگ کر دیے ہیں، جس کے نتیجے میں پچیس تیس لاکھ حاجی صاحبان نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ جمرات کو کنکریاں مار کر اپنے اپنے ٹھکانے کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں اور اللہ کے فضل سے حوادث سے بھی محفوظ رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سعودی حکومت کو اس کی بہترین جزا عطا فرمائے۔

١٣٦- بَابُ رَمْيِ الْجِمَارِ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ

ذَكَرَهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ١٧٥١]

136- باب: جمروں کو سات کنکریاں مارنا

اسے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ سے ذکر کیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

١٧٤٨- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّهُ انْتَهَى إِلَى الْجَمْرَةِ الْكُبْرَى جَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَسَارِهِ وَمِنًى عَنْ يَمِينِهِ، وَرَمَى بِسَبْعٍ، وَقَالَ: هَكَذَا رَمَى الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ ﷺ. [راجع: ١٧٤٧- أخرجه مسلم: ١٢٩٦]

1748۔ عبدالرحمٰن بن یزید سے روایت ہے کہ عبداللہ ؓ جمرۂ کبریٰ کے پاس پہنچے تو بیت اللہ کو اپنی بائیں طرف اور منیٰ کو اپنی دائیں طرف کر کے سات کنکریاں ماریں اور کہا: اس شخص ﷺ نے اسی طرح کنکریاں ماری تھیں جس پر سورۃ البقرۃ نازل کی گئی۔

١٣٧- بَابُ مَنْ رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ فَجَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَسَارِهِ

137۔ باب: جو جمرۂ عقبہ کو کنکریاں مارتے ہوئے بیت اللہ کو اپنی بائیں جانب رکھے

١٧٤٩- حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا الْحَكَمُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ: أَنَّهُ حَجَّ مَعَ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَرَآهُ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الْكُبْرَى بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، فَجَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَسَارِهِ وَمِنًى عَنْ يَمِينِهِ، ثُمَّ قَالَ: هَذَا مَقَامُ الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ. [راجع: ١٧٤٧- أخرجه مسلم: ١٢٩٦]

1749۔ عبدالرحمٰن بن یزید سے روایت ہے کہ انھوں نے ابن مسعود ؓ کے ہمراہ حج کیا تو انھیں دیکھا کہ وہ جمرۂ کبریٰ کو سات کنکریاں مار رہے تھے، چنانچہ انھوں نے بیت اللہ کو اپنی بائیں طرف اور منیٰ کو اپنی دائیں طرف رکھا، پھر کہا: یہ اس شخص کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے جس پر سورۃ البقرۃ نازل کی گئی۔

فوائد: 1 امام بخاری ؒ نے پہلے باب کے عنوان میں ابن عمر ؓ کا سات کنکریوں والا جو اثر تعلیقاً ذکر کیا ہے ''متصل سند کے ساتھ حدیث (١٧٥١) میں آ رہا ہے۔ ابن عمر اور ابن مسعود ؓ کی احادیث سے ان لوگوں کا رد مقصود ہے جو سات کنکریوں سے کم مارنے کو بھی جائز قرار دیتے ہیں۔
2 ابن مسعود ؓ نے رسول اللہ ﷺ پر سورۃ البقرۃ نازل ہونے کا ذکر اس لیے کیا کہ اس سورت میں حج کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔

١٣٨- بَابٌ: يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ

138۔ باب: ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہے

١٧٥٠- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا

1750۔ اعمش سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْأَعْمَشُ، قَالَ : سَمِعْتُ الْحَجَّاجَ، يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ : السُّورَةُ الَّتِي يُذْكَرُ فِيهَا الْبَقَرَةُ، وَالسُّورَةُ الَّتِي يُذْكَرُ فِيهَا آلُ عِمْرَانَ، وَالسُّورَةُ الَّتِي يُذْكَرُ فِيهَا النِّسَاءُ، قَالَ : فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِإِبْرَاهِيمَ فَقَالَ : حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ يَزِيدَ : أَنَّهُ كَانَ مَعَ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حِينَ رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ، فَاسْتَبْطَنَ الْوَادِيَ حَتّٰى إِذَا حَاذَى بِالشَّجَرَةِ اعْتَرَضَهَا، فَرَمٰى بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ، ثُمَّ قَالَ : مِنْ هَاهُنَا وَالَّذِي لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ ! قَامَ الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ ﷺ . [راجع : ١٧٤٧ـ أخرجه مسلم : ١٢٩٦، بتقديم النساء على آل عمران]

حجاج کو سنا وہ منبر پر کہہ رہے تھے: وہ سورت جس میں بقرہ کا ذکر ہے، وہ سورت جس میں آل عمران کا ذکر ہے اور وہ سورت جس میں نساء کا ذکر ہے۔ تو میں نے اس کا ذکر ابراہیم سے کیا، انھوں نے کہا: مجھے عبدالرحمٰن بن یزید نے بیان کیا کہ وہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے جب انھوں نے جمرۂ عقبہ کو کنکریاں ماریں۔ چنانچہ وہ وادی کے نیچے حصے میں کھڑے ہوئے، یہاں تک کہ جب وہ درخت کے برابر پہنچے تو اس (جمرہ) کے سامنے ہو گئے اور اسے سات کنکریاں ماریں، ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے تھے، پھر انھوں نے کہا: قسم ہے اس کی جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں! اس جگہ سے اس شخص ﷺ نے کھڑے ہو کر کنکریاں ماری تھیں جس پر سورۃ البقرۃ نازل کی گئی۔

فوائد: 1 حجاج سے مراد مشہور امیر حجاج بن یوسف ہے، یہاں اعمش کا مقصد حجاج سے روایت کرنا نہیں بلکہ مقصود حجاج کے ایک عمل کا ذکر کر کے اس کا خطا ہونا واضح کرنا ہے۔ چنانچہ حجاج نے یہ خیال کیا کہ یہ کہنا قرآنی سورت کی شان کے لائق نہیں کہ کہا جائے ''گائے کی سورت'' ''آل عمران کی سورت'' ''عورتوں کی سورت۔'' اس لیے انھوں نے اپنے خیال میں اس کی اصلاح یوں کی کہ وہ ہر سورت کے نام کے ساتھ یوں کہتے کہ وہ سورت جس میں گائے کا ذکر ہے، فلاں سورت جس میں آل عمران کا ذکر ہے اور وہ سورت جس میں عورتوں کا ذکر ہے۔ چونکہ یہ سراسر تکلف تھا اور صحابہ و تابعین کے عمل کے خلاف تھا، اس لیے اعمش نے مشہور امام ابراہیم کے پاس اس کا ذکر کیا، انھوں نے عبدالرحمٰن بن یزید کے واسطے سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کی جس میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کا جواز ثابت ہو رہا ہے۔

2 جمرۃ العقبہ اور جمرۃ الکبریٰ ایک ہی ہے، یہ منیٰ میں شامل نہیں بلکہ مکہ کی طرف سے منیٰ کی حد یہاں سے شروع ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس جمرہ کے پاس انصار سے اپنی اور مہاجرین کی نصرت کی بیعت لی تھی۔ اس سے آگے منیٰ میں جمرۂ وسطیٰ، پھر جمرۂ صغریٰ ہے، دس ذوالحجہ کو صرف جمرۂ عقبہ کو کنکریاں ماری جاتی ہیں، اس کے دو یا تین دن بعد تک روزانہ زوال کے بعد پہلے جمرۂ صغریٰ، پھر وسطیٰ اور پھر جمرۂ عقبہ کو کنکریاں ماری جاتی ہیں۔

3 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمرۂ عقبہ کے پاس اس وقت کوئی درخت موجود تھا، جس کی نشانی ابن عمر رضی اللہ عنہما نے رکھی ہوئی تھی۔ اب نہ وہ درخت رہا، نہ ایسی چیز کی نشانی ہو سکتی ہے۔ اگر اس جگہ کا اہتمام ہو سکے جہاں کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کنکریاں ماری تھیں تو افضل ہے، لیکن اس پر اجماع ہے کہ جہاں سے بھی کنکریاں مارلے تو جائز ہے، خواہ اس کے سامنے ہو یا دائیں یا بائیں یا اوپر یا نیچے یا درمیان سے مارے سب جائز ہے۔ (فتح الباری) بلکہ بعض اوقات عین اس جگہ سے کنکریاں مارنے کی بجائے دوسری جگہ سے کنکریاں مارنا افضل ہی نہیں بلکہ لازم ہو جاتا ہے، جب اس جگہ پر اصرار کے نتیجے میں اتنی بھیڑ ہو جائے جس سے لوگوں کے زخمی ہونے یا ہلاک ہونے تک نوبت پہنچ جائے۔

4 یہ حدیث دلیل ہے کہ سات کنکریاں ایک ایک کر کے مارنی چاہئیں، کیونکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے تھے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ ایک ہی بار ساتوں کنکریاں پھینک دے تب بھی جائز ہے، ان کی بات درست نہیں۔

5 حافظ رحمہ اللہ نے یہاں ''فائدہ'' کے عنوان سے نقل کیا ہے کہ محمد بن عبدالرحمن بن یزید نخعی نے اس حدیث میں اپنے والد سے، انھوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ وہ جب جمرۂ عقبہ کو کنکریاں مار کر فارغ ہوئے تو انھوں نے کہا: "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَبْرُورًا وَذَنْبًا مَغْفُورًا" (فتح الباری) فتح الباری کے محقق شعیب الارنؤوط اور ان کے رفقاء نے یہاں لکھا ہے کہ اسے احمد نے اپنی مسند میں حدیث (۴۰۶۱) میں روایت کیا ہے مگر اس کی سند ضعیف ہے، کیونکہ اس میں لیث بن ابی سلیم ہے جو ضعیف ہے۔

۱۳۹۔ بَابُ مَنْ رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ وَلَمْ يَقِفْ

139۔ باب: جو جمرۂ عقبہ کو کنکریاں مارے اور وہاں نہ ٹھہرے

قَالَهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اسے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ سے بیان کیا ہے۔

[راجع: ۱۷۵۱]

فائدہ: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ معلق روایت اس کے بعد والے باب میں متصل سند کے ساتھ آ رہی ہے۔ مسند احمد (۶۴۰۴) میں بھی اسی طرح ہے۔ حافظ رحمہ اللہ نے کہا کہ ہمیں اس میں کسی کا اختلاف معلوم نہیں کہ جمرۂ عقبہ کو کنکریاں مار کر وہاں ٹھہرنا نہیں چاہیے۔

۱۴۰۔ بَابٌ: إِذَا رَمَى الْجَمْرَتَيْنِ يَقُومُ وَيُسْهِلُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ

140۔ باب: جب دو جمروں کو کنکریاں مارلے تو قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اور ہموار جگہ پر آ جائے

۱۷۵۱۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ،

1751۔ سالم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ وہ جمرۂ دنیا کو سات کنکریاں مارتے تھے، ہر کنکری کے بعد تکبیر کہتے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّهُ كَانَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الدُّنْيَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، يُكَبِّرُ عَلَى إِثْرِ كُلِّ حَصَاةٍ، ثُمَّ يَتَقَدَّمُ حَتَّى يُسْهِلَ، فَيَقُومُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ فَيَقُومُ طَوِيلًا، وَيَدْعُو وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ، ثُمَّ يَرْمِي الْوُسْطَى، ثُمَّ يَأْخُذُ ذَاتَ الشِّمَالِ فَيَسْتَهِلُ، وَيَقُومُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ فَيَقُومُ طَوِيلًا، وَيَدْعُو وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ وَيَقُومُ طَوِيلًا، ثُمَّ يَرْمِي جَمْرَةَ ذَاتِ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي، وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا، ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَقُولُ: هٰكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَفْعَلُهُ. [انظر: ١٧٥٢، ١٧٥٣، وانظر في الحج، باب: ١٣٦، ١٣٩]

پھر آگے بڑھتے اور ہموار جگہ پر آ جاتے اور قبلہ رو منہ کر کے کھڑے ہو جاتے اور لمبی دیر کھڑے رہتے، دعا کرتے اور ہاتھ اٹھائے رکھتے۔ پھر درمیانے جمرے کو کنکریاں مارتے، پھر بائیں جانب بڑھتے اور ہموار جگہ پر آ جاتے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاتے اور لمبی دیر تک کھڑے رہتے، دعا کرتے رہتے اور ہاتھ اٹھائے رکھتے اور لمبی دیر کھڑے رہتے، پھر عقبہ والے جمرہ کو وادی کی نچلی جگہ سے کنکریاں مارتے اور اس کے پاس نہ ٹھہرتے، پھر واپس ہوتے اور کہتے: میں نے نبی ﷺ کو ایسے ہی کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

١٤١- بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ جَمْرَةِ الدُّنْيَا وَالْوُسْطَى

141- باب: جمرۂ دنیا اور وسطی کے پاس ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا

١٧٥٢- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَخِي، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ: أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الدُّنْيَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، ثُمَّ يُكَبِّرُ عَلَى إِثْرِ كُلِّ حَصَاةٍ، ثُمَّ يَتَقَدَّمُ فَيُسْهِلُ فَيَقُومُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ قِيَامًا طَوِيلًا، فَيَدْعُو وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ، ثُمَّ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الْوُسْطَى كَذٰلِكَ، فَيَأْخُذُ ذَاتَ الشِّمَالِ فَيُسْهِلُ وَيَقُومُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ قِيَامًا طَوِيلًا، فَيَدْعُو وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ، ثُمَّ يَرْمِي الْجَمْرَةَ ذَاتَ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي، وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا وَيَقُولُ: هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَفْعَلُ. [راجع: ١٧٥١]

1752- سالم بن عبداللہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جمرۂ دنیا کو سات کنکریاں مارتے تھے اور ہر کنکری کے بعد تکبیر کہتے تھے، پھر آگے بڑھتے اور ہموار جگہ پر آ جاتے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے لمبی دیر کھڑے رہتے، دعا کرتے اور دونوں ہاتھ اٹھاتے، پھر درمیانے جمرہ کو اسی طرح کنکریاں مارتے، پھر بائیں طرف بڑھتے اور ہموار جگہ پر آ جاتے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے لمبا وقت کھڑے رہتے، دعا کرتے اور دونوں ہاتھ اٹھائے رکھتے، پھر جمرۂ عقبہ کو وادی کے نیچے سے کنکریاں مارتے اور اس کے پاس نہیں ٹھہرتے تھے اور کہتے: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے ہی کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ: سب سے چھوٹے جمرے کو جمرۂ دنیا کہتے ہیں، "دنیا" کا معنی قریب ہے، اس کا یہ نام اس لیے ہے کہ یہ منیٰ میں واقع مسجد خیف کے سب سے زیادہ قریب ہے۔ یہاں سے مکہ کی طرف بڑھیں تو آگے منیٰ ہی کی حدود میں جمرۂ وسطیٰ ہے، اس کے بعد منیٰ کی حد سے باہر مکہ کی طرف جمرۂ عقبہ یا جمرۂ کبریٰ ہے۔ رسول اللہ ﷺ جمرۂ دنیا کو کنکریاں مارنے کے بعد اس کے پاس ہموار زمین پر لمبی دیر تک کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے رہتے۔ جمرۂ وسطیٰ کو کنکریاں مارنے کے بعد اس کے پاس بھی لمبی دیر تک ٹھہرتے اور کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے رہتے، پھر جمرۂ عقبہ کو کنکریاں مارتے مگر اس کے بعد وہاں ٹھہرتے نہیں تھے بلکہ منیٰ میں اپنے ٹھکانے پر چلے جاتے۔

١٤٢- بَابُ الدُّعَاءِ عِنْدَ الْجَمْرَتَيْنِ

142- باب: دو جمروں کے پاس دعا کرنا

١٧٥٣- وَقَالَ مُحَمَّدٌ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا رَمَى الْجَمْرَةَ الَّتِي تَلِي مَسْجِدَ مِنًى يَرْمِيهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَمَى بِحَصَاةٍ، ثُمَّ تَقَدَّمَ أَمَامَهَا فَوَقَفَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ رَافِعًا يَدَيْهِ يَدْعُو، وَكَانَ يُطِيلُ الْوُقُوفَ، ثُمَّ يَأْتِي الْجَمْرَةَ الثَّانِيَةَ فَيَرْمِيهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَمَى بِحَصَاةٍ، ثُمَّ يَنْحَدِرُ ذَاتَ الْيَسَارِ مِمَّا يَلِي الْوَادِيَ، فَيَقِفُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ رَافِعًا يَدَيْهِ يَدْعُو، ثُمَّ يَأْتِي الْجَمْرَةَ الَّتِي عِنْدَ الْعَقَبَةِ، فَيَرْمِيهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، يُكَبِّرُ عِنْدَ كُلِّ حَصَاةٍ، ثُمَّ يَنْصَرِفُ وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا.

1753- زہری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اس جمرے کو کنکریاں مارتے تھے جو منیٰ کی مسجد کے ساتھ ملتا تھا تو اسے سات کنکریاں مارتے تھے، جب بھی کوئی کنکری مارتے تکبیر کہتے تھے، پھر اس سے آگے بڑھ جاتے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہوئے ٹھہر جاتے اور لمبی دیر تک ٹھہرے رہتے، پھر دوسرے جمرے کے پاس آ جاتے اور اسے سات کنکریاں مارتے، ہر کنکری مارتے وقت تکبیر کہتے، پھر بائیں طرف وادی کی طرف اترتے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہوئے ٹھہر جاتے، پھر اس جمرہ کے پاس آتے جو عقبہ کے پاس ہے، اسے سات کنکریاں مارتے، ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے، پھر واپس پلٹ آتے اور اس کے پاس نہیں ٹھہرتے تھے۔

قَالَ الزُّهْرِيُّ: سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يُحَدِّثُ بِمِثْلِ هٰذَا، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ. [راجع: ١٧٥١]

زہری نے کہا: میں نے سالم بن عبداللہ سے سنا، وہ اپنے باپ سے، وہ نبی ﷺ سے اسی طرح بیان کرتے تھے۔ اور ابن عمر ؓ بھی ایسے ہی کیا کرتے تھے۔

فوائد: ❶ یہ حدیث بظاہر مرسل ہے، کیونکہ شروع حدیث میں زہری نے اسے نبی ﷺ سے بیان کیا ہے، جب کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زہری تابعی ہیں، مگر درحقیقت ایسا نہیں، کیونکہ امام بخاری نے حدیث کے آخر میں زہری سے اس کی متصل سند بیان کی ہے جس میں انھوں نے کہا ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا عمل ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بھی عمل ہے۔

• اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہنی چاہیے، لیکن اگر کوئی ہر کنکری کے ساتھ تکبیر نہ کہہ سکے تو اس کے لیے تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ اس پر کوئی فدیہ وغیرہ لازم نہیں۔ (فتح الباری) اور درست بھی یہی بات ہے۔

• یہ بھی معلوم ہوا کہ جہاں لوگ کنکریاں مار رہے ہوں اس جگہ سے ہٹ کر کھڑے ہونا اور دعا کرنی چاہیے، تاکہ یکسوئی ہو اور دعا میں خلل نہ پڑے اور نہ ہی کوئی کنکری اسے آ کر لگے۔

• پہلے دو جمروں کے پاس ہاتھ اٹھا کر لمبی دیر تک کھڑے ہو کر دعا کرنا مسنون ہے۔ اس طول قیام کی تفسیر مصنف ابن ابی شیبہ (۱۴۴۴۴) میں صحیح سند کے ساتھ عطاء سے مروی ہے: «كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُومُ عِنْدَ الْجَمْرَتَيْنِ مِقْدَارَ مَا يَقْرَأُ الرَّجُلُ سُورَةَ الْبَقَرَةِ» ”ابن عمر رضی اللہ عنہما دونوں جمروں کے پاس اتنی دیر کھڑے ہوتے جس میں آدمی سورۂ بقرہ پڑھ لیتا ہے۔“ (فتح الباری)

١٤٣ ـ بَابُ الطِّيبِ بَعْدَ رَمْيِ الْجِمَارِ وَالْحَلْقِ قَبْلَ الْإِفَاضَةِ

143۔ باب: جمروں کو کنکر مارنے اور سر منڈوانے کے بعد طواف افاضہ سے پہلے خوشبو لگانا

١٧٥٤ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْقَاسِمِ: أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ ـ وَكَانَ أَفْضَلَ أَهْلِ زَمَانِهِ ـ يَقُولُ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تَقُولُ: طَيَّبْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِيَدَيَّ هَاتَيْنِ حِينَ أَحْرَمَ، وَلِحِلِّهِ حِينَ أَحَلَّ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ، وَبَسَطَتْ يَدَيْهَا. [راجع: ١٥٣٩. أخرجه مسلم: ١١٨٩]

1754۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے ان دونوں ہاتھوں کے ساتھ اس وقت خوشبو لگائی جب آپ نے احرام باندھا اور آپ کے احرام کھولنے پر اس سے پہلے کہ آپ طواف کریں۔ اور انھوں نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیے۔

فائدہ: احرام کی حالت میں خوشبو لگانا حرام ہے، اس لیے ام المومنین نے رسول اللہ ﷺ کے احرام شروع کرنے سے پہلے غسل کے بعد آپ کو کنگھی کی اور اپنے ہاتھوں کے ساتھ خوشبو لگائی، اس کے بعد آپ نے لبیک کہہ کر احرام شروع کیا۔ پھر جب آپ ﷺ نے احرام کھولنے کے لیے سر منڈوایا تو ام المومنین نے آپ کے حلال ہونے کی حالت میں آپ کو اپنے ہاتھوں سے خوشبو لگائی، کیونکہ پہلا تحلل جس کے بعد آدمی کے لیے احرام کی تمام ممنوعہ چیزیں بیوی کے سوا حلال ہو جاتی ہیں تین کاموں میں سے دو کام کرنے سے حاصل ہو جاتا ہے: رمی، حلق، طواف۔ پھر تیسرا کام مکمل کرنے سے احرام کی ہر پابندی ختم ہو جاتی ہے۔ (فتح الباری)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

١٤٤- بَابُ طَوَافِ الْوَدَاعِ

144- باب: طواف وداع

١٧٥٥- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: أُمِرَ النَّاسُ أَنْ يَكُونَ آخِرُ عَهْدِهِمْ بِالْبَيْتِ إِلَّا أَنَّهُ خُفِّفَ عَنِ الْحَائِضِ. [راجع: ٣٢٩، أخرجه مسلم: ١٣٢٧ مختصرًا أوله، ١٣٢٨]

1755- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: لوگوں کو حکم دیا گیا کہ ان کی آخری ملاقات بیت اللہ کے ساتھ ہو، مگر حائضہ سے اس حکم میں تخفیف کی گئی ہے۔

فوائد: 1 صحابی جب یہ کہے کہ لوگوں کو حکم دیا گیا تو اس سے مراد نبی ﷺ ہوتے ہیں، کیونکہ انھیں آپ کے سوا کوئی حکم دینے والا نہ تھا۔ چنانچہ صحیح مسلم (۱۳۲۷/۳۷۹) میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ لوگ ہر جانب سے واپس روانہ ہو جاتے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «لَا يَنْفِرَنَّ أَحَدٌ حَتّٰى يَكُونَ آخِرُ عَهْدِهِ بِالْبَيْتِ» ”کوئی شخص (مکہ سے) کوچ نہ کرے یہاں تک کہ اس کی آخری ملاقات بیت اللہ کے ساتھ ہو۔“

2 مکہ سے رخصت ہوتے وقت سب کام سمیٹ کر آخری عمل بیت اللہ کا طواف ہے اور جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے الفاظ سے ظاہر ہے یہ واجب ہے، اسے طوافِ صدر بھی کہتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی اسے ترک کر دے تو بعض اہلِ علم اس پر دم واجب قرار دیتے ہیں اور بعض فدیہ، مگر اس کی کوئی دلیل نہیں۔ اس کوتاہی کے لیے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا چاہیے، حج کے واجبات میں سے کسی واجب کے ترک پر دم صحیح سند کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔

3 اگر کسی عورت کو حیض آ جائے اور اس کے ساتھی واپس روانہ ہو رہے ہوں تو اس پر طوافِ وداع واجب نہیں، وہ جا سکتی ہے، جیسا کہ اگلے باب کی حدیث میں ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا کے متعلق آ رہا ہے۔ حائضہ کے متعلق طوافِ وداع سے رخصت کا لفظ بھی اس کے واجب ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ رخصت کسی ضروری کام ہی سے لی جاتی اور دی جاتی ہے۔

١٧٥٦- حَدَّثَنَا أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ قَتَادَةَ، أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ، ثُمَّ رَقَدَ رَقْدَةً بِالْمُحَصَّبِ، ثُمَّ رَكِبَ إِلَى الْبَيْتِ فَطَافَ بِهِ.

1756- انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء پڑھی، پھر محصب میں تھوڑی دیر سوئے، پھر سوار ہو کر بیت اللہ کی طرف گئے اور اس کا طواف کیا۔

تَابَعَهُ اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي خَالِدٌ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ: أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ عَنِ

قتادہ سے روایت کرنے میں عمرو بن حارث کی متابعت کی ہے لیث نے، کہا: مجھے حدیث بیان کی خالد نے سعید

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

النَّبِيِّ ﷺ. [انظر: ١٧٦٤]

سے، انھوں نے قتادہ سے، انھوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اور انھوں نے اسے نبی ﷺ سے بیان کیا۔

فائدہ: یہ تیرہ ذوالحجہ کا واقعہ ہے جب رسول اللہ ﷺ نے زوال کے بعد کنکریاں ماریں اور حج مکمل ہونے پر وہاں سے چل کر محصب (ابطح یا بطحاء) میں آ گئے۔ آپ عشاء کی نماز پڑھ کر کچھ دیر سو گئے، پچھلی رات اٹھے اور سواری پر بیت اللہ میں گئے، اس کا طواف وداع کیا، پھر مدینہ منورہ کو روانہ ہو گئے۔

١٤٥- بَابٌ: إِذَا حَاضَتِ الْمَرْأَةُ بَعْدَ مَا أَفَاضَتْ

145- باب: جب عورت کو طوافِ افاضہ کرنے کے بعد حیض آ جائے

١٧٥٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ حَاضَتْ، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: «أَحَابِسَتُنَا هِيَ؟» قَالُوا: إِنَّهَا قَدْ أَفَاضَتْ، قَالَ: «فَلَا إِذًا» [راجع: ٢٩٤- أخرجه مسلم: ١٢١١، باختلاف، وهو في الحج: ٣٨٢]

1757- عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کی بیوی صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کو حیض آ گیا، میں نے اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا، آپ نے فرمایا: ”کیا وہ ہمیں روکنے والی ہے؟“ لوگوں نے کہا: اس نے طوافِ افاضہ کر لیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”ایسی صورت میں کوئی حرج نہیں۔“

فائدہ: اس حدیث میں ہے: «قَالُوا: إِنَّهَا قَدْ أَفَاضَتْ» (لوگوں نے کہا: اس نے طوافِ افاضہ کر لیا ہے) یہ بات کہنے والے کون تھے؟ اس باب کے آخر میں اس حدیث کے ایک طریق میں ہے کہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات کہی تھی۔ (فتح الباری)

١٧٥٨، ١٧٥٩- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ: أَنَّ أَهْلَ الْمَدِينَةِ سَأَلُوا ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ امْرَأَةٍ طَافَتْ، ثُمَّ حَاضَتْ، قَالَ لَهُمْ: تَنْفِرُ، قَالُوا: لَا نَأْخُذُ بِقَوْلِكَ وَنَدَعُ قَوْلَ زَيْدٍ، قَالَ: إِذَا قَدِمْتُمُ الْمَدِينَةَ فَسَلُوا، فَقَدِمُوا الْمَدِينَةَ، فَسَأَلُوا، فَكَانَ فِيمَنْ سَأَلُوا أُمُّ سُلَيْمٍ، فَذَكَرَتْ حَدِيثَ صَفِيَّةَ.

1758، 1759- عکرمہ سے روایت ہے کہ اہلِ مدینہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک عورت کے بارے میں سوال کیا جس نے طواف کر لیا، پھر اسے حیض آ گیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا: وہ کوچ کر سکتی ہے۔ انھوں نے کہا: ہم زید (بن ثابت) رضی اللہ عنہ (جو مدنی ہیں) کا قول چھوڑ کر تمھارا قول نہیں لے سکتے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جب تم مدینہ جاؤ گے تو وہاں جا کر یہ مسئلہ پوچھنا۔ وہ لوگ مدینہ آئے تو

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

انھوں نے یہ مسئلہ پوچھا اور جن لوگوں سے انھوں نے مسئلہ پوچھا ان میں اُم سُلیم رضی اللہ عنہا بھی تھیں، انھوں نے صفیہ رضی اللہ عنہا والی حدیث بیان کی۔

رَوَاهُ خَالِدٌ وَقَتَادَةُ، عَنْ عِكْرِمَةَ.

اس حدیث کو خالد اور قتادہ نے عکرمہ سے بیان کیا ہے۔

فائدہ: زید بن ثابت رضی اللہ عنہ یہ فتویٰ دیتے تھے کہ حج کرنے والی عورت کو طواف افاضہ کے بعد حیض آ جائے تو وہ طوافِ وداع کے بغیر مکہ سے واپس نہیں جا سکتی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ان کی بات ہوئی تو انھوں نے ان سے کہا: آپ اُم سُلیم رضی اللہ عنہا سے پوچھ لیں۔ زید رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا تو انھوں نے صفیہ رضی اللہ عنہا والی حدیث سنائی، اس پر زید رضی اللہ عنہ نے اپنا فتویٰ واپس لے لیا۔ (فتح الباری)

١٧٦٠۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: رُخِّصَ لِلْحَائِضِ أَنْ تَنْفِرَ إِذَا أَفَاضَتْ. [راجع: ٣٢٩۔ أخرجه مسلم: ١٣٢٧ بقطعة لم ترد في هذه الطريق، ١٣٢٨]

1760۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: حائضہ جب طوافِ افاضہ کر چکی ہو تو اسے کوچ کرنے کی رخصت دی گئی ہے۔

١٧٦١۔ قَالَ: وَسَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ: إِنَّهَا لَا تَنْفِرُ، ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَقُولُ بَعْدُ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَخَّصَ لَهُنَّ. [راجع: ٣٣٠]

1761۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اور میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ کہتے تھے کہ وہ کوچ نہ کرے، پھر بعد میں ان سے سنا، وہ کہتے تھے کہ نبی ﷺ نے انھیں رخصت دی ہے۔

فائدہ: یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا معمول تھا کہ جب انھیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث مل جاتی تو وہ اپنا موقف چھوڑ کر اسی وقت حدیث پر عمل شروع کر دیتے تھے۔

١٧٦٢۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَلَا نُرَى إِلَّا الْحَجَّ، فَقَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ فَطَافَ بِالْبَيْتِ، وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَلَمْ يَحِلَّ، وَكَانَ مَعَهُ

1762۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ہم نبی ﷺ کے ہمراہ نکلے، ہمارا خیال حج کے سوا کچھ نہ تھا۔ تو نبی ﷺ مکہ آئے اور بیت اللہ کا اور صفا و مروہ کے درمیان کا طواف کیا، پھر آپ نے احرام نہیں کھولا، آپ کے ساتھ قربانی کے جانور تھے۔ آپ کے ساتھ آپ کی بیویوں اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْهَدْيَ، فَطَافَ مَنْ كَانَ مَعَهُ مِنْ نِسَائِهِ وَأَصْحَابِهِ، وَحَلَّ مِنْهُمْ مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ الْهَدْيُ، فَحَاضَتْ هِيَ، فَنَسَكْنَا مَنَاسِكَنَا مِنْ حَجِّنَا، فَلَمَّا كَانَ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ لَيْلَةُ النَّفْرِ، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! كُلُّ أَصْحَابِكَ يَرْجِعُ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ غَيْرِي! قَالَ: «مَا كُنْتِ تَطُوفِينَ بِالْبَيْتِ لَيَالِيَ قَدِمْنَا؟» قُلْتُ: لَا، قَالَ: «فَاخْرُجِي مَعَ أَخِيكِ إِلَى التَّنْعِيمِ، فَأَهِلِّي بِعُمْرَةٍ وَمَوْعِدُكِ مَكَانَ كَذَا وَكَذَا» فَخَرَجْتُ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِلَى التَّنْعِيمِ، فَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ، وَحَاضَتْ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «عَقْرَى حَلْقَى، إِنَّكِ لَحَابِسَتُنَا، أَمَا كُنْتِ طُفْتِ يَوْمَ النَّحْرِ؟» قَالَتْ: بَلَى! قَالَ: «فَلَا بَأْسَ، انْفِرِي» فَلَقِيتُهُ مُصْعِدًا عَلَى أَهْلِ مَكَّةَ وَأَنَا مُنْهَبِطَةٌ، أَوْ أَنَا مُصْعِدَةٌ وَهُوَ مُنْهَبِطٌ.

آپ کے اصحاب میں سے جو لوگ تھے انھوں نے بھی طواف کیا، پھر ان میں سے جن کے ساتھ قربانی کے جانور نہیں تھے انھوں نے احرام کھول دیا۔ اور اس (عائشہ رضی اللہ عنہا) کو حیض آ گیا، تو ہم نے اپنے حج کے اعمال پورے کیے، پھر جب محصب والی رات ہوئی جو کوچ کی رات تھی تو اس (عائشہ رضی اللہ عنہا) نے کہا: یا رسول اللہ! میرے سوا آپ کے تمام اصحاب حج اور عمرہ لے کر جائیں گے۔ آپ نے فرمایا: "جن راتوں میں ہم آئے تھے ان میں تم نے ہمارے ساتھ طواف نہیں کیا تھا؟" میں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: "پھر تم اپنے بھائی کے ساتھ تنعیم کی طرف نکلو اور تو عمرے کا احرام باندھ اور تیری (ہم سے ملاقات) کی جگہ فلاں فلاں ہے۔" چنانچہ میں عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کے ساتھ تنعیم کی طرف نکلی، تو میں نے عمرہ کا احرام باندھا اور اسی دوران صفیہ رضی اللہ عنہا کو حیض آ گیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "کاٹی جائے، مونڈی جائے! تو ہمیں ضرور روکے گی، کیا تم نے قربانی کے دن طواف نہیں کیا تھا۔" اس نے کہا: کیونکہ نہیں! آپ نے فرمایا: "پھر کوئی حرج نہیں، چلو کوچ کرو۔" پھر میں آپ سے ملی جب آپ اہل مکہ سے اوپر کی طرف جا رہے تھے اور میں نیچے کی طرف جا رہی تھی، یا میں اوپر جا رہی تھی اور آپ نیچے کی طرف جا رہے تھے۔

وَقَالَ مُسَدَّدٌ: قُلْتُ: لَا تَابَعَهُ جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ فِي قَوْلِهِ: لَا. [راجع: ٢٩٤۔ أخرجه مسلم: ١٢١١]

مسدد نے کہا: "قُلْتُ: لَا." مسدد کی متابعت کی ہے جریر نے منصور سے "لَا" کا لفظ بیان کرنے میں۔

١٤٦۔ بَابُ مَنْ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفْرِ بِالْأَبْطَحِ

146۔ باب: جو شخص کوچ کے دن عصر کی نماز ابطح میں پڑھے

١٧٦٣۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ

1763۔ عبدالعزیز بن رُفیع سے روایت ہے کہ میں نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ: أَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ عَقَلْتَهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، أَيْنَ صَلَّى الظُّهْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ؟ قَالَ: بِمِنًى، قُلْتُ: فَأَيْنَ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفْرِ؟ قَالَ: بِالْأَبْطَحِ، افْعَلْ كَمَا يَفْعَلُ أُمَرَاؤُكَ. [راجع: ١٦٥٣ - أخرجه مسلم: ١٣٠٩]

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا: مجھے وہ بات بتاؤ جو تم نے نبی ﷺ سے اچھی طرح یاد رکھی ہو کہ آپ نے آٹھ ذوالحجہ کو ظہر کہاں پڑھی تھی؟ انھوں نے کہا: منیٰ میں۔ میں نے کہا: تو آپ نے کوچ کے دن عصر کہاں پڑھی تھی؟ انھوں نے کہا: ابطح میں، تم اسی طرح کرو جس طرح تمھارے امراء کرتے ہیں۔

فائدہ: اس حدیث کے فوائد (۱۶۵۳) میں گزر چکے ہیں۔

١٧٦٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمُتَعَالِ بْنُ طَالِبٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، أَنَّ قَتَادَةَ حَدَّثَهُ، أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّهُ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ، وَرَقَدَ رَقْدَةً بِالْمُحَصَّبِ، ثُمَّ رَكِبَ إِلَى الْبَيْتِ فَطَافَ بِهِ. [راجع: ١٧٥٦]

1764۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے بیان کیا کہ آپ نے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھیں اور تھوڑی دیر محصب میں سو گئے، پھر آپ سوار ہو کر بیت اللہ کی طرف گئے اور اس کا طواف کیا۔

فائدہ: یہ حدیث (۱۷۵۶) میں گزر چکی ہے۔

١٤٧ - بَابُ الْمُحَصَّبِ

147۔ باب: محصب (وادی میں ٹھہرنا)

١٧٦٥ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: إِنَّمَا كَانَ مَنْزِلٌ يَنْزِلُهُ النَّبِيُّ ﷺ لِيَكُونَ أَسْمَحَ لِخُرُوجِهِ يَعْنِي بِالْأَبْطَحِ. [أخرجه مسلم: ١٣١١]

1765۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ "ابطح" یعنی محصب ایک منزل تھی جہاں نبی ﷺ اترتے تھے، تاکہ آپ کے نکلنے میں زیادہ آسانی ہو۔

١٧٦٦ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ عَمْرٌو: عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَيْسَ التَّحْصِيبُ بِشَيْءٍ، إِنَّمَا هُوَ مَنْزِلٌ نَزَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ. [أخرجه مسلم: ١٣١٢]

1766۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: محصب میں اترنا (حج کے مناسک میں سے) کوئی چیز نہیں، وہ تو ایک منزل تھی جس میں رسول اللہ ﷺ اترے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ حج سے فارغ ہو کر نبی ﷺ منیٰ سے روانہ ہو کر مُحصب میں آ گئے، یہ منیٰ کے ساتھ ایک کھلا میدان ہے، بطحاء اور ابطح بھی اسی کا نام ہے، خیف بنی کنانہ بھی یہی ہے۔ عشاء تک کی نمازیں آپ نے یہاں پڑھیں، پھر کچھ دیر سو گئے اور پچھلی رات یہاں سے روانہ ہو کر بیت اللہ کا طوافِ وداع کیا اور مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس سے کچھ لوگوں نے سمجھا کہ محصب میں ٹھہرنا بھی سنت ہے، اس لیے ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے وضاحت کر دی کہ آپ کا وہاں ٹھہرنا حج کے مناسک کا حصہ نہیں، نہ ہی وہاں ٹھہرنا باعث ثواب ہے۔ آپ اس لیے وہاں ٹھہرے تھے کہ سب لوگ ایک جگہ جمع ہو جائیں اور کچھ دیر آرام کے بعد اکٹھے مدینہ کی طرف روانہ ہو جائیں۔ صحیح مسلم (۱۳۱۳) اور ابو داود (۲۰۰۹) میں آپ کے مولیٰ ابو رافع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے، انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ جب منیٰ سے نکلے تو آپ نے مجھے ابطح میں اترنے کا حکم نہیں دیا تھا، لیکن میں وہاں آیا تو خود ہی وہاں آپ کا خیمہ لگا دیا، پھر آپ آئے اور وہاں اتر پڑے۔ (فتح الباری)

١٤٨- بَابُ النُّزُولِ بِذِي طُوًى قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ مَكَّةَ وَالنُّزُولِ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِي بِذِي الْحُلَيْفَةِ إِذَا رَجَعَ مِنْ مَكَّةَ

148- باب: مکہ میں داخل ہونے سے پہلے ذی طویٰ میں اترنا اور جب مکہ سے واپس آئے تو ذوالحلیفہ میں واقع بطحاء (کھلے میدان) میں اترنا

١٧٦٧- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ يَبِيتُ بِذِي طُوًى بَيْنَ الثَّنِيَّتَيْنِ، ثُمَّ يَدْخُلُ مِنَ الثَّنِيَّةِ الَّتِي بِأَعْلَى مَكَّةَ، وَكَانَ إِذَا قَدِمَ مَكَّةَ حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا لَمْ يُنِخْ نَاقَتَهُ إِلَّا عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ، ثُمَّ يَدْخُلُ فَيَأْتِي الرُّكْنَ الْأَسْوَدَ، فَيَبْدَأُ بِهِ، ثُمَّ يَطُوفُ سَبْعًا، ثَلَاثًا سَعْيًا وَأَرْبَعًا مَشْيًا، ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيُصَلِّي سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ يَنْطَلِقُ قَبْلَ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى مَنْزِلِهِ، فَيَطُوفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَكَانَ إِذَا صَدَرَ عَنِ الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ أَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِي بِذِي الْحُلَيْفَةِ الَّتِي كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُنِيخُ بِهَا. [راجع: ٤٩١، وراجع: ٤٨٤- أخرجه مسلم: ١٢٥٩، بقطعة ليست في هذه الطريق، وآخره في الحج (٤٣٠) من حديث: ١٢٥٧ عند مسلم]

1767- نافع سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما دو گھاٹیوں کے درمیان ذی طویٰ میں رات گزارتے تھے، پھر اس گھاٹی سے داخل ہوتے جو مکہ کے اوپر کی جانب ہے اور آپ جب مکہ میں حج یا عمرہ کے لیے آتے تو اپنی اونٹنی مسجد کے دروازے کے پاس ہی بٹھاتے، پھر مسجد میں داخل ہوتے اور حجر اسود کے پاس آ کر اس سے ابتدا کرتے، پھر سات چکر لگاتے، تین چکر دوڑ کر اور چار عام چال کے ساتھ، پھر پلٹتے اور دو رکعتیں پڑھتے، پھر اپنے ٹھکانے کی طرف جانے سے پہلے صفا و مروہ کا طواف کرتے اور آپ جب حج یا عمرہ سے واپس آتے تو اس بطحاء میں اونٹ بٹھاتے جو ذوالحلیفہ میں ہے جس میں نبی ﷺ اونٹ بٹھایا کرتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

١٧٦٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ: سُئِلَ عُبَيْدُ اللَّهِ عَنِ الْمُحَصَّبِ، فَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ قَالَ: نَزَلَ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَعُمَرُ وَابْنُ عُمَرَ.

وَعَنْ نَافِعٍ: أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ يُصَلِّي بِهَا، يَعْنِي الْمُحَصَّبَ، الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ، أَحْسِبُهُ قَالَ: وَالْمَغْرِبَ، قَالَ خَالِدٌ: لَا أَشُكُّ فِي الْعِشَاءِ، وَيَهْجَعُ هَجْعَةً، وَيَذْكُرُ ذَلِكَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

1768۔ خالد بن حارث سے روایت ہے کہ عبید اللہ سے مُحصب کے بارے پوچھا گیا تو ہمیں عبید اللہ نے نافع سے بیان کیا کہ انھوں نے کہا: اس میں رسول اللہ ﷺ اترے اور عمر رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی اترے۔

اور نافع سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اس میں یعنی مُحصب میں ظہر اور عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ میرا گمان ہے کہ انھوں نے کہا: اور مغرب بھی، خالد نے کہا: اور مجھے عشاء میں کوئی شک نہیں، اور تھوڑی دیر سو جاتے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے اسی طرح کرنے کا ذکر کیا کرتے تھے۔

١٤٩- بَابُ مَنْ نَزَلَ بِذِي طُوًى إِذَا رَجَعَ مِنْ مَكَّةَ

149۔ باب: جو شخص مکہ سے واپس آنے پر ذی طویٰ میں اترے

١٧٦٩- وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّهُ كَانَ إِذَا أَقْبَلَ بَاتَ بِذِي طُوًى حَتَّى إِذَا أَصْبَحَ دَخَلَ، وَ إِذَا نَفَرَ مَرَّ بِذِي طُوًى وَبَاتَ بِهَا حَتَّى يُصْبِحَ، وَكَانَ يَذْكُرُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ. [راجع: ٤٩١- أخرجه مسلم: ١٢٥٩]

1769۔ نافع سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جب آتے تو صبح ہونے تک ذی طویٰ میں رات گزارتے، جب صبح ہوتی تو (مکہ میں) داخل ہوتے اور جب سفر کرتے تو ذی طویٰ سے گزرتے اور وہاں صبح ہونے تک رات گزارتے اور ذکر کرتے تھے کہ نبی ﷺ ایسے ہی کیا کرتے تھے۔

فائدہ: ”ذی طُویٰ“ مکہ کے قریب ایک مقام ہے، آج کل وہاں مکانات اور دکانیں بن چکی ہیں۔

١٥٠- بَابُ التِّجَارَةِ أَيَّامَ الْمَوْسِمِ وَالْبَيْعِ فِي أَسْوَاقِ الْجَاهِلِيَّةِ

150۔ باب: حج کے ایام میں تجارت کرنا اور جاہلیت کے زمانہ کے بازاروں میں خرید و فروخت کرنا

١٧٧٠- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ

1770۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ذوالمجاز اور عُکاظ جاہلیت میں لوگوں کی تجارت کی جگہیں تھیں، جب اسلام آیا تو لوگوں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : كَانَ ذُو الْمَجَازِ وَعُكَاظُ مَتْجَرَ النَّاسِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ كَأَنَّهُمْ كَرِهُوا ذٰلِكَ حَتّٰى نَزَلَتْ : ﴿ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾ [البقرة : ١٩٨] فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ . [انظر : ٢٠٥٠، ٢٠٩٨، ٤٥١٩]

نے گویا اسے ناپسند کیا، یہاں تک کہ یہ آیت اتری: ''تم پر کوئی گناہ نہیں کہ اپنے رب کا کوئی فضل تلاش کرو'' حج کے ایام میں۔

فائدہ جاہلیت کے ایام میں چار منڈیاں مشہور تھیں: ذوالمجاز، عُکاظ، مجنہ اور حباشہ، ان میں سے ذوالمجاز اور عُکاظ حج کے ایام میں لگتی تھیں، دوسری دونوں منڈیاں رجب میں، اس لیے اس حدیث میں پہلی دو ہی کا ذکر آیا ہے۔ ان منڈیوں میں خرید و فروخت اور ناچ گانا ہوتا تھا، اسلام کی آمد پر لوگوں نے جس طرح ناچ گانے کو برا سمجھا اسی طرح حج کے ایام میں خرید و فروخت کو بھی ناجائز سمجھا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

١٥١- بَابُ الْإِدْلَاجِ مِنَ الْمُحَصَّبِ

151- باب: مُحصّب سے رات کے آخری حصے میں روانہ ہو جانا

١٧٧١- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : حَاضَتْ صَفِيَّةُ لَيْلَةَ النَّفْرِ فَقَالَتْ : مَا أُرَانِي إِلَّا حَابِسَتَكُمْ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : « عَقْرَى حَلْقَى، أَطَافَتْ يَوْمَ النَّحْرِ؟» قِيلَ : نَعَمْ، قَالَ : « فَانْفِرِي » [راجع : ٢٩٤- أخرجه مسلم : ١٢١١]

1771- عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: کوچ کی رات صفیہ ؓ کو حیض آ گیا تو انھوں نے کہا: میں تو یہی سمجھتی ہوں کہ میں تمھیں روکنے والی ہوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''کاٹی جائے، مونڈی جائے! کیا اس نے قربانی کے دن طواف کیا تھا؟'' کہا گیا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: ''پھر چلو۔''

١٧٧٢- قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ : وَزَادَنِي مُحَمَّدٌ : حَدَّثَنَا مُحَاضِرٌ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ لَا نَذْكُرُ إِلَّا الْحَجَّ، فَلَمَّا قَدِمْنَا، أَمَرَنَا أَنْ نَحِلَّ، فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ النَّفْرِ حَاضَتْ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ :

1772- ابو عبداللہ نے کہا: اور محمد نے مجھے مزید یہ حدیث بیان کی کہ ہمیں محاضر نے بیان کیا کہ ہمیں اعمش نے ابراہیم سے، انھوں نے اسود سے، انھوں نے عائشہ ؓ سے بیان کیا، انھوں نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے ہم حج کے سوا کسی چیز کا خیال نہیں کرتے تھے۔ تو جب ہم مکہ آئے تو آپ نے ہمیں احرام کھول دینے کا حکم دیا، پھر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

« حلقى عقرى، ما أراها إلا حابستكم ؟ » ثم قال : « كنت طفت يوم النحر ؟ » قالت : نعم، قال : « فانفري » قلت : يا رسول الله ! إني لم أكن حللت، قال : « فاعتمري من التنعيم » فخرج معها أخوها، فلقيناه مدلجا، فقال : « موعدك مكان كذا وكذا » [راجع : ٢٩٤ـ أخرجه مسلم : ١٢١١]

جب واپس روانہ ہونے کی رات ہوئی تو صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کو حیض آ گیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''مونڈی جائے، کاٹی جائے! میں یہی گمان کرتا ہوں کہ وہ تمھیں روکنے والی ہے؟'' پھر آپ نے فرمایا: ''کیا تم نے قربانی کے دن طواف کر لیا تھا؟'' انھوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: ''پھر چلو۔'' میں نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے (حج سے پہلے) احرام نہیں کھولا تھا (یعنی عمرہ نہیں کیا تھا)؟ آپ نے فرمایا: ''پھر تم تنعیم سے عمرہ کر لو۔'' تو انھیں ان کے بھائی (عبد الرحمن رضی اللہ عنہ) لے گئے۔ تو ہم آپ کو رات کے آخری حصے میں نکلتے ہوئے ملے، آپ نے فرمایا: ''تمھارے ہم سے آ کر ملنے کی جگہ فلاں فلاں ہے۔''

فائدہ: ''اَلْاِدْلَاجُ'' دال کے سکون کے ساتھ ہو تو اس کا معنی رات کے شروع میں چلنا ہے اور اگر دال کی تشدید کے ساتھ ہو تو معنی رات کے آخر میں چلنا ہوگا، یہاں یہی مراد ہے۔ (فتح الباری) ''عَقْرَی'' وہ عورت جس کی ٹانگ کاٹی گئی ہو اور ''حَلْقَی'' وہ عورت جس کا سر مونڈا گیا ہو، یعنی اللہ کرے تمھاری ٹانگیں کاٹی جائیں اور تمھارا سر مونڈا جائے۔ یہ الفاظ بددعا کے لیے ہیں، مگر رسول اللہ ﷺ نے محبت آمیز ناراضگی کے اظہار کے لیے کہے ہیں، جیسا کہ کہا جاتا ہے: ''ثَكِلَتْكَ الثَّوَاكِلُ'' (تجھے گم کرنے والیاں گم پائیں) اور ''تَرِبَتْ يَمِيْنُكِ'' (تیرا دایاں ہاتھ خاک آلود ہو)۔

[تَمَّ كِتَابُ الْحَجِّ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

٢٦- أَبْوَابُ الْعُمْرَةِ

عمرہ کے ابواب

١- بَابُ وُجُوبِ الْعُمْرَةِ وَفَضْلِهَا

1- باب: عمرہ کا واجب ہونا اور اس کی فضیلت

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : لَيْسَ أَحَدٌ إِلَّا وَعَلَيْهِ حَجَّةٌ وَعُمْرَةٌ.

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: جو بھی کوئی ہے اس پر ایک حج اور ایک عمرہ واجب ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : إِنَّهَا لَقَرِينَتُهَا فِي كِتَابِ اللَّهِ : ﴿وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ﴾ [البقرة: ١٩٦]

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یقیناً عمرہ اللہ کی کتاب میں حج کے ساتھ ذکر ہوا ہے (فرمایا): ''اور حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے پورا کرو۔''

١٧٧٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ، مَوْلَى أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : «الْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا وَالْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ» [أخرجه مسلم: ١٣٤٩]

1773- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عمرے سے لے کر عمرہ ان دونوں کے درمیان کے گناہ دور کرنے والا ہے اور وہ حج جس میں نیکی کی جائے اس کی جزا جنت کے سوا کچھ نہیں۔''

فوائد: 1 لفظ ''عُمْرَةٌ'' کا معنی لغت میں ''زیارت'' ہے، بعض نے کہا: یہ ''عَمَرَ يَعْمُرُ (ن)'' ''عِمَارَةٌ'' سے مشتق ہے جس کا معنی آباد کرنا ہے، یعنی عمرہ بیت اللہ کو آباد کرنے کا ذریعہ ہے۔

2 امام بخاری رحمہ اللہ نے عمرہ واجب ہونے کا باب باندھا ہے، گویا ان کے نزدیک ان لوگوں کی بات درست نہیں جو عمرہ کو

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

محض سنت یا مستحب قرار دیتے ہیں۔ اپنی بات کی تائید میں انھوں نے صحابہ میں سے ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے، اس کے بعد ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قرآن مجید سے عمرہ کے فرض ہونے کا استدلال ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لفظ "اَتِمُّوا" (پورا کرو) کے ساتھ دونوں کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے اور حکم فرض قرار دینے کے لیے ہوتا ہے۔

3 ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کے متعلق آثار سے عمرہ کا وجوب ثابت ہو رہا ہے، جب کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث سے باب کا دوسرا جز یعنی عمرہ کی فضیلت ثابت ہو رہی ہے۔ حافظ رحمہ اللہ نے کہا: معلوم ہوتا ہے (واللہ اعلم) کہ بخاری رحمہ اللہ نے مذکورہ حدیث سے وجوب کے استدلال کے لیے اس کے بعض طرق کی طرف اشارہ کیا ہے جو ترمذی (۸۱۰) وغیرہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے: « تَابِعُوْا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوْبَ كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ، وَالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَلَيْسَ لِلْحَجَّةِ الْمَبْرُوْرَةِ ثَوَابٌ إِلَّا الْجَنَّةُ » "حج اور عمرہ پے در پے کرو، کیونکہ وہ دونوں گناہوں کو اور فقر کو اس طرح دور کر دیتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کے میل کچیل کو دور کر دیتی ہے اور حج مبرور کی جزا جنت کے سوا کچھ نہیں۔"

4 یہ حدیث دلیل ہے کہ زیادہ سے زیادہ عمرے کرنا مستحب ہے اور ان لوگوں کی بات درست نہیں جو کہتے ہیں کہ سال میں ایک سے زیادہ عمرے کرنا مکروہ ہے، یا مہینا میں ایک سے زیادہ عمرے کرنا مکروہ ہے اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سال میں ایک سے زیادہ عمرے ادا نہیں کیے۔ مگر یہ بات اس لیے درست نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات ایک عمل کی فضیلت بیان کرتے تھے مگر خود اس لیے نہیں کرتے تھے کہ لوگوں کے لیے مشقت نہ ہو۔ کسی عمل کی فضیلت کے لیے آپ کا فعل ہونا ضروری نہیں۔ (فتح الباری)

٢- بَابُ مَنِ اعْتَمَرَ قَبْلَ الْحَجِّ

2۔ باب: جو شخص حج سے پہلے عمرہ ادا کرلے

١٧٧٤- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَنَّ عِكْرِمَةَ بْنَ خَالِدٍ، سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ الْعُمْرَةِ قَبْلَ الْحَجِّ؟ فَقَالَ: لَا بَأْسَ. قَالَ عِكْرِمَةُ: قَالَ ابْنُ عُمَرَ: اعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ قَبْلَ أَنْ يَحُجَّ.

1774۔ عکرمہ بن خالد نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حج سے پہلے عمرہ کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے کہا: کوئی حرج نہیں۔ عکرمہ نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کرنے سے پہلے عمرہ ادا کیا۔

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي عِكْرِمَةُ بْنُ خَالِدٍ، سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ مِثْلَهُ.

اور ابراہیم بن سعد (بن ابراہیم) نے محمد بن اسحاق سے روایت کی، (انھوں نے کہا) مجھ سے عکرمہ بن خالد نے بیان کیا، (انھوں نے کہا) میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا (اور انھوں نے) اس کی مثل بیان کیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

١٧٧٤م ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ عِكْرِمَةُ بْنُ خَالِدٍ: سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا مِثْلَهُ.

1774م۔ ہم سے عمرو بن علی فلاس نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو عاصم نے کہا کہ ہمیں ابن جریج نے خبر دی کہ عکرمہ بن خالد نے کہا: میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا، پھر یہی حدیث بیان کی۔

فوائد 1 باب میں حج سے پہلے عمرہ کرنے سے مراد حج سے پہلے سال کے کسی حصے میں آ کر صرف عمرہ ادا کرنا ہے، مثلاً آپ رجب میں عمرہ کے لیے سفر کر کے آئیں اور عمرہ ادا کر کے چلے جائیں، پھر ذوالحجہ میں آ کر حج کریں تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ باب کا یہ مطلب نہیں کہ حج کے لیے سفر کر کے آئے تو حج سے پہلے عمرہ ادا کر سکتا ہے یا نہیں، کیونکہ اس کے جواز میں تو کوئی شک ہی نہیں، نبی ﷺ نے حج پر آنے والے تمام صحابہ کو جو قربانی لے کر نہیں آئے تھے عمرہ ادا کر کے احرام کھول دینے کا حکم دیا تھا۔

2 وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ......: یہ روایت متصل سند کے ساتھ مسند احمد (٦٢٧٥) میں ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں کہ عکرمہ بن خالد بن عاص مخزومی نے کہا: میں اہلِ مکہ کی ایک جماعت کے ساتھ مدینہ آیا تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ملا اور میں نے کہا: ہم نے کبھی حج نہیں کیا تو کیا ہم مدینہ سے عمرہ کر سکتے ہیں، انھوں نے کہا: ہاں اور تمھیں اس سے مانع کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے تمام عمرے اپنے حج سے پہلے ادا کیے۔ عکرمہ نے کہا: تو ہم نے عمرہ ادا کیا۔

٣ـ بَابٌ: كَمِ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ؟

3۔ باب: نبی ﷺ نے کتنے عمرے ادا کیے؟

١٧٧٥ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: دَخَلْتُ أَنَا وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ الْمَسْجِدَ، فَإِذَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا جَالِسٌ إِلَى حُجْرَةِ عَائِشَةَ، وَإِذَا نَاسٌ يُصَلُّونَ فِي الْمَسْجِدِ صَلَاةَ الضُّحَى، قَالَ: فَسَأَلْنَاهُ عَنْ صَلَاتِهِمْ؟ فَقَالَ: بِدْعَةٌ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: كَمِ اعْتَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَ: أَرْبَعًا، إِحْدَاهُنَّ فِي رَجَبٍ، فَكَرِهْنَا أَنْ نَرُدَّ عَلَيْهِ. [انظر: ٤٢٥٣ـ أخرجه مسلم: ١٢٥٥ مع الحديث الآتي]

1775۔ مجاہد سے روایت ہے کہ میں اور عروہ بن زبیر مسجد میں داخل ہوئے، دیکھا تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ سے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے اور کچھ لوگ مسجد میں صلاۃِ ضحیٰ پڑھ رہے تھے۔ ہم نے ان سے ان لوگوں کی نماز کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا: بدعت ہے، پھر اس نے ان سے کہا: رسول اللہ ﷺ نے کتنے عمرے ادا کیے؟ کہا: چار، جن میں سے ایک رجب میں تھا۔ تو ہم نے ان کی بات کو رد کرنا پسند نہ کیا۔

فائدہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے صلاۃِ ضحیٰ کو بدعت کہنے کی توجیہ حدیث (١١٧٥) میں گزر چکی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

١٧٧٦- قَالَ: وَسَمِعْنَا اسْتِنَانَ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ فِي الْحُجْرَةِ، فَقَالَ عُرْوَةُ يَا أُمَّاهُ! يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ! أَلَا تَسْمَعِينَ مَا يَقُولُ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ؟ قَالَتْ: مَا يَقُولُ؟ قَالَ: يَقُولُ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمَرَاتٍ إِحْدَاهُنَّ فِي رَجَبٍ، قَالَتْ: يَرْحَمُ اللَّهُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، مَا اعْتَمَرَ عُمْرَةً إِلَّا وَهُوَ شَاهِدُهُ، وَمَا اعْتَمَرَ فِي رَجَبٍ قَطُّ. [انظر: ١٧٧٧، ٤٢٥٤- أخرجه مسلم: ١٢٥٥ مع الحديث السابق]

1776۔عکرمہ نے کہا: اور ہم نے چار دیواری میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے مسواک کرنے کی آواز سنی تو عروہ نے کہا: اے امی جان! اے ام المومنین! آپ سنتی نہیں کہ ابوعبدالرحمن کیا کہہ رہے ہیں؟ کہا: کیا کہہ رہے ہیں؟ کہا: وہ کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چار عمرے کیے جن میں سے ایک رجب میں تھا۔ انھوں نے کہا: اللہ ابوعبدالرحمن پر رحم فرمائے، آپ ﷺ نے جو عمرہ بھی کیا یہ اس میں موجود تھے اور آپ نے رجب میں کبھی عمرہ نہیں کیا۔

١٧٧٧- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: مَا اعْتَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي رَجَبٍ. [راجع: ١٧٧٦- أخرجه مسلم: ١٢٥٥ مطولاً]

1777۔عروہ بن زبیر سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے رجب میں عمرہ نہیں کیا۔

١٧٧٨- حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ حَسَّانَ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، سَأَلْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: كَمِ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ؟ قَالَ: أَرْبَعٌ: عُمْرَةُ الْحُدَيْبِيَةِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ حَيْثُ صَدَّهُ الْمُشْرِكُونَ، وَعُمْرَةٌ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ حَيْثُ صَالَحَهُمْ، وَعُمْرَةُ الْجِعْرَانَةِ إِذْ قَسَمَ غَنِيمَةَ - أُرَاهُ - حُنَيْنٍ، قُلْتُ: كَمْ حَجَّ؟ قَالَ: وَاحِدَةً. [انظر: ١٧٧٩، ١٧٨٠، ٣٠٦٦، ٤١٤٨- أخرجه مسلم: ١٢٥٣ بزيادة]

1778۔قتادہ سے روایت ہے کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: نبی ﷺ نے کتنے عمرے کیے؟ انھوں نے کہا: چار، عمرۂ حدیبیہ ذوالقعدہ میں جہاں آپ کو مشرکین نے روک دیا اور ایک عمرہ ذوالقعدہ میں آئندہ سال جب آپ نے ان سے صلح کی تھی اور ایک عمرہ جعرانہ جب آپ نے میرا خیال ہے حنین کی غنیمتیں تقسیم کی تھیں۔ میں نے کہا: آپ نے کتنے حج کیے؟ انھوں نے کہا: ایک۔

١٧٧٩- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَقَالَ: اعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ حَيْثُ رَدُّوهُ

1779۔قتادہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا تو انھوں نے کہا: نبی ﷺ نے عمرہ کیا جب انھوں نے آپ کو روک دیا اور آئندہ سال عمرۂ حدیبیہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَمِنَ الْقَابِلِ عُمْرَةَ الْحُدَيْبِيَةِ وَعُمْرَةً فِي ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةً مَعَ حَجَّتِهِ. [راجع : ١٧٧٨ - اخرجه مسلم : ١٢٥٣]

اور ایک عمرہ ذوالقعدہ میں اور ایک عمرہ اپنے حج کے ساتھ۔

١٧٨٠ - حَدَّثَنَا هُدْبَةُ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ وَقَالَ : اعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمَرٍ فِي ذِي الْقَعْدَةِ إِلَّا الَّتِي اعْتَمَرَ مَعَ حَجَّتِهِ، عُمْرَتَهُ مِنَ الْحُدَيْبِيَةِ وَمِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ وَمِنَ الْجِعْرَانَةِ، حَيْثُ قَسَمَ غَنَائِمَ حُنَيْنٍ وَعُمْرَةً مَعَ حَجَّتِهِ. [راجع : ١٧٧٨ - اخرجه مسلم : ١٢٥٣]

1780۔ ہُدبہ نے کہا: ہمیں ہمام نے (قتادہ سے، انھوں نے انس رضی اللہ عنہ سے) بیان کیا، انھوں نے کہا: آپ ﷺ نے ذوالقعدہ میں چار عمرے کیے، اس عمرے کے سوا جو آپ نے اپنے حج کے ساتھ کیا، آپ کا وہ عمرہ جو حدیبیہ میں کیا اور اس سے اگلے سال اور جِعرانہ سے جہاں آپ نے حنین کی غنیمتیں تقسیم کیں اور ایک عمرہ آپ کے حج کے ساتھ۔

١٧٨١ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا شُرَيْحُ ابْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ : سَأَلْتُ مَسْرُوقًا وَعَطَاءً وَمُجَاهِدًا فَقَالُوا : اعْتَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي ذِي الْقَعْدَةِ قَبْلَ أَنْ يَحُجَّ.

1781۔ ابو اسحاق سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے مسروق، عطا اور مجاہد سے سوال کیا تو انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے حج کرنے سے پہلے ذوالقعدہ میں عمرہ کیا۔

وَقَالَ : سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : اعْتَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي ذِي الْقَعْدَةِ قَبْلَ أَنْ يَحُجَّ مَرَّتَيْنِ . [انظر : ١٨٤٤، ٢٦٩٨، ٢٦٩٩، ٢٧٠٠، ٣١٨٤، ٤٢٥١ - أخرجه مسلم : ١٧٨٣، بقطعة لم ترد في هذه الطريق]

اور ابو اسحاق نے کہا: میں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج کرنے سے پہلے ذوالقعدہ میں دو بار عمرہ کیا۔

فائدہ: 1 امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں عائشہ، ابن عمر اور انس رضی اللہ عنہم کی احادیث ذکر کی ہیں کہ آپ ﷺ نے چار عمرے کیے اور آخر میں براء رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی کہ آپ نے دو بار عمرہ کیا۔ دونوں کے درمیان تطبیق یہ ہے کہ براء رضی اللہ عنہ نے آپ کے حج کے ساتھ والے عمرہ کو شمار نہیں کیا، کیونکہ بات ان عمروں کی تھی جو ذوالقعدہ میں آپ ﷺ نے کیے۔ اسی طرح انھوں نے اس عمرہ کو بھی شمار نہیں کیا جس سے آپ کو روک دیا گیا تھا، یا اسے شمار کیا ہے تو عمرۂ جعرانہ کو شمار نہیں کیا، اگرچہ وہ ذوالقعدہ ہی میں تھا، کیونکہ انھیں وہ معلوم نہیں ہو سکا۔ (فتح الباری)

2 ام المومنین عائشہ، ابن عمر اور انس رضی اللہ عنہم کی روایات سے معلوم ہوا کہ عمرۂ حدیبیہ میں اگرچہ کفار نے آپ ﷺ کو عمرہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ے روک دیا اور آپ نے وہیں حدیبیہ ہی میں قربانی کر کے سر منڈا کر احرام کھول دیا مگر اسے پورا عمرہ ہی شمار کیا گیا، اس ے کسی کو اس کی جگہ عمرہ کرنے کا پابند نہیں کیا گیا۔ رہا آئندہ سال عمرہ کا نام عمرۃ القضاء، تو اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ اس سے ساتھ پچھلے سال کے عمرہ کی قضا دی گئی بلکہ یہ نام اس باہمی فیصلے اور معاہدے کی وجہ سے رکھا گیا جو رسول اللہ ﷺ اور مشرکین کے درمیان سنہ ۶ ہجری میں ہوا تھا۔

۵ رسول اللہ ﷺ نے رجب میں کوئی عمرہ نہیں کیا جیسا کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات بہت بڑے آدمی سے بھی خطا ہو جاتی ہے، جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہوئی۔ اس حدیث سے سلف صالحین کا حسنِ ادب بھی ظاہر ہے کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خطا کے باوجود ان کا ذکر ان کی کنیت کے ساتھ کیا اور ان کی شان میں ذرہ برابر کمی نہیں کی۔

٤ـ بَابُ عُمْرَةٍ فِي رَمَضَانَ

4۔ باب: رمضان میں عمرہ

١٧٨٢ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يُخْبِرُنَا يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِامْرَأَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ - سَمَّاهَا ابْنُ عَبَّاسٍ فَنَسِيتُ اسْمَهَا -: «مَا مَنَعَكِ أَنْ تَحُجِّينَ مَعَنَا؟» قَالَتْ: كَانَ لَنَا نَاضِحٌ فَرَكِبَهُ أَبُو فُلَانٍ وَابْنُهُ - لِزَوْجِهَا وَابْنِهَا - وَتَرَكَ نَاضِحًا نَنْضَحُ عَلَيْهِ، قَالَ: «فَإِذَا كَانَ رَمَضَانُ اعْتَمِرِي فِيهِ، فَإِنَّ عُمْرَةً فِي رَمَضَانَ حَجَّةٌ» أَوْ نَحْوًا مِمَّا قَالَ. [انظر: ١٨٦٣ـ أخرجه مسلم: ١٢٥٦]

1782۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کی ایک عورت سے کہا: - عطا نے کہا: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا نام لیا تھا مگر مجھے بھول گیا۔ ”تمھیں ہمارے ساتھ حج کرنے سے کیا چیز رکاوٹ بنی؟“ اس نے کہا: ہمارا ایک پانی کھینچنے والا اونٹ تھا تو اس پر ابو فلاں اور اس کا بیٹا سوار ہو کر چلے گئے - اس نے اپنے خاوند اور اس کے بیٹے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا - اور وہ ہمارے لیے ایک اونٹ چھوڑ گیا جس پر ہم پانی کھینچ کر کھیتوں کو پلاتے ہیں، آپ نے فرمایا: ”پھر جب ماہ رمضان ہو تو اس میں عمرہ کر لو، کیونکہ رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے۔“ یا ایسا ہی کچھ فرمایا۔

فوائد . 1 رمضان میں عمرہ کا ثواب حج کے ثواب کے برابر ہے مگر اہل علم کا اتفاق ہے کہ رمضان میں عمرہ سے حج کا فرض ادا نہیں ہوتا۔ رہی مشابہت تو وہ ہر بات میں نہیں ہوتی، جیسے کوئی کسی کے چہرے کو چاند سے تشبیہ دے تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ پرکار کی گولائی کے ساتھ گول ہے، یا اس میں سے روشنی پھوٹ رہی ہے۔ یہ حدیث ایسے ہی ہے جیسے فرمایا: ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ قرآن کے ثلث کے برابر ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ثواب کی کوئی کمی نہیں، وہ جس عمل پر جتنا

www.KitaboSunnat.com

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ہا ہے ثواب عطا کر سکتا ہے۔

2 اس حدیث میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس عورت کا نام لیا تھا مگر عطا کو یا ان کے شاگرد ابن جریج کو وہ بھول گیا۔ صحیح بخاری میں دوسری جگہ (۱۸۶۳) عطا کے شاگرد حبیب المعلم سے یہ روایت آئی ہے، اس میں اس خاتون کا نام موجود ہے اور وہ ہے ام سنان الانصاریہ رضی اللہ عنہا۔

3 صحیح بخاری (۱۸۶۳) میں اس حدیث میں ایک لفظ زائد ہے جس سے رمضان میں عمرہ کی فضیلت مزید بڑھ گئی ہے اور وہ ہے: « فَإِنَّ عُمْرَةً فِي رَمَضَانَ تَقْضِي حَجَّةً مَعِي » "یعنی رمضان میں عمرہ میرے ہمراہ حج کے برابر ہے۔"

٥ - بَابُ الْعُمْرَةِ لَيْلَةَ الْحَصْبَةِ وَغَيْرِهَا

5۔ باب: حصبہ کی رات اور اس کے سوا کسی وقت عمرہ کرنا

١٧٨٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مُوَافِينَ لِهِلَالِ ذِي الْحَجَّةِ، فَقَالَ لَنَا: « مَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُهِلَّ بِالْحَجِّ فَلْيُهِلَّ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهِلَّ بِعُمْرَةٍ، فَلَوْلَا أَنِّي أَهْدَيْتُ لَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ » قَالَتْ: فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ وَكُنْتُ مِمَّنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ فَأَظَلَّنِي يَوْمُ عَرَفَةَ وَأَنَا حَائِضٌ فَشَكَوْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: « ارْفُضِي عُمْرَتَكِ وَانْقُضِي رَأْسَكِ وَامْتَشِطِي وَأَهِلِّي بِالْحَجِّ » فَلَمَّا كَانَ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ أَرْسَلَ مَعِي عَبْدَ الرَّحْمَنِ إِلَى التَّنْعِيمِ فَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ مَكَانَ عُمْرَتِي. [راجع: ٢٩٤- أخرجه مسلم: ١٢١١]

1783۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے جب ہم ذوالحجہ کے چاند کو پہنچنے والے تھے، آپ نے ہمیں فرمایا: "تم میں سے جو حج کا احرام باندھنا چاہے باندھ لے اور جو عمرہ کا احرام باندھنا چاہے وہ عمرہ کا احرام باندھ لے، کیونکہ اگر یہ نہ ہوتا کہ میں نے قربانی ساتھ لے رکھی ہے تو میں بھی عمرہ کا احرام باندھتا۔" عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: تو ہم میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا اور ہم میں سے بعض نے حج کا احرام باندھا اور میں ان لوگوں میں سے تھی جنھوں نے عمرہ کا احرام باندھا۔ تو عرفہ کا دن مجھ پر آیا تو میں حیض کی حالت میں تھی، میں نے نبی ﷺ کے پاس شکایت کی، آپ نے فرمایا: "اپنا عمرہ چھوڑ دو اور سر کے بال کھولو اور کنگھی کرو اور حج کا احرام باندھ لو۔" پھر جب (حج پورا ہونے کے بعد) محصب کی رات ہوئی تو آپ نے میرے ساتھ عبدالرحمٰن کو تنعیم کی طرف بھیجا تو میں نے اپنے عمرہ کی جگہ عمرہ کا احرام باندھ لیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ: "اَلْحَصْبَةُ" بروزن "اَلضَّرْبَةُ" سے مراد مُحصب میں گزرنے والی رات ہے، یعنی تیرہ ذوالحجہ کے بعد آنے والی رات، اس پر مفصل بات (۱۷۶۵) میں گزر چکی ہے۔ یہاں اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ایام تشریق گزرنے کے بعد جب حاجی کا حج پورا ہو جائے تو وہ اسی رات عمرہ کر سکتا ہے، جیسا کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے کیا اور بعد میں تو بالاولیٰ کر سکتا ہے۔

٦- بَابُ عُمْرَةِ التَّنْعِيمِ

6۔ باب: تنعیم سے عمرہ

١٧٨٤- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، سَمِعَ عَمْرَو بْنَ أَوْسٍ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَهُ أَنْ يُرْدِفَ عَائِشَةَ وَيُعْمِرَهَا مِنَ التَّنْعِيمِ.

1784۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے انھیں حکم دیا کہ وہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھائیں اور انھیں تنعیم سے عمرہ کروائیں۔

قَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً: سَمِعْتُ عَمْرًا كَمْ سَمِعْتُهُ مِنْ عَمْرٍو. [انظر: ٢٩٨٥- أخرجه مسلم: ١٢١٢]

سفیان نے ایک مرتبہ کہا: میں نے عمرو سے یہ حدیث سنی، کتنی ہی بار میں نے اسے ان سے سنا۔

١٧٨٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ، عَنْ حَبِيبٍ الْمُعَلِّمِ، عَنْ عَطَاءٍ، حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَهَلَّ وَأَصْحَابُهُ بِالْحَجِّ وَلَيْسَ مَعَ أَحَدٍ مِنْهُمْ هَدْيٌ غَيْرِ النَّبِيِّ ﷺ وَطَلْحَةَ، وَكَانَ عَلِيٌّ قَدِمَ مِنَ الْيَمَنِ وَمَعَهُ الْهَدْيُ، فَقَالَ: أَهْلَلْتُ بِمَا أَهَلَّ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، وَأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَذِنَ لِأَصْحَابِهِ أَنْ يَجْعَلُوهَا عُمْرَةً، يَطُوفُوا بِالْبَيْتِ ثُمَّ يُقَصِّرُوا وَيَحِلُّوا إِلَّا مَنْ مَعَهُ الْهَدْيُ، فَقَالُوا: نَنْطَلِقُ إِلَى مِنًى، وَذَكَرُ أَحَدِنَا يَقْطُرُ، فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: «لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا أَهْدَيْتُ، وَلَوْلَا أَنَّ مَعِي

1785۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب نے حج کا احرام باندھا اور نبی ﷺ اور طلحہ رضی اللہ عنہ کے سوا ان میں سے کسی کے ہمراہ قربانی نہیں تھی اور علی رضی اللہ عنہ یمن سے آئے تھے اور ان کے ہمراہ قربانیاں تھیں، انھوں نے کہا: میں نے اس چیز کا احرام باندھا ہے جس کا احرام رسول اللہ ﷺ نے باندھا ہے، اور نبی ﷺ نے اپنے صحابہ کو اجازت دے دی کہ وہ اسے عمرہ بنا لیں، بیت اللہ کا طواف کریں، پھر سر کے بال کترائیں اور احرام کھول دیں ان لوگوں کے سوا جن کے ہمراہ قربانی تھی۔ تو صحابہ نے کہا: ہم منیٰ کو جائیں گے اور ہم میں سے ہر ایک کا ذکر قطرے گرا رہا ہوگا۔ یہ بات نبی ﷺ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا: "اگر میں پہلے وہ بات جان لیتا جو مجھے بعد میں معلوم ہوئی تو میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْهَدْيَ لَأَحْلَلْتُ »

قربانی ساتھ نہ لاتا اور اگر یہ نہ ہوتا کہ میرے ساتھ قربانی ہے تو میں احرام کھول دیتا۔“

وَأَنَّ عَائِشَةَ حَاضَتْ فَنَسَكَتِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ أَنَّهَا لَمْ تَطُفْ بِالْبَيْتِ، قَالَ : فَلَمَّا طَهُرَتْ وَطَافَتْ قَالَتْ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَتَنْطَلِقُونَ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ وَأَنْطَلِقُ بِالْحَجِّ؟ فَأَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ أَنْ يَخْرُجَ مَعَهَا إِلَى التَّنْعِيمِ، فَاعْتَمَرَتْ بَعْدَ الْحَجِّ فِي ذِي الْحَجَّةِ.

اور عائشہ رضی اللہ عنہا کو حیض آ گیا تو انھوں نے حج کے سارے کام ادا کیے صرف بیت اللہ کا طواف نہیں کیا، جب وہ پاک ہو گئیں اور انھوں نے طواف کر لیا تو انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ سب لوگ عمرہ اور حج لے کر جاؤ گے اور میں صرف حج لے کر جاؤں گی؟ تو آپ نے عبدالرحمٰن ابن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ ان کے ساتھ تنعیم کو جائیں، تو انھوں نے حج کے بعد ذوالحجہ میں عمرہ ادا کر لیا۔

وَأَنَّ سُرَاقَةَ بْنَ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ لَقِيَ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ بِالْعَقَبَةِ وَهُوَ يَرْمِيهَا، فَقَالَ: أَلَكُمْ هٰذِهِ خَاصَّةً يَا رَسُولَ اللّٰهِ!؟ قَالَ: « لَا، بَلْ لِلْأَبَدِ » [راجع : ١٥٥٧، وانظر في العمرة، باب : ١١- أخرجه مسلم : ١٢١٦]

اور سراقہ بن مالک بن جعشم رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کو عقبہ میں ملے جب کہ آپ اسے رمی کر رہے تھے، تو انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا یہ آپ لوگوں ہی کے لیے خاص ہے؟ آپ نے فرمایا ”نہیں، بلکہ یہ ہمیشہ کے لیے ہے۔“

فوائد: 1 ابن قیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد (۲/ ۱۱۴) میں کہا ہے: ”یہ بات کسی روایت میں نقل نہیں کی گئی کہ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت سے پہلے مکہ میں رہائش کے دوران عمرہ کیا ہو، نہ ہی آپ نے ہجرت کے بعد مکہ میں داخل ہونے کی صورت کے علاوہ عمرہ کیا ہے اور نہ آپ ﷺ نے کبھی مکہ سے نکل کر حل سے احرام باندھ کر مکہ میں داخل ہو کر عمرہ کیا ہے، جیسا کہ آج کل لوگ کرتے ہیں اور نہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا کسی صحابی سے ثابت ہے کہ اس نے آپ ﷺ کی زندگی میں یہ عمل کیا ہو۔“ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس پر لکھا ہے کہ جب عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے یہ کام کیا تو شریعت میں اس کا جواز ثابت ہو گیا۔ حافظ رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ایک صحابی نے بھی کوئی عمل کیا ہو تو وہ اس کے شرعی جواز کے لیے کافی ہے اور یہی بات درست ہے کہ مکہ میں رہنے والے خواہ وہاں کے مقیم ہوں یا حج وغیرہ کے لیے آئے ہوئے ہوں عمرہ ادا کر سکتے ہیں، مکہ والوں کے لیے عمرہ کو ناجائز کہنا درست نہیں۔

2 رہی یہ بات کہ مکہ میں رہتے ہوئے عمرہ کرنے والے حضرات احرام کہاں سے باندھیں۔ تو ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے مطابق اکثر علماء یہی کہتے ہیں کہ انھیں لازم ہے کہ حرم کی حدود سے نکل کر احرام باندھیں اور حرم سے باہر کی تمام جگہوں سے مکہ کے قریب ترین جگہ چونکہ تنعیم تھی اس لیے رسول اللہ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو وہاں سے احرام باندھنے کا حکم دیا۔ اس میں شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو تنعیم سے عمرہ کا احرام باندھنے کا حکم دیا مگر رسول اللہ ﷺ کی صحیح

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

حدیث سے ثابت ہے کہ اہلِ مکہ حج اور عمرہ دونوں کا احرام اپنے ٹھکانے سے باندھ سکتے ہیں، انھیں حل میں جانے کی ضرورت نہیں، ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: «إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ، وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ، وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ، هُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِنَّ، مِمَّنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، وَمَنْ كَانَ دُوْنَ ذٰلِكَ فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ حَتّٰى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ » [بخاري : ۱۵۲٤] "نبی ﷺ نے اہلِ مدینہ کے لیے "ذوالحلیفہ" کو میقات مقرر کیا، اہلِ شام کے لیے "جحفہ"، اہلِ نجد کے لیے "قرن المنازل" اور اہلِ یمن کے لیے "یلملم" کو مقرر فرمایا۔ یہ میقات ان مقامات (کے لوگوں) کے لیے ہیں اور ان کے لیے بھی جو ان کے باشندوں کے سوا دوسرے لوگوں میں سے ان مقامات پر آئیں جو حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں اور جو اس کے اس طرف (مکہ کی جانب) رہتے ہوں وہ جہاں سے چلیں احرام باندھ لیں، حتیٰ کہ مکہ والے مکہ سے احرام باندھ لیں۔" اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اہلِ مکہ بھی عمرہ کر سکتے ہیں اور انھیں عمرہ کرنے کے لیے حل میں جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ رہا ام المومنین رضی اللہ عنہا کا معاملہ تو وہ ایک خاص صورت تھی کہ انھوں نے عمرہ کا احرام ذوالحلیفہ سے باندھا تھا جو حرم سے باہر تھا، حیض آنے کی وجہ سے آپ ﷺ نے انھیں وہ عمرہ چھوڑنے کا حکم دیا، اب ان کے اصرار پر اس عمرہ کی جگہ آپ نے انھیں حرم سے باہر تنعیم سے احرام باندھنے کا حکم دیا۔ اب بھی اگر کسی خاتون کو یہ صورت پیش آئے تو اسے عمرہ کے لیے تنعیم سے احرام باندھنا چاہیے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ایک خاص واقعہ ہے جس میں عموم نہیں ہوتا، جب کہ اہلِ مکہ کو حج اور عمرہ دونوں کے لیے مکہ سے احرام باندھنے کا حکم ہے: «حَتّٰى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ» اور یہ حکم عام ہے، اس لیے عمل اس عام حکم پر ہوگا۔ امام بخاری کے اس حدیث پر باب سے بھی یہ بات بالکل واضح ہے، چنانچہ انھوں نے اس پر باب باندھا ہے: "بَابُ مُهَلِّ أَهْلِ مَكَّةَ لِلْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ" یعنی اہل مکہ کے لیے حج اور عمرہ کا احرام باندھنے کی جگہ کا باب۔ اس باب سے ظاہر ہے کہ امام صاحب اہل مکہ کے لیے عمرہ جائز سمجھتے ہیں اور ان کے لیے عمرہ و حج دونوں کا میقات ان کے گھر کو ہی سمجھتے ہیں۔ بندہ عبدالسلام عرض کرتا ہے کہ میں ایک دفعہ مسجد حرام مکہ مکرمہ میں شیخ وصی اللہ عباس حفظہ اللہ کے حلقۂ درس میں حاضر تھا، کسی شخص نے ان سے سوال کیا کہ مکہ مکرمہ میں آئے ہوئے لوگ عمرہ کرنا چاہیں تو احرام کہاں سے باندھیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ وہ حرم سے نکل کر حل سے احرام باندھیں۔ سائل نے پھر سوال کیا کہ ہم نے سنا ہے کہ وہ اپنے ہوٹل ہی سے احرام باندھ سکتے ہیں۔ تو شیخ صاحب نے جواب دیا کہ ہاں امام بخاری رحمہ اللہ کا موقف یہی معلوم ہوتا ہے اور یہاں ایک دفعہ شیخ بدیع الدین سندھی نے سب کے سامنے اپنے ہوٹل سے احرام باندھ کر عمرہ ادا کیا تھا۔ (واللہ اعلم)

٧- بَابُ الْاِعْتِمَارِ بَعْدَ الْحَجِّ بِغَيْرِ هَدْيٍ

7۔ باب: حج کے بعد عمرہ قربانی کے بغیر کرنا

١٧٨٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي، قَالَ: أَخْبَرَتْنِي

1786۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے جب ہم ذوالحجہ کے چاند کو پہنچنے والے تھے۔ تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مُوَافِينَ لِهِلَالِ ذِي الْحَجَّةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : « مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهِلَّ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُهِلَّ بِحَجَّةٍ فَلْيُهِلَّ، وَلَوْلَا أَنِّي أَهْدَيْتُ لَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ » فَمِنْهُمْ مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَمِنْهُمْ مَنْ أَهَلَّ بِحَجَّةٍ، وَكُنْتُ مِمَّنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ فَحِضْتُ قَبْلَ أَنْ أَدْخُلَ مَكَّةَ فَأَدْرَكَنِي يَوْمُ عَرَفَةَ وَأَنَا حَائِضٌ، فَشَكَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: « دَعِي عُمْرَتَكِ، وَانْقُضِي رَأْسَكِ وَامْتَشِطِي، وَأَهِلِّي بِالْحَجِّ » فَفَعَلْتُ، فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ أَرْسَلَ مَعِي عَبْدَ الرَّحْمٰنِ إِلَى التَّنْعِيمِ، فَأَرْدَفَهَا فَأَهَلَّتْ بِعُمْرَةٍ مَكَانَ عُمْرَتِهَا، فَقَضَى اللّٰهُ حَجَّهَا وَعُمْرَتَهَا وَلَمْ يَكُنْ فِي شَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ هَدْيٌ وَلَا صَدَقَةٌ وَلَا صَوْمٌ. [راجع : ٢٩٤ـ أخرجه مسلم : ١٢١١]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو عمرہ کا احرام باندھنا چاہے وہ باندھ لے اور جو حج کا احرام باندھنا چاہے وہ باندھ لے اور اگر میں قربانی ساتھ نہ لایا ہوتا تو میں عمرہ کا احرام باندھ لیتا۔'' تو بعض صحابہ نے عمرہ کا احرام باندھ لیا اور بعض نے حج کا احرام باندھ لیا اور میں ان لوگوں میں سے تھی جنھوں نے عمرہ کا احرام باندھا، پھر مجھے مکہ میں داخل ہونے سے پہلے حیض آ گیا اور عرفہ کا دن مجھ پر آیا تو میں حیض کی حالت میں تھی، میں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس شکایت کی تو آپ نے فرمایا: ''اپنا عمرہ چھوڑ دو اور اپنے سر کے بال کھول لو اور کنگھی کرو اور حج کا احرام باندھ لو۔'' تو میں نے ایسے ہی کیا، جب مُحصب کی رات ہوئی تو آپ نے میرے ساتھ عبدالرحمٰن کو تنعیم کی طرف بھیجا، انھوں نے اسے سواری پر پیچھے بٹھایا اور اس نے اپنے عمرہ کی جگہ عمرہ کا احرام باندھ لیا، تو اللہ نے اس کا حج اور عمرہ پورا کر دیا اور ان میں سے کسی چیز پر نہ کوئی قربانی لازم ہوئی، نہ کوئی صدقہ اور نہ کوئی روزہ۔

فائدہ حج کے مہینوں میں حج کے ساتھ عمرہ کرنے والے پر ایک قربانی لازم ہے خواہ وہ تمتع کرے یا قران۔ اس باب کا مقصد یہ ہے کہ یہ قربانی ان لوگوں پر لازم ہے جو حج سے پہلے عمرہ کریں، جو لوگ حج کے بعد عمرہ کریں، جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا تھا تو ان پر کوئی قربانی یا فدیہ یا روزہ لازم نہیں۔ یہاں ایک سوال ہے کہ صحیح بخاری (۲۹۴) اور صحیح مسلم (۱۲۱۱/۱۲۰) میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے کی قربانی کی تھی، تو پھر اس بات کا کیا مطلب ہے کہ اس حج اور عمرہ پر کوئی قربانی لازم نہیں ہوئی۔ جواب اس کا یہ ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ عمرہ حج کے ایام پورے ہونے کے بعد ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کے خیال میں بھی یہ عمرہ نہ تھا، ام المومنین کی درخواست اور اصرار پر آپ ﷺ نے انھیں یہ عمرہ کروایا اور گائے تو قربانی کے دنوں میں قربان ہو چکی تھی، اس کا اس عمرہ کے ساتھ کیا تعلق ہو سکتا ہے۔

٨ـ بَابُ أَجْرِ الْعُمْرَةِ عَلَى قَدْرِ النَّصَبِ

8۔ باب: عمرہ کا اجر مشقت کے مطابق ہے

١٧٨٧ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ،

1787۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، وَعَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، قَالَا : قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : يَا رَسُولَ اللَّهِ! يَصْدُرُ النَّاسُ بِنُسُكَيْنِ وَأَصْدُرُ بِنُسُكٍ؟ فَقِيلَ لَهَا : « انْتَظِرِي فَإِذَا طَهُرْتِ فَاخْرُجِي إِلَى التَّنْعِيمِ، فَأَهِلِّي ثُمَّ ائْتِينَا بِمَكَانِ كَذَا، وَلَكِنَّهَا عَلَى قَدْرِ نَفَقَتِكِ أَوْ نَصَبِكِ »

[راجع : ۲۹٤۔ اخرجه مسلم : ۱۲۱۱]

یا رسول اللہ! لوگ دو عبادتیں لے کر جائیں گے اور میں ایک ہی عبادت لے کر جاؤں گی؟ تو ان سے کہا گیا: ''انتظار کرو اور جب پاک ہو جاؤ تو تنعیم کی طرف جاؤ اور احرام باندھو، پھر فلاں جگہ پر ہمارے پاس آ جاؤ، لیکن وہ تو تمھارے خرچ یا تمھاری مشقت کے مطابق ہوگا۔''

فائدہ: یعنی عمرہ ہو یا حج وہ آدمی کی مشقت کے مطابق شمار ہوگا، جتنی محنت سے کیا جائے گا اور جتنا اس میں خرچ کیا جائے گا اتنا ہی اس میں زیادہ ثواب ہوگا۔

۹۔ بَابُ الْمُعْتَمِرِ إِذَا طَافَ طَوَافَ الْعُمْرَةِ ثُمَّ خَرَجَ، هَلْ يُجْزِئُهُ مِنْ طَوَافِ الْوَدَاعِ؟

9۔ باب: عمرہ کرنے والا جب عمرہ کا طواف کرے، پھر مکہ سے نکل جائے تو کیا وہ اسے طوافِ وداع سے کافی ہوگا؟

۱۷۸۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا أَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : خَرَجْنَا مُهِلِّينَ بِالْحَجِّ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ وَحُرُمِ الْحَجِّ، فَنَزَلْنَا سَرِفَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِأَصْحَابِهِ : « مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ فَأَحَبَّ أَنْ يَجْعَلَهَا عُمْرَةً فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلَا » وَكَانَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَرِجَالٍ مِنْ أَصْحَابِهِ ذَوِي قُوَّةٍ الْهَدْيُ، فَلَمْ تَكُنْ لَهُمْ عُمْرَةً، فَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ وَأَنَا أَبْكِي، فَقَالَ : « مَا يُبْكِيكِ؟ » قُلْتُ : سَمِعْتُكَ تَقُولُ لِأَصْحَابِكَ مَا قُلْتَ، فَمُنِعْتُ الْعُمْرَةَ، قَالَ : « وَمَا شَأْنُكِ؟ » قُلْتُ : لَا أُصَلِّي، قَالَ : « فَلَا يَضُرُّكِ

1788۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ہم حج کا احرام باندھ کر حج کے مہینوں اور حج کی حرمتوں میں نکلے اور سرف مقام پر اترے تو نبی ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: ''جس کے ساتھ قربانی نہ ہو اور چاہے کہ اسے عمرہ بنا لے وہ ایسا کر لے اور جس کے ساتھ قربانی ہو وہ نہ کرے۔'' اور نبی ﷺ کے ساتھ اور آپ کے اصحاب میں سے طاقت والے کچھ آدمیوں کے ساتھ قربانی تھی، تو ان کے لیے الگ عمرہ نہ ہوا۔ نبی ﷺ میرے پاس آئے تو میں رو رہی تھی، آپ نے فرمایا: ''تم کس لیے رو رہی ہو؟'' میں نے کہا: آپ نے اپنے اصحاب سے جو کچھ کہا ہے وہ میں نے سنا، تو میں عمرہ تو نہیں کر سکتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا بات

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

أَنْتِ مِنْ بَنَاتِ آدَمَ كُتِبَ عَلَيْكِ مَا كُتِبَ عَلَيْهِنَّ، فَكُونِي فِي حَجَّتِكِ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَرْزُقَكِيهَا» قَالَتْ: فَكُنْتُ حَتَّى نَفَرْنَا مِنْ مِنًى فَنَزَلْنَا الْمُحَصَّبَ فَدَعَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ: «اخْرُجْ بِأُخْتِكَ الْحَرَمَ فَلْتُهِلَّ بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ افْرُغَا مِنْ طَوَافِكُمَا أَنْتَظِرْكُمَا هَاهُنَا» فَأَتَيْنَا فِي جَوْفِ اللَّيْلِ فَقَالَ: «فَرَغْتُمَا؟» قُلْتُ: نَعَمْ، فَنَادَى بِالرَّحِيلِ فِي أَصْحَابِهِ فَارْتَحَلَ النَّاسُ وَمَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ، ثُمَّ خَرَجَ مُوَجِّهًا إِلَى الْمَدِينَةِ. [راجع: ٢٩٤- أخرجه مسلم: ١٢١١]

ہے؟'' میں نے کہا: میں نماز نہیں پڑھتی۔ آپ نے فرمایا: ''تمھیں کچھ نقصان نہیں، تم آدم علیہ السلام کی بیٹیوں میں سے ہی تم پر وہ لکھا گیا ہے جو ان پر لکھا گیا ہے، تو تم اپنے حج میں شامل ہو جاؤ، امید ہے اللہ تمھیں وہ عطا کر دے گا۔'' عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: تو میں (حج میں شامل) رہی یہاں تک کہ ہم نے منیٰ سے کوچ کیا تو ہم محصب میں اترے، آپ نے عبدالرحمن (رضی اللہ عنہ) کو بلایا اور فرمایا: ''اپنی بہن کو حرم سے باہر لے جاؤ، یہ عمرہ کا احرام باندھے پھر تم اپنے طواف سے فارغ ہو جاؤ، میں یہاں تمھارا انتظار کروں گا۔'' تو ہم آدھی رات کو فارغ ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم فارغ ہو گئے؟'' میں نے کہا: جی ہاں، آپ نے اپنے اصحاب میں کوچ کا اعلان کر دیا تو لوگ روانہ ہو گئے اور وہ بھی جو صبح کی نماز سے پہلے طوافِ وداع کر چکے تھے، پھر آپ بھی مدینہ کی طرف چل پڑے۔

فائدہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو تنعیم سے احرام باندھ کر عمرہ کے لیے بھیجا، جب وہ فارغ ہو کر آئیں تو آپ انھیں ساتھ لے کر مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ آپ نے انھیں الگ سے طوافِ وداع کا حکم نہیں دیا، اس سے وہ مسئلہ ثابت ہوا جو امام صاحب نے باب میں ذکر کیا ہے۔

١٠ - بَابٌ: يَفْعَلُ فِي الْعُمْرَةِ مَا يَفْعَلُ فِي الْحَجِّ

10- باب: عمرہ میں وہی کام کرے جو حج میں کرتا ہے

فائدہ: ''عمرہ میں وہی کام کرے جو حج میں کرتا ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ عمرہ میں بھی وہ تمام چیزیں ترک کرے گا جو حج کے دوران ترک کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سائل کو یہ بات اس لیے فرمائی کہ وہ ان چیزوں کو جانتا تھا جو حج میں ترک کی جاتی ہیں، اس لیے آپ نے اسے بتایا کہ عمرہ میں بھی وہی چیزیں ترک کرنی ہیں جو تم حج میں ترک کرتے ہو۔ بعض اہل علم نے فرمایا کہ باب کا مطلب یہ ہے کہ حج اور عمرہ اصل احکام میں برابر ہیں سوائے ان احکام کے جو دلیل کی رو سے حج کے ساتھ خاص ہیں، مثلاً حج میں آدمی عرفہ میں وقوف کرتا ہے، مزدلفہ میں رات گزارتا ہے، جمرات کو رمی کرتا ہے، منیٰ میں راتیں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

گزارتا ہے جب کہ یہ اعمال عمرہ میں نہیں ہیں۔ غرض حج کے ساتھ خاص احکام کے سوا عمرہ میں وہی کچھ کیا جاتا ہے جو حج میں کیا جاتا ہے اور وہ ہے احرام، طواف، سعی، تطوعاً قربانی، حلق یا تقصیر۔

١٧٨٩- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا عَطَاءٌ، قَالَ : حَدَّثَنِي صَفْوَانُ بْنُ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ، يَعْنِي عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ بِالْجِعِرَّانَةِ، وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ وَعَلَيْهِ أَثَرُ الْخَلُوقِ - أَوْ قَالَ : صُفْرَةٌ - فَقَالَ : كَيْفَ تَأْمُرُنِي أَنْ أَصْنَعَ فِي عُمْرَتِي؟ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَسُتِرَ بِثَوْبٍ، وَوَدِدْتُ أَنِّي قَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَقَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ، فَقَالَ عُمَرُ : تَعَالَ أَيَسُرُّكَ أَنْ تَنْظُرَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَقَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ الْوَحْيَ؟ قُلْتُ : نَعَمْ، فَرَفَعَ طَرَفَ الثَّوْبِ فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ لَهُ غَطِيطٌ - وَأَحْسِبُهُ قَالَ :- كَغَطِيطِ الْبَكْرِ، فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْهُ قَالَ : «أَيْنَ السَّائِلُ عَنِ الْعُمْرَةِ؟ اخْلَعْ عَنْكَ الْجُبَّةَ وَاغْسِلْ أَثَرَ الْخَلُوقِ عَنْكَ وَأَنْقِ الصُّفْرَةَ، وَاصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِي حَجِّكَ» [راجع : ١٥٣٦- أخرجه مسلم : ١١٨٠]

1789۔ یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا، آپ اس وقت جعرانہ میں تھے، اس نے ایک کوٹ پہنا ہوا تھا اور اس پر خلوق کا یا کہا کہ زردی کا نشان تھا۔ اس نے کہا: آپ مجھے عمرہ میں کس طرح کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ پر وحی نازل فرمائی، چنانچہ آپ پر ایک کپڑے کے ساتھ پردہ کر دیا گیا۔ میں چاہتا تھا کہ نبی ﷺ کو اس حال میں دیکھوں کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہو۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آؤ کیا تم چاہتے ہو کہ نبی ﷺ کو اس حال میں دیکھو کہ اللہ نے آپ پر وحی نازل کی ہوئی ہو۔ میں نے کہا: ہاں! تو انھوں نے کپڑے کا کنارہ اٹھا دیا، میں نے دیکھا آپ سے خراٹے کی آواز آ رہی تھی جیسے جوان اونٹ کے بلبلانے کی آواز ہوتی ہے۔ جب آپ کی وہ حالت ختم ہوئی تو آپ نے فرمایا: ''وہ عمرہ کے متعلق سوال کرنے والا کہاں ہے؟ (فرمایا:) اپنا کوٹ اتار دو اور اپنے آپ سے خلوق کا نشان دھو دو اور زرد رنگ کو صاف کر دو اور اپنے عمرہ میں اسی طرح کرو جیسے تم اپنے حج میں کرتے ہو۔''

فائدہ اس حدیث کے فوائد (١٥٣٦) میں گزر چکے ہیں۔

١٧٩٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ قَالَ : قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَنَا

1790۔ عروہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ کی بیوی عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا، ان دنوں میں نو عمر تھا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق بتائیں کہ ''یقیناً صفا اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

يَوْمَئِذٍ حَدِيثُ السِّنِّ : أَرَأَيْتِ قَوْلَ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى : ﴿ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللّٰهِ ۖ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا ﴾ [البقرة : ١٥٨] فَلَا أُرَى عَلَى أَحَدٍ شَيْئًا أَنْ لَا يَطَّوَّفَ بِهِمَا، فَقَالَتْ عَائِشَةُ : كَلَّا، لَوْ كَانَتْ كَمَا تَقُولُ كَانَتْ : فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَا يَطَّوَّفَ بِهِمَا، إِنَّمَا أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فِي الْأَنْصَارِ، كَانُوا يُهِلُّونَ لِمَنَاةَ وَكَانَتْ مَنَاةُ حَذْوَ قُدَيْدٍ وَكَانُوا يَتَحَرَّجُونَ أَنْ يَطُوفُوا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ سَأَلُوا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى : ﴿ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللّٰهِ ۖ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا ﴾ [البقرة : ١٥٨]

مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کہ دونوں کا خوب طواف کرے۔'' اس لیے میں کسی پر کوئی گناہ نہیں سمجھتا کہ وہ ان دونوں کا طواف نہ کرے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہرگز نہیں، اگر وہ بات ہوتی جو تم کہتے ہو تو آیت اس طرح ہوتی تھی کہ اس پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ ان دونوں کا طواف نہ کرے۔ اصل میں یہ آیت انصار کے بارے میں اتری، وہ مناۃ کے لیے احرام باندھتے تھے اور مناۃ قدید کے بالمقابل تھا اور وہ صفا و مروہ کے درمیان طواف کو گناہ سمجھتے تھے، پھر جب اسلام آیا تو انھوں نے اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ ''یقیناً صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، تو جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اس پر کوئی گناہ نہیں کہ ان دونوں کا طواف کرے۔''

زَادَ سُفْيَانُ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ هِشَامٍ : مَا أَتَمَّ اللّٰهُ حَجَّ امْرِئٍ وَلَا عُمْرَتَهُ لَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ . [راجع : ١٦٤٣ـ أخرجه مسلم : ١٢٧٧]

سفیان اور ابو معاویہ نے ہشام سے یہ الفاظ زائد بیان کیے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کا نہ حج پورا کیا اور نہ اس کا عمرہ جس نے صفا و مروہ کے درمیان طواف نہ کیا ہو۔

فائدہ اس حدیث کے فوائد (۱۶۴۳) میں گزر چکے ہیں، یہاں باب کے ساتھ اس کا تعلق یہ ہے کہ عمرہ میں بھی وہی کام کرنے ہیں جو حج میں کرنے ہیں، چنانچہ عمرہ میں بھی صفا و مروہ کی سعی کرنی ہے جو حج میں کی جاتی ہے۔

١١ - بَابٌ : مَتَى يَحِلُّ الْمُعْتَمِرُ ؟

11- باب: عمرہ کرنے والا کب حلال ہوتا ہے؟

وَقَالَ عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ أَصْحَابَهُ أَنْ يَجْعَلُوهَا عُمْرَةً وَيَطُوفُوا، ثُمَّ يُقَصِّرُوا وَيَحِلُّوا . [راجع : ١٦٥١، ١٧٨٥]

اور عطا نے جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ اسے عمرہ بنا لیں اور طواف کریں، پھر سر کے بال کترائیں اور حلال ہو جائیں۔

فائدہ یہ حدیث (۱۷۸۵) میں باسند گزر چکی ہے، اس میں طواف سے مراد بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

دونوں نہیں، کیونکہ آگے احادیث میں صراحت آ رہی ہے کہ ان دونوں کے بغیر عمرہ کرنے والا احرام نہیں کھول سکتا۔

١٧٩١- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ جَرِيرٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ: اعْتَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَاعْتَمَرْنَا مَعَهُ، فَلَمَّا دَخَلَ مَكَّةَ طَافَ وَطُفْنَا مَعَهُ، وَأَتَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ وَأَتَيْنَاهَا مَعَهُ، وَكُنَّا نَسْتُرُهُ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ أَنْ يَرْمِيَهُ أَحَدٌ، فَقَالَ لَهُ صَاحِبٌ لِي: أَكَانَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ؟ قَالَ: لَا.
[راجع: ١٦٠٠ - أخرجه مسلم: ١٣٣٢]

1791- عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے عمرہ کیا اور ہم نے بھی آپ کے ہمراہ عمرہ کیا، تو جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے طواف کیا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ طواف کیا اور آپ صفا و مروہ پر آئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ وہاں آئے اور ہم مکہ والوں سے آپ کو اوٹ میں لیے رکھتے تھے کہ کوئی آپ کو تیر نہ مار دے۔ تو میرے ایک ساتھی نے ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا آپ ﷺ کعبہ میں داخل ہوئے تھے؟ انھوں نے کہا: نہیں۔

فائدہ: اس حدیث کے بعض فوائد (١٦٠٠) میں گزر چکے ہیں۔

١٧٩٢- قَالَ: فَحَدِّثْنَا مَا قَالَ لِخَدِيجَةَ؟ قَالَ: «بَشِّرُوا خَدِيجَةَ بِبَيْتٍ مِنَ الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَا صَخَبَ فِيهِ وَلَا نَصَبَ» [انظر: ٣٨١٩- أخرجه مسلم: ٢٤٣٣]

1792- (میرے ساتھی نے) کہا: تو آپ ہمیں بیان کریں کہ آپ ﷺ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کے متعلق کیا کہا تھا؟ انھوں نے کہا: (آپ نے یہ فرمایا تھا:) "خدیجہ کو جنت میں ایک خول دار موتی سے بنے ہوئے گھر کی خوش خبری دے دو جس میں نہ کوئی شور و غل ہے، نہ کوئی دکھ تکلیف ہے۔"

فوائد: 1 اس حدیث سے ان لوگوں کی بات کا رد ہوتا ہے جو کہتے ہیں کہ عمرہ میں بیت اللہ کا طواف کرنے کے بعد آدمی احرام کھول سکتا ہے، کیونکہ عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما نے صراحت کی ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ بیت اللہ کے طواف کے ساتھ صفا و مروہ کی سعی بھی کی تھی۔ اس لیے ان دونوں کے بعد ہی آدمی عمرہ کا احرام کھول سکتا ہے۔ 2 واضح رہے کہ عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما جس عمرہ کی بات کر رہے ہیں یہ وہ تھا جو صلح حدیبیہ (سنہ ٦ ہجری) سے اگلے سال سنہ ٧ ہجری میں ہوا، اسے عمرۃ القضاء بھی کہتے ہیں۔ اس وقت مکہ میں کفار کی حکومت تھی، اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس دوران رسول اللہ ﷺ کی حفاظت اور آپ کے گرد حصار رکھنے کا خاص اہتمام رکھا، تا کہ کوئی مشرک آپ کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ اس سال آپ ﷺ کعبہ میں داخل نہیں ہوئے، یہ مطلب نہیں کہ آپ کبھی کعبہ میں داخل ہی نہیں ہوئے۔ 3 ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یہ بشارت اس لیے ملی کہ نبوت کے اعلان کے ساتھ ہی کفار کی طرف سے نبی ﷺ کے خلاف

www.KitaboSunnat.com
" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بے پناہ شور وغل اور ہر طرح سے تکلیف پہنچانے کا سلسلہ شروع ہو گیا اور ظاہر ہے کہ اس سارے شور وغل اور دکھ تکلیف میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ ام المومنین ؓ بھی تھیں، اس لیے انھیں بشارت دی گئی کہ ان کے لیے ایک نہایت خوبصورت اور آرام دہ گھر تیار ہے جو ایک ہی خول دار موتی کا بنا ہوا ہے، اس میں نہ کوئی شور وغل ہے، نہ ہی کوئی دکھ تکلیف۔ کیونکہ جیسا عمل ہو ویسا ہی اجر ہوتا ہے۔ جب انھوں نے شور وغل اور دکھ تکلیف پر صبر کیا تو انھیں ایسا بہترین گھر عطا کیا گیا۔

۱۷۹۳۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، قَالَ: سَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ رَجُلٍ طَافَ بِالْبَيْتِ فِي عُمْرَةٍ وَلَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، أَيَأْتِي امْرَأَتَهُ؟ فَقَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ، وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعًا وَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. [راجع: ۳۹۵۔ أخرجه مسلم: ۱۲۳٤]

1793۔ عمرو بن دینار سے روایت ہے کہ ہم نے ابن عمر ؓ سے ایسے آدمی کے متعلق سوال کیا جس نے عمرہ میں بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ کا طواف نہیں کیا، کیا وہ اپنی بیوی کے پاس جا سکتا ہے؟ انھوں نے کہا: نبی ﷺ تشریف لائے اور بیت اللہ کے گرد سات چکر لگائے اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعتیں پڑھیں اور صفا و مروہ کے درمیان سات چکر لگائے اور یقیناً تمھارے لیے رسول اللہ ﷺ میں بہترین سے بہت اچھا نمونہ ہے۔

فائدہ: یہ حدیث (۳۹۵) میں گزر چکی ہے۔

۱۷۹٤۔ قَالَ: وَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَقَالَ: لَا يَقْرَبَنَّهَا حَتَّى يَطُوفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ. [راجع: ۳۹٦]

1794۔ عمرو بن دینار نے کہا: اور ہم نے جابر بن عبداللہ ؓ سے یہ مسئلہ پوچھا تو انھوں نے کہا: جب تک صفا و مروہ کے درمیان طواف نہ کر لے ہرگز اس کے قریب نہ جائے۔

فائدہ: یہ حدیث (۳۹٦) میں گزر چکی ہے۔

۱۷۹۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِالْبَطْحَاءِ وَهُوَ مُنِيخٌ

1795۔ ابو موسیٰ اشعری ؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس بطحا میں آیا، آپ وہاں ڈیرہ ڈالے ہوئے تھے، آپ نے پوچھا: ''تم حج کر رہے ہو؟'' میں نے کہا: جی ہاں! فرمایا: ''تم نے کس چیز کا احرام باندھا ہے؟''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قَالَ : « أَحَجَجْتَ؟ » قُلْتُ : نَعَمْ، قَالَ : « بِمَا أَهْلَلْتَ؟ » قُلْتُ : لَبَّيْكَ بِإِهْلَالٍ كَإِهْلَالِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ : « أَحْسَنْتَ، طُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ أَحِلَّ » فَطُفْتُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ أَتَيْتُ امْرَأَةً مِنْ قَيْسٍ فَفَلَتْ رَأْسِي ثُمَّ أَهْلَلْتُ بِالْحَجِّ فَكُنْتُ أُفْتِي بِهِ حَتَّى كَانَ فِي خِلَافَةِ عُمَرَ فَقَالَ : إِنْ أَخَذْنَا بِكِتَابِ اللَّهِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُنَا بِالتَّمَامِ، وَإِنْ أَخَذْنَا بِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ فَإِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ حَتَّى بَلَغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ. [راجع : ١٥٥٩ ـ أخرجه مسلم : ١٢٢١]

میں نے کہا: نبی ﷺ جیسے احرام کے ساتھ لبیک کہا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”تم نے اچھا کیا، بیت اللہ کا اور صفا و مروہ کا طواف کرو پھر احرام کھول دو۔“ تو میں نے بیت اللہ کا اور صفا و مروہ کا طواف کیا، پھر میں قبیلہ قیس کی ایک عورت کے پاس آیا تو اس نے میرے سر کی جوئیں نکالیں، پھر میں نے حج کا احرام باندھ لیا تو میں اسی کا فتویٰ دیا کرتا تھا یہاں تک کہ عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت آئی تو انھوں نے کہا: اگر ہم کتاب اللہ کو لیں تو وہ ہمیں پورا کرنے کا حکم دیتی ہے اور اگر ہم نبی ﷺ کے فرمان کو لیں تو آپ قربانی کے اپنی جگہ پر پہنچنے سے پہلے حلال نہیں ہوئے۔

فائدہ: اس حدیث کے فوائد (۱۵۵۹) میں گزر چکے ہیں، یہاں لانے کا مقصد یہ ہے کہ نبی ﷺ نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو بیت اللہ اور صفا و مروہ کے طواف کے بعد عمرہ سے حلال ہونے یعنی احرام کھولنے کا حکم دیا۔

١٧٩٦ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنَا عَمْرٌو، عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ مَوْلَى أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ حَدَّثَهُ : أَنَّهُ كَانَ يَسْمَعُ أَسْمَاءَ تَقُولُ كُلَّمَا مَرَّتْ بِالْحَجُونِ : صَلَّى اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مُحَمَّدٍ، لَقَدْ نَزَلْنَا مَعَهُ هَاهُنَا وَنَحْنُ يَوْمَئِذٍ خِفَافٌ، قَلِيلٌ ظَهْرُنَا، قَلِيلَةٌ أَزْوَادُنَا، فَاعْتَمَرْتُ أَنَا وَأُخْتِي عَائِشَةُ وَالزُّبَيْرُ وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ، فَلَمَّا مَسَحْنَا الْبَيْتَ أَحْلَلْنَا ثُمَّ أَهْلَلْنَا مِنَ الْعَشِيِّ بِالْحَجِّ. [راجع : ١٦١٥ ـ أخرجه مسلم : ١٢٣٥، مطولاً عن عروة]

1796۔ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کے مولیٰ عبداللہ سے روایت ہے کہ وہ اسماء رضی اللہ عنہا کو سنا کرتے تھے جب بھی وہ حجون کے پاس سے گزرتیں تو کہتیں: اللہ تعالیٰ اپنے رسول محمد ﷺ پر صلاۃ بھیجے، ہم آپ کے ساتھ یہاں اترے تھے اور ہم ان دنوں ہلکے پھلکے تھے، ہماری سواریاں کم اور ہمارے زاد قلیل تھے، تو میں نے اور میری بہن عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے اور زبیر (رضی اللہ عنہ) نے اور فلاں فلاں نے عمرہ کیا، جب ہم نے بیت اللہ کو چھولیا تو ہم نے احرام کھول دیا، پھر ہم نے پچھلے پہر حج کا احرام باندھا۔

فائدہ: اس حدیث کے فوائد (۱۶۱۵) میں گزر چکے ہیں۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

١٢ ـ بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا رَجَعَ مِنَ الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ أَوِ الْغَزْوِ؟

١٧٩٧ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا قَفَلَ مِنْ غَزْوٍ أَوْ حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ يُكَبِّرُ عَلَى كُلِّ شَرَفٍ مِنَ الْأَرْضِ ثَلَاثَ تَكْبِيرَاتٍ ثُمَّ يَقُولُ: «لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ سَاجِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ، صَدَقَ اللهُ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ» [انظر: ٢٩٩٥، ٣٠٨٤، ٤١١٦، ٦٣٨٥ ـ أخرجه مسلم: ١٣٤٤]

12- باب: جب حج یا عمرہ یا جنگ سے واپس آئے تو کیا کہے؟

1797- عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب جنگ یا حج یا عمرہ سے واپس آتے تو زمین کی ہر اونچی جگہ پر تین بار اللہ اکبر کہتے، پھر کہتے: ”اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی سب بادشاہی ہے اور اسی کی سب تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ ہم سفر سے لوٹنے والے، توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، سجدہ کرنے والے، اپنے رب ہی کی حمد کرنے والے ہیں۔ اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دیا اور اس نے اپنے بندے کی مدد کی اور تمام جماعتوں کو اس اکیلے نے شکست دی۔“

فائدہ: حافظ رحمہ اللہ نے کہا: امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں کچھ ابواب سفر سے واپس آنے والوں کے آداب کے متعلق ذکر کیے ہیں، کیونکہ ان کا تعلق حج اور عمرہ کرنے والوں کے ساتھ بھی ہے، ظاہر ہے ان سے مراد وہ حج یا عمرہ کرنے والے ہیں جو باہر سے آئے ہوں۔ اس باب میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث امام صاحب نے ”کتاب الدعوات (۶۳۸۵)“ میں اس عنوان سے ذکر کی ہے: ”بَابُ الدُّعَاءِ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا أَوْ رَجَعَ “ اور وہیں اس پر گفتگو ہوگی۔ (ان شاء اللہ)

١٣ ـ بَابُ اسْتِقْبَالِ الْحَاجِّ الْقَادِمِينَ وَالثَّلَاثَةِ عَلَى الدَّابَّةِ

١٧٩٨ ـ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ اسْتَقْبَلَتْهُ أُغَيْلِمَةُ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَحَمَلَ وَاحِدًا بَيْنَ يَدَيْهِ وَآخَرَ خَلْفَهُ. [انظر: ٥٩٦٥، ٥٩٦٦]

13- باب: آنے والے حاجیوں کو آگے جا کر لینا اور ایک سواری پر تین آدمیوں کا بیٹھنا

1798- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب نبی ﷺ مکہ آئے تو بنو عبد المطلب کے چند چھوٹے لڑکوں نے آپ ﷺ کو آگے سے جا کر لیا، تو آپ نے ایک کو اپنے آگے اور دوسرے کو اپنے پیچھے بٹھا لیا۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

... امام بخاری رحمہ اللہ نے جو باب قائم کیا ہے اس میں ان حاجیوں کے استقبال کا ذکر ہے جو کہ مکہ مکرمہ میں حج کر کے ... گھر آ رہے ہوں، جب کہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے حج یا عمرہ یا جہاد کے لیے مکہ آنے پر آپ ﷺ کے ... کا ذکر ہے۔ دونوں میں کوئی اختلاف نہیں، معنوی طور پر دونوں ایک ہیں، کیونکہ حاجیوں اور مجاہدوں کا مکہ میں آنا ... اور واپس جانا دونوں ہی قابل اکرام و تعظیم ہیں اور دونوں صورتوں میں ان کا حق بنتا ہے کہ ان کی عزت افزائی کی ... ان کی آمد پر خوشی کے اظہار کے لیے ان کا استقبال کیا جائے۔ (واللہ اعلم) حدیث کا دوسرا حصہ دلیل ہے کہ اگر ... طاقت ہو تو اس پر تین آدمی سوار ہو سکتے ہیں، کراہت اس وقت ہے جب سواری کمزور ہو اور اس کی طاقت سے ... زیادہ اس پر بوجھ ڈالا جائے۔

١٤۔ بَابُ الْقُدُومِ بِالْغَدَاةِ

14۔ باب: مسافر کا صبح کے وقت گھر آنا

١٧٩٩۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحَجَّاجِ، حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ يُصَلِّي فِي مَسْجِدِ الشَّجَرَةِ، وَإِذَا رَجَعَ صَلَّى بِذِي الْحُلَيْفَةِ بِبَطْنِ الْوَادِي وَبَاتَ حَتَّى يُصْبِحَ. [راجع: ٤٨٤- أخرجه مسلم: ... بقصة بيتوتة في هذه الطريق، وقطعة " ذي الحليفة" في الحج (٤٣٠)]

1799۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مکہ کی طرف نکلتے تو درخت والی مسجد میں نماز پڑھتے تھے اور جب واپس جاتے تو ذوالحلیفہ میں وادی کے نچلے حصے میں نماز پڑھتے تھے اور صبح ہونے تک وہاں رات گزارتے تھے۔

فوائد: اس حدیث پر (١٥٣٢، ١٥٣٣) میں کلام گزر چکا ہے، یہاں مقصد یہ ہے کہ آپ ﷺ رات مزدلفہ میں گزار کر صبح مدینہ میں تشریف لاتے تھے۔

١٥۔ بَابُ الدُّخُولِ بِالْعَشِيِّ

15۔ باب: مسافر کا شام کو گھر آنا

١٨٠٠۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَطْرُقُ أَهْلَهُ، كَانَ لَا يَدْخُلُ إِلَّا غُدْوَةً أَوْ عَشِيَّةً. [أخرجه مسلم: ١٩٢٨]

1800۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ رات کو گھر نہیں آتے تھے، آپ صبح یا شام کو ہی گھر آتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فوائد 1 جوہری نے کہا: " عَشِيَّةٌ " مغرب سے عشاء تک کو کہتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ وہ سورج ڈھلنے سے لے کر ہے۔ میں کہتا ہوں یہاں پہلا معنی مراد ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلے باب کے بعد یہ باب یہ واضح کرنے کے لیے ذکر کیا ہے کہ صبح ہی کو گھر آنا ضروری نہیں۔ منع صرف اس بات سے کیا گیا ہے کہ آدمی رات کو (اچانک) آئے۔ اس کی وجہ جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بیان کی گئی ہے کہ بکھرے بالوں والی کنگھی کر لے اور جس کا خاوند غائب رہا وہ اپنی صفائی کر لے۔ (فتح الباری) اس پر "کتاب النکاح (٥٠٧٩)" میں پوری بات ہوگی۔ (ان شاء اللہ)

2 " طَرَقَ يَطْرُقُ (ن) " کا اصل معنی زور سے مارنا ہے جس سے آواز پیدا ہو۔ " مِطْرَقَةٌ " (ہتھوڑا) اور " طَرِيقٌ " (راستہ) اسی سے مشتق ہیں، کیونکہ راستے پر چلنے والوں کے قدم زور سے پڑتے ہیں تو آواز دیتے جاتے ہیں۔ "اَلطَّارِقُ" رات کو آنے والے کو کہتے ہیں، کیونکہ عام طور پر اسے دروازہ کھٹکھٹانا پڑتا ہے۔

١٦- بَابٌ: لَا يَطْرُقُ أَهْلَهُ إِذَا بَلَغَ الْمَدِينَةَ

16- باب: مسافر جب شہر میں آئے تو رات کو گھر نہ آئے

١٨٠١- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَارِبٍ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَطْرُقَ أَهْلَهُ لَيْلًا. [راجع: ٤٤٣- أخرجه مسلم: ٧١٥، بقطعة ليست في هذه الطريق، وفي الرضاع (٥٤)، وفي المساقاة (١٠٩) بقطعة ليست في هذه الطريق، وفي الإمارة (١٨١)]

1801- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ آدمی اپنے گھر رات کو آئے۔

فائدہ حافظ رحمہ اللہ نے کہا: " إِذَا بَلَغَ الْمَدِينَةَ " یہاں مدینہ سے مراد وہ شہر ہے جس میں آدمی جانا چاہتا ہے۔ جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مکمل (٥٠٧٩) میں آ رہی ہے، وہاں اس کی علت بیان ہوئی ہے۔

١٧- بَابُ مَنْ أَسْرَعَ نَاقَتَهُ إِذَا بَلَغَ الْمَدِينَةَ

17- باب: جو شخص شہر پہنچنے پر اپنی اونٹنی کو تیز دوڑائے

١٨٠٢- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي حُمَيْدٌ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَأَبْصَرَ دَرَجَاتِ الْمَدِينَةِ أَوْضَعَ

1802- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر سے واپس آتے اور مدینہ کی چڑھائیاں دیکھتے تو اپنی اونٹنی کو تیز دوڑاتے اور اگر کوئی اور جانور ہوتا تو اسے ایڑ لگاتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وإن كانت دابة حركها.

قال أبو عبد الله: زاد الحارث بن عمير، عن حميد: حركها من حبها.

ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: حارث بن عمیر نے حمید سے روایت کرتے ہوئے یہ الفاظ زیادہ کیے ہیں کہ مدینہ کی محبت کی وجہ سے سواری کو تیز دوڑاتے تھے۔

١٨٠٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ حميد، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: جُدُرَاتٍ. تَابَعَهُ الْحَارِثُ بن عمير. [انظر: ١٨٨٦]

1802م۔ اور اسماعیل نے حمید سے، انھوں نے انس رضی اللہ عنہ سے "جُدُرَاتِ" کا لفظ بیان کیا کہ آپ مدینہ کی دیواروں کو دیکھ کر سواری کو تیز دوڑاتے تھے۔ اسماعیل کی طرح حارث بن عمیر نے بھی اسے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے مدینہ طیبہ کی فضیلت اور رسول اللہ ﷺ کی اس سے محبت ظاہر ہے اور یہ بھی کہ آدمی کو اپنے وطن سے فطری طور پر محبت ہوتی ہے، اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ آدمی تو پھر آدمی ہے گھوڑے اور جانور بھی اپنے ٹھکانے کے قریب آتے ہیں تو خود بخود تیز ہو جاتے ہیں۔ البتہ مشہور روایت "حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْإِيمَانِ" (وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے) رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔

١٨- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا﴾ [البقرة: ١٨٩]

18۔ باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان: "اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ"

١٨٠٣- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِينَا، كَانَتِ الْأَنْصَارُ إِذَا حَجُّوا فَجَاءُوا لَمْ يَدْخُلُوا مِنْ قِبَلِ أَبْوَابِ بُيُوتِهِمْ وَلَكِنْ مِنْ ظُهُورِهَا، فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَدَخَلَ مِنْ قِبَلِ بَابِهِ، فَكَأَنَّهُ عُيِّرَ بِذَلِكَ، فَنَزَلَتْ: ﴿وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَى وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا﴾ [البقرة: ١٨٩] [انظر: ٤٥١٢- وأخرجه مسلم: ٣٠٢٦]

1803۔ براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: یہ آیت ہمارے متعلق نازل ہوئی، انصار جب حج کرتے اور واپس آتے تو اپنے گھروں کے دروازوں سے نہ آتے بلکہ ان کی پچھلی جانب سے آتے۔ ایک انصاری آدمی اپنے گھر کے دروازے کی جانب سے آ گیا تو گویا اسے اس پر عار دلائی گئی تو یہ آیت نازل ہوئی: "اور نیکی ہرگز یہ نہیں کہ تم گھروں میں ان کی پچھلی طرفوں سے آؤ اور بلکہ نیکی اس کی ہے جو بچے اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ۔"

فوائد:

1 كَانَتِ الْأَنْصَارُ: اس سے ظاہر ہے کہ یہ کام صرف انصار کرتے تھے مگر جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آ رہا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ قریش کو چھوڑ کر سب عرب ایسے ہی کرتے تھے۔ اور صحیح بخاری (۴۵۱۲) میں " إِذَا حَجُّوْا "کی جگہ " إِذَا أَحْرَمُوْا فِي الْجَاهِلِيَّةِ "کے الفاظ ہیں، یعنی جب وہ جاہلیت میں احرام باندھ لیتے تھے۔

2 اس آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنی عقل سے عبادت کے طور طریقے وضع کرنا جائز نہیں ہے۔ جو لوگ اپنی عقل سے عبادت کے طریقے وضع کر لیتے ہیں، پھر اس کی تائید میں دلائل شرعیہ تلاش کرتے ہیں اور جو ان کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق عبادت نہ کرے اس کو لعنت ملامت کرتے ہیں اسی کا نام " إِحْدَاثٌ فِي الدِّيْنِ "اور بدعت سیئہ ہے۔ عبادت صرف اس طریقے سے کرنی چاہیے جس طریقہ سے رسول اللہ ﷺ نے عبادت کی ہے اور جس طرح آپ ﷺ نے ہدایت دی ہے اور جماعت صحابہ کا اس پر عمل رہا ہے۔

١٩- بَابٌ: السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ

19- باب: سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے

١٨٠٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: « السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ، يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ وَنَوْمَهُ، فَإِذَا قَضَى نَهْمَتَهُ فَلْيُعَجِّلْ إِلَى أَهْلِهِ »

[انظر: ٣٠٠١، ٥٤٢٩- أخرجه مسلم: ١٩٢٧]

1804- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے جو تمھارے ایک کو اس کے کھانے، اس کے پینے اور اس کی نیند سے روک دیتا ہے۔ تو جب وہ اپنی حاجت پوری کرے تو جلدی اپنے گھر آجائے۔"

فوائد: 1 شاید امام بخاری نے حج کے ابواب میں یہ حدیث لا کر ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: « إِذَا قَضَى أَحَدُكُمْ حَجَّهُ فَلْيُعَجِّلِ الرِّحْلَةَ إِلَى أَهْلِهِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِأَجْرِهِ »"جب تم میں سے کوئی اپنا حج پورا کر لے تو وہ جلدی اپنے گھر واپس آجائے، کیونکہ اس میں اس کے لیے زیادہ اجر ہے۔" [الدارقطني: ٣٧٥/٢، ح: ٢٧٩٠- البيهقي: ١٠٣٦٣، وقال الألباني: حسن]

2 کھانے پینے اور نیند سے روکنے کا مطلب کھانے پینے اور سونے کی اس لذت سے روکنا ہے جو آدمی کو گھر میں حاصل ہوتی ہے، کیونکہ سفر کی مشقت کے علاوہ آدمی کے کھانے پینے اور سونے کے اوقات درہم برہم ہو جاتے ہیں، اچھے سے اچھا کھانا اور بستر میسر ہونے کے باوجود اپنی عادت اور معمول کے مطابق نہ ہونے کی وجہ سے آدمی پریشانی کا شکار ہوتا ہے۔

3 اس میں شک نہیں کہ دنیا اور آخرت کی بہت سی نعمتیں سفر سے وابستہ ہیں، مثلاً حج، جہاد، دعوت الی اللہ، تعلیم و تعلم، احباب و اقارب کی ملاقات، تجارت وصنعت وغیرہ، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے سورۂ قریش میں قریش پر اپنا احسان جتلایا کہ ہم نے تمھیں سردی اور گرمی کے سفر سے مانوس کیا جس کے نتیجے میں تم مال دار اور احوال عالم سے واقف ہوئے۔ (دیکھیے تفسیر القرآن الکریم میں سورۂ قریش کی تفسیر) اس لیے اسلام سفر کی ترغیب بھی دیتا ہے، لیکن یہ بھی حقیقت واقعی ہے کہ سفر کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مشقت آدمی کے لیے ایک طرح کا عذاب ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے سفر سے منع نہیں فرمایا بلکہ اس بات کی تحسین فرمائی کہ سفر ہمیشہ بامقصد ہونا چاہیے اور مقصد پورا ہونے پر آدمی کو جلدی گھر واپس لوٹنا چاہیے، کیونکہ جو سکون گھر میں ہے وہ سفر میں نہیں۔ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا ﴾ [النحل : ٨٠] ''اور اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے تمھارے گھروں کو جائے سکون بنا دیا۔''

لطیفہ: حافظ رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ امام الحرمین جب اپنے والد کی مسند پر بیٹھے تو ان سے سوال کیا گیا کہ سفر عذاب کا قطعہ کیوں ہے؟ تو انھوں نے فی الفور جواب دیا کہ اس میں احباب سے جدا ہونا پڑتا ہے۔ (فتح الباری)

٢٠- بَابُ الْمُسَافِرِ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ يُعَجِّلُ إِلَى أَهْلِهِ

20- باب: جب مسافر کو تیز چلنا پڑ جائے (اور) وہ گھر جلدی جا رہا ہو (تو کیا کرے؟)

١٨٠٥- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا بِطَرِيقِ مَكَّةَ فَبَلَغَهُ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِي عُبَيْدٍ شِدَّةُ وَجَعٍ فَأَسْرَعَ السَّيْرَ حَتَّى كَانَ بَعْدَ غُرُوبِ الشَّفَقِ نَزَلَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعَتَمَةَ جَمَعَ بَيْنَهُمَا، ثُمَّ قَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ أَخَّرَ الْمَغْرِبَ وَجَمَعَ بَيْنَهُمَا. [راجع: ١٠٩١ـ أخرجه مسلم: ٧٠٣ باختلاف]

1805- زید بن اسلم نے بیان کیا کہ میں مکہ کے راستے میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا تو انھیں (ان کی بیوی) صفیہ بنت ابی عبید کی شدید بیماری کی خبر پہنچی تو وہ تیز رفتاری سے چل پڑے، یہاں تک کہ شفق غروب ہونے کے بعد اترے اور مغرب اور عشاء پڑھی اور دونوں کو جمع کر لیا، پھر کہا: میں نے نبی ﷺ کو دیکھا جب آپ کو چلنے کی جلدی ہوتی تو مغرب کو مؤخر کر دیتے اور دونوں کو جمع کر لیتے۔

فائدہ: اس حدیث کے فوائد (١٠٩١) میں گزر چکے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر ضرورت ہو تو سفر میں تیز سے تیز چل سکتے ہیں، جیسا کہ ابوداود (١٢١٢) میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس سفر کے متعلق بیان ہوا ہے کہ انھوں نے تین راتوں کا سفر ایک دن رات میں کیا، یہ حدیث صحیح ہے، ایسی صورت میں مسافر کو چاہیے کہ وہ مغرب اور عشاء کو جمع کر لے۔

[تَمَّتْ أَبْوَابُ الْعُمْرَةِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

٢٧ ـ أَبْوَابُ الْمُحْصَرِ وَجَزَاءِ الصَّيْدِ

ابواب: جو شخص حج یا عمرہ سے روک دیا جائے اور شکار کرنے کا فدیہ

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿ فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ ﴾ [البقرة: ١٩٦]

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''پھر اگر تم روک دیے جاؤ تو قربانی میں سے جو میسر ہو کرو اور اپنے سر اں کو نہ مونڈو، یہاں تک کہ قربانی اپنے حلال ہونے کی جگہ پر پہنچ جائے۔''

وَقَالَ عَطَاءٌ: الْإِحْصَارُ: مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يَحْبِسُهُ.

اور عطا نے کہا: ''روک دیا جانا'' ہر اس چیز سے ہوتا ہے جو آدمی کو روک دے۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: ﴿حَصُورًا﴾ [آل عمران: ٣٩]: لَا يَأْتِي النِّسَاءَ.

ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: ''حَصُوْرًا'' کا معنی ہے جو عورتوں کے پاس نہ جائے۔

فوائد: 1 حج یا عمرہ کا احرام باندھ لینے کے بعد اسے پورا کرنا ضروری ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ﴾ [البقرة: ١٩٦] ''اور حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے پورا کرو۔'' طبری نے اپنی حسن سند کے ساتھ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ جو شخص حج یا عمرے کا احرام باندھ لے تو اس کے لیے جائز نہیں کہ اسے پورا کرنے سے پہلے حلال ہو۔ حج کا پورا کرنا یہ ہے کہ یوم النحر (دس ذوالحجہ) کو جمرۂ عقبہ کو کنکر مارے اور طوافِ زیارہ کرے تو وہ اپنے احرام سے پوری طرح حلال ہو گیا اور عمرے کا پورا کرنا یہ ہے کہ بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کرے تو حلال ہو گیا۔ [طبري: ٣/ ٧، ح: ٣١٨٨]

2 فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ...... : یعنی اگر تمھیں کعبہ تک پہنچنے سے روک دیا جائے تو جہاں رکاوٹ پیدا ہو وہیں بکرے کی یا اونٹ یا گائے کے حصے کی، غرض جو بھی میسر ہو قربانی کر کے احرام کھول دو، جیسا کہ ٦ھ میں مشرکین کہ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ کو عمرہ ادا کرنے سے روک دیا تو حدودِ حرم سے باہر حدیبیہ ہی میں آپ نے قربانی کر کے احرام کھول دیا۔

3 اہلِ علم میں اس بات پر اختلاف ہے کہ احصار کب ثابت ہوتا ہے۔ بعض ائمہ نے کہا کہ احصار صرف دشمن کے روکنے سے ثابت ہوتا ہے، بیماری وغیرہ سے ثابت نہیں ہوتا، خصوصاً عمرہ میں بیماری وغیرہ سے احصار ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ عمرہ سارا سال ہو سکتا ہے۔ ان کے بقول بیمار کو لازم ہے کہ جہاں بیماری آئے وہیں رہے اور تندرست ہونے پر بیت اللہ شریف پہنچ کر عمرہ ادا کر کے احرام کھولے۔ اس کی وجہ وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سنہ ۶ ہجری میں دشمن کے روکنے ہی کی وجہ سے حدیبیہ میں قربانی کر کے سر منڈا کر احرام کھولا تھا۔ مگر دوسرے اہلِ علم کا یہ کہنا ہے کہ دشمن یا مرض غرض کسی بھی وجہ سے مکہ جانے سے رکاوٹ پیدا ہو جائے تو احصار ثابت ہو جاتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی بات کو ترجیح دی ہے، اس لیے انھوں نے تائید کے لیے عطا کا قول ذکر کیا ہے کہ احصار ہر اس چیز سے ثابت ہوتا ہے جو آدمی کو حج یا عمرہ سے روک دے اور یہی بات صحیح ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے احصار کا لفظ عام رکھا ہے۔ اب خواہ کسی وجہ سے بھی رکاوٹ پیدا ہو آدمی میسر قربانی کر کے احرام کھول سکتا ہے۔ حافظ رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ابن المنذر نے علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس کے (معتبر) طریق سے ایسے ہی بیان کیا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: "فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ." ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: "جو شخص حج یا عمرہ کا احرام باندھے پھر اسے بیت اللہ جانے سے کسی بیماری کی وجہ سے روک دیا جائے جو اسے مشقت میں ڈال دے یا دشمن کی وجہ سے جو اسے روک دے تو اسے جو میسر ہو وہ قربانی ذبح کرنا واجب ہے۔ پھر اگر اسلام کا حج ہے (یعنی جو فرض ہے) تو اسے اس کی قضا دینا ہوگی اور فرض حج کے بعد کا کوئی حج ہے تو اس پر کوئی قضا نہیں۔" اکثر صحابہ وغیرہ کا یہی موقف ہے، حتیٰ کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کے متعلق فتویٰ دیا جسے سانپ وغیرہ نے ڈس لیا تھا کہ وہ محصر ہے، اسے ابن جریر (۳/۴۱، ح: ۳۲۹۵) نے صحیح سند کے ساتھ ان سے روایت کیا ہے۔

4 حَصُوْرًا: سورۂ آل عمران (۳۹) میں اللہ تعالیٰ نے یحییٰ علیہ السلام کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: ﴿سَيِّدًا وَّحَصُوْرًا﴾ چونکہ "أُحْصِرْتُمْ" اور "حَصُوْرًا" کا مادہ ایک تھا اس مناسبت سے امام صاحب نے "حَصُوْرًا" کا معنی بھی بیان کر دیا۔ "حَصُوْرًا" "فَعُوْلٌ" کے وزن پر اسم مفعول بمعنی "مَحْصُوْرٌ" ہے، یعنی جسے روک دیا گیا ہو، امام بخاری نے اس کا معنی بیان کیا کہ جو عورتوں کے پاس نہ جائے۔ اب اس کا ایک مطلب تو یہ ہو سکتا ہے کہ وہ عورتوں کے پاس جانے کے قابل ہی نہ ہو مگر ظاہر ہے کہ یہ کوئی خوبی نہیں اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ تمام تر قوت ہونے کے باوجود اپنی بیوی کے سوا کسی عورت کی طرف اسے رغبت ہی نہ ہو اور یہ کمال وصف ہے جو اللہ تعالیٰ نے یحییٰ علیہ السلام کو عطا فرمایا۔

١- بَابٌ: إِذَا أُحْصِرَ الْمُعْتَمِرُ

1- باب: جب عمرہ کرنے والے کو روک دیا جائے

١٨٠٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ

1806- نافع سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب فتنہ کے زمانے میں عمرہ کرنے کے لیے مکہ کی طرف نکلے تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عَنْهُمَا حِينَ خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ مُعْتَمِرًا فِي الْفِتْنَةِ، قَالَ : إِنْ صُدِدْتُ عَنِ الْبَيْتِ صَنَعْتُ كَمَا صَنَعْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَأَهَلَّ بِعُمْرَةٍ مِنْ أَجْلِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ .

[راجع : ١٦٣٩ـ أخرجه مسلم : ١٢٣٠]

کہا: اگر مجھے بیت اللہ جانے سے روک دیا گیا تو میں اسی طرح کروں گا جیسے ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ کیا تھا۔ تو انھوں نے عمرہ کا احرام باندھا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کے سال عمرہ کا احرام باندھا تھا۔

١٨٠٧ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ، حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ وَسَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ أَخْبَرَاهُ : أَنَّهُمَا كَلَّمَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا لَيَالِيَ نَزَلَ الْجَيْشُ بِابْنِ الزُّبَيْرِ، فَقَالَا : لَا يَضُرُّكَ أَنْ لَا تَحُجَّ الْعَامَ، وَإِنَّا نَخَافُ أَنْ يُحَالَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْبَيْتِ، فَقَالَ : خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ دُونَ الْبَيْتِ، فَنَحَرَ النَّبِيُّ ﷺ هَدْيَهُ وَحَلَقَ رَأْسَهُ وَأُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ الْعُمْرَةَ، إِنْ شَاءَ اللَّهُ أَنْطَلِقُ، فَإِنْ خُلِّيَ بَيْنِي وَبَيْنَ الْبَيْتِ طُفْتُ، وَإِنْ حِيلَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فَعَلْتُ كَمَا فَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَنَا مَعَهُ، فَأَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ، ثُمَّ سَارَ سَاعَةً، ثُمَّ قَالَ : إِنَّمَا شَأْنُهُمَا وَاحِدٌ، أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ حَجَّةً مَعَ عُمْرَتِي، فَلَمْ يَحِلَّ مِنْهُمَا حَتَّى حَلَّ يَوْمَ النَّحْرِ وَ أَهْدَى، وَكَانَ يَقُولُ : لَا يَحِلُّ حَتَّى يَطُوفَ طَوَافًا وَاحِدًا يَوْمَ يَدْخُلُ مَكَّةَ .

[راجع : ١٦٣٩ـ أخرجه مسلم : ١٢٣٠]

1807۔ نافع سے روایت ہے کہ عبید اللہ بن عبداللہ اور سالم بن عبداللہ نے انھیں بتایا کہ جن دنوں (حجاج کی فوج نے ابن زبیر رضی اللہ عنہما کا محاصرہ کیا تو دونوں بیٹوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بات کی اور کہا: اس سال آپ حج نہ کریں تو آپ کا کوئی نقصان نہیں، کیونکہ ہمیں ڈر ہے کہ آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان رکاوٹ ڈال دی جائے گی، تو انھوں نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نکلے تو کفارِ قریش بیت اللہ پہنچنے سے رکاوٹ بن گئے۔ تو نبی ﷺ نے اپنی قربانی نحر کر دی اور سر منڈا دیا اور میں تمھیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے عمرہ واجب کر لیا ہے، اگر اللہ نے چاہا تو میں جاؤں گا، پھر اگر مجھے بیت اللہ تک جانے دیا گیا تو میں طواف کروں گا اور اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان رکاوٹ ڈال دی گئی تو میں اسی طرح کروں گا جیسے نبی ﷺ نے کیا جب کہ میں آپ کے ساتھ تھا۔ تو انھوں نے ذوالحلیفہ سے عمرہ کا احرام باندھا، پھر تھوڑی دیر چلے، پھر کہنے لگے: دونوں کا معاملہ ایک ہی تو ہے، میں تمھیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے عمرہ کے ساتھ حج کو بھی واجب کر لیا، پھر انھوں نے دونوں کا احرام نہیں کھولا یہاں تک کہ قربانی کے دن حلال ہوئے اور قربانی کی۔ اور وہ کہا کرتے تھے: احرام نہ کھولے یہاں تک کہ جس دن مکہ میں جائے ایک طواف کر لے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ: یہ حدیث (۱۶۳۹) میں گزر چکی ہے۔

۱۸۰۸- حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ بَعْضَ بَنِي عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لَهُ: لَوْ أَقَمْتَ بِهٰذَا. [راجع: ۱۶۳۹- أخرجه مسلم: ۱۲۳، مطولاً]

1808- نافع سے روایت ہے کہ عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے بعض بیٹوں نے ان سے کہا: کاش آپ یہیں رہتے، اور یہی حدیث بیان کی۔

۱۸۰۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: قَدْ أُحْصِرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَحَلَقَ رَأْسَهُ وَجَامَعَ نِسَاءَهُ وَنَحَرَ هَدْيَهُ، حَتَّى اعْتَمَرَ عَامًا قَابِلًا.

1809- عکرمہ سے روایت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول اللہ ﷺ کو روک دیا گیا تو آپ نے اپنا سر منڈا دیا، اپنی بیویوں سے جماع کیا اور اپنی قربانی کو نحر کیا، یہاں تک کہ آپ نے اگلے سال عمرہ کیا۔

فائدہ: اس باب سے معلوم ہوا کہ احصار کا حکم صرف حج کرنے والے کے لیے نہیں، عمرہ کرنے والے کو بھی اگر روک دیا جائے تو وہ بھی قربانی کر کے سر منڈا کر احرام کھول سکتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا۔ آخری حدیث کا ابتدائی حصہ امام بخاری نے اپنی شرط پر نہ ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا ہے۔

۲- بَابُ الْإِحْصَارِ فِي الْحَجِّ

2- باب: حج میں رکاوٹ پیدا ہو جانا

۱۸۱۰- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمٌ، قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: أَلَيْسَ حَسْبُكُمْ سُنَّةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ؟ إِنْ حُبِسَ أَحَدُكُمْ عَنِ الْحَجِّ طَافَ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى يَحُجَّ عَامًا قَابِلًا فَيُهْدِي أَوْ يَصُومُ إِنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا.

1810- سالم سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے: کیا تمھیں رسول اللہ ﷺ کی سنت کافی نہیں؟ اگر تم میں سے کسی کو حج سے روک دیا جائے تو وہ بیت اللہ کا اور صفا و مروہ کا طواف کرے، پھر ہر چیز سے حلال ہو جائے، حتیٰ کہ آئندہ سال حج کرے اور قربانی کرے یا قربانی نہ ملے تو روزے رکھ لے۔

۱۸۱۰م- وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ

1810م- یہ حدیث عبداللہ (بن مبارک) نے یونس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي سَالِمٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ نَحْوَهُ. [راجع: ١٦٣٩۔ أخرجه مسلم: ١٢٣٠]

علاوہ معمر سے بھی بیان کی ہے، انھوں نے زہری سے، انھوں نے سالم سے اور انھوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایسے ہی بیان کی ہے۔

فوائد: 1 اگر بیماری یا کسی اور وجہ سے حج یا عمرہ میں رکاوٹ کا اندیشہ ہو تو احرام کے وقت شرط کر لے تو رکاوٹ پیدا ہونے پر احرام کھول دینے پر کوئی تاوان وغیرہ نہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں حج کا ارادہ رکھتی ہوں اور میں بیمار ہوں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((حُجِّي وَاشْتَرِطِي وَقُولِي: اَللّٰهُمَّ مَحِلِّي حَيْثُ حَبَسْتَنِي)) "تم حج کرو اور یوں کہہ لو کہ یا اللہ! میں وہیں احرام کھول دوں گی جہاں تو مجھے روک لے گا۔" [مسلم، باب جواز اشتراط المحرم التحلل بعذر المرض ونحوه: ١٢٠٧] 2 باب کی حدیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص کو حج سے رکاوٹ پیش آ جائے اور وہ عرفہ، مزدلفہ اور منیٰ کی طرف نہ جا سکے تو عمرہ کر کے احرام کھول دے، چنانچہ طواف اور سعی کر کے سر کے بال کترائے اور فارغ ہو جائے اور اگر عمرہ بھی نہ کر سکے تو جہاں ہے وہیں قربانی کر کے سر منڈا کر احرام کھول دے۔ رہی یہ بات کہ اس پر آئندہ سال حج واجب ہے تو یہ اس وقت ہے جب اس نے فرض حج ادا کرنا ہو اور اس کی استطاعت بھی باقی رہے، لیکن اگر وہ پہلے فریضۂ حج ادا کر چکا ہے تو احصار کی وجہ سے اسے احرام کھولنا جائز ہے۔ (ابن عثیمین)

٣۔ بَابُ النَّحْرِ قَبْلَ الْحَلْقِ فِي الْحَصْرِ

3۔ باب: احصار کی صورت میں سر منڈانے سے پہلے نحر کرنا

١٨١١۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنِ الْمِسْوَرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَحَرَ قَبْلَ أَنْ يَحْلِقَ وَأَمَرَ أَصْحَابَهُ بِذٰلِكَ. [راجع: ١٦٩٤]

1811۔ مسور رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر منڈانے سے پہلے نحر کیا اور اپنے اصحاب کو اسی کا حکم دیا۔

فائدہ: اس حدیث کی شرح (١٦٩٤) میں گزر چکی ہے۔

١٨١٢۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَدْرٍ شُجَاعُ بْنُ الْوَلِيدِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْعُمَرِيِّ قَالَ: وَحَدَّثَ نَافِعٌ: أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ وَسَالِمًا،

1812۔ نافع سے روایت ہے کہ عبداللہ اور سالم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بات کی تو انھوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عمرہ کرنے کے لیے نکلے تو کفارِ قریش نے بیت اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عَبْدُ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مُعْتَمِرِينَ، فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ دُونَ الْبَيْتِ، فَنَحَرَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بُدْنَهُ وَحَلَقَ رَأْسَهُ. [راجع: ١٦٣٩ـ أخرجه مسلم: ١٢٣٠]

... میں جانے سے روک دیا، تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے اونٹوں کو نحر کر دیا اور اپنا سر منڈا دیا۔

فائدہ: یہ حدیث (۱۶۳۹) میں گزر چکی ہے۔

٤ـ بَابُ مَنْ قَالَ: لَيْسَ عَلَى الْمُحْصَرِ بَدَلٌ

4۔ باب: جس نے یہ کہا کہ جسے حج یا عمرہ سے روک دیا جائے اس پر قضا نہیں

وَقَالَ رَوْحٌ: عَنْ شِبْلٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: إِنَّمَا الْبَدَلُ عَلَى مَنْ نَقَضَ حَجَّهُ بِالتَّلَذُّذِ، فَأَمَّا مَنْ حَبَسَهُ عُذْرٌ أَوْ غَيْرُ ذَلِكَ فَإِنَّهُ يَحِلُّ وَلَا يَرْجِعُ، وَإِنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ وَهُوَ مُحْصَرٌ نَحَرَهُ إِنْ كَانَ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَبْعَثَ وَإِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَبْعَثَ بِهِ لَمْ يَحِلَّ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ.

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قضا صرف اس پر لازم ہے جو لذت لینے کے لیے اپنا حج توڑ دے، لیکن جسے کوئی عذر یا اس کے سوا کوئی چیز روک دے تو وہ احرام کھول دے اور قضا نہ کرے اور اگر اس کے ساتھ قربانی ہو اور اسے روک دیا گیا ہو تو اگر اسے مکہ نہ بھیج سکتا ہو تو وہیں نحر کر دے اور اگر اسے بھیج سکتا ہو تو اس وقت تک احرام نہ کھولے جب تک قربانی اپنی جگہ پر نہ پہنچ جائے۔

وَقَالَ مَالِكٌ وَغَيْرُهُ: يَنْحَرُ هَدْيَهُ وَيَحْلِقُ فِي أَيِّ مَوْضِعٍ كَانَ وَلَا قَضَاءَ عَلَيْهِ لِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَأَصْحَابَهُ بِالْحُدَيْبِيَةِ نَحَرُوا وَحَلَقُوا وَحَلُّوا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ قَبْلَ الطَّوَافِ وَقَبْلَ أَنْ يَصِلَ الْهَدْيُ إِلَى الْبَيْتِ. ثُمَّ لَمْ يُذْكَرْ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ أَحَدًا أَنْ يَقْضُوا شَيْئًا وَلَا يَعُودُوا لَهُ، وَالْحُدَيْبِيَةُ خَارِجٌ مِنَ الْحَرَمِ.

اور مالک وغیرہ نے کہا: وہ اپنی قربانی نحر کر دے اور سر منڈا دے جس جگہ پر بھی ہو اور اس پر کوئی قضا نہیں، کیونکہ نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے حدیبیہ میں نحر کر دیا اور سر منڈا دیا اور طواف سے اور قربانیاں بیت اللہ تک پہنچنے سے پہلے ہی احرام کھول دیا، پھر کہیں ذکر نہیں آیا کہ نبی ﷺ نے کسی کو حکم دیا ہو کہ وہ کسی چیز کی قضا دے اور نہ یہ حکم دیا کہ وہ دوبارہ عمرہ کرے، حالانکہ حدیبیہ حرم سے خارج ہے۔

فائدہ: خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص کو عمرہ یا حج میں رکاوٹ پیش آ جائے اسے اس کے بدلے دوبارہ عمرہ یا حج کرنا لازم نہیں اور نہ ہی ہر حال میں قربانی حرم میں بھیجنا ضروری ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ ہی میں قربانیاں کر دیں جب کہ حدیبیہ حرم سے خارج ہے، جو لوگ کہتے ہیں کہ حدیبیہ حدود حرم کے اندر ہے ان کی بات درست نہیں۔ تلذذ سے مراد جماع ...

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ اس سے حج باطل ہو جاتا ہے۔

١٨١٣ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ : حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ حِينَ خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ مُعْتَمِرًا فِي الْفِتْنَةِ : إِنْ صُدِدْتُ عَنِ الْبَيْتِ صَنَعْنَا كَمَا صَنَعْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، فَأَهَلَّ بِعُمْرَةٍ مِنْ أَجْلِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ، ثُمَّ إِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ نَظَرَ فِي أَمْرِهِ، فَقَالَ : مَا أَمْرُهُمَا إِلَّا وَاحِدٌ، فَالْتَفَتَ إِلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ : مَا أَمْرُهُمَا إِلَّا وَاحِدٌ، أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ الْحَجَّ مَعَ الْعُمْرَةِ، ثُمَّ طَافَ لَهُمَا طَوَافًا وَاحِدًا، وَرَأَى أَنَّ ذٰلِكَ مُجْزِيًا عَنْهُ وَأَهْدَى.

[راجع : ١٦٣٩ـ أخرجه مسلم : ١٢٣٠]

1813۔ نافع سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب فتنہ کے زمانے میں مکہ کی طرف عمرہ کرنے کے لیے نکلے تو انھوں نے کہا: اگر مجھے بیت اللہ سے روک دیا گیا تو ہم اسی طرح کریں گے جس طرح ہم نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں کیا تھا۔ تو انھوں نے عمرہ کا احرام باندھا، کیونکہ نبی ﷺ نے حدیبیہ کے سال عمرہ کا احرام باندھا تھا، پھر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے معاملہ میں غور کیا تو کہنے لگے: حج اور عمرہ دونوں کا معاملہ ایک ہی تو ہے اور اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے: دونوں کا حکم ایک ہی تو ہے۔ میں تمھیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے عمرہ کے ساتھ حج کو بھی واجب کر لیا ہے، پھر انھوں نے دونوں کے لیے ایک ہی طواف کیا اور یہ گمان کیا کہ یہ ان کے لیے کافی ہے اور انھوں نے قربانی کر دی۔

فائدہ: یہ حدیث (١٦٣٩) میں گزر چکی ہے۔ "دونوں کے لیے ایک ہی طواف کیا" سے مراد حج اور عمرہ دونوں کے لیے صفا و مروہ کی ایک ہی سعی ہے، کیونکہ بیت اللہ کا طواف عمرہ اور حج دونوں کے لیے الگ الگ ضروری ہے اور رسول اللہ ﷺ نے دونوں کے لیے الگ الگ طواف کیا، جیسا کہ متعدد احادیث میں مذکور ہے۔

٥ـ بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى : ﴿فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ بِهِۦٓ أَذًى مِّن رَّأْسِهِۦ فَفِدْيَةٌ مِّن صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ﴾ [البقرة : ١٩٦]

5۔ باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان: "پھر تم میں سے جو بیمار ہو یا اسے اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو تو روزے یا صدقے یا قربانی میں سے کوئی ایک فدیہ لازم ہے"

وَهُوَ مُخَيَّرٌ، فَأَمَّا الصَّوْمُ فَثَلَاثَةُ أَيَّامٍ.

اور اسے اختیار دیا گیا ہے (کہ تینوں میں سے جو چاہے کرے)، رہے روزے تو وہ تین ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

١٨١٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ : « لَعَلَّكَ آذَاكَ هَوَامُّكَ » قَالَ : نَعَمْ، يَا رَسُولَ اللّٰهِ! فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : « احْلِقْ رَأْسَكَ، وَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِينَ، أَوِ انْسُكْ بِشَاةٍ » [انظر : ١٨١٥، ١٨١٦، ١٨١٧، ١٨١٨، ٤١٥٩، ٤١٩٠، ٤١٩١، ٤٥١٧، ٥٦٦٥، ٥٧٠٣، ٦٧٠٨- أخرجه مسلم : ١٢٠١]

1814- کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''شاید تمھاری جوؤں نے تمھیں تکلیف دے رکھی ہے۔'' انھوں نے کہا: جی ہاں، یا رسول اللہ! تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنا سر منڈا دو اور تین روزے رکھو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو یا ایک بکرا قربانی کر دو۔''

فوائد: ﴿ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا ﴾: یعنی احرام باندھنے کے بعد تمھیں کسی بیماری یا عذر کی بنا پر سر منڈوانے کی ضرورت پیش آ جائے تو سر منڈوا کر تین چیزوں میں سے ایک بطور فدیہ انجام دو۔ کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے اٹھا کر رسول اللہ ﷺ کے پاس اس حال میں لایا گیا کہ جوئیں میرے چہرے پر گر رہی تھیں تو آپ نے فرمایا: ''میں نہیں سمجھتا تھا کہ تمھیں اتنی زیادہ تکلیف ہو گئی ہے۔'' پھر فرمایا: « أَمَا تَجِدُ شَاةً ؟ » ''کیا تمھارے پاس کوئی بکرا ہے؟'' میں نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: « صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِينَ لِكُلِّ مِسْكِينٍ نِصْفُ صَاعٍ » ''تین روزے رکھ لو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو، ہر مسکین کو نصف صاع (یعنی ایک کلو)۔'' [بخاري : ٤٥١٧] علماء کا اتفاق ہے کہ تینوں میں سے جو چاہے کر لے، قرآن کے الفاظ بھی یہی ہیں۔ آیت کی ترتیب میں روزہ سب سے پہلے ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جن صحابہ سے اس وقت خطاب ہو رہا تھا ان میں سے اکثر وہ تھے جن کے لیے کھانا کھلانے یا قربانی کرنے سے روزہ رکھنا زیادہ آسان تھا۔ (فتح الباری)

٦- بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى : ﴿ أَوْ صَدَقَةٍ ﴾ [البقرة : ١٩٦] وَهِيَ إِطْعَامُ سِتَّةِ مَسَاكِينَ

6- باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان: ''یا صدقہ'' اور وہ چھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے

١٨١٥- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا سَيْفٌ، قَالَ : حَدَّثَنِي مُجَاهِدٌ، قَالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى أَنَّ كَعْبَ بْنَ عُجْرَةَ حَدَّثَهُ قَالَ : وَقَفَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِالْحُدَيْبِيَةِ وَرَأْسِي يَتَهَافَتُ

1815- کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ حدیبیہ میں میرے پاس آئے جب کہ میرے سر سے جوئیں جھڑ رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا: ''تمھاری جوئیں تمھیں تکلیف دے رہی ہیں؟'' میں نے کہا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: ''تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قملًا فقال: «يؤذيك هوامك؟» قلت: نعم، قال: «فاحلق رأسك» أو قال: «احلق» قال: فيّ نزلت هذه الآية: ﴿فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِّن رَّأْسِهِ﴾ [البقرة: ۱۹۶] إلى آخرها، فقال النبي ﷺ: «صم ثلاثة أيام أو تصدق بفرق بين ستة أو انسك بما تيسر» [راجع: ۱۸۱٤۔ أخرجه مسلم: ۱۲۰۱]

اپنا سر منڈا دو۔" کعب نے کہا: یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی: "تو تم میں سے جو بیمار ہو یا اسے اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو تو روزے یا صدقے یا قربانی میں سے کوئی ایک فدیہ ہے۔ پھر جب تم امن میں ہو جاؤ تو تم میں سے جو حج تک عمرے سے فائدہ اٹھائے تو قربانی میں سے جو میسر ہو (کرے) پھر جو نہ پائے تو تین دن کے روزے حج کے دوران اور سات دن کے اس وقت رکھے جب تم واپس جاؤ، یہ پورے دس ہیں۔ یہ اس کے لیے ہے جس کے گھر والے مسجد حرام کے رہنے والے نہ ہوں اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ بہت سخت عذاب والا ہے۔" تو نبی ﷺ نے فرمایا: "تین روزے رکھو، یا ایک فرق (تین صاع، تقریباً ٦ کلو) چھ مسکینوں میں تقسیم کر دو، یا جو میسر ہو قربانی کر دو۔"

۷۔ بَابٌ: الْإِطْعَامُ فِي الْفِدْيَةِ نِصْفُ صَاعٍ

7۔ باب: فدیہ میں کھانا نصف صاع دینا ہے

۱۸۱٦۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْقِلٍ، قَالَ: جَلَسْتُ إِلَى كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَسَأَلْتُهُ عَنِ الْفِدْيَةِ، فَقَالَ: نَزَلَتْ فِيَّ خَاصَّةً وَهِيَ لَكُمْ عَامَّةً، حُمِلْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَالْقَمْلُ يَتَنَاثَرُ عَلَى وَجْهِي، فَقَالَ: «مَا كُنْتُ أُرَى الْوَجَعَ بَلَغَ بِكَ مَا أَرَى، أَوْ مَا كُنْتُ أُرَى الْجَهْدَ بَلَغَ بِكَ مَا أَرَى، تَجِدُ شَاةً؟» فَقُلْتُ: لَا، فَقَالَ: «فَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِينَ، لِكُلِّ مِسْكِينٍ

1816۔ عبداللہ بن معقل سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تو میں نے ان سے فدیہ کے متعلق سوال کیا۔ انھوں نے کہا: یہ آیت خاص میرے بارے میں اتری اور وہ تم سب کے لیے عام ہے۔ مجھے اٹھا کر رسول اللہ ﷺ کے پاس اس حال میں لے جایا گیا کہ جوئیں میرے چہرے پر جھڑ رہی تھیں، تو آپ نے فرمایا: "میں گمان نہیں کرتا تھا کہ تمھیں اتنی تکلیف ہو چکی ہو گی جو میں دیکھ رہا ہوں، تمھارے پاس کوئی بکرا ہے؟" میں نے کہا: نہیں، فرمایا: "پھر تین دن روزے رکھو یا چھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِنِصْفِ صَاعٍ ﴾ [راجع: ١٨١٤ـ أخرجه مسلم: ١٢٠١]

مسکینوں کو کھانا دو، ہر مسکین کو نصف صاع (ایک کلو)۔"

٨ـ بَابٌ: النُّسُكُ شَاةٌ

١٨١٧ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، حَدَّثَنَا رَوْحٌ، حَدَّثَنَا شِبْلٌ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي لَيْلَى، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَآهُ وَأَنَّهُ يَسْقُطُ عَلَى وَجْهِهِ فَقَالَ: « أَيُؤْذِيكَ هَوَامُّكَ؟ » قَالَ: نَعَمْ، فَأَمَرَهُ أَنْ يَحْلِقَ وَهُوَ بِالْحُدَيْبِيَةِ، وَلَمْ يَتَبَيَّنْ لَهُمْ أَنَّهُمْ يَحِلُّونَ بِهَا وَهُمْ عَلَى طَمَعٍ أَنْ يَدْخُلُوا مَكَّةَ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ الْفِدْيَةَ، فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يُطْعِمَ فَرَقًا بَيْنَ سِتَّةٍ، أَوْ يُهْدِيَ شَاةً، أَوْ يَصُومَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ. [راجع: ١٨١٤ـ أخرجه مسلم: ١٢٠١]

١٨١٨ـ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي لَيْلَى، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَآهُ وَقَمْلُهُ يَسْقُطُ عَلَى وَجْهِهِ، مِثْلَهُ. [راجع: ١٨١٤ـ أخرجه مسلم: ١٢٠١]

8۔ باب: (فدیہ میں) قربانی ایک بکرا ہے

1817۔ کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں دیکھا کہ ان کے چہرے پر جوئیں گر رہی ہیں تو فرمایا: "کیا تمھاری جوئیں تمھیں تکلیف دے رہی ہیں؟" کہا جی ہاں! تو آپ نے انھیں حکم دیا کہ وہ سر منڈا دیں۔ آپ اس وقت حدیبیہ میں تھے اور صحابہ کے لیے یہ بات واضح نہیں ہوئی تھی کہ وہ حدیبیہ ہی میں احرام کھول دیں گے، وہ اس طمع میں تھے کہ مکہ میں داخل ہوں گے تو اللہ تعالیٰ نے فدیہ نازل فرما دیا۔ آپ نے اسے حکم دیا کہ چھ مسکینوں کے درمیان ایک فرق (تین صاع) تقسیم کر دے یا ایک بکرا قربان کرے یا تین روزے رکھے۔

1818۔ کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں اس حال میں دیکھا کہ ان کی جوئیں ان کے چہرے پر گر رہی تھیں۔ پچھلی حدیث ہی کی طرح بیان کیا۔

٩ـ بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿ فَلَا رَفَثَ ﴾ [البقرة: ١٩٧]

١٨١٩ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ

9۔ باب: اللہ کا فرمان: "تو کوئی رفث نہ ہو"

1819۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اس گھر کا حج کرے، پھر کوئی رفث نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

...نه عنه قال: قال رسول الله ﷺ: « من حج هذا البيت فلم يرفث ولم يفسق رجع كما ولدته أمه » [راجع: ١٥٢١۔ أخرجه مسلم: ١٣٥٠، بلفظ "من أتى"]

کرے اور نہ کوئی نافرمانی کرے تو وہ اس طرح واپس لوٹے گا جیسے اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔"

فائدہ اس حدیث کے فوائد (۱۵۲۱) میں گزر چکے ہیں۔ "رَفَثَ" سے مراد جماع اور تمام وہ چیزیں ہیں جو جماع کی طرف مائل کرنے والی ہوں، "فُسُوْق" (نافرنی) کا لفظ ہر گناہ کو شامل ہے اور "جِدَال" سے لڑائی جھگڑا مراد ہے۔ حج میں ان چیزوں سے اس لیے منع فرمایا کہ اگرچہ یہ چیزیں تمام حالات میں حرام ہیں لیکن حج کے دوران تو زیادہ قبیح ہیں، جیسے ریشم پہننا حرام ہے مگر ریشم پہن کر نماز پڑھنا اور زیادہ قبیح ہے۔ حدیث میں جدال کا ذکر آیت پر اعتماد کرتے ہوئے چھوڑ دیا ہے۔ گناہوں سے پاک ہونے سے مراد وہ گناہ ہیں جو کسی آدمی کا حق نہ ہوں، کیونکہ ان کی معافی کے لیے اس بندے کو راضی کرنا ضروری ہے جس کا حق اس آدمی کے ذمے ہے۔ (فتح الباری) واضح رہے کہ جدال سے مراد باطل کے لیے جھگڑا ہے یا خواہ مخواہ جھگڑا جس سے کچھ حاصل نہ ہو، البتہ حق کے لیے جدال میں کوئی حرج نہیں، مثلاً ہم احرام کی حالت میں دیکھتے ہیں کہ کوئی شخص شرک یا بدعت پھیلا رہا ہے تو اس سے جدال لازم ہے، تاکہ وہ اپنا باطل پھیلا نہ سکے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ﴾ [النحل : ١٢٥] "اور ان سے اس طریقے کے ساتھ بحث کر جو سب سے اچھا ہے۔"

١٠۔ بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ : ﴿ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ﴾ [البقرة : ١٩٧]

10۔ باب: اللہ عزوجل کا فرمان: "حج کے دوران نہ کوئی نافرمانی اور نہ کوئی جھگڑا ہو"

١٨٢٠۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : « مَنْ حَجَّ هٰذَا الْبَيْتَ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ » راجع : ١٥٢١۔ أخرجه مسلم : ١٣٥٠، بلفظ "من نی"]

1820۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اس گھر کا حج کرے، پھر کوئی رفث نہ کرے اور نہ کوئی نافرمانی کرے وہ اس دن کی طرح واپس لوٹے گا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔"

[تَمَّتْ أَبْوَابُ الْمُحْصَرِ وَجَزَاءِ الصَّيْدِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

٢٨- كِتَابُ جَزَاءِ الصَّيْدِ

کتاب: شکار کرنے کا فدیہ

١- بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ ۚ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينَ أَوْ عَدْلُ ذَٰلِكَ صِيَامًا لِيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ ۗ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ۚ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝ أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۖ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ﴾ [المائدة: ٩٥، ٩٦]

١- باب: اللہ کا تعالیٰ کا فرمان: ”شکار کو مت قتل کرو اس حال میں کہ تم احرام والے ہو اور تم میں سے جو اسے جان بوجھ کر قتل کرے تو چوپاؤں میں سے اس کی مثل بدلہ ہے جو اس نے قتل کیا، جس کا فیصلہ تم میں سے دو انصاف والے کریں، بطور قربانی جو کعبہ میں پہنچنے والی ہے، یا کفارہ ہے مسکینوں کو کھانا کھلانا، یا اس کے برابر روزے رکھنا، تا کہ وہ اپنے کام کا وبال چکھے۔ اللہ نے معاف کر دیا جو گزر چکا اور جو دوبارہ کرے تو اللہ اس سے انتقام لے گا اور اللہ سب پر غالب، بڑے انتقام والا ہے۔ تمھارے لیے سمندر کا شکار حلال کر دیا گیا اور اس کا کھانا بھی، اس حال میں کہ تمھارے لیے سامانِ زندگی ہے اور قافلے کے لیے بھی اور تم پر خشکی کا شکار حرام کر دیا گیا ہے جب تک تم حالت احرام میں ہو اور اللہ سے ڈرو جس کی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

فوائد: 1 امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں کوئی حدیث ذکر نہیں کی، شاید اس سے ان کا اشارہ اس بات کی طرف ہو کہ شکار کے فدیہ میں کوئی مرفوع حدیث ان کی شرط پر ثابت نہیں۔ (فتح الباری)

2 ﴿وَاَنْتُمْ حُرُمٌ﴾: اس میں حج یا عمرہ کا احرام باندھنے والا شامل ہے اور وہ بھی جو حدودِ حرم کے اندر ہو خواہ احرام کی حالت میں نہ ہو۔

3 شکار سے مراد خشکی کا ہر حلال جانور ہے جو وحشی ہو، لوگوں کے ساتھ ان کے گھروں میں رہنے والا نہ ہو۔ لفظ حلال کے ساتھ حرام جانور نکل گئے، کیونکہ انھیں قتل کرنا محرم کے لیے حرام نہیں اور خشکی کے جانور سے پانی کے جانور نکل گئے، کیونکہ ان کا شکار جائز ہے خواہ آدمی احرام کی حالت میں ہو یا نہ ہو اور خواہ وہ حرم کی حدود میں ہو یا اس سے باہر ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تمھارے لیے سمندر کا شکار حلال کیا گیا اور اس کا کھانا بھی، اور وحشی کے ساتھ پالتو جانور نکل گئے، مثلاً مرغی، بکرا وغیرہ اور "مُتَعَمِّدًا" سے غلطی کے ساتھ شکار ہونے والے جانور نکل گئے۔ (ابن عثیمین) آیت کی مزید تشریح کے لیے تفاسیر کا مطالعہ فرمائیں۔

٢۔ بَابٌ: وَإِذَا صَادَ الْحَلَالُ فَأَهْدَى لِلْمُحْرِمِ الصَّيْدَ أَكَلَهُ

2۔ باب: جب کوئی غیر محرم شکار کرے اور محرم کو شکار کا ہدیہ دے وہ اسے کھا سکتا ہے

وَلَمْ يَرَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَأَنَسٌ بِالذَّبْحِ بَأْسًا، وَهُوَ غَيْرُ الصَّيْدِ نَحْوُ الْإِبِلِ وَالْغَنَمِ وَالْبَقَرِ وَالدَّجَاجِ وَالْخَيْلِ.

اور ابن عباس اور انس رضی اللہ عنہم نے شکار کے سوا دوسرے جانور ذبح کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھا، جیسے اونٹ، بھیڑ بکری، گائے، مرغی اور گھوڑا ہیں۔

يُقَالُ: عَدْلُ ذَلِكَ مِثْلُ، فَإِذَا كُسِرَتْ عِدْلٌ فَهُوَ زِنَةُ ذَلِكَ. ﴿قِيٰمًا﴾ [المائدة: ٩٧]: قِوَامًا، ﴿يَعْدِلُوْنَ﴾ [الأنعام: ١]: يَجْعَلُونَ عَدْلًا.

" عَدْلٌ " (عین کے فتحہ کے ساتھ) کا معنی مثل ہے اور اگر عین کے کسرہ کے ساتھ " عِدْلٌ " ہو تو اس کا معنی ہم وزن ہے۔ " قِيٰمًا " کا معنی ہے: قائم رہنے کا ذریعہ۔ " يَعْدِلُوْنَ " کا معنی ہے: اس کی مثل قرار دیتے ہیں۔

فائدہ: امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ محرم اگر پالتو جانور مثلاً اونٹ، بھیڑ، بکری، گائے، مرغی یا گھوڑا ذبح کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ صحیح بات یہی ہے کہ اگر محرم آدمی شکار کو ذبح کرے تو وہ مردار کے حکم میں ہے اور بعض نے کہا: اگرچہ اس کا یہ عمل حرام ہے مگر ذبح شدہ جانور حلال ہے، غیر محرم کو اس کا کھانا حلال ہے حسن بصری کا یہی قول ہے۔ (فتح الباری) ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اثر عبدالرزاق (۸۱۷۱) نے عکرمہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے انھیں اونٹ ذبح کرنے کا حکم دیا جب کہ وہ محرم تھے۔ انس رضی اللہ عنہ کا اثر ابن ابی شیبہ: (۳/۳۱۴، ح: ۱۴۵۲۱) نے صباح بجلی کے طریق سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روایت کیا ہے کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: ”کیا محرم ذبح کر سکتا ہے؟“ انھوں نے کہا: ”ہاں۔“ (فتح الباری)

” عَدْلٌ “ کے متعلق امام بخاری نے یہ وضاحت یہاں اس مناسبت سے کی ہے کہ شکار کے بیان میں ” أَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا “ کا لفظ آیا ہے اور ” يَعْدِلُوْنَ “ کی تفسیر یہ بتانے کے لیے کی ہے کہ دونوں کا مادہ ایک ہے۔ ” يَعْدِلُوْنَ “ کا معنی ہے کہ وہ اس کے لیے مثل قرار دیتے ہیں۔ ” قِيٰمًا “ اوپر کی آیت میں محرم کے لیے شکار کو حرام قرار دیا اب اس آیت میں بتایا کہ جس طرح حرم کو اللہ تعالیٰ نے وحشی جانوروں اور پرندوں کے لیے سبب امن قرار دیا ہے اسی طرح اسے لوگوں کے لیے بھی جائے امن بنا دیا ہے اور دنیوی اور اخروی سعادتیں حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا ہے۔ دیکھیے سورۂ آل عمران (۹۷)، سورۂ قصص (۵۷) اور سورۂ بقرہ (۱۲۵) یعنی اہل مکہ کی معاش (روزی) کا مدار اسی پر ہے کہ لوگ دور دراز سے حج اور تجارت کے ارادے سے یہاں پہنچتے ہیں اور ہر قسم کی ضروریات ساتھ لاتے ہیں جس سے اہلِ مکہ رزق حاصل کرتے ہیں اور لوگ یہاں پہنچ کر امن و امان پاتے ہیں، حتیٰ کہ زمانۂ جاہلیت میں بھی حرم کے اندر کوئی شخص اپنے باپ یا بیٹے کے قاتل تک کو کچھ نہیں کہتا تھا اور عبادت و ثواب کے اعتبار سے یہ بہترین جگہ ہے۔ الغرض یہ تمام چیزیں لوگوں کے لیے قیام کا باعث ہیں۔ اس کے علاوہ کعبۃ اللہ کا وجود دنیا کے قائم رہنے کا باعث ہے، کیونکہ قیامت کے قریب جب ایک حبشی کعبۃ اللہ کو گرا دے گا تو اس کے بعد جلدی قیامت آ جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کعبہ کو دو پتلی پنڈلیوں والا حبشی گرائے گا۔“ [بخاري: ۱۵۹۶ ـ مسلم: ۲۹۰۹] (تفسیر القرآن الکریم)

۱۸۲۱ـ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، قَالَ: انْطَلَقَ أَبِي عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فَأَحْرَمَ أَصْحَابُهُ وَلَمْ يُحْرِمْ، وَحُدِّثَ النَّبِيُّ ﷺ أَنَّ عَدُوًّا يَغْزُوهُ، فَانْطَلَقَ النَّبِيُّ ﷺ فَبَيْنَمَا أَنَا مَعَ أَصْحَابِي تَضَحَّكَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ، فَنَظَرْتُ فَإِذَا أَنَا بِحِمَارِ وَحْشٍ فَحَمَلْتُ عَلَيْهِ فَطَعَنْتُهُ فَأَثْبَتُّهُ وَاسْتَعَنْتُ بِهِمْ فَأَبَوْا أَنْ يُعِينُونِي، فَأَكَلْنَا مِنْ لَحْمِهِ وَخَشِينَا أَنْ نُقْتَطَعَ، فَطَلَبْتُ النَّبِيَّ ﷺ أُرَفِّعُ فَرَسِي شَأْوًا وَأَسِيرُ شَأْوًا، فَلَقِيتُ رَجُلًا مِنْ بَنِي غِفَارٍ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ، قُلْتُ: أَيْنَ تَرَكْتَ النَّبِيَّ ﷺ؟ قَالَ: تَرَكْتُهُ بِتَعْهَنَ، وَهُوَ

1821ـ عبد اللہ بن ابی قتادہ سے روایت ہے کہ میرے والد حدیبیہ کے سال روانہ ہوئے تو ان کے ساتھیوں نے احرام باندھ لیا اور انھوں نے احرام نہیں باندھا۔ نبی ﷺ کو بتایا گیا کہ ایک دشمن آپ سے جنگ کرنے کو ہے تو نبی ﷺ چل پڑے۔ اس دوران کہ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ جا رہا تھا جب کہ وہ ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنس رہے تھے، اس پر میں نے دیکھا تو اچانک ایک جنگلی گدھا نظر آیا، میں نے اس پر حملہ کیا اور اسے نیزہ مارا تو اسے وہیں گرا لیا۔ میں نے ساتھیوں سے مدد مانگی تو انھوں نے میری مدد کرنے سے انکار کر دیا۔ تو ہم نے اس کا کچھ گوشت کھایا اور ہم ڈرے کہ ہم رسول اللہ ﷺ سے کٹ جائیں گے، تو میں نبی ﷺ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

قَائِلٌ السُّقْيَا، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! إِنَّ أَهْلَكَ يَقْرَؤُونَ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَرَحْمَةَ اللّٰهِ، إِنَّهُمْ قَدْ خَشُوا أَنْ يُقْتَطَعُوا دُونَكَ فَانْتَظِرْهُمْ، قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! أَصَبْتُ حِمَارَ وَحْشٍ وَعِنْدِي مِنْهُ فَاضِلَةٌ، فَقَالَ لِلْقَوْمِ : « كُلُوا » وَهُمْ مُحْرِمُونَ .
[انظر : ١٨٢٢، ١٨٢٣، ١٨٢٤، ٢٥٧٠، ٢٨٥٤، ٢٩١٤، ٤١٤٩، ٥٤٠٦، ٥٤٠٦، ٥٤٠٧، ٥٤٩٠، ٥٤٩١، ٥٤٩٢، وانظر في الهبة، باب : ٥، والطلاق، باب : ٢٤ـ أخرجه مسلم : ١١٩٦]

کو تلاش کرنے کے لیے چل پڑا، کبھی گھوڑے کو تیز دوڑاتا اور کبھی عام چال چلتا۔ آدھی رات کو میں بنی غفار کے ایک آدمی سے ملا، میں نے کہا: تم نے نبی ﷺ کو کہاں چھوڑا ہے؟ اس نے کہا: میں نے آپ کو "تَعْهِن" میں چھوڑا ہے اور آپ دوپہر کو "سُقْیا" مقام پر آرام کرنے والے ہیں۔ (آپ کے پاس پہنچ کر) میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ کے ساتھی آپ کو "السلام علیک ورحمۃ اللہ" کہتے ہیں، وہ ڈر رہے ہیں کہ آپ سے کٹ کر نہ رہ جائیں، اس لیے آپ ان کا انتظار کریں۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! میں نے ایک جنگلی گدھے کا شکار کیا ہے اور میرے پاس اس میں سے کچھ بچا ہوا موجود ہے۔ آپ نے صحابہ سے کہا: "کھاؤ" حالانکہ وہ احرام کی حالت میں تھے۔

فائدہ .... اس قصے کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ جب حدیبیہ کے لیے روانہ ہوئے اور "روحاء" مقام پر پہنچے جو ذوالحلیفہ سے چونتیس (۳۴) میل پر ہے تو لوگوں نے آپ ﷺ کو بتایا کہ وادی غَیقہ میں مشرک دشمنوں سے خطرہ ہے کہ وہ ہماری غفلت سے فائدہ اٹھائیں گے تو آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کا ایک دستہ ان کی طرف تیار کر کے بھیجا، ان میں ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، تاکہ ان کے شر سے محفوظ رہیں۔ جب وہ اس دشمن سے بے خوف ہو گئے تو ابوقتادہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی نبی ﷺ کو ملنے کے لیے چل پڑے اور انھوں نے احرام باندھ لیا مگر ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے احرام نہیں باندھا، وہ احرام کے بغیر ہی رہے، یا تو اس لیے کہ ابھی میقات سے گزرے نہیں تھے اور یا اس لیے کہ انھوں نے عمرہ کا ارادہ ہی نہیں کیا تھا۔ (فتح الباری) اس حدیث کی مختلف روایتوں میں مزید معلومات بھی آ رہی ہیں۔ اس حدیث کے فوائد پر دو ابواب کے بعد کلام آئے گا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

٣ـ بَابٌ : إِذَا رَأَى الْمُحْرِمُونَ صَيْدًا فَضَحِكُوا فَفَطِنَ الْحَلَالُ

3۔ باب: جب محرم لوگ شکار کو دیکھ کر ہنسنے لگیں اور غیر محرم سمجھ جائے

١٨٢٢ـ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ الرَّبِيعِ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ،

1822۔ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حدیبیہ کے سال رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے اور آپ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ قَالَ : انْطَلَقْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فَأَحْرَمَ أَصْحَابُهُ وَلَمْ أُحْرِمْ، فَأُنْبِئْنَا بِعَدُوٍّ بِغَيْقَةَ فَتَوَجَّهْنَا نَحْوَهُمْ، فَبَصُرَ أَصْحَابِي بِحِمَارِ وَحْشٍ فَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَضْحَكُ إِلَى بَعْضٍ، فَنَظَرْتُ فَرَأَيْتُهُ فَحَمَلْتُ عَلَيْهِ الْفَرَسَ فَطَعَنْتُهُ فَأَثْبَتُّهُ، فَاسْتَعَنْتُهُمْ فَأَبَوْا أَنْ يُعِينُونِي، فَأَكَلْنَا مِنْهُ، ثُمَّ لَحِقْتُ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَخَشِينَا أَنْ نُقْتَطَعَ، أَرْفَعُ فَرَسِي شَأْوًا وَأَسِيرُ عَلَيْهِ شَأْوًا، فَلَقِيتُ رَجُلًا مِنْ بَنِي غِفَارٍ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ فَقُلْتُ : أَيْنَ تَرَكْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ؟ فَقَالَ : تَرَكْتُهُ بِتَعْهَنَ وَهُوَ قَائِلٌ السُّقْيَا، فَلَحِقْتُ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ حَتَّى أَتَيْتُهُ، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ أَصْحَابَكَ أَرْسَلُوا يَقْرَؤُونَ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَرَحْمَةَ اللَّهِ وَبَرَكَاتِهِ، وَإِنَّهُمْ قَدْ خَشُوا أَنْ يَقْتَطِعَهُمُ الْعَدُوُّ دُونَكَ، فَانْظُرْهُمْ، فَفَعَلَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّا اصَّدْنَا حِمَارَ وَحْشٍ وَإِنَّ عِنْدَنَا فَاضِلَةً؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِأَصْحَابِهِ : «كُلُوا» وَهُمْ مُحْرِمُونَ . [راجع : ١٨٢١ـ أخرجه مسلم : ١١٩٦]

اصحاب نے احرام باندھ لیا اور میں نے نہیں باندھا اور ہمیں "غیقہ" مقام پر ایک دشمن کی خبر ملی تو ہم ان کی طرف چل پڑے۔ میرے ساتھیوں نے ایک جنگلی گدھا دیکھا تو وہ ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنسنے لگے، میں نے دیکھا تو وہ مجھے نظر آ گیا، میں نے گھوڑے پر سوار ہو کر اس پر حملہ کیا اور اسے نیزہ مار کر وہیں گرا لیا، پھر میں نے ان سے مدد مانگی تو انھوں نے میری مدد کرنے سے انکار کر دیا۔ تو ہم نے اس کا گوشت کھایا، پھر میں رسول اللہ ﷺ سے جا ملا اور ہم ڈر رہے تھے کہ ہم آپ سے کاٹ دیے جائیں گے، میں کبھی اپنا گھوڑا تیز دوڑاتا اور کبھی اس پر عام چال چلتا۔ آدھی رات کو میں بنو غفار کے ایک آدمی سے ملا، میں نے پوچھا: تم نے رسول اللہ ﷺ کو کہاں چھوڑا ہے؟ اس نے کہا: میں نے آپ کو "تَعْهَن" میں چھوڑا ہے اور آپ ﷺ دوپہر کو "سُقْيَا" مقام پر آرام کرنے والے ہیں۔ تو میں رسول اللہ ﷺ سے ملنے کے لیے چل پڑا حتیٰ کہ میں آپ کے پاس پہنچ گیا، میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کے اصحاب نے آپ کو پیغام بھیجا ہے، وہ آپ کو "السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کہہ رہے ہیں اور وہ ڈر رہے ہیں کہ دشمن انھیں آپ کے ساتھ ملنے سے کاٹ دے گا، اس لیے آپ ان کا انتظار کریں، تو آپ نے ایسا ہی کیا۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نے ایک جنگلی گدھا شکار کیا ہے اور ہمارے پاس اس میں سے کچھ بچا ہوا موجود ہے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: "کھاؤ۔" حالانکہ وہ احرام کی حالت میں تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٤ - بَابٌ: لَا يُعِينُ الْمُحْرِمُ الْحَلَالَ فِي قَتْلِ الصَّيْدِ

4۔ باب: محرم آدمی شکار مارنے میں غیر محرم کی مدد نہ کرے

١٨٢٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ، عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ نَافِعٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ، سَمِعَ أَبَا قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِالْقَاحَةِ مِنَ الْمَدِينَةِ عَلَى ثَلَاثٍ (ح) وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ، عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِالْقَاحَةِ وَمِنَّا الْمُحْرِمُ وَمِنَّا غَيْرُ الْمُحْرِمِ، فَرَأَيْتُ أَصْحَابِي يَتَرَاءَوْنَ شَيْئًا، فَنَظَرْتُ فَإِذَا حِمَارُ وَحْشٍ يَعْنِي وَقَعَ سَوْطُهُ، فَقَالُوا: لَا نُعِينُكَ عَلَيْهِ بِشَيْءٍ، إِنَّا مُحْرِمُونَ، فَتَنَاوَلْتُهُ فَأَخَذْتُهُ ثُمَّ أَتَيْتُ الْحِمَارَ مِنْ وَرَاءِ أَكَمَةٍ، فَعَقَرْتُهُ، فَأَتَيْتُ بِهِ أَصْحَابِي، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: كُلُوا، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا تَأْكُلُوا، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ أَمَامَنَا فَسَأَلْتُهُ، فَقَالَ: «كُلُوهُ حَلَالٌ»

قَالَ لَنَا عَمْرٌو: اذْهَبُوا إِلَى صَالِحٍ، فَسَلُوهُ عَنْ هَذَا وَغَيْرِهِ، وَقَدِمَ عَلَيْنَا هَاهُنَا. [راجع: ١٨٢١ - أخرجه مسلم: ١١٩٦]

1823۔ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ "قاحہ" مقام پر مدینہ سے تین منزل کے فاصلے پر تھے، ہم میں سے کوئی احرام کے ساتھ تھا اور کوئی احرام کے بغیر تھا۔ میں نے اپنے ساتھیوں کو دیکھا کہ وہ مل کر کوئی چیز دیکھ رہے ہیں، میں نے دیکھا تو وہ ایک جنگلی گدھا تھا (یہ دیکھ کر میں گھوڑے پر سوار ہوا اور برچھا اور کوڑا سنبھالا) لیکن کوڑا گر گیا (میں نے ساتھیوں سے پکڑانے کے لیے کہا) تو انھوں نے کہا: ہم اس کام میں تمھاری کوئی مدد نہیں کریں گے، کیونکہ ہم احرام کی حالت میں ہیں۔ تو میں نے اسے خود ہی پکڑا اور اسے اٹھا لیا، پھر میں ایک ٹیلے کے پیچھے سے اس گدھے کے پاس آیا اور اسے کاٹ دیا، پھر اسے لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور ان میں سے کچھ کہنے لگے: کھا لو اور کچھ نے کہا: مت کھاؤ۔ تو میں نبی ﷺ کے پاس آیا، آپ ہمارے آگے تھے، میں نے آپ سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے کھا لو، حلال ہے۔"

سفیان نے کہا کہ (عمرو بن دینار نے) ہم سے کہا: صالح (بن کیسان) کے پاس جاؤ، ان سے یہ حدیث اور دوسری حدیثیں پوچھو، وہ یہاں ہمارے پاس (مکہ میں) آئے تھے (وہ خود مدنی تھے)۔

٥ - بَابٌ: لَا يُشِيرُ الْمُحْرِمُ إِلَى الصَّيْدِ لِكَيْ يَصْطَادَهُ الْحَلَالُ

5۔ باب: محرم شکار کی طرف اس لیے اشارہ نہ کرے کہ غیر محرم اسے شکار کرے

١٨٢٤ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو

1824۔ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حج

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عَوَانَةَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ هُوَ ابْنُ مَوْهَبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي قَتَادَةَ، أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ حَاجًّا، فَخَرَجُوا مَعَهُ، فَصَرَفَ طَائِفَةً مِنْهُمْ فِيهِمْ أَبُو قَتَادَةَ، فَقَالَ: «خُذُوا سَاحِلَ الْبَحْرِ حَتَّى نَلْتَقِيَ» فَأَخَذُوا سَاحِلَ الْبَحْرِ، فَلَمَّا انْصَرَفُوا أَحْرَمُوا كُلُّهُمْ إِلَّا أَبُو قَتَادَةَ لَمْ يُحْرِمْ، فَبَيْنَمَا هُمْ يَسِيرُونَ إِذْ رَأَوْا حُمُرَ وَحْشٍ، فَحَمَلَ أَبُو قَتَادَةَ عَلَى الْحُمُرِ فَعَقَرَ مِنْهَا أَتَانًا، فَنَزَلُوا فَأَكَلُوا مِنْ لَحْمِهَا وَقَالُوا: أَنَأْكُلُ لَحْمَ صَيْدٍ وَنَحْنُ مُحْرِمُونَ؟ فَحَمَلْنَا مَا بَقِيَ مِنْ لَحْمِ الْأَتَانِ، فَلَمَّا أَتَوْا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّا كُنَّا أَحْرَمْنَا وَقَدْ كَانَ أَبُو قَتَادَةَ لَمْ يُحْرِمْ، فَرَأَيْنَا حُمُرَ وَحْشٍ فَحَمَلَ عَلَيْهَا أَبُو قَتَادَةَ فَعَقَرَ مِنْهَا أَتَانًا، فَنَزَلْنَا فَأَكَلْنَا مِنْ لَحْمِهَا، ثُمَّ قُلْنَا: أَنَأْكُلُ لَحْمَ صَيْدٍ وَنَحْنُ مُحْرِمُونَ؟ فَحَمَلْنَا مَا بَقِيَ مِنْ لَحْمِهَا، قَالَ: «أَمِنْكُمْ أَحَدٌ أَمَرَهُ أَنْ يَحْمِلَ عَلَيْهَا أَوْ أَشَارَ إِلَيْهَا؟» قَالُوا: لَا، قَالَ: «فَكُلُوا مَا بَقِيَ مِنْ لَحْمِهَا» [راجع: ۱۸۲۱۔ أخرجه مسلم: ۱۱۹۶]

کے لیے نکلے اور صحابہ بھی آپ کے ساتھ نکلے، آپ ﷺ نے ان میں سے ایک گروہ کو جن میں ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بھی تھے اور طرف پھیر دیا۔ فرمایا: ”تم سمندر کے ساحل پر چلو یہاں تک کہ ہم آپس میں مل جائیں۔“ چنانچہ وہ ساحل سمندر پر چل پڑے، جب وہ واپس لوٹے تو ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے سوا سب نے احرام باندھ لیا۔ انھوں نے احرام نہیں باندھا، وہ چل ہی رہے تھے کہ انھوں نے کچھ جنگلی گدھے دیکھے، ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے ان گدھوں پر حملہ کیا تو ان میں سے ایک گدھی کو کاٹ ڈالا۔ پھر وہ اترے اور انھوں نے اس کا گوشت کھایا اور کہنے لگے: کیا ہم شکار کا گوشت کھا رہے ہیں، حالانکہ ہم احرام کی حالت میں ہیں؟ خیر ہم اس گدھی کا جو گوشت بچا تھا وہ اٹھا کر لے آئے۔ پس جب وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نے احرام باندھ رکھا تھا اور ابوقتادہ نے احرام نہیں باندھا تھا، پھر ہم نے جنگلی گدھے دیکھے تو ابوقتادہ نے ان پر حملہ کر دیا اور ان میں سے ایک گدھی کو کاٹ دیا، پھر ہم اترے اور ہم نے اس کے گوشت میں سے کچھ کھایا، پھر ہم نے (آپس میں) کہا کہ ہم شکار کا گوشت کھا رہے ہیں جبکہ ہم نے احرام باندھ رکھا ہے تو جو گوشت بچ گیا تھا وہ ہم اٹھا کر لے آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کسی نے اسے اس پر حملہ کرنے کا کہا ہے یا اس کی طرف اشارہ کیا ہے؟“ انھوں نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: ”پھر اس کا جو گوشت باقی ہے کھا لو۔“

فوائد: 1 کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پر امام بخاری رحمہ اللہ نے جتنے ابواب قائم کیے ہیں وہ تمام مسائل اس حدیث سے ثابت ہو رہے ہیں جو یہ ہیں: ① غیر محرم آدمی شکار کرے اور محرم کو اس میں سے کچھ ہدیہ کے طور پر دے تو وہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اسے کھا سکتا ہے۔ ② محرم لوگ شکار کو دیکھ کر ہنس پڑیں اور غیر محرم کو شکار کا پتا چل جائے تو وہ شکار محرم بھی کھا سکتے ہیں۔
③ محرم کو شکار مارنے میں کسی بھی طرح کی مدد نہیں کرنی چاہیے۔ ④ محرم شکار کی طرف اس لیے اشارہ بھی نہ کرے کہ کوئی غیر محرم اسے شکار کر لے۔

2 حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے حسب معمول شرح میں اس حدیث کے وہ الفاظ بھی ذکر کر دیے ہیں جو دوسری کتب حدیث میں آئے ہیں اور آخر میں ان سب سے حاصل ہونے والے فوائد کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے حاصل ہونے والے فوائد میں سے ایک یہ ہے کہ محرم کی یہ خواہش کہ غیر محرم آدمی شکار کر کے لے آئے، تاکہ وہ بھی اس میں سے کھائے اس کے احرام میں کوئی نقص پیدا نہیں کرتی۔ اور غیر محرم اپنے لیے شکار کرے تو محرم کو بھی اس شکار کا کھانا جائز ہے۔ اس سے ان لوگوں کی بات کو قوت ملتی ہے جو کہتے ہیں کہ ”حُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ“ [المائدة : ٩٦] کا معنی ہے کہ تم پر خشکی کا جانور شکار کرنا حرام ہے، یہ نہیں کہ خشکی کا شکار کردہ جانور حرام ہے۔ اور دوستوں سے ہبہ طلب کر سکتے ہیں اور دوست کا ہبہ قبول کر سکتے ہیں، کیونکہ احمد (۲۲۶۱۲)، ابو داؤد طیالسی (۶۳۰) اور ابو عوانہ (۳۶۱۲) میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: « كُلُوْا وَ أَطْعِمُوْنِيْ » ”کھاؤ اور مجھے بھی کھانے کے لیے دو۔“ (فتح الباری) اور عیاض نے کہا: میرے نزدیک بات یہ ہے کہ نبی ﷺ نے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے باقی ماندہ گوشت اس لیے مانگا تھا کہ جن صحابہ نے اس کا گوشت کھایا تھا ان کے دل کو اطمینان ہو جائے اور وہ شبہ دور ہو جائے جو انھیں پیدا ہوا تھا۔ اس طرح آپ نے قول و فعل دونوں کے ساتھ اس کے جواز کا بیان فرمایا۔ اس میں گھوڑے کا نام رکھنے کا ثبوت بھی ہے (ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے اس گھوڑے کا نام ” جَرَادَةٌ “ تھا۔ بخاری: ۲۸۵۴) امام بخاری نے اس کے ساتھ گدھے کا نام رکھنا بھی شامل کیا ہے اور ”کتاب الجہاد (۲۸۵۴)“ میں یہ باب باندھا ہے۔ اس حدیث سے ساتھیوں کا حصہ سنبھال کر رکھ لینے کا سبق ملتا ہے، خصوصاً ان کا جن کا احترام لازم ہو یا ان کی برکت کی امید ہو یا خاص طور پر ان سے مسئلہ معلوم ہونے کی توقع ہو۔ جیسا کہ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے لیے کچھ گوشت چھپا کر رکھ لیا۔ امام مصلحت کے لیے اپنے ساتھیوں کو الگ الگ کارروائی کے لیے بھیج سکتا ہے، مثلاً دشمن کے حالات معلوم کرنے کے لیے یا ان کے کسی متوقع حملے کے توڑ کے لیے۔ سلام قریب جا کر کہہ سکتے ہیں اور دور سے بھی بھیج سکتے ہیں۔ شکار زخمی ہو کر مر جائے تو وہ اس کے ذبح کی طرح ہی حلال ہے۔

نبی ﷺ کے زمانے میں بھی صحابہ رضی اللہ عنہم اجتہاد کرتے تھے مگر وہاں جہاں ان کے لیے نبی ﷺ سے پوچھنا ممکن نہ ہوتا اور وہ اپنے اپنے اجتہاد پر عمل بھی کرتے تھے، خواہ ان کا اجتہاد ایک دوسرے کے خلاف ہوتا۔ کیونکہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے شکار کھانے والوں یا نہ کھانے والوں کو کوئی ملامت نہیں کی۔ جب دلائل ایک دوسرے سے ٹکرا رہے ہوں تو واضح حکم کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ شکار میں گھوڑے کو تیز سے تیز دوڑانا جائز ہے۔ اسی طرح دشوار گزار جگہوں میں بھی شکار جائز ہے۔ اپنے شہسواروں سے مدد حاصل کرنا جائز ہے۔ سفر میں زادِ راہ ساتھ لے جانا چاہیے۔ سفر کی رفتار میں نرمی اختیار کرنی چاہیے اور ساتھیوں کا خیال رکھنا چاہیے۔ فعل میں بھی قول کی طرح کنایہ کا استعمال ہوتا ہے، کیونکہ ان صحابہ نے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اشارے کی جگہ ہنسی کو استعمال کیا، کیونکہ ان کے عقیدے کے مطابق اس مقصد کے لیے اشارہ جائز نہیں تھا۔ ضرورت کے لیے گھوڑے کو تیز دوڑانا اور آہستہ چلانا دونوں جائز ہیں۔ دوپہر کے وقت مسافر کو اتر کر کچھ آرام کرنا چاہیے۔ ہو سکے تو حکم بیان کرتے وقت اس کی حکمت بھی بیان کر دینی چاہیے، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: « إِنَّمَا هِيَ طُعْمَةٌ أَطْعَمَكُمُوهَا اللّٰهُ تَعَالٰی »[بخاري : ٢٩١٤] ''یہ تو ایک کھانے کی چیز تھی جو اللہ تعالیٰ نے تمھیں کھانے کے لیے عطا فرمائی۔'' محرم کو خشکی کا شکار مارنا کسی صورت جائز نہیں، ہاں اگر وہ اس پر حملہ آور ہو تو اپنے دفاع کے لیے اسے مار سکتا ہے، اس صورت میں اس پر کوئی فدیہ بھی نہیں۔ (فتح الباری)

3 اس حدیث میں ایک سوال ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب حج کے لیے نکلے جب کہ دوسری روایات میں اسے حدیبیہ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ حافظ رحمہ اللہ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ عمرہ کو بھی مجازاً حج کہہ لیتے ہیں، اس لیے اسے حج اصغر بھی کہا جاتا ہے۔ بیہقی (۹۹۱۷) کی روایت میں '' حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا '' ہے، یعنی راوی نے شک کی وجہ سے ''حَاجًّا'' کہہ دیا ہے، ورنہ مضبوط روایات وہی ہیں جن میں عمرۂ حدیبیہ کا ذکر ہے۔

٦ـ بَابٌ : إِذَا أَهْدَى لِلْمُحْرِمِ حِمَارًا وَحْشِيًّا حَيًّا لَمْ يَقْبَلْ

6۔ باب: جب محرم کو کوئی زندہ جنگلی گدھا ہدیہ کرے تو وہ قبول نہ کرے

١٨٢٥ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ اللَّيْثِيِّ : أَنَّهُ أَهْدَى لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ حِمَارًا وَحْشِيًّا وَهُوَ بِالْأَبْوَاءِ أَوْ بِوَدَّانَ فَرَدَّهُ عَلَيْهِ، فَلَمَّا رَأَى مَا فِي وَجْهِهِ قَالَ : « إِنَّا لَمْ نَرُدَّهُ عَلَيْكَ إِلَّا أَنَّا حُرُمٌ » [انظر : ٢٥٧٣، ٢٥٩٦، ٢٣٧٠، ٣٠١٢، ٣٠١٣ـ أخرجه مسلم : ١١٩٣، ١١٩٤، ١٧٤٥، بقطعة لم ترد في هذه الطريق]

1825۔ صعب بن جثامہ لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک جنگلی گدھا ہدیہ کیا، آپ اس وقت ابواء یا ودّان مقام پر تھے، آپ نے وہ اسے واپس کر دیا، جب آپ نے ان کے چہرے کی کیفیت دیکھی تو فرمایا: ''ہم نے تمھیں یہ صرف اس لیے واپس کیا ہے کہ ہم احرام کی حالت میں ہیں۔''

فائدہ: امام بخاری رحمہ اللہ کے باب باندھنے سے ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک رسول اللہ ﷺ نے وہ جنگلی گدھا اس لیے واپس کیا تھا کہ وہ زندہ تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان روایات کو صحیح نہیں مانتے جن میں ہے کہ صعب رضی اللہ عنہ نے وہ جنگلی گدھا ذبح شدہ حالت میں پیش کیا تھا۔ صحیح بخاری کی روایت میں صراحت نہیں ہے کہ وہ زندہ تھا یا ذبح شدہ تھا مگر صحیح مسلم (۱۱۹۳/۵۴) میں حکم عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت ہے، انھوں نے کہا: « أَهْدَى الصَّعْبُ بْنُ جَثَّامَةَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِجْلَ حِمَارٍ ﴾ کہ صعب رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گدھے کی ایک ٹانگ ہدیہ کی تھی۔ مسلم کی ایک روایت (۱۱۹۴/۵۴) میں ہے: ﴿ عَجُزَ حِمَارٍ وَحْشٍ ﴾ کہ جنگلی گدھے کا پٹھا پیش کیا تھا اور مسلم ہی کی ایک روایت (۱۱۹۴/۵۳) میں حبیب بن ابی ثابت عن سعید سے کبھی "حِمَارُ وَحْشٍ" ہے اور کبھی "شِقُّ حِمَارِ وَحْشٍ" ہے اور اسے اس روایت سے بھی قوت حاصل ہوتی ہے جو صحیح مسلم (۱۱۹۵/۵۵) ہی میں طاؤس عن ابن عباس رضی اللہ عنہما مروی ہے کہ زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ آئے تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے انھیں یاد دلاتے ہوئے پوچھا: آپ نے مجھے کس طرح بتایا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شکار کا گوشت ہدیہ کیا گیا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم محرم تھے؟ تو انھوں نے کہا: ﴿ أُهْدِيَ لَهُ عُضْوٌ مِنْ لَحْمِ صَيْدٍ فَرَدَّهُ، فَقَالَ: إِنَّا لَا نَأْكُلُهُ، إِنَّا حُرُمٌ ﴾ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شکار کا گوشت ہدیہ کیا گیا تو آپ نے اسے واپس کر دیا اور فرمایا: "ہم اسے نہیں کھاتے، کیونکہ ہم محرم ہیں۔" (فتح الباری)

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کی شرح میں ہے: "یہاں مشکل یہ ہے کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ گدھا زندہ تھا اور بعض میں ہے کہ اس سے خون کے قطرے گر رہے تھے اور یہ واضح تعارض ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دیکھا جائے گا کہ اکثر روایات کیا ہیں، تو ظاہر یہی ہے کہ صعب رضی اللہ عنہ نے اسے مار گرایا تھا اور اسے مردہ شکار کی صورت میں لے کر آئے تھے، کیونکہ یہ بات بعید ہے کہ وہ اسے زندہ پکڑ کر لائے ہوں۔ خصوصاً اس لیے کہ وہ بہترین نشانہ باز تھے، جو نشانے میں ماہر تھے (اس بات کی صراحت کسی روایت میں نہیں کہ وہ شکار زندہ تھا۔ عبدالسلام) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جان چکے تھے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گمان کیا تھا کہ انھوں نے اسے آپ ہی کے لیے شکار کیا ہے، تاکہ وہ اس کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضیافت کر سکیں۔ یہاں ایک اشکال باقی رہتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان: ﴿ إِنَّا لَمْ نَرُدَّهُ عَلَيْكَ إِلَّا أَنَّا حُرُمٌ ﴾ "ہم نے اسے تمھیں صرف اس لیے واپس کیا ہے کہ ہم محرم ہیں" سے ظاہر یہ ہے کہ شکار کو واپس کرنے کی وجہ یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم محرم تھے، یہ نہیں کہ اسے آپ کی خاطر شکار کیا گیا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علت کا صرف ایک جز بیان فرمایا اور کوئی مانع نہیں کہ علت مرکب ہو اور مکمل بات یہ ہے کہ "ہم نے اسے تمھیں صرف اس لیے واپس کیا ہے کہ ہم محرم ہیں اور اس لیے کہ اسے ہماری خاطر شکار کیا گیا ہے۔" اس کے ساتھ اس حدیث اور ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے درمیان تطبیق ہو جاتی ہے۔ لیکن جنھوں نے یہ گمان کیا ہے کہ صعب رضی اللہ عنہ کی حدیث ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی ناسخ ہے، کیونکہ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث عمرۂ حدیبیہ میں تھی اور صعب رضی اللہ عنہ کی حدیث حجۃ الوداع میں تھی انھیں کہا جائے گا کہ نسخ کا دعویٰ غلط ہے، کیونکہ نسخ اس وقت قرار دیا جاتا ہے جب تطبیق ممکن نہ ہو، جبکہ یہاں تطبیق ممکن ہے۔ کیونکہ کہا جا سکتا ہے کہ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے وہ وحشی گدھا ساتھیوں کے لیے نہیں بلکہ اپنے لیے شکار کیا تھا، اگرچہ انھیں احساس تھا کہ وہ بھی ان کے ساتھ کھائیں گے جب کہ صعب رضی اللہ عنہ نے اسے خالص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کرنے کی نیت سے شکار کیا تھا، دونوں کے درمیان فرق واضح ہے۔ خلاصہ یہ کہ غیر محرم نے شکار کیا ہو تو محرم کے لیے اسے کھانا حلال ہے، بشرطیکہ محرم کی خاطر شکار نہ کیا گیا ہو۔ اگر اس کی خاطر شکار کیا گیا ہو تو اس شخص کو اس کا کھانا حرام ہے، دوسروں کے لیے حرام نہیں، کیونکہ اس کے قتل میں محرم کا کوئی دخل نہیں، کیونکہ جس نے شکار کیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محرم نہیں تھا اور کسی محرم نے اس میں اس کی مدد نہیں کی۔"

علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں: حافظ رحمہ اللہ نے کہا: شکار واپس کر دینے کی حدیثیں اس پر محمول ہیں کہ اسے محرم کے واسطے شکار کیا گیا اور قبول کر لینے کی حدیثیں اس پر محمول ہیں کہ حلال شخص نے اپنے لیے شکار کیا، پھر محرم کو بطور تحفہ کچھ بھیجا۔ (تیسیر الباری)

٧- بَابُ مَا يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ مِنَ الدَّوَابِّ ؟

7۔ باب: محرم کون سے جانور مار سکتا ہے؟

١٨٢٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : « خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ لَيْسَ عَلَى الْمُحْرِمِ فِي قَتْلِهِنَّ جُنَاحٌ »

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ . [انظر : ٣٣١٥- أخرجه مسلم: ١١٩٩، مطولاً وفي الحج (٧٦)]

1826۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "پانچ جانور ہیں جنھیں مار ڈالنے میں محرم کو کوئی گناہ نہیں۔"

عبد اللہ بن دینار عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

١٨٢٧- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ زَيْدِ ابْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: حَدَّثَتْنِي إِحْدَى نِسْوَةِ النَّبِيِّ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : « يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ » [انظر : ١٨٢٨- أخرجه مسلم: ١٢٠٠ مطولاً]

1827۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مجھے نبی ﷺ کی بیویوں میں سے ایک نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "محرم مار سکتا ہے۔"

١٨٢٨- حَدَّثَنَا أَصْبَغُ قَالَ : أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، قَالَ : قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : قَالَتْ حَفْصَةُ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : « خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ لَا حَرَجَ عَلَى مَنْ قَتَلَهُنَّ : الْغُرَابُ، وَالْحِدَأَةُ، وَالْفَأْرَةُ، وَالْعَقْرَبُ، وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ » [راجع: ١٨٢٧- أخرجه مسلم : ١٢٠٠]

1828۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "پانچ جانور ہیں جو انھیں مار ڈالے اس پر کوئی گناہ نہیں: کوا، چیل، چوہا، بچھو، کاٹنے والا کتا۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

١٨٢٩- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ كُلُّهُنَّ فَاسِقٌ، يَقْتُلُهُنَّ فِي الْحَرَمِ: الْغُرَابُ، وَالْحِدَأَةُ، وَالْعَقْرَبُ، وَالْفَأْرَةُ، وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ» [انظر: ٣٣١٤- أخرجه مسلم: ١١٩٨]

1829- عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پانچ جانور سب کے سب فاسق ہیں، انھیں حرم میں بھی مار دیا جائے: کوا، چیل، بچھو، چوہا اور کاٹنے والا کتا۔''

فائدہ ''فاسق'' سے مراد بعض اہل علم نے حرام لیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ﴾ [الأنعام: ١٢١] ''اور اس میں سے مت کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا اور بلاشبہ یہ یقیناً سراسر نافرمانی ہے۔'' اور بعض نے ان کا موذی ہونا مراد لیا ہے، کیونکہ یہ چیزیں حرام بھی ہیں اور موذی بھی۔ یہی قول راجح ہے، اس لیے ان کے ساتھ ہر موذی چیز بھی جوازِ قتل میں شامل ہے۔ علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں: ''ایک روایت میں سانپ بھی مذکور ہے، ایک روایت میں حملہ کرنے والا درندہ، ایک روایت میں بھیڑیا اور چیتا بھی، جمہور علماء نے ہر موذی جانور کو ان پر قیاس کیا ہے اور اس کا قتل حالتِ احرام میں جائز رکھا ہے۔'' (تیسیر الباری)

١٨٣٠- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي غَارٍ بِمِنًى، إِذْ نَزَلَ عَلَيْهِ: ﴿وَالْمُرْسَلَاتِ﴾ وَإِنَّهُ لَيَتْلُوهَا، وَإِنِّي لَأَتَلَقَّاهَا مِنْ فِيهِ، وَإِنَّ فَاهُ لَرَطْبٌ بِهَا إِذْ وَثَبَتْ عَلَيْنَا حَيَّةٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «اقْتُلُوهَا» فَابْتَدَرْنَاهَا، فَذَهَبَتْ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «وُقِيَتْ شَرَّكُمْ كَمَا وُقِيتُمْ شَرَّهَا» [انظر: ٣٣١٧، ٤٩٣٠، ٤٩٣١، ٤٩٣٤- أخرجه مسلم: ٢٢٣٤]

1830- عبد اللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس دوران کہ ہم منیٰ میں نبی ﷺ کے ساتھ ایک غار میں تھے جب آپ ﷺ پر سورۂ مرسلات نازل ہوئی۔ آپ ﷺ اسے پڑھ رہے تھے اور میں اسے آپ کے منہ سے حاصل کر رہا تھا جب کہ آپ کا منہ اس کو پڑھنے سے تر وتازہ تھا کہ اچانک ایک سانپ اچھل کر ہم پر آ پڑا، نبی ﷺ نے فرمایا: ''اسے مار دو۔'' ہم جلدی سے اس کی طرف بڑھے تو وہ چلا گیا، تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''وہ تمھارے شر سے بچا لیا گیا جیسے تم اس کے شر سے بچا لیے گئے۔''

فائدہ بعض لوگوں نے اس حدیث پر اعتراض کیا ہے کہ یہ باب کے مطابق نہیں، کیونکہ اس میں احرام کی حالت میں سانپ کو مارنے کا ذکر نہیں۔ اس کا ایک جواب تو امام بخاری نے دیا ہے کہ یہ منیٰ کا واقعہ ہے جو حرم میں شامل ہے، معلوم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو سانپ کو حرم میں مار سکتے ہیں۔ تو جب حرم کی حرمت اسے مارنے میں مانع نہیں تو احرام کی حرمت بھی اس سے مانع نہیں۔ حافظ رحمہ اللہ نے مزید جواب یہ دیا ہے کہ اسماعیلی نے ابن نمیر عن حفص بن غیاث کے طریق سے یہ حدیث روایت کی ہے، اس میں ہے کہ یہ عرفہ کی رات کا واقعہ ہے، اس سے باب میں مذکور مسئلہ ثابت ہو گیا کہ احرام کی حالت میں سانپ کو مارنا جائز ہے، کیونکہ عرفہ کی رات میں لوگ احرام میں ہوتے ہیں۔ مسلم (۲۲۳۵) اور ابن خزیمہ (۲۶۶۸) نے (لفظ ابن خزیمہ کے ہیں) اسے مختصراً روایت کیا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: « أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ مُحْرِمًا بِقَتْلِ حَيَّةٍ فِي الْحَرَمِ بِمِنًى » "نبی ﷺ نے ایک محرم کو منیٰ کے اندر حرم میں سانپ کو مار دینے کا حکم دیا۔" (فتح الباری)

۱۸۳۱۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لِلْوَزَغِ: « فُوَيْسِقٌ » وَلَمْ أَسْمَعْهُ أَمَرَ بِقَتْلِهِ.

1831۔ نبی ﷺ کی زوجہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چھپکلی کے متعلق فرمایا: "(چھپکلی) بہت بڑی فاسق ہے۔" اور میں نے آپ سے یہ نہیں سنا کہ آپ نے اسے مار ڈالنے کا حکم دیا ہو۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ: إِنَّمَا أَرَدْنَا بِهٰذَا أَنَّ مِنًى مِنَ الْحَرَمِ وَأَنَّهُمْ لَمْ يَرَوْا بِقَتْلِ الْحَيَّةِ بَأْسًا. [انظر: ۳۳۰۶۔ أخرجه مسلم: ۲۲۳۹]

ابو عبد اللہ (بخاری) نے کہا: ہمارا مطلب اس حدیث کے لانے سے یہ ہے کہ منیٰ حرم میں داخل ہے اور صحابہ نے سانپ کو مارنے میں کوئی حرج نہیں سمجھا۔

1 "فُوَيْسِقَةٌ" "فَاسِقَةٌ" کی تصغیر ہے، ظاہر ہے، یہ تصغیر اظہار محبت یا رحم کے لیے تو نہیں ہو سکتی ہے، اس لیے یا تو یہ اس کی حقارت کے بیان کے لیے ہے یا بہت بڑا موذی بتانے کے لیے۔ اور اس کے بہت بڑا موذی ہونے کی دلیل اس کی طبیعت کی وہ خست اور کمینگی ہے جو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی، اُم شریک رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: « أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِقَتْلِ الْوَزَغِ، وَقَالَ: كَانَ يَنْفُخُ عَلَى إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ » [بخاري: ۳۳۵۹] "رسول اللہ ﷺ نے چھپکلی کو مار ڈالنے کا حکم دیا اور فرمایا: "وہ ابراہیم علیہ السلام پر پھونکیں مارتی تھی۔" اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: « مَنْ قَتَلَ وَزَغًا فِي أَوَّلِ ضَرْبَةٍ كُتِبَتْ لَهُ مِائَةُ حَسَنَةٍ، وَفِي الثَّانِيَةِ دُونَ ذٰلِكَ، وَفِي الثَّالِثَةِ دُونَ ذٰلِكَ » [مسلم: ۲۲۴۰/۱۴۷] "جو شخص چھپکلی کو پہلی ضرب میں مار دے اس کے لیے ایک سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں، دوسری ضرب میں اس سے کم اور تیسری ضرب میں اس سے بھی کم۔"

2 عائشہ رضی اللہ عنہا نے اگرچہ یہ کہا ہے کہ "میں نے آپ ﷺ سے اسے مار ڈالنے کی بات نہیں سنی" مگر نبی ﷺ کے اسے "فویسق" کہنے کا تقاضا یہی ہے کہ اسے مار دینا جائز ہے اور ان کے نہ سننے کا یہ مطلب نہیں کہ آپ ﷺ نے یہ بات نہیں فرمائی، جیسا کہ "بدء الخلق (۳۳۰۶)" میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ وغیرہ سے احادیث آرہی ہیں۔ (فتح الباری)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٨ - بَابٌ : لَا يُعْضَدُ شَجَرُ الْحَرَمِ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : «لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ» [راجع : ١٨٣٤]

١٨٣٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدِ ابْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْعَدَوِيِّ: أَنَّهُ قَالَ لِعَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ وَهُوَ يَبْعَثُ الْبُعُوثَ إِلَى مَكَّةَ : ائْذَنْ لِي أَيُّهَا الْأَمِيرُ ! أُحَدِّثْكَ قَوْلًا قَامَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِلْغَدِ مِنْ يَوْمِ الْفَتْحِ، فَسَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي وَأَبْصَرَتْهُ عَيْنَايَ حِينَ تَكَلَّمَ بِهِ، إِنَّهُ حَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ : «إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللَّهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ، فَلَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَسْفِكَ بِهَا دَمًا وَلَا يَعْضُدَ بِهَا شَجَرَةً، فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقُولُوا لَهُ : إِنَّ اللَّهَ أَذِنَ لِرَسُولِهِ ﷺ وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ، وَإِنَّمَا أَذِنَ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، وَقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ، وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ» فَقِيلَ لِأَبِي شُرَيْحٍ : مَا قَالَ لَكَ عَمْرٌو؟ قَالَ : أَنَا أَعْلَمُ بِذَلِكَ مِنْكَ يَا أَبَا شُرَيْحٍ ! إِنَّ الْحَرَمَ لَا يُعِيذُ عَاصِيًا وَلَا فَارًّا بِدَمٍ وَلَا فَارًّا بِخُرْبَةٍ .

خُرْبَةٌ : بَلِيَّةٌ . [راجع : ١٠٤، وانظر في جزاء الصيد، باب : ١٠- أخرجه مسلم : ١٣٥٤]

8۔ باب: حرم کے درخت نہ کاٹے جائیں

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ سے بیان کیا کہ اس کے کانٹے نہ کاٹے جائیں۔

1832۔ ابو شریح العدوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے عمرو بن سعید سے کہا جب وہ مکہ کی طرف فوجیں بھیج رہا تھا: امیر صاحب! مجھے اجازت دیجیے کہ میں آپ سے وہ بات بیان کروں جو رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ سے اگلے دن کھڑے ہوکر بیان فرمائی تھی، اسے میرے کانوں نے سنا اور میرے دل نے اسے یاد رکھا اور میری آنکھوں نے دیکھا جب آپ نے وہ بیان فرمائی، آپ ﷺ نے اللہ کی حمد وثنا کی، پھر فرمایا: ”بے شک مکہ کو اللہ نے حرم بنایا، لوگوں نے اسے حرم نہیں بنایا، تو جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کے لیے حلال نہیں کہ وہ اس میں کوئی خون بہائے اور نہ یہ کہ اس میں کوئی درخت کاٹے، پھر اگر کوئی اس میں رسول اللہ ﷺ کے لڑائی کرنے کو لڑائی کی رخصت کے طور پر پیش کرے تو اسے کہو: اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو تو اجازت دی اور تمھیں اجازت نہیں دی اور مجھے بھی اس میں دن کے ایک وقت میں اجازت دی تھی، پھر آج اس کی حرمت دوبارہ اسی طرح ہوگئی ہے جس طرح کل تھی اور جو حاضر ہے وہ غائب کو پہنچا دے۔“ تو ابو شریح سے پوچھا گیا کہ آپ کو عمرو نے کیا کہا؟ انھوں نے بتایا کہ اس نے کہا: اے ابو شریح! میں اسے تم سے زیادہ جانتا ہوں، حرم نہ کسی نافرمان کو پناہ دیتا ہے اور نہ خون کرکے فرار ہونے والے کو اور نہ فساد کرکے فرار ہونے والے کو۔ ”خُرْبَۃٌ“ کا معنی ہے: فساد۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

فائدہ: اس حدیث کی شرح (۱۰۴) میں گزر چکی ہے۔

٩- بَابٌ: لَا يُنَفَّرُ صَيْدُ الْحَرَمِ

۱۸۳۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ مَكَّةَ، فَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي، وَلَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ بَعْدِي، وَإِنَّمَا أُحِلَّتْ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، لَا يُخْتَلَى خَلَاهَا، وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا، وَلَا تُلْتَقَطُ لُقَطَتُهَا إِلَّا لِمُعَرِّفٍ» وَقَالَ الْعَبَّاسُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِلَّا الْإِذْخِرَ لِصَاغَتِنَا وَقُبُورِنَا؟ فَقَالَ: «إِلَّا الْإِذْخِرَ»

وَعَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ: هَلْ تَدْرِي مَا «لَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا؟» هُوَ أَنْ يُنَحِّيَهُ مِنَ الظِّلِّ، يَنْزِلُ مَكَانَهُ. [راجع: ۱۳٤۹- أخرجه مسلم: ۱۳۵۳، بزيادة الفتح والهجرة]

9- باب: حرم کے شکار کو بھگایا نہ جائے

1833- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”بے شک اللہ نے مکہ کو حرم بنایا، چنانچہ وہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں ہوا اور میرے بعد بھی کسی کے لیے حلال نہیں ہوگا اور میرے لیے بھی صرف دن کی ایک گھڑی حلال ہوا ہے۔ اس کی گھاس نہ کاٹی جائے، نہ اس کے درخت کاٹے جائیں اور نہ اس کا شکار بھگایا جائے اور نہ اس میں گری ہوئی کوئی چیز اٹھائی جائے مگر اس کے لیے (اٹھانا جائز ہے) جو اس کا اعلان کرے۔“ اور عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! مگر اذخر کی اجازت دے دیں ہمارے سناروں اور ہماری قبروں کے لیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”مگر اذخر کی اجازت ہے۔“

اور خالد نے عکرمہ سے بیان کیا، انھوں نے کہا: جانتے ہو ”اس کا شکار بھگایا نہ جائے“ کا کیا مطلب ہے؟ وہ یہ ہے کہ اسے سائے سے ہٹا کر اس کی جگہ بیٹھ جائے۔

فائدہ: یہ حدیث (۱۳۴۹) میں گزر چکی ہے۔ ”لِصَاغَتِنَا“ ”صَاغَةٌ“ ”صَائِغٌ“ کی جمع ہے: سنار، کاریگر۔ ”إِذْخِرٌ“ ایک خوشبودار گھاس ہے۔

١٠- بَابٌ: لَا يَحِلُّ الْقِتَالُ بِمَكَّةَ

وَقَالَ أَبُو شُرَيْحٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: «لَا يَسْفِكُ بِهَا دَمًا» [راجع: ۱۸۳۲]

۱۸۳٤- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا

10- باب: مکہ میں لڑائی حلال نہیں

اور ابو شریح رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے بیان کیا: ”اس میں کسی طرح کا خون نہ بہایا جائے۔“

1834- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ افْتَتَحَ مَكَّةَ: «لَا هِجْرَةَ وَلَكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ، وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوا، فَإِنَّ هَذَا بَلَدٌ حَرَّمَ اللَّهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ، وَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللَّهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَإِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيهِ لِأَحَدٍ قَبْلِي، وَلَمْ يَحِلَّ لِي إِلَّا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللَّهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهُ وَلَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهُ إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا وَلَا يُخْتَلَى خَلَاهَا» قَالَ الْعَبَّاسُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِلَّا الْإِذْخِرَ، فَإِنَّهُ لِقَيْنِهِمْ وَلِبُيُوتِهِمْ؟ قَالَ: قَالَ: «إِلَّا الْإِذْخِرَ» [راجع: ١٣٤٩۔ وانظر في جزاء الصيد، باب: ٨۔ أخرجه مسلم: ١٣٥٣، وأخرج أوله في الإمارة (٨٥)]

جس دن مکہ فتح کیا آپ نے فرمایا: "اب کوئی ہجرت نہیں لیکن جہاد اور نیت باقی ہے اور جب تمھیں جہاد پر نکلنے کے لیے کہا جائے تو نکلو، کیونکہ یہ وہ شہر ہے جسے اللہ نے اس دن حرم بنا دیا جس دن اس نے آسمان و زمین پیدا کیے اور وہ اللہ کے حرام کرنے کی وجہ سے قیامت تک حرام ہے اور مجھ سے پہلے اس میں لڑنا کسی کے لیے حلال نہیں ہوا اور میرے لیے بھی صرف دن کی ایک گھڑی حلال ہوا ہے، اس لیے وہ اللہ کے حرام کرنے کی وجہ سے قیامت کے دن تک حرام ہے۔ اس کے کانٹے نہ کاٹے جائیں، نہ اس کے شکار کو بھگایا جائے اور نہ کوئی اس میں گری ہوئی چیز اٹھائے سوائے اس کے جو اس کا اعلان کرتا رہے اور نہ اس کی گھاس کاٹی جائے۔" تو عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! مگر اذخر کی اجازت دے دیں، کیونکہ وہ ان کے کاریگروں اور ان کے گھروں کے لیے استعمال ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں! اذخر کی اجازت ہے۔"

فائدہ: لَا هِجْرَةَ: مکہ فتح ہونے سے پہلے پورے جزیرۂ عرب بلکہ دنیا کے کسی بھی حصے میں مسلمان ہونے والے شخص کے لیے اللہ کی خاطر اپنا وطن چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت کرنا فرض تھا، تاکہ وہ کفار کے تسلط سے آزاد ہو کر پوری طرح اسلام کے احکام پر عمل کر سکے۔ جب مکہ فتح ہوا اور رسول اللہ ﷺ کا پورے جزیرۂ عرب پر قبضہ ہو گیا تو آپ ﷺ نے اعلان فرما دیا کہ اب ہجرت فرض نہیں رہی، جو مسلمان جہاں ہے وہیں رہ کر اللہ کے احکام پر عمل کرے، ہاں جہاد باقی ہے اور یہ نیت کہ اگر کبھی ایسے حالات پیدا ہوئے کہ اسلام کے احکام پر عمل ممکن نہ رہا تو میں اللہ کی خاطر اپنا وطن چھوڑ دوں گا اور وہاں چلا جاؤں گا جہاں اللہ کے احکام پر عمل کر سکوں۔ اس حدیث کے مزید فوائد کے لیے حدیث (۱۳۴۹) ملاحظہ کریں۔

١١ - بَابُ الْحِجَامَةِ لِلْمُحْرِمِ

11۔ باب: محرم کا سینگی لگوانا

وَكَوَى ابْنُ عُمَرَ ابْنَهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَيَتَدَاوَى مَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ طِيبٌ.

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے بیٹے کو (علاج کے لیے) لوہا گرم کر کے داغ لگایا اور وہ محرم تھے۔ اور محرم آدمی دوا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

استعمال کر سکتا ہے جب تک اس میں خوشبو نہ ہو۔

فائدہ: ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اثر سعید بن منصور نے مجاہد کے طریق سے بیان کیا ہے کہ "عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے واقد کو مکہ کی طرف جاتے ہوئے راستے میں برسام کی بیماری لاحق ہوگئی تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے داغ لگایا۔" اس سے معلوم ہوا کہ انھوں نے ضرورت کے لیے یہ کام کیا تھا۔ (فتح الباری) " وَ يَتَدَاوَى مَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ طِيبٌ " یہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول نہیں بلکہ باب کے عنوان کا حصہ ہے۔ سینگی اور داغ اور دوا میں مشترک چیز بیماری کا علاج ہے۔ اور طبری نے حسن کے طریق سے بیان کیا ہے کہ اگر محرم کو سر میں زخم لگ جائے تو کوئی حرج نہیں کہ اس کے اردگرد سے بال اتار کر ایسی دوا استعمال کرلے جس میں خوشبو نہ ہو۔ (فتح الباری)

١٨٣٥- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: قَالَ عَمْرٌو: أَوَّلُ شَيْءٍ سَمِعْتُ عَطَاءً يَقُولُ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: احْتَجَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ مُحْرِمٌ، ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَقُولُ: حَدَّثَنِي طَاوُسٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فَقُلْتُ: لَعَلَّهُ سَمِعَهُ مِنْهُمَا. [انظر: ١٩٣٨، ١٩٣٩، ٢١٠٣، ٢٢٧٨، ٢٢٧٩، ٥٦٩١، ٥٦٩٤، ٥٦٩٥، ٥٦٩٩، ٥٧٠٠، ٥٧٠١ـ أخرجه مسلم: ١٢٠٢]

1835۔ ہمیں علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا: ہمیں سفیان نے بیان کیا، کہا: ہمیں عمرو نے کہا کہ پہلی چیز جو میں نے عطا سے سنی یہ تھی کہ وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی ﷺ نے اس حال میں سینگی لگوائی کہ آپ محرم تھے۔ سفیان نے کہا: پھر میں نے عمرو بن دینار سے سنا کہ مجھے طاؤس نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا تو میں نے کہا: شاید عمرو نے عطا اور طاؤس دونوں سے یہ حدیث سنی ہے۔

فائدہ: حافظ رحمہ اللہ نے تفصیل سے بیان کیا ہے کہ واقعی عمرو نے عطا اور طاؤس دونوں سے یہ حدیث سنی ہے۔

١٨٣٦- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ أَبِي عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ، عَنِ ابْنِ بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: احْتَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ مُحْرِمٌ بِلَحْيِ جَمَلٍ فِي وَسَطِ رَأْسِهِ. [انظر: ٥٦٩٨، وانظر في الطب، باب: ١٢ـ أخرجه مسلم: ١٢٠٣، بدون ذكر "لحي جمل" وبذكر مكة]

1836۔ ابن بحینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ نے "لَحْيِ جمل" مقام پر سر کے درمیان سینگی لگوائی اور آپ ﷺ احرام کی حالت میں تھے۔

فوائد: 1 "لَحْيِ جَمَلٍ" کا لفظی معنی "اونٹ کا جبڑا" ہے، مگر یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو مدینہ کے زیادہ قریب ہے۔ البکری نے اسے اپنی معجم میں ذکر کیا ہے کہ یہی " بنو جمل " ہے جس کا ذکر ابوجہم کی حدیث (۳۳۷) میں تیمم کے متعلق آیا ہے اور دوسروں نے کہا یہ "لحف" گھاٹی ہے جو "سُقیا" سے سات میل کے فاصلے پر ہے۔ (فتح الباری)

2 ان احادیث سے معلوم ہوا کہ محرم ضرورت کے لیے سر پر بھی سینگی لگوا سکتا ہے خواہ اس کے لیے بال اتارنے پڑیں۔ فصد کروا سکتا ہے، زخم اور پھوڑے کو چیرا دے سکتا ہے، داڑھ نکلوا سکتا ہے، غرض آپریشن اور علاج کی ہر ضروری صورت اختیار کر سکتا ہے۔ جب کہ اس میں احرام کے منافی کوئی چیز مثلاً خوشبو یا بال کاٹنا وغیرہ نہ ہو اور اس میں اس پر کوئی فدیہ نہیں ہوگا۔ (فتح الباری) ابن عثیمین رحمہ اللہ کی شرح میں ہے: "یہ حدیث کہ "آپ ﷺ نے احرام کی حالت میں سینگی لگوائی" دلیل ہے کہ محرم سینگی لگوا سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ سر پر سینگی لگوانے کی صورت میں بال مونڈنے پڑیں گے۔ لہٰذا سینگی کے لیے بال مونڈنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن احرام کی صورت میں کیا فدیہ واجب ہوگا یا نہیں؟ صحیح یہ ہے کہ کوئی فدیہ نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ﴾ [البقرة : ١٩٦] "اپنے سر مت مونڈو حتیٰ کہ قربانی اپنی جگہ پر پہنچ جائے۔" اور اس آدمی نے اپنا سر نہیں مونڈا صرف اس کا ایک حصہ مونڈا ہے۔" بندہ عبدالسلام عرض کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سینگی لگوانے کے بعد فدیہ دینے یا اس کا حکم فرمانے کا کسی حدیث میں ذکر نہیں۔

3 "بِرْسَام" بخار جس کے ساتھ ہذیان ہو، کئی پھنسیاں جو مل کر ایک پھوڑا بن جائیں۔ (قاموس ولسان العرب)

١٢- بَابُ تَزْوِيجِ الْمُحْرِمِ

12- باب: محرم کا نکاح کروانا

١٨٣٧- حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ عَبْدُ الْقُدُّوسِ بْنُ الْحَجَّاجِ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ . [انظر : ٤٢٥٨، ٤٢٥٩، ٥١١٤ـ أخرجه مسلم : ١٤١٠]

1837- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا جب آپ محرم تھے۔

فائدہ اس باب اور اس میں مذکورہ حدیث سے ظاہر ہے کہ امام بخاری احرام کی حالت میں نکاح کے جواز کے قائل ہیں اور ان کے نزدیک اس سے ممانعت کی کوئی حدیث ثابت نہیں، نہ ہی وہ اسے رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت سمجھتے ہیں، "کتاب النکاح" میں انھوں نے حدیث (۵۱۱۴) پر باب باندھا ہے: " بَابُ نِكَاحِ الْمُحْرِمِ " اور اس میں صرف یہ مذکورہ بالا حدیث ذکر کی ہے۔ نکاح سے ان کی مراد صرف عقد نکاح ہے، کیونکہ اس بات پر اجماع ہے کہ جماع کے ساتھ حج اور عمرہ فاسد ہو جاتا ہے۔ میمونہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے متعلق اختلاف ہے، چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مشہور یہ ہے کہ نبی ﷺ نے ان سے نکاح کیا تو آپ محرم تھے، عائشہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے بھی یہی ثابت ہے، اس کے برعکس خود میمونہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نبی ﷺ نے مجھ سے نکاح کیا تو اس وقت ہم دونوں مقام سرف پر حلال تھے، احرام میں نہیں تھے۔[ابو داؤد، المناسك : ۱۸۴۳] ابو رافع ؓ جو میمونہ ؓ کے غلام اور نکاح کے وقت قاصد تھے ان کا بیان بھی یہی ہے۔[دیکھیے ترمذي : ۸٤۱]

اثرم نے کہا: میں نے امام احمد سے کہا کہ ابو ثور کہتے ہیں: ابن عباس ؓ کی حدیث کا کیا جواب دیا جائے گا؟ یعنی ان کی حدیث صحیح ہونے کے باوجود۔ تو انھوں نے کہا: اللہ المستعان۔ ابن مسیب کہتے ہیں: ابن عباس ؓ کو وہم ہو گیا، خود میمونہ ؓ کہتی ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھ سے نکاح کیا تو آپ حلال تھے۔ (مسلم : ۱۴۱۱) ابن مسیب کا یہ اثر ابوداؤد (۱۸۴۵) میں ہے۔ ابن عباس ؓ کی حدیث کے خلاف یزید بن الاصم کی حدیث بھی ہے کہ نبی ﷺ نے میمونہ ؓ سے نکاح کیا تو آپ حلال تھے۔ مسلم (۱۴۱۰/۴۶) نے اسے زہری کے طریق سے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ یزید کی خالہ تھیں جیسے وہ ابن عباس ؓ کی خالہ تھیں۔ اور مسلم (۱۴۱۱/۴۸) نے ایک اور سند کے ساتھ یزید بن اصم سے روایت کی ہے، انھوں نے کہا: مجھے میمونہ ؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح کیا تو آپ ﷺ حلال تھے اور میمونہ ؓ میری اور ابن عباس ؓ کی خالہ تھیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا ابن عباس، عائشہ اور ابو ہریرہ ؓ میمونہ ؓ کے نکاح کے متعلق زیادہ جانتے ہیں یا خود میمونہ ؓ اور رسول اللہ ﷺ اور ان کے درمیان قاصد ابو رافع ؓ زیادہ جانتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ صاحب واقعہ کا بیان زیادہ معتبر ہوتا ہے، اس کے باوجود ہم ابن عباس ؓ کے متعلق کہتے ہیں کہ انھیں نبی ﷺ کے میمونہ ؓ کے ساتھ نکاح کا علم اس وقت ہوا جب آپ ﷺ احرام باندھ چکے تھے۔ جب انھیں علم ہی آپ کے احرام باندھنے کے بعد ہوا تو انھوں نے کہہ دیا کہ آپ ﷺ نے ان سے محرم ہونے کی حالت میں نکاح کیا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے خود ابن عباس ؓ نے ان احادیث کے درمیان تطبیق دی ہے کہ آپ ﷺ نے احرام کس جگہ سے باندھا، کیونکہ بعض صحابہ نے کہا کہ نماز پڑھ کر اسی جگہ سے احرام باندھا اور بعض نے کہا: جب سوار ہوئے اور بعض نے کہا: جب آپ کی اونٹنی آپ ﷺ کو لے کر بیداء پر چڑھی، تو ابن عباس ؓ نے ان روایات کے درمیان یہ تطبیق دی کہ ہر انسان نے جس طرح سنا بیان کر دیا۔ اسی طرح ہم بھی کہتے ہیں کہ ابن عباس ؓ نے جو سنا بیان کر دیا، انھوں نے احرام کے بعد ہی یہ بات سنی۔ بہرحال بعض علماء کا کہنا ہے کہ یہ نبی ﷺ کی خصوصیت ہے لیکن ہم یہ نہیں کہہ سکتے، کیونکہ یہ بات اسی وقت کہی جا سکتی ہے جب یہ طے ہو جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے محرم ہونے کی حالت میں نکاح کیا اور اس کے خلاف کوئی حدیث نہ ہو، جبکہ یہاں احرام کی حالت میں نکاح کے خلاف متعدد صحیح احادیث موجود ہیں۔ اس لیے یہی کہا جائے گا کہ ابن عباس ؓ کو اس نکاح کا علم آپ ﷺ کے احرام کے بعد ہوا، اس لیے انھوں نے جو سنا بیان کر دیا۔

یہ ساری بحث تو میمونہ ؓ کے نکاح کے بارے میں تھی کہ نبی ﷺ نے احرام کی حالت میں کیا یا آپ ﷺ محرم نہیں تھے مگر یہ ایک خاص واقعہ ہے جس کے متعلق اتنا اختلاف ہے اور ظاہر ہے کہ اتنے اختلاف کے ہوتے ہوئے اسے دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔ اس کے برعکس عثمان ؓ سے صحیح مسلم (۱۴۰۹) میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان مروی ہے، آپ نے فرمایا: « لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ ، وَلَا يُنْكِحُ، وَلَا يَخْطُبُ » ”محرم نہ اپنا نکاح کرے نہ دوسرے کا نکاح کرے، نہ ہی نکاح کا پیغام

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بیجے۔" یہ حدیث اس مسئلے میں نص صریح ہے، کیونکہ یہ نبی ﷺ کا قول ہے جس میں آپ ﷺ نے عام قاعدہ بیان [illegible] ہے۔ وہ حضرات جو احرام کی حالت میں نکاح جائز قرار دیتے ہیں ان میں سے اکثر اس قاعدے پر بہت زور دیتے [illegible] جب رسول اللہ ﷺ کے فعل اور قول میں بظاہر تعارض ہو تو قول کو ترجیح دی جائے گی، کیونکہ وہ عام حکم ہے جب [illegible] کوئی خاص وجہ بھی ہو سکتی ہے، مگر یہاں وہ اپنے اس قاعدے کی بھی پروا نہیں کرتے۔ بعض حضرات عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث [illegible] یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس میں نکاح کا معنی جماع ہے، یعنی محرم جماع نہ کرے، مگر اس میں موجود لفظ "لا یخطب" [illegible] کا پیغام بھی نہ بھیجے) کے ہوتے ہوئے یہ تاویل نہیں تحریف ہے۔ بعض حضرات نے کہا کہ جب احرام کی حالت میں [illegible] نیت سے لونڈی خرید سکتا ہے تو عقد نکاح میں کیا حرج ہے؟ یہ بھی تو وہی بات ہے، مگر رسول اللہ ﷺ کی صریح حدیث کے مقابلے میں یہ ڈھکوسلے سننے کے قابل بھی نہیں ہیں۔ (ملخص من فتح الباری وشرح ابن عثیمین)

۱۳۔ بَابُ مَا يُنْهَى مِنَ الطِّيبِ لِلْمُحْرِمِ وَالْمُحْرِمَةِ

13۔ باب: محرم مرد اور عورت کو خوشبو لگانا منع ہے

وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: لَا تَلْبَسِ الْمُحْرِمَةُ ثَوْبًا بِوَرْسٍ أَوْ زَعْفَرَانٍ.

اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: محرم عورت ورس یا زعفران [illegible] کپڑا نہ پہنے۔

۱۸۳۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، حَدَّثَنَا نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَاذَا تَأْمُرُنَا أَنْ نَلْبَسَ مِنَ الثِّيَابِ فِي الْإِحْرَامِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا تَلْبَسُوا الْقَمِيصَ، وَلَا السَّرَاوِيلَاتِ، وَلَا الْعَمَائِمَ، وَلَا الْبَرَانِسَ إِلَّا أَنْ يَكُونَ أَحَدٌ لَيْسَتْ لَهُ نَعْلَانِ، فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ، وَلْيَقْطَعْ أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ، وَلَا تَلْبَسُوا شَيْئًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ، وَلَا الْوَرْسُ، وَلَا تَنْتَقِبِ الْمَرْأَةُ الْمُحْرِمَةُ، وَلَا تَلْبَسِ الْقُفَّازَيْنِ»

1838۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے [illegible] ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! آپ ہمیں احرام میں کون سے کپڑے پہننے کا حکم دیتے ہیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: "نہ قمیص پہنو، نہ شلواریں، نہ پگڑیاں اور نہ بارانیاں، الا یہ کہ کسی کے پاس جوتے نہ ہوں تو وہ موزے پہن لے اور انھیں ٹخنوں سے نیچے کاٹ لے اور کوئی ایسی چیز نہ پہنو جسے زعفران یا ورس لگی ہو اور احرام والی عورت نقاب نہ پہنے اور نہ ہی دستانے پہنے۔"

تَابَعَهُ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُقْبَةَ، وَجُوَيْرِيَةُ، وَابْنُ إِسْحَاقَ: فِي

اور نقاب اور دستانوں سے متعلق لیث کی متابعت موسیٰ ابن عقبہ، اسماعیل بن ابراہیم، جویریہ اور ابن اسحاق نے کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

النقاب والقفازين، وقال عبيد الله: ولا ورس، وكان يقول: لا تتنقب المحرمة، ولا تلبس القفازين، وقال مالك، عن نافع، عن ابن عمر: لا تتنقب المحرمة. وتابعه ليث بن أبي سليم.
[راجع: ١٣٤ـ أخرجه مسلم: ١١٧٧، بدون ذكر تنقب]

ہے اور عبید اللہ نے "وَلَا وَرْسٌ" کہا ہے اور وہ یہ کہتے تھے کہ احرام والی عورت نقاب اور دستانے نہ پہنے۔ اور مالک نے نافع سے، انھوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ احرام والی عورت نقاب نہ پہنے۔ اور مالک کی متابعت لیث ابن ابی سُلَیم نے کی ہے۔

فائدہ اس حدیث کی شرح (۱۵۴۲) میں ملاحظہ فرمائیں۔ حدیث کے ظاہر الفاظ کے مطابق ورس یا زعفران کے علاوہ کوئی چیز لگی ہو تو کوئی حرج نہیں مگر علماء نے اس کے ساتھ ہر طرح کی خوشبو شامل کی ہے، کیونکہ سب کا حکم ایک ہے۔ ورس کے متعلق ایک جماعت کا کہنا ہے کہ یمن کی ایک بوٹی ہے اور ابن بیطار نے اپنی کتاب "الجامع لمفردات" میں کہا ہے: ورس یمن، ہند اور چین سے لائی جاتی ہے، یہ بوٹی نہیں بلکہ کسدبہ کے پھول سے ملتی جلتی ہے، اس کی بوئی بنفشہ کے مشابہ ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے "کُرْکُمْ" (زعفران) اس کے ریشے ہیں۔ (فتح الباری)

١٨٣٩ـ حدثنا قتيبة، حدثنا جرير، عن منصور، عن الحكم، عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: وقصت برجل محرم ناقته، فقتلته، فأتي به رسول الله ﷺ فقال: «اغسلوه، وكفنوه، ولا تغطوا رأسه، ولا تقربوه طيبا، فإنه يبعث يهل» [راجع: ١٢٦٥ـ أخرجه مسلم: ١٢٠٦]

1839۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک محرم آدمی کی اونٹنی نے اسے گرا کر اس کی گردن توڑ دی اور اسے مار دیا، اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا۔ آپ نے فرمایا: "اسے غسل دو اور کفن دو اور اس کا سر نہ ڈھانپو، نہ ہی کوئی خوشبو اس کے قریب لاؤ، کیونکہ وہ لبیک کہتا ہوا اٹھایا جائے گا۔"

فائدہ یہ حدیث (۱۲۶۷) میں گزر چکی ہے۔ جب مرنے کے بعد بھی محرم کو خوشبو لگانا جائز نہیں تو زندہ محرم کو خوشبو لگانا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟

١٤ـ باب الاغتسال للمحرم

14۔ باب: محرم کا غسل کرنا

وقال ابن عباس رضي الله عنهما: يدخل المحرم الحمام ولم ير ابن عمر وعائشة بالحك بأسا.

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: محرم حمام میں جا سکتا ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے کھجلی کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

١٨٤٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُنَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الْعَبَّاسِ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ اخْتَلَفَا بِالْأَبْوَاءِ فَقَالَ: عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ، وَقَالَ الْمِسْوَرُ: لَا يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ، فَأَرْسَلَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْعَبَّاسِ إِلَى أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ، فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ بَيْنَ الْقَرْنَيْنِ وَهُوَ يُسْتَرُ بِثَوْبٍ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَقَالَ: مَنْ هَذَا؟ فَقُلْتُ: أَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حُنَيْنٍ، أَرْسَلَنِي إِلَيْكَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْعَبَّاسِ، أَسْأَلُكَ كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَغْسِلُ رَأْسَهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ؟ فَوَضَعَ أَبُو أَيُّوبَ يَدَهُ عَلَى الثَّوْبِ، فَطَأْطَأَهُ حَتَّى بَدَا لِي رَأْسُهُ ثُمَّ قَالَ: لِإِنْسَانٍ يَصُبُّ عَلَيْهِ: اصْبُبْ، فَصَبَّ عَلَى رَأْسِهِ، ثُمَّ حَرَّكَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ، وَقَالَ: هَكَذَا رَأَيْتُهُ ﷺ يَفْعَلُ. [أخرجه مسلم: ١٢٠٥]

1840۔ عبداللہ بن حنین سے روایت ہے کہ ابواء مقام پر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کا اختلاف ہو گیا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: محرم اپنا سر دھو سکتا ہے اور مسور رضی اللہ عنہ نے کہا: محرم اپنا سر نہیں دھو سکتا۔ تو مجھے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا، میں نے انھیں دیکھا کہ وہ کنویں کی چرخی کے دو ستونوں کے درمیان غسل کر رہے تھے اور ان پر ایک کپڑے کا پردہ کیا ہوا تھا۔ میں نے انھیں سلام کہا، انھوں نے کہا: یہ کون ہے؟ میں نے کہا: میں عبداللہ بن حنین ہوں، مجھے آپ کی طرف عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھیجا ہے، وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ احرام کی حالت میں اپنا سر کیسے دھوتے تھے؟ ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے کپڑے پر ہاتھ رکھ کر اسے اتنا جھکایا کہ مجھے ان کا سر نظر آنے لگا، پھر اس آدمی سے کہا جو ان پر پانی ڈال رہا تھا: پانی ڈالو، تو اس نے ان کے سر پر پانی ڈالا، پھر انھوں نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو حرکت دی، انھیں آگے سے پیچھے اور پیچھے سے آگے لے کر آئے اور کہنے لگے: میں نے آپ ﷺ کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محرم جنابت کے علاوہ صفائی اور تازگی کے لیے بھی غسل کر سکتا ہے اور وہ اپنے سر کو دھوتے وقت اسے اچھی طرح مل سکتا ہے۔ اس سے اگر کوئی بال خود بخود نکل جاتا ہے تو کوئی حرج نہیں۔ باب کے عنوان میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا معلق اثر دار قطنی (۲۳۸۰) اور بیہقی (۹۸/۵، ح: ۹۱۲۵) نے ان سے بیان کیا ہے کہ انھوں نے کہا: محرم حمام میں جا سکتا ہے، اپنی ڈاڑھ نکلوا سکتا ہے، جب ناخن ٹوٹ جائے تو اسے اتار کر پھینک سکتا ہے اور وہ کہتے تھے کہ اپنا میل کچیل دور کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو تمھارے میل کچیل سے کچھ غرض نہیں اور بیہقی (۱۰۱/۵، ح: ۹۱۳۶) نے ایک اور سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ذکر کیا ہے کہ وہ احرام کی حالت میں جحفہ کے اندر حمام میں گئے اور انھوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کو ہمارے میل کچیل کی کچھ پروا نہیں۔ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کا اثر امام مالک (۵۲۱/۳، ح: ۱۳۱۰) نے علقمہ کی والدہ مرجانہ سے بیان کیا ہے کہ انھوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا، ان سے پوچھا گیا کہ کیا محرم اپنے جسم پر کھجلی کر سکتا ہے؟ تو انھوں نے کہا: ہاں اور سختی کے ساتھ کھجلی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر لے۔ "قَرْنَيْن" وہ دو لکڑیاں جو کنوئیں کے کنارے پر اس لیے گاڑی جاتی ہیں کہ ان پر پانی کھینچنے والی چرخی رکھی جا سکے۔

١٥- بَابُ لُبْسِ الْخُفَّيْنِ لِلْمُحْرِمِ إِذَا لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ

15۔ باب: محرم کو جوتے نہ ملیں تو موزے پہن لے

١٨٤١- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ، سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ بِعَرَفَاتٍ: «مَنْ لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَمَنْ لَمْ يَجِدْ إِزَارًا فَلْيَلْبَسْ سَرَاوِيلَ» لِلْمُحْرِمِ. [راجع: ١٧٤٠- أخرجه مسلم: ١١٧٨]

1841۔ ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو عرفات میں خطبہ دیتے ہوئے محرم کے متعلق سنا: "جو شخص جوتے نہ پائے وہ موزے پہن لے اور جو تہ بند نہ پائے وہ شلوار پہن لے۔"

١٨٤٢- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ ابْنُ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ؟ فَقَالَ: «لَا يَلْبَسِ الْقَمِيصَ، وَلَا الْعَمَائِمَ، وَلَا السَّرَاوِيلَاتِ، وَلَا الْبُرْنُسَ، وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ، وَلَا وَرْسٌ، وَإِنْ لَمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا حَتَّى يَكُونَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ» [راجع: ١٣٤- أخرجه مسلم: ١١٧٧]

1842۔ عبداللہ (بن عمر) ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ محرم کون سے کپڑے پہنے؟ آپ نے فرمایا: "وہ نہ قمیص پہنے، نہ پگڑیاں، نہ شلواریں نہ بارانی اور نہ وہ کپڑا جسے زعفران یا ورس لگا ہوا ہو اور اگر وہ جوتے نہ پائے تو موزے پہن لے اور انھیں اتنا کاٹ لے کہ ٹخنوں سے نیچے ہو جائیں۔"

فائدہ: ان احادیث کی شرح (۱۵۴۲) میں گزر چکی ہے۔

١٦- بَابٌ: إِذَا لَمْ يَجِدِ الْإِزَارَ فَلْيَلْبَسِ السَّرَاوِيلَ

16۔ باب: جب تہ بند نہ ملے تو شلوار پہن لے

١٨٤٣- حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا عَمْرٌو

1843۔ ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابْنُ دِينَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: خَطَبَنَا النَّبِيُّ ﷺ بِعَرَفَاتٍ، فَقَالَ: «مَنْ لَمْ يَجِدِ الْإِزَارَ فَلْيَلْبَسِ السَّرَاوِيلَ، وَمَنْ لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ» [راجع: ١٧٤٠- أخرجه مسلم: ١١٧٨]

ہمیں عرفات میں خطبہ دیا اور فرمایا: ''جو شخص تہ بند نہ پائے وہ شلوار پہن لے اور جو جوتے نہ پائے وہ موزے پہن لے۔''

فائدہ دیکھیے حدیث (۱۵۴۲) کی شرح۔ بعض لوگ شلوار کو کاٹ کر چادر کی طرح بنانے کی شرط لگاتے ہیں، ورنہ فدیہ لازم کرتے ہیں، حالانکہ اس کی کوئی دلیل نہیں۔ شلوار پھاڑنے سے بے پردگی کا شدید خطرہ ہوتا ہے اور اگر اسے پھاڑنا ضروری ہوتا تو رسول اللہ ﷺ خود وضاحت فرما دیتے۔

١٧- بَابُ لُبْسِ السِّلَاحِ لِلْمُحْرِمِ

17- باب: محرم کے لیے اسلحہ پہننے کا حکم

وَقَالَ عِكْرِمَةُ: إِذَا خَشِيَ الْعَدُوَّ لَبِسَ السِّلَاحَ وَافْتَدَى، وَلَمْ يُتَابَعْ عَلَيْهِ فِي الْفِدْيَةِ.

اور عکرمہ رحمہ اللہ نے کہا: جب دشمن سے ڈرے تو اسلحہ پہن لے اور فدیہ دے اور فدیہ کے مسئلہ میں کسی نے ان کا ساتھ نہیں دیا۔

١٨٤٤- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: اعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ فِي ذِي الْقَعْدَةِ، فَأَبَى أَهْلُ مَكَّةَ أَنْ يَدَعُوهُ يَدْخُلُ مَكَّةَ حَتَّى قَاضَاهُمْ: لَا يُدْخِلُ مَكَّةَ سِلَاحًا إِلَّا فِي الْقِرَابِ. [راجع: ١٧٨١- أخرجه مسلم: ١٧٨٣، مطولاً بدون ''ذي القعدة'']

1844- براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ذوالقعدہ میں عمرہ کیا، تو اہلِ مکہ نے آپ ﷺ کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا، یہاں تک کہ آپ نے ان سے یہ طے کیا کہ آپ ﷺ مکہ میں میان کے اندر اسلحہ کے سوا اسلحہ نہیں لائیں گے۔

فائدہ محرم ضرورت کے وقت ہتھیار پہن سکتا ہے، اگر ایسے حالات میں ہتھیار ساتھ لے کر جانا جائز نہ ہوتا تو اہلِ مکہ مسلمانوں سے صلح میں یہ شرط کیوں لگاتے کہ مکہ میں داخل ہوتے وقت ہتھیار ننگے نہ ہوں۔ فدیہ کے بارے میں عکرمہ کے قول کی کوئی دلیل نہیں، اس لیے کسی نے ان کی تائید نہیں کی۔

١٨- بَابُ دُخُولِ الْحَرَمِ وَمَكَّةَ بِغَيْرِ إِحْرَامٍ

18- باب: حرم اور مکہ میں احرام کے بغیر داخل ہونا

وَدَخَلَ ابْنُ عُمَرَ، وَإِنَّمَا أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْإِهْلَالِ

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما (احرام کے بغیر مکہ میں) داخل ہوئے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

لِمَنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ لِلْحَطَّابِينَ وَغَيْرِهِمْ.

اور نبی ﷺ نے احرام کا حکم صرف اسے دیا ہے جو حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتا ہو۔ آپ ﷺ نے ایندھن لانے والوں کو اور دوسروں کو اس کا حکم نہیں دیا۔

١٨٤٥- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ، وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ، هُنَّ لَهُنَّ، وَلِكُلِّ آتٍ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِمْ، مَنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَمَنْ كَانَ دُونَ ذَلِكَ فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ، حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ. [راجع: ١٥٢٤- أخرجه مسلم: ١١٨١]

1845۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے اہلِ مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو، اہلِ نجد کے لیے قرن المنازل کو اور اہلِ یمن کے لیے یلملم کو میقات مقرر فرمایا، یہ میقات ان مقامات (کے لوگوں) کے لیے ہیں اور ہر آنے والے کے لیے بھی جو دوسری جگہوں سے ان جگہوں پر آئے، جو حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتا ہو اور جو ان سے اندر کی طرف ہوں وہ جہاں سے چلیں، یہاں تک کہ اہلِ مکہ مکہ سے احرام باندھیں۔

فوائد: 1 اس حدیث پر (۱۵۲۴) میں کلام گزر چکا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اثر مالک نے موطأ (۶۲۳/۳، ح: ۱۷۰۰) میں نافع سے نقل کیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما مکہ سے نکلے اور قدید پر پہنچے تو انھیں فتنے کی خبر ملی تو وہ مکہ میں احرام کے بغیر آگئے۔

2 ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ یہ تمام میقات ان لوگوں کے احرام باندھنے کے لیے ہیں جو حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں، اس سے صاف ظاہر ہے کہ جس کا حج یا عمرہ کا ارادہ نہ ہو اسے مکہ میں یا حرم میں داخل ہونے کے لیے احرام کی کوئی ضرورت نہیں۔

١٨٤٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ، وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ، فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: إِنَّ ابْنَ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ، فَقَالَ: «اقْتُلُوهُ» [انظر: ٣٠٤٤، ٤٢٨٦، ٥٨٠٨- أخرجه مسلم: ١٣٥٧، بغير هذا اللفظ]

1846۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فتح کے سال مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر پر خود تھا، جب آپ نے اسے اتارا تو آپ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا: ابن خطل کعبہ کے پردوں کے ساتھ لٹکا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اسے قتل کر دو۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فوائد 1 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر حج یا عمرہ کا ارادہ نہ ہو تو حرم یا مکہ میں احرام کے بغیر داخل ہونا جائز ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ فتح کے موقع پر مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر پر لوہے کا خود (ہیلمٹ) تھا جو واضح دلیل ہے کہ آپ محرم نہیں تھے، ورنہ آپ کا سر ننگا ہوتا۔

2 رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں داخلہ کے موقع پر اعلان کروایا تھا کہ جو شخص مسجد میں داخل ہو جائے اسے امن دیا جائے گا، اس کے باوجود ابن خطل کے قتل کا حکم دینے کا سبب ابن اسحاق نے المغازی میں بیان کیا ہے کہ مجھے عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما اور ان کے سوا اور لوگوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب مکہ میں داخل ہوئے تو فرمایا: ''لڑائی کرنے والے کے سوا کسی کو قتل نہ کیا جائے۔'' مگر کچھ آدمیوں کے نام لے کر فرمایا: ''انھیں قتل کر دو خواہ انھیں کعبہ کے پردوں کے نیچے پاؤ۔'' ان میں عبداللہ بن خطل اور عبداللہ بن سعد بھی تھے۔ آپ ﷺ نے ابن خطل کو قتل کرنے کا حکم اس لیے دیا کہ وہ مسلمان ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ نے اسے صدقہ وصول کرنے والا بنا کر بھیجا اور اس کے ساتھ ایک انصاری کو بھیجا، اس کے علاوہ اس کے ساتھ ایک آزاد کردہ غلام اس کی خدمت کرتا تھا جو مسلمان تھا۔ ایک جگہ وہ ٹھہرا تو اس نے اس آزاد کردہ غلام کو حکم دیا کہ بکرا ذبح کر کے اس کے لیے کھانا بنائے۔ یہ کہہ کر خود سو گیا، جب بیدار ہوا تو اس خادم نے کچھ بھی نہ کیا تھا، اس نے اسے قتل کر دیا اور مرتد ہو کر مشرک بن گیا اور اس کی گانے والی دو لونڈیاں تھیں جو رسول اللہ ﷺ کی ہجو کے گانے گاتی تھیں۔ (فتح الباری) ابن خطل کو کس نے قتل کیا؟ حافظ رحمہ اللہ نے مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق متعدد روایات نقل کی ہیں اور لکھا ہے کہ سب سے زیادہ صحیح یہ ہے کہ ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کیا، ہو سکتا ہے دوسرے حضرات بھی اس میں کسی قدر شریک ہوئے ہوں۔ (فتح الباری)

١٩ - بَابٌ: إِذَا أَحْرَمَ جَاهِلًا وَعَلَيْهِ قَمِيصٌ

19 - باب: جب علم نہ ہونے کی وجہ سے اس حال میں احرام باندھے کہ اس نے قمیص پہن رکھی ہو

وَقَالَ عَطَاءٌ: إِذَا تَطَيَّبَ أَوْ لَبِسَ جَاهِلًا أَوْ نَاسِيًا فَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ.

اور عطا نے کہا: جب علم نہ ہونے کی وجہ سے یا بھول کر خوشبو لگا لے یا لباس پہن لے تو اس پر کوئی کفارہ نہیں۔

١٨٤٧ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا عَطَاءٌ قَالَ: حَدَّثَنِي صَفْوَانُ بْنُ يَعْلَى عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَتَاهُ رَجُلٌ عَلَيْهِ جُبَّةٌ أَثَرُ صُفْرَةٍ أَوْ نَحْوُهُ، كَانَ عُمَرُ يَقُولُ لِي: تُحِبُّ إِذَا

1847- یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، اتنے میں آپ کے پاس ایک آدمی آیا جس نے ایک جبہ پہن رکھا تھا جس پر کچھ زردی یا اس جیسا (خوشبو کا) نشان تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ مجھے کہا کرتے تھے کہ کیا تم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نَزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ أَنْ تَرَاهُ؟ فَنَزَلَ عَلَيْهِ، ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ، فَقَالَ: «اصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ مَا تَصْنَعُ فِي حَجِّكَ»

[راجع: ١٥٣٦- أخرجه مسلم: ١١٨٠، مطولًا]

پسند کرتے ہو کہ جب آپ ﷺ پر وحی نازل ہو تو آپ کو دیکھو؟ چنانچہ آپ پر وحی نازل ہوئی، پھر آپ سے وہ کیفیت دور ہوئی تو آپ نے فرمایا: ''اپنے عمرہ میں بھی وہی کرو جو تم اپنے حج میں کرتے ہو (یعنی عمرہ میں بھی احرام کی وہی پابندیاں ہیں جو حج میں ہیں)۔''

فائدہ: اس حدیث کی شرح (١٥٣٦) میں گزر چکی ہے۔

١٨٤٨- وَعَضَّ رَجُلٌ يَدَ رَجُلٍ، يَعْنِي: فَانْتَزَعَ ثَنِيَّتَهُ، فَأَبْطَلَهُ النَّبِيُّ ﷺ. [انظر: ٢٢٦٥، ٢٩٧٣، ٤٤١٧، ٦٨٩٣- أخرجه مسلم: ١٦٧٤، باختلاف وزيادة، وأخرجه في القسامة (٢٢) بزيادة]

1848- اور ایک شخص نے دوسرے آدمی کا ہاتھ دانتوں سے کاٹ لیا۔ اس نے اپنا ہاتھ کھینچا تو اس کا سامنے کا دانت اکھڑ گیا، تو نبی ﷺ نے اس کے دانت کی دیت کو باطل کر دیا۔

فائدہ: یہ حدیث چونکہ راوی نے پہلی حدیث کے ساتھ بیان کی تھی اس لیے اسے اس کے ساتھ ہی ذکر کر دیا گیا، ورنہ عنوان کے ساتھ اس کا تعلق نہیں ہے۔ اس کی شرح ''كتاب الديات (٦٨٩٢)'' میں آئے گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ) (فتح الباری)

٢٠- بَابُ الْمُحْرِمِ يَمُوتُ بِعَرَفَةَ

20- باب: محرم عرفات میں فوت ہو جائے

وَلَمْ يَأْمُرِ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُؤَدَّى عَنْهُ بَقِيَّةُ الْحَجِّ.

اور نبی ﷺ نے یہ حکم نہیں دیا کہ باقی ماندہ حج اس کی طرف سے ادا کیا جائے۔

١٨٤٩- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ ابْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: بَيْنَا رَجُلٌ وَاقِفٌ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِعَرَفَةَ، إِذْ وَقَعَ عَنْ رَاحِلَتِهِ، فَوَقَصَتْهُ أَوْ قَالَ: فَأَقْعَصَتْهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ» أَوْ قَالَ: «ثَوْبَيْهِ، وَلَا تُحَنِّطُوهُ، وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ، فَإِنَّ اللَّهَ

1849- ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ اس دوران میں کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے ساتھ عرفات میں ٹھہرا ہوا تھا وہ اپنی اونٹنی سے گر گیا تو اس نے اس کی گردن توڑ دی۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''اسے پانی اور بیری کے ساتھ غسل دو اور اسے دو کپڑوں میں کفن دو۔'' یا فرمایا: ''اسے اس کے دو کپڑوں میں کفن دو اور اسے میت والی خوشبو نہ لگاؤ، نہ ہی اس کا سر ڈھانپو، کیونکہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن لبیک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُلَبِّي ﴾ [راجع : ١٢٦٥ـ أخرجه مسلم : ١٢٠٦]

کہتا ہوا اٹھائے گا۔"

فائدہ اس کی شرح (۱۲۶۵) میں گزر چکی ہے۔

١٨٥٠ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : بَيْنَا رَجُلٌ وَاقِفٌ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِعَرَفَةَ، إِذْ وَقَعَ عَنْ رَاحِلَتِهِ، فَوَقَصَتْهُ أَوْ قَالَ : فَأَوْقَصَتْهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : « اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ، وَلَا تَمَسُّوهُ طِيبًا، وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ، وَلَا تُحَنِّطُوهُ، فَإِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا » [راجع : ١٢٦٥ـ أخرجه مسلم : ١٢٠٦]

1850۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس دوران کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے ساتھ عرفات میں ٹھہرا ہوا تھا، وہ اپنی اونٹنی سے گرا تو اس نے اس کی گردن توڑ دی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "اسے پانی اور بیری کے ساتھ غسل دو اور اسے دو کپڑوں میں کفن دو اور اسے کوئی خوشبو نہ لگاؤ نہ ہی اس کا سر ڈھانپو اور نہ اسے میت والی خوشبو لگاؤ، کیونکہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن لبیک کہتا ہوا اٹھائے گا۔"

فائدہ اس کی شرح (۱۲۶۵) میں گزر چکی ہے۔ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی شخص حج کے دوران فوت ہوجائے تو اس کا حج جاری ہے، اس کی طرف سے بقیہ حج ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔

٢١ـ بَابُ سُنَّةِ الْمُحْرِمِ إِذَا مَاتَ

21۔ باب: محرم فوت ہو جائے تو اس کی تیاری کا طریقہ

١٨٥١ـ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَجُلًا كَانَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَوَقَصَتْهُ نَاقَتُهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ، فَمَاتَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : « اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْهِ، وَلَا تَمَسُّوهُ بِطِيبٍ، وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ، فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا » [راجع : ١٢٦٥ـ أخرجه مسلم : ١٢٠٦]

1851۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے ساتھ تھا، اس کی اونٹنی نے احرام کی حالت میں اسے گرا کر اس کی گردن توڑ دی اور وہ مر گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اسے پانی اور بیری کے ساتھ غسل دو اور اسے اسی کے دو کپڑوں میں کفن دو اور اسے کوئی خوشبو نہ لگاؤ اور نہ اس کا سر ڈھانپو، کیونکہ وہ قیامت کے دن لبیک کہتا ہوا اٹھایا جائے گا۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ: اس حدیث کی شرح کے لیے دیکھیے حدیث (۱۲۶۵)۔

۲۲- بَابُ الْحَجِّ وَالنُّذُورِ عَنِ الْمَيِّتِ وَالرَّجُلُ يَحُجُّ عَنِ الْمَرْأَةِ

22- باب: میت کی طرف سے حج اور نذریں ادا کرنا اور مرد کا عورت کی طرف سے حج ادا کرنا

۱۸۵۲- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ امْرَأَةً مِنْ جُهَيْنَةَ، جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: إِنَّ أُمِّي نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ فَلَمْ تَحُجَّ حَتَّى مَاتَتْ، أَفَأَحُجُّ عَنْهَا؟ قَالَ: «نَعَمْ حُجِّي عَنْهَا، أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكِ دَيْنٌ أَكُنْتِ قَاضِيَةً؟ اقْضُوا اللَّهَ، فَاللَّهُ أَحَقُّ بِالْوَفَاءِ» [انظر: ٦٦٩٩، ٧٣١٥]

1852- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جہینہ قبیلے کی ایک عورت نبی ﷺ کے پاس آئی اور اس نے کہا: میری والدہ نے نذر مانی کہ حج کرے گی پھر اس نے حج نہیں کیا یہاں تک کہ فوت ہوگئی، تو کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کی طرف سے حج کرو، یہ بتاؤ کہ اگر تمھاری والدہ پر قرض ہوتا تو تم اسے ادا کرنے والی تھیں؟ اللہ کا حق ادا کرو، کیونکہ اس کا پورا کرنا زیادہ حق رکھتا ہے۔''

فوائد: 1 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کے ذمے اگر حج فرض ہو خواہ اسلام کا حج ہو یا نذر کی وجہ سے فرض ہو تو اس کی طرف سے حج ادا کرنے سے اس کا فرض ادا ہو جاتا ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے اس خاتون کو فرمایا: «حُجِّي عَنْهَا» ''اس کی طرف سے حج ادا کرو۔'' اور موسیٰ بن سلمہ کی روایت میں ہے: «أَفَيَجْزِئُ عَنْهَا أَنْ أَحُجَّ عَنْهَا» ''کیا اگر میں اس کی طرف سے حج کروں تو اس کی طرف سے کافی ہوگا؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں۔'' (فتح الباری)

2 یہ بھی معلوم ہوا کہ مسئلہ بتانے والے کو جہاں تک ہو سکے مثال کے ساتھ مسئلہ واضح کرنا چاہیے اور اس کی دلیل بھی بیان کرنی چاہیے، تاکہ سننے والے کے ذہن میں جلدی بیٹھ جائے۔ اس سے صحیح قیاس کی بھی دلیل ملتی ہے کہ جہاں قرآن و حدیث کی رو سے ایک مسئلے اور دوسرے میں کوئی فرق نہ ہو وہاں قیاس درست ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے مالی قرض اور حج دونوں کو قرض قرار دیا۔ اب یہ قیاس شریعت سے ثابت ہوگیا اس لیے یہ حجت ہے۔

3 اس سے معلوم ہوا کہ اس زمانے میں میت پر مالی قرض کی ادائیگی اس کے وارثوں کے ذمے ہونا ایک طے شدہ بات تھی، اس لیے آپ ﷺ نے اس کی مثال دے کر مسئلہ سمجھایا۔

4 اگر کسی میت پر حج فرض ہو چکا ہو اور اس کے مال میں سے حج کرنے کی گنجائش ہو تو وارثوں میں تقسیم سے پہلے دوسرے قرضوں کی طرح اس کی طرف سے حج ادا کیا جائے گا، بلکہ " دَيْنُ اللَّهِ أَحَقُّ " کا تقاضا یہ ہے کہ یہ قرض دوسرے قرضوں سے پہلے ادا کیا جائے۔ اس طرح میت کے ذمے جو حق بھی ثابت ہو خواہ زکاۃ ہو یا کفارہ یا نذر وغیرہ اس کے اصل مال سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ادا کرنا لازم ہے۔ حافظ رحمہ اللہ نے کہا کہ میت کا قرض ادا کرنے کے لیے ضروری نہیں کہ اس کے مال میں اس کی گنجائش ہو بلکہ وارثوں کو اس کے بغیر بھی قرض ادا کرنا چاہیے، جیسا کہ " أَكُنْتِ قَاضِيَةً ؟ " سے ظاہر ہے، وارثوں کے علاوہ بھی اگر کوئی شخص قرض ادا کر دے تو ادا ہو جائے گا۔

5 یہاں ایک سوال ہے کہ باب کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ مرد عورت کی طرف سے حج ادا کرے جب کہ حدیث میں عورت کے عورت کی طرف سے حج ادا کرنے کا ذکر ہے۔ اس کے دو جواب ہیں: ایک جواب حافظ رحمہ اللہ نے ابن بطال رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ نے اس عورت کو ایسے الفاظ کے ساتھ جواب دیا جس میں مرد عورتیں دونوں شامل ہیں، کیوں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: « اقْضُوا اللّٰهَ » "تم اللہ کا حق ادا کرو۔" ابن بطال نے کہا: مرد کے عورت کی طرف سے اور عورت کے مرد کی طرف سے حج کرنے میں کوئی اختلاف نہیں، صرف حسن بن صالح نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ دوسرا جواب خود حافظ رحمہ اللہ نے دیا ہے کہ مجھے جو بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ بخاری رحمہ اللہ نے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جو شعبہ عن ابی بشر کے طریق سے آئی ہے، جو "کتاب النذور (٦٦٩٩)" میں ہے، اس میں ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا: « إِنَّ أُخْتِيْ نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ، وَإِنَّهَا مَاتَتْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ كَانَ عَلَيْهَا دَيْنٌ أَكُنْتَ قَاضِيَهُ ؟ قَالَ : نَعَمْ، قَالَ : فَاقْضِ اللّٰهَ، فَهُوَ أَحَقُّ بِالْقَضَاءِ » "میری بہن نے حج کرنے کی نذر مانی ہے اور وہ فوت ہو گئی ہے، تو نبی ﷺ نے فرمایا: "اگر اس پر قرض ہوتا تو کیا تو اسے ادا کرتا؟" اس نے کہا: جی ہاں! تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کا حق ادا کرو، کیونکہ اسے ادا کرنا زیادہ حق رکھتا ہے۔" اس میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: «فَاقْضِ اللّٰهَ، فَهُوَ أَحَقُّ بِالْقَضَاءِ» "اللہ کا حق ادا کرو، کیونکہ اسے ادا کرنا زیادہ حق رکھتا ہے۔" اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس خاتون نے اپنی والدہ کے متعلق پوچھا تھا جب کہ فوت ہونے والی کا بھائی بھی ساتھ تھا اس نے اپنی بہن کے متعلق پوچھا تھا، نبی ﷺ نے دونوں کو ایک ہی جواب دیا۔

6 یہاں نعمت الباری کے مصنف نے حافظ رحمہ اللہ کے متعلق بہت ہی نا مناسب زبان استعمال کرتے ہوئے کہا ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا یہ وہم فاسد ہے کہ "کتاب النذور" میں یہ حدیث شعبہ سے مروی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث چار جگہ ذکر کی ہے اور کسی جگہ بھی یہ حدیث شعبہ سے مروی نہیں ہے۔ یہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی سنگین غلطی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ حافظ ابن حجر کو حدیث کے تمام طرق مستحضر نہیں تھے اور ان کی طرقِ حدیث پر نظر نہیں تھی۔ وہ حافظ کہلاتے ہیں اور حافظ کی تعریف یہ کی جاتی ہے کہ جس کو ایک لاکھ احادیث متناً و سنداً محفوظ ہوں۔ (نعمۃ الباری از غلام رسول سعیدی، جلد ۴، ص ۲۹۷)

سعیدی صاحب نے مزید جرأت سے کہا ہے کہ عینی نے بھی اس غلطی کی طرف توجہ نہیں کی، گویا صرف مابدولت کو ہی حافظ جیسے علم کے پہاڑ کی یہ غلطی پکڑنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ حالانکہ آپ صحیح بخاری کا کوئی صحیح نسخہ دیکھ لیں "کتاب النذور" میں یہ حدیث (٦٦٩٩) شعبہ عن ابی بشر کے طریق سے " بَابُ مَنْ مَاتَ وَ عَلَيْهِ نَذْرٌ " میں موجود ہے۔ صحیح بخاری کے صحیح ترین نسخہ طبع یونینی میں بھی یہ حدیث (٦٦٩٩) پر موجود ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٢٣- بَابُ الْحَجِّ عَمَّنْ لَا يَسْتَطِيعُ الثُّبُوتَ عَلَى الرَّاحِلَةِ

23۔ باب: اس شخص کی طرف سے حج کرنا جو سواری پر جم کر نہ بیٹھ سکے

١٨٥٣- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ: أَنَّ امْرَأَةً (ح). [أخرجه مسلم: ١٣٣٥]

1853۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ایک عورت۔

١٨٥٤- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ مِنْ خَثْعَمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ فَرِيضَةَ اللَّهِ عَلَى عِبَادِهِ فِي الْحَجِّ أَدْرَكَتْ أَبِي شَيْخًا كَبِيرًا، لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَسْتَوِيَ عَلَى الرَّاحِلَةِ، فَهَلْ يَقْضِي عَنْهُ أَنْ أَحُجَّ عَنْهُ؟ قَالَ: «نَعَمْ» [راجع: ١٥١٣- أخرجه مسلم: ١٣٣٤ مطولاً]

1854۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے سال خثعم قبیلہ کی ایک عورت آئی، اس نے کہا: یا رسول اللہ! بندوں پر اللہ تعالیٰ کا فریضہ حج میرے باپ پر اس حال میں وارد ہوا ہے کہ وہ بہت بوڑھا ہے، سواری پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا، تو کیا میں اس کی طرف سے حج کروں تو اس کی طرف سے ادا ہو جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں!''

فائدہ اس حدیث کی شرح (١٥١٣) میں گزر چکی ہے۔ یہ حدیث حج بدل کی اصل ہے۔

٢٤- بَابُ حَجِّ الْمَرْأَةِ عَنِ الرَّجُلِ

24۔ باب: عورت کا مرد کی طرف سے حج کرنا

١٨٥٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ الْفَضْلُ رَدِيفَ النَّبِيِّ ﷺ فَجَاءَتِ امْرَأَةٌ مِنْ خَثْعَمَ، فَجَعَلَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا وَتَنْظُرُ إِلَيْهِ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَصْرِفُ وَجْهَ الْفَضْلِ إِلَى الشِّقِّ الْآخَرِ، فَقَالَتْ:

1855۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نبی ﷺ کے پیچھے سواری پر سوار تھے تو خثعم قبیلے کی ایک عورت آئی، فضل رضی اللہ عنہ اسے دیکھنے لگے اور وہ انھیں دیکھنے لگی تو نبی ﷺ فضل رضی اللہ عنہ کا منہ دوسری طرف پھیرنے لگے۔ اس عورت نے کہا: اللہ کا فریضہ میرے باپ پر بہت بوڑھا ہونے کی حالت میں آیا ہے، وہ سواری پر جم کر نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

إِنَّ فَرِيضَةَ اللَّهِ أَدْرَكَتْ أَبِي شَيْخًا كَبِيرًا، لَا يَثْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ، أَفَأَحُجُّ عَنْهُ؟ قَالَ: «نَعَمْ» وَذٰلِكَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ. [راجع: ١٥١٣- أخرجه مسلم: ١٣٣٤]

بیٹھ سکتا تو کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ آپ نے فرمایا: "ہاں!" اور یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔

فائدہ: اس حدیث کی شرح کے لیے دیکھیے حدیث (۱۵۱۳)۔

٢٥- بَابُ حَجِّ الصِّبْيَانِ

25- باب: بچوں کا حج کرنا

١٨٥٦- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: بَعَثَنِي أَوْ قَدَّمَنِي النَّبِيُّ ﷺ فِي الثَّقَلِ مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ. [راجع: ١٦٧٧- أخرجه مسلم: ١٢٩٣، وأخرجه مطولاً: ١٢٩٤]

1856- عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مزدلفہ سے مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ رات ہی پہلے بھیج دیا تھا۔

١٨٥٧- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَمِّهِ، أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَقْبَلْتُ وَقَدْ نَاهَزْتُ الْحُلُمَ، أَسِيرُ عَلَى أَتَانٍ لِي وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَائِمٌ يُصَلِّي بِمِنًى حَتَّى سِرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ الْأَوَّلِ، ثُمَّ نَزَلْتُ عَنْهَا فَرَتَعَتْ، فَصَفَفْتُ مَعَ النَّاسِ وَرَاءَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ.

1857- عبداللہ بن عباس ؓ نے کہا: میں اپنی گدھی پر سوار ہو کر آیا اور اس وقت میں بالغ ہونے کے قریب تھا اور رسول اللہ ﷺ منیٰ میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے، یہاں تک کہ میں پہلی صف کے کچھ حصے کے آگے چلا، پھر میں گدھی سے اترا اور وہ چرنے لگی تو میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے صف میں داخل ہو گیا۔

وَقَالَ يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: بِمِنًى فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ. [راجع: ٧٦]

اور یونس نے ابن شہاب سے بیان کیا: منیٰ میں (نماز پڑھا رہے تھے) حجۃ الوداع میں۔

١٨٥٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ، عَنِ

1858- سائب بن یزید ؓ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حج کروایا گیا جب کہ میں سات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

...سائب بن یزید قال: حُجَّ بِي مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَأَنَا ابْنُ سَبْعِ سِنِينَ.

...برس کا تھا۔

۱۸۵۹- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ، أَخْبَرَنَا الْقَاسِمُ ابْنُ مَالِكٍ، عَنِ الْجُعَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ يَقُولُ لِلسَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، وَكَانَ قَدْ حُجَّ بِهِ فِي ثَقَلِ النَّبِيِّ ﷺ. [انظر: ۶۷۱۲، ۷۳۳۰]

1859۔ جعید بن عبدالرحمن نے کہا کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز کو سنا، وہ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے کہہ رہے تھے اور سائب رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ کے ہمراہ آپ کی عورتوں اور بچوں کے ساتھ حج کروایا گیا تھا۔

فوائد 1 حافظ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلے میں صریح حدیث مصنف کی شرط پر نہیں جسے مسلم (۱۳۳۶) نے کریب عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے بیان کیا ہے کہ انھوں نے کہا: ایک عورت نے اپنا ایک بچہ اوپر اٹھایا اور کہنے لگی: یا رسول اللہ! کیا اس کا حج ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں اور اجر تمھارے ہی لیے ہے۔'' ابن بطال نے کہا: ائمہ فتویٰ کا اجماع ہے کہ بچے پر بالغ ہونے تک حج فرض نہیں ہوتا، البتہ اگر اسے حج کروایا جائے تو جمہور کے نزدیک اس کا نفل حج ہوگا اور بعض نے علیحدہ بات نکالی اور کہا: جب بچہ حج کرے تو اس کے لیے اسلام کے حج کی جگہ کافی ہوگا، کیونکہ نبی ﷺ کے ظاہر الفاظ کا تقاضا یہی ہے، کیونکہ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا: کیا اس کا حج ہے، تو آپ ﷺ نے جواب دیا: ''ہاں!'' اور طحاوی (۲/۲۵۷) نے کہا: اس میں اس بات کی کوئی دلیل نہیں، کیونکہ حدیث کے راوی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: «أَيُّمَا غُلَامٍ حَجَّ بِهِ أَهْلُهُ فَمَاتَ فَقَدْ قَضَى حَجَّةَ الْإِسْلَامِ، فَإِنْ أَدْرَكَ فَعَلَيْهِ الْحَجُّ» ''جس لڑکے کو اس کے گھر والے حج کروائیں پھر وہ فوت ہو جائے تو اس نے فرض حج ادا کر لیا اور اگر وہ بالغ ہو جائے تو اس پر حج لازم ہے۔'' پھر انھوں نے اسے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (فتح الباری مختصراً)

2 ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث پر (۱۶۷۷) میں کلام گزر چکا ہے، یہاں مقصد یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس وقت ابھی بالغ نہیں تھے۔ اسی نکتے کے لیے بخاری رحمہ اللہ نے اس کے بعد ان کی وہ حدیث ذکر کی جس میں انھوں نے صراحت کی ہے کہ وہ بلوغت کے قریب تھے، پھر معلق طریق کے ساتھ وضاحت کی کہ یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔ اس پر حدیث (۷۶) اور (۴۹۳) میں بات ہو چکی ہے۔

3 سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ مجھے سات برس کی عمر میں حج کروایا گیا۔ حافظ رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ حجۃ الوداع میں ان کے ماں باپ دونوں نے انھیں لے کر حج کیا تھا۔

4 یہاں یہ بات ذکر نہیں کی گئی کہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کو کیا کہا تھا نہ ہی ان کا جواب ذکر کیا گیا ہے، اس کا بیان دوسری روایت میں ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے سائب رضی اللہ عنہ سے مُد کی مقدار پوچھی تھی۔ (تیسیر الباری)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٢٦- بَابُ حَجِّ النِّسَاءِ

26- باب: عورتوں کا حج کرنا

١٨٦٠- وَقَالَ لِي أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَذِنَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لِأَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ فِي آخِرِ حَجَّةٍ حَجَّهَا، فَبَعَثَ مَعَهُنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ.

1860- ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت ہے، عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے آخری حج میں جو انھوں نے کیا، نبی ﷺ کی بیویوں کو حج کی اجازت دے دی اور ان کے ساتھ عثمان بن عفان اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کو بھیجا۔

فوائد 1 اس بات کا مقصد یہ ہے کہ کیا عورتوں کے لیے حج میں وہی شرطیں ہیں جو مردوں کے لیے ہیں یا ان کے لیے کچھ مزید شرطیں ہیں۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے باب میں کسی بھی سفر کے لیے محرم کی شرط کی احادیث ذکر کی ہیں۔

2 "إِبْرَاهِيمُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ" سے مراد ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف ہے اور "جَدِّهِ" سے مراد ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف ہے۔

3 نبی ﷺ کی تمام بیویوں نے آپ کے ساتھ سنہ ۱۰ھ میں حج کیا۔ ابوداؤد (۱۷۲۲) اور احمد (۲۱۹۰۵) میں ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع میں اپنی بیویوں سے کہا: ﴿ هَذِهِ، ثُمَّ ظُهُورَ الْحُصُرِ ﴾ "یہ حج ہو گیا پھر چٹائیوں پر رہنا ہے۔" ابن سعد (۸/۲۰۷، ۲۰۸) میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پھر نبی ﷺ کی بیویاں حج کرتی تھیں سوائے زینب اور سودہ رضی اللہ عنہما کے، ان دونوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی سواری ہمیں حرکت نہیں دے گی۔ ابوواقد کی حدیث کی سند صحیح ہے۔ مہلب نے انوکھی بات کی اور اسے رافضیوں کی گھڑی ہوئی حدیث قرار دے دیا جو انھوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے عراق کی طرف نکلنے کی مذمت کے لیے گھڑی ہے، جب وہ واقعہ جمل کے قصہ میں لوگوں کے درمیان صلح کروانے کے لیے نکلی تھیں، لیکن مہلب کی یہ بات صحیح احادیث کو بلا دلیل رد کرنا ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے اس کا عذر یہ ہے کہ انھوں نے دوسری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی طرح اس حدیث کا مطلب یہ سمجھا کہ اس حج کے بعد ان پر کوئی حج واجب نہیں اور ان کے نزدیک اس بات کی تائید رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے ہوئی: ﴿ لَكِنَّ أَفْضَلَ الْجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُورٌ ﴾ [بخاري: ١٥٢٠] اور بخاری (۱۸۶۱) میں ہے: ﴿ تَكُنَّ أَحْسَنُ الْجِهَادِ وَأَجْمَلُهُ الْحَجُّ، حَجٌّ مَبْرُورٌ ﴾ یعنی تمھارے لیے افضل جہاد حج مبرور ہے۔ اسی لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حج کی حدیث کے بعد یہ حدیث ذکر کی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کو اس مسئلے میں توقف تھا پھر وہ اس کے جواز کے قائل ہو گئے اور عثمان بن عفان، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما اور ان کے زمانے کے سب صحابہ نے ان کے ساتھ اتفاق کیا اور کسی نے بھی اس پر اعتراض نہیں کیا۔ (فتح الباری بادنیٰ تصرف)

4 ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے عمر رضی اللہ عنہ کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بھی حج کیا اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران بھی جب مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کوفہ کے والی تھے، یہ سنہ ۵۰ ہجری یا اس سے پہلے کی بات ہے۔ تفصیل فتح الباری میں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

4 اس حدیث سے محرم کے بغیر عورت کے حج کے جواز کا استدلال کیا گیا ہے مگر ظاہر ہے کہ ازواج مطہرات ﷢ قرآن کی نص کے مطابق مومنوں کی مائیں ہیں اور ان سے ان کا نکاح حرام ہے، اس لیے یہ استدلال مکمل نہیں ہے۔

١٨٦١۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ قَالَ : حَدَّثَتْنَا عَائِشَةُ بِنْتُ طَلْحَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ! أَلَا نَغْزُو وَنُجَاهِدُ مَعَكُمْ؟ فَقَالَ : « لَكِنَّ أَحْسَنَ الْجِهَادِ وَأَجْمَلَهُ الْحَجُّ، حَجٌّ مَبْرُورٌ » فَقَالَتْ عَائِشَةُ : فَلَا أَدَعُ الْحَجَّ بَعْدَ إِذْ سَمِعْتُ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ.
[راجع : ١٥٢٠]

1861۔ ام المومنین عائشہ ﷞ سے روایت ہے کہ میں نے کہا: کیا ہم آپ کے ساتھ جنگ یا جہاد نہ کریں؟ آپ نے فرمایا: ”تمھارے لیے سب سے اچھا اور سب سے خوبصورت جہاد حج ہے جو حج مبرور ہو۔“ عائشہ ﷞ نے کہا: جب میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات سن لی تو اس کے بعد میں حج نہیں چھوڑوں گی۔

فوائد: 1 اس حدیث میں ام المومنین عائشہ ﷞ نے رسول اللہ ﷺ کے بعد بھی حج کرتے رہنے کے لیے اپنی دلیل بیان کر دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امیر المومنین عمر، عثمان، ابن عوف اور دوسرے صحابہ ﷡ نے ان کی رائے سے اتفاق کیا۔

2 "لَكِنَّ أَحْسَنَ الْجِهَادِ وَأَجْمَلَهُ الْحَجُّ" کا مطلب یہ ہے کہ جہاد کے لیے نکلنا تم پر واجب نہیں جیسے مردوں پر واجب ہے، اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ عورتیں مجاہدین کے ساتھ نہ جائیں بلکہ جا سکتی ہیں، کیونکہ ام عطیہ ﷞ کی حدیث مسلم (١٨١٢/١٤٢) میں ہے کہ ہم جہاد میں نکلتی تھیں اور زخمیوں کی دوا وغیرہ کرتی تھیں اور آپ ﷺ نے ام حرام ﷞ کو بشارت دی تھی کہ وہ مجاہدین کے ساتھ شہید ہوں گی۔ [بخاري : ٢٧٨٨] (تیسیر الباری)

3 ابن بطال نے کہا: بعض لوگ جو جنگِ جمل کے قصہ میں عائشہ ﷞ پر طعن کرتے ہیں ان کا کہنا ہے: ﴿ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ ﴾ (اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو) کا تقاضا ہے کہ ازواج مطہرات پر سفر حرام تھا، مگر یہ حدیث ان کا رد کرتی ہے کیونکہ آپ نے فرمایا: « لَكِنَّ أَحْسَنَ الْجِهَادِ وَأَجْمَلَهُ الْحَجُّ، حَجٌّ مَبْرُورٌ » ”تمھارے لیے سب سے اچھا اور سب سے خوبصورت جہاد حج ہے جو حج مبرور ہو۔“ معلوم یہ ہوا کہ ان کے لیے حج کے علاوہ جہاد بھی ہے اور حج اس سے افضل ہے۔ (فتح الباری)

١٨٦٢۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ

1862۔ ابن عباس ﷠ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے اور اس کے پاس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : « لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ، وَلَا يَدْخُلُ عَلَيْهَا رَجُلٌ إِلَّا وَمَعَهَا مَحْرَمٌ » فَقَالَ رَجُلٌ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ! إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَخْرُجَ فِي جَيْشِ كَذَا وَكَذَا، وَامْرَأَتِي تُرِيدُ الْحَجَّ، فَقَالَ : « اخْرُجْ مَعَهَا »

[انظر : ۳۰۰۶، ۳۰٦۱، ٥۲۳۳- أخرجه مسلم : ۱۳٤۱]

کوئی مرد اس کے بغیر نہ جائے کہ اس کے پاس کوئی محرم ہو۔" تو ایک آدمی نے کہا: میں فلاں فلاں لشکر میں جانے کا ارادہ رکھتا ہوں اور میری بیوی حج کا ارادہ رکھتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم اس کے ساتھ جاؤ۔"

فوائد: 1 عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے: اس حدیث میں محرم کے بغیر عورت کو کوئی بھی سفر کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اس باب میں ابوسعید رضی اللہ عنہ سے آنے والی حدیث میں دو دن کا سفر کرنے سے منع کیا گیا ہے اور "کتاب الصلاۃ" میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث (۱۰۸۸) میں ایک دن رات کے فاصلے کی قید گزر چکی ہے۔ ان سے کچھ اور روایات بھی ہیں اور اسی کتاب میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث تین دن کی قید کے ساتھ گزری ہے۔ ان سے بھی کچھ اور روایات آئی ہیں۔ چونکہ احادیث میں مختلف قیدوں کا ذکر ہے اس لیے اکثر علماء نے اس مسئلے میں مطلق حدیث پر عمل کیا ہے کہ سفر جتنا بھی ہو عورت کو محرم کے بغیر جائز نہیں۔ نووی رحمہ اللہ نے کہا: دنوں کی حد بندی سے ظاہر معنی مراد نہیں بلکہ جسے بھی سفر کہا جاتا ہے، عورت کو محرم کے بغیر منع ہے، حد بندی صرف ہونے والے سفر کی وجہ سے واقع ہوئی ہے، اس لیے اس کے مفہوم مخالف پر عمل نہیں ہوگا۔ اور "ابن المنیّر" نے کہا کہ مختلف جگہوں میں سوال کرنے والوں نے جتنے فاصلے کا ذکر کیا اس سے منع کر دیا گیا۔ منذری نے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ کم سفر سے پہلے تین دن رات کے سفر سے منع کیا گیا، پھر دو دن رات پھر ایک دن رات کے سفر سے، اس لیے اس حدیث پر عمل کیا جائے گا جس میں سب سے کم سفر کا ذکر ہے اور سب سے کم فاصلے والی روایت ایک برید کی ہے، اس میں لمبا اور چھوٹا سفر سب شامل ہیں (جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں عورت کو محرم کے بغیر مطلق سفر سے منع کیا گیا ہے)۔ (فتح الباری)

اب رہا محرم کے بغیر حج کا مسئلہ تو اگرچہ بعض اہل علم نے ثقہ عورتوں کے قافلے کے ساتھ جن میں سے کسی کا محرم ساتھ ہو عورت کو حج پر جانے کی اجازت دی ہے، کیونکہ یہ ارکانِ اسلام میں سے ہے اور ہر استطاعت والے مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ مگر جب رسول اللہ ﷺ نے محرم یا خاوند کے بغیر سفر سے منع فرما دیا ہے تو محرم کے بغیر عورت حج کے لیے کیسے جا سکتی ہے؟ اسی لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے عورتوں کے حج کے لیے الگ باب باندھا ہے یہ بتانے کے لیے کہ عورتوں کے حج کے لیے مردوں کی شرائط کے علاوہ محرم کے ساتھ ہونے کی بھی شرط ہے۔ اس لیے صحیح بات یہی ہے کہ محرم میسر نہ ہونے کی صورت میں عورت پر حج فرض ہی نہیں، کیونکہ اس کے فرض ہونے کی شرطیں پوری نہیں ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہی حدیث

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دارقطنی (۲۴۴۰) نے ابن جریج عن عمرو بن دینار عن ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے اور ابوعوانہ نے اسے صحیح کہا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: «لَا تَحُجَّنَّ امْرَأَةٌ إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ» ''کوئی عورت اس کے بغیر حج نہ کرے کہ اس کے ساتھ اس کا محرم ہو۔'' اس حدیث میں صاف لفظوں میں حج کرنے سے منع کر دیا گیا ہے، تو اسے دوسرے سفروں سے خاص کیسے کیا جاسکتا ہے؟ (فتح الباری) اس حدیث میں صرف محرم کا ذکر ہے، خاوند کا ذکر نہیں مگر اسی باب میں ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ ہیں: «لَيْسَ مَعَهَا زَوْجُهَا أَوْ ذُو مَحْرَمٍ مِنْهَا» ''جس عورت کے ساتھ اس کا خاوند یا اس کا محرم نہ ہو۔''

2 اور کسی عورت کے پاس کوئی مرد اس کے بغیر نہ جائے کہ اس کے پاس اس کا کوئی محرم ہو: اس سے معلوم ہوا کہ مرد کے لیے اجنبی عورت کے ساتھ اکیلا ہونا منع ہے اور اس پر اجماع ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ محرم کی بجائے اگر عورت کے پاس ثقہ عورتیں ہوں تو مرد اس کے پاس جا سکتا ہے یا نہیں۔ صحیح یہی ہے کہ جا سکتا ہے، کیونکہ اس میں تہمت کا امکان بہت کم ہے اور قفال نے کہا: محرم کا ہونا ضروری ہے۔ (فتح الباری)

١٨٦٣ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، أَخْبَرَنَا حَبِيبٌ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا رَجَعَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ حَجَّتِهِ قَالَ لِأُمِّ سِنَانٍ الْأَنْصَارِيَّةِ: «مَا مَنَعَكِ مِنَ الْحَجِّ؟» قَالَتْ: أَبُو فُلَانٍ، تَعْنِي زَوْجَهَا، كَانَ لَهُ نَاضِحَانِ حَجَّ عَلَى أَحَدِهِمَا، وَالْآخَرُ يَسْقِي أَرْضًا لَنَا، قَالَ: «فَإِنَّ عُمْرَةً فِي رَمَضَانَ تَقْضِي حَجَّةً مَعِي»

1863۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب اپنے حج سے واپس آئے تو اُم سنان انصاریہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''تمھیں حج سے کس چیز نے روک لیا؟'' اس نے اپنے خاوند کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ فلاں کے ابا کے پاس دو پانی کھینچنے والے اونٹ تھے، ان میں سے ایک پر اس نے حج کیا اور دوسرا ہماری کچھ زمین کو سیراب کرتا رہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو رمضان میں عمرہ میرے ساتھ حج کے برابر ہے۔''

رَوَاهُ ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَقَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ: عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

[راجع: ١٧٨٢ـ أخرجه مسلم: ١٢٥٦]

اسے ابن جریج نے عطا سے بیان کیا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، انھوں نے نبی ﷺ سے بیان کیا اور عبیداللہ نے عبدالکریم سے، انھوں نے عطا سے، انھوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے اور انھوں نے نبی ﷺ سے بیان کیا۔

فائدہ: ابن جریج کے طریق سے یہ حدیث باسند (۱۷۸۲) میں گزر چکی ہے۔ باب کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے کہ ''تمھیں حج سے کس چیز نے روک لیا؟'' اس جملہ کے ساتھ آپ ﷺ نے عورتوں کو حج پر جانے کی ترغیب دی اور رمضان کے عمرہ کی فضیلت بیان کر کے اس کا بھی شوق دلایا۔ واضح رہے کہ رمضان میں عمرہ کی یہ فضیلت ثواب میں ہے، اس پر اتفاق ہے کہ رمضان میں عمرہ کرنے سے فریضۂ حج ادا نہیں ہوتا، جیسا کہ ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ'' قرآن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ثلث کے برابر ہے، یعنی اجر و ثواب میں۔

١٨٦٤- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ قَزَعَةَ مَوْلَى زِيَادٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ، وَقَدْ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً، قَالَ: أَرْبَعٌ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ - أَوْ قَالَ: يُحَدِّثُهُنَّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ - فَأَعْجَبْنَنِي وَآنَقْنَنِي: «أَنْ لَا تُسَافِرَ امْرَأَةٌ مَسِيرَةَ يَوْمَيْنِ لَيْسَ مَعَهَا زَوْجُهَا أَوْ ذُو مَحْرَمٍ، وَلَا صَوْمَ يَوْمَيْنِ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى، وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ صَلَاتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَلَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِي، وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى» [راجع: ٥٨٦- أخرجه مسلم: ٨٢٧، في كتاب الصيام (١٤٠)، وفي الحج (٤١٥) مختصرًا]

1864- قزعہ مولیٰ زیاد سے روایت ہے کہ میں نے ابوسعید رضی اللہ عنہ سے سنا اور انھوں نے نبی ﷺ کے ہمراہ بارہ جنگیں لڑی تھیں، انھوں نے کہا: چار باتیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنیں جو مجھے بہت اچھی لگیں اور پسند آئیں: ”کوئی عورت دو دن کا سفر اس کے سوا نہ کرے کہ اس کے ساتھ اس کا خاوند یا محرم ہو اور دو دن کا روزہ نہیں ہے: عید الفطر اور عید الاضحیٰ اور دو نمازوں کے بعد کوئی نماز نہیں عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک اور صبح کے بعد سورج طلوع ہونے تک اور تین مسجدوں کے سوا کسی جگہ کی طرف کجاوے نہ کسے جائیں: مسجد حرام، میری مسجد اور مسجد اقصیٰ۔“

فائدہ: تین مسجدوں والی حدیث پر ”بَابُ فَضْلِ الصَّلَاةِ فِيْ مَسْجِدِ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ“ میں حدیث (١١٨٨ تا ١١٩٠) میں بحث گزر چکی ہے۔ عید الفطر اور اضحیٰ میں روزہ کی ممانعت کی حدیث (١٩٩٢) میں آئے گی۔ (ان شاء اللہ) صبح اور عصر کے بعد نماز کی ممانعت (٥٨٦) میں گزر چکی ہے اور محرم کے بغیر عورت کے سفر کی حدیث اس باب میں بیان ہوئی ہے۔

٢٧- بَابُ مَنْ نَذَرَ الْمَشْيَ إِلَى الْكَعْبَةِ

27- باب: جو شخص پیدل چل کر کعبہ جانے کی نذر مانے

١٨٦٥- حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ، أَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ قَالَ: حَدَّثَنِي ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى شَيْخًا يُهَادَى بَيْنَ ابْنَيْهِ، قَالَ: «مَا بَالُ هَذَا؟» قَالُوا: نَذَرَ أَنْ

1865- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک بوڑھے کو دیکھا جو اپنے دو بیٹوں کے سہارے سے لایا جا رہا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس کا کیا معاملہ ہے؟“ انھوں نے بتایا کہ اس نے پیدل چل کر آنے کی نذر مانی ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بِمَشْيِهِ، قَالَ: « إِنَّ اللَّهَ عَنْ تَعْذِيبِ هَذَا نَفْسَهُ لَغَنِيٌّ » وَأَمَرَهُ أَنْ يَرْكَبَ. [انظر: ٦٧٠١ـ اخرجه مسلم: ١٦٤٢]

آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اس کے اپنے آپ کو سزا دینے سے یقیناً غنی ہے۔" اور آپ ﷺ نے اسے حکم دیا کہ سوار ہو جائے۔

١٨٦٦ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا هِشَامُ ابْنُ يُوسُفَ: أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ، أَنَّ يَزِيدَ بْنَ أَبِي حَبِيبٍ أَخْبَرَهُ، أَنَّ أَبَا الْخَيْرِ حَدَّثَهُ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: نَذَرَتْ أُخْتِي أَنْ تَمْشِيَ إِلَى بَيْتِ اللَّهِ، وَأَمَرَتْنِي أَنْ أَسْتَفْتِيَ لَهَا النَّبِيَّ ﷺ، فَاسْتَفْتَيْتُهُ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: « لِتَمْشِ، وَلْتَرْكَبْ » قَالَ: وَكَانَ أَبُو الْخَيْرِ لَا يُفَارِقُ عُقْبَةَ.

1866۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میری بہن نے نذر مانی کہ بیت اللہ پیدل چل کر جائے گی اور اس نے مجھے کہا کہ میں اس کے لیے نبی ﷺ سے مسئلہ پوچھوں، میں نے اس کے لیے آپ ﷺ سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا: "وہ پیدل چلے اور سوار بھی ہو جائے۔" اور ابوالخیر عقبہ سے جدا نہیں ہوتے تھے۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ، عَنْ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ. [أخرجه مسلم: ١٦٤٤]

ابوعبداللہ (بخاری) کہتے ہیں کہ ہمیں ابوعاصم نے ابن جریج سے، انھوں نے یحییٰ بن ایوب سے، انھوں نے یزید سے، انھوں نے ابوالخیر سے اور انھوں نے عقبہ سے حدیث بیان کی۔

فوائد: 1 ابوالخیر کے عقبہ سے جدا نہ ہونے کے ذکر کا مقصد یہ بتانا ہے کہ ان کا سماع عقبہ سے ثابت ہے۔

2 کعبہ یا دوسرے دو معظم و محترم مقامات کی طرف جانا اجر و ثواب کا کام ہے، البتہ پیدل جانا اور اپنے آپ کو خواہ مخواہ مشکل میں ڈالنا کوئی نیکی نہیں۔ اس لیے اگر کوئی شخص یہ نذر مانے کہ پیدل مکہ مکرمہ جائے گا تو مکہ جانے کی نذر پوری کرنا تو واجب ہے مگر پیدل جانا ضروری نہیں۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس بوڑھے کو سوار ہونے کا حکم دیا اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی بہن کو حکم دیا کہ کچھ چلے اور کچھ سوار ہو جائے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب ایسی نذر پوری نہ کی جائے تو اس کا کفارہ دینا ہوگا یا نہیں؟ بعض اہلِ علم کا کہنا یہ ہے کہ ان دونوں واقعات میں نبی ﷺ نے کفارہ دینے کا حکم نہیں دیا، اس لیے ایسے کام کی نذر پوری نہ کرنے پر کوئی کفارہ نہیں، مگر معصیت کی نذر میں کفارہ صحیح احادیث سے ثابت ہے، جیسا کہ مسند احمد (٢٦٠٩٨) میں ہے: « حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا نَذْرَ فِيْ مَعْصِيَةٍ، وَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ » اس پر شیخ شعیب الارناؤوط نے لکھا ہے کہ حدیث صحیح ہے اور یہ سند ضعیف ہے، کیونکہ یہ سند منقطع ہے، کیونکہ زہری نے یہ حدیث ابوسلمہ سے نہیں سنی بلکہ سلیمان بن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ارقم کے واسطے سے سنی ہے اور وہ متروک ہے، لیکن اس کی شہادت اس حدیث سے ملتی ہے جو ابن الجارود نے المنتقیٰ (۱۰۰۴) میں روایت کی ہے اور اس (ابن جارود) کے طریق سے بیہقی (۱۰/۱۲۴، ح: 20078) نے یہی روایت کی ہے اور کہا ہے: «حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى بْنِ أَعْيَنَ، حَدَّثَنَا خَطَّابٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْكَرِيمِ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ النَّذْرَ نَذْرَانِ، فَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَكَفَّارَتُهُ الْوَفَاءُ بِهِ، وَمَا كَانَ لِلشَّيْطَانِ فَلَا وَفَاءَ لَهُ وَعَلَيْهِ كَفَّارَةُ يَمِينٍ» ''نذر دو طرح کی ہے تو جو اللہ کے لیے ہو اس کا کفارہ اسے پورا کرنا ہے اور جو شیطان کے لیے ہو اسے پورا کرنا جائز نہیں اور اس پر قسم کا کفارہ ہے۔'' اور یہ سند قوی ہے، اس کے تمام راوی بخاری کے راوی ہیں، خطاب کے سوا اور وہ ابن القاسم الحرانی ہے۔ ابوداود اور نسائی نے اس سے روایت کی ہے، وہ ثقہ ہے، اسے ابن معین وغیرہ نے ثقہ قرار دیا ہے...... مسند احمد کی عائشہ ؓ والی حدیث پر یہ تعلیق شعیب الارناؤوط کی ہے اور صحیح نسائی (۳۸۳۶) اور صحیح ابن ماجہ (۲۱۲۵) میں شیخ البانی ؒ نے بھی اس حدیث کو صحیح لکھا ہے۔ اس لیے جب معصیت کی نذر پوری نہ کرنا واجب ہونے کے باوجود اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے تو جو قسم نیکی نہ ہو اس کے پورا نہ کرنے پر تو بالاولیٰ کفارہ ہوگا۔ انس اور عقبہ بن عامر ؓ کی احادیث میں اگرچہ یہ ذکر نہیں کہ آپ ﷺ نے انھیں کفارہ کا حکم دیا مگر عدم ذکر سے نفی لازم نہیں آتی۔

3 نذر کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا کفارہ ہے اور قسم کا کفارہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ مائدہ آیت (۸۹) میں بیان کر دیا ہے۔

[تَمَّتْ كِتَابُ جَزَاءِ الصَّيْدِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

٢٩ ۔ كِتَابُ فَضَائِلِ الْمَدِينَةِ

کتاب: مدینہ کے فضائل

١ ۔ بَابُ حَرَمِ الْمَدِينَةِ

١٨٦٧ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا عَاصِمٌ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَحْوَلُ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «الْمَدِينَةُ حَرَمٌ مِنْ كَذَا إِلَى كَذَا، لَا يُقْطَعُ شَجَرُهَا وَلَا يُحْدَثُ فِيهَا حَدَثٌ، مَنْ أَحْدَثَ حَدَثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ» [انظر: ٧٣٠٦ ـ أخرجه مسلم: ١٣٦٦، باختلاف الحوار]

1 ۔ باب: مدینہ کا حرم

1867 ۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”مدینہ یہاں سے وہاں تک حرم ہے، نہ اس کے درخت کاٹے جائیں اور نہ اس میں کوئی جرم کیا جائے، جو شخص اس میں کوئی جرم کرے اس پر اللہ کی اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔“

فوائد: 1 ”مدینہ“ کا لفظی معنی شہر ہے مگر اب یہ اس مشہور شہر کا نام ہے جہاں نبی ﷺ ہجرت کر کے گئے اور اسی میں دفن ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَقُولُونَ لَئِن رَّجَعْنَآ إِلَى الْمَدِينَةِ﴾ [المنافقون: ٨] ”منافقین کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ واپس گئے۔“ جب صرف لفظ مدینہ بولا جائے تو ذہن میں فوراً یہی آتا ہے، اگر کسی اور شہر کا ذکر کرنا ہو تو اس کے ساتھ قید ضروری ہے، اس کا نام پہلے یثرب تھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَإِذْ قَالَت طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يَٰٓأَهْلَ يَثْرِبَ﴾ [الأحزاب: ١٣] ”اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا اے یثرب والو!“ یثرب مدینہ میں واقع ایک جگہ کا نام تھا، پھر پورے شہر کا نام بن گیا۔ بعض کہتے ہیں: اس کا نام یثرب بن قانیہ کے نام پر رکھا گیا جو ارم بن سام بن نوح کی اولاد سے تھا، یہ ابوعبید البکری کا بیان ہے۔ اس کے متعلق اور بھی اقوال ہیں (ظاہر ہے کہ سب سنی سنائی باتیں ہیں) پھر نبی ﷺ نے اس کا نام طیبہ اور طابہ رکھا، جیسا کہ ایک مستقل باب (١٨٧٢) حدیث پر آئے گا۔ اس میں عمالیق رہتے تھے، پھر بنی اسرائیل کے کچھ لوگ آگئے، کہتے ہیں کہ انھیں موسیٰ علیہ السلام نے بھیجا تھا، جیسا کہ زبیر بن بکار نے ”اخبار المدینہ“ میں ضعیف سند کے ساتھ روایت کیا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

ہے، پھر جب سیل عرم کی وجہ سے قوم سبا منتشر ہوئی تو اوس اور خزرج یہاں آ کر آباد ہو گئے۔

2 مدینہ یہاں سے وہاں تک حرم ہے: ''یہاں'' کی تعیین اسی باب کی حدیث (۱۸۷۰) میں ہے: ﴿ مَا بَيْنَ عَائِرٍ إِلَى كَذَا ﴾ ''جبلِ عائر سے وہاں تک۔'' اور ''کتاب الجزیہ (۳۱۷۲)'' میں لفظ ''عَيْرٍ'' ہے، یہ مدینہ میں ایک پہاڑ ہے۔ بخاری میں دوسری جگہ کا نام نہیں، البتہ مسلم (۱۳۷۰) میں ''إِلَى ثَوْرٍ'' (جبل ثور تک) ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ ثور پہاڑ مکہ میں ہے، مدینہ میں نہیں مگر یہ بات درست نہیں، جبل ثور مدینہ میں بھی موجود ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے متعدد اہل علم کی تحقیق اور مشاہدہ ذکر کیا ہے کہ جبل احد کے پیچھے ایک چھوٹا پہاڑ ہے جو اہل مدینہ میں ثور کے نام سے معروف ہے، اس لیے مدینہ میں ''عیر'' اور ''ثور'' پہاڑوں کے موجود ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ (فتح الباری) یہاں قابل ذکر بات یہ ہے کہ یہ حدیث مدینہ منورہ کے حرم ہونے کے بارے میں صریح نص ہے، اس میں صاف حکم ہے کہ مدینہ حرم ہے۔ اس کے درخت نہ کاٹے جائیں، نہ ہی اس میں کوئی جرم کیا جائے۔ حرم ہونے کا مطلب یہ بھی ہے کہ اس میں شکار نہ کیا جائے، جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث (۱۸۷۳) میں آرہا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: ﴿ لَوْ رَأَيْتُ الظِّبَاءَ بِالْمَدِينَةِ تَرْتَعُ مَا ذَعَرْتُهَا، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا حَرَامٌ ﴾ ''اگر میں مدینہ میں ہرنوں کو چرتا ہوا دیکھوں تو انھیں نہیں ڈراؤں گا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کی دو پتھریلی زمینوں کے درمیان ساری جگہ حرمت والی ہے۔'' حرمِ مدینہ تقریباً ۱۲ میل ہے۔ [دیکھیے مسلم : ۱۳۷۲/۴۷۲] عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اس کے نشانات لگوائے تھے، پھر شریف مکہ کے زمانے میں ایک مہندس نے ان نشانات کو ظاہر کیا اور اس کا خریطہ بنا دیا۔

واضح رہے کہ مکہ بھی حرم ہے، وہاں بھی درخت کاٹنا اور شکار کرنا ممنوع ہے اور اس باب میں مذکور احادیث سے معلوم ہوا کہ مدینہ بھی حرم ہے۔ اس کے باوجود بہت سے لوگ جو مکہ سے بڑھ کر مدینہ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور اس کی تعریف میں حد سے بڑھ جاتے ہیں، صاف کہتے ہیں کہ مدینہ حرم نہیں، اس میں شکار کرنا جائز ہے اور درخت کاٹنے بھی جائز ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح فرمان کے باوجود محبت کے دعوے داروں کا یہ کام عجیب ہے۔ سنن ابی داؤد (۲۰۳۷) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم موجود ہے: ﴿ مَنْ أَخَذَ أَحَدًا يَصِيدُ فِيهِ فَلْيَسْلُبْهُ ثِيَابَهُ ﴾ ''جو شخص کسی کو حرم مدینہ میں شکار کرتے ہوئے پکڑ لے وہ اس کے کپڑے چھین لے۔'' اور صحیح مسلم (۱۳۶۴) میں حدیث ہے کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایک غلام کو مدینہ میں شکار کرتے ہوئے دیکھا تو اس کا سامان چھین لیا، جب اس کے مالکوں نے وہ سامان واپس کرنے کی درخواست کی تو انھوں نے اسے یہ کہہ کر واپس کرنے سے انکار کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی چیز میں واپس نہیں کروں گا۔ ان حضرات میں سے بعض لوگ کہتے ہیں: مدینہ حرم ہے مگر مکہ کی طرح نہیں، کیونکہ اس میں شکار کرنا اور درخت کاٹنا جائز ہے۔ تو پھر انھوں نے اسے حرم کیا مانا؟

3 ''أَحْدَثَ حَدَثًا'' کا معنی ہے: مدینہ میں کوئی جرم کرے اور یہ بھی کہ مدینہ میں کوئی بدعت ایجاد کرے، یہ دونوں چیزیں ہر جگہ ہی ممنوع ہیں مگر مدینہ منورہ میں ان کا ارتکاب بہت ہی شدت اختیار کر لیتا ہے کہ ان کے مرتکب پر اللہ اور اس کے

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہوتی ہے۔ بلکہ مدینہ میں کسی مجرم یا بدعتی کو پناہ دینے والے کا بھی یہی حکم ہے۔ [أبو داؤد : ٢٠٣٤۔ مسلم : ١٣٧٠]

١٨٦٨۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِينَةَ، وَأَمَرَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ، فَقَالَ : « يَا بَنِي النَّجَّارِ! ثَامِنُونِي » فَقَالُوا : لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهُ، إِلَّا إِلَى اللَّهِ، فَأَمَرَ بِقُبُورِ الْمُشْرِكِينَ فَنُبِشَتْ، ثُمَّ بِالْخِرَبِ فَسُوِّيَتْ، وَبِالنَّخْلِ فَقُطِعَ، فَصَفُّوا النَّخْلَ قِبْلَةَ الْمَسْجِدِ. [راجع : ٢٣٤۔ أخرجه مسلم : ٥٢٤ مطولاً]

1868۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ مدینہ میں آئے اور آپ نے مسجد بنانے کا حکم دیا اور فرمایا: ”اے بنو النجار! مجھ سے اس کی قیمت طے کرو۔“ انھوں نے کہا: ہم اس کی قیمت اللہ کے سوا کسی سے نہیں مانگتے۔ تو آپ ﷺ نے مشرکین کی قبروں کے متعلق حکم دیا تو وہ اکھاڑ دی گئیں، پھر کھنڈروں کے متعلق حکم دیا تو وہ برابر کر دیے گئے اور کھجور کے درختوں کے متعلق حکم دیا تو وہ کاٹ دیے گئے اور انھوں نے کھجور کے درختوں کی مسجد کے قبلے کی طرف صف بنا دی۔

فائدہ: اس حدیث کی شرح (۴۲۸) میں گزر چکی ہے۔ جو لوگ مدینہ کو حرم نہیں مانتے وہ اس حدیث کو دلیل بناتے ہیں کہ دیکھو نبی ﷺ نے خود مدینہ میں کھجوروں کے درخت کٹوا دیے۔ مگر یہ دلیل اس لیے درست نہیں کہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ مکہ مکرمہ ہو یا مدینہ منورہ لوگوں کے خود کاشت کیے ہوئے پودے یا درخت یا چارہ وغیرہ کاٹے جا سکتے ہیں اور ظاہر ہے کھجوروں کے باغ لوگ خود لگاتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ واقعہ شروع ہجرت کا ہے جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں تشریف لائے، جب کہ مدینہ کو حرم بنانے کا واقعہ آپ ﷺ کی خیبر سے واپسی کے بعد کا ہے، جیسا کہ ”کتاب الجهاد“ میں عمرو بن ابی عمرو عن انس کی حدیث (۲۸۸۹) اور ”کتاب المغازی“ کی حدیث (۴۰۸۴) میں وضاحت کے ساتھ آ رہا ہے۔

١٨٦٩۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ، قَالَ : حَدَّثَنِي أَخِي، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: « حُرِّمَ مَا بَيْنَ لَابَتَيِ الْمَدِينَةِ عَلَى لِسَانِي » قَالَ: وَأَتَى النَّبِيُّ ﷺ بَنِي حَارِثَةَ، فَقَالَ : « أَرَاكُمْ يَا بَنِي حَارِثَةَ! قَدْ خَرَجْتُمْ مِنَ الْحَرَمِ » ثُمَّ الْتَفَتَ فَقَالَ : « بَلْ أَنْتُمْ فِيهِ » [انظر : ١٨٧٣۔ أخرجه مسلم : ١٣٧٢ باختلاف]

1869۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو مدینہ کی دو پتھریلی زمینوں کے درمیان ہے وہ میری زبان پر حرم بنا دیا گیا ہے۔“ اور نبی ﷺ بنو حارثہ کے پاس آئے تو فرمایا: ”اے بنو حارثہ! میں تمھیں گمان کرتا ہوں کہ تم حرم سے باہر نکل گئے ہو۔“ پھر توجہ کی تو فرمایا: ”بلکہ تم اسی میں ہو۔“

www.KitaboSunnat.com
” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

فوائد 1 "لَابَةٌ" اور "حَرَّةٌ" کا ایک ہی معنی ہے: سیاہ پتھروں والی جگہ۔ مدینہ کے مشرق و مغرب میں یہ مقام واقع ہیں۔ ایک کو حرہ شرقیہ اور دوسرے کو حرہ غربیہ کہتے ہیں۔ 2 بنو حارثہ قبیلہ اوس کی مشہور شاخ ہیں۔ جاہلیت میں بنو حارثہ اور بنو عبدالاشہل ایک ہی محلے میں رہتے تھے، پھر ان میں لڑائی ہوگئی تو بنو حارثہ شکست کھا کر خیبر کی طرف جا کر وہاں آباد ہو گئے، پھر ان کی آپس میں صلح ہوگئی تو بنو حارثہ واپس آ گئے مگر بنو عبدالاشہل کے محلہ میں رہنے کی بجائے اپنے محلہ میں رہنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے پہلے ان کے محلے کو دیکھ کر فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ تم حرم کی حدود سے باہر نکل گئے ہو، پھر توجہ کرکے پورے غور کے بعد فرمایا کہ نہیں تم حرم کی حدود کے اندر ہی ہو۔ اس حدیث سے مدینہ کا حرم ہونا ظاہر ہے۔

١٨٧٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: مَا عِنْدَنَا شَيْءٌ إِلَّا كِتَابُ اللَّهِ وَهَذِهِ الصَّحِيفَةُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: «الْمَدِينَةُ حَرَمٌ مَا بَيْنَ عَائِرٍ إِلَى كَذَا، مَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا أَوْ آوَى مُحْدِثًا، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ» وَقَالَ: «ذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ وَاحِدَةٌ، فَمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ، وَمَنْ تَوَلَّى قَوْمًا بِغَيْرِ إِذْنِ مَوَالِيهِ، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ» قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: عَدْلٌ: فِدَاءٌ.

[راجع: ١١١، وانظر في الاعتصام بالكتاب والسنة، باب: ٦- أخرجه مسلم: ١٣٧٠، وفي العتق (٢٠) باللفظ "ما بين عير إلى ثور"]

1870- علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ہمارے پاس اللہ کی کتاب اور نبی ﷺ سے منقول اس صحیفہ کے سوا کوئی چیز نہیں (اس میں آپ نے فرمایا): "مدینہ عائر سے فلاں جگہ تک کے درمیان حرم ہے، جو شخص اس میں کوئی جرم کرے یا کسی مجرم کو پناہ دے اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، نہ اس کا کوئی فرض قبول کیا جائے گا نہ نفل۔" اور آپ ﷺ نے فرمایا: "مسلمانوں کا عہد ایک ہے، جو کسی مسلمان کا عہد توڑے اس پر اللہ کی لعنت ہے اور اس کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، نہ اس کا کوئی فرض قبول کیا جائے گا نہ کوئی نفل، اور جو اپنے مالکوں کی اجازت کے بغیر کسی قوم کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کرلے اس پر اللہ کی اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، نہ اس سے کوئی فرض قبول کیا جائے گا اور نہ کوئی نفل۔" ابو عبداللہ (بخاری) نے کہا: "عَدْلٌ" کا معنی فدیہ ہے۔

فوائد 1 یہاں ایک سوال ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث (۱۱۱) میں گزر چکی ہے، اس میں ہے کہ یہ پوچھنے پر کہ اس صحیفہ میں کیا ہے علی رضی اللہ عنہ نے کہا: «الْعَقْلُ، وَفَكَاكُ الْأَسِيرِ، وَلَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ» جب کہ یہاں کچھ اور مسائل بتائے گئے ہیں؟ جواب اس کا یہ ہے کہ اس صحیفہ میں یہ سب باتیں لکھی ہوئی تھیں، ہر راوی نے اس کا کچھ حصہ بیان کر دیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث میں بھی واضح طور پر رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے حرم ہونے کا اعلان فرمایا۔ ❸ اس حدیث میں صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ: ان لفظوں کے معنی میں بہت اختلاف ہے، حافظ رحمہ اللہ نے دس سے زیادہ قول ذکر کیے ہیں، ان میں سے جمہور کا قول یہ ذکر کیا ہے کہ " صَرْفٌ " کا معنی فرض ہے اور " عَدْلٌ " کا معنی نفل ہے۔ ❹ امام بخاری رحمہ اللہ کی عادت ہے کہ حدیث کا کوئی لفظ اگر کسی آیت میں ہو تو اس کی تفسیر کر دیتے ہیں، اسی عادت کے مطابق انھوں نے آیت کریمہ: ﴿وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ﴾ میں مذکور لفظ "عَدْلٌ" کا معنی بیان کر دیا ہے کہ قیامت کے دن کسی جان سے کوئی فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ یہ مطلب نہیں کہ حدیث میں "عدل" کا یہ معنی ہے۔ اس حدیث کے بہت سے فوائد (۱۱۱) میں گزر چکے ہیں، کچھ فوائد (۳۱۷۲) میں آئیں گے۔ (ان شاء اللہ)

۲۔ بَابُ فَضْلِ الْمَدِينَةِ وَأَنَّهَا تَنْفِي النَّاسَ

2۔ باب: مدینہ کی فضیلت اور یہ کہ وہ برے لوگوں کو نکال دے گا

۱۸۷۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْحُبَابِ سَعِيدَ بْنَ يَسَارٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أُمِرْتُ بِقَرْيَةٍ تَأْكُلُ الْقُرَى، يَقُولُونَ يَثْرِبُ، وَهِيَ الْمَدِينَةُ، تَنْفِي النَّاسَ كَمَا يَنْفِي الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ» [أخرجه مسلم: ۱۳۸۲]

1871۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مجھے ایک بستی میں رہنے کا حکم دیا گیا ہے جو بستیوں کو کھا جائے گی، اسے یثرب کہتے ہیں، حالانکہ وہ مدینہ ہے، (برے) لوگوں کو اس طرح نکال دے گی جیسے بھٹی لوہے کے میل کو نکال دیتی ہے۔"

فوائد: 1 علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں: "بستیوں کو کھا جائے گی" یعنی ان پر غالب ہو گی، ان کا صدر مقام اور پائے تخت بن جائے گی۔ یہ بشارت آپ ﷺ کی بالکل صحیح اور پوری ہوئی، مدینہ ایک مدت تک ایران اور عرب اور مصر اور شام اور توران کا پائے تخت رہا اور خلفائے راشدین نے مدینہ میں رہ کر خلافت کی، پھر بنو امیہ کے وقت میں شام پائے تخت ہوا اور عباسیہ کے وقت میں بغداد، اخیر خلیفہ مستعصم باللہ ہوا اور اس کے زوال سے اسلامی خلافت مٹ گئی اور مسلمان پھوٹ کر الگ الگ گروہ بن گئے اور کافروں کی مراد پوری ہوئی، انھوں نے ہر جگہ مسلمانوں کو مغلوب کر کے اپنی رعیت بنا لیا اور جو رشتہ اتفاق و اتحاد کا نبی ﷺ نے تمام مسلمانوں میں قائم فرما دیا تھا کہ وہ سب مل کر ایک قریشی خلیفہ کے ماتحت رہیں اس کو توڑ دیا۔ امام کے نہ ہونے سے تمام مسلمان تسبیح کے دانوں کی طرح پراگندہ اور تباہ ہیں۔ یا اللہ! پھر تو مسلمانوں کو امام قائم کرنے کی توفیق دے اور ان میں اتحاد اور اتفاق پیدا کر اور ان کو شرع محمدی کا پیرو بنا دے۔ (آمین یا رب العالمین) (تیسیر الباری)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

2 "أُمِرْتُ بِقَرْيَةٍ" کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مجھے اس بستی کی طرف جانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس صورت میں آپ ﷺ نے یہ بات ہجرت سے پہلے مکہ میں فرمائی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مجھے اس بستی میں رہنے کا حکم دیا گیا ہے، اس صورت میں یہ بات مدینہ آنے کے بعد فرمائی۔

3 يَقُولُونَ يَثْرِبُ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو مدینہ کا نام یثرب لینا پسند نہیں تھا، ناپسند کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یا تو یہ "تَثْرِيبٌ" سے مشتق ہے جس کا معنی ملامت اور ڈانٹ ڈپٹ ہے یا "ثَرْبٌ" سے جس کا معنی فساد اور خرابی ہے۔ دونوں معنی قبیح ہیں، جب کہ رسول اللہ ﷺ اچھے نام کو پسند اور برے نام کو ناپسند فرماتے تھے۔ (فتح الباری)

4 "تَنْفِي النَّاسَ" میں رسول اللہ ﷺ کی دوسری احادیث کے پیش نظر "النَّاسَ" سے مراد برے لوگ ہیں۔ اس حدیث پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ مدینہ میں تو بہت برے لوگ مثلاً فاسق و فاجر اور بدعتی اور مشرک بھی رہتے ہیں، پھر اس حدیث کا مطلب کیا ہے؟ اہلِ علم نے اس کے دو مصداق بیان کیے ہیں: ایک یہ کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے کی بات ہے، جیسا کہ جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کی، دوسرے دن بخار کی حالت میں آیا اور کہنے لگا: میری بیعت واپس کر دیجیے، آپ نے تین دفعہ انکار کیا، پھر آپ نے فرمایا: «اَلْمَدِينَةُ كَالْكِيرِ تَنْفِي خَبَثَهَا وَيَنْصَعُ طَيِّبُهَا» [بخاري : ١٨٨٣] "مدینہ بھٹی کی طرح ہے، یہ اپنے گند کو نکال دیتا ہے اور اپنے پاکیزہ کو خالص کر لیتا ہے۔" آپ ﷺ کے زمانے میں اسلام کی پابندیوں کی وجہ سے منافق اور فاسق و فاجر لوگوں کے لیے مدینہ میں رہنا دشوار تھا۔ یاد رہے کہ یہاں نکالے جانے والوں سے مراد بعض برے ہیں، کیونکہ کچھ نہ کچھ برے لوگ نبی ﷺ کے زمانے میں بھی مدینہ میں موجود رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ؕ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ؔ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ﴾ [التوبة : ١٠١] "اور تمھارے ارد گرد کے لوگوں سے اعراب میں سے کچھ منافق ہیں اور کچھ اہل مدینہ سے جو نفاق پر اڑے ہوئے ہیں۔" اس لیے حدیث کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مدینہ کا ماحول ایسا ہی تھا کہ خبیث لوگ وہاں سے نکلتے رہتے تھے، اس کے بعد کے زمانوں میں ایسا نہ رہا۔ اب ایسا قیامت کے قریب ہوگا جب مدینہ میں ایک بھی کافر یا منافق باقی نہیں رہے گا۔ صرف خالص مسلم رہ جائیں گے، جیسا کہ صحیح مسلم (۱۳۸۱) میں ہے: «لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَنْفِيَ الْمَدِيْنَةُ شِرَارَهَا، كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ» "قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ مدینہ اپنے برے لوگوں کو اس طرح نکال دے گا جیسے بھٹی لوہے کے میل کو دور کر دیتی ہے۔" معلوم ہوتا ہے کہ یہ دجال کے آنے پر ہوگا، جیسا کہ صحیح بخاری (۱۸۸۱) میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «لَيْسَ مِنْ بَلَدٍ إِلَّا سَيَطَؤُهُ الدَّجَّالُ إِلَّا مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةَ، لَيْسَ لَهُ مِنْ نِقَابِهَا نَقْبٌ إِلَّا عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ صَافِّيْنَ يَحْرُسُوْنَهَا، ثُمَّ تَرْجُفُ الْمَدِيْنَةُ بِأَهْلِهَا ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ، فَيُخْرِجُ اللّٰهُ كُلَّ كَافِرٍ وَمُنَافِقٍ» "کوئی شہر نہیں مگر دجال اسے روند ڈالے گا مگر مکہ اور مدینہ میں داخلے کا جو بھی راستہ ہے اس پر فرشتے صف بنا کر پہرہ دے رہے ہوں گے، پھر مدینہ وہاں کے رہنے والوں کو تین دفعہ خوب ہلائے گا، یعنی تین بار زلزلہ آئے گا تو اللہ تعالیٰ ہر کافر اور منافق کو اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نکال دے گا۔" (ملخص من فتح الباری)

﴿ تنفي النّاس ﴾ کی ایک اور بہت اچھی توجیہ کے لیے دیکھیے حدیث (۱۸۸۳) کا فائدہ (۲)۔

٣- بَابٌ: اَلْمَدِينَةُ طَابَةٌ

3- باب: مدینہ طابہ ہے

۱۸۷۲- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ يَحْيَى، عَنْ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَقْبَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ تَبُوكَ، حَتَّى أَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِينَةِ، فَقَالَ: «هَذِهِ طَابَةُ» [راجع: ١٤٨١- أخرجه مسلم: ١٣٩٢، مطولاً]

1872- ابوحمید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی ﷺ کے ہمراہ تبوک سے آئے یہاں تک کہ ہماری نظر مدینہ پر پڑی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ طابہ ہے۔"

فائدہ: یہ حدیث (۱۴۸۱) میں گزر چکی ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ مدینہ کا نام طابہ بھی ہے۔ طابہ اور طیبہ دونوں کا اشتقاق "طِیْبٌ" سے ہے جس کا معنی پاکیزگی اور عمدگی ہے۔ مدینہ کی آب و ہوا جو آپ ﷺ کی آمد سے پہلے نہایت خراب اور بخار اور دوسری بیماریوں کا باعث تھی آپ کی دعا کی برکت سے صحت و عمدگی میں بدل گئی اور اس سے پہلے اس شہر میں شرک و کفر کی جو بے پناہ نجاست تھی آپ ﷺ کی آمد کی برکت سے توحید و سنت کی پاکیزگی میں بدل گئی اور آپ کے وجودِ مسعود کی برکت سے ہر طرف قرآن و حدیث کی خوشبو پھیل گئی۔ اس لیے اس کا نام یثرب کی بجائے "مدینۃ النبي ﷺ"، طابہ اور طیبہ ہو گیا۔ فتح الباری میں اس کے تقریباً دس نام اور بھی لکھے ہیں مگر ان کی روایت پختہ نہیں۔

٤- بَابُ لَابَتَيِ الْمَدِينَةِ

4- باب: مدینہ کے دو جانبوں کی پتھریلی زمینیں

۱۸۷۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: لَوْ رَأَيْتُ الظِّبَاءَ بِالْمَدِينَةِ تَرْتَعُ مَا ذَعَرْتُهَا، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا حَرَامٌ» [راجع: ١٨٦٩- أخرجه مسلم: ١٣٧٢]

1873- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہا کرتے تھے: اگر میں مدینہ میں ہرنوں کو چرتے ہوئے دیکھوں تو انھیں نہیں ڈراؤں گا (کیونکہ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: "اس کی دو پتھریلی زمینوں کے درمیان جو جگہ ہے وہ حرمت والی ہے۔"

فوائد: ❶ اس حدیث کے متعلق کچھ گفتگو حدیث (۱۸۶۷) میں گزر چکی ہے۔ مدینہ کی دو جانبوں میں پائی جانے والی پتھروں والی زمینوں کے متعلق احادیث میں مختلف الفاظ آئے ہیں، مثلاً "لَابَتَيْهَا، حَرَّتَيْهَا، جَبَلَيْهَا، مَأْزِمَيْهَا"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مدینہ کے حرم ہونے کا انکار کرنے والے بعض حضرات نے الفاظ کے اختلاف کو بہانہ بنا کر اس حدیث کو مضطرب قرار دے کر ضعیف کہہ دیا، حالانکہ یہ چاروں لفظ ایک ہی مفہوم کو ادا کر رہے ہیں، " لَابَةٌ " اور " حَرَّةٌ " دونوں کا معنی سیاہ پتھروں والی زمین ہے، ایسی زمین کے ساتھ پہاڑ بھی ہوتے ہیں۔ "مَأْزِمٌ" بھی پہاڑی تنگ راستے کو کہتے ہیں، اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ امام بخاری و مسلم اور دوسرے ائمہ رحمہم اللہ کو مضطرب حدیث کی پہچان نہیں تھی اور انھوں نے لاعلمی کی وجہ سے یہ احادیث اپنی صحیح میں درج کر دیں اور اس کا علم ان لوگوں کو ہوا جو صریح صحیح احادیث کے باوجود مدینہ کے حرم ہونے کے منکر ہیں۔ [لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ]

2 ان دو پتھریلی زمینوں سے مراد مدینہ کے مشرق اور مغرب کی طرف سیاہ پتھروں والی زمینیں ہیں، مدینہ منورہ ان کے درمیان واقع ہے۔ انھیں ''حرہ شرقیہ'' اور ''حرہ غربیہ'' کہا جاتا ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ " لَوْ رَأَيْتُ الظِّبَاءَ بِالْمَدِينَةِ " میں حدیث (۱۳۴۹) کی طرف اشارہ ہے جس میں ہے: « لَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا » ''اس کے شکار کو نہ بھگایا جائے۔'' (فتح الباری)

٥ـ بَابُ مَنْ رَغِبَ عَنِ الْمَدِينَةِ

5۔ باب: جو شخص مدینہ سے بے رغبتی کرے

١٨٧٤ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: « يَتْرُكُونَ الْمَدِينَةَ عَلَى خَيْرِ مَا كَانَتْ، لَا يَغْشَاهَا إِلَّا الْعَوَافِ - يُرِيدُ عَوَافِيَ السِّبَاعِ وَالطَّيْرِ - وَآخِرُ مَنْ يُحْشَرُ رَاعِيَانِ مِنْ مُزَيْنَةَ، يُرِيدَانِ الْمَدِينَةَ، يَنْعِقَانِ بِغَنَمِهِمَا فَيَجِدَانِهَا وَحْشًا، حَتَّى إِذَا بَلَغَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ خَرَّا عَلَى وُجُوهِهِمَا »[أخرجه مسلم : ١٣٨٩]

1874۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرماتے تھے: ''تم مدینہ کو اس کی بہترین حالت میں چھوڑ جاؤ گے (پھر ایسی ویرانی ہوگی) کہ اس میں صرف وحشی جانور، درندے اور پرندے بسنے لگیں گے اور آخر میں جن کا حشر ہوگا وہ مزینہ قبیلہ کے دو چرواہے ہوں گے، جو اپنی بھیڑ بکریوں کو آوازیں دیتے ہوئے مدینہ آ رہے ہوں گے، تو وہ مدینہ کو وحشی جانوروں سے بھرا ہوا پائیں گے، یہاں تک کہ جب وہ ثنیۃ الوداع پر پہنچیں گے تو اپنے مونہوں کے بل گر پڑیں گے۔''

فائدہ قرطبی اور عیاض نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان کیا کہ ایسا ہو چکا ہے کہ پہلے مدینہ مرکز خلافت، سب لوگوں کی توجہ کا مرکز اور ان کی جائے پناہ رہا، تمام زمین کی بہترین چیزیں اٹھا کر یہاں لائی جاتی رہیں اور مدینہ سب سے زیادہ آباد شہر بن گیا، پھر جب خلافت اس سے منتقل ہو کر شام میں پھر عراق میں چلی گئی تو مدینہ پر اعرابیوں کا غلبہ ہو گیا اور اس میں فتنے پھیل گئے اور وہ اپنے اصل باشندوں سے خالی ہو گیا، تو اس پر مردار خور درندوں اور پرندوں کا قبضہ ہو گیا۔ مگر یہ مطلب درست نہیں کیونکہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ مدینہ کے باشندے اسے خالی چھوڑ کر چلے گئے ہوں، اس لیے نووی نے اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث کا جو مطلب بیان کیا ہے وہی درست ہے، انھوں نے کہا کہ راجح یہ ہے کہ مدینہ کو ترک کرنے کا یہ معاملہ آخر زمانے میں قیامت قائم ہونے کے وقت ہوگا، اس کی وضاحت ان دو چرواہوں کے قصے سے ہوتی ہے، چنانچہ صحیح مسلم (۱۳۸۹/۴۹۹) میں یہ الفاظ ہیں: ﴿ ثُمَّ يَخْرُجُ رَاعِيَانِ حَتَّى إِذَا بَلَغَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ خَرَّا عَلَى وُجُوهِهِمَا ﴾ "پھر دو چرواہے نکلیں گے جب وہ ثنیۃ الوداع میں پہنچیں گے تو اپنے چہروں کے بل گر پڑیں گے۔" اور بخاری ہی میں ہے: ﴿ وَآخِرُ مَنْ يُحْشَرُ ﴾ "اور (وہ دونوں) آخری ہوں گے جن کا حشر ہوگا۔" حافظ رحمہ اللہ نے کہا: اس کی تائید مالک (۸۸۸/۲، ح: ۳۳۱۰) کی روایت سے ہوتی ہے جو انھوں نے ابن حماس سے، انھوں نے اپنے چچا سے، انھوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کی ہے: ﴿ لَتَتْرُكُنَّ الْمَدِينَةَ عَلَى أَحْسَنِ مَا كَانَتْ حَتَّى يَدْخُلَ الْكَلْبُ أَوِ الذِّئْبُ فَيُغَذِّي عَلَى بَعْضِ سَوَارِي الْمَسْجِدِ أَوِ الْمِنْبَرِ، فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَلِمَنْ تَكُونُ الثِّمَارُ ذٰلِكَ الزَّمَانَ؟ فَقَالَ: لِلْعَوَافِي الطَّيْرِ وَالسِّبَاعِ ﴾ "تم مدینہ کو اس کے بہترین حال پر چھوڑ جاؤ گے، یہاں تک کہ کتا یا بھیڑیا آئے گا اور مسجد کے ستونوں پر یا منبر پر پیشاب کرے گا۔" لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! تو اس کے پھل کس کے لیے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: "مردار خوار پرندوں اور درندوں کے لیے۔" اسے معن بن عیسیٰ نے موطأ میں مالک سے روایت کیا ہے۔ ان احادیث سے ظاہر ہے کہ قرطبی وغیرہ نے جو مطلب بیان کیا ہے وہ درست نہیں بلکہ یہ قیامت کے قریب واقع ہوگا۔ ابن حبان (۶۷۷۶) نے عروہ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿ آخِرُ قَرْيَةٍ فِي الْإِسْلَامِ خَرَابًا الْمَدِينَةُ ﴾ "اسلام میں سب سے آخر میں ویران ہونے والی بستی مدینہ ہے۔" اس حدیث کا تقاضا بھی یہی ہے کہ سب سے آخر میں جن کا حشر ہوگا وہ مدینہ سے ہوں گے۔ (ملخص من الفتح)

۱۸۷۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ أَبِي زُهَيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: « تُفْتَحُ الْيَمَنُ، فَيَأْتِي قَوْمٌ يُبِسُّونَ، فَيَتَحَمَّلُونَ بِأَهْلِيهِمْ وَمَنْ أَطَاعَهُمْ، وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ، وَتُفْتَحُ الشَّامُ، فَيَأْتِي قَوْمٌ يُبِسُّونَ، فَيَتَحَمَّلُونَ بِأَهْلِيهِمْ وَمَنْ أَطَاعَهُمْ، وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ، وَتُفْتَحُ الْعِرَاقُ، فَيَأْتِي قَوْمٌ يُبِسُّونَ، فَيَتَحَمَّلُونَ بِأَهْلِيهِمْ وَمَنْ أَطَاعَهُمْ،

1875۔ سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے: "یمن فتح ہوگا تو کچھ لوگ اپنے جانوروں کو ہانکتے ہوئے آئیں گے اور اپنے گھر والوں کو اور ان لوگوں کو جو ان کی بات مانیں گے اٹھا کر لے جائیں گے، حالانکہ مدینہ ان کے لیے بہتر تھا اگر وہ جانتے ہوتے اور شام فتح ہوگا تو کچھ لوگ اپنے جانور ہانکتے ہوئے آئیں گے اور اپنے گھر والوں کو اور ان لوگوں کو جو ان کی بات مانیں گے اٹھا کر لے جائیں گے، حالانکہ مدینہ ان کے لیے بہتر تھا اگر وہ جانتے ہوتے اور عراق فتح ہوگا تو کچھ لوگ اپنے جانور ہانکتے ہوئے آئیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴾ [أخرجه مسلم : ١٣٨٨]

گے اور اپنے گھر والوں کو اور ان لوگوں کو جو ان کی بات مانیں گے اٹھا کر لے جائیں گے، حالانکہ مدینہ ان کے لیے بہتر تھا اگر وہ جانتے ہوتے۔“

فوائد: 1 اس حدیث میں نبی ﷺ کا عظیم معجزہ بیان ہوا ہے کہ آپ ﷺ نے یمن، شام اور عراق فتح ہونے کی پیش گوئی فرمائی جو کسی طرح ممکن دکھائی نہ دیتی تھی مگر لفظ بلفظ اس ترتیب کے مطابق پوری ہوئی جو آپ نے فرمائی تھی کہ پہلے یمن فتح ہوا پھر شام پھر عراق، پھر ان ملکوں کی فتح میں شامل لوگوں نے جب ان کی زرخیزی اور خوشحالی دیکھی تو مدینہ واپس آ کر اپنے اہل و عیال اور دوستوں کو ساتھ لے کر مدینہ چھوڑ کر یمن یا شام یا عراق چلے گئے۔ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق اگر وہ مدینہ میں رہتے تو ان کے لیے بہتر تھا، کیونکہ وہاں مسجد نبوی تھی، وہ ایمان اور علم و حکمت کا مرکز تھا اور وہاں رہ کر عبادت و اطاعت کے مواقع دوسرے تمام شہروں سے زیادہ تھے۔

2 واضح رہے کہ ان لوگوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو دنیوی سہولتوں کے لیے مدینہ چھوڑ کر گئے مگر جو لوگ کسی دینی مقصد کے لیے مدینہ چھوڑ کر ان ملکوں میں جا بسے وہ ان میں شامل نہیں، مثلاً جہاد، اشاعتِ اسلام اور تعلیم قرآن وغیرہ کے لیے بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کوفہ و بصرہ اور دمشق وغیرہ میں جا آباد ہوئے اور ان کی وجہ سے ان شہروں میں قرآن و حدیث کا علم پھیلا اور جہاد کا دائرہ وہاں سے آگے ہندوسند اور خراسان و چین تک پھیلا اور رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق مشرق سے مغرب تک اسلام کی فتوحات پھیل گئیں۔

3 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مکہ چھوڑ کر یمن، شام، عراق اور دنیا کے تمام شہروں سے مدینہ افضل ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے، البتہ مکہ کے متعلق اختلاف ہے۔

٦ - بَابٌ : الْإِيمَانُ يَأْرِزُ إِلَى الْمَدِينَةِ

6۔ باب: ایمان مدینہ کی طرف سمٹ آئے گا

١٨٧٦ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا أَنَسُ ابْنُ عِيَاضٍ قَالَ : حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ، عَنْ خُبَيْبِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : « إِنَّ الْإِيمَانَ لَيَأْرِزُ إِلَى الْمَدِينَةِ كَمَا تَأْرِزُ الْحَيَّةُ إِلَى جُحْرِهَا » [أخرجه مسلم : ١٤٧]

1876۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ایمان مدینہ کی طرف سمٹ آئے گا جیسے سانپ اپنے بل کی طرف سمٹ آتا ہے۔“

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جس طرح سانپ پھرتا پھراتا آخر کار اپنے بل کی طرف واپس آ جاتا ہے اسی طرح اسلام

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

تمام دنیا میں پھیلنے کے بعد آخر کار سمٹ کر مدینہ میں آ جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق دنیا میں یقیناً وہ زمانہ آئے گا کہ اینٹوں کا بنا ہوا کوئی گھر یا اون سے بنا ہوا کوئی خیمہ باقی نہیں رہے گا جس میں اللہ تعالیٰ اسلام کا کلمہ داخل نہیں کرے گا، پھر یا تو وہ لوگ اسلام قبول کر کے عزت کی زندگی بسر کریں گے یا ماتحت ہو کر جزیہ دیں گے اور ذلت قبول کر کے زندگی بسر کریں گے۔ [صحيح ابن حبان : ٦٦٩٩] اس کے بعد قیامت کے قریب دنیا میں کفر کا غلبہ ہو جائے گا حتیٰ کہ بچے کچھے اہل ایمان ہجرت کر کے مدینہ میں آ جائیں گے اور ایمان جہاں سے نکلا تھا سمٹ کر وہیں واپس آ جائے گا اور اسلام کی بستیوں میں سب سے آخر میں ویران ہونے والی بستی مدینہ ہوگی۔ [صحيح ابن حبان : ٦٧٧٦] ہمارے استاذ حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ نے اس حدیث کا ایک مطلب یہ بیان کیا کہ مومن کا دل مدینہ کا شوق رکھتا ہے اور جس طرح سانپ سمٹ کر اپنے بل کی طرف لوٹ آتا ہے اسی طرح ایمان مدینہ کی طرف پلٹتا ہے، گویا وہ ایمان کی اجتماع گاہ ہے۔

٧۔ بَابُ إِثْمِ مَنْ كَادَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ

7۔ باب: اس شخص کا گناہ جو اہلِ مدینہ سے فریب کرے

١٨٧٧۔ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ، أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ، عَنْ جُعَيْدٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ : سَمِعْتُ سَعْدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : « لَا يَكِيدُ أَهْلَ الْمَدِينَةِ أَحَدٌ إِلَّا انْمَاعَ كَمَا يَنْمَاعُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ » [أخرجه مسلم : ١٣٧٨ بنحوه]

1877۔ سعد (بن ابی وقاص) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا: ''اہلِ مدینہ سے جو بھی فریب کرے گا وہ اس طرح گھل جائے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔''

فائدہ: بظاہر اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل مدینہ سے جو شخص بھی فریب کرے گا یا ان کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا اسے زندگی کی مہلت کم ہی ملے گی، جیسا کہ مسلم بن عقبہ وغیرہ کے ساتھ ہوا جنھوں نے مدینہ پر حملہ کیا۔ صحیح مسلم (۱۳۸۷/۴۹۵) میں ابو ہریرہ اور سعد رضی اللہ عنہما دونوں سے مروی ہے: « مَنْ أَرَادَ أَهْلَهَا بِسُوْءٍ، أَذَابَهُ اللَّهُ كَمَا يَذُوْبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ » ''جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اسے گھلا دے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔'' مگر صحیح مسلم میں سعد رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث (۱۳۶۳/۴۶۰) سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سزا آخرت میں ملے گی، چنانچہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: « وَلَا يُرِيْدُ أَحَدٌ أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ بِسُوْءٍ إِلَّا أَذَابَهُ اللَّهُ فِي النَّارِ ذَوْبَ الرَّصَاصِ أَوْ ذَوْبَ الْمِلْحِ فِي الْمَاءِ » ''اہلِ مدینہ کے ساتھ جو بھی کسی برائی کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اسے اس طرح گھلا دے گا جیسے قلعی آگ میں پگھل جاتی ہے یا نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔'' اگر دنیا اور آخرت دونوں میں یہ سزا مراد لی جائے تو کچھ بعید نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٨ - بَابُ آطَامِ الْمَدِينَةِ

١٨٧٨ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ، سَمِعْتُ أُسَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَشْرَفَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى أُطُمٍ مِنْ آطَامِ الْمَدِينَةِ، فَقَالَ: «هَلْ تَرَوْنَ مَا أَرَى، إِنِّي لَأَرَى مَوَاقِعَ الْفِتَنِ خِلَالَ بُيُوتِكُمْ كَمَوَاقِعِ الْقَطْرِ»
تَابَعَهُ مَعْمَرٌ وَسُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ.
[انظر: ٢٤٦٧، ٣٥٩٧، ٧٠٦٠- أخرجه مسلم: ٢٨٨٥]

8- باب: مدینہ کے محلات

1878- اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مدینہ کے ایک اونچے مکان پر نگاہ ڈالی تو فرمایا: ”کیا تم وہ دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں؟ میں تمھارے گھروں میں فتنوں کے واقع ہونے کی جگہوں کو بارش کے قطرے گرنے کی جگہوں کی طرح دیکھ رہا ہوں۔“
زہری سے بیان کرنے میں معمر اور سلیمان بن کثیر نے بھی سفیان کی متابعت کی ہے۔

فوائد: 1 ” آطَامٌ “ ” أُطُمٌ “ کی جمع ہے: پتھر کے بنے ہوئے قلعے یا اونچے بنے ہوئے مکان۔ معلوم ہوا رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مدینہ میں قلعے اور محلات بھی موجود تھے، زبیر بن بکار نے ”اخبار المدینہ“ میں اوس اور خزرج کے آنے سے پہلے مدینے میں موجود قلعوں اور بلند مکانوں کا ذکر کیا ہے اور ان کے آنے کے بعد کے قلعوں کا بھی طویل ذکر کیا ہے۔ (فتح الباری)
2 اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ اور اس کے اصحاب کو مدینہ میں کثرت کے ساتھ واقع ہونے والے فتنے آنکھوں سے دکھا دیے، جس طرح بارش کے قطرے کثرت کے ساتھ مسلسل گرتے ہیں اور واقعی ایسا ہی ہوا کہ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے ساتھ ان فتنوں کا دروازہ کھل گیا، پھر عبد اللہ بن سبا اور اس کے فتنے کا شکار ہونے والوں نے امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف جھوٹ کا اتنا طوفان اٹھایا کہ اس کے نتیجے میں باغیوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا، پھر یزید کی حکومت میں اہلِ مدینہ نے اس کی بیعت توڑ دی تو اس نے مسلم بن عقبہ کو بھیجا جس نے مدینہ کی حرمت کا کچھ خیال نہ کیا اور اہلِ مدینہ کو قتل کیا۔

٩ - بَابٌ: لَا يَدْخُلُ الدَّجَّالُ الْمَدِينَةَ

١٨٧٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا يَدْخُلُ الْمَدِينَةَ رُعْبُ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ، لَهَا يَوْمَئِذٍ

9- باب: دجال مدینہ میں داخل نہیں ہوگا

1879- ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”مسیح دجال کا خوف مدینہ میں داخل نہیں ہوگا، ان دنوں اس کے سات دروازے ہوں گے، ہر دروازے پر دو فرشتے ہوں گے۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سَبْعَةُ أَبْوَابٍ، عَلَى كُلِّ بَابٍ مَلَكَانِ ﴾ [انظر : ۷۱۲۵، ۷۱۲۶]

۱۸۸۰- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ : حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْمُجْمِرِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ﴿ عَلَى أَنْقَابِ الْمَدِينَةِ مَلَائِكَةٌ، لَا يَدْخُلُهَا الطَّاعُونُ وَلَا الدَّجَّالُ ﴾ [انظر : ۵۷۳۱، ۷۱۳۳- أخرجه مسلم : ۱۳۷۹]

1880۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مدینہ میں داخلے کی ہر جگہ پر فرشتے ہیں، اس میں نہ طاعون (کی بیماری) داخل ہوگی نہ ہی دجال۔''

۱۸۸۱- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، حَدَّثَنِي أَنَسُ ابْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : ﴿ لَيْسَ مِنْ بَلَدٍ إِلَّا سَيَطَؤُهُ الدَّجَّالُ إِلَّا مَكَّةَ وَالْمَدِينَةَ، لَيْسَ لَهُ مِنْ نِقَابِهَا نَقْبٌ إِلَّا عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ صَافِّينَ يَحْرُسُونَهَا، ثُمَّ تَرْجُفُ الْمَدِينَةُ بِأَهْلِهَا ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ، فَيُخْرِجُ اللَّهُ كُلَّ كَافِرٍ وَمُنَافِقٍ ﴾ [انظر : ۷۱۲۴، ۷۱۳۴، ۷۴۷۳- أخرجه مسلم : ۲۹۴۳]

1881۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا: ''جو شہر بھی ہے اسے دجال روندے گا، سوائے مکہ اور مدینہ کے، اس میں داخل ہونے کی ہر جگہ فرشتے صفیں بنائے ہوئے اس کا پہرا دے رہے ہیں، پھر مدینہ وہاں کے رہنے والوں کو تین دفعہ خوب ہلائے گا تو اللہ تعالیٰ ہر کافر اور منافق کو نکال دے گا۔''

فوائد: 1 ''أَنْقَابٌ'' اور ''نِقَابٌ'' ''نَقْبٌ'' کی جمع ہیں: سوراخ، داخل ہونے کا راستہ۔ مسیح دجال: مسیح یا تو ممسوح کے معنی میں ہے کہ اس کی ایک آنکھ رگڑی ہوئی ہوگی یا مساحت سے اسم فاعل کے معنی میں ہے، بہت سفر طے کرنے والا، کیونکہ وہ بہت رفتار سے زمین میں پھرے گا۔ دجال ''دجل'' سے مبالغہ ہے بہت بڑا دھوکے باز۔

2 باب کے ساتھ حدیث کی مناسبت یہ ہے کہ جب مدینہ میں دجال کا خوف تک نہیں داخل ہوگا تو وہ خود مدینہ میں کیسے داخل ہوسکتا ہے۔

3 ''طاعون'' کا لفظ عام وبا کے متعلق بھی استعمال ہوتا ہے اور خاص مرض طاعون کے متعلق بھی۔ اس حدیث سے مراد خاص طاعون کی وبا ہے جو ایک خوردبینی جرثومے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے جو پسو جیسے کیڑے میں چوہوں کے جسم پر پرورش پاتا ہے۔ پھر وہاں سے اڑ کر آدمی کے جسم پر کاٹتا ہے تو اس سے اس کی نزدیک ترین غدود (گلٹی) متورم ہوجاتی ہے، یہ گلٹیاں کہنیوں، بغلوں اور کنج ران وغیرہ میں پائی جاتی ہیں اور طاعون کے اثر سے وہ جگہ سرخ یا سیاہ یا سبز ہوجاتی ہے اور تھوڑی ہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیر میں آدمی مر جاتا ہے۔ یہ وبا اتنی زہریلی ہوتی ہے کہ محلوں کے محلے اور شہروں کے شہر ویران کر دیتی ہے۔ آج کل اینٹی بائیوٹک ادویہ اس کے علاج میں مؤثر ہیں، ورنہ اس سے پہلے اس کا کوئی کارگر علاج نہ تھا۔ اس لیے خدانخواستہ اگر کہیں واقع ہو جائے تو ڈاکٹر کے مشورے سے یہ دوائیں استعمال کریں۔ مدینہ منورہ میں بعض وبائیں تو واقع ہوئی ہیں مگر رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق طاعون کبھی واقع نہیں ہوئی اور نہ ہوگی۔

4 دجال کے ہر شہر کو روندنے سے مراد ہر بڑے اور قابل ذکر شہر کو روندنا ہے۔ وہ ہر بڑے شہر میں جائے گا مگر مدینہ منورہ پر فرشتوں کے پہرے کی وجہ سے اس میں داخل نہیں ہوگا۔

١٨٨٢- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَدِيثًا طَوِيلًا عَنِ الدَّجَّالِ، فَكَانَ فِيمَا حَدَّثَنَا بِهِ أَنْ قَالَ: «يَأْتِي الدَّجَّالُ - وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْهِ أَنْ يَدْخُلَ نِقَابَ الْمَدِينَةِ - بَعْضَ السِّبَاخِ الَّتِي بِالْمَدِينَةِ، فَيَخْرُجُ إِلَيْهِ يَوْمَئِذٍ رَجُلٌ هُوَ خَيْرُ النَّاسِ أَوْ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ، فَيَقُولُ: أَشْهَدُ أَنَّكَ الدَّجَّالُ الَّذِي حَدَّثَنَا عَنْكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَدِيثَهُ، فَيَقُولُ الدَّجَّالُ: أَرَأَيْتَ إِنْ قَتَلْتُ هَذَا ثُمَّ أَحْيَيْتُهُ هَلْ تَشُكُّونَ فِي الْأَمْرِ؟ فَيَقُولُونَ: لَا، فَيَقْتُلُهُ ثُمَّ يُحْيِيهِ، فَيَقُولُ حِينَ يُحْيِيهِ: وَاللَّهِ! مَا كُنْتُ قَطُّ أَشَدَّ بَصِيرَةً مِنِّي الْيَوْمَ، فَيَقُولُ الدَّجَّالُ: أَقْتُلُهُ فَلَا أُسَلَّطُ عَلَيْهِ»

[انظر: ٧١٣٢- أخرجه مسلم: ٢٩٣٨]

1882- ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ہمیں رسول اللہ ﷺ نے دجال کے متعلق ایک طویل حدیث بیان فرمائی، آپ نے ہمیں جو بیان فرمایا اس میں سے چند باتیں یہ تھیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”دجال آئے گا اور اس پر مدینہ میں داخل ہونے کے راستوں سے داخل ہونا حرام ہے، وہ ان چند شور زمینوں میں آئے گا جو مدینہ میں ہیں، تو اس کی طرف ایک آدمی نکلے گا جو سب لوگوں سے بہتر ہوگا یا سب سے بہتر لوگوں میں سے ہوگا، وہ اسے کہے گا: میں شہادت دیتا ہوں کہ تو وہی دجال ہے کہ تیرے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بیان فرمایا تھا۔ دجال کہے گا: یہ بتاؤ کہ اگر میں اسے قتل کر دوں، پھر اسے زندہ کر دوں تو کیا تم میرے معاملے میں شک کرو گے؟ وہ کہیں گے: نہیں۔ تو وہ اسے قتل کر دے گا، پھر اسے زندہ کرے گا تو جب اسے زندہ کرے گا تو وہ کہے گا: اللہ کی قسم! مجھے آج سے بڑھ کر کبھی اتنی زیادہ بصیرت نہیں تھی (کہ تو دجال ہے)۔ دجال کہے گا: میں اسے قتل کرتا ہوں مگر مجھے اس پر تسلط نہیں دیا جاتا۔“

فائدہ یہ حدیث امام مسلم نے اپنی صحیح میں بہت طویل اور مفصل روایت کی ہے، جو مزید فوائد کے لیے یہاں نقل کی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بات ہے، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فَيَتَوَجَّهُ قِبَلَهُ رَجُلٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ، فَتَلْقَاهُ الْمَسَالِحُ – مَسَالِحُ الدَّجَّالِ – فَيَقُولُونَ لَهُ : أَيْنَ تَعْمِدُ؟ فَيَقُولُ : أَعْمِدُ إِلَى هٰذَا الَّذِيْ خَرَجَ، قَالَ : فَيَقُولُونَ لَهُ : أَوَ مَا تُؤْمِنُ بِرَبِّنَا؟ فَيَقُولُ : مَا بِرَبِّنَا خَفَاءٌ، فَيَقُولُونَ : اقْتُلُوهُ، فَيَقُولُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ : أَلَيْسَ قَدْ نَهَاكُمْ رَبُّكُمْ أَنْ تَقْتُلُوا أَحَدًا دُوْنَهُ، قَالَ : فَيَنْطَلِقُونَ بِهِ إِلَى الدَّجَّالِ، فَإِذَا رَآهُ الْمُؤْمِنُ، قَالَ : يَا أَيُّهَا النَّاسُ! هٰذَا الدَّجَّالُ الَّذِيْ ذَكَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ : فَيَأْمُرُ الدَّجَّالُ بِهِ فَيُشَبَّحُ، فَيَقُولُ : خُذُوهُ وَشُجُّوهُ، فَيُوْسَعُ ظَهْرُهُ وَبَطْنُهُ ضَرْبًا، قَالَ : فَيَقُولُ : أَوَ مَا تُؤْمِنُ بِيْ؟ قَالَ : فَيَقُولُ : أَنْتَ الْمَسِيحُ الْكَذَّابُ، قَالَ : فَيُؤْمَرُ بِهِ فَيُؤْشَرُ بِالْمِئْشَارِ مِنْ مَفْرِقِهِ حَتّٰى يُفَرَّقَ بَيْنَ رِجْلَيْهِ، قَالَ : ثُمَّ يَمْشِي الدَّجَّالُ بَيْنَ الْقِطْعَتَيْنِ ثُمَّ يَقُولُ لَهُ : قُمْ، فَيَسْتَوِيْ قَائِمًا، قَالَ : ثُمَّ يَقُولُ لَهُ : أَتُؤْمِنُ بِيْ؟ فَيَقُولُ : مَا ازْدَدْتُ فِيكَ إِلَّا بَصِيرَةً، قَالَ : ثُمَّ يَقُولُ : يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّهُ لَا يَفْعَلُ بَعْدِيْ بِأَحَدٍ مِنَ النَّاسِ، قَالَ : فَيَأْخُذُهُ الدَّجَّالُ لِيَذْبَحَهُ، فَيُجْعَلُ مَا بَيْنَ رَقَبَتِهِ إِلَى تَرْقُوَتِهِ نُحَاسًا، فَلَا يَسْتَطِيعُ إِلَيْهِ سَبِيلًا، قَالَ : فَيَأْخُذُ بِيَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ فَيَقْذِفُ بِهِ، فَيَحْسِبُ النَّاسُ أَنَّمَا قَذَفَهُ إِلَى النَّارِ وَ إِنَّمَا أُلْقِيَ فِي الْجَنَّةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : هٰذَا أَعْظَمُ النَّاسِ شَهَادَةً عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِينَ)) [مسلم، کتاب الفتن، باب في صفة الدجال و تحريم المدينة عليه...... ۱۱۳/ ۲۹۳۸] ''دجال نکلے گا تو مومنوں میں سے ایک آدمی اس کی طرف روانہ ہوگا۔ دجال کے مسلح پہریدار اسے آگے سے ملیں گے، وہ کہیں گے: تمھارا کہاں کا ارادہ ہے؟ وہ کہے گا: میرا ارادہ اس کی طرف جانے کا ہے جو نکلا ہے۔ وہ کہیں گے: تو کیا تو ہمارے رب پر ایمان نہیں رکھتا؟ وہ کہے گا: ہمارا رب کسی طرح چھپا ہوا نہیں ہے۔ وہ کہیں گے: اسے قتل کر دو، پھر وہ ایک دوسرے سے کہیں گے: کیا تمھارے رب نے تمھیں حکم نہیں دیا کہ اس کے بغیر کسی کو قتل نہ کرنا؟ تو وہ اسے دجال کی طرف لے جائیں گے، جب مومن اسے دیکھے گا تو کہے گا: لوگو! یہ وہی دجال ہے جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا تھا، تو دجال اس کے متعلق حکم دے گا اور اسے لٹا دیا جائے گا، پھر وہ کہے گا: اسے پکڑو اور اس کا سر پھاڑ دو، پھر اس کے پیٹ اور پیٹھ پر خوب ضربیں لگائی جائیں گی، پھر وہ کہے گا: کیا تو مجھ پر ایمان نہیں رکھتا ہے؟ وہ کہے گا: تو مسیح کذاب ہے۔ پھر اس کے متعلق حکم دیا جائے گا اور اسے سر سے لے کر ٹانگوں کے درمیان تک چیر کر الگ الگ کر دیا جائے گا، پھر دجال دونوں ٹکڑوں کے درمیان چلے گا، پھر اسے کہے گا: اٹھ کھڑا ہو جا تو وہ سیدھا کھڑا ہو جائے گا، پھر وہ کہے گا: کیا تو مجھ پر ایمان رکھتا ہے؟ وہ کہے گا: تیرے بارے میں میری بصیرت زیادہ ہی ہوئی ہے، پھر کہے گا: لوگو! میرے بعد یہ لوگوں میں سے کسی کے ساتھ اس طرح نہیں کر سکے گا۔ پھر دجال اسے ذبح کرنے کے لیے پکڑے گا تو اس کی گردن سے لے کر ہنسلی تک کی جگہ، تانبا بنا دی جائے گی اور دجال اس کی طرف کوئی راہ نہیں پائے گا تو اسے اس کے ہاتھوں اور پاؤں سے پکڑ کر پھینک دے گا۔ لوگ سمجھیں گے کہ اس نے اسے آگ کی طرف پھینکا ہے، حالانکہ اسے جنت میں پھینکا گیا ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ شخص رب العالمین کے نزدیک سب سے بڑی شہادت والا ہوگا۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۰۔ بَابٌ : الْمَدِينَةُ تَنْفِي الْخَبَثَ

10۔ باب: مدینہ گندگی کو نکال دیتا ہے

۱۸۸۳۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ النَّبِيَّ ﷺ، فَبَايَعَهُ عَلَى الْإِسْلَامِ، فَجَاءَ مِنَ الْغَدِ مَحْمُومًا فَقَالَ: أَقِلْنِي، فَأَبَى ثَلَاثَ مِرَارٍ، فَقَالَ: «الْمَدِينَةُ كَالْكِيرِ تَنْفِي خَبَثَهَا وَيَنْصَعُ طَيِّبُهَا» [انظر: ۷۲۰۹، ۷۲۱۱، ۷۲۱۶، ۷۳۲۲۔ أخرجه مسلم: ۱۳۸۳]

1883۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے اسلام پر بیعت کی، پھر اگلے دن بخار کی حالت میں آیا اور کہنے لگا: مجھے میری بیعت واپس کر دیں، تو آپ نے تین دفعہ انکار کیا، پھر آپ نے فرمایا: ”مدینہ بھٹی کی طرح ہے جو اپنی گندگی کو نکال دیتی ہے اور اپنے عمدہ مال کو خالص کر لیتی ہے۔“

فوائد: 1 ظاہر الفاظ کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اسلام کی بیعت واپس کرنے کا مطالبہ کر رہا تھا، مگر بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اس وقت ہر مسلمان پر ہجرت فرض تھی اور اسلام کے ساتھ ہجرت پر بھی بیعت ہوتی تھی، مدینہ کے بخار کو دیکھ کر اس نے ہجرت کی بیعت کی واپسی کا مطالبہ کیا تھا، کیونکہ اسلام کی بیعت کی واپسی کا مطلب تو مرتد ہونا تھا جس کی سزا قتل ہے۔ بہر حال رسول اللہ ﷺ نے بخار کی وجہ سے اس کی گھبراہٹ دیکھ کر اسے معذور سمجھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نازل کردہ حدود سے اعراب کے لاعلم ہونے کا ذکر فرمایا ہے: ﴿ اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّ نِفَاقًا وَّ اَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ﴾ [التوبة: ۹۷] ”بدوی لوگ کفر اور نفاق میں زیادہ سخت ہیں اور زیادہ لائق ہیں کہ وہ حدیں نہ جانیں جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل کی ہیں۔“

2 تَنْفِي خَبَثَهَا: اس پر بحث ”بَابُ فَضْلِ الْمَدِيْنَةِ (۱۸۷۱)“ کے شروع میں گزر چکی ہے کہ اس نکالنے سے مراد نبی ﷺ کے زمانے میں نکالنا ہے یا آخر زمانے میں۔ ”اللامع الصبیح“ میں اس کی ایک اور بہت اچھی توجیہ بیان کی گئی ہے جس پر یہ اعتراض ہی نہیں آتا کہ نبی ﷺ کے زمانے میں بھی منافقین مدینہ میں موجود تھے اور بعد میں بھی وہاں فاسق و فاجر لوگ موجود رہے ہیں۔ وہ توجیہ یہ ہے کہ نفی (نکالنے اور دور کرنے) کا مطلب گندے لوگوں کو اچھے لوگوں سے جدا کر کے ان کو واضح طور پر ظاہر کر دینا ہے، اس کا قرینہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اسے بھٹی سے تشبیہ دی ہے جو خالص لوہے اور سونے کو اور میل کو نکال کر الگ الگ کر دیتی ہے۔ اس کا کام نکال باہر کرنا نہیں، جیسا کہ اس سے اگلی حدیث میں احد سے واپس لوٹ آنے والے منافقین کے متعلق فرمایا: «إِنَّهَا تَنْفِي الرِّجَالَ كَمَا تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ» ”بے شک یہ مدینہ (برے) آدمیوں کو الگ کر دیتا ہے جس طرح آگ لوہے کے میل کو الگ کر دیتی ہے۔“ ظاہر ہے کہ وہ منافقین مدینہ ہی میں رہے، وہاں سے نکلے نہیں، البتہ وہ خالص ایمان والوں سے واضح طور پر الگ نمایاں ہو گئے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

١٨٨٤- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ: لَمَّا خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى أُحُدٍ رَجَعَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَقَالَتْ فِرْقَةٌ: نَقْتُلُهُمْ، وَقَالَتْ فِرْقَةٌ: لَا نَقْتُلُهُمْ، فَنَزَلَتْ: ﴿فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ﴾ [النساء: ٨٨] وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنَّهَا تَنْفِي الرِّجَالَ كَمَا تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْحَدِيدِ» [انظر: ٤٠٥٠، ٤٥٨٩- أخرجه مسلم: ١٣٨٤، مختصرًا باختلاف، وأخرجه: ٢٧٧٦]

1884- زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی ﷺ احد کی طرف نکلے تو آپ کے ساتھیوں میں سے کچھ لوگ واپس پلٹ آئے تو ایک گروہ نے کہا: ہم انھیں قتل کریں گے اور ایک گروہ نے کہا: ہم انھیں قتل نہیں کریں گے، تو یہ آیت نازل ہوئی: ''پھر تمھیں کیا ہوا کہ منافقین کے بارے میں دو گروہ ہو گئے ہو'' اور نبی ﷺ نے فرمایا: ''بے شک یہ (مدینہ بُرے) آدمیوں کو الگ کر دیتا ہے جس طرح آگ لوہے کے میل کو الگ کر دیتی ہے۔''

فائدہ: اس حدیث کی شرح اس سے پہلی حدیث میں ملاحظہ کریں۔

١٠- بَابٌ

10- باب (بلاعنوان)

١٨٨٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا وَهْبُ ابْنُ جَرِيرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، سَمِعْتُ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «اللّٰهُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِينَةِ ضِعْفَيْ مَا جَعَلْتَ بِمَكَّةَ مِنَ الْبَرَكَةِ»

1885- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! تو نے مکہ میں جو برکت فرمائی ہے مدینہ میں اس سے دگنی برکت فرما۔''

تَابَعَهُ عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ يُونُسَ. [أخرجه مسلم: ١٣٦٩]

عثمان بن عمر نے یونس سے روایت میں جریر کی متابعت کی ہے۔

١٨٨٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ، فَنَظَرَ إِلَى جُدُرَاتِ الْمَدِينَةِ أَوْضَعَ رَاحِلَتَهُ وَإِنْ كَانَ عَلَى دَابَّةٍ حَرَّكَهَا مِنْ حُبِّهَا. [راجع: ١٨٠٢]

1886- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب کسی سفر سے آتے اور مدینہ کی دیواروں کو دیکھتے تو اپنی اونٹنی کو تیز دوڑاتے اور اگر کسی اور جانور پر ہوتے تو اسے اس کی محبت کی وجہ سے ایڑ لگاتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فوائد: 1 یہ حدیث (١٨٠٢) میں گزر چکی ہے۔ایسے ابواب جو عنوان سے خالی ہوں پہلے ابواب کی فصل کی طرح ہوتے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ انھیں قاری پر چھوڑ دیتے ہیں کہ وہ خود غور کرے کہ اس باب کا عنوان کیا ہونا چاہیے؟ اسے " تَشْحِيذُ الْأَذْهَانِ " کہتے ہیں۔ اسی لیے امام بخاری کو "فقیہ گر" کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے قارئین کو بھی فقہ الحدیث کا ماہر بناتے ہیں۔ یہاں ظاہر ہے کہ اس باب کا عنوان یہ ہوگا: "نبی ﷺ کی مدینہ سے محبت اور اس کے لیے برکت کی دعا۔"
2 اس حدیث میں برکت سے مراد دنیوی اشیاء میں برکت ہے۔ اس کی دلیل حدیث (١٨٨٩) میں رسول اللہ ﷺ کی مدینہ کے لیے دعا ہے: «اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ صَاعِنَا وَفِيْ مُدِّنَا» "اے اللہ! ہمارے لیے ہمارے صاع میں اور ہمارے مُد میں برکت فرمادے۔" برکت کا معنی کثرت خیر ہے۔
3 یہاں بعض شارحینِ بخاری نے مکہ اور مدینہ کی فضیلت کا باہمی مقابلہ کیا ہے اور مدینہ کی فضیلت میں حد سے زیادہ مبالغہ کیا ہے۔ چنانچہ ان میں سے ایک صاحب لکھتے ہیں: اور یہ بات تو ظاہر ہے کہ جہاں خود سرکار دو عالم ﷺ تشریف فرما ہیں وہ جگہ تو عرش و کرسی سے بھی افضل ہے، کیونکہ عرش کی کرسی اللہ جل جلالہ کا مکان نہیں ہے تو جس جگہ نبی کریم ﷺ تشریف فرما ہوں ساری دنیا میں اس سے زیادہ افضل جگہ نہیں ہو سکتی، اس لحاظ سے مدینہ طیبہ کے اس حصے کی فضیلت زیادہ ہے۔" یہ نکتہ نکالنے والے صاحب نے پہلے تو اللہ تعالیٰ کے عرش پر ہونے کا انکار کیا، حالانکہ قرآن مجید میں صاف الفاظ میں اللہ تعالیٰ کے عرش پر ہونے کا ذکر ہے، جیسے: ﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴾ [طٰهٰ : ٥] اور دوسری آیات بھی ہیں۔ یہ حضرات اللہ تعالیٰ کے عرش پر ہونے کا صاف انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عرش پر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کائنات پر اللہ تعالیٰ کی حکومت ہے، ورنہ آسمانوں کے اوپر کوئی کرسی یا عرش نہیں ہے اور اس سوال پر کہ اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ ان میں سے بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ سوال ہی ناجائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ لامکان ہے، وہ نہ عرش پر ہے، نہ آسمانوں کے اوپر، نہ دائیں ہے، نہ بائیں، نہ اوپر، نہ نیچے بلکہ وہ لامکان ہے اور جو شخص یہ پوچھ بھی لے کہ اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ وہ کافر ہو گیا، کیونکہ اللہ کے لیے مکان (جگہ) تسلیم کرنے سے اس کا کسی مکان (جگہ) کا محتاج ہونا لازم آتا ہے۔ حالانکہ یہ کسی نے کہا ہی نہیں، نہ کسی کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش کا محتاج ہے، وہ تو صمد ہے، غنی ہے، عرش اور کائنات کی ہر چیز اس کی محتاج ہے۔ رہا لامکان کا فلسفہ تو اس کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کے وجود ہی کا انکار ہے۔ کیونکہ کہیں بھی نہ ہونے کا صاف مطلب یہی ہے کہ وہ ہے ہی نہیں۔ بتائیے پھر ہر دعا کرنے والے کی آنکھیں اور ہاتھ آسمان کی طرف کیوں اٹھتے ہیں؟ اور آدمی کی فطرت اسے آسمان والے سے مانگنے پر کیوں مجبور کرتی ہے؟ ان نادانوں نے کفر کا فتویٰ صادر کرتے ہوئے یہ بھی نہ سوچا کہ اس فتویٰ کی زد کہاں کہاں پڑ رہی ہے؟ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ﴾ [الفرقان : ٥٩] "پھر وہ عرش پر بلند ہوا۔" پھر قیامت کے دن عرشِ الٰہی کو آٹھ فرشتوں کے اٹھائے ہوئے ہونے کا ذکر سورۂ حاقہ میں موجود ہے، فرمایا: ﴿ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴾ [الحاقة : ١٧] "اور تیرے رب کا عرش اس دن آٹھ (فرشتے) اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔" اور قیامت کے دن فرشتوں کے عرشِ الٰہی کو گھیرا ڈالے ہوئے ہونے کا ذکر سورۂ زمر میں موجود ہے۔ فرمایا: ﴿ وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ ﴾ [الزمر : ٧٥] "اور تو فرشتوں کو دیکھے گا عرش کے گرد گھیرا ڈالے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوئے "اور سورۂ فجر میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ زمین پر نازل ہوگا: ﴿ وَجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴾ [الفجر : ۲۲] "اور تیرا رب اور فرشتے صف در صف آئیں گے۔" اور یہ سوال کرنا کہ اللہ تعالیٰ کہاں ہے خود رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے، چنانچہ معاویہ بن حکم السلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری ایک لونڈی احد اور جوانیہ کی طرف میری بکریاں چراتی تھی، ایک دن میں نے دیکھا تو بھیڑیا اس کی بکریوں سے ایک بکری لے جا چکا تھا، میں بھی بنی آدم سے ہوں، مجھے اس طرح غصہ آتا ہے جیسے انھیں غصہ آتا ہے، تو میں نے اسے ایک تھپڑ مار دیا، پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے اسے مجھ پر بہت بڑا گناہ قرار دیا، میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا میں اسے آزاد نہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا: "اسے میرے پاس لاؤ۔" میں اسے لے کر آپ کے پاس آیا تو آپ نے اس سے فرمایا: « أَيْنَ اللّٰهُ ؟ » "اللہ کہاں ہے؟" اس نے کہا: « فِي السَّمَاءِ » "آسمان میں۔" آپ ﷺ نے فرمایا: « مَنْ أَنَا ؟ » "میں کون ہوں؟" اس نے کہا: « أَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ » "آپ اللہ کے رسول ہیں۔" تو آپ ﷺ نے فرمایا: « أَعْتِقْهَا، فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ » "اسے آزاد کر دو، کیونکہ یہ مومنہ ہے۔" [مسلم : ۵۳۷]

مدینہ کی فضیلت کا نکتہ نکالنے والوں نے دوسرا نکتہ یہ نکالا کہ جہاں رسول اللہ ﷺ دفن ہیں وہ جگہ عرش سے بھی افضل ہے۔ یہ بات تو آپ ﷺ کی وفات کے بعد ہوئی، آپ کی زندگی میں تو بالا ولی مدینہ طیبہ عرش و کرسی سے افضل ہونا چاہیے۔ سوال یہ ہے کہ اس نکتہ کی طرف خود اللہ تعالیٰ نے یا اس کے رسول نے یا کسی صحابی نے کیوں توجہ نہیں دلائی۔ یہی وہ غلو ہے جس سے اہل کتاب کو منع کیا گیا تھا اور جس کے زیر اثر انھوں نے مسیح علیہ السلام کو ہی عین ذات الٰہی قرار دے لیا تھا جس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ﴾ [المائدۃ : ۱۸] "یقیناً وہ لوگ کافر ہوگئے جنھوں نے کہا کہ اللہ خود مسیح ابن مریم ہی تو ہے۔" حقیقت یہ ہے کہ مدینہ طیبہ کی فضیلت کے لیے ایسے نکتوں کی ضرورت ہی نہیں۔ یقیناً مدینہ طیبہ مکہ کے سوا دنیا کی تمام جگہوں سے افضل ہے اور رسول اللہ ﷺ کے ارشاد فرمودہ احادیث کے مطابق بعض حیثیتوں سے مدینہ طیبہ مکہ سے افضل ہے، البتہ کلی فضیلت مکہ معظمہ کو حاصل ہے، کیونکہ عبداللہ بن عدی بن حمراء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو "حزورہ" مقام پر ٹھہرے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا: « وَاللّٰهِ ! إِنَّكِ لَخَيْرُ أَرْضِ اللّٰهِ، وَأَحَبُّ أَرْضِ اللّٰهِ إِلَی اللّٰهِ، وَلَوْلَا أَنِّيْ أُخْرِجْتُ مِنْكِ مَا خَرَجْتُ » [ترمذي، باب في فضل مكة : ۳۹۲۵] "اللہ کی قسم! یقیناً تو اللہ کی زمین میں سب سے بہتر ہے اور اللہ کی زمین میں سے اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے اور اگر مجھے تجھ سے نکالا نہ جاتا تو میں نہ نکلتا۔" یہ حدیث دیگر کتب احادیث میں بھی موجود ہے۔ " حَزْوَرَةٌ بِوَزْنِ قَسْوَرَةٍ مَوْضِعٌ بِمَكَّةَ عِنْدَ بَابِ الْخَيَّاطِيْنِ " "حزورہ مکہ میں باب الخیاطین کے پاس ایک جگہ ہے۔" [النهاية في غريب الأثر]

١١- بَابُ كَرَاهِيَةِ النَّبِيِّ ﷺ أَنْ تُعْرَى الْمَدِيْنَةُ

11- باب: نبی ﷺ کا اس بات کو ناپسند کرنا کہ مدینہ کو ننگا کیا جائے

١٨٨٧- حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ، أَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ، عَنْ

1887- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنو سلمہ نے ارادہ کیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حُمَيْدِ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَرَادَ بَنُو سَلِمَةَ أَنْ يَتَحَوَّلُوا إِلَى قُرْبِ الْمَسْجِدِ، فَكَرِهَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ تُعْرَى الْمَدِينَةُ، وَقَالَ: «يَا بَنِي سَلِمَةَ! أَلَا تَحْتَسِبُونَ آثَارَكُمْ؟» فَأَقَامُوا. [راجع: ٦٥٥]

کہ مسجد نبوی کے قریب منتقل ہو جائیں تو رسول اللہ ﷺ نے اس بات کو ناپسند کیا کہ مدینہ کو ننگا کیا جائے اور آپ نے فرمایا: ''اے بنو سلمہ! کیا تم اپنے قدموں کے نشانوں پر ثواب کی امید نہیں رکھتے؟'' چنانچہ وہ وہیں رہ پڑے۔

فائدہ اس کی شرح حدیث (٦٥٥) میں گزر چکی ہے۔

١٢ - بَابٌ

12 - باب (بلاعنوان)

١٨٨٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ وَمِنْبَرِي عَلَى حَوْضِي» [راجع: ١١٩٦ـ أخرجه مسلم: ١٣٩١]

1888 - ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے بیان کیا، آپ نے فرمایا: ''میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جو جگہ ہے، جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔''

فائدہ شیخ عبیداللہ مبارکپوری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حدیث ''مَا بَيْنَ بَيْتِي'' کا مطلب بیان کرنے میں اختلاف ہے، چنانچہ بعض نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اس جگہ میں عبادت جنت میں پہنچا دیتی ہے، چنانچہ یہ انجام کے لحاظ سے مجاز ہے، جیسے فرمایا: «أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ» [بخاري: ٢٨١٨] ''یقیناً جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے۔'' یعنی جہاد کا انجام جنت ہے۔ بعض نے کہا: رحمت نازل ہونے میں اور ذکر کے حلقوں میں بیٹھنے کی وجہ سے سعادت حاصل ہونے میں یہ جگہ جنت کے باغوں کی طرح ہے، خصوصاً نبی ﷺ کے عہد میں، چنانچہ یہ حرفِ تشبیہ کے بغیر تشبیہ ہے، مگر یہ قول بُعد سے خالی نہیں۔ اور اہل تحقیق نے کہا کہ یہ کلام حقیقت پر محمول ہے، یعنی قیامت کے دن یہ جگہ فردوس اعلیٰ میں منتقل کر دی جائے گی اور یہ ٹکڑا اس طرح فنا و برباد نہیں ہوگا جس طرح دوسری زمین فنا ہوگی اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ ٹکڑا واقعی جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے جو وہاں سے مسجد نبوی میں اتارا گیا ہو، جیسا کہ حجر اسود اور مقام ابراہیم کے بارے میں آیا ہے اور قیامت قائم ہونے کے بعد اسے اس کے اصل مقام میں منتقل کر دیا جائے۔

'' وَ مِنْبَرِي عَلَى حَوْضِي '' یعنی میرا منبر میرے حوض کے کنارے پر ہے۔ حوض سے مراد نہر کوثر ہے جو جنت میں ہے نہ کہ وہ حوض جو میدان حشر میں ہوگا جس میں نہر کوثر سے پانی آئے گا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس منبر سے مراد وہ منبر ہے جو قیامت کے دن اللہ کے حکم سے حوض کوثر پر رکھا جائے گا جس پر بیٹھ کر آپ ﷺ لوگوں کو کوثر کی طرف بلائیں گے، یہ منبر نہیں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ کی مسجد میں ہے، مگر یہ قول حدیث کے الفاظ سے بعید ہے۔ راجح وہ ہے جو اکثر علماء نے کہا ہے کہ اس سے مراد وہ منبر ہے جس پر آپ ﷺ نے یہ بات فرمائی، اللہ تعالیٰ بعینہ اسے منتقل کر کے آپ ﷺ کے حوض پر رکھ دے گا۔ اس کی تائید ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی مرفوع حدیث سے ہوتی ہے جو نسائی میں ہے: « إِنَّ قَوَائِمَ مِنْبَرِيْ هٰذَا رَوَاتِبُ فِي الْجَنَّةِ » "میرے اس منبر کے پائے جنت میں رکھے ہوئے ہیں۔" [مرعاۃ المفاتیح : ۷۰۰] فتح الباری میں ہے کہ ابن حزم نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان کہ "یہ جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے" مجاز ہے، کیونکہ اگر یہ حقیقت ہوتا تو اس میں وہ وصف پایا جاتا جو اللہ تعالیٰ نے جنت کا بیان فرمایا ہے: ﴿ إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرَىٰ ۝ وَأَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيهَا وَلَا تَضْحَىٰ ﴾ [طٰہٰ : ۱۱۸، ۱۱۹] "بے شک تیرے لیے یہ ہے کہ تو اس میں نہ بھوکا ہوگا اور نہ ننگا ہوگا اور یہ کہ تو اس میں نہ پیاسا ہوگا اور نہ دھوپ کھائے گا۔" اس حدیث سے مراد صرف یہ ہے کہ اس میں نماز جنت میں لے جائے گی جیسے عمدہ اور خوشگوار دن کو کہا جاتا ہے کہ یہ جنت کے دنوں میں سے ہے اور جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے۔" [بخاري : ۲۸۱۸] بندہ عبدالسلام عرض کرتا ہے کہ ان معنوں میں سب سے قریب معنی وہ ہے جو حافظ ابن حزم رحمہ اللہ نے کیا ہے، اس کے بعد وہ جو شیخ مبارکپوری رحمہ اللہ نے اہل تحقیق سے نقل کیا ہے۔ (واللہ اعلم) حافظ رحمہ اللہ نے رسول اللہ ﷺ کے منبر اور آپ کے گھر کے درمیان جگہ کے فاصلے کے متعلق ابن زبالہ کے حوالے سے تین قول نقل کیے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ جگہ پچاس ہاتھ یعنی پچھتر (۷۵) فٹ کے قریب ہے۔ (فتح الباری)

۱۸۸۹- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الْمَدِينَةَ وُعِكَ أَبُو بَكْرٍ وَ بِلَالٌ، فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ إِذَا أَخَذَتْهُ الْحُمّٰى يَقُولُ ؎

كُلُّ امْرِئٍ مُصَبَّحٌ فِي أَهْلِهِ
وَالْمَوْتُ أَدْنٰى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ

وَكَانَ بِلَالٌ إِذَا أُقْلِعَ عَنْهُ الْحُمّٰى يَرْفَعُ عَقِيرَتَهُ، يَقُولُ ؎

أَلَا لَيْتَ شِعْرِي هَلْ أَبِيتَنَّ لَيْلَةً
بِوَادٍ وَحَوْلِي إِذْخِرٌ وَجَلِيلُ
وَهَلْ أَرِدَنْ يَوْمًا مِيَاهَ مَجَنَّةٍ
وَهَلْ يَبْدُوَنْ لِي شَامَةٌ وَطَفِيلُ

1889- عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ آئے تو ابو بکر اور بلال رضی اللہ عنہما کو بخار ہو گیا، ابو بکر رضی اللہ عنہ کو جب بخار ہوتا تو کہتے: "ہر آدمی کو اس کے گھر میں صحیح سلامت رہنے کی دعا دی جاتی ہے حالانکہ موت اس کی جوتی کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہوتی ہے۔" اور بلال رضی اللہ عنہ کا بخار تھمتا تو وہ یہ کہتے ہوئے اپنی آواز بلند کرتے: "سنو! کاش مجھے معلوم ہو کہ میں کوئی رات اس وادی میں گزاروں گا کہ میرے اردگرد اذخر اور جلیل نامی گھاس ہوگی اور کیا میں کبھی مجنہ کے پانیوں پر آؤں گا اور کیا میرے سامنے شامہ اور طفیل مقامات ظاہر ہوں گے۔" (بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ! شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف پر لعنت کر جنھوں نے ہمیں ہمارے وطن سے وبا والی زمین کی طرف نکال دیا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے دعا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قَالَ : اَللّٰهُمَّ الْعَنْ شَيْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ وَعُتْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ وَأُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ كَمَا أَخْرَجُونَا مِنْ أَرْضِنَا إِلَى أَرْضِ الْوَبَاءِ. ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : «اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِينَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا وَفِي مُدِّنَا، وَصَحِّحْهَا لَنَا، وَانْقُلْ حُمَّاهَا إِلَى الْجُحْفَةِ»

کی: ''اے اللہ! ہمیں مدینہ مکہ کی طرح یا اس سے بھی زیادہ محبوب بنا دے، اے اللہ! ہمارے لیے ہمارے صاع میں اور ہمارے مد میں برکت فرما دے اور اسے ہمارے لیے صحت والا بنا دے اور اس کا بخار جحفہ کی طرف لے جا۔''

قَالَتْ : وَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ وَهِيَ أَوْبَأُ أَرْضِ اللّٰهِ، قَالَتْ : فَكَانَ بُطْحَانُ يَجْرِي نَجْلًا تَعْنِي مَاءً آجِنًا.

[انظر : ٣٩٢٦، ٥٦٥٤، ٥٦٧٧، ٦٣٧٢، وانظر في البيوع، باب : ٥٣۔ أخرجه مسلم : ١٣٧٦ مختصرًا]

عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہم لوگ مدینہ میں آئے تو وہ اللہ کی زمین میں سے سب سے زیادہ وبا والی جگہ تھی اور بطحان نالہ میں خراب پانی کثرت سے بہتا رہتا تھا۔

فوائد: 1 علامہ وحید الزمان نے ان اشعار کا منظوم ترجمہ کیا ہے اور ان مقامات کا تعارف بھی کرایا ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے شعر کا ترجمہ ہے ؎

گھر میں اپنے صبح کرتا ہے ہر ایک فرد بشر — موت اس کی جوتی کے تسمے سے ہے نزدیک تر

اور بلال رضی اللہ عنہ کے اشعار کا ترجمہ یہ کیا ہے ؎

کاش پھر مکہ کی وادی میں رہوں میں ایک رات — سب طرف آگے ہوں وہاں جلیل اذخر نبات
کاش پھر دیکھوں میں شامہ، کاش پھر دیکھوں طفیل — اور پیوں پانی مجنہ کے جو ہیں آبِ حیات

جلیل اور اذخر دو قسم کی گھاسیں ہیں جو مکہ کے اطراف میں پیدا ہوتی ہیں، شامہ اور طفیل مکہ سے تیس میل تک دو پہاڑ ہیں، مجنہ ایک مقام ہے مکہ سے چند میل مر الظہران کے قریب۔ ازرقی نے کہا کہ مکہ سے ایک برید پر ہے، اسے سوقِ ہجر بھی کہتے ہیں۔ مدینہ کی ہوا وبا والی اور ناقص تھی، جو وہاں جاتا اسے بخار ہو جاتا۔ جب سے آپ ﷺ نے دعا فرمائی ساری بیماری جحفہ چلی گئی اور مدینہ کی ہوا اچھی ہوگئی۔ جحفہ ان دنوں مشرکوں کی بستی تھی اور اب مصر والوں کا میقات ہے۔

2 ''نَجْلًا'' سیم کی وجہ سے زمین سے نکلنے والا پانی۔ ''آجِنٌ'' جس کا رنگ اور ذائقہ خراب ہو۔ معلوم ہوتا ہے مرطوب اور ناقص آب و ہوا اور خراب سیم زدہ پانی کی وجہ سے مچھر کی کثرت سے وہاں ملیریا عام تھا، پھر رسول اللہ ﷺ کی دعا کی برکت سے وہ سیم دور ہوگئی اور بطحان نالے میں ہر وقت پانی نہ رہنے کی وجہ سے وبا دور ہوگئی۔

١٨٩٠۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ

1890۔ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا: اے اللہ! مجھے اپنے راستے میں شہادت عطا کر اور میری موت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِي شَهَادَةً فِي سَبِيلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِي فِي بَلَدِ رَسُولِكَ ﷺ .

اپنے رسول ﷺ کے شہر میں کر دے۔

وَقَالَ ابْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ رَوْحِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَتْ : سَمِعْتُ عُمَرَ نَحْوَهُ، وَقَالَ هِشَامٌ، عَنْ زَيْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ حَفْصَةَ : سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ . [انظر في الجهاد والسير، باب : ٣]

اور ابن زریع نے روح بن قاسم سے، انھوں نے زید ابن اسلم سے، انھوں نے اپنی والدہ سے، انھوں نے حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما سے، انھوں نے کہا: میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے سنا، آگے اسی طرح بیان کیا۔ اور ہشام نے زید سے، انھوں نے اپنے والد سے، انھوں نے حفصہ رضی اللہ عنہا سے، انھوں نے کہا: میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے سنا۔

فوائد 1 ابن سعد (۳۳۱/۳) نے عمر رضی اللہ عنہ کی اس دعا کا سبب ذکر کیا ہے، چنانچہ انھوں نے صحیح سند کے ساتھ عوف بن مالک سے بیان کیا ہے کہ انھوں نے خواب دیکھا کہ عمر رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے ہیں، جب انھوں نے یہ خواب عمر رضی اللہ عنہ کو سنایا تو انھوں نے کہا: مجھے شہادت کیسے مل سکتی ہے، میں جزیرۂ عرب کے درمیان رہ رہا ہوں، جنگ میں جا نہیں رہا، میرے اردگرد لوگ موجود رہتے ہیں، پھر کہنے لگے: کیوں نہیں، اللہ نے چاہا تو وہ عطا کر دے گا۔ (فتح الباری)
2 ابن زریع والی روایت اسماعیلی نے باسند حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے، انھوں نے کہا: میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے سنا، کہہ رہے تھے: « اَللّٰهُمَّ قَتْلًا فِيْ سَبِيْلِكَ وَوَفَاةً فِيْ بَلَدِ نَبِيِّكَ »"اے اللہ! مجھے اپنے راستے میں قتل اور اپنے نبی ﷺ کے شہر میں وفات عطا فرما۔" حفصہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں نے کہا: یہ کیسے ہوگا؟ انھوں نے کہا: جب اللہ چاہے گا اسے لے آئے گا۔ اور ہشام والی روایت ابن سعد (۳۳۱/۳) نے حفصہ رضی اللہ عنہا سے باسند اسی طرح روایت کی ہے، اس کے آخر میں ہے: « إِنَّ اللّٰهَ يَأْتِيْ بِأَمْرِهِ إِنْ شَاءَ »"اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو اپنا حکم پورا کر دیتا ہے۔" بعض روایات میں ہے کہ لوگ اس پر تعجب کرتے تھے اور انھیں پتا نہیں چلتا تھا کہ یہ کیسے ہوگا؟ یہاں تک کہ ابولؤلؤ نے عمر رضی اللہ عنہ کو خنجر سے شہید کر دیا۔ (فتح الباری) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت کا مفصل واقعہ صحیح بخاری میں " بَابُ قِصَّةِ الْبَيْعَةِ وَالْاِتِّفَاقِ عَلَى عُثْمَانَ (۳۷۰۰) " میں ملاحظہ کریں۔

[تَمَّتْ كِتَابُ فَضَائِلِ الْمَدِيْنَةِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

٣٠ - كِتَابُ الصَّوْمِ

کتاب: روزے کے احکام

١ - بَابُ وُجُوبِ صَوْمِ رَمَضَانَ

1 - باب: رمضان کے روزوں کا فرض ہونا

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ [البقرة: ١٨٣]

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزہ رکھنا فرض کر دیا گیا ہے جس طرح ان لوگوں پر فرض کیا گیا جو تم سے پہلے تھے، تاکہ تم بچ جاؤ۔''

فوائد: 1 ''اَلصِّيَامُ'' مصدر ہے، یہ صوم کی جمع نہیں بلکہ صوم بھی مصدر ہے، اصل میں یہ کسی بھی کام سے رک جانے کو کہتے ہیں، کھانا پینا ہو یا کلام ہو یا چلنا پھرنا، اسی لیے گھوڑا چلنے سے یا چارہ کھانے سے رکا ہوا ہو تو اسے ''فَرَسٌ صَائِمٌ'' کہتے ہیں۔ رکی ہوئی ہوا کو بھی صوم کہتے ہیں۔ (راغب) شریعت میں روزہ کی نیت سے صبح صادق سے سورج غروب ہونے تک کھانے پینے اور جماع سے رکے رہنے کا نام صوم ہے۔

2 كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ: اس آیت میں پہلے لوگوں سے مراد، یہود و نصاریٰ اور پہلی امتیں ہیں۔ روزے کی فرضیت سنہ ۲ ہجری میں نازل ہوئی اور روزے نے موجودہ شکل بتدریج اختیار کی، جیسا کہ آئندہ احادیث میں آ رہا ہے۔

3 لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ: اس میں روزے کی حکمت بیان فرمائی ہے کہ اسلامی روزے کا مقصد نفس کو عذاب دینا نہیں بلکہ دل میں تقویٰ یعنی بچنے کی عادت پیدا کرنا ہے کہ جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے صبح سے شام تک ان حلال چیزوں سے بچے گا تو وہ ان چیزوں سے جو ہمیشہ کے لیے حرام ہیں روزہ کی حالت میں بالاولیٰ بچے گا۔ اس طرح روزہ آدمی کے لیے گناہوں سے بچنے کا ذریعہ اور ڈھال بن جاتا ہے، تفصیل احادیث میں آ رہی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

١٨٩١- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ: أَنَّ أَعْرَابِيًّا جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثَائِرَ الرَّأْسِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَخْبِرْنِي مَاذَا فَرَضَ اللَّهُ عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ؟ فَقَالَ: «الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ شَيْئًا» فَقَالَ: أَخْبِرْنِي مَا فَرَضَ اللَّهُ عَلَيَّ مِنَ الصِّيَامِ؟ فَقَالَ: «شَهْرَ رَمَضَانَ إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ شَيْئًا» فَقَالَ: أَخْبِرْنِي بِمَا فَرَضَ اللَّهُ عَلَيَّ مِنَ الزَّكَاةِ؟ فَقَالَ: فَأَخْبَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ شَرَائِعَ الْإِسْلَامِ، قَالَ: وَالَّذِي أَكْرَمَكَ! لَا أَتَطَوَّعُ شَيْئًا وَلَا أَنْقُصُ مِمَّا فَرَضَ اللَّهُ عَلَيَّ شَيْئًا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ، أَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ إِنْ صَدَقَ» [راجع: ٤٦- أخرجه مسلم: ١١ باختلاف في الحوار]

1891- طلحہ بن عبید اللہ ﷜ سے روایت ہے کہ ایک بکھرے ہوئے سر والا اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، اس نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے وہ نمازیں بتائیں جو اللہ نے مجھ پر فرض کی ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”پانچ نمازیں الا یہ کہ تم اپنی خوشی سے کچھ پڑھو۔“ اس نے کہا: مجھے وہ روزے بتائیں جو اللہ نے مجھ پر فرض کیے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”رمضان کا مہینا الا یہ کہ تم اپنی خوشی سے کچھ روزے رکھو۔“ اس نے کہا: مجھے وہ زکاۃ بتائیں جو اللہ نے مجھ پر فرض کی ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے اسے اسلام کے احکام بتائے۔ اس نے کہا: قسم ہے اس کی جس نے آپ کو عزت بخشی ہے! میں نہ کوئی زائد عبادت کروں گا اور نہ اس میں سے کچھ کم کروں گا جو اللہ نے مجھ پر فرض فرمایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہ کامیاب ہو گیا اگر اس نے سچ کہا۔“ یا فرمایا: ”یہ جنت میں داخل ہو گیا اگر اس نے سچ کہا۔“

فائدہ: اس حدیث کے فوائد (۴۶) میں گزر چکے ہیں۔

١٨٩٢- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: صَامَ النَّبِيُّ ﷺ عَاشُورَاءَ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ تُرِكَ، وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ لَا يَصُومُهُ إِلَّا أَنْ يُوَافِقَ صَوْمَهُ. [انظر: ٢٠٠٠، ٤٥٠١- أخرجه مسلم: ١١٢٦]

1892- ابن عمر ﷠ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے عاشوراء کا روزہ رکھا اور اس کا روزہ رکھنے کا حکم دیا، پھر جب رمضان فرض کر دیا گیا تو اسے ترک کر دیا گیا اور عبد اللہ (﷜) اس دن کا روزہ نہیں رکھتے تھے الا یہ کہ ان کے معمول کے روزے کے مطابق آ جائے۔

١٨٩٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ: أَنَّ عِرَاكَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُ: أَنَّ عُرْوَةَ أَخْبَرَهُ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا:

1893- عائشہ ﷝ سے روایت ہے کہ قریش جاہلیت میں عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے، پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کا روزہ رکھنے کا حکم دیا حتیٰ کہ رمضان فرض کر دیا گیا اور رسول

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

أَنَّ قُرَيْشًا كَانَتْ تَصُومُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ ثُمَّ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِصِيَامِهِ حَتَّى فُرِضَ رَمَضَانُ، وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ شَاءَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ» [راجع: ١٥٩٢ - أخرجه مسلم: ١١٢٥]

اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو چاہے اس کا روزہ رکھے اور جو چاہے روزہ نہ رکھے۔''

فائدہ: ان دونوں حدیثوں کی شرح باب (٦٩): "بَابُ صِيَامِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ" کی احادیث میں آئے گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

٢- بَابُ فَضْلِ الصَّوْمِ

2- باب: روزے کی فضیلت

١٨٩٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «الصِّيَامُ جُنَّةٌ، فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَجْهَلْ، وَ إِنِ امْرُؤٌ قَاتَلَهُ أَوْ شَاتَمَهُ فَلْيَقُلْ: إِنِّي صَائِمٌ، مَرَّتَيْنِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ تَعَالَى مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ، يَتْرُكُ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ وَشَهْوَتَهُ مِنْ أَجْلِي، الصِّيَامُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا» [انظر: ١٩٠٤، ٥٩٢٧، ٧٤٩٢، ٧٥٣٨- أخرجه مسلم: ١١٥١]

1894- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''روزہ ایک ڈھال ہے، اس لیے روزہ دار نہ فحش گفتگو کرے، نہ اکھڑ پن کرے اور اگر کوئی آدمی اس سے لڑائی کرے یا گالی گلوچ کرے تو یہ کہے کہ میں تو روزہ دار ہوں، دو بار کہے۔ قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! روزہ دار کے منہ سے آنے والی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ وہ اپنا کھانا، اپنا پینا اور اپنی شہوت میری خاطر چھوڑ دیتا ہے۔ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا اور ہر نیکی اس کے دس گنا کے برابر ہے۔''

فوائد: 1 اس حدیث میں روزے کی فضیلت کئی طرح بیان کی گئی ہے، پہلی یہ کہ روزہ ایک ڈھال ہے، جو آدمی کو آگ سے بچاتا ہے، جیسا کہ سعید بن منصور میں اس حدیث کے اندر یہ لفظ زیادہ ہیں: «جُنَّةٌ مِنَ النَّارِ» ''(روزہ) آگ سے بچانے والی ڈھال ہے۔'' اور مسند احمد (١٧٠٠) میں ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: «الصَّوْمُ جُنَّةٌ مَا لَمْ يَخْرِقْهَا» اور دارمی (١٧٧٣) میں یہ لفظ زیادہ ہے: «بِالْغِيبَةِ» ''یعنی روزہ ایک ڈھال ہے جب تک اسے غیبت کے ساتھ پھاڑ نہ دے۔'' اور ان احادیث سے معلوم ہوا کہ روزہ ڈھال ہونے کا مقصد یہ ہے کہ وہ آدمی کو آگ سے بچاتا ہے، بشرطیکہ وہ روزے کو غیبت وغیرہ سے بیکار نہ کرے۔ ڈھال ہونے کا یہ مطلب بھی ہے کہ روزہ آدمی کو گناہوں اور شہوتوں سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ملحوظ رکھتا ہے۔ ظاہر ہے ڈھال تبھی بنے گا جب آدمی ان تمام چیزوں سے پرہیز کرے جو روزے کو خراب کرنے والی یا اس کا اجر کم کرنے والی ہوں۔ خلاصہ یہ ہے کہ روزہ آدمی کو گناہوں سے بچاتا ہے اور آگ سے بھی۔ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ سے معلوم ہوا کہ غیبت روزے کو برباد کر دیتی ہے۔ چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا گیا ہے اور اوزاعی کا بھی یہی کہنا ہے کہ غیبت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس دن کی قضا لازم ہو جاتی ہے اور ابن حزم نے افراط سے کام لیا اور کہا ہے کہ کوئی بھی گناہ خواہ قول ہو یا فعل جو آدمی روزہ کے یاد ہوتے ہوئے جان بوجھ کر کرے اس سے روزہ باطل ہو جاتا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا حکم عام ہے: « فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَجْهَلْ » ”روزہ دار کوئی فحش بات نہ کرے نہ ہی جہالت کرے۔“ اور صحیح بخاری کی حدیث (۱۹۰۳) میں آ رہا ہے: « مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ، فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ » ”جو شخص جھوٹی بات اور اس پر عمل نہ چھوڑے تو اللہ کو کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔“ اور جمہور نے اگرچہ غیبت اور دوسرے گناہوں کو روزہ کی حالت میں حرام ہی قرار دیا ہے مگر ان کے نزدیک روزہ کھانے پینے اور جماع ہی سے ٹوٹتا ہے۔ (فتح الباری) البتہ سوچنے کی بات ہے کہ قانونی طور پر روزہ باقی بھی رہے تو ایسے روزے سے حاصل کیا ہوگا جس میں حلال چیزوں سے تو اللہ کے حکم کی وجہ سے پرہیز کیا گیا ہو مگر جو چیزیں ہمیشہ حرام ہیں ان کے ارتکاب سے پرہیز نہ کیا گیا ہو۔

4 فَلَا يَرْفُثْ : ”رفث“ فحش کلام کو کہتے ہیں اور یہ لفظ جماع اور اس کے ابتدائی معاملات پر بھی بولا جاتا ہے۔ ” وَلَا يَجْهَلْ “ یہاں جہل علم کے مقابلے میں نہیں بلکہ بے وقوفی، اکھڑ پن اور زیادتی کے معنی میں ہے، جیسا کہ عمرو بن کلثوم نے کہا ہے۔

أَلَا لَا يَجْهَلَنْ أَحَدٌ عَلَيْنَا   فَنَجْهَلَ فَوْقَ جَهْلِ الْجَاهِلِيْنَا

”خبردار! کوئی ہم پر ہرگز جہالت نہ کرے، ورنہ ہم جاہلوں کی جہالت سے بڑھ کر جہالت کریں گے۔“

5 وَإِنِ امْرُؤٌ قَاتَلَهُ ...... : یعنی روزہ کی حالت میں اگر کوئی شخص اس سے لڑائی جھگڑے کی کوشش کرے یا گالی گلوچ کرنے لگے تو اسے جواب نہ دے بلکہ خاموش رہے اور صرف یہ کہے کہ میں روزے سے ہوں۔ ابن خزیمہ (۱۹۹۴) میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے: « فَإِنْ سَابَّكَ أَحَدٌ فَقُلْ : إِنِّيْ صَائِمٌ، وَإِنْ كُنْتَ قَائِمًا فَاجْلِسْ » ”اگر تم سے کوئی شخص گالی گلوچ کرے تو کہو میرا روزہ ہے اور اگر تم کھڑے ہو تو بیٹھ جاؤ۔“ خلاصہ یہ ہے کہ تمام روایات میں یہ لفظ ہیں کہ اگر کوئی گالی گلوچ یا لڑائی جھگڑا کرے تو اسے کہے کہ میں روزہ دار ہوں، پھر بعض روایات میں دو بار ایسا کہنے کا حکم ہے اور بعض میں صرف یہ کہہ دینے کا حکم ہے۔ (فتح الباری)

6 دوسری فضیلت یہ ہے کہ دن کے آخری حصے میں روزہ دار کے منہ سے آنے والی بو اللہ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے۔ یہاں حافظ رحمہ اللہ نے ایک لمبی بحث چھیڑ دی ہے یہ کہہ کر کہ اس بات میں اختلاف کیا گیا ہے کہ اللہ کے ہاں روزے دار کے منہ کی بو کستوری سے زیادہ عمدہ کیسے ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ خوشبوؤں کی عمدگی محسوس کرنے سے پاک ہے،

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ یہ تو حیوان کی صفت ہے، حالانکہ وہ اشیاء کو ان کی حقیقت کے مطابق جانتا ہے۔ پھر مختلف لوگوں سے اس کے جواب ذکر کیے ہیں، کسی نے کہا: اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے قریب کرتا ہے جیسے ہم خوشبو والے کے قریب ہوتے ہیں۔ کسی نے کہا کہ فرشتے خوشبو کو محسوس کرتے ہیں، کسی نے کہا: اللہ تعالیٰ قیامت کو اس سے بھی زیادہ ثواب دے گا جتنی کستوری کی خوشبو ہوتی ہے۔ کسی نے کہا: اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جاتا ہے۔ حیرت ہوتی ہے علم کلام نے مسلمانوں کو کس مصیبت میں پھنسا دیا۔ سوچنا چاہیے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ بات فرمائی تو کیا کسی صحابی کو بھی یہ مشکل پیش آئی جو آپ کو پیش آ رہی ہے یا خیر القرون میں کسی کو یہ پریشانی پیدا ہوئی ہو؟ ہرگز نہیں، بلکہ ان سب نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات سنی اور مان لی کہ اللہ تعالیٰ کو روزے دار کے منہ کی بو کستوری سے زیادہ عمدہ معلوم ہوتی ہے۔ کسی نے یہ سوال نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ تو یہ محسوس کرنے سے پاک ہے۔ رہی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ کو روزے دار کے منہ کی بو کستوری کی خوشبو سے زیادہ عمدہ کیسے معلوم ہوتی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وہ خود ہی جانتا ہے، فانی اور بے بس انسان باقی اور مالک الملک کی ذات و صفات کی کیفیت کیسے جان سکتا ہے؟ ہمیں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ و تابعین کی طرح ایمان رکھنا لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں روزے دار کے منہ کی بو کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ اور عمدہ ہے۔ یہ کہنا بالکل ہی غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ خوشبو محسوس کرنے سے پاک ہے، کیونکہ خوشبو تو جاندار محسوس کرتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جس طرح جاندار دیکھتے، سنتے، اترتے، چڑھتے، خوش ہوتے، ناراض ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ بھی ان تمام صفات سے متصف ہے، مگر فرق یہ ہے کہ مخلوق کی یہ صفات ان کی ہستی کے مطابق ہیں، اللہ تعالیٰ کا سننا دیکھنا، خوشبو محسوس کرنا وغیرہ اس کی ذات کے لائق ہے، مخلوق کی طرح ہرگز نہیں، فرمایا: ﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴾ [الشورىٰ : ١١] ''اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔'' رہی یہ بات کہ پھر اللہ کا سننا، دیکھنا، خوشبو محسوس کرنا کیسا ہے؟ تو یہ سوال نہ رسول اللہ ﷺ کے شاگردانِ رشید کے ذہن میں پیدا ہوا، نہ انھوں نے آپ سے یہ سوال کیا، نہ ہی کوئی اس کا جواب دے سکتا ہے۔ فانی ہستی باقی کے متعلق کیا معلوم کر سکتی ہے اور کیا بتا سکتی ہے؟ یہاں اپنے پاس سے ڈھکوسلے چلانے کی بجائے سر جھکا کر " سَمِعْنَا وَ أَطَعْنَا " کہتے ہوئے بے کار باتوں کی بجائے اسی پر اکتفا کرنا چاہیے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بتا دیا۔ اس سے آگے بڑھنے میں ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔

مجھے حافظ رحمہ اللہ کی اس بات پر تعجب ہوتا ہے کہ ایک طرف وہ کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اشیاء کو ان کی حقیقت کے مطابق جانتا ہے اور ساتھ ہی کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خوشبوؤں کی عمدگی محسوس کرنے سے پاک ہے، کیونکہ یہ حیوان کی صفت ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ پر لفظ حیوان نہیں بولا جاتا مگر وہ حی و قیوم تو یقیناً ہے، اگر وہ خوشبو محسوس کرے جس طرح اس کی شان کے لائق ہے تو اس سے کیا خرابی لازم آتی ہے؟ سننے، دیکھنے اور خوشبو محسوس کرنے کی نفی کر کے آپ اللہ تعالیٰ کی کیا شان بیان کر رہے ہیں؟ اسی بات کو بڑھاتے ہوئے اشعری اور ماتریدی حضرات نے اللہ تعالیٰ کے سمع و بصر کا مطلب بھی بدل دیا اور اللہ کے سننے اور دیکھنے کا مطلب یہ نکالا کہ وہ سب اشیاء کا علم رکھتا ہے مگر سنتا یا دیکھتا نہیں، اس کے سننے یا دیکھنے کا مطلب صرف جاننا ہے۔ سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: ﴿ مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ ﴾ [الحج : ٧٤] ''انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جو اس کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قدر کا حق تھا۔'' ان لوگوں نے اللہ کو اس کی صفات سے محروم کر دیا اور بہانہ یہ بنایا کہ ہم اس کی پاکیزگی بیان کر رہے ہیں۔ گویا یہ حضرات اللہ کی پاکیزگی خود اللہ تعالیٰ سے بھی زیادہ جانتے ہیں۔

❸ تیسری وجہ یہ بیان فرمائی کہ وہ اپنا کھانا، اپنا پینا اور اپنی شہوت میری خاطر چھوڑ دیتا ہے۔ شہوت کا لفظی معنی خواہش ہے، یہاں جماع مراد ہے، کیونکہ اس کا عطف کھانے پینے پر ہے اور صحیح ابن خزیمہ (۱۸۹۷) میں یہ الفاظ ہیں: ﴿ يَدَعُ الطَّعَامَ مِنْ أَجْلِي وَيَدَعُ الشَّرَابَ مِنْ أَجْلِي، وَيَدَعُ زَوْجَتَهُ مِنْ أَجْلِي ﴾ یعنی وہ اپنی بیوی کو میری خاطر چھوڑے رکھتا ہے۔ یعنی روزے کا مقصد اللہ کی رضا ہے، اللہ تعالیٰ کو یہ بات بہت ہی پسند ہے کہ اس کا بندہ اسے خوش کرنے کے لیے وہ چیز چھوڑ دے جس سے اس نے منع فرمایا ہے۔ معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص بدہضمی دور کرنے کے لیے یا صحت کے لیے یا وزن کم کرنے کے لیے روزہ رکھے تو اللہ کے ہاں اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوگی۔

❹ چوتھی وجہ یہ فرمائی: ﴿ اَلصَّوْمُ لِيْ ﴾ ''روزہ میرے لیے ہے۔'' یہاں ایک سوال ہے کہ مسلمان کا ہر عمل ہی اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتا ہے، جیسا کہ فرمایا: ﴿ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الأنعام : ١٦٢] ''کہہ دے بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے، جو جہانوں کا رب ہے۔'' تو پھر ''اَلصَّوْمُ لِيْ'' کہنے کا کیا مطلب ہے؟ اہل علم نے اس کے متعدد جواب دیے ہیں جن میں سب سے بہتر جواب یہ ہے کہ روزے میں ریا کا دخل نہیں ہوتا، کیونکہ اس میں کرنے کا کوئی کام ہی نہیں جو معلوم ہو بلکہ یہ اللہ کے لیے ترک کا نام ہے جس کا اللہ کے سوا کسی کو علم نہیں ہوتا۔ دیکھنے میں تو وہ شخص جو پیٹ بھرا ہوا ہونے کی وجہ سے نہیں کھاتا اور وہ شخص جو اللہ کی خاطر روزہ رکھے ہوئے ہے دونوں ایک جیسے ہوتے ہیں۔ ہاں اگر روزے دار کسی کو بتائے کہ میرا روزہ ہے تو اس میں ریا کا امکان ہے مگر یہ بتانا روزے کا حصہ نہیں ہے کہ اس کے بغیر روزہ نہ ہوسکتا ہے، جب کہ دوسرے اعمال میں کچھ نہ کچھ فعل ضرور ہوتا ہے۔ حافظ رحمہ اللہ نے کہا: بعض ائمہ نے کوشش کی ہے کہ کوئی بدنی عمل روزے کے ساتھ مل جائے جس کا کسی کو پتا نہ چلتا ہو، چنانچہ انھوں نے کہا: ''لا الٰہ الا اللہ'' صرف زبان کی حرکت کے ساتھ ہوتا ہے، جس کا مجلس میں کسی کو علم نہیں ہوتا۔ ایک جواب اس سوال کا یہ ہے کہ جس طرح ہر گھر کا مالک اللہ ہے، ہر اونٹنی اللہ کی ہے اور ہر چیز ہی کلمہ ''کن'' سے پیدا ہوئی ہے مگر کعبہ کو ''بَيْتُ اللّٰهِ'' اور صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو ''نَاقَةُ اللّٰهِ'' اور مسیح علیہ السلام کو ''كَلِمَةُ اللّٰهِ'' کہہ کر خاص اپنی طرف نسبت کرنے میں جس طرح ان کی شان بلند ہوئی ہے اسی طرح روزے کو ''اَلصَّوْمُ لِيْ'' کہہ کر اپنی طرف نسبت کرنے میں بھی اس کی شان کی بلندی بیان کرنا مقصود ہے۔

❺ وَأَنَا أَجْزِيْ بِهٖ: مطلب یہ ہے کہ ہر نیکی کا ثواب دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک یا اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے جس کا شمار ہوسکتا ہے مگر روزے کا اجر میں خود دوں گا، اس کا اندازہ کسی کو ہو ہی نہیں سکتا۔ علماء نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ روزہ صبر کا نام ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ إِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾ [الزمر : ١٠] ''صرف کامل صبر کرنے والوں کو ہی ان کا اجر کسی شمار کے بغیر دیا جائے گا۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

٣ - بَابٌ: اَلصَّوْمُ كَفَّارَةٌ

١٨٩٥ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا جَامِعٌ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: مَنْ يَحْفَظُ حَدِيثًا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْفِتْنَةِ؟ قَالَ حُذَيْفَةُ: أَنَا سَمِعْتُهُ يَقُولُ: «فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَجَارِهِ تُكَفِّرُهَا الصَّلَاةُ وَالصِّيَامُ وَالصَّدَقَةُ» قَالَ: لَيْسَ أَسْأَلُ عَنْ ذِهِ، إِنَّمَا أَسْأَلُ عَنِ الَّتِي تَمُوجُ كَمَا يَمُوجُ الْبَحْرُ، قَالَ: وَإِنَّ دُونَ ذٰلِكَ بَابًا مُغْلَقًا، قَالَ: فَيُفْتَحُ أَوْ يُكْسَرُ؟ قَالَ: يُكْسَرُ، قَالَ: ذَاكَ أَجْدَرُ أَنْ لَا يُغْلَقَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

فَقُلْنَا لِمَسْرُوقٍ: سَلْهُ: أَكَانَ عُمَرُ يَعْلَمُ مَنِ الْبَابُ؟ فَسَأَلَهُ، فَقَالَ: نَعَمْ، كَمَا يَعْلَمُ أَنَّ دُونَ غَدٍ اللَّيْلَةَ. [راجع: ٥٢٥ - أخرجه مسلم: ١٤٤، مطولًا باختلاف، وفي الفتن (٢٧)]

3۔ باب: روزہ گناہوں کو دور کرنے والا ہے

1895۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کون ہے جسے فتنہ کے بارے میں نبی ﷺ کی کوئی حدیث یاد ہو؟ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے آپ سے سنا، آپ فرما رہے تھے: ''آدمی کو جو جو فتنہ اس کے گھر والوں، اس کی اولاد اور اس کے ہمسایوں کے معاملے میں پیش آتا ہے نماز، روزہ اور صدقہ اسے دور کرنے والے بن جاتے ہیں۔'' عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس کے متعلق نہیں پوچھ رہا، میں تو صرف اس فتنے کے متعلق پوچھ رہا ہوں جو اس طرح موج مارے گا جیسے سمندر موج مارتا ہے۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس فتنے سے پہلے ایک بند دروازہ ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو وہ دروازہ کھولا جائے گا یا توڑا جائے گا؟ کہا: وہ توڑا جائے گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر تو وہ بہت لائق ہے کہ قیامت کے دن تک بند نہ کیا جائے۔

(ابو وائل نے کہا:) ہم نے مسروق سے کہا کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھیں: کیا عمر رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ وہ دروازہ کون ہے؟ انھوں نے ان سے پوچھا تو انھوں نے کہا: وہ اس طرح جانتے تھے جیسے یہ جانتے تھے کہ آنے والے کل سے پہلے آج رات ہوتی ہے۔

فائدہ : اس کے چند فوائد حدیث (۵۲۵) میں گزر چکے ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے پہلے یہی حدیث "بَابٌ: الصَّلَاةُ كَفَّارَةٌ" میں ذکر کی ہے، پھر زکاۃ میں "بَابُ الصَّدَقَةِ تُكَفِّرُ الْخَطِيئَةَ" ذکر کیا ہے اور یہی حدیث (۱۴۳۵) میں بھی ذکر کی ہے۔ معلوم ہوا کہ نماز، زکاۃ اور روزہ یہ سب گناہ دور کرنے کا باعث ہیں، جیسا کہ صحیح مسلم (۲۳۳/۱۶) میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی نبی ﷺ کا فرمان ہے: «اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ، وَرَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مکفرات ما بینھن ما اجتنب الکبائر ﴾ "پانچ نمازیں، جمعہ سے لے کر دوسرا جمعہ اور رمضان سے لے کر دوسرا رمضان درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہیں جب تک کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرے۔"

٤۔ بَابٌ : الرَّيَّانُ لِلصَّائِمِينَ

4۔ باب: ریان روزہ داروں کے لیے ہے

فائدہ: ریان جنت کے ایک دروازے کا نام ہے جو "رَوِيَ يَرْوَى رِيًّا" (سیراب ہونا) سے مشتق ہے جو پیاس کی ضد ہے۔

١٨٩٦۔ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ، عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: « إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ: الرَّيَّانُ، يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ، يُقَالُ: أَيْنَ الصَّائِمُونَ؟ فَيَقُومُونَ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ، فَإِذَا دَخَلُوا أُغْلِقَ فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ أَحَدٌ » [انظر: ٣٢٥٧ - أخرجه مسلم: ١١٥٢]

1896۔ سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "جنت میں ایک دروازہ ہے جسے ریان کہا جاتا ہے، قیامت کے دن اس میں سے روزہ دار داخل ہوں گے، ان کے سوا کوئی اور اس میں سے داخل نہیں ہوگا۔ کہا جائے گا: روزہ دار کہاں ہیں؟ تو وہ اٹھیں گے، ان کے سوا کوئی اور اس سے داخل نہیں ہوگا، جب وہ داخل ہو جائیں گے تو وہ بند کر دیا جائے گا، پھر اس سے کوئی اور داخل نہیں ہوگا۔"

١٨٩٧۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَعْنٌ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: « مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، نُودِيَ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ! هٰذَا خَيْرٌ، فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّلَاةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلَاةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ » فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ:

1897۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اللہ کے راستے میں ایک جوڑا خرچ کرے گا اسے جنت کے دروازوں سے آواز دی جائے گی: اے اللہ کے بندے! یہ بہت اچھا ہے، پھر جو نماز والوں سے ہوگا اسے نماز کے دروازے سے بلایا جائے گا اور جو جہاد والوں سے ہوگا اسے جہاد کے دروازے سے بلایا جائے گا اور جو روزے والوں سے ہوگا اسے ریان دروازے سے بلایا جائے گا اور جو صدقہ والوں سے ہوگا اسے صدقہ کے دروازے سے بلایا جائے گا۔" تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، جسے ان تمام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللّٰهِ! مَا عَلَى مَنْ دُعِيَ مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ مِنْ ضَرُورَةٍ، فَهَلْ يُدْعَى أَحَدٌ مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ كُلِّهَا؟ قَالَ: « نَعَمْ، وَأَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ » [انظر : ٢٨٤١، ٣٢١٦، ٣٦٦٦۔ اخرجه مسلم : ١٠٢٧]

دروازوں سے بلایا جائے گا اسے کوئی ضرورت تو نہیں مگر کوئی ایسا بھی ہے جسے ان تمام دروازوں سے بلایا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں اور میں امید کرتا ہوں کہ تم بھی ان میں سے ہو گے۔''

فوائد 1 " فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ " (اللہ کے راستے میں) سے مراد جہاد ہے اور عام یعنی اللہ کی رضا کے لیے کیا ہوا نیکی کا کوئی کام بھی مراد ہو سکتا ہے۔ " زَوْجَيْنِ " " زَوْجٌ " کا تثنیہ ہے، یعنی کسی بھی قسم کے مال میں سے دو چیزیں مثلاً دو روپے یا دو کپڑے یا دو بکرے وغیرہ۔ " هَذَا خَيْرٌ " یہاں خیر کا معنی تفضیل والا نہیں ہے یعنی سب سے اچھا نہیں بلکہ اس کا معنی ''اچھا'' ہے اور تنوین تعظیم کی وجہ سے معنی ''بہت اچھا'' ہے۔ (فتح الباری)

2 فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّلَاةِ......: اس سے مراد وہ آدمی ہے جو نماز کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہو، یعنی فرائض کے علاوہ نوافل بھی کثرت سے پڑھتا ہو۔ اسی طرح اہلِ صدقہ اور اہلِ صیام وغیرہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان میں سے کسی عمل کو کثرت سے کرتے ہوں گے، یعنی فرض کے علاوہ نفلی طور پر بھی وہ عمل کثرت سے کرتے ہوں گے، کیونکہ اگر اس سے مراد فرض نماز، روزہ اور صدقہ وغیرہ لیا جائے تو پھر ہر مسلمان کو ہی ہر دروازے سے آواز آنی چاہیے، پھر بابِ ریان صرف روزہ داروں کے لیے خاص نہیں ہونا چاہیے۔ حافظ اور سندھی اور دوسرے اہل علم نے ایسے ہی لکھا ہے۔

3 اس حدیث میں کثرت سے روزہ رکھنے والے کے لیے خاص دروازے سے داخلے کی نوید ہے، پھر اس دروازے کے دربانوں کی اسے آواز دینے کی خوش خبری ہے اور یہ ڈبل خوش خبری ہے۔

4 اس حدیث سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی انتہائی فضیلت ظاہر ہے کہ وہ نیکی کے ہر کام میں ہی کمال اور خصوصیت رکھتے تھے اور انھیں جنت کے ہر دروازے سے داخلے کے لیے آوازیں آئیں گی، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے نبی ﷺ کی نیابت و خلافت عطا فرمائی، ساری زندگی کی رفاقت کے بعد قبروں میں رفاقت عطا فرمائی اور قیامت کے دن دونوں اکٹھے اٹھیں گے اور دنیا کی طرح جنت میں بھی اکٹھے ہوں گے۔ یا اللہ! تو ہمیں بھی اپنے فضل و کرم سے جنت میں ان کی رفاقت عطا فرما۔ (آمین)

٥ - بَابٌ : هَلْ يُقَالُ: رَمَضَانُ أَوْ شَهْرُ رَمَضَانَ؟ وَمَنْ رَأَى كُلَّهُ وَاسِعًا

5 - باب: کیا رمضان کہا جائے یا ماہ رمضان؟ اور جنھوں نے دونوں طرح جائز کہا ہے

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : « مَنْ صَامَ رَمَضَانَ » [راجع : ١٩٠١] وَقَالَ : « لَا تَقَدَّمُوا رَمَضَانَ » [راجع : ١٩١٤]

اور نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو رمضان کے روزے رکھے۔'' اور آپ نے فرمایا: ''رمضان سے پہل مت کرو۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فوائد: 1 امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کے ساتھ ایک ضعیف حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جو ابن عدی نے "الکامل (۳۱۳/۸)" میں ابومعشر نجیح عن سعید المقبری عن ابی ہریرہ مرفوعا روایت کی ہے کہ "رمضان مت کہو، بلکہ شہر رمضان کہو، کیونکہ رمضان اللہ کے اسماء میں سے ایک نام ہے۔" ابن عدی نے ابومعشر کی وجہ سے اسے ضعیف کہا ہے۔ بخاری رحمہ اللہ نے متعدد احادیث کے ساتھ صرف رمضان کہنے کا جواز ثابت کیا ہے۔ قرآن مجید میں شہر رمضان کا لفظ آیا ہے، اس لیے بخاری نے دونوں طرح سے کہنے کے جواز کی طرف اشارہ کیا ہے۔

2 "رمضان" کی وجہ تسمیہ کیا ہے، "رَمِضَ يَرْمَضُ" کا معنی "جلنا" ہے، چونکہ روزے کی حرارت سے آدمی کے اندر جلن سی پیدا ہوتی ہے، اس لیے اسے رمضان کہتے ہیں، یا اس لیے کہ رمضان کے روزوں سے گناہ جل جاتے ہیں، یا اس لیے کہ جب مہینوں کے نام رکھے گئے اس وقت شدید گرمی کا موسم تھا، یا جب رمضان کے روزے فرض ہوئے اس وقت شدید گرمی کا موسم تھا۔ یہ سبھی باتیں بھی مراد ہو سکتی ہیں۔

3 "لَا تَقَدَّمُوْا" تاء کے فتحہ کے ساتھ باب "تَفَعُّل" میں سے "لَا تَتَقَدَّمُوْا" ہے، ایک تاء تخفیف کے لیے حذف ہوگئی۔ صحیح بخاری (۱۹۱۴) میں "لَا يَتَقَدَّمَنَّ أَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ" آرہا ہے، یعنی رمضان کے استقبال کے لیے یا احتیاط کے طور پر رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ مت رکھو۔ آپ نے اس میں صرف لفظ رمضان کہا ہے، شہر رمضان نہیں فرمایا۔

۱۸۹۸ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فُتِّحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ» [انظر: ۱۸۹۹، ۳۲۷۷ـ أخرجه مسلم: ۱۰۷۹، بزيادة]

1898۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔"

۱۸۹۹ـ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي أَنَسٍ مَوْلَى التَّيْمِيِّينَ، أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ: أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ فُتِّحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ، وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ» [راجع: ۱۸۹۸ـ أخرجه مسلم: ۱۰۷۹]

1899۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب ماہ رمضان داخل ہوتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

١٩٠٠ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي لَيْثٌ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمٌ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «إِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَصُومُوا وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَأَفْطِرُوا، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوا لَهُ»

وَ قَالَ غَيْرُهُ عَنِ اللَّيْثِ: حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ، وَ يُونُسُ: لِهِلَالِ رَمَضَانَ. [انظر: ١٩٠٦، ١٩٠٧، ١٩٠٨، ١٩١٣، ٥٣٠٢ـ أخرجه مسلم: ١٠٨٠]

1900۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرماتے تھے: ''جب تم اسے دیکھو تو روزہ رکھو اور جب تم اسے دیکھو تو روزہ رکھنا چھوڑ دو، اگر تم پر بادل ہو جائے تو اس کے لیے اندازہ کرلو۔''

اور یحییٰ کے سوا اور راویوں نے لیث سے اس طرح بیان کیا کہ مجھے عقیل اور یونس نے یہ بات رمضان کے چاند کے متعلق فرمائی۔

فوائد 1 ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی دو حدیثوں میں سے ایک میں صرف لفظ رمضان استعمال ہوا ہے، دوسری میں شہر رمضان آیا ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں رمضان کا لفظ ہی نہیں مگر اس کے آخر میں معلق روایت میں شہر کے بغیر ہلال رمضان موجود ہے۔ مقصد ان روایات کا یہ ہے کہ رمضان اور شہر رمضان دونوں طرح کہہ سکتے ہیں۔

2 احادیث میں رمضان کے آنے پر تین الفاظ استعمال ہوئے ہیں: پہلی حدیث میں ہے کہ جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، دوسری حدیث میں ہے کہ آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور صحیح مسلم کی ایک روایت (۱۰۷۹/۲) میں ہے: «فُتِحَتْ أَبْوَابُ الرَّحْمَةِ» ''رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔'' یہ تینوں باتیں درحقیقت ایک ہی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے ان فرامین کا ہر شخص اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتا ہے، اس مہینا میں نیکیاں بڑھ جاتی ہیں، برائیاں کم ہو جاتی ہیں، مسجدیں نمازیوں سے بھر جاتی ہیں، لوگ فرض نمازوں کے علاوہ نوافل کثرت سے پڑھتے ہیں، لوگ گھروں اور مسجدوں میں قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں، صدقہ و خیرات کا اہتمام ہر طرف نظر آتا ہے۔ روزوں اور تراویح کی وجہ سے مسلمانوں کا روزانہ کا معمول ہی بدل جاتا ہے جو انھیں نیکی پر دوام اور گناہ سے بچنے میں مددگار رہتا ہے۔ مگر یہ نعمت صرف مسلمانوں کے لیے خاص ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ نے کہا: یاد رکھو کہ یہ فضیلت مسلمانوں کی جماعت کے لحاظ سے ہے؛ کیونکہ کفار تو دوسرے مہینوں کی نسبت اس مہینے میں کفر اور گمراہی میں زیادہ بڑھ جاتے ہیں، کیونکہ وہ اللہ کے شعائر و فرائض کی بے حرمتی میں بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ البتہ مسلمان جب روزے اور قیام کا اہتمام کرتے ہیں تو ان کے معاشرے کے بھی لوگ ان سے متاثر ہوتے ہیں اور ان کے دلوں میں نیکی کی رغبت پیدا ہوتی ہے، تو یہ بات صادق آتی ہے کہ ان کے لیے جنت کے دروازے کھول دیے گئے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے گئے ہیں۔ (مرعاۃ المفاتیح)

3 واضح رہے کہ اس حدیث میں جو آیا ہے کہ شیاطین زنجیروں میں جکڑ دیے جاتے ہیں، اس سے مراد سرکش جن ہیں۔ اسی لیے ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں یہی عنوان قائم کیا ہے اور وہ حدیث (۱۸۸۳) لائے ہیں جو ترمذی (۶۸۲)، ابن ماجہ (۱۶۴۲)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حاکم (۵۸۲/۱، ح: ۱۵۳۲) نے بھی اعمش عن ابی صالح عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے ان الفاظ میں روایت کی ہے:
«إِذَا كَانَ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّيَاطِينُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ» ”جب ماہ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین جو سرکش جن ہیں زنجیروں میں جکڑ دیے جاتے ہیں۔“ اور نسائی (۲۱۰۶) نے ابوقلابہ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے ان الفاظ روایت کیے ہیں: «وَتُغَلُّ فِيهِ مَرَدَةُ الشَّيَاطِينِ» ”اور اس میں سرکش شیاطین جکڑ دیے جاتے ہیں۔“

● یہاں ایک مشہور سوال ہے کہ جب ماہِ رمضان میں شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے تو پھر رمضان میں مسلمانوں سے بھی گناہوں کا ارتکاب کیوں جاری رہتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو تمام شیاطین نہیں بلکہ بڑے بڑے شیاطین جکڑے جاتے ہیں اور یہ وہ شیاطین ہوتے ہیں جو جنوں میں سے سرکش ہیں، جب کہ انسانوں میں بھی بہت سے شیاطین ہیں، جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۭ وَلَوْ شَاۗءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۱۲] ”اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے انسانوں اور جنوں کے شیطانوں کو دشمن بنایا اور ان کا بعض بعض کی طرف ملمع کی ہوئی بات دھوکا دینے کے لیے دل میں ڈالتا رہتا ہے اور اگر تیرا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے، پس چھوڑ انھیں اور جو وہ جھوٹ گھڑتے ہیں۔“ اور جیسا کہ سورۂ ناس میں ”مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ“ میں دونوں طرح کے شیاطین کا ذکر فرمایا ہے۔ انسانی شیاطین کی گمراہ کرنے کی کارروائیاں جاری رہتی ہیں۔ پھر ہر گناہ کا باعث شیطان ہی نہیں خود آدمی کے نفس کی آفات اور گندی عادتیں مثلاً حسد، بغض، حرص، شہوت، تکبر وغیرہ بھی اسے گمراہ کرنے کا باعث بنتی ہیں۔ ابلیس نے جب آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم ماننے سے انکار کیا تھا تو اسے کس شیطان نے گمراہ کیا تھا، وہ صرف اس کا اپنا تکبر تھا جس نے اسے گمراہ کر دیا۔

● اسی سوال کے ساتھ دو مزید سوال ہیں: ایک یہ کہ صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو زکاۃ فطر کے پہرے پر مقرر کیا تو تین راتوں تک ایک چور آ کر غلہ چوری کرنے کی کوشش کرتا رہا اور آخری بار اس نے شیطان سے محفوظ رہنے کے لیے آیت الکرسی بتا کر جان چھڑائی اور جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا: « ذَاكَ الشَّيْطَانُ » ”وہ شیطان تھا۔“ [بخاري : ۲۳۱۱] تو اگر ماہ رمضان میں شیطان جکڑ دیے جاتے ہیں تو یہ شیطان کس طرح آزاد رہا۔ دوسرا سوال یہ کہ سب جانتے ہیں کہ غزوۂ بدر ماہ رمضان میں ہوا اور قرآن مجید کی آیت: ﴿ وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّىْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَاۗءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰي عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّىْ بَرِيْۗءٌ مِّنْكُمْ اِنِّىْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّىْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ۭ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾ [الأنفال : ۴۸] کی تفسیر میں مفسرین نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ اس موقع پر شیطان نے سراقہ کی شکل میں آ کر قریش سے یہ بات کہی تھی۔ اگر وہ ماہ رمضان میں پابند سلاسل تھا تو کفار کے پاس کیسے آ گیا۔ ان میں سے پہلے سوال کا جواب تو یہ ہے کہ وہ ”مردۃ الجن“ یعنی سرکش جنوں میں سے نہیں تھا، غلہ چرانے والا ایک عام شیطان تھا اور دوسرے سوال کا ایک جواب یہ ہے کہ شیاطین کو کفار کے خلاف کارروائی سے پابند سلاسل نہیں کیا جاتا اور دوسرا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کے مطابق شیاطین کے باپ ابلیس کو ایک وقت تک گمراہ کرنے کی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

مہلت ملی ہوئی ہے، اس لیے وہ اس وقت تک پابند سلاسل ہونے سے مستثنیٰ ہے۔

❺ اگر تم پر بادل ہو جائے تو اس کے لیے اندازہ کرلو: اس کا مطلب دوسری واضح احادیث میں آیا ہے کہ پھر مہینے کے تیس دن پورے کرلو، جیسا کہ حدیث (١٩٠٧) میں آ رہا ہے۔

٦۔ بَابُ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا وَنِيَّةً

6۔ باب: جو شخص رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی امید سے اور نیت کر کے رکھے

وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: «يُبْعَثُونَ عَلَى نِيَّاتِهِمْ»

اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے بیان کیا: ”لوگ اپنی نیتوں کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔“

فائدہ عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث ان کی اس حدیث کا ایک ٹکڑا ہے جو صحیح بخاری (٢١١٨) میں آ رہی ہے، اس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں: «يَغْزُو جَيْشٌ الْكَعْبَةَ حَتَّى إِذَا كَانُوا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ خُسِفَ بِهِمْ ثُمَّ يُبْعَثُونَ عَلَى نِيَّاتِهِمْ» ”ایک لشکر کعبہ پر حملے کے لیے آئے گا تو جب وہ بیداء میں پہنچیں گے تو انھیں زمین میں دھنسا دیا جائے گا، پھر وہ اپنی نیتوں کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔“ اس حدیث سے استدلال اس طرح ہے کہ ہر کام میں نیت کا اثر اور اعتبار ہوتا ہے، کیونکہ اس حدیث میں ہے کہ اس لشکر میں اپنی مرضی سے آنے والے اور مجبوری سے آنے والے بھی ہوں گے، پھر جب اٹھائے جائیں گے تو انھی کا مؤاخذہ ہوگا جو اپنی مرضی سے آئے تھے، مجبور لوگوں کا نہیں ہوگا۔

١٩٠١۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ، وَمَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ» [راجع: ٣٥، وانظر في الصوم، باب: ٥۔ أخرجه مسلم: ٧٥٩ مختصراً آخره، وأخرجه أيضاً: ٧٦٠]

1901۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے ایمان اور ثواب کی طلب کے ساتھ لیلۃ القدر کا قیام کیا اس کے پہلے گزرے ہوئے گناہ بخش دیے جائیں گے اور جس نے رمضان کے روزے ایمان اور ثواب کی طلب کے ساتھ رکھے اس کے پہلے گزرے ہوئے گناہ بخش دیے جائیں گے۔“

فائدہ ” إِيمَانًا “ کا مطلب یہ ہے کہ روزے کے فرض ہونے کے یقین کے ساتھ اور ” اِحْتِسَابًا “ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ثواب لینے کے لیے نیت کر کے روزہ رکھے۔ اس حدیث کے ظاہر الفاظ کا تقاضا تو یہ ہے کہ اس کے تمام پہلے گناہ معاف ہو جائیں گے مگر جمہور علماء نے اسے صغیرہ گناہوں کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ لیکن اگر صحیح طریقے سے ایک ماہ کے روزے رکھے جائیں جن کے دوران کھانے پینے کے علاوہ ہر گناہ سے بھی پرہیز کیا جائے تو اللہ کی رحمت سے کچھ بعید نہیں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کہ اس کے کبیرہ گناہ بھی بخش دیے جائیں، کیونکہ گناہ ترک کرنا توبہ ہی ہے جس کے ساتھ کبیرہ گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں۔ (فتح الباری) لیلۃ القدر کے قیام کے متعلق حدیث (۲۰۱۴) میں بات آئے گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

٧- بَابٌ: أَجْوَدُ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَكُونُ فِي رَمَضَانَ

7- باب: نبی ﷺ اپنے احوال میں سب سے زیادہ سخی رمضان میں ہوتے تھے

١٩٠٢- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ، وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ، وَكَانَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِي رَمَضَانَ، حَتَّى يَنْسَلِخَ، يَعْرِضُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ الْقُرْآنَ، فَإِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ. [راجع: ٦- أخرجه مسلم: ٢٣٠٨]

1902- ابن عباس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ خیر میں سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور آپ اپنے احوال میں سب سے زیادہ سخی رمضان میں ہوتے تھے جب جبریل علیہ السلام آپ سے ملاقات کرتے اور جبریل علیہ السلام رمضان کی ہر رات آپ سے ملاقات کرتے تھے، یہاں تک کہ رمضان گزر جاتا، نبی ﷺ اسے قرآن سناتے تو جب جبریل علیہ السلام آپ سے ملاقات کرتے آپ خیر میں تیز ہوا سے بھی زیادہ سخی ہوتے۔

فائدہ: اس حدیث کی شرح کے لیے دیکھیے حدیث (٦) کے فوائد۔

٨- بَابُ مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ فِي الصَّوْمِ

8- باب: جس نے روزے میں جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑا

١٩٠٣- حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ، فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ» [انظر: ٦٠٥٧]

1903- ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اللہ کو کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا اور اپنا پینا چھوڑے۔“

فوائد: 1 اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ جو شخص روزے میں جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا چھوڑ دے اللہ کو اس

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کے کھانا پینا چھوڑنے کی حاجت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ''غنی'' اور ''صمد'' ہونا تو اظہر من الشمس ہے۔ یہ بات بطور محاورہ ذکر کی گئی ہے اور مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایسا روزہ بالکل قبول نہیں ہے۔ یہ حدیث اس آیت کریمہ کے مفہوم سے ملتی جلتی ہے: ﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ۚ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ۗ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ [الحج : ٣٧] ''اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچیں گے اور نہ ان کے خون اور لیکن اسے تمھاری طرف سے تقویٰ پہنچے گا۔ اسی طرح اس نے انھیں تمھارے لیے مسخر کر دیا، تاکہ تم اس پر اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمھیں ہدایت دی اور نیکی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دے۔''

2 علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں: ''یعنی روزہ رکھنے کی صرف یہ غرض نہیں کہ آدمی بھوکا پیاسا رہے۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی کیا پروا ہے کہ کوئی کھائے پیے یا نہ کھائے بلکہ روزے سے اصلی غایت یہ ہے کہ آدمی گناہوں سے بچے اور دل صاف کرے اور اللہ کی عبادت میں غرق ہو اور اس سے لذت حاصل کرے، جس شخص کو روزہ رکھنے سے یہ باتیں حاصل نہ ہوں بلکہ سارے گناہ کرتا رہے، جھوٹ، فریب، دغابازی میں مصروف رہے تو اس کا روزہ کیا ہے، فاقہ کشی ہے۔'' مزید دیکھیے حدیث (۱۸۹۴) کے فوائد۔

٩- بَابٌ: هَلْ يَقُولُ: إِنِّي صَائِمٌ، إِذَا شُتِمَ

9- باب: کیا جب اسے گالی دی جائے تو یہ کہے کہ میں تو روزہ دار ہوں

١٩٠٤- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا هِشَامُ ابْنُ يُوسُفَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ الزَّيَّاتِ: أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «قَالَ اللَّهُ: كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامَ، فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ، وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ، فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ، فَلْيَقُلْ: إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ، لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا: إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ، وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهِ» [راجع: ١٨٩٤- أخرجه مسلم: ١١٥١]

1904- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ابن آدم کا ہر عمل اس کے لیے ہے سوائے روزے کے، کیونکہ وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ اور روزہ ایک ڈھال ہے اور جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو وہ فحش بات نہ کرے اور نہ شور وغل کرے، پھر اگر کوئی اس سے گالی گلوچ کرے یا اس سے لڑائی کرے تو اسے کہے: میں تو روزہ دار آدمی ہوں۔ قسم اس کی جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! یقیناً روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے زیادہ عمدہ ہے۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں جو اسے نصیب ہوتی ہیں: جب وہ روزہ کھولتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور جب اپنے رب سے ملے گا تو اپنے روزے کی وجہ سے خوش ہوگا۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

فائدہ: ابن آدم کا ہر عمل اس کے لیے ہے: اس پر علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں: یعنی دنیا میں بھی آدمی نیک عمل سے کچھ نہ کچھ فائدہ اٹھاتا ہے گو اس کی ریا کی نیت نہ ہو، مثلاً لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں، اس کو اچھا سمجھتے ہیں مگر روزہ ایسی مخفی عبادت ہے جس کا صلہ اللہ جل جلالہ ہی دے گا، بندوں کو اس میں دخل نہیں۔

١٠- بَابٌ: اَلصَّوْمُ لِمَنْ خَافَ عَلَى نَفْسِهِ الْعُزْبَةَ

10۔ باب: اس شخص کا روزے رکھنا جو بیوی کے بغیر رہنے سے اپنے بارے میں ڈرتا ہو

١٩٠٥- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ: بَيْنَا أَنَا أَمْشِي مَعَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: «مَنِ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ» [انظر: ٥٠٦٥، ٥٠٦٦ـ أخرجه مسلم: ١٤٠٠]

1905۔ علقمہ سے روایت ہے کہ اس دوران کہ میں عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ جا رہا تھا، انھوں نے کہا: ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے، آپ نے فرمایا: ”تم میں سے جو گھر بسانے کی طاقت رکھتا ہو وہ نکاح کرے، کیونکہ وہ نگاہ کو بہت نیچا کرنے والا اور شرم گاہ کو بہت محفوظ رکھنے والا ہے اور جو یہ طاقت نہ رکھتا ہو وہ روزے کو لازم پکڑے، کیونکہ وہ اس کی شہوت کو کچلنے والا ہے۔“

فائدہ: اس حدیث سے نکاح کی تاکید ظاہر ہے، خصوصاً ایسے شخص کے لیے جو زنا میں مبتلا ہونے سے ڈرتا ہو۔ ایسے شخص کے پاس اگر گھر بسانے کی طاقت نہ ہو تو رسول اللہ ﷺ نے اسے کثرت کے ساتھ روزے رکھنے کی تاکید فرمائی۔ یہاں ایک سوال ہے کہ روزے سے تو شہوت مزید بھڑکتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شروع میں روزے کی وجہ سے صحت بہتر ہونے سے واقعی ایسا ہوتا ہے مگر مسلسل روزوں کی وجہ سے شہوت کمزور ہو جاتی ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ کیونکہ کھانے پینے ہی سے جماع کی قوت زیادہ ہوتی ہے اور اس کے کم ہونے سے لامحالہ کم ہو جاتی ہے۔ نکاح پر مزید بات حدیث (٥٠٦٥) پر آئے گی۔ (ان شاء اللہ)

١١- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «إِذَا رَأَيْتُمُ الْهِلَالَ فَصُومُوا، وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَأَفْطِرُوا»

11۔ باب: نبی ﷺ کا فرمان: ”جب تم چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور جب اسے دیکھو روزہ رکھنا چھوڑ دو“

وَقَالَ صِلَةُ، عَنْ عَمَّارٍ: مَنْ صَامَ يَوْمَ الشَّكِّ فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ ﷺ.

اور صلہ نے عمار رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ جس نے شک کے دن کا روزہ رکھا اس نے ابوالقاسم ﷺ کی نافرمانی کی۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

١٩٠٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ذَكَرَ رَمَضَانَ فَقَالَ: «لَا تَصُومُوا حَتَّى تَرَوُا الْهِلَالَ، وَلَا تُفْطِرُوا حَتَّى تَرَوْهُ، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوا لَهُ» [راجع: ١٩٠٠ـ أخرجه مسلم: ١٠٨٠]

1906۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان کا ذکر کیا تو فرمایا: ”جب تک چاند نہ دیکھو روزہ نہ رکھو اور جب تک اسے نہ دیکھو روزہ رکھنا مت چھوڑو، پھر اگر تم پر بادل ہو جائے تو اس کا اندازہ کرلو۔“

١٩٠٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ لَيْلَةً، فَلَا تَصُومُوا حَتَّى تَرَوْهُ، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِينَ» [راجع: ١٩٠٠ـ أخرجه مسلم: ١٠٨٠]

1907۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مہینا انتیس (٢٩) راتوں کا ہوتا ہے، تو جب تک تم اسے دیکھ نہ لو روزہ مت رکھو، پھر اگر تم پر بادل ہو جائے تو تیس کی گنتی پوری کرلو۔“

١٩٠٨ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ جَبَلَةَ بْنِ سُحَيْمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا» وَخَنَسَ الْإِبْهَامَ فِي الثَّالِثَةِ. [راجع: ١٩٠٠ـ أخرجه مسلم: ١٠٨٠]

1908۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”مہینا اس طرح اور اس طرح ہوتا ہے۔“ اور تیسری بار آپ نے انگوٹھا دبا لیا۔ (دسوں انگلیوں سے تین بار بتلایا)۔

فائدہ رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ کی دس انگلیوں کے ساتھ تین دفعہ پورے تیس بتائے اور پھر تین دفعہ میں آخری بار ایک انگلی کم کر کے انتیس بتائے۔

١٩٠٩ - حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ زِيَادٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ - أَوْ قَالَ: قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ ﷺ -: «صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ، فَإِنْ غُبِّيَ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِينَ» [أخرجه مسلم: ١٠٨١]

1909۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا، یا ابو القاسم ﷺ نے فرمایا: ”اسے دیکھ کر روزہ رکھو اور دیکھ کر روزہ رکھنا چھوڑ دو، پھر اگر تم پر بادل ہو جائے تو شعبان کی گنتی تیس پوری کرلو۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

١٩١٠- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ صَيْفِيٍّ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ آلَى مِنْ نِسَائِهِ شَهْرًا، فَلَمَّا مَضَى تِسْعَةٌ وَعِشْرُونَ يَوْمًا غَدَا أَوْ رَاحَ، فَقِيلَ لَهُ: إِنَّكَ حَلَفْتَ أَنْ لَا تَدْخُلَ شَهْرًا؟ فَقَالَ: «إِنَّ الشَّهْرَ يَكُونُ تِسْعَةً وَعِشْرِينَ يَوْمًا» [انظر: ٥٢٠٢- أخرجه مسلم: ١٠٨٥]

1910۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی بیویوں سے ایک ماہ الگ رہنے کی قسم کھالی، جب انتیس دن گزر گئے تو آپ صبح یا شام گھر آ گئے، آپ سے پوچھا گیا کہ آپ نے تو ایک مہینا نہ آنے کی قسم کھائی تھی؟ آپ نے فرمایا: ”مہینا انتیس دن کا (بھی) ہوتا ہے۔“

١٩١١- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: آلَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ نِسَائِهِ، وَكَانَتِ انْفَكَّتْ رِجْلُهُ، فَأَقَامَ فِي مَشْرُبَةٍ تِسْعًا وَعِشْرِينَ لَيْلَةً، ثُمَّ نَزَلَ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! آلَيْتَ شَهْرًا؟ فَقَالَ: «إِنَّ الشَّهْرَ يَكُونُ تِسْعًا وَعِشْرِينَ» [راجع: ٣٧٨- أخرجه مسلم: ٤١١، بقطعة ليست في هذه الطريق]

1911۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں سے الگ رہنے کی قسم کھا لی اور آپ کے قدم کا جوڑ اتر گیا تھا، تو آپ انتیس راتیں ایک بالا خانے میں ٹھہرے رہے، پھر اتر آئے، گھر والوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے ایک ماہ کی قسم کھائی تھی؟ تو آپ نے فرمایا: ”مہینا انتیس دن کا (بھی) ہوتا ہے۔“

فوائد: 1 باب کا عنوان ”إِذَا رَأَيْتُمُ الْهِلَالَ ......“ صحیح مسلم (۱۰۸۱/۱۷) کی ایک حدیث کے الفاظ ہیں جو صحیح بخاری (۱۹۰۰) میں بھی ”إِذَا رَأَيْتُمُوهُ“ کے الفاظ کے ساتھ گزر چکے ہیں اور صلہ بن زفر کوفی عبسی کبیر فاضل تابعی ہیں، ان کی یہ معلق حدیث ابوداؤد (۲۳۳۴)، ترمذی (۶۸۶)، نسائی (۲۱۸۸) اور دوسری کتب حدیث میں ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں کہ ہم عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے پاس موجود تھے تو ایک بھنا ہوا بکرا لایا گیا، انھوں نے کہا: کھاؤ، تو ان میں سے ایک آدمی الگ ہو گیا اور کہنے لگا: میرا روزہ ہے، تو عمار رضی اللہ عنہ نے کہا: ”جس نے شک کے دن کا روزہ رکھا اس نے ابوالقاسم ﷺ کی نافرمانی کی۔“
2 عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی روایت میں صراحت ہے کہ شک کے دن کا روزہ رکھنا منع ہے۔ شک کے دن سے مراد یہ ہے کہ انتیس شعبان کو بادل یا دھند کی وجہ سے چاند واضح طور پر نظر نہ آئے یا ایسے لوگ چاند دیکھنے کی شہادت دیں جن کی شہادت معتبر نہ ہو تو شعبان کی تیس تاریخ کا روزہ اس خیال سے رکھنا جائز نہیں کہ ہوسکتا ہے چاند طلوع ہو چکا ہو۔ یہ شک کے دن کا روزہ ہے اور منع ہے، رسول اللہ ﷺ نے ایسی صورت میں شعبان کے تیس دن پورے کرنے کا حکم دیا ہے۔ باب کی تمام احادیث اس کی دلیل ہیں۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

3 آج کل بعض لوگ کسی ایک جگہ چاند نظر آنے پر پوری دنیا میں ایک ہی دن عید منانے کی تحریک چلا رہے ہیں، حالانکہ یہ اسلام کی فطری آسانی اور سادگی کے خلاف ہے۔ بے شک آج جدید ذرائع کی وجہ سے ایک جگہ کی خبر ساری دنیا میں لمحوں میں پہنچ جاتی ہے مگر ماضی قریب میں یہ ممکن ہی نہ تھا۔ اس لیے اسلام نے اس کی بنیاد ہر علاقے کے لوگوں کے چاند دیکھنے پر رکھی ہے، اس کے مطابق جن لوگوں کا چاند کا مطلع ایک ہو وہاں اطلاع پہنچنے پر عید اور رمضان ایک ہو سکتے ہیں اور جن کا مطلع ہی الگ ہو وہ صرف اپنے علاقے کے لوگوں کے چاند دیکھنے پر رمضان یا عید کا اہتمام کریں گے۔ صحیح مسلم (۱۰۸۷) "بَابُ بَيَانِ أَنَّ لِكُلِّ بَلَدٍ رُؤْيَتَهُمْ......" میں کریب سے روایت ہے کہ ام الفضل بنت الحارث رضی اللہ عنہا نے انھیں شام میں معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا، وہ کہتے ہیں: میں شام میں گیا اور ان کا کام پورا کیا اور میں شام ہی میں تھا کہ رمضان کا چاند نظر آ گیا اور میں نے جمعہ کی رات چاند دیکھ لیا، پھر میں مہینے کے آخر میں مدینہ آیا تو عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے چاند کب دیکھا؟ میں نے کہا: ہم نے اسے جمعہ کی رات دیکھا ہے۔ انھوں نے کہا: تم نے خود دیکھا ہے؟ میں نے کہا: ہاں اور دوسرے لوگوں نے بھی دیکھا ہے اور انھوں نے روزہ رکھا اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی رکھا ہے۔ تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: لیکن ہم نے اسے ہفتہ کی رات دیکھا ہے، اس لیے ہم تیس پورے ہونے تک روزے رکھیں گے، الا یہ کہ اس سے پہلے چاند دیکھ لیں۔ میں نے کہا: کیا آپ معاویہ رضی اللہ عنہ کے چاند دیکھنے اور روزہ رکھنے کو کافی نہیں سمجھتے؟ انھوں نے کہا: نہیں، ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی حکم دیا ہے۔

١٢ - بَابٌ: شَهْرَا عِيدٍ لَا يَنْقُصَانِ

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: قَالَ إِسْحَاقُ: وَإِنْ كَانَ نَاقِصًا فَهُوَ تَمَامٌ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ: لَا يَجْتَمِعَانِ، كِلَاهُمَا نَاقِصٌ.

١٩١٢- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، قَالَ: سَمِعْتُ إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَحَدَّثَنِي مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «شَهْرَانِ لَا يَنْقُصَانِ، شَهْرَا عِيدٍ: رَمَضَانُ، وَذُو الْحَجَّةِ» [أخرجه مسلم: ١٠٨٩]

12۔ باب: عید کے دونوں مہینے ناقص نہیں ہوتے

ابو عبد اللہ (بخاری) نے کہا کہ اسحاق (بن راہویہ) نے کہا: اگر وہ ناقص بھی ہوں تو پورے ہیں، اور محمد نے کہا: دونوں اکٹھے نہیں ہوتے کہ دونوں ہی ناقص ہوں۔

1912۔ ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دو مہینے ہیں جو کم نہیں ہوتے جو عید کے دو مہینے ہیں: رمضان اور ذوالحجہ۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فوائد: 1 اس حدیث کے معنی میں اختلاف ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کے دو معنی بیان کیے ہیں: پہلا معنی اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ نے کیا ہے کہ یہ دونوں مہینے خواہ تیس دن کے ہوں یا انتیس دن کے، دونوں صورتوں میں ثواب اور فضیلت میں پورے ہی ہیں، انتیس دن کا ہونے کی وجہ سے ان کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ مقصد یہ ہے کہ کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ انتیس روزوں والا رمضان کم دنوں کی وجہ سے کم ثواب والا ہے۔ دوسرا معنی محمد یعنی خود امام بخاری رحمہ اللہ نے کیا ہے۔ ترمذی (۶۹۲) نے یہی معنی احمد سے نقل کیا ہے کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ دونوں مہینے انتیس کے ہوں، اگر ایک انتیس کا ہو تو دوسرا نہیں کا ہوگا۔ مگر یہ بات مشاہدے کے خلاف ہے، بعض اوقات دونوں انتیس کے ہوجاتے ہیں۔ اس لیے اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ کا بیان کردہ معنی ہی درست ہے۔

2 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اجر وثواب کی بنیاد زیادہ مشقت پر نہیں بلکہ محض اللہ کے فضل پر ہے، وہ چاہے تو تھوڑی عبادت کو زیادہ اجر کا باعث بنا دیتا ہے، جیسا کہ اس نے لیلۃ القدر کو ہزار مہینے سے بہتر بنا دیا۔ اسی طرح اس نے ان دونوں مہینوں کے انتیس دنوں کو تیس کے برابر بنا دیا۔

۱۳- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ : « لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ »

13- باب: نبی ﷺ کا فرمان کہ ”ہم نہ لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں“

۱۹۱۳- حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ قَيْسٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو، أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ : « إِنَّا أُمَّةٌ أُمِّيَّةٌ، لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ، الشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا » يَعْنِي : مَرَّةً تِسْعَةً وَعِشْرِينَ، وَمَرَّةً ثَلَاثِينَ .

[راجع : ۱۹۰۰- أخرجه مسلم : ۱۰۸۰]

1913- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”بے شک ہم اُمی (ان پڑھ) لوگ ہیں، ہم نہ لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں، مہینا اس طرح اور اس طرح ہے۔“ یعنی کبھی انتیس دن کا اور کبھی تیس دن کا۔

فوائد: 1 ”أُمِّيٌّ“ ام کی طرف منسوب ہے، یعنی ہم جس کیفیت میں ماؤں سے پیدا ہوئے ہیں اسی کیفیت پر باقی ہیں۔ عربوں میں لکھنا پڑھنا بہت کم تھا، اس لیے انھیں ”أُمِّيٌّ“ کہا جاتا ہے، جیسے فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْأُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ﴾ [الجمعة : ۲] ”وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول انھی میں سے بھیجا۔“ رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ کی دس انگلیوں کے ساتھ تین دفعہ پورے تیس (۳۰) بتائے اور پھر آخری بار ایک کم کرکے انتیس (۲۹) بتائے۔

2 ”ہم حساب نہیں کرتے“ کا مطلب یہ ہے کہ ہماری عبادات کی بنیاد سادہ طریقے پر ہے جسے ہر پڑھا ہوا اور ان پڑھ جانتا ہے کہ مہینا تیس کا بھی ہوتا ہے اور انتیس کا بھی، اس کے لیے آنکھوں سے چاند دیکھنا کافی ہے، نجوم کی رفتار اور سائنسی حساب کتاب جاننا ہر شخص کے بس کی بات نہیں، نہ ہی ان کے اخذ کردہ نتائج یقینی ہوتے ہیں۔ اس لیے اسلام کے احکام

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سادہ اصولوں پر رکھے گئے ہیں جن پر ہر زمانے اور ہر جگہ میں آسانی سے عمل ہوسکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر بادل ہوجائے تو تیس دن پورے کرلو، یہ نہیں فرمایا کہ ماہرین نجوم وفلکیات اور سائنسدانوں سے پوچھ لو کہ وہ حساب کرکے بتائیں کہ چاند پیدا ہوکر مطلع پر آچکا ہے یا نہیں۔

١٤ ـ بَابٌ : لَا يَتَقَدَّمَنَّ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ وَلَا يَوْمَيْنِ

14۔ باب: رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھا جائے

١٩١٤ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : «لَا يَتَقَدَّمَنَّ أَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَجُلٌ كَانَ يَصُومُ صَوْمَهُ، فَلْيَصُمْ ذَلِكَ الْيَوْمَ» [انظر في الصوم، باب : ٥ـ أخرجه مسلم : ١٠٨٢]

1914۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھے، الا یہ کہ کوئی روزہ رکھتا تھا تو وہ اس دن روزہ رکھ لے۔“

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمضان کی احتیاط یا رمضان کے استقبال کے لیے ایک یا دو دن پہلے روزہ رکھنا منع ہے، ہاں اگر کسی کی عادت کوئی روزہ رکھنے کی تھی مثلاً وہ سوموار یا جمعرات کا روزہ رکھتا تھا یا ہر مہینے کے آخری دنوں کا روزہ رکھتا تھا تو وہ روزہ رکھ سکتا ہے۔ اہلِ علم نے قضا، کفارہ اور نذر کے روزے کی بھی اجازت دی ہے، کیونکہ ان میں رمضان کے احتیاط یا استقبالِ رمضان کا کوئی دخل نہیں۔

١٥ ـ بَابُ قَوْلِ اللَّهِ جَلَّ ذِكْرُهُ : ﴿ أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ﴾ [البقرة : ١٨٧]

15۔ باب: اللہ عزوجل کا فرمان: ”تمھارے لیے روزے کی رات اپنی عورتوں سے صحبت کرنا حلال کر دیا گیا ہے، وہ تمھارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو۔ اللہ نے جان لیا کہ تم اپنی جانوں کی خیانت کرتے تھے تو اس نے تم پر مہربانی فرمائی اور تمھیں معاف کر دیا، تو اب ان سے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

مباشرت کرو اور طلب کرو جو اللہ نے تمھارے لیے لکھا ہے''

۱۹۱۵- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسَى، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ إِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَائِمًا، فَحَضَرَ الْإِفْطَارُ، فَنَامَ قَبْلَ أَنْ يُفْطِرَ لَمْ يَأْكُلْ لَيْلَتَهُ وَلَا يَوْمَهُ حَتَّى يُمْسِيَ، وَإِنَّ قَيْسَ بْنَ صِرْمَةَ الْأَنْصَارِيَّ كَانَ صَائِمًا، فَلَمَّا حَضَرَ الْإِفْطَارُ أَتَى امْرَأَتَهُ، فَقَالَ لَهَا: أَعِنْدَكِ طَعَامٌ؟ قَالَتْ: لَا، وَلَكِنْ أَنْطَلِقُ فَأَطْلُبُ لَكَ، وَكَانَ يَوْمَهُ يَعْمَلُ، فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ، فَجَاءَتْهُ امْرَأَتُهُ، فَلَمَّا رَأَتْهُ قَالَتْ: خَيْبَةً لَكَ، فَلَمَّا انْتَصَفَ النَّهَارُ غُشِيَ عَلَيْهِ، فَذُكِرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: ﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَآئِكُمْ﴾ [البقرة: ١٨٧] فَفَرِحُوا بِهَا فَرَحًا شَدِيدًا، وَنَزَلَتْ: ﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ﴾ [البقرة: ١٨٧] [انظر: ٤٥٠٨، وانظر في الصوم: ١٦]

1915- براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اصحابِ محمد ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جب آدمی روزہ دار ہوتا اور افطار کا وقت ہو جاتا اور وہ افطار سے پہلے سو جاتا تو وہ اس رات اور اس کے دن میں شام ہونے تک کچھ نہ کھاتا، ایک دن قیس بن صرمہ رضی اللہ عنہ روزہ دار تھے، جب روزہ کھولنے کا وقت ہوا تو وہ اپنی بیوی کے پاس آئے اور اسے کہا: تمھارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ اس نے کہا: نہیں، لیکن میں جاتی ہوں اور تمھارے لیے کچھ ڈھونڈ کر لاتی ہوں۔ وہ سارا دن محنت مزدوری کرتے تھے، اس لیے ان کی آنکھ لگ گئی، ان کی بیوی آئی اور انھیں دیکھ کر کہنے لگی: ہائے تمھاری نامرادی! جب دوپہر ہوئی تو ان پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ نبی ﷺ سے اس بات کا ذکر کیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی: ''تمھارے لیے روزے کی رات اپنی عورتوں سے صحبت کرنا حلال کر دیا گیا ہے۔'' تو صحابہ اس سے بہت زیادہ خوش ہوئے اور یہ آیت نازل ہوئی: ''اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمھارے لیے فجر کا سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے خوب ظاہر ہو جائے۔''

فائدہ یہاں سے امام صاحب سحری کے ابواب کا آغاز کر رہے ہیں، اس لیے انھوں نے ابتدا میں جس طرح روزہ رکھا جاتا تھا اس کے ذکر کے لیے آیت اور اس کے شانِ نزول کا ذکر کیا۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ مسلمان شروع میں اہلِ کتاب کے طریقے کے مطابق روزہ رکھتے تھے، جس کے مطابق سورج غروب ہونے کے ساتھ روزہ افطار ہوتا اور سونے سے پہلے تک کھانے پینے اور بیویوں کے پاس جانے کی اجازت تھی، قیس بن صرمہ رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ کے بعد یہ آیت اتری جس میں فجر طلوع ہونے تک کھانے پینے اور بیویوں کے پاس جانے کی اجازت ہوگئی۔ جس سے سحری کی ابتدا ہوئی اور مسلمانوں اور اہلِ کتاب کے روزوں کے درمیان فرق کا پیمانہ سحری ٹھہرا، جیسا کہ صحیح مسلم (۱۰۹۶) میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: « فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ أَكْلَةُ السَّحْرِ » "ہمارے روزوں اور اہلِ کتاب کے روزوں کے درمیان فرق سحری کے کھانے کا ہے۔"

١٦- بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى الَّيْلِ ﴾ [البقرة: ١٨٧]

16- باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان: "اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمھارے لیے سیاہ دھاگے سے فجر کا سفید دھاگا خوب ظاہر ہو جائے، پھر روزے کو رات تک پورا کرو"

فِيهِ الْبَرَاءُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ١٩١٥]

اس مسئلے میں براء رضی اللہ عنہ کی حدیث نبی ﷺ سے مروی ہے۔

فائدہ اس سے مراد براء رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جو اس سے پہلے باب میں گزری ہے۔

١٩١٦- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، قَالَ: أَخْبَرَنِي حُصَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ ﴾ [البقرة: ١٨٧] عَمَدْتُ إِلَى عِقَالٍ أَسْوَدَ، وَ إِلَى عِقَالٍ أَبْيَضَ، فَجَعَلْتُهُمَا تَحْتَ وِسَادَتِي، فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ فِي اللَّيْلِ، فَلَا يَسْتَبِينُ لِي، فَغَدَوْتُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، فَذَكَرْتُ لَهُ ذٰلِكَ، فَقَالَ: « إِنَّمَا ذٰلِكَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَ بَيَاضُ النَّهَارِ » [انظر: ٤٥٠٩، ٤٥١٠- أخرجه مسلم: ١٠٩٠ باختلاف]

1916- عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: جب یہ آیت اتری: "یہاں تک کہ تمھارے لیے سیاہ دھاگے سے سفید دھاگا خوب ظاہر ہو جائے" تو میں نے دو رسیاں لیں، ایک سیاہ اور ایک سفید اور انھیں اپنے تکیے کے نیچے رکھ لیا اور رات کو دیکھتا رہا مگر وہ میرے لیے واضح نہیں ہو رہے تھے، تو میں صبح رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا اور آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اس سے مراد تو رات کی سیاہی اور دن کی سفیدی ہے۔"

فائدہ اس حدیث میں ایک اشکال ہے کہ یہ آیت تو دو ہجری میں اتری جب روزے فرض ہوئے اور عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نو یا دس ہجری میں مسلمان ہوئے تو وہ یہ کیسے کہہ رہے ہیں کہ جب یہ آیت اتری تو میں نے اس طرح کیا۔ اس کا حل یہ ہے کہ مسلمان ہونے پر جب انھیں اسلام کے احکام سکھائے گئے ان میں روزے کے بیان میں یہ آیت بھی تھی جس کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مطلب انھوں نے جو سمجھا اس کے مطابق عمل کیا اور اسے بیان کرتے وقت انھوں نے "لَمَّا نَزَلَتْ" کے الفاظ استعمال کیے، ان کی مراد یہ ہے کہ جب مجھے اس آیت کا علم ہوا۔

۱۹۱۷- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، ح حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: أُنْزِلَتْ: ﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ﴾ [البقرة: ١٨٧] وَلَمْ يَنْزِلْ ﴿مِنَ الْفَجْرِ﴾ فَكَانَ رِجَالٌ إِذَا أَرَادُوا الصَّوْمَ رَبَطَ أَحَدُهُمْ فِي رِجْلِهِ الْخَيْطَ الْأَبْيَضَ وَالْخَيْطَ الْأَسْوَدَ، وَلَمْ يَزَلْ يَأْكُلُ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُ رُؤْيَتُهُمَا، فَأَنْزَلَ اللَّهُ بَعْدُ: ﴿مِنَ الْفَجْرِ﴾ فَعَلِمُوا أَنَّهُ إِنَّمَا يَعْنِي اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ. [انظر: ٤٥١١- أخرجه مسلم: ١٠٩١]

1917۔ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ﴾ مگر "مِنَ الْفَجْرِ" کے الفاظ نازل نہیں ہوئے تو کچھ آدمیوں نے یہ کیا کہ جب روزے کا ارادہ کرتے تو ان میں سے کوئی اپنے پاؤں میں سفید دھاگا اور سیاہ دھاگا باندھ لیتا اور سحری کھاتا رہتا، یہاں تک کہ انھیں دونوں دھاگے واضح نظر آنے لگتے، تو اللہ تعالیٰ نے بعد میں "مِنَ الْفَجْرِ" کے الفاظ نازل فرمائے تو لوگوں کو معلوم ہوا کہ اس سے مراد رات اور دن ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سحری کھانے کی انتہا فجر کی سفیدی کا رات کی سیاہی سے خوب واضح ہو جانا ہے۔ اس کے بعد روزہ رکھنے والے کے لیے کھانا پینا جائز نہیں۔

۱۷- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «لَا يَمْنَعَنَّكُمْ مِنْ سَحُورِكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ»

17۔ باب: نبی ﷺ کا فرمان: "بلال کی اذان تمھیں تمھاری سحری سے نہ روکے"

۱۹۱۸، ۱۹۱۹- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ أَبِي أُسَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَالْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ بِلَالًا كَانَ يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «كُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يُؤَذِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ،

1918، 1919۔ نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور قاسم بن محمد نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا کہ بلال رضی اللہ عنہ رات کو اذان کہتے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اذان کہے، کیونکہ وہ اس وقت تک اذان نہیں کہتا کہ فجر طلوع ہو جائے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فَإِنَّهُ لَا يُؤَذِّنُ حَتَّى يَطْلُعَ الْفَجْرُ » قَالَ الْقَاسِمُ : وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَ أَذَانِهِمَا إِلَّا أَنْ يَرْقَى ذَا وَيَنْزِلَ ذَا . [راجع : ٦١٧- أخرجه مسلم : ١٠٩٢]

قاسم نے کہا: ان دونوں کی اذان کے درمیان اتنا ہی فرق تھا کہ وہ اترتا اور یہ چڑھ جاتا تھا۔

فائدہ اس کی شرح کے لیے دیکھیے حدیث (۶۲۱)۔اس حدیث میں قاسم بن محمد بن ابی بکر جو ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں، ان کے قول میں اشکال ہے کہ بلال اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما کی اذانوں میں اتنا ہی فاصلہ تھا کہ وہ اترتا اور یہ چڑھ جاتا، جب کہ اسی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن ام مکتوم کی اذان تک کھاتے پیتے رہو اور حدیث (۶۲۱) میں ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ رات کو اذان کہتا ہے تاکہ تمھارے قیام کرنے والے کو واپس کرے اور سونے والے کو جگا دے۔ظاہر ہے کہ اگر بلال رضی اللہ عنہ کے اترنے کے ساتھ ہی ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ چڑھ کر اذان دے دیتے تھے تو نماز پڑھنے والا نماز سے واپس آ کر کھانا کب کھائے گا اور اذان سن کر جاگنے والا کھانا کب کھائے گا۔اس لیے لازماً دونوں اذانوں کے درمیان وقفہ ہونا چاہیے۔اس اشکال کا حل یہ ہے کہ ایسے الفاظ جلدی کا مفہوم ادا کرنے کے لیے بولے جاتے ہیں، مقصد ان کا یہ ہے کہ دونوں اذانوں میں بہت زیادہ نہیں بلکہ تھوڑا ہی فاصلہ ہوتا تھا۔اس کی مثال یہ ہے کہ اگر کسی سے راستہ پوچھیں کہ فلاں گاؤں کتنی دور ہے تو جواب ملتا ہے کہ اس گاؤں کے بالکل ساتھ ہی ہے، حالانکہ جب چل کر جائیں تو آدھ گھنٹہ، گھنٹہ لگ جاتا ہے۔قاسم کا قول اسی قبیل کا ہے۔

١٨ - بَابُ تَعْجِيلِ السَّحُورِ

18- باب: سحری جلدی کھانا

١٩٢٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : كُنْتُ أَتَسَحَّرُ فِي أَهْلِي، ثُمَّ تَكُونُ سُرْعَتِي أَنْ أُدْرِكَ السُّجُودَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ . [راجع : ٥٧٧]

1920- سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنے گھر والوں میں سحری کرتا تھا، پھر مجھے اس بات کی جلدی ہوتی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پا لوں۔

فائدہ اس حدیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سحری دیر سے کھاتے تھے، کیونکہ کھانے سے فارغ ہو کر جلدی سے جاتے تو صبح کی نماز میں مل سکتے تھے۔اس لیے بہت سے اہل علم نے کہا ہے کہ اس حدیث پر باب "بَابُ تَأْخِيرِ السَّحُورِ" ہونا چاہیے اور فی الواقع بعض نسخوں میں یہاں "بَابُ تَأْخِيرِ السَّحُورِ" واقع ہوا ہے، طبع یونینیہ میں بھی "بَابُ تَأْخِيرِ السَّحُوْرِ" ہی ہے۔"بَابُ تَعْجِيلِ السَّحُوْرِ" کی توجیہ حافظ رحمہ اللہ نے یہ کی ہے کہ صحابہ زیادہ سے زیادہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیر سے سحری کرتے تو نماز میں ملنے کی فکر میں وہ جلدی جلدی کھانا کھاتے، تا کہ فارغ ہو کر نماز میں شامل ہو سکیں۔

١٩۔ بَابُ قَدْرِ كَمْ بَيْنَ السَّحُورِ وَصَلَاةِ الْفَجْرِ ؟

19۔ باب: سحری اور نمازِ فجر کے درمیان کتنا وقت ہونا چاہیے؟

١٩٢١۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: تَسَحَّرْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ، قُلْتُ: كَمْ كَانَ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالسَّحُورِ؟ قَالَ: قَدْرُ خَمْسِينَ آيَةً. [راجع: ٥٧٥۔ أخرجه مسلم: ١٠٩٧]

1921۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ سحری کی، پھر آپ نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ میں نے کہا: اذان اور سحری کے درمیان کتنا وقت تھا؟ کہا: پچاس آیتوں کا اندازہ۔

فائدہ اس کی شرح کے لیے دیکھیے حدیث (٥٧٥) کے فوائد۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ نبی ﷺ سحری کب کھاتے تھے۔ حافظ رحمہ اللہ نے پچاس آیتوں کا اندازہ چار منٹ بتایا ہے۔ یعنی سحر کے قریب کھاتے نہ یہ کہ رات رہے سے کھا لیتے، جیسے ہمارے ملک میں عام لوگوں نے عادت بنالی ہے کہ سحر سے بہت پہلے کھانا کھا کر سو جاتے ہیں۔

٢٠۔ بَابُ بَرَكَةِ السَّحُورِ مِنْ غَيْرِ إِيجَابٍ

20۔ باب: سحری کھانا باعث برکت ہونا، واجب نہ ہونا

لِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَأَصْحَابَهُ وَاصَلُوا، وَلَمْ يُذْكَرِ السَّحُورُ.

کیونکہ نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب نے کئی دن کے ملا کر روزے رکھے اور سحری کا ذکر نہیں کیا گیا۔

فائدہ "وِصَالٌ" کا لفظی معنی ملانا ہے اور روزوں میں وصال کا مطلب یہ ہے کہ متواتر کئی دن سحری اور افطاری کے بغیر روزہ رکھ لینا۔ بعض اوقات رسول اللہ ﷺ کئی کئی دن کے روزوں کا وصال کر لیتے تھے۔ "وَ لَمْ يُذْكَرْ" یہاں مجہول کے صیغے کے ساتھ یاء کے ضمہ کے ساتھ ہے۔ (فتح الباری)

١٩٢٢۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَاصَلَ، فَوَاصَلَ النَّاسُ، فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَنَهَاهُمْ، قَالُوا: إِنَّكَ تُوَاصِلُ؟ قَالَ: « لَسْتُ

1922۔ عبداللہ (بن عمر) رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے وصال کیا اور لوگوں نے بھی وصال کیا تو وہ انھیں شاق گزرا، اس لیے آپ نے انھیں منع فرما دیا۔ انھوں نے کہا: آپ خود تو وصال کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''میں تمھاری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

كَهَيْئَتِكُمْ، إِنِّي أَظَلُّ أُطْعَمُ وَأُسْقَى» [انظر : ١٩٦٢۔ أخرجه مسلم : ١١٠٢]

حالت کی طرح نہیں ہوں، میں اس حال میں دن گزارتا ہوں کہ مجھے کھلایا پلایا جاتا ہے۔“

١٩٢٣۔ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ قَالَ : سَمِعْتُ أَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : «تَسَحَّرُوا، فَإِنَّ فِي السَّحُورِ بَرَكَةً» [أخرجه مسلم : ١٠٩٥]

1923۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا : ”سحری کھاؤ، کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے۔“

فوائد 1 رسول اللہ ﷺ نے سحری کھانے کا حکم دیا اور حکم وجوب کے لیے ہوتا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سحری کھانا واجب ہے، اگر اسے واجب مانیں تو جو شخص کسی وجہ سے سحری نہ کر سکے اس کا تو روزہ ہی نہیں ہوگا۔ اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے وضاحت کی کہ سحری کا حکم وجوب کے لیے نہیں بلکہ سحری کھانا مستحب اور باعث ثواب ہے، ضروری نہیں کہ اس کے بغیر روزہ نہ ہو اور دلیل یہ دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ نے وصال کیا، اس میں وصال کے دوران سحری کا کہیں ذکر نہیں آیا۔ رہی یہ بات کہ آپ نے صحابہ کو وصال سے منع فرمایا تو اس کی وجہ بھی حدیث میں موجود ہے کہ صحابہ پر شاق گزرنے کی وجہ سے آپ نے شفقت کی بنا پر انھیں وصال سے منع فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے امت کے لیے وصال کو ناپسند فرمایا، تو جب وصال ناپسند ہوا تو سحری کھانا مستحب ٹھہرا۔

2 ”میں تمھاری حالت کی طرح نہیں ہوں، کیونکہ میں اس حال میں دن گزارتا ہوں کہ مجھے کھلایا پلایا جاتا ہے“ اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: «إِنِّي أَبِيتُ ....» ”میں اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ مجھے کھلایا پلایا جاتا ہے۔“ گویا ”أَظَلُّ“ کا معنی ”أَكُونُ“ ہے، یعنی میں ہر وقت اس حال میں ہوتا ہوں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ بشریت سے خارج ہیں، ہاں! اس میں شک نہیں کہ آپ کی تمام صفات میں کوئی انسان آپ کا شریک اور مثیل نہیں۔ اسی طرح آپ کی جسمانی طاقت کے متعلق احادیث مختلف آئی ہیں، بعض میں ہے کہ آپ کو تیس اور بعض میں ہے کہ چالیس آدمیوں کی طاقت عطا کی گئی اور بعض احادیث میں ہے کہ اہل جنت میں سے اتنے آدمیوں کی طاقت عطا کی گئی۔ گویا آپ چار سو آدمیوں کی طاقت رکھتے تھے، اس سے ظاہر ہے کہ نو بیویوں کا رکھنا آپ کے لیے ایک آسان امر تھا۔ رہا یہ خیال کہ آپ خواہشات کی تکمیل میں ہی رہتے ہوں گے (نعوذ باللہ) تو یہ صحیح نہیں، عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول: «أَيُّكُمْ يَمْلِكُ إِرْبَهُ ؟» (تم میں کون ہے جو اپنی خواہش پر آپ کی طرح قابو رکھتا ہو؟) اس خیال کی تردید کرتا ہے۔ آپ ہر رات ایک بیوی کے پاس رہتے تھے۔ رہی وہ احادیث جن میں ہے کہ ایک ہی رات میں سب بیویوں کے ہاں چکر لگا لیتے تھے تو وہ کبھی کبھی ہوتا تھا، مثلاً جب آپ سفر سے واپس تشریف لاتے تھے، پھر آپ باری مقرر کر لیتے تھے۔ رہی یہ بات کہ کھانا پینا روزے کے منافی ہے، پھر آپ کو برابر کھلایا پلایا جاتا تھا تو روزہ کیسے باقی رہا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روحانی طور پر کھلانا پلانا تھا جو روزے کے منافی نہیں اور یہ آپ کا خاصہ تھا، عام

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

آدمی کو یہ قوت میسر نہیں، اس لیے اسے وصال سے گریز کرنا چاہیے۔ ہاں اتنا وصال کر لے تو کوئی حرج نہیں کہ روزہ شام کو افطار کرنے کی بجائے سحری تک لے جائے، جیسا کہ حدیث (۱۹۶۷) میں آ رہا ہے۔

4 سحری کھانے میں برکت ہے: یہ برکت متعدد وجوہ سے ہے، اس میں سنت کا اتباع ہے، اہل کتاب کی مخالفت ہے، اس سے عبادت اور دوسرے کاموں کے لیے قوت حاصل ہوتی ہے، طبیعت میں نشاط رہتی ہے، آدمی اس چڑچڑے پن سے محفوظ رہتا ہے جو بھوک سے پیدا ہوتا ہے، سحری کھاتے وقت دوسروں کو شریک کر کے صدقے کا موقع میسر ہوتا ہے، دعا کی قبولیت کے وقت کھانے کے ساتھ دعا اور ذکر کا موقع ملتا ہے اور اگر پہلے روزے کی نیت نہیں کر سکا تو اس کی تلافی ہو سکتی ہے۔ (فتح الباری)

٢١- بَابُ إِذَا نَوَى بِالنَّهَارِ صَوْمًا

21۔ باب: جب دن کو روزے کی نیت کر لے

وَقَالَتْ أُمُّ الدَّرْدَاءِ: كَانَ أَبُو الدَّرْدَاءِ يَقُولُ: عِنْدَكُمْ طَعَامٌ؟ فَإِنْ قُلْنَا: لَا، قَالَ: فَإِنِّي صَائِمٌ يَوْمِي هَذَا، وَفَعَلَهُ أَبُو طَلْحَةَ وَأَبُو هُرَيْرَةَ وَابْنُ عَبَّاسٍ وَحُذَيْفَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ.

اور ام الدرداء نے کہا: ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کہتے تھے: تمھارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ اگر ہم کہتیں کہ نہیں، تو وہ کہتے: پھر آج میرا روزہ ہے اور ابوطلحہ، ابوہریرہ، ابن عباس اور حذیفہ رضی اللہ عنہم نے بھی ایسے ہی کیا۔

١٩٢٤- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ رَجُلًا يُنَادِي فِي النَّاسِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ: أَنْ مَنْ أَكَلَ فَلْيُتِمَّ أَوْ فَلْيَصُمْ وَمَنْ لَمْ يَأْكُلْ فَلَا يَأْكُلْ. [انظر: ٢٠٠٧، ٧٢٦٥- أخرجه مسلم: ١١٣٥]

1924۔ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک آدمی کو بھیجا کہ وہ عاشوراء (دس محرم) کو لوگوں میں اعلان کر دے کہ جس نے کچھ کھایا ہے وہ روزہ پورا کرے یا کہا کہ روزہ رکھے اور جس نے نہیں کھایا وہ کچھ نہ کھائے۔

فوائد و مسائل: 1 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار جو امام بخاری رحمہ اللہ نے بغیر سند کے بیان کیے ہیں ان کی سندیں اور مفصل الفاظ حافظ رحمہ اللہ نے فتح الباری میں باحوالہ نقل کر دیے ہیں۔ مطلب سب کا یہی ہے کہ یہ سب صحابہ اگر انھوں نے کچھ نہ کھایا ہوتا تو دن کے وقت بھی روزے کی نیت کر لیا کرتے تھے۔ یہ عمل صحیح سند کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے بھی ثابت ہے، چنانچہ صحیح مسلم (۱۱۵۴/۱۷۰) "بَابُ جَوَازِ صَوْمِ النَّافِلَةِ بِنِيَّةٍ مِنَ النَّهَارِ" میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک دن نبی ﷺ میرے پاس آئے اور فرمایا: ”تمھارے پاس (کھانے کو) کچھ ہے؟“ ہم نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: «فَإِنِّي إِذًا صَائِمٌ» ”ایسا ہے تو پھر میرا روزہ ہے۔“ پھر ایک اور دن ہمارے پاس آئے تو ہم نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارے پاس کچھ حلوے کا ہدیہ آیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”وہ مجھے دکھاؤ، میں نے صبح سے روزہ رکھا ہوا تھا۔“ تو آپ نے اسے کھا لیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

2 دن کے وقت روزے کی نیت کر سکتے ہیں یا فجر سے پہلے روزے کی نیت ضروری ہے، اس مسئلہ میں اہلِ علم کا اختلاف ہے۔ بعض کا کہنا یہ ہے کہ روزہ نفل ہو یا فرض دن کو اس کی نیت کی جا سکتی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے، کیونکہ انھوں نے اس مسئلے میں عاشوراء کے روزے کی حدیث ذکر کی ہے جس میں دن کے وقت روزے کی نیت کا حکم ہے۔ مگر اکثر اہلِ علم کا کہنا ہے کہ فرض روزے کے لیے فجر سے پہلے نیت ضروری ہے، البتہ نفل کے لیے دن کو بھی نیت کر سکتے ہیں، جیسا کہ صحیح مسلم سے نبی ﷺ کا عمل اوپر بیان ہوا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے جن صحابہ کا ذکر کیا ہے کہ وہ دن کو بھی روزہ کی نیت کر لیتے تھے، ان میں سے بعض نصف النہار سے پہلے پہلے نیت کرنے کے قائل تھے اور بعض کا کہنا تھا کہ دن کے کسی وقت بھی روزے کی نیت کر سکتے ہیں۔ رہی یہ بات کہ فرض روزے کے لیے فجر سے پہلے نیت ضروری ہے تو یہ ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «مَنْ لَمْ يُبَيِّتِ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِيَامَ لَهُ» ”جس شخص نے فجر سے پہلے روزہ نہ رکھا اس کا روزہ نہیں۔“ یہ نسائی (۲۳۳۱) کے الفاظ ہیں اور ابوداود (۲۴۵۴) اور ترمذی (۷۳۰) کے الفاظ یہ ہیں: «مَنْ لَمْ يَجْمَعِ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِيَامَ لَهُ» ”جس نے فجر سے پہلے روزے کا عزم نہ کیا اس کا روزہ نہیں۔“ اگرچہ اس حدیث کے مرفوع یا موقوف ہونے میں اختلاف ہے۔ ترمذی اور نسائی نے اس کے موقوف ہونے کو ترجیح دی ہے مگر ظاہر سند کے مطابق متعدد ائمہ نے اسے صحیح کہا ہے، جن میں ابن خزیمہ (۱۹۳۳) اور ابن حزم (۲۸۷/۶) بھی ہیں اور دارقطنی نے حدیث (۲۲۱۳) میں اس کی ایک اور سند ذکر کر کے کہا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (فتح الباری) رہا عاشوراء والی حدیث کا معاملہ تو اس کے مطابق صحیح یہی ہے کہ اب بھی اگر کسی شخص کو دن کے وقت معلوم ہو کہ آج رمضان ہے تو اگر اس نے کچھ کھایا پیا نہیں تو اسے وہ روزہ پورا کرنا لازم ہے اور اگر کچھ کھا پی لیا ہے تو معلوم ہونے کے بعد کچھ کھانا پینا جائز نہیں۔ باقی عاشوراء کا روزہ چونکہ اب بالاتفاق نفل ہے، اس لیے اس کی نیت دن میں کسی وقت بھی کی جا سکتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ راجح یہی ہے کہ فرض روزے کی نیت فجر سے پہلے ضروری ہے، اگر ماہ رمضان کے شروع میں تمام روزوں کی نیت موجود ہے تو روزانہ الگ الگ نیت ضروری نہیں۔ البتہ نفل روزے کی نیت دن کے وقت بھی کی جا سکتی ہے۔

3 یاد رہے کہ نیت دل کا عمل ہے، الفاظ میں نیت کرنا بدعت ہے خواہ نماز کی نیت ہو یا روزے کی یا کسی اور عمل کی، اس لیے لوگوں نے روزے کی نیت کے جو الفاظ اپنے پاس سے گھڑ رکھے ہیں: ”وَبِصَوْمِ غَدٍ نَوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ“ وہ سنت سے ثابت نہیں، البتہ حج اور عمرہ کے لیے دل کی نیت کے ساتھ الفاظ میں بھی ”لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ“ یا ”لَبَّيْكَ بِحَجٍّ“ کہنا ضروری ہے، مگر یہ الفاظ کہنا نیت نہیں ہیں بلکہ احرام کا حصہ ہیں۔

4 یہ آدمی جسے آپ نے عاشوراء کے متعلق اعلان کرنے کا حکم دیا ان کا نام ہند بن اسماء بن حارثہ اسلمی رضی اللہ عنہ ہے۔ یہ خود، ان کے والد اور چچا ہند بن حارثہ رضی اللہ عنہم تینوں صحابی ہیں۔ (فتح الباری)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

۲۲- بَابُ الصَّائِمِ يُصْبِحُ جُنُبًا

۱۹۲۵، ۱۹۲۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامِ بْنِ الْمُغِيرَةِ: أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ: كُنْتُ أَنَا وَأَبِي حِينَ دَخَلْنَا عَلَى عَائِشَةَ وَ أُمِّ سَلَمَةَ، ح . حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، أَنَّ أَبَاهُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ أَخْبَرَ مَرْوَانَ: أَنَّ عَائِشَةَ وَأُمَّ سَلَمَةَ أَخْبَرَتَاهُ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ وَهُوَ جُنُبٌ مِنْ أَهْلِهِ، ثُمَّ يَغْتَسِلُ وَ يَصُومُ .

وَقَالَ مَرْوَانُ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ: أُقْسِمُ بِاللّٰهِ! لَتُقَرِّعَنَّ بِهَا أَبَا هُرَيْرَةَ، وَمَرْوَانُ يَوْمَئِذٍ عَلَى الْمَدِينَةِ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: فَكَرِهَ ذٰلِكَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، ثُمَّ قُدِّرَ لَنَا أَنْ نَجْتَمِعَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ وَكَانَتْ لِأَبِي هُرَيْرَةَ هُنَالِكَ أَرْضٌ، فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ لِأَبِي هُرَيْرَةَ: إِنِّي ذَاكِرٌ لَكَ أَمْرًا، وَلَوْلَا مَرْوَانُ أَقْسَمَ عَلَيَّ فِيهِ لَمْ أَذْكُرْهُ لَكَ، فَذَكَرَ قَوْلَ عَائِشَةَ وَ أُمِّ سَلَمَةَ، فَقَالَ: كَذٰلِكَ حَدَّثَنِي الْفَضْلُ ابْنُ عَبَّاسٍ وَهُوَ أَعْلَمُ .

22۔ باب: روزہ دار جنابت کی حالت میں صبح کرے

1925، 1926۔ ابوبکر بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ میں اور میرے والد عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما کے پاس گئے۔ (ح) عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام سے روایت ہے کہ انھوں نے مروان کو خبر دی کہ عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے انھیں بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو اس حال میں صبح ہو جاتی کہ آپ اپنی بیوی سے جنبی ہوتے، پھر آپ غسل کرتے اور روزہ جاری رکھتے۔

مروان نے عبدالرحمٰن سے کہا کہ میں تمھیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ تم یہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو سنا کر ضرور گھبراہٹ میں ڈالو گے، مروان ان دنوں مدینہ کے حاکم تھے۔ ابوبکر کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰن نے اس بات کو ناپسند کیا، پھر ایسا ہوا کہ ہم ذوالحلیفہ میں اکٹھے ہوگئے، وہاں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی کچھ زمین تھی، تو عبدالرحمٰن نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا: میں آپ سے ایک بات ذکر کرنے لگا ہوں، اگر مروان نے مجھ پر اس کی قسم نہ ڈالی ہوتی تو میں آپ سے اس کا ذکر نہ کرتا اور انھوں نے عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی بات ذکر کی تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے ایسے ہی بیان کیا ہے اور وہ زیادہ جانتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَقَالَ هَمَّامٌ وَابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَأْمُرُ بِالْفِطْرِ، وَالْأَوَّلُ أَسْنَدُ. [الحديث: ١٩٢٥، انظر: ١٩٣٠، ١٩٣١] [الحديث: ١٩٢٦، انظر: ١٩٣٢ـ أخرجه مسلم: ١١٠٩]

اور ہمام نے اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ نبی ﷺ روزہ کھول دینے کا حکم دیتے تھے۔ اور پہلی بات زیادہ مستند ہے۔

فوائد: 1 روزہ دار کو جنابت کی حالت میں صبح ہو جائے تو کیا اس کا روزہ صحیح ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں اختلاف تھا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فتویٰ دیتے تھے کہ اس کا روزہ نہیں اور اسے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرتے تھے۔ مروان بن حکم نے اس مسئلہ کی تحقیق کے لیے عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام کو ام المومنین عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما کے پاس بھیجا، دونوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کو بیویوں سے صحبت کی وجہ سے جنابت کی حالت میں صبح ہو جاتی، آپ صبح کے بعد غسل کر لیتے اور روزہ جاری رکھتے تھے۔ مروان نے عبدالرحمٰن کو قسم دے کر کہا کہ تم ہر حال میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ام المومنین عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما کا یہ بیان سناؤ، تاکہ وہ اپنے فتویٰ اور روایت کے خلاف اتنی معتبر بات سن کر فکر مند ہوں۔ عبدالرحمٰن نے کہا: وہ میرے ہمسائے ہیں اور میں (ان کی بزرگی کی وجہ سے) انھیں پریشان کرنا پسند نہیں کرتا مگر مروان کے اصرار اور قسم ڈالنے پر وہ حقیق گئے جو ذوالحلیفہ کے ساتھ ہی ہے۔ وہاں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی کچھ زمین تھی، ان سے مل کر عبدالرحمٰن نے بڑی معذرت اور نہایت ادب کے ساتھ ام المومنین عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما کا بیان بتایا تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے فتویٰ اور روایت کا ماخذ بتایا کہ مجھے فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے ایسے ہی بیان کیا ہے۔ زیر شرح حدیث کے الفاظ یہ ہیں: « هُوَ أَعْلَمُ » کہ فضل رضی اللہ عنہ ہی بہتر جانتے ہیں، اب وہ جانیں اور ان کا کام جانے، میں نے تو ان سے ایسے ہی سنا ہے۔ فتح الباری میں ہے کہ صحیح بخاری کے نسفی والے نسخے میں ہے: « وَهُنَّ أَعْلَمُ » یعنی ام المومنین عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما زیادہ جانتی ہیں اور معمر کی روایت میں بھی ایسے ہی ہے اور ابن جریج کی روایت میں ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا ان دونوں نے یہ کہا ہے؟ اگر کہا ہے تو انھیں زیادہ علم ہے اور ابن جریج نے اپنی روایت میں یہ الفاظ زیادہ بیان کیے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بات سے رجوع کر لیا۔ (ملخص فتح الباری)

رہی یہ بات کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے جو بیان کیا تو امہات المومنین کی صریح حدیث کے بعد اس کی توجیہ کیا ہے؟ تو ابن خزیمہ (٩٦٦/٢) نے ذکر کیا کہ بعض علماء نے یہ وہم کیا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث میں غلطی کی ہے، پھر ابن خزیمہ نے اس کا رد کیا ہے اور کہا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کوئی غلطی نہیں کی بلکہ ایک صادق شخص (فضل رضی اللہ عنہ) کا حوالہ دیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے روزے کے شروع دنوں میں روزے کی رات سو جانے کے بعد کھانے پینے اور جماع سے منع کر دیا تھا تو ہو سکتا ہے کہ فضل رضی اللہ عنہ والی حدیث اس وقت کی ہو، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ طلوع فجر تک جائز کر دیا، تو اب آدمی طلوع فجر تک جماع کر سکتا ہے، اس لیے لامحالہ وہ طلوع فجر کے بعد ہی غسل کرے گا۔ معلوم ہوا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث فضل رضی اللہ عنہ کی حدیث کی ناسخ ہے، چونکہ یہ حدیث نہ فضل رضی اللہ عنہ کو پہنچی نہ ہی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو، اس لیے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اسی کے مطابق فتویٰ دیتے تھے، پھر جب انھیں امہات المومنین کی حدیث کا علم ہوا تو انھوں نے اس سے رجوع کر لیا۔ ابن المنذر، خطابی اور متعدد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اہل علم نے فضل رضی اللہ عنہ والی حدیث کو منسوخ کہا ہے۔ حافظ رحمہ اللہ نے کہا: فضل رضی اللہ عنہ والی حدیث کو منسوخ کہنے کی بجائے بہتر یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی حدیث فضل رضی اللہ عنہ والی حدیث سے راجح ہے، جیسا کہ بخاری نے کہا ہے کہ ان دونوں کی بات زیادہ مستند ہے۔ (فتح الباری)

اس حدیث میں مزید کئی فوائد ہیں جن میں سے چند یہ ہیں: ① اہل علم کو حکام سے ملتے رہنا چاہیے اور ان کے ساتھ دینی مسائل کا مذاکرہ کرتے رہنا چاہیے۔ ② اس حدیث سے مروان بن حکم کی فضیلت اور خوبی بھی معلوم ہو رہی ہے کہ وہ علمی اور دینی مسائل کا کس قدر اہتمام کرتے تھے (ان کے بیٹے عبدالملک بھی عالم اسلام کے متفق علیہ خلیفہ بنے، ان میں بھی یہ خوبی موجود تھی)۔ ③ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دینی مسائل ہوں یا علم کی کوئی بات، آپس کے نزاع کے وقت ان کے متعلق ایسے لوگوں کی طرف رجوع کرنا چاہیے جو زیادہ علم رکھتے ہوں اور یہ کہ جن باتوں کا عورتوں کو مردوں سے زیادہ علم ہو ان کے بارے میں ان کی روایت کردہ بات مردوں کی بات سے راجح ہوتی ہے۔ ④ جو شخص کسی معاملہ میں خود شریک رہا ہو اس کا بیان ایسے لوگوں کے بیان سے راجح ہوتا ہے جنھوں نے اس معاملہ کے متعلق صرف سنا ہو۔ ⑤ کم تر درجے والا شخص اپنے سے بلند مرتبہ آدمی سے کوئی بات سنے جو اس کے پاس موجود علم کے خلاف ہو تو اسے اس کی تحقیق کر کے اپنے سے افضل شخصیت کو اس سے آگاہ کرنا چاہیے اور یہ بھی کہ اختلاف کے وقت کتاب و سنت کی طرف ہی رجوع کرنا ہوگا۔ ⑥ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خبر واحد حجت ہے اور حجت ہونے میں مرد اور عورت کی بیان کردہ حدیث برابر ہے۔ ⑦ اس میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت بھی ہے کہ انھوں نے علم ہونے پر حق کا اعتراف کیا اور اس کی طرف رجوع کر لیا۔ ⑧ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کی بیان کردہ حدیث جو انھوں نے کسی صحابی سے سنی ہو اور واسطے کے ذکر کے بغیر رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہو سلف کے نزدیک معتبر تھی اور اصطلاح میں اسے مرسل صحابی کہا جاتا ہے۔ ⑨ اس حدیث سے مسلمانوں کے حکام کی فرماں برداری اور بزرگوں اور علماء کے ادب و احترام کا سبق بھی ملتا ہے۔ (فتح الباری)

٢٣۔ بَابُ الْمُبَاشَرَةِ لِلصَّائِمِ

23۔ باب: روزہ دار کا بیوی کے جسم سے جسم ملانا

وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: يَحْرُمُ عَلَيْهِ فَرْجُهَا.

اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: روزہ دار پر بیوی کی شرم گاہ حرام ہے۔

١٩٢٧۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُقَبِّلُ وَيُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ وَكَانَ أَمْلَكَكُمْ لِإِرْبِهِ.

1927۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ روزہ دار ہونے کی حالت میں (اپنی بیویوں کو) بوسہ دے لیتے اور جسم سے جسم ملا لیتے تھے اور آپ تم سب سے زیادہ اپنی حاجت کے مالک تھے۔

وَقَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿مَآرِبُ﴾ [طٰهٰ: ١٨]:

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے (قرآن مجید میں مذکور موسیٰ علیہ السلام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حَاجَةٌ، قَالَ طَاوُسٌ: ﴿غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ﴾ [النور : ٣١]: الْأَحْمَقُ، لَا حَاجَةَ لَهُ فِي النِّسَاءِ. [انظر : ۱۹۲۸- أخرجه مسلم : ١١٠٦]

کے قول "وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ" کی تفسیر "حاجت" بیان کی۔ طاؤس نے کہا: "غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ" سے مراد احمق مرد ہے جسے عورتوں کی کوئی حاجت نہ ہو۔

فوائد 1 "أَرَبٌ" ہمزہ اور راء کے فتحہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی حاجت ہے اور اگر "إِرْبٌ" ہمزہ کے کسرہ اور راء کے سکون کے ساتھ ہو تو اس کا معنی عضو ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما اور طاؤس کا قول لا کر اشارہ کیا ہے کہ یہاں حاجت والا معنی راجح ہے، اگرچہ دوسرا معنی بھی بعید نہیں۔

2 "مُبَاشَرَةٌ" "بَشَرَةٌ" سے نکلا ہے، بشرہ سے بشرہ یعنی جسم سے جسم ملانا۔ یہ لفظ جماع کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، مگر باب میں جماع مراد نہیں بلکہ جسم سے جسم ملانا مراد ہے۔

3 عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول کہ "روزے میں بیوی کی شرم گاہ حرام ہے (اس کے سوا سب جائز ہے)" اس تعلیق کی سند طحاوی کی "معانی الآثار (۹۵/۲، ح: ۳۴۰۰)" میں ہے، حکیم بن عقال نے کہا: میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: روزہ دار ہوتے ہوئے میرے لیے میری بیوی سے کیا چیز حرام ہے؟ انھوں نے کہا: اس کی شرم گاہ۔ عقال تک اس کی سند صحیح ہے۔ اس کی ہم معنی حدیث عبدالرزاق (۷۴۳۹) میں صحیح سند کے ساتھ مسروق سے مروی ہے، انھوں نے کہا: میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: روزہ دار ہونے کی حالت میں مرد کے لیے اس کی بیوی کی کیا کیا چیز حلال ہے؟ انھوں نے کہا: « كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الْجِمَاعَ » "جماع کے سوا ہر چیز حلال ہے۔" اس سے معلوم ہوا کہ مرد کے لیے روزہ کی حالت میں بیوی سے جماع جائز نہیں، اسے بوسہ دینا، جسم سے جسم ملانا غرض جماع کے سوا سب کچھ جائز ہے۔ ہاں اگر وہ ایسی صورت میں جماع سے باز نہ رہ سکتا ہو تو اسے بوسہ دینے سے اور جسم سے جسم ملانے سے بھی گریز کرنا چاہیے، جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ روزے کی حالت میں بیویوں کو بوسہ دے لیتے تھے اور ان کے جسم سے جسم ملا لیتے تھے اور آپ ﷺ تم سب سے زیادہ اپنی حاجت پر قابو رکھنے والے تھے۔ معلوم ہوا جو اس چھیڑ چھاڑ کے بعد جماع سے باز نہ رہ سکتا ہو اسے بوسے اور معانقہ وغیرہ سے اجتناب کرنا چاہیے۔ بعض لوگوں نے جوان اور بوڑھے میں فرق کیا ہے اور اسے جوان کے لیے منع اور بوڑھے کے لیے جائز رکھا ہے۔ اس کے لیے دو مرفوع حدیثیں بھی آئی ہیں جن میں کچھ ضعف ہے، ایک ابوداود (۲۳۸۷) میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور دوسری احمد (۶۷۳۹) میں عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ اور بعض نے اپنے پر قابو رکھنے والے اور نہ رکھنے والے کا فرق کیا ہے، جیسا کہ "كِتَابُ الْحَيْضِ" میں "بَابُ مُبَاشَرَةِ الْحَائِضِ" میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں اشارہ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر جماع نہ کرے تو بیوی سے معانقہ، بوسہ وغیرہ سب کچھ جائز ہے۔

4 اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ اگر جسم سے جسم ملانے یا بوسہ دینے یا دیکھنے سے منی نکل جائے تو کیا حکم ہے؟ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ دیکھنے کے سوا اگر انزال ہو جائے تو روزے کی قضا دے اور بعض نے کہا کہ دیکھنے یا بوسہ دینے یا معانقہ وغیرہ سے اگر انزال ہو جائے تو روزے کی قضا بھی دے اور کفارہ بھی۔ ان حضرات کی دلیل یہ پیش کی گئی ہے کہ جماع سے مقصود لذت کی انتہا ہے جو انزال سے مکمل ہوتی ہے۔ اس لیے کسی طرح بھی انزال ہو جائے تو قضا و کفارہ لازم ہوگا۔ حافظ رحمہ اللہ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہا: ”روزہ دار پر قضا یا کفارہ جماع کے ساتھ لازم کیا گیا ہے خواہ انزال ہو یا نہ ہو، اس لیے جماع والا حکم بوسے یا معانقے یا دیکھنے سے انزال کو نہیں دیا جا سکتا۔“ امام بخاری رحمہ اللہ کا موقف اس سلسلے میں یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر دیکھنے سے یا بوسے یا معانقے یا بیوی سے کسی بھی چھیڑ چھاڑ سے جماع کے بغیر انزال ہو جائے تو نہ قضا ہے، نہ کفارہ، کیونکہ یہ اشیاء یعنی بیوی کا بوسہ، اس سے چھیڑ چھاڑ، جسم سے جسم ملانا جائز امور ہیں، صرف جماع ممنوع ہے۔ جائز امور سے انزال ہونے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اس سلسلے میں انھوں نے جابر بن زید کا قول ذکر کیا ہے کہ اگر دیکھنے سے منی نکل آئے تو اپنا روزہ پورا کرے۔ یہ قول اگلے باب میں معلق بیان ہوا ہے۔ اس سے ان کے رجحان کی نشان دہی ہوتی ہے۔

٢٤ - بَابُ الْقُبْلَةِ لِلصَّائِمِ

24- باب: روزہ دار کے لیے بوسہ دینے کا حکم

وَقَالَ جَابِرُ بْنُ زَيْدٍ: إِنْ نَظَرَ فَأَمْنَى يُتِمُّ صَوْمَهُ.

اور جابر بن زید نے کہا: اگر دیکھے اور منی خارج ہو جائے تو اپنا روزہ پورا کرے۔

فائدہ جابر بن زید ثقہ تابعی ہیں، اہل بصرہ کے فقیہ ہیں، ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد ہیں۔

١٩٢٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ هِشَامٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: إِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَيُقَبِّلُ بَعْضَ أَزْوَاجِهِ وَهُوَ صَائِمٌ، ثُمَّ ضَحِكَتْ. [راجع: ١٩٢٧- أخرجه مسلم: ١١٠٦]

1928- عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا: بلاشبہ رسول اللہ ﷺ اپنی کسی بیوی کا بوسہ لیتے جب کہ آپ روزہ دار ہوتے، پھر وہ ہنس پڑیں۔

فوائد 1 روزہ دار کے بوسہ دینے کے جواز میں بہت واضح الفاظ سنن ابی داود کی حدیث (٢٣٨٥) میں آئے ہیں۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: میری طبیعت ہشاش ہوئی تو میں نے روزہ کی حالت میں بوسہ دے دیا، پھر میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آج میں ایک بڑا کام کر بیٹھا ہوں کہ میں نے روزہ کی حالت میں بوسہ دے دیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: «أَرَأَيْتَ لَوْ مَضْمَضْتَ مِنَ الْمَاءِ وَأَنْتَ صَائِمٌ؟» ”یہ بتاؤ کہ اگر تم روزے کی حالت میں پانی سے کلی کر لیتے تو کیا ہوتا؟“ میں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو اور کیا ہے؟“ یہ حدیث مسند احمد (١٣٨) میں بھی صحیح سند سے مروی ہے۔ (فتح الباری)
2 ایک حدیث اکیلے ابوداود (٢٣٨٦) نے مصدع ابو یحییٰ عن عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت کی ہے: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ وَ يَمُصُّ لِسَانَهَا» ”نبی ﷺ روزے کی حالت میں انھیں بوسہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

دیتے اور ان کی زبان چوستے تھے۔" سنن ابی داود میں ہے، ابن الاعرابی نے کہا: "هَذَا الْإِسْنَادُ لَيْسَ بِصَحِيحٍ." حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا: إِسْنَادُهُ ضَعِيفٌ، وَكَذَا قَالَ الشَّيْخُ الْأَلْبَانِيُّ.

١٩٢٩ ۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ هِشَامِ ابْنِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَتْ: بَيْنَمَا أَنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي الْخَمِيلَةِ إِذْ حِضْتُ فَانْسَلَلْتُ، فَأَخَذْتُ ثِيَابَ حِيضَتِي، فَقَالَ مَا لَكِ؟ أَنَفِسْتِ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، فَدَخَلْتُ مَعَهُ فِي الْخَمِيلَةِ. وَكَانَتْ هِيَ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَغْتَسِلَانِ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ وَكَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ. [راجع: ٢٩٨ـ أخرجه مسلم: ٢٩٦، وأخرج آخره: ٣٢٤، ويروي عن عمر ابن أبي سلمة برقم: ١١٠٨]

1929 ۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک چادر میں لیٹی ہوئی تھی کہ مجھے حیض آ گیا تو میں کھسک کر نکلی اور اپنے حیض کے کپڑے لے لیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تمھیں کیا ہوا؟ کیا حیض آ گیا؟" میں نے کہا: جی ہاں! اور میں پھر آپ ﷺ کے ساتھ اس چادر میں داخل ہوگئی اور وہ اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی برتن میں غسل کر لیا کرتے تھے اور آپ ﷺ روزہ دار ہوتے ہوئے انھیں بوسہ دے دیا کرتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث کی شرح (۲۹۸) میں گزر چکی ہے۔

٢٥ ۔ بَابُ اغْتِسَالِ الصَّائِمِ

25 ۔ باب: روزہ دار کا غسل کرنا

وَبَلَّ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ثَوْبًا، فَأَلْقَاهُ عَلَيْهِ وَهُوَ صَائِمٌ، وَدَخَلَ الشَّعْبِيُّ الْحَمَّامَ وَهُوَ صَائِمٌ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَا بَأْسَ أَنْ يَتَطَعَّمَ الْقِدْرَ أَوِ الشَّيْءَ. وَقَالَ الْحَسَنُ: لَا بَأْسَ بِالْمَضْمَضَةِ وَالتَّبَرُّدِ لِلصَّائِمِ. وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: إِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلْيُصْبِحْ دَهِينًا مُتَرَجِّلًا. وَقَالَ أَنَسٌ: إِنَّ لِي أَبْزَنَ أَتَقَحَّمُ فِيهِ، وَأَنَا صَائِمٌ، وَيُذْكَرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ اسْتَاكَ وَهُوَ صَائِمٌ.

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کپڑا گیلا کیا اور اسے اپنے اوپر ڈال لیا جب کہ وہ روزہ دار تھے، اور شعبی حمام میں داخل ہوئے اور وہ روزہ دار تھے، اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: کوئی حرج نہیں کہ ہانڈی یا کوئی چیز چکھ لے، اور حسن نے کہا: روزے دار کو کلی کرنے اور ٹھنڈک حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں، اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: جس دن تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو وہ اس حال میں صبح کرے کہ خوب تیل لگا رکھا ہو، کنگھی کی ہوئی ہو، اور انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میرا ایک آبزن (چھوٹا حوض یا ٹب) ہے جس میں میں روزے کی حالت میں گھس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جاتا ہوں، اور نبی ﷺ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ آپ نے روزہ کی حالت میں مسواک کی۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: يَسْتَاكُ أَوَّلَ النَّهَارِ وَآخِرَهُ، وَلَا يَبْلَعُ رِيقَهُ. وَقَالَ عَطَاءٌ: إِنِ ازْدَرَدَ رِيقَهُ لَا أَقُولُ يُفْطِرُ. وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ: لَا بَأْسَ بِالسِّوَاكِ الرَّطْبِ، قِيلَ: لَهُ طَعْمٌ؟ قَالَ: وَالْمَاءُ لَهُ طَعْمٌ وَأَنْتَ تُمَضْمِضُ بِهِ. وَلَمْ يَرَ أَنَسٌ وَالْحَسَنُ وَ إِبْرَاهِيمُ بِالْكُحْلِ لِلصَّائِمِ بَأْسًا.

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: دن کے شروع میں اور اس کے آخر میں مسواک کر سکتا ہے لیکن تھوک نہ نگلے، اور عطا نے کہا: اگر اپنی تھوک نگل لے تو میں یہ نہیں کہتا کہ روزہ ٹوٹ جائے گا، اور ابن سیرین نے کہا: تازہ مسواک میں کوئی حرج نہیں، (انھیں) کہا گیا: اس کا تو ذائقہ ہوتا ہے؟ انھوں نے کہا: پانی کا بھی ذائقہ ہوتا ہے جب کہ تم اس سے کلی کرتے ہو۔ اور انس رضی اللہ عنہ اور حسن اور ابراہیم نے روزہ دار کے لیے سرمے میں کوئی حرج نہیں سمجھا۔

١٩٣٠- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، وَأَبِي بَكْرٍ، قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ فِي رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ حُلُمٍ، فَيَغْتَسِلُ وَيَصُومُ. [راجع: ١٩٢٥- أخرجه مسلم: ١١٠٩]

1930- عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: نبی ﷺ کو رمضان میں فجر اس حال میں ہوتی کہ آپ احتلام کے بغیر (جنبی) ہوتے، پھر آپ غسل کرتے اور روزہ جاری رکھتے۔

١٩٣١- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ، مَوْلَى أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامِ بْنِ الْمُغِيرَةِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا بَكْرِ ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، كُنْتُ أَنَا وَأَبِي، فَذَهَبْتُ مَعَهُ حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: أَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِنْ كَانَ لَيُصْبِحُ جُنُبًا مِنْ جِمَاعٍ غَيْرِ احْتِلَامٍ، ثُمَّ يَصُومُهُ. [راجع: ١٩٢٥- أخرجه مسلم: ١١٠٩]

1931- ابو بکر بن عبد الرحمٰن سے روایت ہے کہ میں اور میرے والد دونوں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو انھوں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے متعلق شہادت دیتی ہوں کہ یقیناً آپ احتلام نہیں (بلکہ) جماع کے ساتھ جنبی ہونے کی حالت میں صبح کرتے، پھر آپ اس دن کا روزہ رکھتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

١٩٣٢- ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ، فَقَالَتْ مِثْلَ ذَلِكَ. [راجع: ١٩٢٦- أخرجه مسلم: ١١٠٩]

1932- پھر ہم ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو انھوں نے بھی ایسے ہی کہا۔

فائدہ یہ تینوں احادیث (١٩٢٥) میں گزر چکی ہیں۔ ترجمۃ الباب میں مذکور تمام معلق آثار کی تخریج فتح الباری میں موجود ہے۔ ان سب آثار سے امام صاحب روزے دار کے لیے غسل کا جواز ثابت کر رہے ہیں۔ روزے کی حالت میں غسل پر یہی اعتراض ہو سکتا ہے کہ اس سے مساموں کے ذریعے کچھ پانی اندر جا سکتا ہے۔ اس کے جواب میں امام صاحب نے کلی کرنے، تھوک نگلنے، تازہ مسواک کرنے، سرمہ ڈالنے اور ہانڈی چکھنے وغیرہ کے آثار ذکر کیے ہیں کہ ان تمام چیزوں کا کچھ نہ کچھ اثر آدمی کے اندر ضرور داخل ہوتا ہے مگر سلف کے نزدیک ان کا جواز روزے دار کے لیے غسل کے جواز کی دلیل ہے۔

٢٦- بَابُ الصَّائِمِ إِذَا أَكَلَ أَوْ شَرِبَ نَاسِيًا

26- باب: جب روزہ دار بھول کر کھا لے یا پی لے

وَقَالَ عَطَاءٌ: إِنِ اسْتَنْثَرَ فَدَخَلَ الْمَاءُ فِي حَلْقِهِ لَا بَأْسَ إِنْ لَمْ يَمْلِكْ. وَقَالَ الْحَسَنُ: إِنْ دَخَلَ حَلْقَهُ الذُّبَابُ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ، وَقَالَ الْحَسَنُ وَمُجَاهِدٌ: إِنْ جَامَعَ نَاسِيًا فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ.

اور عطا نے کہا: اگر ناک میں پانی چڑھائے اور پانی اس کے حلق میں چلا جائے تو اگر اس کا اختیار نہیں رہا تو کوئی حرج نہیں، اور حسن نے کہا: اگر اس کے حلق میں مکھی چلی جائے تو اس پر کوئی تاوان نہیں، اور حسن اور مجاہد نے کہا: اگر بھول کر جماع کرلے تو اس پر کوئی تاوان نہیں۔

١٩٣٣- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا نَسِيَ فَأَكَلَ وَشَرِبَ فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ، فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللَّهُ وَسَقَاهُ» [انظر: ٦٦٦٩- أخرجه مسلم: ١١٥٥]

1933- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب روزہ دار بھول جائے اور کھا پی لے تو اپنا روزہ مکمل کرے، کیونکہ اسے اللہ ہی نے کھلایا پلایا ہے۔''

فوائد 1 عطا اور حسن کے آثار کی باب سے مناسبت یہ ہے کہ جس شخص کے حلق میں بے اختیار پانی یا مکھی داخل ہو جائے وہ جان بوجھ کر ایسا نہ کرنے کی وجہ سے بھول کر کھانے پینے والے ہی کی طرح ہے، اس لیے اس کا روزہ قائم ہے۔ نہ اس پر قضا لازم ہے، نہ کفارہ۔ بھول کر جماع کرنے والے کو بھول کر کھانے پینے والے پر قیاس کیا ہے، کیونکہ دونوں نسیان میں برابر ہیں۔ ایسا قیاس تو اہل حدیث بھی مانتے ہیں جو "مَقْطُوعٌ بِنَفْيِ الْفَارِقِ" ہو، یعنی مقیس علیہ اور مقیس دونوں کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یقینی طور پر ایک ہی علت ہو۔

2 اس حدیث سے اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر فضل و کرم، انھیں آسانی عطا کرنا اور ان سے مشقت اور تنگی کو ہٹانا ظاہر ہے۔ حافظ رحمہ اللہ نے یہاں مصنف عبدالرزاق سے ایک دلچسپ واقعہ نقل کیا ہے، عبدالرزاق (۷۳۷۸) نے ابن جریج سے، انھوں نے عمرو بن دینار سے بیان کیا کہ ایک آدمی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، کہنے لگا: آج میں نے روزہ رکھا، پھر میں نے بھول کر کھا پی لیا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کوئی حرج نہیں، اللہ نے تمھیں کھلایا اور پلایا ہے۔ اس نے کہا: پھر میں ایک اور آدمی کے پاس گیا اور بھول کر کھا پی لیا۔ کہا: کوئی حرج نہیں، اللہ نے تمھیں کھلایا پلایا ہے۔ اس نے کہا: پھر میں ایک اور آدمی کے پاس گیا اور بھول کر کھا لیا، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم ایسے شخص ہو کہ تمھیں روزے کی عادت نہیں۔

3 اگر کوئی شخص کسی کو روزے کی حالت میں بھول کر کھاتے پیتے ہوئے دیکھے تو کیا اسے منع کرے یا نہیں؟ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اسے منع نہ کرے، کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ کھلا پلا رہا ہے مگر یہ بات درست نہیں۔ ایک تو اس لیے کہ روزے کی حالت میں خصوصاً ماہ رمضان میں کھانا ایک منکر کام ہے اور "مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا" کے مطابق اسے منع کرنا لازم ہے۔ دوسرا اس لیے کہ بھولنے والے کو یاد کرانا لازم ہے، جیسا کہ صحیح بخاری (۴۰۱) میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ، أَنْسَى كَمَا تَنْسَوْنَ، فَإِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُونِي» "میں تمھارے جیسا انسان ہی ہوں، اسی طرح بھولتا ہوں جیسے تم بھولتے ہو، تو جب میں بھولوں تو مجھے یاد کروا دیا کرو۔"

٢٧- بَابُ سِوَاكِ الرَّطْبِ وَالْيَابِسِ لِلصَّائِمِ

27۔ باب: روزہ دار کا تر اور خشک مسواک استعمال کرنا

وَيُذْكَرُ عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَسْتَاكُ وَهُوَ صَائِمٌ مَا لَا أُحْصِي أَوْ أَعُدُّ، وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: «لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ وُضُوءٍ»، وَيُرْوَى نَحْوُهُ عَنْ جَابِرٍ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَلَمْ يَخُصَّ الصَّائِمَ مِنْ غَيْرِهِ، وَقَالَتْ عَائِشَةُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: «السِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ، مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ»، وَقَالَ عَطَاءٌ وَقَتَادَةُ: يَبْتَلِعُ رِيقَهُ.

اور عامر بن ربیعہ سے ذکر کیا جاتا ہے، انھوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو روزے کی حالت میں اتنی بار مسواک کرتے ہوئے دیکھا جسے میں نہ شمار کر سکتا ہوں، نہ گن سکتا ہوں۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے بیان کیا: "اگر یہ نہ ہوتا کہ میں اپنی امت پر مشقت ڈالوں گا تو انھیں ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دے دیتا۔" ایسے ہی جابر اور زید بن خالد رضی اللہ عنہما سے نبی ﷺ سے مروی ہے اور آپ نے روزہ دار کو غیر روزہ دار سے خاص نہیں کیا۔ اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے بیان کیا: "مسواک منہ کو پاک کرنے کا اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رب کو راضی کرنے کا سبب ہے۔" اور عطا اور قتادہ نے کہا: روزہ دار اپنا تھوک نگل سکتا ہے۔

١٩٣٤- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ حُمْرَانَ: رَأَيْتُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ تَوَضَّأَ، فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى إِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرَى إِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثًا، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنَى ثَلَاثًا، ثُمَّ الْيُسْرَى ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هٰذَا، ثُمَّ قَالَ: «مَنْ تَوَضَّأَ وُضُوئِي هٰذَا ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ نَفْسَهُ فِيهِمَا بِشَيْءٍ إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ»

[راجع: ١٥٩- أخرجه مسلم: ٢٢٦]

1934- حُمران سے روایت ہے کہ میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا، انھوں نے وضو کیا، چنانچہ انھوں نے اپنے ہاتھوں پر تین دفعہ پانی ڈالا، پھر کلی کی اور ناک سنکی، پھر اپنا منہ تین بار دھویا، پھر دایاں ہاتھ کہنی تک تین بار دھویا، پھر بایاں ہاتھ کہنی تک تین بار دھویا، پھر اپنے سر کا مسح کیا، پھر اپنا دایاں پاؤں تین بار دھویا، پھر بایاں تین بار دھویا، پھر کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا، پھر فرمایا: "جو شخص میرے اس وضو کی طرح وضو کرے پھر دو رکعتیں پڑھے، ان میں اپنے دل سے کسی چیز کے بارے میں بات نہ کرے تو اس کے وہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں جو پہلے گزرے۔"

فائدہ: اس حدیث کے فوائد (١٥٩) میں گزر چکے ہیں۔ اس حدیث سے روزہ دار کے لیے مسواک کا جواز اس طرح ثابت ہوتا ہے جس طرح باب (٢٥) "بَابُ اِغْتِسَالِ الصَّائِمِ" میں ابن سیرین کا روزے دار کے لیے تازہ مسواک کے جواز کا استدلال پانی کے ساتھ کلی کرنے سے گزرا ہے۔ اگر مسواک کا ذائقہ ہے تو پانی کا بھی ذائقہ ہے۔ اس لیے روزہ دار کے لیے دونوں جائز ہیں۔ عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں وضو کے وقت کلی کا ذکر ہے۔ اب کوئی روزہ سے ہو یا نہ ہو وضو میں دونوں کلی کریں گے، اسی طرح دونوں مسواک بھی کریں گے۔

عطا اور قتادہ کا قول کہ روزہ دار اپنا تھوک نگل سکتا ہے یہاں ذکر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تازہ مسواک میں زیادہ سے زیادہ یہی اعتراض ہو سکتا ہے کہ اس کا کچھ اثر گلے میں رہ جاتا ہے جو اندر بھی جا سکتا ہے، تو جب وضو کرتے وقت کلی کرنے کے بعد اپنا تھوک نگل سکتا ہے جس میں کلی کا پانی کچھ نہ کچھ یقیناً باقی ہوتا ہے اور اس سے روزے پر کچھ اثر نہیں پڑتا تو مسواک کا بقیہ ذائقہ تھوک کے ساتھ نگلنے سے بھی روزے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٢٨- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ : « إِذَا تَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْشِقْ بِمَنْخِرِهِ الْمَاءَ » وَلَمْ يُمَيِّزْ بَيْنَ الصَّائِمِ وَغَيْرِهِ

28۔ باب: نبی ﷺ کا فرمان: ”جب وضو کرے تو اپنے نتھنے میں پانی چڑھائے“ اور آپ نے روزہ دار اور دوسرے کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا

وَقَالَ الْحَسَنُ: لَا بَأْسَ بِالسَّعُوطِ لِلصَّائِمِ، إِنْ لَمْ يَصِلْ إِلَى حَلْقِهِ وَيَكْتَحِلُ، وَقَالَ عَطَاءٌ: إِنْ تَمَضْمَضَ، ثُمَّ أَفْرَغَ مَا فِي فِيهِ مِنَ الْمَاءِ، لَا يَضِيرُهُ إِنْ لَمْ يَزْدَرِدْ رِيقَهُ، وَمَاذَا بَقِيَ فِي فِيهِ وَلَا يَمْضَغُ الْعِلْكَ، فَإِنِ ازْدَرَدَ رِيقَ الْعِلْكِ، لَا أَقُولُ: إِنَّهُ يُفْطِرُ وَلَكِنْ يُنْهَى عَنْهُ، فَإِنِ اسْتَنْثَرَ فَدَخَلَ الْمَاءُ حَلْقَهُ لَا بَأْسَ، لَمْ يَمْلِكْ.

اور حسن نے کہا: روزہ دار کو ناک میں دوا ڈالنے میں کوئی حرج نہیں، اگر وہ اس کے حلق تک نہ پہنچے اور وہ سرمہ لگا سکتا ہے۔ اور عطا نے کہا: اگر کلی کرے، پھر منہ میں جو پانی ہے اسے پھینک دے تو اسے کچھ نقصان نہیں اگر وہ اپنا تھوک اور جو اس کے منہ میں بچا ہے اسے نہ نگلے اور مصطگی نہ نگلے، اگر مصطگی کا تھوک نگل لے تو میں یہ نہیں کہتا کہ اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا لیکن اس سے منع کیا جاتا ہے، اگر ناک میں پانی چڑھائے اور پانی حلق میں چلا جائے تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ اس کا کوئی اختیار نہیں رہا۔

فائدہ: ”عِلْكٌ“ سے مراد ایسی چیز ہے جو چبانے سے منہ ہی میں رہے جیسے مصطگی یا لوبان ہے، بشرطیکہ اس سے کوئی چیز حل ہو کر اندر نہ جائے، اگر اس سے کچھ حل ہو کر اندر جاتا ہے تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اور اگر وہ صرف منہ کی رطوبت خشک کرنے کے لیے استعمال ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (فتح الباری)

٢٩- بَابٌ: إِذَا جَامَعَ فِي رَمَضَانَ

29۔ باب: جب رمضان میں جماع کرے

وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ: « مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ وَلَا مَرَضٍ، لَمْ يَقْضِهِ صِيَامُ الدَّهْرِ وَإِنْ صَامَهُ » وَبِهِ قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ. وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَالشَّعْبِيُّ وَابْنُ جُبَيْرٍ وَإِبْرَاهِيمُ وَقَتَادَةُ وَحَمَّادٌ: يَقْضِي يَوْمًا مَكَانَهُ.

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا جاتا ہے، انھوں نے اسے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا: ”جو شخص رمضان کے ایک دن کا روزہ کسی عذر یا بیماری کے بغیر توڑ دے تو ہمیشہ روزہ رکھنا بھی اس کی قضا نہیں ہو سکتا، خواہ وہ رکھ بھی لے۔“ اور یہی ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے۔ اور سعید بن مسیب اور شعبی اور ابن جبیر اور ابراہیم اور قتادہ اور حماد نے کہا: اس کی جگہ ایک

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

روزہ رکھ لے۔

فائدہ کوئی شخص اگر ماہ رمضان کا روزہ بیوی سے جماع کے ساتھ توڑ دے تو اس پر کفارہ لازم ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے ہی فرمایا ہے۔ اس کفارے سے اس کے گناہ کا جبر ہو جائے گا یعنی نقصان پورا ہو جائے گا۔ لیکن اگر کوئی شخص بیماری یا سفر یا حقیقی عذر کے بغیر کچھ کھا پی کر یا کسی اور طریقے سے روزہ توڑ دے تو اس کے متعلق اختلاف ہے۔ امام بخاری ؒ نے پہلے یہ قول ذکر کیا ہے کہ اس کا کوئی کفارہ نہیں، نہ ہی اس کی قضا ہو سکتی ہے خواہ وہ ساری عمر روزہ رکھتا رہے۔ اس کی تائید میں ابو ہریرہ ؓ سے مروی مرفوع حدیث ذکر کی ہے اور " يُذْكَرُ " کے لفظ کے ساتھ اس کے ضعف کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ بیان کر دیا کہ ابن مسعود ؓ بھی یہی کہتے ہیں۔ دوسرا قول متعدد تابعین کا ہے کہ اس کی جگہ ایک روزہ رکھ لے، گویا اس کی قضا ہے، کفارہ نہیں۔ اگرچہ پہلا قول زیادہ قوی ہے مگر احتیاط اسی میں ہے کہ اس کی جگہ ایک روزہ رکھ لے مگر اسے کافی نہ سمجھے بلکہ ساری عمر توبہ و استغفار کرتا رہے۔ البتہ ایسی صورت میں کفارے کا کوئی ثبوت نہیں، نہ ہی اسے بیوی کے ساتھ جماع پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔

١٩٣٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُنِيرٍ، سَمِعَ يَزِيدَ بْنَ هَارُونَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى هُوَ ابْنُ سَعِيدٍ : أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الْقَاسِمِ أَخْبَرَهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ ابْنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ بْنِ خُوَيْلِدٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ : أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تَقُولُ : إِنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ : إِنَّهُ احْتَرَقَ، قَالَ : « مَا لَكَ ؟ » قَالَ : أَصَبْتُ أَهْلِي فِي رَمَضَانَ، فَأُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِمِكْتَلٍ يُدْعَى الْعَرَقَ، فَقَالَ : « أَيْنَ الْمُحْتَرِقُ ؟ » قَالَ : أَنَا، قَالَ : « تَصَدَّقْ بِهَذَا » [انظر : ٦٨٢٢ - أخرجه مسلم : ١١١٢]

1935- عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ وہ جل گیا، آپ نے فرمایا: "تمھیں کیا ہوا؟" اس نے کہا: میں نے رمضان میں اپنی بیوی سے صحبت کر لی، تو آپ کے پاس (کھجوروں کا) ایک تھیلا لایا گیا جسے عرق کہا جاتا ہے، آپ نے فرمایا: "وہ جلنے والا کہاں ہے؟" اس نے کہا: میں ہوں۔ آپ نے فرمایا: "تو اس کو صدقہ کر دے۔"

فائدہ یہ حدیث مختصر ہے، اس میں رمضان کے اندر جان بوجھ کر دن کو بیوی سے جماع کرنے والے کے کفارے کے لیے صرف کھانا کھلانے کا ذکر ہے۔ مفصل حدیث میں پہلے غلام آزاد کرنے کا، اس کی طاقت نہ ہو تو پے در پے دو ماہ کے روزے رکھنے کا اور یہ بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کا حکم ہے، جیسا کہ اس کے بعد والے باب میں مفصل حدیث آ رہی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٣٠- بَابٌ: إِذَا جَامَعَ فِي رَمَضَانَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَيْءٌ، فَتُصُدِّقَ عَلَيْهِ فَلْيُكَفِّرْ

١٩٣٦- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! هَلَكْتُ، قَالَ: «مَا لَكَ؟» قَالَ: وَقَعْتُ عَلَى امْرَأَتِي وَأَنَا صَائِمٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً تُعْتِقُهَا؟» قَالَ: لَا، قَالَ: «فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ؟» قَالَ: لَا، فَقَالَ: «فَهَلْ تَجِدُ إِطْعَامَ سِتِّينَ مِسْكِينًا؟» قَالَ: لَا، قَالَ: فَمَكَثَ النَّبِيُّ ﷺ، فَبَيْنَا نَحْنُ عَلَى ذٰلِكَ أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِعَرَقٍ فِيهَا تَمْرٌ - وَالْعَرَقُ الْمِكْتَلُ - قَالَ: «أَيْنَ السَّائِلُ؟» فَقَالَ: أَنَا، قَالَ: «خُذْهَا، فَتَصَدَّقْ بِهِ» فَقَالَ الرَّجُلُ: أَعَلَى أَفْقَرَ مِنِّي يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ فَوَاللّٰهِ! مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا - يُرِيدُ الْحَرَّتَيْنِ - أَهْلُ بَيْتٍ أَفْقَرُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي، فَضَحِكَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى بَدَتْ أَنْيَابُهُ، ثُمَّ قَالَ: «أَطْعِمْهُ أَهْلَكَ» [انظر: ١٩٣٧، ٢٦٠٠، ٥٣٦٨، ٦٠٨٧، ٦١٦٤، ٦٧٠٩، ٦٧١٠، ٦٧١١، ٦٨٢١- أخرجه مسلم: ١١١١]

30- باب: جب رمضان میں جماع کرے اور اس کے پاس کوئی چیز نہ ہو، پھر اس پر صدقہ کیا جائے تو وہ کفارہ دے دے

1936- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس اثنا میں کہ ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ کے پاس ایک آدمی آیا، اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں ہلاک ہوگیا۔ آپ نے فرمایا: ”تمھیں کیا ہوا؟“ اس نے کہا: میں نے روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے صحبت کر لی۔ آپ نے فرمایا: ”کیا تمھارے پاس کوئی لونڈی غلام ہے جسے آزاد کر دو؟“ اس نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: ”کیا تم دو مہینے پے در پے روزے رکھ سکتے ہو؟“ اس نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: ”کیا تمھارے پاس ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی گنجائش ہے؟“ اس نے کہا: نہیں۔ تو نبی ﷺ کچھ دیر ٹھہرے رہے، ہم اسی طرح بیٹھے ہوئے تھے کہ نبی ﷺ کے پاس کھجوروں کا ایک بڑا تھیلا آیا جسے مکتل کہا جاتا ہے، آپ نے فرمایا: ”وہ سوال کرنے والا کہاں ہے؟“ اس نے کہا: میں ہوں۔ آپ نے فرمایا: ”یہ لے لو اور اسے صدقہ کر دو۔“ وہ آدمی کہنے لگا: یا رسول اللہ! کیا اپنے سے زیادہ محتاج پر صدقہ کروں؟ اللہ کی قسم مدینہ کے دونوں جانب کی پتھروں والی زمینوں کے درمیان کسی گھر والے میرے گھر والوں سے زیادہ محتاج نہیں ہیں۔ نبی ﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کے نوک والے دانت ظاہر ہو گئے، پھر آپ نے فرمایا: ”اسے اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص کے ذمے کفارہ ہے اگر وہ اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس سے کفارہ معاف نہیں ہوگا بلکہ جب لوگ اسے صدقہ دیں تو اسے کفارہ دینا ہوگا۔

٣١- بَابُ الْمُجَامِعِ فِي رَمَضَانَ هَلْ يُطْعِمُ أَهْلَهُ مِنَ الْكَفَّارَةِ إِذَا كَانُوا مَحَاوِيجَ ؟

١٩٣٧- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: إِنَّ الْأَخِرَ وَقَعَ عَلَى امْرَأَتِهِ فِي رَمَضَانَ، فَقَالَ: «أَتَجِدُ مَا تُحَرِّرُ رَقَبَةً؟» قَالَ: لَا، قَالَ: «فَتَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ؟» قَالَ: لَا، قَالَ: «أَفَتَجِدُ مَا تُطْعِمُ بِهِ سِتِّينَ مِسْكِينًا؟» قَالَ: لَا، قَالَ: فَأُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِعَرَقٍ فِيهِ تَمْرٌ - وَهُوَ الزَّبِيلُ - قَالَ: «أَطْعِمْ هَذَا عَنْكَ» قَالَ: عَلَى أَحْوَجَ مِنَّا؟ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا أَهْلُ بَيْتٍ أَحْوَجُ مِنَّا، قَالَ: «فَأَطْعِمْهُ أَهْلَكَ» [راجع: ١٩٣٦- أخرجه مسلم: ١١١١]

31- باب: رمضان میں جماع کرنے والا کیا کفارے میں سے اپنے گھر والوں کو کھلا سکتا ہے، جب وہ محتاج ہوں؟

1937- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: یہ بدنصیب اپنی عورت پر رمضان میں جا پڑا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”کیا تمھارے پاس غلام یا لونڈی آزاد کرنے کے لیے ہے؟“ اس نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: ”تو کیا تم دو مہینے پے در پے روزے رکھ سکتے ہو؟“ اس نے کہا: نہیں۔ فرمایا: ”تو کیا تمھارے پاس اتنا ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکو؟“ اس نے کہا: نہیں۔ پھر نبی ﷺ کے پاس کھجوروں کا ایک تھیلا لایا گیا جسے زبیل کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”یہ اپنی طرف سے کھلا دو۔“ اس نے کہا: کیا اس کو جو ہم سے زیادہ محتاج ہو؟ اس (مدینہ) کی دو پتھروں والی زمینوں کے درمیان کوئی گھر والے ہم سے زیادہ محتاج نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”پھر اسے اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔“

فائدہ: اس حدیث کی باب سے مناسبت بالکل واضح ہے۔

٣٢- بَابُ الْحِجَامَةِ وَالْقَيْءِ لِلصَّائِمِ

وَقَالَ لِي يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ بْنِ ثَوْبَانَ، سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: إِذَا قَاءَ فَلَا

32- باب: روزے دار کا سینگی لگوانا اور قے کرنا

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جب قے کرے تو روزہ نہ کھولے، کیونکہ وہ نکال رہا ہے، اندر نہیں لے جا رہا۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِمُفْطِرٍ إِنَّمَا يُخْرِجُ وَلَا يُولِجُ . وَ يُذْكَرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّهُ يُفْطِرُ، وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ .

اور پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعِكْرِمَةُ : الصَّوْمُ مِمَّا دَخَلَ وَلَيْسَ مِمَّا خَرَجَ . وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَحْتَجِمُ وَهُوَ صَائِمٌ، ثُمَّ تَرَكَهُ، فَكَانَ يَحْتَجِمُ بِاللَّيْلِ. وَاحْتَجَمَ أَبُو مُوسَى لَيْلًا . وَيُذْكَرُ عَنْ سَعْدٍ وَزَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ وَأُمِّ سَلَمَةَ : احْتَجَمُوا صِيَامًا. وَقَالَ بُكَيْرٌ عَنْ أُمِّ عَلْقَمَةَ : كُنَّا نَحْتَجِمُ عِنْدَ عَائِشَةَ فَلَا تَنْهَى .

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عکرمہ نے کہا: روزہ اس چیز سے ٹوٹتا ہے جو اندر جائے، اس سے نہیں جو باہر نکلے۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما روزے کی حالت میں سینگی لگواتے تھے، پھر انھوں نے اسے ترک کر دیا اور وہ رات کو سینگی لگواتے تھے، ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے رات کو سینگی لگوائی۔ اور سعد اور زید بن ارقم اور ام سلمہ رضی اللہ عنہم سے ذکر کیا جاتا ہے کہ انھوں نے روزے کی حالت میں سینگی لگوائی۔ اور بکیر نے ام علقمہ سے بیان کیا کہ ہم عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس سینگی لگواتی تھیں تو وہ منع نہیں کرتی تھیں۔

وَيُرْوَى عَنِ الْحَسَنِ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مَرْفُوعًا، فَقَالَ : « أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ » وَقَالَ لِي عَيَّاشٌ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ الْحَسَنِ مِثْلَهُ، قِيلَ لَهُ : عَنِ النَّبِيِّ ﷺ؟ قَالَ : نَعَمْ، ثُمَّ قَالَ: اللَّهُ أَعْلَمُ .

اور حسن سے روایت بیان کی جاتی ہے کہ انھوں نے کئی ایک سے مرفوعاً بیان کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”سینگی لگانے والے اور لگوانے والے نے روزہ توڑ دیا۔“ اور مجھے عیاش نے کہا: ہمیں عبدالاعلیٰ نے بیان کیا کہ ہمیں یونس نے حسن سے اسی طرح بیان کیا۔ ان سے پوچھا گیا: یہ روایت نبی ﷺ سے ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں! پھر انھوں نے کہا: اللہ خوب جاننے والا ہے۔

١٩٣٨۔ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ احْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ، وَاحْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ . [راجع : ١٨٣٥- أخرجه مسلم: ١٢٠٢]

1938۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے سینگی لگوائی جب کہ آپ احرام میں تھے اور آپ نے سینگی لگوائی جب کہ آپ روزے سے تھے۔

١٩٣٩۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ،

1939۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: احْتَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ صَائِمٌ.

[راجع: ١٨٣٥- أخرجه مسلم: ١٢٠٢ بقطعة لم ترد في هذه الطريق]

سینگی لگوائی جب کہ آپ روزہ دار تھے۔

١٩٤٠- حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ ثَابِتًا الْبُنَانِيَّ قَالَ: يُسْأَلُ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَكُنْتُمْ تَكْرَهُونَ الْحِجَامَةَ لِلصَّائِمِ؟ قَالَ: لَا، إِلَّا مِنْ أَجْلِ الضَّعْفِ.

وَ زَادَ شَبَابَةُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ.

1940۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا: کیا تم روزہ دار کے لیے سینگی لگوانے کو برا جانتے تھے؟ کہا: نہیں، مگر ضعف کی وجہ سے ناپسند کرتے تھے۔

اور شبابہ نے یہ الفاظ زیادہ بیان کیے کہ ہمیں شعبہ نے بیان کیا: نبی ﷺ کے عہد میں۔

فوائد 1 امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں قے اور حجامہ کا اکٹھا ذکر کر دیا ہے، حالانکہ ان کی عادت ہے کہ ایک حدیث میں اگر دو مسئلے ہیں تو وہ ان کے لیے الگ الگ باب باندھتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ معنوی طور پر دونوں میں ایک ہی چیز پائی جاتی ہے اور وہ ہے جسم سے کسی چیز کا نکلنا یا نکالنا اور نکالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ابن عباس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم نے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ روزہ اس چیز سے ٹوٹتا ہے جو داخل ہو، اس سے نہیں جو خارج ہو۔ امام صاحب نے اگرچہ باب میں فیصلہ نہیں کیا کہ قے کرنے سے یا سینگی لگوانے سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں مگر وہ جتنے آثار لائے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ قے کرنے یا سینگی لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اسی لیے انھوں نے "أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَ الْمَحْجُومُ" (سینگی لگانے والے اور لگوانے والے نے روزہ توڑ دیا) کے بعد وہ حدیث ذکر کی ہے جس میں ہے: «إِنَّهُ احْتَجَمَ وَ هُوَ صَائِمٌ» "آپ ﷺ نے روزہ کی حالت میں سینگی لگوائی۔" (فتح الباری) بعض لوگوں نے اس قاعدے پر کہ روزہ خارج ہونے والی چیز سے نہیں ٹوٹتا اعتراض کیا ہے کہ انزال سے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟ اس کا جواب ایک تو یہ ہے کہ اس میں صرف منی نکلنا روزہ ٹوٹنے کا باعث نہیں، ورنہ احتلام سے بھی ٹوٹ جاتا، بلکہ اس میں جماع یا اس کے متعلقات روزہ ٹوٹنے کا باعث ہوتے ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ انزال کے متعلق تو حدیث میں حکم آ گیا، یہاں بھی اگر صحیح حدیث ہو تو اسے مان لیا جائے گا۔

2 امام بخاری رحمہ اللہ اور ان اہلِ علم کا موقف جن کے اقوال بخاری نے ذکر کیے ہیں یہی ہے کہ قے سے روزہ نہیں ٹوٹتا خواہ خود قے کرے یا اسے بے اختیار قے آ جائے، مگر امت کے اکثر اہلِ علم دونوں کے درمیان فرق کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ خود بخود قے آ جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا، لیکن اگر آدمی خود جان بوجھ کر قے کرے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ ان کی دلیل ایک تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «مَنْ ذَرَعَهُ قَيْءٌ وَهُوَ صَائِمٌ فَلَيْسَ عَلَيْهِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قَضَاءٌ وَإِنِ اسْتَقَاءَ فَلْيَقْضِ ﴾ [أبو داوٗد : ۲۳۸۰] ''جس شخص پر قے غالب آ جائے اور وہ روزہ دار ہو تو اس پر قضا لازم نہیں اور اگر وہ خود قے کرے تو قضا دے۔'' امام بخاری اور ترمذی اس حدیث کو صحیح نہیں سمجھتے۔ (دیکھیے ترمذی: ۷۲۰) مگر بہت سے ائمہ نے اسے صحیح کہا ہے، اس لیے امت کی اکثریت جان بوجھ کر قے کرنے سے روزہ ٹوٹنے کی قائل ہے۔ دوسری حدیث ابو الدرداء اور ثوبان رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: ﴿ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاءَ فَأَفْطَرَ ﴾ [أبو داوٗد : ۲۳۸۱] ''رسول اللہ ﷺ نے قے کی تو روزہ کھول دیا۔'' اس سے معلوم ہوا کہ قے کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ جو لوگ روزہ ٹوٹنے کے قائل نہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ دونوں الگ الگ کام ہیں، افطار کا باعث قے نہیں، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ قے کرنے سے آپ کو ضعف ہو گیا ہو، اس لیے آپ نے روزہ کھول دیا ہو۔ ایک اور توجیہ جسے حافظ رحمہ اللہ نے اس سے بہتر کہا ہے یہ ہے کہ '' قَاءَ فَأَفْطَرَ '' کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے جان بوجھ کر قے کی تھی، اس لیے روزہ افطار کر دیا۔ بہر حال احتیاط اسی میں ہے کہ جان بوجھ کر خود قے کرنے سے روزہ دوبارہ رکھنا چاہیے۔ (واللہ اعلم)

3 حجامہ کے متعلق امام صاحب نے پہلے صحابہ کے آثار کا ذکر کیا ہے جن میں سے بعض روزوں کے ایام میں رات کو سینگی لگواتے تھے اور بعض روزے کی حالت میں سینگی لگوا لیتے تھے۔ اس کے بعد مرفوع حدیث: '' أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُوْمُ '' لائے ہیں اور آخر میں ابن عباس اور انس رضی اللہ عنہم کی احادیث لائے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی روزے کی حالت میں سینگی لگوا سکتا ہے۔ اس بظاہر تعارض کو بعض اہلِ علم نے اس طرح دور کیا ہے کہ حدیث: '' أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُوْمُ '' کو ضعیف کہہ دیا ہے، مگر حق یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اس لیے اس کی صحیح توجیہ دو طرح کی جا سکتی ہے: پہلی یہ کہ '' أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُوْمُ '' منسوخ ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا حجامہ کے جواز کی حدیثوں کو بعد میں ذکر کرنا اس کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے۔ حافظ ابن حزم رحمہ اللہ نے کہا: حدیث : '' أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُوْمُ '' بلاشک وشبہ صحیح ہے، لیکن ہمیں ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث مل گئی: ﴿ أَرْخَصَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحِجَامَةِ لِلصَّائِمِ ﴾ ''نبی ﷺ نے روزہ دار کے لیے سینگی لگوانے کی رخصت دی۔'' اور اس کی اسناد صحیح ہے، اس لیے اسے قبول کرنا واجب ہے، کیونکہ رخصت عزیمت کے بعد ہوتی ہے۔ یہ دلیل ہے کہ سینگی لگانے اور لگوانے والے کا روزہ ٹوٹنے کی حدیث منسوخ ہے۔ المحلّی (۳۳۵/۴) میں ابن حزم نے اور الاستذکار (۳۲۴/۳) میں ابن عبد البر نے بھی '' أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُوْمُ '' کو منسوخ کہا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں بہترین حدیثوں میں سے ایک وہ ہے جو عبد الرزاق (۷۵۳۵) اور ابوداؤد (۲۳۷۴) نے عبد الرحمن بن عابس، عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ، عن رجل من اصحاب النبی ﷺ کے طریق سے بیان کی ہے، انھوں نے کہا: ﴿ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحِجَامَةِ لِلصَّائِمِ وَالْمُوَاصَلَةِ وَلَمْ يُحَرِّمْهُمَا إِبْقَاءً عَلٰى أَصْحَابِهِ ﴾ اس حدیث میں ''إِبْقَاءً'' نہی کے متعلق ہے، یعنی نبی ﷺ نے روزہ دار کو سینگی لگوانے سے اور پے در پے اکٹھے روزے رکھنے سے اپنے ساتھیوں پر رحم کی وجہ سے منع کر دیا اور ان کو حرام قرار نہیں دیا۔ اس کی سند صحیح ہے اور صحابی کا نام معلوم نہ ہونے کا کچھ نقصان نہیں۔ اور ابن ابی شیبہ (۳۰۹/۲، ح: ۹۳۲۸) نے وکیع عن الثوری کے طریق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے اسی سند کے ساتھ روایت کیا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: « عَنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا: إِنَّمَا نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحِجَامَةِ لِلصَّائِمِ وَالْوِصَالِ فِي الصِّيَامِ إِبْقَاءً عَلَى أَصْحَابِهِ » ''یعنی اصحاب محمد ﷺ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ نے روزہ دار کو سینگی لگانے سے اور پے درپے اکٹھے روزے رکھنے سے منع کیا اپنے ساتھیوں پر رحم کرتے ہوئے۔'' (ملخص فتح الباری) اس باب کی آخری حدیث میں انس رضی اللہ عنہ کے الفاظ اس توجیہ کی تائید کر رہے ہیں۔

٣٣۔ بَابُ الصَّوْمِ فِي السَّفَرِ وَالْإِفْطَارِ

33۔ باب: سفر میں روزہ رکھنا اور نہ رکھنا

١٩٤١۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ، سَمِعَ ابْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَقَالَ لِرَجُلٍ: « انْزِلْ فَاجْدَحْ لِي » قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! الشَّمْسُ، قَالَ: « انْزِلْ فَاجْدَحْ لِي » قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! الشَّمْسُ، قَالَ: « انْزِلْ فَاجْدَحْ لِي » فَنَزَلَ فَجَدَحَ لَهُ فَشَرِبَ، ثُمَّ رَمَى بِيَدِهِ هَاهُنَا، ثُمَّ قَالَ: « إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ أَقْبَلَ مِنْ هَاهُنَا، فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ »

1941۔ ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ آپ نے ایک آدمی سے کہا: ''اُترو اور میرے لیے ستو گھول کر تیار کرو۔'' اس نے کہا: یا رسول اللہ! سورج (موجود ہے)۔ آپ نے فرمایا: ''اُترو اور میرے لیے ستو گھول کر تیار کرو۔'' اس نے کہا: یا رسول اللہ! سورج (موجود ہے)۔ آپ نے فرمایا: ''اُترو اور میرے لیے ستو گھول کر تیار کرو۔'' تو وہ صاحب اترے اور آپ کے لیے ستو کو گھول کر تیار کیا تو آپ نے پی لیا، پھر اس طرف ہاتھ کے ساتھ اشارہ کیا اور فرمایا: ''جب تم رات کو دیکھو کہ یہاں سے آ رہی ہے تو روزہ دار کا روزہ کھل گیا۔''

تَابَعَهُ جَرِيرٌ وَ أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ. [انظر: ١٩٥٥، ١٩٥٦، ١٩٥٨، ٥٢٩٧۔ أخرجه مسلم: ١١٠١]

جریر اور ابو بکر بن عیاش نے شیبانی سے بیان کرنے میں سفیان کی متابعت کی ہے کہ شیبانی نے ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے بیان کیا، انھوں نے کہا: میں ایک سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھا۔

١٩٤٢۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ حَمْزَةَ بْنَ عَمْرٍو الْأَسْلَمِيَّ قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنِّي أَسْرُدُ

1942۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! میں مسلسل روزے رکھتا ہوں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

الصَّوْمِ. [راجع : ١٩٤٣- أخرجه مسلم : ١١٢١

مطولاً]

١٩٤٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ : أَنَّ حَمْزَةَ بْنَ عَمْرٍو الْأَسْلَمِيَّ قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ : أَأَصُومُ فِي السَّفَرِ؟ - وَكَانَ كَثِيرَ الصِّيَامِ - فَقَالَ : « إِنْ شِئْتَ فَصُمْ، وَ إِنْ شِئْتَ فَأَفْطِرْ » [راجع : ١٩٤٢- أخرجه مسلم : ١١٢١]

1943- نبی ﷺ کی زوجہ عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ حمزہ بن عمرو اسلمی ؓ نے نبی ﷺ سے کہا: کیا میں سفر میں روزے رکھ سکتا ہوں؟ اور وہ بہت روزے رکھتے تھے۔ آپ نے فرمایا: ’’اگر چاہو تو روزہ رکھو، چاہو تو نہ رکھو۔‘‘

فوائد: 1 عبد اللہ بن ابی اوفی ؓ کی حدیث کی باب سے مطابقت یہ ہے کہ حدیث کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ نبی ﷺ سفر میں روزہ دار تھے، اسی لیے آپ نے بار بار پینے کے لیے ستو تیار کرنے کا کہا اور ستو بنانے والے نے ابھی سورج موجود ہونے پر اصرار کیا۔ اسی حدیث میں دوسری جگہ (۱۹۰۰) اس بات کی صراحت ہے: « كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ وَهُوَ صَائِمٌ » ’’ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور آپ روزہ دار تھے۔‘‘ معلوم ہوا سفر میں اگر چاہے تو آدمی روزہ رکھ سکتا ہے۔

2 حمزہ بن عمرو اسلمی ؓ کا یہ سوال رمضان کے روزوں کے بارے میں تھا، اس کی دلیل صحیح مسلم کی حدیث (۱۱۲۱/۱۰۷) ہے کہ حمزہ ؓ نے کہا: یا رسول اللہ! میں اپنے آپ میں سفر کے اندر روزہ رکھنے کی قوت پاتا ہوں تو کیا مجھ پر کوئی گناہ ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: « هِيَ رُخْصَةٌ مِنَ اللّٰهِ، فَمَنْ أَخَذَ بِهَا فَحَسَنٌ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَصُوْمَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ » ’’یہ اللہ کی طرف سے رخصت ہے، تو جو اسے لے لے اچھا ہے اور جو روزہ رکھنا چاہے اس پر کوئی گناہ نہیں۔‘‘ یہاں آپ نے رخصت کا لفظ استعمال فرمایا ہے اور رخصت فرض ہی سے ہوتی ہے، نفل میں تو ہمیشہ رخصت ہی رخصت ہے۔ خلاصہ دونوں حدیثوں کا یہ ہے کہ سفر میں روزہ رکھنے اور نہ رکھنے دونوں کی اجازت ہے۔ البتہ اگر شدید مشقت کا خطرہ ہو تو روزہ نہیں رکھنا چاہیے، جیسا کہ صحیح بخاری حدیث (۱۹۴۶) میں ہے کہ آپ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا جس پر سایہ کیا جا رہا تھا اور اس کے گرد بھیڑ جمع تھی، آپ نے فرمایا: « لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ » ’’سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں ہے۔‘‘ البتہ اگر آسانی سے روزہ رکھ سکتا ہو تو رکھنا بہتر ہے، کیونکہ بعد میں اکیلے روزے رکھنے میں دشواری ہوتی ہے اور کیا معلوم کہ رکھ سکے گا یا نہیں۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

٣٤ـ بَابٌ : إِذَا صَامَ أَيَّامًا مِنْ رَمَضَانَ ثُمَّ سَافَرَ

34۔ باب: جب رمضان کے کچھ روزے رکھے پھر سفر کرے

١٩٤٤ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ فِي رَمَضَانَ، فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ الْكَدِيدَ أَفْطَرَ، فَأَفْطَرَ النَّاسُ.

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ : وَالْكَدِيدُ : مَاءٌ بَيْنَ عُسْفَانَ وَقُدَيْدٍ. [انظر : ١٩٤٨، ٢٩٥٣، ٤٢٧٥، ٤٢٧٦، ٤٢٧٧، ٤٢٧٨، ٤٢٧٩ـ أخرجه مسلم : ١١١٣]

1944۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں مکہ کی طرف نکلے اور روزہ رکھا، یہاں تک کہ کدید مقام پر پہنچے تو روزہ کھول دیا اور لوگوں نے بھی روزہ کھول دیا۔

ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: ''کدید'' عسفان اور قدید کے درمیان واقع ایک پانی ہے۔

فائدہ حافظ رحمہ اللہ نے کہا: معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کے ساتھ علی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے ضعیف ہونے کی طرف اور ان کے سوا دوسرے حضرات سے مروی روایات کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے جن میں ہے کہ جو شخص چاند طلوع ہونے کے وقت اپنے گھر پر موجود ہو، پھر اس کے بعد سفر اختیار کرے اسے روزہ چھوڑنے کی اجازت نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ [البقرة : ١٨٥] ''تو تم میں سے جو شخص اس مہینے میں گھر پر موجود ہو وہ اس کے روزے رکھے۔'' صحیح بخاری کی یہ حدیث اس روایت کا رد کرتی ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان میں سفر اختیار کرنے کے باوجود دوران سفر روزہ کھول دیا۔ رہی یہ بات کہ اس حدیث میں قرآن سے استدلال کیا گیا ہے تو اس کا جواب آیت ہی میں موجود ہے: ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ [البقرة : ١٨٤] ''پھر تم میں سے جو بیمار ہو یا سفر پر ہو وہ دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرے۔''

یاد رہے کہ آپ کا یہ سفر غزوۂ فتح مکہ کے لیے تھا۔ (فتح الباری)

٣٥ـ بَابٌ

35۔ باب (بلاعنوان)

١٩٤٥ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ حَمْزَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ : أَنَّ إِسْمَاعِيلَ بْنَ عُبَيْدِ اللَّهِ حَدَّثَهُ، عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ،

1945۔ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک گرم دن میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کے بعض سفروں میں نکلے، یہاں تک کہ آدمی گرمی کی شدت کی وجہ سے اپنے سر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ فِي يَوْمٍ حَارٍّ، حَتَّى يَضَعَ الرَّجُلُ يَدَهُ عَلَى رَأْسِهِ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ، وَمَا فِينَا صَائِمٌ إِلَّا مَا كَانَ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ وَابْنِ رَوَاحَةَ.

[أخرجه مسلم: ١١٢٢]

پر ہاتھ رکھتا تھا اور نبی ﷺ اور ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کے سوا ہم میں سے کوئی روزہ دار نہیں تھا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص میں سفر کے اندر روزہ رکھنے کی طاقت ہو وہ روزہ رکھ سکتا ہے، بشرطیکہ اس سے ناقابل برداشت مشقت پیش نہ آ رہی ہو۔ واضح رہے کہ یہ سفر فتح مکہ والا نہیں ہوسکتا، کیونکہ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بالاتفاق غزوۂ فتح مکہ سے پہلے غزوۂ موتہ میں شہید ہو چکے تھے اور غزوۂ بدر بھی اگرچہ رمضان میں ہوا مگر وہ بھی یہاں مراد نہیں ہوسکتا، کیونکہ ابو الدرداء رضی اللہ عنہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، اس لیے یہ کسی اور رمضان کے سفر کا واقعہ ہے۔ (فتح الباری)

٣٦- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ لِمَنْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ وَاشْتَدَّ الْحَرُّ: «لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ»

36۔ باب: نبی ﷺ کا اس شخص کے متعلق کہنا جس پر سایہ کیا گیا تھا اور گرمی بہت شدید ہو چکی تھی کہ ”سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں ہے“

١٩٤٦- حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ ابْنَ عَمْرِو بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي سَفَرٍ فَرَأَى زِحَامًا وَرَجُلًا قَدْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: «مَا هَذَا؟» فَقَالُوا: صَائِمٌ، فَقَالَ: «لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ» [أخرجه مسلم: ١١١٥ بلفظ: "أن تصوموا"]

1946۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں تھے تو آپ نے ایک بھیڑ دیکھی اور ایک آدمی دیکھا جس پر سایہ کیا گیا تھا، آپ نے فرمایا: ”یہ کیا ہے؟“ لوگوں نے بتایا کہ روزہ دار ہے، تو آپ نے فرمایا: ”سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں ہے۔“

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ ”سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں“ ایک خاص موقع پر تھا، اس کا مطلب یہ نہیں کہ سفر میں روزہ رکھنا بے کار ہے، بلکہ سفر میں ایسا روزہ کوئی نیکی نہیں کہ آدمی بے بس ہو جائے اور اس پر لوگ جمع ہو کر کوئی سایہ کر رہے ہوں، کوئی پنکھا جھل رہا ہو۔ گویا اس حدیث کے ساتھ سفر میں روزہ رکھنے کے جواز اور

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کراہت کی احادیث کے درمیان تطبیق ہوگئی کہ اگر سفر میں روزہ شدید مشقت کا باعث ہو تو روزہ درست نہیں اور اگر ایسی مشقت نہ ہو تو روزہ رکھنے یا نہ رکھنے میں اختیار ہے۔

٣٧ - بَابٌ: لَمْ يَعِبْ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي الصَّوْمِ وَالْإِفْطَارِ

37۔ باب: نبی ﷺ کے اصحاب نے روزہ رکھنے یا نہ رکھنے میں ایک دوسرے پر عیب نہیں لگایا

١٩٤٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كُنَّا نُسَافِرُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ يَعِبِ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ، وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ. [أخرجه مسلم: ١١١٨]

1947۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ سفر کرتے تھے تو نہ روزہ دار نے بے روزہ پر عیب لگایا اور نہ ہی بے روزہ نے روزہ دار پر۔

فائدہ صحیح مسلم (۱۱۱۶/۹۶) میں ابو سعید رضی اللہ عنہ سے اس حدیث میں کچھ تفصیل ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: (كُنَّا نَغْزُو مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ، فَمِنَّا الصَّائِمُ وَمِنَّا الْمُفْطِرُ فَلَا يَجِدُ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ، يَرَوْنَ أَنَّ مَنْ وَجَدَ قُوَّةً فَصَامَ، فَإِنَّ ذَلِكَ حَسَنٌ وَيَرَوْنَ أَنَّ مَنْ وَجَدَ ضَعْفًا فَأَفْطَرَ، فَإِنَّ ذَلِكَ حَسَنٌ) ''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رمضان المبارک میں جنگ کے لیے جاتے تھے تو ہم میں سے کچھ روزے دار ہوتے اور کچھ روزے کے بغیر ہوتے۔ نہ روزہ دار بے روزہ پر اعتراض کرتا اور نہ بے روزہ آدمی روزہ دار پر اعتراض کرتا۔ وہ سمجھتے تھے کہ جس میں طاقت ہو وہ روزہ رکھ لے تو اچھی بات ہے اور جو کمزوری محسوس کرے اور روزہ نہ رکھے تب بھی اچھی بات ہے۔'' یہ حدیث اس بحث میں فیصلہ کن ہے کہ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا جائز ہی نہیں۔

٣٨ - بَابُ مَنْ أَفْطَرَ فِي السَّفَرِ لِيَرَاهُ النَّاسُ

38۔ باب: جو شخص سفر میں روزہ کھول دے تاکہ لوگ اسے دیکھ لیں

١٩٤٨ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ فَصَامَ حَتَّى

1948۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور آپ نے روزہ رکھا یہاں تک کہ عسفان پہنچ گئے، پھر آپ نے پانی منگوایا اور اسے اٹھا کر اپنے ہاتھوں پر رکھا، تاکہ آپ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَلَغَ عُسْفَانَ، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَرَفَعَهُ إِلَى يَدَيْهِ لِيُرِيَهُ النَّاسَ، فَأَفْطَرَ حَتَّى قَدِمَ مَكَّةَ، وَذَلِكَ فِي رَمَضَانَ، فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ: قَدْ صَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَفْطَرَ، فَمَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ. [راجع: ۱۹٤٤۔ أخرجه مسلم: ۱۱۱۳]

اسے لوگوں کو دکھائیں، پھر آپ نے روزہ کھول دیا، یہاں تک کہ آپ مکہ پہنچ گئے اور یہ رمضان کی بات ہے۔ اس لیے ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے روزہ رکھا ہے اور نہیں بھی رکھا، تو جو چاہے روزہ رکھ لے اور جو چاہے نہ رکھے۔

۳۹۔ بَابٌ: ﴿عَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ﴾ [البقرة: ۱۸٤]

39۔ باب: (اللہ تعالیٰ کا فرمان:) ”اور ان لوگوں پر جو اس کی طاقت رکھتے ہوں فدیہ (ایک مسکین کا کھانا ہے)“

قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَسَلَمَةُ بْنُ الْأَكْوَعِ: نَسَخَتْهَا: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰي سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰي مَا ھَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ [البقرة: ۱۸٥]

ابن عمر اور سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہم نے کہا: اسے اس آیت نے منسوخ کر دیا: ”رمضان کا مہینا وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا، جو لوگوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور ہدایت کی اور (حق و باطل میں) فرق کرنے کی واضح دلیلیں ہیں۔ تو تم میں سے جو اس مہینے میں حاضر ہو وہ اس کا روزہ رکھے اور جو بیمار ہو یا کسی سفر پر ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرنا ہے، اللہ تمھارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتا ہے اور تمھارے ساتھ تنگی کا ارادہ نہیں رکھتا اور تاکہ تم گنتی پوری کرو اور تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو اس پر کہ اس نے تمھیں ہدایت دی اور تاکہ تم شکر کرو۔“

وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، حَدَّثَنَا عَمْرُو ابْنُ مُرَّةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي لَيْلَى، حَدَّثَنَا أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ: نَزَلَ رَمَضَانُ فَشَقَّ عَلَيْهِمْ، فَكَانَ مَنْ أَطْعَمَ كُلَّ يَوْمٍ مِسْكِينًا تَرَكَ الصَّوْمَ مِمَّنْ يُطِيقُهُ، وَرُخِّصَ لَهُمْ فِي ذَلِكَ، فَنَسَخَتْهَا: ﴿وَأَنْ تَصُومُوا

اور ابن نمیر نے کہا: ہمیں اعمش نے بیان کیا کہ ہمیں عمرو بن مرہ نے بیان کیا کہ ہمیں ابن ابی لیلیٰ نے بیان کیا کہ ہمیں اصحاب محمد ﷺ نے بیان کیا کہ رمضان نازل ہوا تو لوگوں پر شاق گزرا، تو ان لوگوں میں سے جو اس کی طاقت رکھتا وہ ہر دن ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتا اور روزہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ [البقرة: ١٨٤] فَأُمِرُوا بِالصَّوْمِ.

چھوڑ دیتا اور انھیں اس کی رخصت دی گئی تھی، پھر اسے اس آیت نے منسوخ کر دیا: ''اور یہ کہ روزہ رکھو تمھارے لیے بہتر ہے۔'' تو انھیں روزہ رکھنے کا حکم دے دیا گیا۔

١٩٤٩- حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَرَأَ: (فِدْيَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينَ) قَالَ: هِيَ مَنْسُوخَةٌ. [انظر: ٤٥٠٦]

1949- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے یہ آیت پڑھی: ''ایک مسکین کا کھانا فدیہ ہے'' اور کہا یہ منسوخ ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ''عَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ'' میں اجازت تھی کہ جو چاہے روزہ رکھے، جو نہ رکھے وہ ایک مسکین کا کھانا فدیہ دے۔ پھر بھی فدیہ کی بجائے روزہ رکھو تو تمھارے لیے بہتر ہے، پھر یہ آیت منسوخ ہوگئی اور فدیہ دینے کی رخصت ختم ہوگئی اور ہر ایک پر روزہ رکھنا فرض ہوگیا۔ مگر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ''عَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ'' منسوخ نہیں بلکہ محکم ہے، لیکن یہ اس بوڑھے مرد یا عورت کے بارے میں ہے جو روزے کی طاقت نہیں رکھتے یا جوان کے حکم میں ہیں، مثلاً دائمی مریض جن کے تندرست ہونے کی امید نہیں۔ اس کی تفصیل ''کتاب التفسیر (۴۵۰۵)'' میں آئے گی جہاں امام بخاری نے اس کا ذکر کیا ہے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

٤٠ - بَابٌ: مَتَى يُقْضَى قَضَاءُ رَمَضَانَ؟

40- باب: رمضان کی قضا کب دی جائے؟

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَا بَأْسَ أَنْ يُفَرَّقَ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ [البقرة: ١٨٤] وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ فِي صَوْمِ الْعَشْرِ: لَا يَصْلُحُ حَتَّى يَبْدَأَ بِرَمَضَانَ. وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ: إِذَا فَرَّطَ حَتَّى جَاءَ رَمَضَانُ آخَرُ، يَصُومُهُمَا، وَلَمْ يَرَ عَلَيْهِ طَعَامًا. وَ يُذْكَرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مُرْسَلًا وَابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّهُ يُطْعِمُ. وَلَمْ يَذْكُرِ اللّٰهُ الْإِطْعَامَ، إِنَّمَا قَالَ: ﴿فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ [البقرة: ١٨٤]

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: کوئی حرج نہیں کہ روزہ الگ الگ رکھ لے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''پس دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرنا ہے۔'' اور سعید بن مسیب رحمہ اللہ نے کہا: ذوالحجہ کے دس دنوں کا روزہ درست نہیں جب تک پہلے رمضان کے روزے نہ رکھے۔ اور ابراہیم نے کہا: جب کوتاہی کرے حتیٰ کہ دوسرا رمضان آ جائے تو دونوں کے روزے رکھے اور انھوں نے اس کے ذمے کوئی کھانا کھلانا قرار نہیں دیا۔ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت میں اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ کھانا کھلائے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے کھانا کھلانے کا ذکر نہیں فرمایا، صرف یہ فرمایا ہے: ''دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرنا ہے۔''

فائدہ: اس باب میں کئی مسئلے بیان ہوئے ہیں، ایک یہ کہ رمضان کی قضا جب بھی آسانی سے دے سکے دے سکتا ہے حتیٰ کہ اگر کوتاہی کی وجہ سے دوسرا رمضان آنے تک قضا نہ دے سکے تو رمضان کے بعد دے لے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ﴾ اس کے مطابق وہ دوسرے دن کوئی بھی ہو سکتے ہیں۔ دوسرا مسئلہ یہ کہ رمضان کی قضا ذوالحجہ کے پہلے دس دنوں میں بھی دے سکتے ہیں۔ اگر کسی کے ذمے رمضان کے روزے ہوں تو عشرۂ ذوالحجہ کے نفل روزوں سے پہلے فرض روزوں کی قضا دے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: « فَدَيْنُ اللَّهِ أَحَقُّ أَنْ يُقْضَى » [بخاري : ١٩٥٣] ''اللہ کا قرض زیادہ حق رکھتا ہے کہ ادا کیا جائے۔'' تیسرا مسئلہ یہ کہ اگر دوسرے رمضان کے بعد قضا دی جائے تو قضا ہی کافی ہے، بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے جو یہ ذکر کیا گیا ہے کہ قضا کے ساتھ کھانا بھی کھلائے یہ درست نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صرف دوسرے دنوں میں روزہ رکھنے کا ذکر کیا ہے، کھانا کھلانے کا ذکر نہیں کیا۔ اسی طرح بعض صحابہ سے جو آیا ہے کہ اگر دوسرا رمضان آ جائے اور پہلے رمضان کے روزے رہتے ہوں تو ہر روزے کے بدلے کھانا کھلا دے، قضا نہ دے، یہ بھی درست نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرنے کا حکم دیا ہے، کھانا کھلانے کا نہیں۔

١٩٥٠- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تَقُولُ: كَانَ يَكُونُ عَلَيَّ الصَّوْمُ مِنْ رَمَضَانَ، فَمَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَقْضِيَ إِلَّا فِي شَعْبَانَ، قَالَ يَحْيَى: الشُّغْلُ مِنَ النَّبِيِّ، أَوْ بِالنَّبِيِّ ﷺ. [أخرجه مسلم: ١١٤٦]

1950- عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہا کرتی تھیں: میرے ذمے رمضان کے روزے ہوتے تھے تو میں ان کی قضا شعبان ہی میں دے سکتی تھی۔ یحییٰ نے کہا: ان کی مراد یہ ہے کہ نبی ﷺ سے مشغولیت کی وجہ سے یا نبی ﷺ کے ساتھ مشغولیت کی وجہ سے۔

فائدہ: اس حدیث سے باب کا مسئلہ ثابت ہوا کہ رمضان کے روزوں کی قضا فوراً واجب نہیں، بلکہ ٹھہر کر بھی دی جا سکتی ہے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ یہ قضا آئندہ رمضان سے پہلے دے دینی چاہیے، جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا شعبان میں دے دیا کرتی تھیں۔

٤١- بَابٌ: الْحَائِضُ تَتْرُكُ الصَّوْمَ وَالصَّلَاةَ

41- باب: حیض والی عورت روزہ اور نماز چھوڑ دے

وَقَالَ أَبُو الزِّنَادِ: إِنَّ السُّنَنَ وَوُجُوهَ الْحَقِّ لَتَأْتِي

اور ابوالزناد نے کہا: بہت دفعہ سنتیں اور حق کے احکام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

كَثِيرًا عَلَى خِلَافِ الرَّأْيِ، فَمَا يَجِدُ الْمُسْلِمُونَ بُدًّا مِنِ اتِّبَاعِهَا، مِنْ ذَلِكَ أَنَّ الْحَائِضَ تَقْضِي الصِّيَامَ، وَلَا تَقْضِي الصَّلَاةَ.

رائے کے خلاف آتے ہیں تو مسلمانوں کو ان کی پیروی کے بغیر چارہ نہیں ہوتا، ان میں سے ایک یہ ہے کہ حیض والی عورت روزے کی قضا دے گی اور نماز کی قضا نہیں دے گی۔

١٩٥١ـ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي زَيْدٌ، عَنْ عِيَاضٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَلَيْسَ إِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ، فَذَلِكَ نُقْصَانُ دِينِهَا» [راجع: ٣٠٤ـ أخرجه مسلم: ٨٠ مطولًا]

1951۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''کیا ایسا نہیں کہ جب عورت کو حیض آئے تو وہ نہ نماز پڑھے گی اور نہ روزہ رکھے گی؟ تو یہ اس کے دین کی کمی سے ہے۔''

فائدہ اس سے پہلے ''کتاب الحیض (۳۲۱)'' میں گزرا ہے کہ ایک عورت نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ ہم میں کوئی عورت جب حیض سے پاک ہو تو کیا وہ نمازوں کی قضا دے گی؟ تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''کیا تو حروریہ (خارجی) ہے؟ (جو سنتوں پر عقل اور رائے کے ساتھ اعتراض کرتے رہتے ہیں) ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حیض کے دن گزارتی تھیں مگر آپ ہمیں نمازوں کی قضا کا حکم نہیں دیتے تھے۔'' گویا انھوں نے جواب میں سنت کا حوالہ پیش کیا، اس سے معلوم ہوا کہ دین کی بنیاد اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ماننے پر ہے، اپنی رائے اور قیاس پر نہیں، کیونکہ قیاس کے مطابق تو نماز روزے سے زیادہ اہم ہے، وہ مسافر اور مریض کو بھی معاف نہیں مگر حائضہ روزے کی قضا دے گی نماز کی نہیں۔ بعض فقہاء نے اس کی عقلی توجیہ کی ہے کہ روزے سال میں ایک دفعہ ہوتے ہیں، لہٰذا حیض کے دنوں کے روزوں کی قضا کچھ مشکل نہیں، جب کہ نماز سارا سال ہے، اتنی نمازوں کی قضا مشکل ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی معافی دے کر آسانی فرمائی۔ یہ توجیہ اچھی ہے مگر اصل قاعدہ وہی ہے جو ابوالزناد نے بیان کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ہماری رائے کے خلاف ہو تب بھی ہمارا کام ماننا ہے۔ ہم اپنی رائے کو اللہ کے حکم کے تابع کریں گے، اللہ کے حکم کو اپنی رائے کے تابع نہیں۔

٤٢ـ بَابُ مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ

42۔ باب: جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمے کوئی روزہ ہو

وَقَالَ الْحَسَنُ: إِنْ صَامَ عَنْهُ ثَلَاثُونَ رَجُلًا يَوْمًا وَاحِدًا جَازَ.

اور حسن نے کہا: اگر اس کی طرف سے تیس آدمی ایک دن روزہ رکھ لیں تو جائز ہے۔

١٩٥٢ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى بْنِ أَعْيَنَ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ،

1952۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص فوت ہو اور اس کے ذمے کوئی روزہ ہو تو اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرٍ حَدَّثَهُ عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ»

کی طرف سے اس کا ولی روزہ رکھے۔"

تَابَعَهُ ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرٍو، وَرَوَاهُ يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ أَبِي جَعْفَرٍ. [أخرجه مسلم: ۱۱۴۷]

موسیٰ کے ساتھ اس حدیث کو ابن وہب نے بھی عمرو سے روایت کیا اور یحییٰ بن ایوب نے بھی ابن ابی جعفر سے۔

فوائد 1 لفظ "صِيَامٌ" مصدر ہے جیسا کہ "قِيَامٌ" ہے، یہ جمع نہیں بلکہ واحد جمع سب پر بولا جاتا ہے، اس لیے "عَلَيْهِ صِيَامٌ" کا ترجمہ "اس کے ذمے کوئی روزہ ہو" کیا گیا ہے۔

2 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فوت شدہ آدمی کے ذمے جو بھی روزے ہوں خواہ رمضان کے ہوں، خواہ نذر کے اور خواہ کسی کفارہ کے، اس کے ولی کو حکم ہے کہ اس کی طرف سے وہ روزے رکھے۔ اس حدیث کے الفاظ اگرچہ خبر کے ہیں مگر یہاں خبر بمعنی امر ہے جس میں زیادہ تاکید ہوتی ہے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ بدنی عبادت ہے جو کسی دوسرے کی طرف سے ادا نہیں کی جا سکتی، اس لیے میت کے فوت شدہ روزوں کی جگہ ہر روزے کا فدیہ ایک مسکین کا کھانا کھلا دیا جائے اور اُم المومنین عائشہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کا قول بھی یہی ہے کہ میت کے روزوں کی جگہ کھانا کھلا دیا جائے۔ مگر یہ تمام باتیں اس لیے درست نہیں ہیں کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی متفق علیہ صحیح حدیث (کہ جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمے کوئی روزہ ہو اس کی طرف سے اس کا ولی روزہ رکھے) عام قاعدہ ہے جس میں ان تمام باتوں کا جواب موجود ہے۔ سو جس طرح حج بدنی عبادت ہے اور یہ عبادت بالاتفاق میت کی طرف سے ادا ہو سکتی ہے اسی طرح روزہ بھی ادا ہو سکتا ہے۔ رہے عائشہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کے اقوال تو ان کے متعلق حافظ رحمہ اللہ نے فتح الباری میں کہا: "إِلَّا أَنَّ الْآثَارَ الْمَذْكُورَةَ عَنْ عَائِشَةَ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيهَا مَقَالٌ وَلَيْسَ فِيهَا مَا يَمْنَعُ الصِّيَامَ إِلَّا الْأَثَرُ الَّذِي عَنْ عَائِشَةَ وَهُوَ ضَعِيفٌ جِدًّا وَالرَّاجِحُ أَنَّ الْمُعْتَبَرَ مَارَوَاهُ لَا مَارَآهُ لِاحْتِمَالِ أَنْ يُّخَالِفَ ذٰلِكَ لِاجْتِهَادِهِ وَمُسْتَنَدُهُ فِيهِ لَمْ يَتَحَقَّقْ وَلَا يَلْزَمُ مِنْ ذٰلِكَ ضُعْفُ الْحَدِيثِ عِنْدَهُ وَإِذَا تَحَقَّقَتْ صِحَّةُ الْحَدِيثِ لَمْ يُتْرَكِ الْمُحَقَّقُ لِلْمَظْنُونِ وَالْمَسْأَلَةُ مَشْهُورَةٌ فِي الْأُصُولِ"۔ "یعنی عائشہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے منقول اقوال میں کلام ہے اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے اثر کے سوا روزے سے منع کرنے والی کوئی بات نہیں اور وہ بہت ہی ضعیف ہے اور راجح بات یہی ہے کہ راوی کی بیان کردہ حدیث ہی معتبر ہوتی ہے نہ کہ اس کی رائے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس نے اپنی روایت کی مخالفت اپنے اجتہاد کی وجہ سے کی ہو جبکہ اس اجتہاد کی دلیل ثابت نہ ہو، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کی بیان کردہ حدیث اس کے نزدیک ضعیف ہے اور جب حدیث کا صحیح ہونا ثابت ہو گیا تو ثابت شدہ بات گمان کی وجہ سے ترک نہیں کی جا سکتی اور یہ مسئلہ اصول کی کتابوں میں مشہور ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

3 صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ : لفظ ”ولی“ میں وارث، رشتہ دار اور ہر مسلمان شامل ہو سکتا ہے، اگرچہ سب سے زیادہ حق وارث کا ہے، کیونکہ جب وہ ورثہ لیتے ہیں تو اس کا قرض بھی ادا کریں۔ پھر جس طرح قرض کوئی بھی ادا کر دے تو ادا ہو جاتا ہے اسی طرح حج کوئی بھی ادا کر دے تو ادا ہو جاتا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اسے قرض قرار دیا اور فرمایا: « فَدَيْنُ اللّٰهِ أَحَقُّ أَنْ يُقْضٰى » [بخاري : ١٩٥٣] ”پھر اللہ کا قرض زیادہ حق رکھتا ہے کہ ادا کیا جائے۔“ روزہ بھی اسی طرح اللہ کا قرض ہے، اس لیے کوئی بھی مسلمان اسے ادا کر سکتا ہے، جیسا کہ اس حدیث کے بعد والی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے میت کے ذمے روزوں کو " دَيْنُ اللّٰهِ " (اللہ کا قرض) قرار دیا ہے۔ اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ذکر کیا ہے کہ اگر کسی کے ذمے پورے رمضان کے روزے ہوں اور تیس آدمی ایک ہی دن اس کی طرف سے روزہ رکھ لیں تو جائز ہے۔

١٩٥٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِينِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ، أَفَأَقْضِيهِ عَنْهَا؟ قَالَ : « نَعَمْ » قَالَ : « فَدَيْنُ اللّٰهِ أَحَقُّ أَنْ يُقْضَى »

1953۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! میری والدہ فوت ہو گئی اور اس کے ذمے ایک مہینے کے روزے ہیں، تو کیا میں انھیں اس کی طرف سے ادا کروں؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں، کیونکہ اللہ کا قرض زیادہ حق رکھتا ہے کہ اسے ادا کیا جائے۔“

قَالَ سُلَيْمَانُ : فَقَالَ الْحَكَمُ وَسَلَمَةُ - وَنَحْنُ جَمِيعًا جُلُوسٌ حِينَ حَدَّثَ مُسْلِمٌ بِهٰذَا الْحَدِيثِ - قَالَا : سَمِعْنَا مُجَاهِدًا يَذْكُرُ هٰذَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ .

سلیمان نے کہا کہ حکم اور سلمہ نے کہا، اور ہم سب اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے جب مسلم نے یہ حدیث بیان کی، دونوں نے کہا: ہم نے مجاہد سے سنا، وہ یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کر رہے تھے۔

وَ يُذْكَرُ عَنْ أَبِي خَالِدٍ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنِ الْحَكَمِ، وَمُسْلِمٍ الْبَطِينِ وَسَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، وَعَطَاءٍ، وَمُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ : قَالَتِ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ : إِنَّ أُخْتِي مَاتَتْ . وَقَالَ يَحْيَى وَأَبُو مُعَاوِيَةَ : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ مُسْلِمٍ،

اور ابو خالد سے ذکر کیا جاتا ہے کہ ہمیں اعمش نے حکم اور مسلم بطین اور سلمہ بن کہیل سے، انھوں نے سعید بن جبیر اور عطا اور مجاہد سے، انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ ایک عورت نے نبی ﷺ سے کہا کہ میری بہن فوت ہو گئی۔ اور یحییٰ اور ابو معاویہ نے اعمش سے، انھوں نے مسلم

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

عَنْ سَعِيدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: قَالَتِ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ: إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ.

سے، انھوں نے سعید سے، انھوں نے ابن عباس ؓ سے بیان کیا کہ ایک عورت نے نبی ﷺ سے کہا کہ میری والدہ فوت ہوگئی۔

وَقَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: قَالَتِ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ: إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ نَذْرٍ. وَقَالَ أَبُو حَرِيزٍ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: قَالَتِ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ: مَاتَتْ أُمِّي وَعَلَيْهَا صَوْمُ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا. [أخرجه مسلم: ١١٤٨ بزيادة]

اور عبید اللہ بن عمرو نے زید بن ابی اُنیسہ سے، انھوں نے حکم سے، انھوں نے سعید بن جبیر سے، انھوں نے ابن عباس ؓ سے بیان کیا کہ ایک عورت نے نبی ﷺ سے کہا: میری والدہ فوت ہوگئی اور اس کے ذمے نذر کے روزے تھے۔ اور ابوحریز نے کہا: ہمیں عکرمہ نے ابن عباس ؓ سے بیان کیا کہ ایک عورت نے نبی ﷺ سے کہا کہ میری والدہ فوت ہوگئی اور اس کے ذمے پندرہ دن کے روزے تھے۔

فائدہ امام بخاری ؒ نے اس حدیث کے مختلف طرق بیان کیے ہیں، کسی میں ہے کہ پوچھنے والا مرد تھا، کسی میں ہے کہ کسی عورت نے پوچھا، بعض نے ایک ماہ کا ذکر کیا، بعض نے پندرہ دنوں کا، کسی میں نذر کے روزوں کی وضاحت ہے۔ اس لیے بعض حضرات نے اس حدیث پر مضطرب ہونے کا اعتراض کیا ہے مگر امام بخاری ؒ کا ان تمام سندوں کو ذکر کرنے کے باوجود اسے صحیح بخاری میں ذکر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان سب طرق کے باوجود یہ حدیث صحیح ہے۔ اگر وہ اسے مضطرب سمجھتے تو اسے اپنی " الجامع الصحيح " میں نہ لاتے، ان کے نزدیک اس اختلاف سے حدیث کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، کیونکہ ممکن ہے کہ یہ متعدد واقعات ہوں اور سوال کرنے والے مختلف حضرات ہوں۔ خلاصہ سب کا یہ ہے کہ میت کی طرف سے حج بھی ادا کیا جا سکتا ہے اور روزہ بھی، خواہ وہ فریضۂ اسلام ہوں یا نذر کی وجہ سے واجب ہوں۔

٤٣- بَابٌ: مَتَى يَحِلُّ فِطْرُ الصَّائِمِ

43۔ باب: روزہ دار کو روزہ کھولنا کب جائز ہوتا ہے؟

وَأَفْطَرَ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ حِينَ غَابَ قُرْصُ الشَّمْسِ.

اور ابوسعید خدری ؓ نے جب سورج کی ٹکیہ غائب ہوئی روزہ کھول دیا۔

١٩٥٤- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ: سَمِعْتُ عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ

1954۔ عمر بن خطاب ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب رات اس طرف سے آجائے اور دن اس طرف سے چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو روزہ دار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: « إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هَاهُنَا، وَأَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هَاهُنَا، وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ » [أخرجه مسلم: ١١٠٠، بدون ذكر "من هاهنا"]

نے روزہ کھول دیا۔"

١٩٥٥ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي سَفَرٍ وَهُوَ صَائِمٌ، فَلَمَّا غَرَبَتِ الشَّمْسُ قَالَ لِبَعْضِ الْقَوْمِ: « يَا فُلَانُ! قُمْ فَاجْدَحْ لَنَا » فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! لَوْ أَمْسَيْتَ، قَالَ: « انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا » قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! فَلَوْ أَمْسَيْتَ، قَالَ: « انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا » قَالَ: إِنَّ عَلَيْكَ نَهَارًا، قَالَ: « انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا » فَنَزَلَ فَجَدَحَ لَهُمْ، فَشَرِبَ النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ قَالَ: « إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ قَدْ أَقْبَلَ مِنْ هَاهُنَا، فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ » [راجع: ١٩٤١ - أخرجه مسلم: ١١٠١]

1955۔ عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور آپ روزہ سے تھے، جب سورج غروب ہو گیا تو آپ نے کسی صاحب سے فرمایا: "اے فلاں! اترو اور ہمارے لیے ستو گھول کر تیار کرو۔" اس نے کہا: یا رسول اللہ! کاش! آپ شام ہونے دیں۔ آپ نے فرمایا: "اترو اور ہمارے لیے ستو گھول کر تیار کرو۔" اس نے کہا: کاش! آپ شام ہونے دیں۔ آپ نے فرمایا: "اترو اور ہمارے لیے ستو گھول کر تیار کرو۔" اس نے کہا: ابھی دن باقی ہے۔ آپ نے فرمایا: "اترو اور ہمارے لیے ستو گھول کر تیار کرو۔" تو وہ اترے اور ان کے لیے ستو کو گھول کر تیار کیا۔ چنانچہ نبی ﷺ نے پیا، پھر فرمایا: "جب تم رات کو دیکھو کہ یہاں سے آ گئی ہے تو روزہ دار کا روزہ کھل گیا۔"

فائدہ رحمہ اللہ یہ حدیث (۱۹۴۱) پر گزر چکی ہے۔ مطلب ان احادیث کا یہ ہے کہ سورج غروب ہونے کے یقین کے بعد روزہ کھولنے میں دیر نہیں کرنی چاہیے، اس کے لیے احتیاط کا بہانہ بھی غلط ہے، کیونکہ اس سے شک کا دروازہ کھلتا ہے، اس کے علاوہ دیر سے روزہ کھولنا اہل کتاب کا طریقہ ہے جن کی مخالفت کا حکم ہے۔

٤٤ - بَابٌ: يُفْطِرُ بِمَا تَيَسَّرَ مِنَ الْمَاءِ أَوْ غَيْرِهِ

44۔ باب: پانی یا اس کے علاوہ جو میسر ہو اس کے ساتھ روزہ کھول لے

١٩٥٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى

1956۔ عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر کیا جب کہ آپ روزہ دار تھے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سِرْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ صَائِمٌ، فَلَمَّا غَرَبَتِ الشَّمْسُ قَالَ : « انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا » قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! لَوْ أَمْسَيْتَ، قَالَ : « انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا » قَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّ عَلَيْكَ نَهَارًا، قَالَ : « انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا » فَنَزَلَ فَجَدَحَ، ثُمَّ قَالَ : « إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ أَقْبَلَ مِنْ هَاهُنَا، فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ » وَأَشَارَ بِإِصْبَعِهِ قِبَلَ الْمَشْرِقِ . [راجع : ١٩٤١۔ أخرجه مسلم : ١١٠١]

جب سورج غروب ہو گیا تو آپ نے ایک آدمی کو فرمایا: ''اترو اور ہمارے لیے بلو کر ستو تیار کرو۔'' اس نے کہا: یا رسول اللہ! کاش! آپ شام ہونے دیں۔ آپ نے فرمایا: ''اترو اور ہمارے لیے ستو گھول کر تیار کرو۔'' اس نے کہا: یا رسول اللہ! ابھی دن باقی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اترو اور ہمارے لیے بلو کر ستو تیار کرو۔'' چنانچہ وہ اترے اور انھوں نے بلو کر ستو تیار کیا، پھر آپ نے فرمایا: ''جب تم رات کو دیکھو کہ اس طرف سے آ گئی ہے تو روزہ دار نے روزہ کھول دیا۔'' اور آپ نے اپنی انگلی کے ساتھ مشرق کی طرف اشارہ کیا۔

فوائد 1 یہ باب قائم کرنے کا مقصد یہ ہے کہ افطار کے لیے کوئی خاص چیز ضروری نہیں، کسی بھی چیز سے روزہ افطار کیا جا سکتا ہے، خوہ اکیلی چیز ہو جیسے پانی یا ملی جلی چیز ہو جیسے ستو۔ سنن ترمذی (٦٥٨) اور دوسری کتب حدیث میں سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: « إِذَا أَفْطَرَ أَحَدُكُمْ فَلْيُفْطِرْ عَلَى تَمْرٍ، فَإِنَّهُ بَرَكَةٌ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ تَمْرًا فَالْمَاءُ، فَإِنَّهُ طَهُورٌ » ''جب تم میں سے کوئی افطار کرے تو کھجور سے کرے، کیونکہ وہ برکت ہے اور اگر کھجور نہ ملے تو پانی سے، کیونکہ وہ پاک کرنے والا ہے۔'' حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا: ''معلوم ہوتا ہے کہ بخاری نے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس میں امر وجوب کے لیے نہیں استحباب کے لیے ہے، افطار کے وقت جو کچھ میسر ہو اس پر افطار کر سکتا ہے۔'' شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے متعلق کہا ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ آپ کا فعل ہے۔ اس کے مطابق تو کھجور یا پانی کے ساتھ افطار واجب ہی نہیں ہوتا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے فعل سے استحباب ثابت ہوتا ہے وجوب نہیں۔

2 یہ صحابی جنھیں آپ نے اتر کر ستو تیار کرنے کا حکم دیا تھا بلال رضی اللہ عنہ تھے۔ [أبو داوٗد : ٢٣٥٢] رسول اللہ ﷺ کے پانی کے ذمہ دار وہی تھے۔ [مسند أحمد : ١٩٤١٣]

٤٥۔ بَابُ تَعْجِيلِ الْإِفْطَارِ

45۔ باب: روزہ جلدی کھولنا

١٩٥٧۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا

1957۔ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مَالِكٌ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ : أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : « لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ »[أخرجه مسلم : ١٠٩٨]

نے فرمایا: ”لوگ اس وقت تک خیر پر رہیں گے جب تک روزہ جلدی کھولیں گے۔“

١٩٥٨ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَصَامَ حَتَّى أَمْسَى قَالَ لِرَجُلٍ : « انْزِلْ فَاجْدَحْ لِي » قَالَ : لَوِ انْتَظَرْتَ حَتَّى تُمْسِيَ، قَالَ : « انْزِلْ فَاجْدَحْ لِي، إِذَا رَأَيْتَ اللَّيْلَ قَدْ أَقْبَلَ مِنْ هَاهُنَا، فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ »[راجع : ١٩٤١ - أخرجه مسلم : ١١٠١]

1958 - ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ایک سفر میں میں نبی ﷺ کے ساتھ تھا، آپ کا روزہ تھا یہاں تک کہ شام ہو گئی تو آپ نے ایک آدمی سے کہا: ”اترو اور میرے لیے بلو کر ستو تیار کرو۔“ اس نے کہا: کاش! آپ شام ہونے تک انتظار کر لیں۔ آپ نے فرمایا: ”اترو اور میرے لیے ستو گھول کر تیار کرو، جب تم رات کو دیکھو کہ اس طرف سے آ گئی ہے تو روزہ دار نے روزہ کھول دیا۔“

فوائد 1 ابن عبد البر نے کہا: ”روزہ جلدی کھولنے اور سحری دیر سے کرنے کی احادیث صحیح اور متواتر ہیں۔“ اور عبد الرزاق (۷۵۹۱) وغیرہ میں صحیح سند کے ساتھ عمرو بن میمون اَودی سے مروی ہے: « كَانَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْرَعَ النَّاسِ إِفْطَارًا وَ أَبْطَأَهُمْ سَحُوْرًا » ”اصحابِ محمد ﷺ سب لوگوں سے جلدی روزہ کھولنے والے اور دیر سے سحری کرنے والے تھے۔“ (فتح الباری)

2 مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ: ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ لفظ زائد ہیں: « وَأَخَّرُوا السَّحُوْرَ » ”اور سحری دیر سے کریں گے۔“ مسند احمد (۲۱۳۱۲) میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ الفاظ زیادہ ہیں: « لِأَنَّ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى يُؤَخِّرُوْنَ » ”کیونکہ یہود و نصاریٰ دیر سے روزہ کھولتے ہیں۔“ اسے ابوداود (۲۳۵۳) اور ابن خزیمہ (۲۰۶۰) وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ ابن حبان (۳۵۱۰) اور حاکم (۵۹۹/۱) نے سہل رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کی ہے: « لَا تَزَالُ أُمَّتِي عَلَى سُنَّتِي مَا لَمْ تَنْتَظِرْ بِفِطْرِهَا النُّجُوْمَ » ”میری امت میرے طریقے پر رہے گی جب تک روزہ کھولنے میں ستاروں کا انتظار نہیں کرے گی۔“ مہلب نے کہا: ”اس میں حکمت یہ ہے کہ دن میں رات کا کچھ حصہ ملا کر روزے کا وقت بڑھا نہ دیا جائے اور اس میں روزہ دار کے لیے سہولت ہے اور عبادت کے لیے زیادہ قوت کا باعث ہے۔ علماء کا اتفاق ہے کہ روزہ کھولنے کا وقت وہ ہے جب آنکھوں سے دیکھ کر یا دو یا راجح قول کے مطابق ایک عادل کے بتانے سے سورج غروب ہونے کا یقین ہو جائے۔“ (فتح الباری)

3 اس حدیث میں شیعہ کا رد ہے کہ وہ اہلِ کتاب کی طرح ستارہ ظاہر ہونے پر روزہ کھولتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق یہ خیر سے محروم ہونے کی واضح علامت ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

٤٦- بَابٌ : إِذَا أَفْطَرَ فِي رَمَضَانَ ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ

46۔ باب: جب رمضان میں روزہ کھول دے پھر سورج نکل آئے

١٩٥٩- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ فَاطِمَةَ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَتْ : أَفْطَرْنَا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ غَيْمٍ، ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ . قِيلَ لِهِشَامٍ : فَأُمِرُوا بِالْقَضَاءِ؟ قَالَ: لَا بُدَّ مِنْ قَضَاءٍ .

وَقَالَ مَعْمَرٌ : سَمِعْتُ هِشَامًا لَا أَدْرِي أَقَضَوْا أَمْ لَا .

1959۔ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم نے نبی ﷺ کے زمانہ میں ایک بادل والے دن میں روزہ کھول دیا، پھر سورج نکل آیا۔ ہشام سے پوچھا گیا: پھر انھیں قضا کا حکم دیا گیا؟ انھوں نے کہا: قضا کے بغیر کوئی چارہ ہے؟

اور معمر نے کہا: میں نے ہشام سے سنا، وہ کہہ رہے تھے: میں نہیں جانتا انھوں نے قضا دی یا نہیں۔

فائدہ جب کوئی شخص بادل وغیرہ کی وجہ سے یہ سمجھ کر روزہ افطار کر دے کہ سورج غروب ہو گیا ہے، پھر معلوم ہو کہ سورج غروب نہیں ہوا تو اس پر تو اتفاق ہے کہ اس نے جو روزہ افطار کیا اس پر اسے کوئی گناہ نہیں، مگر جو روزہ افطار کیا ہے اس کی قضا دے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ حدیث کے راوی ہشام سے پوچھا گیا کہ جن صحابہ نے اس صورت میں افطار کیا تھا کیا انھیں قضا کا حکم دیا گیا؟ تو انھوں نے کہا: قضا کے بغیر کوئی چارہ ہے؟ اور معمر نے بیان کیا کہ میں نے ہشام سے سنا کہ میں نہیں جانتا انھوں نے قضا دی یا نہیں۔ ہشام کی دونوں باتوں پر اگر غور کریں تو صاف ظاہر ہے کہ قضا ضروری ہونے کی بات ان کا اپنا خیال ہے، اس کے لیے انھوں نے کوئی سند یا حوالہ نہیں دیا اور دوسرے قول میں انھوں نے صراحت کر دی ہے کہ مجھے معلوم نہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے قضا دی تھی یا نہیں۔ اس لیے یہ مسئلہ اختلافی ہے، صحابہ میں سے صہیب رضی اللہ عنہ نے قضا کا حکم دیا۔ (دیکھیے سنن کبریٰ بیہقی: ۸۰۱۷) عمر رضی اللہ عنہ سے بیہقی میں تین قول مروی ہیں، حدیث (۸۰۱۳) میں ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے روزہ افطار کرنے کے بعد مؤذن نے اطلاع دی کہ سورج موجود ہے تو انھوں نے کہا: « يَا هٰؤُلَاءِ ! مَنْ كَانَ مِنْكُمْ أَفْطَرَ فَقَضَاءُ يَوْمٍ يَسِيرٌ وَ إِلَّا فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ » "لوگو! جس نے روزہ کھول دیا ہے تو ایک دن کی قضا معمولی بات ہے، ورنہ وہ اپنا روزہ پورا کرے۔" اس سے معلوم ہوا کہ انھوں نے قضا اس شخص کے لیے کہی جو سورج ظاہر ہونے کے بعد بھی کھاتا پیتا رہے اور جو اس کے بعد روزہ پورا کرے اسے قضا کی ضرورت نہیں۔ دوسرا قول بیہقی کی حدیث (۸۰۱۴) میں ہے کہ اس موقع پر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: « مَنْ كَانَ أَفْطَرَ فَلْيَصُمْ يَوْمًا مَكَانَهُ » "جس نے روزہ کھول دیا ہے وہ اس کی جگہ ایک اور روزہ رکھے۔" تیسرا قول بیہقی (۸۰۱۶) میں زید بن وہب نے بیان کیا کہ ہم رمضان میں مدینہ کی مسجد میں تھے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آسمان پر بادل تھے، ہم نے سمجھا کہ سورج غروب ہو گیا ہے تو حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے دودھ کے پیالے آئے اور ہم نے پی لیے، تھوڑی دیر بعد بادل نکل گیا تو سورج نکل آیا تو ہم میں سے بعض حضرات کہنے لگے: ہم اس کی جگہ ایک روزہ قضا کے لیے رکھ لیں گے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی تو کہا: « وَاللّٰهِ ! لَا نَقْضِيهِ، وَمَا تَجَانَفْنَا لِإِثْمٍ » ''اللہ کی قسم! ہم اس کی قضا نہیں دیں گے، ہم نے کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا۔'' ان تینوں اقوال کو جمع کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے قضا کا حکم صرف ان لوگوں کو دیا ہے جو سورج نکلنے کے بعد کھانا پینا بند نہ کریں، ورنہ ان کے نزدیک اس صورت میں قضا ضروری نہیں، کیونکہ ایسا کرنے والوں نے کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا۔ ہمارے استاد حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ نے کہا: ''ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے یہ تطبیق دی ہے کہ ایسے روزے کی قضا مستحب ہے، ضروری نہیں۔'' حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بحث کے آخر میں ابن المُنَیِّر کی بات لکھی ہے: ''اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو صرف ظاہر پر عمل کرنے کا حکم ہے، جب وہ اجتہاد یعنی اپنی پوری کوشش کریں اور خطا ہو جائے تو اس میں ان پر کوئی حرج نہیں۔'' (فتح الباری) اور یہی بات زیادہ صحیح ہے۔

٤٧ - بَابُ صَوْمِ الصِّبْيَانِ

47- باب: بچوں کا روزہ

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لِنَشْوَانٍ فِي رَمَضَانَ: وَيْلَكَ، وَصِبْيَانُنَا صِيَامٌ! فَضَرَبَهُ.

اور عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان میں ایک نشہ کیے ہوئے آدمی سے کہا: تجھے ہلاکت ہو، ہمارے تو بچوں کے بھی روزے ہیں، پھر اسے حد لگائی۔

١٩٦٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ ذَكْوَانَ، عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ قَالَتْ: أَرْسَلَ النَّبِيُّ ﷺ غَدَاةَ عَاشُورَاءَ إِلَى قُرَى الْأَنْصَارِ: « مَنْ أَصْبَحَ مُفْطِرًا فَلْيُتِمَّ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ وَمَنْ أَصْبَحَ صَائِمًا فَلْيَصُمْ » قَالَتْ: فَكُنَّا نَصُومُهُ بَعْدُ، وَنُصَوِّمُ صِبْيَانَنَا، وَنَجْعَلُ لَهُمُ اللُّعْبَةَ مِنَ الْعِهْنِ، فَإِذَا بَكَى أَحَدُهُمْ عَلَى الطَّعَامِ أَعْطَيْنَاهُ ذَاكَ حَتَّى يَكُونَ عِنْدَ الْإِفْطَارِ. [أخرجه مسلم: ١١٣٦]

1960- رُبیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے عاشوراء (دس محرم) کی صبح کو انصار کی بستیوں کی طرف پیغام بھیجا: ''جس نے آج روزہ نہ رکھا ہو وہ باقی دن روزہ پورا کرے اور جس نے روزہ رکھا ہو وہ روزہ جاری رکھے۔'' رُبیع رضی اللہ عنہا نے کہا: اس حکم کے بعد ہم روزہ رکھتیں اور اپنے بچوں کو بھی روزہ رکھواتیں اور ان کے لیے رنگین اون کا کھلونا بنا دیتیں، جب ان میں سے کوئی کھانے کے لیے روتا تو ہم اسے وہ کھلونا دے دیتیں، یہاں تک کہ افطار کا وقت ہو جاتا۔

فوائد: 1 حافظ رحمہ اللہ نے سنن سعید بن منصور اور بغوی کی ''الجعدیات (٦١٤)'' کے حوالے سے لکھا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی کو لایا گیا جس نے رمضان میں شراب پی تھی، جب وہ قریب آیا تو اس کے نتھنوں اور منہ کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ادھر ادھر کرنے لگے۔ بغوی کی روایت میں ہے: جب وہ ان کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ پھسلا، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تیرے چہرے پر افسوس! ہمارے بچوں کے بھی روزے ہیں، پھر اس کے متعلق حکم دیا اور اسے اسی (۸۰) کوڑے مارے گئے اور اسے شام کی طرف بھیج دیا اور جب وہ کسی آدمی پر غصے ہوتے تھے تو اسے شام کی طرف بھیج دیتے تھے۔ (فتح الباری)

2 اس پر اتفاق ہے کہ آدمی بالغ ہونے پر احکام کا مکلف ہوتا ہے مگر اس سے پہلے بچپن ہی سے اسے احکام پر عمل کی عادت ڈالنی چاہیے، تاکہ بالغ ہونے پر اسے عمل میں کوئی مشکل پیش نہ آئے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: « مُرُوْا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ، وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا، وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرٍ وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ » ''اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو جب وہ سات برس کے ہوں اور انھیں اس کی وجہ سے مارو جب وہ دس برس کے ہوں اور ان کے بستر جدا کرو۔'' [ابو داؤد : ٤٩٥، حسن صحيح] اس سے پہلے بھی اگر بچے کو مسجد میں ساتھ لے جائے تو کوئی حرج نہیں، تاکہ وہ مسجد سے مانوس ہو۔ یہی حال روزہ کا ہے، رُبیع رضی اللہ عنہا کی حدیث سے ظاہر ہے کہ صحابیات چھوٹے بچوں کو بھی روزہ رکھوانے کی کوشش کرتی تھیں، ان کا یہ عمل رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں تھا اور ایسے عمل کو تقریری سنت کہا جاتا ہے۔ اس کے لیے کوئی عمر طے نہیں کی جا سکتی، بچوں کو شوق دلانا چاہیے، وہ جتنے روزے رکھ سکیں رکھوا دیے جائیں۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کی بات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

٤٨- بَابُ الْوِصَالِ

48- باب: روزے کو روزے سے ملانا

وَمَنْ قَالَ: لَيْسَ فِي اللَّيْلِ صِيَامٌ، لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى الَّيْلِ ﴾ [البقرة : ١٨٧] وَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْهُ رَحْمَةً لَهُمْ وَإِبْقَاءً عَلَيْهِمْ، وَمَا يُكْرَهُ مِنَ التَّعَمُّقِ.

اور جس نے کہا: رات کو روزہ نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پھر روزے کو رات تک پورا کرو۔'' اور نبی ﷺ نے ان پر رحم اور شفقت کی وجہ سے اس سے منع فرمایا اور عبادت میں تعمق یعنی شدت اختیار کرنے کی کراہت۔

فائدہ حدیث (۱۹۲۲، ۱۹۲۳) میں وصال کا مطلب اور حکم بیان ہو چکا ہے۔ ''جس نے کہا رات میں روزہ نہیں ہے'' اس معنی کی حدیث بشیر بن خصاصیہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اسے احمد (۲۱۹۵۵)، طبرانی (۱۲۳۱)، عبد بن حمید نے اپنی مسند (۴۴۳/۱) میں اور ابن ابی حاتم (۳۱۹/۱، ح: ۱۶۸۹) نے اپنی تفسیر میں بشیر بن خصاصیہ رضی اللہ عنہ کی بیوی لیلیٰ تک صحیح سند کے ساتھ بیان کیا ہے، انھوں نے کہا: میں نے ارادہ کیا کہ دو دن کا روزہ ملا کر رکھوں تو بشیر رضی اللہ عنہ نے مجھے منع کر دیا اور کہا: نبی ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اور آپ نے فرمایا: « يَفْعَلُ ذٰلِكَ النَّصَارَى، وَلٰكِنْ صُوْمُوْا كَمَا أَمَرَكُمُ اللّٰهُ: ﴿ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى الَّيْلِ ﴾ فَإِذَا كَانَ اللَّيْلُ فَأَفْطِرُوْا » ''یہ کام نصاریٰ کرتے ہیں، لیکن اس طرح روزہ رکھو جیسے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے: ''روزے کو رات تک پورا کرو۔'' پھر جب رات ہو جائے تو روزہ کھول دو۔'' یہ الفاظ ابن ابی حاتم کے ہیں اور انھوں نے اور ابن ابی شیبہ (۹۵۹۶، ۹۵۹۷) نے روایت کی ہے کہ ابو العالیہ تابعی سے روزے کے وصال کے متعلق

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

پوچھا گیا تو انھوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''پھر روزے کو رات تک پورا کرو۔'' حافظ رحمہ اللہ نے کہا: اس کے مقابلے کی احادیث زیادہ صحیح ہیں، جیسا کہ صحیح بخاری (۱۹۶۷) میں آ رہا ہے کہ آپ نے فرمایا: ''وصال مت کرو، جس نے کرنا ہو وہ سحر تک وصال کرے۔'' اگر بشیر رضی اللہ عنہ والی حدیث جیسی روایات صحیح ہوں تو پھر وصال کا بالکل کچھ مطلب باقی نہیں رہتا، نہ ہی ایسا کرنا عبادت ہوگا، حالانکہ یہ نبی ﷺ کے عمل کی صحیح احادیث کے خلاف ہے، اگرچہ راجح یہ ہے کہ یہ آپ کے خصائص سے ہے۔ (فتح الباری) مگر آپ کا سحر تک وصال کی اجازت دینا تو سب مسلمانوں کے لیے ہے۔

١٩٦١- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا تُوَاصِلُوا» قَالُوا: إِنَّكَ تُوَاصِلُ، قَالَ: «لَسْتُ كَأَحَدٍ مِنْكُمْ، إِنِّي أُطْعَمُ وَأُسْقَى» أَوْ «إِنِّي أَبِيتُ أُطْعَمُ وَأُسْقَى» [راجع: ٧٢٤١، وانظر في الصوم، باب: ٤٩- أخرجه مسلم: ١١٠٤ بلفظ آخر]

1961- انس رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے بیان کیا، آپ نے فرمایا: ''وصال مت کرو۔'' صحابہ نے کہا: آپ تو وصال کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''میں تم میں سے کسی ایک جیسا نہیں ہوں، مجھے کھلایا جاتا ہے اور پلایا جاتا ہے۔'' یا فرمایا: ''میں اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ مجھے کھلایا پلایا جاتا ہے۔''

فائدہ کھلانے پلانے کے مطلب کے لیے دیکھیے حدیث (۱۹۲۲، ۱۹۲۳) کے فوائد۔

١٩٦٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْوِصَالِ، قَالُوا: إِنَّكَ تُوَاصِلُ، قَالَ: «إِنِّي لَسْتُ مِثْلَكُمْ، إِنِّي أُطْعَمُ وَأُسْقَى» [راجع: ١٩٢٢- أخرجه مسلم: ١١٠٢]

1962- عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے وصال سے منع فرمایا، صحابہ نے کہا: آپ تو وصال کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''میں تمھارے جیسا نہیں ہوں، مجھے کھلایا پلایا جاتا ہے۔''

فائدہ اس کی شرح کے لیے دیکھیے حدیث (۱۹۲۲، ۱۹۲۳) کے فوائد۔

١٩٦٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ خَبَّابٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «لَا تُوَاصِلُوا، فَأَيُّكُمْ إِذَا أَرَادَ أَنْ

1963- ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''وصال مت کرو، پھر تم میں سے جو بھی وصال کا ارادہ کرے وہ سحر تک وصال کرے۔'' صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ تو وصال کرتے ہیں؟ آپ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

يُواصِلْ، فَلْيُوَاصِلْ حَتَّى السَّحَرِ ﴾ قَالُوا : فَإِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ : ﴿ إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ، إِنِّي أَبِيتُ لِي مُطْعِمٌ يُطْعِمُنِي، وَسَاقٍ يَسْقِينِ ﴾ [انظر : ١٩٦٧]

فرمایا: ''بے شک میں تمھاری حالت کی طرح نہیں ہوں، میں اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرے لیے ایک کھلانے والا ہوتا ہے جو مجھے کھلاتا رہتا ہے اور ایک پلانے والا جو مجھے پلاتا رہتا ہے۔''

فائدہ: اس کی شرح کے لیے دیکھیے حدیث (۱۹۲۲، ۱۹۲۳) کے فوائد۔

١٩٦٤ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدٌ، قَالاَ : أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْوِصَالِ رَحْمَةً لَهُمْ، فَقَالُوا : إِنَّكَ تُوَاصِلُ، قَالَ : ﴿ إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ، إِنِّي يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِ ﴾ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ : لَمْ يَذْكُرْ عُثْمَانُ : ﴿ رَحْمَةً لَهُمْ ﴾ [أخرجه مسلم : ١١٠٥]

1964- عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وصال سے مسلمانوں پر رحم کی وجہ سے منع فرمایا، تو انھوں نے کہا: آپ تو وصال کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''بے شک میں تمھاری حالت کی طرح نہیں ہوں، مجھے تو میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے۔'' ابوعبداللہ نے کہا: عثمان نے ''رَحْمَةً لَهُمْ'' کا لفظ نہیں کہا۔

فائدہ: اس حدیث سے باب کا وہ حصہ ثابت ہو رہا ہے کہ نبی ﷺ نے امت پر رحم اور شفقت کی وجہ سے منع فرمایا ہے اور اس لیے کہ عبادت میں زیادہ شدت اور تکلف اختیار کرنا اللہ کو ناپسندیدہ ہے۔ پھر کیا حال ہے ان افسانوں کا جن میں بعض لوگوں کی بزرگی کے بیان کے لیے کئی کئی مہینے اور کئی سال ان کے کھائے پیے بغیر گزار دینے کی بے پر کی اڑائی گئی ہے اور لطف یہ ہے کہ ان افسانوں کو ماننے والے بھی ہیں جو اسے ان کی کرامت قرار دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔

٤٩ - بَابُ التَّنْكِيلِ لِمَنْ أَكْثَرَ الْوِصَالَ

49- باب: کثرت سے وصال کرنے والے کو عبرت دلانے والی سزا دینا

رَوَاهُ أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [راجع : ١٩٦١]

اسے انس رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے بیان کیا ہے۔

١٩٦٥ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْوِصَالِ فِي الصَّوْمِ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ مِنَ

1965- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے روزے میں وصال سے منع فرمایا تو مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے کہا: یا رسول اللہ! آپ تو وصال کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''اور تم میں سے میرے جیسا کون ہے؟ میں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

الْمُسْلِمِينَ : إِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ! ؟ قَالَ : « وَ أَيُّكُمْ مِثْلِي ؟ إِنِّي أَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَ يَسْقِينِ » فَلَمَّا أَبَوْا أَنْ يَنْتَهُوا عَنِ الْوِصَالِ، وَاصَلَ بِهِمْ يَوْمًا، ثُمَّ يَوْمًا، ثُمَّ رَأَوُا الْهِلَالَ، فَقَالَ : « لَوْ تَأَخَّرَ لَزِدْتُكُمْ » كَالتَّنْكِيلِ لَهُمْ حِينَ أَبَوْا أَنْ يَنْتَهُوا. [انظر : ١٩٦٦، ٦٨٥١، ٧٢٤٢، ٧٢٩٩۔ أخرجه مسلم : ١١٠٣]

تو اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔'' جب انھوں نے وصال سے باز آنے سے انکار کر دیا تو آپ نے ان کے ہمراہ ایک دن وصال کیا، پھر ایک دن، پھر انھوں نے چاند دیکھ لیا تو آپ نے فرمایا: ''اگر چاند میں تاخیر ہوتی تو میں تمھارے ہمراہ زیادہ روزہ رکھتا۔'' جیسے انھیں عبرت دلانے والی سزا دینی ہو جب انھوں نے باز آنے سے انکار کر دیا۔

١٩٦٦۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : « إِيَّاكُمْ وَالْوِصَالَ » مَرَّتَيْنِ، قِيلَ : إِنَّكَ تُوَاصِلُ، قَالَ : « إِنِّي أَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِ، فَاكْلَفُوا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيقُونَ » [راجع : ١٩٦٥۔ أخرجه مسلم : ١١٠٣]

1966۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے بیان کیا، آپ نے دو مرتبہ فرمایا: ''وصال سے بچو۔'' کہا گیا: آپ وصال کرتے ہیں! آپ نے فرمایا: ''میں تو اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے، اس لیے تم اتنے عمل کی تکلیف اٹھاؤ جس کی تم طاقت رکھتے ہو۔''

فائدہ باب میں اس شخص کو عبرت دلانے والی سزا دینے کا ذکر ہے جو کثرت سے وصال کرے، معلوم ہوا جو کثرت سے ایسا نہ کرے اس کے لیے یہ سزا نہیں، اگرچہ وہ بھی امت کے لیے پسندیدہ بات نہیں سوائے اس کے جس کی آپ نے اجازت دی ہے، یعنی سحر تک وصال کر لے۔

٥٠۔ بَابُ الْوِصَالِ إِلَى السَّحَرِ

50۔ باب: سحر تک وصال کرنا

١٩٦٧۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ، حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ خَبَّابٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ : « لَا تُوَاصِلُوا، فَأَيُّكُمْ أَرَادَ أَنْ يُوَاصِلَ فَلْيُوَاصِلْ حَتَّى السَّحَرِ » قَالُوا : فَإِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ : « لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ،

1967۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا: ''وصال مت کرو، پھر تم میں سے جو وصال کا ارادہ کرے وہ سحر تک وصال کر لے۔'' صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! پھر آپ تو وصال کرتے ہیں! آپ نے فرمایا: ''میں تمھاری حالت کی طرح نہیں ہوں، میں اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرے لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

إِنِّي أَبِيتُ لِي مُطْعِمٌ يُطْعِمُنِي، وَسَاقٍ يَسْقِينِ» [راجع: ١٩٦٣]

ایک کھلانے والا ہوتا ہے جو مجھے کھلاتا رہتا ہے اور ایک پلانے والا جو مجھے پلاتا رہتا ہے۔"

٥١- بَابُ مَنْ أَقْسَمَ عَلَى أَخِيهِ لِيُفْطِرَ فِي التَّطَوُّعِ، وَلَمْ يَرَ عَلَيْهِ قَضَاءً إِذَا كَانَ أَوْفَقَ لَهُ

51۔ باب: اگر کوئی اپنے بھائی کو نفل روزہ توڑنے کے لیے قسم دے اور وہ توڑ ڈالے تو اس پر قضا نہیں ہے جب روزہ نہ رکھنا اس کو مناسب ہو

١٩٦٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعُمَيْسِ، عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: آخَى النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ سَلْمَانَ وَأَبِي الدَّرْدَاءِ، فَزَارَ سَلْمَانُ أَبَا الدَّرْدَاءِ، فَرَأَى أُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً، فَقَالَ لَهَا: مَا شَأْنُكِ؟ قَالَتْ: أَخُوكَ أَبُو الدَّرْدَاءِ لَيْسَ لَهُ حَاجَةٌ فِي الدُّنْيَا، فَجَاءَ أَبُو الدَّرْدَاءِ فَصَنَعَ لَهُ طَعَامًا، فَقَالَ: كُلْ؟ قَالَ: فَإِنِّي صَائِمٌ، قَالَ: مَا أَنَا بِآكِلٍ حَتَّى تَأْكُلَ، قَالَ: فَأَكَلَ، فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ ذَهَبَ أَبُو الدَّرْدَاءِ يَقُومُ، قَالَ: نَمْ، فَنَامَ، ثُمَّ ذَهَبَ يَقُومُ فَقَالَ: نَمْ، فَلَمَّا كَانَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ قَالَ: سَلْمَانُ قُمِ الْآنَ، فَصَلَّيَا فَقَالَ لَهُ سَلْمَانُ: إِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، فَأَعْطِ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «صَدَقَ سَلْمَانُ» [انظر: ٦١٣٩، وانظر في التهجد، باب: ١٥، وفي الصوم، باب: ٥٧، وفي مناقب الأنصار، باب: ٥٠، وفي النكاح، باب: ٩٠، وفي الأدب، باب: ٦٥، ٦٧، ٨٨]

1968۔ ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے سلمان اور ابو الدرداء رضی اللہ عنہما کو آپس میں بھائی بنا دیا، سلمان رضی اللہ عنہ ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے ملنے کے لیے آئے تو ام الدرداء رضی اللہ عنہا کو کام کاج کے کپڑوں میں دیکھا۔ انھوں نے اس سے پوچھا: تمھارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا: تمھارے بھائی ابو الدرداء (رضی اللہ عنہ) کو دنیا کی کوئی ضرورت ہی نہیں۔ ابو الدرداء رضی اللہ عنہ آئے اور انھوں نے ان کے لیے کھانا بنایا تو سلمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: کھاؤ، انھوں نے کہا: میرا تو روزہ ہے۔ کہا: جب تک تم نہ کھاؤ میں ہرگز نہیں کھاؤں گا۔ چنانچہ انھوں نے کھانا کھایا، جب رات ہوئی تو ابو الدرداء رضی اللہ عنہ اٹھنے لگے، کہا: سو جاؤ تو وہ سو گئے، پھر اٹھنے لگے تو کہا: سو جاؤ، جب رات کا آخری پہر ہوا تو سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: اب اٹھو تو دونوں نے نماز پڑھی، پھر سلمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: بے شک تمھارے رب کا تم پر حق ہے اور تمھارے نفس کا تم پر حق ہے اور تمھاری بیوی کا تم پر حق ہے، اس لیے ہر حق والے کو اس کا حق دو، پھر وہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے اس کا ذکر کیا تو نبی ﷺ نے ان سے کہا: "سلمان نے سچ کہا۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فوائد ومسائل: 1 باب میں قسم ڈالنے کا ذکر ہے جو حدیث میں نہیں ہے، بخاری کا اشارہ ان کی اس روایت کے شیخ محمد بن بشار کی روایت کی طرف ہے جو بزار (۴۲۲۳) نے بیان کی ہے: «أَقْسَمْتُ عَلَيْكَ لَتُفْطِرَنَّ» ''میں تمھیں قسم دیتا ہوں کہ روزہ کھول دو۔'' بزار کے علاوہ دارقطنی (۲۲۳۵)، ابن خزیمہ (۲۱۴۴)، طبرانی (۱۱۲/۲۲) اور ابن حبان (۳۲۰) نے بھی ایسے ہی روایت کی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ محمد بن بشار نے جب بخاری کو یہ روایت بیان کی تو یہ جملہ ذکر نہیں کیا، بخاری کو دوسرے طریقوں سے معلوم ہوا تو انھوں نے اسے باب میں ذکر کر کے اس کے صحیح ہونے کی طرف اشارہ کر دیا۔ (فتح الباری)

2 باب میں نفل روزہ توڑنے پر قضا نہ ہونے کا ذکر ہے جب کہ حدیث میں اس کی صراحت نہیں، مگر چونکہ اصل یہی ہے کہ اگر قضا ضروری ہوتی تو رسول اللہ ﷺ اسے بیان فرما دیتے، کیونکہ یہ ضروری بات تھی۔ معلوم ہوتا ہے بخاری نے ان احادیث کی طرف بھی اشارہ کیا ہے جن میں یہ مسئلہ بیان ہوا ہے۔ ان میں سے ایک وہ ہے جو بیہقی (۴۶۲/۴، ح: ۸۳۶۲) نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، انھوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کے لیے کھانا بنایا، جب پیش کیا گیا تو ایک آدمی نے کہا: میرا روزہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: « دَعَاكَ أَخُوكَ وَتَكَلَّفَ لَكَ، أَفْطِرْ وَصُمْ مَكَانَهُ إِنْ شِئْتَ » ''تمھارے بھائی نے تمھیں دعوت دی اور تمھاری خاطر تکلف کیا، روزہ کھول دو اور اگر چاہو تو اس کی جگہ روزہ رکھ لینا۔'' اس کی سند حسن ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نفل روزے کی قضا واجب نہیں۔ (فتح الباری) حقیقت یہی ہے کہ نفل عمل کوئی بھی ہو اگر پورا نہ کیا جائے تو اس کی قضا واجب نہیں، کیونکہ جو عمل خود نفل ہے اس کی قضا کیسے فرض ہو گئی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ نفل عمل شروع کرنا ضروری نہیں مگر جب شروع کر دے تو اسے پورا کرنا ضروری ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَا تُبْطِلُوٓا أَعْمَالَكُمْ﴾ [محمد : ۳۳] ''اپنے عمل باطل نہ کرو۔'' مگر آیت کی یہ تفسیر اس کے سیاق و سباق سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔ آیت کریمہ یہ ہے: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَأَطِيعُوا۟ ٱلرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوٓا۟ أَعْمَٰلَكُمْ ﴾ [محمد : ۳۳] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا حکم مانو اور اس رسول کا حکم مانو اور اپنے اعمال باطل مت کرو۔'' یعنی اعمال کے قبول ہونے کی شرط یہ ہے کہ آدمی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا پابند رہے، اگر کوئی شخص اطاعت سے نکل کر مخالفت پر اتر آئے اور دشمنوں کے ساتھ ساز باز شروع کر دے تو اس کے سارے اعمال باطل ہیں، خواہ وہ اپنے خیال میں کتنے اچھے عمل کرتا رہے۔

3 إِذَا كَانَ أَوْفَقَ لَهُ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نفل روزہ کھولنا اور اس کی قضا نہ دینا اس کے لیے جائز سمجھتے ہیں جس کا کوئی عذر ہو، خواہ مخواہ کسی عذر کے بغیر ایسا کرنا درست نہیں۔ (فتح الباری)

4 حافظ رحمہ اللہ نے کہا: ''اس حدیث کے کچھ فوائد یہ ہیں: ① اللہ کی خاطر ایک دوسرے کو بھائی بنانا۔ ② بھائیوں کو ملنے کے لیے جانا۔ ③ ان کے پاس رات رہنا۔ ④ ضرورت کے لیے اجنبی عورت سے بات کرنے کا جواز جب اس میں کوئی مصلحت ہو۔ ⑤ مسلمان کی خیر خواہی اور حقوق ترک کرنے والے کو آگاہ کرنا۔ ⑥ پچھلی رات قیام کی فضیلت۔ ⑦ عورت کی زینت کا خاوند کے لیے مشروع ہونا۔ ⑧ عورت کا خاوند پر حق ہے کہ وہ اس کے ساتھ اچھے طریقے سے رہے۔ اس حدیث کی بعض روایات سے یہ بھی نکلتا ہے کہ عورت کا خاوند پر حق ہے کہ وہ اس سے صحبت کرے، کیونکہ سلمان رضی اللہ عنہ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے کہا: «وَائْتِ أَهْلَكَ »''اپنی بیوی کے پاس جاؤ'' اور رسول اللہ ﷺ نے ان کی تائید فرمائی۔ ⑨ کئی مستحب کاموں سے روکنا بھی جائز ہے جب اس کے نتیجے میں ان کاموں سے زیادہ اہم واجب یا مستحب حقوق فوت ہو رہے ہوں۔'' (فتح الباری) عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی حدیث (۱۹۷۴) میں اس پر مزید کلام آئے گا۔

٥٢۔ بَابُ صَوْمِ شَعْبَانَ

52۔ باب: شعبان کا روزہ

١٩٦٩۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَصُومُ حَتَّى نَقُولَ : لَا يُفْطِرُ، وَ يُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ : لَا يَصُومُ، فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ إِلَّا رَمَضَانَ، وَمَا رَأَيْتُهُ أَكْثَرَ صِيَامًا مِنْهُ فِي شَعْبَانَ . [انظر : ١٩٧٠، ٦٤٦٥۔ أخرجه مسلم : ١١٥٦ باختلاف]

1969۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ روزے رکھتے یہاں تک کہ ہم کہتے: آپ روزے رکھنا نہیں چھوڑیں گے اور آپ روزے رکھنا چھوڑ دیتے یہاں تک کہ ہم کہتے: آپ روزہ نہیں رکھیں گے اور میں نے رمضان کے سوا رسول اللہ ﷺ کو کسی مہینے کے پورے روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا اور میں نے آپ کو شعبان میں روزوں سے زیادہ روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

١٩٧٠۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ : أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا حَدَّثَتْهُ قَالَتْ: لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ يَصُومُ شَهْرًا أَكْثَرَ مِنْ شَعْبَانَ، فَإِنَّهُ كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ كُلَّهُ، وَكَانَ يَقُولُ: « خُذُوا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيقُونَ، فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَمَلُّ حَتَّى تَمَلُّوا » وَأَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ مَا دُووِمَ عَلَيْهِ وَإِنْ قَلَّتْ، وَكَانَ إِذَا صَلَّى صَلَاةً دَاوَمَ عَلَيْهَا. [راجع : ١٩٦٩ و ٧٣٠۔ أخرجه مسلم : ٧٨٢، في الصيام (١٧٧)، وذكر هذا اللفظ مقتصرًا على أوله : ١١٥٦، وعلى آخره بغير هذا اللفظ (٧٨٢)]

1970۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ شعبان سے زیادہ کسی مہینے میں روزے نہیں رکھتے تھے۔ آپ سارے شعبان کے روزے رکھتے تھے اور آپ فرماتے تھے: ''تم اتنا عمل کرو جتنی طاقت رکھتے ہو، کیونکہ اللہ نہیں اکتاتا یہاں تک کہ تم اکتا جاؤ۔'' اور نبی ﷺ کو سب سے محبوب نماز وہ تھی جس پر دوام کیا جائے خواہ کم ہو اور آپ جب کوئی نماز پڑھتے تو اس پر دوام کرتے۔

فوائد و مسائل: 1 یہاں ایک سوال ہے کہ پہلی حدیث میں ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو رمضان کے سوا کسی پورے مہینے کے روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا جب کہ انھی کی دوسری حدیث میں ہے کہ آپ سارے شعبان کے روزے رکھتے تھے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بظاہر دونوں میں تضاد ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دوسری روایت میں سارے شعبان سے مراد اس کے اکثر ایام ہیں، جیسا کہ پہلی روایت میں ہے کہ میں نے آپ کو شعبان میں روزوں سے زیادہ روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا اور اکثر پر کل کا لفظ بول دیتے ہیں، جیسے کہا جاتا ہے: "لِلْأَكْثَرِ حُكْمُ الْكُلِّ" گویا پہلی حدیث دوسری کی تفسیر ہے۔

2 مَا دُوْوِمَ عَلَيْهِ: علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں: ''جو نیک کام ہمیشہ کیا جائے اس میں بڑی لذت ہوتی ہے اور نفس میں بھی اچھی عادت اور پاکیزگی پیدا ہو جاتی ہے بہ نسبت اس کے کہ چند روز سخت محنت اٹھائے پھر تنگ ہو کر چھوڑ دے، اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اعتدال کے ساتھ مناسب وقتوں میں پابندی کے ساتھ جو کام کیا جائے وہی پورا ہوتا ہے، بڑے بڑے کام پابندی اور اعتدال کے ساتھ ہی انصرام پاتے ہیں اور دوڑ کر چلنے والا ہمیشہ ٹھوکر کھا کے گر پڑتا ہے۔'' (تیسیر الباری)

3 إِنَّ اللّٰهَ لَا يَمَلُّ: اس کی تشریح حدیث (۴۳) میں گزر چکی ہے۔

٥٣ ـ بَابُ مَا يُذْكَرُ مِنْ صَوْمِ النَّبِيِّ ﷺ وَ إِفْطَارِهِ

53۔ باب: نبی ﷺ کے روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کا ذکر

١٩٧١ ـ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: مَا صَامَ النَّبِيُّ ﷺ شَهْرًا كَامِلًا قَطُّ غَيْرَ رَمَضَانَ، وَيَصُومُ حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ: لَا وَاللّٰهِ! لَا يُفْطِرُ، وَ يُفْطِرُ حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ: لَا وَاللّٰهِ! لَا يَصُومُ. [أخرجه مسلم: ١١٥٧]

1971۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے رمضان کے سوا کبھی پورے مہینے کے روزے نہیں رکھے اور آپ روزے رکھتے جاتے یہاں تک کہ کہنے والا کہتا: نہیں، اللہ کی قسم! آپ روزے رکھنا نہیں چھوڑیں گے اور آپ روزے رکھنا چھوڑ دیتے یہاں تک کہ کہنے والا کہتا: نہیں، اللہ کی قسم! آپ روزہ نہیں رکھیں گے۔

١٩٧٢ ـ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُفْطِرُ مِنَ الشَّهْرِ حَتَّى نَظُنَّ أَنْ لَا يَصُومَ مِنْهُ، وَيَصُومُ حَتَّى نَظُنَّ أَنْ لَا يُفْطِرَ مِنْهُ شَيْئًا، وَكَانَ لَا تَشَاءُ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا إِلَّا رَأَيْتَهُ، وَلَا نَائِمًا إِلَّا رَأَيْتَهُ.

1972۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مہینے میں روزے رکھنا چھوڑ دیتے یہاں تک کہ ہم سمجھتے آپ اس میں سے کسی دن کا روزہ نہیں رکھیں گے اور آپ روزے رکھنے لگتے حتیٰ کہ ہم سمجھتے آپ اس میں سے کسی دن کا روزہ نہیں چھوڑیں گے اور اگر تو آپ ﷺ کو رات کے وقت نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا چاہتے تو دیکھ لیتے اور اگر سویا ہوا دیکھنا چاہتے تو دیکھ لیتے۔

وَقَالَ سُلَيْمَانُ، عَنْ حُمَيْدٍ: أَنَّهُ سَأَلَ أَنَسًا فِي

اور سلیمان نے حمید سے بیان کیا کہ انھوں نے انس رضی اللہ عنہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الصَّوْمِ. [راجع: ١١٤١ـ أخرجه مسلم: ١١٥٨ مختصرًا]

سے روزے کے بارے میں سوال کیا۔

١٩٧٣- حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ، أَخْبَرَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ صِيَامِ النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: مَا كُنْتُ أُحِبُّ أَنْ أَرَاهُ مِنَ الشَّهْرِ صَائِمًا إِلَّا رَأَيْتُهُ، وَلَا مُفْطِرًا إِلَّا رَأَيْتُهُ، وَلَا مِنَ اللَّيْلِ قَائِمًا إِلَّا رَأَيْتُهُ، وَلَا نَائِمًا إِلَّا رَأَيْتُهُ، وَلَا مَسِسْتُ خَزَّةً وَلَا حَرِيرَةً أَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَلَا شَمِمْتُ مِسْكَةً، وَلَا عَبِيرَةً أَطْيَبَ رَائِحَةً مِنْ رَائِحَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. [راجع: ١١٤١ـ أخرجه مسلم: ١١٥٨ بمعناه مختصرًا باختلاف، وأخرجه: ٢٣٣٠ مختصرًا آخره]

1973- حمید سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے انس رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کے روزہ رکھنے سے متعلق سوال کیا تو انھوں نے کہا: میں آپ کو مہینے کے دنوں میں روزے کی حالت میں دیکھنا چاہتا تو دیکھ لیتا تھا اور روزے کے بغیر دیکھنا چاہتا تو دیکھ لیتا تھا اور رات کو قیام کی حالت میں دیکھنا چاہتا تو دیکھ لیتا اور سویا ہوا دیکھنا چاہتا تو دیکھ لیتا اور میں نے کسی مخمل یا ریشم کو ہاتھ نہیں لگایا جو رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ ملائم ہو اور نہ کوئی کستوری یا عنبر سونگھی جس کی خوشبو رسول اللہ ﷺ کی خوشبو سے اچھی ہو۔

فوائد ومسائل: 1 زین بن مُنَیِّر نے کہا: پچھلے باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے روزے کی نسبت نبی ﷺ کی طرف نہیں کی بلکہ صرف ''شعبان کا روزہ'' کہا، مقصد امت کو شعبان کے روزوں کی ترغیب دلانا تھا اور اس باب میں مقصد روزوں کے بارے میں نبی ﷺ کے معمول کا بیان ہے۔ (فتح الباری)

2 علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں: ''مطلب یہ ہے کہ آپ کبھی رات کے شروع میں عبادت کرتے، کبھی رات کے درمیان اور کبھی رات کے آخر میں، اسی طرح آپ کا آرام فرمانا بھی مختلف وقتوں میں ہوتا رہتا۔ اسی طرح آپ کا نفل روزہ بھی تھا شروع اور درمیان اور اخیر مہینے میں، ہر دنوں میں رکھتے، تو ہر شخص جو آپ کو روزہ دار یا رات کو عبادت کرتے یا سوتے دیکھنا چاہتا بلا دقت دیکھ لیتا۔'' (تیسیر الباری)

3 اور میں نے کسی مخمل یا ریشم....: اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ صورت و سیرت میں ہر لحاظ سے کامل ترین تھے اور آپ جمال و جلال اور کمال کے جامع تھے۔ [عَلَيْهِ أَفْضَلُ الصَّلَاةِ وَالتَّسْلِيمِ] اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت و رسالت کے لیے چنا اور اولادِ آدم کا سردار اور خاتم النبیین بنایا۔

4 ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ہر مہینے میں کچھ نہ کچھ روزے رکھنا نبی ﷺ کی سنت ہے اور یہ کہ نفل روزے کسی بھی دن رکھے جا سکتے ہیں، ان روزوں کو چھوڑ کر جن سے منع کیا گیا ہے اور یہ کہ آپ نے نہ ہمیشہ روزے رکھے اور نہ ساری رات کا قیام کیا۔ گویا آپ ﷺ نے ایسا اس لیے نہیں کیا کہ امت کے لوگ آپ کی پیروی کریں گے تو ان کے لیے دشواری ہو گی۔ اگرچہ آپ میں اتنی قوت تھی کہ ایسا کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے لیکن آپ نے عبادت میں میانہ روی اختیار فرمائی، قیام بھی کیا اور سوئے بھی، روزے بھی رکھے اور افطار بھی کیا۔ (فتح الباری)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٥٤ ـ بَابُ حَقِّ الضَّيْفِ فِي الصَّوْمِ

54۔ باب: روزے میں مہمان کا حق

١٩٧٤ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، أَخْبَرَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ، يَعْنِي: «إِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا» فَقُلْتُ: وَمَا صَوْمُ دَاوُدَ؟ قَالَ: «نِصْفُ الدَّهْرِ». [راجع: ١١٣١ـ أخرجه مسلم: ١١٥٩]

1974۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے، انھوں نے پوری حدیث ذکر کی، یعنی: ”بے شک تیرے مہمان کا تجھ پر حق ہے اور بے شک تیری بیوی کا تجھ پر حق ہے۔“ تو میں نے کہا: اور داؤد علیہ السلام کا روزہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”آدھا زمانہ (یعنی ایک دن روزہ ایک دن افطار)۔“

فائدہ: امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث متعدد مقامات پر کہیں مختصر اور کہیں مکمل ذکر کی ہے۔ کہیں صرف روزے اور کہیں صرف قیام کا ذکر ہے اور کہیں ساری باتوں کا ذکر ہے، یہاں مہمان سے متعلق حصہ ذکر کیا ہے۔ روزے میں مہمان کا حق یہ ہے کہ اس کا اصرار ہو تو اس کی خوشی کی خاطر نفل روزہ افطار کر دیا جائے، اسی طرح مہمان نوازی میں روزے کی وجہ سے کوتاہی کا خطرہ ہو تب بھی روزہ کھول دیا جائے، کیونکہ بعض اوقات طبیعت میں روزے کی وجہ سے چڑچڑا پن سا پیدا ہو جاتا ہے، یا تھکن کی وجہ سے اچھی طرح مہمان سے مجلس نہیں کر سکتا۔

٥٥ ـ بَابُ حَقِّ الْجِسْمِ فِي الصَّوْمِ

55۔ باب: روزے میں جسم کا حق

١٩٧٥ـ حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «يَا عَبْدَ اللَّهِ! أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصُومُ النَّهَارَ وَتَقُومُ اللَّيْلَ؟» فَقُلْتُ: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: «فَلَا تَفْعَلْ صُمْ وَأَفْطِرْ، وَقُمْ وَنَمْ، فَإِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ

1975۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”عبداللہ! کیا مجھے یہ اطلاع نہیں ملی کہ تم دن بھر روزہ رکھتے ہو اور رات کو قیام کرتے ہو؟“ میں نے کہا: جی ہاں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: ”تو ایسا مت کرو، روزہ رکھو اور افطار بھی کرو اور قیام کرو اور سویا بھی کرو، کیونکہ یقیناً تمھارے جسم کا تم پر حق ہے، تمھاری آنکھوں کا تم پر حق ہے، تمھاری بیوی کا تم پر حق ہے اور تمھارے مہمان کا تم پر حق ہے اور تمھیں اتنا ہی کافی ہے کہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ بِحَسْبِكَ أَنْ تَصُومَ كُلَّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَإِنَّ لَكَ بِكُلِّ حَسَنَةٍ عَشْرَ أَمْثَالِهَا، فَإِنَّ ذَلِكَ صِيَامُ الدَّهْرِ كُلِّهِ » فَشَدَّدْتُ فَشُدِّدَ عَلَيَّ، قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً، قَالَ : « فَصُمْ صِيَامَ نَبِيِّ اللَّهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَلَا تَزِدْ عَلَيْهِ » قُلْتُ : وَمَا كَانَ صِيَامُ نَبِيِّ اللَّهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ؟ قَالَ : « نِصْفَ الدَّهْرِ »

ہر مہینے میں تین روزے رکھو، کیونکہ تمھیں ہر نیکی کے بدلے دس گنا ملے گا، تو اس صورت میں یہ ہمیشہ کا روزہ ہو جائے گا۔" تو میں نے سختی کی تو مجھ پر سختی کی گئی، میں نے کہا: یا رسول اللہ! میں اپنے آپ میں طاقت دیکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: "پھر اللہ کے نبی داود علیہ السلام جیسے روزے رکھو اور اس سے زیادہ نہ کرو۔" میں نے کہا: اور اللہ کے نبی داود علیہ السلام کے روزے کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: "آدھا زمانہ۔"

فَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَقُولُ بَعْدَ مَا كَبِرَ : يَا لَيْتَنِي قَبِلْتُ رُخْصَةَ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع : ۱۱۳۱۔ أخرجه مسلم: ۱۱۵۹]

تو بوڑھے ہونے کے بعد عبداللہ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: کاش! میں نبی ﷺ کی رخصت قبول کر لیتا۔

فوائد: 1 صحیح بخاری کی حدیث (۵۰۵۲) میں آ رہا ہے کہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا: میرے والد نے میرا نکاح ایک خاندانی عورت سے کیا اور وہ اس کا خیال رکھا کرتے تھے، انھوں نے اس سے اس کے خاوند کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا: بہت اچھا آدمی ہے، جب سے ہم اس کے پاس آئے ہیں اس نے کبھی ہمارے بستر پر پاؤں رکھا ہے نہ کبھی ہمارا حال پوچھا ہے۔ نسائی (۲۳۹۰) اور ابن خزیمہ (۲۱۰۵) میں ہے کہ اس پر میرے والد مجھ سے بہت ناراض ہوئے اور کہنے لگے: میں نے ایک عورت کے ساتھ تمھارا نکاح کیا اور تم نے اسے روک کر رکھ چھوڑا اور یہ کیا اور یہ کیا۔ تو میں نے ان کی بات کی طرف توجہ نہ کی، کیونکہ مجھ میں (عبادت کی) قوت تھی۔ تو انھوں نے اس کا ذکر نبی ﷺ سے کیا، آپ نے فرمایا: "اسے لے کر مجھ سے ملو۔" تو میں والد کے ساتھ آپ کے پاس آیا۔ (فتح الباری)

2 لَا تَفْعَلْ : آپ ﷺ نے فرمایا: "ایسا مت کرو۔" حدیث (۱۱۵۳) میں گزرا ہے: « فَإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ هَجَمَتْ عَيْنُكَ وَنَفِهَتْ نَفْسُكَ » "کیونکہ اگر تم ایسا کرو گے تو تمھاری آنکھیں اندر دھنس جائیں گی اور تمھاری جان سخت تھک جائے گی۔"

3 وَإِنَّ لِزَوْرِكَ : " زَوْرٌ " " زَارَ يَزُوْرُ " کا مصدر ہے، بمعنی زائر، مہمان۔ مصدر ہونے کی وجہ سے واحد، تثنیہ، جمع، مذکر، مؤنث سب کے لیے " زَوْرٌ " ہی آتا ہے۔ ابن التین نے کہا: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ " زَوْرٌ " " زَائِرٌ " کی جمع ہو، جیسے " رَاكِبٌ " کی جمع " رَكْبٌ " ہے۔ مسلم (۱۸۳/۱۱۵۹) میں یہ لفظ زیادہ ہیں: « إِنَّ لِوَلَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا » "تیری اولاد کا تجھ پر حق ہے۔" اور نسائی (۲۳۹۱) میں یہ لفظ زیادہ ہیں: « وَإِنَّهُ عَسَى أَنْ يَطُولَ بِكَ عُمُرٌ » "قریب ہے کہ تمھاری عمر لمبی ہو۔" (فتح الباری)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

4 أَنْ تَصُومَ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ: اس روایت میں اختصار ہے، آپ نے انھیں ہر مہینے میں تین روزے رکھنے کے لیے کہا، جب انھوں نے اصرار کیا تو آپ نے ہر ماہ پانچ پھر سات پھر نو پھر گیارہ روزوں اور آخر کار ایک دن روزے اور ایک دن ناغے کی اجازت دی اور اس سے زیادہ سے منع فرما دیا۔ (فتح الباری)

5 يَا لَيْتَنِي ! قَبِلْتُ رُخْصَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: یعنی جب وہ بوڑھے ہو گئے اور صوم داؤدان کے لیے مشکل ہو گئے تو وہ کہا کرتے تھے: ''کاش! میں رسول اللہ ﷺ کی رخصت قبول کر لیتا۔'' لیکن اس کے باوجود انھوں نے جو عمل شروع کیا تھا اس کی پابندی آخر دم تک جاری رکھی۔ البتہ اس میں تخفیف کا ایک طریقہ اختیار کیا، جیسا کہ مسند احمد (۱۲۷۷) میں مجاہد سے ہے کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ جب بوڑھے اور کمزور ہو گئے تو وہ چند ایام کا مسلسل روزہ رکھ لیتے پھر اتنے دن روزہ چھوڑ دیتے، اس سے انھیں قوت مل جاتی اور وہ کہا کرتے تھے کہ یہ بات کہ میں نے رخصت قبول کر لی ہوتی مجھے اس کے مقابلے میں کسی بھی چیز سے زیادہ عزیز ہوتی، لیکن میں آپ ﷺ سے ایک کام کرتا ہوا جدا ہوا، اب میں پسند نہیں کرتا کہ اسے چھوڑ کر کچھ اور کروں۔ (فتح الباری)

٥٦ - بَابُ صَوْمِ الدَّهْرِ

١٩٧٦ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو قَالَ: أُخْبِرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنِّي أَقُولُ: وَاللَّهِ! لَأَصُومَنَّ النَّهَارَ وَلَأَقُومَنَّ اللَّيْلَ مَا عِشْتُ، فَقُلْتُ لَهُ: قَدْ قُلْتُهُ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، قَالَ: «فَإِنَّكَ لَا تَسْتَطِيعُ ذَلِكَ، فَصُمْ وَأَفْطِرْ، وَقُمْ وَنَمْ، وَصُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَإِنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، وَذَلِكَ مِثْلُ صِيَامِ الدَّهْرِ» قُلْتُ: إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ، قَالَ: «فَصُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمَيْنِ» قُلْتُ: إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ، قَالَ: «فَصُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمًا، فَذَلِكَ صِيَامُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَهُوَ أَفْضَلُ الصِّيَامِ» فَقُلْتُ: إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ، فَقَالَ

56- باب: ہمیشہ روزہ رکھنا

1976- عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا کہ میں کہتا ہوں: اللہ کی قسم! میں جب تک زندہ ہوں دن بھر روزہ رکھوں گا اور رات بھر قیام کروں گا۔ میں نے آپ سے کہا: واقعی میں نے ایسے کہا ہے، میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ آپ نے فرمایا: ''تو تم اس کی طاقت نہیں رکھتے، اس لیے روزہ رکھو اور افطار بھی کرو اور قیام کرو اور سویا بھی کرو، ہر مہینے سے تین روزے رکھو، کیونکہ ہر نیکی اس کے دس گنا کے برابر ہوتی ہے اور یہ ہمیشہ کے روزے کی طرح ہے۔'' میں نے کہا: میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''پھر ایک دن روزہ رکھو اور دو دن ناغہ کرو۔'' میں نے کہا: میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''پھر ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن ناغہ کرو، یہ داود علیہ السلام کا روزہ ہے اور یہ سب سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

النَّبِيُّ ﷺ : ((لَا أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ)) [راجع : ١١٣١ـ أخرجه مسلم : ١١٥٩]

بہتر روزہ ہے۔" میں نے کہا: میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "اس سے افضل کوئی نہیں۔"

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ صوم داؤد سے افضل کوئی نہیں۔ صحیح بخاری (۱۱۳۱) میں گزرا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ((أَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوُدَ)) "اللہ کو روزے میں سب سے محبوب داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے۔" اور ترمذی (۷۷۰) میں اسے ایک اور سند کے ساتھ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے: ((أَفْضَلُ الصَّوْمِ صَوْمُ أَخِي دَاوُدَ)) روزے میں سب سے بڑھ کر میرے بھائی داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے۔" ان تمام روایات خصوصاً " لَا أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ " سے معلوم ہوا کہ اس سے زیادہ روزوں کا اجر صوم داؤد سے کم ہے۔ پھر آدمی خواہ مخواہ اس سے زیادہ روزے کیوں رکھے۔ ابن ابی شیبہ (۳۲۸/۲، ح: ۹۵۵۶) میں صحیح سند کے ساتھ ابوعمرو شیبانی سے ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچی کہ ایک آدمی ہمیشہ روزہ رکھتا ہے، اس پر درہ اٹھایا اور کہا: "کھاؤ اے دہری! (ہمیشہ روزہ رکھنے والے)۔" اور ابن ابی شیبہ (۳۲۳/۳، ح: ۱۴۶۲۴) نے ابواسحاق کے طریق سے روایت کی ہے کہ عبدالرحمن بن ابی نعیم ہمیشہ روزے رکھتے تھے تو عمرو بن میمون نے کہا: "اگر اصحاب محمد ﷺ اسے دیکھ لیتے تو اسے رجم کر دیتے۔" (فتح الباری)

٥٧ـ بَابُ حَقِّ الْأَهْلِ فِي الصَّوْمِ

57۔ باب: روزے میں بیوی بچوں کا حق

رَوَاهُ أَبُو جُحَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [راجع : ١٩٦٨]

اسے ابوجحیفہ نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے مراد ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث (۱۹۶۸) ہے جس میں انھوں نے سلمان اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہما کا قصہ بیان کیا ہے، اس میں یہ الفاظ ہیں: ((وَ لِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا)) "اور بے شک تمھارے بیوی بچوں کا تم پر حق ہے۔"

١٩٧٧ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، سَمِعْتُ عَطَاءً : أَنَّ أَبَا الْعَبَّاسِ الشَّاعِرَ أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : بَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ أَنِّي أَسْرُدُ الصَّوْمَ وَأُصَلِّي اللَّيْلَ، فَإِمَّا أَرْسَلَ إِلَيَّ وَإِمَّا لَقِيتُهُ، فَقَالَ : ((أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصُومُ وَلَا تُفْطِرُ وَتُصَلِّي؟ فَصُمْ وَأَفْطِرْ، وَقُمْ وَنَمْ، فَإِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَظًّا وَ إِنَّ لِنَفْسِكَ وَأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَظًّا)) قَالَ : إِنِّي لَأَقْوَى

1977۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ کو یہ بات پہنچی کہ میں مسلسل روزے رکھتا ہوں اور رات بھر نماز پڑھتا ہوں تو یا تو آپ ﷺ نے میری طرف پیغام بھیجا یا میں آپ سے ملا تو آپ نے فرمایا: "کیا مجھے یہ بات نہیں بتائی گئی کہ تم روزے رکھتے ہو اور افطار نہیں کرتے اور نماز پڑھتے ہو؟ تو تم روزہ رکھو اور ناغہ بھی کرو اور قیام کرو اور سویا بھی کرو، کیونکہ یقیناً تمھاری آنکھ کا تم پر حق ہے اور تمھارے نفس اور تمھارے بیوی بچوں کا تم پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لِذَلِكَ، قَالَ : « فَصُمْ صِيَامَ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ » قَالَ : وَكَيْفَ؟ قَالَ : « كَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَ يُفْطِرُ يَوْمًا، وَلَا يَفِرُّ إِذَا لَاقَى » قَالَ : مَنْ لِي بِهَذِهِ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ؟ قَالَ عَطَاءٌ : لَا أَدْرِي كَيْفَ ذَكَرَ صِيَامَ الْأَبَدِ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : « لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْأَبَدَ » مَرَّتَيْنِ. [راجع : ١١٣١- أخرجه مسلم : ١١٥٩]

حق ہے۔" اس نے کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: "پھر داؤد علیہ السلام کے روزے کی طرح روزہ رکھو۔" اس نے کہا: اور وہ کیسے ہے؟ آپ نے فرمایا: "وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن ناغہ کرتے اور جب دشمن سے ملتے تو بھاگتے نہیں تھے۔" اس نے کہا: میرے لیے اس کی ضمانت کون دے گا یا نبی اللہ؟ عطا نے کہا : میں نہیں جانتا ہمیشہ کے روزے کا ذکر کیسے کیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "جس نے ہمیشہ کا روزہ رکھا اس نے روزہ رکھا ہی نہیں۔" دو بار فرمایا۔

فوائد: 1 بَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: پچھلے باب میں گزرا ہے کہ آپ کو یہ بات ان کے والد عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے پہنچائی تھی۔

2 وَكَانَ لَا يَفِرُّ إِذَا لَاقَى: نسائی (۲۳۹۳) میں یہ الفاظ زیادہ ہیں: « وَ إِنَّهُ كَانَ إِذَا وَعَدَ لَمْ يُخْلِفْ » "اور جب وہ وعدہ کرتے تھے تو اس کی خلاف ورزی نہیں کرتے تھے۔" آپ کے ان الفاظ کی اس موقع سے مناسبت یہ ہے کہ میں تمھیں اس لیے روزانہ روزے سے منع کر رہا ہوں کہ ایسا نہ ہو کہ تم اپنے آپ پر جو لازم کر رہے ہو اسے پورا نہ کر سکو، تو ایک طرح کی وعدہ خلافی ہو جائے اور داؤد علیہ السلام کے روزے کے ذکر کے ساتھ لڑائی میں ان کے فرار نہ ہونے کے ذکر کی مناسبت یہ ہے کہ وہ ایک دن روزے کے بعد ایک دن ناغہ کرتے تھے، تاکہ دشمن کے مقابلے کے لیے قوت قائم رہے۔ خطابی نے کہا کہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے قصے کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف روزے کی عبادت ہی مقرر نہیں فرمائی بلکہ کئی طرح کی عبادات مقرر فرمائی ہیں، اگر ساری طاقت روزے ہی میں لگا دے تو یقیناً دوسری عبادتوں میں کوتاہی کرے گا۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ میانہ روی اختیار کی جائے، تاکہ دوسرے کاموں کے لیے کچھ قوت بچا کر رکھے۔ نبی ﷺ نے داؤد علیہ السلام کے بارے میں: " وَكَانَ لَا يَفِرُّ إِذَا لَاقَى " کہہ کر اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (فتح الباری)

3 لَا أَدْرِي كَيْفَ ذَكَرَ صِيَامَ الْأَبَدِ: یعنی عطا کہتے ہیں کہ مجھے یہ یاد نہیں کہ اس قصے میں ہمیشہ کے روزے کا ذکر کیسے آیا مگر مجھے یہ یاد ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جس نے ہمیشہ کا روزہ رکھا اس نے روزہ رکھا ہی نہیں۔"

٥٨- بَابُ صَوْمِ يَوْمٍ وَإِفْطَارِ يَوْمٍ

58- باب: ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن روزہ نہ رکھنا

١٩٧٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا

1978- عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شُعْبَةُ، عَنْ مُغِيرَةَ، قَالَ : سَمِعْتُ مُجَاهِدًا، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : « صُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ » قَالَ : أُطِيقُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ، فَمَا زَالَ حَتَّى قَالَ : « صُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمًا » فَقَالَ : « اقْرَإِ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ شَهْرٍ » قَالَ : إِنِّي أُطِيقُ أَكْثَرَ، فَمَا زَالَ حَتَّى قَالَ : « فِي ثَلَاثٍ » [راجع : ۱۱۳۱۔ أخرجه مسلم : ۱۱۵۹]

نے فرمایا: ''مہینے میں تین روزے رکھو۔'' انھوں نے کہا: میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ تو وہ اسی طرح کہتے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن روزہ نہ رکھو۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہر مہینے میں قرآن پڑھو۔'' انھوں نے کہا: میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ تو وہ اسی طرح کہتے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تین راتوں میں پڑھو۔''

فائدہ: یہ حدیث یہاں مختصر بیان ہوئی ہے، ''فضائل القرآن (۵۰۵۲)'' میں لمبی حدیث آ رہی ہے، قرآن پڑھنے کے متعلق وہاں بات ہوگی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ) علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں: ''قسطلانی نے کہا: ''میں نے بیت المقدس میں ایک بوڑھے کو دیکھا، اس کو ابو الطاہر کہتے تھے، وہ دن رات میں قرآن کے آٹھ ختم کرتا تھا، بعضوں نے کہا: اس نے دن رات میں دس ختم سے زیادہ کیے اور برہان بن ابی شریف کہتے تھے کہ وہ دن رات میں پندرہ ختم کرتے ہیں اور صفوہ بن منصور بن زاذان سے منقول ہے کہ وہ مغرب اور عشاء کے درمیان دو ختم کیا کرتے تھے اور تیسرا ختم بھی طواسین تک پہنچتا تھا۔'' تمام ہوا کلام قسطلانی کا۔ مترجم کہتا ہے: یہ سب فعل خلاف سنت ہیں اور عمدہ یہ ہے کہ قرآن سمجھ کر آہستگی کے ساتھ چالیس دن میں ختم کیا جائے، حد سات روز ہیں، انتہا تین روز ہیں، اس سے کم میں ختم کرنا ہمارے مشائخ اہل حدیث نے مکروہ جانا ہے اور ادب اور تعظیم کے بھی خلاف ہے۔'' (تیسیر الباری)

۵۹۔ بَابُ صَوْمِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

59۔ باب: داؤد علیہ السلام کا روزہ

۱۹۷۹۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا حَبِيبُ ابْنُ أَبِي ثَابِتٍ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا الْعَبَّاسِ الْمَكِّيَّ - وَكَانَ شَاعِرًا وَكَانَ لَا يُتَّهَمُ فِي حَدِيثِهِ - قَالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : « إِنَّكَ لَتَصُومُ الدَّهْرَ وَتَقُومُ اللَّيْلَ؟ » فَقُلْتُ : نَعَمْ، قَالَ : « إِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ هَجَمَتْ لَهُ الْعَيْنُ، وَنَفِهَتْ لَهُ النَّفْسُ، لَا صَامَ مَنْ صَامَ الدَّهْرَ، صَوْمُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ صَوْمُ

1979۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مجھے فرمایا: ''تم ہمیشہ روزہ رکھتے ہو اور رات بھر قیام کرتے ہو؟'' میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: ''جب تم ایسا کرو گے تو اس کی وجہ سے آنکھ اندر دھنس جائے گی اور نفس اس کی وجہ سے بہت تھک جائے گا، جس نے ہمیشہ روزہ رکھا اس نے روزہ رکھا ہی نہیں، تین دن کے روزے ہمیشہ کے روزے ہیں۔'' میں نے کہا: میں تو اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''پھر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الدَّهْرِ كُلِّهِ » قُلْتُ : فَإِنِّي أُطِيقُ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ، قَالَ : « فَصُمْ صَوْمَ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، كَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَ يُفْطِرُ يَوْمًا، وَلَا يَفِرُّ إِذَا لَاقَى » [راجع : ١١٣١ـ أخرجه مسلم : ١١٥٩]

داؤد علیہ السلام کا روزہ رکھو، وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن روزہ نہیں رکھتے تھے اور جب وہ دشمن سے ملتے تو بھاگتے نہیں تھے۔"

فائدہ اس کی شرح (۱۱۳۱) میں گزر چکی ہے۔

١٩٨٠ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو الْمَلِيحِ، قَالَ : دَخَلْتُ مَعَ أَبِيكَ عَلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، فَحَدَّثَنَا : أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ ذُكِرَ لَهُ صَوْمِي، فَدَخَلَ عَلَيَّ، فَأَلْقَيْتُ لَهُ وِسَادَةً مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ فَجَلَسَ عَلَى الْأَرْضِ وَصَارَتِ الْوِسَادَةُ بَيْنِي وَبَيْنَهُ، فَقَالَ : « أَمَا يَكْفِيكَ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ؟ » قَالَ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! قَالَ : « خَمْسًا » قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! قَالَ : « سَبْعًا » قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! قَالَ : « تِسْعًا » قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! قَالَ : « إِحْدَى عَشْرَةَ » ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : « لَا صَوْمَ فَوْقَ صَوْمِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ شَطْرَ الدَّهْرِ، صُمْ يَوْمًا، وَأَفْطِرْ يَوْمًا » [راجع : ١١٣١ـ أخرجه مسلم : ١١٥٩]

1980۔ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے میرے روزے کا ذکر کیا گیا تو آپ میرے پاس تشریف لائے، میں نے آپ کے لیے چمڑے کا بنا ہوا ایک گدا رکھا جس کے اندر کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی تو آپ زمین پر بیٹھ گئے اور گدا میرے اور آپ کے درمیان ہو گیا، آپ نے فرمایا: "کیا تمھیں ہر مہینے میں تین روزے کافی نہیں؟" میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: "پانچ؟" میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: سات؟" میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: "نو؟" میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: "گیارہ؟" پھر نبی ﷺ نے فرمایا: "داؤد علیہ السلام کے روزے سے اوپر کوئی روزہ نہیں، آدھ زمانے (کے روزے)، ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن روزہ نہ رکھو۔"

فائدہ پچھلے ابواب میں اس کی شرح گزر چکی ہے۔

٦٠ـ بَابُ صِيَامِ أَيَّامِ الْبِيضِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَأَرْبَعَ عَشْرَةَ وَخَمْسَ عَشْرَةَ

60۔ باب: ایام بیض (روشن دنوں) تیرہ، چودہ اور پندرہ کے روزے رکھنا

١٩٨١ـ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا أَبُو التَّيَّاحِ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو عُثْمَانَ، عَنْ

1981۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے دلی دوست ﷺ نے مجھے تین کاموں کی وصیت فرمائی: ہر مہینے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : أَوْصَانِي خَلِيلِي ﷺ بِثَلَاثٍ : صِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَرَكْعَتَيِ الضُّحَى، وَأَنْ أُوتِرَ قَبْلَ أَنْ أَنَامَ . [راجع : ۱۱۷۸۔ أخرجه مسلم : ۷۲۱]

میں تین روزے، ضحیٰ کی دو رکعتیں اور یہ کہ میں سونے سے پہلے وتر پڑھ لیا کروں۔

فوائد و مسائل: 1 یہاں ایک سوال ہے کہ بخاری نے ایام بیض کے روزوں کا باب باندھا ہے جب کہ حدیث میں ہر مہینے میں تین روزوں کا ذکر ہے، ایام بیض کا ذکر نہیں۔ جواب اس کا یہ ہے کہ بخاری نے اپنی عادت کے مطابق اس حدیث کے بعض طرق کی طرف اشارہ کیا ہے جن میں یہ الفاظ موجود ہیں، چنانچہ احمد (۸۴۳۴) اور نسائی (۲۴۲۱) نے روایت کی ہے اور ابن حبان (۳۶۵۰) نے اسے صحیح کہا ہے کہ موسیٰ بن طلحہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ ایک اعرابی نبی ﷺ کے پاس ایک بھنا ہوا خرگوش لے کر آیا، آپ ﷺ نے صحابہ کو کھانے کے لیے کہا اور وہ اعرابی کھانے سے رکا رہا، آپ نے فرمایا: ''تم کیوں نہیں کھاتے؟'' اس نے کہا: میں ہر مہینے میں تین روزے رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: « إِنْ كُنْتَ صَائِمًا فَصُمِ الْغُرَّ » ''اگر تم نے روزہ رکھنا ہو تو روشن دنوں کے روزے رکھو۔'' اس حدیث میں موسیٰ بن ابی طلحہ کے شاگردوں میں بہت اختلاف ہے جسے دار قطنی نے اپنی العلل (۲۶۳/۶، ح: ۱۱۱۹) میں بیان کیا ہے اور نسائی (۲۴۲۷) میں اس کے ایک طریق میں ہے: « إِنْ كُنْتَ صَائِمًا فَصُمِ الْبِيْضَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَأَرْبَعَ عَشْرَةَ وَخَمْسَ عَشْرَةَ وَهِيَ كَهَيْئَةِ الدَّهْرِ » ''اگر تمھیں روزہ رکھنا ہو تو روشن دنوں تیرہ، چودہ اور پندرہ کے روزے رکھو اور یہ زمانہ بھر کے روزوں کی طرح ہیں۔'' اور قتادہ ابن ملحان رضی اللہ عنہ سے سنن میں اور جریر رضی اللہ عنہ سے نسائی (۲۴۲۰) میں مرفوعاً یہی بات آئی ہے۔ گویا بخاری نے باب کے ساتھ اشارہ کیا ہے کہ یہ وصیت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص نہیں، سب کے لیے ہے۔ (فتح الباری)

2 حافظ رحمہ اللہ نے کہا: ''ایامِ بیض کے روزے اس لیے راجح ہیں کہ وہ مہینے کے وسط میں ہوتے ہیں اور کسی بھی چیز کا وسط اس کا بہترین حصہ ہوتا ہے اور اس لیے کہ کسوف (سورج گرہن) اکثر ان دنوں میں ہوتا ہے اور اس کے دوران زیادہ عبادت کا حکم ہے، جب اتفاقاً ان دنوں میں سورج گرہن ہو جائے تو آدمی کو کئی عبادات کا مثلاً نماز، روزہ اور صدقہ کرنے کا موقع مل جاتا ہے جو اس شخص کو نہیں ملتا جس کا روزہ نہ ہو۔'' (فتح الباری) ہمارے استاذ حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ نے کہا کہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے بھی یہ بات نقل کی ہے، مگر یہ خیال نہیں کیا کہ سورج گرہن چاند کی تیرہ، چودہ، پندرہ تاریخ کو نہیں بلکہ چاند کی اٹھائیس، انتیس یا تیس کو ہوتا ہے۔ تیرہ، چودہ، پندرہ کو چاند کا خسوف ہوتا ہے مگر وہ رات کو ہوتا ہے، دن کو نہیں۔

3 اس حدیث سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ ﷺ سے انتہائی محبت اور آپ ﷺ کی ان کی تعلیم و تربیت کی طرف خاص توجہ ظاہر ہے۔ یاد رہے کہ وتر سے مراد تہجد ہے، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو سونے سے پہلے اس کی تاکید اس لیے فرمائی کہ وہ طالب علم تھے، رات دیر سے سونے کی وجہ سے ہو سکتا تھا کہ صبح اٹھ کر تہجد نہ پڑھ سکیں۔ اس میں اکابر کی صحبت کو خوشی سے بیان کرنا بھی ہے جب وہ تحدیثِ نعمت کے لیے ہو، فخر اور ریا و سمعہ کے لیے نہ ہو۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

٦١ - بَابُ مَنْ زَارَ قَوْمًا فَلَمْ يُفْطِرْ عِنْدَهُمْ

61- باب: جو شخص کسی کی ملاقات کے لیے جائے اور ان کے پاس روزہ نہ کھولے

١٩٨٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ : حَدَّثَنِي خَالِدٌ، هُوَ ابْنُ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى أُمِّ سُلَيْمٍ، فَأَتَتْهُ بِتَمْرٍ وَسَمْنٍ، قَالَ : « أَعِيدُوا سَمْنَكُمْ فِي سِقَائِهِ، وَتَمْرَكُمْ فِي وِعَائِهِ، فَإِنِّي صَائِمٌ » ثُمَّ قَامَ إِلَى نَاحِيَةٍ مِنَ الْبَيْتِ فَصَلَّى غَيْرَ الْمَكْتُوبَةِ، فَدَعَا لِأُمِّ سُلَيْمٍ وَأَهْلِ بَيْتِهَا، فَقَالَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ! إِنَّ لِي خُوَيْصَّةً، قَالَ : « مَا هِيَ ؟ » قَالَتْ : خَادِمُكَ أَنَسٌ، فَمَا تَرَكَ خَيْرَ آخِرَةٍ وَلَا دُنْيَا إِلَّا دَعَا لِي بِهِ، قَالَ : « اَللَّهُمَّ ارْزُقْهُ مَالًا وَوَلَدًا، وَبَارِكْ لَهُ فِيهِ » فَإِنِّي لَمِنْ أَكْثَرِ الْأَنْصَارِ مَالًا، وَحَدَّثَتْنِي ابْنَتِي أُمَيْنَةُ : أَنَّهُ دُفِنَ لِصُلْبِي مَقْدَمَ حَجَّاجٍ الْبَصْرَةَ بِضْعٌ وَ عِشْرُونَ وَ مِائَةٌ.

1982- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو وہ آپ کے پاس کھجوریں اور گھی لائیں۔ آپ نے فرمایا: "اپنا گھی اس کے مشکیزے میں ڈال دو اور اپنی کھجوریں اس کے تھیلے میں ڈال دو، کیونکہ میں روزے سے ہوں۔" پھر آپ گھر کے ایک کونے میں کھڑے ہوئے اور فرض نماز کے سوا نماز پڑھی اور ام سلیم اور اس کے گھر والوں کے لیے دعا کی۔ ام سلیم نے کہا: یا رسول اللہ! میری ایک بہت ہی خاص چیز ہے۔ آپ نے فرمایا: "وہ کیا ہے؟" کہا: آپ کا خادم انس، تو آپ نے آخرت اور دنیا کی خیر کی کوئی چیز نہیں چھوڑی جس کی میرے لیے دعا نہ کی ہو، آپ نے فرمایا: "اے اللہ! اسے مال اور اولاد عطا فرما اور اس کے لیے برکت فرما۔" تو میں انصار کے سب سے زیادہ مال دار لوگوں میں سے ہوں اور میری بیٹی امینہ نے مجھے بتایا کہ حجاج کے بصرہ آنے تک میری پشت سے ایک سو بیس سے کچھ زیادہ اولاد دفن ہو چکی تھی۔

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى، قَالَ : حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ، سَمِعَ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [انظر : ٦٣٣٤، ٦٣٤٤، ٦٣٧٨، ٦٣٨٠ـ أخرجه مسلم : ٢٤٨١]

ابن ابی مریم نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ایوب نے خبر دی، کہا: مجھے حمید نے بیان کیا کہ انھوں نے انس رضی اللہ عنہ سے، انھوں نے نبی ﷺ سے سنا۔

فوائد: 1 اس سے پہلے یہ باب گزرا ہے کہ آدمی جس سے ملنے کے لیے جائے اگر وہ قسم ڈال کر نفل روزہ کھولنے کے لیے اصرار کرے تو روزہ کھول سکتا ہے، کیونکہ اس کے اصرار یا خاص طور پر تیار کیے ہوئے کھانے کو ٹھکرانے سے اس کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دل شکنی ہوگی۔ اب اس باب میں یہ بیان ہو رہا ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ آدمی جہاں بھی جائے اور وہ جو بھی پیش کریں ہر حال میں ضرور ہی روزہ کھول دے، اگر کسی جگہ معمول کا آنا جانا ہے اور روزہ نہ کھولنے سے کوئی خاص دل شکنی نہیں ہوتی اور طبیعت روزہ کھولنے پر آمادہ نہیں تو آدمی اپنا روزہ قائم رکھ سکتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے انس رضی اللہ عنہ کے گھر روزہ نہیں کھولا۔

2 خُوَيْصَّةٌ: یہ " خَاصَّةٌ " کی تصغیر ہے جو اظہارِ شفقت کے لیے ہوتی ہے اور کسی صفت کی تعظیم و تاکید کے لیے بھی، جیسے " دَاهِيَةٌ " کی تصغیر " دُوَيْهِيَةٌ " ہے یعنی بہت بڑی مصیبت، اس لیے میں نے " خُوَيْصَّةٌ " کا ترجمہ بہت خاص چیز کیا ہے۔ یہ کہہ کر انھوں نے انس رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کی درخواست کی جیسا کہ مسند احمد (۱۳۵۹۴) میں ہے، انھوں نے کہا: «خُوَيْدِمُكَ أَنَسٌ، أُدْعُ اللّٰهَ لَهُ» "آپ کا چھوٹا سا خادم انس، اس کے لیے اللہ سے دعا کریں۔"

3 خَيْرَ آخِرَةٍ وَلَا دُنْيَا: اس کے لیے " اَللّٰهُمَّ ارْزُقْهُ مَالًا وَوَلَدًا وَبَارِكْ لَهُ " کی دعا تو دنیا کی خیر کی ہے، آخرت کی خیر کا یہاں ذکر نہیں، معلوم ہوتا ہے کسی راوی نے روایت مختصر کر دی ہے۔ صحیح مسلم (۲۴۸۱/۱۴۴) میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے میرے لیے تین دعائیں کیں جن میں سے دو تو میں نے دنیا میں دیکھ لی ہیں اور میں آخرت میں تیسری کی بھی امید رکھتا ہوں، مگر اس روایت میں تیسری دعا کا ذکر نہیں۔ حافظ رحمہ اللہ نے کہا: تیسری دعا مغفرت کی ہے جیسا کہ ابن سعد (۱۹/۷) نے صحیح سند کے ساتھ انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے دعا کی: «اَللّٰهُمَّ أَكْثِرْ مَالَهُ وَأَطِلْ عُمُرَهُ وَاغْفِرْ ذَنْبَهُ» "یا اللہ! اس کا مال زیادہ کر، اس کی عمر طویل کر اور اس کے گناہ بخش دے۔" اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عالم کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ میل جول رکھنا چاہیے، ان کے گھر میں نماز پڑھنی اور ان کے لیے اور ان کے بچوں کے لیے دنیا اور آخرت کی بھلائی کی دعا کرنی چاہیے۔

4 میں انصار کے سب سے زیادہ مال دار لوگوں میں سے ہوں: مسند احمد (۱۳۵۹۴) میں ہے کہ انھوں نے کہا: میں سونے یا چاندی میں سے اپنی انگوٹھی کے سوا کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔ حافظ نے لکھا ہے: اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا زیادہ مال نقد درہم و دینار کے علاوہ کی صورت میں تھا اور ترمذی (۳۸۳۳) میں ابو خلدہ کے طریق سے ہے کہ ابو العالیہ نے کہا: "انس رضی اللہ عنہ کا ایک باغ تھا جو سال میں دو بار پھل دیتا تھا، اس میں ایک پھول تھا جس سے کستوری کی خوشبو آتی تھی۔ اور ابو نعیم نے الحلیۃ (۲۶۷/۸) میں حفصہ بنت سیرین عن انس سے ذکر کیا ہے کہ انھوں نے کہا: "اور میری زمین سال میں دو بار پھل دیتی ہے اور شہر میں اس کے سوا کوئی چیز دو بار پھل نہیں دیتی۔"

5 حجاج کے بصرہ آنے تک .....: حجاج کی بصرہ میں آمد سنہ (۷۵) ہجری میں ہوئی، اس وقت انس رضی اللہ عنہ کی عمر اسی (۸۰) برس سے کچھ اوپر تھی اور وہ اس کے بعد سن اکانوے، بانویں یا ترانویں تک زندہ رہے، جب ان کی عمر سو برس کے قریب ہو چکی تھی۔

6 ایک سو بیس سے کچھ زیادہ دفن ہو چکی تھی: طبرانی فی الکبیر (۷۱۰) اور ابو نعیم فی الحلیۃ (۲۶۷/۸) میں حفصہ بنت سیرین سے انس رضی اللہ عنہ کا قول مروی ہے کہ میں اپنی پشت سے اپنی اولاد کی اولاد کے سوا (صلبی اولاد) ایک سو پچیس دفن کر چکا ہوں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ تو وہ اولاد تھی جو فوت ہوگئی، رہی وہ اولاد جو زندہ رہی تو صحیح مسلم (۲۴۸۱/۱۴۳) میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میری اولاد اور اولاد کی اولاد تقریباً سو سے زیادہ ہے۔

7 حافظ رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث میں گزشتہ کے علاوہ چند فوائد یہ ہیں: ملاقات کے لیے آنے والے کو بلاتکلف جو حاضر ہو پیش کر دینا چاہیے۔ اگر ہدیہ دینے والے کو شاق نہ گزرے تو اس کا ہدیہ واپس کرنا اور اس کا اسے واپس لے لینا جائز ہے، یہ اس میں شامل نہیں جس کے لیے بری مثال دی گئی ہے۔ اس میں کھانے کی چیزوں کو حفاظت سے رکھنے اور اس میں کوتاہی نہ کرنے کا سبق بھی ہے اور یہ کہ جس کی ملاقات کے لیے جائے اگر اس کا کھانا نہ کھائے تو اس کی دل شکنی کا مداوا دعا سے کرنا چاہیے اور حاجت طلب کرنے سے پہلے نماز پڑھنی چاہیے اور دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی کی دعا کرنی چاہیے اور مال واولاد کی کثرت کی دعا کرنا جائز ہے اور یہ آخرت کی بھلائی کے منافی نہیں ہے۔ بعض لوگوں کو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کا مال کم از کم لینے کی تلقین فرمائی تو یہ مختلف اشخاص کے اعتبار سے ہے۔ اور اس میں اولاد کو اپنے آپ پر ترجیح دینا ہے (کہ اُم سُلیم رضی اللہ عنہا نے اپنے لیے نہیں بلکہ بیٹے کے لیے دعا کروائی) اور اچھے سلیقے سے درخواست کرنا ہے اور اولاد کی کثرت سے موت زیادہ اولاد کی دعا کے منافی نہیں، نہ ہی اولاد میں برکت کے منافی ہے، کیونکہ ان کی موت کی مصیبت اور اس پر صبر میں اجر وثواب ہے۔ اور اس میں اللہ کی نعمتوں کو بیان کرنا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا بیان ہے کہ آپ کی دعا کی قبولیت سے نادر چیزیں وجود میں آئیں کہ مال کے ساتھ اولاد کی بھی کثرت ہوئی اور سب لوگوں کے خلاف ان کا باغ سال میں دوبار پھل دیتا رہا۔ (فتح الباری)

8 یہاں خیال آتا ہے کہ انس رضی اللہ عنہ کی اتنی اولاد کیسے ہوگئی، تو اس کا جواب یہ ہے کہ چار بیویوں کے علاوہ اس وقت فتوحات کی کثرت کی وجہ سے لونڈیوں کی بھی کثرت تھی، اس لیے اتنی اولاد باعث تعجب نہیں۔

9 اس حدیث سے اس زمانے میں ولادت کے وقت بچوں کی کثرت سے اموات کا اندازہ ہوتا ہے۔ ایک صاحب نے نکتہ نکالا کہ بچے کو بچہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ ولادت کے وقت بچ گیا، ورنہ اکثر فوت ہو جاتے تھے۔ اب پہلے کی نسبت سہولتوں کی وجہ سے ولادت کے وقت بچوں کی اموات کم ہیں۔ (والحمد للہ)

٦٢- بَابُ الصَّوْمِ مِنْ آخِرِ الشَّهْرِ

62۔ باب: مہینے کے آخری دنوں کا روزہ

١٩٨٣- حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ، عَنْ غَيْلَانَ، ح وَحَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ، حَدَّثَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيرٍ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ

1983۔ عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ آپ نے ان سے سوال کیا، یا ایک آدمی سے سوال کیا جب کہ عمران رضی اللہ عنہ سن رہے تھے، آپ نے کہا: ''اے ابوفلاں! کیا تو نے اس مہینے کے آخر میں روزہ نہیں رکھا۔'' ابونعمان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عَنْهُما، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : أَنَّهُ سَأَلَهُ – أَوْ سَأَلَ رَجُلًا وَعِمْرَانُ يَسْمَعُ – فَقَالَ : « يَا أَبَا فُلَانٍ! أَمَا صُمْتَ سَرَرَ هٰذَا الشَّهْرِ؟ » – قَالَ : أَظُنُّهُ قَالَ : يَعْنِي رَمَضَانَ – قَالَ الرَّجُلُ : لَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ! قَالَ : « فَإِذَا أَفْطَرْتَ فَصُمْ يَوْمَيْنِ » لَمْ يَقُلِ الصَّلْتُ : أَظُنُّهُ يَعْنِي رَمَضَانَ .

نے کہا: میں گمان کرتا ہوں کہ آپ رمضان کا آخر مراد لے رہے تھے۔ اس آدمی نے کہا: نہیں، یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: ''تو جب تم افطار کرو تو دو روزے رکھ لینا۔'' صلت نے یہ نہیں کہا کہ میں گمان کرتا ہوں آپ رمضان کا آخر مراد لے رہے تھے۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ : وَقَالَ ثَابِتٌ عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عِمْرَانَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : « مِنْ سَرَرِ شَعْبَانَ »

[أخرجه مسلم : ١١٦١، وفي الصيام (١٩٩)]

ابو عبد اللہ (بخاری) نے کہا: اور ثابت نے مطرف سے، انھوں نے عمران رضی اللہ عنہ سے، انھوں نے نبی ﷺ سے بیان کیا: ''شعبان کے آخر سے۔''

فوائد: 1 رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: « لَا يَتَقَدَّمَنَّ أَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَجُلٌ كَانَ يَصُومُ صَوْمَهُ، فَلْيَصُمْ ذٰلِكَ الْيَوْمَ » [بخاري : ١٩١٤] ''تم میں سے کوئی شخص رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھے مگر کوئی آدمی اس دن کا روزہ رکھتا تھا تو وہ اس دن کا روزہ رکھ لے۔'' امام بخاری رحمہ اللہ نے باب باندھا ہے: ''مہینے کے آخری دنوں کا روزہ'' مقصد یہ ہے کہ اس صحابی کی عادت مہینے کے آخری دنوں کے روزے کی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ رکھنے سے منع فرمایا تو اس صحابی نے شعبان کے آخری دنوں کا روزہ نہ رکھا، رسول اللہ ﷺ نے شعبان کے آخر دنوں کے روزے کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا: جی نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر جب رمضان کے روزے ختم ہوں گے اس وقت دو روزے رکھ لینا۔'' امام بخاری نے اس سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ مہینے کے آخری دنوں کا روزہ رکھنا ثابت ہے، اگر یہ کسی کا معمول ہو تو اسے شعبان کے آخری دنوں کا روزہ بھی رکھنا چاہیے، کیونکہ اس کا یہ روزہ استقبالِ رمضان کے لیے نہیں ہوگا اور اگر کسی وجہ سے شعبان کے آخری دنوں کا یا کسی اور مہینے کے آخری دنوں کا روزہ رہ جائے تو اسے بعد میں رکھ لینا چاہیے، تاکہ عمل پر دوام رہے۔

2 قَالَ: أَظُنُّهُ قَالَ: يَعْنِي رَمَضَانَ: امام بخاری رحمہ اللہ نے وضاحت کر دی کہ '' أَمَا صُمْتَ مِنْ سَرَرِ هٰذَا الشَّهْرِ '' سے مراد رمضان کے آخری دن نہیں، کیونکہ ایک تو یہ صرف ابو نعمان نے بیان کیے ہیں، بخاری کے دوسرے استاد صلت نے بیان نہیں کیے۔ اس کے علاوہ ثابت نے مطرف عن عمران بیان کرتے ہوئے '' مِنْ سَرَرِ شَعْبَانَ '' کے الفاظ روایت کیے ہیں۔ ثابت کی یہ روایت احمد (۱۹۹۷۸) اور مسلم (۱۱۶۱/۱۹۹) نے حماد بن سلمہ عن ثابت کے طریق سے متصل سند کے ساتھ بیان کی ہے اور صحیح بخاری کے صغانی کے نسخہ میں یہاں یہ لفظ زیادہ ہیں: « قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ : وَشَعْبَانُ أَصَحُّ » ''ابو عبد اللہ بخاری نے کہا: لفظ شعبان یہاں زیادہ صحیح ہے۔'' ویسے بھی یہ پوچھنا بے معنی ہے کہ کیا تم نے رمضان کے آخر

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کے روزے رکھے ہیں، کیونکہ رمضان کے سارے روزے ہی ہر مسلمان رکھتا ہے جسے کوئی عذر شرعی نہ ہو۔

3 "سَرَرٌ" کا لفظ "اِسْتِسْرَارٌ" سے ہے جس کا معنی چھپنا ہے۔ چاند مہینے کے آخری دنوں میں چھپ جاتا ہے، اس لیے ان دنوں کو "سَرَرٌ" کہتے ہیں، جیسا کہ شاعر نے کہا ہے ۔

شُهُوْرٌ يَنْقَضِيْنَ وَمَا شَعُرْنَا بِأَنْصَافٍ لَهُنَّ وَلَا سِرَارٍ

"مہینے گزر رہے ہیں اور ہمیں نہ ان کے نصفوں کا پتا چلتا ہے نہ آخر کا۔"

امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی باب میں "آخِرِ الشَّهْرِ" اور حدیث میں "سَرَرِ شَعْبَانَ" لا کر فیصلہ کیا ہے کہ "سَرَرٌ" کا معنی حدیث میں "آخِرِ الشَّهْرِ" ہے۔ بعض اہل علم نے "سَرَرٌ" کا معنی مہینے کے شروع کے دن اور بعض نے درمیانے دن کیا ہے اور اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ "سَرَرٌ" "سَرَّةٌ" کی جمع ہے یعنی ناف جو درمیان میں ہوتی ہے، مگر اکثر اہل علم نے ترجیح اسی بات کو دی ہے کہ یہاں "سَرَرٌ" سے مراد مہینے کے آخری دن ہیں۔

٦٣ - بَابُ صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ، فَإِذَا أَصْبَحَ صَائِمًا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَعَلَيْهِ أَنْ يُفْطِرَ

63- باب: جمعہ کے دن کا روزہ اور جب (اکیلا) جمعہ کا روزہ رکھ لے تو اسے کھول دینا لازم ہے

يَعْنِي : إِذَا لَمْ يَصُمْ قَبْلَهُ وَلَا يُرِيدُ أَنْ يَصُومَ بَعْدَهُ.

یعنی جب نہ اس سے پہلے روزہ رکھا ہو اور نہ ہی اس کے بعد روزہ رکھنے کا ارادہ ہو۔

١٩٨٤ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادٍ قَالَ : سَأَلْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ ؟ قَالَ : نَعَمْ، زَادَ غَيْرُ أَبِي عَاصِمٍ : يَعْنِي : أَنْ يَنْفَرِدَ بِصَوْمٍ . [أخرجه مسلم : ١١٤٣ باختلاف]

1984- محمد بن عباد سے روایت ہے کہ میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: کیا نبی ﷺ نے جمعہ کے روزے سے منع فرمایا ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں! ابو عاصم کے علاوہ راویوں نے یہ الفاظ زیادہ بیان کیے ہیں: مطلب یہ ہے کہ اس کا اکیلا روزہ رکھے۔

١٩٨٥ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : «لَا يَصُومَنَّ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا يَوْمًا قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ» [أخرجه مسلم : ١١٤٤]

1985- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے دن کا روزہ نہ رکھے مگر یہ کہ اس سے پہلے ایک دن یا اس کے بعد ایک دن (کا بھی رکھے)۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

١٩٨٦- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، ح وحَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهِيَ صَائِمَةٌ، فَقَالَ: «أَصُمْتِ أَمْسِ؟» قَالَتْ: لَا، قَالَ: «تُرِيدِينَ أَنْ تَصُومِي غَدًا؟» قَالَتْ: لَا، قَالَ: «فَأَفْطِرِي»

1986۔ جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جمعہ کے دن ان کے پاس آئے اور ان کا روزہ تھا، آپ نے فرمایا: ''کیا تم نے کل روزہ رکھا تھا؟'' انھوں نے کہا: نہیں۔ فرمایا: ''آئندہ کل روزہ رکھنے کا ارادہ رکھتی ہو؟'' انھوں نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''پھر روزہ کھول دو۔''

وَقَالَ حَمَّادُ بْنُ الْجَعْدِ: سَمِعَ قَتَادَةَ، حَدَّثَنِي أَبُو أَيُّوبَ: أَنَّ جُوَيْرِيَةَ حَدَّثَتْهُ: فَأَمَرَهَا فَأَفْطَرَتْ.

اور حماد بن جعد نے کہا کہ انھوں نے قتادہ سے سنا کہ مجھے ابو ایوب نے بیان کیا کہ انھیں جویریہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے انھیں حکم دیا تو انھوں نے روزہ کھول دیا۔

فوائد و مسائل: 1 ان احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ اکیلے جمعہ کا روزہ رکھنا منع ہے، اگر کسی نے رکھ لیا ہو اور اس نے نہ اس سے پہلے دن کا روزہ رکھا ہو، نہ ہی اس کے بعد والے دن کے روزے کا ارادہ ہو تو نبی ﷺ کا حکم یہ ہے کہ وہ روزہ کھول دے۔ اتنی واضح احادیث کے بعد یہ کہنا کہ فلاں نے کہا ہے کہ اکیلے جمعہ کا روزہ مکروہ تنزیہی ہے، کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔

2 رہا یہ سوال کہ اکیلے جمعہ کے دن کا روزہ رکھنے سے ممانعت کا سبب کیا ہے؟ تو اس کا آسان اور جامع جواب یہ ہے کہ اس کا سبب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے حکم سے اس سے منع فرمایا ہے، اس سے زیادہ کے ہم مکلف نہیں ہیں، لیکن خود اس کا سبب خود رسول اللہ ﷺ نے بیان فرما دیا ہے، جیسا کہ حاکم نے المستدرک (۶۰۳/۱، ح: ۱۵۹۵) میں، احمد نے اپنی مسند (۸۰۲۵) میں اور ابن حبان نے اپنی صحیح (۳۶۱۰) میں عامر بن لُدَین عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «يَوْمُ الْجُمُعَةِ يَوْمُ عِيدٍ، فَلَا تَجْعَلُوا يَوْمَ عِيدِكُمْ يَوْمَ صِيَامِكُمْ إِلَّا أَنْ تَصُومُوا قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ» ''جمعہ کا دن تمھاری عید کا دن ہے، سو اپنی عید کے دن کو اپنے روزے کا دن نہ بناؤ، الا یہ کہ اس سے پہلے یا اس کے بعد روزہ رکھو۔''

٦٤- بَابٌ: هَلْ يَخُصُّ شَيْئًا مِنَ الْأَيَّامِ

64۔ باب: کیا دنوں میں سے کوئی دن خاص کر سکتا ہے

١٩٨٧- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، قُلْتُ

1987۔ علقمہ سے روایت ہے کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: کیا رسول اللہ ﷺ تمام دنوں میں سے کسی ایک کو خاص

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا : هَلْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَخْتَصُّ مِنَ الْأَيَّامِ شَيْئًا؟ قَالَتْ : لَا، كَانَ عَمَلُهُ دِيمَةً، وَأَيُّكُمْ يُطِيقُ مَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُطِيقُ ؟

کیا کرتے تھے؟ انھوں نے کہا: نہیں، آپ کا عمل دوام والا تھا اور تم میں سے کون ہے جو وہ طاقت رکھتا ہو جو رسول اللہ ﷺ طاقت رکھتے تھے؟

[انظر : ٦٤٦٦۔ أخرجه مسلم : ٧٨٣]

فائدہ امام بخاری رحمہ اللہ کے باب اور ذکر کردہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی دن کو روزے کے لیے خاص کرنے کی کوئی حدیث ان کی شرط کے مطابق انھیں نہیں ملی، اس لیے وہ اسے درست نہیں سمجھتے، مگر حافظ رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اکیلے جمعہ کو روزہ کے لیے خاص کرنے کی ممانعت کی احادیث تو ثابت ہیں، جیسا کہ پچھلے باب میں گزرا ہے البتہ سوموار اور جمعرات کو خاص طور پر روزہ رکھنے کی متعدد احادیث آئی ہیں۔ ان میں سے ایک عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے جو ترمذی (۷۴۵) اور نسائی (۲۱۸۷) نے روایت کی ہے اور ابن حبان (۳۶۴۳) نے اسے صحیح کہا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: « أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَحَرَّى صِيَامَ الْإِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ » "نبی ﷺ سوموار اور جمعرات کے روزے کی کوشش کیا کرتے تھے۔" اور اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے، میں نے آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: "اعمال سوموار اور جمعرات کے دن پیش کیے جاتے ہیں تو میں پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل اس حال میں پیش کیا جائے کہ میں روزے سے ہوں۔" اسے نسائی (۲۳۵۸) اور ابو داؤد (۲۴۳۶) نے روایت کیا ہے اور اسے ابن خزیمہ (۲۱۱۹) نے صحیح کہا ہے۔ صحیح مسلم (۱۱۶۲/۱۹۸) میں ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوموار کے روزے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: « فِيْهِ وُلِدْتُ وَفِيْهِ أُنْزِلَ عَلَيَّ » "میں اسی دن پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر وحی اتری۔" سنن کبریٰ نسائی (۲۷۸۸) میں ہے اور ابن حبان (۳۶۱۶) نے اسے صحیح کہا ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی ﷺ دنوں میں ہفتہ اور اتوار کا روزہ رکھتے تھے اور فرماتے تھے: « إِنَّهُمَا يَوْمَا عِيْدٍ لِلْمُشْرِكِيْنَ فَأُحِبُّ أَنْ أُخَالِفَهُمْ » "یہ دونوں مشرکین کی عید کے دن ہیں، اس لیے میں ان کی مخالفت کرنا پسند کرتا ہوں۔"

ایامِ بیض کے روزوں کے متعلق گزشتہ باب میں احادیث گزر چکی ہیں۔ صحیح مسلم (۱۱۶۰/۱۹۴) میں معاذہ عدویہ سے روایت ہے کہ انھوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ ہر مہینے میں تین روزے رکھتے تھے؟ انھوں نے کہا: ہاں! پوچھا: مہینے کے کون سے دنوں کا روزہ رکھتے تھے؟ کہا: آپ پروا نہیں کرتے تھے کہ مہینے کے کس دن کا روزہ رکھیں۔ ان تمام احادیث اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کہ "آپ ﷺ کسی دن کو روزہ کے لیے خاص نہیں کرتے تھے، آپ کا عمل دوام والا تھا" کے درمیان تطبیق یہ ہے کہ آپ ان دنوں کا جن کا اوپر کی احادیث میں ذکر ہوا خاص خیال رکھتے تھے مگر آپ صرف ان میں سے کسی کو خاص کریں کہ ہمیشہ اس کا روزہ رکھیں ایسا نہیں کرتے تھے، بلکہ کبھی کسی طرح روزے رکھ لیتے، کبھی کسی طرح اور ہمیشہ آپ ﷺ اسی طرح کرتے تھے۔ جیسا کہ گزشتہ ابواب میں احادیث گزری ہیں کہ آپ ﷺ روزے رکھنا شروع کرتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(دیکھ)تے جاتے حتی کہ دیکھنے والا سمجھتا کہ آپ افطار نہیں کریں گے اور افطار کرتے حتی کہ دیکھنے والا سمجھتا کہ اب روزہ نہیں رکھیں گے۔ آپ ﷺ کے کسی دن کو خاص نہ کرنے اور آپ کے عمل کے دائمی ہونے کا یہی مطلب ہے۔ (ملخص من فتح الباری)

٦٥- بَابُ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ

65- باب: یوم عرفہ کا روزہ

١٩٨٨- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ مَالِكٍ (قَا)لَ: حَدَّثَنِي سَالِمٌ قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَيْرٌ مَوْلَى أُمِّ (الْفَضْلِ): أَنَّ أُمَّ الْفَضْلِ حَدَّثَتْهُ، ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ (بْنُ) يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، مَوْلَى (عُمَ)رَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ عُمَيْرٍ، مَوْلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ (عَبَّ)اسٍ، عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ: أَنَّ نَاسًا (تَمَارَ)وْا عِنْدَهَا يَوْمَ عَرَفَةَ فِي صَوْمِ النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ (بَعْضُهُمْ): هُوَ صَائِمٌ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَيْسَ بِصَائِمٍ، (فَأَ)رْسَلَتْ إِلَيْهِ بِقَدَحِ لَبَنٍ وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى بَعِيرِهِ، (فَ)شَرِبَهُ. [راجع: ١٦٥٨- أخرجه مسلم: ١١٢٣]

1988- ام الفضل بنت الحارث ؓ سے روایت ہے کہ اس کے پاس کچھ لوگ عرفہ کے دن نبی ﷺ کے روزے کے بارے میں جھگڑنے لگے، تو بعض نے کہا: آپ روزے سے ہیں اور بعض نے کہا: آپ کا روزہ نہیں ہے، تو ام الفضل ؓ نے آپ ﷺ کی طرف دودھ کا پیالہ بھیجا، آپ اس وقت اپنے اونٹ پر بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے اسے پی لیا۔

١٩٨٩- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا ابْنُ (وَهْ)بٍ- أَوْ قُرِئَ عَلَيْهِ - قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، عَنْ (بُكَيْ)رٍ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنْ مَيْمُونَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: (أَ)نَّ النَّاسَ شَكُّوا فِي صِيَامِ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ عَرَفَةَ (فَأَ)رْسَلَتْ إِلَيْهِ بِحِلَابٍ وَهُوَ وَاقِفٌ فِي الْمَوْقِفِ (فَ)شَرِبَ مِنْهُ وَالنَّاسُ يَنْظُرُونَ. [أخرجه مسلم: ١١٢٤]

1989- میمونہ ؓ سے روایت ہے کہ لوگوں نے عرفہ کے دن نبی ﷺ کے روزے کے بارے میں جھگڑا کیا تو انھوں نے آپ ﷺ کی طرف دودھ والا برتن بھیجا اور آپ (عرفات کے) موقف میں ٹھہرے ہوئے تھے، آپ نے اس میں سے پیا اور لوگ دیکھ رہے تھے۔

(فوائد): 1 اس باب اور اس میں مذکور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کو عرفہ کے دن روزہ کی ترغیب کی (کو)ئی حدیث اپنی شرط پر نہیں ملی۔ مگر عرفہ کے دن کے روزے کی فضیلت کی صحیح احادیث موجود ہیں جن میں سب سے زیادہ (صحیح) حدیث مسلم (١١٦٢) نے ابوقتادہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللَّهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ وَالسَّنَةَ الَّتِي بَعْدَهُ» ''یوم عرفہ کے روزے کے متعلق میں اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس سال کے گناہ دور کر دیتا ہے جو اس سے پہلے ہے اور اس سال کے بھی جو اس کے بعد ہے۔"

2 اگرچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے یوم عرفہ کی ترغیب کی کوئی حدیث ذکر نہیں کی مگر انھوں نے جو حدیث ذکر کی ہے اس میں عرفہ کے دن صحابہ کے نبی ﷺ کے روزے کے متعلق جھگڑے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں عرفہ کے روزے کی عادت موجود تھی، مگر آپ ﷺ کے عام معمول کے مطابق کچھ صحابہ کا اصرار تھا کہ آپ کا روزہ ہے اور بعض صحابہ سفر کے پیش نظر خصوصاً جب اس میں مشقت بھی ہو یہ کہہ رہے تھے کہ آپ کا روزہ نہیں ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث اور صحابہ کے جھگڑے میں اور میدان عرفات میں آپ ﷺ کے روزہ نہ رکھنے میں تطبیق یہ ہے کہ حج کے موقع پر عرفات میں روزہ نہیں رکھنا چاہیے، اس کے سوا دوسرے مقامات پر روزہ رکھنا مستحب ہے۔ (فتح الباری)

3 پہلی حدیث میں ہے کہ دودھ کا پیالہ ام الفضل بنت الحارث رضی اللہ عنہا نے بھیجا تھا اور دوسری میں ہے کہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے دودھ کا برتن بھیجا تھا، ان دونوں باتوں میں کوئی تناقض نہیں، کیونکہ وہ دونوں سگی بہنیں ہیں، دونوں نے اکٹھا دودھ بھیجا ہوگا، پھر ہر ایک نے اپنا ذکر کر دیا۔ (فتح الباری)

4 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سنی ہوئی بات سے دیکھی ہوئی بات زیادہ پکی دلیل ہوتی ہے اور لوگوں کی موجودگی میں کھانے پینے میں کوئی حرج نہیں اور ضرورت کے وقت اس میں کوئی کراہت نہیں اور اس میں نبی ﷺ کے افعال کی پیروی کا سبق ہے اور آپ کی زندگی کے احوال معلوم کرنے کے لیے کوشش اور جستجو کرنی چاہیے اور علم کی باتوں میں آپس میں مردوں عورتوں کے درمیان مناظرہ ہونا چاہیے اور یہ کہ کسی مسئلہ کا یقینی فیصلہ سوال کے بغیر مشکل ہے۔ اس کے علاوہ اس حدیث میں ام الفضل اور میمونہ رضی اللہ عنہما کی ذہانت بھی معلوم ہو رہی ہے کہ انھوں نے جھگڑے کے فیصلے کے لیے نہایت خوبصورت طریقہ اختیار کیا، جو وقت کے تقاضے کے بھی عین مطابق تھا، کیونکہ یہ شدید گرمی میں ظہر کے بعد کا واقعہ ہے۔ (فتح الباری)

٦٦ - بَابُ صَوْمِ يَوْمِ الْفِطْرِ

66۔ باب: عید الفطر کے دن کا روزہ

١٩٩٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ، مَوْلَى ابْنِ أَزْهَرَ قَالَ: شَهِدْتُ الْعِيدَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ: هَذَانِ يَوْمَانِ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ صِيَامِهِمَا: يَوْمُ فِطْرِكُمْ مِنْ صِيَامِكُمْ، وَالْيَوْمُ الْآخَرُ تَأْكُلُونَ فِيهِ مِنْ نُسُكِكُمْ.

1990۔ ابو عبید مولیٰ ابن ازہر سے روایت ہے کہ میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ عید میں حاضر تھا تو انھوں نے کہا: یہ دو دن ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے روزے سے منع فرمایا ہے، تمھارا روزوں سے افطار کا دن اور دوسرا وہ دن جس میں تم اپنی قربانی کا گوشت کھاتے ہو۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: مَنْ قَالَ:

ابو عبد اللہ (بخاری) نے کہا: ابن عیینہ نے کہا: جس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مَوْلَى ابْنِ أَزْهَرَ فَقَدْ أَصَابَ، وَمَنْ قَالَ: مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ فَقَدْ أَصَابَ. [انظر: ٥٥٧١ـ أخرجه مسلم: ١١٣٧]

نے مولیٰ ابن ازہر کہا اس نے درست کہا اور جس نے مولیٰ عبدالرحمٰن بن عوف کہا اس نے بھی درست کہا۔

فوائد: 1 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا منع ہے خواہ نذر کا ہو یا کفارے کا، نفل ہو یا قضا یا حج تمتع کا، غرض ان دو دنوں میں کوئی روزہ بھی جائز نہیں، اس پر امت کا اجماع ہے۔ اسی طرح ایام تشریق میں بھی روزہ جائز نہیں، البتہ حج تمتع والے کے پاس اگر قربانی نہ ہو اور وہ اس سے پہلے تین روزے نہ رکھ سکا ہو تو ایام تشریق میں رکھ سکتا ہے۔

2 اس حدیث میں عید کے دنوں میں روزہ نہ رکھنے کا سبب بھی بیان ہوا ہے جو یہ ہے کہ ماہ رمضان کے روزوں کا پورا ہونا عید کے ساتھ ہی واضح ہوتا ہے، اگر اس دن بھی روزہ رکھے تو رمضان کا خاتمہ تو واضح نہ ہوا، اسی طرح عید الاضحیٰ قربانی کا گوشت کھانے کے لیے ہے، اگر اس دن روزہ رکھ لے تو قربانی کا کیا مقصد ہوا؟ (فتح الباری)

3 "ابو عبید" کو مولیٰ ابن ازہر بھی کہا جاتا ہے اور مولیٰ عبدالرحمٰن بن عوف بھی۔ بخاری نے ابن عیینہ کا قول ذکر کیا ہے کہ دونوں باتیں درست ہیں۔ حافظ رحمہ اللہ نے کہا: اس کی وجہ یا تو یہ ہے کہ وہ ابن ازہر اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ دونوں کے مشترکہ آزاد کردہ غلام تھے یا حقیقت میں تو ان میں سے ایک کے مولیٰ تھے مگر دوسرے کے ساتھ کثرت سے رہنے کی وجہ سے ان کے مولیٰ مشہور ہو گئے۔ زبیر بن بکار نے جزم کے ساتھ کہا ہے کہ وہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے مولیٰ تھے۔ سو ابن ازہر کی طرف ان کی نسبت مجازی ہو گی، شاید وہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ابن ازہر کے ساتھ اکٹھے رہنے لگے ہوں گے، ابن ازہر کا نام بھی عبدالرحمٰن ہے اور وہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے چچازاد ہیں اور بعض نے کہا ان کے بھتیجے ہیں۔ (فتح الباری)

١٩٩١ـ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ وَعَنِ الصَّمَّاءِ وَأَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ. [راجع: ٣٦٧ـ أخرجه مسلم: ٨٢٧، الصيام (١٤٠)، وأخرجه: ١٥١٢ بقطعة لم ترد في هذه الطريق]

1991۔ ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے یوم الفطر اور یوم الاضحیٰ کے روزے سے منع فرمایا اور "صَمَّاء" سے بھی اور اس بات سے بھی کہ آدمی ایک کپڑے میں گوٹھ مار کر بیٹھے۔

فائدہ: اس کی شرح کے لیے دیکھیے حدیث (٣٦٧) کی شرح۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

١٩٩٢ ـ وَعَنْ صَلَاةٍ بَعْدَ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ. [راجع : ٥٨٦ ـ أخرجه مسلم : ٨٢٧ مطولاً]

1992۔ اور صبح اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے بھی منع فرمایا۔

فائدہ اس کی شرح کے لیے دیکھیے حدیث (٥٨٦)۔

٦٧ ـ بَابُ صَوْمِ يَوْمِ النَّحْرِ

67۔ باب: قربانی کے دن روزہ رکھنا

١٩٩٣ ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ مِينَاءَ، قَالَ: سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: يُنْهَى عَنْ صِيَامَيْنِ وَبَيْعَتَيْنِ: الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ، وَالْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ.

1993۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو روزوں اور دو بیعوں سے منع کیا جاتا ہے: عید الفطر اور قربانی کا دن اور بیع ملامسہ اور بیع منابذہ۔

فائدہ اس کی شرح کے لیے دیکھیے حدیث (٣٦٨) کی شرح۔

١٩٩٤ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُعَاذٌ، أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنْ زِيَادِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَقَالَ: رَجُلٌ نَذَرَ أَنْ يَصُومَ يَوْمًا ـ قَالَ: أَظُنُّهُ قَالَ: الْاِثْنَيْنِ ـ فَوَافَقَ ذَلِكَ يَوْمَ عِيدٍ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: أَمَرَ اللَّهُ بِوَفَاءِ النَّذْرِ وَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ صَوْمِ هَذَا الْيَوْمِ. [انظر : ٦٧٠٥، ٦٧٠٦ـ أخرجه مسلم : ١١٣٩ بدون تسمية اليوم]

1994۔ زیاد بن جبیر سے روایت ہے کہ ایک آدمی ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور کہنے لگا: ایک آدمی نے نذر مانی ہے کہ ایک دن کا روزہ رکھے گا ـ میرا گمان ہے اس نے کہا: سوموار کے دن کا ـ تو وہ دن عید کے دن آ گیا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اللہ نے نذر پوری کرنے کا حکم دیا ہے اور نبی ﷺ نے اس دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

فوائد 1 حدیث میں یہ ذکر نہیں کہ سوال میں مذکور دن عید الفطر تھا یا عید الاضحیٰ، مگر بخاری کا اسے "بَابُ صَوْمِ يَوْمِ النَّحْرِ" میں ذکر کرنا اسی حدیث کی اس روایت کی طرف اشارہ ہے جو صحیح بخاری (٦٧٠٦) میں آ رہی ہے کہ اس کی نذر کا دن عید الاضحیٰ کے موافق آ گیا تھا۔ (فتح الباری)

2 ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دونوں باتیں ذکر کر دیں، یہ بھی کہ اللہ نے نذر پوری کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ بھی کہ نبی ﷺ نے عید کے دن روزہ رکھنے سے منع کیا ہے، مگر واضح فیصلہ نہیں کیا کہ وہ کیا کرے اور عموماً وہ ایسے موقع پر فیصلے سے پرہیز کرتے تھے۔ اس لیے اس میں اہل علم کا اختلاف ہے، بعض نے کہا: عید کے دن نذر کا روزہ نہ رکھے، البتہ بعد میں قضا دے دے، تاکہ

www.KitaboSunnat.com
" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دونوں پر عمل ہو جائے اور بعض نے کہا کہ نذر کا پورا کرنا ضروری ہے مگر عید کے دن روزے کی نذر معصیت کی نذر ہے جسے پورا کرنا حرام ہے، تو پھر اس کی قضا کیسی؟ اس کی مثال وہ حدیث ہے جس میں آپ ﷺ نے اس شخص کو جس نے پیدل حج کی نذر مانی تھی سوار ہونے کا حکم دیا اور نذر کا کفارہ دینے کا حکم نہیں دیا اور یہی بات دلیل کے لحاظ سے قوی ہے۔

١٩٩٥- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ قَالَ: سَمِعْتُ قَزَعَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَكَانَ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً، قَالَ: سَمِعْتُ أَرْبَعًا مِنَ النَّبِيِّ ﷺ فَأَعْجَبْنَنِي، قَالَ: «لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ مَسِيرَةَ يَوْمَيْنِ إِلَّا وَمَعَهَا زَوْجُهَا أَوْ ذُو مَحْرَمٍ، وَلَا صَوْمَ فِي يَوْمَيْنِ: الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى، وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَلَا بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ، وَلَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى وَمَسْجِدِي هَذَا» [راجع: ٥٨٦- أخرجه مسلم: ٨٢٧، وفي الصيام (١٤٠) وفي الحج (٤١٥) جميعها مختصرًا]

1995۔ قزعہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا اور انھوں نے نبی ﷺ کے ہمراہ بارہ جنگیں لڑی تھیں، انھوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ سے چار باتیں سنیں جو مجھے بہت اچھی لگیں، آپ نے فرمایا: ”کوئی عورت دو دن کے فاصلے کا سفر نہ کرے مگر اس صورت میں کہ اس کے ساتھ اس کا خاوند ہو یا محرم ہو اور دو دن کا روزہ نہیں: عید الفطر اور عید الاضحیٰ اور صبح کے بعد سورج طلوع ہونے تک کوئی نماز نہیں، نہ ہی عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک اور کجاوے تین مسجدوں کے سوا کسی کی طرف نہ کسے جائیں: مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ اور میری یہ مسجد۔“

فائدہ: اس حدیث کی شرح (۵۸۶) میں گزر چکی ہے۔

٦٨- بَابُ صِيَامِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ

68۔ باب: ایام تشریق کا روزہ

١٩٩٦- وَقَالَ لِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ هِشَامٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي: كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تَصُومُ أَيَّامَ التَّشْرِيقِ بِمِنًى، وَكَانَ أَبُوهَا يَصُومُهَا.

1996۔ عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا منیٰ کے دنوں کا روزہ رکھتی تھیں اور ان کے والد بھی ان دنوں کا روزہ رکھتے تھے۔

١٩٩٧، ١٩٩٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عِيسَى

1997، 1998۔ عروہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور سالم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی، دونوں نے کہا: ایام تشریق میں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، وَعَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَالَا: لَمْ يُرَخَّصْ فِي أَيَّامِ التَّشْرِيقِ أَنْ يُصَمْنَ إِلَّا لِمَنْ لَمْ يَجِدِ الْهَدْيَ.

روزہ رکھنے کی رخصت اس شخص کے سوا کسی کو نہیں دی گئی جسے (تمتع کی) قربانی نہ ملے۔

١٩٩٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: الصِّيَامُ لِمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ إِلَى يَوْمِ عَرَفَةَ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا وَلَمْ يَصُمْ، صَامَ أَيَّامَ مِنًى.

1999۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: جو شخص عمرہ وحج کا تمتع کرے اس کے لیے یوم عرفہ تک (تین) روزے ہیں، پھر اگر وہ قربانی نہ پائے اور روزے بھی نہ رکھے تو منیٰ کے دنوں میں روزے رکھ لے۔

وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ مِثْلَهُ.

تَابَعَهُ إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ.

اور ابن شہاب نے عروہ سے اور انھوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایسے ہی روایت کیا ہے۔ امام مالک کے ساتھ اس حدیث کو ابراہیم بن سعد نے ابن شہاب سے روایت کیا ہے۔

فائدہ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ایام تشریق میں روزہ رکھنا جائز نہیں البتہ حج تمتع یا قران کرنے والا جس پر قربانی واجب ہے اگر قربانی نہ پائے تو تین دن حج کے دوران روزے رکھے اور سات جب اپنے گھر واپس جائے۔ اسے یہ تین روزے یوم عرفہ تک پورے کر لینے چاہییں، اگر وہ نہ رکھ سکتا ہو اور اسے قربانی بھی نہ ملے تو وہ ایام تشریق میں روزے رکھے۔ اسے ان دنوں میں روزے رکھنا جائز ہے، ایام منیٰ سے مراد ایام تشریق ہیں۔

٦٩- بَابُ صِيَامِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ

69۔ باب: عاشوراء کے دن کا روزہ

٢٠٠٠- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ عَاشُورَاءَ: «إِنْ شَاءَ صَامَ» [راجع: ١٨٩٢- أخرجه مسلم: ١١٢٦ مطولًا]

2000۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے عاشوراء کے دن فرمایا: ''اگر کوئی چاہے تو اس کا روزہ رکھ لے۔''

٢٠٠١- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَمَرَ

2001۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عاشوراء کے دن روزہ رکھنے کا حکم دیتے تو جب رمضان (کے روزے) فرض کر دیے گئے تو جو چاہتا (عاشوراء کا) روزہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بصیام یوم عاشوراء، فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ كَانَ مَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ. [راجع: ١٥٩٢- أخرجه مسلم: ١١٢٥]

رکھتا اور جو چاہتا نہ رکھتا۔

٢٠٠٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ يَوْمُ عَاشُورَاءَ تَصُومُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَصُومُهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ صَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ، فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ تَرَكَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ، وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ. [راجع: ١٥٩٢- أخرجه مسلم: ١١٢٥]

2002۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا: عاشوراء کے دن قریش جاہلیت میں روزہ رکھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ بھی جاہلیت میں اس کا روزہ رکھتے تھے۔ جب آپ مدینہ میں آئے تو آپ نے اس کا روزہ رکھا اور اس کے روزے کا حکم دیا، پھر جب رمضان فرض کیا گیا تو عاشوراء کا روزہ ترک کر دیا گیا، اب جو چاہے اسے رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔

فائدہ: عاشوراء دس محرم کو کہتے ہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے معلوم ہوا کہ جاہلیت کے زمانے میں قریش اس کا روزہ رکھتے تھے اور جاہلیت کے زمانے میں رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کا روزہ رکھا۔ دوسری بات اس حدیث سے یہ معلوم ہوئی کہ نبوت ملنے کے بعد مدینہ آنے پر آپ ﷺ نے اس کا روزہ رکھا اور مسلمانوں کو بھی اس کا روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ اس سے اسلام میں اس کی ابتدا کی تعیین ہوتی ہے۔ سب جانتے ہیں کہ آپ ﷺ ربیع الاول میں مدینہ تشریف لائے، اس لیے آپ کا یہ حکم دو ہجری کے شروع میں واقع ہوا، دو ہجری ہی میں رمضان کے روزے فرض ہوئے، اس کے مطابق عاشوراء کے روزے کا حکم ایک سال ہی رہا، پھر لوگوں کو اختیار دے دیا گیا کہ جو چاہے رکھے۔ قریش کے عاشوراء کے روزے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ انھوں نے اسے پہلی شریعت سے لیا ہو، اس لیے وہ اس دن کی تعظیم کرتے تھے، اس میں کعبہ پر غلاف چڑھاتے، اس کا روزہ رکھتے اور اس طرح کے کام کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عاشوراء کی تعظیم قدیم سے آ رہی ہے، پھر اسلام نے اسے قائم رکھا۔ اس کی تعظیم حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے شروع نہیں ہوئی۔ علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں: ''شیعہ نے عاشورے کا روزہ مکروہ جانا ہے۔ عوام کہتے ہیں کہ اس دن یزید کی ماں نے روزہ رکھا تھا، بھلا اگر یزید کی ماں نے اس دن نماز پڑھی ہو تو تم نماز نہ پڑھو گے؟ ہم کو نہ یزید سے کچھ غرض ہے نہ اس کی ماں سے، ہم کو تو ہمارے رسول ﷺ کا قول اور فعل کافی ہے۔'' (تیسیر الباری)

٢٠٠٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ: أَنَّهُ

2003۔ حمید بن عبد الرحمٰن سے روایت ہے کہ انھوں نے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے عاشوراء کے دن منبر پر سنا،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَوْمَ عَاشُورَاءَ عَامَ حَجَّ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ : يَا أَهْلَ الْمَدِينَةِ ! أَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ؟ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ : « هَذَا يَوْمُ عَاشُورَاءَ وَلَمْ يَكْتُبِ اللَّهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ وَ أَنَا صَائِمٌ، فَمَنْ شَاءَ فَلْيَصُمْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُفْطِرْ »[أخرجه مسلم : ١١٢٩]

جس سال انھوں نے حج کیا، وہ کہہ رہے تھے: اے اہل مدینہ! تمھارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے: ''یہ عاشوراء کا دن ہے اور اللہ نے اس کا روزہ تم پر فرض نہیں کیا اور میرا روزہ ہے، تو جو چاہے اس کا روزہ رکھے اور جو چاہے روزہ نہ رکھے۔''

فوائد: 1 جس سال انھوں نے حج کیا: معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ حج کے بعد مکہ یا مدینہ میں عاشوراء آنے تک ٹھہر گئے۔ ابوجعفر طبری نے ذکر کیا ہے کہ خلیفہ بننے کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ نے پہلا حج سنہ ۴۴ھ میں اور آخری حج سنہ ۵۷ھ میں کیا۔ بظاہر اس حدیث میں مذکور حج سے ان کا آخری حج مراد ہے۔ (فتح الباری)

2 تمھارے علماء کہاں ہیں: اس قصہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ اہلِ مدینہ اس دن کے روزے کا کوئی اہتمام نہیں کر رہے تو انھوں نے یہ بات کہی۔ اس سے ظاہر ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ خلافت کی مشغولیت اور ذمہ داریوں کے باوجود سنت پر عمل کا اور لوگوں کی تعلیم و تربیت کا کس قدر اہتمام کرتے تھے۔

3 اور میرا روزہ ہے: معاویہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے سال سے آپ کے ساتھ رہے ہیں، ظاہر ہے انھوں نے اس دوران ہی آپ سے یہ بات سنی ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ عاشوراء کی فرضیت ختم ہونے کے باوجود رسول اللہ ﷺ اس کا روزہ رکھتے تھے۔ اس کی تائید صحیح مسلم (۱۱۳۴/۱۳۳) میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے بھی ہوتی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے عاشوراء کا روزہ رکھا اور اس کے روزے کا حکم دیا تو صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! یہ وہ دن ہے جس کی یہود و نصاریٰ تعظیم کرتے ہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: « فَإِذَا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ، إِنْ شَاءَ اللَّهُ، صُمْنَا الْيَوْمَ التَّاسِعَ »''جب آئندہ سال ہوگا تو ان شاء اللہ ہم نو محرم کا روزہ رکھیں گے۔'' تو آئندہ سال ہونے سے پہلے رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری سال میں یہود و نصاریٰ کی مخالفت کے لیے دس محرم کی بجائے نو محرم کے روزے کا ارادہ ظاہر فرمایا، گویا آپ ﷺ نے روزہ قائم رکھا مگر یہود کی مخالفت کے لیے دن بدل دیا۔ صحیح مسلم (۱۱۳۳) میں حکم بن اعرج سے روایت ہے کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس پہنچا تو وہ زمزم میں اپنی چادر کے ساتھ تکیہ لگا کر بیٹھے ہوئے تھے، میں نے ان سے کہا: مجھے عاشورے کے روزے کے بارے میں بتائیں؟ انھوں نے کہا: جب تم محرم کا چاند دیکھو تو گنتے رہو اور نویں دن کی صبح کو روزہ رکھ لو۔ میں نے کہا: کیا رسول اللہ ﷺ اسی طرح روزہ رکھتے تھے؟ کہا: ہاں! اس سے معلوم ہوا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما عاشورے کے لیے ۹ محرم کے روزے کے قائل ہیں۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ کا مطلب یہ تھا کہ اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو نو اور دس دو دن کا روزہ رکھوں گا، ان حضرات کے مطابق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس سے یہود کی مخالفت ہو جاتی ہے، مگر سوچنے کی بات ہے کہ اگر دس محرم کو روزہ رکھ لیا تو ان کی مخالفت کیسے ہوئی۔ اس لیے "لَأَصُومَنَّ التَّاسِعَ" کا وہی معنی صحیح ہے جو اوپر بیان ہوا۔ نو اور دس کے روزے کی تائید میں رسول اللہ ﷺ سے بھی ایک روایت بیان کی جاتی ہے جو مسند احمد (۲۱۵۴) میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «صُومُوا يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَخَالِفُوا الْيَهُودَ، صُومُوا يَوْمًا قَبْلَهُ أَوْ يَوْمًا بَعْدَهُ» "عاشوراء کا روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو، اس سے ایک دن پہلے روزہ رکھو یا اس سے ایک دن بعد روزہ رکھو۔" مجھے تعجب ہوتا ہے کہ اس سے نو اور دس دو دن کا روزہ کیسے نکل آیا۔ اس میں تو یہود کی مخالفت کرتے ہوئے عاشورے سے ایک دن پہلے یا اس کے بعد ایک دن روزے کا ذکر ہے، یعنی دس محرم کی بجائے نو یا گیارہ کا روزہ رکھو اور یہ "لَأَصُومَنَّ التَّاسِعَ" کے عین مطابق ہے۔ مرفوع روایات تو یہی ہیں، ان کے مقابلے میں کسی موقوف روایت کا اعتبار نہیں۔

۲۰۰۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِينَةَ فَرَأَى الْيَهُودَ تَصُومُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، فَقَالَ: «مَا هَذَا؟» قَالُوا: هَذَا يَوْمٌ صَالِحٌ، هَذَا يَوْمٌ نَجَّى اللَّهُ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ عَدُوِّهِمْ، فَصَامَهُ مُوسَى، قَالَ: «فَأَنَا أَحَقُّ بِمُوسَى مِنْكُمْ» فَصَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ. [انظر: ۳۳۹۷، ۳۹۴۳، ۴۶۸۰، ۴۷۳۷۔ أخرجه مسلم: ۱۱۳۰]

2004۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ مدینہ میں آئے تو یہود کو دیکھا کہ وہ عاشورے کا روزہ رکھتے ہیں، فرمایا: "یہ کیا ہے؟" انھوں نے کہا: یہ ایک صالح دن ہے، یہ وہ دن ہے جس میں اللہ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات عطا فرمائی، تو موسیٰ علیہ السلام نے اس کا روزہ رکھا۔ آپ نے فرمایا: "پھر میں تم سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام پر حق رکھتا ہوں۔" چنانچہ آپ نے اس دن کا روزہ رکھا اور اس کے روزے کا حکم دیا۔

۲۰۰۵۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ أَبِي عُمَيْسٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ يَوْمُ عَاشُورَاءَ تَعُدُّهُ الْيَهُودُ عِيدًا، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «فَصُومُوهُ أَنْتُمْ» [انظر: ۳۹۴۲۔ أخرجه مسلم: ۱۱۳۱]

2005۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: عاشوراء کے دن کو یہود عید شمار کرتے تھے، نبی ﷺ نے فرمایا: "پھر تم اس کا روزہ رکھو۔"

فوائد:

1 ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو یہود کو دیکھا کہ وہ عاشورے کا روزہ رکھتے تھے۔ پوچھنے پر انھوں نے بتایا کہ یہ ایک صالح دن ہے جس میں اللہ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نجات دی تو موسیٰ علیہ السلام نے اس کا روزہ رکھا۔ مسلم (۱۱۳۰/۱۲۸) میں ہے: « فَصَامَهُ مُوْسَى شُكْرًا فَنَحْنُ نَصُوْمُهُ » ''موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے شکر کے لیے اس کا روزہ رکھا اور ہم بھی اس کا روزہ رکھتے ہیں۔'' اور صحیح بخاری (۳۹۴۳) میں ابوبشر کی روایت میں ہے: « وَنَحْنُ نَصُوْمُهُ تَعْظِيْمًا لَهُ » ''اور ہم اس کی تعظیم کے لیے اس کا روزہ رکھتے ہیں۔'' اس سے پہلے عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں گزرا ہے کہ قریش بھی جاہلیت میں اس کا روزہ رکھتے اور اس کی تعظیم کرتے تھے، عین ممکن ہے کہ یہود کی اس دن کی تعظیم کا باعث بنی اسرائیل اور موسیٰ علیہ السلام کی نجات ہو اور قریش کو یہ ابراہیم علیہ السلام کے دین سے نقل شدہ باتوں میں سے ملی ہو۔

2 یہاں ایک سوال ہے کہ پہلی حدیثوں میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ رکھنے کا باعث یہ تھا کہ یہود اس دن کا روزہ رکھتے تھے، گویا اس دن روزے کا باعث یہود کی موافقت تھا، جب کہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ یہود اس دن کو عید شمار کرتے تھے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا، بظاہر اس کی وجہ یہود کی مخالفت ہے، کیونکہ عید کے دن روزہ نہیں رکھا جاتا۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ہماری شریعت میں عید کے دن روزہ نہیں رکھا جاتا، مگر یہود عاشوراء کو عید بھی مناتے تھے اور اس کا روزہ بھی رکھتے تھے، جیسا کہ صحیح مسلم (۱۱۳۱/۱۳۰) میں ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

« كَانَ أَهْلُ خَيْبَرَ يَصُوْمُوْنَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ يَتَّخِذُوْنَهُ عِيْدًا وَ يُلْبِسُوْنَ نِسَائَهُمْ فِيْهِ حُلِيَّهُمْ وَشَارَتَهُمْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَصُوْمُوْهُ أَنْتُمْ » ''اہلِ خیبر عاشورے کا روزہ رکھتے تھے اور اس میں عید مناتے تھے اور اپنی عورتوں کو ان کے زیور اور ان کی زیب و زینت کی چیزیں پہناتے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم بھی اس دن کا روزہ رکھو۔''

3 دس محرم کو بنی اسرائیل اور موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات تو صحیح احادیث سے ثابت ہے، کیونکہ یہود کی اس بات کی تصدیق بذریعہ وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و عمل سے ہو گئی۔ حافظ رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ مسند احمد (۸۷۱۷) میں ایک اور سند سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے کچھ لوگوں کو عاشوراء کا روزہ رکھے ہوئے دیکھا، پوچھا: ''یہ کیا ہے؟'' تو انھوں نے بتایا کہ یہ وہ دن ہے جس میں اللہ نے موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو غرق ہونے سے بچایا اور اس میں فرعون کو غرق کر دیا اور یہ وہ دن ہے جس میں کشتی جودی پر ٹھہری تو نوح اور موسیٰ علیہما السلام نے اللہ کے شکر کے لیے اس کا روزہ رکھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « أَنَا أَحَقُّ بِمُوْسَى وَأَحَقُّ بِصَوْمِ هَذَا الْيَوْمِ، فَأَمَرَ أَصْحَابَهُ بِالصَّوْمِ » ''میں موسیٰ (علیہ السلام) پر زیادہ حق رکھتا ہوں اور اس دن کے روزے کا زیادہ حق دار ہوں۔'' تو آپ نے اپنے اصحاب کو روزے کا حکم دیا۔'' اس روایت میں دس محرم کے دن نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پر ٹھہرنے کا ذکر ہے، مسند احمد کی تخریج میں (جو شعیب الارناؤط اور ان کے رفقاء نے کی ہے) لکھا ہے: ''اس کی سند اس سے پہلی حدیث کی طرح ضعیف ہے۔'' اور پہلی حدیث میں اس سند کے ضعف کی وجہ یہ لکھی ہے کہ اس کا راوی عبدالصمد بن حبیب ازدی ضعیف ہے اور اس کا والد مجہول ہے۔ دس محرم کو نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پر ٹھہرنے کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روایت اگرچہ ضعیف ہے لیکن کم از کم حوالہ تو موجود ہے، مگر گیارھویں منانے والوں نے اس کے علاوہ اس دن متعدد واقعات کی گردان کر دی ہے اور لطف یہ کہ سب کچھ بلا حوالہ ہے۔ چنانچہ نعمۃ الباری میں ① موسیٰ اور ② نوح علیہ السلام کے علاوہ لکھا ہے: ③ حضرت یونس علیہ السلام کو دس محرم کے دن مچھلی کے پیٹ سے نجات عطا فرمائی۔ ④ عکرمہ رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ اس دن قبول فرمائی۔ ⑤ حضرت یوسف علیہ السلام کو اسی دن کنویں سے نکالا گیا۔ ⑥ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی دن پیدا ہوئے اور اسی دن آسمان پر اٹھائے گئے۔ ⑦ حضرت داود علیہ السلام کی توبہ بھی اسی دن قبول فرمائی۔ ⑧ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت بھی اسی دن ہوئی۔ ⑨ اسی دن یعقوب علیہ السلام کی بصارت واپس کی گئی تھی۔ ⑩ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کے اگلے اور پچھلے تمام بظاہر خلافِ اولیٰ کاموں کی مغفرت بھی اسی دن ہوئی۔ یہ سب باتیں بے دلیل ہیں، خصوصاً آخری بات تو بالکل ہی غلط ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ پر سورۂ فتح غزوۂ حدیبیہ کے دوران اتری جو سب جانتے ہیں کہ ذوالقعدہ کے مہینے میں واقع ہوا تھا، اب کہاں ذوالقعدہ اور کہاں دس محرم۔

٢٠٠٦- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى، عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَحَرَّى صِيَامَ يَوْمٍ فَضَّلَهُ عَلَى غَيْرِهِ إِلَّا هَذَا الْيَوْمَ، يَوْمَ عَاشُورَاءَ، وَهَذَا الشَّهْرَ يَعْنِي شَهْرَ رَمَضَانَ.
[أخرجه مسلم: ١١٣٢]

2006۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو اس دن یعنی عاشوراء کے دن اور اس مہینے یعنی رمضان کے سوا نہیں دیکھا کہ آپ کسی دن کا روزہ دوسرے دنوں پر فضیلت دے کر کوشش سے رکھتے ہوں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفل روزوں میں سب سے افضل عاشوراء کا روزہ ہے، لیکن اس میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے دیکھنے کی بات کی ہے، کسی اور صحابی کے علم کی نفی نہیں کی۔ چنانچہ صحیح مسلم (۱۱۶۲/۱۹۶) میں ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے یوم عرفہ کے روزے کے متعلق فرمایا: «يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ وَالْبَاقِيَةَ» ''کہ وہ گزشتہ اور آئندہ سال کے گناہ دور کر دیتا ہے۔'' اور عاشوراء کے روزے کے متعلق فرمایا: «يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ» ''کہ وہ گزشتہ سال کے گناہ دور کر دیتا ہے۔'' بعض نے اس کی حکمت یہ بیان کی ہے کہ عاشوراء کے روزے کی نسبت موسیٰ علیہ السلام کی طرف ہے اور صوم عرفہ کی نسبت نبی ﷺ کی طرف ہے، اس لیے یہ افضل ہے۔

٢٠٠٧- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ رَجُلًا مِنْ أَسْلَمَ أَنْ أَذِّنْ فِي النَّاسِ: «أَنَّ

2007۔ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے اسلم قبیلے کے ایک آدمی کو حکم دیا کہ لوگوں میں اعلان کر دو: ''جس نے کچھ کھا لیا ہے وہ دن کا باقی حصہ روزہ رکھے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مَنْ كَانَ أَكَلَ فَلْيَصُمْ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ وَمَنْ لَمْ يَكُنْ أَكَلَ فَلْيَصُمْ، فَإِنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ عَاشُورَاءَ ›› [راجع : ١٩٢٤ـ أخرجه مسلم : ١١٣٥]

جس نے کچھ نہیں کھایا وہ بھی روزہ رکھے، کیونکہ آج عاشوراء کا دن ہے۔"

فائدہ یہ حدیث (۱۹۲۴) میں گزر چکی ہے۔

[تَمَّ كِتَابُ الصَّوْمِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

٣١ - كِتَابُ صَلَاةِ التَّرَاوِيحِ

نمازِ تراویح کی کتاب

یہ عنوان صحیح بخاری کے صرف مستملی کے نسخہ میں ہے، دوسرے نسخوں میں نہ یہ عنوان ہے نہ بسم اللہ ہے۔ تراویح "تَرْوِيحَةٌ" کی جمع ہے جو "رَاحَةٌ" میں سے ایک بار کے معنی کے لیے آتا ہے، یعنی ایک دفعہ آرام کرنا، جیسے "تَسْلِيمَةٌ" "سَلَامٌ" سے ہے، یعنی ایک بار سلام کہنا۔ اسے تراویح اس لیے کہتے ہیں کہ شروع میں جب اس کی جماعت ہوئی تو وہ ہر دو سلام کے درمیان آرام کرتے تھے۔ (فتح الباری)

بَابُ فَضْلِ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ

باب: اس شخص کی فضیلت جو رمضان میں قیام کرے

٢٠٠٨۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ: أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ لِرَمَضَانَ: «مَنْ قَامَهُ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ» [راجع: ٣٥- أخرجه مسلم: ٧٥٩، وبزيادة برقم (٧٦٠)]

2008۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ رمضان کے بارے میں فرما رہے تھے: ''جو شخص اس کا قیام ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے کرے اس کے وہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں جو پہلے گزرے۔''

تشریح: اس حدیث کی شرح حدیث (٣٥) میں گزر چکی ہے۔

٢٠٠٩۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ

2009۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص رمضان کا قیام ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے کرے اس کے وہ گناہ بخش دیے جاتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قَالَ: «مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ»

ہیں جو پہلے گزرے۔"

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَالْأَمْرُ عَلَى ذَلِكَ، ثُمَّ كَانَ الْأَمْرُ عَلَى ذَلِكَ فِي خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ، وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا. [راجع: ٣٥- أخرجه مسلم: ٧٥٩ وبزيادة برقم (٧٦٠)]

ابن شہاب نے کہا: رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو لوگ اسی پر عمل کرتے رہے، پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اور عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے شروع میں اسی پر عمل رہا۔

فائدہ: اس حدیث کی شرح کے لیے حدیث (٣٥) کے فوائد دیکھیے۔ ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں، ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اور عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے شروع تک باقاعدہ جماعت کے ساتھ قیامِ رمضان کا اہتمام نہیں تھا۔ لوگ اکیلے اکیلے قیام کرتے تھے یا کسی کے پیچھے دو چار یا چند آدمی قیام کرتے تھے، سب کو ایک امام پر جمع کرکے باجماعت قیامِ رمضان کا روزانہ اہتمام عمر رضی اللہ عنہ نے کیا، جیسا کہ اس کے بعد والی حدیث میں آرہا ہے۔

٢٠١٠- وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَيْلَةً فِي رَمَضَانَ إِلَى الْمَسْجِدِ، فَإِذَا النَّاسُ أَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُونَ، يُصَلِّي الرَّجُلُ لِنَفْسِهِ، وَيُصَلِّي الرَّجُلُ، فَيُصَلِّي بِصَلَاتِهِ الرَّهْطُ، فَقَالَ عُمَرُ: إِنِّي أَرَى لَوْ جَمَعْتُ هَؤُلَاءِ عَلَى قَارِئٍ وَاحِدٍ لَكَانَ أَمْثَلَ، ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ لَيْلَةً أُخْرَى وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلَاةِ قَارِئِهِمْ، قَالَ عُمَرُ: نِعْمَ الْبِدْعَةُ هَذِهِ، وَالَّتِي يَنَامُونَ عَنْهَا أَفْضَلُ مِنَ الَّتِي يَقُومُونَ، يُرِيدُ آخِرَ اللَّيْلِ، وَكَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ أَوَّلَهُ.

2010۔ عبدالرحمن بن عبد قاری سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں رمضان میں ایک رات عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد کی طرف گیا، دیکھا تو لوگ ٹولیوں کی شکل میں الگ الگ تھے۔ کوئی آدمی (اکیلا) اپنی نماز پڑھ رہا تھا اور کوئی آدمی نماز پڑھ رہا تھا اور اس کی نماز کے ساتھ ایک جماعت نماز پڑھ رہی تھی، تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں سمجھتا ہوں کہ اگر میں ان سب کو ایک قاری پر جمع کردوں تو زیادہ اچھا ہوگا، پھر انھوں نے پختہ ارادہ کر لیا اور انھیں اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ (کی امامت) پر جمع کر دیا، پھر ایک اور رات میں ان کے ساتھ نکلا تو لوگ اپنے قاری کی نماز کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ نئی چیز بہت اچھی ہے اور رات کا وہ حصہ جس میں یہ سو جاتے ہیں اس حصے سے افضل ہے جس میں قیام کرتے ہیں۔ ان کی مراد رات کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آخری حصہ تھا اور لوگ اس کے شروع میں قیام کرتے تھے۔

فوائد: 1 ''عبدالرحمٰن بن عبد القاری'' میں لفظ ''عبد'' ''القاری'' کی طرف مضاف نہیں بلکہ ''عبدالرحمٰن بن عبد'' الگ ہے اور ''القاری'' الگ ہے، یعنی وہ عبدالرحمٰن بن عبد جس کی نسبت ''قارہ'' قبیلہ کی طرف ہے، اس لیے ''القاری'' کی یاء مشدد ہے۔

2 تو زیادہ اچھا ہے: عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تین راتیں جماعت کے ساتھ قیام کروانے سے اخذ کی، اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد جماعت کروانا چھوڑ دیا مگر اس کا سبب اس بات کا ڈر بتایا کہ یہ فرض نہ کر دی جائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کے اس حدیث کے بعد عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث لانے میں یہی حکمت ہے۔ پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تو یہ خطرہ باقی نہ رہا اور عمر رضی اللہ عنہ کو قیام رمضان باجماعت راجح معلوم ہوا، کیونکہ لوگوں کے الگ الگ قیام میں افتراق پایا جاتا تھا اور اکٹھے قیام میں بہت سے نمازی زیادہ نشاط محسوس کرتے ہیں اور امت کی اکثریت نے عمر رضی اللہ عنہ کے قول پر عمل کیا ہے۔ (فتح الباری)

3 رہا یہ مسئلہ کہ گھر میں قیام افضل ہے یا مسجد میں جماعت کے ساتھ، تو اگرچہ عام حکم یہی ہے کہ نفل نماز گھر میں افضل ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « فَإِنَّ أَفْضَلَ الصَّلَاةِ صَلَاةُ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ »[بخاري : ۷۳۱، عن زيد بن ثابت رضي الله عنه] ''فرض نماز کو چھوڑ کر آدمی کی افضل نماز وہ ہے جو اس کے گھر میں ہو۔'' مگر مسجد میں جماعت کے ساتھ قیام میں ایک خاص فضیلت ہے جو گھر میں نہیں، جیسا کہ ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے سنن ابی داؤد (۱۳۷۵) میں مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہینے میں ہمیں کوئی قیام نہیں کروایا، یہاں تک کہ سات راتیں رہ گئیں تو آپ نے ہمارے ساتھ قیام کیا، یہاں تک کہ رات کا ثلث چلا گیا، جب چھٹی (یعنی چوبیسویں) رات ہوئی تو آپ نے ہمارے ساتھ قیام نہیں کیا، جب پانچویں (یعنی پچیسویں) رات ہوئی تو آپ نے ہمارے ساتھ قیام کیا یہاں تک کہ رات کا نصف چلا گیا تو میں نے کہا: یا رسول اللہ! کاش آپ ہمیں اس رات کا قیام مزید بھی کروا دیں، تو آپ نے فرمایا: ''آدمی جب امام کے ساتھ نماز پڑھے، یہاں تک کہ وہ فارغ ہو تو اس کے لیے رات بھر کا قیام لکھا جاتا ہے۔'' پھر جب چوتھی (یعنی چھبیسویں) رات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام نہیں کیا، جب تیسری (یعنی ستائیسویں) رات ہوئی تو آپ نے اپنے اہل اور اپنی عورتوں کو اور لوگوں کو جمع کیا اور ہمارے ساتھ قیام کیا، یہاں تک کہ ہم ڈرے کہ ہم سے فلاح رہ جائے گی۔ میں نے کہا: اور فلاح کیا ہے؟ کہا: سحری۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہینے کی باقی راتوں کا ہمارے ساتھ قیام نہیں کیا۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ خلاصہ یہ کہ اگر کوئی حافظ ہے اور گھر میں جماعت کا اہتمام کر لیتا ہے، پھر سستی اور ناغہ نہیں کرتا تو بہت اچھی بات ہے، ورنہ مسجد میں امام کے ساتھ قیام کے بعد مفت میں باقی رات کے قیام کا ثواب بہت بڑی غنیمت ہے جسے ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

4 انھیں اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ (کی امامت) پر جمع کر دیا: یعنی انھیں امام بنا دیا، عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں اس لیے امام بنایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ » [مسلم : ٦٧٣، عن أبي مسعود الأنصاري رضي الله عنه] ”لوگوں کو امامت وہ کرائے جو ان میں سب سے زیادہ قرآن کا قاری ہے۔“ اور ”کتاب التفسیر، سورۃ البقرۃ (۴۴۸۱)“ میں عمر رضی اللہ عنہ کا قول آئے گا کہ انھوں نے کہا: « أَقْرَؤُنَا أُبَيٌّ » ”ہم میں سب سے زیادہ قاری اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں۔“ (فتح الباری)

5 سعید بن منصور نے عروہ کے طریق سے بیان کیا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے مردوں کو اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ پر جمع کیا، وہ مردوں کو نماز پڑھاتے تھے اور تمیم داری رضی اللہ عنہ عورتوں کو نماز پڑھاتے تھے اور محمد بن نصر نے اسے قیام اللیل میں اسی سند سے روایت کیا ہے اور تمیم داری رضی اللہ عنہ کی جگہ سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ کہا ہے۔ شاید یہ دو وقتوں کی بات ہو۔ (فتح الباری)

6 پھر ایک اور رات نکلے .....: اس سے معلوم ہوا کہ عمر رضی اللہ عنہ خود لوگوں کے ساتھ ہر روز قیام نہیں کرتے تھے، گویا وہ سمجھتے تھے کہ ان کا گھر میں نماز پڑھنا خصوصاً پچھلی رات کو افضل ہے۔

7 نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهِ (یہ نئی چیز بہت اچھی ہے): بعض لوگوں نے اس سے یہ بات نکالی ہے کہ بدعت (دین میں نئی چیز) کی دو قسمیں ہیں: ایک بدعتِ حسنہ اور ایک بدعتِ سیئہ۔ مگر یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح فرمان کے خلاف ہے، آپ نے فرمایا: « كُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ » [أبو داؤد : ٤٦٠٧، عن العرباض بن سارية] ”(دین میں) ہر نئی ایجاد کی گئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“ یاد رہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے سب لوگوں کے ایک امام کے پیچھے قیام کو اچھی بدعت کہا تو یہاں لفظ بدعت لغوی معنوں میں ہے، یعنی اچھی نئی چیز ہے۔ یہاں بدعت سے مراد شرعی بدعت یعنی دین میں نئی ایجاد کردہ چیز نہیں، کیونکہ تمام لوگوں کو ایک امام کے پیچھے قیام رمضان خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین راتیں کروایا ہے اور ہر روز قیام نہ کرانے کی وجہ بھی بیان فرمائی کہ کہیں یہ امت پر فرض نہ ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ خطرہ باقی نہ رہا تو عمر رضی اللہ عنہ نے اسے پورے مہینے کے لیے جاری کر دیا۔ اس کے علاوہ ابو داؤد میں ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں امام کے ساتھ قیام کی فضیلت اوپر فائدہ نمبر تین میں گزری ہے، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات بھی جماعت نہ کروائی ہوتی تو تراویح باجماعت کے سنت ہونے کے لیے وہ حدیث ہی کافی تھی، اسے شرعی بدعت کسی طرح بھی نہیں کہا جا سکتا۔ غرض باجماعت تراویح سنت ہے اور اسے بدعت اس لیے کہہ دیا ہے کہ اس سنت پر عمر رضی اللہ عنہ نے نئے سرے سے عمل شروع کیا تو اسے دیکھ کر کہا: « نِعْمَ الْبِدْعَةُ » ”یہ نئی چیز اچھی ہے۔“

8 اور رات کا وہ حصہ جس میں یہ سو جاتے ہیں: اس میں عمر رضی اللہ عنہ نے صراحت کر دی کہ رات کا آخری حصہ اس کے شروع کے حصے سے افضل ہے، مگر اس میں یہ نہیں کہ گھر میں اکیلے قیام کرنا جماعت کے ساتھ قیام سے افضل ہے۔ (فتح الباری)

9 اس روایت میں ان رکعتوں کی تعداد کا ذکر نہیں جو اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ پڑھاتے تھے۔ مؤطا مالک (۳۷۹) میں سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: « أَمَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ وَتَمِيمًا الدَّارِيَّ أَنْ يَقُوْمَا لِلنَّاسِ بِإِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، قَالَ : وَقَدْ كَانَ الْقَارِئُ يَقْرَأُ بِالْمِئِيْنَ، حَتّٰى كُنَّا نَعْتَمِدُ عَلَى الْعِصِيِّ مِنْ طُوْلِ الْقِيَامِ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

كُنَّا نَنْصَرِفُ إِلَّا فِي فُرُوعِ الْفَجْرِ ›› ”عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اُبی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کے ساتھ گیارہ رکعت قیام کریں اور قاری سو آیتوں والی سورتیں پڑھتا تھا، یہاں تک کہ ہم لمبے قیام کی وجہ سے لاٹھیوں کا سہارا لیا کرتے تھے اور ہم فجر کے قریب ہی فارغ ہوا کرتے تھے۔“ اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ مشہور بات غلط ہے کہ بیس رکعات تراویح عمر رضی اللہ عنہ کی سنت ہے۔ ان کی سنت بلکہ ان کا حکم گیارہ رکعتیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی یہی ہے، جیسا کہ صحیح بخاری حدیث (۲۰۱۳) میں آ رہا ہے کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے رمضان کے قیام کے متعلق سوال ہوا تو انھوں نے کہا: ”آپ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔“ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ تعداد آپ کی تہجد کی نماز کی ہے، تراویح کی نہیں، مگر جیسا کہ اس حدیث کے تیسرے فائدہ میں ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث گزری ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ رمضان میں آپ کی تہجد اور تراویح الگ الگ نہیں تھیں بلکہ ایک ہی تھیں۔

10 بعض حضرات مسنون عدد چھوڑ کر بیس رکعت تراویح پڑھتے ہیں اور اسے سنت مؤکدہ قرار دیتے ہیں، حالانکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہی نہیں، آپ سے صرف ایک حدیث مصنف ابن ابی شیبہ (۷۶۹۲) میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: «أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ فِيْ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ» ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعتیں اور وتر پڑھتے تھے۔“ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے صحیح بخاری کی حدیث (۲۰۱۳) کی شرح میں اس حدیث کے متعلق لکھا ہے: ”وَأَمَّا مَا رَوَاهُ ابْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِيْ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ فَإِسْنَادُهُ ضَعِيْفٌ وَقَدْ عَارَضَهُ حَدِيْثُ عَائِشَةَ هٰذَا الَّذِي فِي الصَّحِيْحَيْنِ“ یعنی یہ حدیث ضعیف ہے اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث (گیارہ رکعتوں والی) جو بخاری اور مسلم میں ہے اس کے خلاف ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مصنف ابن ابی شیبہ میں مروی یہ ضعیف روایت سنن کبری بیہقی (۴۶۵۱) میں اسی سند کے ساتھ مروی ہے، اس میں ہے: « كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ فِيْ غَيْرِ جَمَاعَةٍ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ » اس میں ” فِيْ غَيْرِ جَمَاعَةٍ “ (جماعت کے بغیر) کے الفاظ زائد ہیں۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ” تَفَرَّدَ بِهِ أَبُوْ شَيْبَةَ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ عُثْمَانَ الْعَبْسِيُّ الْكُوْفِيُّ وَهُوَ ضَعِيْفٌ “ تقریب میں اس ابوشیبہ کو متروک لکھا۔

بیس رکعت تراویح پڑھنے والے اکثر حضرات یہ کہتے ہیں کہ بیس تراویح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تو نہیں البتہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی سنت ہے، اس لیے ہم اتنی رکعتیں پڑھتے ہیں، مگر یہ بات بھی درست نہیں، اوپر مؤطا مالک (۳۷۹) سے عمر رضی اللہ عنہ کا اُبی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کو گیارہ رکعت پڑھانے کے حکم والی صحیح حدیث دیکھ لیں۔ عمر رضی اللہ عنہ سے بیس رکعتوں والی کوئی روایت ثابت نہیں۔ یہاں اتنی تفصیل کی گنجائش نہیں، آپ شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کے رسالہ ”رکعات التراویح“ کا مطالعہ فرمائیں۔ انھوں نے بڑی وضاحت کے ساتھ عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے بیس رکعات تراویح والی روایات کی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

حقیقت بیان کی ہے۔ اردو میں مولانا نذیر احمد رحمانی رحمہ اللہ کی ''انوار المصابیح'' کا مطالعہ کریں۔

۲۰۱۱۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ : حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى وَذَلِكَ فِي رَمَضَانَ . [راجع : ۷۲۹۔ أخرجه مسلم : ۷٦۱ مطولاً، أخرجه : ۷۸۲ باختلاف]

2011۔ نبی ﷺ کی زوجہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی اور یہ رمضان کی بات ہے۔

۲۰۱۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَرَجَ لَيْلَةً مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ، فَصَلَّى فِي الْمَسْجِدِ وَصَلَّى رِجَالٌ بِصَلَاتِهِ، فَأَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوا، فَاجْتَمَعَ أَكْثَرُ مِنْهُمْ، فَصَلَّى فَصَلَّوْا مَعَهُ، فَأَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوا، فَكَثُرَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَصَلَّى فَصَلَّوْا بِصَلَاتِهِ، فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الرَّابِعَةُ عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ أَهْلِهِ، حَتَّى خَرَجَ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ، فَلَمَّا قَضَى الْفَجْرَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَتَشَهَّدَ، ثُمَّ قَالَ : « أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّهُ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ مَكَانُكُمْ وَلَكِنِّي خَشِيتُ أَنْ تُفْتَرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوا عَنْهَا » فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَالْأَمْرُ عَلَى ذَلِكَ . [راجع : ۷۲۹۔ أخرجه مسلم : ۷٦۱، وبعض معناه في أوله عند مسلم (۷۸۲)]

2012۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک رات آدھی رات کو نکلے اور آپ نے مسجد میں نماز پڑھی اور کچھ آدمیوں نے آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی۔ صبح ہوئی اور لوگوں نے اس کا ذکر کیا تو (اگلی رات) ان سے زیادہ لوگ جمع ہو گئے اور آپ نے نماز پڑھی اور لوگوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی، پھر صبح ہوئی اور لوگوں نے اس کا ذکر کیا تو تیسری رات مسجد میں آنے والے بہت ہو گئے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نکلے تو آپ نے نماز پڑھی اور لوگوں نے آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب چوتھی رات ہوئی تو مسجد نمازیوں سے عاجز آ گئی، یہاں تک کہ آپ صبح کی نماز کے لیے نکلے، جب آپ نے فجر پڑھ لی تو لوگوں کی طرف منہ کیا اور خطبہ پڑھا، پھر فرمایا: ''اما بعد! بات یہ ہے کہ تمھارا موجود ہونا مجھ سے مخفی نہیں رہا، لیکن میں ڈرا کہ یہ نماز تم پر فرض کر دی جائے گی تو تم اس سے عاجز رہ جاؤ گے۔'' پھر رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے اور معاملہ اسی طرح رہا۔

فائدہ اس کی شرح کے لیے دیکھیے حدیث (۷۲۹) اور (۱۱۲۹)۔

۲۰۱۳۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ : حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ

2013۔ ابوسلمہ بن عبد الرحمن سے روایت ہے کہ انھوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: رمضان میں رسول اللہ ﷺ کی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

الرَّحْمٰنِ، أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي رَمَضَانَ ؟ فَقَالَتْ : مَا كَانَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُصَلِّي أَرْبَعًا، فَلَا تَسَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا، فَلَا تَسَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ! أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوتِرَ؟ قَالَ : « يَا عَائِشَةُ ! إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي » [راجع : ١١٤٧ـ أخرجه مسلم : ٧٣٨]

نماز کس طرح تھی؟ انھوں نے کہا: آپ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، آپ چار رکعتیں پڑھتے، سوان کے حسن اور ان کے طول کے متعلق مت پوچھو، پھر چار رکعتیں پڑھتے، سوان کے حسن اور ان کے طول کے متعلق مت پوچھو، پھر تین رکعتیں پڑھتے۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”اے عائشہ! بے شک میری آنکھیں سو جاتی ہیں مگر میرا دل جاگتا رہتا ہے۔“

فائدہ اس حدیث کی شرح کے لیے دیکھیے حدیث (۱۱۴۷)۔

[تَمَّ كِتَابُ صَلَاةِ التَّرَاوِيحِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ]

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

٣٢- كِتَابُ فَضْلِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ

کتاب: لیلۃ القدر کی فضیلت

١- بَابُ فَضْلِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةِ ٱلْقَدْرِ ۝ وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ وَٱلرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ۝ سَلَٰمٌ هِىَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ ٱلْفَجْرِ﴾ [القدر: ١ - ٥]

قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: مَا كَانَ فِي الْقُرْآنِ: ﴿مَآ أَدْرَىٰكَ﴾ [الانفطار: ١٨] فَقَدْ أَعْلَمَهُ، وَمَا قَالَ: ﴿وَمَا يُدْرِيكَ﴾ [الأحزاب: ٦٣] فَإِنَّهُ لَمْ يُعْلِمْهُ.

1- باب: لیلۃ القدر کی فضیلت

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”بلاشبہ ہم نے اسے قدر کی رات میں اتارا۔ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ قدر کی رات کیا ہے؟ قدر کی رات ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ اس میں فرشتے اور روح اپنے رب کے حکم سے ہر امر کے متعلق اترتے ہیں۔ وہ رات فجر طلوع ہونے تک سراسر سلامتی ہے۔“

ابن عیینہ نے کہا: قرآن میں جو ”مَآ أَدْرَىٰكَ“ ہے وہ اللہ نے آپ کو بتا دیا ہے اور جو ”وَمَا يُدْرِيكَ“ ہے وہ نہیں بتایا۔

فوائد: 1 ”الْقَدْرِ“ کا معنی تقدیر ہے، یعنی تقدیر کی رات، اس معنی کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے: ﴿فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ﴾ [الدخان: ٤] ”اس رات میں ہر محکم کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔“ یعنی سال بھر میں جو کام ہونا ہوتا ہے اس رات میں لوح محفوظ سے نقل کر کے ان فرشتوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے جو اسے سرانجام دیتے ہیں۔ ”الْقَدْرِ“ کا دوسرا معنی عظمت ہے، جیسے فرمایا: ﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ﴾ [الأنعام: ٩١] ”اور انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جو اس

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کی قدر کا حق تھا''، یعنی عظمت والی رات۔ اس کے بعد اس کی عظمت پر دلالت کرنے والی چیزیں بیان کی ہیں یعنی اس کا ہزار مہینے سے بہتر ہونا، اس میں ملائکہ اور جبریل علیہ السلام کا اترنا اور اس کا سراسر سلامتی والی ہونا۔ لیلۃ القدر کے مفہوم میں یہ معنی بھی شامل ہے۔ (تفسیر القرآن الکریم)

4 سفیان بن عیینہ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر کی تعیین بتا دی تھی، مگر عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں لیلۃ القدر بتانے کے لیے نکلے تو دو مسلمان آپس میں جھگڑ پڑے، آپ نے فرمایا: «خَرَجْتُ لِأُخْبِرَكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ، وَإِنَّهُ تَلَاحَى فُلَانٌ وَفُلَانٌ فَرُفِعَتْ وَعَسَى أَنْ يَكُوْنَ خَيْرًا لَكُمْ، اِلْتَمِسُوْهَا فِي السَّبْعِ وَالتِّسْعِ وَالْخَمْسِ » [بخاري : ٤٩] ''میں تمھیں لیلۃ القدر بتانے کے لیے نکلا تھا تو فلاں اور فلاں جھگڑ پڑے تو وہ اٹھالی گئی اور امید ہے کہ یہ تمھارے لیے بہتر ہوگا، اس لیے اسے نویں، ساتویں اور پانچویں رات میں تلاش کرو۔'' اور سفیان نے جو کہا ہے کہ جو ''وَمَا يُدْرِيكَ'' ہے وہ اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں بتائی، تو یہ بعض جگہ تو صحیح ہے، جیسے فرمایا: ﴿ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيبٌ ﴾ [الشورٰی : ١٧] ''اور تجھے کون سی چیز آگاہ کرتی ہے، شاید کہ قیامت قریب ہو۔'' اور بعض جگہ صحیح نہیں، جیسے عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: ﴿ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزَّكَّى ۝ أَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرَى ﴾ [عبس : ٣، ٤] ''اور تجھے کیا چیز معلوم کرواتی ہے شاید وہ پاکیزگی حاصل کرلے۔ یا نصیحت حاصل کرے تو وہ نصیحت اسے فائدہ دے۔'' یہاں ''وَمَا يُدْرِيكَ'' کے باوجود ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا پاک ہونا اور نصیحت حاصل کرنا اب کو معلوم ہے۔ ہمارے استاذ حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ نے کہا: ''ابن عیینہ کا یہ قول کلی نہیں استقرائی ہے، یعنی ان کے سامنے جو مقامات آئے انھوں نے اس کے مطابق بات کر دی ہے۔''

٢٠١٤- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَفِظْنَاهُ، وَإِنَّمَا حَفِظَ مِنَ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ، وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ »

2014۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے بیان کیا، آپ نے فرمایا: ''جو شخص رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رکھے اس کے وہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں جو پہلے گزرے اور جو شخص لیلۃ القدر کا قیام ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے کرے اس کے وہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں جو پہلے گزرے۔''

تَابَعَهُ سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ. [راجع : ٣٥] أخرجه مسلم : ٧٥٩، وأخرجه : ٧٦٠ بأوله]

سفیان کے ساتھ سلیمان بن کثیر نے بھی اس حدیث کو زہری سے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس کی شرح کے لیے دیکھیے حدیث (٣٥)۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٢- بَابُ الْتِمَاسِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ

٢٠١٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رِجَالًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أُرُوا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْمَنَامِ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أَرَى رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَأَتْ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ، فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيهَا فَلْيَتَحَرَّهَا فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ» [راجع: ١١٥٨- أخرجه مسلم: ١١٦٥]

٢٠١٦- حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا سَعِيدٍ - وَكَانَ لِي صَدِيقًا - فَقَالَ: اعْتَكَفْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ مِنْ رَمَضَانَ، فَخَرَجَ صَبِيحَةَ عِشْرِينَ فَخَطَبَنَا، وَقَالَ: «إِنِّي أُرِيتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ، ثُمَّ أُنْسِيتُهَا - أَوْ نُسِّيتُهَا - فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِي الْوَتْرِ، وَإِنِّي رَأَيْتُ أَنِّي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ، فَمَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَلْيَرْجِعْ» فَرَجَعْنَا وَمَا نَرَى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً فَجَاءَتْ سَحَابَةٌ فَمَطَرَتْ حَتَّى سَالَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ وَكَانَ مِنْ جَرِيدِ النَّخْلِ، وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَسْجُدُ فِي الْمَاءِ وَالطِّينِ، حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّينِ فِي جَبْهَتِهِ. [راجع: ٦٦٩- أخرجه مسلم: ١١٦٧]

2۔ باب: لیلۃ القدر کو آخری سات راتوں میں تلاش کرنا

2015۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے اصحاب میں سے چند آدمیوں کو لیلۃ القدر (خواب میں) آخری سات راتوں میں دکھائی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں دیکھ رہا ہوں کہ تمھارا خواب آخری سات راتوں پر متفق ہو گیا ہے تو جو اسے تلاش کرنے والا ہے وہ اسے آخری سات راتوں میں تلاش کرے۔“

2016۔ ابو سلمہ سے روایت ہے کہ میں نے ابو سعید رضی اللہ عنہ سے پوچھا اور وہ میرے دوست تھے، تو انھوں نے کہا: ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ رمضان کے درمیانی عشرے کا اعتکاف کیا تو آپ بیس کی صبح کو نکلے اور ہمیں خطاب کیا اور فرمایا: ”مجھے لیلۃ القدر دکھائی گئی، پھر وہ مجھے بھلا دی گئی یا میں اسے بھول گیا، تو تم اسے آخری دس راتوں کی طاق راتوں میں تلاش کرو اور میں نے دیکھا ہے کہ میں کیچڑ اور پانی میں سجدہ کر رہا ہوں تو جس نے اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ واپس آ جائے۔“ تو ہم واپس آ گئے اور ہم آسمان میں بادل کا کوئی ٹکڑا نہیں دیکھ رہے تھے تو ایک بدلی آئی اور برسنے لگی یہاں تک کہ مسجد کی چھت ٹپک پڑی اور وہ کھجور کی ٹہنیوں کی بنی ہوئی تھی، نماز کھڑی کی گئی تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ پانی اور کیچڑ میں سجدہ کر رہے تھے، یہاں تک کہ میں نے کیچڑ کا نشان آپ کی پیشانی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

پر دیکھا۔

٣- بَابُ تَحَرِّي لَيْلَةِ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ

3- باب: لیلۃ القدر کو آخری دس راتوں کی طاق راتوں میں تلاش کرنا

فِيهِ عَنْ عُبَادَةَ. [راجع : ٤٩]

اس مسئلے میں عبادہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے۔

فائدہ دیکھیے بخاری کی حدیث (۲۰۲۳) جس کے الفاظ یہ ہیں: « فَالْتَمِسُوهَا فِي التَّاسِعَةِ وَالسَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ » ''اسے نویں اور ساتویں اور پانچویں میں تلاش کرو۔''

٢٠١٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا أَبُو سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: « تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ » [انظر : ٢٠١٩، ٢٠٢٠- أخرجه مسلم : ١١٦٩ بدون لفظ "الوتر"]

2017- عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لیلۃ القدر کو رمضان کی آخری دس راتوں کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔''

٢٠١٨- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي حَازِمٍ وَالدَّرَاوَرْدِيُّ، عَنْ يَزِيدَ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُجَاوِرُ فِي رَمَضَانَ الْعَشْرَ الَّتِي فِي وَسَطِ الشَّهْرِ، فَإِذَا كَانَ حِينَ يُمْسِي مِنْ عِشْرِينَ لَيْلَةً تَمْضِي، وَيَسْتَقْبِلُ إِحْدَى وَعِشْرِينَ رَجَعَ إِلَى مَسْكَنِهِ، وَرَجَعَ مَنْ كَانَ يُجَاوِرُ مَعَهُ، وَأَنَّهُ أَقَامَ فِي شَهْرٍ جَاوَرَ فِيهِ اللَّيْلَةَ الَّتِي كَانَ يَرْجِعُ فِيهَا، فَخَطَبَ النَّاسَ فَأَمَرَهُمْ مَا شَاءَ اللَّهُ، ثُمَّ قَالَ: « كُنْتُ أُجَاوِرُ هَذِهِ الْعَشْرَ، ثُمَّ قَدْ بَدَا لِي أَنْ أُجَاوِرَ هَذِهِ الْعَشْرَ

2018- ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کی ان دس راتوں کا اعتکاف کرتے جو مہینے کے درمیان ہوتیں۔ جب بیسویں رات گزر جاتی اور اکیسویں آ پہنچتی تو شام کو اپنے گھر واپس آ جاتے اور وہ لوگ بھی واپس آ جاتے جو آپ ﷺ کے ساتھ اعتکاف کر رہے تھے اور آپ ایک مہینے میں اس رات بھی ٹھہرے رہے جس میں واپس آ جایا کرتے تھے، پھر آپ نے لوگوں سے خطاب کیا اور اللہ نے جو چاہا آپ نے انھیں حکم دیا، پھر آپ نے فرمایا: ''میں ان دس راتوں کا اعتکاف کیا کرتا تھا، پھر میری رائے یہ بنی کہ میں ان آخری دس راتوں کا اعتکاف کروں۔ اس لیے جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا تھا وہ اپنے اعتکاف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْأَوَاخِرِ، فَمَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعِيَ فَلْيَثْبُتْ فِي مُعْتَكَفِهِ، وَقَدْ أُرِيتُ هَذِهِ اللَّيْلَةَ، ثُمَّ أُنْسِيتُهَا، فَابْتَغُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ، وَابْتَغُوهَا فِي كُلِّ وِتْرٍ، وَقَدْ رَأَيْتُنِي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ» فَاسْتَهَلَّتِ السَّمَاءُ فِي تِلْكَ اللَّيْلَةِ فَأَمْطَرَتْ، فَوَكَفَ الْمَسْجِدُ فِي مُصَلَّى النَّبِيِّ ﷺ لَيْلَةَ إِحْدَى وَعِشْرِينَ، فَبَصُرَتْ عَيْنِي رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَنَظَرْتُ إِلَيْهِ، انْصَرَفَ مِنَ الصُّبْحِ وَوَجْهُهُ مُمْتَلِئٌ طِينًا وَمَاءً.
[راجع: ٦٦٩۔ أخرجه مسلم: ١١٦٧ مطولاً]

کی جگہ میں ٹھہرا رہے اور مجھے وہ رات دکھا دی گئی پھر وہ مجھے بھلا دی گئی، اس لیے تم اسے آخری دس راتوں میں تلاش کرو اور اسے ہر طاق رات میں تلاش کرو اور میں نے اپنے آپ کو دیکھا ہے کہ میں پانی اور کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں۔" تو اس رات بارش برسی اور اکیسویں رات کو مسجد وہاں سے ٹپکی جہاں نبی ﷺ نماز پڑھا کرتے تھے، تو میری آنکھوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور جب آپ صبح کی نماز پڑھ کر پھرے تو میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ کا چہرہ کیچڑ سے بھرا ہوا تھا۔

٢٠١٩۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ هِشَامٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «الْتَمِسُوا»
[راجع: ٢٠١٧۔ أخرجه مسلم: ١١٦٩]

2019۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے نبی ﷺ سے بیان کیا، آپ نے فرمایا: "(اسے) تلاش کرو۔"

٢٠٢٠۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ، أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامِ ابْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُجَاوِرُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ وَيَقُولُ: «تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ» [راجع: ٢٠١٧۔ أخرجه مسلم: ١١٦٩]

2020۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کی آخری دس راتوں کا اعتکاف کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے: "لیلۃ القدر تلاش کرو رمضان کی آخری دس راتوں میں۔"

٢٠٢١۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «الْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي تَاسِعَةٍ تَبْقَى، فِي سَابِعَةٍ تَبْقَى، فِي خَامِسَةٍ تَبْقَى».
[انظر: ٢٠٢٢]

2021۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "لیلۃ القدر کو رمضان کی آخری دس راتوں میں تلاش کرو، نویں رات میں جو باقی ہو، ساتویں میں جو باقی ہو، پانچویں میں جو باقی ہو۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٢٠٢٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا عَاصِمٌ، عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ وَعِكْرِمَةَ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «هِيَ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ، هِيَ فِي تِسْعٍ يَمْضِينَ، أَوْ فِي سَبْعٍ يَبْقَيْنَ» يَعْنِي لَيْلَةَ الْقَدْرِ.

2022۔ ابن عباس ؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ آخری دس راتوں میں ہے، نو میں جو گزر جائیں یا سات میں جو باقی ہوں۔'' یعنی لیلۃ القدر (کے متعلق آپ ﷺ نے یہ فرمایا تھا)۔

قَالَ عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوبَ وَعَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: «اِلْتَمِسُوا فِي أَرْبَعٍ وَعِشْرِينَ» [راجع: ٢٠٢١]

عبدالوہاب نے ایوب اور خالد سے، انھوں نے عکرمہ سے، انھوں نے ابن عباس ؓ سے یوں بیان کیا: ''(لیلۃ القدر کو) چوبیسویں رات میں تلاش کرو۔''

فوائد: 1 امام بخاری ؒ نے باب یہ باندھا ہے کہ لیلۃ القدر کو آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کیا جائے، اس کے بعد وہ احادیث لائے ہیں جن میں ان طاق راتوں کا ذکر ہے۔ چنانچہ عبادہ ؓ کی حدیث میں ہے کہ ''اسے آخری عشرے کی نویں، ساتویں اور پانچویں رات میں تلاش کرو۔'' عائشہ ؓ کی حدیث میں ہے کہ ''اسے رمضان کی آخری دس راتوں میں تلاش کرو۔'' بظاہر وہ راتیں ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷ اور ۲۹ بنتی ہیں۔ ابوسعید خدری ؓ کی حدیث میں بھی یہی بات ہے، بلکہ اس میں یہ بھی ہے کہ اس سال لیلۃ القدر رمضان کی اکیسویں رات تھی۔ ابن عباس ؓ کی روایت میں ہے کہ ''لیلۃ القدر کو رمضان کی آخری دس راتوں میں تلاش کرو، آخری عشرے کی باقی رہنے والی نویں رات میں یا باقی رہنے والی ساتویں رات میں یا باقی رہنے والی پانچویں رات میں۔'' اور آخری روایت میں ابن عباس ؓ نے کہا: ''اسے چوبیسویں رات میں تلاش کرو۔'' بظاہر یہ دونوں طرح کی باتیں آپس میں متعارض ہیں، اس کا حل کیا ہے۔ حافظ ابن حجر ؒ نے لیلۃ القدر کی تعیین میں چھیالیس (۴۶) اقوال نقل کیے ہیں جن میں سے بعض ایک دوسرے میں داخل ہیں۔ ملتے جلتے اقوال کو اکٹھا کر دیں تو تقریباً پچیس بنتے ہیں۔ آخر میں اپنا فیصلہ یہ دیا ہے کہ ان تمام اقوال میں سے راجح قول یہ ہے کہ وہ رات آخری دس راتوں کی طاق راتوں میں ہے اور ہر سال منتقل ہوتی رہتی ہے۔ بعض نے کہا: اس کی زیادہ امید اکیسویں یا تیئسویں کی ہے اور اکثر نے کہا: اس کی زیادہ امید ستائیسویں رات میں ہے۔ بخاری کے ترجمۃ الباب میں اشارہ ہے کہ راجح یہ ہے کہ وہ رات رمضان میں ہے اور اس کے آخری عشرے میں ہے، پھر اس کی طاق راتوں میں ہے، کسی ایک متعین رات میں نہیں۔ اس کے متعلق تمام احادیث کے مجموعے کا خلاصہ یہ ہے۔ (ملخص من فتح الباری)

2 آخری عشرے کی طاق راتوں سے مراد بعض روایات میں (۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷) اور (۲۹) ہے اور ابن عباس ؓ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث میں چوبیسویں رات ہے اور طاق راتوں کا حساب آخر کی طرف سے دس راتوں کے حساب سے ہے۔ اس کی تطبیق حافظ ابن حزم رحمہ اللہ نے المحلی (۳۳/۷) میں بہت صاف الفاظ میں کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ''لیلۃ القدر رمضان کی آخری دس راتوں میں سے خاص ایک متعین رات ہے جو کبھی منتقل نہیں ہوتی، اتنی بات ضرور ہے کہ وہ ان میں سے طاق راتوں میں ہوتی ہے، اگر مہینا (۲۹) کا ہو تو آخری دس راتوں میں سے پہلی بلاشبہ (۲۰) کی رات ہے، تو طاق رات یا تو (۲۰) کی رات ہے یا (۲۲) کی یا (۲۴) کی یا (۲۶) کی یا (۲۸) کی، کیونکہ آخری دس راتوں میں سے طاق یہی ہیں اور اگر مہینا (۳۰) کا ہو تو آخری عشرے کی پہلی رات (۲۱) کی رات ہوگی، پھر لیلۃ القدر یا تو (۲۱) کی رات ہوگی یا (۲۳) کی یا (۲۵) کی یا (۲۷) کی یا (۲۹) کی، کیونکہ بلاشبہ دس راتوں میں سے طاق راتیں یہی ہیں۔''

آج کل عموماً لوگوں کا معمول ہے کہ وہ آخری عشرے میں (۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷) اور (۲۹) کو شب بیداری کرتے ہیں اور (۲۰، ۲۲، ۲۴، ۲۶، ۲۸) کو زیادہ تر سوتے ہیں، مگر یہ رسول اللہ ﷺ کے عمل کی پوری طرح مطابقت نہیں۔ آپ ﷺ کے عمل کا ذکر حدیث (۲۰۲۴) میں آ رہا ہے کہ آپ ﷺ آخری عشرہ آنے پر اپنی چادر کس لیتے، رات بھر جاگتے اور گھر والوں کو جگاتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آخری راتوں میں بعض جاگنے اور بعض سونے کی راتوں کی تقسیم درست نہیں، لیلۃ القدر ان میں سے کوئی بھی ہوسکتی ہے، کیونکہ پہلے سے مہینے کے دن (۲۹) یا (۳۰) ہونے کا علم ممکن نہیں۔

3 بندہ عبدالسلام عرض کرتا ہے کہ میرے احباب میں سے ایک بھائی نے لیلۃ القدر کی تعیین کے لیے عجیب استنباط کیا، اس نے کہا: یہ بات احادیث سے ثابت ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرے میں ہے اور صحیح مسلم (۱۱۶۲) میں ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سوموار کے روزے کے سوال کے جواب میں فرمایا: « ذَاكَ يَوْمٌ وُلِدْتُ فِيهِ وَيَوْمٌ بُعِثْتُ أَوْ أُنْزِلَ عَلَيَّ فِيهِ » ''میں اسی دن پیدا ہوا اور اسی دن مجھے مبعوث کیا گیا یا مجھ پر وحی نازل ہوئی۔'' اور ابوداؤد (۲۴۲۶) میں ہے: « فِيهِ وُلِدْتُ وَفِيهِ أُنْزِلَ عَلَيَّ الْقُرْآنُ » ''یعنی میں اسی رات پیدا ہوا اور اسی رات مجھ پر قرآن نازل ہوا۔'' اب سوموار کی رات کبھی رمضان کی کسی تاریخ کو آتی ہے کبھی کسی تاریخ کو۔ معلوم ہوا کہ رمضان کے آخری عشرے میں سے سوموار کی رات لیلۃ القدر ہے، کیونکہ اس رات قرآن نازل ہوا: ﴿ إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةِ ٱلْقَدْرِ ﴾ [القدر: ۱] ''بلاشبہ ہم نے اسے قدر کی رات میں اتارا۔'' حافظ رحمہ اللہ کے ذکر کردہ چھیالیس اقوال میں اگر سینتالیسواں قول شامل ہو سکے تو اسے کرلیں۔ [وَاللّٰهُ أَعْلَمُ وَعِلْمُهُ أَتَمُّ]

٤۔ بَابُ رَفْعِ مَعْرِفَةِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ لِتَلَاحِي النَّاسِ

4۔ باب: لوگوں کے جھگڑنے کی وجہ سے لیلۃ القدر کی پہچان کا اٹھا لیا جانا

٢٠٢٣۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا خَالِدُ ابْنُ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، حَدَّثَنَا أَنَسٌ، عَنْ عُبَادَةَ

2023۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ہمیں لیلۃ القدر بتانے کے لیے نکلے تو دو مسلمان آدمی آپس

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ابْنِ الصَّامِتِ قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ لِيُخْبِرَنَا بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَاحَى رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَقَالَ: «خَرَجْتُ لِأُخْبِرَكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ، فَتَلَاحَى فُلَانٌ وَفُلَانٌ فَرُفِعَتْ وَعَسَى أَنْ يَكُونَ خَيْرًا لَكُمْ، فَالْتَمِسُوهَا فِي التَّاسِعَةِ وَالسَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ». [راجع: ٤٩]

میں جھگڑ پڑے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمھیں لیلۃ القدر بتانے کے لیے نکلا تو فلاں اور فلاں جھگڑ پڑے تو وہ اٹھالی گئی اور ہوسکتا ہے کہ یہ تمھارے لیے بہتر ہو، اس لیے اسے نویں، ساتویں اور پانچویں رات میں تلاش کرو۔''

فوائد: 1 امام صاحب نے باب میں ''پہچان اٹھا لیے جانے'' کے الفاظ اس لیے ذکر کیے ہیں کہ کوئی ''فَرُفِعَتْ'' (تو وہ اٹھالی گئی) کا مطلب یہ نہ سمجھ لے کہ اب لیلۃ القدر اٹھالی گئی ہے، اس کا وجود باقی نہیں رہا۔ مطلب یہ ہے کہ اس سال اس رات کی پہچان اٹھالی گئی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے فلاں فلاں رات میں تلاش کرو۔'' تو اگر وہ سرے ہی سے اٹھالی جاتی تو اسے تلاش کرنے کا کچھ مطلب باقی نہیں رہتا۔

2 ہوسکتا ہے کہ یہ تمھارے لیے بہتر ہو: کیونکہ اگر وہ رات بتادی جاتی تو مسلمان ایک ہی رات زیادہ عبادت کرکے فارغ ہوجاتے۔ اب معلوم نہ ہونے کی وجہ سے دس راتوں کی محنت کریں گے جو یقیناً ایک رات کی محنت سے بہت بہتر ہے۔

3 دو آدمی جھگڑ پڑے: حافظ رحمہ اللہ نے کہا: ''کہا گیا ہے کہ وہ دونوں عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہ اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہ تھے، اسے ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے، مگر اس کی کوئی سند پیش نہیں کی۔'' (فتح الباری) معلوم ہوا بات پختہ نہیں۔

٥ ـ بَابُ الْعَمَلِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ

5۔ باب: رمضان کی آخری دس راتوں میں عمل

٢٠٢٤ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي يَعْفُورٍ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِئْزَرَهُ، وَأَحْيَا لَيْلَهُ، وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ. [أخرجه مسلم: ١١٧٤]

2024۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جب دس راتیں آتیں تو اپنا تہ بند کس لیتے اور رات بھر جاگتے رہتے اور اپنے گھر والوں کو جگا دیتے۔

فوائد: 1 جب دس راتیں آتیں: یعنی آخری دس راتیں۔ بیہقی (۵۱۶/۴، ح: ۸۵۶۲) اور مصنف ابن ابی شیبہ (۲۵۰/۲، ح: ۸۶۷۳) میں علی رضی اللہ عنہ سے اس کی صراحت آئی ہے۔ (فتح الباری)

2 تہ بند کس لیتے: اس سے مراد بیویوں سے الگ رہنا ہے۔ عبدالرزاق نے ثوری سے یہ مطلب نقل کیا ہے اور بطورِ شاہد یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شعر پیش کیا ہے ؎

قَوْمٌ إِذَا حَارَبُوا شَدُّوا مَآزِرَهُمْ عَنِ النِّسَاءِ وَلَوْ بَاتَتْ بِأَطْهَارِ

"وہ ایسے لوگ ہیں کہ جب لڑنے پر آتے ہیں تو عورتوں سے اپنے تہ بند کس لیتے ہیں، خواہ وہ طہر کی حالت میں رات گزار رہی ہوں۔"

یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ عبادت کے لیے بہت محنت کرتے، جیسے کہا جاتا ہے: میں نے فلاں کام کے لیے چادر کس لی اور دونوں معنی بھی مراد ہو سکتے ہیں، چنانچہ بیہقی (۵۱۶/۴، ح: ۸۵۶۲) میں عاصم بن ضمرہ کی روایت میں علی رضی اللہ عنہ سے ہے: «شَمَّرَ الْمِئْزَرَ وَاعْتَزَلَ النِّسَاءَ» "اپنا تہ بند کس لیتے اور عورتوں سے الگ رہتے۔" (فتح الباری)

3 آخری عشرے میں ہمیشہ قیام میں اشارہ ہے کہ عمل کا خاتمہ اچھے سے اچھا ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ ایمان اور عمل صالح پر فرمائے۔ (فتح الباری)

[تَمَّ كِتَابُ فَضْلِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

٣٣- أَبْوَابُ الِاعْتِكَافِ

اعتکاف کے ابواب

لغت میں اعتکاف کا معنی ہے: کسی چیز پر اپنے آپ کو روک لینا، اسی پر ٹھہرے رہنا، اسی پر قائم رہنا، جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے کچھ لوگوں کو دیکھا: ﴿ يَعْكُفُونَ عَلَىٰ أَصْنَامٍ لَّهُمْ ﴾ [الأعراف : ١٣٨] ''کہ وہ اپنے کچھ بتوں پر اعتکاف کیے ہوئے تھے۔'' شرع میں اعتکاف اللہ کی رضا کے لیے کچھ وقت مسجد میں مخصوص طریقے سے ٹھہرنے کا نام ہے۔ یہ بالاجماع واجب نہیں سوائے اس آدمی کے جس نے اس کی نذر مانی ہو۔

١- بَابُ الِاعْتِكَافِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ وَالِاعْتِكَافِ فِي الْمَسَاجِدِ كُلِّهَا

1- باب: آخری دس راتوں میں اعتکاف اور تمام مساجد میں اعتکاف

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴾ [البقرة : ١٨٧]

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور ان سے مباشرت مت کرو جب کہ تم مسجدوں میں معتکف ہو۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں، سو ان کے قریب نہ جاؤ، اسی طرح اللہ اپنی آیات لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ وہ بچ جائیں۔''

فوائد: 1 آیت سے استدلال اس طرح ہے کہ اگر مسجد کے علاوہ اعتکاف درست ہوتا تو صرف مسجد کے اندر اعتکاف میں مباشرت سے منع نہ کیا جاتا، کیونکہ اعتکاف کی حالت میں مباشرت کے منع ہونے پر تو سب کا اتفاق ہے۔ معلوم ہوا اعتکاف مسجد ہی میں ہوتا ہے۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ عورتیں مسجد میں اعتکاف نہ بیٹھیں، البتہ وہ گھر کی مسجد میں اعتکاف کر سکتی ہیں، مگر یہ بات درست نہیں، کیونکہ گھر میں نماز کے لیے مختص جگہ کو مسجد کا حکم نہیں دیا جا سکتا، کیونکہ نہ اس میں ہر مسلمان بلا اجازت آ سکتا ہے، نہ اس میں حائضہ یا جنبی کا داخلہ ممنوع ہے، نہ وہ اللہ کے لیے وقف ہے، بلکہ وہ کسی نہ کسی کی ملکیت ہے اور اسے فروخت یا ہبہ کیا جا سکتا ہے، اس میں وراثت بھی جاری ہوتی ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات گھر میں نہیں بلکہ مسجد نبوی میں اعتکاف کرتی تھیں۔ ایک عذر یہ کیا جاتا ہے کہ مسجدوں میں عورتوں کے لیے حفاظت کا انتظام نہیں ہوتا، مگر یہ عذر بھی درست نہیں، آج کل اکثر مسجدوں میں عورتوں کے لیے نماز کی الگ جگہ ہوتی ہے جو باپردہ ہوتی ہے اور اس کا دروازہ الگ ہوتا ہے، بالفرض اگر کہیں ایسی جگہ میسر نہ ہو تو اعتکاف نماز کی طرح ہر مرد و عورت پر لازم نہیں کہ مسجد میں نہ ہو سکے تو گھر میں کر لے۔ اگر مسجد میں اعتکاف نہ ہو سکے تو عورت ہو یا مرد مسجد کے سوا گھر میں یا کسی اور جگہ اعتکاف نہیں کر سکتا۔

2 امام بخاری رحمہ اللہ کے " بَابُ الْاِعْتِكَافِ فِي الْمَسَاجِدِ كُلِّهَا " سے ظاہر ہے کہ وہ ہر مسجد میں اعتکاف درست سمجھتے ہیں۔ گویا وہ اس حدیث کو صحیح نہیں سمجھتے جو حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا: « عُكُوْفٌ بَيْنَ دَارِكَ وَدَارِ أَبِي مُوسَى، لَا تُغَيِّرُ، وَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا اعْتِكَافَ إِلَّا فِي الْمَسَاجِدِ الثَّلَاثَةِ: الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَسْجِدِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ. قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: لَعَلَّكَ نَسِيْتَ وَحَفِظُوْا وَأَخْطَأْتَ وَأَصَابُوْا »[شرح مشكل الآثار للطحاوي: ٢٧٧١- بيهقي: ٧٨٢٣- الصحيحة للألباني: ٢٧٨٦] ”کچھ لوگ آپ کے گھر اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے گھر کے درمیان (مسجد میں) اعتکاف کیے ہوئے ہیں اور آپ ان کو منع نہیں کرتے، حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ”تین مسجدوں کے سوا کوئی اعتکاف نہیں: مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد بیت المقدس۔“ تو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: شاید آپ بھول گئے ہوں اور انھوں نے یاد رکھا ہو اور آپ خطا کر رہے ہوں اور وہ درست کر رہے ہوں۔“ اگر اس حدیث کو صحیح بھی مانا جائے تو خود اس میں ہے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث معلوم ہونے کا حوالہ دیا، اس کے باوجود عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کے بھول یا خطا پر ہونے کا امکان ظاہر کیا ہے۔ شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ جو اس حدیث کو صحیح قرار دیتے ہیں انھوں نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ شاید عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے " لَا اعْتِكَافَ " میں " لَا " کمال کے لیے سمجھا ہو، یعنی کامل اعتکاف ان تین مسجدوں ہی میں ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اعتکاف تمام مساجد میں جائز رکھا ہے اور مزید تاکید کے لیے " فِي الْمَسَاجِدِ كُلِّهَا " کہا ہے اور مسلمان ہمیشہ تمام مساجد میں اعتکاف کرتے آئے ہیں، اس لیے " وَ اَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ " کے مطابق تمام مسجدوں میں اعتکاف جائز ہے۔ اگر کسی مسجد میں جمعہ نہیں ہوتا تو جمعہ فرض ہونے کی وجہ سے معتکف اس کے لیے دوسری مسجد میں جا سکتا ہے۔

٢٠٢٥- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، أَنَّ نَافِعًا أَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ.
[أخرجه مسلم: ١١٧١]

2025۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کی آخری دس راتوں کا اعتکاف کیا کرتے تھے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

٢٠٢٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللَّهُ، ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ. [أخرجه مسلم: ١١٧٢]

2026۔ نبی ﷺ کی بیوی عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ رمضان کی آخری دس راتوں کا اعتکاف کیا کرتے تھے، یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو فوت کر لیا، پھر آپ کے بعد آپ کی بیویوں نے اعتکاف کیا۔

فوائد: 1 ابن عمر ؓ کی حدیث میں مسلم (۱۱۷۱/۲) نے اسی سند کے ساتھ یہ الفاظ زیادہ بیان کیے ہیں کہ نافع نے کہا: ''اور مجھے عبداللہ بن عمر ؓ نے مسجد میں وہ جگہ دکھائی جہاں رسول اللہ ﷺ اعتکاف کیا کرتے تھے۔'' اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ مسجد میں اعتکاف کرتے تھے اور یہ کہ اعتکاف سنت ہے۔

2 ام المومنین عائشہ ؓ کی حدیث سے معلوم ہوا کہ مردوں کے علاوہ عورتیں بھی اعتکاف کر سکتی ہیں اور آپ کی وفات کے بعد آپ کی بیویاں اعتکاف کرتی تھیں۔ صحیح بخاری (۳۰۹) میں عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ آپ کی ایک بیوی نے استحاضہ کی تکلیف کے باوجود نبی ﷺ کے ساتھ اعتکاف کیا۔ یہ واضح دلیل ہے کہ عورتیں بھی مسجد میں اعتکاف کریں گی۔ ترجمۃ الباب کی وضاحت میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

٢٠٢٧- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوْسَطِ مِنْ رَمَضَانَ، فَاعْتَكَفَ عَامًا، حَتَّى إِذَا كَانَ لَيْلَةَ إِحْدَى وَعِشْرِينَ - وَهِيَ اللَّيْلَةُ الَّتِي يَخْرُجُ مِنْ صَبِيحَتِهَا مِنِ اعْتِكَافِهِ - قَالَ: «مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعِيَ فَلْيَعْتَكِفِ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ، وَقَدْ أُرِيتُ هَذِهِ اللَّيْلَةَ ثُمَّ أُنْسِيتُهَا، وَقَدْ رَأَيْتُنِي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ مِنْ صَبِيحَتِهَا، فَالْتَمِسُوهَا فِي

2027۔ ابو سعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے درمیانے عشرے کا اعتکاف کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک سال آپ نے اعتکاف کیا یہاں تک کہ اکیس کی رات ہوئی اور یہ وہ رات تھی جس کی صبح کو آپ اپنے اعتکاف سے نکلتے تھے، تو آپ نے فرمایا: ''جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ آخری دس راتوں کا بھی اعتکاف کرے، کیونکہ مجھے وہ رات دکھائی گئی، پھر وہ مجھے بھلا دی گئی اور میں نے اپنے آپ کو دیکھا ہے کہ میں اس کی صبح کو پانی اور کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں۔ اس لیے تم اسے آخری دس راتوں میں تلاش کرو اور اسے ہر طاق رات میں تلاش کرو۔'' تو اس رات بارش برسی اور مسجد چھپر کی صورت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ وَالْتَمِسُوهَا فِي كُلِّ وِتْرٍ» فَمَطَرَتِ السَّمَاءُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ وَكَانَ الْمَسْجِدُ عَلَى عَرِيشٍ، فَوَكَفَ الْمَسْجِدُ، فَبَصُرَتْ عَيْنَايَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَلَى جَبْهَتِهِ أَثَرُ الْمَاءِ وَالطِّينِ مِنْ صُبْحِ إِحْدَى وَعِشْرِينَ. [راجع: ٦٦٩- أخرجه مسلم: ١١٦٧]

میں تھی۔ تو مسجد ٹپک پڑی اور میری آنکھوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ اکیسویں کی صبح کو آپ کی پیشانی پر پانی اور کیچڑ کا نشان تھا۔

فائدہ اس حدیث کے مباحث حدیث (۲۰۲۲) کے بعد گزر چکے ہیں۔ یہاں لانے کا مقصد یہ ہے کہ آپ ﷺ مسجد میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ اس حدیث میں اکیسویں رات کی صبح کو آپ ﷺ کے اعتکاف سے نکلنے کا ذکر ہے، اس کا مطلب سمجھنے کے لیے حدیث (۲۰۳۶) کی شرح دیکھیں۔

٢- بَابُ الْحَائِضِ تُرَجِّلُ رَأْسَ الْمُعْتَكِفِ

2۔ باب: حائضہ معتکف کے سر کو کنگھی کر سکتی ہے

٢٠٢٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ هِشَامٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصْغِي إِلَيَّ رَأْسَهُ وَهُوَ مُجَاوِرٌ فِي الْمَسْجِدِ، فَأُرَجِّلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ. [راجع: ٢٩٥- أخرجه مسلم: ٢٩٧]

2028۔ عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اپنا سر میری طرف جھکا دیتے تھے جب کہ آپ مسجد میں معتکف ہوتے، تو میں اس میں کنگھی کر دیتی، حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔

فوائد 1 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ معتکف کنگھی کر سکتا ہے، اس سے اپنی صفائی، بالوں کی تراش خراش اور بننے سنورنے کا جواز بھی ثابت ہوتا ہے۔ اعتکاف کی حالت میں صرف وہ کام منع ہیں جو مسجد میں منع ہیں۔

2 آدمی اپنی بیوی سے اس کی رضا مندی کے ساتھ خدمت لے سکتا ہے۔ آپ ﷺ کے مسجد سے سر نکالنے سے معتکف کا مسجد میں رہنا اور ضروری کام کے سوا مسجد سے باہر نہ نکلنا ثابت ہوا اور یہ کہ اگر کوئی قسم کھا لے کہ مسجد سے باہر نہیں نکلے گا تو جب تک دونوں پاؤں نکال کر ان پر وزن نہ ڈالے اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی۔ (فتح الباری)

٣- بَابٌ: لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ

3۔ باب: معتکف ضروری کام کے سوا گھر میں نہ جائے

٢٠٢٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ وَعَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ: أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ:

2029۔ نبی ﷺ کی بیوی عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ مسجد میں رہتے ہوئے اپنا سر میری طرف نکال دیتے تو میں اسے کنگھی کر دیتی اور جب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَإِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَيُدْخِلُ عَلَيَّ رَأْسَهُ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ، فَأُرَجِّلُهُ وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ إِذَا كَانَ مُعْتَكِفًا . [راجع : ٢٩٥- أخرجه مسلم : ٢٩٧]

آپ معتکف ہوتے تو ضروری کام کے سوا گھر میں نہیں آتے تھے۔

فائدہ ضروری کام سے مراد پیشاب، پاخانہ، وضو اور واجب غسل ہے۔ اگر مسجد کے ساتھ اس کا انتظام نہ ہو تو گھر جا سکتا ہے، بشرطیکہ ضرورت پوری ہونے پر فوراً واپس آ جائے اور اگر کوئی کھانا پہنچانے والا نہ ہو تو کھانے کے لیے بھی مسجد سے نکل سکتا ہے، کیونکہ یہ انسان کی بنیادی ضرورت ہے۔ غرض ایسی ضرورت کے سوا جس سے چارہ نہ ہو معتکف کو مسجد سے نہیں نکلنا چاہیے۔

٤- بَابُ غُسْلِ الْمُعْتَكِفِ

4- باب: معتکف کا غسل کرنا

٢٠٣٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُبَاشِرُنِي وَأَنَا حَائِضٌ . [راجع : ٣٠٠- أخرجه مسلم : ٢٩٣]

2030- عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ میرے جسم سے جسم ملا لیتے تھے جب کہ میں حیض کی حالت میں ہوتی تھی۔

٢٠٣١- وَكَانَ يُخْرِجُ رَأْسَهُ مِنَ الْمَسْجِدِ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ، فَأَغْسِلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ . [راجع : ٢٩٥- أخرجه مسلم : ٢٩٧]

2031- اور آپ ﷺ معتکف ہوتے ہوئے اپنا سر مسجد سے نکالتے تو میں اسے دھو دیتی، حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔

فائدہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ واجب غسل (غسلِ جنابت اور غسلِ جمعہ) کے سوا معتکف کو مسجد سے باہر نہیں نکلنا چاہیے، ہاں مسجد میں رہ کر نظافت یا ٹھنڈک حاصل کرنے کا غسل کر سکتا ہے، کیونکہ اگر یہ جائز ہوتا تو رسول اللہ ﷺ صرف سر کو باہر نہ نکالتے۔ ہاں اگر کوئی شخص قضائے حاجت یا ضروری وضو کے لیے مسجد سے نکلے اور ساتھ ہی غسل بھی کر لے تو اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ (واللہ اعلم) بعض حضرات نے مسجد میں غسل کے لیے یہ شرط عائد کی ہے کہ پانی مسجد میں نہ گرے مگر یہ شرط باطل ہے، اگر پانی صاف ہے اور اس کے نکاس کا بندوبست ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ غسل یا وضو میں استعمال ہونے والا پانی پاک ہوتا ہے۔ اس حدیث کے مزید مباحث (٢٩٥) میں ملاحظہ کریں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٥- بَابُ الِاعْتِكَافِ لَيْلًا

5۔ باب: ایک رات کا اعتکاف کرنا

٢٠٣٢- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ عُمَرَ سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : كُنْتُ نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ أَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، قَالَ : « فَأَوْفِ بِنَذْرِكَ » [انظر : ٢٠٤٢، ٢٠٤٣، ٣١٤٤، ٤٣٢٠، ٦٦٩٧- أخرجه مسلم : ١٦٥٦]

2032۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے سوال کیا کہ میں نے جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ ایک رات مسجد حرام میں اعتکاف کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اپنی نذر پوری کرو۔“

فائدہ امام بخاری رحمہ اللہ کا استدلال اس حدیث سے یہ ہے کہ ان لوگوں کی بات درست نہیں جو کہتے ہیں کہ اعتکاف کم از کم دس دن ہونا چاہیے، نہ ہی ان کی بات درست ہے جو کہتے ہیں کہ ایک دن سے زیادہ ہونا چاہیے بلکہ صرف ایک رات کا بھی اعتکاف ہو سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب صرف رات کا اعتکاف کرے گا تو اس میں روزہ تو نہیں ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اعتکاف کے لیے روزے کی شرط نہیں، مگر اس پر ایک اشکال ہے کہ صحیح مسلم (١٦٥٦) میں شعبہ عن عبید اللہ کی روایت میں ” لَيْلَةً “ کی جگہ ” يَوْمًا “ کا لفظ آیا ہے۔ ابن حبان (۴۳۸۱) وغیرہ نے دونوں کے درمیان یہ تطبیق دی ہے کہ جس نے ” لَيْلَةً “ کہا ہے اس کا مطلب رات کے ساتھ دن بھی ہے اور جس نے ” يَوْمًا “ کہا ہے اس کا مطلب دن کے ساتھ رات بھی ہے، یعنی عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دن رات کی نذر مانی تھی۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب صرف ” لَيْلَةً “ کے لفظ کو صحیح سمجھتے ہیں، ” يَوْمًا “ کے لفظ کو صحیح نہیں سمجھتے، کیونکہ انھوں نے حدیث (۲۰۴۲) پر باب باندھا ہے: ” بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ عَلَيْهِ إِذَا اعْتَكَفَ صَوْمًا “ یعنی جس نے اعتکاف کرنے والے پر روزہ واجب نہیں سمجھا اور اس میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہی حدیث لائے ہیں جو عبید اللہ سے سلیمان نے روایت کی ہے۔ اس میں ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے جاہلیت میں نذر مانی ہے کہ ایک رات مسجد حرام میں اعتکاف کروں گا۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: « أَوْفِ بِنَذْرِكَ، فَاعْتَكَفَ لَيْلَةً » ”اپنی نذر پوری کرو۔“ تو انھوں نے ایک رات کا اعتکاف کیا۔“

اس حدیث میں ایک رات کی نذر ماننے کے سوال کے بعد یہ صراحت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک رات کا اعتکاف کیا اور بخاری رحمہ اللہ اس سے استدلال کر رہے ہیں کہ معتکف کے لیے روزہ ضروری نہیں۔ بہر حال اگر ” يَوْمًا “ کا لفظ صحیح بھی ہو تو اس سے معتکف کے لیے روزہ ضروری ہونا ثابت نہیں ہوتا، ہاں عمرو بن دینار کی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت میں صراحت کے ساتھ یہ الفاظ ہیں کہ نبی ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: « اِعْتَكِفْ وَصُمْ » ”اعتکاف کرو اور روزہ رکھو۔“ مگر اس کی سند ضعیف ہے۔ اسے ابو داود (۲۴۷۴) اور نسائی سنن کبریٰ (۳۳۴۱) نے عبد اللہ بن بُدَیل کے طریق سے روایت کیا ہے اور وہ ضعیف ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ابن عدی نے الکامل (۳۵۷/۵) میں اور دارقطنی نے اپنی علل (۹۳،۲۶/۲) میں ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن بُدیل عمرو بن دینار سے بیان کرنے میں اکیلا ہے، یعنی ضعیف ہونے کے علاوہ متفرد بھی ہے اور جنھوں نے "یَوْمًا" کا لفظ روایت کیا ہے ان کی روایت شاذ ہے۔ (ملخص من فتح الباری)

٦۔ بَابُ اعْتِكَافِ النِّسَاءِ

6۔ باب: عورتوں کا اعتکاف

۲۰۳۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، فَكُنْتُ أَضْرِبُ لَهُ خِبَاءً، فَيُصَلِّي الصُّبْحَ ثُمَّ يَدْخُلُهُ، فَاسْتَأْذَنَتْ حَفْصَةُ عَائِشَةَ أَنْ تَضْرِبَ خِبَاءً، فَأَذِنَتْ لَهَا، فَضَرَبَتْ خِبَاءً، فَلَمَّا رَأَتْهُ زَيْنَبُ ابْنَةُ جَحْشٍ ضَرَبَتْ خِبَاءً آخَرَ، فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّبِيُّ ﷺ رَأَى الْأَخْبِيَةَ، فَقَالَ: «مَا هَذَا؟» فَأُخْبِرَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «آلْبِرَّ تُرَوْنَ بِهِنَّ؟» فَتَرَكَ الْاعْتِكَافَ ذَلِكَ الشَّهْرَ، ثُمَّ اعْتَكَفَ عَشْرًا مِنْ شَوَّالٍ. [انظر: ۲۰۳٤، ۲۰٤۱، ۲۰٤٥۔ أخرجه مسلم: ۱۱۷۳]

2033۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ رمضان کی آخری دس راتوں کا اعتکاف کرتے تھے اور میں آپ کے لیے خیمہ لگا دیتی تھی، آپ ﷺ صبح کی نماز پڑھتے، پھر اس میں چلے جاتے، تو حفصہ رضی اللہ عنہا نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اجازت مانگی کہ خیمہ لگا لے، اس نے اسے اجازت دے دی اور اس نے خیمہ لگا لیا۔ جب اسے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے دیکھا تو اس نے ایک اور خیمہ لگا لیا، جب صبح ہوئی تو نبی ﷺ نے خیمے دیکھے تو فرمایا: "یہ کیا ہے؟" آپ کو بتایا گیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: "کیا تم ان کے بارے میں نیکی کا گمان کرتے ہو؟" اس پر آپ نے اس مہینے میں اعتکاف ترک کر دیا، پھر آپ نے شوال کی دس راتوں کا اعتکاف کیا۔

فوائد: 1 کتاب الاعتکاف کی ابتدا میں اور حدیث (۲۰۲۶) کے فوائد میں عورتوں کے اعتکاف کا مسئلہ گزر چکا ہے، یہ باب خاص عورتوں کے اعتکاف کے لیے قائم کیا گیا ہے۔ اس حدیث میں صراحت نہیں کہ امہات المومنین رضی اللہ عنہن نے رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے خیمہ لگایا۔ اس لیے بظاہر اس سے عورتوں کے اعتکاف کا استدلال نہیں ہو سکتا مگر اس حدیث کا یحییٰ بن سعید سے اوزاعی کی روایت (۲۰۴۵) میں جو آگے آ رہی ہے صراحت ہے: «فَاسْتَأْذَنَتْهُ عَائِشَةُ فَأَذِنَ لَهَا، وَسَأَلَتْ حَفْصَةُ عَائِشَةَ أَنْ تَسْتَأْذِنَ لَهَا، فَفَعَلَتْ، فَلَمَّا رَأَتْ ذَلِكَ زَيْنَبُ ابْنَةُ جَحْشٍ أَمَرَتْ بِبِنَاءٍ، فَبُنِيَ لَهَا» "عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے اجازت مانگی، آپ نے انھیں اجازت دے دی اور حفصہ رضی اللہ عنہا نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اجازت مانگنے کے لیے کہا، انھوں نے ان کے لیے اجازت لے لی، تو جب زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے یہ دیکھا تو انھوں نے بھی خیمہ بنانے کے لیے کہہ دیا اور ان کا بھی بنا دیا گیا۔" معلوم ہوا کہ چونکہ زینب رضی اللہ عنہا نے اجازت کے بغیر خیمہ بنوایا تھا تو رسول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غیرت اور ریس پر محمول کر کے اس سال اعتکاف ترک کر دیا، کیونکہ اگر آپ ایسا نہ کرتے تو ہوسکتا تھا کہ دوسری بیویاں بھی خیمے لگا لیتیں جس سے نمازیوں کے لیے جگہ تنگ ہو جاتی، آپ ﷺ کے ترک کرنے سے آپ کی بیویوں کو بھی اعتکاف ترک کرنا پڑا۔ یہ حدیث واضح دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ازواج کے اس عمل کو ایک دوسرے پر عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہا کو اعتکاف کی اجازت دی تھی، پھر ایک خاص وجہ سے اس سال اسے منسوخ کر دیا مگر آپ ﷺ کی وفات کے بعد امہات المومنین رضی اللہ عنہن نے اعتکاف کیا۔

2 اس سے معلوم ہوا کہ مردوں اور عورتوں کے اعتکاف کے لیے مسجد میں خیمے لگائے جا سکتے ہیں۔

3 اعتکاف کی جگہ میں صبح کی نماز پڑھ کر داخل ہونا سنت ہے۔ اس صورت میں اعتکاف کی رات سے پہلے دن کا بھی اعتکاف ثابت ہوتا ہے۔ عام طور پر لوگ اعتکاف کی رات سے پہلے عصر کے بعد مسجد میں چلے جاتے ہیں اور اعتکاف کی پہلی رات اعتکاف کی جگہ سے باہر مسجد میں گزار کر صبح کو اعتکاف کے خیمہ میں داخل ہوتے ہیں، مگر زیادہ صحیح یہی معلوم ہوتا ہے کہ اعتکاف کی رات سے پہلی رات کی صبح کی نماز پڑھ کر اعتکاف کی جگہ میں داخل ہوا جائے، تاکہ پہلی رات اعتکاف کی جگہ میں آئے۔

4 اس سے نفل اعتکاف کی قضا کا استحباب ثابت ہوتا ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے رمضان کے عشرے کی جگہ شوال کے عشرے میں اعتکاف کیا۔

5 اس سے غیرت اور ریس کی شامت بھی معلوم ہوئی کہ دوسری ازواجِ رسول ﷺ کی غیرت اور ریس کی وجہ سے عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہا بھی اعتکاف سے محروم ہوگئیں۔

6 اس حدیث سے رسول اللہ ﷺ کے ہاں عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقام و مرتبہ معلوم ہوا کہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے ان کے واسطے سے اجازت لی۔

٧- بَابُ الْأَخْبِيَةِ فِي الْمَسْجِدِ

٢٠٣٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ، فَلَمَّا انْصَرَفَ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي أَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ إِذَا أَخْبِيَةٌ خِبَاءُ عَائِشَةَ وَخِبَاءُ حَفْصَةَ وَخِبَاءُ زَيْنَبَ، فَقَالَ: «آلْبِرَّ تَقُولُونَ

7- باب: مسجد میں خیمے لگانا

2034- عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے اعتکاف کا ارادہ کیا، جب اس جگہ کی طرف پلٹے جس میں آپ نے اعتکاف کا ارادہ کیا تھا، تو چند خیمے لگے ہوئے دیکھے، عائشہ رضی اللہ عنہا کا خیمہ اور حفصہ رضی اللہ عنہا کا خیمہ اور زینب رضی اللہ عنہا کا خیمہ۔ تو آپ نے فرمایا: ”کیا تم ان کے متعلق کہتے ہو کہ یہ نیکی ہے؟“ پھر آپ واپس آ گئے اور اعتکاف نہیں کیا، یہاں تک کہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بِهِنَّ؟» ثُمَّ انْصَرَفَ، فَلَمْ يَعْتَكِفْ حَتَّى اعْتَكَفَ عَشْرًا مِنْ شَوَّالٍ. [راجع: ٢٠٣٣ ـ أخرجه مسلم: ١١٧٣]

شوال کی دس راتوں کا اعتکاف کیا۔

٨ ـ بَابٌ: هَلْ يَخْرُجُ الْمُعْتَكِفُ لِحَوَائِجِهِ إِلَى بَابِ الْمَسْجِدِ؟

8۔ باب: کیا معتکف اپنے ضروری کاموں کے لیے مسجد کے دروازے تک جا سکتا ہے؟

٢٠٣٥ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ صَفِيَّةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّهَا جَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ تَزُورُهُ فِي اعْتِكَافِهِ فِي الْمَسْجِدِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، فَتَحَدَّثَتْ عِنْدَهُ سَاعَةً، ثُمَّ قَامَتْ تَنْقَلِبُ، فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ مَعَهَا يَقْلِبُهَا حَتَّى إِذَا بَلَغَتْ بَابَ الْمَسْجِدِ عِنْدَ بَابِ أُمِّ سَلَمَةَ مَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَسَلَّمَا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ لَهُمَا النَّبِيُّ ﷺ: «عَلَى رِسْلِكُمَا، إِنَّمَا هِيَ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ» فَقَالَا: سُبْحَانَ اللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! وَكَبُرَ عَلَيْهِمَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنَّ الشَّيْطَانَ يَبْلُغُ مِنَ الْإِنْسَانِ مَبْلَغَ الدَّمِ وَ إِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَقْذِفَ فِي قُلُوبِكُمَا شَيْئًا» [انظر: ٢٠٣٨، ٢٠٣٩، ٣١٠١، ٣٢٨١، ٦٢١٩، ٧١٧١ ـ أخرجه مسلم: ٢١٧٥]

2035۔ نبی ﷺ کی زوجہ صفیہ ؓ سے روایت ہے کہ وہ رمضان کے آخری عشرے میں رسول اللہ ﷺ کے مسجد میں اعتکاف کے دوران آپ کی ملاقات کے لیے آئیں، چنانچہ وہ کچھ دیر آپ کے ساتھ باتیں کرتی رہیں، پھر واپس جانے کے لیے کھڑی ہوئیں۔ نبی ﷺ انھیں واپس چھوڑنے کے لیے ان کے ساتھ اٹھے، یہاں تک کہ جب وہ مسجد کے دروازے کے پاس پہنچیں جو ام سلمہ ؓ کے دروازے کے پاس تھا تو انصار کے دو آدمی گزرے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کہا، نبی ﷺ نے ان سے کہا: ”ٹھہر جاؤ، یہ صفیہ بنت حُیَیّ ہے۔“ انھوں نے کہا: سبحان اللہ، یارسول اللہ! اور انھیں یہ بات شاق گزری۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”بے شک شیطان ابن آدم میں خون کے پہنچنے کی طرح پہنچتا ہے اور میں ڈرا کہ وہ تمھارے دلوں میں کوئی چیز ڈال دے۔“

فوائد ومسائل: 1 ام المومنین صفیہ بنت حیی ؓ خیبر کے رئیس حُیَیّ (بروزن قُصَیّ) کی بیٹی تھیں، کنیت ام یحییٰ تھی۔ ان کے نکاح کی تفصیل کتاب المغازی (۴۲۰۰) میں آئے گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ) معمر کی روایت (۳۲۸۱) میں آرہا ہے کہ انھوں نے بیان کیا کہ میں رات کو آپ کی زیارت کے لیے آئی اور (۲۰۳۵) میں آرہا ہے کہ نبی ﷺ مسجد میں تھے، آپ کے پاس آپ کی بیویاں تھیں، وہ چلی گئیں اور آپ نے صفیہ ؓ سے کہا: ”جلدی نہ کرنا، میں تمھارے ساتھ تمھیں چھوڑنے جاؤں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گا۔" بظاہر اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ دوسری بیویوں کے بعد دیر سے آئی تھیں اور ان کا گھر دوسری بیویاں سے دور تھا، رات کے وقت ان کے اکیلے جانے میں آپ نے خطرہ محسوس کیا۔ عبدالرزاق (۸۰۶۶) نے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے صفیہ ؓ سے کہا: "میں تمھیں تمھارے گھر چھوڑ کر آؤں گا۔" تو آپ ان کے ساتھ گئے اور انھیں ان کے گھر چھوڑ کر آئے۔ (فتح الباری)

2 نبی ﷺ کی بیویوں کے گھر مسجد کے اردگرد تھے۔ آپ صفیہ ؓ کو چھوڑنے گئے، جب ام سلمہ ؓ کے گھر کے دروازے کے پاس پہنچے تو وہاں سے دو انصاری گزرے اور انھوں نے آپ کو سلام کہا، وہ جانے لگے تو آپ نے انھیں ٹھہرنے کے لیے کہا اور انھیں بتایا کہ آپ کے ساتھ کھڑی ہونے والی خاتون آپ کی بیوی صفیہ ہے۔ آپ کی یہ بات ان کو بہت شاق گزری۔ اسماعیلی کی روایت میں ہے کہ انھوں نے کہا: "يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! هَلْ نَظُنُّ بِكَ إِلَّا خَيْرًا ؟" "اے اللہ کے رسول! ہم آپ کے متعلق خیر کے سوا کیا گمان کر سکتے ہیں؟" آپ نے فرمایا: ﴿ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَبْلُغُ ...... ﴾

3 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آدمی کو خصوصاً علماء کو حتی الوسع یہ موقع نہیں دینا چاہیے کہ کوئی ان کے متعلق بدگمانی کرے۔ رات کے وقت آپ ﷺ کو ایک عورت کے پاس کھڑے ہوئے دیکھنے سے ان کے دل میں آپ کے متعلق کوئی خیال پیدا ہوسکتا تھا، آپ نے کوئی خیال پیدا ہونے سے پہلے ہی وضاحت کر دی۔ اہل علم نے فرمایا کہ اس میں اپنے آپ کو تہمت سے بچانے کے علاوہ ان صحابہ کو برے گمان سے بچانا بھی مقصود تھا، کیونکہ اگر شیطان ان کے دل میں آپ کے متعلق کوئی ایسی بات ڈال دیتا تو ان کا ایمان ضائع ہونے کا خطرہ تھا۔

4 یہ حدیث دلیل ہے کہ ملامتی لوگ جو جان بوجھ کر لوگوں کے سامنے گندے کام کرتے ہیں اور دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ ہم ریا سے بچنے کے لیے ایسا کرتے ہیں، ہمارا اندرونی معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ٹھیک ہے، ان کا یہ رویہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف ہے اور آپ کے خلاف چل کر کوئی شخص منزل مقصود پر نہیں پہنچ سکتا۔

5 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ معتکف مسجد میں جائز کام کرسکتا ہے، مثلاً ملاقات کے لیے آنے والے کے ساتھ بیٹھنا، اس سے باتیں کرنا، اٹھ کر اسے مسجد کے دروازے تک وداع کرنا، اگر اس کے ساتھ آگے تک جانا ضروری ہو تو آگے تک جانا، بیویوں کا معتکف کی ملاقات کے لیے آنا، معتکف کا اپنی بیوی کے ساتھ خلوت میں بیٹھنا وغیرہ امور جائز ہیں۔

۹۔ بَابُ الْاِعْتِكَافِ وَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ صَبِيحَةَ عِشْرِينَ

9۔ باب: اعتکاف کرنا اور نبی ﷺ کا بیسویں کی صبح کو نکلنا

۲۰۳۶۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيرٍ، سَمِعَ هَارُوْنَ ابْنَ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا

2036۔ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ میں نے ابوسعید خدری ؓ سے پوچھا: کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کو لیلۃ القدر کا ذکر کرتے ہوئے سنا ہے؟ انھوں نے کہا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ : سَأَلْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قُلْتُ : هَلْ سَمِعْتَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَذْكُرُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ؟ قَالَ : نَعَمْ، اعْتَكَفْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ مِنْ رَمَضَانَ، قَالَ : فَخَرَجْنَا صَبِيحَةَ عِشْرِينَ، قَالَ : فَخَطَبَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ صَبِيحَةَ عِشْرِينَ، فَقَالَ : «إِنِّي أُرِيتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ، وَإِنِّي نُسِّيتُهَا، فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِي وِتْرٍ، فَإِنِّي رَأَيْتُ أَنِّي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ وَمَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَلْيَرْجِعْ» فَرَجَعَ النَّاسُ إِلَى الْمَسْجِدِ وَمَا نَرَى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً، قَالَ : فَجَاءَتْ سَحَابَةٌ، فَمَطَرَتْ وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَسَجَدَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِي الطِّينِ وَالْمَاءِ حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّينِ فِي أَرْنَبَتِهِ وَجَبْهَتِهِ. [راجع : ٦٦٩ـ أخرجه مسلم : ١١٦٧]

ہاں! ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رمضان کے درمیانے عشرے کا اعتکاف کیا تو ہم بیسویں رات کی صبح کو نکلے تو آپ نے فرمایا: "مجھے لیلۃ القدر دکھائی گئی اور وہ مجھے بھلا دی گئی ہے، اب اسے آخری دس راتوں کی طاق رات میں تلاش کرو، کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ میں پانی اور کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں اور جس نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اعتکاف کیا تھا وہ واپس آ جائے۔" تو وہ لوگ مسجد میں واپس آ گئے اور ہم آسمان میں بادل کا ایک ٹکڑا بھی نہیں دیکھ رہے تھے تو ایک بدلی آئی اور بری، نماز کھڑی ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے کیچڑ اور پانی میں سجدہ کیا، یہاں تک کہ میں نے کیچڑ کا نشان آپ کی ناک کی نوک اور آپ کی پیشانی پر دیکھا۔

فائدہ: اس سے پہلے حدیث (۲۰۲۷) میں مالک کی روایت میں گزرا ہے: « حَتَّى إِذَا كَانَ لَيْلَةَ إِحْدَى وَعِشْرِينَ، وَهِيَ اللَّيْلَةُ الَّتِي يَخْرُجُ مِنْ صَبِيحَتِهَا مِنِ اعْتِكَافِهِ » "یہاں تک کہ جب اکیس کی رات ہوئی اور یہ وہ رات تھی جس کی صبح کو آپ اپنے اعتکاف سے نکلتے تھے۔" معلوم ہوتا ہے اس باب سے اس حدیث کی تاویل اور یہ بتانا مقصود ہے کہ آپ ﷺ بیس کی صبح کو نکلے تھے اور وہاں اکیسویں رات کی صبح سے مراد بیسویں دن کی صبح یعنی بیسویں روزے کی صبح ہے جس کے بعد آنے والی رات اکیسویں تھی۔ ابن بطال نے کہا: "اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحٰهَا﴾ [النازعات : ٤٦] "وہ (دنیا میں) نہیں ٹھہرے، مگر دن کا ایک پچھلا حصہ یا اس کا پہلا حصہ۔" اس میں ضحیٰ کی نسبت عشیہ کی طرف کی ہے، حالانکہ وہ اس سے پہلے ہے۔ معلوم ہوا کوئی چیز جو کسی کے ساتھ متصل ہو اس کی نسبت اس کی طرف ہو سکتی ہے خواہ وہ اس سے پہلے ہو یا اس سے پیچھے ہو۔" (فتح الباری ۴/۳۲۱) خود حدیث میں اس کا قرینہ موجود ہے کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا: "میں نے اکیسویں کی صبح کو آپ کی پیشانی پر کیچڑ کا نشان دیکھا۔" جب کہ آپ کا خطبہ تو اس سے پہلے والی صبح کو تھا اور آپ اسی رات کی صبح کو نکلے تھے۔ بارش تو اس کے بعد والی

www.KitaboSunnat.com

رات میں ہوئی جو اکیسویں رات تھی۔

١٠۔ بَابُ اعْتِكَافِ الْمُسْتَحَاضَةِ

10۔ باب: مستحاضہ کا اعتکاف کرنا

فائدہ ''مستحاضہ'' وہ عورت ہے جسے ایام حیض کے بعد بھی خون آتا رہتا ہو۔ شریعت کے مطابق ان دنوں میں وہ پاک تصور ہوگی اور نماز روزہ بھی کرے گی۔ باب کا مطلب یہ ہے کہ ان دنوں میں وہ اعتکاف بھی کر سکتی ہے، بشرطیکہ وہ مسجد کو آلودہ نہ ہونے دے۔

٢٠٣٧۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: اعْتَكَفَتْ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ امْرَأَةٌ مِنْ أَزْوَاجِهِ مُسْتَحَاضَةٌ، فَكَانَتْ تَرَى الْحُمْرَةَ وَالصُّفْرَةَ، فَرُبَّمَا وَضَعْنَا الطَّسْتَ تَحْتَهَا وَهِيَ تُصَلِّي. [راجع: ٣٠٩]

2037۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کی ایک بیوی نے اعتکاف کیا جسے استحاضہ کی بیماری تھی تو وہ سرخی اور زردی دیکھا کرتی تھی اور بعض اوقات جب وہ نماز پڑھتی ہم اس کے نیچے تھال رکھ دیتی تھیں۔

فائدہ اس حدیث کی شرح حدیث (٣٠٩) میں گزر چکی ہے۔

١١۔ بَابُ زِيَارَةِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا فِي اعْتِكَافِهِ

11۔ باب: عورت کا اپنے خاوند سے اس کی اعتکاف گاہ میں ملاقات کرنا

٢٠٣٨۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ صَفِيَّةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ وَعِنْدَهُ أَزْوَاجُهُ، فَرُحْنَ، فَقَالَ لِصَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ: «لَا تَعْجَلِي حَتّٰى أَنْصَرِفَ مَعَكِ» وَكَانَ بَيْتُهَا فِي دَارِ أُسَامَةَ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ

2038۔ نبی ﷺ کی زوجہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ مسجد میں تھے، آپ کے پاس آپ کی بیویاں بھی تھیں، وہ چلی گئیں تو آپ نے صفیہ بنت حُیَیّ رضی اللہ عنہا سے کہا: ''جلدی نہ کرنا، تاکہ میں تمھارے ساتھ جا کر چھوڑ آؤں۔'' اور ان کا گھر اسامہ رضی اللہ عنہ کی حویلی میں تھا۔ نبی ﷺ ان کے ساتھ نکلے تو آپ ﷺ کو انصار کے دو آدمی ملے، انھوں نے نبی ﷺ کو دیکھا پھر گزر گئے۔ نبی ﷺ نے ان سے کہا: ''ادھر آؤ، یہ صفیہ بنت حُیَیّ ہے۔'' انھوں نے کہا: سبحان اللہ، یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: ''بے شک شیطان انسان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مِنْهَا، فَلَقِيَهُ رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ فَنَظَرَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ أَجَازَا، وَقَالَ لَهُمَا النَّبِيُّ ﷺ: «تَعَالَيَا، إِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ» قَالَا: سُبْحَانَ اللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! قَالَ: «إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ، وَإِنِّي خَشِيتُ أَنْ يُلْقِيَ فِي أَنْفُسِكُمَا شَيْئًا»

[راجع: ۲۰۳۵۔ أخرجه مسلم: ۲۱۷۵]

میں خون کے چلنے کی طرح چلتا ہے اور میں اس سے ڈرا کہ وہ تمھارے دلوں میں کوئی بات ڈال دے۔"

فائدہ حدیث (۲۰۳۵) میں اس کے فوائد گزر چکے ہیں۔

۱۲۔ بَابٌ: هَلْ يَدْرَأُ الْمُعْتَكِفُ عَنْ نَفْسِهِ؟

12۔ باب: کیا معتکف اپنا دفاع کرسکتا ہے؟

۲۰۳۹۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَخِي، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَتِيقٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ صَفِيَّةَ أَخْبَرَتْهُ. وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يُخْبِرُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ: أَنَّ صَفِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ، فَلَمَّا رَجَعَتْ مَشَى مَعَهَا، فَأَبْصَرَهُ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَلَمَّا أَبْصَرَهُ دَعَاهُ، فَقَالَ: «تَعَالَ، هِيَ صَفِيَّةُ - وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ: هٰذِهِ صَفِيَّةُ - فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنِ ابْنِ آدَمَ مَجْرَى الدَّمِ»

قُلْتُ لِسُفْيَانَ: أَتَتْهُ لَيْلًا؟ قَالَ: وَهَلْ هُوَ إِلَّا لَيْلٌ. [راجع: ۲۰۳۵۔ أخرجه مسلم: ۲۱۷۵ باختلاف]

2039۔ صفیہ ؓ سے روایت ہے کہ وہ نبی ﷺ کے پاس آئیں جب کہ آپ معتکف تھے، جب وہ واپس ہوئیں تو آپ ﷺ بھی ان کے ساتھ گئے۔ انصار کے ایک آدمی نے آپ ﷺ کو دیکھا، جب اس نے آپ کو دیکھا تو آپ نے اسے بلایا، فرمایا: "ادھر آؤ، یہ صفیہ ہے، کیونکہ شیطان انسان میں خون کی طرح چلتا ہے۔"

علی بن عبداللہ کہتے ہیں: میں نے سفیان سے کہا: کیا وہ رات کو ملنے آئی تھیں؟ انھوں نے کہا: وہ رات ہی تو تھی۔

فائدہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آدمی قول سے اپنا دفاع کرسکتا ہے تو اسی طرح فعل کے ساتھ بھی کرسکتا ہے، حالت اعتکاف نماز سے زیادہ نازک نہیں، نمازی بھی اپنا دفاع کرسکتا ہے، مثلاً اگر کوئی اس کے آگے سترہ کے اندر سے گزرنا چاہے تو اس سے لڑ بھی سکتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

١٣- بَابُ مَنْ خَرَجَ مِنِ اعْتِكَافِهِ عِنْدَ الصُّبْحِ

13- باب: جو شخص اپنے اعتکاف سے صبح کے وقت نکلے

٢٠٤٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَحْوَلِ خَالِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ سُفْيَانُ. وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ : وَأَظُنُّ أَنَّ ابْنَ أَبِي لَبِيدٍ، حَدَّثَنَا عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اعْتَكَفْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ، فَلَمَّا كَانَ صَبِيحَةَ عِشْرِينَ نَقَلْنَا مَتَاعَنَا، فَأَتَانَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : « مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ فَلْيَرْجِعْ إِلَى مُعْتَكَفِهِ، فَإِنِّي رَأَيْتُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ، وَرَأَيْتُنِي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ » فَلَمَّا رَجَعَ إِلَى مُعْتَكَفِهِ وَهَاجَتِ السَّمَاءُ، فَمُطِرْنَا، فَوَالَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ ! لَقَدْ هَاجَتِ السَّمَاءُ مِنْ آخِرِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَكَانَ الْمَسْجِدُ عَرِيشًا، فَلَقَدْ رَأَيْتُ عَلَى أَنْفِهِ وَأَرْنَبَتِهِ أَثَرَ الْمَاءِ وَالطِّينِ. [راجع : ٦٦٩- أخرجه مسلم : ١١٦٧]

2040- ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ درمیانے عشرے کا اعتکاف کیا، جب بیس کی صبح ہوئی تو ہم نے اپنا سامان منتقل کر لیا، تو ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، فرمایا: ”جس نے اعتکاف کیا تھا وہ اپنے اعتکاف کی جگہ میں واپس آ جائے، کیونکہ میں نے وہ رات دیکھی ہے اور میں نے اپنے آپ کو دیکھا ہے کہ میں پانی اور کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں۔“ جب آپ ﷺ اپنے اعتکاف کی جگہ میں چلے گئے تو بادل اٹھے اور بارش برسی، قسم ہے اس کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا! اس دن کے پچھلے پہر بادل اٹھے اور مسجد چھپر کی صورت میں تھی، تو میں نے آپ ﷺ کی ناک اور اس کی نوک پر پانی اور کیچڑ کا نشان دیکھا۔

فائدہ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ رمضان کے آخری عشرے کے اعتکاف سے ۲۹ کی صبح کو تو نکل نہیں سکتا، کیونکہ ہو سکتا ہے رمضان کی تیسویں رات بھی ہو جائے، مگر تیسویں رات کی صبح کو اعتکاف سے نکل سکتا ہے، کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم درمیانے عشرے کے اعتکاف میں بیسویں رات کی صبح کو اعتکاف سے اپنا سامان لے کر نکل گئے تھے۔ امام بخاری کے باب کا بھی یہی مطلب ہے کہ تیسویں روزے کی شام تک اعتکاف میں رہنا ضروری نہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حدیث (۲۰۳۶) پر بھی یہی باب باندھا ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

١٤- بَابُ الْاِعْتِكَافِ فِي شَوَّالٍ

14- باب: شوال میں اعتکاف کرنا

٢٠٤١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلِ ابْنِ غَزْوَانَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَعْتَكِفُ فِي كُلِّ رَمَضَانَ، وَ إِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ دَخَلَ مَكَانَهُ الَّذِي اعْتَكَفَ فِيهِ، قَالَ: فَاسْتَأْذَنَتْهُ عَائِشَةُ أَنْ تَعْتَكِفَ، فَأَذِنَ لَهَا فَضَرَبَتْ فِيهِ قُبَّةً، فَسَمِعَتْ بِهَا حَفْصَةُ فَضَرَبَتْ قُبَّةً، وَسَمِعَتْ زَيْنَبُ بِهَا فَضَرَبَتْ قُبَّةً أُخْرَى، فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْغَدِ أَبْصَرَ أَرْبَعَ قِبَابٍ، فَقَالَ: «مَا هٰذَا؟» فَأُخْبِرَ خَبَرَهُنَّ، فَقَالَ: «مَا حَمَلَهُنَّ عَلَى هٰذَا؟ اَلْبِرُّ؟ انْزِعُوهَا فَلَا أَرَاهَا» فَنُزِعَتْ، فَلَمْ يَعْتَكِفْ فِي رَمَضَانَ حَتَّى اعْتَكَفَ فِي آخِرِ الْعَشْرِ مِنْ شَوَّالٍ. [راجع: ٢٠٣٣- أخرجه مسلم: ١١٧٣]

2041- عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر رمضان میں اعتکاف کرتے تھے، جب صبح ہوتی تو آپ اس جگہ میں چلے جاتے جس میں اعتکاف کرتے تھے تو آپ سے عائشہ ؓ نے اعتکاف کی اجازت مانگی، آپ نے انھیں اجازت دے دی تو انھوں نے مسجد میں ایک خیمہ لگا لیا، حفصہ ؓ نے یہ سنا تو انھوں نے ایک خیمہ لگا لیا اور زینب ؓ نے یہ سنا تو انھوں نے ایک اور خیمہ لگا لیا۔ جب رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے چار خیمے دیکھے۔ فرمایا: ”یہ کیا ہے؟“ تو آپ کو ان کے متعلق بتایا گیا، آپ نے فرمایا: ”انھیں اس پر کس چیز نے ابھارا ہے؟ کیا نیکی نے؟ انھیں اتار دو اور میں انھیں نہ دیکھوں۔“ تو وہ اتار دیے گئے اور آپ ﷺ نے (اس) رمضان میں اعتکاف نہیں کیا، یہاں تک کہ آپ نے شوال کی آخری دس راتوں کا اعتکاف کیا۔

فائدہ: اس کے فوائد حدیث (٢٠٣٣) میں بیان ہو چکے ہیں۔

١٥- بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ عَلَيْهِ صَوْمًا إِذَا اعْتَكَفَ

15- باب: جس نے معتکف پر روزہ ضروری نہیں سمجھا

٢٠٤٢- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَخِيهِ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنِّي نَذَرْتُ

2042- عمر بن خطاب ؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ ایک رات مسجد حرام میں اعتکاف کروں گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”اپنی نذر پوری کرو۔“ تو انھوں نے ایک رات کا اعتکاف

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ أَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: «أَوْفِ نَذْرَكَ» فَاعْتَكَفَ لَيْلَةً. [راجع: ٢٠٣٢- أخرجه مسلم: ١٦٥٦]

کیا۔

فائدہ: اس کے مباحث حدیث (۲۰۳۲) میں گزر چکے ہیں۔

١٦- بَابٌ: إِذَا نَذَرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ يَعْتَكِفَ ثُمَّ أَسْلَمَ

16- باب: جب جاہلیت میں اعتکاف کی نذر مانے پھر مسلمان ہو جائے

٢٠٤٣- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ نَذَرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ يَعْتَكِفَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ - قَالَ: أُرَاهُ قَالَ: لَيْلَةً - قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أَوْفِ بِنَذْرِكَ» [راجع: ٢٠٣٢- أخرجه مسلم: ١٦٥٦]

2043- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے جاہلیت میں مسجد حرام میں اعتکاف کی نذر مانی- میرا گمان ہے کہ انھوں نے کہا تھا: ایک رات کا- تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا: ''اپنی نذر پوری کرو۔''

فوائد: 1 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زمانۂ کفر میں اگر کسی نے نیکی کے کسی کام کی نذر مانی ہو یا کسی جائز کام کی قسم کھائی ہو تو مسلمان ہونے کے بعد اسے پورا کرنا چاہیے۔

2 قَالَ: أُرَاهُ (میرا گمان ہے): یہ یا تو بخاری رحمہ اللہ کے شیخ عبید رحمہ اللہ کا قول ہے یا خود بخاری رحمہ اللہ کا، کیونکہ اسماعیلی اور دوسرے محدثین نے اسے ایک اور سند سے ابو اسامہ سے شک کے بغیر روایت کیا ہے۔ (فتح الباری)

١٧- بَابُ الْاِعْتِكَافِ فِي الْعَشْرِ الْأَوْسَطِ مِنْ رَمَضَانَ

17- باب: رمضان کے درمیانے عشرے کا اعتکاف

٢٠٤٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَعْتَكِفُ فِي كُلِّ رَمَضَانَ عَشَرَةَ أَيَّامٍ، فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ اعْتَكَفَ عِشْرِينَ يَوْمًا. [انظر: ٤٩٩٨]

2044- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ہر رمضان میں دس دن اعتکاف کیا کرتے تھے، جب وہ سال ہوا جس میں آپ فوت ہوئے تو آپ نے بیس دنوں کا اعتکاف کیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فوائد: 1 ابن بطال نے کہا: ''نبی ﷺ کی اعتکاف پر ہمیشگی دلیل ہے کہ یہ سنت مؤکدہ ہے۔'' اور ابن المنذر نے ابن شہاب سے نقل کیا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے: ''مسلمانوں پر تعجب ہے کہ انھوں نے اعتکاف چھوڑ دیا ہے، حالانکہ نبی ﷺ نے جب سے مدینہ میں آئے فوت ہونے تک اسے ترک نہیں کیا۔''

2 نبی ﷺ نے آخری سال بیس دنوں کا اعتکاف کیوں کیا؟ اس کے چار سبب ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ آپ کو اپنی عمر پوری ہونے کا علم ہو گیا تھا، اس لیے آپ نے نیک اعمال کی زیادہ سے زیادہ کوشش کی، تاکہ امت کے لیے آخری عمر میں زیادہ سے زیادہ نیکی کی کوشش کا نمونہ چھوڑ جائیں، جس کے نتیجے میں اللہ سے ان کی ملاقات بہترین حالت میں ہو۔ دوسرا سبب یہ ہو سکتا ہے کہ جبریل علیہ السلام ہر سال ایک دفعہ آپ کے ساتھ قرآن کا دور کرتے تھے آخری سال میں انھوں نے دو دفعہ دور کرنا تھا، اس لیے آپ نے بیس دن اعتکاف کیا۔ [ابن ماجه : ١٧٦٩] تیسرا سبب یہ ہو سکتا ہے کہ آپ نے بیویوں کی وجہ سے جب رمضان میں اعتکاف چھوڑا اور شوال کے دس دن اعتکاف کیا تو اگلے رمضان میں بیس دن کا اعتکاف کیا، تاکہ رمضان کے اعتکاف کی قضا رمضان میں ہو جائے۔ چوتھا سبب جو اس سے قوی ہے یہ ہے کہ آپ نے اس سال بیس دن کا اعتکاف اس لیے کیا کہ اس سے پہلے سال آپ سفر میں تھے، اس کی دلیل سنن کبریٰ نسائی (٣٣٣٠) اور ابو داؤد (٢٤٦٣) کی حدیث ہے جسے ابن حبان (٣٦٦٣) وغیرہ نے صحیح کہا ہے۔ اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: ''نبی ﷺ رمضان کی آخری راتوں کا اعتکاف کیا کرتے تھے، ایک سال آپ نے سفر کیا تو اعتکاف نہیں کیا۔ جب اگلا سال ہوا تو آپ نے بیس دن اعتکاف کیا۔'' (فتح الباری) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ سبھی باتیں بیس دن اعتکاف کا سبب بنی ہوں۔

3 معتکف کی مثال اس بندے کی ہے جو اپنے آپ کو اپنے رب کے سامنے گرا دے، پھر کہے: ''اے میرے رب! میں یہاں سے نہیں اٹھوں گا یہاں تک کہ تو مجھے بخش دے۔ اے میرے رب! میں یہیں پڑا رہوں گا یہاں تک کہ تو مجھ پر رحم فرما دے۔'' [شرح ابن بطال، تحت الحديث (٢٠٤٤) من البخاري]

١٨- بَابُ مَنْ أَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ ثُمَّ بَدَا لَهُ أَنْ يَخْرُجَ

18- باب: جو شخص اعتکاف کرنے کا ارادہ کرے، پھر اس کا ارادہ نہ کرنے کا بن جائے

٢٠٤٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَتْنِي عَمْرَةُ بِنْتُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ذَكَرَ أَنْ يَعْتَكِفَ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ

2045- عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ذکر کیا کہ آپ رمضان کی آخری دس راتوں کا اعتکاف کریں گے تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے (اعتکاف کی) اجازت مانگ لی، آپ نے انھیں اجازت دے دی اور حفصہ رضی اللہ عنہا نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ وہ ان کے لیے اجازت

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

رَمَضَانَ، فَاسْتَأْذَنَتْهُ عَائِشَةُ فَأَذِنَ لَهَا، وَسَأَلَتْ حَفْصَةُ عَائِشَةَ أَنْ تَسْتَأْذِنَ لَهَا فَفَعَلَتْ، فَلَمَّا رَأَتْ ذَلِكَ زَيْنَبُ ابْنَةُ جَحْشٍ أَمَرَتْ بِبِنَاءٍ، فَبُنِيَ لَهَا، قَالَتْ : وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا صَلَّى انْصَرَفَ إِلَى بِنَائِهِ، فَبَصُرَ بِالْأَبْنِيَةِ، فَقَالَ : « مَا هَذَا ؟ » قَالُوا : بِنَاءُ عَائِشَةَ وَحَفْصَةَ وَزَيْنَبَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : « آلْبِرَّ أَرَدْنَ بِهَذَا؟ مَا أَنَا بِمُعْتَكِفٍ » فَرَجَعَ فَلَمَّا أَفْطَرَ اعْتَكَفَ عَشْرًا مِنْ شَوَّالٍ . [راجع : ٢٠٣٣- أخرجه مسلم : ١١٧٣]

مانگیں تو انھوں نے اجازت لے لی۔ جب زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے یہ دیکھا تو انھوں نے خیمہ بنانے کے لیے کہا تو ان کے لیے بھی بنا دیا گیا۔ اور رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ کر اپنے خیمے کی طرف پھرے اور آپ نے خیمے دیکھے تو فرمایا: ”یہ کیا ہے؟“ لوگوں نے بتایا کہ یہ عائشہ اور حفصہ اور زینب (رضی اللہ عنہن) کا خیمہ ہے۔ آپ نے فرمایا: ”کیا انھوں نے اس کے ساتھ نیکی کا ارادہ کیا ہے؟ میں ہرگز اعتکاف نہیں کروں گا۔“ تو آپ واپس آ گئے اور جب روزے ختم ہوئے تو آپ نے شوال کی دس راتیں اعتکاف کیا۔

فائدہ مہلب نے کہا: اس حدیث سے نکلا کہ جب کسی کے متعلق کسی عبادت میں ریا کا علم ہو تو اسے اس عمل سے روکا جا سکتا ہے۔ دیکھیے آپ ﷺ نے بیویوں کے متعلق فرمایا: ”کیا انھوں نے اس کے ساتھ نیکی کا ارادہ کیا ہے؟“ (شرح ابن بطال) اس حدیث کے مباحث (٢٠٣٣) میں گزر چکے ہیں۔

١٩- بَابُ الْمُعْتَكِفِ يُدْخِلُ رَأْسَهُ الْبَيْتَ لِلْغُسْلِ

19- باب: مُعتکف اپنا سر دھونے کے لیے گھر میں داخل کرے

٢٠٤٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : أَنَّهَا كَانَتْ تُرَجِّلُ النَّبِيَّ ﷺ وَهِيَ حَائِضٌ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فِي الْمَسْجِدِ وَهِيَ فِي حُجْرَتِهَا، يُنَاوِلُهَا رَأْسَهُ . [راجع : ٢٩٥- أخرجه مسلم : ٢٩٧]

2046- عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ نبی ﷺ کے سر میں کنگھی کر دیتی تھیں، حالانکہ وہ حائضہ ہوتیں اور آپ ﷺ مسجد میں معتکف ہوتے اور وہ اپنی چار دیواری میں ہوتیں، آپ اپنا سر انھیں پکڑا دیتے تھے۔

فائدہ اس حدیث پر کلام (٢٠٢٨) میں گزر چکا ہے۔

[تَمَّ أَبْوَابُ الِاعْتِكَافِ وَ الْحَمْدُ لِلَّهِ]

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۳٤- كِتَابُ الْبُيُوعِ

خرید وفروخت کی کتاب

وَقَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ [البقرة: ٢٧٥]، وَقَوْلُهُ: ﴿اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ﴾ [البقرة: ٢٨٢]

اور اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ''حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا۔'' اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''مگر یہ کہ نقد سودا ہو جسے تم آپس میں لیتے دیتے ہو۔''

فوائد: اسلام کے بنیادی ارکان کے بیان کے بعد اب لوگوں کے باہمی معاملات کا بیان شروع ہوتا ہے۔ ان میں سب سے پہلے "بُيُوعٌ" کا ذکر کیا جو "بَيْعٌ" کی جمع ہے۔ جمع لانے کی وجہ یہ ہے کہ بیع کی بہت سی قسمیں ہیں جو آگے اپنے اپنے باب میں آئیں گی۔ "بَيْعٌ" (بیچنے) کا مطلب کسی شخص کو قیمت کے بدلے اپنی چیز کی ملکیت دے دینا اور "شِرَاءٌ" (خریدنے) کا مطلب اسے قبول کر لینا ہے۔ بیع کا لفظ خریدنے اور شراء کا لفظ بیچنے پر بھی بولا جاتا ہے۔ تمام مسلمانوں کا بیع کے جواز پر اجماع ہے، کیونکہ ہر انسان کو دوسرے سے لین دین کی ضرورت پڑتی ہے جو بعض اوقات بلامعاوضہ ہو سکتا ہے مگر بغیر ایسا ہونا ممکن نہیں، اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے بیع کا جائز طریقہ مقرر فرمایا، تاکہ لوگوں کی ضرورتیں پوری ہوتی رہیں اور وہ ایک دوسرے کا مال چوری، ڈاکے، دھوکے یا کسی ناجائز طریقے سے نہ لیں۔ پہلی آیت بیع کے جواز کی بنیاد ہے، اس میں سود اور بیع کا ذکر ہے، اس سے پہلی آیات میں صدقے کا ذکر ہے، شاہ عبدالقادر موضح القرآن میں لکھتے ہیں: ''اس سے پہلے چند آیات میں صدقے کا بیان تھا، اس کے بعد سود کو حرام قرار دیا۔ جب صدقے کی تاکید فرمائی تو قرض دینا تو بالاولیٰ نیکی ٹھہرا اور قرض پر سود کیوں لیا جائے۔'' یہ پوری آیت اس طرح ہے: ﴿اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا ۭ فَمَنْ جَاۗءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ۭ وَ اَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ وَ مَنْ عَادَ فَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خٰلِدُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۲۷۵] ’’وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں کھڑے نہیں ہوں گے مگر جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر خبطی بنا دیا ہو، یہ اس لیے کہ انھوں نے کہا: بیع تو سود ہی کی طرح ہے، حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا، پھر جس کے پاس اس کے رب کی طرف سے کوئی نصیحت آئے پس وہ باز آ جائے تو جو پہلے ہو چکا وہ اسی کا ہے اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے اور جو دوبارہ ایسا کرے تو وہی آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔‘‘

تفسیر القرآن الکریم میں ہے: ’’اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا‘‘ یعنی سود خور قیامت کے دن مخبوط الحواس اور پاگل ہو کر اٹھیں گے۔ دنیا میں بھی بے پناہ حرص کی وجہ سے ان کی یہی حالت ہوتی ہے۔ ’’ اَلرِّبَا ‘‘ کا لفظی معنی بڑھنا، زیادہ ہونا ہے، جیسے فرمایا: ﴿ فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْ ﴾ [الحج : ۵] ’’پھر جب ہم اس پر پانی اتارتے ہیں تو وہ لہلہاتی ہے اور ابھرتی ہے۔‘‘ شریعت کی اصطلاح میں قرض دے کر اصل مال سے جو زیادہ لیا جاتا ہے اسے ’’رِبا‘‘ کہتے ہیں۔ (راغب: ۸۵۰/۳) یعنی کسی قرض پر بغیر کسی مالی معاوضہ کے محض مہلت بڑھا دینے کی بنا پر زیادہ حاصل کیا جائے۔ (ابن العربی: ۳۲۱/۱) ’’ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا‘‘ یعنی ان کی یہ حالت اس لیے ہوگی کہ انھوں نے بیع یعنی فروخت کو بھی سود جیسا قرار دیا اور سود کو اتنا حلال قرار دیا کہ بیع کی حلت کا سبب بھی سود کے ساتھ مشابہت کو قرار دیا۔ بقول زمخشری ’’انھوں نے بیع کو سود کے مشابہ سود کی حلت میں مبالغہ کے لیے قرار دیا۔‘‘ (جیسے کہا جائے چاند تو حسن میں فلاں شخص جیسا ہے) ان ظالموں کے نزدیک بیع اور سود میں کوئی فرق نہیں، کیونکہ دونوں میں نفع ہوتا ہے۔ آج کل کفار کی تہذیب سے متاثر نیا روشن خیال تاریک دل طبقہ بھی سود کو ایک کاروبار سمجھتا ہے، حالانکہ دونوں میں واضح کئی فرق ہیں جن میں سے بڑا اور بنیادی فرق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے (اور اللہ تعالیٰ نے یہی فرق کافی قرار دے کر اس پر اکتفا کیا ہے کہ اس کی حکمتوں کو پوری طرح تمھارا خالق و مالک ہی جان سکتا ہے، اس لیے تم سب باتیں چھوڑو اور اس کو پلے باندھ لو کہ اللہ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے) تو دونوں برابر کیسے ہو گئے؟ علاوہ ازیں ایک فرق یہ ہے کہ تجارت میں نفع بھی ہوتا ہے اور نقصان بھی جب کہ سودی قرض لینے والے کو نفع ہو یا نقصان سود خور نے (خواہ ایک شخص ہو یا بینک) ہر حال میں پوری رقم مع سود وصول کرنی ہے، اس لیے سود ظلم اور مفت خوری کی بدترین شکل ہے۔ (تفسیر القرآن الکریم) دوسری آیت: ’’اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا‘‘ نقد تجارت کے جواز کی دلیل ہے۔ یہ آیتِ مداینہ کا حصہ ہے، اس فقرے سے پہلے فقروں میں ادھار لین دین کے معاملات کو لکھ لینے کا حکم ہے اور اس فقرے میں فرمایا ہے کہ اگر سودا نقد ہے، ہاتھوں ہاتھ ایک دوسرے سے لے رہے ہو تو اسے لکھنا ضروری نہیں۔ یاد رہے کہ امام بخاری کی ذکر کردہ پہلی آیت ’’وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا‘‘ اپنے سیاق و سباق کے مطابق مؤجل یعنی ادھار بیع کی دلیل ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

۱۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى : ﴿ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ وَ ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ وَ إِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَ تَرَكُوْكَ قَآئِمًا ۭ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَ مِنَ التِّجَارَةِ ۭ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴾ [الجمعة : ۱۰، ۱۱] وَ قَوْلِهِ : ﴿ لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ﴾ [النساء : ۲۹]

1۔ باب : جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے : ’’پھر جب نماز پوری کر لی جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل سے (حصہ) تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔ اور جب وہ کوئی تجارت یا تماشا دیکھتے ہیں تو اٹھ کر اس طرف چلے جاتے ہیں اور تجھے کھڑا چھوڑ جاتے ہیں، کہہ دے جو اللہ کے پاس ہے وہ تماشے سے اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ سب رزق دینے والوں سے بہتر ہے۔‘‘ اور جو اس کے اس فرمان میں ہے : ’’اپنے مال آپس میں باطل طریقے سے نہ کھاؤ مگر یہ کہ تمھاری آپس کی رضا مندی سے تجارت کی کوئی صورت ہو۔‘‘

فائدہ : پہلی آیت میں اللہ کے فضل میں کمائی کی تمام صورتیں شامل ہیں خواہ تجارت ہو یا صنعت، یا زراعت ہو یا ملازمت۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ جمعہ کی نماز پوری ہونے کے بعد اللہ کا فضل تلاش کرنے کے حکم کا مطلب یہ ہے کہ جمعہ کی اذان کے ساتھ بیع چھوڑ دینے کا جو حکم دیا گیا تھا نماز پوری ہونے کے بعد اس کی پابندی ختم ہے۔ اب تمھیں اللہ کا فضل تلاش کرنے یعنی کمائی کرنے کی اجازت ہے، یہ مطلب نہیں کہ نماز کے بعد ہر حال میں ضرور ہی کمائی کے لیے نکل جاؤ اور اس اجازت میں نکتہ یہ ہے کہ اہلِ کتاب کو ہفتے کے دن میں کمائی کی ممانعت تھی، مسلمانوں سے یہ ممانعت ختم کر دی گئی۔ حافظ رحمہ اللہ نے کہا: ’’ظاہر یہ ہے کہ امام بخاری کا اس آیت کو ترجمۃ الباب میں ذکر کرنے سے مقصود ” وَ ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ “ یعنی کسی بھی طریقے سے کمائی کرنا ہے، کیونکہ تجارت کے لیے انھوں نے الگ ابواب باندھے ہیں (جو باب ۸ سے باب ۱۱ تک آ رہے ہیں)۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے بیع کی صورت میں ایک دوسرے کا مال لینے کے لیے دو شرطیں لگائی ہیں : ایک یہ کہ تجارت ہو، تجارت سے مراد وہ معاملہ ہے جو اللہ کے نزدیک تجارت ہے۔ دوسری یہ کہ آپس کی رضا مندی سے ہو۔ آپس کی رضا مندی میں یہ بھی ضروری ہے کہ وہ شرع کے خلاف نہ ہو، کیونکہ وہ حقیقی رضا مندی ہوتی ہی نہیں، مجبوری کی رضا مندی ہوتی ہے، مثلاً

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

رشوت، سود اور جوئے میں بظاہر رضا مندی ہے مگر حقیقی رضا مندی نہیں ہوتی، کیونکہ ایک فریق دوسرے کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھاتا ہے۔ کیونکہ سود پر قرض لینے والے کو قرضِ حسنہ مل سکتا ہو تو وہ کبھی سود پر قرض نہیں لے گا، جُوا کھیلنے والا اس لیے راضی ہوتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو اپنے جیتنے کی امید ہوتی ہے، اگر کسی کو اپنے ہارنے کا یقین ہو تو وہ کبھی جُوا نہیں کھیلے گا۔ اسی طرح اگر رشوت دینے والے کو معلوم ہو کہ اسے رشوت دیے بغیر حق مل سکتا ہے تو وہ کبھی رشوت نہیں دے گا۔ پوری طرح باہمی رضا مندی میں یہ چیز بھی داخل ہے کہ جب تک بیچنے والا اور خریدنے والا بیع کی مجلس سے الگ نہ ہوں اس وقت تک ان دونوں کو ایک دوسرے کی بیع رد کرنے کا حق ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: « اَلْمُتَبَايِعَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ عَلَى صَاحِبِهِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا إِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ » ”خرید و فروخت کرنے والے دونوں میں سے ہر ایک کو (بیع فسخ کرنے کا) اس وقت تک اختیار ہے جب تک وہ آپس میں ایک دوسرے سے جدا نہ ہو جائیں، سوائے اس تجارت کے جس میں یہ اختیار باقی رکھا جائے۔“ [بخاري : ۲۱۱۱، عن ابن عمر رضي الله عنهما]

۲۰۴۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: إِنَّكُمْ تَقُولُونَ: إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ يُكْثِرُ الْحَدِيثَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَتَقُولُونَ: مَا بَالُ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ لَا يُحَدِّثُونَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ؟ وَ إِنَّ إِخْوَتِي مِنَ الْمُهَاجِرِينَ كَانَ يَشْغَلُهُمْ صَفْقٌ بِالْأَسْوَاقِ، وَكُنْتُ أَلْزَمُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَلَى مِلْءِ بَطْنِي، فَأَشْهَدُ إِذَا غَابُوا، وَأَحْفَظُ إِذَا نَسُوا، وَكَانَ يَشْغَلُ إِخْوَتِي مِنَ الْأَنْصَارِ عَمَلُ أَمْوَالِهِمْ، وَكُنْتُ امْرَأً مِسْكِينًا مِنْ مَسَاكِينِ الصُّفَّةِ، أَعِي حِينَ يَنْسَوْنَ، وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِي حَدِيثٍ يُحَدِّثُهُ: « إِنَّهُ لَنْ يَبْسُطَ أَحَدٌ ثَوْبَهُ حَتّٰى أَقْضِيَ مَقَالَتِي هٰذِهِ، ثُمَّ يَجْمَعَ إِلَيْهِ ثَوْبَهُ إِلَّا وَعٰى مَا أَقُولُ » فَبَسَطْتُ نَمِرَةً

2047۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم لوگ کہتے ہو کہ ابو ہریرہ رسول اللہ ﷺ سے بہت حدیثیں بیان کرتا ہے اور تم کہتے ہو کہ مہاجرین و انصار کا کیا معاملہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے ابو ہریرہ کی طرح حدیثیں بیان نہیں کرتے؟ بات یہ ہے کہ میرے مہاجر بھائیوں کو بازاروں میں سودا کرنا مشغول رکھتا تھا اور میں پیٹ بھرنے پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چمٹا رہتا تھا، اس لیے میں اس وقت موجود ہوتا تھا جب وہ غائب ہوتے اور اس وقت یاد رکھتا جب وہ بھول جاتے اور میرے انصار بھائیوں کو اپنے کھیتوں میں کام مشغول رکھتا تھا اور میں صفہ کے مساکین میں سے ایک مسکین تھا، میں اس وقت یاد رکھتا تھا جب وہ بھول جاتے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ بات کرتے ہوئے فرمایا: ”جو بھی اس وقت تک اپنا کپڑا بچھائے رکھے گا کہ میں اپنی یہ بات پوری کروں، پھر وہ اپنا کپڑا اپنے ساتھ ملا لے گا تو اسے وہ یاد رہے گا جو میں کہوں گا۔“ تو میں نے ایک

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

حَتَّى إِذَا قَضَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَقَالَتَهُ جَمَعْتُهَا إِلَى صَدْرِي، فَمَا نَسِيتُ مِنْ مَقَالَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ تِلْكَ مِنْ شَيْءٍ. [راجع : ١١٨ـ أخرجه مسلم : ٢٤٩٢ و (١٦٠) في فضائل الصحابة]

دھاری دار چادر بچھا دی جو میں نے پہنی ہوئی تھی، یہاں تک کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی بات پوری کر لی تو میں نے اسے اپنے سینے سے ملا لیا تو میں رسول اللہ ﷺ کی اس بات سے کوئی چیز نہیں بھولا۔

فائدہ: اس حدیث کی شرح (۱۱۸، ۱۱۹) میں گزر چکی ہے۔ ہمارے استاذ حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ نے کہا کہ " فَمَا نَسِيتُ مِنْ مَقَالَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ مِنْ شَيْءٍ " یعنی میں آپ ﷺ کی اس بات سے کوئی چیز نہیں بھولا اور ایک اور روایت میں ہے کہ میں بعد میں کبھی کوئی چیز نہیں بھولا۔ اس لیے یہاں " مِنْ " کو سببیہ یا ابتدائیہ بنایا جائے گا (یعنی میں آپ ﷺ کی اس بات کی وجہ سے یا اس بات سے لے کر کبھی کوئی چیز نہیں بھولا)۔

٢٠٤٨ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ : قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ آخَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَيْنِي وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ، فَقَالَ سَعْدُ بْنُ الرَّبِيعِ : إِنِّي أَكْثَرُ الْأَنْصَارِ مَالًا، فَأَقْسِمُ لَكَ نِصْفَ مَالِي وَانْظُرْ أَيَّ زَوْجَتَيَّ هَوِيتَ نَزَلْتُ لَكَ عَنْهَا، فَإِذَا حَلَّتْ تَزَوَّجْتَهَا، قَالَ : فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ : لَا حَاجَةَ لِي فِي ذَلِكَ، هَلْ مِنْ سُوقٍ فِيهِ تِجَارَةٌ؟ قَالَ : سُوقُ قَيْنُقَاعٍ، قَالَ : فَغَدَا إِلَيْهِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ، فَأَتَى بِأَقِطٍ وَسَمْنٍ، قَالَ : ثُمَّ تَابَعَ الْغُدُوَّ، فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَلَيْهِ أَثَرُ صُفْرَةٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : «تَزَوَّجْتَ ؟» قَالَ : نَعَمْ، قَالَ : «وَمَنْ؟» قَالَ : امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ : «كَمْ سُقْتَ؟» قَالَ : زِنَةَ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ ـ أَوْ نَوَاةً مِنْ ذَهَبٍ ـ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ : «أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ» [انظر : ٣٧٨٠، وانظر في البيوع، باب : ٤٩، وفي مناقب الأنصار، باب : ٥٠، وفي النكاح، باب : ٧

2048۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: جب ہم مدینہ میں آئے تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے اور سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا تو سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے کہا: میں انصار میں سب سے زیادہ مال والا ہوں، تو میں اپنا آدھا مال تمھارے لیے تقسیم کر دیتا ہوں اور تم دیکھ لو میری دو بیویوں میں سے تم جسے پسند کرو میں تمھارے لیے اس سے الگ ہو جاتا ہوں، جب اس کی عدت ختم ہو تو تم اس سے نکاح کر لینا۔ عبدالرحمٰن نے اس سے کہا: مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں، یہاں کوئی بازار ہے جس میں تجارت ہوتی ہو؟ اس نے کہا: قینقاع کا بازار ہے۔ تو عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ صبح صبح اس میں گئے اور کچھ پنیر اور گھی لے کر آئے، پھر ہر روز سویرے جانے لگے، تھوڑی مدت گزری کہ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ آئے تو ان پر کچھ زردی کا نشان تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم نے شادی کر لی ہے؟" کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: "کس سے؟" کہا: انصار کی ایک عورت سے۔ فرمایا: "کتنا مہر دیا ہے؟" کہا: کھجور کی گٹھلی کے برابر سونا۔ آپ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

و ٥٥ و ٦٨ وفي الأدب، باب : ٦٧]

نے فرمایا: ”ولیمہ کرو خواہ ایک بکرا کر دو۔“

فائدہ: یاد رہے کہ ” شَاةٌ “ کا لفظ ایک بکرے یا بکری اور ایک بھیڑ یا چھترے سب کے لیے بولا جاتا ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مدینہ میں بازار موجود تھا جو یہود کے قبیلہ بنو قینقاع کے نام پر تھا، اس میں باقاعدہ تجارت ہوتی تھی۔ اس حدیث اور اس کے بعد والی حدیث پر مفصل کلام ”کتاب النکاح (۵۱۶۷)“ میں آئے گا۔ (ان شاء اللہ العزیز)

٢٠٤٩- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَدِمَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ الْمَدِينَةَ، فَآخَى النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيِّ، وَكَانَ سَعْدٌ ذَا غِنًى، فَقَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ : أُقَاسِمُكَ مَالِي نِصْفَيْنِ وَأُزَوِّجُكَ، قَالَ : بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فِي أَهْلِكَ وَ مَالِكَ، دُلُّونِي عَلَى السُّوقِ، فَمَا رَجَعَ حَتَّى اسْتَفْضَلَ أَقِطًا وَسَمْنًا، فَأَتَى بِهِ أَهْلَ مَنْزِلِهِ، فَمَكَثْنَا يَسِيرًا أَوْ مَا شَاءَ اللَّهُ، فَجَاءَ وَعَلَيْهِ وَضَرٌ مِنْ صُفْرَةٍ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ : «مَهْيَمْ» قَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ! تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ : «مَا سُقْتَ إِلَيْهَا؟» قَالَ : نَوَاةً مِنْ ذَهَبٍ - أَوْ وَزْنَ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ - قَالَ : «أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ» [انظر : ٢٢٩٣، ٣٧٨١، ٣٩٣٧، ٥٠٧٢، ٥١٤٨، ٥١٥٣، ٥١٥٥، ٥١٦٧، ٦٠٨٢، ٦٣٨٦، وانظر في البيوع، باب : ٤٩- أخرجه مسلم : ١٤٢٧، آخره بزيادة "فبارك الله لك " ولفظ "ما هذا" بدل "مهيم"]

2049۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ مدینہ آئے تو نبی ﷺ نے انھیں اور سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا، سعد رضی اللہ عنہ مال دار آدمی تھے، انھوں نے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے کہا: میں اپنا مال تمھارے ساتھ نصف نصف تقسیم کر لیتا ہوں اور تمھارا نکاح کر دیتا ہوں۔ انھوں نے کہا: اللہ تمھارے لیے تمھارے اہل اور تمھارے مال میں برکت فرمائے، تم مجھے بازار کا پتا بتا دو۔ تو واپس تبھی آئے کہ کچھ پنیر اور گھی بچا لائے تھے، تو وہ اسے اپنے گھر والوں کے پاس لے آئے، پھر ہم تھوڑے دن ہی ٹھہرے تھے یا جتنے دن اللہ نے چاہا تو وہ آئے تو ان پر زردی کا کچھ نشان تھا، نبی ﷺ نے ان سے پوچھا: ”یہ کیا ہے؟“ کہا: یا رسول اللہ! میں نے انصار کی ایک عورت سے نکاح کر لیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”اسے کتنا مہر دیا ہے؟“ کہا: کھجور کی گٹھلی جتنا سونا یا (فرمایا) کھجور کی گٹھلی کے وزن کے برابر سونا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ولیمہ کرو خواہ ایک بکرا کر دو۔“

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے مقصود یہ ہے کہ بعض صحابہ نبی ﷺ کے زمانہ میں تجارت کیا کرتے تھے اور نبی ﷺ نے انھیں اس کام پر قائم رکھا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی سے بطور ہبہ وغیرہ مال لینے سے تجارت وغیرہ کے ساتھ خود مال کمانا افضل ہے۔ اس حدیث میں صحابہ کا ایک دوسرے پر ایثار اور خودداری دونوں کا بہترین نمونہ موجود ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

٢٠٥٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَتْ عُكَاظٌ وَمَجَنَّةُ وَذُو الْمَجَازِ أَسْوَاقًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَلَمَّا كَانَ الْإِسْلَامُ فَكَأَنَّهُمْ تَأَثَّمُوا فِيهِ، فَنَزَلَتْ: ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ﴾ [البقرة: ١٩٨] فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ، قَرَأَهَا ابْنُ عَبَّاسٍ. [راجع: ١٧٧٠]

2050۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ''عکاظ'' اور ''مجنہ'' اور ''ذوالمجاز'' جاہلیت میں بازار تھے، جب اسلام آیا تو گویا مسلمانوں نے اس میں گناہ محسوس کیا تو یہ آیت اتری: ''تم پر کچھ گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا کچھ فضل تلاش کرو'' حج کے موسموں میں۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے ایسے ہی پڑھا۔

فائدہ: یہ حدیث (1770) میں گزر چکی ہے، مطلب یہ ہے کہ لوگوں نے حج کے ایام میں گناہ سے بچنے کے لیے تجارت کو ترک کر دیا۔ ''فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ'' ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قراءت ہے جو سند کے لحاظ سے صحیح ہے، اس لیے حجت ہے اور اس سے احکام ثابت ہوتے ہیں، مگر یہ شاذ قراءت ہے، بطورِ قرآن اس کی تلاوت نہیں کی جا سکتی، کیونکہ قرآن کے ثبوت کے لیے تین شرطیں ہیں جو جزری نے ان شعروں میں بیان کی ہیں ۔

وَكُلُّ مَا وَافَقَ وَجْهَ نَحْوِي ۔۔۔ وَكَانَ لِلرَّسْمِ احْتِمَالًا يَحْوِي
وَصَحَّ إِسْنَادًا هُوَ الْقُرْآنُ ۔۔۔ وَهَذِهِ الثَّلَاثَةُ الْأَرْكَانُ

''یعنی جو عربی زبان کے قواعد کے مطابق ہو، عثمانی رسم الخط میں اس کے پڑھے جانے کا امکان ہو اور سند کے لحاظ سے صحیح ہو وہی قرآن ہے اور یہ تین چیزیں اس کے ارکان ہیں۔''

٢- بَابٌ: اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشَبَّهَاتٌ

2۔ باب: حلال ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں

٢٠٥١- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ. حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ أَبِي فَرْوَةَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ،

2051۔ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''حلال ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ کام شبہ والے ہیں، تو جو شخص وہ کام چھوڑ دے جن کا اسے گناہ ہونے کا شبہ ہو، وہ ان کاموں کو زیادہ ترک کرنے والا ہو گا جو واضح حرام ہیں اور جو ان کاموں پر جرأت کرے جن کے گناہ ہونے کا اسے شک ہو،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ أَبِي فَرْوَةَ، سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ، سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي فَرْوَةَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ، وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا أُمُورٌ مُشْتَبِهَةٌ، فَمَنْ تَرَكَ مَا شُبِّهَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ كَانَ لِمَا اسْتَبَانَ أَتْرَكَ وَمَنِ اجْتَرَأَ عَلَى مَا يَشُكُّ فِيهِ مِنَ الْإِثْمِ أَوْشَكَ أَنْ يُوَاقِعَ مَا اسْتَبَانَ، وَالْمَعَاصِي حِمَى اللَّهِ، مَنْ يَرْتَعْ حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكْ أَنْ يُوَاقِعَهُ)) [راجع: ٥٢۔ أخرجه مسلم: ١٥٩٩، بلفظ زائد و مختلف]

وہ قریب ہے کہ ان کاموں میں جا پڑے جو واضح حرام ہیں اور گناہ اللہ تعالیٰ کی ممنوعہ چراگاہیں ہیں، جو ممنوعہ چراگاہ کے ارد گرد مویشی چرائے گا قریب ہے کہ وہ اس کے اندر چلا جائے۔"

فوائد: 1 اس حدیث کی مفصل شرح حدیث (۵۲) میں گزر چکی ہے۔ اس حدیث میں چار تحویلیں ہیں، یعنی امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے چار سندوں سے بیان کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بہت مضبوط حدیث ہے، یہ ان چار حدیثوں میں سے ایک ہے جن کے متعلق ابوداود رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ آدمی کے عمل کے لیے کافی ہیں۔
2 اکثر محدثین اس حدیث کو بیوع میں ذکر کرتے ہیں، کیونکہ معاملات میں اکثر شبہ واقع ہوتا ہے مگر اس کا تعلق نکاح، شکار، ذبیحوں، کھانے پینے کی چیزوں اور دوسری بے شمار چیزوں سے بھی ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ (فتح الباری)

٣۔ بَابُ تَفْسِيرِ الْمُشَبَّهَاتِ

3۔ باب: شبہ والی چیزوں کی تفسیر

وَ قَالَ حَسَّانُ بْنُ أَبِي سِنَانٍ: مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَهْوَنَ مِنَ الْوَرَعِ، دَعْ مَا يَرِيبُكَ إِلَى مَا لَا يَرِيبُكَ.

اور حسان بن ابی سنان نے کہا: میں نے پرہیز گاری سے آسان کوئی چیز نہیں دیکھی، جو چیز تمھیں شک میں ڈالے اسے چھوڑ کر اسے اختیار کرو جو تمھیں شک میں نہ ڈالے۔

فوائد: 1 حسان بن ابی سنان بصری ہیں، تابعین کے دور کے عابد و زاہد لوگوں میں سے ہیں، بخاری میں ان کا ذکر صرف اسی جگہ آیا ہے۔ ابونعیم کی "الحلیہ (۱۱۶/۳)" میں ہے کہ ایک دفعہ یونس بن عبید اور حسان بن ابی سنان اکٹھے ہوئے تو یونس نے کہا: میں نے کسی چیز کی مشقت نہیں اٹھائی جو میرے لیے پرہیز گاری سے زیادہ مشکل ہو۔ تو حسان نے کہا: میں نے کسی چیز کی مشقت نہیں اٹھائی جو میرے لیے پرہیز گاری سے زیادہ آسان ہو۔ یونس نے کہا: وہ کیسے؟ حسان نے کہا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں نے وہ چیزیں جو مجھے شک میں ڈالتی تھیں چھوڑ کر ان چیزوں کو اختیار کیا جن میں مجھے کوئی شک نہیں تھا تو مجھے راحت حاصل ہوگئی۔ بعض علماء نے کہا کہ حسان نے یہ بات اپنے مقام کے مطابق کی ہے، ورنہ جس ترک کو انھوں نے سب سے آسان کہا ہے وہ بہت سے لوگوں کے لیے بڑے بڑے مشکل کاموں کے کرنے سے بھی مشکل ہے۔ (فتح الباری)

2 حسان بن ابی سنان نے جو بات کی ہے وہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی نبی ﷺ کی صحیح حدیث سے لی گئی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿ دَعْ مَا يَرِيبُكَ إِلَى مَا لَا يَرِيبُكَ ﴾ [ترمذي : ۲۰۱۸۔ نسائي : ۵۷۱۱] ''جو چیز تمھیں شک میں ڈالے اسے چھوڑ کر وہ اختیار کرو جس میں تمھیں شک نہ ہو۔'' واضح رہے کہ لفظ " يَرِيبُكَ " میں پہلے حرف پر فتح اور ضمہ دونوں جائز ہیں، " رَابَهُ يَرِيبُهُ " یاء کے فتحہ کے ساتھ اور " أَرَابَهُ يُرِيبُهُ " یاء کے ضمہ کے ساتھ۔ یہ " رِيبَةٌ " سے مشتق ہے جس کا معنی شک اور تردد ہے۔ (فتح الباری)

3 اس باب سے امام بخاری کا مقصد حلال و حرام اور مشتبہ اشیاء پہچاننے کا طریقہ بیان کرنا ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے انھوں نے اس کا ضابطہ بیان کر دیا، پھر وہ احادیث لائے جن سے وہ اشیاء معلوم ہوتی ہیں جن سے اجتناب واجب ہے، پھر ایک باب میں ان اشیاء کا بیان کیا جن سے اجتناب مستحب ہے، پھر تیسرے باب میں ان چیزوں کا ذکر کیا جن سے اجتناب مکروہ ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ کوئی بھی چیز یا تو اصل میں حرام ہوگی یا حلال ہوگی یا اس کی حلت و حرمت میں شک ہوگا۔ پہلی کی مثال شکار ہے کہ اگر وہ ''بسم اللہ'' کے ساتھ ذبح یا شکار نہیں ہوا تو حرام ہے، اگر اس طرح ذبح یا شکار ہونے میں شک ہے تو وہ حرام ہی رہے گا جب تک ان باتوں کا یقین نہ ہو۔ اس کی طرف عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی حدیث (۲۰۵۴) کے ساتھ اشارہ ہے۔ دوسری کی مثال طہارت ہے، جب آدمی طہارت کر لے تو اب طہارت ٹوٹنے کے یقین کے بغیر طہارت ختم نہیں ہوگی۔ اس کی طرف تیسرے باب میں عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث (۲۰۵۶) کے ساتھ اشارہ ہے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ ایک آدمی کو اپنی بیوی کے متعلق شک ہو گیا کہ اس نے اسے طلاق دی ہے یا نہیں، یا اپنے غلام کے متعلق شک ہے کہ اسے آزاد کیا ہے یا نہیں تو اس کے شک کا کوئی اعتبار نہیں، وہ بدستور اس کی بیوی اور غلام ہیں۔ تیسری چیز وہ ہے جس کا اصل میں نہ حرام ہونا ثابت ہو نہ اصل میں حلال ہونا بلکہ اس کی حلت و حرمت میں تردد ہو، اس کا ترک کر دینا اولیٰ ہے، اس کی طرف دوسرے باب میں مذکور گری ہوئی ملنے والی کھجور والی حدیث کے ساتھ اشارہ ہے۔ (فتح الباری)

4 یہاں ایک سوال ہے کہ سنن ابی داؤد میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، انھوں نے کہا: ﴿ كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَأْكُلُوْنَ أَشْيَاءَ وَيَتْرُكُوْنَ أَشْيَاءَ تَقَذُّرًا، فَبَعَثَ اللّٰهُ تَعَالَى نَبِيَّهُ ﷺ وَأَنْزَلَ كِتَابَهُ، وَأَحَلَّ حَلَالَهُ، وَحَرَّمَ حَرَامَهُ، فَمَا أَحَلَّ فَهُوَ حَلَالٌ، وَمَا حَرَّمَ فَهُوَ حَرَامٌ، وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ عَفْوٌ، وَتَلَا : ﴿ قُلْ لَّاۤ اَجِدُ فِيْ مَاۤ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا ﴾ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ ﴾ [أبو داود : ۳۸۰۰، صحيح الإسناد] ''اہل جاہلیت کچھ چیزیں کھاتے تھے، کچھ چیزوں سے نفرت کرتے ہوئے انھیں چھوڑ دیتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو بھیجا اور اپنی کتاب نازل فرمائی اور اپنے حلال کو حلال کر دیا اور اپنے حرام کو حرام کر دیا، تو جسے اس نے حلال کر دیا وہ حلال ہے اور جسے اس نے حرام کر دیا وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حرام ہے اور جس سے وہ خاموش رہا وہ معاف ہے اور (سورۂ انعام کی) یہ آیت (۱۴۵) پڑھی: ''کہہ دے میں اس وحی میں جو میری طرف کی گئی ہے کسی کھانے والے پر کوئی چیز حرام نہیں پاتا جسے وہ کھائے......'' سوال یہ ہے کہ باب کی حدیث میں اشیاء کی تین قسمیں ہیں: حلال بین، حرام بین اور مشتبہات، جب کہ حدیثِ ابن عباس رضی اللہ عنہما میں یہ تین قسمیں ہیں: حلال، حرام اور معاف۔ تو ان کے درمیان تطبیق کیا ہے؟ جواب اس کا یہ ہے کہ علماء کے نزدیک اشتباہ دلیلوں کے تعارض سے پیدا ہوتا ہے، عوام کو اشتباہ علماء کے درمیان اختلاف سے پیدا ہوتا ہے۔ بعض اوقات مکروہ اور خلافِ اولیٰ کو بھی مشتبہ کہہ لیا جاتا ہے، باقی جو ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ جس چیز سے اللہ تعالیٰ نے خاموشی اختیار فرمائی وہ معاف ہے اس کا مطلب ہے کہ جس چیز کی حلت وحرمت کا بیان نہ ہو وہ معاف ہے، جس کے متعلق دلیلیں متعارض ہوں وہ مشتبہ ہے۔ اگر نہ حرمت کی کوئی دلیل ہو نہ حلت کی تو اس کی معافی ہے، وہ مشتبہ نہیں۔ پھر مشتبہ کے متعلق آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ اسے بہت سے لوگ نہیں جانتے، اس سے معلوم ہوا کہ اس کا حکم جاننے والے کچھ راسخ العلم لوگ ہی ہوتے ہیں۔

5 خطابی نے کہا: جس چیز میں تمھیں شک ہو پرہیز گاری یہ ہے کہ اس سے اجتناب کرو۔ پھر اس کی تین قسمیں ہیں: واجب، مستحب اور مکروہ۔ واجب وہ ہے جس سے حرام کا ارتکاب لازم آتا ہو (اس سے اجتناب واجب ہے)، مستحب ایسے شخص کے ساتھ معاملہ کرنا ہے جس کا اکثر مال حرام ہو (اس سے اجتناب مستحب ہے) اور مکروہ ان چیزوں سے اجتناب ہے جن کی اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہو اور خواہ مخواہ تکلف کرتے ہوئے ان سے اجتناب کیا جائے (اس سے اجتناب ناجائز ہے)۔ (فتح الباری)

٢٠٥٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ امْرَأَةً سَوْدَاءَ جَاءَتْ فَزَعَمَتْ أَنَّهَا أَرْضَعَتْهُمَا، فَذَكَرَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَأَعْرَضَ عَنْهُ وَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ: «كَيْفَ وَقَدْ قِيلَ» وَقَدْ كَانَتْ تَحْتَهُ ابْنَةُ أَبِي إِهَابٍ التَّمِيمِيِّ.
[راجع: ٨٨]

2052۔ عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک کالی عورت آئی اور اس نے دعویٰ کیا کہ اس نے (عقبہ رضی اللہ عنہ اور اس کی بیوی) دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ عقبہ رضی اللہ عنہ نے اس کا ذکر نبی ﷺ سے کیا، تو آپ نے اس سے منہ پھیر لیا اور نبی ﷺ مسکرائے، آپ نے فرمایا: ''کیسے (تم اکٹھے رہ سکتے ہو) جب کہ یہ بات کہہ دی گئی ہے۔'' اور اس کے نکاح میں ابواہاب تمیمی کی بیٹی تھی۔

فائدہ اس کی شرح حدیث (۸۸) میں گزر چکی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس مسئلے میں ایک عورت کی شہادت بھی کافی ہے اگر اسے جھٹلانے کی کوئی دلیل نہ ہو۔ بعض اہل علم نے کہا کہ آپ ﷺ نے یہ فتویٰ احتیاط کی بنا پر دیا، مگر مسئلہ یہی ہے کہ فتویٰ کی بنیاد احتیاط پر ہو تب بھی اس کا حکم یقینی ہوتا ہے۔ آپ کے فیصلے کے بعد عقبہ رضی اللہ عنہ کے لیے اس عورت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو اپنے پاس رکھنا کسی صورت جائز نہیں تھا اور اب بھی جائز نہیں۔

٢٠٥٣- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ عُتْبَةُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ عَهِدَ إِلَى أَخِيهِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ: أَنَّ ابْنَ وَلِيدَةِ زَمْعَةَ مِنِّي فَاقْبِضْهُ، قَالَتْ: فَلَمَّا كَانَ عَامَ الْفَتْحِ أَخَذَهُ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَقَالَ: ابْنُ أَخِي قَدْ عَهِدَ إِلَيَّ فِيهِ، فَقَامَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ فَقَالَ: أَخِي وَابْنُ وَلِيدَةِ أَبِي، وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ، فَتَسَاوَقَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ سَعْدٌ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! ابْنُ أَخِي، كَانَ قَدْ عَهِدَ إِلَيَّ فِيهِ، فَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ: أَخِي وَابْنُ وَلِيدَةِ أَبِي، وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ!» ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ» ثُمَّ قَالَ لِسَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ: «احْتَجِبِي مِنْهُ» لِمَا رَأَى مِنْ شَبَهِهِ بِعُتْبَةَ، فَمَا رَآهَا حَتَّى لَقِيَ اللّٰهَ.

[انظر: ٢٢١٨، ٢٤٢١، ٢٥٣٣، ٢٧٤٥، ٤٣٠٣، ٦٧٤٩، ٦٧٦٥، ٦٨١٧، ٧١٨٢- أخرجه مسلم: ١٤٥٧، بدون ذكر "الفتح" وتعليل الحجب]

2053۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ زمعہ کی لونڈی کا بیٹا میرا بیٹا ہے، اسے تم لے لینا۔ تو جب فتح مکہ کا سال ہوا تو سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اسے لے لیا اور انھوں نے کہا: یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے، اس نے مجھے اس کی وصیت کی تھی۔ تو زمعہ کا بیٹا عبد کھڑا ہوا اور اس نے کہا: یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی لونڈی کا بیٹا ہے، اس کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ آخر دونوں لڑتے جھگڑتے نبی ﷺ کے پاس آئے، سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے، اس نے مجھے اس کے بارے میں وصیت کی تھی (کہ اسے لے لینا)۔ عبد بن زمعہ نے کہا: یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی لونڈی کا بیٹا ہے، اس کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے عبد بن زمعہ! یہ تمھارا (بھائی) ہے۔'' پھر نبی ﷺ نے فرمایا: ''بچہ بستر کا ہے اور زانی کے لیے پتھر ہے۔'' پھر نبی ﷺ نے اپنی بیوی سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے کہا: ''(اے سودہ!) تم اس سے پردہ کرو۔'' کیونکہ آپ نے اس میں عتبہ کی مشابہت دیکھی، پھر اس نے سودہ رضی اللہ عنہا کو نہیں دیکھا، یہاں تک کہ اللہ سے جا ملا۔

فوائد: 1 باب سے اس کا تعلق یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس لڑکے کو زمعہ کا بیٹا قرار دیا، کیونکہ وہ اس کی لونڈی کے بطن سے پیدا ہوا تھا، گویا آپ نے اسے اپنی بیوی سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا بھائی قرار دیا مگر چونکہ اس کی شکل واضح طور پر زمعہ کی بجائے عتبہ سے ملتی تھی جس نے دعویٰ کیا تھا کہ جاہلیت میں اس کی ماں کے ساتھ زنا کے حمل کی وجہ سے یہ میرا بیٹا ہے، اس لیے آپ نے قانوناً اسے سودہ رضی اللہ عنہا کا بھائی قرار دینے کے باوجود سودہ رضی اللہ عنہا کو اس سے پردے کا حکم دیا۔ یہ بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مشتبہات سے بچنے کی مثال ہے اور اس کی بنیاد بھی احتیاط پر ہے مگر احتیاط پر مبنی ہونے کے باوجود آپ کا یہ حکم قطعی تھا، اسی لیے سودہ رضی اللہ عنہا نے اس پر عمل کیا اور جب تک وہ زندہ رہا انھوں نے اسے یہ موقع نہیں دیا کہ وہ انھیں دیکھے۔ مزید وضاحت اس کی یہ ہے کہ مشتبہات وہ ہیں جو ایک لحاظ سے حلال ہوں اور ایک لحاظ سے حرام ہوں، اس حدیث میں اس لڑکے کو زمعہ کا بیٹا قرار دینے کا تقاضا یہ تھا کہ سودہ رضی اللہ عنہا اس سے پردہ نہ کریں اور عتبہ کے ساتھ مشابہت کا تقاضا یہ تھا کہ وہ اس سے پردہ کریں۔ (فتح الباری)

2 اسی عتبہ نے اُحد کے دن پتھر مار کر نبی ﷺ کا دانت شہید کیا اور یہ کفر کی حالت میں فوت ہوا اور اس بچے کا نام عبدالرحمٰن تھا۔ (تیسیر الباری)

٢٠٥٤ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ : أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي السَّفَرِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الْمِعْرَاضِ، فَقَالَ : « إِذَا أَصَابَ بِحَدِّهِ فَكُلْ وَ إِذَا أَصَابَ بِعَرْضِهِ فَقَتَلَ، فَلَا تَأْكُلْ، فَإِنَّهُ وَقِيذٌ » قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ! أُرْسِلُ كَلْبِي وَأُسَمِّي، فَأَجِدُ مَعَهُ عَلَى الصَّيْدِ كَلْبًا آخَرَ لَمْ أُسَمِّ عَلَيْهِ، وَلَا أَدْرِي أَيُّهُمَا أَخَذَ؟ قَالَ : « لَا تَأْكُلْ، إِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلَى كَلْبِكَ، وَلَمْ تُسَمِّ عَلَى الْآخَرِ »
[راجع : ١٧٥ـ أخرجه مسلم : ١٩٢٩]

2054۔ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے اس تیر (کے شکار) کے متعلق سوال کیا جو کمان کی بجائے ہاتھ سے پھینکا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”اگر وہ اپنی دھار کی طرف سے لگے تو (اسے) کھا لو اور اگر وہ چوڑائی کی طرف سے لگے اور (جانور کو) مار ڈالے تو مت کھاؤ، کیونکہ وہ چوٹ سے مرنے والا ہے۔“ میں نے کہا: یا رسول اللہ! میں اپنا کتا ”بسم اللہ“ پڑھ کر چھوڑتا ہوں، پھر میں شکار کے پاس جاتا ہوں تو اس کے ساتھ ایک اور کتا دیکھتا ہوں جس پر میں نے ”بسم اللہ“ نہیں پڑھی اور مجھے معلوم نہیں ہوتا کہ ان میں سے کس نے اسے پکڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”(اسے) مت کھاؤ، کیونکہ تم نے اپنے کتے پر ”بسم اللہ“ پڑھی ہے اور دوسرے پر ”بسم اللہ“ نہیں پڑھی۔“

فائدہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر شکاری کتے کو ”بسم اللہ“ پڑھ کر شکار پر چھوڑا جائے اور اس کے پکڑنے سے جانور ذبح کیے بغیر بھی مر جائے تو وہ حلال ہے اور اگر اس کے ساتھ کوئی اور کتا بھی شامل ہو جائے جسے آپ نے ”بسم اللہ“ پڑھ کر نہیں چھوڑا اور معلوم نہ ہو سکے کہ اس جانور کو کس کتے نے پکڑا ہے تو وہ جانور حرام ہے، کیونکہ اس پر ”بسم اللہ“ پڑھے جانے کا یقین نہیں۔ یہ بھی مشتبہات کی مثال ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو جانور ”بسم اللہ“ کے بغیر ذبح کیا جائے وہ حرام ہے اور

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کتا ''بسم اللہ'' پڑھے بغیر چھوڑا جائے تو اس کا مارا ہوا جانور بھی حرام ہے اور اگر شبہ بھی پڑ جائے کہ کتے پر ''بسم اللہ'' نہیں پڑھی گئی تو اس کا شکار بھی حرام ہے۔

٤- بَابُ مَا يُتَنَزَّهُ مِنَ الشُّبُهَاتِ

4- باب: وہ شبہات جن سے بچنا چاہیے

٢٠٥٥- حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِتَمْرَةٍ مَسْقُوطَةٍ فَقَالَ: «لَوْلَا أَنْ تَكُونَ صَدَقَةً لَأَكَلْتُهَا»

2055- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ ایک گری ہوئی کھجور کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا: ''اگر یہ نہ ہوتا کہ یہ صدقہ کی ہوگی تو میں اسے کھا لیتا۔''

وَقَالَ هَمَّامٌ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «أَجِدُ تَمْرَةً سَاقِطَةً عَلَى فِرَاشِي» [انظر: ٢٤٣١، ٢٤٣٢- أخرجه مسلم: ١٠٧١]

اور ہمام نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انھوں نے نبی ﷺ سے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا: ''میں اپنے بستر پر پڑی ہوئی ایک کھجور دیکھتا ہوں۔''

فوائد ومسائل: 1 امام بخاری نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث یہ بتانے کے لیے ذکر کی ہے کہ آپ ﷺ نے وہ کھجور گھر میں بستر پر پڑی ہوئی دیکھی تھی، چونکہ آپ کے گھر میں اپنی کھجوروں کے علاوہ صدقہ کی کھجوریں بھی تقسیم کے لیے آتی تھیں اس لیے آپ نے اسے کھانے سے اجتناب فرمایا، کیونکہ آپ پر صدقہ حرام تھا قلیل ہو یا کثیر۔ مسند احمد (٨٩٠٨) میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَحِلُّ لِغَنِيٍّ، وَلَا لِذِي مِرَّةٍ سَوِيٍّ» ''صدقہ نہ کسی غنی کے لیے حلال ہے اور نہ کسی قوت والے تندرست آدمی کے لیے۔'' اس سے معلوم ہوا کہ جس چیز کے متعلق فی الواقع شبہ ہو سکتا ہو کہ وہ صدقہ کی ہوگی غنی اور کمانے کے قابل صحیح الاعضاء کو اسے استعمال کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے، مگر خواہ مخواہ ہر پڑی ہوئی چیز کے متعلق یہ گمان نہیں کرنا چاہیے کہ وہ صدقہ کی ہوگی۔ مسند احمد (٦٧٢٠) میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سوئے ہوئے تھے، آپ نے اپنے پہلو کے نیچے ایک کھجور پائی تو اسے اٹھا کر کھا لیا، پھر آپ رات کے پچھلے پہر ادھر ادھر پہلو بدلنے لگے، اس کی وجہ سے آپ کی ایک بیوی گھبرا گئی، آپ نے فرمایا: «إِنِّي وَجَدْتُ تَمْرَةً تَحْتَ جَنْبِي فَأَكَلْتُهَا، فَخَشِيتُ أَنْ تَكُونَ مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ» ''میں نے اپنے پہلو کے نیچے ایک کھجور پائی تو میں نے اسے کھا لیا، اب ڈرتا ہوں کہ وہ صدقہ کی کھجوروں سے ہوگی۔'' یہ حدیث حسن ہے، اس حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے وہ کھجور کھا لی جب کہ اوپر کی حدیث میں ہے کہ آپ نے صدقہ کے امکان کی وجہ سے وہ نہیں کھائی۔ حافظ رحمہ اللہ نے کہا: یہ دو واقعات ہیں، ایک میں ہے کہ آپ نے وہ کھجور کھا لی پھر سخت پریشان ہوئے، دوسرے میں ہے کہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

آپ نے وہ نہیں کھائی۔ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ایک موقع پر کھا کر آپ پریشان ہوئے، پھر ایسی صورت پیش آئی تو آپ نے کھانے سے اجتناب فرمایا۔

2 اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی گری ہوئی انھی چیزوں کا اعلان کرنا ضروری ہے جو قابلِ ذکر قیمت رکھتی ہوں، معمولی چیزیں جیسے ایک یا چند کھجوریں یا کوئی پھل وغیرہ ملے تو اسے اٹھا کر کھا لینا چاہیے، کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر یہ صدقہ ہونے کا امکان نہ ہوتا تو میں اسے کھا لیتا۔''

٥- بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ الْوَسَاوِسَ وَنَحْوَهَا مِنَ الشُّبُهَاتِ

5- باب: جس نے وسوسوں اور ان جیسی چیزوں کو شبہات میں شامل نہیں کیا

فائدہ: امام بخاری کا مقصد اس باب سے یہ ہے کہ مشتبہ وہ چیز ہے جس کی حلت و حرمت یا طہارت و نجاست کے دلائل متعارض ہوں اور فیصلہ مشکل ہو تو ایسی چیز سے باز رہنا تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔ ایک وسوسہ ہے کہ خواہ مخواہ بلا دلیل ہر چیز میں شبہ کیا جائے، جیسے ایک فرش بچھا ہوا ہے تو یہی سمجھیں گے کہ وہ پاک ہے، خواہ مخواہ پلید ہونے کا گمان نہیں کریں گے، ہاں اگر دلیل سے اس کی نجاست معلوم ہو جائے تو اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اسی طرح کسی ناواقف آدمی سے کوئی چیز اس لیے نہ خریدیں کہ ہو سکتا ہے اس کے پاس چوری کا مال ہو، حالانکہ وہاں ایسی کوئی علامت یا قرینہ نہ ہو۔ اسی طرح کوئی آدمی ایسی حدیث کی وجہ سے کسی چیز کا استعمال ترک کر دے جس کے ضعیف ہونے پر سب کا اتفاق ہو اور اس چیز کے حلال ہونے کے ایسے مضبوط دلائل موجود ہوں جن کی تاویل ناممکن یا بعید ہو۔

٢٠٥٦- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَمِّهِ قَالَ: شُكِيَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ الرَّجُلُ يَجِدُ فِي الصَّلَاةِ شَيْئًا أَيَقْطَعُ الصَّلَاةَ؟ قَالَ: «لَا، حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا»

2056- عباد بن تمیم نے اپنے چچا (عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی رضی اللہ عنہما) سے بیان کیا کہ نبی ﷺ کے پاس ایسے آدمی کی شکایت کی گئی جو نماز میں کوئی چیز محسوس کرتا ہے (کہ شاید وضو ٹوٹ گیا ہے) کیا وہ نماز توڑ دے؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں، یہاں تک کہ وہ کوئی آواز سنے یا کچھ بدبو محسوس کرے۔''

وَقَالَ ابْنُ أَبِي حَفْصَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ: لَا وُضُوءَ إِلَّا فِيمَا وَجَدْتَ الرِّيحَ أَوْ سَمِعْتَ الصَّوْتَ. [راجع: ١٣٧- أخرجه مسلم: ٣٦١]

اور ابن ابی حفصہ نے زہری سے بیان کیا: وضو صرف اس صورت میں ہے کہ تم بو پاؤ یا آواز سنو۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

فائدہ: اس حدیث کی شرح (۱۳۷) میں گزر چکی ہے۔ یہ حدیث اس مشہور قاعدہ کی اصل ہے کہ یقین شک سے ختم نہیں ہوتا۔ جب ایک شخص کو وضو کا یقین ہو اب محض وسوسے سے وضو ختم نہیں ہوتا۔ وسوسے اور شبہ کا فرق یہ ہے کہ شبہ کسی دلیل کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے جس کے مقابلے میں کوئی دوسری دلیل ہو جب کہ وسوسہ کی کوئی دلیل نہیں ہوتی۔

٢٠٥٧- حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ الْعِجْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الطُّفَاوِيُّ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ قَوْمًا قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ قَوْمًا يَأْتُونَنَا بِاللَّحْمِ، لَا نَدْرِي أَذَكَرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ أَمْ لَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «سَمُّوا اللَّهَ عَلَيْهِ وَكُلُوهُ»

[انظر: ٥٥٠٧، ٧٣٩٨]

2057۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارے پاس کچھ لوگ گوشت لاتے ہیں، ہم نہیں جانتے انھوں نے اس پر "بسم اللہ" پڑھی ہے یا نہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم اس پر بسم اللہ پڑھو اور اسے کھالو۔"

فائدہ: حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ جو جانور "بسم اللہ واللہ اکبر" پڑھے بغیر ذبح کیا جائے وہ بسم اللہ پڑھ کر کھانا جائز ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلم معاشرے میں یہ بات معلوم ہے کہ ذبح کرتے وقت "بسم اللہ واللہ اکبر" پڑھا جاتا ہے، اب دل میں اس وسوسے کی وجہ سے کہ شاید اس جانور کو اللہ کے نام کے ساتھ ذبح نہ کیا گیا ہو اس کا کھانا ترک نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ یہ خیال بلا دلیل ہے، بلکہ جس طرح ہر کھانا "بسم اللہ" پڑھ کر کھایا جاتا ہے اسے بھی "بسم اللہ" پڑھ کر کھالو۔ ہاں اگر دلیل سے معلوم ہو جائے کہ وہ جانور تسمیہ کے بغیر ذبح کیا گیا ہے تو پھر اسے کھانا جائز نہیں۔ البتہ ذبح کرتے وقت اگر بھول کر "بسم اللہ" رہ جائے تو وہ جانور حلال ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کی خطا اور نسیان سے درگزر فرمایا ہے۔

٦- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا﴾ [الجمعة: ١١]

6۔ باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان: "اور جب انھوں نے کوئی تجارت دیکھی یا تماشا تو اٹھ کر اس کی طرف چلے گئے"

٢٠٥٨- حَدَّثَنَا طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ سَالِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي جَابِرٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ أَقْبَلَتْ مِنَ الشَّامِ عِيرٌ تَحْمِلُ طَعَامًا، فَالْتَفَتُوا إِلَيْهَا حَتَّى مَا بَقِيَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِلَّا اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا،

2058۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس دوران کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ نماز (جمعہ) پڑھ رہے تھے ایک قافلہ شام سے آیا جو غلہ لے کر آیا تھا تو لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے، حتیٰ کہ نبی ﷺ کے پاس صرف بارہ آدمی رہ گئے تو یہ آیت نازل ہوئی: "اور جب انھوں نے کوئی تجارت دیکھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فَنَزَلَتْ: ﴿وَ إِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا﴾ [الجمعة : ١١] [راجع : ٩٣٦- أخرجه مسلم : ٨٦٣]

یا تماشا تو اٹھ کر اس کی طرف چلے گئے (اور انھوں نے تجھے کھڑا چھوڑ دیا)۔"

فوائد 1 اس حدیث کی مفصل شرح (۹۳۶) میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا اس باب سے مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ تجارت اور بیع کے ساتھ رزق تلاش کرنا اچھی بات ہے، کیونکہ یہ حلال کمائی کا ایک طریقہ ہے مگر جب اسے اس سے اہم کاموں پر مقدم کر دیا جائے تو یہ مذموم ہو جاتا ہے۔
2 عام تراجم میں اس آیت کا ترجمہ یہ کیا جاتا ہے: "اور جب وہ کوئی تجارت یا تماشا دیکھتے ہیں تو اٹھ کر اس کی طرف چلے جاتے ہیں اور تجھے کھڑا چھوڑ جاتے ہیں۔" اس ترجمہ کی وجہ یہ ہے کہ لفظ "إِذَا" عموماً مستقبل کے لیے آتا ہے، حالانکہ یہاں یہ لفظ مستقبل نہیں بلکہ ماضی کے معنی میں استعمال ہوا ہے، لہٰذا آیت کا مذکورہ بالا ترجمہ درست نہیں، بلکہ درست ترجمہ یہ ہے: "اور جب انھوں نے کوئی تجارت دیکھی یا تماشا تو اٹھ کر اس کی طرف چلے گئے اور انھوں نے تجھے کھڑا چھوڑ دیا۔" قرینہ اس کا یہ ہے کہ یہ فعل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے صرف ایک دفعہ سرزد ہوا ہے، اس کے بعد انھوں نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ اس لیے یہ کہنا کہ وہ جب بھی کوئی تجارت یا تماشا دیکھتے تھے تو اٹھ کر چلے جاتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کو کھڑا چھوڑ جاتے تھے ہرگز درست نہیں، بلکہ یہاں ماضی میں ہونے والے معاملے کا ذکر ہے جو صرف ایک دفعہ واقع ہوا ہے۔ مزید تفصیل بندہ کی تفسیر القرآن الکریم سورۂ جمعہ میں ملاحظہ کریں۔

٧- بَابُ مَنْ لَمْ يُبَالِ مِنْ حَيْثُ كَسَبَ الْمَالَ

7۔ باب: جو شخص پروا نہ کرے کہ اس نے کہاں سے مال کمایا ہے

٢٠٥٩- حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُبَالِي الْمَرْءُ مَا أَخَذَ مِنْهُ، أَمِنَ الْحَلَالِ أَمْ مِنَ الْحَرَامِ» [انظر : ٢٠٨٣]

2059۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ آدمی پروا نہیں کرے گا کہ اس نے کس سے مال حاصل کیا، کیا حلال سے یا حرام سے۔"

فائدہ نبی ﷺ نے یہ بات مال کے فتنے سے خبردار کرنے کے لیے فرمائی، مذمت اس شخص کی فرمائی جو حلال و حرام میں تمیز نہیں کرتا، ورنہ جو حلال مال کمانے کی کوشش کرتا ہے تو وہ قابل تعریف ہے۔ (فتح الباری) علامہ وحید الزمان رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "وہ زمانہ اب ہے، مسلمان اپنی بدقسمتی سے حلال پیشوں اور محنت اور مزدوری میں تو شرم کرتے ہیں اور کافروں اور فاسقوں کی نوکری اختیار کرتے ہیں، وہ ان سے ایسے کام لیتے ہیں جو شرع کی رو سے نادرست ہیں، مثلاً کہتے ہیں شراب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بچوا‌ؤ، اس کا محصول وصول کرو، اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے برخلاف انگریزی قانون سے لوگوں کے فیصلے کرو، لعنت ہے ایسی نوکری پر۔" (تیسیر الباری)

٨- بَابُ التِّجَارَةِ فِي الْبَزِّ وَغَيْرِهِ

8- باب: کپڑے وغیرہ کی تجارت

فائدہ: بخاری کے بعض نسخوں میں ہے: "بَابُ التِّجَارَةِ فِي الْبَزِّ وَغَيْرِهِ" (کپڑے وغیرہ کی تجارت) مگر باب کی حدیث میں کپڑے کا ذکر نہیں، بعض نسخوں میں "اَلْبَرّ" ہے، یعنی خشکی میں تجارت۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ زیادہ صحیح ہے، کیونکہ اس کے بعد ایک باب چھوڑ کر "بَابُ التِّجَارَةِ فِي الْبَحْرِ" آرہا ہے، جو خشکی کا جوڑ ہے۔ یہ اس صورت میں ہے جب "وَغَيْرِهِ" کا لفظ نہ ہو، صرف "بَابُ التِّجَارَةِ فِي الْبَرِّ" ہو، بعض نے کہا کہ یہ باء کے ضمہ کے ساتھ "اَلْبُرّ" ہے، یعنی گندم وغیرہ کی تجارت، مگر حدیث میں گندم کا ذکر بھی نہیں۔ بعض نسخوں میں "وَغَيْرِهِ" کا لفظ ہے، اس صورت میں "اَلْبَزّ" یا "اَلْبُرّ" (باء کے ضمہ کے ساتھ زیادہ صحیح ہے) یعنی کپڑے وغیرہ کی تجارت یا گندم وغیرہ کی تجارت۔

وَقَوْلِهِ: ﴿رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ﴾ [النور: ٣٧] وَ قَالَ قَتَادَةُ: كَانَ الْقَوْمُ يَتَبَايَعُونَ وَ يَتَّجِرُونَ، وَلَكِنَّهُمْ إِذَا نَابَهُمْ حَقٌّ مِنْ حُقُوقِ اللَّهِ، لَمْ تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ، حَتَّى يُؤَدُّوهُ إِلَى اللَّهِ.

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان: "وہ عظیم مرد جنھیں اللہ کے ذکر سے (اور نماز قائم کرنے اور زکاۃ دینے سے) نہ کوئی تجارت غافل کرتی ہے اور نہ کوئی خرید وفروخت۔" اور قتادہ نے کہا: وہ لوگ (صحابہ کرام) خرید وفروخت اور تجارت کرتے تھے لیکن جب اللہ کے حقوق میں سے کوئی حق ان کے سامنے آتا تو انھیں کوئی تجارت اور کوئی بیع اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی تھی یہاں تک کہ وہ اسے اللہ کے حضور ادا کر دیتے۔

فائدہ: اس جملے کا پہلے کلام سے یہ تعلق ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کا ذکر فرمایا: ﴿اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ [النور: ٣٥] پھر فرمایا کہ وہ نور (ہدایت) ان گھروں (مسجدوں) میں پایا جاتا ہے جن کے متعلق اللہ نے حکم دیا ہے کہ وہ بلند کیے جائیں اور ان میں اس کے نام کا ذکر کیا جائے، ان میں صبح وشام اس کی تسبیح کرتے ہیں ایسے عظیم مرد......۔ "رِجَالٌ" پر تنوین تعظیم کی ہے، اس لیے ترجمہ عظیم مرد کیا گیا ہے۔ تفسیر طبری میں علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما مروی ہے کہ اس کا معنی یہ ہے: «لَا تُلْهِيهِمْ عَنِ الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ» یعنی کوئی تجارت اور بیع انھیں فرض نماز سے غافل نہیں کرتی۔ (فتح الباری)

٢٠٦٠، ٢٠٦١- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ أَبِي

2060، 2061۔ ابو المنہال سے روایت ہے کہ میں صرافہ (سونے چاندی) کی تجارت کیا کرتا تھا تو میں نے براء بن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْمِنْهَالِ قَالَ: كُنْتُ أَتَّجِرُ فِي الصَّرْفِ، فَسَأَلْتُ زَيْدَ ابْنَ أَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ. وَحَدَّثَنِي الْفَضْلُ بْنُ يَعْقُوبَ، حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ وَعَامِرُ بْنُ مُصْعَبٍ، أَنَّهُمَا سَمِعَا أَبَا الْمِنْهَالِ يَقُولُ: سَأَلْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ وَ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ عَنِ الصَّرْفِ، فَقَالَا: كُنَّا تَاجِرَيْنِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَسَأَلْنَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الصَّرْفِ، فَقَالَ: «إِنْ كَانَ يَدًا بِيَدٍ فَلَا بَأْسَ، وَإِنْ كَانَ نَسَاءً فَلَا يَصْلُحُ»

[الحديث: ٢٠٦٠، انظر: ٢١٨٠، ٢٤٩٧، ٣٩٣٩]
[الحديث: ٢١٦١، انظر: ٢١٨١، ٢٤٩٨، ٣٩٤٠۔ أخرجه مسلم: ١٥٨٩]

عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہم سے صرف (سونے چاندی کی بیع) کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے کہا: ہم دونوں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں تاجر تھے، تو ہم نے رسول اللہ ﷺ سے صرف (سونے چاندی کی بیع) کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''اگر ہاتھوں ہاتھ (نقد) ہو تو کوئی حرج نہیں اور اگر ادھار ہو تو درست نہیں۔''

فائدہ حدیث سے باب کا تعلق ان الفاظ میں ہے: «كُنَّا تَاجِرَيْنِ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ» ''ہم دونوں رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تاجر تھے۔'' اس کے عموم سے امام بخاری نے کپڑے وغیرہ کی تجارت اور خشکی میں تجارت کا استدلال کیا ہے۔

٩- بَابُ الْخُرُوجِ فِي التِّجَارَةِ

9- باب: تجارت کے لیے نکلنا

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾ [الجمعة: ١٠]

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان: ''تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل سے (حصہ) تلاش کرو۔''

٢٠٦٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ، أَخْبَرَنَا مَخْلَدُ ابْنُ يَزِيدَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ: أَنَّ أَبَا مُوسَى الْأَشْعَرِيَّ اسْتَأْذَنَ عَلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُ، وَكَأَنَّهُ كَانَ مَشْغُولًا، فَرَجَعَ أَبُو مُوسَى، فَفَرَغَ عُمَرُ فَقَالَ: أَلَمْ أَسْمَعْ صَوْتَ عَبْدِ

2062۔ عبید بن عمیر سے روایت ہے کہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آنے کی اجازت مانگی تو انھیں اجازت نہ ملی، گویا کہ وہ مشغول تھے تو ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ واپس ہو گئے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ فارغ ہوئے تو کہا: کیا میں نے عبداللہ بن قیس (ابو موسیٰ) کی آواز نہیں سنی؟ انھیں اجازت دو۔ بتایا گیا کہ وہ واپس ہو گئے ہیں۔ انھوں نے انھیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ؟ ائْذَنُوا لَهُ، قِيلَ : قَدْ رَجَعَ، فَدَعَاهُ، فَقَالَ : كُنَّا نُؤْمَرُ بِذٰلِكَ، فَقَالَ : تَأْتِينِي عَلَى ذٰلِكَ بِالْبَيِّنَةِ، فَانْطَلَقَ إِلَى مَجْلِسِ الْأَنْصَارِ فَسَأَلَهُمْ فَقَالُوا : لَا يَشْهَدُ لَكَ عَلَى هٰذَا إِلَّا أَصْغَرُنَا أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ، فَذَهَبَ بِأَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، فَقَالَ عُمَرُ : أَخَفِيَ هٰذَا عَلَيَّ مِنْ أَمْرِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ؟ أَلْهَانِي الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ، يَعْنِي : الْخُرُوجَ إِلَى تِجَارَةٍ. [انظر : ٦٢٤٥، ٧٣٥٣، وانظر في البيوع، باب : ٤٩ ـ أخرجه مسلم : ٢١٥٣]

بلایا تو انھوں نے کہا: ہمیں یہی حکم دیا جاتا تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تمھیں میرے پاس اس کی شہادت لانا ہوگی۔ وہ انصار کی مجلس میں گئے اور ان سے پوچھا، انھوں نے کہا: تمھارے لیے یہ شہادت ہم میں سے سب سے چھوٹا ہی دے گا یعنی ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ، تو وہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر گئے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا رسول اللہ ﷺ کا یہ حکم مجھ سے مخفی رہا؟ مجھے بازاروں میں سودا کرنے نے غافل رکھا، یعنی تجارت کے لیے نکلنے نے۔

فوائد: 1 بعض لوگ بازار میں جانے، تجارت کے لیے نکلنے اور دنیا کے دھندوں میں پڑنے کو نیکی کے خلاف سمجھتے ہیں۔ باب کا مطلب یہ ہے کہ حلال رزق کی طلب اللہ کے فضل کی طلب ہے، اس سے پرہیز خواہ مخواہ کا تکلف ہے، اس کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بازاروں میں جاتے تھے، بلکہ تمام پیغمبر یہ کام کرتے تھے، فرمایا: ﴿ وَمَآ اَرۡسَلۡنَا قَبۡلَكَ مِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ اِلَّاۤ اِنَّهُمۡ لَيَاۡكُلُوۡنَ الطَّعَامَ وَيَمۡشُوۡنَ فِى الۡاَسۡوَاقِ ﴾ [الفرقان : ٢٠] ”اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجے مگر بلاشبہ وہ یقیناً کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔“ جب نیت درست ہو تو یہ سب کام عبادت بن جاتے ہیں۔

2 اجازت مانگی: حدیث (٦٢٤٥) میں آ رہا ہے کہ انھوں نے تین بار اجازت مانگی۔

3 ہمیں یہی حکم دیا جاتا تھا: مذکورہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: « إِذَا اسْتَأْذَنَ أَحَدُكُمْ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُ فَلْيَرْجِعْ » ”جب تم میں سے کوئی تین بار اجازت مانگے اور اسے اجازت نہ ملے تو وہ واپس ہو جائے۔“

4 وہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر گئے: اسی حدیث میں ہے کہ انھوں نے جا کر عمر رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث بتائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابی کا یہ کہنا کہ ہمیں یہ حکم دیا جاتا تھا اس کا یہ مطلب ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے، یعنی یہ مرفوع حدیث ہے۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث دلیل کے طور پر پیش کی۔

5 اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض اوقات بہت بلند مرتبہ صحابی سے بھی جو بہت زیادہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہا ہو، آپ کے بعض احکام مخفی رہ جاتے تھے جو اس سے کم مرتبہ صحابی کو سننے کا موقع مل جاتا تھا۔

6 بعض لوگوں نے دعویٰ کیا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ ایک آدمی سے سنی ہوئی حدیث قبول نہیں کرتے تھے مگر یہ بات درست نہیں، کیونکہ اس حدیث کی بعض سندوں میں یہ الفاظ ہیں: « إِنِّي أَحْبَبْتُ أَنْ أَتَثَبَّتَ » ”میں نے چاہا کہ اس کی تحقیق کر لوں۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

خود عمر رضی اللہ عنہ نے دیت کے مسئلے میں اکیلے ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ کی حدیث قبول کی ہے، جیسا کہ ابوداؤد (۲۹۲۷) میں ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ عورت کو خاوند کی دیت میں سے ورثہ نہیں ملے گا، یہاں تک کہ ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: « كَتَبَ إِلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أُوَرِّثَ امْرَأَةَ أَشْيَمَ الضِّبَابِيِّ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا » ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف لکھ کر بھیجا کہ میں اَشْیَم ضِبابی کی بیوی کو اس کے خاوند کی دیت میں سے ورثہ دلاؤں۔'' تو عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بات سے رجوع کر لیا۔ اسی طرح صحیح بخاری (۳۱۵۶) میں آ رہا ہے کہ اکیلے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے حدیث بیان کرنے پر عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے مطابق فیصلہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ وصول کیا تھا۔

١٠۔ بَابُ التِّجَارَةِ فِي الْبَحْرِ

10۔ باب: تجارت کے لیے سمندری سفر کرنا

وَقَالَ مَطَرٌ : لَا بَأْسَ بِهِ، وَمَا ذَكَرَهُ اللّٰهُ فِي الْقُرْآنِ إِلَّا بِحَقٍّ، ثُمَّ تَلَا : ﴿ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ ﴾ [النحل : ١٤] وَالْفُلْكُ : السُّفُنُ، الْوَاحِدُ وَالْجَمْعُ سَوَاءٌ .

اور مطر نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس کا ذکر حق کے ساتھ ہی کیا ہے، پھر انھوں نے یہ آیت پڑھی: ''اور تو سمندری جہازوں کو دیکھتا ہے کہ اس (سمندر) میں چیرتے چلے جاتے ہیں اور تاکہ تم اس کا کچھ فضل تلاش کرو۔'' '' اَلْفُلْكُ '' کا معنی ہے بحری جہاز، واحد اور جمع ایک ہی ہیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : تَمْخَرُ السُّفُنُ الرِّيحَ، وَلَا تَمْخَرُ الرِّيحَ مِنَ السُّفُنِ إِلَّا الْفُلْكُ الْعِظَامُ .

اور مجاہد نے کہا: بحری جہاز ہوا کو چیرتے جاتے ہیں اور ہوا کو صرف بڑے بحری جہاز ہی چیرتے ہیں۔

٢٠٦٣۔ وَ قَالَ اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم : أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ خَرَجَ إِلَى الْبَحْرِ فَقَضَى حَاجَتَهُ . وَسَاقَ الْحَدِيثَ . [راجع : ١٤٩٨]

2063۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ آپ نے بنی اسرائیل کے ایک آدمی کا ذکر فرمایا جو سمندر کے سفر پر نکلا اور اس نے اپنی ضرورت پوری کی اور انھوں نے ساری حدیث بیان کی۔

فائدہ ایک روایت میں ہے کہ حج، عمرہ یا جہاد کے سوا بحری سفر نہ کیا جائے، اس باب سے امام بخاری اس کا رد کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ یہ روایت بالاتفاق ضعیف ہے۔ قرآن مجید میں اللہ کا فضل تلاش کرنے کے لیے سمندری جہازوں کو بطور احسان ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ کا فضل تلاش کرنے میں تجارت، مچھلیاں پکڑنا، سمندری لؤلؤ و مرجان وغیرہ اور معدنیات نکالنا، طلبِ علم، دوستوں اور اقارب سے ملاقات، علاج، غرض بے شمار چیزیں شامل ہیں۔ جیسا کہ باب میں مذکور حدیث میں ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ اس شخص نے دوسرے بھائی سے قرض لیا، پھر سمندری سفر کر کے اپنے ٹھکانے پر گیا، اپنا کام پورا کر کے پھر قرض واپس کرنے کے لیے سمندری سفر کے لیے آیا۔ اس کا یہ سفر نہ حج کے لیے تھا نہ عمرہ اور نہ جہاد کے لیے بلکہ قرض لینے اور واپس کرنے کے لیے تھا۔ اس لیے کسی بھی جائز مقصد کے لیے سمندری سفر کیا جا سکتا ہے۔ باب کے ساتھ اس حدیث کا تعلق اس طرح ہے کہ پہلی امتوں کی شریعت ہماری بھی شریعت ہے، اگر اسے منسوخ نہ کیا گیا ہو، خصوصاً جب اسے تعریف اور مدح کے انداز میں پیش کیا گیا ہو اور یہ بھی کہ سمندری سفر ہمیشہ سے لوگوں کا معمول رہا ہے جب تک منع کی کوئی دلیل نہ ہو، اصل اباحت (جواز) پر عمل کیا جائے گا۔

١١- بَابٌ: ﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا﴾ [الجمعة: ١١]

11- باب: ''اور جب انھوں نے کوئی تجارت دیکھی یا کوئی تماشا تو اٹھ کر اس کی طرف چلے گئے''

وَ قَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ: ﴿رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ﴾ [النور: ٣٧] وَ قَالَ قَتَادَةُ: كَانَ الْقَوْمُ يَتَّجِرُونَ وَلَكِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا نَابَهُمْ حَقٌّ مِنْ حُقُوقِ اللَّهِ لَمْ تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ حَتَّى يُؤَدُّوهُ إِلَى اللَّهِ.

اور اللہ عزوجل کا فرمان: ''وہ عظیم مرد جنھیں اللہ کے ذکر سے نہ کوئی تجارت غافل کرتی ہے اور نہ کوئی خرید و فروخت۔'' اور قتادہ نے کہا: وہ لوگ (صحابہ رضی اللہ عنہم) تجارت کرتے تھے لیکن جب اللہ کے حقوق میں سے کوئی حق ان کے سامنے آتا تو کوئی تجارت اور بیع انھیں اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی تھی یہاں تک کہ وہ اسے اللہ کے حضور ادا کر دیتے۔

٢٠٦٤- حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَقْبَلَتْ عِيرٌ وَنَحْنُ نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْجُمُعَةَ، فَانْفَضَّ النَّاسُ إِلَّا اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا، فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: ﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا﴾ [الجمعة: ١١] [راجع: ٩٣٦- أخرجه مسلم: ٨٦٣ باختلاف]

2064- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک قافلہ آیا اور ہم نبی ﷺ کے ساتھ نمازِ جمعہ پڑھ رہے تھے تو بارہ آدمیوں کے سوا سب لوگ اٹھ کر چلے گئے، تو یہ آیت نازل ہوئی: ''اور جب انھوں نے کوئی تجارت دیکھی یا تماشا تو اٹھ کر اس کی طرف چلے گئے اور انھوں نے تجھے کھڑا چھوڑ دیا۔''

فائدہ: یہ باب اس سے پہلے (٢٠٥٨) میں گزر چکا ہے، دوبارہ یہ باب اور حدیث لانا نقل کرنے والوں کی بھول ہے۔ شرح وہاں ملاحظہ کریں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۲۔ بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿ أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ ﴾ [البقرة: ٢٦٧]

12۔ باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''ان پاکیزہ چیزوں میں سے خرچ کرو جو تم نے کمائی ہیں''

۲۰٦٥۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا أَجْرُهَا بِمَا أَنْفَقَتْ وَلِزَوْجِهَا بِمَا كَسَبَ، وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَلِكَ، لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ أَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا» [راجع: ١٤٢٥۔ أخرجه مسلم: ١٠٢٤]

2065۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب عورت اپنے گھر کے کھانے میں سے خرچ کرے، بشرطیکہ خراب کرنے والی نہ ہو تو اسے اس کے خرچ کرنے کی وجہ سے اس کا اجر ملے گا اور اس کے خاوند کو کمانے کی وجہ سے اور خازن کو بھی اتنا ہی اجر ملے گا، ان میں سے کوئی کسی کے اجر کو کم نہیں کرے گا۔''

فائدہ اس حدیث پر (۱۴۲۵) میں کلام گزر چکا ہے۔

۲۰٦٦۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ كَسْبِ زَوْجِهَا عَنْ غَيْرِ أَمْرِهِ فَلَهَا نِصْفُ أَجْرِهِ» [انظر: ٥١٩٢، ٥١٩٥، ٥٣٦٠۔ أخرجه مسلم: ١٠٢٦ مطولًا]

2066۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کی، آپ نے فرمایا: ''جب عورت اپنے خاوند کی کمائی میں سے اس کے کہے بغیر خرچ کرے تو اسے اس کا نصف اجر ملے گا۔''

فائدہ خاوند کے کہے بغیر خرچ کرنے سے مراد وہ خرچ ہے جو عام طور پر کیا جاتا ہے اور خاوند کو اس پر اعتراض نہیں ہوتا، جیسے اس سے پہلے حدیث میں غیر مفسدہ کہا گیا ہے، مثلاً کسی کو سالن یا روٹی دے دینا یا پرانے کپڑے یا ضرورت کی کوئی چھوٹی موٹی چیز دے دینا، یا خاوند نے اسے جو کچھ خرچہ دیا ہے اس میں سے خرچ کر لے۔ مصنف عبد الرزاق (۷۲۷۳) میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کی تفسیر آئی ہے، انھوں نے کہا: «أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الْمَرْأَةِ تَصَدَّقُ مِنْ مَالِ زَوْجِهَا، فَقَالَ: لَا، إِلَّا مِنْ قُوتِهَا، وَالْأَجْرُ بَيْنَهُمَا وَ بَيْنَ زَوْجِهَا، وَلَا يَحِلُّ لَهَا أَنْ تَصَدَّقَ مِنْ مَالِ زَوْجِهَا إِلَّا بِإِذْنِهِ» ''نبی ﷺ سے عورت کے متعلق پوچھا گیا کہ کیا وہ اپنے خاوند کے مال میں سے صدقہ کر سکتی ہے، تو آپ نے فرمایا: ''نہیں، مگر اپنے خرچ میں سے اور اجر ان دونوں میاں بیوی کے لیے ہے، عورت کے لیے اپنے خاوند کے مال میں سے اس کی اجازت کے بغیر

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

صدقہ کرنا حلال نہیں ہے۔“

۱۳- بَابُ مَنْ أَحَبَّ الْبَسْطَ فِي الرِّزْقِ

13- باب: جو شخص رزق میں فراخی کو پسند کرے

٢٠٦٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي يَعْقُوبَ الْكِرْمَانِيُّ، حَدَّثَنَا حَسَّانُ، حَدَّثَنَا يُونُسُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ الزُّهْرِيُّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ أَوْ يُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ»

[انظر: ٥٩٨٦- أخرجه مسلم: ٢٥٥٧]

2067- انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا: ”جسے پسند ہو کہ اس کا رزق فراخ کیا جائے اور اس کے لیے اس کے قدموں کے نشانوں کو دیر تک باقی رکھا جائے تو وہ اپنی رشتہ داری کو ملائے۔“

فوائد: 1 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رزق کی فراخی کی خواہش کوئی بری بات نہیں، اگر صحیح طریقے سے حاصل کرنا اور صحیح جگہوں میں خرچ کرنا مقصود ہو۔ البتہ مال کے فتنے سے بچنا اور اللہ کی پناہ مانگنا ضروری ہے۔

2 رزق میں فراخی کا مطلب اس میں برکت ہونا ہے۔ ” نَسَأْتُ الشَّيْءَ نَسْأً وَأَنْسَأْتُهُ إِنْسَاءً “ ”میں نے اس چیز کو مؤخر کر دیا۔“ ”اَلْأَثَرُ“ کا لفظی معنی قدموں کا نشان ہے، یہاں اس سے مراد باقی عمر ہے۔ زہیر نے کہا ؎

وَالْمَرْءُ مَا عَاشَ مَمْدُوْدٌ لَهُ أَمَلٌ ... لَا يَنْتَهِي الْعَيْشُ حَتَّى يَنْتَهِيَ الْأَثَرُ

”آدمی جب تک زندہ ہے اس کی امید لمبی ہوتی ہے، زندگی ختم نہیں ہوتی یہاں تک کہ نشانِ قدم ختم ہو جائے۔“ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ صلہ رحمی سے مال میں فراخی اور عمر میں برکت ہوتی ہے یعنی صلہ رحمی ان دونوں نعمتوں کے حصول کا فطری اور طبعی ذریعہ ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے اچھی خوراک طویل عمر کا باعث ہے، کیونکہ اس سے آدمی کی جسمانی ضروریات پوری ہوتی ہیں اور وہ بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے جس کے نتیجے میں وہ لمبی عمر پاتا ہے، اسی طرح صلہ رحمی کرنے والا خوش و خرم رہتا ہے اور دلی اطمینان اور مسرت کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے جس کے نتیجے میں اس کی کمائی میں برکت ہوتی ہے اور دلی خوشی کی وجہ سے بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔

3 صلہ رحمی کے ساتھ عمر زیادہ ہونے میں یہ بھی شامل ہے کہ اس عمل کی برکت سے اللہ تعالیٰ واقعی اس کی عمر بڑھا دیتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَمْحُوا اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ ۖ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ﴾ [الرعد: ٣٩] ”اللہ مٹا دیتا ہے جو چاہتا ہے اور باقی رکھتا ہے اور اس کے پاس اصل کتاب ہے۔“ اس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ بظاہر یہ اس حدیث کے خلاف ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: « جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا أَنْتَ لَاقٍ » [بخاري: ٥٠٧٦] ”تم جس چیز یا حال کو ملنے والے ہو اس کے ساتھ قلم خشک ہو چکا ہے۔“ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو فیصلہ ہو چکا ہے وہ اب مٹنے والا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

نہیں، جب کہ صلہ رحمی کے ساتھ عمر زیادہ ہونے اور ام الکتاب میں محو واثبات سے معلوم ہوتا ہے کہ فیصلے میں تبدیلی بھی ہو جاتی ہے۔ اس سوال کا حل یہ ہے کہ تقدیر کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، اسے ''قضائے مبرم'' کہتے ہیں اور یہ وہی ہے جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: « جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا أَنْتَ لَاقٍ » [بخاري : ٥٠٧٦] ''تم جس چیز یا حال کو ملنے والے ہو اس کے ساتھ قلم خشک ہو چکا ہے۔'' اور ایک تقدیر وہ ہے جس میں تبدیلی ہوتی ہے، اسے ''تقدیر معلق'' کہتے ہیں اور وہ بھی اللہ کے علم میں ہے۔ چنانچہ شاہ عبد القادر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''دنیا میں ہر چیز اسباب سے ہے، بعض اسباب ظاہر ہیں اور بعض چھپے ہیں، اسباب کی تاثیر کا ایک اندازہ مقرر ہے، جب اللہ چاہے ان کی تاثیر اندازے سے کم یا زیادہ کر دے اور جب چاہے ویسی ہی رکھے۔ آدمی کبھی کنکر سے مرتا ہے اور گولی سے بچتا ہے۔ اور ایک اندازہ ہر چیز کا اللہ کے علم میں ہے، وہ ہرگز نہیں بدلتا۔ اندازے کو تقدیر کہتے ہیں۔ یہ دو تقدیریں ہوئیں، ایک بدلتی ہے (تقدیر تاثیر اسباب) اور ایک نہیں بدلتی (یعنی علم الٰہی)۔'' (موضح القرآن)

شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ (۵۴۴۸) میں فرمایا ہے: ''قرطبی نے بھی اپنی تفسیر الجامع لاحکام القرآن (۳۳۲/۵) میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ''اور عقیدہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے (قضا) میں تبدیلی نہیں ہوتی اور یہ محو و اثبات بھی ان چیزوں میں شامل ہے جن کا فیصلہ پہلے ہو چکا ہے اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ قضا میں سے کچھ چیزیں وہ ہیں جو لازماً ہو کر رہتی ہیں، یہ وہ ہیں جو ثابت (مبرم) ہیں اور کچھ وہ ہیں جن میں بعض اسباب سے تبدیلی ہو جاتی ہے، یہ محو (مٹائی ہوئی) ہیں۔'' (واللہ اعلم) غزنوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''میرے نزدیک یہ ہے کہ لوحِ محفوظ میں جو کچھ ہے وہ غیب سے نکل چکا ہے، کیونکہ بعض فرشتے بھی اس سے واقف ہیں، اس لیے وہ تبدیل ہو سکتا ہے، کیونکہ مخلوق کا اللہ تعالیٰ کے پورے علم سے واقف ہونا محال ہے اور اس کے علم میں اشیاء کی جو تقدیر اور طے شدہ بات ہے وہ کبھی نہیں بدلتی۔'' ''سلسلہ ضعیفہ'' کے حاشیے میں لکھا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ غزنوی سے مراد عالی بن ابراہیم بن اسماعیل ہیں جن کا لقب ''تاج الشریعہ'' ہے، یہ ایک حنفی فقیہ مفسر ہیں، ان کی کتاب ''تفسیر التفسیر'' ہے جو بہت عمدہ ہے، جیسا کہ کئی علماء نے فرمایا ہے۔ یہ ۵۸۲ھ میں فوت ہوئے۔ [الأعلام : ٢٤٩/٣] خلاصہ یہ کہ اس ''محو واثبات'' کا اس ''بدا'' کے غلط عقیدے سے کوئی تعلق نہیں جو بعض گمراہ لوگوں نے اختیار کیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ تم کوئی کام کرو، پھر اس کا غلط ہونا تمھیں معلوم ہو تو اسے بدل دو، اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا حرام ہے، کیونکہ وہ پہلے ہی جانتا ہے کہ کیا درست ہے اور کیا غلط ہے، اس تفصیل سے اللہ کے فیصلے کے بدل نہ سکنے کے عقیدے اور ان تمام احادیث واقوالِ صحابہ کے متعلق اشکال ختم ہو جاتا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات تقدیر بدل سکتی ہے، خصوصاً دعا سے، مثلاً رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: « لَا يَرُدُّ الْقَضَاءَ إِلَّا الدُّعَاءُ وَلَا يَزِيدُ فِي الْعُمْرِ إِلَّا الْبِرُّ » [ترمذي : ٢١٣٩۔ سلسلة الأحاديث الصحيحة : ١٥٤] ''تقدیر کو دعا کے سوا کوئی چیز نہیں ٹالتی اور عمر کو نیکی کے سوا کوئی چیز زیادہ نہیں کرتی۔'' اسی طرح بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کی دعائیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں کہ یا اللہ! اگر تو نے مجھے "دشقی" لکھا ہے تو اسے بدل کر "سعید" لکھ دے۔

4 اس کے قدموں کے نشانوں کو دیر تک باقی رکھا جائے: اس میں یہ بھی شامل ہے کہ مرنے کے بعد بھی لوگ دیر تک اس کا ذکر خیر کرتے رہیں اور اس کے لیے دعائے خیر کرتے رہیں۔ جو شخص صلہ رحمی کرے گا ظاہر ہے اس کے اقارب اس کے مرنے کے بعد بھی اسے اچھے لفظوں سے یاد کریں گے اور اس کے لیے دعائے خیر کرتے رہیں گے۔

١٤۔ بَابُ شِرَاءِ النَّبِيِّ ﷺ بِالنَّسِيئَةِ

14۔ باب: نبی ﷺ کا اُدھار کے ساتھ خریداری کرنا

٢٠٦٨۔ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ: ذَكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيمَ الرَّهْنَ فِي السَّلَمِ، فَقَالَ: حَدَّثَنِي الْأَسْوَدُ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اشْتَرَى طَعَامًا مِنْ يَهُودِيٍّ إِلَى أَجَلٍ وَرَهَنَهُ دِرْعًا مِنْ حَدِيدٍ.

[انظر: ٢٠٩٦، ٢٢٠٠، ٢٢٥١، ٢٢٥٢، ٢٣٨٦، ٢٥٠٩، ٢٥١٣، ٢٥١٦، ٤٤٦٧۔ أخرجه مسلم: ١٦٠٣]

2068۔ اعمش سے روایت ہے کہ ہم نے ابراہیم کے پاس بیع سلم میں گروی کا ذکر کیا تو انھوں نے کہا: مجھے اسود نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے ایک یہودی سے ایک وقت تک کے لیے ادھار غلہ خریدا اور اس کے پاس لوہے کی ایک زرہ گروی رکھی۔

٢٠٦٩۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسٍ، ح حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ حَوْشَبٍ، حَدَّثَنَا أَسْبَاطٌ أَبُو الْيَسَعِ الْبَصْرِيُّ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ الدَّسْتُوَائِيُّ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّهُ مَشَى إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِخُبْزِ شَعِيرٍ وَإِهَالَةٍ سَنِخَةٍ، وَلَقَدْ رَهَنَ النَّبِيُّ ﷺ دِرْعًا لَهُ بِالْمَدِينَةِ عِنْدَ يَهُودِيٍّ، وَأَخَذَ مِنْهُ شَعِيرًا لِأَهْلِهِ وَلَقَدْ سَمِعْتُهُ يَقُولُ: «مَا أَمْسَى عِنْدَ آلِ مُحَمَّدٍ ﷺ صَاعُ بُرٍّ وَلَا صَاعُ حَبٍّ» وَإِنَّ عِنْدَهُ لَتِسْعَ نِسْوَةٍ. [انظر: ٢٥٠٨]

2069۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی ﷺ کے پاس جو کی روٹی اور بدلی ہوئی بو والی چربی لے کر گئے اور نبی ﷺ نے مدینہ میں اپنی ایک زرہ ایک یہودی کے پاس گروی رکھی اور اس سے اپنے گھر والوں کے لیے کچھ جو خریدے اور میں نے آپ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے: "محمد ﷺ کے گھر والوں کے پاس گندم کے ایک صاع یا کسی اور غلے کے ایک صاع نے شام نہیں کی۔" اور آپ ﷺ کی نو بیویاں تھیں۔

فوائد: 1 ان احادیث سے ادھار کے ساتھ چیزیں خریدنے کا جواز معلوم ہوا، اس معاملے میں بھی رسول اللہ ﷺ ہمارے لیے اسوہ ہیں کہ اگر قیمت موجود نہ ہو تو ضرورت پڑنے پر بندہ ضرورت کی چیز اُدھار خرید سکتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

2 رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ سے اُدھار لینے کی بجائے ایک یہودی سے قرض کیوں لیا؟ جب کہ آپ کے صحابہ میں آپ کے داماد عثمان ذوالنورین اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما اور دوسرے غنی صحابہ موجود تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے کسی صحابی سے اس لیے قرض نہیں مانگا کہ اگر اسے معلوم ہو گیا کہ آپ کو ضرورت ہے تو وہ آپ سے قیمت نہیں لے گا، کیونکہ صحابہ آپ پر اپنی جان اور اپنا مال قربان کرنے کے لیے تیار رہتے تھے اور یہ آپ کی خودداری کے خلاف تھا۔ یہودی سے قرض لینے سے یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ معاملہ عام مسلمانوں کو معلوم نہیں تھا۔

3 یہودی سے غلہ خریدنے سے معلوم ہوا کہ غیر مسلم کے ساتھ خرید و فروخت جائز ہے اور آپ کے ایک یہودی سے غلہ خریدنے میں ایک زبردست حکمت یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کو غیر مسلموں کے ساتھ خرید و فروخت کا جواز معلوم ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے زمانے کے یہود کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ سود لیتے، حرام کھاتے ہیں، گویا ان کا اکثر مال حرام ہے، اس کے باوجود چونکہ آپ نے جو چیز خریدی وہ حلال تھی اور بیع کے طریقے سے خریدی تھی جسے اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے، اس لیے اس شخص کے ساتھ یہ معاملہ جائز تھا اور اب بھی ایسے شخص سے خرید و فروخت کرنا جائز ہے جس کا اکثر مال حرام ہو اور اس سے قرض لینا بھی جائز ہے۔

4 بیع سلم یہ ہے کہ جو چیز خریدی جائے اس کی قیمت پہلے دے دی جائے اور وہ چیز دینے کا وقت، اس کا نرخ اور مقدار متعین کر دی جائے۔ اب اگر خریدار کہے کہ میں نے رقم تو دے دی ہے مگر اس بات کی ضمانت کے لیے اپنی کوئی چیز میرے پاس رہن (گروی) رکھو، تاکہ مجھے اطمینان رہے کہ مجھے خریدی ہوئی چیز بروقت مل جائے گی تو یہ جائز ہے۔ اعمش نے ابراہیم نخعی کے پاس اس کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے اس کے جواز کے لیے رسول اللہ ﷺ کا یہودی سے غلہ ادھار خرید کر اس کے پاس اپنی زرہ رہن رکھنے کو بطور دلیل پیش کیا کہ آپ نے غلہ لے کر قیمت ادا کرنے کی ضمانت کے طور پر زرہ کو رہن رکھا، اسی طرح بیع سلم میں رقم لے کر خریدی ہوئی چیز ادا کرنے کی ضمانت کے طور پر کوئی چیز گروی رکھی جاتی ہے۔ یہ مطلب اس وقت ہے جب سلم سے مراد بیع کی خاص صورت ہو جسے اصطلاح میں بیع سلم کہا جاتا ہے مگر حافظ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہاں بیع سے مراد سلف یعنی قرض ہے، یعنی کیا قرض پر رہن رکھا جا سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ابراہیم نخعی کے پاس قرض لے کر رہن رکھنے کے مسئلہ کا ذکر ہوا تو انھوں نے نبی ﷺ کے قرض لے کر رہن رکھنے کی حدیث پیش کی۔ ابراہیم نخعی کے پاس اس مسئلے کے ذکر کی ضرورت یہ پیش آئی کہ قرآن مجید میں قرض لے کر رہن رکھنے کا ذکر سفر کی حالت میں ہے، فرمایا: ﴿وَإِنْ كُنْتُمْ عَلَىٰ سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ﴾ [البقرة : ٢٨٣] ''اور اگر تم کسی سفر پر ہو اور کوئی لکھنے والا نہ پاؤ تو ایسی گروی چیزیں لازم ہیں جو قبضے میں لے لی گئی ہوں۔'' تو کیا حضر کی حالت میں قرض لے کر رہن رکھا جا سکتا ہے۔ اس مسئلے کے حل کے لیے ابراہیم نخعی نے یہ حدیث پیش کی کہ یہ واقعہ سفر کا نہیں بلکہ مدینہ طیبہ کا ہے۔ اس لیے حضر میں بھی رہن رکھا جا سکتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

5 "مَا أَمْسَى عِنْدَ آلِ مُحَمَّدٍ ﷺ ......" کا ترجمہ اکثر یہ کیا گیا ہے کہ آل محمد ﷺ کے پاس کسی شام کو گندم کا ایک صاع یا کسی اور غلے کا ایک صاع نہیں رہا۔ اس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ خیبر کی فتح کے بعد تو رسول اللہ ﷺ ہر بیوی کو سو وسق کھجوریں اور جو سال بھر کا خرچہ دے دیتے تھے، پھر کسی شام کو ان کے پاس ایک صاع غلہ نہ ہونے کا کیا مطلب ہے۔ اس کا ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ خیبر کی فتح سے پہلے کی بات ہے، مگر یہ بات اس لیے درست نہیں کہ آپ ﷺ نے یہ قرض وفات سے چند دن پہلے لیا تھا اور وفات تک ان تیس صاع کی قیمت ادا نہیں ہوئی تھی۔ بندہ عبدالسلام عرض کرتا ہے کہ " مَا أَمْسَى عِنْدَ آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " میں کسی ایک یا چند شاموں کا ذکر بھی مراد ہو سکتا ہے، کیونکہ یہاں یہ ذکر نہیں کہ ان کے پاس کسی شام کو بھی اتنا غلہ نہیں رہا۔ اصل بات یہ ہے کہ خیبر کی فتح کے بعد سال کا خرچہ دینے کے باوجود ہماری مائیں رسول اللہ ﷺ کی تربیت کی وجہ سے وہ ساری کھجوریں اور جو صدقہ کر کے رسول اللہ ﷺ کی طرح ہی فارغ ہو کر اللہ کے فضل کے انتظار میں رہتی تھیں۔

6 اس حدیث سے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اہل خانہ کی زاہدانہ زندگی کا اندازہ ہوتا ہے۔

7 اس حدیث سے کفار کے پاس اسلحہ رہن رکھنے اور فروخت کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے، جبکہ ان سے جنگ نہ ہو رہی ہو اور ذمیوں کے اپنی چیزوں کے مالک ہونے کا ثبوت بھی ملتا ہے اور یہ کہ زرہیں اور دوسرے آلاتِ حرب کی تیاری سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو آپ کے گھر سے اسلحے اور سواری کے سوا کچھ نہیں نکلا۔ آپ کی زوجہ مطہرہ جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے بھائی عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: « مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مَوْتِهِ دِرْهَمًا وَلَا دِيْنَارًا وَلَا عَبْدًا وَلَا أَمَةً وَلَا شَيْئًا إِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ وَسِلَاحَهُ وَأَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً » [بخاري : ٢٧٣٩] "رسول اللہ ﷺ نے اپنی موت کے وقت کوئی درہم چھوڑا نہ دینار، نہ غلام نہ لونڈی اور نہ کوئی اور چیز سوائے اپنے سفید خچر اور اسلحے اور کچھ زمین کے، جسے آپ نے صدقہ قرار دے رکھا تھا۔"

١٥ - بَابُ كَسْبِ الرَّجُلِ وَعَمَلِهِ بِيَدِهِ

15- باب: آدمی کا کمائی کرنا اور اپنے ہاتھ سے کام کرنا

فوائد: 1 کمائی کے بنیادی ذرائع چار ہیں: زراعت، تجارت، صنعت اور ملازمت، ان میں سب سے افضل کیا ہے؟ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سب سے افضل وہ ہے جس میں ہاتھ سے کام کیا جائے اور ہاتھ سے کیے گئے کاموں میں سب سے افضل جہاد فی سبیل اللہ ہے اور ہمارے نبی ﷺ کی کمائی کا ذریعہ بھی آخر کار یہی تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اللہ تعالیٰ نے اسی کے ساتھ غنی کیا تھا۔

2 امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں جو احادیث ذکر کی ہیں ان میں سے پہلی تجارت سے تعلق رکھتی ہے، دوسری زراعت سے اور تیسری اور اس کے بعد کی احادیث صنعت سے تعلق رکھتی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٢٠٧٠- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: لَمَّا اسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ قَالَ: لَقَدْ عَلِمَ قَوْمِي أَنَّ حِرْفَتِي لَمْ تَكُنْ تَعْجِزُ عَنْ مَؤُونَةِ أَهْلِي وَشُغِلْتُ بِأَمْرِ الْمُسْلِمِينَ، فَسَيَأْكُلُ آلُ أَبِي بَكْرٍ مِنْ هَذَا الْمَالِ وَيَحْتَرِفُ لِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ.

2070۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا: جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو انھوں نے کہا: میری قوم کو معلوم ہے کہ میرا پیشہ میرے گھر والوں کے خرچ کے لیے ناکافی نہیں تھا اور اب میں مسلمانوں کے کام میں مشغول ہو گیا ہوں، اس لیے ابو بکر کے گھر والے اس مال سے کھائیں گے اور وہ اس میں مسلمانوں کے لیے کام کرے گا۔

فوائد: 1 ابو بکر رضی اللہ عنہ کا پیشہ تجارت تھا اور وہ کپڑوں کی تجارت کرتے تھے۔ ابن سعد (۱۸۴/۳) نے مرسل سند کے ساتھ لکھا ہے جس کے راوی ثقہ ہیں کہ جب ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا تو وہ صبح سویرے سر پر کپڑوں کا گٹھا لے کر بیچنے کے لیے بازار کو چلے، راستے میں انھیں عمر بن خطاب اور ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہما ملے، کہنے لگے: آپ یہ کیا کر رہے ہیں، آپ کو تو مسلمانوں کے معاملات کا ذمہ دار بنا دیا گیا ہے۔ انھوں نے کہا: پھر میں اپنے اہل و عیال کو کیا کھلاؤں؟ انھوں نے کہا: ہم آپ کا وظیفہ مقرر کریں گے۔ چنانچہ انھوں نے روزانہ ان کے لیے نصف بکری مقرر کر دی اور ابن سعد (۱۹۲/۳) نے صحیح سند کے ساتھ مسروق عن عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کی ہے، انھوں نے کہا: جب ابو بکر رضی اللہ عنہ اس بیماری میں مبتلا ہوئے جس میں فوت ہوئے تو انھوں نے کہا: تم دیکھو جب سے میں امیر بنا ہوں میرے مال میں کس چیز کا اضافہ ہوا ہے اسے میرے بعد والے خلیفہ کے پاس بھیج دینا۔ تو جب وہ فوت ہو گئے تو ہم نے دیکھا ایک حبشی غلام تھا جو ان کے بچوں کو اٹھائے پھرتا تھا اور ایک اونٹ تھا جو ان کے ایک باغ کو سیراب کرتا تھا، ہم نے وہ دونوں عمر رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج دیے۔ انھوں نے کہا: ابو بکر پر اللہ کی رحمت ہو، اس نے اپنے بعد آنے والے کو تھکا کر رکھ دیا ہے۔ اور ابن سعد (۱۹۲/۳) نے قاسم بن محمد عن عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے ایسے ہی روایت کی ہے اور یہ الفاظ زیادہ بیان کیے ہیں کہ وہ خادم نکل پالش کرتا تھا اور مسلمانوں کی تلواروں کو چمکاتا تھا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر والوں کی خدمت کرتا تھا۔ اور ثابت عن انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے بھی ایسے ہی روایت کی ہے۔ اس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ میں مسلمانوں کے مال میں اضافے کا حریص تھا اور میں گوشت اور دودھ لیتا رہا۔ اور اس میں یہ بھی ہے کہ ان کے پاس نہ کوئی دینار تھا نہ درہم، صرف ایک خادم تھا، ایک دودھ والی اونٹنی اور ایک دودھ دوہنے کا برتن۔ (فتح الباری)

2 اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص مسلمانوں کے کسی اجتماعی کام کا ذمہ دار بنایا جائے مسلمانوں کو اس کی ضروریات کے لیے وظیفہ مقرر کرنا چاہیے اور اسے یہ وظیفہ لینے میں کوئی گناہ نہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ وظیفہ مقرر ہونا چاہیے، عامل کا خرچ اس کی مرضی پر نہیں چھوڑنا چاہیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

3 باب کے ساتھ اس حدیث کی مناسبت یہ ہے کہ خلافت سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ابوبکر رضی اللہ عنہ تجارت کرتے تھے اور اس کے ساتھ اپنی اور اپنے اہل و عیال کی ضروریات کا بندوبست کرتے تھے، اس اعتبار سے یہ حدیث مرفوع ہے۔
4 اس حدیث سے خلفائے راشدین کے زہد و تقویٰ کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ اقبال نے کہا ہے ؎

آں مسلماناں کہ میری کردہ اند　　در شہنشاہی فقیری کردہ اند

”وہ مسلمان جنھوں نے امارت کی ہے، انھوں نے بادشاہی میں فقیری کی ہے۔“

٢٠٧١۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الْأَسْوَدِ، عَنْ عُرْوَةَ قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عُمَّالَ أَنْفُسِهِمْ، وَكَانَ يَكُونُ لَهُمْ أَرْوَاحٌ، فَقِيلَ لَهُمْ: لَوِ اغْتَسَلْتُمْ.

2071۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اصحابِ رسول ﷺ اپنا کام خود کرتے تھے اور ان سے کئی طرح کی بو آنے لگتی تھی، اس لیے ان سے کہا گیا: اگر تم (جمعہ کے لیے) غسل کر لیا کرو (تو بہتر ہے)۔

رَوَاهُ هَمَّامٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ.

اسے ہمام نے ہشام سے، انھوں نے اپنے والد سے، انھوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا۔

[راجع: ٩٠٢۔ أخرجه مسلم: ٨٤٧]

فوائد: 1 یہ حدیث (٩٠٢) میں گزر چکی ہے۔ ”أَرْوَاحٌ“ ”رِيحٌ“ کی جمع ہے، کیونکہ ”رَوْحٌ“ اصل میں ”رِيحٌ“ تھا، اس کی جمع ”أَرْيَاحٌ“ بھی آتی ہے۔

2 اس حدیث میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خود کام کرنے کا ذکر ہے، انصارِ مدینہ کاشت کار لوگ تھے، کچھ مزدوری اور تجارت بھی کرتے تھے۔ اگرچہ بعد میں جہاد کی بدولت وہ مال دار ہو گئے اور بے شمار غلاموں کی وجہ سے مزدوری اور زمینوں کی محنت سے فارغ ہو گئے، مگر پہلے وہ خود ہی سب کام سرانجام دیتے تھے جس سے انھیں بہت پسینہ آتا، اس پر مزید ان کا اون کا بنا ہوا لباس تھا۔ اون کے لباس اور پسینے اور گرد و غبار کے ملنے سے ان سے کئی طرح کی بو آنے لگی، اس لیے انھیں جمعہ کے دن غسل کا حکم دیا گیا۔ کئی طرح کی بو سے مراد پسینے کی بو، اون کی بو، پھر ہر شخص کے پسینے کی الگ الگ بو ہے۔

٢٠٧٢۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا عِيسَى، عَنْ ثَوْرٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنِ الْمِقْدَامِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ

2072۔ مقدام رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کی، آپ نے فرمایا: ”کسی آدمی نے کبھی کوئی کھانا اس سے بہتر نہیں کھایا کہ وہ اپنے ہاتھوں کی کمائی سے کھائے اور اللہ کے نبی داود علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

عَمَلِ يَدِهِ، وَ إِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ »

٢٠٧٣۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ : « أَنَّ دَاوُدَ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ لَا يَأْكُلُ إِلَّا مِنْ عَمَلِ يَدِهِ » [انظر : ٣٤١٧، ٤٧١٣]

2073۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا: ”نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی کے سوا نہیں کھاتے تھے۔“

فوائد و مسائل 1 اس حدیث سے اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی فضیلت معلوم ہوئی۔ داؤد علیہ السلام کا ذکر خاص طور پر اس لیے فرمایا کہ وہ مجبوری کی وجہ سے ہاتھ کی کمائی نہیں کھاتے تھے بلکہ خلیفۂ وقت تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ ﴾ [صٓ : ٢٦] ”اے داؤد! بے شک ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔“ وہ صرف افضل طریقے سے کھانے کے لیے ہاتھ سے کماتے تھے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے بہترین کمائی ہاتھوں کے کام سے ہونے کی دلیل کے لیے داؤد علیہ السلام کا ذکر فرمایا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں صراحت ہے کہ داؤد علیہ السلام صرف اپنے ہاتھوں کی کمائی کھاتے تھے۔

2 معلوم ہوا ہاتھ سے کام کرنے میں عار نہیں ہونی چاہیے، بعض طالب علم فارغ ہو کر جب تک تدریس یا خطابت وغیرہ کی ملازمت نہ ملے بے کار بیٹھے رہتے ہیں، یہ رویہ درست نہیں۔ جب داؤد علیہ السلام ہاتھ سے زرہیں بنا کر حاصل شدہ کمائی سے کھاتے تھے، رسول اللہ ﷺ جہاد سے حاصل شدہ غنیمت سے گزر اوقات کرتے تھے اور گھر کے کام اپنے ہاتھوں سے کر لیتے تھے تو ہمیں بھی اس سے عار نہیں ہونی چاہیے۔

3 بعض صوفیہ کام کاج چھوڑ کر تسخیر کے خود ساختہ وظائف کرتے اور لوگوں کے نذرانوں کے منتظر رہتے ہیں، خود کوئی کام کرنے کو کسر شان سمجھتے ہیں اور اسے توکل قرار دیتے ہیں، مگر درحقیقت یہ اللہ پر توکل نہیں، لوگوں کی جیبوں پر توکل ہے اور انبیاء علیہم السلام کے طریقے کے خلاف ہے۔

٢٠٧٤۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ، مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : « لَأَنْ يَحْتَطِبَ أَحَدُكُمْ حُزْمَةً عَلَى ظَهْرِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ أَحَدًا فَيُعْطِيَهُ أَوْ يَمْنَعَهُ » [راجع : ١٤٧٠۔ أخرجه مسلم : ١٠٤٢]

2074۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہ بات کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی پیٹھ پر ایندھن کا گٹھا لے کر آئے، اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ کسی سے سوال کرے، پھر وہ اسے دے یا نہ دے۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

٢٠٧٥- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ أَحْبُلَهُ» [راجع: ١٤٧١]

2075۔ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''یہ بات کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی رسیاں لے۔''

فائدہ: حدیث (١٤٧٠) میں اس پر کلام گزر چکا ہے۔ " أَحْبُلٌ " " حَبْلٌ " کی جمع ہے، جیسے " فَلْسٌ " کی جمع " أَفْلُسٌ " ہے۔

١٦- بَابُ السُّهُولَةِ وَالسَّمَاحَةِ فِي الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ وَمَنْ طَلَبَ حَقًّا فَلْيَطْلُبْهُ فِي عَفَافٍ

16۔ باب: خریدنے اور بیچنے میں نرمی اور فراخ دلی اور جو شخص کسی سے اپنا حق مانگے اسے پاکیزہ طریقے سے مانگے

٢٠٧٦- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ، حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «رَحِمَ اللَّهُ رَجُلًا سَمْحًا إِذَا بَاعَ وَإِذَا اشْتَرَى وَإِذَا اقْتَضَى»

2076۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ رحم کرے اس بندے پر جو فراخ دل ہے جب فروخت کرے اور جب خریدے اور جب تقاضا کرے۔''

فائدہ: " سُهُوْلَةٌ " اور " سَمَاحَةٌ " معنی میں قریب قریب ہیں، دونوں میں نرمی کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ " سُهُوْلَةٌ " (نرمی) کا تعلق فعل سے ہے اور " سَمَاحَةٌ " (سخاوت) کا تعلق دل سے ہے۔ پاکیزہ طریقے سے حق مانگنے کا مطلب یہ ہے کہ تقاضا کرتے وقت کوئی ناجائز طریقہ اختیار نہ کرے، بلکہ جائز طریقے سے تقاضا کرے، یعنی لین دین میں نرمی، خندہ پیشانی اور اچھے اخلاق کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ تنگ دلی، خودغرضی اور بد اخلاقی سے پرہیز کرنا چاہیے اور رسول اللہ ﷺ کی دعا کا مستحق بننے کی کوشش کرنی چاہیے۔

١٧- بَابُ مَنْ أَنْظَرَ مُوسِرًا

17۔ باب: جو شخص مال دار آدمی کو مہلت دے

٢٠٧٧- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ، أَنَّ رِبْعِيَّ بْنَ حِرَاشٍ حَدَّثَهُ، أَنَّ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ:

2077۔ منصور نے بیان کیا کہ ربعی بن حراش نے اسے بیان کیا کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اسے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''فرشتوں نے تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک آدمی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿ تَلَقَّتِ الْمَلَائِكَةُ رُوحَ رَجُلٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، قَالُوا: أَعَمِلْتَ مِنَ الْخَيْرِ شَيْئًا؟ قَالَ: كُنْتُ آمُرُ فِتْيَانِي أَنْ يُنْظِرُوا وَيَتَجَاوَزُوا عَنِ الْمُوسِرِ﴾ قَالَ: قَالَ: ﴿ فَتَجَاوَزُوا عَنْهُ ﴾

کی روح کو قبض کیا اور (اس سے) کہا: تو نے کوئی نیکی کا کام کیا ہے؟ اس نے کہا: میں اپنے جوانوں کو حکم دیا کرتا تھا کہ وہ مال دار آدمی کو مہلت دیں اور درگزر کریں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو فرشتوں نے اس سے درگزر کیا۔''

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: وَقَالَ أَبُو مَالِكٍ عَنْ رِبْعِيٍّ: كُنْتُ أُيَسِّرُ عَلَى الْمُوسِرِ، وَأُنْظِرُ الْمُعْسِرَ. وَتَابَعَهُ شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنْ رِبْعِيٍّ.

ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا کہ ابو مالک نے ربعی سے کہا: میں مال دار کو سہولت دیتا اور تنگدست کو مہلت دیتا تھا۔ اور شعبہ نے بھی عبدالملک سے، اس نے ربعی سے ایسے ہی بیان کیا۔

وَقَالَ أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنْ رِبْعِيٍّ: ﴿ أُنْظِرُ الْمُوسِرَ وَأَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ ﴾

اور ابوعوانہ نے عبدالملک سے، اس نے ربعی سے یوں بیان کیا: ''میں مال دار کو مہلت دیتا اور تنگدست سے درگزر کرتا تھا۔''

وَقَالَ نُعَيْمُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ رِبْعِيٍّ: ﴿ فَأَقْبَلُ مِنَ الْمُوسِرِ، وَأَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ ﴾ [انظر: ٢٣٩١، ٣٤٥١- أخرجه مسلم: ١٥٦٠]

اور نعیم بن ابی ہند نے ربعی سے بیان کیا: ''میں مال دار کا عذر قبول کرتا تھا اور تنگ دست سے درگزر کرتا تھا۔''

فوائد: 1 مال دار کی تعریف میں اہل علم کا اختلاف ہے، معتبر بات یہ ہے کہ آدمی مال دار یا تنگ دست عرف کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ جس کی حالت ایسی ہو کہ لوگ اسے مال دار سمجھیں وہ مال دار ہے اور جس کا حال ایسا ہو کہ لوگ اسے تنگ دست سمجھتے ہوں وہ تنگ دست ہے۔

2 باب کا مطلب یہ ہے کہ قرض دار خواہ مال دار ہو مگر اس کو مہلت دینا اور اس سے نرمی کرنا بڑا ثواب ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ خلق خدا سے نیکی کرنا اور ان پر شفقت اور مہربانی کی نظر رکھنا اور ہر ایک شخص سے خندہ پیشانی اور خوش خلقی سے پیش آنا تمام نیکیوں کی جڑ ہے۔ یااللہ! تو اپنے فضل وکرم سے ہمارے اخلاق درست کر دے اور غصے اور بد خلقی سے بچائے رکھ۔ مترجم نے تجربہ کیا ہے کہ رنج اور غم ہمیشہ گناہ سے پیدا ہوتا ہے، جو شخص گناہ سے بچا رہے اور ہر قول وفعل میں شریعت کا پابند رہے اس کی زندگی دنیا میں بھی بڑی خوشی کے ساتھ گزرتی ہے اور عقبیٰ کا پوچھنا نہیں۔ (تیسیر الباری)

١٨- بَابُ مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا

18۔ باب: جو کسی تنگدست کو مہلت دے

٢٠٧٨- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ

2078۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کی، آپ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

حَمْزَةَ، حَدَّثَنَا الزُّبَيْدِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ: أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «كَانَ تَاجِرٌ يُدَايِنُ النَّاسَ، فَإِذَا رَأَى مُعْسِرًا قَالَ لِفِتْيَانِهِ: تَجَاوَزُوا عَنْهُ لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يَتَجَاوَزَ عَنَّا، فَتَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهُ» [انظر: ۳۴۸۰۔ أخرجه مسلم: ۱۵۶۲]

نے فرمایا: ''ایک تاجر لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا، وہ جب کسی تنگ دست کو دیکھتا تو اپنے جوانوں سے کہتا: اس سے درگزر کرو، شاید کہ اللہ تعالیٰ ہم سے درگزر فرمائے، تو اللہ تعالیٰ نے اس سے درگزر فرما دیا۔''

فوائد: 1 اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ﴾ [البقرة: ۲۸۰] ''اگر مقروض تنگی والا ہے تو اسے آسانی تک مہلت دو۔'' مطلب یہ ہے کہ مقروض تنگ دست ہو تو اسے مہلت دینا واجب ہے، اسے مارنے یا قید کرنے کی کوئی اجازت نہیں۔ نسائی (۴۶۹۴) میں ابو صالح نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہی روایت بیان کی ہے، اس میں یہ الفاظ بھی ہیں: «إِنَّ رَجُلًا لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ وَكَانَ يُدَايِنُ النَّاسَ» ''ایک آدمی نے کبھی کوئی نیکی کا کام نہیں کیا تھا اور وہ لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا۔''

2 تجاوز (درگزر) میں مہلت دینا، کچھ یا سارا قرض معاف کر دینا اور اچھے طریقے سے تقاضا کرنا بھی شامل ہیں۔ یہ حدیث اور اس سے پہلے باب کی حدیث دلیل ہے کہ معمولی نیکی اگر اللہ کے لیے خاص ہو تو وہ بہت سی برائیوں کا کفارہ بن جاتی ہے اور یہ بھی کہ جس نے کسی کام کا حکم دیا ہو اسے بھی اجر حاصل ہو جاتا ہے، خواہ اس نے خود وہ کام نہ کیا ہو۔ (فتح الباری)

3 پہلی امتوں کے وہ کام جو رسول اللہ ﷺ نے بطور مدح بیان کیے ہوں اور ہماری امت میں منسوخ نہ ہوئے ہوں وہ ہمارے لیے بھی حجت ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ﴾ [الأنعام: ۹۰] ''یہی وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ نے ہدایت دی، سو تو ان کی ہدایت کی پیروی کر۔''

۱۹- بَابٌ: إِذَا بَيَّنَ الْبَيِّعَانِ وَلَمْ يَكْتُمَا وَنَصَحَا

19- باب: جب خرید وفروخت کرنے والے دونوں صاف بیان کر دیں اور کوئی بات نہ چھپائیں اور ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں

وَيُذْكَرُ عَنِ الْعَدَّاءِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ: كَتَبَ لِيَ النَّبِيُّ ﷺ: «هٰذَا مَا اشْتَرَى مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْعَدَّاءِ بْنِ خَالِدٍ، بَيْعَ الْمُسْلِمِ مِنَ الْمُسْلِمِ، لَا دَاءَ وَلَا خِبْثَةَ وَلَا غَائِلَةَ» وَقَالَ قَتَادَةُ: الْغَائِلَةُ الزِّنَا

اور عداء بن خالد رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ نبی ﷺ نے مجھے لکھ کر دیا: ''یہ وہ ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے عداء ابن خالد سے خریدا ہے، مسلمان کی مسلمان سے بیع کی طرح، اس میں نہ کوئی بیماری ہے، نہ کوئی گندی عادت ہے اور نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَالسَّرِقَةُ وَالْإِبَاقُ.

کوئی دھوکا فریب ہے۔" اور قتادہ نے کہا: "اَلْغَائِلَةُ" زنا، چوری اور بھاگ جانے کی عادت ہے۔

وَقِيلَ لِإِبْرَاهِيمَ: إِنَّ بَعْضَ النَّخَّاسِينَ يُسَمِّي آرِيَّ خُرَاسَانَ، وَسِجِسْتَانَ، فَيَقُولُ: جَاءَ أَمْسِ مِنْ خُرَاسَانَ، جَاءَ الْيَوْمَ مِنْ سِجِسْتَانَ، فَكَرِهَهُ كَرَاهِيَةً شَدِيدَةً.

اور ابراہیم (نخعی) سے کہا گیا: بعض جانور بیچنے والے اپنے اصطبل کا نام خُراسان اور بجستان رکھ لیتے ہیں، پھر کہتے ہیں: کل ہی خُراسان سے آیا ہے، آج ہی بجستان سے آیا ہے، تو انھوں نے اسے بہت برا جانا۔

وَقَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ: لَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يَبِيعُ سِلْعَةً يَعْلَمُ أَنَّ بِهَا دَاءً إِلَّا أَخْبَرَهُ.

اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہا: کسی بھی شخص کے لیے وہ سودا بیچنا حلال نہیں جس کے متعلق اسے معلوم ہو کہ اس میں کوئی عیب ہے، الا یہ کہ وہ اسے بتا دے۔

فوائد: 1 اس تعلیق میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عداء بن خالد رضی اللہ عنہ سے غلام خریدا ہے۔ یہ حدیث متصل سند کے ساتھ ترمذی (۱۲۱۶)، ابن ماجہ (۲۲۵۱) اور ابن الجارود (۱۱۰۴) وغیرہ میں موجود ہے۔ ان سب میں ہے کہ بیچنے والے نبی ﷺ تھے، مگر ان کتابوں میں خریدنے والے عداء بن خالد رضی اللہ عنہ کا نام پہلے ہے حالانکہ یہ لکھ کر دینا بیچنے والے کی ذمہ داری ہے، اس کے مطابق صحیح بخاری میں رسول اللہ ﷺ کا نام پہلے ہونا ہی درست ہے اور "اشْتَرَى" بمعنی "بَاعَ" استعمال ہوا ہے جو لغت میں موجود ہے، یعنی وہ غلام رسول اللہ ﷺ نے بیچا تھا، بعض علماء نے کہا کہ یہ بات زیادہ صحیح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خریدا تھا، جیسا کہ بخاری کے الفاظ ہیں، پھر عداء بن خالد رضی اللہ عنہ کی درخواست پر آپ نے تبرک کے طور پر اسے لکھ دیا، حالانکہ لکھ کر دینا اس کی ذمہ داری تھی، کیونکہ وہ بیچنے والا تھا۔

"بَيْعَ الْمُسْلِمِ مِنَ الْمُسْلِمِ" یعنی اس بیع میں دونوں جانب سے ان تمام چیزوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے جن کا اسلام نے حکم دیا ہے، کیونکہ مسلم کی شان یہ نہیں کہ جھوٹ بولے یا فریب دے یا بات کو چھپائے۔ "لَا دَاءَ" یعنی کوئی چھپی ہوئی بیماری مثلاً ٹی بی یا کینسر یا دردِ جگر یا گردہ وغیرہ خراب نہیں ہے۔ اگر ایسی کوئی بیماری ہو جو بائع (بیچنے والے) نے بتا دی ہو تو وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ "وَلَا خِبْثَةَ" یعنی کوئی گندی عادت نہیں۔ "دَاءٌ" جسمانی بیماری اور "خِبْثَةٌ" اخلاقی بیماری۔ "وَلَا غَائِلَةَ" اور نہ کوئی دھوکا فریب ہے۔ ابن بطال نے کہا: "اغْتَالَنِي فُلَانٌ إِذَا احْتَالَ بِحِيلَةٍ يُتْلِفُ بِهَا مَالِي" "اِغْتَالَنِي فُلَانٌ" اس وقت کہتے ہیں جب کسی نے کسی حیلے اور فریب سے آپ کا مال لے لیا ہو۔"

2 امام بخاری رحمہ اللہ کے زمانے میں خُراسان، بجستان، ماوراء النہر میں جنھیں آج کل تاجکستان، کرغیزستان، ازبکستان، جارجیاء وغیرہ کہا جاتا ہے گھوڑے کثرت سے پائے جاتے تھے اور وہاں کے گھوڑوں کا عمدہ ہونا مشہور تھا، آج کل بھی وہاں گھوڑے کثرت سے پائے جاتے ہیں اور ان کا دودھ وہاں بہت قیمتی سمجھا جاتا ہے۔ تو دوسرے ملکوں مثلاً عراق، شام اور حجاز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وغیرہ میں ان کی بہت مانگ تھی، چنانچہ بعض دھوکے باز دلال اپنے جانوروں کے اصطبل کا نام خراسان یا بجستان رکھ دیتے، جیسے کوئی کپڑا بیچنے والا اپنے گودام کا نام جاپان یا چائنا رکھ لے، پھر منڈی میں لا کر کہے کہ یہ کل ہی جاپان سے یا آج ہی چائنہ سے آیا ہے، یہ بدترین دھوکا ہے۔ اس لیے ابراہیم نخعی نے اسے بہت برا قرار دیا۔ اس زمانے میں اس حیلے سے جھوٹ بولتے تھے مگر آج کل تو دھڑلے سے پاکستانی کپڑے وغیرہ پر میڈ ان جاپان یا چائنا کی مہر لگا کر اسے بازار میں بیچا جا رہا ہے۔ کیا اسے کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ "بَيْعَ الْمُسْلِمِ مِنَ الْمُسْلِمِ، لَا دَاءَ وَلَا خِبْثَةَ وَلَا غَائِلَةَ" ہے؟ [نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ هٰذَا الْخِدَاعِ]

٢٠٧٩- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ صَالِحٍ أَبِي الْخَلِيلِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الْحَارِثِ رَفَعَهُ إِلَى حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا - أَوْ قَالَ: حَتّٰى يَتَفَرَّقَا - فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا» [انظر: ٢٠٨٢، ٢١٠٨، ٢١١٠، ٢١١٤- أخرجه مسلم: ١٥٣٢]

2079۔ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیچنے والے اور خریدنے والے دونوں کو (واپس کرنے کا) اختیار ہے جب تک وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں — یا یہ فرمایا: یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے سے جدا ہوں — پھر اگر وہ دونوں سچ کہیں اور صاف بیان کر دیں تو ان کے لیے ان کی بیع میں برکت کی جائے گی اور اگر وہ چھپائیں اور جھوٹ بولیں تو ان کی بیع کی برکت مٹا دی جائے گی۔"

فائدہ: خیار کا مسئلہ بیس (۲۰) حدیثوں کے بعد حدیث (۲۱۰۸) میں آئے گا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ) بائع اور خریدار دونوں کے سچ کہنے اور صاف بات کرنے کا نتیجہ یہ ہے کہ ان دونوں کو اس میں برکت ملے گی اور اگر وہ جھوٹ کہیں گے، بیچی ہوئی چیز کا یا اس کے عوض میں دی گئی چیز کا عیب چھپائیں گے اور ایک دوسرے سے وعدہ خلافی کریں گے تو ان کے لیے اس بیع کی برکت مٹا دی جائے گی۔ اس کی کچھ تفصیل یہ ہے کہ آدمی کا مقصد اپنے ہر کام میں یہ ہوتا ہے کہ اسے خوشی حاصل ہو اور وہ غم سے محفوظ رہے۔ سچ کہنے اور صاف صاف بات کرنے کے نتیجے میں خواہ نفع کی مقدار کم ہو اس سودے میں برکت ہوتی ہے اور آدمی کے لیے باعث راحت ہوتا ہے اور بندہ آفات و مصائب سے محفوظ رہتا ہے، لیکن اگر وہ ناجائز طریقوں سے زیادہ سے زیادہ مال کما لے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشی سے محروم اور غم میں مبتلا رہتا ہے، پھر اس بے شمار مال کا کیا فائدہ۔ سود کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ﴾ [البقرة: ٢٧٦] "اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔" میرے والد صاحب رحمہ اللہ اس کی ایک مثال بیان کیا کرتے تھے کہ ایک آدمی کہنے لگا: کبھی میرا یہ کمرہ پورا نوٹوں سے بھر جائے تو بڑی بات ہے، دوسرے بھائی نے کہا اور اگر دو کمروں کے برابر نوٹوں کی چٹی پڑ جائے تو کیا کرو گے۔ ایک کم مال والا مزدور یا تاجر جو شام کو تھکا ہارا گھر آ کر آرام سے سو جاتا ہے اس ارب پتی سے کہیں زیادہ خوش

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے اور غم سے آزاد ہے جسے ائیر کنڈیشن میں نرم بستر پر گولی کے بغیر نیند نہیں آتی اور جسے بے شمار دولت کے باوجود غموں اور فکروں نے گھیر رکھا ہے۔ اس کے مقابلے میں ایسا غنی جو سچ کہتا ہے، صاف بات کرتا ہے، حرام سے بچتا ہے، مال میں اللہ اور اس کے بندوں کا حق ادا کرتا ہے اسے وہ برکت عطا ہوتی ہے جو اس شخص کو کبھی حاصل نہیں ہو سکتی جو جھوٹ اور فریب کے ساتھ حرام طریقے سے زیادہ سے زیادہ مال جمع کرتا ہے، اس کا نتیجہ برکت سے محرومی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہی مال اس کے لیے غم و اندوہ کا باعث بن جاتا ہے، فرمایا: ﴿فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ﴾ [التوبة : ٥٥] ”تجھے نہ ان کے اموال بھلے معلوم ہوں اور نہ ان کی اولاد، اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ انھیں ان کے ذریعے دنیا کی زندگی میں عذاب دے اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہوں۔“ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دنیا کا حصول بھی پوری طرح عمل صالح ہی سے ہوتا ہے اور گناہوں کی شامت کے نتیجے میں آدمی دنیا و آخرت دونوں کی خیر سے محروم ہو جاتا ہے۔

٢٠- بَابُ بَيْعِ الْخِلْطِ مِنَ التَّمْرِ

20- باب: ملی جلی کھجوروں کی بیع

٢٠٨٠- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : كُنَّا نُرْزَقُ تَمْرَ الْجَمْعِ وَهُوَ الْخِلْطُ مِنَ التَّمْرِ، وَكُنَّا نَبِيعُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : «لَا صَاعَيْنِ بِصَاعٍ وَلَا دِرْهَمَيْنِ بِدِرْهَمٍ» [أخرجه مسلم : ١٥٩٥]

2080- ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ہمیں متعدد قسم کی ملی جلی کھجوریں دی جاتی تھیں اور ہم (ملی جلی کھجوروں کے) دو صاع (اچھی کھجوروں کے) ایک صاع کے بدلے بیچ دیتے تھے، تو نبی ﷺ نے فرمایا: ”نہ دو صاع ایک صاع کے بدلے جائز ہیں اور نہ دو درہم ایک درہم کے بدلے (جائز ہیں)۔“

فائدہ: اس باب کی ضرورت اس لیے ہے کہ بعض اجناس میں اعلیٰ قسم اور ادنیٰ قسم کو ملا دیا جائے تو خریدنے والے کو پتا نہیں چلتا اور اگر اسے بتایا نہ جائے تو وہ اعلیٰ کے دھوکے میں خرید لیتا ہے، اس لیے یہ خیال ہو سکتا تھا کہ شاید ملی جلی کھجوریں بیچنا جائز نہیں ہوگا۔ حدیث سے معلوم ہوا کہ ایسی کھجوریں بیچنا جائز ہے، کیونکہ ان کا ملا جلا ہونا چھپا نہیں رہتا، البتہ کھجوروں کی کھجوروں کے ساتھ بیع برابر ہونا اور نقد ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح درہموں کی درہموں کے ساتھ بیع کا معاملہ ہے۔ مفصل بات حدیث (۲۲۰۱) میں آئے گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

٢١- بَابُ مَا قِيلَ فِي اللَّحَّامِ وَالْجَزَّارِ

21- باب: جو گوشت بیچنے والے اور قصائی کے متعلق کہا گیا ہے

٢٠٨١- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا أَبِي،

2081- ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انصار کا ایک

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ : حَدَّثَنِي شَقِيقٌ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ : جَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، يُكْنَى أَبَا شُعَيْبٍ، فَقَالَ لِغُلَامٍ لَهُ قَصَّابٍ : اجْعَلْ لِي طَعَامًا يَكْفِي خَمْسَةً، فَإِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَدْعُوَ النَّبِيَّ ﷺ خَامِسَ خَمْسَةٍ، فَإِنِّي قَدْ عَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ الْجُوعَ، فَدَعَاهُمْ، فَجَاءَ مَعَهُمْ رَجُلٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : « إِنَّ هَذَا قَدْ تَبِعَنَا، فَإِنْ شِئْتَ أَنْ تَأْذَنَ لَهُ فَأْذَنْ لَهُ وَإِنْ شِئْتَ أَنْ يَرْجِعَ رَجَعَ » فَقَالَ : لَا، بَلْ قَدْ أَذِنْتُ لَهُ . [انظر : ٢٤٥٦، ٥٤٣٤، ٥٤٦١۔ اخرجه مسلم : ٢٠٣٦]

آدمی آیا جس کی کنیت ابوشعیب تھی اور اس نے اپنے ایک قصائی غلام سے کہا: میرے لیے کھانا بناؤ جو پانچ آدمیوں کے لیے کافی ہو، کیونکہ میرا ارادہ ہے کہ میں نبی ﷺ کو دعوت دوں جو پانچ میں سے پانچویں ہوں، کیونکہ میں نے آپ ﷺ کے چہرے میں بھوک کے آثار دیکھے ہیں، پھر اس نے انھیں بلایا تو ان کے ساتھ ایک اور آدمی آ گیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”یہ بندہ ہمارے ساتھ آ گیا ہے، اگر اسے اجازت دینا چاہو تو اجازت دے دو، اگر چاہو کہ یہ واپس چلا جائے تو چلا جائے گا۔“ اس نے کہا: نہیں، بلکہ میں نے اسے اجازت دے دی۔

فائدہ: بعض پیشوں کو عام طور پر معیوب سمجھا جاتا ہے، ان میں سے قصاب بھی ہے کہ بظاہر اس میں ایک طرح کی بے رحمی پائی جاتی ہے۔ ہندو اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے لوگ گوشت کھانے سے پرہیز کرتے اور اس کو اپنی خوبی سمجھتے ہیں، کئی صوفی ہندو جوگیوں کی طرح خود ساختہ چلے کرتے ہوئے جلالی و جمالی پرہیز کرتے ہیں، یعنی کوئی جاندار یا جاندار سے نکلنے والی چیز نہیں کھاتے، دودھ، گھی، شہد، انڈے، گوشت اور ان سے بنی اشیاء چھوڑ دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اعلیٰ درجے کی نعمتیں ہیں، جس سے ان کا شیطان سے تعلق مضبوط ہو جاتا ہے اور ان سے شعبدے ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ ایک تو وظائف خود ساختہ پھر طریقے غیر مسلموں کے، اس کے ساتھ انسانی جسم کی ضروری غذاؤں سے پرہیز کے نتیجے میں خشکی پیدا ہو کر دماغ ماؤف ہو جاتا ہے اور جب عقل سے عاری ہو جاتے ہیں تو پہنچے ہوئے قرار دے دیے جاتے ہیں، خواہ شیطان کی بارگاہ میں یا جہنم میں پہنچ گئے ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ گوشت رسول اللہ ﷺ کی مرغوب غذا تھی۔ جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ”نبی ﷺ ہمارے گھر میں ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم نے آپ کے لیے بکرا ذبح کیا۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: « كَأَنَّهُمْ عَلِمُوْا أَنَّا نُحِبُّ اللَّحْمَ » ”گویا ان لوگوں کو معلوم ہو گیا ہے کہ ہم گوشت سے محبت رکھتے ہیں۔“ [ترمذي في الشمائل المحمديه (١٨٠)، وقال الألباني رحمه الله : صحيح] اب خود ہی غور کریں کہ جس چیز سے رسول اللہ ﷺ محبت کرتے ہوں اسے بنانے اور بیچنے والا یعنی قصاب معیوب کیسے ہو سکتا ہے۔ مسلم قوم مجاہد قوم ہے، ان کے ہاں گوشت ایک ضروری غذا ہے جسے کھانے سے شجاعت اور ترک کرنے سے بزدلی پیدا ہوتی ہے، جیسا کہ ہندوؤں کی بزدلی مشہور عالم ہے۔ امام بخاری نے قصاب کے علاوہ متعدد پیشوں کے ابواب قائم کر کے قرآن و حدیث سے ان کا ثبوت ذکر کیا ہے۔ اس باب میں مذکور حدیث کے مزید فوائد ”كتاب الأطعمة“ کی حدیث (۵۴۳۴) میں بیان ہوں گے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

٢٢- بَابُ مَا يَمْحَقُ الْكَذِبُ وَالْكِتْمَانُ فِي الْبَيْعِ

22- باب: بیع میں جھوٹ بولنا اور (عیب کو) چھپانا برکت کو مٹا دیتا ہے

٢٠٨٢- حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْخَلِيلِ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا - أَوْ قَالَ: حَتَّى يَتَفَرَّقَا - فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا» [راجع: ٢٠٧٩- أخرجه مسلم: ١٥٣٢]

2082- حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''خریدنے اور بیچنے والے دونوں کو (بیع واپس کرنے کا) اختیار ہے جب تک وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں۔ یا فرمایا: یہاں تک کہ جدا ہوں۔ پھر اگر دونوں سچ بولیں اور صاف بیان کر دیں تو ان کے لیے ان کی بیع میں برکت کی جائے گی اور اگر وہ دونوں چھپائیں اور جھوٹ بولیں تو ان کی بیع کی برکت مٹا دی جائے گی۔''

فائدہ اس حدیث کی شرح (۲۰۷۹) میں گزر چکی ہے۔

٢٣- بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ [آل عمران: ١٣٠]

23- باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! سود مت کھاؤ کئی گنا، جو دگنے کیے ہوئے ہوں اور اللہ سے ڈرو، تاکہ تم فلاح پاؤ''

فائدہ تفسیر القرآن الکریم میں ہے: ''شاید سود کا ذکر یہاں (جنگِ اُحد کے تذکرے میں) اس لیے فرمایا کہ اوپر (آیت ۱۲۲ میں) ذکر ہوا جہاد میں نامردی کا اور سود کھانے سے نامردی آتی ہے دو سبب سے: ایک یہ کہ مال حرام کھانے سے توفیقِ اطاعت کم ہوتی ہے اور بڑی اطاعت جہاد ہے اور دوسرے یہ کہ سود لینا کمال بخل ہے۔ چاہیے تھا کہ اپنا مال جتنا دیا تھا لے لیتا، درمیان میں کسی کا کام نکل جاتا، یہ بھی مفت نہ چھوڑے، اس کا جدا بدلہ چاہے، تو جس کو مال پر اتنا بخل ہو وہ جان کب دینا چاہے گا۔ (موضح القرآن) پھر انصار کے یہود کے ساتھ سودی لین دین کے تعلقات تھے اور اُحد میں منافقینِ یہود کی وجہ سے نقصان پہنچا تھا، گویا اس کو حرام قرار دے کر ان تعلقات کو ختم کر دیا۔

''اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً'' سے بعض لوگوں نے ''سود مرکب'' کو حرام اور ''سود مفرد'' کو حلال ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، حالانکہ یہاں اس زمانے کے سود خوروں کی سنگ دلی بیان ہو رہی ہے، جو آج بھی موجود ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں بہت سے لوگ دوسروں کو سودی قرض دیا کرتے تھے، جب قرض کی میعاد ختم ہو جاتی تو مقروض سے کہتے: ''قرض ادا کرو ورنہ سود میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اضافہ کرو۔" قرض ادا نہ کرنے کی صورت میں میعاد میں توسیع کر دی جاتی اور سود کی مقدار میں اضافہ کر دیا جاتا۔ اس طرح کچھ عرصے کے بعد سود کی مقدار اصل زر سے بھی کئی گنا زیادہ ہو جاتی اور یہ سود تجارتی اور غیر تجارتی دونوں طرح کا ہوتا تھا، جیسا کہ اس آیت کی تفسیر کے تحت تابعین نے تصریح کی ہے۔ سودی کاروبار کی اس بھیانک صورت کی طرف قرآن نے "أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً" کے الفاظ سے اشارہ فرمایا ہے، ورنہ یہ مطلب نہیں کہ مرکب سود حرام اور سادہ جائز ہے۔ اسلام میں ہر قسم کا سود حرام ہے، صرف قرض کی ایک صورت جائز ہے، جیسا کہ فرمایا: ﴿وَإِن تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ﴾ [البقرة : ٢٧٩] "اور اگر تم توبہ کر لو تو تمھیں اپنے اصل مال لینے کی اجازت ہے، نہ تم ظلم کرو گے اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔"

٢٠٨٣- حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ، لَا يُبَالِي الْمَرْءُ بِمَا أَخَذَ الْمَالَ، أَمِنْ حَلَالٍ أَمْ مِنْ حَرَامٍ» [راجع : ٢٠٥٩]

2083- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی پروا نہیں کرے گا کہ اس نے کس طریقے سے مال حاصل کیا ہے، کیا حلال سے یا حرام سے۔"

فائدہ: اس کی شرح حدیث (٢٠٥٩) میں گزر چکی ہے۔ حافظ رحمہ اللہ نے کہا: شاید اس باب کے ساتھ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جو سنن نسائی (٤٤٥٥) میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَأْكُلُونَ الرِّبَا، فَمَنْ لَمْ يَأْكُلْهُ أَصَابَهُ مِنْ غُبَارِهِ» "لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ سود کھائیں گے اور جو سود نہیں کھائے گا اسے اس کا غبار پہنچ جائے گا۔" (فتح الباری) مگر یہ حدیث ضعیف ہے، کیونکہ اسے حسن بصری نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے جب کہ انھوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا نہیں، اس لیے یہ منقطع ہے۔

٢٤- بَابُ آكِلِ الرِّبَا وَشَاهِدِهِ وَكَاتِبِهِ

24- باب: سود کھانے والا اور اس کی شہادت دینے والا اور اسے لکھنے والا

وَقَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَن جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّهِ فَانتَهَىٰ فَلَهُ

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں کھڑے نہیں ہوں گے مگر جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر خبطی بنا دیا ہو۔ یہ اس لیے کہ انھوں نے کہا: بیع تو سود ہی کی طرح ہے، حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مَا سَلَفَ ؕ وَ اَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ [البقرة : ۲۷۵]

کیا اور سود کو حرام کیا، پھر جس کے پاس اس کے رب کی طرف سے کوئی نصیحت آئے پس وہ باز آ جائے تو جو پہلے ہو چکا وہ اسی کا ہے اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے اور جو دوبارہ ایسا کرے تو وہی آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔‘‘

فائدہ تفسیر القرآن الکریم میں ہے: ’’ اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا...... ‘‘ یعنی سود خور قیامت کے دن مخبوط الحواس اور پاگل ہو کر اٹھیں گے۔ دنیا میں بھی بے پناہ حرص کی وجہ سے ان کی یہی حالت ہوتی ہے۔ ’’ الرِّبٰوا ‘‘ کا لفظی معنی بڑھنا، زیادہ ہونا ہے، جیسے فرمایا: ﴿ فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْ ﴾ [الحج : ۵] ’’پھر جب ہم اس پر پانی اتارتے ہیں تو وہ لہلہاتی ہے اور ابھرتی ہے۔‘‘ شریعت کی اصطلاح میں قرض دے کر اصل مال سے جو زیادہ لیا جاتا ہے اسے ’’ربا‘‘ کہتے ہیں۔ (راغب) یعنی کسی قرض پر بغیر کسی مالی معاوضہ کے محض مہلت بڑھا دینے کی بنا پر زیادہ حاصل کیا جائے۔ [ابن العربی : ۱/ ۳۲۱] موجودہ بینکنگ کا نظام بھی واضح سود پر مبنی ہے۔ سیونگ اکاؤنٹ اور پی ایل ایس تو واضح سود ہیں، کرنٹ اکاؤنٹ میں اگرچہ سود نہیں دیا جاتا مگر بینک وہ رقم آگے سود پر چلاتا ہے۔ آج کل اسلامی بینکنگ کا بہت شور ہے مگر علماء نے، جن میں حنفی علماء بھی شامل ہیں، اسے سودی حیلہ پر مبنی قرار دیا ہے۔ بیمہ (انشورنس) بھی سود اور جوئے کا مرکب ہے۔ اسی طرح انعامی بانڈ بھی سود اور جوئے کا مرکب ہے۔ سود کی ایک صورت نقد اور ادھار کی قیمتوں کا فرق ہے، قسطوں کا کاروبار اسی طرح چل رہا ہے، حالانکہ یہ رقم سود ہے، مثلاً ایک شخص کہے کہ میں تمھیں ایک ہزار روپے ادھار قرض دیتا ہوں مگر میں تم سے گیارہ سو روپے لوں گا اس کے سود ہونے میں کیا شبہ ہے۔ اسی طرح ایک چیز جس کی قیمت سب جانتے ہیں کہ ایک ہزار ہے، بیچنے والے اور لینے والے کو بھی علم ہے، پھر وہ اسے قسطوں پر گیارہ سو میں دیتا ہے، تو یہ کیوں سود نہیں؟ سود خواہ کوئی ذاتی ضرورت کے لیے لے یا تجارت کے لیے جب اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا تو ہر طرح کا سود حرام ہے۔ اگر کوئی بچنا چاہے تو اسے واضح سود کے ساتھ سود کے حیلے اور سود کے شک والے معاملات سے بھی بچنا ہوگا۔

’’ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ‘‘ یعنی ان کی یہ حالت اس لیے ہوگی کہ انھوں نے بیع، یعنی فروخت کو بھی سود جیسا قرار دیا اور سود کو اتنا حلال قرار دیا کہ بیع کی حلت کا سبب بھی سود کے ساتھ مشابہت کو قرار دیا، بقول زمخشری ’’انھوں نے بیع کو سود کے مشابہ سود کی حلت میں مبالغہ کے لیے قرار دیا۔‘‘ ان ظالموں کے نزدیک بیع اور سود میں کوئی فرق نہیں، کیونکہ دونوں میں نفع آتا ہے۔ آج کل کفار کی تہذیب سے متاثر نیا روشن خیال تاریک دل طبقہ بھی سود کو ایک کاروبار سمجھتا ہے، حالانکہ دونوں میں واضح کئی فرق ہیں جن میں سے بڑا اور بنیادی فرق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے، دونوں برابر کیسے ہو گئے؟ علاوہ ازیں ایک فرق یہ ہے کہ تجارت میں نفع بھی ہوتا ہے نقصان بھی جب کہ سودی قرض لینے

’’ محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ‘‘

www.KitaboSunnat.com

والے کو نفع ہو یا نقصان سود خور نے (خواہ ایک شخص ہو یا بینک) ہر حال میں پوری رقم مع سود وصول کرنی ہے جو آئندہ بڑھتی ہی جائے گی۔ اس لیے سود ظلم اور مفت خوری کی بدترین شکل ہے۔

"يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ" یعنی شیطان کا آدمی کو نقصان پہنچانا، خصوصاً اس کے دماغ پر حملہ آور ہونا کئی آیات و احادیث سے ثابت ہے، مثلاً چوکے مارنا اور غصہ دلانا، فرمایا: ﴿ وَ قُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ﴾ [المؤمنون : ۹۸] "اور تو کہہ اے میرے رب! میں شیطانوں کی اکساہٹوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔" بہکا کر حیران چھوڑ دینا، فرمایا: ﴿ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِي الْاَرْضِ حَيْرَانَ ﴾ [الأنعام : ۷۱] "اس شخص کی طرح جسے شیطانوں نے زمین میں بہکا دیا، اس حال میں کہ حیران ہے۔" تکلیف یا بیماری میں مبتلا کر دینا، فرمایا: ﴿ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّ عَذَابٍ ﴾ [صٓ : ۴۱] "بے شک شیطان نے مجھے بڑا دکھ اور تکلیف پہنچائی ہے۔" بھلا دینا، فرمایا: ﴿ وَ مَاۤ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ﴾ [الكهف : ٦٣] "اور مجھے وہ (بات) نہیں بھلائی مگر شیطان نے کہ میں اس کا ذکر کروں۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: « إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِيْ مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ » [بخاري : ۲۰۳۸] "شیطان انسان میں خون کی گردش کی طرح گردش کرتا ہے۔" الغرض! شیطان کے انسان کو چھو کر خبطی بنا دینے سے انکار قرآن و حدیث سے انکار ہے۔ البتہ مجھے آج تک کوئی ایسی حدیث یا رسول اللہ ﷺ کے زمانے کا کوئی ایسا واقعہ نہیں ملا جس میں ذکر ہو کہ شیطان یا جن نے کسی آدمی کے جسم میں داخل ہو کر اس کی زبان پر گفتگو کی ہو، صرف مشاہدہ اس کی ناکافی دلیل ہے، کیونکہ " اَلْجُنُوْنُ فُنُوْنٌ "یعنی جنون کی بہت سی شکلیں ہوتی ہیں۔ (واللہ اعلم)

"فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَ اَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ" یعنی سود کی حرمت کا حکم آنے کے بعد جو سود سے باز آ جائے وہ پہلے جو سود لے چکا ہے اس کا مطالبہ اس سے نہیں کیا جائے گا، البتہ اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے، وہ اس کے آئندہ طرز عمل، ندامت، توبہ کو دیکھ کر فیصلہ فرمائے گا۔ یاد رہے یہ اس وقت کی بات ہے جب سود کی حرمت کا حکم نازل نہیں ہوا تھا، اب سود کی حرمت کو جانتے ہوئے کوئی شخص ساری عمر سود کھا کر آخر میں چھوڑ دے تو وہ مال اس کا نہیں ہو جائے گا بلکہ اسے حتی الامکان اس کے مالکوں کو لوٹانا ہوگا اور جو نہ لوٹا سکے اس پر توبہ اور استغفار کرنا ہوگا۔

"وَ مَنْ عَادَ فَاُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ" یہ سود خوروں کے لیے سخت وعید ہے۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی سود کھانے والے پر، سود دینے والے پر، سود لکھنے والے پر اور سودی لین دین کے گواہوں پر اور آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ سب (گناہ میں) برابر ہیں۔" [مسلم : ۱۵۹۸] بعض نے "وَ مَنْ عَادَ" کے یہ معنی کیے ہیں کہ حرام قرار دیے جانے کے بعد بھی اگر کوئی بیع اور سود کو برابر قرار دے گا اور سود کو حلال سمجھ کر کھائے گا تو ایسا شخص چونکہ کافر ہے، اس لیے اسے ہمیشہ کے لیے دوزخی قرار دیا ہے۔ (شوکانی)

۲۰۸۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ،

2084۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب سورۂ بقرہ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : لَمَّا نَزَلَتْ آخِرُ الْبَقَرَةِ قَرَأَهُنَّ النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْهِمْ فِي الْمَسْجِدِ، ثُمَّ حَرَّمَ التِّجَارَةَ فِي الْخَمْرِ . [راجع : ٤٥٩۔ أخرجه مسلم : ١٥٨٠]

آخری آیات نازل ہوئیں، نبی ﷺ نے انھیں مسجد میں صحابہ کے سامنے پڑھا، پھر شراب کی تجارت کو حرام قرار دے دیا۔

فائدہ: اس حدیث پر کلام (۴۵۹) میں گزر چکا ہے اور تجارتِ خمر کی تحریم (۲۲۲۶) میں آئے گی۔ (ان شاء اللہ)

٢٠٨٥۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : «رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي، فَأَخْرَجَانِي إِلَى أَرْضٍ مُقَدَّسَةٍ، فَانْطَلَقْنَا حَتَّى أَتَيْنَا عَلَى نَهَرٍ مِنْ دَمٍ، فِيهِ رَجُلٌ قَائِمٌ وَعَلَى وَسَطِ النَّهَرِ رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ، فَأَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِي فِي النَّهَرِ فَإِذَا أَرَادَ الرَّجُلُ أَنْ يَخْرُجَ رَمَى الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِي فِيهِ، فَرَدَّهُ حَيْثُ كَانَ، فَجَعَلَ كُلَّمَا جَاءَ لِيَخْرُجَ رَمَى فِي فِيهِ بِحَجَرٍ، فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ، فَقُلْتُ مَا هَذَا ؟ فَقَالَ : الَّذِي رَأَيْتَهُ فِي النَّهَرِ آكِلُ الرِّبَا» [راجع : ٨٤٥۔ أخرجه مسلم : ٢٢٧٥، مختصرًا بقطعة لم ترد في هذه الطريق]

2085۔ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''آج رات میں نے دو آدمیوں کو دیکھا، وہ میرے پاس آئے اور مجھے ارضِ مقدس کی طرف لے گئے، تو ہم چلے یہاں تک کہ خون کی ایک ندی پر آئے جس میں ایک آدمی کھڑا تھا اور ندی کے درمیان میں ایک آدمی تھا جس کے آگے پتھر رکھے ہوئے تھے۔ تو وہ شخص جو ندی میں تھا آگے بڑھا جب وہ نکلنے لگا تو (کنارے والے) آدمی نے اس کے منہ پر پتھر دے مارا اور اسے واپس وہیں پہنچا دیا جہاں وہ پہلے تھا، پھر وہ جب بھی باہر نکلنے کے لیے آتا وہ اس کے منہ پر پتھر مارتا اور وہ واپس وہیں پہنچ جاتا جہاں پہلے تھا۔ تو میں نے ان سے پوچھا: یہ کیا معاملہ ہے؟ کہا: جسے تم نے ندی میں دیکھا وہ سود کھانے والا ہے۔''

فوائد: 1 یہ حدیث یہاں مختصر ذکر ہوئی ہے، مفصل طویل حدیث (۱۳۸۶) میں گزر چکی ہے۔ یہاں ایک سوال ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں سود کھانے والے کا ذکر تو ہے مگر بظاہر باب میں مذکور اسے لکھنے والے اور شہادت دینے والے کا ذکر نہیں۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ سود کھانے والے کی اعانت کی وجہ سے انھیں بھی اس کے ساتھ شامل کر دیا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں سورۂ بقرہ کی آخری آیات کے نزول کا ذکر ہے جس میں ہے: ﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ اور اس میں یہ بھی ہے: ﴿اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ﴾ اور اس ضمن میں ہے: ﴿وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ﴾ [البقرۃ : ۲۸۲] تو جب اللہ تعالیٰ نے بیع کو لکھنے اور اس میں گواہ بنانے کا حکم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیا جسے اس نے حلال قرار دیا تو اس سے ثابت ہوا کہ سود کو لکھنا اور اس کا گواہ بننا حرام ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام قرار دیا ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے حسبِ عادت صحیح مسلم میں مروی جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث (۱۵۹۸) کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں کاتب اور شاہد کے صریح الفاظ موجود ہیں: « لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آكِلَ الرِّبَا، وَمُؤْكِلَهُ، وَكَاتِبَهُ، وَشَاهِدَيْهِ، وَقَالَ هُمْ سَوَاءٌ » ''رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے، اسے کھلانے والے، اس کی شہادت دینے والے، اسے لکھنے والے پر لعنت فرمائی اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ سب برابر ہیں۔'' (فتح الباری)

2 امام طبری رحمہ اللہ نے کہا: سود کھانے والے کا ذکر خاص طور پر اس لیے فرمایا کہ جن لوگوں کے بارے میں مذکورہ آیات نازل ہوئیں ان کا کھانا پینا سودی آمدنی سے تھا، ورنہ سود کی وعید ہر سود لینے والے پر ہے خواہ اسے کھائے یا نہ کھائے۔

٢٥- بَابُ مُوكِلِ الرِّبَا

25۔ باب: سود کھلانے والا

لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ۝ وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ۭ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۣ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾ [البقرة: ٢٧٨-٢٨١]

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور سود میں سے جو باقی ہے اسے چھوڑ دو اگر تم مومن ہو۔ پھر اگر تم نے یہ نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے بڑی جنگ کے اعلان سے آگاہ ہو جاؤ اور اگر تم توبہ کر لو تو تمھارے لیے تمھارے اصل مال ہیں، نہ تم ظلم کرو گے اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔ اور اگر کوئی تنگی والا ہو تو آسانی تک مہلت دینا لازم ہے اور یہ بات کہ صدقہ کر دو تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔ اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے، پھر ہر شخص کو پورا دیا جائے گا جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: هٰذِهِ آخِرُ آيَةٍ نَزَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ٤٥٤٤]

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ آخری آیت ہے جو نبی ﷺ پر نازل ہوئی۔

فائدہ: تفسیر القرآن الکریم میں ہے: اس آیت میں واضح حکم دیا گیا ہے کہ اگر تم مومن ہو تو تمھارا جو سود لوگوں کے ذمے ہے چھوڑ دو۔ معلوم ہوا کہ سود اور ایمان دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے وہ تمام سود باطل قرار دے دیے جو قریش، ثقیف اور دوسرے عرب قبائل میں سے بعض تاجروں کے اپنے قرض داروں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ذمے باقی تھے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے اعلان فرمایا: ''جاہلیت کے زمانے کے تمام سود میرے قدموں کے نیچے پامال کر دیے گئے ہیں اور سب سے پہلا سود جو میں باطل قرار دیتا ہوں وہ ہمارے سودوں میں سے عباس بن عبدالمطلب (رضی اللہ عنہ) کا سود ہے، وہ پورے کا پورا چھوڑ دیا گیا ہے۔'' [مسلم : ۱۲۱۸، عن جابر رضي الله عنه] ''فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ'' میں ''بِحَرْبٍ'' لفظ پر تنوین تعظیم کے لیے ہے، اس لیے ''بڑی جنگ'' ترجمہ کیا ہے۔ ''أَذِنَ يَأْذَنُ (س)'' کا صلہ اگر لام ہو، مثلاً ''أَذِنَ لَهٗ'' تو اس کا معنی ''اِسْتَمَعَ'' ہوتا ہے، یعنی کان لگانا، سننا اور اگر ''أَذِنَ بِهٖ'' ہو تو اس کا معنی ''عَلِمَ بِهٖ'' ہوتا ہے، یعنی جاننا، آگاہ ہونا، خبردار ہونا۔ (قاموس) یعنی اگر تم نے سود نہ چھوڑا تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سے آگاہ اور خبردار ہو جاؤ۔ اور یہ وہ وعید ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے دوسرے کسی جرم کے بارے میں اتنے واضح الفاظ میں نہیں دی گئی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابن سیرین، حسن بصری اور بعض دیگر ائمہ رحمہم اللہ کے نزدیک سود خور کو توبہ پر مجبور کیا جائے گا، اگر پھر بھی روش نہ بدلے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ (ابن کثیر) ''لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ'' یعنی اصل مال سے زائد وصول کرو تو یہ تمھارا لوگوں پر ظلم ہوگا اور اگر تمھیں اصل مال بھی نہ ملے تو یہ لوگوں کا تم پر ظلم ہوگا اور یہ دونوں چیزیں ہی انصاف کے خلاف ہیں۔ (ابن کثیر)

٢٠٨٦۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَوْنِ ابْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ : رَأَيْتُ أَبِي اشْتَرَى عَبْدًا حَجَّامًا، فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَثَمَنِ الدَّمِ، وَنَهَى عَنِ الْوَاشِمَةِ وَالْمَوْشُومَةِ، وَآكِلِ الرِّبَا وَمُوكِلِهِ، وَلَعَنَ الْمُصَوِّرَ . [انظر : ٢٢٣٨، ٥٣٤٧، ٥٩٤٥، ٥٩٦٢]

2086۔ عون بن ابی جحیفہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے اپنے والد کو دیکھا، انھوں نے ایک سینگی لگانے والا غلام خریدا (تو اس کے سینگی لگانے کے آلات کو توڑنے کا حکم دے دیا) میں نے ان سے سوال کیا، تو انھوں نے کہا: نبی ﷺ نے کتے کی قیمت سے اور خون کی قیمت سے منع فرمایا اور گودنے والی اور گدوانے والی اور سود کھانے والے اور سود کھلانے والے (کے کاموں) سے منع فرمایا اور تصویر بنانے والے پر لعنت فرمائی۔

فوائد: 1 ''حجامہ'' سینگی لگانے کو کہتے ہیں، آج کل اس کے لیے نئے آلات ایجاد ہو چکے ہیں جن میں منہ کے ساتھ ہوا کھینچنے کی ضرورت نہیں رہی۔ اس سے پہلے گائے کا چھوٹا سا سینگ لے کر اس کی نوک میں سوراخ کر کے اس کے ساتھ موم رکھ لیتے تھے، پھر جہاں سینگی لگانا ہوتی وہاں وہ سینگ رکھ کر اس کی نوک پر منہ رکھ کر ہوا کھینچتے، جس سے وہ اس جگہ پر چمٹ جاتا، ساتھ ہی موم کے ساتھ اس سوراخ کو بند کر دیتے۔ کچھ دیر کے بعد وہ جگہ ابھر آتی، پھر سینگی اتار کر اس جگہ استرے کے ساتھ پچھ لگاتے، پھر سینگی لگا کر دوبارہ منہ کے ساتھ چوستے جس سے بعض اوقات منہ میں بھی خون آ جاتا، پھر موم لگا کر سوراخ بند کر دیتے اور سینگی دوبارہ چمٹ جاتی۔ جب وہ خاصا خون جذب کر لیتی تو اتار کر خون صاف کر دیا جاتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بعض اوقات پچھنے کے بغیر بھی سینگی لگائی جاتی ہے جس سے درد کو آرام ہو جاتا ہے۔ اس سے بہت سی بیماریوں کا علاج کیا جاتا، اب بھی یہ بہترین علاج ہے۔ حدیث میں اس کی بہت تعریف آئی ہے، رسول اللہ ﷺ نے منہ میں خون آنے کے خدشے کے پیشِ نظر اس سے کراہت کا اظہار فرمایا اور اس کی اجرت سے منع فرمایا، مگر اس کی اجرت حرام نہیں مکروہ ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے خود سینگی لگوائی اور سینگی لگانے والے کو اجرت بھی دی۔

2 گودنا یہ ہے کہ جلد میں سوئی کی نوک کے ساتھ سیاہی یا نیل وغیرہ بھر دیا جاتا ہے اور ان نقطوں کے ساتھ نقش و نگار بنا دیے جاتے ہیں یا کچھ لکھ دیا جاتا ہے۔ یہ کام عموماً عورتیں کرتی اور کرواتی ہیں، پھر خواہ مرد کریں یا عورتیں کرنے اور کروانے والے دونوں پر لعنت ہے۔

3 میرے والد نے ایک سینگی لگانے والا غلام خریدا، میں نے ان سے سوال کیا: یہاں اس حدیث میں اتنے ہی الفاظ ہیں، سوال کی وجہ بیان نہیں ہوئی، لیکن آگے چل کر حدیث (۲۲۳۸) میں اس کی وجہ بھی مذکور ہے کہ انھوں نے اس غلام کے سینگی لگانے کے آلات توڑنے کا حکم دیا تو میں نے ان سے سوال کیا، اس لیے ترجمہ میں یہ الفاظ قوسین میں لکھ دیے گئے ہیں۔

4 نبی ﷺ نے کتے کی قیمت سے منع فرمایا: سنن نسائی (۴۲۹۵، ۴۶۶۸) میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: «أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ ثَمَنِ السِّنَّوْرِ، وَالْكَلْبِ إِلَّا كَلْبَ صَيْدٍ» ''رسول اللہ ﷺ نے بلے اور کتے کی قیمت سے منع فرمایا، سوائے شکاری کتے کے۔'' اگرچہ علامہ البانی نے اسے صحیح کہا ہے مگر امام نسائی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح نہیں اور ایک جگہ کہا: یہ منکر ہے۔ حافظ ابن حجر نے حدیث (۲۲۳۷) کی شرح میں کہا ہے: ''اس کے رجال ثقہ ہیں مگر اس کی صحت میں طعن کیا گیا ہے۔'' (فتح الباری) اس لیے احتیاط اسی میں ہے کہ کتے کی قیمت سے پرہیز کیا جائے۔ امام ابن حزم رحمہ اللہ نے المحلی (مسئلہ: ۱۵۱۴) میں لکھا ہے: ''کتے کی بیع اصلاً جائز نہیں خواہ شکار کا کتا ہو یا ریوڑ کا یا کوئی اور۔ اگر کسی کی مجبوری ہو اور اسے کوئی شخص نہ ملے جو قیمت کے بغیر اسے دے تو وہ اسے خرید سکتا ہے اور یہ خریدار کے لیے حلال اور بیچنے والے کے لیے حرام ہے، جب بھی ہو سکے اس سے قیمت واپس لی جائے گی، جیسا کہ ظلم سے بچنے اور قیدی کے فدیے اور ظالم کے ساتھ گزارے کے لیے رشوت دی جاتی ہے، دونوں میں کوئی فرق نہیں۔''

۲۶۔ بَابٌ: ﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيْمٍ﴾ [البقرة : ٢٧٦]

26۔ باب: ''اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی ایسے شخص سے محبت نہیں کرتا جو سخت ناشکرا، سخت گنہگار ہو''

فائدہ تفسیر القرآن الکریم میں ہے: ''يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا'' یعنی سود کا مال بظاہر جتنا بھی بڑھ جائے حقیقت میں نہیں بڑھتا، فرمایا: ﴿وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَاۡ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ [الروم : ٣٩] ''اور جو کوئی سودی قرض تم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس لیے دیتے ہو کہ لوگوں کے اموال میں بڑھ جائے تو وہ اللہ کے ہاں نہیں بڑھتا۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: « اَلرِّبَا وَإِنْ كَثُرَ فَإِنَّ عَاقِبَتَهُ إِلَى قَلٍّ » "سود خواہ کتنا ہی بڑھ جائے انجام اس کا قلت ہی ہوگا۔" [أحمد : ٤٠٢٦، عن ابن مسعود رضی الله عنه، وصححه محققه و وافقه الألباني رحمه الله في صحيح ابن ماجه : ٢٢٧٩] وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سودی مال میں خیر و برکت عطا نہیں فرماتا۔ چنانچہ سود خور پر دنیا بھی لعنت بھیجتی ہے اور آخرت میں بھی اسے وہ سزا ملے گی جو کسی دوسرے مجرم کو نہیں ملے گی۔ اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ صدقات کو بڑھاتا ہے اور ان میں خیر و برکت ہوتی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص پاک کمائی میں سے ایک کھجور بھی صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ پاک مال ہی کو قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے قبول کرتا ہے، پھر اسے صدقہ کرنے والے کے لیے اس طرح پالتا پوستا ہے جس طرح تم میں سے کوئی اپنے گھوڑی کے بچے کی پرورش کرتا ہے، حتیٰ کہ وہ صدقہ (بڑھ کر) پہاڑ کی طرح ہو جاتا ہے۔" [بخاري : ١٤١٠۔ مسلم : ١٠١٤، عن أبي هريرة رضي الله عنه] " كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ " یعنی مال دار ہو کر محتاج کو قرض بھی مفت نہ دے جب تک سود نہ رکھ لے، یہ نعمت کی سخت ناشکری ہے۔ (موضح)

٢٠٨٧۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ : إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ : « اَلْحَلِفُ مُنَفِّقَةٌ لِلسِّلْعَةِ، مَمْحَقَةٌ لِلْبَرَكَةِ » [أخرجه مسلم : ١٦٠٦]

2087۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا: "(جھوٹی) قسم مال بکوا دینے والی ہے، برکت مٹا دینے والی ہے۔"

فوائد: 1 " مَنْفَقَةٌ " " نَفَاقٌ " (نون کے فتحہ کے ساتھ) سے " مَفْعَلَةٌ " کے وزن پر مصدر میمی ہے، بمعنی اسم فاعل: بازار میں کسی مال کا عام فروخت ہونا۔ اسے میم کے ضمہ، نون کے فتحہ، فاء مشدد کے کسرہ اور قاف کے فتحہ کے ساتھ "مُنَفِّقَةٌ" بھی پڑھ سکتے ہیں جو باب تفعیل سے اسم فاعل ہے۔ " مَمْحَقَةٌ " بھی اسی طرح ہے۔ " سِلْعَةٌ ": سودا، سامان، مال۔ " مَمْحَقَةٌ " " مَحْقٌ " سے مصدر میمی ہے، مٹا دینا۔ اس حدیث میں " اَلْحَلِفُ " آیا ہے، مسلم میں " اَلْيَمِيْنُ " ہے اور احمد (٧٢٠٧) میں " اَلْيَمِيْنُ الْكَاذِبَةُ " آیا ہے، معلوم ہوا کہ حدیث میں حلف سے مراد جھوٹی قسم ہے۔ اس کے ساتھ مال زیادہ بھی جمع ہو جائے تو اس میں برکت نہیں ہوتی۔ برکت کا مفہوم سمجھنے کے لیے دیکھیے حدیث (٢٠٧٩) کے فوائد۔ جھوٹی قسم کے ساتھ برکت مٹ جانے میں یہ بھی شامل ہے کہ ایک دو دفعہ تو لوگ اس کی قسم پر اعتبار کر کے مال لے جاتے ہیں، جب اس کے جھوٹ کا پتا چلتا ہے تو ناواقف آدمی کے سوا اس کی دکان کا کوئی رخ نہیں کرتا، اس کے برعکس سچ بولنے والا قسم نہ بھی کھائے تو شروع میں ہو سکتا ہے اس کا مال نہ بکے مگر جب لوگوں کو اس کے سچ کا علم ہوتا ہے تو اس کا کاروبار خوب چلتا ہے۔ اس مفہوم کی تائید سنن نسائی (٤٤٦١) کی روایت سے ہوتی ہے، اس کے الفاظ ہیں: « مَمْحَقَةٌ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لِلْکَسْبِ ﴾ ''جھوٹی قسم کمائی کو مٹا دینے والی ہے۔''

2 حدیث کی باب کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ یہ حدیث ایک طرح آیت کی تفسیر ہے، کیونکہ ''ربا'' کا معنی زیادہ ہونا ہے اور ''مَحْقٌ'' کا معنی کم کرنا یا مٹانا ہے، تو سوال ہو سکتا ہے کہ زیادتی اور کمی جمع کیسے ہو سکتی ہے، تو حدیث نے واضح کر دیا کہ جھوٹی قسم کے ساتھ مال اگرچہ زیادہ ہو جائے مگر اس سے برکت مٹ جاتی ہے، اسی طرح جس بیع میں سود ہو خواہ مال کی گنتی زیادہ ہو جائے مگر برکت مٹ جاتی ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دنیا ہی میں آخر کار وہ کثرت بھی ختم ہو جاتی ہے اور آخرت میں اس کا بے کار ہونا تو ظاہر ہی ہے۔

٢٧۔ بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْحَلِفِ فِي الْبَيْعِ

27۔ باب: بیع میں قسم کا مکروہ ہونا

٢٠٨٨۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا الْعَوَّامُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَجُلًا أَقَامَ سِلْعَةً وَهُوَ فِي السُّوقِ، فَحَلَفَ بِاللّٰهِ لَقَدْ أَعْطَى بِهَا مَا لَمْ يُعْطِ لِيُوقِعَ فِيهَا رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ، فَنَزَلَتْ: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ [آل عمران: ٧٧] [انظر: ٢٦٧٥، ٤٥٥١]

2088۔ عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے بازار میں اپنا سودا رکھا اور اللہ کی قسم کھائی کہ یقیناً اس نے اس کی قیمت وہ ادا کی ہے جو اسے (خریدار کی طرف سے) نہیں دی گئی، تاکہ وہ کسی مسلمان آدمی کو اس میں پھنسا لے، تو یہ آیت اتری: ''بے شک وہ لوگ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑی قیمت لیتے ہیں۔''

فوائد: 1 قسم سچی بھی ہو بیع میں مکروہ ہے مگر سچی قسم کھانا مکروہ تنزیہی ہے، یعنی اس سے بچنا بہتر ہے اور جھوٹی قسم کھانا حرام ہے۔ ابوداود (۳۳۲۶) وغیرہ میں قیس بن ابی غرزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «يَا مَعْشَرَ التُّجَّارِ! إِنَّ الْبَيْعَ يَحْضُرُهُ اللَّغْوُ وَالْحَلْفُ، فَشُوْبُوْهُ بِالصَّدَقَةِ» ''اے تاجروں کی جماعت! بیع میں لغو باتیں اور قسمیں ہو جایا کرتی ہیں، اس لیے اسے صدقے کے ساتھ ملایا کرو۔''

2 آیت کے باقی حصے کا ترجمہ یہ ہے: ''یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور قیامت کے دن اللہ نہ ان سے بات کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' صحیح مسلم (۱۰۶) میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: « ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ: الْمُسْبِلُ، وَالْمَنَّانُ، وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ» ''تین شخص ایسے ہیں جن سے نہ تو اللہ تعالیٰ کلام کرے گا، نہ قیامت کے دن ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لیے عذاب الیم ہے: کپڑا لٹکانے والا اور احسان جتلانے والا اور اپنے سودے کو جھوٹی قسم کے ساتھ بیچنے والا۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

٢٨۔ بَابُ مَا قِيلَ فِي الصَّوَّاغِ

28۔ باب: جو سنار کے بارے میں کہا گیا ہے

وَ قَالَ طَاوُسٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا يُخْتَلَى خَلَاهَا» وَقَالَ الْعَبَّاسُ: إِلَّا الْإِذْخِرَ، فَإِنَّهُ لِقَيْنِهِمْ وَبُيُوتِهِمْ، فَقَالَ: «إِلَّا الْإِذْخِرَ»

اور طاؤس نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اور اس (مکہ) کی گھاس نہ کاٹی جائے'' اور عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: مگر اذخر (کی اجازت دے دیں) کیونکہ وہ ان کے سناروں، لوہاروں اور گھروں کے کام آتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مگر اذخر (کی اجازت ہے)۔''

فائدہ اس تعلیق کی اصل صحیح بخاری (۱۸۳۳) اور (۱۳۴۹) میں ہے۔ اس باب کا مقصد یہ بتانا ہے کہ سناروں کا پیشہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں موجود تھا، اس کے باوجود آپ ﷺ نے اس کی کوئی مذمت نہیں کی، نہ ہی اس سے منع کیا ہے، اس لیے یہ بلاشک وشبہ جائز ہے۔ البتہ جو سنار ناجائز کام کرتے ہیں اور کھوٹ کو سونے میں شامل کر کے سونے کے پیسے لیتے ہیں یا کوئی بھی ہیرا پھیری کرتے ہیں وہ ان کا قصور ہے، اس میں پیشے کا کوئی قصور نہیں۔ اس کے علاوہ اس باب سے اس حدیث کے ثابت نہ ہونے کی طرف بھی اشارہ ہے جو احمد (۷۹۲۰) اور ابن ماجہ (۲۱۵۲) وغیرہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «أَكْذَبُ النَّاسِ الصَّبَّاغُونَ وَالصَّوَّاغُونَ» ''لوگوں میں سب سے زیادہ جھوٹے کپڑے وغیرہ رنگنے والے اور سنار ہیں۔'' ابن ماجہ کی روایت موضوع اور احمد کی ضعیف ہے۔

٢٠٨٩۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ: أَنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: كَانَتْ لِي شَارِفٌ مِنْ نَصِيبِي مِنَ الْمَغْنَمِ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَعْطَانِي شَارِفًا مِنَ الْخُمُسِ، فَلَمَّا أَرَدْتُ أَنْ أَبْتَنِيَ بِفَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَاعَدْتُ رَجُلًا صَوَّاغًا مِنْ بَنِي قَيْنُقَاعَ أَنْ يَرْتَحِلَ مَعِيَ، فَنَأْتِيَ بِإِذْخِرٍ أَرَدْتُ أَنْ أَبِيعَهُ مِنَ الصَّوَّاغِينَ وَأَسْتَعِينَ بِهِ فِي وَلِيمَةِ عُرْسِي. [انظر: ٢٣٧٥، ٣٠٩١، ٤٠٠٣، ٥٧٩٣۔ أخرجه مسلم: ١٩٧٩ مطولاً]

2089۔ علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: مجھے اپنے غنیمت کے حصے میں ایک عمر رسیدہ اونٹنی ملی اور ایک عمر رسیدہ اونٹنی مجھے رسول اللہ ﷺ نے خُمس میں سے دی، تو جب میں نے ارادہ کیا کہ فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کی رخصتی کرا کر لاؤں تو میں نے بنو قینقاع کے ایک آدمی سے وعدہ لیا کہ وہ میرے ساتھ چلے گا اور ہم اذخر لائیں گے، جسے میں سناروں کے پاس فروخت کروں گا اور اس سے اپنی شادی کے ولیمہ میں مدد لوں گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فوائد: 1 "صَوَّاغ" (صاد کے فتحہ کے ساتھ): بنانے والا، ڈھالنے والا۔ صاد کے ضمہ کے ساتھ "صَائِغ" کی جمع ہے، اس میں سنار کے ساتھ لوہار بھی آ جاتے ہیں۔ باب کے ساتھ حدیث کی مناسبت یہ ہے کہ نبی ﷺ کے عہد میں سنار موجود تھے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی بدر کے بعد ہوئی تھی اور ولیمے کا خرچ دولہا کی ذمہ داری ہے، دلہن کے والدین کے ذمے کوئی دعوت نہیں۔

2 "بنو قینقاع" مدینہ کے یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا، معلوم ہوا سنار کے ساتھ لین دین جائز ہے خواہ وہ غیر مسلم ہو۔

٢٠٩٠- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ اللهَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَلَا لِأَحَدٍ بَعْدِي، وَإِنَّمَا حَلَّتْ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، لَا يُخْتَلَى خَلَاهَا وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا، وَلَا يُلْتَقَطُ لُقَطَتُهَا إِلَّا لِمُعَرِّفٍ» وَقَالَ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ: إِلَّا الْإِذْخِرَ لِصَاغَتِنَا وَلِسُقُفِ بُيُوتِنَا، فَقَالَ: «إِلَّا الْإِذْخِرَ»

2090۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بے شک اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرم بنایا اور وہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں ہوا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا، میرے لیے بھی صرف دن کی ایک گھڑی حلال کیا گیا، نہ اس کی گھاس کاٹی جائے، نہ اس کے درخت کاٹے جائیں، نہ اس کے شکار کو ڈرایا جائے اور نہ اس میں کسی کی گری ہوئی چیز کو اعلان کرنے والے کے سوا اٹھایا جائے۔" اور عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کہا: مگر اذخر (کی اجازت دے دیں) کیونکہ وہ ہمارے سناروں اور ہمارے مکانوں کی چھتوں کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "مگر اذخر (کی اجازت ہے)۔"

فَقَالَ عِكْرِمَةُ: هَلْ تَدْرِي مَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا؟ هُوَ أَنْ تُنَحِّيَهُ مِنَ الظِّلِّ وَتَنْزِلَ مَكَانَهُ، قَالَ عَبْدُ الْوَهَّابِ، عَنْ خَالِدٍ: لِصَاغَتِنَا وَقُبُورِنَا. [راجع: ١٣٤٩- أخرجه مسلم: ١٣٥٣، بزيادة الفتح والهجرة لكن هذه الزيادة وحدها في الإمارة (٨٥)]

تو عکرمہ نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ "اس کے شکار کو نہ ڈرایا جائے" کا کیا مطلب ہے؟ وہ یہ ہے کہ تم اسے سائے سے ہٹا کر اس کی جگہ چلے جاؤ۔ عبدالوہاب نے خالد سے یوں بیان کیا کہ وہ ہمارے سناروں اور ہماری قبروں کے لیے ہے۔

فائدہ: معلوم ہوا نبی ﷺ کے زمانہ میں مکہ میں سنار موجود تھے اور آپ ﷺ نے علم کے باوجود انھیں منع نہیں کیا، اس سے اس پیشے کا جواز ثابت ہو گیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٢٩- بَابُ ذِكْرِ الْقَيْنِ وَالْحَدَّادِ

٢٠٩١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ خَبَّابٍ قَالَ: كُنْتُ قَيْنًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ لِي عَلَى الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ دَيْنٌ فَأَتَيْتُهُ أَتَقَاضَاهُ، قَالَ: لَا أُعْطِيكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ ﷺ، فَقُلْتُ: لَا أَكْفُرُ حَتَّى يُمِيتَكَ اللَّهُ ثُمَّ تُبْعَثَ، قَالَ: دَعْنِي حَتَّى أَمُوتَ وَأُبْعَثَ فَسَأُوتَى مَالًا وَوَلَدًا فَأَقْضِيكَ، فَنَزَلَتْ: ﴿أَفَرَءَيْتَ ٱلَّذِى كَفَرَ بِـَٔايَـٰتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا ۝ أَطَّلَعَ ٱلْغَيْبَ أَمِ ٱتَّخَذَ عِندَ ٱلرَّحْمَـٰنِ عَهْدًا﴾ [مريم: ٧٧، ٧٨] [انظر: ٢٢٧٥، ٢٤٢٥، ٤٧٣٢، ٤٧٣٣، ٤٧٣٤، ٤٧٣٥- أخرجه مسلم: ٢٧٩٥]

29۔ باب: کاریگر اور لوہار کا ذکر

2091۔ خباب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں جاہلیت میں کاریگر تھا اور میرا عاص بن وائل کے ذمے کچھ قرض تھا، میں اسے مانگنے کے لیے اس کے پاس گیا، اس نے کہا: میں تمھیں وہ نہیں دوں گا یہاں تک کہ تم محمد ﷺ کے ساتھ کفر کرو۔ میں نے کہا: میں کفر نہیں کروں گا یہاں تک کہ تجھے اللہ موت دے، پھر تو اُٹھایا جائے۔ اس نے کہا: اچھا مجھے چھوڑ دو یہاں تک کہ میں مروں اور اٹھایا جاؤں، کیونکہ وہاں مجھے مال اور اولاد دی جائے گی تو میں تمھارا قرض ادا کر دوں گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ”کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیات کا انکار کیا اور کہا: مجھے ضرور ہی مال اور اولاد دی جائے گی۔ کیا اس نے غیب کو جھانک کر دیکھ لیا ہے یا اس نے رحمٰن کے ہاں کوئی عہد لے رکھا ہے۔“

فائدہ: ”قَيْنٌ“ اصل میں کاریگر کو کہتے ہیں جس میں سنار، لوہار اور اس قسم کے سب کاریگر شامل ہیں۔ اس باب میں امام صاحب نے پہلے ایک عام لفظ ”قَيْنٌ“ کا ذکر کیا، پھر اس میں سے ایک خاص کاریگر لوہار کا ذکر کر دیا۔ خباب رضی اللہ عنہ لوہے کا کام کرتے تھے، جاہلیت میں انھوں نے عاص بن وائل کو ایک تلوار بنا کر دی تھی۔ [بخاري: ٤٧٣٣] اس حدیث سے عہدِ نبوت میں اس وقت کی ضروریات کے ہر قسم کے کاریگر خصوصاً لوہار کے وجود کا ثبوت ملتا ہے۔

٣٠- بَابُ ذِكْرِ الْخَيَّاطِ

٢٠٩٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: إِنَّ خَيَّاطًا دَعَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ، قَالَ أَنَسٌ

30۔ باب: درزی کا ذکر

2092۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک درزی نے رسول اللہ ﷺ کو کھانے کی دعوت دی جو اس نے آپ کے لیے تیار کیا تھا تو میں بھی اس کھانے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گیا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ابْنُ مَالِكٍ : فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَى ذَلِكَ الطَّعَامِ، فَقَرَّبَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ خُبْزًا وَمَرَقًا فِيهِ دُبَّاءٌ وَقَدِيدٌ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ مِنْ حَوَالَيِ الْقَصْعَةِ، قَالَ : فَلَمْ أَزَلْ أُحِبُّ الدُّبَّاءَ مِنْ يَوْمِئِذٍ . [انظر : ٥٣٧٩، ٥٤٢٠، ٥٤٣٣، ٥٤٣٥، ٥٤٣٦، ٥٤٣٧، ٥٤٣٩ - أخرجه مسلم : ٢٠٤١]

روٹی اور شوربا پیش کیا جس میں کدو اور خشک گوشت تھا، میں نے نبی ﷺ کو دیکھا آپ پیالے کے اردگرد سے کدو کا پیچھا کر رہے تھے، تو اس دن سے میں کدو سے محبت کرتا چلا آیا ہوں۔

فوائد: 1 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں درزی موجود تھے اور یہ کہ کسی کو کپڑے سی کر دینا اور اس پر اجرت لینا مروت کے خلاف نہیں ہے۔ خطابی نے کہا کہ ان تمام ابواب میں اجرت پر کام کرنے اور کروانے کا ذکر ہے۔ کچھ پیشوں میں کاریگری کے ساتھ آلات بھی محنت والے کے ہوتے ہیں، ان میں درزی بھی ہے، وہ سوئی دھاگا اپنے پاس سے استعمال کرتا ہے۔ (فتح الباری)

2 اس حدیث میں انس رضی اللہ عنہ کی نبی ﷺ سے بے پناہ محبت ظاہر ہے، آپ غور کریں اس مختصری حدیث میں انھوں نے چار مرتبہ رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا ہے، ہر جگہ ''رسول اللہ ﷺ'' اور ''نبی ﷺ'' کہہ کر ذکر کیا ہے، کسی جگہ بھی آپ ﷺ کے لیے ضمیر استعمال نہیں کی، جیسے ان کے دل کو یہ لفظ بول کر سکون اور راحت ملتی ہے، پھر ان کی محبت کا عالم دیکھیے کہ کدو سے محبت کرنا یا نہ کرنا ایک طبعی چیز ہے، کوئی اسے پسند کرتا ہے کوئی نہیں، شریعت میں یہ کسی پر واجب بھی نہیں۔ اس سے پہلے انس رضی اللہ عنہ کو بھی کدو سے کوئی خاص غرض نہیں تھی مگر جب سے آپ ﷺ کو کدو کا پیچھا کرتے دیکھا اس دن سے انھیں کدو سے محبت ہوگئی، کیونکہ ان کا محبوب کدو پسند کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی رسول اللہ ﷺ سے ایسی ہی محبت نصیب فرمائے۔

٣١- بَابُ ذِكْرِ النَّسَّاجِ

31- باب: کپڑا بننے والے کا ذکر

٢٠٩٣- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ : سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : جَاءَتِ امْرَأَةٌ بِبُرْدَةٍ، قَالَ : أَتَدْرُونَ مَا الْبُرْدَةُ ؟ فَقِيلَ لَهُ : نَعَمْ، هِيَ الشَّمْلَةُ مَنْسُوجٌ فِي حَاشِيَتِهَا، قَالَتْ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ! إِنِّي نَسَجْتُ هَذِهِ بِيَدِي أَكْسُوكَهَا، فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ ﷺ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا، فَخَرَجَ إِلَيْنَا وَإِنَّهَا إِزَارُهُ،

2093- سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک عورت ایک بُردہ لے کر آئی، کہا: کیا تم جانتے ہو بُردہ کیا ہے؟ کہا گیا: ہاں! وہ بڑی چادر جس کا کنارہ خاص طور پر بُنا ہوا ہو۔ اس عورت نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے اسے آپ کو پہنانے کے لیے اپنے ہاتھوں سے بُنا ہے۔ نبی ﷺ نے اسے اس کے ضرورت مند کے طور پر لے لیا، پھر آپ اسے تہ بند کے طور پر باندھ کر گھر سے نکل کر ہمارے پاس آئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ! اكْسُنِيهَا، فَقَالَ : « نَعَمْ » فَجَلَسَ النَّبِيُّ ﷺ فِي الْمَجْلِسِ، ثُمَّ رَجَعَ، فَطَوَاهَا، ثُمَّ أَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ، فَقَالَ لَهُ الْقَوْمُ : مَا أَحْسَنْتَ، سَأَلْتَهَا إِيَّاهُ لَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّهُ لَا يَرُدُّ سَائِلًا، فَقَالَ الرَّجُلُ : وَاللَّهِ ! مَا سَأَلْتُهُ إِلَّا لِتَكُونَ كَفَنِي يَوْمَ أَمُوتُ، قَالَ سَهْلٌ : فَكَانَتْ كَفَنَهُ .
[راجع : ١٢٧٧]

تو صحابہ میں سے ایک آدمی نے کہا: یا رسول اللہ! یہ مجھے دے دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ٹھیک ہے۔'' یہ کہہ کر نبی ﷺ مجلس میں بیٹھ گئے، پھر واپس گئے تو اسے لپیٹ کر اس کی طرف بھیج دیا۔ صحابہ نے اس آدمی سے کہا: تم نے آپ ﷺ سے وہ چادر مانگ کر اچھا نہیں کیا، تم جانتے بھی تھے کہ آپ سوال کرنے والے کو انکار نہیں کرتے۔ اس آدمی نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے آپ سے وہ چادر صرف اس لیے مانگی ہے کہ جس دن میں مروں وہ میرا کفن بنے۔ سہل رضی اللہ عنہ نے کہا: چنانچہ وہ اس کا کفن بنی۔

فائدہ: اس حدیث کے بعض فوائد (۱۲۷۷) میں گزر چکے ہیں۔ باب کے ساتھ حدیث کی مناسبت ظاہر ہے، وہ چادر مانگ کر لینے والے صحابی عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تھے۔ (تیسیر الباری) اس سے معلوم ہوا کہ عورتیں بھی کوئی ہنر سیکھ کر حلال کمائی کر سکتی ہیں اور یہ کہ جو لوگ جولاہے کو حقیر سمجھ کر ان کا مذاق اڑاتے ہیں یہ ان کی جہالت ہے، وہ تو ایسا ہنر مند ہے کہ ہر امیر غریب اس کا محتاج ہے، اسی ضرورت کا کرشمہ ہے کہ اب وہ کھڈی سے نکل کر ملوں کا مالک بن گیا ہے۔

٣٢- بَابُ النَّجَّارِ

32- باب: ترکھان کا ذکر

٢٠٩٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ : أَتَى رِجَالٌ إِلَى سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ يَسْأَلُونَهُ عَنِ الْمِنْبَرِ، فَقَالَ : بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى فُلَانَةَ - امْرَأَةٍ قَدْ سَمَّاهَا سَهْلٌ - « أَنْ مُرِي غُلَامَكِ النَّجَّارَ، يَعْمَلُ لِي أَعْوَادًا، أَجْلِسُ عَلَيْهِنَّ إِذَا كَلَّمْتُ النَّاسَ » فَأَمَرَتْهُ يَعْمَلُهَا مِنْ طَرْفَاءِ الْغَابَةِ، ثُمَّ جَاءَ بِهَا، فَأَرْسَلَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِهَا، فَأَمَرَ بِهَا فَوُضِعَتْ، فَجَلَسَ عَلَيْهِ .
[راجع : ٣٧٧- أخرجه مسلم : ٥٤٤ مطولاً]

2094- ابو حازم سے روایت ہے کہ کچھ لوگ سہل بن سعد رضی اللہ عنہما کے پاس آئے، وہ ان سے منبر کے متعلق سوال کر رہے تھے۔ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فلاں عورت کی طرف — سہل رضی اللہ عنہ نے اس کا نام بھی بتایا تھا۔ پیغام بھیجا کہ ''اپنے ترکھان غلام سے کہو کہ وہ میرے لیے لکڑیوں سے منبر تیار کرے، تا کہ میں جب لوگوں سے خطاب کروں تو اس پر بیٹھوں۔'' اس نے اسے کہا کہ وہ اسے غابہ کے جھاؤ کے درخت کی لکڑی سے بنائے۔ چنانچہ وہ اسے بنا کر لایا اور اس عورت نے اسے رسول اللہ ﷺ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے پاس بھیج دیا تو آپ ﷺ نے اس کے بارے حکم دیا تو اسے رکھا گیا اور آپ اس پر بیٹھے۔

فائدہ حدیث (۳۷۷) میں اس کے بعض فوائد گزر چکے ہیں۔

۲۰۹۵- حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ ابْنُ أَيْمَنَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ! أَلَا أَجْعَلُ لَكَ شَيْئًا تَقْعُدُ عَلَيْهِ، فَإِنَّ لِي غُلَامًا نَجَّارًا؟ قَالَ : « إِنْ شِئْتِ » قَالَ : فَعَمِلَتْ لَهُ الْمِنْبَرَ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ قَعَدَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ الَّذِي صُنِعَ، فَصَاحَتِ النَّخْلَةُ الَّتِي كَانَ يَخْطُبُ عِنْدَهَا، حَتَّى كَادَتْ أَنْ تَنْشَقَّ، فَنَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى أَخَذَهَا فَضَمَّهَا إِلَيْهِ، فَجَعَلَتْ تَئِنُّ أَنِينَ الصَّبِيِّ الَّذِي يُسَكَّتُ، حَتَّى اسْتَقَرَّتْ، قَالَ : « بَكَتْ عَلَى مَا كَانَتْ تَسْمَعُ مِنَ الذِّكْرِ »[راجع : ٤٤٩]

2095- جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انصار کی ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: یا رسول اللہ! کیا میں آپ کے لیے ایک چیز بنوا دوں جس پر آپ بیٹھیں، کیونکہ میرا ایک غلام ترکھان ہے؟ آپ نے فرمایا: ”اگر چاہو (تو بنوا دو)۔“ تو اس نے آپ ﷺ کے لیے منبر بنا دیا۔ جب جمعہ کا دن ہوا اور نبی ﷺ اس منبر پر بیٹھے جو آپ کے لیے بنایا گیا تھا تو کھجور کا وہ تنا جس کے پاس آپ ﷺ خطبہ دیا کرتے تھے چیخ کر رونے لگا، حتیٰ کہ قریب تھا کہ پھٹ جائے۔ نبی ﷺ نیچے اترے اور اسے پکڑ کر سینے سے لگایا تو وہ اس بچے کی طرح رونے لگا جسے چپ کرایا جاتا ہے حتیٰ کہ چپ ہو گیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”یہ اس ذکر سے محروم ہونے پر رویا جو وہ سنا کرتا تھا۔“

فائدہ حدیث (۹۱۷، ۹۱۸) میں اس کے بعض فوائد گزر چکے ہیں۔

٣٣- بَابُ شِرَاءِ الْإِمَامِ الْحَوَائِجَ بِنَفْسِهِ

33- باب: امام کا اپنی ضرورت کی چیزیں خود خریدنا

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : اشْتَرَى النَّبِيُّ ﷺ جَمَلًا مِنْ عُمَرَ، وَاشْتَرَى ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا بِنَفْسِهِ . وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : جَاءَ مُشْرِكٌ بِغَنَمٍ، فَاشْتَرَى النَّبِيُّ ﷺ مِنْهُ شَاةً، وَاشْتَرَى مِنْ جَابِرٍ بَعِيرًا .

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: نبی ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ سے ایک اونٹ خریدا۔[بخاري : ٢٦١٠] اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے خود خریداری کی۔[بخاري : ٢٠٩٩] اور عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے کہا: ایک مشرک بھیڑ بکریاں لے کر آیا تو نبی ﷺ نے اس سے ایک بکرا خریدا۔[بخاري : ٢٢١٦]

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اور آپ ﷺ نے جابر رضی اللہ عنہ سے ایک اونٹ خریدا۔[بخاري : ٢٠٩٧]

٢٠٩٦- حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : اشْتَرَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ يَهُودِيٍّ طَعَامًا بِنَسِيئَةٍ، وَرَهَنَهُ دِرْعَهُ . [راجع : ٢٠٦٨- أخرجه مسلم : ١٦٠٣]

2096۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی سے ادھار غلہ خریدا اور اس کے پاس اپنی زرہ گروی رکھی۔

فائدہ: اس حدیث کے فوائد کے لیے دیکھیے حدیث (٢٠٦٨)۔ اس باب کا مقصد اس خیال کا رد ہے کہ اللہ کے نیک بندے دنیا کے دھندوں میں نہیں پڑتے اور بازار جانا اور خرید و فروخت کرنا عزت کے خلاف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسا خیال کرنے والا جاہل اور متکبر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ﴾ [الفرقان : ٢٠] ”اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجے مگر بلاشبہ وہ یقیناً کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔“ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بڑے آدمی اور خلیفہ کو خود بھی اپنی چیزیں خریدنی چاہییں خواہ اس کے پاس بہت سے لوگ اس کے کام کرنے والے موجود ہوں، کیونکہ اس میں تواضع اور نبی ﷺ کی اقتدا ہے اور بازار اور لوگوں کے حالات سے آگاہی بھی رہتی ہے اور ان کی اصلاح کا موقع ملتا رہتا ہے۔ اس کے علاوہ اپنی چیز خود خریدنے، پھر اسے اٹھا کر ساتھ لے جانے میں نفس کے کبر کا بھی علاج ہے۔ نبی ﷺ کے لیے اشیاء کی خریداری عموماً بلال رضی اللہ عنہ کے ذمہ تھی، اس کے باوجود آپ ﷺ خود بھی بعض اوقات خریداری کر لیا کرتے تھے اور خود ہی اپنی چیز اٹھا کر لے جاتے تھے۔

٣٤- بَابُ شِرَاءِ الدَّوَابِّ وَالْحَمِيرِ

34۔ باب: چوپائے اور گدھے خریدنا

وَإِذَا اشْتَرَى دَابَّةً أَوْ جَمَلًا وَهُوَ عَلَيْهِ، هَلْ يَكُونُ ذَلِكَ قَبْضًا قَبْلَ أَنْ يَنْزِلَ؟ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِعُمَرَ : « بِعْنِيهِ » يَعْنِي : جَمَلًا صَعْبًا .

اور جب کوئی سواری کا جانور یا اونٹ خریدے اور بیچنے والا اس پر سوار ہو تو کیا اس کے اترنے سے پہلے خریدار کا اس پر قبضہ پورا ہوگا یا نہیں؟ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: نبی ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: ”اسے میرے ہاتھ فروخت کر دو۔“ یعنی سرکش اونٹ کو۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

فائدہ: "اَلدَّوَابُّ" "دَابَّةٌ" کی جمع ہے جو عموماً سواری کے جانور کو کہا جاتا ہے۔ "حَمِيْرٌ" "حِمَارٌ" کی جمع ہے۔ حدیث میں گدھوں کا ذکر نہیں، صرف اونٹ کا ذکر ہے۔ باب کا مقصد یہ ہے کہ گدھوں، گھوڑوں، خچروں کا حکم بھی اونٹوں والا ہے، کیونکہ سبھی سواری کے جانور ہیں۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی سے منقولہ چیز خریدے تو خریدنے والے کا قبضہ کب پورا ہوگا؟ بعض اہل علم نے کہا: وہ اسے اپنے قبضے سے خالی کر دے اور بعض نے کہا کہ اپنے قبضے سے خالی کر کے خریدار کے قبضے میں دے۔ امام بخاری کا خیال یہ ہے کہ اگر خریدار کو بائع پر اعتبار ہے اور وہ خود ہی اسے اس کے پاس رہنے دیتا ہے تو یہ بھی ملکیت کے لیے کافی ہے۔

٢٠٩٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ، عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي غَزَاةٍ، فَأَبْطَأَ بِي جَمَلِي وَأَعْيَا، فَأَتَى عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: «جَابِرٌ؟» فَقُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: «مَا شَأْنُكَ؟» قُلْتُ: أَبْطَأَ عَلَيَّ جَمَلِي وَأَعْيَا فَتَخَلَّفْتُ، فَنَزَلَ يَحْجُنُهُ بِمِحْجَنِهِ، ثُمَّ قَالَ: «ارْكَبْ» فَرَكِبْتُ، فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ أَكُفُّهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، قَالَ: «تَزَوَّجْتَ؟» قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: «بِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا؟» قُلْتُ: بَلْ ثَيِّبًا، قَالَ: «أَفَلَا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ؟» قُلْتُ: إِنَّ لِي أَخَوَاتٍ، فَأَحْبَبْتُ أَنْ أَتَزَوَّجَ امْرَأَةً تَجْمَعُهُنَّ وَتَمْشُطُهُنَّ وَتَقُومُ عَلَيْهِنَّ، قَالَ: «أَمَّا إِنَّكَ قَادِمٌ، فَإِذَا قَدِمْتَ فَالْكَيْسَ الْكَيْسَ»

2097- جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں ایک غزوے میں نبی ﷺ کے ہمراہ تھا، میرے اونٹ نے مجھے دیر کروا دی اور چلنے سے رہ گیا، نبی ﷺ میرے پاس پہنچے تو فرمایا: "جابر ہے؟" میں نے کہا: جی ہاں! فرمایا: "کیا معاملہ ہے؟" میں نے عرض کیا: میرے اونٹ نے مجھے دیر کروا دی ہے اور چلنے سے رہ گیا ہے، اس لیے میں پیچھے رہ گیا ہوں۔ آپ سواری سے اترے اور اسے اپنی لاٹھی سے مارنے لگے، پھر فرمایا: "سوار ہو جاؤ۔" میں سوار ہو گیا، پھر میں نے دیکھا کہ میں اسے رسول اللہ ﷺ سے آگے بڑھنے سے روک رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا تم نے نکاح کر لیا ہے؟" میں نے کہا: جی ہاں! فرمایا: "کنواری سے یا ثیبہ سے؟" میں نے کہا: بلکہ ثیبہ سے۔ فرمایا: "تو کسی کنواری سے کیوں نہیں کیا، تم اس سے کھیلتے وہ تم سے کھیلتی؟" میں نے کہا: میری کئی بہنیں ہیں، میں نے چاہا کہ میں ایسی عورت سے نکاح کروں جو انھیں جمع رکھے، ان کی کنگھی چوٹی کرے اور ان کی نگرانی کرتی رہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "سنو، تم گھر جانے والے ہو، جب جاؤ تو ہوشیاری سے کام لینا۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ثُمَّ قَالَ : « أَتَبِيعُ جَمَلَكَ؟» قُلْتُ : نَعَمْ، فَاشْتَرَاهُ مِنِّي بِأُوقِيَّةٍ، ثُمَّ قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَبْلِي، وَقَدِمْتُ بِالْغَدَاةِ، فَجِئْنَا إِلَى الْمَسْجِدِ فَوَجَدْتُهُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ، قَالَ : « آلْآنَ قَدِمْتَ؟ » قُلْتُ : نَعَمْ، قَالَ : « فَدَعْ جَمَلَكَ فَادْخُلْ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ » فَدَخَلْتُ فَصَلَّيْتُ، فَأَمَرَ بِلَالًا أَنْ يَزِنَ لَهُ أُوقِيَّةً فَوَزَنَ لِي بِلَالٌ، فَأَرْجَحَ فِي الْمِيزَانِ، فَانْطَلَقْتُ حَتَّى وَلَّيْتُ، فَقَالَ : « ادْعُ لِي جَابِرًا » قُلْتُ : الْآنَ يَرُدُّ عَلَيَّ الْجَمَلَ، وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْهُ، قَالَ : « خُذْ جَمَلَكَ وَلَكَ ثَمَنُهُ »

[راجع : ٤٤٣۔ أخرجه مسلم : ٧١٥، مختصرًا باختلاف، وكله في كتاب الرضاع (٥٤) وفي المساقاة (١٠٩)]

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم اپنا اونٹ بیچو گے؟'' میں نے کہا: جی ہاں! تو آپ نے مجھ سے وہ ایک اوقیہ میں خرید لیا، پھر رسول اللہ ﷺ مجھ سے پہلے آ گئے اور میں صبح کو آیا۔ ہم مسجد کی طرف آئے تو میں نے آپ کو مسجد کے دروازے پر پایا۔ آپ نے فرمایا: ''اب آئے ہو؟'' میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: ''پھر اپنا اونٹ چھوڑو اور مسجد میں جا کر دو رکعتیں پڑھو۔'' میں مسجد میں گیا اور دو رکعتیں پڑھیں۔ آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اسے ایک اوقیہ تول دے، تو بلال رضی اللہ عنہ نے مجھے ایک اوقیہ تول کر دے دیا اور تولنے میں پلہ جھکا کر رکھا۔ میں واپس مڑ کر چلا تو آپ نے فرمایا: ''جابر کو میرے پاس بلاؤ۔'' میں نے کہا: اب آپ اونٹ مجھے واپس کریں گے اور اس سے زیادہ مجھے کسی چیز سے نفرت نہیں تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنا اونٹ لے لو اور قیمت بھی تمھاری ہوئی۔''

فائدہ اس پر تفصیلی گفتگو ''کتاب الشروط (۲۷۱۸)'' میں آئے گی۔ (ان شاء اللہ)

٣٥۔ بَابُ الْأَسْوَاقِ الَّتِي كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَتَبَايَعَ بِهَا النَّاسُ فِي الْإِسْلَامِ

35۔ باب: وہ بازار جو جاہلیت میں لگتے تھے، پھر اسلام میں بھی لوگ ان میں خرید وفروخت کرتے رہے

٢٠٩٨۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : كَانَتْ عُكَاظُ وَمَجَنَّةُ وَذُو الْمَجَازِ أَسْوَاقًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَلَمَّا كَانَ الْإِسْلَامُ تَأَثَّمُوا مِنَ التِّجَارَةِ فِيهَا، فَأَنْزَلَ اللَّهُ : ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ﴾ [البقرة : ١٩٨] فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ، قَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَذَا. [راجع : ١٧٧٠]

2098۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ''عکاظ''، ''مجنہ'' اور ''ذوالمجاز'' جاہلیت میں بازار تھے، جب اسلام آیا تو انھوں نے ان میں تجارت کو گناہ سمجھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''تم پر کچھ گناہ نہیں'' حج کے موسموں میں۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے ایسے ہی پڑھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ: اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ جاہلیت میں جن مقامات پر گناہ اور جاہلیت کے کام ہوتے تھے ان گزشتہ کاموں کی وجہ سے ان مقامات پر نیکی اور اسلام کے احکام پر عمل منع نہیں ہوتا۔ مزید شرح کے لیے دیکھیے حدیث (۱۷۷۰، ۲۰۵۰)۔

٣٦۔ بَابُ شِرَاءِ الْإِبِلِ الْهِيمِ أَوِ الْأَجْرَبِ

36۔ باب: پیاس کی بیماری والے اور خارش والے اونٹ خریدنا

اَلْهَائِمُ: اَلْمُخَالِفُ لِلْقَصْدِ فِي كُلِّ شَيْءٍ.

" اَلْهَائِمُ ": کسی بھی چیز میں اعتدال کے خلاف چلنے والا۔

فائدہ: " هُيَامٌ " (بروزن زُكَامٌ) ایک بیماری ہے جو اونٹ کو ہوتی ہے۔ اسے پانی کا ہوکا ہو جاتا ہے، پیتا ہی چلا جاتا ہے، حتیٰ کہ پی پی کر مر جاتا ہے یا مرنے کے قریب ہو جاتا ہے۔ یہاں یہ اعتراض ہوا ہے کہ " هِيمٌ " " هَائِمٌ " کی جمع نہیں بلکہ " أَهْيَمُ " (مذکر) اور " هَيْمَاءُ " (مؤنث) کی جمع ہے، جیسے " أَبْيَضُ " اور " بَيْضَاءُ " کی جمع " بِيْضٌ " ہے۔ مصابیح والے نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ " هَائِمٌ " کی جمع بھی ہو سکتی ہے، جیسے " بَازِلٌ " کی جمع " بُزْلٌ " ہے، یہاں بھی ہاء مضموم تھی، " بِيْضٌ " کی طرح ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا تو " هِيمٌ " ہو گیا۔ (تیسیر الباری) امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ پیاس کا مریض اونٹ بھی عاشق کی طرح اپنے کھڑے ہونے، بیٹھنے اور گھومنے میں اعتدال پر نہیں رہتا۔ " هَائِمٌ " عاشق کو بھی کہتے ہیں۔ ایک گمراہ شاعر نے کہا ہے ۔

أَهِيمُ بِلَيْلَى مَا حَيِيتُ وَ إِنْ أَمُتْ ... أُوَكِّلُ بِلَيْلَى مَنْ يَهِيمُ بِهَا بَعْدِي

٢٠٩٩۔ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: قَالَ عَمْرٌو: كَانَ هَاهُنَا رَجُلٌ اسْمُهُ نَوَّاسٌ، وَكَانَتْ عِنْدَهُ إِبِلٌ هِيمٌ، فَذَهَبَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَاشْتَرَى تِلْكَ الْإِبِلَ مِنْ شَرِيكٍ لَهُ، فَجَاءَ إِلَيْهِ شَرِيكُهُ، فَقَالَ: بِعْنَا تِلْكَ الْإِبِلَ، فَقَالَ: مِمَّنْ بِعْتَهَا؟ قَالَ: مِنْ شَيْخٍ كَذَا وَكَذَا، فَقَالَ: وَيْحَكَ، ذَاكَ، وَاللَّهِ! ابْنُ عُمَرَ، فَجَاءَهُ فَقَالَ: إِنَّ شَرِيكِي بَاعَكَ إِبِلًا هِيمًا وَلَمْ يَعْرِفْكَ، قَالَ: فَاسْتَقْهَا، قَالَ:

2099۔ عمرو (بن دینار) سے روایت ہے کہ یہاں ایک آدمی تھا جس کا نام ''نواس'' تھا، اس کے پاس پیاس کی بیماری والے اونٹ تھے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما گئے اور انھوں نے اس کے ایک شریک سے وہ اونٹ خرید لیے تو نواس کا شریک اس کے پاس آیا اور کہنے لگا: ہم نے وہ اونٹ بیچ دیے۔ اس نے کہا: کس کو بیچے ہیں؟ کہا: ایسے ایسے بزرگ کو۔ اس نے کہا: تم پر افسوس! وہ تو اللہ کی قسم! ابن عمر (رضی اللہ عنہما) ہیں، پھر وہ ان کے پاس آیا اور اس نے کہا: میرے شریک نے آپ کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فَلَمَّا ذَهَبَ يَسْتَاقُهَا، فَقَالَ : دَعْهَا رَضِينَا بِقَضَاءِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ : «لَا عَدْوَى» سَمِعَ سُفْيَانُ عَمْرًا. [انظر : ٢٨٥٨، ٥٠٩٣، ٥٠٩٤، ٥٧٥٣، ٥٧٧٢۔ أخرجه مسلم : ٢٢٢٥ مطولاً بدون قصة نواس]

پیاس کی بیماری والے اونٹ بیچ دیے ہیں اور اس نے آپ کو پہچانا نہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: تو انھیں ہانک کر لے جاؤ۔ جب وہ ہانک کر لے جانے لگا تو انھوں نے کہا: انھیں رہنے دو، ہم رسول اللہ ﷺ کے فیصلے پر راضی ہیں کہ ”کوئی بیماری (خود بخود) متعدی نہیں۔“ سفیان نے عمرو سے سنا ہے۔

فوائد 1 ” فَاسْتَقْهَا “ ” اِسْتَاقَ يَسْتَاقُ اِسْتِيَاقًا “ سے امر ہے، ہانک کر لے جانا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عیب والی چیز بیچنا جائز ہے اگر اس کا عیب بتا دیا جائے اور خریدار راضی ہو، خواہ بیچنے والا معاملہ طے ہونے سے پہلے بتائے یا بعد میں بتائے، لیکن اگر عقد کے بعد بتائے تو خریدار کو واپس کرنے کا اختیار ہے۔ اس میں بڑے آدمی کے اپنی ضروریات کی چیزیں خود خریدنے کا ثبوت ہے اور یہ کہ لوگ صالح آدمی پر ظلم سے بچتے ہیں۔ حمیدی نے حدیث کے آخر میں ایک قصہ بیان کیا ہے کہ نواس ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا کرتا تھا اور انھیں ہنسایا کرتا تھا، ایک دن کہنے لگا: میری خواہش ہے کہ ابوقبیس پہاڑ سونے کا ہو اور میری ملکیت ہو۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: تم اسے کیا کرو گے؟ کہا: میں اسی پر مروں گا۔ (فتح الباری)

2 لَا عَدْوَى: یہاں ایک سوال ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے یہ کہنے کی یہاں کیا مناسبت ہے؟ جواب اس کا یہ ہے کہ ابوعلی نے النوادر میں لکھا ہے کہ ہیام اونٹوں کی ایک بیماری ہے جو سیم کا پانی پینے سے لگتی ہے، جب اس پانی پر کائی زیادہ جمی ہوئی ہو۔ بیماری لگنے کی علامت یہ ہوتی ہے کہ اونٹ اس طرف منہ کیے رکھتا ہے جدھر کو سورج ہو، کھانا پینا جاری رکھتا ہے مگر اس کا بدن گھلتا جاتا ہے، مالک کو پتا اس طرح چلتا ہے کہ اگر اس سے خمیرے جیسی بو آئے تو وہ ہیام کا مریض ہے۔ اب جو اونٹ اس کا پیشاب یا مینگنی سونگھے گا اسے بھی وہ بیماری لگ جائے گی، گویا یہ بیماری متعدی ہے، خارش کو بھی متعدی سمجھا جاتا ہے۔ اس لیے بخاری نے باب میں پیاس کے بیماروں کے ساتھ خارش کے مریض اونٹوں کا بھی ذکر کیا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کر کے وہ اونٹ خرید لیے۔ (بیماری متعدی ہونے کی بحث ”کتاب الطب“ میں آئے گی۔ ان شاء اللہ العزیز)

٣٧۔ بَابُ بَيْعِ السِّلَاحِ فِي الْفِتْنَةِ وَغَيْرِهَا

37۔ باب: فتنہ اور غیر فتنہ کے ایام میں اسلحہ کی فروخت

وَكَرِهَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ بَيْعَهُ فِي الْفِتْنَةِ .

اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے فتنہ میں اسے بیچنا برا جانا۔

٢١٠٠۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنِ ابْنِ أَفْلَحَ، عَنْ أَبِي

2100۔ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حنین کے سال رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نکلے، تو آپ نے مجھے ایک زرہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

مُحَمَّدٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَامَ حُنَيْنٍ، فَأَعْطَاهُ - يَعْنِي: دِرْعًا - فَبِعْتُ الدِّرْعَ، فَابْتَعْتُ بِهِ مَخْرَفًا فِي بَنِي سَلِمَةَ، فَإِنَّهُ لَأَوَّلُ مَالٍ تَأَثَّلْتُهُ فِي الْإِسْلَامِ. [انظر: ٣١٤٢، ٤٣٢١، ٤٣٢٢، ٧١٧٠- أخرجه مسلم: ١٧٥١ مطولاً]

دی، میں نے وہ زرہ بیچ دی اور اس کے ساتھ بنوسلمہ میں ایک باغ خرید لیا، یہ پہلی زمین تھی جو میں نے اسلام میں جائداد بنائی۔

فائدہ یہاں ایک سوال ہے کہ حدیث میں فتنہ کے ایام میں اسلحہ بیچنے کا ذکر نہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ باب کے دو جز ہیں: فتنہ کے ایام میں اسلحہ بیچنا اور غیر فتنہ کے ایام میں اسلحہ بیچنا۔ فتنہ سے مراد مسلمانوں کی باہمی لڑائی ہے۔ عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے فتنہ کے ایام میں اسلحہ بیچنے کو برا جانا، اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک غیر فتنہ کے ایام میں اسلحہ بیچنے میں کوئی حرج نہیں۔ حدیث سے بھی یہ جز ثابت ہو رہا ہے، کیونکہ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے جنگِ حنین میں ایک کافر کو قتل کیا تھا اور اس کا سلب یعنی اس کے جسم پر موجود ہر چیز وردی و اسلحہ وغیرہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں دیا تھا۔ انھوں نے زرہ بیچ کر ایک باغ خرید لیا، وہ فتنہ کے ایام نہیں تھے، کیونکہ مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان لڑائی ہو رہی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ غیر فتنہ کے ایام میں اسلحہ فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ رہا فتنہ کے ایام میں اسلحہ فروخت کرنا تو وہ "وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ" کی رو سے درست نہیں، جیسا کہ ایسے شخص کے پاس انگور بیچنا درست نہیں جس کے متعلق یقین ہو کہ وہ اس سے شراب بنائے گا۔ ہاں اگر ایام فتنہ میں کسی فریق کا حق پر ہونا واضح اور یقینی ہو تو اس کی مدد کرنا ضروری ہے۔ بعض ائمہ نے کہا کہ اپنا حلال مال جس کے ہاتھ چاہو بیچ سکتے ہو۔ بعض اوقات آدمی مشرکین کے ہاتھ کوئی اسلحہ بیچ کر جنگ کے لیے اس سے زیادہ ضروری اسلحہ یا سامان خرید سکتا ہے۔ کعبہ پر حملہ کے لیے آنے والوں کے لشکر میں سامان بیچنے والوں کی حدیث سے اس کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے کوئی واضح فیصلہ نہیں کیا۔ ہاں عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کے اثر سے ان کے رجحان کا اندازہ ہوتا ہے۔ "حنین" مکہ اور طائف کے درمیان مکہ سے چند میل دور عرفات سے آگے واقع ہے۔ یہ حدیث امام بخاری نے "کتاب المغازی (۴۳۲۱، ۴۳۲۲)" میں مفصل ذکر کی ہے۔

٣٨- بَابٌ: فِي الْعَطَّارِ وَبَيْعِ الْمِسْكِ

38- باب: عطر والے اور کستوری بیچنے کے بارے میں

٢١٠١- حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: سَمِعْتُ

2101- ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "آدمی کے پاس اس بیٹھنے والے کی مثال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

أَبَا بُرْدَةَ بْنَ أَبِي مُوسَى، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : « مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِيسِ السَّوْءِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْمِسْكِ وَكِيرِ الْحَدَّادِ، لَا يَعْدَمُكَ مِنْ صَاحِبِ الْمِسْكِ، إِمَّا تَشْتَرِيهِ أَوْ تَجِدُ رِيحَهُ، وَكِيرُ الْحَدَّادِ يُحْرِقُ بَدَنَكَ أَوْ ثَوْبَكَ أَوْ تَجِدُ مِنْهُ رِيحًا خَبِيثَةً » [انظر : ٥٥٣٤۔ أخرجه مسلم : ٢٦٢٨]

جو نیک ہو اور اس بیٹھنے والے کی مثال جو برا ہو کستوری والے اور لوہار کی دھونکنی کی سی ہے، کستوری والے کے پاس تم خالی نہیں رہو گے یا اسے خرید لو گے یا اس کی خوشبو پاتے رہو گے اور لوہار کی دھونکنی تمھارا جسم یا تمھارا کپڑا جلا دے گی یا تم اس سے گندی بدبو پاتے رہو گے۔“

فوائد: 1 ”كِيْرٌ“ قاموس میں ہے: ”اَلْكِيْرُ : زِقٌّ يَنْفُخُ فِيْهِ الْحَدَّادُ وَأَمَّا الْمَبْنِيُّ مِنَ الطِّيْنِ فَكُوْرٌ.“ ”کیر وہ مشکیزہ ہے جس میں لوہار ہوا بھر کر بھٹی میں پھونکتا ہے، رہی وہ (بھٹی) جو مٹی سے بنی ہوتی ہے وہ کور کہلاتی ہے۔“

2 کستوری کے متعلق ابو اسامہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: « إِمَّا أَنْ يُحْذِيَكَ وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ » ”یا تو وہ تمھیں تحفہ دے دے گا یا تم اس سے خرید لو گے۔“ گویا کستوری والے کے پاس بیٹھنے والا تین چیزوں میں سے کسی ایک چیز سے خالی نہیں رہے گا، یا وہ اسے تحفہ دے دے گا یا یہ اس سے خرید لے گا یا خوشبو پاتا رہے گا، ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ اسے تینوں چیزیں ہی حاصل ہو جائیں۔ اسی طرح لوہار کے پاس بیٹھنے والے کے متعلق تین چیزوں کا ذکر فرمایا کہ دھونکنی والے کے پاس بیٹھنے والا تین چیزوں میں سے ایک سے خالی نہیں رہے گا، یا وہ اس کا جسم جلا دے گا یا اس کے کپڑے جلا دے گا یا یہ اس سے گندی بو پاتا رہے گا، ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ تینوں چیزیں ہی اسے سہنی پڑیں۔ یہ ” مَانِعَةُ الْخُلُوِّ “ ہے۔ اس حدیث میں ایسے لوگوں کے پاس بیٹھنے کی ترغیب ہے جن کے پاس بیٹھنے سے دین و دنیا کا نفع حاصل ہو اور ایسے لوگوں کے پاس بیٹھنے سے نفرت دلائی گئی ہے جن سے دین و دنیا کا نقصان ہو اور اس نفع و نقصان کو مثال دے کر سمجھایا ہے، کیونکہ مثال سے بات ذہن میں خوب بیٹھتی ہے۔

3 اس حدیث سے کستوری کی طہارت ثابت ہوئی، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی تعریف فرمائی، بعض لوگ اس پر یہ حدیث لاگو کر کے اسے نجس قرار دیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: « مَا قُطِعَ مِنَ الْبَهِيمَةِ وَهِيَ حَيَّةٌ فَهِيَ مَيْتَةٌ » [أبو داوٗد : ٢٨٥٨] ”جو چیز زندہ جانور سے کاٹی جائے وہ مردار ہے۔“ مگر یہ استدلال درست نہیں بلکہ اس کا حکم انڈے اور بال اور ناخن کا ہے کہ وہ زندہ سے جدا ہونے کے باوجود پاک ہیں۔ دلیل اس کی رسول اللہ ﷺ کا عمل ہے، اس لیے کستوری بیچنا، خریدنا اور استعمال کرنا جائز بلکہ مسنون ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

٣٩- بَابُ ذِكْرِ الْحَجَّامِ

39۔ باب: سینگی لگانے والے کا ذکر

٢١٠٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: حَجَمَ أَبُو طَيْبَةَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، فَأَمَرَ لَهُ بِصَاعٍ مِنْ تَمْرٍ، وَأَمَرَ أَهْلَهُ أَنْ يُخَفِّفُوا مِنْ خَرَاجِهِ.

[انظر: ٢٢١٠، ٢٢٧٧، ٢٢٨٠، ٢٢٨١، ٥٦٩٦- أخرجه مسلم: ١٥٧٧، بدون "التمر"، وبمعناه في السلام (٧٧)]

2102۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو طیبہ نے رسول اللہ ﷺ کو سینگی لگائی تو آپ نے اس کے لیے کھجور کا ایک صاع دینے کا حکم دیا اور اس کے مالکوں کو حکم دیا کہ اس کا خراج کچھ کم کر دیں۔

فائدہ: مالک اپنے غلام سے جو رقم ہر روز لینے کے لیے مقرر کرتا ہے اسے خراج کہتے ہیں، غلام اتنی رقم دے کر اس سے زیادہ جو کما لے وہ اسے خود استعمال کر سکتا ہے۔

٢١٠٣- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ - هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ - حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: احْتَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَعْطَى الَّذِي حَجَمَهُ وَلَوْ كَانَ حَرَامًا لَمْ يُعْطِهِ.

[راجع: ١٨٣٥- أخرجه مسلم: ١٢٠٢ بقطعة لم ترد في هذه الطريق، ولكنه في المساقاة (٦٥)]

2103۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے سینگی لگوائی اور جس نے آپ کو سینگی لگائی تھی اسے آپ نے اجرت دی اور اگر وہ حرام ہوتی تو آپ اسے نہ دیتے۔

فائدہ: حجام کی اجرت کو اگرچہ مکروہ قرار دیا گیا ہے مگر یہ انسانی ضرورت ہے، اگر کوئی بھی سینگی نہ لگائے تو یہ ضرورت کون پوری کرے گا، اس لیے اس کی اجرت جائز ہے۔ اس سے بھی مکروہ کام نالیاں اور بیت الخلا وغیرہ صاف کرنے کا ہے، لیکن اگر اس کی اجرت کو حرام قرار دیا جائے تو انسانی ضرورت کیسے پوری ہوگی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کے کام کرنے والے بندے پیدا فرمائے ہیں اور جن کاموں کے بغیر چارہ نہیں ان کی اجرت بھی بلا شک وشبہ حلال ہے۔

٤٠- بَابُ التِّجَارَةِ فِيمَا يُكْرَهُ لُبْسُهُ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

40۔ باب: ان چیزوں کی تجارت جن کا پہننا مردوں اور عورتوں کے لیے مکروہ ہے

٢١٠٤- حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ ابْنُ حَفْصٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ

2104۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ کی طرف ایک ریشمی جوڑا یا دھاری دار ریشمی جوڑا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

أَبِيهِ، قَالَ : أَرْسَلَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِحُلَّةِ حَرِيرٍ أَوْ سِيَرَاءَ، فَرَآهَا عَلَيْهِ فَقَالَ : « إِنِّي لَمْ أُرْسِلْ بِهَا إِلَيْكَ لِتَلْبَسَهَا، إِنَّمَا يَلْبَسُهَا مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ، إِنَّمَا بَعَثْتُ إِلَيْكَ لِتَسْتَمْتِعَ بِهَا » يَعْنِي : تَبِيعُهَا. [راجع : ٨٨٦- أخرجه مسلم : ٢٠٦٨ مطولاً بذكر أن أسامة لبسها لا عمر]

بھیجا، پھر آپ نے عمر رضی اللہ عنہ کو اسے پہنے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ''میں نے اسے تمھاری طرف پہننے کے لیے نہیں بھیجا، اسے صرف وہ لوگ پہنتے ہیں جن کا (آخرت میں) کوئی حصہ نہیں، میں نے اسے تمھاری طرف اس لیے بھیجا ہے کہ اس سے فائدہ اٹھالو۔'' یعنی اسے بیچ دو۔

٢١٠٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ : أَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِيهَا تَصَاوِيرُ، فَلَمَّا رَآهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَامَ عَلَى الْبَابِ، فَلَمْ يَدْخُلْهُ، فَعَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَتُوبُ إِلَى اللَّهِ وَإِلَى رَسُولِهِ ﷺ، مَاذَا أَذْنَبْتُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : « مَا بَالُ هَذِهِ النُّمْرُقَةِ ؟» قُلْتُ : اشْتَرَيْتُهَا لَكَ لِتَقْعُدَ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدَهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : « إِنَّ أَصْحَابَ هَذِهِ الصُّوَرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُعَذَّبُونَ، فَيُقَالُ لَهُمْ : أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ » وَقَالَ : « إِنَّ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ الصُّوَرُ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلَائِكَةُ » [انظر : ٣٢٢٤، ٥١٨١، ٥٩٥٧، ٥٩٦١، ٧٥٥٧ وانظر في التوحيد، باب : ٥٦ وانظر : ٢٤٧٩ وما يتبعه، فهي قطعة أخرى عند مسلم برقم واحد، أخرجه مسلم : ٢١٠٧]

2105۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک گدا خریدا جس پر تصویریں تھیں، جب رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا تو دروازے پر کھڑے ہو گئے اور اندر نہیں آئے، میں نے آپ ﷺ کے چہرے میں ناپسندیدگی دیکھی تو میں نے کہا: یا رسول اللہ! میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف توبہ کرتی ہوں، میں نے کیا گناہ کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس گدے کا کیا معاملہ ہے؟'' میں نے کہا: میں نے اسے آپ کے لیے خریدا ہے کہ آپ اس پر بیٹھیں اور ٹیک لگائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ان تصویروں والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا: جو تم نے بنایا ہے اس میں جان ڈالو۔'' اور آپ نے فرمایا: ''جس گھر میں تصویریں ہوں اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔''

فائدہ ''فرشتے داخل نہیں ہوتے'' سے مراد رحمت کے فرشتے ہیں جو مومنین کے پاس اپنی خوشی سے آتے جاتے رہتے ہیں، باقی جو فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے آتے ہیں وہ تو ہر جگہ اور ہر حال میں آئیں گے۔ (تیسیر الباری) اس حدیث سے صاف یہ نکلتا ہے کہ جاندار کی تصویر بنانا مطلقاً حرام ہے، نقشی ہو یا مجسم، اس لیے کہ گدے پر نقشی صورتیں بنی ہوئی تھیں۔ اور باب کا مطلب اس حدیث سے اس طرح نکلتا ہے کہ آپ ﷺ نے تصویر والا کپڑا عورت اور مرد دونوں کے لیے مکروہ رکھا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مگر اس کا خریدنا جائز سمجھا، اس لیے کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کو یہ حکم نہیں دیا کہ بیع فسخ کر دیں۔ (تیسیر الباری) بلکہ تصویروں کے سر کاٹنے کے بعد وہ آپ ﷺ کے گھر میں استعمال بھی ہوتا رہا۔

٤١۔ بَابٌ: صَاحِبُ السِّلْعَةِ أَحَقُّ بِالسَّوْمِ

41۔ باب: سامان کا مالک قیمت بتانے کا زیادہ حق دار ہے

٢١٠٦۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «يَا بَنِي النَّجَّارِ! ثَامِنُونِي بِحَائِطِكُمْ» وَفِيهِ خِرَبٌ وَنَخْلٌ. [راجع: ٢٣٤، أخرجه مسلم: ٥٢٤ مطولًا]

2106۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اے بنونجار! مجھ سے اپنے باغ کی قیمت طے کرو۔'' اور اس میں کچھ کھنڈر اور کھجور کے درخت تھے۔

فوائد: 1 ابن بطال نے کہا: اس مسئلہ میں علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کہ سامان کا مالک یا اس کا وکیل قیمت بتانے کا زیادہ حق رکھتا ہے۔ حافظ رحمہ اللہ نے کہا: لیکن یہ واجب نہیں، جابر رضی اللہ عنہ کے اونٹ کے قصہ میں آئے گا کہ رسول اللہ ﷺ نے خود ابتدا کرتے ہوئے ان سے کہا: «بِعْنِيهِ بِأُوقِيَّةٍ» [بخاري: ٢٧١٨] ''مجھے یہ اونٹ ایک اوقیہ میں بیچ دو۔''

2 ''ثَامِنُونِي'' باب مفاعلہ ہے جو دو جانبوں سے ہوتا ہے، مطلب یہ کہ تم اپنے باغ کی قیمت لگا کر مجھے بتاؤ، میں جتنی قیمت دینا چاہتا ہوں تمھیں بتاؤں گا، تا کہ ہمارے درمیان ایک قیمت طے ہو جائے۔

٤٢۔ بَابٌ: كَمْ يَجُوزُ الْخِيَارُ؟

42۔ باب: بیع فسخ کرنے کا اختیار کتنی مدت تک ہے؟

٢١٠٧۔ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى، قَالَ: سَمِعْتُ نَافِعًا، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ الْمُتَبَايِعَيْنِ بِالْخِيَارِ فِي بَيْعِهِمَا مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، أَوْ يَكُونُ الْبَيْعُ خِيَارًا»

2107۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ سے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا: ''خریدنے اور بیچنے والے دونوں کو ان کی بیع میں اختیار ہے جب تک وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں، یا بیع اختیار کی شرط والی ہو۔''

قَالَ نَافِعٌ: وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا اشْتَرَى شَيْئًا يُعْجِبُهُ فَارَقَ صَاحِبَهُ. [انظر: ٢١٠٩، ٢١١١،

نافع نے کہا: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب کوئی چیز خریدتے جو انھیں پسند ہوتی تو اپنے ساتھی سے جدا ہو جاتے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

۲۱۱۲، ۲۱۱۳، ۲۱۱٦۔ أخرجه مسلم : ۱۵۳۱]

فوائد: 1 خیار کا مطلب یہ ہے کہ بیچنے والے اور خریدنے والے دونوں کو اختیار ہے کہ اگر چاہیں تو بیع قائم رکھیں اور اگر چاہیں تو اسے فسخ کر دیں۔ یہ خیار دو طرح کا ہوتا ہے: خیارِ مجلس اور خیارِ شرط، بعض نے تیسرا خیار عیب بیان کیا ہے مگر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے مطابق وہ خیارِ شرط ہی میں شامل ہے۔ یہ اختیار کب تک باقی رہتا ہے اس میں تفصیل ہے، اگر بیع میں سودا طے ہو جائے اور اس کے ساتھ کوئی شرط نہ ہو تو اس باب کی حدیث سے معلوم ہوا کہ بیع کے بعد جب تک بائع اور مشتری ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں بلکہ اسی مجلس میں رہیں دونوں کا اختیار ہے کہ بیع توڑ دیں، بیچنے والا کہہ دے کہ میں نہیں بیچتا یا خریدار کہہ دے میں نہیں خریدتا۔ اس مطلب کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو سنن ابی داوٗد (۳۴۵۶) اور سنن ترمذی (۱۲۴۷) وغیرہ میں عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: « اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ صَفْقَةَ خِيَارٍ، وَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يُفَارِقَ صَاحِبَهُ خَشْيَةَ أَنْ يَسْتَقِيْلَهُ » ''خرید و فروخت کرنے والے دونوں کو اختیار ہے جب تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں، الا یہ کہ اختیار کا سودا ہو اور اس کے لیے حلال نہیں کہ اپنے ساتھی سے اس ڈر کی وجہ سے جدا ہو کہ وہ اس سے بیع واپس کر لے گا۔'' بعض لوگ باب کی حدیث کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ بائع اور مشتری کو اس وقت تک بیع واپس لینے کا اختیار ہے جب تک سودے کی بات ہو رہی ہو، جب بائع نے چیز بیچ دی اور خریدار نے خرید لی اب دونوں میں سے کسی کو بیع واپس کرنے کا اختیار نہیں خواہ مجلس ایک ہی ہو۔ ان کے خیال میں ایک دوسرے سے جدا ہونے کا مطلب بات پوری ہونا ہے اور اس کے لیے وہ لفظ ''تفرق بالکلام'' استعمال کرتے ہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ حدیث (۱۲۴۵) بیان کرنے کے بعد لکھا ہے: ''یہ حدیث حسن ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ بیع کے بعد اس ڈر سے جدا ہو جائے کہ وہ اس سے بیع واپس کر لے گا۔ اگر اس سے تفرق بالکلام (کلام میں جدا ہونا) ہی مراد ہوتا اور بیع کے بعد اسے اختیار نہ ہوتا تو اس حدیث کا کچھ مطلب نہیں رہتا جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے: ''اس کے لیے حلال نہیں کہ اس سے اس ڈر کی وجہ سے جدا ہو کہ وہ اس سے بیع واپس کر لے گا۔'' اس باب میں مذکور حدیث میں اس کے راوی ابن عمر رضی اللہ عنہما کے عمل سے بھی اس معنی کی تعیین ہوتی ہے کہ جب وہ کوئی ایسی چیز خریدتے جو انھیں پسند ہوتی تو اپنے ساتھی سے جدا ہو جاتے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ حدیث کا یہی مطلب سمجھتے تھے۔ اس پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع واپس ہونے کے خوف سے مجلس سے جدا ہونے سے منع فرمایا ہے تو ابن عمر رضی اللہ عنہما ایسا کیوں کرتے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ حدیث معلوم نہیں ہو گی، کیونکہ ان جیسے متبع سنت سے بہت بعید ہے کہ حدیث جانتے ہوئے اس کی مخالفت کریں۔

''تفرق بالکلام'' والے حضرات نے اپنے موقف کے لیے بعض آیات کو دلیل بنایا ہے، مثلاً ﴿ أَوْفُوا بِعَهْدِي ﴾ ''تم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میرا عہد پورا کرو۔" اور ﴿ وَأَشْهِدُوٓا۟ إِذَا تَبَايَعْتُمْ ﴾ "آپس میں خرید و فروخت کرو تو گواہ بنا لو۔" مگر ظاہر ہے کہ ان آیات کا مطلب نبی ﷺ سے بڑھ کر کوئی نہیں جانتا، آپ ﷺ کے فرمان کے بعد ان آیات سے اپنی مرضی کا مطلب نکالنا آپ ﷺ کے منصب کو تسلیم نہ کرنے یا اسے نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نحل میں فرمایا: ﴿ وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ ﴾ [النحل : ٤٤] "اور ہم نے تیری طرف یہ نصیحت اتاری، تاکہ تو لوگوں کے لیے کھول کر بیان کردے جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا۔" یہی بات اس سورت کی آیت (۶۴) میں فرمائی۔ اس لیے صحیح بات یہی ہے کہ بیع کرتے وقت اگر کوئی شرط نہ لگائی گئی ہو تو جب تک دونوں ایک مجلس میں ہیں اور ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے دونوں کو سودا واپس کرنے کا اختیار ہے۔

2 بیع اختیار کی شرط والی ہو: اس کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ بیع کرتے وقت بائع اور مشتری میں سے کوئی ایک دوسرے سے کہے کہ اب پسند کر لو، اگر تھوڑی دیر بعد واپس کرو تو میں نے نہیں کرنی، دوسرا فریق بھی اسے تسلیم کر لے تو خواہ مجلس ایک ہی رہے بیع فسخ نہیں ہوگی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ خریدار شرط کر لے کہ اگر مجھے پسند نہ آئی تو میں واپس کر دوں گا۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اس کے لیے زیادہ سے زیادہ تین دن کی مدت مقرر ہو سکتی ہے اور اگر مدت مقرر نہ ہو تب بھی خیار شرط میں تین دن کے اندر واپس کر سکتا ہے۔ امام بخاری نے باب سوالیہ انداز میں باندھا ہے: " كَمْ يَجُوزُ الْخِيَارُ؟ " "یہ اختیار کتنے دن کا جائز ہے؟" اور اس کی تحدید کی کوئی حدیث ذکر نہیں کی، اس سے ظاہر ہے کہ وہ اس میں کسی حد بندی کے قائل نہیں، دونوں فریق باہمی رضا مندی سے جتنے دن مقرر کر لیں ان کے اندر بیع واپس ہو سکتی ہے۔

۲۱۰۸۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَفْتَرِقَا»

2108۔ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا: "خرید و فروخت کرنے والے دونوں کو اختیار ہے جب تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں۔"

وَزَادَ أَحْمَدُ: حَدَّثَنَا بَهْزٌ قَالَ: قَالَ هَمَّامٌ: فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِأَبِي التَّيَّاحِ، فَقَالَ: كُنْتُ مَعَ أَبِي الْخَلِيلِ، لَمَّا حَدَّثَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْحَارِثِ بِهَذَا الْحَدِيثِ. [راجع : ۲۰۷۹۔ أخرجه مسلم : ۱۵۳۲ مطولاً]

اور احمد نے یہ الفاظ زیادہ ذکر کیے کہ ہمیں بہز نے بیان کیا، انھوں نے کہا کہ ہمام نے کہا: تو میں نے اس کا ذکر ابو التیاح سے کیا تو انھوں نے کہا: میں ابو الخلیل کے ساتھ تھا جب عبداللہ بن حارث نے انھیں یہ حدیث بیان کی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٤٣- بَابٌ : إِذَا لَمْ يُوَقِّتْ فِي الْخِيَارِ هَلْ يَجُوزُ الْبَيْعُ ؟

43۔ باب: جب خیار کی مدت مقرر نہ کرے تو کیا بیع جائز ہے؟

٢١٠٩- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، أَوْ يَقُولُ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ: اخْتَرْ» وَرُبَّمَا قَالَ: «أَوْ يَكُونُ بَيْعَ خِيَارٍ» [راجع: ٢١٠٧- أخرجه مسلم: ١٥٣١]

2109۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”خرید و فروخت کرنے والے دونوں کو اختیار ہے جب تک وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں، یا ان میں سے ایک دوسرے سے کہے: پسند کر لو۔“ اور بعض اوقات یوں فرمایا: ”یا اختیار کا سودا ہو۔“

فائدہ پچھلے باب میں اس کی شرح گزر چکی ہے۔

٤٤- بَابٌ : اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا

44۔ باب: خرید و فروخت کرنے والے دونوں کو اختیار ہے جب تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں

وَبِهِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَشُرَيْحٌ وَالشَّعْبِيُّ وَطَاوُسٌ وَعَطَاءٌ وَابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ.

اور ابن عمر اور شریح اور شعبی اور طاؤس اور عطا اور ابن ابی ملیکہ نے ایسے ہی کہا ہے۔

فائدہ حافظ رحمہ اللہ نے فتح الباری میں ان تمام تابعین کے اقوال کے حوالے اور تفصیل ذکر کی ہے کہ یہ سب حضرات خیارِ مجلس کے قائل تھے۔

٢١١٠- حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ، أَخْبَرَنَا حَبَّانُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: قَتَادَةُ أَخْبَرَنِي، عَنْ صَالِحٍ أَبِي الْخَلِيلِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: سَمِعْتُ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا وَإِنْ كَذَبَا وَكَتَمَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا» [راجع: ٢٠٧٩- أخرجه مسلم: ١٥٣٢]

2110۔ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا: ”خرید و فروخت کرنے والے دونوں کو اختیار ہے جب تک وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں، پھر اگر دونوں سچ کہیں اور صاف بیان کر دیں تو ان کے لیے ان کی بیع میں برکت کی جائے گی اور اگر وہ جھوٹ بولیں اور چھپائیں تو ان کی بیع کی برکت مٹا دی جائے گی۔“

فائدہ اس کے فوائد کے لیے دیکھیے حدیث (۲۰۷۹)۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

٢١١١- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «اَلْمُتَبَايِعَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ عَلَى صَاحِبِهِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، إِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ» [راجع: ٢١٠٧- أخرجه مسلم: ١٥٣١]

2111- عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خرید و فروخت کرنے والے دونوں میں سے ہر ایک کو اپنے ساتھی کے مقابلے میں اختیار ہے جب تک دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں مگر بیع خیار میں۔''

فائدہ: اس کے فوائد کے لیے دیکھیے حدیث (٢١٠٧)۔ ''مگر بیع خیار میں'' کا مطلب یہ ہے کہ بیچنے والا خریدنے والے کو اختیار دے کہ ابھی پسند کر لو یا واپس کر دو اور وہ کہے: میں نے پسند کر لیا تو مجلس سے الگ ہونا ضروری نہیں، بیع نافذ ہو جائے گی، واپس نہیں ہو گی۔

٤٥- بَابٌ: إِذَا خَيَّرَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ بَعْدَ الْبَيْعِ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ

45- باب: جب بیع کے بعد دونوں میں سے ایک اپنے ساتھی کو اختیار دے دے تو بیع لازم ہو جائے گی

٢١١٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «إِذَا تَبَايَعَ الرَّجُلَانِ فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، وَكَانَا جَمِيعًا أَوْ يُخَيِّرُ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ، فَتَبَايَعَا عَلَى ذَلِكَ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ، وَإِنْ تَفَرَّقَا بَعْدَ أَنْ يَتَبَايَعَا، وَلَمْ يَتْرُكْ وَاحِدٌ مِنْهُمَا الْبَيْعَ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ» [راجع: ٢١٠٧- أخرجه مسلم: ١٥٣١]

2112- ابن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا: ''جب دو آدمی بیع کریں تو دونوں میں سے ہر ایک کو اختیار ہے جب تک وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں اور اکٹھے رہیں، دونوں میں سے ایک دوسرے کو اختیار دے اور وہ اس پر آپس میں بیع کر لیں تو بیع واجب ہو گئی اور اگر وہ آپس میں بیع کرنے کے بعد ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں اور دونوں میں سے کسی نے بیع کو نہ چھوڑا ہو تو بیع واجب ہو گئی۔''

فائدہ: یہ حدیث مفصل ہے جس میں واضح بیان ہے کہ بائع اور مشتری جب تک اکٹھے رہیں، ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں دونوں میں سے ہر ایک کو بیع فسخ کرنے کا اختیار ہے، جب مجلس ایک نہ رہے تو یہ اختیار ختم ہو جائے گا۔ دوسرا واضح بیان یہ ہے کہ دونوں میں سے اگر ایک دوسرے کو اختیار دے اور وہ آپس میں اس پر بیع کر لیں تو بیع واجب ہو گئی۔ اس کی دو

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

صورتیں ہیں: ایک یہ کہ ان میں سے ایک اسی وقت دوسرے کو پسند کرنے یا واپس کرنے کا اختیار دے اور وہ بیع قبول کر لے تو بیع واجب ہو گئی، اب مجلس ایک ہی رہے تو بیع فسخ نہیں ہو گی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ایک آدمی دوسرے کو بیع واپس کرنے کا اختیار کسی مدت کے لیے دے دے تو مجلس کے بعد بھی اسے اس وقت تک بیع فسخ کرنے کا اختیار باقی رہے گا جو آپس میں طے ہوئی ہے۔

٤٦- بَابٌ : إِذَا كَانَ الْبَائِعُ بِالْخِيَارِ هَلْ يَجُوزُ الْبَيْعُ ؟

46۔ باب: جب بیچنے والے کو واپس لینے کا اختیار ہو تو کیا بیع جائز ہے؟

٢١١٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : « كُلُّ بَيِّعَيْنِ لَا بَيْعَ بَيْنَهُمَا حَتَّى يَتَفَرَّقَا، إِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ » [راجع : ٢١٠٧- أخرجه مسلم : ١٥٣١]

2113۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''کسی بیچنے والے اور خریدنے والے کے درمیان کوئی بیع نہیں یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں مگر وہ بیع جس میں اختیار ہو۔''

فائدہ اس حدیث کی شرح کے لیے دیکھیے حدیث (۲۱۰۷)۔

٢١١٤- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، حَدَّثَنَا حَبَّانُ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : « اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا - قَالَ هَمَّامٌ : وَجَدْتُ فِي كِتَابِي : يَخْتَارُ ثَلَاثَ مِرَارٍ - فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَذَبَا وَكَتَمَا فَعَسَى أَنْ يَرْبَحَا رِبْحًا وَيُمْحَقَا بَرَكَةَ بَيْعِهِمَا »

قَالَ : وَحَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا أَبُو التَّيَّاحِ : أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الْحَارِثِ يُحَدِّثُ بِهَذَا الْحَدِيثِ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [راجع :

2114۔ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''خریدنے والے اور بیچنے والے دونوں کو اختیار ہے یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے سے جدا ہوں - ہمام نے کہا: میں نے اپنی کتاب میں یوں لکھا پایا کہ تین بار پسند کرے - پھر اگر وہ دونوں سچ کہیں اور صاف بیان کر دیں تو ان کے لیے ان کی بیع میں برکت کی جائے گی اور اگر وہ دونوں جھوٹ بولیں اور چھپائیں تو قریب ہے کہ وہ کچھ نفع حاصل کر لیں اور ان کی بیع کی برکت مٹا دی جائے۔''

حبان نے کہا: اور ہمیں ہمام نے بیان کیا، انھوں نے کہا: ہمیں ابو التیاح نے بیان کیا کہ انھوں نے عبداللہ بن حارث سے سنا، وہ یہ حدیث حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے، وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۰۷۹۔ أخرجه مسلم : ۱۵۳۲]

نبی ﷺ سے بیان کر رہے تھے۔

فائدہ: اس باب سے امام بخاری نے ان لوگوں کا رد کیا ہے جو کہتے ہیں کہ واپسی کے اختیار کی شرط صرف خریدار کر سکتا ہے، بیچنے والا نہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دونوں کو یہ حق حاصل ہے کہ اگر وہ واپس کرنے کی شرط کر لیں تو بیع واپس کر سکتے ہیں اور واپس نہ کرنے کی شرط کر لیں تو اس کا بھی انھیں اختیار ہے۔ مزید شرح کے لیے دیکھیے حدیث (۲۰۷۹)۔

٤٧- بَابٌ : إِذَا اشْتَرَى شَيْئًا فَوَهَبَ مِنْ سَاعَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَتَفَرَّقَا وَلَمْ يُنْكِرِ الْبَائِعُ عَلَى الْمُشْتَرِي، أَوِ اشْتَرَى عَبْدًا فَأَعْتَقَهُ

47۔ باب: جب آدمی کوئی چیز خریدے اور اسی وقت ایک دوسرے سے جدا ہونے سے پہلے ہبہ کر دے اور بیچنے والا خریدنے والے پر اعتراض نہ کرے، یا کوئی غلام خریدے اور اسے آزاد کر دے

وَقَالَ طَاوُسٌ : فِيمَنْ يَشْتَرِي السِّلْعَةَ عَلَى الرِّضَا، ثُمَّ بَاعَهَا : وَجَبَتْ لَهُ وَالرِّبْحُ لَهُ .

اور طاؤس نے اس شخص کے بارے میں کہا جو بیچنے والے کی رضا مندی سے کوئی سامان خریدے، پھر اسے بیچ دے (اور بیچنے والا اعتراض نہ کرے) تو وہ بیع اس کے لیے لازم ہوگئی اور نفع اس کا ہوگا۔

٢١١٥- وَقَالَ الْحُمَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا عَمْرٌو، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَكُنْتُ عَلَى بَكْرٍ صَعْبٍ لِعُمَرَ، فَكَانَ يَغْلِبُنِي فَيَتَقَدَّمُ أَمَامَ الْقَوْمِ، فَيَزْجُرُهُ عُمَرُ وَيَرُدُّهُ، ثُمَّ يَتَقَدَّمُ، فَيَزْجُرُهُ عُمَرُ وَيَرُدُّهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِعُمَرَ : «بِعْنِيهِ» قَالَ : هُوَ لَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ : «بِعْنِيهِ» فَبَاعَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : «هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ! تَصْنَعُ بِهِ مَا شِئْتَ» [انظر : ٢٦١٠، ٢٦١١، وانظر في البيوع، باب : ٣٣، ٣٤]

2115۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک سفر میں ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے اور میں عمر رضی اللہ عنہ کے ایک سرکش جوان اونٹ پر سوار تھا۔ وہ مجھ سے بے قابو ہو کر لوگوں سے آگے بڑھ جاتا اور عمر رضی اللہ عنہ اسے ڈانٹتے اور پیچھے ہٹاتے تھے، وہ پھر آگے بڑھتا اور عمر رضی اللہ عنہ اسے ڈانٹتے اور پیچھے ہٹاتے تھے۔ تو نبی ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: ”یہ اونٹ مجھے بیچ دو۔“ انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ آپ کا ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: ”اسے مجھے بیچ دو۔“ تو انھوں نے اسے رسول اللہ ﷺ کو بیچ دیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”عبداللہ بن عمر! یہ تمھارا ہے، اسے جو چاہو کرو۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

فائدہ: اس باب کے ساتھ امام بخاری نے ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی حدیثوں سے ثابت شدہ قاعدے پر وارد ہونے والے ایک سوال کا پیشگی جواب بتایا ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ خرید و فروخت کرنے والوں کی مجلس جب تک ایک رہے دونوں کو بیع واپس کرنے کا اختیار رہتا ہے، بیع واجب اس وقت ہوتی ہے جب وہ ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں یا خیار کا سودا ہو۔ (اس کی شرح اوپر گزر چکی ہے) اس پر سوال یہ ہے کہ نبی ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ سے اونٹ خریدا اور اسی وقت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ہبہ کر دیا، یہ سب لوگ قافلے میں اکٹھے جا رہے تھے، الگ ہونے تک ان کی مجلس ایک ہی تھی، اس لیے ابھی بیع پکی نہیں ہوئی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے مجلس الگ ہونے سے پہلے ہی وہ اونٹ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ہبہ کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مجلس جدا ہونا کوئی ضروری نہیں، بس بات طے ہونے سے بیع واجب ہو جاتی ہے۔ امام صاحب نے اس سوال کا جواب ایک فقرہ میں سمجھا دیا کہ جب آدمی کوئی چیز خریدے اور اسی وقت کسی کو ہبہ کر دے یا آگے فروخت کر دے یا غلام خریدے اور اسی وقت اسے آزاد کر دے اور بیچنے والا یہ سب کچھ دیکھنے کے باوجود اس پر کوئی اعتراض نہ کرے تو وہ ہبہ اور بیع اور آزاد کرنا واجب ہو جائے گا، کیونکہ مجلس ایک ہونے کے باوجود بیچنے والے نے خاموش رہ کر اپنا اختیار جو اسے حاصل تھا خود ہی ختم کر دیا۔ اس حدیث سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ادب کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ انھیں برداشت ہی نہیں تھا کہ کسی کی سواری آپ ﷺ کی سواری سے آگے بڑھے۔

٢١١٦- قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ : وَقَالَ اللَّيْثُ : حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : بِعْتُ مِنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عُثْمَانَ مَالًا بِالْوَادِي بِمَالٍ لَهُ بِخَيْبَرَ، فَلَمَّا تَبَايَعْنَا رَجَعْتُ عَلَى عَقِبِي حَتَّى خَرَجْتُ مِنْ بَيْتِهِ خَشْيَةَ أَنْ يُرَادَّنِي الْبَيْعَ، وَكَانَتِ السُّنَّةُ أَنَّ الْمُتَبَايِعَيْنِ بِالْخِيَارِ حَتَّى يَتَفَرَّقَا، قَالَ عَبْدُ اللَّهِ : فَلَمَّا وَجَبَ بَيْعِي وَبَيْعُهُ، رَأَيْتُ أَنِّي قَدْ غَبَنْتُهُ، بِأَنِّي سُقْتُهُ إِلَى أَرْضِ ثَمُودَ بِثَلَاثِ لَيَالٍ، وَسَاقَنِي إِلَى الْمَدِينَةِ بِثَلَاثِ لَيَالٍ . [راجع : ٢١٠٧- أخرجه مسلم : ١٥٣١، مختصرًا باختلاف]

2116- عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے اپنی ایک زمین جو وادی میں تھی امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو ان کی اس (زمین) کے بدلے فروخت کی جو خیبر میں تھی۔ جب ہم بیع کر چکے تو میں اپنی ایڑیوں پر پلٹا یہاں تک کہ ان کے کمرے سے نکل گیا، اس ڈر سے کہ وہ مجھ سے بیع واپس نہ کر لیں اور سنت یہ تھی کہ خرید و فروخت کرنے والوں کو اختیار ہے یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے سے جدا ہوں۔ عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جب میری اور ان کی بیع پکی ہوگئی تو میں نے سمجھا کہ میں نے ان کا نقصان کر دیا ہے، اس طرح کہ میں نے انھیں ارضِ ثمود کی طرف تین راتیں آگے چلا دیا ہے اور انھوں نے مجھے مدینہ کی طرف تین راتیں (واپس) چلا دیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ: حدیث میں مذکور وادی سے مراد وادی القریٰ ہے جو تبوک کے قریب ہے جہاں صالح علیہ السلام کی قوم ثمود کی بستیاں تھیں۔ خیبر مدینہ سے تین راتوں کے فاصلے پر تھا جہاں عثمان رضی اللہ عنہ کی زمین تھی اور وادی القریٰ مدینہ سے چھ راتوں کے فاصلے پر تھی جہاں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی زمین تھی۔ " غَبَنَ يَغْبِنُ " کا معنی دوسرے کا نقصان کرنا ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس بات پر خوش ہو رہے ہیں کہ انھوں نے ایسا سودا کیا جس کے نتیجے میں وہ مدینہ کے قریب آ گئے اور عثمان رضی اللہ عنہ مدینہ سے دور چلے گئے۔ ظاہر ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اور عثمان رضی اللہ عنہ دونوں مدینہ میں رہتے تھے۔

علامہ وحید الزمان رحمہ اللہ نے " غَبَنْتُهُ " کا بڑا دلچسپ ترجمہ کیا ہے: ''میں نے سمجھا کہ میں نے حضرت عثمان کو ٹھگ لیا ہے۔'' ہوسکتا ہے عثمان رضی اللہ عنہ کو ابن عمر رضی اللہ عنہما کی زمین لے کر مالی فائدہ زیادہ ہوا ہو، کیونکہ تجارت میں ابن عمر رضی اللہ عنہما ان کی ٹکر کے نہیں تھے، مگر وہ مدینے سے قریب ہونے پر اتنے خوش تھے کہ اپنے خیال میں انھوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو ٹھگ لیا تھا۔ یہ ان کی مدینہ سے محبت کا خاص اور انوکھا انداز تھا۔ اس حدیث میں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس قاعدہ کو سنت قرار دیا ہے کہ خرید وفروخت کرنے والوں کو ایک دوسرے سے جدا ہونے تک بیع واپس کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔ بیع والے کمرے سے نکلنے سے ظاہر ہے کہ وہ مجلس سے جدا ہونے تک خیار کو سنت سمجھتے تھے۔ صرف بات طے ہو جانے سے اختیار کو باطل نہیں سمجھتے تھے۔

٤٨۔ بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْخِدَاعِ فِي الْبَيْعِ

48۔ باب: بیع میں دھوکے کا ناپسندیدہ ہونا

٢١١٧۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَجُلًا ذَكَرَ لِلنَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ يُخْدَعُ فِي الْبُيُوعِ، فَقَالَ: «إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ: لَا خِلَابَةَ» [انظر: ٢٤٠٧، ٢٤١٤، ٦٩٦٤۔ أخرجه مسلم: ١٥٣٣]

2117۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ سے ذکر کیا کہ اسے خرید وفروخت میں دھوکا دیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم بیع کرو تو کہہ دیا کرو کہ دھوکا نہ ہو۔''

فوائد: 1 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص بیع کے وقت یہ شرط کر لے کہ بیع میں دھوکا نہ ہو تو اس شرط کی وجہ سے اسے اختیار حاصل ہو جاتا ہے، پھر اگر دھوکا ثابت ہو جائے تو وہ اسے واپس کر سکتا ہے۔

2 حافظ رحمہ اللہ نے کہا: ''معلوم ہوتا ہے کہ بخاری نے اس باب سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ بیع میں دھوکا مکروہ ہے مگر اس سے بیع فسخ نہیں ہوتی، الا یہ کہ خریدار شرط کر لے کہ اگر دھوکا ہوا تو بیع واپس کر دی جائے گی، جیسا کہ حدیث میں مذکور قصہ میں ہے۔''

3 سنن ابن ماجہ (٢٣٥٥) میں ہے کہ محمد بن یحییٰ بن حبان نے کہا: ''وہ میرے دادا منقذ بن عمرو رضی اللہ عنہ تھے، انھیں سر میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چوٹ لگی تھی جو دماغ تک جا پہنچی، جس سے ان کی زبان میں خرابی ہو گئی، اس کے باوجود وہ تجارت نہیں چھوڑتے تھے اور ہمیشہ انھیں نقصان ہو جاتا تھا، وہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے اس بات کا ذکر کیا، آپ نے ان سے کہا: ''جب تم بیع کرو تو کہہ لیا کرو: ((لَا خِلَابَةَ)) ''دھوکا نہ ہو۔'' اور فرمایا: ''پھر تم جو سامان بھی خریدو اس میں تمھیں تین راتوں تک اختیار ہے، اگر تمھیں پسند ہو تو رکھ لو اور اگر ناپسند ہو تو اسے واپس کر دو۔'' یہ حدیث بیہقی (۱۰۴۵۸) میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔ نووی اور البانی نے اسے حسن کہا ہے۔ شوکانی نے کہا: ثابت ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے ''تیسیر الوصول الی احادیث الرسول ﷺ۔''

٤٩۔ بَابُ مَا ذُكِرَ فِي الْأَسْوَاقِ

49۔ باب: بازاروں کے بارے میں جو ذکر آیا ہے

فائدہ صحیح مسلم (٦٧١) میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((أَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَى اللّٰهِ مَسَاجِدُهَا، وَأَبْغَضُ الْبِلَادِ إِلَى اللّٰهِ أَسْوَاقُهَا)) ''شہروں میں اللہ کو سب سے محبوب ان کی مسجدیں ہیں اور شہروں میں سب سے ناپسند ان کے بازار ہیں۔'' امام بخاری کا مقصد اس باب سے یہ ہے کہ اللہ کے ہاں بازاروں کے ناپسند ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ بازار بنانا یا ان میں تجارت کرنا یا وہاں آنا جانا منع ہے، بلکہ تجارت کرنا اور بازاروں میں جانا جائز ہے۔ اللہ کے نبی اور نیک بندے ان میں جاتے اور خرید و فروخت کرتے رہے ہیں۔ اس مقصد کے لیے امام بخاری وہ احادیث لائے ہیں جن میں ''سُوق'' کا لفظ آیا ہے۔

قرآن مجید میں بھی بازاروں کا ذکر آیا ہے: ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ﴾ [الفرقان : ٢٠] ''اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجے مگر بلاشبہ وہ یقیناً کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔''

وَ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ : لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ، قُلْتُ : هَلْ مِنْ سُوقٍ فِيهِ تِجَارَةٌ ؟ قَالَ : سُوقُ قَيْنُقَاعَ . [راجع : ٢٠٤٨]

اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: جب ہم مدینہ میں آئے تو میں نے پوچھا: کیا یہاں کوئی بازار ہے جس میں تجارت ہوتی ہو؟ تو انھوں نے کہا: قینقاع کا بازار ہے۔

وَقَالَ أَنَسٌ : قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ : دُلُّونِي عَلَى السُّوقِ . [راجع : ٢٠٤٩] وَ قَالَ عُمَرُ : أَلْهَانِي الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ . [راجع : ٢٠٦٢]

اور انس رضی اللہ عنہ نے کہا: عبدالرحمٰن (بن عوف) رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے بازار کا راستہ بتاؤ۔ اور عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے بازاروں میں سودا کرنے نے غافل رکھا۔

فائدہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی مفصل حدیث ''کتاب البیوع'' کے شروع میں (۲۰۴۸) ہے اور انس رضی اللہ عنہ والی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

حدیث اس کے ساتھ ہی (۲۰۴۹) میں مفصل موجود ہے اور عمر رضی اللہ عنہ کا قول اسی مقام پر ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث (۲۰۶۲) میں ہے۔ یہاں ان سب سے مقصود صرف یہ ہے کہ بازار رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں موجود تھے، بڑے بڑے فاضل صحابہ ان میں جاتے، روزی کماتے اور سوال سے بچنے کے لیے محنت کرتے تھے۔

۲۱۱۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّا، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوقَةَ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، قَالَ : حَدَّثَتْنِي عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : « يَغْزُو جَيْشٌ الْكَعْبَةَ، فَإِذَا كَانُوا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ » قَالَتْ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ! كَيْفَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ وَفِيهِمْ أَسْوَاقُهُمْ وَمَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ ؟ قَالَ : « يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ، ثُمَّ يُبْعَثُونَ عَلَى نِيَّاتِهِمْ » [انظر في الحج، باب : ٤٩، وفي الصوم، باب : ٦- أخرجه مسلم : ٢٨٨٤ بمعناه]

2118۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک لشکر کعبہ پر حملہ کے لیے آئے گا، جب وہ (مکہ کے باہر) بیداء مقام پر آئیں گے تو ان کے اگلوں اور پچھلوں کو دھنسا دیا جائے گا۔'' میں نے کہا: یا رسول اللہ! ان کے اگلوں اور پچھلوں کو کیسے دھنسا دیا جائے گا جب کہ ان میں ان کے بازار اور وہ لوگ بھی ہوں گے جو ان میں سے نہیں ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان کے اگلوں اور پچھلوں کو دھنسا دیا جائے گا، پھر وہ اپنی نیتوں پر اٹھائے جائیں گے۔''

فوائد: 1 صحیح مسلم کی روایت (۲۸۸۴) میں ہے کہ ہم نے کہا: راستہ تو کئی طرح کے لوگوں کو جمع کر لیتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: « نَعَمْ، فِيهِمُ الْمُسْتَبْصِرُ وَالْمَجْبُورُ وَابْنُ السَّبِيلِ » ''ہاں، ان میں سوچ سمجھ کر لڑنے کے ارادے سے آنے والے بھی ہوں گے اور وہ بھی جنھیں زبردستی لایا گیا ہوگا اور راہ گیر مسافر بھی ہوں گے۔'' صحیح بخاری کی زیر شرح حدیث میں ہے کہ ان سب کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا مگر قیامت کے دن ان کے ساتھ ان کی نیتوں کے مطابق معاملہ کیا جائے گا۔

2 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی گناہ کے لیے جانے والوں کے ساتھ والوں کو بھی ان کے گناہ کی شامت گھیر لیتی ہے، اس لیے ایسے لوگوں کے ساتھ جا کر ان کی تعداد میں اضافہ نہیں کرنا چاہیے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ قیامت کے دن اعمال کا اعتبار نیت کے مطابق ہوگا اور یہ کہ ایسی جگہ پر اگر کوئی شخص ان کے تعاون کی نیت سے نہیں بلکہ اپنی ضرورت کے لیے تجارت وغیرہ کے لیے جائے تو دنیا میں ان پر اترنے والی نحوستوں میں شریک ہونے کے باوجود قیامت کے دن اس کی نجات کی امید ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٢١١٩۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «صَلَاةُ أَحَدِكُمْ فِي جَمَاعَةٍ تَزِيدُ عَلَى صَلَاتِهِ فِي سُوقِهِ وَبَيْتِهِ بِضْعًا وَعِشْرِينَ دَرَجَةً، وَذٰلِكَ بِأَنَّهُ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ أَتَى الْمَسْجِدَ، لَا يُرِيدُ إِلَّا الصَّلَاةَ، لَا يَنْهَزُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ، لَمْ يَخْطُ خَطْوَةً إِلَّا رُفِعَ بِهَا دَرَجَةً أَوْ حُطَّتْ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ، وَالْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ الَّذِي يُصَلِّي فِيهِ: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ، مَا لَمْ يُحْدِثْ فِيهِ، مَا لَمْ يُؤْذِ فِيهِ» وَقَالَ: «أَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ مَا كَانَتِ الصَّلَاةُ تَحْبِسُهُ» [راجع: ١٧٦۔ أخرجه مسلم: ٦٤٩ آخره، وهو بتمامه في كتاب المساجد: ٢٧٢]

2119۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کسی شخص کی جماعت میں نماز اس کے بازار اور اس کے گھر میں نماز سے بیس سے اوپر درجے زیادہ ہوتی ہے۔ وہ اس طرح سے کہ جب وہ وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے، پھر مسجد میں آئے، نماز کے سوا کوئی ارادہ نہ رکھتا ہو، صرف نماز ہی اسے اٹھا کر لے جا رہی ہو تو وہ کوئی قدم نہیں اٹھائے گا مگر اس کے ساتھ اس کا ایک درجہ بلند کر دیا جائے گا یا اس کے ساتھ اس کا ایک گناہ مٹا دیا جائے گا۔ اور فرشتے تمھارے اس شخص کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنی نماز کی اس جگہ میں رہے جس میں وہ نماز پڑھتا ہے۔ اے اللہ! اس پر صلاۃ بھیج، اے اللہ! اس پر رحم فرما، جب تک وہ اس میں وضو نہ توڑے، جب تک کسی کو تکلیف نہ دے۔'' اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک نماز ہی میں رہتا ہے جب تک نماز اسے روکے رکھتی ہے۔''

فائدہ: اس کی شرح کے لیے دیکھیے حدیث (٦٤٥ تا ٦٤٧) کے فوائد۔ یہاں مقصود بازار کا ذکر اور اس میں نماز کا جواز ہے۔

٢١٢٠۔ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ فِي السُّوقِ، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا أَبَا الْقَاسِمِ! فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: إِنَّمَا دَعَوْتُ هٰذَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «سَمُّوا بِاسْمِي وَلَا تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِي» [انظر: ٢١٢١، ٣٥٣٧۔ أخرجه

2120۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ بازار میں تھے تو ایک آدمی نے کہا: یا ابا القاسم! تو نبی ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس نے کہا: میں نے تو اس آدمی کو آواز دی تھی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''میرے نام پر نام رکھ لو اور میری کنیت پر کنیت نہ رکھو۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسلم: ۲۱۳۱]

۲۱۲۱- حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: دَعَا رَجُلٌ بِالْبَقِيعِ: يَا أَبَا الْقَاسِمِ! فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ، فَقَالَ: لَمْ أَعْنِكَ، قَالَ: «سَمُّوا بِاسْمِي وَلَا تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي» [راجع: ۲۱۲۰- أخرجه مسلم: ۲۱۳۱]

2121۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے بقیع میں آواز دی: یا ابا القاسم! نبی ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے تو اس نے کہا: میں نے آپ کو مراد نہیں لیا تھا، تو نبی ﷺ نے فرمایا: ”میرے نام پر نام رکھو اور میری کنیت پر کنیت نہ رکھو۔“

فوائد 1 انس رضی اللہ عنہ کی پہلی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ بازار میں تھے اور دوسری میں ہے کہ آپ ﷺ بقیع میں تھے، معلوم ہوا کہ اس زمانے میں بقیع کے ساتھ بازار تھا اور یہاں یہی مقصود ہے۔

2 واضح رہے کہ آپ ﷺ کی کنیت پر کنیت رکھنے کی ممانعت رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں تھی، کیونکہ اس وقت کنیت کے ساتھ بلانے میں اشتباہ کا خطرہ تھا۔ آپ ﷺ نے اپنی وفات کے بعد اس کی اجازت دی ہے، بلکہ آپ ﷺ کے نام پر نام اور کنیت پر کنیت دونوں کو جمع کرنے کی بھی اجازت دی ہے، جیسا کہ سنن ترمذی (۲۸۴۳) میں علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا: «يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَرَأَيْتَ إِنْ وُلِدَ لِي بَعْدَكَ، أُسَمِّيهِ مُحَمَّدًا وَأُكَنِّيهِ بِكُنْيَتِكَ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَكَانَتْ رُخْصَةً لِي» ”اے اللہ کے رسول! یہ فرمائیں کہ اگر آپ کے بعد میرا کوئی بیٹا ہو تو میں اس کا نام محمد اور اس کی کنیت آپ کی کنیت پر رکھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں!“ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: تو یہ میرے لیے رخصت ہوگئی۔“ امام ترمذی نے کہا: یہ صحیح حدیث ہے۔ بندہ عبد السلام عرض کرتا ہے کہ میرے والد کا نام محمد تھا، انھوں نے اپنی کنیت بھی ابو القاسم رکھی، پھر میں نے اپنے ایک بیٹے کا نام محمد رکھا، اس نے اپنے بیٹے کا نام قاسم رکھا، اس طرح اس کی کنیت بھی ابو القاسم ہوئی۔ (والحمد للہ)

۲۱۲۲- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ الدَّوْسِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فِي طَائِفَةِ النَّهَارِ، لَا يُكَلِّمُنِي وَلَا أُكَلِّمُهُ، حَتَّى أَتَى سُوقَ بَنِي قَيْنُقَاعَ، فَجَلَسَ بِفِنَاءِ بَيْتِ فَاطِمَةَ، فَقَالَ: «أَثَمَّ لُكَعُ؟ أَثَمَّ لُكَعُ؟» فَحَبَسَتْهُ

2122۔ ابو ہریرہ دوسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ دن کے ایک وقت میں نکلے، نہ آپ مجھ سے بات کر رہے تھے نہ میں آپ سے بات کر رہا تھا، یہاں تک کہ آپ بنو قینقاع کے بازار میں آئے اور (واپسی پر) فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے سامنے کھلی جگہ میں بیٹھ گئے اور فرمایا: ”کیا یہاں چھوٹو ہے؟ کیا یہاں چھوٹو ہے؟“ تو فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کچھ دیر اسے روکے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

شَيْئًا فَظَنَنْتُ أَنَّهَا تُلْبِسُهُ سِخَابًا أَوْ تُغَسِّلُهُ، فَجَاءَ يَشْتَدُّ حَتَّى عَانَقَهُ وَقَبَّلَهُ وَقَالَ : « اَللّٰهُمَّ أَحْبِبْهُ وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُ »

رکھا، میں نے سمجھا کہ وہ اسے لونگ جیسی چیزوں کا بنا ہوا خوشبودار ہار پہنا رہی ہیں، یا اسے نہلا رہی ہیں، پھر وہ (حسن رضی اللہ عنہ) دوڑتا ہوا آیا یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اسے گلے لگایا اور اسے چوما اور کہا: ''اے اللہ! اس سے محبت کر اور اس سے بھی محبت کر جو اس سے محبت کرے۔''

۲۱۲۲م۔ قَالَ : سُفْيَانُ قَالَ : عُبَيْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنِي : أَنَّهُ رَأَى نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ أَوْتَرَ بِرَكْعَةٍ . [انظر: ۵۸۸۴۔ أخرجه مسلم : ۲۴۲۱ مختصرًا]

2122م۔سفیان نے کہا کہ عبیداللہ نے مجھے خبر دی کہ انھوں نے نافع بن جبیر کو دیکھا کہ انھوں نے وتر ایک رکعت پڑھا۔

فوائد: 1 "فِيْ طَائِفَةِ النَّهَارِ" (دن کے ایک حصے میں): کرمانی نے بیان کیا کہ بعض روایات میں ہے: "فِيْ صَائِفَةٍ مِنَ النَّهَارِ" ''ایک گرمی کے دن میں۔'' رسول اللہ ﷺ کا بات نہ کرنا شاید وحی وغیرہ میں مشغولیت کی وجہ سے ہو اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بات نہ کرنا آپ ﷺ کی توقیر و تعظیم کی وجہ سے تھا اور صحابہ کا یہی معمول تھا کہ جب آپ ﷺ کی طبیعت میں نشاط نہ دیکھتے تو خاموش رہتے۔ اس حدیث کا کچھ حصہ ناقل سے رہ گیا ہے، کیونکہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا گھر سوقِ بنی قینقاع میں نہیں تھا۔ چنانچہ صحیح مسلم (۲۴۲۱/۵۷) میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ بنو قینقاع کے بازار میں آئے: « ثُمَّ انْصَرَفَ حَتَّى أَتَى خِبَاءَ فَاطِمَةَ » پھر آپ ﷺ واپس آئے یہاں تک کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے سامنے کھلی جگہ میں آئے۔'' (فتح الباری)

2 "لُکَعُ" کے دو معنی ہیں، ایک معنی ہے چھوٹا، اصل میں یہ لفظ گھوڑی کے چھوٹے بچھیرے وغیرہ پر بولا جاتا ہے اور دوسرا معنی ہے "لَئِیْمٌ" یعنی کمینہ، جیسا کہ ترمذی (۲۲۰۹) میں حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے: « لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَكُوْنَ أَسْعَدَ النَّاسِ بِالدُّنْيَا لُكَعُ بْنُ لُكَعٍ » ''قیامت کے قریب دنیا میں سب لوگوں سے زیادہ کامیاب کمینے کا کمینہ بیٹا ہوگا۔'' یہاں پہلا معنی ہی مناسب ہے۔ صحیح مسلم (۲۴۲۱/۵۷) میں ہے کہ یہ بچہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما تھے۔ "سِخَابٌ" ایسا ہار جس میں سونا چاندی نہیں ہوتے، صرف لونگ وغیرہ جیسی خوشبودار چیزیں اور منکے ہوتے ہیں۔ (فتح الباری)

3 اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کی تواضع، بازار میں جانا، گھر سے باہر کی جگہ میں بیٹھ جانا، چھوٹے بچوں پر رحم، ان سے محبت اور پیار کرنا، انھیں گلے لگانا، چومنا، ان سے مزاح کرنا اور صحابہ کا آپ ﷺ کی توقیر و تعظیم کرنا ظاہر ہے۔ اس طرح اس میں حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی منقبت اور فضیلت بھی ظاہر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے خاص فضل سے حسنین رضی اللہ عنہما کی محبت عطا فرمائے اور ان کے دشمنوں سے براءت کی توفیق بخشے۔ (آمین)

4 آخر میں عبیداللہ کے نافع بن جبیر کو دیکھنے کی روایت لانے کا مقصد یہ بتانا ہے کہ عبیداللہ کی نافع بن جبیر سے ملاقات ثابت ہے اور جب راوی اور اس سے بیان کرنے والے کی ملاقات ثابت ہو جائے تو اس سے بیان کرنے والا اگر لفظ ''عن''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ بھی روایت کرے تو بالاتفاق اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے وہ روایت اس سے سنی ہے، بشرطیکہ "عن" کے ساتھ بیان کرنے والا مدلس نہ ہو۔

٢١٢٣- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ، حَدَّثَنَا مُوسَى، عَنْ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُمَرَ: أَنَّهُمْ كَانُوا يَشْتَرُونَ الطَّعَامَ مِنَ الرُّكْبَانِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ، فَيَبْعَثُ عَلَيْهِمْ مَنْ يَمْنَعُهُمْ أَنْ يَبِيعُوهُ حَيْثُ اشْتَرَوْهُ حَتَّى يَنْقُلُوهُ حَيْثُ يُبَاعُ الطَّعَامُ. [انظر: ٢١٣١، ٢١٣٧، ٢١٦٦، ٢١٦٧، ٦٨٥٢- أخرجه مسلم: ١٥٢٧، وفي البيوع (٣٤ و ٣٧)]

2123۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ لوگ نبی ﷺ کے زمانے میں اونٹوں کے سواروں سے غلہ خریدتے تھے تو آپ ﷺ ان پر ایسے آدمی مقرر کرتے تھے جو انھیں اس جگہ بیچنے سے منع کرتے جہاں انھوں نے خریدا ہوتا، یہاں تک کہ اسے اس جگہ منتقل کریں جہاں غلہ فروخت کیا جاتا تھا۔

٢١٢٤- قَالَ: وَحَدَّثَنَا ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُبَاعَ الطَّعَامُ إِذَا اشْتَرَاهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ. [انظر: ٢١٢٦، ٢١٣٣، ٢١٣٦- أخرجه مسلم: ١٥٢٦، وفي البيوع (٣٤ و ٣٥)]

2124۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب کوئی غلہ خرید لے تو نبی ﷺ نے اس کے بیچنے سے منع فرمایا یہاں تک کہ وہ اس پر پوری طرح قبضہ کر لے۔

فائدہ: حدیث میں مذکور مسئلہ کی وضاحت آگے آئے گی، یہاں مقصد یہ ہے کہ عہد نبوی ﷺ میں وہ جگہیں موجود تھیں جہاں غلہ خریدا جاتا اور پھر بیچا جاتا تھا اور انھی جگہوں کو منڈی یا بازار کہا جاتا ہے۔

٥٠- بَابُ كَرَاهِيَةِ السَّخَبِ فِي السُّوقِ

50۔ باب: بازار میں شور و غل کا مکروہ ہونا

٢١٢٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ، حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، حَدَّثَنَا هِلَالٌ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ: لَقِيتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قُلْتُ: أَخْبِرْنِي عَنْ صِفَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي التَّوْرَاةِ؟ قَالَ: أَجَلْ، وَاللَّهِ! إِنَّهُ لَمَوْصُوفٌ فِي التَّوْرَاةِ بِبَعْضِ صِفَتِهِ فِي الْقُرْآنِ: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا﴾ [الأحزاب: ٤٥] وَحِرْزًا لِلْأُمِّيِّينَ، أَنْتَ عَبْدِي وَرَسُولِي، سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ، لَيْسَ

2125۔ عطا بن یسار سے روایت ہے کہ میں عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے ملا اور میں نے کہا: آپ مجھے رسول اللہ ﷺ کی وہ صفت بیان کریں جو تورات میں آئی ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں، اللہ کی قسم! تورات میں آپ ﷺ کی بعض وہ صفات مذکور ہیں جو قرآن میں آئی ہیں: "اے نبی! یقیناً ہم نے تجھے شہادت دینے والا اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے" اور ان پڑھوں کا محافظ، تو میرا بندہ اور میرا پیغام پہنچانے والا ہے، میں نے تیرا نام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِفَظٍّ وَلَا غَلِيظٍ وَلَا سَخَّابٍ فِي الْأَسْوَاقِ، وَلَا يَدْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ، وَلَكِنْ يَعْفُو وَيَغْفِرُ، وَلَنْ يَقْبِضَهُ اللَّهُ حَتَّى يُقِيمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ، بِأَنْ يَقُولُوا : لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَيَفْتَحُ بِهَا أَعْيُنًا عُمْيًا، وَآذَانًا صُمًّا وَقُلُوبًا غُلْفًا.

متوکل رکھا ہے، نہ بدخلق ہے، نہ سخت دل اور نہ بازاروں میں شور مچانے والا اور نہ برائی کا جواب برائی کے ساتھ دیتا ہے بلکہ معاف کرتا اور بخش دیتا ہے اور اللہ اسے قبض نہیں کرے گا یہاں تک کہ اس کے ذریعے ٹیڑھی ملت کو سیدھا کر دے، اس طرح کہ وہ "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" کہہ دیں اور اس کے ذریعے سے اندھی آنکھیں اور بہرے کان اور پردوں میں بند دل کھول دے۔

تَابَعَهُ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ هِلَالٍ، وَقَالَ سَعِيدٌ : عَنْ هِلَالٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ سَلَامٍ. غُلْفٌ : كُلُّ شَيْءٍ فِي غِلَافٍ، سَيْفٌ أَغْلَفُ، وَقَوْسٌ غَلْفَاءُ، وَرَجُلٌ أَغْلَفُ إِذَا لَمْ يَكُنْ مَخْتُونًا. [انظر : ٤٨٣٨]

ہلال سے فلیح کی طرح عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے بھی بیان کیا ہے اور سعید نے کہا: ہلال سے روایت ہے، انھوں نے عطا سے، انھوں نے ابن سلام سے روایت کی۔ "غُلْفٌ" (أَغْلَفُ کی جمع ہے) ہر وہ چیز جو پردے میں بند ہو، مثلاً "سَيْفٌ أَغْلَفُ" تلوار جو نیام میں ہو اور "قَوْسٌ غَلْفَاءُ" کمان جو غلاف میں ہو اور "رَجُلٌ أَغْلَفُ" جس آدمی کا ختنہ نہ ہوا ہو۔

فوائد ومسائل: 1 "حِرْزًا" اصل میں حفاظت کی جگہ کو کہتے ہیں، مراد محافظ ہے۔ "أُمِّيِّينَ" ان پڑھ لوگ، مراد عرب ہیں، کیونکہ ان میں لکھنے پڑھنے کا رواج بہت کم تھا۔ "مِلَّةٌ عَوْجَاءُ" ملتِ ابراہیم علیہ السلام کو عربوں نے ٹیڑھا کر دیا تھا کہ انھوں نے توحید کی جگہ بت پرستی شروع کر دی تھی، اسی طرح دوسرے احکام میں بھی خرابی ڈال دی تھی۔ اسے سیدھا کرنے کا مطلب کفر سے اسلام میں لانا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پیغمبر یا خلیفہ یا امیر کے بازار میں جانے سے اس کی شان میں کمی نہیں ہوتی۔ البتہ بازار میں شور وغل کرنا مکروہ ہے، کیونکہ یہاں رسول اللہ ﷺ کے بازار میں جانے کی نفی نہیں کی گئی بلکہ اس میں شور وغل کرنے کی نفی کی گئی ہے۔ یہ حدیث سورۂ فتح کی تفسیر میں (۴۸۳۸) میں بھی آئے گی۔
2 اس حدیث میں تورات کا ذکر ہے، کتاب مقدس (بائبل) کے پرانے عہد نامے میں اس سے ملتی جلتی آپ ﷺ کی صفات موجود ہیں: ''دیکھو میرا خادم جس کو میں سنبھالتا ہوں، میرا برگزیدہ جس سے میرا دل خوش ہے، میں نے اپنی روح اس پر ڈالی، وہ قوموں میں عدالت جاری کرے گا، وہ نہ چلّائے گا اور نہ شور کرے گا اور نہ بازاروں میں اس کی آواز سنائی دے گی، وہ مسلے ہوئے سرکنڈے کو نہ توڑے گا اور ٹمٹماتی بتی کو نہ بجھائے گا، وہ راستی سے عدالت کرے گا، وہ ماندہ نہ ہوگا اور ہمت نہ ہارے گا جب تک کہ عدالت کو زمین پر قائم نہ کرلے۔ جزیرے اس کی شریعت کا انتظار کریں گے، جس نے آسمان کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیدا کیا اور تان دیا جس نے زمین کو اور ان کو جو اس میں سے نکلتے ہیں پھیلایا جو اس کے باشندوں کو سانس اور اس پر چلنے والوں کو روح عنایت کرتا ہے، یعنی خداوند خدا یوں فرماتا ہے: میں خداوند نے تجھے صداقت سے بلایا، میں ہی تیرا ہاتھ پکڑوں گا اور تیری حفاظت کروں گا اور لوگوں کے عہد اور قوموں کے نور کے لیے تجھے دوں گا کہ تو اندھوں کی آنکھیں کھولے اور اسیروں کو قید سے نکالے اور ان کو جو اندھیرے میں بیٹھے ہیں قید خانہ سے چھڑائے۔" (کتاب مقدس، پرانا عہد نامہ، یسعیاہ، باب:۴۲، آیت ۸، بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور، ۱۹۸۴ء)

٥١- بَابُ الْكَيْلِ عَلَى الْبَائِعِ وَالْمُعْطِي

51- باب: ماپ کر دینا بیچنے والے اور دینے والے کے ذمے ہے

لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى : ﴿ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ﴾ [المطففين : ٣] يَعْنِي : كَالُوا لَهُمْ وَوَزَنُوا لَهُمْ، كَقَوْلِهِ : ﴿ يَسْمَعُونَكُمْ ﴾ [الشعراء : ٧٢]: يَسْمَعُونَ لَكُمْ.

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "اور جب وہ انھیں ماپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔" "كَالُوهُمْ" اور "وَّزَنُوهُمْ" کا مطلب (یہ نہیں کہ وہ انھیں ماپتے ہیں یا انھیں تولتے ہیں بلکہ) یہ ہے کہ ان کے لیے ماپتے ہیں یا ان کے لیے تولتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ يَسْمَعُونَكُمْ ﴾ (اس کا معنی یہ نہیں کہ وہ تمھیں سنتے ہیں بلکہ یہ ہے کہ) تمھاری بات کو سنتے ہیں۔

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : « اكْتَالُوا حَتَّى تَسْتَوْفُوا »

اور نبی ﷺ نے فرمایا: "ماپ کر لیا کرو، یہاں تک کہ پورا وصول کر لو۔"

وَيُذْكَرُ عَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهُ : « إِذَا بِعْتَ فَكِلْ وَإِذَا ابْتَعْتَ فَاكْتَلْ »

اور عثمان رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: "جب تم بیچو تو ماپ کر دو اور جب خریدو تو ماپ کر لو۔"

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ ماپنے کی ذمہ داری، محنت اور خرچہ وغیرہ دینے والے کے ذمے ہے خواہ وہ بیچ رہا ہو یا قرض ادا کر رہا ہو یا کوئی اور صورت ہو۔ وزن کا معاملہ بھی یہی ہے، ماپ سے مراد کسی صاع وغیرہ میں ڈال کر ماپنا ہے اور وزن سے مراد تولنا ہے۔

٢١٢٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا

2126- عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : « مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا، فَلَا يَبِيعُهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ »[راجع : ٢١٢٦- أخرجه مسلم : ١٥٢٦، وفي البيوع (٣٤ و ٣٥)]

اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص کوئی غلہ خریدے وہ اسے بیچے نہیں یہاں تک کہ اسے پورا وصول کر لے۔“

٢١٢٧- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مُغِيرَةَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : تُوُفِّيَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ حَرَامٍ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ، فَاسْتَعَنْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَلَى غُرَمَائِهِ أَنْ يَضَعُوا مِنْ دَيْنِهِ، فَطَلَبَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَيْهِمْ فَلَمْ يَفْعَلُوا، فَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ ﷺ : « اذْهَبْ فَصَنِّفْ تَمْرَكَ أَصْنَافًا : الْعَجْوَةَ عَلَى حِدَةٍ، وَعَذْقَ زَيْدٍ عَلَى حِدَةٍ، ثُمَّ أَرْسِلْ إِلَيَّ » فَفَعَلْتُ، ثُمَّ أَرْسَلْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَجَلَسَ عَلَى أَعْلَاهُ أَوْ فِي وَسَطِهِ، ثُمَّ قَالَ : « كِلْ لِلْقَوْمِ » فَكِلْتُهُمْ حَتَّى أَوْفَيْتُهُمُ الَّذِي لَهُمْ، وَبَقِيَ تَمْرِي كَأَنَّهُ لَمْ يَنْقُصْ مِنْهُ شَيْءٌ.

2127- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ان کے والد) عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ اس حال میں فوت ہوئے کہ ان کے ذمے قرض تھا۔ تو میں نے ان کے قرض خواہوں کے لیے نبی ﷺ سے مدد مانگی کہ وہ ان کا قرض کچھ چھوڑ دیں۔ نبی ﷺ نے ان سے یہ بات کی مگر وہ نہیں مانے تو نبی ﷺ نے مجھے فرمایا: ”تم جاؤ اور اپنی کھجوروں کی سب قسمیں الگ الگ کر کے رکھ دو، عجوہ الگ ہو، عذق زید الگ ہو، پھر مجھے پیغام بھیج دینا۔“ میں نے ایسے ہی کیا تو آپ ﷺ سب سے اونچے یا درمیانے ڈھیر پر بیٹھ گئے، پھر آپ نے فرمایا: ”ان لوگوں کو ماپ کر دو۔“ تو میں انھیں ماپ کر دینے لگا، یہاں تک کہ میں نے انھیں ان کا قرض پورا ادا کر دیا اور میری کھجوریں اس طرح باقی رہیں جیسے ان میں سے کچھ بھی کم نہیں ہوا۔

وَقَالَ فِرَاسٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ : حَدَّثَنِي جَابِرٌ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : فَمَا زَالَ يَكِيلُ لَهُمْ حَتَّى أَدَّاهُ.

اور فراس نے شعبی سے روایت کی کہ مجھے جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آپ ﷺ انھیں ماپ کر دیتے رہے یہاں تک کہ سارا قرض ادا کر دیا۔

وَقَالَ هِشَامٌ عَنْ وَهْبٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : « جُذَّ لَهُ فَأَوْفِ لَهُ »[انظر : ٢٣٩٥، ٢٣٩٦، ٢٤٠٥، ٢٦٠١، ٢٧٠٩، ٢٧٨١، ٣٥٨٠، ٤٠٥٣، ٦٢٥٠]

اور ہشام نے وہب سے، انھوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”ان کے لیے کھجوریں توڑو اور ان کا قرض پورا ادا کر دو۔“

فوائد 1 اس حدیث کی باب سے مناسبت اس لفظ میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: « كِلْ لِلْقَوْمِ » ”ان لوگوں کو ماپ کر دو۔“ معلوم ہوا ماپنے کی ذمہ داری دینے والے کی ہے خواہ وہ قرض ہی ادا کر رہا ہو، اگر وہ کسی سے یہ کام لے تو

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اس کا خرچہ اسی کے ذمے ہے۔

2 "عجوہ" اور "عذق ابن زید" مدینہ کی کھجوروں کی قسمیں ہیں۔ "عذق" عین کے فتحہ کے ساتھ ہو تو کھجور کا درخت اور عین کے کسرہ کے ساتھ ہو تو وہ ڈنڈی جس کے ساتھ کھجور لگی ہوتی ہے۔ "ابن زید" وہ آدمی جس کے نام پر وہ کھجور مشہور تھی۔ مدینہ کی کھجوروں کی بہت سی قسمیں ہیں، شیخ ابو محمد جوینی رحمہ اللہ نے "الفروق" میں ذکر کیا ہے کہ وہ مدینہ میں تھے تو انھیں یہ بات پہنچی کہ اہل مدینہ نے امیر مدینہ کے پاس کالی کھجور کی قسمیں گنیں تو وہ ساٹھ سے زیادہ تھیں جب کہ وہاں سرخ کھجور کی قسمیں سیاہ سے زیادہ تھیں۔ " جُذَّ " " جِذَاذٌ " سے امر کا صیغہ ہے: ڈنڈیوں سے کھجوریں توڑنا۔ (فتح الباری)

٥٢۔ بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْكَيْلِ

52۔ باب: غلے کو ماپنا مستحب ہے

٢١٢٨۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، عَنْ ثَوْرٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «كِيلُوا طَعَامَكُمْ يُبَارَكْ لَكُمْ»

2128۔ مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "اپنے غلے کو ماپا کرو، تمھارے لیے اس میں برکت ہوگی۔"

فائدہ: یہاں ایک سوال ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غلہ ماپنے سے اس میں برکت ہوتی ہے جب کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غلہ ماپنے سے اس کی برکت ختم ہو جاتی ہے، جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث (٣٠٩٧) میں ان سے روایت ہے: « تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا فِي بَيْتِي مِنْ شَيْءٍ يَأْكُلُهُ ذُو كَبِدٍ إِلَّا شَطْرُ شَعِيرٍ فِي رَفٍّ لِي، فَأَكَلْتُ مِنْهُ حَتَّى طَالَ عَلَيَّ، فَكِلْتُهُ فَفَنِيَ » "رسول اللہ ﷺ اس حال میں فوت ہوئے کہ میرے گھر میں کوئی چیز نہیں تھی جسے کوئی جگر والا (جان دار) کھا سکے سوائے کچھ جو کے جو میری الماری میں تھے، میں اس میں سے کھاتی رہی یہاں تک کہ مجھے لمبی مدت گزر گئی، پھر میں نے اسے ماپا تو وہ ختم ہو گئے۔" شارحین نے اس کے حل کے لیے مختلف جواب دیے ہیں مگر سادہ اور آسان جواب اس کا یہ ہے کہ غلہ خریدتے وقت یا گھر لانے پر اسے ماپنا الگ بات ہے اور اس لیے ماپنا کہ کتنا باقی ہے بالکل الگ بات ہے۔ پہلے ماپنے میں برکت ہے، دوسرے ماپنے سے برکت اٹھ جاتی ہے۔[كَذَا قَالَ شَيْخُنَا الْحَافِظُ مُحَمَّدٌ الْجُونْدَلَوِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ]

٥٣۔ بَابُ بَرَكَةِ صَاعِ النَّبِيِّ ﷺ وَمُدِّهِ

53۔ باب: نبی ﷺ کے صاع اور آپ کے مُد کی برکت

فِيهِ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اس میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی نبی ﷺ سے حدیث مروی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ یہ "کتاب الحج" کے آخر (۱۸۸۹) میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ ہجرت کر کے مدینہ آنے پر ابو بکر اور بلال رضی اللہ عنہما کو بخار ہو گیا...... الخ۔ اس میں ہے کہ نبی ﷺ نے دعا کی: «اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ صَاعِنَا وَمُدِّنَا» "اے اللہ! ہمارے لیے ہمارے صاع اور ہمارے مُد میں برکت فرما۔"

٢١٢٩- حَدَّثَنَا مُوسَى، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: «أَنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَدَعَا لَهَا، وَحَرَّمْتُ الْمَدِينَةَ كَمَا حَرَّمَ إِبْرَاهِيمُ مَكَّةَ وَدَعَوْتُ لَهَا فِي مُدِّهَا وَصَاعِهَا مِثْلَ مَا دَعَا إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِمَكَّةَ» [أخرجه مسلم: ١٣٦٠، بلفظ "بمثلي ....."]

2129- عبداللہ بن زید (انصاری) رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ سے بیان کیا (کہ آپ نے فرمایا): "ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا اور اس کے لیے دعا کی اور میں نے مدینہ کو حرم بنایا جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا اور میں نے اس کے لیے اس کے مُد اور اس کے صاع کے بارے میں اس جیسی (برکت کی) دعا کی جو ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لیے کی تھی۔"

٢١٣٠- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي مِكْيَالِهِمْ وَبَارِكْ لَهُمْ فِي صَاعِهِمْ وَمُدِّهِمْ» يَعْنِي أَهْلَ الْمَدِينَةِ. [انظر: ٦٧١٤، ٧٣٣١- أخرجه مسلم: ١٣٦٨]

2130- انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کہا: "اے اللہ! ان کے لیے ان کے ماپ میں برکت فرما اور ان کے لیے ان کے صاع اور ان کے مُد میں برکت فرما۔" آپ ﷺ کی مراد اہل مدینہ تھے۔

فائدہ اس باب اور اس میں مذکور احادیث سے معلوم ہوا کہ پچھلے باب میں مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ کی حدیث (۲۱۲۸) میں جو آیا ہے کہ اپنے غلے کو ماپا کرو، تمھارے لیے اس میں برکت کی جائے گی تو وہ برکت اس وقت ہوگی جب اسے اہل مدینہ کے صاع اور مُد کے ساتھ ماپا جائے گا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا صاع اور مُد وہی تھا جو اہل مدینہ کا تھا اور وہ صاع پانچ رطل اور ایک تہائی رطل تھا جو گندم میں سے زیادہ سے زیادہ دو کلو اور تقریباً سو گرام بنتا ہے۔ آپ ﷺ کے بعد عراق والوں نے صاع کو بڑا یعنی آٹھ رطل کا بنا لیا، لیکن یہ بات ظاہر ہے کہ صدقۂ فطر اور دوسرے شرعی احکام جو صاع کے ساتھ ادا ہوتے ہیں وہ نبوی صاع کے ساتھ ہی ادا ہوں تو ان کا اعتبار ہوگا اور اسی وقت ان میں برکت ہوگی۔ (فتح الباری)

٥٤- بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي بَيْعِ الطَّعَامِ وَالْحُكْرَةِ

54- باب: جو غلہ بیچنے اور ذخیرہ اندوزی کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے

٢١٣١- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا

2131- عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ الطَّعَامَ مُجَازَفَةً، يُضْرَبُونَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَبِيعُوهُ حَتَّى يُؤْوُوهُ إِلَى رِحَالِهِمْ. [راجع: ٢١٢٣- أخرجه مسلم: ١٥٢٧، وفي البيوع (٣٤ و ٣٧)]

میں نے ان لوگوں کو دیکھا جو اندازے کے ساتھ غلہ خریدتے تھے، انھیں رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اس بات پر مارا جاتا تھا کہ وہ اسے اپنے ٹھکانوں پر پہنچانے سے پہلے فروخت کریں۔

فائدہ: اس حدیث کی شرح کے لیے دیکھیے حدیث (۲۱۲۳)۔

٢١٣٢- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى أَنْ يَبِيعَ الرَّجُلُ طَعَامًا حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ، قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: كَيْفَ ذَاكَ؟ قَالَ: ذَاكَ دَرَاهِمُ بِدَرَاهِمَ وَالطَّعَامُ مُرْجَأٌ، قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: مُرْجَوْنَ: مُؤَخَّرُونَ. [انظر: ٢١٣٥- أخرجه مسلم: ١٥٢٥، بذكر الذهب دون الدراهم]

2132۔ ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ آدمی غلے کو اس سے پہلے فروخت کردے کہ اسے پورا وصول کرے۔ میں نے ابن عباس ؓ سے کہا: یہ کیسے (منع ہے)؟ انھوں نے کہا: یہ درہم دراہموں کے ساتھ فروخت کیے جاتے ہیں اور غلہ پیچھے پڑا رہ جاتا ہے۔ ابو عبداللہ (بخاری) نے کہا: "مُرْجَوْنَ" کا معنی ہے: مؤخر کیے ہوئے۔

٢١٣٣- حَدَّثَنِي أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَقْبِضَهُ» [راجع: ٢١٢٤- أخرجه مسلم: ١٥٢٦، و في البيوع (٣٤ و ٣٥)]

2133۔ ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جو شخص کوئی غلہ خریدے وہ اسے اس سے پہلے نہ بیچے کہ اس پر قبضہ کرے۔"

٢١٣٤- حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، كَانَ عَمْرُو ابْنُ دِينَارٍ يُحَدِّثُهُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ عِنْدَهُ صَرْفٌ؟ فَقَالَ طَلْحَةُ: أَنَا حَتَّى يَجِيءَ خَازِنُنَا مِنَ الْغَابَةِ، قَالَ سُفْيَانُ: هُوَ الَّذِي حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ، لَيْسَ فِيهِ زِيَادَةٌ، فَقَالَ:

2134۔ زہری نے مالک بن اوس ؓ سے بیان کیا کہ انھوں نے کہا: کون ہے جس کے پاس صرف ہو؟ طلحہ ؓ نے کہا: میں ہوں، اس وقت تک کہ ہمارا خازن غابہ سے آئے۔ سفیان نے کہا: یہی الفاظ ہیں جو ہم نے زہری سے حفظ کیے، ان میں مزید الفاظ نہیں ہیں۔ انھوں نے کہا: مجھے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ، سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُخْبِرُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : « الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ » [انظر : ٢١٧٤، وسيأتي من حديث ابن عمر برقم : ٢١٧٠- أخرجه مسلم : ١٥٨٦]

مالک بن اوس نے بتایا کہ انھوں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کر رہے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''سونے کے بدلے سونا سود ہے مگر نقدا نقد اور گندم کے بدلے گندم سود ہے مگر نقدا نقد اور کھجور کے بدلے کھجور سود ہے مگر نقدا نقد اور جَو کے بدلے جَو سود ہے مگر نقدا نقد۔''

فوائد: 1 ''حُكْرَةٌ'' اور ''اِحْتِكَارٌ'' ذخیرہ اندوزی کو کہتے ہیں، یعنی کوئی چیز بازار میں جہاں سے جس قیمت پر ملے خرید کر رکھ لے، پھر جب بازار میں اس کی قلت ہو جائے یا وہ نہ مل رہی ہو تو اسے اپنی مرضی کی قیمت پر فروخت کرے۔ یہ حرام ہے اور بڑی سنگ دلی ہے کہ مصنوعی قلت پیدا کر کے لوگوں کی جیبوں پر ڈاکا ڈالا جائے۔ اگر کوئی شخص سستی ہونے کے وقت کوئی چیز خرید کر رکھ لے کہ جب مہنگی ہو گی تو اس وقت فروخت کروں گا تو جب تک وہ بازار میں عام ملتی رہے اس وقت تک اسے گھر میں رکھنا جائز ہے بلکہ یہ ایک طرح کی خدمت ہے کہ اس نے لوگوں کی ضرورت کی چیز حفاظت کے ساتھ رکھی ہوئی ہے، بشرطیکہ جب ضرورت ہو تو فوراً اسے بازار میں لے آئے۔

2 اس باب کی کسی حدیث میں بھی ''حُكْرَةٌ'' یا ''اِحْتِكَارٌ'' کا لفظ نہیں ہے، اس لیے شارحین کو مشکل پیش آئی کہ ان احادیث کا احتکار سے کیا تعلق ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تو یہ کہا ہے: معلوم ہوتا ہے کہ بخاری رحمہ اللہ نے ان حدیثوں سے جن میں غلے کو خرید کر اپنے ٹھکانوں پر لانے کا حکم ہے اور غلے کو پورا وصول کرنے اور قبضہ کرنے سے پہلے بیچنے سے منع کیا گیا ہے یہ استدلال کیا ہے کہ آدمی اپنے ٹھکانے میں احتکار (غلے کا ذخیرہ) کر سکتا ہے، کیونکہ اگر ذخیرہ کرنا حرام ہوتا تو آپ ﷺ ایسا حکم نہ دیتے جس کے نتیجے میں اپنے ٹھکانوں میں غلہ ذخیرہ کرنا جائز ہوتا، اگر ذخیرہ ناجائز ہوتا تو غلہ اپنے ٹھکانے میں منتقل کرنے سے منع کر دیا جاتا، یا وضاحت کر دی جاتی کہ اتنی مدت تک گھر رکھ سکتے ہو، یا ان پر بہت زیادہ مال خرید کر رکھنے کی پابندی لگا دی جاتی جسے ذخیرہ اندوزی کہا جا سکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ احتکار خاص حالت اور خاص صورتوں ہی میں ممنوع ہے، ورنہ جائز ہے۔ علامہ وحید الزمان اور دوسرے شارحین جو میں نے دیکھے ہیں سب نے یہی بات نقل کر دی ہے۔

بندہ عبدالسلام عرض کرتا ہے کہ اگر بازار میں کوئی چیز وافر ملتی ہو تو کوئی شک نہیں کہ اسے اپنے ٹھکانے پر لا کر سٹور کیا جا سکتا ہے مگر میری دانست میں امام بخاری نے ان احادیث سے مذموم احتکار کے منع ہونے پر استدلال کیا ہے۔ کیونکہ قبضے سے پہلے بیچنے ہی سے احتکار کی بدترین صورتیں پیدا ہوتی ہیں، مثلاً بعض تاجر بیرون ملک سے گندم یا چینی یا دوسری چیزوں کے جہاز منگوا لیتے ہیں اور انھیں سٹوروں میں منتقل کر دیا جاتا ہے۔ اب حکم تو یہ ہے جو اسے خریدے وہ اسے وہاں سے اپنے ٹھکانے پر منتقل کرے، اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ چیزیں بازار میں لانی پڑیں گی، کیونکہ ہر تاجر کے پاس اتنے ذخیرے کی جگہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہوتی، مگر ہوتا یہ ہے کہ وہ چیزیں انھی سٹوروں میں پڑی رہتی ہیں اور جنھوں نے مثلاً ایک کروڑ میں انھیں خریدا تھا وہ ڈیڑھ کروڑ لے کر انھیں بیچ دیتے ہیں۔ خریدنے والا وہاں سے اٹھائے بغیر اور اپنے ٹھکانے پر منتقل کیے بغیر آگے دو کروڑ میں بیچ دیتا ہے، نتیجہ بدترین احتکار اور ناقابل برداشت مہنگائی کی صورت میں نکلتا ہے، روپے کے ساتھ روپیہ بکتا جاتا ہے اور گندم یا چینی وہیں پڑی رہتی ہے اور جب لوگوں کی جان اناج نہ ملنے سے لب پر آتی ہے تو یہ سود خور سٹوروں سے مال نکال کر منہ مانگی قیمت پر فروخت کرتے ہیں۔ اس لیے امام بخاری نے ان احادیث کے احتکار کے ساتھ اس تعلق کی وجہ سے اس کی حرمت بتانے کے لیے یہ باب قائم کیا ہے۔ (واللہ اعلم)

3 صَرف: نوٹوں کے رواج سے پہلے سونے اور چاندی کے سکے رائج تھے، سونے کے سکوں کو دینار اور چاندی کے سکوں کو درہم کہا جاتا تھا۔ قدرتی طور پر سونا زیادہ قیمتی ہوتا ہے، پھر مختلف ملکوں کے دینار اور درہم کے وزن میں بھی فرق آتا تھا۔ ان میں موجود سونے اور چاندی کے خالص ہونے یا کھوٹ شامل ہونے کا بھی فرق ہوتا تھا۔ ان کے باہمی تبادلے کا نام "صرف" ہے، خواہ ایک جنس کا تبادلہ ہے یعنی سونے کی سونے کے بدلے بیع ہو اور چاندی کی چاندی کے بدلے بیع ہو، یا مختلف جنس کا یعنی سونے کا چاندی کے ساتھ تبادلہ ہو۔ اگر جنس ایک ہو یعنی سونے کی سونے کے ساتھ بیع ہو تو اس کے جائز ہونے کے لیے دو شرطیں ہیں، ایک یہ کہ دونوں کا وزن برابر ہو اور دوسری شرط یہ ہے کہ بیع کی مجلس ہی میں دونوں فریق وصول کر لیں اور اگر جنس مختلف ہو جائے یعنی سونے کی چاندی کے ساتھ یا اس کا اُلٹ ہو تو اس میں صرف ایک شرط ہے کہ بیع کی مجلس میں دونوں طرف سے وصول کر کے قبضہ ضروری ہے، کمی بیشی میں کوئی حرج نہیں۔ آج کل سونے چاندی کی جگہ نوٹ رائج کیے گئے ہیں جن کی اپنی کوئی قیمت نہیں، حکومتوں کی ضمانت سے ان کی کچھ قیمت ہے، ورنہ وہ محض کاغذ کے پرزے ہیں۔ شرعاً نوٹوں کو نقدی قرار دینا جائز نہیں، کیونکہ بیچنے یا خریدنے والے کے ہاتھ میں کوئی نقدی نہیں ہوتی، مگر اہلِ علم نے مجبوری کی وجہ سے ان کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، جب تک باطل کا یہ نظام ختم نہیں ہوتا۔ اس لیے ضرورت کے مطابق ڈالر یا ریال یا روپے وغیرہ کا آپس میں تبادلہ جائز ہے مگر اس میں ایک شرط ہر حال میں لازم ہے کہ دونوں طرف سے نقد ادائیگی ہو۔

٥٥- بَابُ بَيْعِ الطَّعَامِ قَبْلَ أَنْ يُقْبَضَ، وَبَيْعِ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ

55- باب: قبضے میں لیے جانے سے پہلے غلے کی بیع اور اس چیز کی بیع جو تمھارے پاس نہیں

٢١٣٥- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: الَّذِي حَفِظْنَاهُ مِنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، سَمِعَ طَاوُسًا يَقُولُ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: أَمَّا الَّذِي نَهَى عَنْهُ النَّبِيُّ ﷺ فَهُوَ

2135- عمرو بن دینار نے طاؤس سے سنا، انھوں نے کہا: میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ وہ چیز جس سے نبی ﷺ نے منع فرمایا وہ تو صرف غلہ ہے کہ اسے قبضے میں لینے سے پہلے فروخت کیا جائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الطَّعَامُ أَنْ يُبَاعَ حَتَّى يُقْبَضَ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : وَلَا أَحْسِبُ كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا مِثْلَهُ . [راجع : ٢١٣٢۔ أخرجه مسلم : ١٥٢٥، بلفظ مختلف]

اور میں ہر چیز کو اسی کی طرح سمجھتا ہوں۔

٢١٣٦۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: « مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِيعُهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ »

2136۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص کوئی غلہ خریدے وہ اسے اس وقت تک فروخت نہ کرے کہ اسے پورا پورا وصول کر لے۔“

زَادَ إِسْمَاعِيلُ : « مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِيعُهُ حَتَّى يَقْبِضَهُ » [راجع : ٢١٢٤۔ أخرجه مسلم : ١٥٢٦، وفي البيوع (٣٤ و ٣٥)]

اسماعیل نے یہ الفاظ زائد بیان کیے: ”جو شخص کوئی غلہ خریدے وہ اسے اس وقت تک فروخت نہ کرے کہ اسے اپنے قبضے میں لے لے۔“

فوائد 1 باب میں مذکور دونوں حدیثوں میں اس چیز کی بیع کا ذکر نہیں جو تمھارے پاس نہ ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان الفاظ والی حدیث بخاری کی شرط پر نہیں، اس لیے انھوں نے قبضے سے پہلے کسی چیز کو بیچنے سے ممانعت سے اس کی ممانعت کا استدلال کیا ہے کہ جب اپنی خریدی ہوئی چیز قبضے میں لینے سے پہلے بیچنا جائز نہیں تو جو چیز تمھارے پاس ہے ہی نہیں اسے فروخت کرنا تو بالاولی ناجائز ہے۔ جو چیز اپنے پاس موجود نہ ہو اسے فروخت کرنے کی ممانعت کی صریح صحیح حدیث سنن ابی داود (۳۵۰۵) اور دوسری کتب سنن میں حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں مروی ہے کہ میں نے کہا: یا رسول اللہ! میرے پاس ایک آدمی آتا ہے، وہ مجھ سے وہ چیز بیچنے کا تقاضا کرتا ہے جو میرے پاس نہیں، میں اسے وہ بیچ دیتا ہوں، پھر اس کے لیے بازار سے خرید لاتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا: « لَا تَبِعْ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ » ”وہ چیز مت بیچو جو تمھارے پاس نہیں ہے۔“ ترمذی (۱۲۳۳) نے اسے مختصراً ذکر کیا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: « نَهَانِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَبِيْعَ مَا لَيْسَ عِنْدِيْ » ”مجھے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا کہ جو میرے پاس نہ ہو میں اسے بیچوں۔“ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صرف غلہ ہی نہیں کوئی بھی چیز قبضے سے پہلے فروخت کرنا جائز نہیں۔ ابن المنذر نے کہا کہ ”اس چیز کی بیع جو تمھارے پاس نہیں ہے“ اس میں دو معنوں کا احتمال ہو سکتا ہے: ایک یہ کہ میں تمھیں ایک معین گھر یا غلام فروخت کرتا ہوں جو غائب ہو، یہ بیع غرر (دھوکے کی بیع) کے مشابہ ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے وہ تلف ہو جائے یا خریدار کو پسند نہ آئے۔ دوسرا یہ کہ یہ مکان میں تمھیں اتنے میں فروخت کرتا ہوں اس شرط پر کہ میں اسے اس کے مالک سے تمھارے لیے خرید کر دوں گا، یا اس شرط پر کہ اس کا مالک اسے تمھارے سپرد کر دے گا۔ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کا قصہ دوسرے احتمال کے موافق ہے۔ (فتح الباری)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

2 قبضے سے پہلے فروخت کرنے کی ممانعت کا سبب بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے، جیسا کہ حدیث (۲۱۳۲) میں اس سے پہلے باب میں گزرا ہے کہ طاؤس نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ یہ کیسے منع ہے؟ تو انھوں نے کہا: «ذَاكَ دَرَاهِمُ بِدَرَاهِمَ وَالطَّعَامُ مُرْجَاءٌ» ''یہ درہموں کو درہموں کے ساتھ بیچا جاتا ہے اور غلہ پیچھے پڑا رہ جاتا ہے۔'' مثلاً ایک آدمی نے ہزار درہم کے ساتھ غلہ خریدا اور درہم بیچنے والے کو دے دیے مگر غلہ اس بیچنے والے کے پاس ہی رہا، اب اس خریدنے والے نے وہ غلہ کسی اور کو پندرہ سو درہم میں بیچ دیا اور اس سے پندرہ سو درہم وصول کر لیے، تو گویا اس نے ہزار درہم دے کر پندرہ سو درہم وصول کر لیے۔ اس تفسیر کے مطابق یہ ممانعت غلے تک محدود نہیں رہتی بلکہ جو چیز بھی قبضے سے پہلے فروخت کرے گا اس میں روپیہ روپے کے ساتھ فروخت ہوگا۔ اس لیے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''میں ہر چیز کو اسی طرح سمجھتا ہوں۔'' (فتح الباری) معلوم ہوتا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ والی حدیث نہیں پہنچی جس میں صریح الفاظ میں وہ چیز بیچنے سے منع کیا گیا ہے جو تمھارے قبضے میں نہ ہو۔

٥٦- بَابُ مَنْ رَأَى إِذَا اشْتَرَى طَعَامًا جِزَافًا أَنْ لَا يَبِيعَهُ حَتَّى يُؤْوِيَهُ إِلَى رَحْلِهِ، وَالْأَدَبِ فِي ذَلِكَ

56- باب: جو شخص کوئی غلہ (ماپ تول کے بغیر) اندازے سے خریدے وہ اسے اپنے ٹھکانے پر پہنچانے سے پہلے فروخت نہ کرے اور اس (کے خلاف کرنے) کی سزا

٢١٣٧- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ: أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ النَّاسَ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَبْتَاعُونَ جِزَافًا، يَعْنِي: الطَّعَامَ، يُضْرَبُونَ أَنْ يَبِيعُوهُ فِي مَكَانِهِمْ، حَتَّى يُؤْوُوهُ إِلَى رِحَالِهِمْ. [راجع: ٢١٢٣- أخرجه مسلم: ١٥٢٧، وفي البيوع (٣٤ و ٣٧)]

2137- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد میں لوگوں کو دیکھا کہ وہ اندازے سے خریدتے یعنی غلہ تو انھیں وہ غلہ اپنے ٹھکانوں پر پہنچانے سے پہلے اسی جگہ بیچنے پر مارا جاتا تھا۔

فوائد: 1 حدیث کی باب سے مطابقت ظاہر ہے، البتہ اس میں دو باتیں ملحوظ رکھنا ضروری ہیں: ایک یہ کہ غلہ خواہ اندازے سے خریدا جائے یا ماپ تول کر لے دونوں ہی صورتوں میں قبضے میں لینے سے پہلے اسے فروخت کرنا منع ہے، جیسا کہ اس سے پہلے احادیث میں گزرا ہے۔ دوسری یہ کہ اپنے ٹھکانے پر پہنچانے کی بات اکثر حالات کے لحاظ سے ہے، ورنہ اسے کسی بھی دوسری جگہ منتقل کر کے بیچا جا سکتا ہے، جیسا کہ صحیح مسلم (۱۵۲۷) میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: «كُنَّا فِي زَمَانِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبْتَاعُ الطَّعَامَ، فَيَبْعَثُ عَلَيْنَا مَنْ يَأْمُرُنَا بِانْتِقَالِهِ مِنَ الْمَكَانِ الَّذِي ابْتَعْنَاهُ فِيهِ إِلَى مَكَانٍ سِوَاهُ قَبْلَ أَنْ نَبِيعَهُ » ''ہم غلہ خریدتے تھے تو رسول اللہ ﷺ ہماری طرف ایسے لوگوں کو بھیجتے جو ہمیں اس کو اس جگہ سے کسی دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم دیتے جس جگہ میں ہم نے اسے خریدا ہے۔''

2 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حاکم کو چاہیے کہ بازاروں میں خرید و فروخت کو اسلام کے احکام کا پابند رکھنے کے لیے باقاعدہ آدمی مقرر کرے، جو لوگوں کو کتاب و سنت کے احکام کی تعلیم دیں اور جو ان کی خلاف ورزی کرے اسے سزا دیں۔

3 یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی چیز کا ڈھیر فروخت کرنا جائز ہے خواہ خریدنے والے اور بیچنے والے کو اس کی مقدار معلوم نہ ہو، البتہ خریدنے والے کو اسے قبضے میں لینے سے پہلے آگے فروخت کرنا جائز نہیں۔

٥٧- بَابٌ : إِذَا اشْتَرَى مَتَاعًا أَوْ دَابَّةً فَوَضَعَهُ عِنْدَ الْبَائِعِ أَوْ مَاتَ قَبْلَ أَنْ يُقْبَضَ

57- باب: جب کوئی سامان یا جانور خریدے اور اسے بیچنے والے کے پاس رکھ دے یا قبضہ کیے جانے سے پہلے مرجائے

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : مَا أَدْرَكَتِ الصَّفْقَةُ حَيًّا مَجْمُوعًا فَهُوَ مِنَ الْمُبْتَاعِ.

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: جس جانور پر سودا ہو اور وہ زندہ و صحیح سالم ہو تو وہ خریدار کا ہے۔

فائدہ باب کا مقصد یہ ہے کہ خریدی ہوئی چیز یا جانور کو بیچنے والے کے پاس رکھنا جائز ہے۔ اس کے بعد ایک مسئلہ ذکر کیا ہے جو اسی کی شاخ ہے کہ خریدار سودا پکا کرنے کے بعد اپنی مرضی سے وہ سامان یا جانور بیچنے والے کے پاس رکھ دے، پھر وہ سامان تلف ہو جائے یا جانور مر جائے تو نقصان بیچنے والے کا ہو گا یا خریدار کا؟ امام صاحب نے واضح فیصلہ نہیں کیا، مگر ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر کے ساتھ اپنا رجحان ظاہر کر دیا ہے کہ اس صورت میں وہ نقصان خریدار کا ہو گا۔

٢١٣٨- حَدَّثَنَا فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ ابْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : لَقَلَّ يَوْمٌ كَانَ يَأْتِي عَلَى النَّبِيِّ ﷺ إِلَّا يَأْتِي فِيهِ بَيْتَ أَبِي بَكْرٍ أَحَدَ طَرَفَيِ النَّهَارِ، فَلَمَّا أُذِنَ لَهُ فِي الْخُرُوجِ إِلَى الْمَدِينَةِ، لَمْ يَرُعْنَا إِلَّا وَقَدْ أَتَانَا ظُهْرًا، فَخُبِّرَ بِهِ أَبُو بَكْرٍ، فَقَالَ : مَا جَاءَنَا النَّبِيُّ ﷺ فِي هَذِهِ السَّاعَةِ إِلَّا لِأَمْرٍ حَدَثَ، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ قَالَ لِأَبِي بَكْرٍ : « أَخْرِجْ مَنْ عِنْدَكَ »

2138- عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ پر کم ہی کوئی دن آتا تھا جس میں آپ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے گھر دن کے پہلے یا پچھلے پہر نہ آتے ہوں، پھر جب آپ ﷺ کو مدینہ کی طرف نکلنے کی اجازت دی گئی تو اچانک ہم اس بات سے گھبرا گئے کہ آپ ظہر کے وقت ہمارے پاس آئے، چنانچہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو آپ کی اطلاع دی گئی۔ انھوں نے کہا: نبی ﷺ اس وقت ہمارے پاس کسی نئے واقعہ کی وجہ ہی سے آئے ہیں۔ جب آپ ان کے پاس آئے تو فرمایا: ''تمھارے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ! إِنَّمَا هُمَا ابْنَتَايَ - يَعْنِي عَائِشَةَ وَأَسْمَاءَ - قَالَ : « أَشَعَرْتَ أَنَّهُ قَدْ أُذِنَ لِي فِي الْخُرُوجِ؟ » قَالَ : الصُّحْبَةَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ! قَالَ : « الصُّحْبَةَ » قَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ! إِنَّ عِنْدِي نَاقَتَيْنِ أَعْدَدْتُهُمَا لِلْخُرُوجِ، فَخُذْ إِحْدَاهُمَا، قَالَ : « قَدْ أَخَذْتُهَا بِالثَّمَنِ » [راجع : ٤٧٦]

پاس جو لوگ ہیں انھیں نکال دو۔'' انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! یہاں تو صرف میری دو بیٹیاں یعنی عائشہ اور اسماء (رضی اللہ عنہما) ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تمھیں معلوم ہے کہ مجھے نکلنے کی اجازت دے دی گئی ہے؟'' کہا: یا رسول اللہ! ساتھ رہے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ساتھ رہے گا۔'' کہا: یا رسول اللہ! میرے پاس دو اونٹنیاں ہیں، میں نے انھیں نکلنے کے لیے تیار کر رکھا ہے، آپ ان میں سے ایک لے لیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے اسے قیمت کے ساتھ لے لیا۔''

فائدہ: یہ حدیث اس سے پہلے (۴۷۶) میں مختصر گزری ہے اور ہجرت کے بیان میں (۳۹۰۵) میں یہاں سے زیادہ مکمل آئے گی، اس کے فوائد وہیں ذکر ہوں گے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ) اس حدیث میں بھی اختصار ہے، کیونکہ اس میں قیمت کا بیان نہیں ہے۔ حدیث کی باب سے مناسبت بالکل ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وہ اونٹنی خرید کر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس ہی رہنے دی، اس لیے یہ عمل جائز ہے۔

٥٨- بَابٌ : لَا يَبِيعُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ وَلَا يَسُومُ عَلَى سَوْمِ أَخِيهِ حَتَّى يَأْذَنَ لَهُ أَوْ يَتْرُكَ

58۔ باب: اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے اور نہ اپنے بھائی کی لگائی ہوئی قیمت پر قیمت لگائے یہاں تک کہ وہ اسے اجازت دے دے یا چھوڑ دے

٢١٣٩- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ : حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : « لَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ » [انظر : ٢١٦٥، ٥١٤٢ - أخرجه مسلم : ١٤١٢ مطولا، وفي البيوع (٧)]

2139۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی بیع کے اوپر بیع نہ کرے۔''

٢١٤٠- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ

2140۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع کیا کہ شہری بادیہ والے کے لیے بیع کرے اور (فرمایا): ''دھوکا دینے کے لیے بولی نہ بڑھاؤ اور کوئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ : ((وَلَا تَنَاجَشُوا، وَلَا يَبِيعُ الرَّجُلُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ، وَلَا يَخْطُبُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ وَلَا تَسْأَلُ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا لِتَكْفَأَ مَا فِي إِنَائِهَا))
[انظر : ٢١٤٨، ٢١٥٠، ٢١٥١، ٢١٦٠، ٢١٦٢، ٢٧٢٣، ٢٧٢٧، ٥١٤٤، ٥١٥٢، ٦٦٠١- أخرجه مسلم : ١٤١٣ وأخرجه : ١٥١٥ بدون الخطبة وأخرجه : ١٥٢٠ أوله، وأخرجه بزيادة : ٢٥٦٤]

آدمی اپنے بھائی کی بیع کے اوپر بیع نہ کرے اور اپنے بھائی کے پیغام نکاح کے اوپر نکاح کا پیغام نہ بھیجے اور کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق کا مطالبہ نہ کرے، تاکہ جو اس کے برتن میں ہے اسے الٹ دے۔"

فوائد: 1 اس باب میں امام صاحب ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کی دو حدیثیں لائے ہیں مگر ان دونوں میں یہ قید نہیں کہ "یہاں تک کہ اسے اجازت دے یا چھوڑ دے۔" دراصل انھوں نے اس قید کے ساتھ اس حدیث کی بعض سندوں کے ساتھ وارد الفاظ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ مسلم نے عبیداللہ عن نافع کے طریق سے ان الفاظ میں روایت کی ہے: ((لَا يَبِعِ الرَّجُلُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ، وَلَا يَخْطُبْ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ، إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهُ)) [مسلم : ١٤١٢/٥٠] "کوئی آدمی اپنے بھائی کی بیع کے اوپر بیع نہ کرے اور نہ اپنے بھائی کے پیغام نکاح کے اوپر نکاح کا پیغام بھیجے، الا یہ کہ وہ اسے اجازت دے دے۔" اور صحیح بخاری (۵۱۴۲) میں پیغام نکاح سے منع کرنے کے الفاظ کے بعد ہے: ((حَتَّى يَتْرُكَ الْخَاطِبُ قَبْلَهُ أَوْ يَأْذَنَ لَهُ الْخَاطِبُ)) "یہاں تک کہ اس سے پہلے نکاح کا پیغام بھیجنے والا اسے چھوڑ دے یا پیغام بھیجنے والا اسے اجازت دے دے۔" اسی طرح امام صاحب نے باب میں قیمت لگانے کی ممانعت کا بھی ذکر کیا ہے جو ان دونوں حدیثوں میں نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اس کے ساتھ بھی اس حدیث کے بعض طرق میں آنے والے الفاظ کی طرف اشارہ کیا ہے جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری (۲۷۲۷) میں مروی ہیں: ((وَأَنْ يَسْتَامَ الرَّجُلُ عَلَى سَوْمِ أَخِيهِ)) "اور یہ کہ آدمی اپنے بھائی کی لگائی ہوئی قیمت پر قیمت لگائے۔"

2 ان احادیث میں پانچ احکام بیان ہوئے ہیں: ① "شہری بادیہ والے کے لیے بیع نہ کرے" اس مسئلے پر کلام ایک الگ باب (٦٨) میں آئے گا۔ ② "دھوکا دینے کے لیے بولی نہ بڑھاؤ" اس پر کلام اس کے بعد والے باب (٦٩) میں آئے گا۔ ③ "اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے" علماء نے کہا ہے کہ بیع کے اوپر بیع حرام ہے، اسی طرح خرید کے اوپر خرید بھی حرام ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص نے کوئی سامان خرید لیا اور واپس کرنے کا اختیار طے کر لیا۔ اب کوئی شخص اس سے کہے کہ یہ سامان واپس کر دو میں تمھیں اس سے سستا دیتا ہوں۔ اسی طرح کسی شخص نے کوئی سامان بیچا اور واپس لینے کا اختیار طے کر لیا، اب کوئی شخص اس سے کہے کہ تم وہ سامان واپس لے لو، میں اس سے زیادہ قیمت میں خریدتا ہوں۔ یہ دونوں کام بالاتفاق حرام ہیں۔ "لگائی ہوئی قیمت کے اوپر قیمت لگائے" اس طرح کہ کوئی شخص کسی سے کوئی چیز خریدنے کے لیے پکڑے تو کوئی دوسرا اس سے کہے: یہ واپس کر دو، میں اس قیمت میں اس سے اچھی چیز دیتا ہوں، یا یہ چیز اس سے کم قیمت میں دیتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوں۔ یا مالک کسی کے ہاتھ کوئی چیز بیچنے لگے تو کوئی دوسرا اس سے کہے: اس سے واپس لے لو میں اس سے زیادہ قیمت میں تم سے خریدتا ہوں۔ واضح رہے کہ یہ ممانعت اس وقت ہے جب قیمت طے ہو جائے اور دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کی طرف مائل ہو چکا ہو، ورنہ بولی کے ساتھ بیع کے جائز ہونے میں کوئی اختلاف نہیں جس میں ایک آدمی قیمت بتاتا ہے جس پر لے سکتا ہے، دوسرا اس سے زیادہ، تیسرا اس سے بڑھ کر بولی دیتا ہے اور آخر میں وہ چیز سب سے زیادہ قیمت لگانے والے کو دے دی جاتی ہے۔ ④ ''نکاح کے پیغام پر پیغام نہ بھیجے'' اس پر کلام (۵۱۴۴) پر آئے گا۔ ⑤ کوئی آدمی کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے تو اس عورت کے لیے یہ مطالبہ جائز نہیں کہ پہلی بیوی کو طلاق دو، کیونکہ اس سے اس کا برتن الٹا ہو جائے گا، وہ خاوند سے اور اس کی وجہ سے حاصل نعمتوں سے محروم ہو جائے گی۔

٥٩۔ بَابُ بَيْعِ الْمُزَايَدَةِ

59۔ باب: نیلامی کی بیع

وَقَالَ عَطَاءٌ: أَدْرَكْتُ النَّاسَ لَا يَرَوْنَ بَأْسًا بِبَيْعِ الْمَغَانِمِ فِيمَنْ يَزِيدُ.

اور عطا نے کہا: میں نے لوگوں (صحابہ و تابعین) کو دیکھا کہ وہ غنیمتیں اس شخص کے ہاتھ فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے جو دوسروں سے زیادہ قیمت دے۔

فائدہ: پچھلے باب کی احادیث میں اپنے بھائی کی لگائی ہوئی قیمت پر قیمت لگانے کی ممانعت کی احادیث گزری ہیں، اس باب میں یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ اس کی کون سی صورت حرام اور کون سی حلال ہے، تو جیسا کہ پچھلے باب کے فوائد میں گزرا ہے کہ ممانعت اس وقت ہے جب قیمت طے ہو جائے اور دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کی طرف مائل ہو چکا ہو، اگر ایسا نہیں تو ہر خریدار بیچنے والے کو اپنی قیمت کی پیش کش کر سکتا ہے، اسے ''بیع مزایدہ'' یا ''نیلامی'' کہتے ہیں اور اس کے جواز پر اتفاق ہے۔ عام طور پر اس کی دلیل انس رضی اللہ عنہ کی حدیث پیش کی جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ''حِلْس'' اور ''قَدَح'' (ٹاٹ اور پیالہ) فروخت کیا اور فرمایا: «مَنْ يَشْتَرِي هٰذَا الْحِلْسَ وَالْقَدَحَ ؟» ''یہ ٹاٹ اور پیالہ کون خریدتا ہے؟'' ایک آدمی نے کہا: میں اسے ایک درہم میں لیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: «مَنْ يَزِيدُ عَلٰى دِرْهَمٍ ؟» ''ایک درہم سے زیادہ کون دیتا ہے؟'' ایک اور آدمی نے دو درہم دیے تو آپ ﷺ نے اس کے ہاتھ دونوں چیزوں کو فروخت کر دیا۔ احمد (۱۲۱۳۴) ترمذی (۱۲۱۸) اور اصحاب سنن نے اسے روایت کیا ہے، اگرچہ ترمذی نے اسے حسن کہا ہے، مگر یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس لیے بخاری نے نیلامی کے جواز کے لیے اسے پیش نہیں کیا، بلکہ درج ذیل حدیث پیش کی ہے۔

۲۱۴۱۔ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ الْمُكْتِبُ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا:

2141۔ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے اپنے ایک غلام سے کہا کہ تو میرے مرنے کے بعد آزاد ہے، پھر وہ محتاج ہو گیا تو نبی ﷺ نے اسے لے کر فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

أَنَّ رَجُلًا أَعْتَقَ غُلَامًا لَهُ عَنْ دُبُرٍ، فَاحْتَاجَ، فَأَخَذَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ : ((مَنْ يَشْتَرِيهِ مِنِّي؟)) فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بِكَذَا وَكَذَا، فَدَفَعَهُ إِلَيْهِ . [انظر : ۲۲۳۰، ۲۲۳۱، ۲٤۰۳، ۲٤۱٥، ۲٥۳٤، ٦۷۱٦، ٦۹٤۷، ۷۱۸٦۔ أخرجه مسلم : ۹۹۷ مطولا، وفي الإيمان (٥۸)]

’’کون اسے مجھ سے خریدتا ہے؟‘‘ تو نعیم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اسے اتنی اتنی قیمت میں خرید لیا، تو آپ نے غلام کے مالک کو وہ رقم دے دی۔

فوائد 1 اسماعیلی نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث میں نیلامی کا ذکر نہیں، کیونکہ نیلامی تو یہ ہے کہ ایک آدمی قیمت لگائے، پھر دوسرا اس سے بڑھ کر قیمت لگائے۔ ابن بطال نے کہا کہ اس حدیث میں محلِ استشہاد یہ الفاظ ہیں: ((مَنْ يَشْتَرِيهِ مِنِّي؟)) ’’کون اسے مجھ سے خریدتا ہے؟‘‘ تو آپ ﷺ نے اس غلام کو زیادہ سے زیادہ قیمت پر بیچنے کے لیے لوگوں کے سامنے پیش کیا، اس وقت ہر ایک اپنی پیش کردہ قیمت پر لینے کے لیے کہہ سکتا تھا۔ (فتح الباری)

2 نیلامی کے جواز کی تائید میں خطبہ پر خطبہ (پیغام نکاح) کی ممانعت کے باوجود فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی حدیث سے اس کی حرام اور حلال صورت کی وضاحت ہوتی ہے، چنانچہ ان سے روایت ہے کہ ان کے خاوند نے انھیں طلاق دے دی، جب ان کی عدت ختم ہوئی تو انھوں نے نبی ﷺ سے ذکر کیا کہ انھیں معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما اور ابو جہم رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام بھیجا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’ابو جہم تو اپنے کندھے سے لاٹھی نیچے نہیں رکھتا (عورتوں کو بہت مارتا ہے) اور معاویہ فقیر ہے، تم اسامہ سے نکاح کرلو۔‘‘ میں نے ان سے نکاح کر لیا تو اللہ نے اس میں خیر کر دی اور مجھ پر رشک کیا گیا۔ [مسلم : ۱٤۸۰/۳٦] یہاں چونکہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دو آدمیوں کے پیغام کا ذکر کیا تھا اور ان میں سے کسی کی طرف اپنے میلان کا ذکر نہیں کیا تھا اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ایک اور آدمی کا پیغام دے دیا۔ بیع پر بیع کا معاملہ بھی ایسے ہی ہے کہ بائع اور مشتری دونوں کی جب تک رضا نہ ہو ہر آدمی اپنی پیش کش کر سکتا ہے۔

3 بخاری نے اس باب اور حدیث سے اس حدیث کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے جو بزار نے کشف الاستار عن زوائد البزار (۱۲۷٦) میں سفیان بن وہب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: ((سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنْ بَيْعِ الْمُزَايَدَةِ)) ’’میں نے نبی ﷺ سے سنا آپ نیلامی کی بیع سے منع فرما رہے تھے۔‘‘ کیونکہ اس کی سند میں ابن لہیعہ ہے اور وہ ضعیف ہے۔ (فتح الباری)

4 اس حدیث سے مدبر غلام کو بیچنے کا جواز ثابت ہوتا ہے، خصوصاً اگر مالک کو مجبوری پیش آ جائے۔

5 صحیح مسلم (۹۹۷) میں ہے کہ نعیم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اسے آٹھ سو درہم میں خریدا تھا۔ اس حدیث کے مزید فوائد ’’باب بیع المدبر (۲۲۳۰)‘‘ میں آئیں گے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

٦٠- بَابُ النَّجْشِ وَمَنْ قَالَ : لَا يَجُوزُ ذَلِكَ الْبَيْعُ

60- باب: دھوکا دینے کے لیے بولی بڑھانا اور جس نے کہا: یہ بیع جائز نہیں ہے

وَقَالَ ابْنُ أَبِي أَوْفَى : النَّاجِشُ : آكِلُ رِبًا خَائِنٌ. وَهُوَ خِدَاعٌ بَاطِلٌ لَا يَحِلُّ . قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((اَلْخَدِيعَةُ فِي النَّارِ وَ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ))

اور ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما نے کہا: دھوکا دینے کے لیے بولی بڑھانے والا سود کھانے والا خائن ہے اور وہ دھوکا ہے، باطل ہے، حلال نہیں ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”دھوکا آگ میں (لے جانے والا) ہے اور جس نے وہ عمل کیا جس پر ہمارا امر نہیں تو وہ رد ہے۔“

٢١٤٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ النَّجْشِ. [انظر : ٦٩٦٣- أخرجه مسلم : ١٥١٦]

2142- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے نجش سے منع فرمایا۔

فوائد: 1 ”نَجْش“ (نون کے فتحہ اور جیم کے سکون کے ساتھ) لغت میں اس کا معنی شکار کو اس کی جگہ سے اٹھا کر بھگانا ہے، تاکہ اس کا شکار کیا جا سکے اور شرع میں اس کی ایک صورت یہ ہے کہ کسی سامان کی نیلامی کے وقت کوئی آدمی زیادہ قیمت کی بولی دے جبکہ اس کا خریدنے کا ارادہ نہ ہو، تاکہ کوئی شخص اس کی قیمت زیادہ سمجھ کر اس سے زیادہ بولی دے کر وہ چیز خرید لے۔ عموماً یہ کام بیچنے والے کی طرف سے ہوتا ہے کہ وہ دو چار آدمی کھڑے کر دیتا ہے جو بڑھ کر بولی لگاتے ہیں اور اس طرح لوگوں کو پھنسا لیتے ہیں۔ یہ دونوں گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔ ایک صورت یہ ہے کہ بیچنے والا یہ کہے کہ اس نے وہ سامان اتنی قیمت میں خریدا ہے، حالانکہ اس نے اتنی قیمت میں نہ خریدا ہو تو یہ بھی نجش ہے، کیونکہ اس کا مقصد بھی جھوٹ بول کر گاہک کو دھوکا دینا ہے۔ عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما نے جس بیع کو نجش کہا ہے اس کی صورت یہی ہے۔ دیکھیے صحیح بخاری کی حدیث (۲۶۷۵)، اس میں عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ”ایک آدمی نے اپنا سامان بازار میں رکھا اور اللہ کی قسم کھائی کہ اسے اس کی اتنی قیمت دی جاتی تھی جو اسے نہیں دی گئی، یا کہا کہ اس نے اس کی اتنی قیمت دے کر اسے خریدا ہے، حالانکہ اتنی قیمت میں نہیں خریدا تو اس پر یہ آیت اتری: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [آل عمران : ۷۷] ”بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت لیتے ہیں وہ لوگ ہیں کہ ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور قیامت کے دن اللہ نہ ان سے بات کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما نے کہا: ''نجش کرنے والا سود کھانے والا خائن ہے'' مطلب یہ ہے کہ نجش والے نے دھوکے کے ساتھ اصل سے زیادہ ناحق جو نفع لیا ہے وہ اسی طرح حرام ہے جس طرح اصل مال پر زائد سود ناحق اور حرام ہے۔ بولی بڑھا کر ناجائز نفع بھی اسی طرح حرام ہے۔

2 نجش کے ساتھ کی ہوئی بیع کا کیا حکم ہے؟ بعض اہل علم نے کہا کہ اگرچہ یہ کام کرنے والا گنہگار ہے مگر بیع صحیح ہے، بعض نے کہا کہ جس نے اس دھوکے میں کوئی چیز خریدی ہے اسے واپس کرنے کا اختیار ہے، جیسے وہ جانور واپس کرنے کا اختیار ہے جس کا دودھ کچھ دن روک کر گاہک کو دھوکا دیا گیا ہو۔ اہل حدیث عموماً اس بیع کو باطل قرار دیتے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان بھی اسی طرف ہے۔ اس لیے کہ ایک تو انھوں نے ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا کہ '' النَّاجِشُ آكِلُ رِبًا خَائِنٌ '' پھر اپنی طرف سے لکھا کہ یہ دھوکا ہے، باطل ہے، حلال نہیں ہے۔ پھر وہ حدیث تعلیقاً ذکر کی جو قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے '' الکامل '' میں مروی ہے کہ انھوں نے کہا: ﴿ لَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: اَلْمَكْرُ وَالْخَدِيعَةُ فِي النَّارِ لَكُنْتُ مِنْ أَمْكَرِ النَّاسِ ﴾[الكامل لابن عدي : ٤٠٩/٢] ''اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے نہ سنا ہوتا کہ مکر اور دھوکا آگ میں ہے تو میں سب لوگوں سے زیادہ مکر کرنے والا ہوتا۔'' حافظ نے کہا: '' إِسْنَادُهُ لَا بَأْسَ بِهِ '' اس کی اسناد میں کوئی خرابی نہیں۔ چوتھی بات جو بخاری نے ترجمۃ الباب میں سب سے پہلے لکھی یہ ہے: ﴿ وَمَنْ قَالَ: لَا يَجُوزُ ذٰلِكَ الْبَيْعُ ﴾ ''یعنی جس نے کہا کہ یہ بیع جائز نہیں۔'' حافظ نے کہا: معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اس کے ساتھ اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جو عبدالرزاق (۱۴۸۸۲) نے عمر بن عبدالعزیز کے طریق سے بیان کی ہے کہ ان کے ایک غلام نے کچھ قیدی عورتیں فروخت کیں اور اس نے عمر بن عبدالعزیز سے کہا: اگر میں نے زیادہ قیمت بتا کر انھیں نہ بیچا ہوتا تو وہ بکنے والی نہیں تھیں، تو عمر رحمہ اللہ نے کہا: '' هٰذَا نَجْشٌ وَالنَّجْشُ لَا يَحِلُّ '' ''یہ نجش ہے اور نجش حلال نہیں۔'' پھر ایک اعلان کرنے والے کو بھیجا جو یہ اعلان کرتا تھا: '' إِنَّ الْبَيْعَ مَرْدُودٌ وَ إِنَّ النَّجْشَ لَا يَحِلُّ '' ''یہ بیع رد کی ہوئی ہے اور یہ نجش حلال نہیں۔'' (فتح الباری)

خلاصہ یہ کہ جس طرح سود حرام ہے اسی طرح بولی بڑھا کر یا قیمتِ خرید زیادہ بتا کر لی ہوئی زائد رقم بھی حرام ہے اور ایسی بیع مردود ہے۔ مگر افسوس کہ اب مسلمانوں کے بازاروں اور منڈیوں میں ان دونوں کاموں سے پرہیز کم ہی ہے۔

٦١۔ بَابُ بَيْعِ الْغَرَرِ وَحَبَلِ الْحَبَلَةِ

61۔ باب: دھوکے کی بیع اور حمل کے حمل کی بیع

٢١٤٣۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ حَبَلِ

2143۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حمل کے حمل کی بیع سے منع فرمایا اور وہ ایک بیع تھی جو جاہلیت کے لوگ کیا کرتے تھے۔ آدمی ایک اونٹ یا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْحَبَلَةِ ، وَكَانَ بَيْعًا يَتَبَايَعُهُ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ، كَانَ الرَّجُلُ يَبْتَاعُ الْجَزُورَ إِلَى أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ، ثُمَّ تُنْتَجُ الَّتِي فِي بَطْنِهَا . [انظر : ۲۲۵٦، ۳۸٤۳۔ أخرجه مسلم : ١٥١٤]

اونٹنی اس وقت تک خریدتا کہ (اس کی قیمت اس وقت دے گا جب) فلاں اونٹنی بچہ جنے گی، پھر اس کے پیٹ والی اونٹنی بچہ جنے گی۔

فوائد 1 " غَرَرٌ " کا معنی دھوکا ہے۔ وہ بیع جس میں کوئی بھی دھوکا ہو ناجائز ہے۔ ترجمۃ الباب میں عام دھوکے کے بعد دھوکے کی ایک خاص صورت کا ذکر کیا گیا ہے اور وہ ہے " حَبَلُ الْحَبَلَةِ " کی بیع۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے "حَبَلُ الْحَبَلَةِ " کی بیع کی ممانعت کی حدیث سے دھوکے کی ہر بیع کی ممانعت کا استدلال کیا ہے، کیونکہ جب " حَبَلُ الْحَبَلَةِ " کی بیع دھوکے کی وجہ سے حرام ہے تو دھوکا جس بیع میں بھی ہوگا وہ حرام ہوگی۔ دھوکے (غرر) کی بیع کی ممانعت کی صریح حدیث صحیح مسلم (۱۵۱۳) میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انھوں نے کہا: « نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْحَصَاةِ وَعَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ » "رسول اللہ ﷺ نے کنکری کی بیع اور دھوکے کی بیع سے منع فرمایا۔" کنکری کی بیع دھوکے کی ایک صورت ہے کہ مختلف اشیاء پر کنکری ماری جائے، وہ جہاں گرے وہ چیز اتنی قیمت کی ہے۔ اس میں دھوکا ہے، کیا معلوم کہ وہ کنکری کم قیمت والی چیز پر گرے یا زیادہ قیمت والی چیز پر۔ اس سے ممانعت کے بعد دھوکے والی ہر بیع سے منع فرما دیا۔ مسند احمد (۳٦٧٦) میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے: « لَا تَشْتَرُوا السَّمَكَ فِي الْمَاءِ فَإِنَّهُ غَرَرٌ » "پانی میں موجود مچھلی کو مت خریدو، کیونکہ یہ غرر ہے۔" مگر یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں بلکہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ خلاصہ یہ کہ غرر کی بیع کی ہر صورت منع ہے خواہ ہوا میں اڑتے ہوئے پرندوں کی بیع ہو یا ان جانوروں کے شکار کی بیع جو ابھی جنگل میں پھر رہے ہیں، یا معدوم یا مجہول یا بھاگے ہوئے کسی جانور کی بیع ہو۔

2 " حَبَلُ الْحَبَلَةِ " کی بیع کی دو تفسیریں کی گئی ہیں: ایک وہ جو ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ کوئی آدمی اونٹ یا اونٹنی خریدتا (جزور کا لفظ دونوں پر بولا جاتا ہے) اس شرط پر کہ اس کی قیمت اس وقت ادا کروں گا جب فلاں اونٹنی بچہ جنے گی، پھر اس کے پیٹ سے پیدا ہونے والی اونٹنی جوان ہو کر بچہ جنے گی۔ یہاں ایک سوال ہے کہ قیمت ادا کرنے کے اتنے لمبے اور موہوم وعدے پر کون اونٹ بیچے گا اور کیوں بیچے گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جوئے ہی کی ایک قسم ہے، مثلاً اونٹ کی قیمت ہزار درہم ہے تو کوئی شخص اس سے وہ اونٹ ایک لاکھ میں خرید لے اور یہ مدت مقرر کر لے جس کا حدیث میں ذکر ہے۔ اب ہو سکتا ہے کہ اس اونٹنی کا بچہ ضائع ہو جائے یا مؤنث کی بجائے مذکر پیدا ہو، یا جوان ہونے سے پہلے ہی مر جائے یا جوان ہو کر حاملہ نہ ہو، غرض "ہزاروں لغزشیں حائل ہیں لب پر جام آنے تک" کی طرح یہ نوبت ہی نہ آئے کہ خریدار کو قیمت دینی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پڑے اور اسے اونٹ مفت میں پڑ جائے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ واقعی وہ اونٹنی مؤنث بچہ دے اور پھر وہ جوان ہو کر حاملہ ہو اور بچہ دے کہ اس صورت میں بیچنے والے کو ایک ہزار کے اونٹ پر ایک لاکھ مل جائیں گے۔ یاد رہے کہ یہ بیع اونٹ کے ساتھ خاص نہیں، کوئی بھی بیع جس میں اس طرح کی شرط ہو غرر ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔ دوسری تفسیر اس کی یہ ہے کہ اس سے مراد حاملہ جانور کے حمل کی بیع ہے کہ اس جانور کے پیٹ کا بچہ میں نے تمھیں اتنی قیمت میں فروخت کیا یا اس جانور کے حمل کا بچہ میں نے تمھیں اتنے میں فروخت کیا۔ یہ صورت بھی غرر ہے، کیونکہ آپ بیع کے وقت فروخت کی جانے والی چیز گاہک کے حوالے کر ہی نہیں سکتے اور آئندہ کیا ہوگا وہ معلوم ہی نہیں، اس لیے یہ ناجائز ہے۔

٦٢- بَابُ بَيْعِ الْمُلَامَسَةِ

62۔ باب: ملامسہ کی بیع

وَقَالَ أَنَسٌ : نَهَى عَنْهُ النَّبِيُّ ﷺ .

انس رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔

(بخاری: ۲۲۰۷)

٢١٤٤- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ، قَالَ : حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، قَالَ : حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ، أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْمُنَابَذَةِ : وَهِيَ طَرْحُ الرَّجُلِ ثَوْبَهُ بِالْبَيْعِ إِلَى الرَّجُلِ قَبْلَ أَنْ يُقَلِّبَهُ أَوْ يَنْظُرَ إِلَيْهِ، وَنَهَى عَنِ الْمُلَامَسَةِ، وَالْمُلَامَسَةُ : لَمْسُ الثَّوْبِ لَا يَنْظُرُ إِلَيْهِ . [راجع : ٣٦٧- أخرجه مسلم : ١٥١٢]

2144۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منابذہ سے منع فرمایا اور وہ ہے آدمی کا کپڑے کو بیچ کر دوسرے کی طرف پھینک دینا اس سے پہلے کہ وہ اسے الٹ پلٹ کرے یا اسے دیکھے اور آپ ﷺ نے ملامسہ سے منع فرمایا اور ملامسہ کپڑے کو ہاتھ لگانا ہے جب کہ وہ اسے دیکھے نہیں۔

٢١٤٥- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : نُهِيَ عَنْ لِبْسَتَيْنِ : أَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ ، ثُمَّ يَرْفَعَهُ عَلَى مَنْكِبِهِ، وَعَنْ

2145۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پہننے کی دو صورتیں منع ہیں، یہ کہ آدمی ایک کپڑے میں گوٹھ مارے، پھر اسے اٹھا کر اپنے کندھے پر ڈال لے اور بیع کی دو صورتوں لماس اور نباذ سے منع فرمایا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَيْعَتَيْنِ: اللِّمَاسِ وَالنِّبَاذِ. [راجع: ٣٦٨- أخرجه مسلم: ٨٢٥ بقطعة لم ترد في هذه الطريق وأخرجه: ١٥١١ آخره]

فائدہ: پہننے کی ممنوعہ ایک صورت اس حدیث میں ذکر ہوئی ہے، وہ یہ ہے کہ آدمی کے پاس ایک ہی کپڑا ہو اور وہ اسے تہ بند کی طرح باندھ کر ستر ڈھانپنے کی بجائے اس کے ساتھ گوٹھ مار کر بیٹھ جائے اور اس کا کچھ حصہ کندھے پر ڈال لے۔ جاہلیت میں مرد اس طرح مجلس میں بیٹھنے کو معیوب نہیں سمجھتے تھے، کیونکہ ان کے خیال میں ستر چھپانا عورتوں کا کام تھا، وں کو اس کی ضرورت نہ تھی، اس لیے نبی ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔ دوسری ممنوعہ صورت ''صماء'' ہے کہ آدمی کپڑا اس طرح لپیٹے کہ اس کے ہاتھ نہ نکل سکیں، یہ بھی منع ہے۔ صحیح بخاری میں اس سے پہلے حدیث (٣٦٧) میں اس کا ذکر گزر چکا ہے۔

٦٣- بَابُ بَيْعِ الْمُنَابَذَةِ

63- باب: منابذہ کی بیع

وَقَالَ أَنَسٌ: نَهَى عَنْهُ النَّبِيُّ ﷺ.

اور انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔ (بخاری: ٢٢٠٧)

٢١٤٦- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، وَعَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ.

[راجع: ٣٦٨- أخرجه مسلم: ٨٢٥، بقطعة لم ترد في هذه الطريق، وأخرجه: ١٥١١]

2146- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ملامسہ اور منابذہ سے منع فرمایا۔

٢١٤٧- حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ لِبْسَتَيْنِ وَعَنْ بَيْعَتَيْنِ: الْمُلَامَسَةِ، وَالْمُنَابَذَةِ. [راجع: ٣٦٨- أخرجه مسلم: ١٥١٢]

2147- ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے پہننے کی دو صورتوں سے اور بیع کی دو صورتوں ملامسہ اور منابذہ سے منع فرمایا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فوائد 1 "منابذہ وملامسہ" اور "نباذ ولماس" دونوں باب "مفاعلہ" کے مصدر ہیں اور ایک ہی چیز ہیں۔ " نَابَذَ يُنَابِذُ مُنَابَذَةً وَنِبَاذًا " جیسے " قَاتَلَ يُقَاتِلُ مُقَاتَلَةً وَ قِتَالًا ." صحیح بخاری (۵۸۲۰) میں یونس عن الزہری کے طریق سے آ رہا ہے کہ "ملامسہ" یہ ہے کہ آدمی دوسرے کے کپڑے کو رات یا دن میں صرف ہاتھ لگائے اور اسے کھول کر یا پلٹ کر نہ دیکھے اور وہ اس کے کپڑے کو صرف ہاتھ لگائے، کھول کر یا پلٹ کر نہ دیکھے اور "منابذہ" یہ ہے کہ آدمی دوسرے کی طرف اپنا کپڑا پھینک دے اور وہ اس کی طرف اپنا کپڑا پھینک دے اور دونوں کی بیع دیکھے بغیر اور باہمی رضا مندی کے بغیر ہو۔ اور ابوعوانہ (۴۸۶۷) میں ایک اور طریق سے یونس سے ہے کہ اس کی صورت یہ ہے کہ لوگ اپنے سامان ایک دوسرے کو فروخت کریں، مگر نہ انھیں دیکھیں نہ ایک دوسرے کو بتائیں، یا وہ اپنے سامان اسی طرح ایک دوسرے کی طرف پھینکیں، تو یہ جوئے کی صورتوں میں سے ہے۔ (فتح الباری)

2 وہ تمام بیوع جن میں جوا پایا جاتا ہے حرام ہیں، کیونکہ جوا بھی غرر کی اقسام میں سے ہے، مثلاً آج کل رائج لاٹری، معمے، قسمت پڑی، بانڈز، انشورنس (بیمہ) وغیرہ سب حرام ہیں۔

٦٤۔ بَابُ النَّهْيِ لِلْبَائِعِ أَنْ لَا يُحَفِّلَ الْإِبِلَ وَالْبَقَرَ وَالْغَنَمَ وَكُلَّ مُحَفَّلَةٍ

64۔ باب: بیچنے والے کو اس بات کی ممانعت کہ وہ اونٹنیوں، گائیوں اور بھیڑ بکریوں یا کسی بھی جانور کا دودھ تھنوں میں روک کر رکھے

وَالْمُصَرَّاةُ الَّتِي صُرِّيَ لَبَنُهَا وَحُقِنَ فِيهِ وَجُمِعَ، فَلَمْ يُحْلَبْ أَيَّامًا، وَأَصْلُ التَّصْرِيَةِ: حَبْسُ الْمَاءِ، يُقَالُ مِنْهُ: صَرَّيْتُ الْمَاءَ .

اور " مُصَرَّاةٌ " وہ جانور ہے جس کا دودھ تھن میں روک لیا گیا ہو اور اس میں بند کیا اور جمع کیا گیا ہو اور کچھ دن دوہا نہ گیا ہو۔ اور " تَصْرِيَة "اصل میں پانی روکنے کا نام ہے، اسی میں سے کہا جاتا ہے: " صَرَّيْتُ الْمَاءَ " "میں نے پانی کو روک لیا۔"

فوائد 1 جانور کے تھنوں میں کچھ دن دودھ روک کر اس کو بیچنا، تاکہ خریدار سمجھے کہ یہ جانور بہت دودھ دینے والا ہے، دھوکے کی بدترین قسم ہے۔ عربی میں اسے " تصرية " کہتے ہیں، جو باب "تفعیل" کا مصدر ہے، کہا جاتا ہے: "صَرَّى يُصَرِّيْ تَصْرِيَةً " جیسے " صَلَّى يُصَلِّيْ تَصْلِيَةً " اور " قَوَّى يُقَوِّيْ تَقْوِيَةً " ہے۔ عموماً اس کے لیے اونٹنی یا بکری کے تھنوں کو کپڑے وغیرہ سے باندھ دیا جاتا ہے، تاکہ اس کا بچہ دودھ نہ پی سکے۔ یہ عمل جانور بیچنے کے لیے کرنا حرام ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام بخاری ؒ نے باب میں ایک تو اس بات کو واضح کیا کہ یہ عمل جانور بیچنے کی غرض سے کرنا حرام ہے، ورنہ اگر کوئی اپنی کسی مجبوری کی بنا پر ایک آدھ دن دودھ نہ دوہ سکے تو وہ اس حدیث کا مصداق نہیں۔ دوسرا اس بات کی صراحت کی ہے کہ حدیث میں اگرچہ اونٹنی اور بھیڑ بکری کا دودھ تھنوں میں روک رکھنے کی ممانعت ہے، مگر کسی اور جانور کا دودھ اس جانور کو بیچنے کی نیت سے روکا جائے تو وہ بھی منع ہے۔ اس کے لیے انھوں نے باب میں گائیوں کا اور " كُلَّ مُحَفَّلَةٍ " کا لفظ ذکر کیا ہے۔ مثلاً امام بخاری ؒ کے وطن بخارا (ازبکستان) میں گھوڑیوں کا دودھ بڑے شوق سے پیا جاتا ہے اور اسے بہت قیمتی سمجھا جاتا ہے تو گھوڑی کا دودھ تھنوں میں روک کر اسے بیچنا اس لیے جائز نہیں ہوگا کہ حدیث میں اس کا نام نہیں آیا، بلکہ بیچنے کی غرض سے ان کا دودھ روکنا بھی حرام ہے۔

2. بخاری کی شروح میں اس باب کے الفاظ میں " كُلَّ مُحَفَّلَةٍ " (کوئی جانور جس کا دودھ روکا جائے) کی مثال گدھی اور لونڈی کو ان کا دودھ روک کر بیچنے کی دی گئی ہے۔ مجھے اس مثال پر بہت تعجب ہوتا ہے، گدھی تو حرام ہے، پھر اس کا دودھ مسلمانوں کے ہاں کیسے استعمال یا فروخت ہوسکتا ہے اور لونڈی کی خرید وفروخت کا ذکر اس کے حسن و جمال اور انسانی خوبیوں کی بجائے دودھ کی قلت وکثرت کی بنا پر حدیث یا تاریخ یا ادب کی کتابوں میں کہیں نظر نہیں آیا۔ (واللہ اعلم) گھوڑا چونکہ حلال ہے، اس لیے اس کا دودھ بھی حلال ہے اور امام بخاری ؒ کے وطن میں اب بھی یہ جانور بہت کثرت سے پایا جاتا ہے اور وہاں اس کا دودھ بھی مستعمل ہے، اس لیے اس کی مثال ہی مناسب ہے۔

٢١٤٨- حَدَّثَنَا ابْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنِ الْأَعْرَجِ، قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: «لَا تُصَرُّوا الْإِبِلَ وَالْغَنَمَ، فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدُ فَإِنَّهُ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَحْتَلِبَهَا: إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ وَإِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَصَاعَ تَمْرٍ»

2148۔ ابو ہریرہ ؓ سے روایت کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کا دودھ تھنوں میں مت روکو، پھر جو اس کے بعد انھیں خرید لے تو جب وہ اسے دوہ لے تو اسے دو باتوں میں سے بہتر کا اختیار ہے: اگر چاہے تو رکھ لے اور اگر چاہے تو اسے واپس کر دے اور کھجوروں کا ایک صاع (ساتھ دے دے)۔"

وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ وَ مُجَاهِدٍ وَالْوَلِيدِ بْنِ رَبَاحٍ وَمُوسَى بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ

اور ابو صالح اور مجاہد اور ولید بن رباح اور موسیٰ بن یسار ابو ہریرہ ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے ذکر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ﷺ: «صَاعَ تَمْرٍ» کیا جاتا ہے: ”کھجور کا ایک صاع۔“

وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ : صَاعًا مِنْ طَعَامٍ وَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلَاثًا .

اور ان میں سے بعض نے ابن سیرین سے بیان کیا: طعام کا ایک صاع اور اسے تین راتوں تک اختیار ہے۔

وَ قَالَ بَعْضُهُمْ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ : «صَاعًا مِنْ تَمْرٍ» وَلَمْ يَذْكُرْ ثَلَاثًا وَالتَّمْرُ أَكْثَرُ . [راجع : ٢١٤٠- أخرجه مسلم : ١٤١٣ و ١٥٢٠ بقطعة ليست في هذه الطريق، أخرجه مسلم : ١٥١٥، بزيادات وبنحوه : ١٥٢٤]

اور ان میں سے بعض نے ابن سیرین سے کہا: ”کھجوروں کا ایک صاع“ اور اس نے تین راتوں کا ذکر نہیں کیا اور کھجور کا ذکر زیادہ روایات میں ہے۔

فوائد 1 ”لَا تُصَرُّوا“ تاء کے ضمہ اور صاد کے فتحہ کے ساتھ ”صَرَّى يُصَرِّيْ تَصْرِيَةً“ ناقص میں سے نہی حاضر کا صیغہ ہے، اس کا اسم مفعول مؤنث ”مُصَرَّاةٌ“ آئے گا۔ بعض اسے تاء کے فتحہ اور صاد کے ضمہ کے ساتھ پڑھتے ہیں، اس صورت میں یہ مضاعف میں سے باب ”نَصَرَ يَنْصُرُ“ سے نہی کا صیغہ ہوگا، مگر پھر اس کا اسم مفعول ”مَصْرُوْرَةٌ“ آئے گا، ”مُصَرَّاةٌ“ نہیں ہو سکتا، اس لیے وہ درست نہیں۔

2 جانور کے تھنوں میں دودھ روک کر اسے فروخت کرنا دھوکے کی ایک صورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے گاہک کے لیے علم ہونے کے بعد جانور واپس کرنے کا اختیار رکھا ہے، اگر وہ رکھنا چاہے تو رکھ لے، واپس کرنا چاہے تو تین دن تک واپس کر دے، مگر اس کے ساتھ اسے کھجوروں کا ایک صاع دینا پڑے گا جو خریدتے وقت تھنوں میں موجود دودھ کا عوض ہوگا۔ یہاں ایک سوال ہو سکتا ہے کہ دودھ تو کم یا زیادہ بھی ہو سکتا ہے تو ایک صاع کھجور زیادہ دودھ کا عوض کیسے بنے گی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ معاملہ بیچنے والے اور گاہک کے درمیان جھگڑے کا باعث بن سکتا ہے، ایک زیادہ کا تقاضا کرے گا دوسرا اس کے کم ہونے پر اصرار کرے گا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ایک صاع کھجور مقرر فرما دی، تا کہ دونوں فریق اللہ کا حکم سمجھ کر خوش دلی سے اس پر آمادہ ہو جائیں۔ اگر اسے ایسے ہی چھوڑ دیا جاتا تو ان کا فیصلہ کرنے کی کوئی صورت ممکن نہ تھی۔

3 اس حدیث کی بعض روایات میں ”صَاعًا مِنْ طَعَامٍ“ (طعام کا ایک صاع) آیا ہے، امام بخاری ؒ نے فیصلہ کر دیا کہ کھجور والی روایات کو ترجیح حاصل ہے، کیونکہ وہ زیادہ ہیں اور طعام والی روایت ان کے اندر شامل ہو سکتی ہے، کیونکہ کھجوروں پر طعام کا لفظ صادق آتا ہے۔ اس لیے واپس کرنے کی صورت میں کھجور کا صاع ہی دینا پڑے گا۔

4 بعض لوگوں نے اس حدیث کو ماننے سے سرے سے ہی انکار کر دیا اور کہا کہ دودھ روکنے کی وجہ سے جانور واپس نہیں کیا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

جاسکتا، نہ ہی واپس کیے جانے کی صورت میں اس کے ساتھ ایک صاع کھجور لازم ہے، کیونکہ ان کے خیال میں یہ قیاس کے صریح خلاف ہے اور اسے بیان کرنے والے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فقیہ نہیں تھے۔ پھر قیاس کے خلاف ہونے کی ان لوگوں نے کئی وجہیں بنائی ہیں، اللہ تعالیٰ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور انھیں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے انھوں نے ہر وجہ کا بہترین جواب دیا ہے۔ اب ایسے لوگوں کی شکایت اللہ کے سوا کس کے پاس کی جائے جو سید الفقہاء والمحدثین ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو غیر فقیہ کہیں کہ جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص دعا حاصل ہونے کا اعزاز ملا اور جنھیں عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں ایک صوبے کا حاکم مقرر کیا، پھر ان کے بعد متعدد بار انھیں مدینہ کا حاکم اور قاضی مقرر کیا گیا، تو کیا خلفائے اسلام ایک غیر فقیہ کو مدینے کا حاکم اور قاضی مقرر کر سکتے تھے؟ اور کس قدر زبردستی اور سینہ زوری ہے کہ حدیث کو ماننے کے لیے راویانِ حدیث کے حافظہ کی بجائے اپنی عقل کو معیار بنا لیا جائے۔ یہاں اتنی گنجائش نہیں کہ ان حضرات کی تمام باتوں کا رد کیا جا سکے، اس مقصد کے لیے اس طریقے سے بڑھ کر کوئی طریقہ نہیں ہوسکتا جو امام بخاری رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے، کیونکہ اس میں ان کے ہر سوال کا جواب موجود ہے، وہ یہ ہے کہ امام صاحب نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کرنے کے بعد اس حدیث کے مطابق عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتویٰ نقل کر دیا ہے، کیونکہ ان حضرات کے کہنے کے مطابق ان کی فقہ کا کھیت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کاشت کیا تھا، تو جب فقہ کے اولین کاشتکار بھی وہی بات کہتے ہیں جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی، تو یہ کون سا انصاف ہے کہ حدیث روایت کرنے والے صحابی کو غیر فقیہ کہہ کر اس کی بیان کردہ حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم رد کر دی جائے اور اپنے دروس میں اس انکار حدیث کے جواز کو ثابت کرنے کے لیے گھنٹوں تقریر اور دسیوں صفحات سیاہ کر دیے جائیں اور اسی حدیث کے مطابق فتویٰ دینے والے دوسرے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فقہ کا کھیت کاشت کرنے والا قرار دیا جائے۔ ان حضرات کے "حدیثِ مُصَرَّاۃ" پر تمام اعتراضات کا یہی جواب کافی اور سب سے مضبوط ہے کہ آؤ ہم ہمارے اور آپ کے مانے ہوئے سید الفقہاء عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فیصلہ کروا لیتے ہیں کہ "حدیثِ مصراۃ" پر عمل واجب ہے یا نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ امتِ مسلمہ میں "وَ اُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ" کی مجسم تصویر دیکھنی ہو تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو غیر فقیہ کہہ کر حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو رد کرنے والے حضرات میں دیکھی جا سکتی ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ان سب باتوں کے علاوہ یہ بھی یاد رکھیں کہ یہ اصل مسئلہ اکیلے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی نے روایت نہیں کیا، بلکہ اسے ابوداؤد (۳۴۴۶) نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے اور طبرانی (۱۳۵۴۵) نے ایک اور سند کے ساتھ انھی سے اور ابو یعلیٰ (۲۷۶۷) نے انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اور بیہقی نے "الخلافیات" میں عمرو بن عوف المزنی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور احمد (۱۸۸۱۹) نے ایک صحابی کی حدیث سے بھی روایت کیا ہے۔ (فتح الباری)

٢١٤٩- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ ، قَالَ : سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ : حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : مَنِ اشْتَرَى شَاةً مُحَفَّلَةً فَرَدَّهَا، فَلْيَرُدَّ مَعَهَا صَاعًا مِنْ تَمْرٍ . وَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تُلَقَّى الْبُيُوعُ . [انظر : ٢١٦٤- أخرجه مسلم : ١٥١٨، مختصرًا آخره]

2149۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: جو شخص ایسی بھیڑ یا بکری خریدے جس کا دودھ تھنوں میں روکا گیا ہو پھر اسے واپس کرے، تو اس کے ساتھ کھجور کا ایک صاع بھی دے۔ اور نبی ﷺ نے بیع کے لیے آنے والوں کو آگے جا کر ملنے سے منع فرمایا۔

٢١٥٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : «لَا تَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ وَلَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ ، وَلَا تَنَاجَشُوا، وَلَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ ، وَلَا تُصَرُّوا الْغَنَمَ ، وَمَنِ ابْتَاعَهَا فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَحْتَلِبَهَا ، إِنْ رَضِيَهَا أَمْسَكَهَا وَإِنْ سَخِطَهَا رَدَّهَا وَصَاعًا مِنْ تَمْرٍ » [راجع : ٢١٤٠- أخرجه مسلم : ١٤١٣، أوله، أخرجه بلفظه : ١٥١٥، وأخرجه : ١٥٢٠، وأخرجه : ١٥٢٤ مختصرًا آخره]

2150۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”(چیزیں بیچنے کے لیے آنے والے) اونٹوں کے سواروں کو آگے جا کر مت ملو اور تم میں سے کوئی دوسرے کی بیع کے اوپر بیع نہ کرے اور دھوکا دینے کے لیے بولی نہ بڑھاؤ اور کوئی شہری بادیہ والے کے لیے بیع نہ کرے اور بھیڑ بکریوں کا دودھ تھنوں میں نہ روکو اور جو ایسی بھیڑ بکری خرید لے اسے دوہنے کے بعد اس کو دو چیزوں میں سے بہتر کا اختیار ہے: اگر اسے پسند کرے تو رکھ لے اور اگر ناپسند کرے تو اسے واپس کر دے اور اس کے ساتھ کھجور کا ایک صاع دے دے۔“

فائدہ ” لَا تَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ “ پر کلام باب (۷۱) میں آ رہا ہے اور شہری کی بادیہ والے کے لیے بیع پر کلام باب (۶۸، ۶۹) میں آ رہا ہے اور ایک دوسرے کی بیع پر بیع کے متعلق کلام حدیث (۲۱۳۹) میں اور نجش پر کلام حدیث (۲۱۴۲) میں گزر چکا ہے اور تھنوں میں دودھ روک کے رکھے پر کلام اسی باب میں تفصیل سے ہو چکا ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

٦٥- بَابٌ: إِنْ شَاءَ رَدَّ الْمُصَرَّاةَ وَفِي حَلْبَتِهَا صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ

٢١٥١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي زِيَادٌ: أَنَّ ثَابِتًا مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدٍ أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنِ اشْتَرَى غَنَمًا مُصَرَّاةً، فَاحْتَلَبَهَا، فَإِنْ رَضِيَهَا أَمْسَكَهَا وَإِنْ سَخِطَهَا فَفِي حَلْبَتِهَا صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ» [راجع: ٢١٤٠- أخرجه مسلم: ١٤١٣ و ١٥٢٠، قطعة ليست في هذه الطريق، وأخرجه: ١٥١٥، مطولاً، وأخرجه: ١٥٢٤]

65- باب: اگر چاہے تو دودھ روکا ہوا جانور واپس کر دے اور اس کے دودھ کے عوض ایک صاع کھجور ہے

2151- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص کوئی بھیڑ یا بکری خریدے، جس کا دودھ تھنوں میں روکا گیا ہو، پھر اس کا دودھ دوہے تو اگر اسے پسند کرے تو رکھ لے اور اگر ناپسند کرے تو اس کے دودھ کے عوض کھجور کا ایک صاع ہے۔“

٦٦- بَابُ بَيْعِ الْعَبْدِ الزَّانِي

وَقَالَ شُرَيْحٌ: إِنْ شَاءَ رَدَّ مِنَ الزِّنَا.

٢١٥٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِذَا زَنَتِ الْأَمَةُ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا، فَلْيَجْلِدْهَا وَلَا يُثَرِّبْ، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَلْيَجْلِدْهَا وَلَا يُثَرِّبْ، ثُمَّ إِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ، فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعَرٍ» [انظر: ٢١٥٣، ٢٢٣٤، ٦٨٣٩- أخرجه مسلم: ١٧٠٣]

66- باب: زانی غلام کی بیع

اور شریح نے کہا کہ اگر چاہے تو زنا کی وجہ سے واپس کر دے۔

2152- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جب لونڈی زنا کرے اور اس کا زنا واضح ہو جائے تو (اس کا مالک) اسے کوڑے مارے اور طعن ملامت نہ کرے، پھر اگر وہ زنا کرے تو اسے کوڑے مارے اور طعن ملامت نہ کرے، پھر اگر تیسری بار زنا کرے تو اسے بیچ دے، خواہ بالوں کی ایک رسی کے ساتھ بیچے۔“

٢١٥٣، ٢١٥٤- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ

2153، 2154- ابو ہریرہ اور زید بن خالد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے لونڈی کے متعلق سوال کیا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اللَّهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ سُئِلَ عَنِ الْأَمَةِ إِذَا زَنَتْ وَلَمْ تُحْصِنْ، قَالَ : « إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَبِيعُوهَا وَلَوْ بِضَفِيرٍ » قَالَ ابْنُ شِهَابٍ : لَا أَدْرِي بَعْدَ الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ . [انظر : ٢٢٣٢، ٢٢٣٣، ٢٥٥٥، ٢٥٥٦، ٦٨٣٧، ٦٨٣٨۔ وأخرجه مسلم : ١٧٠٤]

گیا، جب وہ زنا کرے اور محصنہ (شادی شدہ) نہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب وہ زنا کرے تو اسے کوڑے مارو، پھر اگر زنا کرے تو اسے کوڑے مارو، پھر اگر زنا کرے تو اسے بیچ دو، خواہ بالوں کی رسی کے عوض بیچو۔'' ابن شہاب نے کہا: میں نہیں جانتا کہ یہ الفاظ تیسری یا چوتھی بار کے بعد کہے۔

فوائد 1 قاضی شریح کا قول سعید بن منصور نے ابن سیرین کے طریق سے باسند بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے دوسرے سے ایک لونڈی خریدی جس نے زنا کیا تھا، جس کا خریدار کو علم نہ تھا، تو وہ یہ جھگڑا لے کر قاضی شریح کی عدالت میں گیا، انھوں نے کہا: اگر چاہے تو زنا کے عیب کی وجہ سے واپس کر دے۔ اس کی سند صحیح ہے۔ (فتح الباری)

2 امام بخاری نے یہ حدیث دو سندوں کے ساتھ ذکر کی ہے۔ باب کا مسئلہ اس سے اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اسے بیچ دے خواہ بالوں کی ایک رسی کے ساتھ۔'' اس سے معلوم ہوا زانی غلام یا لونڈی کو بیچنا جائز ہے اور خواہ بالوں کی ایک رسی کے ساتھ کے الفاظ سے ثابت ہوا کہ فروخت کیے جانے والے غلام یا لونڈی میں زنا عیب ہے۔ اس پر تفصیل سے کلام ''کتاب الحدود'' کی حدیث (٦٨٣٨، ٦٨٣٩) میں آئے گا۔ (ان شاء اللہ)

3 زانیہ لونڈی کو بیچنے کے حکم کا مقصد اس کے فعل کی قباحت کا بیان ہے اور یہ بتانا ہے کہ زانیہ لونڈی کی سزا یہی ہے کہ وہ ہمیشہ فروخت ہوتی رہے اور ایک مالک کے پاس نہ رہے، یہاں تک کہ وہ اس فعلِ بد سے باز آ جائے اور اس میں یہ حکمت بھی ہے کہ شاید نئے مالک کے پاس جا کر وہ عفیف ہو جائے، یا تو اس لیے کہ وہ اس کی ضرورت پوری کر سکتا ہو یا اپنی ہیبت اور رعب کی وجہ سے اسے زنا سے محفوظ رکھ سکے۔

4 حد لگانے کے بعد طعن و ملامت نہ کرے، کیونکہ قصور کی سزا مل چکی۔ خطابی نے کہا: ترجمہ یوں ہے کہ اس کو کوڑے لگائے اور صرف جھڑکی پر اکتفا نہ کرے۔ (تیسیر الباری)

5 ظاہر حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ اگر لونڈی محصنہ ہو تو اسے سنگسار کریں، حالانکہ لونڈی و غلام پر بالا جماع رجم نہیں ہے، کیونکہ خود قرآن میں صاف حکم موجود ہے: ﴿ فَإِذَآ أُحْصِنَّ فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ﴾ [النساء : ٢٥] اور رجم کا نصف ہو نہیں سکتا، تو کوڑوں کا نصف مراد ہوگا، یعنی پچاس کوڑے مارو اور بعضوں نے کہا: حدیث کا ترجمہ یوں ہے: اگر لونڈی اپنے آپ کو زنا سے نہ بچائے اور زنا کرائے۔ (تیسیر الباری)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٦٧- بَابُ الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ مَعَ النِّسَاءِ

67- باب: عورتوں سے خرید وفروخت کرنا

٢١٥٥- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ : قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَذَكَرْتُ لَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : « اشْتَرِي وَأَعْتِقِي، فَإِنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ أَعْتَقَ » ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الْعَشِيِّ، فَأَثْنَى عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ : « مَا بَالُ أُنَاسٍ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ، مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَهُوَ بَاطِلٌ وَ إِنِ اشْتَرَطَ مِائَةَ شَرْطٍ، شَرْطُ اللَّهِ أَحَقُّ وَأَوْثَقُ »[راجع : ٤٥٦- أخرجه مسلم : ١٠٧٥، بقطعة ليست في هذه الطريق وأخرجه بلفظه : ١٥٠٤ برقم (٦)]

2155- عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے، تو میں نے آپ سے (بریرہ رضی اللہ عنہا کا معاملہ) ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم اسے خرید لو اور آزاد کر دو، کیونکہ ولاء اسی کا ہے جو آزاد کرے۔“ پھر آپ ﷺ شام کو کھڑے ہوئے اور اللہ کی ثنا کی جس کا وہ اہل ہے، پھر فرمایا: ”ان مردوں کا کیا حال ہے جو ایسی شرطیں کرتے ہیں جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہیں، جو کوئی ایسی شرط کرے جو اللہ کی کتاب میں نہیں وہ باطل ہے، خواہ سو شرطیں کرے، اللہ کی شرط سب سے زیادہ حق اور سب سے پختہ ہے۔“

٢١٥٦- حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ أَبِي عَبَّادٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، قَالَ: سَمِعْتُ نَافِعًا يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا سَاوَمَتْ بَرِيرَةَ، فَخَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ، فَلَمَّا جَاءَ قَالَتْ : إِنَّهُمْ أَبَوْا أَنْ يَبِيعُوهَا إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطُوا الْوَلَاءَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : « إِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ » قُلْتُ لِنَافِعٍ : حُرًّا كَانَ زَوْجُهَا أَوْ عَبْدًا ؟ فَقَالَ : مَا يُدْرِينِي ؟ [انظر : ٢١٦٩، ٢٥٦٢، ٦٧٥٢، ٦٧٥٧، ٦٧٥٩- أخرجه مسلم : ١٥٠٤ برقم (٥)]

2156- عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بریرہ رضی اللہ عنہا کی قیمت طے کر لی، تو آپ نماز کی طرف نکلے، جب گھر آئے تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ انھوں نے ولاء کی شرط لگانے کے بغیر اسے بیچنے سے انکار کر دیا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”ولاء تو صرف اس کا ہے جو آزاد کرے۔“ میں نے نافع سے کہا: بریرہ رضی اللہ عنہا کا خاوند آزاد تھا یا غلام؟ تو انھوں نے کہا: مجھے کیا معلوم؟

فائدہ باب کا مسئلہ حدیث کے ان الفاظ سے نکلتا ہے: « مَا بَالُ رِجَالٍ يَشْتَرِطُوْنَ ؟ » ”ان مردوں کا کیا حال ہے جو ایسی شرطیں کرتے ہیں؟“ اس سے معلوم ہوا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بریرہ رضی اللہ عنہا کا سودا کچھ مردوں سے کیا تھا اور ان مردوں کی بات عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی تھی۔ بریرہ رضی اللہ عنہا کے متعلق حدیث کی شرح حدیث (۴۵۶) میں گزر چکی ہے اور اس کے خاوند کے غلام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یا آزاد ہونے کی بات "کتاب النکاح (۵۰۹۷)" میں آئے گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

٦٨۔ بَابٌ: هَلْ يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ بِغَيْرِ أَجْرٍ؟ وَهَلْ يُعِينُهُ أَوْ يَنْصَحُهُ؟

68۔ باب: کیا شہر کا آدمی بادیہ والے کے لیے اجرت کے بغیر بیع کر سکتا ہے؟ اور کیا وہ اس کی مدد یا خیر خواہی کر سکتا ہے؟

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِذَا اسْتَنْصَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيَنْصَحْ لَهُ» وَرَخَّصَ فِيهِ عَطَاءٌ.

اور نبی ﷺ نے فرمایا: "اور جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے خیر خواہی طلب کرے تو وہ اس کی خیر خواہی کرے۔" اور عطا نے اس کی اجازت دی۔

فوائد: 1 " النهاية في غريب الحديث والأثر " میں ہے: " اَلْحَاضِرُ: اَلْمُقِيْمُ فِي الْمُدُنِ وَالْقُرَى وَالْبَادِي: اَلْمُقِيْمُ بِالْبَادِيَةِ " "حاضر وہ ہے جو شہروں یا بستیوں میں رہتا ہو اور بادی وہ ہے جو بادیہ یعنی صحراء میں رہتا ہو۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «لَا يَبِعْ حَاضِرٌ لِبَادٍ» اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ "کوئی شہر یا قریہ میں رہنے والا بادیہ والے کے لیے بیع نہ کرے۔" بعض حضرات نے اس کا ترجمہ کیا ہے: "کوئی شہری دیہاتی کے لیے بیع نہ کرے۔" اس غلطی کا باعث بادیہ کا مفہوم نہ سمجھنا ہے۔ دراصل ہمارے ہاں عموماً شہر ہیں یا دیہات، بادیہ کا وجود بہت ہی کم ہے۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو صحرا وغیرہ میں رہتے ہیں اور وہیں اپنے مویشی چرا کر اور چھوٹی موٹی زراعت کر کے زندگی بسر کرتے ہیں، یہ لوگ اپنی فصلوں سے حاصل ہونے والی جنس شہر یا دیہات میں لاتے تو نرخ سے ناواقف ہونے کی وجہ سے سستی قیمت میں فروخت کر دیتے، اسی طرح شہر سے کوئی چیز خریدتے تو لاعلمی کی وجہ سے مہنگی خرید لیتے۔ ایسے موقع پر فائدہ اٹھانے والا ایک گروہ وجود میں آیا جنھیں سمسار یعنی دلال یا کمیشن ایجنٹ کہا جاتا ہے۔ یہ بادیہ سے آنے والوں سے کہتے کہ ہم تمھاری اجناس زیادہ قیمت پر فروخت کریں گے، اسی طرح تمھیں شہر سے چیزیں سستی خرید کر دیں گے اور اس کی اجرت یعنی کمیشن لیں گے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ باہر سے آنے والی اجناس کی قیمتیں کم نہ ہوتیں، کیونکہ دلال اپنے کمیشن کے لالچ میں انھیں زیادہ سے زیادہ قیمت میں فروخت کرنے کی کوشش کرتے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے شہری یا دیہاتی کو بادیہ سے آنے والے لوگوں کا مال فروخت کرنے یا ان کے لیے خریدنے سے منع کر دیا۔ صحیح مسلم (۱۵۲۲) میں ہے کہ آپ نے فرمایا: «لَا يَبِعْ حَاضِرٌ لِبَادٍ، دَعُوا النَّاسَ يَرْزُقُ اللَّهُ بَعْضَهُمْ مِنْ بَعْضٍ» "کوئی شہر والا بادیہ والے کے لیے خرید وفروخت نہ کرے، لوگوں کو چھوڑ دو کہ اللہ انھیں ایک دوسرے کے ذریعے سے رزق عطا فرمائے۔" اس باب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ یہ ممانعت صرف اس صورت میں ہے جب شہر والا آدمی بادیہ والے کا مال اجرت پر فروخت کرے، اگر وہ کسی بادیہ والے کا مال بیچنے پر کوئی اجرت نہیں لیتا بلکہ صرف اس کی خیر خواہی کے لیے اسے رائج نرخ سے آگاہ کر دیتا ہے یا اس کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جگہ خود فروخت کر دیتا یا خرید دیتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دین خیر خواہی کا نام ہے۔'' اور فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے خیر خواہی طلب کرے تو وہ اس کی خیر خواہی کرے۔'' مسند احمد (۱۵۴۵۵) میں یہ پوری حدیث اس طرح ہے: «دَعُوا النَّاسَ يُصِيبُ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ، فَإِذَا اسْتَنْصَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيَنْصَحْهُ» اس کی سند اگرچہ کمزور ہے، مگر دوسری احادیث سے اس معنی کی تائید کی وجہ سے بخاری رحمہ اللہ نے اسے ذکر کر دیا۔

2 آج کل بستیوں والے جو اپنے مال شہر میں لا کر فروخت کرتے اور وہاں سے خریدتے ہیں وہ بادیہ والوں کے تحت نہیں آتے۔ شہر والے یا بستی والے اگر کسی شہر یا بستی والے کے لیے کوئی چیز بیچیں یا خریدیں اور اپنی محنت کی اجرت لے لیں تو اس میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ اس میں کسی جھوٹ یا فریب کا ارتکاب نہ کریں۔

٢١٥٧- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ، سَمِعْتُ جَرِيرًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ : بَايَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ . [راجع : ٥٧- أخرجه مسلم : ٥٦، مختصرًا]

2157- جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی اس بات کی شہادت پر کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنے اور زکاۃ دینے اور سننے اور اطاعت کرنے اور ہر مسلم کی خیر خواہی پر۔

فائدہ: اس کی تشریح حدیث (۵۷) میں گزر چکی ہے۔

٢١٥٨- حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : «لَا تَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ، وَلَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ» قَالَ : فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ : مَا قَوْلُهُ : «لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ»؟ قَالَ: لَا يَكُونُ لَهُ سِمْسَارًا. [انظر: ٢١٦٣، ٢٢٧٤- أخرجه مسلم : ١٥٢١]

2158- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(چیزیں بیچنے کے لیے آنے والے) اونٹوں کے سواروں کو آگے جا کر مت ملو اور کوئی شہری بادیہ والے کے لیے بیع نہ کرے۔'' طاؤس نے کہا: میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: آپ ﷺ کے فرمان کہ ''کوئی شہری کسی بادیہ والے کے لیے بیع نہ کرے'' کا کیا مطلب ہے؟ انھوں نے کہا: اس کے لیے دلال (اجرت لے کر اس کے لیے بیع کرنے والا) نہ بنے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ اسی باب کے فائدے میں اس کی تشریح ہو چکی ہے۔

٦٩ـ بَابُ مَنْ كَرِهَ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ بِأَجْرٍ

69۔ باب: جس نے بادیہ والے کے لیے شہری کے اجرت پر خرید وفروخت کرنے کو برا جانا

فائدہ فقہاء کی اصطلاح میں کراہت کا درجہ تحریم سے نیچے ہے، یعنی بہتر ہے کہ مکروہ سے بچے، اگر ارتکاب کر لے تو گناہ گار نہیں، مگر قرآن وحدیث اور محدثین کی اصطلاح میں مکروہ کا لفظ حرام پر بھی بولا جاتا ہے، جیسا کہ سورۂ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ نے شرک، قتل نفس اور زنا وغیرہ سے منع کرنے کے بعد آخر میں فرمایا: ﴿ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا ﴾ [بني إسرائيل : ٣٨] ''یہ سب کام، ان کا برا تیرے رب کے ہاں ہمیشہ سے ناپسندیدہ ہے۔'' اس لیے میں نے '' كَرِهَ '' کا معنی ''برا جانا'' کیا ہے، کیونکہ اس میں حرام اور مکروہ دونوں آ جاتے ہیں اور یہاں مکروہ سے مراد حرام ہے۔

٢١٥٩ـ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ صَبَّاحٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحَنَفِيُّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ ، قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ ، وَ بِهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ .

2159۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع کیا کہ کوئی شہر والا بادیہ والے کے لیے خرید وفروخت کرے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی یہی کہا ہے۔

فائدہ باب کا مطلب یہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں شہری کو بادیہ والے کے لیے خرید وفروخت کرنے سے جو منع کیا گیا ہے یہ اس وقت ہے جب شہری اس سے مال بیچنے یا خریدنے کی اجرت لے، اگر صرف خیر خواہی کے لیے اسے مشورہ دے یا اس کی مدد کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں، جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس حدیث کی تشریح کی۔ '' وَبِهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ '' کا یہی مطلب ہے۔

٧٠ـ بَابٌ : لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ بِالسَّمْسَرَةِ

70۔ باب: کوئی شہری کسی بادیہ والے کے لیے کمیشن لے کر کوئی چیز نہ خریدے

وَ كَرِهَهُ ابْنُ سِيرِينَ وَ إِبْرَاهِيمُ لِلْبَائِعِ وَالْمُشْتَرِي.

اور ابن سیرین اور ابراہیم نے اس کو بیچنے والے اور خریدنے والے کے لیے برا جانا۔

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ : إِنَّ الْعَرَبَ تَقُولُ : بِعْ لِي ثَوْبًا، وَهِيَ تَعْنِي الشِّرَاءَ .

اور ابراہیم (نخعی) نے کہا: عرب کہتے ہیں: '' بِعْ لِي ثَوْبًا '' اور ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ میرے لیے کوئی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کپڑا خریدو۔

فائدہ: اس باب کا مطلب یہ ہے کہ شہری کو اجرت لے کر بادیہ والے کا مال بیچنا ہی منع نہیں بلکہ اجرت لے کر اسے خرید کر دینا بھی منع ہے۔ اس پر سوال پیدا ہوا کہ حدیث میں تو یہ الفاظ ہیں: «لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ» کہ کوئی شہری کسی بادیہ والے کے لیے مال نہ بیچے، تو یہ خریدنے کی نہی کہاں سے نکل آئی؟ امام بخاری نے ابراہیم نخعی کے قول کے ساتھ اس سوال کا جواب دیا کہ عربوں نے کوئی چیز مثلاً کپڑا خریدنا ہو تو وہ "اِشْتَرْ لِي" کی جگہ "بِعْ لِي ثَوْبًا" کہہ دیتے ہیں، یعنی "لَا يَبِعْ" کے لفظ میں فروخت اور خرید دونوں کے الفاظ ہیں۔

٢١٦٠- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ؟ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَا يَبْتَاعُ الْمَرْءُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ، وَلَا تَنَاجَشُوا، وَلَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ» [راجع: ٢١٤٠- أخرجه مسلم: ١٤١٣ و ١٥١٥ مطولاً، وأخرجه: ١٥٢٠ مختصرًا آخره]

2160- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کوئی آدمی اپنے بھائی کی خرید پر خرید نہ کرے اور دھوکا دینے کے لیے بولی نہ بڑھاؤ اور کوئی بستی والا بادیہ والے کے لیے بیع نہ کرے۔"

٢١٦١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُعَاذٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: نُهِينَا أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ. [أخرجه مسلم: ١٥٢٣]

2161- انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ہمیں منع کیا گیا ہے کہ بستی والا بادیہ والے کے لیے بیع کرے۔

فائدہ: اس باب کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح بستی والے کو بادیہ والے کے لیے کمیشن لے کر بیچنا منع ہے اسی طرح خریدنا بھی منع ہے، کیونکہ "بَاعَ يَبِيعُ" کا معنی بیچنے کے علاوہ خریدنا بھی آتا ہے۔ اس کے لیے امام صاحب نے ابن سیرین اور ابراہیم نخعی کا قول اس کی تائید میں پیش کیا ہے۔ ابن سیرین کا قول ابوعوانہ نے اپنی صحیح (۴۹۴۶) میں نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا: میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ملا، تو میں نے کہا: "لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ" (اس حدیث میں) کیا تمھیں اس بات سے منع کیا گیا تھا کہ تم ان کے لیے بیچو یا خریدو؟ انھوں نے کہا: ہمیں ان کے لیے خریدنے اور بیچنے سے منع کیا گیا تھا۔ محمد (ابن سیرین) نے کہا: انھوں نے صحیح کہا، کیونکہ یہ جامع لفظ ہے۔ ابو داود (۳۴۴۰) میں یہی الفاظ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں: «قَالَ: كَانَ يُقَالُ: لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَهِيَ كَلِمَةٌ جَامِعَةٌ لَا يَبِيعُ لَهُ شَيْئًا وَلَا يَبْتَاعُ لَهُ شَيْئًا» "انھوں نے کہا: کہا جاتا تھا کہ کوئی بستی والا بادیہ والے کے لیے بیع نہ کرے اور یہ ایک جامع لفظ ہے، نہ اس کے لیے کوئی چیز بیچے اور نہ اس کے لیے کوئی چیز خریدے۔" باب کی دونوں حدیثوں کے فوائد کے لیے دیکھیے حدیث (۲۱۴۰)۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٧١- بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَلَقِّي الرُّكْبَانِ ، وَ أَنَّ بَيْعَهُ مَرْدُودٌ لِأَنَّ صَاحِبَهُ عَاصٍ آثِمٌ إِذَا كَانَ بِهِ عَالِمًا، وَهُوَ خِدَاعٌ فِي الْبَيْعِ ، وَالْخِدَاعُ لَا يَجُوزُ

71۔ باب : اونٹوں کے سواروں کو آگے جا کر ملنے کی ممانعت اور یہ کہ اس کی بیع ردّ کی ہوئی ہے، کیونکہ ایسا کرنے والا نافرمان و گناہ گار ہے جب وہ اس بات کو جانتا ہو اور یہ بیع میں دھوکا ہے اور دھوکا جائز نہیں ہے

فائدہ : جب کہیں باہر سے غلے کی رسد آتی ہے تو بعض بستی والے یہ کرتے ہیں کہ دو چار کلو میٹر بستی سے آگے نکل کر راستے میں ان بیوپاریوں سے ملتے ہیں اور انھیں دغا اور دھوکا دے کر بستی کا نرخ اترا ہوا بیان کر کے ان کا مال خرید لیتے ہیں، جب وہ بستی میں آتے ہیں تو دیکھتے ہیں وہاں کا نرخ بڑھا ہوا ہے اور انھیں چکمہ دیا گیا ہے۔ امام بخاری کے نزدیک ایسی صورت میں بیع باطل اور لغو ہے۔ مگر بعض اہلِ علم نے کہا کہ ایسا کرنا حرام ضرور ہے مگر بیع صحیح ہو جائے گی، لیکن انھیں اختیار ہوگا کہ بستی میں آ کر وہاں اس نرخ کو قائم رکھیں یا فسخ کر ڈالیں۔ (تیسیر الباری) اس کی دلیل یہ ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «لَا تَلَقَّوُا الْجَلَبَ، فَمَنْ تَلَقَّاهُ فَاشْتَرَى مِنْهُ، فَإِذَا أَتَى سَيِّدُهُ السُّوقَ، فَهُوَ بِالْخِيَارِ» [مسلم : ١٧/ ١٥١٩] ”باہر سے آنے والے سامان کو آگے جا کر مت ملو، پھر جو اسے آگے جا کر ملے اور اس سے خرید لے تو مال والا جب بازار میں آئے تو اسے اختیار ہے۔“ یعنی یہ معلوم ہونے پر کہ بازار میں اس کا سامان زیادہ قیمت میں فروخت ہو رہا ہے، سامان والے کو اختیار ہے کہ چاہے تو بیع کو قائم رکھے اور چاہے تو اسے فسخ کر کے سامان واپس لے لے، پھر اپنی مرضی سے جہاں چاہے فروخت کرے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے ترجمۃ الباب کا بھی یہی مطلب لے لیا جائے تو بہتر ہے، کیونکہ خود رسول اللہ ﷺ نے ایسی بیع والے کو اختیار دیا ہے کہ اگر قائم رکھنا چاہے تو قائم رکھے اور اگر واپس لینا چاہے تو واپس لے لے۔

٢١٦٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ التَّلَقِّي ، وَأَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ .

[راجع : ٢١٤٠- أخرجه مسلم : ١٤١٣، مطولاً دون " التلقي "، و أخرجه : ١٥١٥ مطولاً. وأخرجه : ١٥٢٠ مختصرًا آخره]

2162۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے (باہر سے سامان لانے والوں سے) آگے جا کر ملنے سے منع فرمایا اور یہ کہ بستی والا بادیہ والوں کے لیے بیع کرے۔

٢١٦٣- حَدَّثَنِي عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ

2163۔ طاؤس سے روایت ہے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

أَعْلَى، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: مَا مَعْنَى قَوْلِهِ: «لَا يَبِيعَنَّ حَاضِرٌ لِبَادٍ»؟ فَقَالَ: لَا يَكُنْ لَهُ سِمْسَارًا. [راجع: ٢١٥٨- أخرجه مسلم: ١٥٢١ مطولًا]

سے پوچھا: آپ ﷺ کے فرمان کہ "لَا يَبِيعَنَّ حَاضِرٌ لِبَادٍ" (کوئی شہری کسی بادیہ والے کے لیے بیع نہ کرے) کا کیا معنی ہے؟ انھوں نے کہا: اجرت پر اس کا دلال (کمیشن ایجنٹ) نہ بنے۔

٢١٦٤- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي التَّيْمِيُّ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: مَنِ اشْتَرَى مُحَفَّلَةً فَلْيَرُدَّ مَعَهَا صَاعًا، قَالَ: وَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ تَلَقِّي الْبُيُوعِ. [راجع: ٢١٤٩- أخرجه مسلم: ١٥١٨، مختصرًا آخره]

2164۔ عبداللہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: جو شخص ایسا جانور خریدے جس کے تھنوں میں دودھ روک کر رکھا گیا ہو تو وہ اس کے ساتھ ایک صاع واپس کرے (اور) انھوں نے کہا: اور نبی ﷺ نے بیعوں کو آگے جا کر لینے سے منع فرمایا۔

٢١٦٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «لَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ وَلَا تَلَقَّوُا السِّلَعَ حَتَّى يُهْبَطَ بِهَا إِلَى السُّوقِ» [راجع: ٢١٣٩- أخرجه مسلم: ١٤١٢ مختصرًا أوله، وفي البيوع (٧) مختصرًا أوله، وأخرجه: ١٥١٧ آخره]

2165۔ عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کوئی کسی دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے اور نہ (باہر سے آنے والے) سامانوں کو آگے جا کر لو، یہاں تک کہ وہ سامان بازار میں لا کر اتارے جائیں۔"

فائدہ: ان احادیث میں باہر سے سامان لانے والوں کو آگے جا کر ملنے سے منع کیا گیا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اپنے مہمانوں کو آگے جا کر ملنے میں کوئی حرج نہیں، اسی طرح کوئی شخص تفریح کے لیے نکلا ہو یا اپنے کسی کام کے لیے نکلا ہو اور اسے ایسے سامان والے مل جائیں اور وہ ان سے خرید لے تو جائز ہے، بشرطیکہ اس نے جھوٹ بول کر، کم قیمت بتا کر، دھوکا دے کر نہ خریدا ہو، کیونکہ یہ کام ہر جگہ ہی ممنوع ہے۔

٧٢- بَابُ مُنْتَهَى التَّلَقِّي

72۔ باب: قافلوں کو آگے جا کر ملنے سے ممانعت کی آخری جگہ

٢١٦٦- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

2166۔ عبداللہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ہم قافلے والے سواروں کو آگے جا کر ملتے تھے اور ان سے اناج خرید

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قَالَ: كُنَّا نَتَلَقَّى الرُّكْبَانَ، فَنَشْتَرِي مِنْهُمُ الطَّعَامَ، فَنَهَانَا النَّبِيُّ ﷺ أَنْ نَبِيعَهُ حَتَّى يُبْلَغَ بِهِ سُوقُ الطَّعَامِ.

لیتے تھے، تو نبی ﷺ نے ہمیں اس کو بیچنے سے منع فرمایا یہاں تک کہ اسے اناج کے بازار میں پہنچایا جائے۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: هَذَا فِي أَعْلَى السُّوقِ، يُبَيِّنُهُ حَدِيثُ عُبَيْدِ اللَّهِ. [راجع: ٢١٢٣- أخرجه مسلم: ١٥٢٧، وفي البيوع (٣٤ و ٣٧)]

ابو عبداللہ (بخاری) نے کہا: یہ بازار کے شروع حصے کی بات ہے، اس کی وضاحت عبیداللہ کی حدیث کرتی ہے (جو اس حدیث کے بعد ہے)۔

فائدہ سند میں جویریہ نام کا راوی عورت نہیں مرد ہے، اس کا پورا نام ابو مخارق جویریہ بن اسماء بن عبید بن مخارق الضبعی البصری ہے۔

٢١٦٧- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانُوا يَتَبَايَعُونَ الطَّعَامَ فِي أَعْلَى السُّوقِ، فَيَبِيعُونَهُ فِي مَكَانِهِ، فَنَهَاهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَبِيعُوهُ فِي مَكَانِهِ حَتَّى يَنْقُلُوهُ. [راجع: ٢١٢٣- أخرجه مسلم: ١٥١٧ و ١٥٢٧، وفي البيوع (٣٤ و ٣٧)]

2167- عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: لوگ بازار شروع ہونے کی جگہ پر جا کر اناج خرید لیتے تھے اور وہیں اسے بیچ دیتے، تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں منع کر دیا کہ وہ اسے اسی جگہ بیچیں، یہاں تک کہ اسے اس کی جگہ سے منتقل کر لیں۔

فائدہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہاں سے بازار شروع ہوتا ہے باہر سے سامان لانے والوں کو وہاں جا کر مل سکتے ہیں۔

٨٣- بَابٌ: إِذَا اشْتَرَطَ شُرُوطًا فِي الْبَيْعِ لَا تَحِلُّ

83- باب: جب خرید وفروخت میں ایسی شرطیں کرے جو ناجائز ہوں

٢١٦٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: جَاءَتْنِي بَرِيرَةُ فَقَالَتْ: كَاتَبْتُ أَهْلِي عَلَى تِسْعِ أَوَاقٍ، فِي كُلِّ عَامٍ وَقِيَّةٌ، فَأَعِينِينِي، فَقُلْتُ: إِنْ أَحَبَّ أَهْلُكِ أَنْ أَعُدَّهَا

2168- عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا: بریرہ رضی اللہ عنہا میرے پاس آئی اور کہنے لگی: میں نے اپنے مالکوں سے نو اوقیوں پر مکاتبت کی ہے، ہر سال میں ایک اوقیہ دینا ہے، تو آپ میری مدد کریں۔ میں نے کہا: اگر تمھارے مالک پسند کریں کہ میں انھیں (وہ اوقیے) اکٹھے گن کر دے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لَهُمْ، وَيَكُونَ وَلَاؤُكِ لِي فَعَلْتُ، فَذَهَبَتْ بَرِيرَةُ إِلَى أَهْلِهَا، فَقَالَتْ لَهُمْ، فَأَبَوْا عَلَيْهَا، فَجَاءَتْ مِنْ عِنْدِهِمْ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ جَالِسٌ، فَقَالَتْ: إِنِّي قَدْ عَرَضْتُ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ فَأَبَوْا إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْوَلَاءُ لَهُمْ.

دوں اور تمھارا ولاء میرے لیے ہو تو میں ایسا کروں گی۔ بریرہ رضی اللہ عنہا اپنے مالکوں کے پاس گئی اور انھیں یہ بات بتائی، انھوں نے یہ نہیں مانا، وہ ان کے پاس سے واپس آئی اور رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے، کہنے لگی: میں نے ان کے سامنے یہ بات پیش کی ہے، تو وہ نہیں مانے، الا یہ کہ ولاء ان کا ہو۔

فَسَمِعَ النَّبِيُّ ﷺ فَأَخْبَرَتْ عَائِشَةُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: «خُذِيهَا وَاشْتَرِطِي لَهُمُ الْوَلَاءَ، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ» فَفَعَلَتْ عَائِشَةُ، ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي النَّاسِ، فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: «أَمَّا بَعْدُ، مَا بَالُ رِجَالٍ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللَّهِ؟ مَا كَانَ مِنْ شَرْطٍ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَهُوَ بَاطِلٌ، وَإِنْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ، قَضَاءُ اللَّهِ أَحَقُّ وَشَرْطُ اللَّهِ أَوْثَقُ، وَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ» [راجع: ٤٥٦- أخرجه مسلم: ١٠٧٥، بقطعة لم ترد في هذه الطريق، وأخرجه بطوله: ١٥٠٤، برقم(٦)]

نبی ﷺ نے یہ بات سنی اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی نبی ﷺ کو یہ بات بتائی تو آپ نے فرمایا: ”تم اسے لے لو اور ان کا ولاء ہونے کی شرط کر لو، کیونکہ ولاء تو اسی کا ہے جو آزاد کرے۔“ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایسا ہی کیا، پھر رسول اللہ ﷺ لوگوں میں کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد کی اور اس کی ثنا کی، پھر فرمایا: ”کیا حال ہے کچھ مردوں کا کہ وہ ایسی شرطیں کرتے ہیں جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہیں؟ کوئی بھی شرط جو اللہ کی کتاب میں نہ ہو باطل ہے، خواہ سو شرطیں ہوں، اللہ کا فیصلہ سب سے زیادہ حق ہے اور اللہ کی شرط سب سے پختہ ہے اور ولاء صرف اس کا ہے جو آزاد کرے۔“

٢١٦٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ أَرَادَتْ أَنْ تَشْتَرِيَ جَارِيَةً فَتُعْتِقَهَا، فَقَالَ أَهْلُهَا: نَبِيعُكِهَا عَلَى أَنَّ وَلَاءَهَا لَنَا، فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: «لَا يَمْنَعُكِ ذَلِكِ، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ» [راجع: ٢١٥٦- أخرجه مسلم: ١٥٠٤، برقم (٥)]

2169۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک لونڈی خرید کر اسے آزاد کرنے کا ارادہ کیا تو اس کے مالکوں نے کہا: ہم اسے تمھارے ہاتھ اس شرط پر فروخت کرتے ہیں کہ اس کا ولاء ہمارا ہوگا۔ انھوں نے اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا، آپ نے فرمایا: ”تمھیں یہ بات نہ روکے، کیونکہ ولاء اسی کا ہے جو آزاد کرے۔“

فوائد: [illegible] اس حدیث کی شرح (۴۵۶) میں گزر چکی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر بیع میں ایسی شرطیں لگائی جائیں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

جو قرآن و سنت کے خلاف ہوں تو ان شرطوں کا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔

٧٤- بَابُ بَيْعِ التَّمْرِ بِالتَّمْرِ

74- باب: کھجوروں کو کھجوروں کے ساتھ بیچنا

٢١٧٠- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ، سَمِعَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: « الْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ » [راجع : عن عمر برقم : ٢١٣٤- أخرجه مسلم : ١٥٨٦، مطولاً عن عمر]

2170- عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”گندم گندم کے بدلے بیچنا سود ہے مگر نقد و نقد اور جو جو کے بدلے سود ہے مگر نقد و نقد اور کھجور کھجور کے بدلے سود ہے مگر نقد و نقد۔“

٧٥- بَابُ بَيْعِ الزَّبِيبِ بِالزَّبِيبِ وَالطَّعَامِ بِالطَّعَامِ

75- باب: منقٰی کی منقٰی کے بدلے اور اناج کی اناج کے بدلے بیع

٢١٧١- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ.

وَالْمُزَابَنَةُ : بَيْعُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ كَيْلًا، وَبَيْعُ الزَّبِيبِ بِالْكَرْمِ كَيْلًا . [انظر : ٢١٧٢، ٢١٨٥، ٢٢٠٥- أخرجه مسلم : ١٥٤٢]

2171- عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مزابنہ سے منع فرمایا۔

اور مزابنہ یہ ہے کہ درخت پر موجود کھجور کو خشک کھجور کے بدلے ماپ کر بیچا جائے اور منقٰی کو بیل پر لگے انگوروں کے بدلے ماپ کر فروخت کیا جائے۔

٢١٧٢- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ . قَالَ : وَالْمُزَابَنَةُ : أَنْ يَبِيعَ الثَّمَرَ بِكَيْلٍ ، إِنْ زَادَ فَلِي ، وَ إِنْ نَقَصَ فَعَلَيَّ . [راجع : ٢١٧١- أخرجه مسلم : ١٥٤٢]

2172- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مزابنہ سے منع فرمایا۔ اور مزابنہ یہ ہے کہ درخت پر لگے پھل کو ماپے (ہوئے پھل) کے بدلے فروخت کرے کہ اگر زیادہ ہوا تو میرا ہے اور اگر کم ہو تب بھی میرے ذمے ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

٢١٧٣- قَالَ : وَحَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَخَّصَ فِي الْعَرَايَا بِخَرْصِهَا . [انظر : ٢١٨٤، ٢١٨٨، ٢١٩٢، ٢٣٨٠، ٣٢٨٠- أخرجه مسلم : ١٥٣٩، وفي البيوع (٦٠)]

2173۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: مجھے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے عَرایا کو ان کے اندازے کے ساتھ بیچنے کی اجازت دی ہے۔

فائدہ: ''عَرایا'' کی تفسیر کے لیے حدیث (۲۱۷۲) ملاحظہ فرمائیں۔

٧٦- بَابُ بَيْعِ الشَّعِيرِ بِالشَّعِيرِ

76- باب: جَو کی جَو کے ساتھ بیع

٢١٧٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ الْتَمَسَ صَرْفًا بِمِائَةِ دِينَارٍ، فَدَعَانِي طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ، فَتَرَاوَضْنَا حَتَّى اصْطَرَفَ مِنِّي، فَأَخَذَ الذَّهَبَ يُقَلِّبُهَا فِي يَدِهِ ، ثُمَّ قَالَ : حَتَّى يَأْتِيَ خَازِنِي مِنَ الْغَابَةِ وَعُمَرُ يَسْمَعُ ذَلِكَ، فَقَالَ : وَاللَّهِ ! لَا تُفَارِقُهُ حَتَّى تَأْخُذَ مِنْهُ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : « الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ » [راجع : ٢١٣٤- أخرجه مسلم : ١٥٨٦]

2174۔ مالک بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سو دینار کی بیع صرف کرنا چاہی تو مجھے طلحہ بن عبید اللہ (رضی اللہ عنہ) نے بلایا اور ہم آپس میں معاملہ طے کرنے لگے، یہاں تک کہ انھوں نے مجھ سے بیع صرف کر لی اور سونا لے کر ہاتھ میں الٹ پلٹ کرنے لگے، پھر انھوں نے کہا: (تم ٹھہرو) یہاں تک کہ میرا خزانچی غابہ سے آئے۔ اور عمر رضی اللہ عنہ یہ گفتگو سن رہے تھے، انھوں نے کہا: اللہ کی قسم! تم اس سے جدا نہیں ہو گے یہاں تک کہ تم اس سے (درہم) وصول کر لو (کیوں کہ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''سونا سونے کے عوض سود ہے مگر نقدا نقد اور گندم گندم کے بدلے سود ہے مگر نقدا نقد اور جو جو کے بدلے سود ہے مگر نقدا نقد اور کھجور کھجور کے بدلے سود ہے مگر نقدا نقد۔''

فوائد: 1 ''بیع صَرف'' کا معنی سونے چاندی کی آپس میں بیع ہے۔ سونا خواہ دینار کی صورت میں ہو یا ڈلی یا زیور کی صورت میں اور چاندی خواہ درہم کی شکل میں ہو یا ڈلی یا زیور کی شکل میں، ان کی ایک دوسرے سے بیع یا تبادلے کو ''صرف'' کہتے ہیں۔ اس میں اگر سونے کی سونے کے ساتھ بیع ہو تو اس کے جواز کے لیے دو شرطیں ہیں: ایک یہ کہ دونوں برابر ہوں اور دوسری یہ کہ دونوں طرف سے نقد ہوں۔ اور اگر سونے کی چاندی کے ساتھ بیع ہو تو اس کے جواز کے لیے صرف ایک شرط ہے کہ دونوں طرف سے نقد ہوں، دونوں کا برابر ہونا ضروری نہیں۔ اگر ان شرطوں کی خلاف ورزی کی جائے تو یہ بیع صرف نہیں بلکہ سود بن جائے گی۔ اسی حدیث میں ہے کہ مالک بن اوس رضی اللہ عنہ اپنے سو دینار سونے کی ریزگاری چاندی کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

درہموں کی صورت میں لینا چاہتے تھے، اس زمانے میں تقریباً دس درہم ایک دینار کے برابر ہوتے تھے، ان کی قیمتوں میں کمی بیشی بھی ہو جاتی تھی، مثلاً ایک دینار کے نو درہم ملتے یا گیارہ درہم۔ مالک بن اوس رضی اللہ عنہ نے سو دینار کا بھان لینے کا ارادہ کیا تو طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے ان سے بات چیت کے بعد سودا کر لیا اور ان سے سونا لے کر ہاتھ میں الٹ پلٹ کرنے لگے اور کہا: ”تم ٹھہرو، میں درہم اس وقت دے دوں گا جب میرا خازن غابہ سے آئے گا۔ عمر رضی اللہ عنہ یہ بات سن رہے تھے، انھوں نے کہا: ”اللہ کی قسم! (تم سونا دے چکے ہو) اب تم اس سے الگ نہیں ہو سکتے جب تک اس سے درہم وصول نہ کر لو۔“ اس بیع یا تبادلہ میں ایک طرف یا دونوں طرف سے ادھار ہو تو سود ہے۔

2 سونے اور چاندی کی باہمی بیع کی طرح گندم کی گندم، جو کی جو، منقیٰ کی منقیٰ، کھجور کی کھجور اور نمک کی نمک کے ساتھ آپس میں بیع کے جائز ہونے کی دو شرطیں ہیں: ایک یہ کہ برابر ہوں، دوسری یہ کہ نقد و نقد ہوں اور اگر یہ اجناس مختلف ہو جائیں تو کم و بیش ہو سکتی ہیں، مگر دونوں طرف سے نقد ہونا ضروری ہے۔

3 ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بڑا آدمی خود بنفس نفیس خرید و فروخت کر سکتا ہے، خواہ اس کی اولاد یا ساتھی موجود ہوں جو اس کی جگہ خرید و فروخت کرنے کے لیے کافی ہوں۔ واضح رہے کہ طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، جن دس آدمیوں کا ایک ہی موقع پر نام لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں جنت کی بشارت دی اور یہ کہ بیع کے لیے آپس میں سودا طے کرنے کے لیے قیمت وغیرہ کے متعلق گفتگو کی جا سکتی ہے اور یہ کہ خریدار سامان کو ہاتھ میں پکڑ کر الٹ پلٹ کر سکتا ہے اور اس طرح دھوکے سے محفوظ رہ سکتا ہے اور یہ کہ ہو سکتا ہے کہ علم کی کوئی بات بڑی شان والے آدمی کے علم میں نہ ہو اور اسے وہ بات بتانے کی ضرورت پڑ جائے۔ اور عمر رضی اللہ عنہ کے عمل سے معلوم ہوا کہ حاکم کے لیے واجب ہے کہ جب کوئی ایسی بات دیکھے یا سنے جو ناجائز ہو تو اس سے منع کرے اور لوگوں کی حق کی طرف رہنمائی کرے۔ اور یہ کہ جو شخص کوئی فتویٰ دے اس کے لیے مستحسن یہ ہے کہ اس کی دلیل بھی ذکر کر دے، جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے سونے چاندی کی بیع میں ادھار سے منع کرنے کے ساتھ ہی حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی بیان کر دی۔ اور یہ کہ حاکم کو لوگوں کے حالات کی دیکھ بھال اور ان کی بہتری کی کوشش کرتے رہنا چاہیے۔ (فتح الباری)

4 یاد رہے کہ قرآن مجید میں جس ”ربا“ کی ممانعت آئی ہے وہ ہے کسی کو کوئی مال ادھار دینا اس شرط پر کہ اسے واپس دیتے وقت وہ اس سے زیادہ دے گا، مگر اس حدیث میں سود سے پاک جس بیع کا ذکر ہے وہ یہ ہے کہ ایک آدمی نے دوسرے کے ہاتھ گندم فروخت کی اور اس کے بدلے اسے گندم دینا طے کیا، اس میں دو شرطیں ہیں: ایک یہ کہ گندم دونوں طرف سے برابر ہو اور ایک ہی وقت میں ایک دوسرے کو دے دی جائے اور اگر گندم کے مقابلے میں جو یا منقیٰ وغیرہ طے ہوا ہے، تو ان کا برابر ہونا ضروری نہیں مگر دونوں جانب سے نقد ہونا ضروری ہے، اگر ایسا نہ ہو تو سود ہے۔

5 سونا اور چاندی چونکہ بطورِ قیمت استعمال ہوتے ہیں اس لیے اگر کوئی شخص درہم و دینار یا روپے کے ساتھ کوئی چیز خرید لے تو وہ قیمت کا ادھار کر سکتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے قریب تیس صاع جو ادھار خریدے تھے۔ (احمد:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

٢١٠٩) البتہ سونے چاندی کی آپس میں بیع کے اندر ادھار جائز نہیں۔

٧٧- بَابُ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ

٢١٧٥- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ، قَالَ : حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ : قَالَ أَبُو بَكْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : « لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ وَالْفِضَّةَ بِالْفِضَّةِ إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ، وَ بِيعُوا الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ وَالْفِضَّةَ بِالذَّهَبِ كَيْفَ شِئْتُمْ » [انظر : ٢١٨٢- أخرجه مسلم : ١٥٩٠، بزيادة]

77- باب: سونے کی سونے کے ساتھ خرید وفروخت

2175- ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سونا سونے کے ساتھ نہ بیچو، مگر برابر برابر اور چاندی کو چاندی کے ساتھ مت بیچو، مگر برابر برابر اور سونے کو چاندی کے ساتھ اور چاندی کو سونے کے ساتھ جیسے چاہو بیچ لو۔''

٧٨- بَابُ بَيْعِ الْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ

٢١٧٦- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا عَمِّي، حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَمِّهِ، قَالَ : حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ حَدَّثَهُ مِثْلَ ذَلِكَ حَدِيثًا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَلَقِيَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ فَقَالَ : يَا أَبَا سَعِيدٍ ! مَا هَذَا الَّذِي تُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ؟ فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ فِي الصَّرْفِ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ : « الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ مِثْلًا بِمِثْلٍ ، وَالْوَرِقُ بِالْوَرِقِ مِثْلًا بِمِثْلٍ » [انظر : ٢١٧٧، ٢١٧٨- أخرجه مسلم : ١٥٨٤، باختلاف وهو بنحوه في المساقاة (٨٢)، وأخرجه : ١٥٩٦ مطولاً]

78- باب: چاندی کی چاندی کے ساتھ بیع

2176- عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ابو سعید (خدری) رضی اللہ عنہ نے انھیں رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے اس حدیث کی مثل حدیث بیان کی تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان سے ملے اور کہنے لگے : یہ کیا حدیث ہے جو تم رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہو؟ تو ابو سعید رضی اللہ عنہ نے صَرف کے بارے میں کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''سونا سونے کے بدلے برابر برابر اور چاندی چاندی کے بدلے برابر برابر ہونا لازم ہے۔''

٢١٧٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ

2177- ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سونے کو سونے کے بدلے مت بیچو مگر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللَّهُ عَنْهُ ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : « لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ ، وَلَا تُشِفُّوا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ ، وَلَا تَبِيعُوا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَلَا تُشِفُّوا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ وَلَا تَبِيعُوا مِنْهَا غَائِبًا بِنَاجِزٍ »[راجع : ٢١٧٦ـ أخرجه مسلم : ١٥٨٤، وهو في المساقاة باختلاف (٨٢)، وأخرجه : ١٥٩٦ مطولاً]

برابر برابر، ان میں سے کسی کو دوسرے سے زیادہ نہ کرو اور چاندی کو چاندی کے بدلے مت بیچو مگر برابر برابر، ان میں سے کسی کو دوسرے سے زیادہ نہ کرو اور ان میں سے کسی غائب کو نقد کے بدلے مت بیچو۔“

فوائد 1 حدیث (۲۱۷٦) میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے الفاظ ہیں کہ ابوسعید رضی اللہ عنہ نے انھیں رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے اس حدیث کی مثل حدیث بیان کی۔ فتح الباری میں ہے کہ اسماعیلی نے اسے اس طرح روایت کیا ہے کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو عمر رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث (۲۱۷۴) سنائی جو طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں گزر چکی ہے۔
2 فَلَقِيَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ: مطلب یہ ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ابوسعید رضی اللہ عنہ سے عمر رضی اللہ عنہ والی حدیث سن تو لی، مگر اسے اچھی طرح سننے اور تصدیق کے لیے دوبارہ ان کے پاس گئے اور ان سے حدیث سنانے کی درخواست کی۔
3 ”لَا تُشِفُّوا“ تاء کے ضمہ کے ساتھ باب افعال سے ہے،”شِفٌّ“ زیادتی کو کہتے ہیں، یہ لفظ بعض اوقات کمی پر بھی بولا جاتا ہے، اس لیے اس کا ترجمہ ہے: ”زیادہ نہ کرو“ اور یہ بھی ہوسکتا ہے: ”کم نہ کرو۔“

٧٩ـ بَابُ بَيْعِ الدِّينَارِ بِالدِّينَارِ نَسَاً

79۔ باب: دینار کو دینار کے بدلے ادھار بیچنا

٢١٧٨، ٢١٧٩ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ : أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ : أَنَّ أَبَا صَالِحٍ الزَّيَّاتَ أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ : الدِّينَارُ بِالدِّينَارِ وَالدِّرْهَمُ بِالدِّرْهَمِ، فَقُلْتُ لَهُ : فَإِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ لَا يَقُولُهُ، فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ : سَأَلْتُهُ ، فَقُلْتُ : سَمِعْتَهُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ أَوْ وَجَدْتَهُ فِي كِتَابِ اللَّهِ؟ قَالَ : كُلَّ ذَلِكَ لَا أَقُولُ وَأَنْتُمْ أَعْلَمُ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنِّي وَلَكِنَّنِي أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : « لَا رِبًا إِلَّا فِي النَّسِيئَةِ »[راجع :

2179،2178۔ ابو صالح زیات سے روایت ہے کہ انھوں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے : دینار دینار کے بدلے اور درہم درہم کے بدلے (برابر ہونے چاہییں)۔ تو میں نے ان سے کہا: مگر ابن عباس رضی اللہ عنہما تو ایسے نہیں کہتے۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے ان سے پوچھا ہے، چنانچہ میں نے کہا: آپ نے یہ بات نبی ﷺ سے سنی ہے یا کتاب اللہ میں پائی ہے؟ انھوں نے کہا: میں ان دونوں میں سے کوئی بات نہیں کہتا اور آپ لوگ رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں اور لیکن

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

٢١٧٦- أخرجه مسلم: ١٥٨٤، وفي المساقاة (٨٢) من حديث أبي سعيد وأخرجه بلفظه: ١٥٩٦]

اسامہ رضی اللہ عنہ نے مجھے خبر دی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”سود صرف ادھار میں ہوتا ہے۔“

فوائد 1 ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابن عباس رضی اللہ عنہما دونوں یہ سمجھتے تھے کہ سونے کے بدلے سونا یا چاندی کے بدلے چاندی اگر نقدا نقد ہوں تو برابری ضروری نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ بات اسامہ رضی اللہ عنہ سے سنی ہوئی حدیث کی بنا پر کہتے تھے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: «لَا رِبًا إِلَّا فِي النَّسِيئَةِ» ”یعنی سود صرف ادھار میں ہوتا ہے۔“ پھر جب انھیں ابوسعید رضی اللہ عنہ سے حدیث پہنچ گئی تو انھوں نے نقد میں بھی سونا سونے کے برابر ہونے کی شرط کو بیان کرنا شروع کر دیا۔ (فتح الباری)

2 میں ان دونوں میں سے کوئی بات نہیں کہتا: یعنی نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں نے یہ مسئلہ اللہ کی کتاب میں پایا ہے اور نہ یہ کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ اس سے صاف یہ نکلتا ہے کہ صحابہ دو ہی باتوں کو شرع سمجھتے تھے: قرآن یا حدیث، رہا قیاس اور اجماع تو وہ ان کے نزدیک شرعی دلیل نہیں تھا (کیونکہ قیاس مقطوع بنفی الفارق اور قیاس بالاولیٰ قرآن وحدیث پر عمل ہی میں شامل ہے)۔ اس کے علاوہ قیاس ہر ایک کا متفاوت اور مختلف ہوتا ہے اور اجماع کا معلوم ہونا دشوار ہے۔ (تیسیر الباری)

3 اسامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بلاشبہ صحیح ہے، اس کے درمیان اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث کے درمیان تطبیق وہ ہے جو صحیح بخاری کے صغانی کے نسخہ میں ہے: «قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ يَعْنِي الْبُخَارِيَّ: سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ حَرْبٍ يَقُولُ: لَا رِبًا إِلَّا فِي النَّسِيئَةِ، هٰذَا عِنْدَنَا فِي الذَّهَبِ بِالْوَرِقِ وَالْحِنْطَةِ بِالشَّعِيرِ مُتَفَاضِلًا، وَلَا بَأْسَ بِهِ يَدًا بِيَدٍ وَلَا خَيْرَ فِيهِ نَسِيئَةً» ”یعنی ابوعبداللہ بخاری رحمہ اللہ نے کہا: میں نے سلیمان بن حرب سے سنا کہ ”سود صرف ادھار میں ہے“ ہمارے نزدیک یہ صرف اس وقت ہے جب سونا چاندی کے بدلے اور گندم جو کے بدلے کم یا زیادہ ہو تو نقدا نقد اس طرح کرنے میں کوئی حرج نہیں اور ادھار ایسا کرنے میں کوئی خیر نہیں۔“ (فتح الباری)

4 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام ایک دوسرے سے مناظرہ کر کے ایک دوسرے کو حق کی طرف لانے کی کوشش کیا کرتے تھے اور اس مقصد کے لیے دلیلیں پیش کیا کرتے تھے۔

٨٠- بَابُ بَيْعِ الْوَرِقِ بِالذَّهَبِ نَسِيئَةً

80- باب: چاندی کو سونے کے بدلے ادھار بیچنا

٢١٨٠، ٢١٨١- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي حَبِيبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْمِنْهَالِ قَالَ: سَأَلْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ وَزَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ عَنِ الصَّرْفِ، فَكُلُّ

2180، 2181- ابو منہال سے روایت ہے کہ میں نے براء بن عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہم سے ”صرف“ کے متعلق سوال کیا تو دونوں میں سے ہر ایک یہی کہتا تھا کہ یہ مجھ سے بہتر ہے، تو دونوں یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے سونے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَقُولُ: هَذَا خَيْرٌ مِنِّي، فَكِلَاهُمَا يَقُولُ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالْوَرِقِ دَيْنًا.

[راجع: ۲۰۶۰، ۲۰۶۱۔ أخرجه مسلم: ۱۵۸۹]

کو چاندی کے بدلے اُدھار بیچنے سے منع کیا ہے۔

فائدہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: بیع جو بھی ہو یا نقدی کے بدلے ہوگی یا کسی سامان کے بدلے (جیسے دیہات میں گندم یا کپاس کے بدلے ضرورت کا سامان خریدا جاتا ہے) پھر یا تو دونوں طرف سے اسی وقت ادائیگی ہوگی یا کسی اور مقرر وقت پر، سو یہ کل چار قسمیں ہوئیں۔ نقدی (سونے یا چاندی) کی بیع یا تو اسی نقدی کے بدلے ہوگی، یہ مُراطلہ ہے، یا دوسری نقدی کے بدلے یہ صرف ہے اور سامان کی بیع نقدی کے ساتھ ہو تو نقدی کو قیمت کہیں گے اور سامان کو اس کا بدل اور سامان کی سامان کے بدلے بیع ہو تو اسے مقابضہ کہا جاتا ہے۔ ان تمام صورتوں میں دونوں طرف سے موقع پر ادا کر دیں تو بیع جائز ہے اور ایک طرف سے دیر کے ساتھ دینا اگر نقدی (سونے یا چاندی) میں ہو تو ناجائز ہے، اگر سامان کی قیمت مؤخر ہو تو یہ قرض ہے اور جائز ہے اور اگر قیمت پہلے ہو اور سامان بعد میں تو یہ بیع سلم ہے اور جائز ہے اور اگر دونوں طرف سے مؤخر ہو تو قرض کی قرض کے ساتھ بیع ہے جو جائز نہیں۔ (فتح الباری) اس حدیث سے صحابہ کی تواضع کا اندازہ ہوتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کو اپنے آپ سے بہتر بتاتا تھا۔

۸۱۔ بَابُ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالْوَرِقِ يَدًا بِيَدٍ

81۔ باب: سونے کو چاندی کے بدلے ہاتھوں ہاتھ بیچنا

۲۱۸۲۔ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ بِالذَّهَبِ إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ، وَأَمَرَنَا أَنْ نَبْتَاعَ الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ كَيْفَ شِئْنَا وَالْفِضَّةَ بِالذَّهَبِ كَيْفَ شِئْنَا.

[راجع: ۲۱۷۵۔ أخرجه مسلم: ۱۵۹۰، بزيادة]

2182۔ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے چاندی کو چاندی کے بدلے اور سونے کو سونے کے بدلے بیچنے سے منع فرمایا، الّا یہ کہ وہ برابر برابر ہوں اور آپ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم سونے کو چاندی کے بدلے جس طرح چاہیں بیچیں اور چاندی کو سونے کے بدلے جس طرح چاہیں بیچیں۔

فائدہ اس حدیث میں باب کے مطابق چاندی اور سونے کی آپس کی بیع میں ہاتھوں ہاتھ بیچنے کا ذکر نہیں۔ معلوم ہوتا ہے بخاری نے اسی حدیث کے اس طریق کی طرف اشارہ کیا ہے جو مسلم (۱۵۹۰) نے ابوالربیع سے اسی عباد بن عوام سے روایت کیا ہے جس سے بخاری نے اسے روایت کیا ہے، اس میں یہ الفاظ بھی ہیں: «فَسَأَلَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: يَدًا بِيَدٍ؟»

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"تو (اس پر) ایک آدمی نے ان سے پوچھا اور کہا: کیا ہاتھوں ہاتھ (یعنی نقدا نقد)؟" تو انھوں نے کہا: «هٰكَذَا سَمِعْتُ» "میں نے ایسے ہی سنا ہے۔" خلاصہ یہ کہ سونے چاندی کی آپس میں بیع میں نقدا نقد ہونے پر اتفاق ہے اور کمی بیشی بھی جائز ہے، مگر جب جنس ایک ہو، یعنی سونے کی سونے سے اور چاندی کی چاندی سے تو کمی بیشی جائز نہیں اور نقد ہونا بھی لازم ہے۔

٨٢- بَابُ بَيْعِ الْمُزَابَنَةِ، وَهِيَ بَيْعُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ وَبَيْعُ الزَّبِيبِ بِالْكَرْمِ وَبَيْعُ الْعَرَايَا

82- باب: مزابنہ کی بیع اور وہ درختوں پر موجود کھجوروں کو خشک کھجوروں کے بدلے بیچنا ہے اور منقیٰ کو بیلوں پر موجود انگور کے بدلے بیچنا ہے اور عرایا کی بیع کا بیان

قَالَ أَنَسٌ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ.

انس رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی ﷺ نے مزابنہ اور محاقلہ سے منع فرمایا۔

فائدہ "مزابنہ" کا معنی ہے درخت سے اتاری ہوئی خشک کھجور کو درخت پر موجود کھجوروں کے بدلے فروخت کرنا اور بیلوں پر موجود انگور کو منقیٰ یا کشمش کے عوض فروخت کرنا اور "محاقلہ" کا معنی ہے کھیت کے خوشوں میں موجود گندم یا جَو کو گندم یا جَو کے بدلے فروخت کرنا۔

٢١٨٣- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «لَا تَبِيعُوا الثَّمَرَ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ وَلَا تَبِيعُوا الثَّمَرَ بِالتَّمْرِ» [راجع: ١٤٨٦- أخرجه مسلم: ١٥٣٤، وفي البيوع (٥١ و ٥٧)]

2183- عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "پھل کو اس وقت تک نہ فروخت کرو یہاں تک کہ اس کا درست ہونا ظاہر ہو جائے اور درختوں پر موجود پھل کو خشک کھجور کے بدلے مت فروخت کرو۔"

فائدہ پھل کو اس وقت تک نہ بیچنا کہ اس کا درست ہونا ظاہر ہو جائے: اس کی تشریح حدیث (١٤٨٦) میں گزر چکی ہے۔

٢١٨٤- قَالَ سَالِمٌ: وَأَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ، عَنْ زَيْدِ ابْنِ ثَابِتٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَخَّصَ بَعْدَ ذَلِكَ فِي بَيْعِ الْعَرِيَّةِ بِالرُّطَبِ أَوْ بِالتَّمْرِ وَلَمْ يُرَخِّصْ فِي

2184- اور عبد اللہ (بن عمر) رضی اللہ عنہما نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے عریہ کو تر یا خشک کھجوروں کے بدلے بیچنے کی اجازت دی اور عریہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غَيْرِهِ . [راجع : ٢١٧٣ـ أخرجه مسلم : ١٥٣٩ وفي البيوع (٦٠)]

کے سوا کسی چیز میں اجازت نہیں دی۔

٢١٨٥ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ .

2185۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مزابنہ سے منع فرمایا۔

وَالْمُزَابَنَةُ : اشْتِرَاءُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ كَيْلًا وَبَيْعُ الْكَرْمِ بِالزَّبِيبِ كَيْلًا . [راجع : ٢١٧١ـ أخرجه مسلم : ١٥٤٢]

اور ''مزابنہ'' درخت پر لگی کھجوروں کو خشک کھجوروں کے بدلے ماپ کر فروخت کرنا اور انگور کی بیلوں پر موجود پھل کو منقی یا کشمش کے بدلے ماپ کر فروخت کرنا ہے۔

فوائد 1 ان بیعوں کی حرمت کی وجہ یہ ہے کہ درخت پر موجود پھل کو تولا یا ماپا نہیں جا سکتا، جب کہ اتری ہوئی کھجور کو ماپا اور تولا جا سکتا ہے، یہ بیع اس لیے حرام ہے کہ دونوں طرف کھجوروں میں برابری نہیں ہو سکتی، جب کہ کھجور کی کھجور سے بیع میں برابری شرط ہے۔ اس کے علاوہ تازہ کھجور خواہ درخت سے اتری ہوئی ہو اس کی بیع خشک کھجور کے ساتھ برابر بیچنا بھی منع ہے، کیونکہ تازہ کھجور خشک ہو کر کم ہو جاتی ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔ چنانچہ موطا مالک (۲۳۱۲) اور سنن کی کتابوں میں ہے اور ترمذی (۱۲۲۵) اور ابن حبان (۴۹۹۷) اور حاکم (۲۲۶۴) نے اسے صحیح کہا ہے کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے تر کھجور کو خشک کھجور کے بدلے بیچنے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: « أَيَنْقُصُ الرُّطَبُ إِذَا يَبِسَ ؟ » ''کیا تر کھجور خشک ہو کر کم ہو جاتی ہے؟'' صحابہ نے کہا: جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: « فَلَا إِذًا » ''تو اس وقت جائز نہیں۔''

2 اِشْتِرَاءُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ (پھل کو خشک کھجور کے بدلے بیچنا): اس سے مراد کھجور کے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کے بدلے بیچنا ہے، کیونکہ جب جنس ایک ہو تو دونوں طرف سے برابر ہونا لازم ہے، اگر درخت پر لگے ہوئے پھلوں کو گندم وغیرہ کے ساتھ بیچ دے تو جائز ہے، کیونکہ جب جنس مختلف ہو جائے تو برابری ضروری نہیں۔

٢١٨٦ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ مَوْلَى ابْنِ أَبِي أَحْمَدَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ .

2186۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مُزابنہ اور مُحاقلہ سے منع فرمایا۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

وَالْمُزَابَنَةُ : اشْتِرَاءُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ فِي رُؤُسِ النَّخْلِ. [أخرجه مسلم : ١٥٤٦، بزيادة]

اور "مُزابنہ" درخت پر لگی کھجوروں کو خشک کھجوروں کے بدلے فروخت کرنا۔

٢١٨٧- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ.

2187۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مُزابنہ اور مُحاقلہ سے منع فرمایا۔

٢١٨٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَرْخَصَ لِصَاحِبِ الْعَرِيَّةِ أَنْ يَبِيعَهَا بِخَرْصِهَا . [راجع : ٢١٧٣- أخرجه مسلم : ١٥٣٩، وفي البيوع (٦٠)]

2188۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عَرِیّہ والے کو رخصت دی کہ وہ اسے اس کے اندازے کے بدلے بیچ دے۔

فائدہ: "عَرَايَا" "عَرِيَّةٌ" کی جمع ہے۔ اس کی ایک صورت یہ تھی کہ کھجوروں کے باغ کا مالک کسی مسکین یا دولت مند کو ایک یا دو درخت تازہ کھجوریں کھانے کے لیے ہبہ کر دیتا۔ اس طرح کہ پھل لے کر درخت واپس مالک کو مل جائے گا، پھر وہ اس کے باغ میں آنے جانے سے تنگی محسوس کرتا یا وہ مسکین اپنی کسی ضرورت کے لیے وہ کھجوریں بیچنا چاہتا تو رسول اللہ ﷺ نے درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کو پانچ وسق تک ان کے اندازے کے مطابق ماپی یا تولی ہوئی کھجوروں کے بدلے بیچنے کی اجازت دی۔ اس کے علاوہ اس بات کی بھی اجازت دی کہ اگر کوئی اپنے گھر والوں کو تازہ کھجوریں کھلانا چاہے تو وہ پانچ وسق تک خشک کھجوریں دے کر ان کے اندازے کے مطابق درخت پر لگی ہوئی کھجوریں خرید سکتا ہے۔ یہ صورتیں اگرچہ عام قاعدے کے خلاف ہیں کہ کھجور کو کھجور کے بدلے میں برابر برابر بیچنا ضروری ہے، اگر کمی یا زیادتی ہوئی تو وہ سود ہے، مگر شریعت نے لوگوں کی آسانی کے لیے "عَرَايَا" کی بیع کی اجازت دی ہے۔

٨٣- بَابُ بَيْعِ الثَّمَرِ عَلَى رُؤُسِ النَّخْلِ بِالذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ

83۔ باب: کھجور کے درختوں پر لگی ہوئی کھجوروں کو سونے اور چاندی کے ساتھ بیچنا

٢١٨٩- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ وَأَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ

2189۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا یہاں تک کہ وہ پکنے لگیں اور ان میں سے کوئی چیز دینار اور درہم کے سوا (کسی اور چیز کے عوض)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَطِيبَ، وَلَا يُبَاعُ شَيْءٌ مِنْهُ إِلَّا بِالدِّينَارِ وَالدِّرْهَمِ، إِلَّا الْعَرَايَا . [راجع : ١٤٨٧- أخرجه مسلم : ١٥٣٦، و في البيوع (٨١، ١٠٣)]

نہ بیچی جائے، مگر عَرایا (کی اجازت ہے)۔

فائدہ حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ کھجوریں درہم و دینار کے علاوہ کسی چیز کے ساتھ بیچی نہیں جاسکتیں، کیونکہ کھجوریں کسی دوسری جنس کے ساتھ بھی فروخت کی جاسکتی ہیں۔ عام خرید وفروخت چونکہ درہم و دینار میں ہوتی تھی اس لیے انھی کا ذکر فرمایا، ورنہ کھجوروں کو گندم یا جَو یا کسی اور چیز کے بدلے بھی فروخت کیا جاسکتا ہے، بشرطیکہ ان شرطوں کی خلاف ورزی نہ ہو جو شریعت نے عائد کی ہیں۔

٢١٩٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ ، قَالَ : سَمِعْتُ مَالِكًا، وَسَأَلَهُ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ الرَّبِيعِ : أَحَدَّثَكَ دَاوُدُ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا فِي خَمْسَةِ أَوْسُقٍ أَوْ دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ ؟ قَالَ : نَعَمْ . [انظر : ٢٣٨٢- أخرجه مسلم : ١٥٤١]

2190۔ امام بخاری نے کہا: ہمیں عبداللہ بن عبدالوہاب نے بیان کیا، اس نے کہا کہ میں نے (امام) مالک سے سنا جبکہ ان سے عبیداللہ بن ربیع نے سوال کیا کہ کیا آپ کو داود نے ابوسفیان سے، انھوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ نے پانچ وسق یا پانچ وسق سے کم عَرایا کو بیچنے کی اجازت دی۔ (عبداللہ بن عبدالوہاب نے کہا: میں نے اس حدیث کی قراءت امام مالک کے سامنے کی تو) انھوں نے کہا: ہاں۔

فائدہ امام مالک رحمہ اللہ کا معمول تھا کہ وہ خود حدیث کی قراءت نہیں کرتے تھے بلکہ کوئی شاگرد پڑھتا اور اگر کوئی غلطی ہوتی تو اس کی اصلاح کر دیتے اور اس طرح سننے والوں کو بھی " حَدَّثَنَا، أَخْبَرَنَا " کہنے کی اجازت تھی۔ اس حدیث میں عبداللہ بن عبدالوہاب نے کہا: میں نے مالک سے سنا، مگر حدیث کے آخر میں انھوں نے صراحت کر دی کہ مالک نے حسبِ معمول سنا تھا اور آخر میں نعم کہہ کر اقرار کر لیا تھا۔ محدثین بعض اوقات حدیث سن کر آخر میں اقرار کرتے ہیں اور بعض اوقات خاموش رہتے ہیں، ان کی خاموشی کو اقرار قرار دیا جاتا ہے اور حدیث کو صحیح سمجھا جاتا ہے۔

٢١٩١ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ : قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ : سَمِعْتُ بُشَيْرًا، قَالَ : نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ، وَرَخَّصَ فِي الْعَرِيَّةِ أَنْ سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ أَبِي حَثْمَةَ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ

2191۔ سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (کھجور کے) درخت پر پھل کو خشک کھجور کے بدلے بیچنے سے منع فرمایا اور عریہ میں اس کی اجازت دی کہ اسے اندازے سے بیچا جائے اور اسے خریدنے والے تازہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تُبَاعَ بِخَرْصِهَا، يَأْكُلُهَا أَهْلُهَا رُطَبًا . وَ قَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً أُخْرَى : إِلَّا أَنَّهُ رَخَّصَ فِي الْعَرِيَّةِ يَبِيعُهَا أَهْلُهَا بِخَرْصِهَا يَأْكُلُونَهَا رُطَبًا، قَالَ: هُوَ سَوَاءٌ .

حالت میں کھجوریں کھائیں۔ اور سفیان نے ایک اور بار یوں بیان کیا: مگر آپ ﷺ نے عریہ میں رخصت دی کہ اس کے مالک اس کے اندازے کے ساتھ اسے بیچ دیں، تاکہ خریدنے والے انھیں تازہ حالت میں کھا لیں۔ ان دونوں باتوں کا ایک ہی مطلب ہے۔

قَالَ سُفْيَانُ: فَقُلْتُ لِيَحْيَى وَ أَنَا غُلَامٌ : إِنَّ أَهْلَ مَكَّةَ يَقُولُونَ : إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا، فَقَالَ : وَمَا يُدْرِي أَهْلَ مَكَّةَ ؟ قُلْتُ : إِنَّهُمْ يَرْوُونَهُ عَنْ جَابِرٍ، فَسَكَتَ، قَالَ سُفْيَانُ : إِنَّمَا أَرَدْتُ أَنَّ جَابِرًا مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ، قِيلَ لِسُفْيَانَ : وَلَيْسَ فِيهِ: نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ ؟ قَالَ: لَا . [انظر : ٢٣٨٤- أخرجه مسلم : ١٥٤٠]

سفیان نے کہا: میں نے یحییٰ بن سعید سے کہا اور میں اس وقت لڑکا ہی تھا کہ مکہ والے کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے (انھیں) عرایا کو بیچنے کی اجازت دی ہے، تو انھوں نے کہا: اہل مکہ کو کیا معلوم (کیونکہ مکہ میں کھجوروں کے درخت ہوتے ہی نہیں)؟ میں نے کہا: وہ اسے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں (جو مدینہ سے ہیں) تو یحییٰ خاموش ہو گئے۔ سفیان نے کہا: میرا مقصد یہ تھا کہ جابر رضی اللہ عنہ اہل مدینہ سے ہیں۔ سفیان سے کہا گیا: کیا اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ آپ ﷺ نے پھلوں کے بیچنے سے منع فرمایا یہاں تک کہ ان کا درست ہونا ظاہر ہو جائے؟ انھوں نے کہا: نہیں۔

فائدہ: سفیان سے مراد سفیان بن عیینہ ہیں۔ ''میں اس وقت لڑکا تھا'' کہنے کا مطلب یہ ہے کہ میں بچپن ہی سے حدیث کا علم حاصل کرنے میں مشغول ہو گیا تھا اور اس عمر میں ہی شیوخ سے علمی سوال کیا کرتا تھا۔ سفیان نے جو الفاظ اس حدیث میں ہونے کی نفی کی وہ بے شک اس میں نہ ہوں مگر دوسری صحیح احادیث میں ثابت ہیں۔

٨٤- بَابُ تَفْسِيرِ الْعَرَايَا

84- باب: عرایا کی تفسیر

وَقَالَ مَالِكٌ : الْعَرِيَّةُ : أَنْ يُعْرِيَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ النَّخْلَةَ ، ثُمَّ يَتَأَذَّى بِدُخُولِهِ عَلَيْهِ، فَرُخِّصَ لَهُ أَنْ يَشْتَرِيَهَا مِنْهُ بِتَمْرٍ، وَقَالَ ابْنُ إِدْرِيسَ : الْعَرِيَّةُ : لَا تَكُونُ إِلَّا بِالْكَيْلِ مِنَ التَّمْرِ يَدًا بِيَدٍ، لَا يَكُونُ بِالْجِزَافِ ، وَمِمَّا يُقَوِّيهِ قَوْلُ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ :

اور مالک نے کہا: ''عَرِیّہ'' یہ ہے کہ آدمی دوسرے آدمی کو کھجور کا درخت عاریتاً دے، پھر اپنے باغ میں اس کے آنے سے تکلیف محسوس کرے تو اسے اجازت دی گئی ہے کہ اسے خشک کھجوروں کے بدلے اس سے خرید لے۔ اور ابن ادریس نے کہا: ''عَرِیّہ'' صرف ماپی ہوئی خشک کھجوروں کے بدلے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِالْأَوْسُقِ الْمُوَسَّقَةِ .

نقدا نقد ہوتا ہے اور اندازے کے ساتھ نہیں ہوتا اور اس قول کو قوت دینے والی چیزوں میں سے سہل بن ابی حثمہ کا قول ہے کہ ماپے ہوئے وسقوں کے ساتھ ہو۔

وَ قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ فِي حَدِيثِهِ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : كَانَتِ الْعَرَايَا أَنْ يُعْرِيَ الرَّجُلُ فِي مَالِهِ النَّخْلَةَ وَالنَّخْلَتَيْنِ ، وَقَالَ يَزِيدُ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ : الْعَرَايَا : نَخْلٌ كَانَتْ تُوهَبُ لِلْمَسَاكِينِ ، فَلَا يَسْتَطِيعُونَ أَنْ يَنْتَظِرُوا بِهَا، رُخِّصَ لَهُمْ أَنْ يَبِيعُوهَا بِمَا شَاؤُوا مِنَ التَّمْرِ .

ابن اسحاق نے اپنی حدیث میں نافع سے، انھوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ عرایا یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے مال میں سے ایک یا دو کھجور کے درخت عاریتاً کسی کو دے دے۔ اور یزید نے سفیان بن حسین سے روایت کی کہ ''عرایا'' کھجوروں کے درخت ہوتے تھے جو مسکینوں کو ہبہ کیے جاتے، پھر وہ ان کے پکنے کا انتظار نہ کر سکتے تو انھیں رخصت دے دی گئی کہ وہ جتنی خشک کھجوروں کے بدلے بیچنا چاہیں بیچ دیں۔

فائدہ جس طرح آدمی اپنے کسی عزیز کو دودھ والا جانور صرف دودھ پینے کے لیے دے دیتا ہے، اس کا مالک نہیں بناتا، اسی طرح وہ لوگ قحط وغیرہ کے موقع پر کھجور کے ایک دو درخت مسکینوں کو کھجوریں کھانے کے لیے دے دیا کرتے تھے۔

٢١٩٢ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ زَيْدِ ابْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَخَّصَ فِي الْعَرَايَا أَنْ تُبَاعَ بِخَرْصِهَا كَيْلًا .

2192۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے عرایا کے بارے میں اجازت دی کہ وہ ان کے اندازے کے برابر کھجوروں کے بدلے ماپ کر بیچ دی جائیں۔

قَالَ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ : وَالْعَرَايَا : نَخَلَاتٌ مَعْلُومَاتٌ تَأْتِيهَا فَتَشْتَرِيهَا . [زاجع : ٢١٧٣ـ أخرجه مسلم : ١٥٣٩، وفي البيوع (٦٠)]

موسیٰ بن عقبہ نے کہا: ''عرایا'' کھجوروں کے معین درخت تھے، جنھیں تم جا کر خرید سکتے تھے۔

٨٥ـ بَابُ بَيْعِ الثِّمَارِ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهَا

85۔ باب: پھلوں کو ان کی درستگی ظاہر ہونے سے پہلے بیچنا

٢١٩٣ـ وَقَالَ اللَّيْثُ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، كَانَ عُرْوَةُ

2193۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بْنُ الزُّبَيْرِ، يُحَدِّثُ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ الْأَنْصَارِيِّ مِنْ بَنِي حَارِثَةَ: أَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّاسُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ يَتَبَايَعُونَ الثِّمَارَ، فَإِذَا جَدَّ النَّاسُ وَحَضَرَ تَقَاضِيهِمْ، قَالَ الْمُبْتَاعُ: إِنَّهُ أَصَابَ الثَّمَرَ الدُّمَانُ أَصَابَهُ مَرَضٌ، أَصَابَهُ قُشَامٌ، عَاهَاتٌ يَحْتَجُّونَ بِهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا كَثُرَتْ عِنْدَهُ الْخُصُومَةُ فِي ذٰلِكَ: «فَإِمَّا لَا، فَلَا تَتَبَايَعُوا حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُ الثَّمَرِ» كَالْمَشُورَةِ يُشِيرُ بِهَا لِكَثْرَةِ خُصُومَتِهِمْ.

کہا: رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں لوگ پھلوں کی خرید و فروخت کرتے تھے، پھر جب لوگ پھل توڑتے اور ان کے تقاضے کا وقت آتا تو خریدار کہتا: پھل کو گابھہ سیاہ ہو کر خراب ہونے کی بیماری لگ گئی، اسے مرض نے آ لیا، اسے پھل جھڑ جانے کی بیماری لگ گئی۔ مختلف آفات تھیں جن کی وجہ سے وہ آپس میں جھگڑتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس اس معاملے میں جب جھگڑے زیادہ ہو گئے تو آپ نے فرمایا: ''اگر تم باز نہیں آتے تو جب تک پھل کا درست ہونا واضح نہ ہو جائے اس کی خرید و فروخت مت کیا کرو۔'' آپ ﷺ نے یہ بات انھیں مشورہ کے طور پر کہی، جب ان کے جھگڑے زیادہ ہو گئے۔

وَأَخْبَرَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ: أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ لَمْ يَكُنْ يَبِيعُ ثِمَارَ أَرْضِهِ حَتّٰى تَطْلُعَ الثُّرَيَّا، فَيَتَبَيَّنَ الْأَصْفَرُ مِنَ الْأَحْمَرِ.

اور خارجہ بن زید بن ثابت نے کہا کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اپنی زمین کے پھل اس سے پہلے نہیں بیچتے تھے کہ ثریا ستارہ طلوع ہو جائے اور زرد اور سرخ پھل واضح ہو جائے۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ: رَوَاهُ عَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ، حَدَّثَنَا حَكَّامٌ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، عَنْ زَكَرِيَّا، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ سَهْلٍ، عَنْ زَيْدٍ.

ابو عبداللہ (بخاری) نے کہا: اسے علی بن بحر نے روایت کیا، کہا: ہمیں حکام نے بیان کیا کہ ہمیں عنبسہ نے زکریا سے، انھوں نے ابو الزناد سے، انھوں نے عروہ سے، انھوں نے سہل سے، انھوں نے زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

فوائد: 1 الدُّمَانُ: ابو عبید نے دال کے فتحہ کے ساتھ اور خطابی نے اس کے ضمہ کے ساتھ ضبط کیا ہے۔ عیاض نے کہا: دونوں طرح صحیح ہے۔ یہ کھجور کے درخت کی ایک بیماری ہے جس میں کھجور کا گابھہ نکلتے ہی سیاہ اور متعفن ہو جاتا ہے، جس کے بعد کھجوریں بنتی ہی نہیں۔ "مَرَضٌ" کُشْمیھنی اور نسفی کی روایت میں "مُرَاضٌ" ہے، میم کے کسرہ اور ضمہ کے ساتھ، یہ لفظ کھجور کی تمام بیماریوں پر بولا جاتا ہے۔ "قُشَامٌ" کھجور کا پھل پکنے سے پہلے خشک ہو کر جھڑ جاتا ہے۔ "عَاهَاتٌ" "عَاهَةٌ" کی جمع ہے، عیب، آفت، مراد وہ بیماریاں ہیں جن کا یہاں ذکر ہوا ہے۔ (فتح الباری) "كَالْمَشُوْرَةِ" اسے دو طرح سے پڑھ سکتے ہیں، شین کے ضمہ اور واؤ کے سکون کے ساتھ اور شین کے سکون اور واؤ کے فتحہ کے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

2 اس حدیث میں پھل واضح طور پر درست ہونے سے پہلے اس کی فروخت منع کرنے کا سبب بیان ہوا ہے کہ بیچنے والوں اور خریدنے والوں کے باہمی جھگڑوں کو ختم کرنے کے لیے مشورہ کے طور پر یہ حکم صادر ہوا۔ مگر حدیث کے راوی زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اس پر واجب حکم کی طرح عمل کرتے تھے کہ وہ اس وقت اپنی کھجوروں کا باغ فروخت کرتے تھے جب ثریا طلوع ہو جائے۔ مسند احمد (۸۴۹۵) میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے: « إِذَا طَلَعَ النَّجْمُ صَبَاحًا ذَا صَبَاحٍ رُفِعَتِ الْعَاهَةُ » ''جب صبح کے وقت ثریا طلوع ہو اس وقت پھلوں کی بیماری ختم ہو جاتی ہے۔'' شعیب الارنؤوط نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ نجم سے مراد ثریا ہے جو صبح کے وقت خریف کے شروع میں طلوع ہوتا ہے، اس وقت گرمی شدید ہو جاتی ہے اور پھل پکنا شروع ہو جاتے ہیں۔ اصل مقصود پھلوں کے پکنے کی ابتدا ہے، ثریا کا طلوع صرف اس کی علامت ہے۔

3 حدیث کے آخر میں جو سند ذکر کی گئی ہے اس کا مقصد یہ بتانا ہے کہ حدیث کے شروع میں ابو الزناد سے لیث نے جو روایت کی ہے تو ان سے بیان کرنے میں وہ اکیلے نہیں، بلکہ زکریا نے بھی ابو الزناد سے بیان کیا ہے۔ (فتح الباری)

٢١٩٤ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا، نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُبْتَاعَ.

[راجع: ١٤٨٦ـ أخرجه مسلم: ١٥٣٤، وفي البيوع (٥١ و ٥٧)]

2194۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پھلوں کو اس وقت تک بیچنے سے منع فرمایا کہ ان کا درست ہونا واضح ہو جائے، بیچنے والے اور خریدنے والے دونوں کو منع فرمایا۔

فائدہ: بیچنے والے کو اس لیے کہ پھل خراب ہونے کی صورت میں اپنے بھائی کا مال باطل طریقے سے نہ کھائے اور خریدار کو اس لیے کہ اپنا مال ضائع نہ کرے اور باطل طریقے سے مال کھانے میں اپنے بھائی کی مدد نہ کرے۔ علاوہ ازیں جھگڑے کا امکان ہی نہ رہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگرچہ اس حکم کی ابتدا بطور مشورہ ہوئی، مگر پھر قطعی طور پر پھلوں کا رنگ بدلنے سے پہلے انھیں فروخت کرنے سے منع کر دیا گیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے احادیث کو اسی ترتیب سے ذکر کیا ہے۔

٢١٩٥ـ حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيلُ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى أَنْ تُبَاعَ ثَمَرَةُ النَّخْلِ حَتَّى تَزْهُوَ.

2195۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھجور کے درختوں کا پھل رنگ بدلنے سے پہلے فروخت کرنے سے منع فرما دیا۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: يَعْنِي حَتَّى تَحْمَرَّ. [راجع: ١٤٨٨ـ أخرجه مسلم: ١٥٥٥ بزيادة]

ابو عبد اللہ (بخاری) نے کہا: مطلب یہ ہے کہ سرخ ہونے سے پہلے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ کھجوروں کا ذکر بطور مثال ہے، کیونکہ وہاں زیادہ تر کھجوروں کے باغ ہی تھے، ورنہ ہر پھل کا یہی حکم ہے کہ انھیں اس سے پہلے فروخت نہ کیا جائے کہ ان میں سے بعض کا رنگ بدل جائے، تمام پھلوں کا رنگ بدلنا ضروری نہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ کسی درخت کے پھل ایک ہی وقت میں سارے نہیں پکتے، بلکہ پکتے رہتے ہیں، تاکہ انسان دیر تک فائدہ اٹھاتا رہے۔

٢١٩٦- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ سَلِيمِ بْنِ حَيَّانَ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مِينَا، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تُبَاعَ الثَّمَرَةُ حَتَّى تُشَقِّحَ. فَقِيلَ: مَا تُشَقِّحُ؟ قَالَ: تَحْمَارُّ وَتَصْفَارُّ وَيُؤْكَلُ مِنْهَا. [راجع: ١٤٨٧- أخرجه مسلم: ١٥٣٦، البيوع (٨١ و١٠٣)]

2196- جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے پھل بیچنے سے منع فرمایا یہاں تک کہ اس میں "تشقیح" نہ آئے۔ پوچھا گیا: "تشقیح" آنے کا کیا مطلب ہے؟ کہا: یہ کہ وہ سرخ اور زرد ہو جائے اور اس میں سے کچھ کھایا جا سکے۔

فائدہ "حَتَّى تُشَقِّحَ" کی تفسیر جابر رضی اللہ عنہ نے کی ہے۔ (فتح الباری)

٨٦- بَابُ بَيْعِ النَّخْلِ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلاَحُهَا

86- باب: کھجوروں کے درخت ان کی درستگی ظاہر ہونے سے پہلے بیچنا

فائدہ اس سے پہلے باب میں پھلوں کو ان کے رنگ بدلنے سے پہلے فروخت کرنے کی ممانعت کا ذکر تھا، اس باب میں خاص طور پر کھجور کے پھلوں کو رنگ بدلنے سے پہلے بیچنے کی ممانعت کا ذکر ہے۔

٢١٩٧- حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ الْهَيْثَمِ، حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ مَنْصُورٍ الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ، حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّهُ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلاَحُهَا وَعَنِ النَّخْلِ حَتَّى يَزْهُوَ، قِيلَ: وَمَا يَزْهُو؟ قَالَ: يَحْمَارُّ أَوْ يَصْفَارُّ. [راجع: ١٤٨٨- أخرجه مسلم: ١٥٥٥، بزيادة]

2197- انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے پھلوں کو فروخت کرنے سے منع فرمایا یہاں تک کہ ان کی درستگی ظاہر ہو اور کھجور کے درخت بیچنے سے یہاں تک کہ ان میں "زہو" آ جائے۔ پوچھا گیا: زہو آنے کا کیا مطلب ہے؟ کہا: سرخ یا زرد ہو جائیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ یہ سوال کرنے والے انس رضی اللہ عنہ کے شاگرد حمید ہیں اور جواب دینے والے انس رضی اللہ عنہ ہیں، جیسا کہ آگے حدیث (۲۲۰۸) میں آرہا ہے۔ (فتح الباری)

٨٧- بَابٌ : إِذَا بَاعَ الثِّمَارَ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهَا، ثُمَّ أَصَابَتْهُ عَاهَةٌ فَهُوَ مِنَ الْبَائِعِ

87- باب : جب پھلوں کو ان کی درستگی ظاہر ہونے سے پہلے بیچ دے، پھر ان پر کوئی آفت آجائے تو وہ بیچنے والے کے ذمہ ہوگی

٢١٩٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى تُزْهِيَ . فَقِيلَ لَهُ : وَمَا تُزْهِيَ؟ قَالَ : حَتَّى تَحْمَرَّ . فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : « أَرَأَيْتَ إِذَا مَنَعَ اللَّهُ الثَّمَرَةَ، بِمَ يَأْخُذُ أَحَدُكُمْ مَالَ أَخِيهِ؟» [راجع : ١٤٨٨- أخرجه مسلم : ١٥٥٥]

2198- انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پھلوں کو "زہو" آنے تک بیچنے سے منع فرما دیا۔ ان سے پوچھا گیا: زہو آنے کا کیا مطلب ہے؟ کہا: یہاں تک کہ وہ سرخ ہو جائیں، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یہ بتاؤ کہ جب اللہ تعالیٰ پھل روک لے تو تم میں سے کوئی اپنے بھائی کا مال کس چیز کے بدلے لیتا ہے؟"

٢١٩٩- قَالَ اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ : لَوْ أَنَّ رَجُلًا ابْتَاعَ ثَمَرًا قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهُ، ثُمَّ أَصَابَتْهُ عَاهَةٌ كَانَ مَا أَصَابَهُ عَلَى رَبِّهِ .

2199- اور لیث نے کہا: مجھے یونس نے زہری سے بیان کیا، انھوں نے کہا: اگر کوئی آدمی کوئی پھل اس کے درست ہونے سے پہلے خرید لے، پھر اس پر کوئی آفت آجائے تو جو آفت آئی ہے اس کے مالک کے ذمے ہوگی۔

أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : « لَا تَتَبَايَعُوا الثَّمَرَ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا، وَلَا تَبِيعُوا الثَّمَرَ بِالتَّمْرِ » [راجع : ١٤٨٦- أخرجه مسلم : ١٥٣٤، وفي البيوع (٥١ و ٥٧)]

مجھے سالم بن عبد اللہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "پھل کی خرید و فروخت اس وقت تک نہ کرو کہ اس کی درستگی ظاہر ہو جائے اور نہ ہی درخت پر موجود پھل کو خشک کھجور کے بدلے بیچو۔"

فائدہ اس باب سے بخاری رحمہ اللہ کا میلان اس بات کی طرف معلوم ہوتا ہے کہ پھلوں کی خرید و فروخت ان کی درستگی سے پہلے بھی درست ہے، مگر نقصان کی صورت میں بیچنے والا نقصان کا ذمہ دار ہوگا۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر پھل پر کوئی آفت نہ آئے تو بیع صحیح ہے۔ اس موقف میں انھوں نے زہری کی پیروی کی ہے، جیسا کہ انھوں نے حدیث (۲۱۹۹) میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زہری کا قول نقل کیا ہے۔

٨٨- بَابُ شِرَاءِ الطَّعَامِ إِلَى أَجَلٍ

٢٢٠٠- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: ذَكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيمَ الرَّهْنَ فِي السَّلَفِ، فَقَالَ: لَا بَأْسَ بِهِ، ثُمَّ حَدَّثَنَا عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اشْتَرَى طَعَامًا مِنْ يَهُودِيٍّ إِلَى أَجَلٍ، فَرَهَنَهُ دِرْعَهُ. [راجع: ٢٠٦٨- أخرجه مسلم: ١٦٠٣]

88۔ باب: مقررہ مدت تک ادھار اناج خریدنا

2200۔ اعمش سے روایت ہے کہ ہم نے ابراہیم کے پاس بیع سلم میں گروی کا ذکر کیا تو انھوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں۔ پھر انھوں نے ہمیں اسود سے عائشہ ؓ کی حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ نے ایک یہودی سے ایک مدت تک کچھ غلہ خریدا اور اس کے پاس اپنی زرہ گروی رکھی۔

فائدہ اس کی شرح حدیث (٢٠٦٨) میں گزر چکی ہے۔

٨٩- بَابٌ: إِذَا أَرَادَ بَيْعَ تَمْرٍ بِتَمْرٍ خَيْرٍ مِنْهُ

٢٢٠١، ٢٢٠٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَجِيدِ بْنِ سُهَيْلِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلَى خَيْبَرَ، فَجَاءَهُ بِتَمْرٍ جَنِيبٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أَكُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هَكَذَا؟» قَالَ: لَا وَاللَّهِ! يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّا لَنَأْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هَذَا بِالصَّاعَيْنِ وَالصَّاعَيْنِ بِالثَّلَاثَةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَا تَفْعَلْ، بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ، ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيبًا» [الحديث: ٢٢٠١، انظر: ٢٣٠٢، ٤٢٤٤، ٤٢٤٦، ٧٣٥٠] [الحديث: ٢٢٠٢، انظر: ٢٣٠٣، ٤٢٤٥، ٤٢٤٧، ٧٣٥١- أخرجه مسلم: ١٥٩٣]

89۔ باب: جب کچھ کھجوریں ان سے بہتر کھجوروں کے بدلے بیچنا چاہے

2201، 2202۔ ابوسعید خدری اور ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو خیبر کا عامل مقرر کیا تو وہ عمدہ کھجوریں لے کر آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا خیبر کی سبھی کھجوریں ایسی ہیں؟'' اس نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم یا رسول اللہ! ہم اس کا ایک صاع دو صاع دے کر لیتے ہیں اور دو صاع تین صاع دے کر لیتے ہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایسا مت کرو، ملی جلی کھجوریں درہموں کے ساتھ بیچو، پھر درہموں کے ساتھ عمدہ کھجوریں خرید لو۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فوائد: 1 رسول اللہ ﷺ نے دو صاع کھجوریں دے کر ایک صاع کھجوریں لینے سے اس لیے منع فرمایا کہ تمام کھجوریں خواہ کسی قسم کی ہوں ایک ہی جنس ہیں اور ان کے آپس میں لین دین کے وقت ان کا برابر ہونا اور نقد ہونا ضروری ہے، یہی حکم گندم، جو اور منقیٰ کا ہے، اگر کمی بیشی ہو تو وہ سود ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سود سے بچنے کا یہ طریقہ بیان فرمایا کہ ایک سودے کی بجائے دو سودے کیے جائیں، گھٹیا کھجوریں درہموں میں بیچ دی جائیں، پھر ان درہموں کے ساتھ عمدہ کھجوریں خرید لی جائیں تو آدمی سود سے بچ جائے گا۔

2 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص کو کسی کام کے حرام ہونے کا علم نہ ہو اس کے ارتکاب کی وجہ سے اس پر مؤاخذہ نہیں ہوگا۔ رہی یہ بات کہ ایسی بیع کو ختم کیا جائے گا یا نہیں تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں اس کا ذکر نہیں کہ آپ ﷺ نے وہ بیع واپس کرنے کا حکم دیا یا نہیں مگر ذکر نہ ہونے سے یہ استدلال نہیں کیا جا سکتا کہ آپ ﷺ نے اس بیع کو واپس کرنے کا حکم نہیں دیا، خصوصاً اس لیے کہ اس قسم کا معاملہ صحیح مسلم (۱۵۹۴/۹۷) میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ کھجوریں لائی گئیں، آپ نے فرمایا: «مَا هٰذَا التَّمْرُ مِنْ تَمْرِنَا ؟ » ”یہ کھجوریں ہماری کھجوروں میں سے نہیں ہیں؟“ اس آدمی نے کہا: ہم نے اپنی کھجوروں کے دو صاع دے کر ان کھجوروں کا ایک صاع لیا ہے۔ آپ نے فرمایا: «هٰذَا الرِّبَا، فَرُدُّوهُ، ثُمَّ بِيعُوا تَمْرَنَا وَاشْتَرُوا لَنَا مِنْ هٰذَا » ”یہ سود ہے، اسے واپس کرو، پھر ہماری کھجوریں بیچ دو اور ہمارے لیے یہ کھجوریں خریدو۔“ معلوم ہوتا ہے (واللہ اعلم) کہ اگر ایسی بیع واپس ہو سکتی ہو تو اسے واپس کرنا لازم ہے اور اگر واپس کرنا ممکن نہ ہو، مثلاً آدمی کے لیے اس شہر میں جانا ممکن نہ ہو جہاں ایسی بیع ہوئی تھی یا مشکل ہو یا اس آدمی کا ملنا ممکن نہ ہو جس کے ساتھ بیع کی تھی تو مسئلہ معلوم ہونے کے بعد گزشتہ معاملے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے آئندہ اس سے اجتناب لازم ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَ اَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ﴾ [البقرۃ : ۲۷۵] ”پھر جس کے پاس اس کے رب کی طرف سے کوئی نصیحت آئے پس وہ باز آ جائے تو جو پہلے ہو چکا وہ اسی کا ہے اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔“

3 حافظ عبدالستار حماد نے لکھا ہے: ہم جنس اشیاء کی خرید وفروخت کے متعلق اس ضابطے کے حوالے سے آج کل یہ عام سوال کیا جاتا ہے کہ اگر ایک جنس، مثلاً کھجور بہتر قسم کی ہو اور دوسری کمتر کوالٹی کی ہو، جیسا کہ مذکورہ واقعہ میں ہے تو دونوں کو ہم مقدار رکھنا کیسے قرینِ انصاف ہو سکتا ہے، جبکہ اسلام نے ہمیں عدل وانصاف کا حکم دیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہر نوع کی کھجور یا گندم بنیادی طور پر انسان کی بھوک مٹاتی ہے، محض تنوع یا ذائقے میں فرق رکھنے کے اعتبار سے تبادلے کی گنجائش ہے لیکن بھوک مٹانے میں دونوں برابر ہیں۔ اس بنا پر تبادلہ کرتے وقت دونوں کی مقدار برابر رکھی جائے، عدل وانصاف کا تقاضا یہی ہے۔ اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ غذائی ضرورت کو پورا کرنے میں ایک نوع دوسری نوع سے بہتر ہے، اس لیے ان

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

دونوں کا تبادلہ کرتے وقت فرق کو ملحوظ رکھا جائے، عام آدمی کے پاس ایسا کوئی آلہ یا ترازو موجود نہیں جو عدل و انصاف کے مطابق ایک کوالٹی کے دوسری کوالٹی سے تبادلے میں دونوں مقداریں صحیح طور پر متعین کر سکے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس کا حل یہ بتایا ہے کہ گھٹیا کوالٹی کی نقدی کے ذریعے سے قیمت طے کر لو اور اسے طے شدہ نقدی کے عوض فروخت کرو، پھر اعلیٰ کوالٹی کی قیمت بھی بذریعہ نقدی طے کر لو اور اسے نقدی کے عوض خرید لو۔ اس طرح عدل و انصاف کے تقاضے صحیح معنوں میں پورے ہو جائیں گے۔ کوالٹی کا کتنا فرق ہے اس کو وزن یا ماپ کے ذریعے سے متعین نہیں کیا جا سکتا، قیمت کے ذریعے سے متعین کیا جا سکتا ہے، کوالٹی کے تعین کے لیے قیمت ہی ایک غیر جانبدار اور مناسب ترین ذریعہ ہے۔ اگر قیمت کا طریقہ اختیار نہ کیا جائے، بلکہ محض وزن میں کمی بیشی کے ذریعے سے کام چلانے کی کوشش کی جائے تو دونوں میں سے ایک فریق کا حق ضرور مارا جائے گا۔ کوالٹی کا فرق متعین کرنے کے لیے وزن کو معیار بنایا گیا تو باہمی رضا مندی کے تقاضے بھی پورے نہیں ہوں گے، جو صحت بیع کے لیے ضروری ہے۔ (واللہ اعلم) (ہدایۃ القاری)

4 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طبیعت اچھی چیز کا تقاضا کرے تو اسے پورا کرنے میں کوئی حرج نہیں، جیسا کہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ملی جلی کھجوروں کی جگہ عمدہ کھجوریں خریدنے پر کوئی ملامت نہیں فرمائی بلکہ اس بیع میں جو غلطی تھی اس کی اصلاح فرما دی۔ بعض صوفی حضرات جو اچھے سالن میں بھی پانی ڈال کر اسے خراب کر کے کھاتے ہیں اور اسے نفس مارنا شمار کرتے ہیں یا عمدہ کھجوروں یا پھلوں کی طلب کو بھی نفس کی ناجائز حرص میں شامل کر کے ردی کھجوریں ہی کھانے پر اصرار کرتے ہیں ان کا یہ رویہ عیسائی راہبوں یا ہندو جوگیوں کا طریقہ ہے، نبی ﷺ کا طریقہ ہرگز نہیں۔ آپ ﷺ کو اچھی چیز ملتی تھی تو خوشی سے کھاتے اور اللہ کا شکر کرتے، جیسے آپ ﷺ نے بکرے کا گوشت چھری کے ساتھ کاٹ کر بھی کھایا ہے، عمدہ کھجوریں اور ٹھنڈا پانی بھی پیا ہے اور جب عمدہ غذا نہ ملتی تو جو ملتا اسے کھا لیتے اور صبر کے ساتھ اللہ کا شکر بھی ادا کرتے، کیونکہ صبر و شکر لازم و ملزوم ہیں۔

5 بعض لوگوں نے اس حدیث سے یہ بات نکالی ہے کہ اگر حیلے سے کوئی ناجائز کام جائز کر لیا جائے تو وہ جائز ہے، جیسا کہ یہاں رسول اللہ ﷺ نے دو صاع کھجوروں کو ایک صاع کھجوروں کے بدلے کا حیلہ بتایا ہے، مگر اول تو یہ حیلہ ہے ہی نہیں، جیسا کہ اس حدیث کے تیسرے فائدے میں گزرا ہے کہ اس میں رسول اللہ ﷺ نے حیلہ نہیں بلکہ خرید و فروخت کا ایک شرعی قاعدہ بیان فرمایا ہے۔ اگر اسے حیلہ مان بھی لیا جائے تو یہ رسول اللہ ﷺ کا بتایا ہوا حیلہ ہے، اس سے اپنے پاس سے حیلے گھڑنے کا جواز کیسے نکل آیا اور پھر زکاۃ اور شفعہ ساقط کرنے اور جھوٹے گواہ بھگتا کر لوگوں کی عفیف لڑکیوں کو زبردستی گھر ڈال لینے کے حیلے کا جواز کیسے نکل آیا۔ تفصیل صحیح بخاری کی ”کتاب الحیل“ میں آ رہی ہے۔ (ان شاء اللہ)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

٩٠ ـ بَابُ مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ أُبِّرَتْ أَوْ أَرْضًا مَزْرُوعَةً أَوْ بِإِجَارَةٍ

90۔ باب: جو شخص کھجور کے درخت بیچے جن کی تابیر ہو چکی ہو، یا کاشت کی ہوئی زمین بیچے یا (انھیں) ٹھیکے پر دے

فائدہ "أَوْ بِإِجَارَةٍ" کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کھجوروں کا باغ یا کھیت ٹھیکے پر دے تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر تابیر ہو چکی ہے تو پھل زمین کو ٹھیکے پر دینے والے کا ہے، الّا یہ کہ ٹھیکے پر لینے والا پھل بھی لینے کی شرط کر لے۔

٢٢٠٣ـ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ : وَقَالَ لِي إِبْرَاهِيمُ : أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ : سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ، يُخْبِرُ عَنْ نَافِعٍ مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ : أَيُّمَا نَخْلٍ بِيعَتْ، قَدْ أُبِّرَتْ لَمْ يُذْكَرِ الثَّمَرُ، فَالثَّمَرُ لِلَّذِي أَبَّرَهَا وَكَذَلِكَ الْعَبْدُ وَالْحَرْثُ، سَمَّى لَهُ نَافِعٌ هَؤُلَاءِ الثَّلَاثَ . [انظر : ٢٢٠٤، ٢٢٠٦، ٢٣٧٩، ٢٧١٦ـ أخرجه مسلم : ١٥٤٣]

2203۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مولیٰ نافع سے روایت ہے، انھوں نے کہا: کھجور کے وہ درخت جن کی تابیر کی جا چکی ہو ان میں سے جو بھی بیچے جائیں اور پھل کا ذکر نہ کیا جائے تو وہ پھل اس شخص کا ہوگا جس نے ان کی تابیر کی ہے اور غلام اور کھیتی بھی اسی طرح ہے، نافع نے اس کے سامنے ان تینوں کا نام لیا۔

٢٢٠٤ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : « مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ أُبِّرَتْ فَثَمَرُهَا لِلْبَائِعِ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ » [راجع : ٢٢٠٣ـ أخرجه مسلم : ١٥٤٣]

2204۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص کھجور کے ایسے درخت بیچے جن کی تابیر کی جا چکی ہو تو ان کا پھل بیچنے والے کا ہوگا، الّا یہ کہ خریدنے والا شرط کر لے۔"

فوائد 1 "نَخْلٌ" کھجور کے درخت کو کہتے ہیں، "تَأْبِيْر" کا ترجمہ عام طور پر اردو مترجمین پیوند کرنا کر دیتے ہیں مگر پاک و ہند کے لوگوں کے ذہن میں اس ترجمہ سے تابیر کا صحیح مفہوم نہیں آ سکتا، کیونکہ یہاں درختوں کی پیوند کاری اس طرح ہوتی ہے کہ مثلاً آم کے پودے کی شاخ چھیل کر اس کے ساتھ اچھی نسل کے پودے کی ٹہنی چھیل کر باندھ دیتے ہیں، اس طرح وہ نئی نسل کا پودا بن جاتا ہے، یا کھٹی وغیرہ کے پودے کے چھلکے کے اندر اعلیٰ قسم کے مالٹے یا کنو وغیرہ کا چشمہ لگا دیتے ہیں، وہ پھوٹ نکلتا ہے تو اس سے اعلیٰ قسم کا مالٹا یا کنو وجود میں آ جاتا ہے۔ کھجور کی تابیر اس طرح نہیں ہوتی، بلکہ کھجور کا درخت درختوں کے اس خاندان سے ہے جس کے نر درخت الگ ہوتے ہیں اور مادہ درخت الگ ہوتے ہیں، نر درخت کو پھل نہیں لگتا، صرف بور لگتا ہے، مادہ کو پھل لگتا ہے جو پہلے گابھے کی شکل میں ہوتا ہے جس کے اوپر ایک پردہ ہوتا ہے، وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب کھلتا ہے تو نر کا بور ہوا کے ذریعے یا کیڑے مکوڑوں کے ذریعے مادہ کے بور پر پڑتا ہے تو وہ حاملہ ہو جاتا ہے اور کھجوریں بن جاتی ہیں جن میں گٹھلی ہوتی ہے۔ کھجوروں کے باغبان اس عمل کو ہوا یا کیڑے مکوڑوں پر چھوڑنے کی بجائے نر درخت کا بور لے کر مادہ درخت کے گابھے کا غلاف چیر کر اس پر چھڑک دیتے ہیں، جس سے وہ بہت زیادہ بارآور ہو جاتا ہے اور خوب پھل آتا ہے، اس عمل کو ''تابیر'' کہتے ہیں۔ عربی لغت میں اس کے لیے مجرد لفظ '' أَبَرَ يَأْبُرُ '' بروزن '' أَكَلَ يَأْكُلُ '' بھی آتا ہے اور یہ زیادہ مشہور ہے اور مزید فیہ باب تفعیل میں سے '' أَبَّرَ يُؤَبِّرُ تَأْبِيْرًا '' بروزن '' عَلَّمَ يُعَلِّمُ تَعْلِيْمًا '' بھی آتا ہے۔ تابیر کا لفظی معنی چیرنا ہے، یعنی مادہ درخت کے بور والے غلاف کو چیر کر اس پر نر درخت کا بور ڈالنا۔

2 عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مولیٰ نافع نے کہا کہ کوئی شخص کھجور کا درخت فروخت کرے (صرف پھل نہیں) تو اگر اس کی تابیر ہو چکی ہے تو پھل بیچنے والے کا ہوگا، بشرطیکہ خریدنے والے نے شرط نہ کی ہو کہ پھل میرا ہوگا۔ اس کے بعد والی حدیث میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے بیان کی ہے۔ اہلِ علم فرماتے ہیں کہ اگر درخت بیچنے کے وقت اس کا پھل تابیر کے مرحلے سے آگے جا چکا ہے اور پھل بن گیا ہے، تب بھی یہی حکم ہے، ہاں اگر خریدنے والا شرط کر لے کہ درخت کے ساتھ پھل بھی میرا ہوگا تو پھر خواہ کسی مرحلے میں ہو خریدار کا ہوگا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر پھل تابیر سے پہلے مرحلے میں ہے یا تابیر کے مرحلے میں ہے مگر اس کی تابیر نہیں ہوئی تو وہ خریدار کا ہوگا۔ ہاں اگر بیچنے والا شرط کر لے کہ پھل میرا ہوگا تو اس کا ہوگا۔ نافع نے کہا: غلام کا بھی یہی حکم ہے، مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنے غلام کو اجازت دے رکھی ہے کہ اتنا مال روزانہ مجھے دے کر باقی تم رکھ لیا کرو یا جو کمائی کرو تمھیں اپنے پاس رکھنے کی اجازت ہے، اس طرح غلام کے پاس کثیر مال جمع ہو جائے، اب اگر مالک اس غلام کو بیچے تو غلام کا مال بیچنے والے کا ہوگا، ہاں اگر خریدار شرط کر لے کہ غلام کے علاوہ اس کے پاس موجود مال بھی میرا ہوگا تو اس صورت میں غلام کا مال بھی خریدار کا ہوگا۔ کھیتی کا معاملہ بھی یہی ہے کہ اگر کوئی شخص زمین فروخت کرے جس میں کھیتی موجود ہو اور وہ دانہ بننے پر آ چکی ہو تو وہ بیچنے والے کی ہوگی، ہاں! اگر خریدار شرط کر لے تو زمین کے علاوہ کھیتی بھی اس کی ہوگی۔

٩١- بَابُ بَيْعِ الزَّرْعِ بِالطَّعَامِ كَيْلًا

91- باب: کھیتی کے پودوں میں موجود اناج کو ماپے ہوئے اناج کے بدلے فروخت کرنا

٢٢٠٥- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْمُزَابَنَةِ: أَنْ يَبِيعَ ثَمَرَ حَائِطِهِ إِنْ كَانَ

2205- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مزابنہ سے منع فرمایا، یعنی اپنے باغ کا پھل اگر کھجور کے درخت پر ہو تو اسے ماپی ہوئی خشک کھجور کے بدلے بیچنا اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نَخْلاً بِتَمْرٍ كَيْلاً وَ إِنْ كَانَ كَرْمًا أَنْ يَبِيعَهُ بِزَبِيبٍ كَيْلاً أَوْ كَانَ زَرْعًا، أَنْ يَبِيعَهُ بِكَيْلِ طَعَامٍ، وَنَهَى عَنْ ذٰلِكَ كُلِّهِ . [راجع : ٢١٧١- أخرجه مسلم : ١٥٤٢]

اگر بیلوں پر ہے تو اسے ماپے ہوئے منقیٰ یا کشمش کے بدلے بیچنا، یا وہ کھیتی کی صورت میں ہے تو اسے ماپے ہوئے اناج کے بدلے بیچنا اور آپ ﷺ نے اس سب سے منع فرمایا۔

فائدہ یہ حدیث (۲۱۷۱) میں گزر چکی ہے۔

٩٢- بَابُ بَيْعِ النَّخْلِ بِأَصْلِهِ

92۔ باب: کھجور کے درخت کو جڑ سمیت فروخت کرنا

٢٢٠٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : « أَيُّمَا امْرِئٍ أَبَّرَ نَخْلاً ثُمَّ بَاعَ أَصْلَهَا، فَلِلَّذِي أَبَّرَ ثَمَرُ النَّخْلِ، إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَهُ الْمُبْتَاعُ »[راجع : ٢٢٠٣- أخرجه مسلم : ١٥٤٣]

2206۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو آدمی کھجور کے کسی درخت کی تابیر کرے، پھر پورے درخت کو بیچ دے تو کھجور کے درخت کا پھل اس کا ہوگا جس نے تابیر کی، الاّ یہ کہ خریدنے والا شرط کر لے۔“

فائدہ دیکھیے حدیث (۲۲۰۳، ۲۲۰۴) کے فوائد۔

٩٣- بَابُ بَيْعِ الْمُخَاضَرَةِ

93۔ باب: کچی سبز کھیتی کی بیع

٢٢٠٧- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ، قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ : حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ ابْنُ أَبِي طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيُّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّهُ قَالَ : نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُخَاضَرَةِ وَالْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ : وَالْمُزَابَنَةِ .

2207۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے محاقلہ، مخاضرہ، ملامسہ، منابذہ اور مزابنہ سے منع فرمایا۔

٢٢٠٨- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ ثَمَرِ التَّمْرِ حَتَّى يَزْهُوَ، فَقُلْنَا لِأَنَسٍ : مَا زَهْوُهَا ؟ قَالَ : تَحْمَرُّ وَتَصْفَرُّ، أَرَأَيْتَ إِنْ

2208۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے کھجور کا پھل اس کے ”زہو“ سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا، ہم نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اس کا زہو کیا ہے؟ انھوں نے کہا کہ وہ سرخ اور زرد ہو جائے، یہ بتاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ پھل کو روک

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

مَنَعَ اللّٰهُ الثَّمَرَةَ بِمَ تَسْتَحِلُّ مَالَ أَخِيكَ ؟ [راجع : ١٤٨٨- أخرجه مسلم : ١٥٥٥]

لے لو تم اپنے بھائی کا مال کس چیز کے بدلے حلال کرو گے۔

فائدہ "مُخَاضَرَةٌ" کا معنی ہے: پھل یا کھیتی کو اس کی درستگی ظاہر ہونے سے پہلے فروخت کرنا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔ "مُحَاقَلَةٌ" کا معنی ہے: کھیت میں کھڑی فصل کے خوشوں میں موجود اناج کو ماپ کر دیے ہوئے اناج کے بدلے فروخت کرنا۔ یہ اس لیے منع ہے کہ دونوں کی برابری کا علم نہیں ہو سکتا، جب کہ گندم کے بدلے گندم کا برابر ہونا ضروری ہے۔ "ملامسہ" کا ذکر حدیث (۲۱۴۴) میں، "منابذہ" کا ذکر حدیث (۲۱۴۶) میں اور "مزابنہ" کا ذکر حدیث (۲۱۸۵) میں گزر چکا ہے۔ یاد رہے کہ کچی کھیتی چارے کے طور پر بیچنا جائز ہے، کیونکہ اس میں اناج کی بیع مقصود نہیں ہوتی بلکہ سبز پودے مقصود ہوتے ہیں، اسی طرح وہ سبزیاں جو کچی کھائی جاتی ہیں انھیں بیچنا اور خریدنا بھی جائز ہے۔

٩٤- بَابُ بَيْعِ الْجُمَّارِ وَأَكْلِهِ

94- باب: جُمّار کی بیع اور اسے کھانا

٢٢٠٩- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يَأْكُلُ جُمَّارًا، فَقَالَ: «مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةٌ كَالرَّجُلِ الْمُؤْمِنِ» فَأَرَدْتُ أَنْ أَقُولَ: هِيَ النَّخْلَةُ، فَإِذَا أَنَا أَحْدَثُهُمْ، قَالَ: «هِيَ النَّخْلَةُ» [راجع : ٦١- أخرجه مسلم : ٢٨١١]

2209- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نبی ﷺ کے پاس تھا اور آپ جُمّار کھا رہے تھے تو آپ نے فرمایا: "درختوں میں سے ایک ایسا درخت ہے جو مومن آدمی کی طرح ہے۔" میں نے ارادہ کیا کہ کہوں وہ کھجور کا درخت ہے، دیکھا تو میں ان سب سے نوعمر تھا (اس لیے میں چپ رہا)، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "وہ کھجور کا درخت ہے۔"

فائدہ اس کی شرح اور فوائد حدیث (٦١) میں گزر چکے ہیں۔

٩٥- بَابُ مَنْ أَجْرَى أَمْرَ الْأَمْصَارِ عَلَى مَا يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ فِي الْبُيُوعِ وَالْإِجَارَةِ وَالْمِكْيَالِ وَالْوَزْنِ وَسُنَنِهِمْ عَلَى نِيَّاتِهِمْ وَمَذَاهِبِهِمُ الْمَشْهُورَةِ

95- باب: جس نے تمام شہروں کا معاملہ ان کے آپس کے جانے پہچانے طریقے کے مطابق قرار دیا، خواہ وہ خرید و فروخت کی صورتیں ہوں یا کرائے پر دینا ہو یا ماپ اور تول ہو اور اسے ان کی نیتوں اور مشہور رواجوں کے طریقوں کے مطابق قرار دیا

وَقَالَ شُرَيْحٌ لِلْغَزَّالِينَ: سُنَّتُكُمْ بَيْنَكُمْ رِبْحًا.

اور شریح نے سوت والوں سے کہا: تمھارے فیصلے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَقَالَ عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ: لَا بَأْسَ الْعَشَرَةُ بِأَحَدَ عَشَرَ، وَ يَأْخُذُ لِلنَّفَقَةِ رِبْحًا. وَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِهِنْدٍ: « خُذِي مَا يَكْفِيكِ وَ وَلَدَكِ بِالْمَعْرُوفِ » وَقَالَ تَعَالَى: ﴿وَمَن كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ﴾ [النساء: ٦]

تمھارے آپس میں جاری طریقے کے مطابق ہوں گے۔ اور عبدالوہاب نے ایوب سے، انھوں نے محمد (بن سیرین) سے بیان کیا کہ دس کی چیز گیارہ میں بیچنے میں کوئی حرج نہیں اور جو خرچہ ہوا ہے اس پر بھی نفع لے سکتا ہے۔ اور نبی ﷺ نے ہند رضی اللہ عنہا سے کہا: ''اتنا لے لو جو عرف (رواج) کے مطابق تمھارے اور تمھارے بچوں کے لیے کافی ہو۔'' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور جو فقیر ہو وہ جانے پہچانے طریقے کے مطابق کھا لے۔''

وَاكْتَرَى الْحَسَنُ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مِرْدَاسٍ حِمَارًا، فَقَالَ: بِكَمْ؟ قَالَ: بِدَانَقَيْنِ، فَرَكِبَهُ، ثُمَّ جَاءَ مَرَّةً أُخْرَى، فَقَالَ: الْحِمَارَ الْحِمَارَ، فَرَكِبَهُ وَلَمْ يُشَارِطْهُ، فَبَعَثَ إِلَيْهِ بِنِصْفِ دِرْهَمٍ.

اور حسن (بصری) نے عبداللہ بن مرداس سے ایک گدھا کرائے پر لیا اور کہا: کرایہ کتنا ہے؟ اس نے کہا: دو دانق۔ چنانچہ وہ اس پر سوار ہو گئے، پھر ایک اور بار آئے اور کہنے لگے: گدھا لاؤ، گدھا لاؤ، چنانچہ وہ اس پر سوار ہوئے اور اس کے ساتھ کوئی شرط نہیں کی، پھر اس کی طرف آدھا درہم بھیج دیا۔

فائدہ اس باب کا مطلب یہ ہے کہ ہر ملک کے لوگوں کے باہمی معاملات کا فیصلہ وہاں کے عرف اور رواج کے مطابق ہوگا، مثلاً اگر وہاں سیر اور گز استعمال ہوتے ہیں تو ان کے مطابق فیصلہ ہوگا اور اگر کلوگرام اور میٹر استعمال ہوتے ہیں تو ان کے مطابق فیصلہ ہوگا۔ چنانچہ خرید و فروخت میں، ٹھیکے یا کرائے پر دینے میں، ماپ تول اور دوسرے معاملات میں وہاں کے لوگوں میں رائج طریقے کے مطابق فیصلہ ہوگا، بشرطیکہ وہ شرع کے کسی حکم کے خلاف نہ ہو۔ مصنف ابن ابی شیبہ (۲۱/۵، ح: ۲۳۳۳۱) میں ابن سیرین سے مروی ہے کہ کچھ سوت بیچنے والے اپنا کوئی جھگڑا لے کر قاضی شریح کے پاس گئے، انھوں نے بتایا کہ ہمارا آپس میں رائج طریقہ یہ ہے تو شریح نے کہا: تمھارا فیصلہ تمھارے آپس میں رائج طریقے کے مطابق ہوگا۔ محمد بن سیرین کے اثر کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص نے اگر مال خریدا ہو اور وہ اسے فروخت کرتے ہوئے کہے کہ دس روپے والے مال پر گیارہ روپے لوں گا تو یہ جائز ہے اور وہ اس مال کی قیمت کے ساتھ اس پر پڑنے والا خرچہ شامل کر کے کہہ سکتا ہے کہ یہ مال مجھے دس روپے میں پڑا ہے۔ چنانچہ جتنی قیمت میں خریدا ہے اور اس کے لانے، لادنے اور اتارنے وغیرہ پر جو خرچ پڑا ہے سب کو جمع کر کے اس پر دس فیصد نفع لے سکتا ہے، یعنی اگر کسی علاقے میں یہ طریقہ رائج ہے تو اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں کوئی حرج نہیں۔ یہاں بخاری کے بعض نسخوں میں ہے: " سُنَّتُكُمْ بَيْنَكُمْ رِبْحًا " حافظ ؒ نے کہا: یہاں " رِبْحًا " کا لفظ زائد ہے، اس کا کچھ مطلب نہیں، دراصل یہ اس جملے کے بعد والے محمد بن سیرین کے اثر کا آخری لفظ ہے: " وَ يَأْخُذُ لِلنَّفَقَةِ " حسن بصری نے کرائے پر گدھا لیا، کرایہ پوچھنے پر انھیں بتایا گیا کہ دو دانق ہے، چنانچہ وہ اس کرائے پر گدھا لے کر چلے گئے پھر کسی موقع پر گدھا لینے کے لیے آئے تو انھوں نے گدھا لیا، کرائے وغیرہ کی کوئی بات نہیں کی اور اس کی طرف آدھا درہم بھیج دیا۔ مطلب یہ ہے کہ جب رائج کرائے کا علم ہو گیا تو ہر بار کرایہ طے کرنا ضروری نہیں۔ حافظ ؒ نے لکھا ہے کہ ایک درہم میں چھ دانق ہوتے ہیں، گدھے کا کرایہ دو دانق تھا مگر ابن سیرین نے بہتر ادائیگی کے لیے آدھا درہم یعنی تین دانق بھیج دیے۔ [وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ] ''دانق'' فارسی لفظ ''دانہ'' کی بنائی ہوئی عربی ہے۔

٢٢١٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: حَجَمَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَبُو طَيْبَةَ، فَأَمَرَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِصَاعٍ مِنْ تَمْرٍ وَأَمَرَ أَهْلَهُ أَنْ يُخَفِّفُوا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهِ. [راجع: ٢١٠٢- أخرجه مسلم: ١٥٧٧، بدون التمر]

2210۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوطیبہ نے رسول اللہ ﷺ کو سینگی لگائی تو آپ ﷺ نے اسے ایک صاع کھجوریں دینے کا حکم دیا اور اس کے مالکوں سے کہا کہ وہ اس سے جو خراج لیتے ہیں اسے کچھ ہلکا کر دیں۔

فائدہ: اس کی شرح (۲۱۰۲) میں گزر چکی ہے۔

٢٢١١- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: قَالَتْ هِنْدٌ أُمُّ مُعَاوِيَةَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ: إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيحٌ، فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ أَنْ آخُذَ مِنْ مَالِهِ سِرًّا؟ قَالَ: «خُذِي أَنْتِ وَبَنُوكِ مَا يَكْفِيكِ بِالْمَعْرُوفِ» [انظر: ٢٤٦٠، ٣٨٢٥، ٥٣٥٩، ٥٣٦٤، ٥٣٧٠، ٦٦٤١، ٧١٦١، ٧١٨٠- أخرجه مسلم: ١٧١٤]

2211۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ہند رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: ابوسفیان بخیل آدمی ہے، تو کیا مجھے کچھ گناہ ہوگا اگر میں اس کا کچھ مال پوشیدہ طریقے سے لے لیا کروں؟ آپ نے فرمایا: ''اتنا لے لو جو عرف کے مطابق تمھارے اور تمھارے بچوں کے لیے کافی ہو۔''

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہاں شریعت نے کوئی حد مقرر نہ کی ہو وہاں عرف کو ملحوظ رکھا جائے گا۔

٢٢١٢- حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ، حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ،

2212۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے اس آیت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ، قَالَ : سَمِعْتُ عُثْمَانَ بْنَ فَرْقَدٍ، قَالَ : سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ عُرْوَةَ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ ، أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تَقُولُ : ﴿ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۖ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ ﴾ [النساء : ٦] أُنْزِلَتْ فِي وَالِي الْيَتِيمِ الَّذِي يُقِيمُ عَلَيْهِ وَيُصْلِحُ فِي مَالِهِ، إِنْ كَانَ فَقِيرًا أَكَلَ مِنْهُ بِالْمَعْرُوفِ . [انظر : ٢٧٦٥، ٤٥٧٥ـ أخرجه مسلم : ٣٠١٩]

کے متعلق کہا کہ ''اور جو غنی ہو تو وہ بہت بچے اور جو محتاج ہو تو وہ جانے پہچانے طریقے سے کھالے'' یہ آیت یتیم کے اس سرپرست کے متعلق نازل ہوئی جو اس کی دیکھ بھال کرتا ہے اور اس کے مال کی اصلاح کرتا ہے کہ اگر وہ محتاج ہے تو جانے پہچانے طریقے کے مطابق اس میں سے کھالے۔

فائدہ یہ حدیث ''کتاب التفسیر (۴۵۷۵)'' میں آئے گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

٩٦ـ بَابُ بَيْعِ الشَّرِيكِ مِنْ شَرِيكِهِ

96۔ باب: شریک کا اپنا حصہ شریک کو بیچنا

٢٢١٣ـ حَدَّثَنِي مَحْمُودٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : جَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الشُّفْعَةَ فِي كُلِّ مَالٍ لَمْ يُقْسَمْ، فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ . [انظر : ٢٢١٤، ٢٢٥٧، ٢٤٩٥، ٢٤٩٦، ٦٩٧٦ـ أخرجه مسلم : ١٦٠٨ بالقطعة الأولى]

2213۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شفعہ ہر ایسے مال میں رکھا جو تقسیم نہ کیا گیا ہو، پھر جب حدیں مقرر ہو جائیں اور راستے بدل دیے جائیں تو کوئی شفعہ نہیں۔

فائدہ کوئی بھی مشترکہ چیز جس میں دو یا زیادہ لوگ شریک ہوں خصوصاً زمین یا مکان یا جائداد وغیرہ اگر اس میں سے کوئی آدمی اپنا حصہ بیچنا چاہے تو اسے خریدنے کا سب سے زیادہ حق دار اس کا دوسرا شریک ہے، اگر وہ اسے پوچھے بغیر آگے فروخت کر دے تو اس کا شریک عدالت میں جا کر کہہ سکتا ہے کہ اسے خریدنا میرا زیادہ حق ہے، تو قاضی کے فیصلے پر وہ اتنی قیمت دے کر اس شخص سے واپس لے سکتا ہے جس کے ہاتھ اس کے شریک نے اسے بیچا ہے، اسے ''شفعہ'' کہتے ہیں۔ باب کے ساتھ اس کی مناسبت واضح ہے کہ آدمی اگر اپنا حصہ بیچنا چاہے تو سب سے پہلے اسے اپنے شریک کے ہاتھوں فروخت کرنا چاہیے، کیونکہ جب اس کے شفعہ کا دعویٰ کرنے پر اس کے ہاتھ فروخت کرے گا تو شفعہ کے بغیر ہی اس کے ہاتھ فروخت کر دے تو بہتر ہے۔ الغرض دونوں صورتوں میں اپنا حصہ شریک کو فروخت کرنا جائز بلکہ افضل ثابت ہوا۔ شفعہ پر کلام اس کے باب میں (۲۲۵۷) پر آئے گا۔ (ان شاء اللہ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٩٧- بَابُ بَيْعِ الْأَرْضِ وَالدُّورِ وَالْعُرُوضِ مُشَاعًا غَيْرَ مَقْسُومٍ

97- باب: زمین، مکانات اور سامان جو مشترکہ ہو، تقسیم نہ کیا گیا ہو، اسے بیچنا

٢٢١٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَضَى النَّبِيُّ ﷺ بِالشُّفْعَةِ فِي كُلِّ مَالٍ لَمْ يُقْسَمْ، فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ.

2214- جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ نے ہر اس چیز میں شفعہ کا فیصلہ فرمایا جو تقسیم نہ کی گئی ہو، پھر جب حدیں مقرر ہو جائیں اور راستے بدل دیے جائیں تو کوئی شفعہ نہیں۔

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، بِهَذَا وَقَالَ: «فِي كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ» تَابَعَهُ هِشَامٌ، عَنْ مَعْمَرٍ. قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: «فِي كُلِّ مَالٍ» رَوَاهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ. [راجع: ٢٢١٣- أخرجه مسلم: ١٦٠٨ بالقطعة الأولى]

ہمیں مسدد نے بیان کیا کہ ہمیں عبدالواحد نے یہ حدیث بیان کی اور کہا: "ہر چیز میں جو تقسیم نہ کی گئی ہو۔" اور ہشام نے معمر سے اس کی متابعت کی۔ عبدالرزاق نے کہا: "ہر مال میں۔" اسے عبدالرحمٰن بن اسحاق نے زہری سے بیان کیا۔

فائدہ: امام بخاری نے یہاں اس حدیث میں راویوں کا اس لفظ میں اختلاف ذکر کیا ہے کہ بعض نے کہا: «فِي كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ» "ہر اس چیز میں جو تقسیم نہ کی گئی ہو (شفعہ کا فیصلہ فرمایا)" اور بعض نے کہا: «فِي كُلِّ مَالٍ لَمْ يُقْسَمْ» "ہر اس مال میں جو تقسیم نہ کیا گیا ہو (شفعہ کا فیصلہ فرمایا)۔" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شفعہ صرف غیر منقولہ اشیاء ہی میں نہیں منقولہ اشیاء میں بھی ہوتا ہے، مثلاً کوئی دو شخص اگر کسی گاڑی میں شریک ہوں اور ایک ان میں سے اپنا حصہ بیچنا چاہے تو اس کا شریک زیادہ حق دار ہے۔ ترجمۃ الباب میں لفظ "اَلْعُرُوْضُ" سے یہی مراد ہے۔

٩٨- بَابٌ: إِذَا اشْتَرَى شَيْئًا لِغَيْرِهِ بِغَيْرِ إِذْنِهِ فَرَضِيَ

98- باب: جب کوئی شخص کسی دوسرے کے لیے کوئی چیز اس کی اجازت کے بغیر خرید لے، پھر وہ پسند کر لے

٢٢١٥- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبُو

2215- ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ سے روایت کی، آپ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عَاصِمٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مُوسَى ابْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «خَرَجَ ثَلَاثَةٌ يَمْشُونَ فَأَصَابَهُمُ الْمَطَرُ، فَدَخَلُوا فِي غَارٍ فِي جَبَلٍ، فَانْحَطَّتْ عَلَيْهِمْ صَخْرَةٌ، قَالَ: فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: ادْعُوا اللَّهَ بِأَفْضَلِ عَمَلٍ عَمِلْتُمُوهُ، فَقَالَ أَحَدُهُمْ: اَللَّهُمَّ! إِنِّي كَانَ لِي أَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ، فَكُنْتُ أَخْرُجُ فَأَرْعَى ثُمَّ أَجِيءُ فَأَحْلُبُ فَأَجِيءُ بِالْحِلَابِ، فَآتِي بِهِ أَبَوَيَّ فَيَشْرَبَانِ، ثُمَّ أَسْقِي الصِّبْيَةَ وَأَهْلِي وَامْرَأَتِي، فَاحْتَبَسْتُ لَيْلَةً، فَجِئْتُ فَإِذَا هُمَا نَائِمَانِ، قَالَ: فَكَرِهْتُ أَنْ أُوقِظَهُمَا وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ رِجْلَيَّ، فَلَمْ يَزَلْ ذَلِكَ دَأْبِي وَدَأْبُهُمَا، حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ، اَللَّهُمَّ! إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ، فَافْرُجْ عَنَّا فُرْجَةً نَرَى مِنْهَا السَّمَاءَ، قَالَ: فَفُرِجَ عَنْهُمْ.

فرمایا: ''تین آدمی نکلے، وہ چلے جا رہے تھے کہ انھیں بارش نے آ لیا تو وہ ایک پہاڑ کی غار میں داخل ہو گئے۔ ان کے اوپر ایک چٹان آ گری (اور غار کا منہ بند ہو گیا) تو انھوں نے ایک دوسرے سے کہا: اللہ سے اپنے کسی سب سے اچھے عمل کے واسطے سے دعا کرو۔ ان میں سے ایک نے کہا: یا اللہ! میرے ماں باپ بہت بوڑھے تھے، میں جاتا، جانور چراتا، پھر آ کر دودھ دوہتا اور دودھ کا برتن لے کر اسے اپنے ماں باپ کے پاس لاتا، وہ پی لیتے۔ پھر میں بچوں، گھر والوں اور اپنی بیوی کو پلاتا۔ ایک رات میں رکا رہا (مجھے دیر ہو گئی)، پھر میں آیا تو دیکھا کہ وہ سوئے ہوئے ہیں، میں نے انھیں جگانا پسند نہ کیا، حالانکہ بچے میرے پاؤں کے پاس چلا رہے تھے، پھر میرا اور ان کا یہی حال رہا یہاں تک کہ فجر طلوع ہو گئی۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام تیرے چہرے کی طلب کے لیے کیا ہے تو ہم سے یہ چٹان اتنی ہٹا دے کہ ہم آسمان دیکھ لیں۔ آپ نے فرمایا: تو وہ چٹان (اتنی) ہٹا دی گئی۔

وَقَالَ الْآخَرُ: اَللَّهُمَّ! إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي كُنْتُ أُحِبُّ امْرَأَةً مِنْ بَنَاتِ عَمِّي كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرَّجُلُ النِّسَاءَ، فَقَالَتْ: لَا تَنَالُ ذَلِكَ مِنْهَا حَتَّى تُعْطِيَهَا مِائَةَ دِينَارٍ، فَسَعَيْتُ فِيهَا حَتَّى جَمَعْتُهَا، فَلَمَّا قَعَدْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا، قَالَتْ: اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تَفُضَّ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ، فَقُمْتُ وَتَرَكْتُهَا، فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ، فَافْرُجْ عَنَّا فُرْجَةً، قَالَ: فَفَرَجَ عَنْهُمُ الثُّلُثَيْنِ.

اور دوسرے نے کہا: اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں اپنی ایک چچا زاد سے اتنی محبت کرتا تھا جتنی کوئی مرد عورتوں سے کر سکتا ہے، تو وہ کہنے لگی: تم مجھ سے اپنا مطلب حاصل نہیں کر سکتے جب تک مجھے سو دینار نہ دو۔ میں نے اس کے لیے کوشش و محنت کی حتیٰ کہ میں نے وہ جمع کر لیے، جب میں اس کی ٹانگوں کے درمیان بیٹھا تو اس نے کہا: اللہ سے ڈرو اور مُہر (یعنی کنوارپن) کو اس کے حق کے بغیر نہ توڑو۔ اس پر میں اٹھ کھڑا ہوا اور اسے چھوڑ دیا۔ (اے اللہ!) اگر تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جانتا ہے کہ میں نے یہ کام تیرے چہرے کی طلب کے لیے کیا ہے تو ہم سے اسے کچھ اور ہٹا دے۔ آپ نے فرمایا: تو ان سے دو تہائی چٹان ہٹا دی گئی۔

وَقَالَ الْآخَرُ : اَللّٰهُمَّ ! إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي اسْتَأْجَرْتُ أَجِيرًا بِفَرَقٍ مِنْ ذُرَةٍ فَأَعْطَيْتُهُ وَأَبَى ذَاكَ أَنْ يَأْخُذَ، فَعَمَدْتُ إِلَى ذٰلِكَ الْفَرَقِ فَزَرَعْتُهُ، حَتّٰى اشْتَرَيْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَرَاعِيَهَا، ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ : يَا عَبْدَ اللّٰهِ! أَعْطِنِي حَقِّي، فَقُلْتُ : انْطَلِقْ إِلَى تِلْكَ الْبَقَرِ وَرَاعِيهَا ، فَإِنَّهَا لَكَ، فَقَالَ : أَتَسْتَهْزِئُ بِي؟ قَالَ : فَقُلْتُ : مَا أَسْتَهْزِئُ بِكَ وَلٰكِنَّهَا لَكَ، اَللّٰهُمَّ ! إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ، فَافْرُجْ عَنَّا فَكُشِفَ عَنْهُمْ » [انظر : ۲۲۷۲، ۲۳۳۳، ۳٤٦٥، ۵۹۷٤ـ أخرجه مسلم : ۲۷٤۳]

اور تیسرے نے کہا: یا اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے ایک مزدور کو تین صاع مکئی مزدوری پر رکھا اور میں نے اسے یہ مزدوری دی تو اس نے اسے لینے سے انکار کر دیا، میں نے وہ تین صاع لیے اور انھیں کاشت کر دیا۔ یہاں تک کہ اس کی آمدنی سے میں نے کئی گائیں اور انھیں چرانے والا خرید لیا، پھر (ایک دن) وہ مزدور آیا اور کہنے لگا: اللہ کے بندے! مجھے میرا حق دے دے۔ میں نے کہا: ان گائیوں اور انھیں چرانے والے کے پاس جاؤ، وہ سب تمھاری ہیں، اس نے کہا: تم مجھ سے مذاق کرتے ہو۔ میں نے کہا: میں تم سے مذاق نہیں کر رہا بلکہ وہ تمھاری ہیں۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام تیرے چہرے کی طلب کے لیے کیا ہے تو ہم سے یہ چٹان ہٹا دے۔ تو وہ ان سے ہٹا دی گئی۔"

فوائد: 1 " ذُرَة " ترجمہ کرنے والے حضرات میں سے بعض نے اس کا ترجمہ جوار کیا ہے اور بعض نے مکئی، ان علماء سے مکئی والی بات درست معلوم ہوتی ہے۔ انٹرنیٹ میں وکی پیڈیا کے حوالے سے " ذُرَة " کے لفظ میں مکئی ہی کے بھٹے اور اسی کی تصویریں شامل کی گئی ہیں۔ " فَرَق "تین صاع کا ہوتا ہے۔ " يَتَضَاغَوْنَ " " ضَغَا يَضْغُوْ ضُغَاءً " (اُغ کے ساتھ، ناقص واوی) سے باب تفاعل میں سے ہے، آواز کے ساتھ رونا۔

2 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی کے مال کے ساتھ کوئی چیز اس کی اجازت کے بغیر خرید لے اور وہ اس کی خرید پر راضی ہو جائے تو یہ بیع درست ہے، اسے بیع فضولی کہا جاتا ہے۔ اس واقعے میں مذکور تیسرے شخص کے بیان کے مطابق اس نے مزدور کو تین صاع مکئی پر مزدور رکھا۔ وہ اسے ناپسند کر کے ناراض ہو کر چلا گیا۔ اب وہ مزدوری اس شخص کے پاس امانت تھی، اس نے اسے کاشت کر کے بڑھایا۔ جب وہ مزدور دوبارہ اپنی مزدوری لینے کے لیے آیا تو اس نے اس کی مزدوری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے حاصل شدہ گائیں اور چرواہا بھی اس کے حوالے کر دیا اور اس نے سب کچھ لے لیا جو اس کی رضا کی دلیل تھی۔ حافظ رحمہ اللہ نے ابن بطال کے حوالے سے ابن القاسم کا قول لکھا ہے کہ جب کوئی آدمی کسی کے پاس کوئی امانت رکھے اور جس کے پاس امانت رکھی تھی وہ اسے قیمت کے ساتھ بیچ دے تو امانت رکھنے والے کو اختیار ہے چاہے تو قیمت لے لے اور چاہے تو جو امانت رکھی تھی اس کی مثل لے لے۔ خلاصہ یہ ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے لیے کوئی چیز اس کی اجازت کے بغیر خریدے تو وہ بیع اس کی رضا پر موقوف ہوگی، اگر پسند کرے تو ٹھیک، ورنہ رد ہوگی۔

3 اس حدیث سے پہلی امتوں کے صالحین کی نیکی اور محض اللہ تعالیٰ کی خاطر اتنے عظیم کام کر گزرنے کا پتا چلتا ہے جو ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسے واقعات امت کو ترغیب ہی کے لیے بیان فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسی ہی نیکیوں کی توفیق عطا فرمائے۔

4 پہلی امتوں کے اعمال ہمارے لیے دلیل ہیں یا نہیں یہ بحث اپنی جگہ مگر جب رسول اللہ ﷺ ان کی تعریف اور تحسین کے انداز میں انھیں بیان کریں، پھر ان کے کسی حصے پر رد نہ کریں تو یقیناً وہ ہمارے لیے بھی دلیل ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہدایت یافتہ انبیاء اور ان کے آباء و ذریات وغیرہ کا ذکر کر کے فرمایا: ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ﴾ [الأنعام: ٩٠] ''یہی وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ نے ہدایت دی، سو تو ان کی ہدایت کی پیروی کر۔''

5 آدمی اللہ تعالیٰ سے اپنے ان اعمال کے وسیلے سے دعا کر سکتا ہے جو اس نے خالص اللہ کے لیے کیے ہوں اور وہ دعا قبول بھی ہوتی ہے۔ اعمال کے وسیلے سے دعا کی ایک مثال جو ہم میں سے ہر شخص کرتا ہے: ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ [الفاتحة: ٥] ''ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ سے مدد مانگتے ہیں۔'' اسی طرح سورۂ آل عمران کی آیت (١٩٣) ہے: ﴿رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا ۚ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ﴾ ''اے ہمارے رب! بے شک ہم نے ایک آواز دینے والے کو سنا، جو ایمان کے لیے آواز دے رہا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لے آؤ تو ہم ایمان لے آئے، اے ہمارے رب! پس ہمیں ہمارے گناہ بخش دے اور ہم سے ہماری برائیاں دور کر دے اور ہمیں نیکوں کے ساتھ فوت کر۔''

6 دعا میں وسیلہ کی صرف تین صورتیں جائز ہیں: اللہ تعالیٰ سے اس کے اسماء و صفات کے وسیلے سے دعا کرنا، کسی زندہ صالح آدمی سے دعا کروانا اور اپنے کسی نیک خالص عمل کے وسیلے سے دعا کرنا۔ ان کے سوا وسیلے کی تمام صورتیں یا بدعت ہیں یا شرک کے درجے تک جا پہنچتی ہیں۔

7 اس میں اولیاء اللہ کی کرامات کا بھی ثبوت ملتا ہے مگر وہ اولیاء کے اختیار میں نہیں ہوتیں بلکہ اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے ان کے ذریعے ان کی مدد فرما دیتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٩٩- بَابُ الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ مَعَ الْمُشْرِكِينَ وَأَهْلِ الْحَرْبِ

99- باب: مشرکین اور ایسے لوگوں کے ساتھ خرید و فروخت کرنا جن کے ساتھ جنگ ہے

٢٢١٦- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ مُشْرِكٌ مُشْعَانٌّ طَوِيلٌ بِغَنَمٍ يَسُوقُهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «بَيْعًا أَمْ عَطِيَّةً؟» أَوْ قَالَ: «أَمْ هِبَةً؟» قَالَ: لَا، بَلْ بَيْعٌ، فَاشْتَرَى مِنْهُ شَاةً. [انظر: ٢٦١٨، ٥٣٨٢- أخرجه مسلم: ٢٠٥٦، مطولاً]

2216- عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے، پھر ایک لمبا تڑنگا مشرک آدمی اپنی بھیڑ بکریاں ہانکتا ہوا آیا، نبی ﷺ نے فرمایا: ''بیچو گے یا عطیہ دو گے؟'' اس نے کہا: نہیں بلکہ بیچوں گا۔ تو آپ نے اس سے ایک بکرا خرید لیا۔

فائدہ: ''مُشْعَانٌّ'' کا معنی ہے: لمبے قد اور بکھرے ہوئے بالوں والا، طویل اس کی تاکید ہے۔ (فتح الباری) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مشرکین کے ساتھ خرید و فروخت جائز ہے اور یہ کہ ان کے پاس جو کچھ ہے وہ اس کے مالک ہیں اور مشرک سے ہدیہ قبول کیا جا سکتا ہے۔ یہ حدیث یہاں مختصر آئی ہے، مفصل حدیث (٢٦١٨) میں آئے گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

١٠٠- بَابُ شِرَاءِ الْمَمْلُوكِ مِنَ الْحَرْبِيِّ وَهِبَتِهِ وَعِتْقِهِ

100- باب: حربی کافر سے غلام خریدنا اور اس کا ہبہ کرنا اور آزاد کرنا

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِسَلْمَانَ: «كَاتِبْ» وَكَانَ حُرًّا، فَظَلَمُوهُ وَبَاعُوهُ وَسُبِيَ عَمَّارٌ وَصُهَيْبٌ وَبِلَالٌ. وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿وَاللَّهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِينَ فُضِّلُوا بِرَادِّي رِزْقِهِمْ عَلَىٰ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيهِ سَوَاءٌ ۚ أَفَبِنِعْمَةِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ﴾ [النحل: ٧١]

اور نبی ﷺ نے سلمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''مکاتبت کر لو۔'' اور وہ آزاد تھے، لوگوں نے ان پر ظلم کیا اور انھیں بیچ دیا اور عمار، صہیب اور بلال رضی اللہ عنہم قیدی بنائے گئے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فوقیت بخشی ہے، پس وہ لوگ جنھیں فوقیت دی گئی ہے کسی صورت اپنا رزق ان غلاموں پر لوٹانے والے نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ ہیں کہ وہ اس میں برابر ہو جائیں، تو کیا وہ اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں؟"

فوائد ومسائل: 1 اس باب کا مطلب یہ ہے کہ کسی کافر کے پاس جو کچھ ہے وہ اس کا مالک ہے اس پر اس کی ملکیت تسلیم کی جائے گی۔ اس لیے اس سے خریدنے کے ساتھ ہی اس کی ملکیت منتقل ہو گی، یا وہ ہبہ کر دے تو وہ بھی معتبر ہے اور اگر وہ اپنے غلام کو آزاد کر دے تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ اس کے لیے امام بخاری نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی مثال پیش کی ہے کہ وہ اپنے شہر میں آزاد تھے، دین حق کی تلاش میں وہ کئی مقامات پر گئے، آخر کار نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں یثرب کی طرف سفر کرتے ہوئے قافلے والوں نے ظلم کرتے ہوئے انھیں غلام بنا کر بیچ دیا، پھر وہ بکتے بکاتے غلامی ہی کی حالت میں یثرب پہنچے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ نے سلمان رضی اللہ عنہ کو ان کے مالک کے پاس ہی رہنے دیا اور انھیں آزاد کروانے کے لیے حکم دیا کہ اپنے مالک سے مکاتبت کریں، پھر مکاتبت کی ادائیگی میں ان کی مدد کر کے انھیں کافر کی غلامی سے رہائی دلوائی۔ اسی طرح عمار، صہیب اور بلال رضی اللہ عنہم بھی قیدی بن کر غلام بنے۔ ان کے علاوہ امام بخاری نے ابراہیم خلیل علیہ السلام کے اس جبار کے لونڈی کے ہبہ کو قبول کرنے کا ذکر کیا۔ اس کے علاوہ بھی اس باب کی احادیث میں اس بات کی دلیلیں موجود ہیں کہ کفار کے حق ملکیت کو تسلیم کیا جائے گا خواہ وہ ملکیت انھیں ناجائز طریقے سے ملی ہو۔
2 اس آیت میں کفار کے اپنے غلاموں کے مالک ہونے کو تسلیم کیا گیا ہے اور جب وہ مالک ہوئے تو وہ انھیں فروخت کر سکتے ہیں، ہبہ کر سکتے ہیں اور آزاد بھی کر سکتے ہیں۔

٢٢١٧- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «هَاجَرَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِسَارَةَ، فَدَخَلَ بِهَا قَرْيَةً فِيهَا مَلِكٌ مِنَ الْمُلُوكِ أَوْ جَبَّارٌ مِنَ الْجَبَابِرَةِ، فَقِيلَ: دَخَلَ إِبْرَاهِيمُ بِامْرَأَةٍ هِيَ مِنْ أَحْسَنِ النِّسَاءِ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ: أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ! مَنْ هَذِهِ الَّتِي مَعَكَ؟ قَالَ: أُخْتِي، ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهَا فَقَالَ: لَا تُكَذِّبِي حَدِيثِي، فَإِنِّي أَخْبَرْتُهُمْ أَنَّكِ أُخْتِي، وَاللَّهِ! إِنْ عَلَى الْأَرْضِ مُؤْمِنٌ غَيْرِي وَغَيْرُكِ، فَأَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ فَقَامَ إِلَيْهَا، فَقَامَتْ تَوَضَّأُ وَتُصَلِّي، فَقَالَتْ: اللَّهُمَّ! إِنْ كُنْتُ

2217۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابراہیم علیہ السلام نے سارہ علیہا السلام کے ہمراہ ہجرت کی اور انھیں لے کر ایک بستی میں گئے، جس میں ایک بادشاہ کی حکومت تھی، یا اس میں ایک جابر حکمران تھا، اسے بتایا گیا کہ ابراہیم ایک عورت کے ہمراہ آیا ہے جو خوبصورت ترین عورتوں میں سے ہے، اس نے ان کی طرف پیغام بھیجا کہ ابراہیم! یہ عورت کون ہے جو تمھارے ساتھ ہے؟ انھوں نے کہا: میری بہن ہے۔ پھر وہ اس کے پاس واپس آئے تو کہا: میری بات کو نہ جھٹلانا، کیونکہ میں نے انھیں بتایا ہے کہ تم میری بہن ہو، اللہ کی قسم! اس سرزمین میں میرے اور تمھارے سوا کوئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُولِكَ وَأَحْصَنْتُ فَرْجِي إِلَّا عَلَى زَوْجِي فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ الْكَافِرَ، فَغُطَّ حَتَّى رَكَضَ بِرِجْلِهِ »

ایمان والا نہیں۔ چنانچہ انھوں نے اسے اس کے پاس بھیج دیا، وہ سارہ (علیہا السلام) کی طرف اٹھا تو وہ اٹھیں اور وضو کر کے نماز پڑھنے لگیں اور انھوں نے کہا: اے اللہ! اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لا چکی ہوں اور میں نے اپنی شرم گاہ کو خاوند کے سوا ہر طرح محفوظ رکھا ہے تو مجھ پر اس کافر کو مسلط نہ کرنا۔ تو اس کافر کا سانس گھٹ گیا یہاں تک کہ وہ ایڑیاں مارنے لگا۔‘‘

قَالَ الْأَعْرَجُ : قَالَ أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ : إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : « قَالَتْ : اللَّهُمَّ ! إِنْ يَمُتْ يُقَالُ هِيَ قَتَلَتْهُ، فَأُرْسِلَ ثُمَّ قَامَ إِلَيْهَا، فَقَامَتْ تَوَضَّأُ تُصَلِّي وَتَقُولُ : اللَّهُمَّ ! إِنْ كُنْتُ آمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُولِكَ وَأَحْصَنْتُ فَرْجِي إِلَّا عَلَى زَوْجِي، فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ هَذَا الْكَافِرَ، فَغُطَّ حَتَّى رَكَضَ بِرِجْلِهِ » قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ : قَالَ أَبُو سَلَمَةَ : قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : « فَقَالَتْ : اللَّهُمَّ ! إِنْ يَمُتْ فَيُقَالُ هِيَ قَتَلَتْهُ، فَأُرْسِلَ فِي الثَّانِيَةِ أَوْ فِي الثَّالِثَةِ، فَقَالَ : وَاللَّهِ ! مَا أَرْسَلْتُمْ إِلَيَّ إِلَّا شَيْطَانًا، ارْجِعُوهَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَأَعْطُوهَا آجَرَ ، فَرَجَعَتْ إِلَى إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَقَالَتْ : أَشَعَرْتَ أَنَّ اللَّهَ كَبَتَ الْكَافِرَ وَأَخْدَمَ وَلِيدَةً ؟» [انظر : ٢٦٣٥، ٣٣٥٧، ٣٣٥٨، ٥٠٨٤، ٦٩٥٠۔ أخرجه مسلم : ٢٣٧١]

اعرج نے کہا کہ ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن نے کہا: ’’ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ’’سارہ علیہا السلام نے کہا: یا اللہ! اگر یہ مر جائے تو کہا جائے گا کہ اس عورت نے ہی اسے مار ڈالا ہے، تو اسے چھوڑ دیا گیا، وہ پھر ان کی طرف اٹھا تو وہ اٹھیں اور وضو کر کے نماز پڑھنے لگیں اور کہنے لگیں: اے اللہ! اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لا چکی ہوں اور میں نے اپنی شرم گاہ کو اپنے خاوند کے سوا ہر ایک سے محفوظ رکھا ہے تو مجھ پر اس کافر کو مسلط نہ کرنا، تو اس کا سانس گھٹ گیا یہاں تک کہ وہ ایڑیاں مارنے لگا۔‘‘ عبد الرحمٰن نے کہا: ابوسلمہ نے کہا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ’’سارہ علیہا السلام نے کہا: یا اللہ! اگر یہ مر جائے تو کہا جائے گا کہ اس عورت نے ہی اسے مار ڈالا ہے، تو اسے دوسری یا تیسری بار چھوڑ دیا گیا اور وہ کہنے لگا: اللہ کی قسم! تم نے میرے پاس کوئی شیطان ہی بھیجا ہے، اسے ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس واپس لے جاؤ اور اسے آجر دے دو۔ پھر وہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس واپس آئیں اور کہنے لگیں: کیا آپ کو معلوم ہے کہ اللہ نے اس کافر کو ذلیل کر

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

دیا اور اس نے ایک لونڈی خدمت کے لیے دی ہے؟"

فائدہ باب کے ساتھ اس حدیث کی مناسبت اس کافر بادشاہ کا یہ کہنا ہے کہ اسے آجر دے دو۔ پھر سارہ ؑ کا اسے قبول کرنا اور ابراہیم علیہ السلام کا ان کے قبول کرنے کو جاری رکھنا۔ یہ سب باتیں اس کی دلیل ہیں کہ کافر کا ہبہ قبول کرنا درست ہے اور وہ تبھی درست ہوسکتا ہے جب اس کی ملکیت کو تسلیم کیا جائے۔ اس حدیث کی مفصل شرح حدیث (۳۳۵۸) میں آئے گی۔ (ان شاء اللہ)

٢٢١٨- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّهَا قَالَتِ: اخْتَصَمَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَعَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ فِي غُلَامٍ، فَقَالَ سَعْدٌ: هَذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ! ابْنُ أَخِي عُتْبَةَ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَهِدَ إِلَيَّ أَنَّهُ ابْنُهُ انْظُرْ إِلَى شَبَهِهِ، وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ: هَذَا أَخِي يَا رَسُولَ اللَّهِ! وُلِدَ عَلَى فِرَاشِ أَبِي مِنْ وَلِيدَتِهِ، فَنَظَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى شَبَهِهِ، فَرَأَى شَبَهًا بَيِّنًا بِعُتْبَةَ، فَقَالَ: «هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ! الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ وَاحْتَجِبِي مِنْهُ يَا سَوْدَةُ بِنْتَ زَمْعَةَ!» فَلَمْ تَرَهُ سَوْدَةُ قَطُّ. [راجع: ٢٠٥٣- أخرجه مسلم: ١٤٥٧]

2218۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا: سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ کا ایک لڑکے کے بارے میں جھگڑا ہو گیا، سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! یہ میرے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کا بیٹا ہے، اس نے مجھے اس کے بارے میں وصیت کی تھی کہ یہ اس کا بیٹا ہے، آپ اس کی مشابہت دیکھ لیں اور عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! یہ میرا بھائی ہے، میرے والد کے بستر پر اس کی لونڈی سے پیدا ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی مشابہت کو دیکھا تو عتبہ کے ساتھ اس کی واضح مشابہت دیکھی، پھر آپ نے فرمایا: "اے عبد! یہ تمھارا (بھائی) ہے۔ بچہ بستر کا ہے اور زانی کے لیے پتھر ہیں اور اے سودہ بنت زمعہ! اس سے پردہ کرو۔" تو پھر سودہ رضی اللہ عنہا نے اسے کبھی نہیں دیکھا۔

فائدہ اس سے پہلے یہ حدیث (۲۰۵۳) میں گزر چکی ہے۔ یہاں اس حدیث کی مناسبت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس لونڈی کا زمعہ کی ملکیت ہونا قائم رکھا، حالانکہ وہ کافر تھا اور غلامی کی وجہ سے جو احکام اس پر اور اس سے پیدا ہونے والے بچے پر جاری ہوتے تھے وہ جاری فرمائے۔

٢٢١٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لِصُهَيْبٍ: اتَّقِ اللَّهَ وَلَا

2219۔ سعد (بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف) نے اپنے باپ سے روایت کی کہ عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے صہیب رضی اللہ عنہ سے کہا: اللہ سے ڈرو اور اپنے آپ کو اپنے باپ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تَدَّعِ إِلَى غَيْرِ أَبِيكَ، فَقَالَ صُهَيْبٌ : مَا يَسُرُّنِي أَنَّ لِي كَذَا وَكَذَا وَأَنِّي قُلْتُ ذَلِكَ وَلَكِنِّي سُرِقْتُ وَأَنَا صَبِيٌّ.

کے سوا کسی اور کی طرف منسوب نہ کرو۔ تو صہیب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں پسند نہیں کرتا کہ مجھے اتنا اور اتنا مال مل جائے اور میں یہ بات کہوں، لیکن میں بچہ تھا کہ مجھے چرا لیا گیا۔

فوائد: 1 صہیب رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ ان کا والد سنان بن مالک بن عبد عمرو بن عقیل تھا اور وہ اپنا نسب نمر بن قاسط کے ساتھ ملاتے تھے اور اپنی والدہ بنو تمیم سے بیان کرتے تھے، ان کی زبان عجمی تھی، کیونکہ ان کی پرورش رومیوں میں ہوئی تھی، اس لیے انھی کی زبان ان پر غالب تھی۔ حاکم (۳/۴۵۰، ح: ۵۷۰۱) نے عبدالرحمٰن بن حاطب سے روایت کی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے صہیب رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے اسلام لانے کے بعد آپ میں صرف تین چیزیں قابل اعتراض دیکھی ہیں: آپ نے اپنی کنیت ابو یحییٰ رکھی ہے اور آپ اپنے پاس کوئی چیز جمع نہیں رکھتے اور آپ اپنا نسب نمر بن قاسط سے ملاتے ہیں۔ انھوں نے کہا: میری کنیت تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی ہے، رہا خرچ کرنا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ﴾ [سبا: ۳۹] ''اور تم جو بھی چیز خرچ کرتے ہو وہ اس کی جگہ اور دے دیتا ہے۔'' رہا نسب تو اگر میں کسی ایک لید سے پیدا ہوتا تو اپنی نسبت اس کی طرف کرتا، لیکن عرب ایک دوسرے کو قید کر لیا کرتے تھے تو کچھ لوگوں نے مجھے اس وقت قید کر لیا جب میں اپنی جائے پیدائش اور اپنے گھر والوں کو پہچان چکا تھا اور انھوں نے مجھے بیچ دیا تو میں انھی کی زبان بولنے لگا، یعنی رومیوں کی زبان۔ (انیس الساری، حدیث حسن ہے)

2 باب کے ساتھ اس حدیث کی مناسبت یہ ہے کہ صہیب رضی اللہ عنہ کو بچپن میں گرفتار کر کے غلام بنا لیا گیا اور وہ رومیوں میں غلام ہی کی حیثیت سے رہے، اس سے مشرکین و کفار کی ملکیت ثابت ہوتی ہے خواہ وہ انھیں ناجائز طریقے سے حاصل ہوئی ہو۔

٢٢٢٠۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ: أَنَّ حَكِيمَ ابْنَ حِزَامٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَرَأَيْتَ أُمُورًا كُنْتُ أَتَحَنَّثُ أَوْ أَتَحَنَّتُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ صِلَةٍ وَعَتَاقَةٍ وَصَدَقَةٍ، هَلْ لِي فِيهَا أَجْرٌ؟ قَالَ حَكِيمٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «أَسْلَمْتَ عَلَى مَا سَلَفَ لَكَ مِنْ خَيْرٍ» [راجع: ١٤٣٦۔ أخرجه مسلم: ١٢٣ بزيادة]

2220۔ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ یہ بتائیں کہ وہ کام جو میں جاہلیت میں بطور عبادت کیا کرتا تھا یعنی رشتہ داروں سے (حسن) سلوک کرنا اور غلام آزاد کرنا اور صدقہ کرنا، کیا مجھے ان کا کچھ اجر ملے گا؟ حکیم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اپنی پہلی نیکیوں سمیت مسلمان ہوئے ہو۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ: اس حدیث کے فوائد حدیث (۴۱ اور ۱۴۳۶) میں دیکھیں۔ یہاں اس حدیث کی مناسبت یہ ہے کہ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے جاہلیت میں صدقہ اور غلام آزاد کرنے کو اسی وقت نیکی قرار دیا جا سکتا ہے جب مشرک کی ملکیت کو تسلیم کیا جائے۔ معلوم ہوا کافر کا ہبہ اور غلام آزاد کرنا تسلیم کیا جائے گا۔

۱۰۱ ۔ بَابُ جُلُودِ الْمَيْتَةِ قَبْلَ أَنْ تُدْبَغَ

101۔ باب: رنگے جانے سے پہلے مردار کی کھالوں کا حکم

۲۲۲۱ ۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ ، قَالَ : حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ أَنَّ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ أَخْبَرَهُ ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَرَّ بِشَاةٍ مَيِّتَةٍ، فَقَالَ : « هَلَّا اسْتَمْتَعْتُمْ بِإِهَابِهَا ؟ » قَالُوا : إِنَّهَا مَيِّتَةٌ، قَالَ : « إِنَّمَا حَرُمَ أَكْلُهَا »[راجع : ۱۴۹۲ ـ أخرجه مسلم : ۳۶۳]

2221۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مری ہوئی بکری کے پاس سے گزرے تو فرمایا: ”تم نے اس کی کھال سے فائدہ کیوں نہیں اٹھایا؟“ انھوں نے کہا: یہ مری ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا: ”اس کا صرف کھانا حرام ہے۔“

فوائد: 1 باب کا مقصد یہ ہے کہ کیا مردار کی کھال کو رنگے جانے سے پہلے بیچنا حلال ہے یا حرام؟ اس میں امام صاحب ابن عباس رضی اللہ عنہما سے میمونہ رضی اللہ عنہا کی مری ہوئی بکری والی حدیث لائے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اس کے بیچنے کا جواز اس سے فائدہ اٹھانے کے الفاظ سے اخذ کیا ہے، کیونکہ جس چیز سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے اسے فروخت بھی کیا جا سکتا ہے اور جس سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں اسے بیچنا بھی جائز نہیں۔ اس باب سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری مردار کی کھال رنگنے سے پہلے فروخت کرنے کے جواز کے قائل ہیں، اس کی دلیل " إِنَّمَا حَرُمَ أَكْلُهَا " ہے، یعنی اس کا صرف کھانا حرام ہے۔ معلوم ہوا کھانے کے سوا اس سے ہر طرح سے فائدہ اٹھانا جائز ہے جس میں فروخت کرنا بھی شامل ہے۔ حدیث کے راوی زہری رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔

2 امام بخاری کا رجحان اگرچہ مردار کی کھال کو بیچنے کے جواز کی طرف ہے، خواہ وہ رنگی ہوئی ہو یا نہ رنگی ہوئی ہو، مگر اکثر ائمہ رنگنے کے بغیر اس سے فائدہ اٹھانے کو درست نہیں سمجھتے، کیونکہ صحیح مسلم (۳۶۳/۱۰۰) میں یہی حدیث زہری سے ابن عیینہ نے روایت کی ہے، اس میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: « هَلَّا أَخَذْتُمْ إِهَابَهَا فَدَبَغْتُمُوهُ فَانْتَفَعْتُمْ بِهِ » ”تم نے اس کی کھال اتار کر اسے رنگا کیوں نہیں کہ تم اس سے فائدہ اٹھاتے۔“ صحیح مسلم کی حدیث (۳۶۳/۱۰۲) میں بھی اس مفہوم کے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

الفاظ آتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ رنگنے کے بعد اسے بیچا یا اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔
3 یہ حدیث واضح دلیل ہے کہ قرآن کی تخصیص حدیث سے ہو سکتی ہے، دیکھیے قرآن مجید میں مردار کو مطلقاً حرام کہا گیا ہے اور حدیث نے اس کی تخصیص کر دی کہ صرف اس کا کھانا حرام ہے۔

١٠٢- بَابُ قَتْلِ الْخِنْزِيرِ

102- باب: خنزیر کو قتل کرنا

وَقَالَ جَابِرٌ: حَرَّمَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْعَ الْخِنْزِيرِ.

اور جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی ﷺ نے خنزیر بیچنے کو حرام قرار دیا۔

٢٢٢٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ: أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَنْزِلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُقْسِطًا، فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ وَ يَقْتُلَ الْخِنْزِيرَ وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ وَيَفِيضَ الْمَالُ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ» [انظر: ٢٤٧٦، ٣٤٤٨، ٣٤٤٩- أخرجه مسلم: ١٥٥]

2222- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یقیناً قریب ہے کہ تم میں ابن مریم (علیہ السلام) نازل ہوں، اس حال میں کہ وہ فیصلے کرنے والے، انصاف کرنے والے ہوں گے تو وہ صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ ختم کریں گے اور مال بہ نکلے گا یہاں تک کہ اسے کوئی ایک بھی قبول نہیں کرے گا۔“

فوائد: 1 یہ حدیث دلیل ہے کہ جہاں آدمی کی حکومت ہو اور اسے پورا اختیار ہو اسے خنزیر کو قتل کرنا چاہیے اور اس کا قلع قمع کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام چونکہ مکمل اقتدار والے حاکم و منصف ہوں گے اور وہ جزیہ ختم کر دیں گے، ان کے دور میں سب لوگوں کے لیے دو ہی راستے ہوں گے: یا مسلمان ہو جائیں یا قتل کے لیے تیار ہو جائیں۔ چنانچہ اس وقت سب لوگ مسلمان ہو جائیں گے، جزیہ ختم ہو جائے گا، صلیب توڑ دی جائے گی، اس لیے وہ بے دریغ خنزیر کو قتل کریں گے۔ ان کی آمد تک چونکہ اہل کتاب سے جزیہ لینے تک جنگ کا حکم ہے، اس لیے جزیہ لینے کے بعد ان کی ملکیت میں موجود خنزیروں کو قتل نہیں کیا جا سکتا۔ اس حدیث سے اہل جزیہ کے خنزیروں کے سوا سب خنزیروں کو قتل کرنے کا حکم ظاہر ہے، کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام وہی کام کریں گے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہو گا۔
2 اس حدیث سے صاف عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت کے قریب اترنا اور حکومت کرنا، صلیب توڑنا، جزیہ موقوف کرنا، یہ سب باتیں ثابت ہوتی ہیں اور تعجب ہوتا ہے اس شخص کی عقل پر جو قادیانی مرزا کو مسیح موعود سمجھتا ہے۔ [اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْنَا عَلٰى دِيْنِكَ الْحَقِّ وَجَنِّبْنَا مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ] (تیسیر الباری) عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے متعلق مفصل بات ”احادیث

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

الانبیاء (۳۴۴۸)" میں آئے گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

۱۰۳۔ بَابٌ: لَا يُذَابُ شَحْمُ الْمَيْتَةِ وَلَا يُبَاعُ وَدَكُهُ

103۔ باب: نہ مردار کی چربی کو پگھلایا جائے اور نہ ہی اس کا تیل بیچا جائے

رَوَاهُ جَابِرٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اسے جابر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے۔ (بخاری:۲۲۳۶)

۲۲۲۳۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي طَاوُسٌ: أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: بَلَغَ عُمَرَ أَنَّ فُلَانًا بَاعَ خَمْرًا، فَقَالَ: قَاتَلَ اللَّهُ فُلَانًا، أَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: « قَاتَلَ اللَّهُ الْيَهُودَ، حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُومُ، فَجَمَلُوهَا فَبَاعُوهَا »
[انظر: ۳۴٦۰- أخرجه مسلم: ۱۵۸۲، بالتصريح باسم فلان به " سمرة "]

2223۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عمر (بن خطاب) رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ فلاں آدمی نے شراب فروخت کی ہے، تو انھوں نے کہا: اللہ تعالیٰ فلاں کو ہلاک کرے، کیا اسے معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ یہود کو ہلاک کرے، ان پر چربیاں حرام کی گئیں تو انھوں نے انھیں پگھلایا اور انھیں بیچ دیا۔"

۲۲۲٤۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: « قَاتَلَ اللَّهُ يَهُودَ، حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُومُ، فَبَاعُوهَا وَأَكَلُوا أَثْمَانَهَا »

2224۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ یہود کو ہلاک کرے، ان پر چربیاں حرام کی گئیں تو انھوں نے انھیں فروخت کیا اور ان کی قیمتیں کھا گئے۔"

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: ﴿قَٰتَلَهُمُ ٱللَّهُ﴾ [التوبة: ۳۰]: لَعَنَهُمْ. ﴿قُتِلَ﴾ [الذاريات: ۱۰]: لُعِنَ. ﴿ٱلْخَرَّٰصُونَ﴾ [الذاريات: ۱۰]: الْكَذَّابُونَ. [أخرجه مسلم: ۱۵۸۳]

ابو عبد اللہ (بخاری) نے کہا: "قَٰتَلَهُمُ ٱللَّهُ" کا معنی ہے: اللہ ان پر لعنت کرے۔ "قُتِلَ ٱلْخَرَّٰصُونَ" کا معنی ہے: اٹکلیں لگانے والوں (جھوٹوں) پر لعنت کی گئی۔

فوائد: 1 "شَحْم" چربی اور "وَدَك" چربی پگھلنے سے بننے والا تیل۔ صحیح مسلم (۱۵۸۲) میں ہے کہ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے شراب فروخت کی تو عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات کہی۔ یہاں ان کے نام کی بجائے فلاں کا لفظ بولا گیا ہے، محدثین سترِ مسلم کے لیے بعض اوقات ایسا کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز حرام ہے اس کی قیمت بھی حرام ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شراب فروخت کرنے کی حرمت کی مثال کے لیے رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کی کہ جس طرح یہود پر چربی حرام ہونے کے بعد اسے بیچ کر قیمت کھانے کا حیلہ ان پر لعنت کا باعث تھا، اسی طرح سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کا شراب کو بیچ کر اس کی قیمت استعمال کرنے کا حیلہ بھی لعنت کا باعث ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس حیلے کے ساتھ حرام کو حلال کیا جائے وہ حیلہ بھی حرام ہے اور لعنت کا باعث ہے۔ رہی یہ بات کہ سمرہ رضی اللہ عنہ نے شراب کیوں فروخت کی تو شارحین نے ان کے عذر کی کئی وجہیں بیان کی ہیں۔ ان میں سے دل کو یہ بات لگتی ہے کہ وہ شراب پینے کی حرمت سے واقف تھے مگر غیر مسلم لوگوں کے ہاتھوں فروخت کرنے کی حرمت سے واقف نہیں تھے۔ اسی لیے عمر رضی اللہ عنہ نے صرف ڈانٹنے پر اکتفا کیا، کوئی سزا نہیں دی۔ بعض اہل علم نے اس سے سربرآوردہ لوگوں کی لغزشوں سے درگزر کرنے کا استدلال بھی کیا ہے۔

2 بعض حضرات نے یہاں ایک سوال پیدا کیا ہے کہ اگر حرام چیز کا بیچنا بھی حرام ہے تو گدھے کی خرید و فروخت کیوں جائز ہے؟ جواب اس کا یہ ہے کہ گدھا رکھنے کا بڑا مقصد اس پر سواری اور بار برداری ہے، گوشت کھانا نہیں۔ اس لیے اس کی خرید و فروخت جائز ہے، ہاں اس کا گوشت کھانا حرام ہے اور اس کے گوشت کو بیچنا بھی حرام ہے۔

3 لفظ "يَهُوْد" عام طور پر غیر منصرف استعمال ہوتا ہے، اس لیے اس پر کسرہ اور تنوین نہیں آتی، کیونکہ اس میں وزن فعل اور تانیث پائی جاتی ہے، مگر (ایک نسخہ کے اندر) اس باب کی دوسری حدیث میں "يَهُوْدًا" تنوین کے ساتھ آیا ہے۔ حافظ رحمہ اللہ نے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ یہ جہاں غیر منصرف استعمال کیا جاتا ہے وہاں "قَبِيْلَةٌ" کی تاویل کے ساتھ مؤنث ہے اور جہاں منصرف ہو وہاں "بَطْنٌ" (چھوٹا قبیلہ) کی تاویل کے ساتھ مذکر اور منصرف ہے۔

4 اس سے معلوم ہوا کہ شراب بیچنا اور خریدنا حرام ہے، بلکہ اس سے کسی قسم کا تعلق رکھنا بھی درست نہیں۔ سنن ترمذی (۱۲۹۵) اور سنن ابن ماجہ (۳۳۸۱) میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: « لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي الْخَمْرِ عَشْرَةً : عَاصِرَهَا وَمُعْتَصِرَهَا وَشَارِبَهَا وَحَامِلَهَا وَالْمَحْمُوْلَةَ إِلَيْهِ وَسَاقِيَهَا وَبَائِعَهَا وَآكِلَ ثَمَنِهَا وَالْمُشْتَرِيْ لَهَا وَالْمُشْتَرَاةَ لَهُ » "رسول اللہ ﷺ نے شراب میں دس آدمیوں پر لعنت فرمائی ہے: اس کے لیے کسی پھل کا رس نچوڑنے والا، کسی سے یہ کام کروانے والا، اسے پینے والا، اسے اٹھا کر لے جانے والا، جس کے پاس وہ لے جائی جائے، اسے پلانے والا، اسے بیچنے والا، اس کی قیمت کھانے والا، اسے خریدنے والا اور جس کے لیے وہ خریدی گئی ہو۔" یہ حدیث حسن صحیح ہے، مگر افسوس جتنی شدت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے اسے حرام قرار دیا بعض لوگوں نے اس سے کچھ زیادہ ہی اصرار کے ساتھ کھجور اور انگور کے سوا ہر شراب کو حلال قرار دیا، حالانکہ خمر وہ ہے جو عقل پر پردہ ڈالے خواہ وہ کسی چیز سے بنائی گئی ہو، پھر بعض خلفاء و سلاطین کی سرپرستی میں علماء کے فتویٰ کا یہ سلسلہ اتنا بڑھا کہ بقول اقبال ؎

کیا دبدبۂ نادر، کیا شوکت تیموری   ہو جاتے ہیں سب دفتر غرق مئ ناب آخر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

١٠٤ـ بَابُ بَيْعِ التَّصَاوِيرِ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا رُوحٌ وَمَا يُكْرَهُ مِنْ ذَلِكَ

٢٢٢٥ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، أَخْبَرَنَا عَوْفٌ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ قَالَ : كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا إِذْ أَتَاهُ رَجُلٌ ، فَقَالَ : يَا أَبَا عَبَّاسٍ ! إِنِّي إِنْسَانٌ إِنَّمَا مَعِيشَتِي مِنْ صَنْعَةِ يَدِي ، وَإِنِّي أَصْنَعُ هَذِهِ التَّصَاوِيرَ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : لَا أُحَدِّثُكَ إِلَّا مَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ : سَمِعْتُهُ يَقُولُ : « مَنْ صَوَّرَ صُورَةً ، فَإِنَّ اللَّهَ مُعَذِّبُهُ حَتَّى يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوحَ، وَلَيْسَ بِنَافِخٍ فِيهَا أَبَدًا » فَرَبَا الرَّجُلُ رَبْوَةً شَدِيدَةً، وَاصْفَرَّ وَجْهُهُ، فَقَالَ : وَيْحَكَ إِنْ أَبَيْتَ إِلَّا أَنْ تَصْنَعَ ، فَعَلَيْكَ بِهَذَا الشَّجَرِ كُلِّ شَيْءٍ لَيْسَ فِيهِ رُوحٌ .

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ : سَمِعَ سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ مِنَ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ هَذَا الْوَاحِدَ . [انظر : ٥٩٦٣، ٧٠٤٢ـ أخرجه مسلم : ٢١١٠، باختلاف]

104۔ باب: ان تصویروں کی خرید وفروخت جن میں روح نہیں ہوتی اور ان میں جو کراہت ہے

2225۔ سعید بن ابوالحسن سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھا کہ ایک آدمی آیا اور اس نے کہا: اے ابوالعباس! میں ایسا انسان ہوں کہ میری گزران میرے ہاتھ کی کاریگری سے ہے اور میں یہ تصویریں بناتا ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں تمھیں وہی بات بیان کروں گا جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے، میں نے آپ سے سنا، آپ فرما رہے تھے: ”جس نے کوئی تصویر بنائی اللہ اسے سزا دینے والا ہے یہاں تک کہ وہ اس میں روح پھونکے اور وہ کبھی اس میں روح نہیں پھونک سکے گا۔“ اس آدمی کا سانس بہت زیادہ پھول گیا اور اس کا چہرہ زرد ہو گیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: افسوس تم پر، اگر تمھیں تصویریں بنانی ہی ہیں تو ان درختوں (وغیرہ) کی بناؤ یا ایسی چیزوں کی جن میں روح نہیں ہے۔

ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: سعید بن ابی عروبہ نے نضر بن انس سے یہ ایک ہی حدیث سنی ہے۔

١٠٥ـ بَابُ تَحْرِيمِ التِّجَارَةِ فِي الْخَمْرِ

وَقَالَ جَابِرٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : حَرَّمَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْعَ الْخَمْرِ .

٢٢٢٦ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْأَعْمَشِ،

105۔ باب: شراب کی تجارت کو حرام قرار دینا

اور جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی ﷺ نے شراب کی تجارت کو حرام قرار دیا۔ (بخاری: ٢٢٣٦)

2226۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب سورۂ بقرہ کی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: لَمَّا نَزَلَتْ آيَاتُ سُورَةِ الْبَقَرَةِ عَنْ آخِرِهَا خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: «حُرِّمَتِ التِّجَارَةُ فِي الْخَمْرِ» [راجع: ٤٥٩- أخرجه مسلم: ١٥٨٠]

آخری آیات اتریں تو نبی ﷺ نکلے اور آپ نے فرمایا: ''شراب کی تجارت حرام کر دی گئی ہے۔''

فائدہ: اس حدیث کی شرح کے لیے دیکھیے حدیث (۴۵۹)۔

١٠٦- بَابُ إِثْمِ مَنْ بَاعَ حُرًّا

106- باب: اس شخص کا گناہ جو آزاد آدمی کو بیچ دے

٢٢٢٧- حَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ مَرْحُومٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «قَالَ اللّٰهُ: ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: رَجُلٌ أَعْطَى بِي ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ، وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِ أَجْرَهُ» [انظر: ٢٢٧٠]

2227- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تین آدمی ہیں جن کے خلاف قیامت کے دن میں دعویٰ کرنے والا ہوں گا: ایک وہ جس نے میرے نام کے ساتھ عہد کیا پھر اسے توڑ دیا اور ایک وہ آدمی جس نے کسی آزاد کو بیچ دیا اور اس کی قیمت کھا گیا اور ایک وہ آدمی جس نے کوئی مزدور رکھا، اس سے پورا کام لیا اور اسے اس کی اجرت نہیں دی۔''

فائدہ: یہ تینوں گناہ بہت بڑے ہیں، اگرچہ ہر گناہ گار کے خلاف اللہ تعالیٰ ہی مدعی ہوگا، مگر ان تینوں کے گناہ کی قباحت بیان کرنے کے لیے حدیث کو اس انداز میں ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ عہد کر کے اسے توڑنے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھا کر عہد کیا پھر اسے توڑ دیا، یہ بہت بڑا گناہ اس لیے ہے کہ اس نے عہد شکنی کے گناہ کے علاوہ اللہ کے مقدس نام کی بے قدری اور توہین کی۔ کسی آزاد کو فروخت کر کے قیمت کھا جانے کا گناہ اتنا زیادہ اس لیے ہے کہ تمام آزاد بندے اللہ کے بندے ہیں، اللہ تعالیٰ نے انھیں دنیا میں آزادی دے رکھی ہے جب کہ یہ ظالم اس کی آزادی چھین کر اسے غلام بنا کر ذلت کی گہرائیوں میں گرا دیتا ہے اور تیسرے کا گناہ اتنا بڑا اس لیے ہے کہ اس نے پورا کام لینے کے باوجود اس کی مزدوری نہیں دی، تو گویا اتنی دیر تک اسے غلام بنائے رکھا جتنی دیر اس سے کام لیتا رہا۔

١٠٧- بَابُ أَمْرِ النَّبِيِّ ﷺ الْيَهُودَ بِبَيْعِ أَرَضِيهِمْ حِينَ أَجْلَاهُمْ

107- باب: نبی ﷺ کا یہود کو جلا وطن کرتے وقت انھیں اپنی زمینیں بیچنے کا حکم دینا

فِيهِ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ.

اس میں مقبری کی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث آئی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ اس میں صحیح بخاری کی حدیث (۳۱۶۷) کی طرف اشارہ ہے جو ''کتاب الجہاد'' میں ہے، اس میں ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم لوگ مسجد میں تھے تو نبی ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: ''یہود کے پاس چلو۔'' اس میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: « وَإِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُجْلِيَكُمْ مِنْ هَذِهِ الْأَرْضِ، فَمَنْ يَجِدْ مِنْكُمْ بِمَالِهِ شَيْئًا فَلْيَبِعْهُ »''میرا ارادہ ہے کہ میں تمھیں اس زمین سے جلا وطن کر دوں، تو تم میں سے جو شخص اپنے مال کے ساتھ کوئی چیز پاتا ہے وہ اسے بیچ دے۔'' یہ واقعہ بنو نضیر کے ساتھ پیش آیا۔ باب میں نبی ﷺ کے یہود کو اپنی زمینیں بیچنے کا ذکر ہے جب کہ حدیث میں انھیں اپنے اموال بیچنے کے حکم کا ذکر ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ امام صاحب نے اموال سے زمینیں مراد لی ہیں، کیونکہ لفظ اموال عام ہے جس میں زمینیں بھی شامل ہیں اور اس سے پہلے عثمان اور ابن عمر رضی اللہ عنہم کے زمین کے تبادلے (۲۱۱۶) میں لفظ مال زمینوں پر بولا گیا ہے۔

تنبیہ: یہ باب صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں نہیں ہے۔

۱۰۸- بَابُ بَيْعِ الْعَبِيدِ وَالْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً

108- باب: غلاموں کو (غلاموں کے بدلے) اور جانور کو جانور کے بدلے ادھار بیچنا

وَاشْتَرَى ابْنُ عُمَرَ رَاحِلَةً بِأَرْبَعَةِ أَبْعِرَةٍ مَضْمُونَةً عَلَيْهِ، يُوفِيهَا صَاحِبُهَا بِالرَّبَذَةِ.

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک اونٹنی چار اونٹوں کے بدلے خریدی جو اونٹنی والے کے ذمے تھی کہ اس کا مالک اسے ربذہ میں خریدار کے سپرد کرے گا۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : قَدْ يَكُونُ الْبَعِيرُ خَيْرًا مِنَ الْبَعِيرَيْنِ، وَاشْتَرَى رَافِعُ بْنُ خَدِيجٍ بَعِيرًا بِبَعِيرَيْنِ، فَأَعْطَاهُ أَحَدَهُمَا وَقَالَ : آتِيكَ بِالْآخَرِ غَدًا رَهْوًا إِنْ شَاءَ اللَّهُ.

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: کبھی ایک اونٹ دو اونٹوں سے بہتر ہوتا ہے۔ اور رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے ایک اونٹ دو اونٹوں کے بدلے خریدا، چنانچہ ان میں سے ایک اسے دے دیا اور کہا: دوسرا کل ان شاء اللہ سکون سے میں تمھارے پاس لے آؤں گا۔

وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ : لَا رِبَا فِي الْحَيَوَانِ، الْبَعِيرُ بِالْبَعِيرَيْنِ وَالشَّاةُ بِالشَّاتَيْنِ إِلَى أَجَلٍ ، وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ : لَا بَأْسَ بَعِيرٌ بِبَعِيرَيْنِ نَسِيئَةً .

اور ابن مسیب نے کہا: جانور میں سود نہیں، ایک اونٹ دو اونٹوں کے بدلے اور ایک بکری دو بکریوں کے بدلے ادھار میں کوئی حرج نہیں۔ اور ابن سیرین نے کہا: ایک اونٹ دو اونٹوں کے بدلے میں اُدھار بیچنے میں کوئی حرج نہیں۔

۲۲۲۸- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ

2228- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صفیہ رضی اللہ عنہا قیدیوں میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ فِي السَّبْيِ صَفِيَّةُ، فَصَارَتْ إِلَى دَحْيَةَ الْكَلْبِيِّ، ثُمَّ صَارَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ. [راجع : ٣٧١- أخرجه مسلم : ١٣٦٥، في النكاح برقم (٨٤) مطولاً]

تھیں تو وہ دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں، پھر وہ نبی ﷺ کو مل گئیں۔

فوائد 1 " الرَّاحِلَةُ " قوی اونٹنی یا اونٹ جو سفر اور بوجھ اٹھانے کے قابل ہو، یہ لفظ مذکر و مؤنث دونوں پر بولا جاتا ہے، ہاء اس میں مبالغہ کے لیے ہے۔" أَبْعِرَةٌ " " بَعِيْرٌ " کی جمع ہے، اونٹ مذکر ہو یا مؤنث۔[النهاية]

2 " وَقَوْلُهُ " مَضْمُونَةً " صِفَةُ رَاحِلَةٍ، أَيْ تَكُوْنُ فِيْ ضَمَانِ الْبَائِعِ حَتَّى يُوْفِيَهَا أَيْ يُسَلِّمَهَا لِلْمُشْتَرِيْ . " [فتح الباري]

3 اس سے پہلے احادیث میں بیان ہوا ہے کہ سونا، چاندی، کھجور، گندم، جو، منقی اور نمک کی بیع اگر ایک جنس کی بیع اسی جنس کے ساتھ ہو تو اس کے جواز کے لیے دو شرطیں ہیں: ایک یہ کہ دونوں برابر ہوں، دوسری یہ کہ دونوں نقد ہوں اور اگر ایک جنس کی دوسری کے ساتھ بیع ہو تو ان کا برابر ہونا ضروری نہیں، اس بیع میں صرف نقد ہونا ضروری ہے۔ اس باب میں امام بخاری نے یہ بیان کیا ہے کہ غلام اور جانور کی بیع میں یہ دونوں شرطیں نہیں ہیں۔ ایک غلام یا جانور دو یا زیادہ غلاموں یا جانوروں کے بدلے ادھار بھی فروخت کرنا جائز ہے۔ اس کے لیے انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث اور صحابہ کے تین اور تابعین کے دو آثار ذکر کیے ہیں۔ صحابہ کے آثار میں سے ایک ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ہے کہ انھوں نے چار اونٹ دے کر ایک سواری کا اونٹ یا اونٹنی خریدی جسے اونٹنی والا ربذہ میں ان کے سپرد کرے گا۔ دوسرا اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے جو شافعی (۱۱۹/۳) نے طاؤس کے طریق سے ان سے بیان کیا ہے کہ ان سے ایک اونٹ کو دو اونٹوں کے بدلے خریدنے کا سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا: بعض اوقات ایک اونٹ دو اونٹوں سے بھی بہتر ہوتا ہے۔ تیسرا اثر رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کا ہے جو عبد الرزاق (۱۴۱۴۱) نے بیان کیا ہے ﴿اِشْتَرَا مِنْهُ بَعِيْرًا بِبَعِيْرَيْنِ فَأَعْطَاهُ أَحَدَهُمَا وَ قَالَ : آتِيْكَ غَدًا بِالْآخَرِ رَهْوًا ﴾ کہ انھوں نے دو اونٹوں کے بدلے ایک اونٹ خریدا، ایک اسے دے دیا اور کہا: دوسرا ان شاء اللہ کل سکون سے تمھیں دے دوں گا، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ﴿وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا﴾ [الدخان : ٢٤] ”سمندر کو اسی حالت میں ساکن رہنے دے۔“ تابعین میں سے ابن المسیب کا قول مالک (۹۴۶/۴، ح: ۲۴۱۱) نے نقل کیا ہے: " لَا رِبًا فِي الْحَيَوَانِ " ”جانور میں سود نہیں۔“ اور زہری کا قول ابن ابی شیبہ نے (۳۰۶/۴، ح: ۲۰۴۴۱) ان الفاظ میں نقل کیا ہے: " لَا بَأْسَ بِالْبَعِيْرِ بِالْبَعِيْرَيْنِ نَسِيئَةً " ”ایک اونٹ دو اونٹوں کے بدلے ادھار میں کوئی حرج نہیں۔“ اور ابن سیرین کا قول: " لَا بَأْسَ بِبَعِيْرٍ بِبَعِيْرَيْنِ وَدِرْهَمٍ بِدِرْهَمٍ نَسِيئَةً " ”ایک اونٹ دو اونٹوں کے بدلے اور ایک درہم ایک درہم کے بدلے ادھار میں کوئی حرج نہیں۔“ بخاری کی اکثر روایات میں ایسے ہی ہے، بعض میں ہے: " وَ دِرْهَمٍ بِدِرْهَمَيْنِ نَسِيئَةً " ”اور ایک درہم دو درہم کے بدلے ادھار میں کوئی حرج نہیں۔“ مگر یہ روایات خطا ہیں، درست " دِرْهَمٍ بِدِرْهَمٍ " ہے۔ اسے عبد الرزاق (۱۴۱۴۶) نے ان سے ان

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

الفاظ میں روایت کیا ہے: « لَا بَأْسَ بِبَعِيرٍ بِبَعِيرَيْنِ وَدِرْهَمٍ بِدِرْهَمٍ نَسِيئَةً ، فَإِنْ كَانَ أَحَدُ الْبَعِيرَيْنِ نَسِيئَةً فَهُوَ مَكْرُوهٌ . » ''ایک اونٹ دو اونٹوں اور ایک درہم ایک درہم کے بدلے ادھار میں کوئی حرج نہیں، اگر دو اونٹوں میں سے ایک اُدھار ہو تو مکروہ ہے۔'' (فتح الباری) یاد رہے کہ ابن سیرین کا یہ قول درست نہیں کہ ایک درہم ایک درہم کے بدلے ادھار میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ یہ صحیح وصریح حدیث کے خلاف ہے، جیسا کہ صحیح بخاری (۳۹۳۹، ۳۹۴۰) میں آ رہا ہے۔

4 ایک غلام یا جانور دو غلاموں یا جانوروں کے بدلے ادھار بیچنے کی دلیل کے لیے امام بخاری نے صفیہ رضی اللہ عنہا کا قصہ مختصر بیان کیا ہے۔ بخاری (۳۷۱) ہی میں ایک اور سند سے ہے کہ آپ ﷺ نے دحیہ رضی اللہ عنہ سے کہا: « خُذْ جَارِيَةً مِنَ السَّبْيِ غَيْرَهَا » ''قیدیوں میں سے اس کے سوا کوئی اور لونڈی لے لو۔'' ابن بطال نے کہا: آپ کا صفیہ رضی اللہ عنہا کے بدلے غیر معینہ لونڈی پسند کر کے لینے کے لیے کہنا ایسے ہی ہے کہ آپ ﷺ نے صفیہ رضی اللہ عنہا کے بدلے اسے ادھار لونڈی کے ساتھ بدلنے کے لیے کہہ دیا اور صحیح مسلم (۱۳۶۵/۹۷) میں باب کے عنوان کے مطابق یہ الفاظ ہیں کہ آپ ﷺ نے دحیہ رضی اللہ عنہ کو صفیہ رضی اللہ عنہا کے عوض سات لونڈی وغلام دیے۔ (فتح الباری)

5 سنن اربعہ میں سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: « أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً » [أبو داوٗد : ۳۳۵٦] ''نبی ﷺ نے جانور کو جانور کے بدلے ادھار بیچنے سے منع فرمایا۔'' حافظ رحمہ اللہ نے کہا: اس کے راوی ثقہ ہیں مگر حسن کے سمرہ سے سماع کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ حافظ نے ابن عباس، جابر، جابر بن سمرہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے بھی باحوالہ یہ روایت بیان کی ہے اور ان میں سے بعض کی علت بیان کی ہے۔
مگر امام بخاری نے ان روایات کو قابل توجہ نہیں سمجھا بلکہ صفیہ رضی اللہ عنہا والی حدیث اور پانچ آثار پیش کر کے اسی بات کو صحیح قرار دیا ہے کہ غلام کی غلام کے بدلے اور حیوان کی حیوان کے بدلے بیع ادھار جائز ہے۔ محدثین نے صفیہ رضی اللہ عنہا والی حدیث اور جانور کی جانور کے ساتھ ادھار بیع منع ہونے کی حدیث کے درمیان یہ تطبیق دی ہے کہ اگر ایک طرف سے نقد اور دوسری طرف سے ادھار ہو تو جائز ہے، جیسا کہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا قصہ تھا اور اگر دونوں طرف سے ادھار ہو تو جائز نہیں اور سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ''نَهَى عَنْ بَيْعِ الْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً'' کا یہی مطلب قرار دیا ہے۔

۱۰۹ - بَابُ بَيْعِ الرَّقِيقِ

109۔ باب: غلاموں کو بیچنا

۲۲۲۹ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، قَالَ : أَخْبَرَنِي ابْنُ مُحَيْرِيزٍ، أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ : أَنَّهُ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! إِنَّا

2229۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس اثنا میں کہ وہ نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم قیدی عورتوں (لونڈیوں) سے جماع کرتے ہیں، پھر ہم ان کی قیمتوں کو پسند کرتے ہیں، تو آپ عزل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نُصِيبُ سَبْيًا ، فَنُحِبُّ الْأَثْمَانَ، فَكَيْفَ تَرَى فِي الْعَزْلِ ؟ : فَقَالَ : « أَوَ إِنَّكُمْ تَفْعَلُونَ ذَلِكَ؟ لَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَفْعَلُوا ذَلِكُمْ، فَإِنَّهَا لَيْسَتْ نَسَمَةٌ كَتَبَ اللّٰهُ أَنْ تَخْرُجَ إِلَّا هِيَ خَارِجَةٌ » [انظر : ٢٥٤٢، ٤١٣٨، ٥٢١٠، ٦٦٠٣، ٧٤٠٩۔ أخرجه مسلم : ١٤٣٨، بلفظ مختلف]

کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''تو کیا تم یہ کام کرتے ہو؟ تم پر کوئی حرج نہیں کہ تم ایسا نہ کرو، کیونکہ بات یہ ہے کہ جس جان کا نکلنا اللہ نے لکھ دیا ہے وہ نکل کر ہی رہنے والی ہے۔''

فوائد : 1 اس حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ سائل ابوسعید رضی اللہ عنہ تھے، حالانکہ فی الواقع ایسا نہیں بلکہ اس میں کچھ الفاظ حذف ہیں، جیسا کہ سنن نسائی کبریٰ (۵۰۴۴) میں اس کی وضاحت ہے، اس میں ہے کہ اس اثنا میں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، ایک انصاری آدمی آیا اور اس نے کہا.... آگے ساری حدیث ذکر کی ہے۔ (فتح الباری)

2 عزل کا مطلب ہے کہ انزال کے وقت ذکر کو فرج سے نکال لینا، تاکہ انزال باہر ہو اور عورت کو حمل نہ رہے۔ مطلب یہ تھا کہ ہم لونڈیوں سے جماع تو کرنا چاہتے ہیں مگر یہ نہیں چاہتے کہ وہ حاملہ ہوں، کیونکہ اگر انھیں اولاد ہوگئی تو وہ ام ولد بن جائیں گی جنھیں ہم فروخت نہیں کر سکیں گے، اس لیے ہم عزل کرتے ہیں، تاکہ انھیں اولاد نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایسا نہ بھی کرو تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ جو بچہ پیدا ہونا ہے وہ ہو کر ہی رہے گا۔'' یہاں یہ حدیث لانے کا مقصد واضح ہے کہ لونڈیوں کو فروخت کیا جا سکتا ہے۔

3 رہا عزل کے جواز کا مسئلہ تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے واضح طور پر اس لیے منع نہیں کیا کہ جس مقصد کے لیے تم عزل کرتے ہو کہ اولاد نہ ہو، تو اس مقصد کے لیے عزل کا کوئی فائدہ نہیں، کیونکہ عزل کے باوجود حمل ہو سکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض اوقات مذی میں منی کے جراثیم خارج ہوتے ہیں جس سے انزال کے بغیر بھی عورت حاملہ ہو جاتی ہے، جیسا کہ یہ بات مشاہدہ سے ثابت ہے اور صحیح مسلم (۱۴۳۹/۱۳۴) میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: میری ایک لونڈی ہے جو ہماری خادمہ بھی ہے اور ہمارے لیے پانی بھی لے کر آتی ہے اور میں اس سے جماع کرتا ہوں اور اس کا حاملہ ہونا پسند نہیں کرتا تو آپ نے فرمایا: « اعْزِلْ عَنْهَا إِنْ شِئْتَ، فَإِنَّهُ سَيَأْتِيهَا مَا قُدِّرَ لَهَا » ''اگر چاہو تو اس سے عزل کر لو، کیونکہ اسے وہی ملے گا جو اس کی قسمت میں لکھا گیا ہے۔'' تھوڑے دن ہی گزرے وہ آدمی پھر آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ وہ لونڈی حاملہ ہوگئی ہے۔ آپ نے فرمایا: « قَدْ أَخْبَرْتُكَ أَنَّهُ سَيَأْتِيهَا مَا قُدِّرَ لَهَا » ''میں نے تمھیں بتا دیا تھا کہ اسے وہی ملے گا جو اس کی قسمت میں لکھا گیا ہے۔'' ان احادیث سے عزل کا جواز ثابت ہوتا ہے مگر کچھ کراہت کے ساتھ۔ اب کچھ مغرب زدہ لوگ جو رسول اللہ ﷺ کی خواہش کے خلاف کہ میری امت زیادہ سے زیادہ اولاد حاصل کرنے کی کوشش کرے عزل کی احادیث کو دلیل بنا کر قطع نسل کا جواز پیدا کرتے ہیں، انھیں اللہ سے ڈرنا چاہیے کہ عزل سے حمل کا امکان ختم نہیں ہوتا، جب کہ کنڈوم وغیرہ سے وہ امکان ہی ختم ہو جاتا ہے تو اسے عزل کیسے کہا جا سکتا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ پھر کفار کے اصرار پر مردوں کی نس بندی کرنا اور عورتوں کے بیضہ خارج کرنے والی رگ کو ہی کاٹ دینا تو صاف اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا مصداق ہے: ﴿ وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴾ [البقرة: ٢٠٥] ''اور جب واپس جاتا ہے تو زمین میں دوڑ دھوپ کرتا ہے، تاکہ اس میں فساد پھیلائے اور کھیتی اور نسل کو برباد کرے، اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔'' اس پر یہ کہنا کہ اگر اللہ چاہے گا تو اسے حمل ہو جائے گا اللہ تعالیٰ کے سلسلۂ اسباب ہی کے خلاف ہے۔ یہ تو ایسے ہی ہے کہ کوئی شخص عورت کا رحم نکلوا دے اور کہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اسے حمل ہو جائے گا، یا مرد کے جرثومۂ منی کے بغیر ہی کہے کہ اگر اللہ چاہے گا تو عورت کو حمل ہو جائے گا۔ ہاں اگر اللہ چاہے تو مریم ﷤ کو خاوند کے بغیر حمل ہو سکتا ہے اور ہوا بھی، مگر ہر عورت مریم یا حوا (﷤) نہیں اور نہ ہی ہر مرد آدم (﷤) ہے۔ اب کفار بدکاری میں عام مبتلا ہو کر اولاد کی ذمہ داری سے بچنے کے نتیجے میں اولاد کی قلت سے دوچار ہیں جب کہ اللہ کے فضل سے امتِ مسلمہ کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ (والحمدللہ) کفار کو یہ بات برداشت نہیں وہ طمع دلا کر بھی اور دھونس کے ساتھ بھی مسلمانوں میں ضبطِ ولادت کو رواج دے رہے ہیں، تاکہ ان کی نسل کم ہو جائے اور ان میں زنا پھیل جائے۔

١١٠ ـ بَابُ بَيْعِ الْمُدَبَّرِ

110۔ باب: مدبر کی خرید وفروخت

٢٢٣٠ ـ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: بَاعَ النَّبِيُّ ﷺ الْمُدَبَّرَ.
[راجع: ٢١٤١ ـ أخرجه مسلم: ٩٩٧، مطولاً وكذلك في الإيمان (٥٨)]

2230۔ جابر ﷛ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مدبر کو فروخت کیا۔

فائدہ یہ حدیث (۲۱۴۱) میں گزر چکی ہے۔ ''مدبر'' اس غلام کو کہتے ہیں جسے اس کا مالک کہے کہ تم میرے مرنے کے بعد آزاد ہو۔ یہ حدیث یہاں مختصر بیان ہوئی ہے۔ بخاری نے اسے ''کتاب الاحکام (۷۱۸۶)'' میں ان الفاظ میں روایت کیا ہے: « بَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِهِ أَعْتَقَ غُلَامًا لَهُ عَنْ دُبُرٍ، لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُ، فَبَاعَهُ بِثَمَانِ مِئَةِ دِرْهَمٍ، ثُمَّ أَرْسَلَ بِثَمَنِهِ إِلَيْهِ » ''نبی ﷺ کو یہ بات پہنچی کہ آپ کے صحابہ میں سے ایک آدمی نے اپنے مرنے کے بعد اپنے ایک غلام کو آزاد کر دیا جس کے سوا اس کے پاس کوئی مال نہ تھا تو آپ نے اسے آٹھ سو درہم میں بیچ دیا، پھر آپ نے اس کی قیمت اس کی طرف بھیج دی۔'' اس سے معلوم ہوا کہ اگر مدبر غلام کا مالک محتاج ہو جائے تو وہ اسے فروخت کر سکتا ہے۔

٢٢٣١ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو،

2231۔ جابر بن عبد اللہ ﷠ سے روایت ہے کہ رسول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: بَاعَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ. [راجع: ٢١٤١- أخرجه مسلم: ٩٩٧ مطولاً، وكذا في الإيمان (٥٨)]

اللہ ﷺ نے اسے (یعنی مدبر کو) فروخت کر دیا تھا۔

فائدہ اس کی شرح کے لیے دیکھیے حدیث (۲۱۴۱)۔

٢٢٣٢، ٢٢٣٣- حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَ ابْنُ شِهَابٍ، أَنَّ عُبَيْدَ اللَّهِ أَخْبَرَهُ، أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ وَأَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَاهُ: أَنَّهُمَا سَمِعَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُسْأَلُ عَنِ الْأَمَةِ تَزْنِي وَلَمْ تُحْصَنْ، قَالَ: «اجْلِدُوهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ بِيعُوهَا» بَعْدَ الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ. [راجع: ٢١٥٣ و٢١٥٤- أخرجه مسلم: ١٧٠٤]

2232، 2233۔ زید بن خالد اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ سے لونڈی کے متعلق سوال کیا جا رہا تھا جو زنا کرے اور محصنہ (شادی شدہ) نہ ہو، آپ نے فرمایا: ”اسے کوڑے مارو، پھر اگر زنا کرے تو اسے کوڑے مارو، پھر اسے بیچ دو۔“ تیسری یا چوتھی بار کے بعد یہ فرمایا۔

فائدہ دیکھیے حدیث (۲۱۵۲) کے فوائد۔

٢٢٣٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنِي اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «إِذَا زَنَتْ أَمَةُ أَحَدِكُمْ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلَا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلَا يُثَرِّبْ، ثُمَّ إِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعَرٍ» [راجع: ٢١٥٢- أخرجه مسلم: ١٧٠٣]

2234۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ سے سنا، آپ فرماتے تھے: ”جب تم میں سے کسی کی لونڈی زنا کرے اور اس کا زنا واضح ہو جائے تو وہ اسے حد کے کوڑے لگائے اور اسے ملامت نہ کرے، پھر اگر وہ زنا کرے تو اسے حد کے کوڑے لگائے اور اسے ملامت نہ کرے، پھر اگر تیسری بار زنا کرے اور اس کا زنا واضح ہو جائے تو اسے بیچ دے خواہ بالوں کی ایک رسی کے ساتھ بیچے۔“

فائدہ زنا کی صورت میں لونڈی کو فروخت کرنے کے حکم میں مدبر لونڈی بھی شامل ہے، اسی سے مدبر کو فروخت کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

١١١ـ بَابٌ: هَلْ يُسَافِرُ بِالْجَارِيَةِ قَبْلَ أَنْ يَسْتَبْرِئَهَا؟

111۔ باب: کیا لونڈی کے استبرا سے پہلے مالک اسے اپنے ساتھ سفر میں لے جا سکتا ہے؟

وَلَمْ يَرَ الْحَسَنُ بَأْسًا أَنْ يُقَبِّلَهَا أَوْ يُبَاشِرَهَا، وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: إِذَا وُهِبَتِ الْوَلِيدَةُ الَّتِي تُوطَأُ أَوْ بِيعَتْ أَوْ عَتَقَتْ فَلْيُسْتَبْرَأْ رَحِمُهَا بِحَيْضَةٍ وَلَا تُسْتَبْرَأُ الْعَذْرَاءُ.

اور حسن (بصری) نے اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا کہ اس کا بوسہ لے یا اس کے جسم سے جسم ملائے۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: جب وہ لونڈی ہبہ کی جائے جس سے جماع کیا جاتا ہو یا فروخت کی جائے یا آزاد کی جائے تو اس کے غیر حاملہ ہونے کا علم ایک حیض کے ساتھ حاصل کیا جائے اور کنواری کے غیر حاملہ ہونے کا ثبوت حاصل نہیں کیا جائے گا۔

وَقَالَ عَطَاءٌ: لَا بَأْسَ أَنْ يُصِيبَ مِنْ جَارِيَتِهِ الْحَامِلِ مَا دُونَ الْفَرْجِ، وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: ﴿إِلَّا عَلَىٰٓ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ﴾ [المؤمنون: ٦]

اور عطاء نے کہا: کوئی حرج نہیں کہ اپنی حاملہ لونڈی سے شرم گاہ کے سوا باقی جسم سے فائدہ اٹھائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''مگر اپنی بیویوں یا لونڈیوں سے۔''

فائدہ "اسْتِبْرَاء" کا معنی یہ ہے کہ جب لونڈی خریدے تو اس کے ساتھ جماع سے پہلے یہ معلوم کرنا واجب ہے کہ اس کا رحم حمل سے خالی ہے، اس کا علم اسے ایک حیض آنے سے ہو جاتا ہے، اگر وہ حاملہ ہو تو نئے مالک کو اس سے جماع کرنا حرام ہے، کیونکہ اس کے رحم میں پہلے مالک کا بچہ موجود ہے۔ باب کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کے حصے میں ایسی لونڈی آ جائے جو حاملہ ہو تو وہ اس کا مالک ہے اور وہ اس کی لونڈی ہے، اس لیے اسے سفر میں ساتھ لے جا سکتا ہے، اس سے بوس و کنار کر سکتا ہے، البتہ ''استبرا'' سے پہلے اس کے ساتھ جماع نہیں کر سکتا۔

٢٢٣٥ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْغَفَّارِ بْنُ دَاوُدَ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْبَرَ، فَلَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْحِصْنَ ذُكِرَ لَهُ جَمَالُ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيِّ بْنِ أَخْطَبَ، وَقَدْ قُتِلَ زَوْجُهَا وَكَانَتْ عَرُوسًا، فَاصْطَفَاهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لِنَفْسِهِ، فَخَرَجَ بِهَا حَتّٰى بَلَغْنَا سَدَّ

2235۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ خیبر میں آئے، جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو قلعہ کی فتح عطا فرمائی تو آپ سے صفیہ بنت حُیَیّ بن اخطب کی خوبصورتی کا ذکر کیا گیا، اس کا خاوند قتل کر دیا گیا تھا اور وہ دلہن تھی، تو رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنے لیے چن لیا اور اسے ساتھ لے کر چل پڑے، یہاں تک کہ ہم ''سدُّ الروحاء'' مقام پر پہنچے تو وہ حیض سے پاک ہوئیں تو آپ نے ان سے صحبت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الرَّوْحَاءِ حَلَّتْ، فَبَنَى بِهَا، ثُمَّ صَنَعَ حَيْسًا فِي نِطَعٍ صَغِيرٍ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: « آذِنْ مَنْ حَوْلَكَ » فَكَانَتْ تِلْكَ وَلِيمَةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَلَى صَفِيَّةَ، ثُمَّ خَرَجْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ، قَالَ: فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُحَوِّي لَهَا وَرَاءَهُ، بِعَبَاءَةٍ، ثُمَّ يَجْلِسُ عِنْدَ بَعِيرِهِ، فَيَضَعُ رُكْبَتَهُ، فَتَضَعُ صَفِيَّةُ رِجْلَهَا عَلَى رُكْبَتِهِ حَتَّى تَرْكَبَ. [راجع : ٣٧١- أخرجه مسلم : ١٣٦٥، في النكاح (٨٤) باختلاف]

کی، پھر ایک چھوٹے سے چمڑے کے دستر خوان پر ایک مالیدہ (پنجیری جیسا) تیار کیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے اردگرد کے لوگوں کو بلا لو۔'' تو یہ رسول اللہ ﷺ کا صفیہ ؓ کے لیے ولیمہ تھا، پھر ہم مدینہ کو چل پڑے۔ انس ؓ نے کہا: پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ان کے لیے اونٹنی پر اپنے پیچھے چادر کے ساتھ جگہ بنا رہے تھے، پھر آپ اپنی اونٹنی کے پاس بیٹھ جاتے اور اپنا گھٹنا رکھتے تو صفیہ ؓ اپنا پاؤں آپ کے گھٹنے پر رکھتیں حتیٰ کہ سوار ہو جاتیں۔

فائدہ: اس کی شرح (۳۷۱) میں گزر چکی ہے۔ یہاں مقصود یہ ثابت کرنا ہے کہ لونڈی کو اس کا مالک استبرا سے پہلے سفر میں اپنے ساتھ لے جا سکتا ہے، اسی طرح حضر میں بھی اس سے جماع کے سوا فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

١١٢- بَابُ بَيْعِ الْمَيْتَةِ وَالْأَصْنَامِ

112۔ باب: مردار اور بتوں کی خرید و فروخت

٢٢٣٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ بِمَكَّةَ: « إِنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيرِ وَالْأَصْنَامِ » فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَرَأَيْتَ شُحُومَ الْمَيْتَةِ، فَإِنَّهَا يُطْلَى بِهَا السُّفُنُ وَيُدْهَنُ بِهَا الْجُلُودُ وَيَسْتَصْبِحُ بِهَا النَّاسُ؟ فَقَالَ: « لَا، هُوَ حَرَامٌ » ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عِنْدَ ذَلِكَ: « قَاتَلَ اللَّهُ الْيَهُودَ، إِنَّ اللَّهَ لَمَّا حَرَّمَ شُحُومَهَا جَمَلُوهُ، ثُمَّ بَاعُوهُ فَأَكَلُوا ثَمَنَهُ »

2236۔ جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فتح کے سال مکہ میں فرما رہے تھے: ''بے شک اللہ اور اس کے رسول نے شراب اور مردار اور خنزیر اور بتوں کی خرید و فروخت حرام کر دی ہے۔'' آپ سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ! آپ مردار کی چربیوں کے متعلق فرمائیں، کیونکہ ان کے ساتھ کشتیوں کو روغن کیا جاتا ہے اور کھالوں پر تیل لگایا جاتا ہے اور لوگ ان کے ساتھ چراغ جلاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں، وہ حرام ہے۔'' پھر اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ یہود کو ہلاک کرے، اللہ نے جب ان پر ان کی چربیوں کو حرام کیا تو انھوں نے اسے پگھلایا، پھر اسے بیچا اور اس کی قیمت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کھا گئے۔"

قَالَ أَبُو عَاصِمٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ، كَتَبَ إِلَيَّ عَطَاءٌ، سَمِعْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [انظر : ٤٢٩٦، ٤٦٣٣- أخرجه مسلم : ١٥٨١]

ابو عاصم نے کہا: ہمیں عبدالحمید نے بیان کیا، اس نے کہا: ہمیں یزید نے بیان کیا کہ میری طرف عطا نے لکھا کہ میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے سنا، انھوں نے نبی ﷺ سے بیان کیا۔

فائدہ "اَلْمَيْتَةُ" جو شرعی طریقہ سے ذبح کیے بغیر مر جائے۔ ابن المنذر وغیرہ نے مردار کی بیع کی حرمت پر اجماع نقل کیا ہے، البتہ مردار کی کھال کی دباغت کے بغیر خرید وفروخت کر سکتا ہے۔ مچھلی اور ٹڈی اس سے مستثنیٰ ہیں، کیونکہ وہ مردہ بھی حلال ہیں۔ بتوں کی خرید وفروخت میں بت پرستی کی اعانت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسی کتابوں کی خرید وفروخت بھی حرام ہے جن میں شرک کی اشاعت ہو۔ چربیوں کی فروخت پر سوال ہوا کہ لوگ انھیں کشتیوں اور کھالوں پر ملتے اور ان کے ساتھ چراغ جلاتے ہیں، تو آپ نے فرمایا: "نہیں، وہ حرام ہے۔" اب اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے "هُوَ حَرَامٌ" کہہ کر کس چیز کو حرام کہا۔ بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ آپ نے مردار کی چربیوں کے ان تینوں استعمالات کو بھی حرام کیا اور بعض نے کہا کہ آپ نے ان کے استعمالات کو حرام نہیں بلکہ ان کی بیع کو حرام کہا اور لوگوں کے سوال کے بعد اس بیع ہی کو حرام رکھا۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ یہود پر لعنت چربیوں کے حرام ہونے کے بعد انھیں پگھلا کر فروخت کر کے قیمت کھانے کی وجہ سے ہوئی، اس لیے اگر کوئی خرید وفروخت کے بغیر مردار کی چربی سے یہ فوائد حاصل کر لے تو آپ ﷺ نے اس سے منع نہیں فرمایا، بلکہ اس پر سکوت فرمایا ہے۔

١١٣- بَابُ ثَمَنِ الْكَلْبِ

113- باب: کتے کی قیمت

٢٢٣٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَمَهْرِ الْبَغِيِّ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ . [انظر : ٢٢٨٢، ٥٣٤٦، ٥٧٦١- أخرجه مسلم : ١٥٦٧]

2237- ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کتے کی قیمت اور زانیہ کے زنا کی کمائی اور کاہن کو ملنے والی مٹھائی سے منع فرمایا۔

فائدہ کتے کی قیمت کی بحث کے لیے دیکھیے حدیث (۲۰۸۶)۔ علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں: عرب میں کاہن لوگ بہت تھے جو آئندہ کی باتیں لوگوں کو بتلایا کرتے تھے۔ (پاکستان اور) ہندوستان میں بھی اب تک ہیں جن کو جوتشی اور نجومی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور پنڈت کہتے ہیں۔ جو کوئی ان کے پاس کچھ پوچھنے کو جاتا وہ تھوڑی شیرینی یا نقد یا اسباب تحفہ کے طور پر لے جاتا، یہ سب چیزیں "حُلْوَانِ الْكَاهِنِ" میں داخل ہیں اور بالاتفاق حرام ہیں۔

٢٢٣٨- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَوْنُ بْنُ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ: رَأَيْتُ أَبِي اشْتَرَى حَجَّامًا، فَأَمَرَ بِمَحَاجِمِهِ فَكُسِرَتْ، فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ، قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الدَّمِ وَثَمَنِ الْكَلْبِ وَكَسْبِ الْأَمَةِ وَلَعَنَ الْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ وَآكِلَ الرِّبَا وَمُوكِلَهُ وَلَعَنَ الْمُصَوِّرَ.

[راجع: ٢٠٨٦]

2238۔ عون بن ابی جحیفہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے اپنے والد کو دیکھا، انھوں نے سینگی لگانے والا ایک غلام خریدا تو اس کے سینگی لگانے کے آلات کے متعلق حکم دیا تو وہ توڑ دیے گئے۔ میں نے ان سے اس کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے خون کی قیمت سے اور کتے کی قیمت سے اور لونڈی کی کمائی سے منع فرمایا اور گودنے والی اور گدوانے والی اور سود کھانے والے اور اسے کھلانے والے پر لعنت فرمائی اور مصور پر لعنت فرمائی۔

فائدہ: اس کی شرح کے لیے دیکھیے حدیث (٢٠٨٦) کے فوائد۔

[تَمَّ كِتَابُ الْبُيُوعِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

٣٥ - كِتَابُ السَّلَمِ

بیع سلم کی کتاب

١- بَابُ السَّلَمِ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ

٢٢٣٩- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمَدِينَةَ وَالنَّاسُ يُسْلِفُونَ فِي الثَّمَرِ الْعَامَ وَالْعَامَيْنِ - أَوْ قَالَ: عَامَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً، شَكَّ إِسْمَاعِيلُ - فَقَالَ: «مَنْ سَلَّفَ فِي تَمْرٍ، فَلْيُسْلِفْ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ»

حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ بِهَذَا: «فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ»

[انظر: ٢٢٤٠، ٢٢٤١، ٢٢٥٣- أخرجه مسلم: ١٦٠٤]

1- باب: طے کیے ہوئے ماپ میں بیع سلم کرنا

2239- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ مدینہ میں آئے اور لوگ پھل میں سال اور دو سال یا دو یا تین سال کی میعاد پر سلم کیا کرتے تھے۔ اسماعیل کو شک ہوا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کھجور میں سلم کرے وہ طے شدہ ماپ اور طے شدہ وزن میں کرے۔''

ہمیں محمد نے بیان کیا کہ ہمیں اسماعیل نے ابن ابی نجیح سے یہی حدیث بیان کی، اس میں بھی طے شدہ ماپ اور طے شدہ وزن کے الفاظ ہیں۔

فائدہ ''سلم'' بھی بیع ہی کی ایک صورت ہے، اس لیے اسے ''کتاب البیوع'' کے ضمن میں بیان کیا جا سکتا تھا مگر امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کے لیے الگ کتاب تحریر کی ہے، کیونکہ اسلام کا قاعدہ ہے کہ جو چیز موجود نہ ہو اس کی بیع نہیں کی جاتی، مگر لوگوں کی سہولت کے لیے اللہ تعالیٰ نے بیع سلم کی اجازت دی ہے۔ اس لیے امام صاحب نے اسے الگ ذکر کیا ہے۔ بیع سلم یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کو رقم نقد دے دے اور جو چیز خریدنی ہے دونوں اس کا اور اس کے اوصاف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا اور اس کے نرخ اور مقدار کا تعین کر لیں اور اس وقت کا اور جگہ کا بھی تعین کر لیں جب اور جہاں وہ چیز دینی ہے۔ مثلاً ایک شخص دوسرے کو ایک لاکھ روپے پہلے دے دے اس شرط پر کہ وہ اسے چاول باسمتی درجہ اول یا کھجور برنی یا عجوہ پانچ ہزار روپے فی من کے حساب سے محرم ۱۴۴۴ھ کی بیس تاریخ کو کل بیس من لاہور چوبرجی میں دے گا۔ اسے ''سلم'' اس لیے کہتے ہیں کہ ''سلم'' کا معنی سپرد کرنا ہے اور اس میں رقم پہلے مال بیچنے والے کے سپرد کر دی جاتی ہے۔ اسے ''سلف'' بھی کہتے ہیں، کیونکہ سلف کا معنی قرض ہے اور اس میں وہ رقم مال بیچنے والے کے ذمے قرض ہوتی ہے۔ ''کیل'' (ماپ) کا مطلب صاع یعنی ٹوپے وغیرہ سے ماپنا ہے اور وزن کا معنی تولنا ہے۔ اگر کپڑا وغیرہ ہو تو میٹر یا گز کے حساب سے مقدار اور نرخ کا تعین ہو گا۔ اگر گنتی والی چیز ہے تو عدد کا تعین ہونا چاہیے۔ کیل والی چیز کا تعین وزن کی صورت میں بھی ہو سکتا ہے اور وزن والی چیز کا تعین کیل کی صورت میں ممکن ہو تو وہ بھی جائز ہے، کیونکہ اصل مقصود مقدار کا تعین ہے، تا کہ جھگڑا پیدا نہ ہو۔

٢ - بَابُ السَّلَمِ فِي وَزْنٍ مَعْلُومٍ

2۔ باب: طے شدہ وزن میں بیع سلم کرنا

٢٢٤٠ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ، أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِينَةَ وَهُمْ يُسْلِفُونَ بِالتَّمْرِ السَّنَتَيْنِ وَالثَّلَاثَ، فَقَالَ: «مَنْ أَسْلَفَ فِي شَيْءٍ، فَفِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ، وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ»

2240۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ مدینہ میں آئے اور وہ لوگ کھجوروں میں دو اور تین سال کی بیع سلم کرتے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی چیز میں بیع سلم کرے وہ طے شدہ ماپ اور طے شدہ وزن اور طے شدہ مدت تک سلم کرے۔''

حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ وَقَالَ: «فَلْيُسْلِفْ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ» [راجع: ٢٢٣٩- أخرجه مسلم: ١٦٠٤]

ہمیں علی نے بیان کیا کہ ہمیں سفیان نے بیان کیا، انھوں نے کہا: مجھے ابن ابی نجیح نے بیان کیا اور کہا: ''وہ طے شدہ ماپ میں طے شدہ مدت تک سلم کرے۔''

٢٢٤١ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ:

2241۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ آئے اور کہا: ''طے شدہ ماپ میں اور طے شدہ وزن میں طے شدہ مدت تک۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ وَقَالَ : « فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ، وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ » [راجع : ٢٢٣٩ـ أخرجه مسلم : ١٦٠٤]

٢٢٤٢، ٢٢٤٣ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ ابْنِ أَبِي الْمُجَالِدِ . وَحَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي الْمُجَالِدِ، حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، قَالَ : أَخْبَرَنِي مُحَمَّدٌ – أَوْ عَبْدُ اللَّهِ – بْنُ أَبِي الْمُجَالِدِ قَالَ : اخْتَلَفَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ وَأَبُو بُرْدَةَ فِي السَّلَفِ فَبَعَثُونِي إِلَى ابْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ : إِنَّا كُنَّا نُسْلِفُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالزَّبِيبِ وَالتَّمْرِ وَسَأَلْتُ ابْنَ أَبْزَى، فَقَالَ : مِثْلَ ذَلِكَ . [الحديث : ٢٢٤٢، انظر : ٢٢٤٤، ٢٢٥٥] [الحديث : ٢٢٤٣، انظر : ٢٢٤٥، ٢٢٥٤]

2242، 2243۔ محمد (بن ابی المجالد) یا عبداللہ بن ابی المجالد سے روایت ہے، انھوں نے کہا: عبداللہ بن شداد اور ابو بردہ رضی اللہ عنہما کا بیع سلم کے بارے میں اختلاف ہو گیا تو انھوں نے مجھے ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما کی طرف بھیجا، میں نے ان سے پوچھا تو انھوں نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے عہد میں گندم، جو، کشمش یا منقی اور کھجور میں بیع سلم کیا کرتے تھے اور میں نے ابن ابزیٰ رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو انھوں نے بھی ایسے ہی کہا۔

فوائد 1 مَنْ أَسْلَفَ فِي شَيْءٍ (جو شخص کسی چیز میں بیع سلم کرے): اس سے معلوم ہوا کہ بیع سلم کسی بھی چیز میں کی جا سکتی ہے جب اس کی قیمت پہلے دے دی جائے اور اس کے اوصاف کا اور نرخ اور مقدار اور مدت کا تعین کر لیا جائے، مثلاً کوئی جانور گائے، بھینس یا بکری یا مرغی یا کوئی سواری یا مشین غرض کوئی بھی چیز جس کے اوصاف کا تعین ہو سکے اس میں بیع سلم درست ہے۔

2 عبداللہ بن شداد اور ابو بردہ رضی اللہ عنہما کا اختلاف اس بات میں تھا کہ کیا اس شخص سے بیع سلم کی جا سکتی ہے جس کے پاس سودے کے وقت فروخت کی جانے والی جنس موجود نہ ہو۔ اس باب کے بعد والے باب میں امام صاحب نے اس حدیث پر یہ عنوان مقرر کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن ابزیٰ رضی اللہ عنہما سے مراد عبدالرحمٰن خزاعی ہیں، صغار صحابہ سے ہیں، ان کے والد بھی راجح روایت میں صحابی ہیں۔ ابوبردہ رضی اللہ عنہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔

٣- بَابُ السَّلَمِ إِلَى مَنْ لَيْسَ عِنْدَهُ أَصْلٌ

٢٢٤٤، ٢٢٤٥- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي الْمُجَالِدِ قَالَ: بَعَثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ شَدَّادٍ وَأَبُو بُرْدَةَ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، فَقَالَا: سَلْهُ: هَلْ كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ يُسْلِفُونَ فِي الْحِنْطَةِ؟ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: كُنَّا نُسْلِفُ نَبِيطَ أَهْلِ الشَّامِ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالزَّيْتِ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ، قُلْتُ: إِلَى مَنْ كَانَ أَصْلُهُ عِنْدَهُ؟ قَالَ: مَا كُنَّا نَسْأَلُهُمْ عَنْ ذَلِكَ، ثُمَّ بَعَثَانِي إِلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى فَسَأَلْتُهُ، فَقَالَ: كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ يُسْلِفُونَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ، وَلَمْ نَسْأَلْهُمْ: أَلَهُمْ حَرْثٌ أَمْ لَا؟ [راجع: ٢٢٤٢، ٢٢٤٣]

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي مُجَالِدٍ بِهَذَا، وَقَالَ: فَنُسْلِفُهُمْ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ. وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْوَلِيدِ، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ، وَقَالَ: وَالزَّيْتِ. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ،

3- باب: اس شخص سے بیع سلم کرنا جس کے پاس اصل نہ ہو

2244، 2245- محمد بن ابی المجالد سے روایت ہے کہ مجھے عبداللہ بن شداد اور ابو بردہ رضی اللہ عنہما نے عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما کے پاس بھیجا کہ ان سے پوچھو: کیا اصحاب نبی ﷺ نبی ﷺ کے عہد میں گندم میں بیع سلم کر لیا کرتے تھے؟ عبداللہ (بن ابی اوفیٰ) رضی اللہ عنہما نے کہا: ہم اہل شام کے کسانوں سے گندم، جو اور تیل میں طے شدہ ماپ میں ایک طے شدہ مدت تک بیع سلم کیا کرتے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا: کیا ان لوگوں سے جن کے پاس اس کا اصل ہوتا تھا؟ انھوں نے کہا: ہم ان سے اس کے بارے میں نہیں پوچھتے تھے، پھر ان دونوں نے مجھے عبدالرحمٰن بن ابزیٰ رضی اللہ عنہما کے پاس بھیجا، میں نے ان سے پوچھا تو انھوں نے کہا: اصحاب نبی ﷺ نبی ﷺ کے عہد میں بیع سلم کیا کرتے تھے اور ہم ان سے اس کے متعلق نہیں پوچھا کرتے تھے کہ ان کے پاس کھیتی ہے یا نہیں؟

ہمیں اسحاق نے بیان کیا کہ ہمیں خالد بن عبداللہ نے شیبانی سے، انھوں نے محمد بن ابی المجالد سے یہ حدیث بیان کی اور کہا: ہم ان سے گندم اور جو میں بیع سلم کرتے تھے۔ اور عبداللہ بن ولید نے سفیان سے بیان کیا کہ ہمیں شیبانی نے بیان کیا اور کہا: اور تیل میں۔ ہمیں قتیبہ نے بیان کیا کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَقَالَ: فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالزَّبِيبِ.

ہمیں جریر نے شیبانی سے بیان کیا اور کہا: گندم اور جو اور کشمش یا منقی میں۔

٢٢٤٦- حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنَا عَمْرٌو، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْبَخْتَرِيِّ الطَّائِيَّ قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ، قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يُوكَلَ مِنْهُ وَحَتَّى يُوزَنَ، فَقَالَ الرَّجُلُ: وَأَيُّ شَيْءٍ يُوزَنُ؟ قَالَ رَجُلٌ إِلَى جَانِبِهِ: حَتَّى يُحْرَزَ.

2246۔ ابو بختری الطائی سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے درختوں پر موجود کھجوروں کی بیع سلم کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے کہا: نبی ﷺ نے کھجوروں کے درخت بیچنے سے منع کیا یہاں تک کہ ان میں سے کھایا جائے اور یہاں تک کہ ان کا وزن کیا جائے، تو ایک آدمی نے کہا: وزن کس چیز کا کیا جائے؟ تو ان کے پاس بیٹھے ہوئے ایک آدمی نے کہا: یہاں تک کہ وہ محفوظ ہو جائیں۔

وَقَالَ مُعَاذٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو، قَالَ أَبُو الْبَخْتَرِيِّ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ مِثْلَهُ. [انظر: ٢٢٤٨، ٢٢٥٠- أخرجه مسلم: ١٥٣٧]

اور معاذ نے کہا: ہمیں شعبہ نے عمرو سے بیان کیا کہ ابو بختری نے کہا: میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی حدیث کی طرح سنا کہ نبی ﷺ نے منع فرمایا۔

فوائد 1 "أَصْلٌ" سے مراد وہ کھیتی یا درخت ہیں جن سے حاصل ہونے والے اناج یا پھلوں میں بیع سلم کی گئی ہے۔ حدیث سے معلوم ہوا کہ بیع سلم کرتے وقت بیچنے والے کے پاس ان کھیتوں یا درختوں کا موجود ہونا ضروری نہیں جن کی جنس یا پھل کی بیع سلم کی جا رہی ہے۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم بیع سلم کرتے وقت اس کے متعلق پوچھتے ہی نہیں تھے۔ اگر ضروری ہوتا تو وہ بیع سے پہلے یہ بات ضرور پوچھتے کہ کیا آپ کے پاس وہ کھیت یا درخت موجود ہیں جن کا اناج یا پھل آپ ہمیں فروخت کر رہے ہیں۔

2 یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی خاص کھیت کا اناج یا خاص درختوں کا پھل بیع سلم کے ساتھ اس وقت تک بیچنا منع ہے جب تک اس کا پھل درست ہو کر پکنے کے اتنا قریب نہ ہو جائے کہ وہ اسے لگنے والی بیماریوں سے محفوظ ہو جائے۔ ہاں کسی درخت یا کھیت کی شرط کے بغیر بیع سلم کی جائے تو اس میں ایسی کوئی شرط نہیں۔

3 نَبِيطُ أَهْلِ الشَّامِ: یہ عرب کے کچھ لوگ تھے جو ایران اور روم میں چلے گئے، ان کے نسب مل جل گئے اور ان کی زبانیں بھی خالص نہ رہیں، بلکہ دوسری قوموں کے ساتھ میل جول کی وجہ سے بگڑ گئیں۔ یہ لوگ کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے۔ ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ذمی لوگوں کے ساتھ خرید و فروخت اور بیع سلم کا جواز ثابت ہوتا ہے اور یہ کہ اگرچہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بعض احادیث میں وہ چیز بیچنے کی ممانعت ہے جو تمھارے پاس نہ ہو مگر بیع سلم کی صورت میں ایسا کرنا جائز ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ دونوں حدیثیں اپنی اپنی جگہ اصل کا درجہ رکھتی ہیں۔ اس لیے کسی کو دوسرے کے خلاف ہونے سے کچھ نقصان نہیں۔ (فتح الباری)

4 حَتّٰی یُحْرَزَ: اگر اس میں راء (بغیر نقطہ) پہلے ہو تو اس کا معنی ہے: یہاں تک کہ وہ محفوظ ہو جائے اور اگر زاء (نقطہ والی) پہلے ہو تو اس کا معنی ہے: اس کا اندازہ لگایا جا سکے۔ عموماً ترجمہ کرنے والوں نے "یُحْرَزَ" (پہلے راء بغیر نقطہ کے ساتھ) والے متن کا ترجمہ "اندازہ کیا جائے" کیا ہے، حالانکہ یہ "یُحْزَرَ" کا ترجمہ ہے جس میں نقطہ والی زاء پہلے ہے اور بغیر نقطہ والی راء بعد میں ہے۔

٤ - بَابُ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ

4۔ باب: کھجور کے درختوں پر لگی ہوئی کھجوروں کی بیع سلم

٢٢٤٧، ٢٢٤٨ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ، فَقَالَ: نُهِيَ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يَصْلُحَ، وَعَنْ بَيْعِ الْوَرِقِ نَسَاءً بِنَاجِزٍ. [راجع: ١٤٨٦ - أخرجه مسلم: ١٥٣٤ وفي البيوع (٥١ و ٥٧) دون بيع الورق]

2247، 2248۔ ابوبختری سے روایت ہے کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے درختوں پر لگی ہوئی کھجوروں میں سلم کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے کہا: کھجور کے درختوں کو بیچنے سے منع کیا گیا ہے یہاں تک کہ وہ درست ہو جائیں اور ادھار چاندی کو نقد کے بدلے بیچنے سے منع کیا گیا ہے۔

وَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ فَقَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يُؤْكَلَ مِنْهُ - أَوْ يَأْكُلَ مِنْهُ - وَحَتَّى يُوزَنَ. [راجع: ٢٢٤٦ - أخرجه مسلم: ١٥٣٧]

اور میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے درختوں پر موجود کھجوروں کی بیع سلم کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے کھجور کے درختوں کی بیع سے منع فرمایا یہاں تک کہ ان میں سے کھایا جائے یا (فرمایا) یہاں تک کہ وہ ان میں سے کھائے اور یہاں تک کہ ان کا وزن کیا جائے۔

٢٢٤٩، ٢٢٥٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ: سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ، فَقَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى

2249، 2250۔ ابوبختری سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے درختوں پر موجود کھجوروں میں سلم کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے کہا: نبی ﷺ نے پھلوں کی فروخت سے منع کیا یہاں تک کہ وہ درست ہو جائیں اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

يَصْلُحَ وَنَهَى عَنِ الْوَرِقِ بِالذَّهَبِ نَسَاءً بِنَاجِزٍ .
[راجع : ١٤٨٦ـ أخرجه مسلم : ١٥٣٤، وفي البيوع (٥١ و ٥٧) دون بيع الورق]

چاندی کو سونے کے بدلے اس طرح فروخت کرنے سے منع کیا کہ ان میں سے ایک نقد اور دوسری ادھار ہو۔

وَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يَأْكُلَ ـ أَوْ يُؤْكَلَ ـ وَحَتَّى يُوزَنَ، قُلْتُ : وَمَا يُوزَنُ؟ قَالَ رَجُلٌ عِنْدَهُ : حَتَّى يُحْرَزَ .
[راجع : ٢٢٤٦ـ أخرجه مسلم : ١٥٣٤، وفي البيوع (٥١، ٥٧) دون بيع الورق]

اور میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو انھوں نے کہا: نبی ﷺ نے کھجور کے درخت (پر پھل) بیچنے سے منع کیا یہاں تک کہ (اس میں سے) کھائے یا کھایا جائے یا اس کا وزن کیا جائے۔ میں نے کہا: کیا وزن کیا جائے؟ تو ان کے پاس ایک آدمی نے کہا: یہاں تک کہ وہ محفوظ ہو جائے۔

فائدہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ درختوں کا پھل اگر پک چکا ہو یا ان میں سے کوئی کوئی دانہ پک چکا ہو تو ان میں بیع سلم ہو سکتی ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک کرنسی دوسری کے بدلے فروخت کی جائے تو دونوں کا نقد ہونا ضروری ہے۔

٥ـ بَابُ الْكَفِيلِ فِي السَّلَمِ

5۔ باب: بیع سلم میں ضامن لینا

٢٢٥١ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ، حَدَّثَنَا يَعْلَى، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : اشْتَرَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ طَعَامًا مِنْ يَهُودِيٍّ بِنَسِيئَةٍ وَرَهَنَهُ دِرْعًا لَهُ مِنْ حَدِيدٍ . [راجع : ٢٠٦٨ـ أخرجه مسلم : ١٦٠٣]

2251۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی سے کچھ غلہ ادھار خریدا اور اس کے پاس اپنی لوہے کی ایک زرہ گروی رکھی۔

فائدہ یہ حدیث (٢٠٦٨) میں گزر چکی ہے۔ باب سے حدیث کی مناسبت یہ ہے کہ قرض میں جب رہن بطور ضمانت رکھا جا سکتا ہے تو سلم میں بھی چونکہ رقم پہلے دی جاتی ہے اس لیے بطور ضمانت رہن رکھا جا سکتا ہے اور جب رہن بطور ضمانت رکھا جا سکتا ہے تو اگر کوئی آدمی شخصی ضمانت قبول کرے تو اسے ضامن بھی دیا جا سکتا ہے۔

٦ـ بَابُ الرَّهْنِ فِي السَّلَمِ

6۔ باب: بیع سلم میں گروی رکھنا

٢٢٥٢ـ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ : تَذَاكَرْنَا عِنْدَ

2252۔ اعمش نے بیان کیا کہ ہم نے ابراہیم کے پاس بیع سلم میں گروی رکھنے کا آپس میں ذکر کیا تو انھوں نے کہا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

إِبْرَاهِيمُ الرَّهْنَ فِي السَّلَفِ، فَقَالَ : حَدَّثَنِي الْأَسْوَدُ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اشْتَرَى مِنْ يَهُودِيٍّ طَعَامًا إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ، وَارْتَهَنَ مِنْهُ دِرْعًا مِنْ حَدِيدٍ . [راجع : ٢٠٦٨- أخرجه مسلم : ١٦٠٣]

مجھے اسود نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے ایک یہودی سے کچھ غلہ ایک معینہ مدت تک خریدا اور اس نے آپ ﷺ سے لوہے کی ایک زرہ بطور گروی رکھی۔

فائدہ یہ حدیث (۲۰۶۸) میں گزر چکی ہے۔ مناسبت واضح ہے کہ جب عام قرض میں رہن رکھا جا سکتا ہے تو بیع سلم میں پہلے دی ہوئی رقم کی ضمانت کے لیے بھی رہن رکھا جا سکتا ہے۔ حدیث کا ترجمہ متن میں ”وَارْتَهَنَ“ کے مطابق کیا گیا ہے۔

٧- بَابُ السَّلَمِ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ

7۔ باب: طے شدہ مدت تک بیع سلم کرنا

وَبِهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَأَبُو سَعِيدٍ وَالْأَسْوَدُ وَالْحَسَنُ، وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ : لَا بَأْسَ فِي الطَّعَامِ الْمَوْصُوفِ بِسِعْرٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ، مَا لَمْ يَكُ ذَلِكَ فِي زَرْعٍ لَمْ يَبْدُ صَلَاحُهُ .

یہی بات ابن عباس اور ابو سعید رضی اللہ عنہم اور اسود اور حسن نے کہی ہے۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: ایسے اناج میں بیع سلم کا کوئی حرج نہیں جس کی صفت طے شدہ ہو، نرخ طے شدہ ہو اور طے شدہ مدت تک ہو، جب تک ایسی کھیتی میں نہ ہو جس کا درست ہونا ظاہر نہیں ہوا۔

٢٢٥٣- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِينَةَ وَهُمْ يُسْلِفُونَ فِي الثِّمَارِ السَّنَتَيْنِ وَالثَّلَاثَ، فَقَالَ : « أَسْلِفُوا فِي الثِّمَارِ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ »

2253۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ مدینہ میں آئے اور وہ لوگ پھلوں میں دو سال اور تین سال کے لیے بیع سلم کرتے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”پھلوں میں سلم طے شدہ ماپ اور طے شدہ مدت تک کرو۔“

وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ، وَقَالَ : « فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ، وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ » [راجع : ٢٢٣٩- أخرجه مسلم : ١٦٠٤]

اور عبد اللہ بن ولید نے کہا: ہمیں سفیان نے بیان کیا کہ ہمیں ابن ابی نجیح نے بیان کیا اور کہا: ”طے شدہ ماپ میں اور طے شدہ وزن میں۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

٢٢٥٤، ٢٢٥٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سُلَيْمَانَ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي مُجَالِدٍ قَالَ: أَرْسَلَنِي أَبُو بُرْدَةَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ شَدَّادٍ إِلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى، فَسَأَلْتُهُمَا عَنِ السَّلَفِ، فَقَالَا: كُنَّا نُصِيبُ الْمَغَانِمَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَكَانَ يَأْتِينَا أَنْبَاطٌ مِنْ أَنْبَاطِ الشَّامِ، فَنُسْلِفُهُمْ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالزَّبِيبِ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى، قَالَ: قُلْتُ: أَكَانَ لَهُمْ زَرْعٌ أَوْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ زَرْعٌ؟ قَالَا: مَا كُنَّا نَسْأَلُهُمْ عَنْ ذَلِكَ. [راجع: ٢٢٤٢، ٢٢٤٣]

2254، 2255۔ محمد بن ابی المجالد سے روایت ہے کہ مجھے ابو بردہ اور عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہما نے عبدالرحمن بن ابزی رضی اللہ عنہما اور عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما کی طرف بھیجا تو میں نے ان سے سلم کے متعلق پوچھا، انھوں نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غنیمتیں حاصل کرتے تھے، ہمارے پاس شام کے کچھ کاشتکار آتے تو ہم ان سے گندم، جو اور منقیٰ میں ایک طے شدہ مدت تک سلم کرتے تھے۔ میں نے کہا: کیا ان کی کھیتی ہوتی تھی یا ان کی کھیتی نہیں ہوتی تھی؟ تو دونوں نے کہا: ہم ان سے اس کے بارے میں نہیں پوچھتے تھے۔

فائدہ "بیع سلم" میں مدت کا طے ہونا قرآن مجید کی "آیتِ مداینہ" سے ثابت ہے، فرمایا: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيۡنٍ إِلَىٰٓ أَجَلٖ مُّسَمّٗى فَٱكۡتُبُوهُ﴾ [البقرة: ٢٨٢] "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب آپس میں ایک مقرر مدت تک قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لو۔" اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث اور آثارِ صحابہ وتابعین سے اس کی تائید ہوتی ہے، جیسا کہ احادیث میں گزر چکا ہے۔

٨- بَابُ السَّلَمِ إِلَى أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ

8- باب: بیع سلم میں اونٹنی کے بچہ جننے کی مدت مقرر کرنا

٢٢٥٦ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانُوا يَتَبَايَعُونَ الْجَزُورَ إِلَى حَبَلِ الْحَبَلَةِ، فَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْهُ.

2256۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ اونٹوں کی خرید و فروخت حمل کے حمل کی مدت تک کرتے تھے تو نبی ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فَسَّرَهُ نَافِعٌ: أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ مَا فِي بَطْنِهَا.

نافع نے اس کی تفسیر کی کہ اس مدت تک کہ اونٹنی اپنے پیٹ کا بچہ جنے۔

[راجع: ٢١٤٣۔ أخرجه مسلم: ١٥١٤]

فائدہ اس حدیث کی مفصل شرح (۲۱۴۳) میں گزر چکی ہے۔

[تَمَّ كِتَابُ السَّلَمِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

٣٦- كِتَابُ الشُّفْعَةِ

شفعہ کی کتاب

١- بَابٌ: اَلشُّفْعَةُ مَا لَمْ يُقْسَمْ، فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ فَلَا شُفْعَةَ

1- باب: شفعہ اس وقت تک ہے کہ تقسیم نہ کی گئی ہو اور جب حد بندی ہو جائے تو کوئی شفعہ نہیں

٢٢٥٧- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَضَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالشُّفْعَةِ فِي كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ، فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ، وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ. [راجع : ٢٢١٣- أخرجه مسلم : ١٦٠٨، بالقطعة الأولى]

2257- جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر اس چیز میں شفعہ کا فیصلہ فرمایا جو تقسیم نہ کی گئی ہو، پھر جب حدیں بن جائیں اور راستے جدا ہو جائیں تو کوئی شفعہ نہیں۔

فوائد 1 "اَلشُّفْعَةُ" "شَفْعٌ" سے مشتق ہے جس کا معنی جوڑا ہے، جیسے فرمایا: ﴿وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ﴾ [الفجر : ٣] "اور جفت اور طاق کی قسم!" ابن حزم نے کہا کہ شفعہ کا لفظ اپنے مخصوص معنی میں شرعی لفظ ہے، اس سے پہلے عرب میں یہ لفظ اس معنی میں استعمال نہیں ہوا، جیسا کہ " صَلَاةٌ " اور " زَكَاةٌ " وغیرہ ہے۔ شرع میں اس کا معنی ہے ایک شریک کا حصہ جو کسی اجنبی کی طرف منتقل ہو گیا تھا، اس کا دوسرے شریک کی طرف اسی معاوضہ میں منتقل ہو جانا جو اس اجنبی نے دیا تھا۔ چونکہ شفعہ کرنے والا اپنے حصے کے ساتھ اپنے شریک کے حصے کو بھی ملا لیتا ہے، اس لیے اس عمل کو شفعہ کہتے ہیں کہ شریک نے اپنے حصے کے ساتھ دوسرے شریک کے حصے کو ملا کر جوڑا بنا لیا۔ صحیح مسلم (١٣٤/١٦٠٨) میں جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث کچھ تفصیل سے آئی ہے جس سے اس کا مفہوم خوب واضح ہوتا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: ((قَضَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالشُّفْعَةِ فِيْ كُلِّ شِرْكَةٍ لَمْ تُقْسَمْ، رَبْعَةٍ أَوْ حَائِطٍ، لَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَبِيْعَ حَتّٰى يُؤْذِنَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شَرِيكَهُ، فَإِنْ شَاءَ أَخَذَ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ، فَإِذَا بَاعَ وَلَمْ يُؤْذِنْهُ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ ﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے ہر مشترکہ چیز کے متعلق حکم دیا جو تقسیم نہ کی گئی ہو، مکان ہو یا باغ، اس کے لیے حلال نہیں کہ اسے بیچے یہاں تک کہ اپنے شریک (حصہ دار) کو اطلاع دے، پھر اگر وہ چاہے تو لے لے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے اور جب وہ بیچے اور اس نے اسے اطلاع نہ دی ہو تو وہ اس کا زیادہ حق دار ہے۔“ حافظ رحمہ اللہ نے کہا: ”اس حدیث کے ابتدائی حصے سے معلوم ہوتا ہے کہ شفعہ منقولہ چیزوں میں بھی ہوتا ہے اور اس کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف جائداد میں ہوتا ہے۔“

2 حافظ عبدالستار حماد لکھتے ہیں: ”شفعہ کے بالترتیب تین اسباب حسبِ ذیل ہیں: ① شرکتِ ملکیت: ایک شخص فروخت کردہ مشفوعہ جائداد کی ذات میں شریک ہو، جیسا کہ دو یا دو سے زیادہ آدمی غیر منقسم زمین یا مکان میں شریک ہوں۔ ② شرکتِ حق: دو یا دو سے زیادہ اشخاص فروخت کردہ جائداد کی ذات کے بجائے اس کے حقوق میں شریک ہوں، مثلاً گزرنے کا حق یا سیراب کرنے کا حق وغیرہ۔ ③ ہمسائیگی: شفعہ کرنے والے کا مکان فروخت کردہ جائداد سے متصل ہو۔“ اس کے بعد لکھتے ہیں: ”واضح رہے کہ شفعہ خلاف اصل ثابت ہوتا ہے، کیونکہ اسے خریدار کی ملکیت سے چھین کر اس کی رضامندی کے بغیر اسے قیمت واپس لینے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ تاہم شریعت نے بعض مصلحتوں کی بنا پر اسے جائز قرار دیا ہے، اس لیے مطلق طور پر اسے جائز قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ اس کے لیے چند ایک شرائط حسبِ ذیل ہیں: ① پیش کردہ حدیث کے مطابق شفعہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ جائداد مشترکہ ہو اور اسے تقسیم نہ کیا گیا ہو۔ اگر جائداد تقسیم ہو جائے اور راستے الگ الگ ہو جائیں تو حقِ شفعہ ساقط ہو جاتا ہے۔ ② وہ ایسی جائداد ہو جو فروخت کرنے والے کی ملکیت غیر منقولہ ہو۔ منقولہ جائداد فروخت کرنے میں کوئی شفعہ نہیں ہوگا، مثلاً حیوانات، اناج یا پھل وغیرہ۔ ③ شفعہ کرنے والے کی وہ جائداد جس کی وجہ سے اسے شفعہ کا حق حاصل ہو رہا ہے اس کی اپنی مملوکہ ہو۔ وقف کی اراضی یا حکومت کی جائداد پر کسی کو شفعہ کا حق حاصل نہیں ہوگا۔ ④ شفعہ کا حق اس وقت حاصل ہوگا جب کوئی جائداد بذریعہ عقد بیع قطعی طور پر منتقل کی گئی ہو۔ اس بنا پر ہبہ، وراثت یا صدقے کے ذریعے سے ملنے والی چیز پر شفعہ نہیں ہوگا۔ ⑤ شفعہ کا مطالبہ فوری ہونا چاہیے۔ جب علم ہونے کے بعد خاموشی اختیار کی جائے تو اس سے حقِ شفعہ ساقط ہو جاتا ہے۔“ (ہدایۃ القاری)

3 حافظ عبدالستار صاحب نے منقولہ جائداد میں شفعہ کو ناجائز کہا ہے مگر جو وجہ غیر منقولہ جائداد میں شفعہ مشروع ہونے کی ہے وہی بعض اوقات منقولہ اشیاء میں بھی ہوتی ہے، مثلاً دو آدمی ایک گاڑی یا مشین وغیرہ کی ملکیت میں شریک ہیں، ان میں سے ایک شریک اپنا حصہ کسی اجنبی کو فروخت کرتا ہے تو عین ممکن ہے کہ وہ اجنبی اپنے مزاج اور رویے میں دوسرے شریک کے ساتھ موافقت نہ رکھتا ہو اور اس کے لیے پریشانی کا باعث ہو۔ غیر منقولہ جائداد میں بھی شفعہ کی حکمت یہی ہے، اس لیے منقولہ جائداد میں بھی شفعہ جائز ہونا چاہیے۔ حافظ رحمہ اللہ نے لکھا ہے: بیہقی (۶/۱۸۱، ح: ۱۱۶۰۲) نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کی ہے: ﴿ اَلشُّفْعَةُ فِي كُلِّ شَيْءٍ ﴾ ”شفعہ ہر چیز میں ہے۔“ اس کے راوی ثقہ ہیں مگر اس میں مرسل ہونے کی علت بیان کی گئی ہے اور طحاوی (۴/۱۲۶، ح: ۶۰۱۵) نے جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس کا ایک شاہد روایت کیا ہے:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

" بِإِسْنَادٍ لَا بَأْسَ بِرُوَاتِهِ " "ایسی سند کے ساتھ جس کے راویوں میں کوئی خرابی نہیں۔" (فتح الباری) طحاوی کی اس روایت کے الفاظ یہ ہیں: « قَضَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالشُّفْعَةِ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ » علامہ البانی رحمہ اللہ اور دوسرے کئی اہلِ علم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما والی روایت کو مرسل قرار دے کر ضعیف کہا ہے مگر جیسا کہ حافظ رحمہ اللہ نے کہا: طحاوی میں مذکور جابر رضی اللہ عنہ والی روایت کے راویوں میں کوئی خرابی نہیں۔ "انیس الساری" کے مؤلف نے اس حدیث کے تمام طرق اور الفاظ پر لمبی بحث کے بعد آخر میں "شرح معانی الآثار للطحاوی" کی یہ روایت ذکر کی ہے اور کہا ہے: " وَمِنْ طَرِيْقِهِ أَخْرَجَهُ ابْنُ حَزْمٍ فِي الْمُحَلّٰى (١٠/ ٦) وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ وَابْنُ جُرَيْجٍ لَا يُدَلِّسُ فِيْ عَطَاءٍ " یعنی طحاوی والی سند ہی سے ابن حزم نے اسے المحلّٰی (۱۰/۶) میں روایت کیا ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے اور ابن جریج عطا سے روایت کرتے ہوئے تدلیس نہیں کرتے۔ [أنيس الساري : ٢٢٩٨]

٢- بَابُ عَرْضِ الشُّفْعَةِ عَلَى صَاحِبِهَا قَبْلَ الْبَيْعِ

2۔ باب: فروخت سے پہلے شفعہ کو شفعہ کے حق دار کے سامنے پیش کرنا

وَقَالَ الْحَكَمُ : إِذَا أَذِنَ لَهُ ، قَبْلَ الْبَيْعِ فَلَا شُفْعَةَ لَهُ، وَقَالَ الشَّعْبِيُّ : مَنْ بِيعَتْ شُفْعَتُهُ وَهُوَ شَاهِدٌ لَا يُغَيِّرُهَا، فَلَا شُفْعَةَ لَهُ .

اور حکم نے کہا: جب وہ اسے فروخت سے پہلے اجازت دے دے تو اسے شفعہ کا کوئی حق نہیں۔ اور شعبی نے کہا: جس کا شفعہ فروخت کیا جائے اور وہ موجود ہو، اس پر کوئی اعتراض نہ کرے تو اسے شفعہ کا کوئی حق نہیں۔

٢٢٥٨- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَيْسَرَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيدِ قَالَ : وَقَفْتُ عَلَى سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، فَجَاءَ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى إِحْدَى مَنْكِبَيَّ، إِذْ جَاءَ أَبُو رَافِعٍ مَوْلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : يَا سَعْدُ ! ابْتَعْ مِنِّي بَيْتَيَّ فِي دَارِكَ ، فَقَالَ سَعْدٌ : وَاللّٰهِ ! مَا أَبْتَاعُهُمَا، فَقَالَ الْمِسْوَرُ : وَاللّٰهِ ! لَتَبْتَاعَنَّهُمَا، فَقَالَ سَعْدٌ : وَاللّٰهِ ! لَا أَزِيدُكَ عَلَى أَرْبَعَةِ آلَافٍ مُنَجَّمَةً – أَوْ مُقَطَّعَةً – قَالَ أَبُو رَافِعٍ : لَقَدْ أُعْطِيتُ بِهَا خَمْسَ مِائَةِ دِينَارٍ ، وَلَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ

2258۔ عمرو بن شرید سے روایت ہے کہ میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس ٹھہرا ہوا تھا تو مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ آئے اور انھوں نے اپنا ہاتھ میرے کندھے پر رکھ دیا، اتنے میں نبی ﷺ کے مولیٰ ابو رافع رضی اللہ عنہ آ گئے اور کہنے لگے: اے سعد! آپ کی حویلی میں واقع میرے دو مکان آپ مجھ سے خرید لیں۔ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں انھیں نہیں خریدوں گا۔ تو مسور رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! آپ انھیں ضرور خریدیں گے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں تجھے چار ہزار سے زیادہ نہیں دوں گا جو قسطوں میں ادا کیے جائیں گے۔ ابو رافع رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے اس کے پانچ سو دینار مل رہے تھے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ﷺ يَقُولُ : « اَلْجَارُ أَحَقُّ بِسَقَبِهِ » مَا أَعْطَيْتُكَهَا بِأَرْبَعَةِ آلَافٍ وَأَنَا أُعْطَى بِهَا خَمْسَ مِائَةِ دِينَارٍ، فَأَعْطَاهَا إِيَّاهُ. [انظر : ٦٩٧٧، ٦٩٧٨، ٦٩٨٠، ٦٩٨١]

اگر میں نے نبی ﷺ سے یہ نہ سنا ہوتا کہ ''ہمسایہ اپنے قرب کی وجہ سے زیادہ حق دار ہے'' تو میں تمھیں چار ہزار میں نہ دیتا، جب کہ مجھے اس کے پانچ سو دینار ملتے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے وہ مکان ان کو دے دیا۔

فوائد: 1 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شریک کے علاوہ ہمسائے کو بھی شفعہ کا حق حاصل ہے، کیونکہ سعد رضی اللہ عنہ کی حویلی میں موجود ابو رافع رضی اللہ عنہ کے دو مکانوں کی ملکیت میں سعد رضی اللہ عنہ شریک نہیں تھے، ابو رافع رضی اللہ عنہ نے ہمسائگی کی وجہ سے ان کا حق مقدم قرار دیا اور اس پر رسول اللہ ﷺ کی حدیث '' اَلْجَارُ أَحَقُّ بِسَقَبِهِ '' پڑھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ صرف شریک ہی شفعہ کا حق نہیں رکھتا بلکہ ہمسائے کو بھی اس کا حق ہے۔

2 ابو رافع رضی اللہ عنہ کو مکان کے پانچ سو دینار مل رہے تھے مگر سعد رضی اللہ عنہ نے چار ہزار درہم سے زیادہ دینے سے انکار کر دیا، وہ بھی قسطوں میں، تو ابو رافع رضی اللہ عنہ نے ہمسائگی کی وجہ سے سعد رضی اللہ عنہ کو کم قیمت پر ہی دے دیا۔

3 اس روایت میں جو چار ہزار کا ذکر ہے اس سے مراد درہم ہیں۔ سفیان کی روایت میں چار سو کا ذکر ہے اس سے مراد دینار ہیں اور صحیح بخاری '' كِتَابُ الْحِيَلِ (٦٩٧٨) '' میں '' بِأَرْبَعِ مِائَةِ مِثْقَالٍ '' ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت ایک مثقال دس درہم کے برابر تھا۔ یاد رہے کہ مثقال اور دینار ایک ہی چیز ہے (یعنی سونے کا سکہ)، گویا ابو رافع رضی اللہ عنہ نے پانچ سو دینار یا پانچ ہزار درہم چھوڑ دیے جو انھیں مکانوں کے مل رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی وجہ سے دونوں مکان قسطوں میں ملنے والے چار ہزار درہم یا چار سو دینار میں فروخت کر دیے۔ سنن ترمذی (١٣٦٩)، ابو داود (٣٥١٨)، ابن ماجہ (٢٤٩٤)، سنن کبریٰ نسائی (٦٢٦٤) اور مسند احمد (١٤٢٥٣) ان سب کتابوں میں حدیث کے الفاظ یہ ہیں: « اَلْجَارُ أَحَقُّ بِشُفْعَتِهِ، يُنْتَظَرُ بِهِ وَ إِنْ كَانَ غَائِبًا، إِذَا كَانَ طَرِيقُهُمَا وَاحِدًا » ''ہمسایہ اپنے شفعہ کا زیادہ حق دار ہے، اس کا انتظار کیا جائے گا خواہ وہ غائب ہو، جب دونوں کا راستہ ایک ہو۔'' اور یہ حدیث بھی صحیح ہے۔ اس لیے ہمسائے کے لیے شفعہ کے ثبوت میں کوئی شک نہیں۔

٣- بَابٌ : أَيُّ الْجِوَارِ أَقْرَبُ ؟

3- باب: کون سا ہمسایہ زیادہ قریب ہے؟

٢٢٥٩- حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، ح وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا شَبَابَةُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا أَبُو عِمْرَانَ قَالَ : سَمِعْتُ طَلْحَةَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قُلْتُ : يَا

2259- عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے کہا: یا رسول اللہ! میرے دو ہمسائے ہیں تو میں ان میں سے کسے ہدیہ دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس کا دروازہ تم سے زیادہ قریب ہے۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

رَسُولَ اللّٰهِ ! إِنَّ لِي جَارَيْنِ فَإِلَى أَيِّهِمَا أُهْدِي؟ قَالَ :

﴿ إِلَى أَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا ﴾ [انظر : ٢٥٩٥، ٦٠٢٠]

فائدہ: پچھلے باب میں ابو رافع رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہمسائے کے لیے شفعہ ثابت ہوا اور اس باب کی حدیث سے یہ متعین ہوا کہ اگر ہمسائے زیادہ ہوں تو ان میں سے شفعہ کا زیادہ حق دار وہ ہے جس کا دروازہ فروخت کردہ زمین والے کے زیادہ قریب ہو۔

[تَمَّ كِتَابُ الشُّفْعَةِ وَتَمَّ الْجُزْءُ الثَّامِنُ مِنْ صَحِيحِ الْبُخَارِيِّ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

٣٧ - كِتَابُ الْإِجَارَةِ
اجارہ کی کتاب

" إِجَارَةٌ " " أَجْرٌ " سے مشتق ہے، جس کا معنی بدلہ ہے۔ " إِجَارَةٌ " " آجَرَ يُؤْجِرُ " (افعال) اور " أَجَرَ يَأْجُرُ " (ن،ض) کا مصدر ہے، بدلہ دینا۔ یعنی آدمی یا جانور یا زمین وغیرہ سے کام لے کر اس کی اجرت (بدلہ) دینا۔

١ - بَابُ اسْتِئْجَارِ الرَّجُلِ الصَّالِحِ

1۔ باب: نیک آدمی کو مزدور رکھنا

وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ ﴾ [القصص : ٢٦] وَالْخَازِنُ الْأَمِينُ وَمَنْ لَمْ يَسْتَعْمِلْ مَنْ أَرَادَهُ .

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "بے شک سب سے بہتر شخص جسے تو اجرت پر رکھے، طاقت ور، امانت دار ہی ہے۔" اور امانت دار خزانچی اور اس شخص کا بیان جو اس شخص کو عہدہ نہ دے جو اس کا ارادہ کرے۔

فائدہ: آیت میں ان دو لڑکیوں میں سے ایک لڑکی کا بیان ذکر ہوا ہے جو مدین میں کنویں پر جانوروں کو پانی پلانے کے لیے گئی تھیں اور موسیٰ علیہ السلام نے جو مصر سے ہجرت کر کے مدین پہنچے ہی تھے، ان کی بکریوں کو پانی پلایا تھا، پھر گھر واپس جانے کے بعد ان میں سے ایک لڑکی موسیٰ علیہ السلام کو بلا کر لے گئی کہ والد صاحب تمھیں پانی پلانے کا بدلہ دینا چاہتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام وہاں گئے تو اس بزرگ نے موسیٰ علیہ السلام سے ان کی سرگزشت سن کر انھیں تسلی دی کہ ڈرو نہیں، تم ظالم فرعون اور اس کی قوم سے محفوظ ہو چکے ہو۔ اس موقع پر ایک لڑکی نے والد کو مشورہ دیا کہ آپ اس بندے کو مزدور رکھ لیں، کیونکہ اس میں دو خوبیاں ہیں: ایک یہ کہ وہ قوی ہے، دوسری یہ کہ وہ امین ہے۔ اس واقعہ کی تفصیل کے لیے دیکھیے تفسیر القرآن الکریم، سورۃ القصص کی آیت (٢٣ تا ٢٦)۔ امام بخاری نے ان اوصاف کے ذکر کے لیے یہ آیت ذکر کی ہے جنھیں کسی کو مزدور رکھتے وقت ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک وقت میں یہ دونوں صفات بہت کم لوگوں میں پائی جاتی ہیں۔ کوئی شخص اگر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کام کی اہلیت رکھتا ہے تو امانت میں کمزور ہے اور اگر امین ہے تو قوت و اہلیت نہیں رکھتا۔ (الا ماشاء اللہ) تیسری بات جو ان دونوں باتوں کے ساتھ ملحوظ رکھنی چاہیے وہ یہ ہے کہ کسی سرکاری عہدہ پر ایسے شخص کو فائز نہ کیا جائے جو اس کی خواہش رکھتا ہو یا درخواست کرتا ہو، کیونکہ اس میں بہت امکان ہے کہ اس کی حرص اسے امانت پر قائم نہ رہنے دے۔

اس لیے امام بخاری نے کہا: ''اس شخص کا بیان جو اس شخص کو عہدہ نہ دے جو اس کا ارادہ کرے۔'' واضح رہے کہ صدر سے چپڑاسی تک سب عہدیدار اجیر ہیں جو اپنے کام کی اجرت پاتے ہیں۔ آج کل کفار کی تقلید میں عہدہ پر فائز کرنے کے لیے صرف مہارت کو مدنظر رکھا جاتا ہے یا خویش پروری اور رشوت عہدے پر مقرر کرنے کی بنیاد بنتی ہے۔ امانت اور عہدے کی خواہش نہ ہونے کا خاص اہتمام نہیں کیا جاتا، اس کا نتیجہ کرپشن، رشوت خوری اور ظلم و ستم کا طوفان ہے جس میں تمام مسلم ممالک گھرے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

٢٢٦٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي جَدِّي أَبُو بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «الْخَازِنُ الْأَمِينُ الَّذِي يُؤَدِّي مَا أُمِرَ بِهِ طَيِّبَةً نَفْسُهُ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقِينَ» [راجع: ١٤٣٨- أخرجه مسلم: ١٠٢٣، مطولًا]

2260۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''امانت دار خزانچی جو وہ چیز دل کی خوشی کے ساتھ دے دے جس کا اسے حکم دیا گیا ہو، دو صدقہ کرنے والوں میں سے ایک ہے۔''

فائدہ: اس حدیث کی شرح (۱۴۳۸) میں گزر چکی ہے۔

٢٢٦١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ قُرَّةَ بْنِ خَالِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ، حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَقْبَلْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَمَعِي رَجُلَانِ مِنَ الْأَشْعَرِيِّينَ، فَقُلْتُ: مَا عَلِمْتُ أَنَّهُمَا يَطْلُبَانِ الْعَمَلَ، فَقَالَ: «لَنْ - أَوْ لَا - نَسْتَعْمِلُ عَلَى عَمَلِنَا مَنْ أَرَادَهُ» [انظر: ٣٠٣٨، ٤٣٤١، ٤٣٤٢، ٤٣٤٣، ٤٣٤٤، ٤٣٤٥، ٦١٢٤، ٦٩٢٣، ٧١٤٩، ٧١٥٦، ٧١٥٧، ٧١٧٢- أخرجه مسلم: ١٧٣٣، بقطعة ليست في هذه الطريق ولكنها في الإمارة (١٤)]

2261۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی ﷺ کے پاس آیا اور میرے ساتھ اشعری قبیلے کے دو آدمی تھے، تو میں نے کہا: مجھے علم نہ تھا کہ یہ دونوں عہدہ طلب کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہم اسے ہرگز اپنے کام پر نہیں لگائیں گے جو اس کا ارادہ کرے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ: یہ حدیث یہاں مختصر آئی ہے، یہ بتانے کے لیے کہ عہدے کے خواہش مند یا طلب گار کو عہدہ نہیں دینا چاہیے۔ مکمل حدیث (۶۹۲۳) میں آئے گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ) حافظ رحمہ اللہ نے کہا: حدیث سے ظاہر ہے کہ حکومت کے کسی عہدے پر اس آدمی کو مقرر نہ کیا جائے جو اس کی حرص رکھتا ہو، یہ نہی تحریمی ہے یا کراہت کے لیے ہے۔ قرطبی کا میلان تحریم کی طرف ہے، لیکن اس سے وہ شخص مستثنیٰ ہے جس کے سوا کوئی دوسرا وہ کام نہ کر سکتا ہو۔ (فتح الباری) لیکن اس میں یہ الجھن ہے کہ اگر طلب کرنے والے یا حرص رکھنے والے کو عہدہ نہ دیا جائے اور کوئی شخص درخواست نہ دے تو کیسے معلوم ہوگا کہ کسے عہدہ دینا ہے، اس طرح تو حکومت کے کام رک جائیں گے، معلوم ہوتا ہے کہ اگر حکومت خود درخواست طلب کرے تو درخواست دینے میں کوئی حرج نہیں۔

٢- بَابُ رَعْيِ الْغَنَمِ عَلَى قَرَارِيطَ

2۔ باب: چند قیراط پر بھیڑ بکریاں چرانا

٢٢٦٢- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَكِّيُّ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَا بَعَثَ اللَّهُ نَبِيًّا إِلَّا رَعَى الْغَنَمَ» فَقَالَ أَصْحَابُهُ: وَأَنْتَ؟ فَقَالَ: «نَعَمْ، كُنْتُ أَرْعَاهَا عَلَى قَرَارِيطَ لِأَهْلِ مَكَّةَ»

2262۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نے کوئی نبی نہیں بھیجا جس نے بھیڑ بکریاں نہ چرائی ہوں۔'' آپ کے اصحاب نے کہا: کیا آپ نے بھی؟ فرمایا: ''ہاں، میں انھیں اہلِ مکہ کے لیے چند قیراطوں پر چرایا کرتا تھا۔''

فوائد: 1 "قَرَارِيطُ" "قِيرَاطٌ" کی جمع ہے، جو دینار یا درہم کا ایک حصہ ہے۔

2 حافظ رحمہ اللہ نے لکھا ہے: علماء نے کہا: نبوت سے پہلے انبیاء علیہم السلام کے دل میں بکریاں چرانے کا الہام کرنے میں حکمت یہ ہے کہ انھیں بکریاں چرا کر اس کام کی مشق کروائی جائے جو امت کے معاملات کی تکلیف دے کر ان سے لیا جائے گا، کیونکہ بھیڑ بکریوں کے ساتھ رہنے سے ان میں حلم اور شفقت کی صفت پیدا ہوگی، جب وہ انھیں چرائیں گے اور چراگاہ میں ان کے بکھرنے کے بعد انھیں جمع کریں گے، ایک چراگاہ سے دوسری چراگاہ میں لے جائیں گے، بھیڑیوں اور دوسرے درندوں اور چوروں سے ان کی حفاظت کریں گے۔ ان میں سے ہر ایک کی الگ الگ طبیعت کو پہچانیں گے اور کمزور جانور ہونے کے باوجود ان کے بکھرنے اور ادھر ادھر نکل جانے کی عادت پر صبر کریں گے، تو ان میں یہ وصف پیدا ہو جائے گا کہ وہ ان کا اس طرح مسلسل خیال رکھیں کہ نہ تو ایسی سختی کریں کہ انھیں زخمی کر دیں یا ان کی کوئی ہڈی یا جوڑ توڑ دیں اور نہ ایسی نرمی کہ وہ بکھر جائیں اور ادھر ادھر جا کر گم ہو جائیں، یا کسی چور یا درندے کا شکار ہو جائیں، اس کے نتیجے میں وہ امت کے معاملات پر صبر کے عادی ہو جائیں گے، ان کی طبیعتوں اور عقلوں کے اختلاف کو پہچان کر اس کے مطابق ہر ایک سے معاملہ کریں گے۔ ان کے کمزوروں پر نرمی کریں گے، سرکشوں کی نگرانی کریں گے، نہ ایسی سختی کریں گے جو ان کے نقصان کا باعث بنے، نہ ایسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نرمی کہ وہ اطاعت سے نکل جائیں۔ چنانچہ بکریاں چرانے کے بعد امت کی نگرانی کا کام ان کے لیے اس سے آسان ہوگا کہ انھیں بکریاں چرائے بغیر شروع ہی سے امت کی نگرانی کا کام سونپ دیا جاتا، کیونکہ انھیں بکریاں چرا کر آہستہ آہستہ اس کی مشق ہو چکی ہوگی۔ پھر اونٹوں اور گائیوں کو باندھا بھی جا سکتا ہے مگر بھیڑ بکریوں کو باندھا نہیں جاتا، ایسی صورت میں ان کی نگرانی کے لیے ہر وقت چوکس رہنا پڑتا ہے۔ (فتح الباری)

3 نبی ﷺ کو یہ علم ہونے کے باوجود کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ''سید البشر'' بنایا ہے، آپ کا یہ ذکر کرنا کہ آپ معمولی اجرت پر لوگوں کی بکریاں چراتے رہے ہیں آپ ﷺ کی کمال تواضع کی دلیل ہے اور اس میں اپنے آپ پر اور دوسرے انبیاء ﷺ پر اللہ کے بے پایاں احسان کا تذکرہ ہے کہ اس نے انھیں کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ [صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى جَمِيْعِ الْأَنْبِيَاءِ أَفْضَلَ الصَّلَوَاتِ وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا كَثِيْرًا]

٣ - بَابُ اسْتِئْجَارِ الْمُشْرِكِينَ عِنْدَ الضَّرُورَةِ أَوْ إِذَا لَمْ يُوجَدْ أَهْلُ الْإِسْلَامِ

3۔ باب: ضرورت کے وقت یا جب کوئی مسلمان مزدور نہ ملے مشرکین سے مزدوری کا کام لینا

وَعَامَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَهُودَ خَيْبَرَ.

اور نبی ﷺ نے خیبر کے یہودیوں سے (مزارعت کا) معاملہ کیا۔

فائدہ باب کا مقصد یہ ہے کہ ضرورت کے بغیر کفار سے اجرت پر کام نہیں کرانا چاہیے۔

٢٢٦٣ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: وَاسْتَأْجَرَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ رَجُلًا مِنْ بَنِي الدِّيلِ ثُمَّ مِنْ بَنِي عَبْدِ بْنِ عَدِيٍّ هَادِيًا خِرِّيتًا - الْخِرِّيتُ: الْمَاهِرُ بِالْهِدَايَةِ - قَدْ غَمَسَ يَمِينَ حِلْفٍ فِي آلِ الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ وَهُوَ عَلَى دِينِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ، فَأَمِنَاهُ فَدَفَعَا إِلَيْهِ رَاحِلَتَيْهِمَا وَوَعَدَاهُ غَارَ ثَوْرٍ بَعْدَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، فَأَتَاهُمَا بِرَاحِلَتَيْهِمَا صَبِيحَةَ لَيَالٍ ثَلَاثٍ، فَارْتَحَلَا وَانْطَلَقَ مَعَهُمَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ وَالدَّلِيلُ الدِّيلِيُّ، فَأَخَذَ بِهِمْ

2263۔ عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اور ابو بکر ؓ نے (ہجرت کے موقع پر) ایک آدمی کو اجرت پر لیا جو بنو دیل سے پھر بنو عبد بن عدی سے تھا اور وہ ایک ماہر رہبر تھا، راستوں سے خوب واقف تھا، اس نے پانی میں ہاتھ ڈبو کر عاص بن وائل کے خاندان کا حلیف بننے کی قسم کھا رکھی تھی اور کفار کے دین پر تھا۔ نبی ﷺ اور ابو بکر ؓ دونوں نے اس پر اعتماد کیا اور اپنی دونوں اونٹنیاں اس کے سپرد کر دیں اور تین راتوں کے بعد اس سے غارِ ثور پر آنے کا وعدہ لے لیا۔ چنانچہ وہ تیسری رات کی صبح کو ان کی اونٹنیاں لے کر آ گیا اور وہ روانہ ہو گئے اور ان کے ساتھ عامر بن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

أَسْفَلَ مَكَّةَ وَهُوَ طَرِيقُ السَّاحِلِ . [راجع : ٤٧٦]

فہیرہ اور بنو دیل کا رہبر بھی روانہ ہوئے، وہ آپ ﷺ کو مکہ کی نچلی جانب سے لے کر چلا اور وہ ساحل کا راستہ تھا۔

فائدہ: امام بخاری نے خیبر کے یہودیوں سے معاملہ کرنے اور بنو دیل کے مشرک کو رہبری کے لیے لینے سے استدلال کیا ہے کہ کفار کو اسی صورت میں کام پر رکھنا چاہیے جب اس کی مجبوری ہو اور مسلمان اس کام کے لیے میسر نہ ہوں۔ خیبر فتح ہوا تو نبی ﷺ کے پاس اتنے لوگ نہیں تھے جو خیبر کی زمین اور باغات کا کام سنبھال سکیں، اس لیے آپ ﷺ نے یہود کی درخواست منظور فرما کر انھیں خیبر سے ملنے والی آمدنی کے نصف پر مزدور رکھ لیا۔ اسی طرح عبداللہ بن اریقط کو جو ابھی مشرک تھا قابلِ اعتماد سمجھ کر مزدوری پر رہبر کے طور پر ساتھ لے لیا۔ حافظ ؒ نے کہا کہ ان دونوں واقعات میں یہ صراحت تو نہیں کہ ضرورت کے بغیر مشرک کو مزدور رکھنا جائز نہیں، بلکہ ابن بطال نے تو کہا ہے کہ عام فقہاء کفار کو ضرورت اور غیر ضرورت میں مزدور رکھنا جائز سمجھتے ہیں، کیونکہ اس میں ان کی ذلت ہے۔ حافظ ؒ نے کہا: معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری نے ان دونوں حدیثوں کو نبی ﷺ کے اس فرمان سے ملا کر استدلال کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: «فَلَنْ أَسْتَعِينَ بِمُشْرِكٍ» [مسلم: ١٨١٧] ''میں ہرگز کسی مشرک سے مدد نہیں لوں گا۔'' اس طرح امام صاحب نے احادیث کے درمیان تطبیق دی ہے۔ دِیلی رہبر والی حدیث پر مفصل کلام ہجرت کے شروع میں حدیث (۳۹۰۵) میں آئے گا۔ (ان شاء اللہ)

٤- بَابٌ: إِذَا اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا لِيَعْمَلَ لَهُ بَعْدَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ أَوْ بَعْدَ شَهْرٍ أَوْ بَعْدَ سَنَةٍ جَازَ وَهُمَا عَلَى شَرْطِهِمَا الَّذِي اشْتَرَطَاهُ إِذَا جَاءَ الْأَجَلُ

4- باب: جب کسی مزدور کو اس شرط پر مزدور رکھے کہ وہ تین دن یا ایک ماہ یا ایک سال کے بعد اس کا کام کرے گا تو یہ جائز ہے اور جب وہ وقت آئے تو وہ دونوں اپنی شرط پر قائم ہوں گے جو انھوں نے کی تھی

٢٢٦٤- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ: أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: وَاسْتَأْجَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ رَجُلًا مِنْ بَنِي الدِّيلِ هَادِيًا خِرِّيتًا وَهُوَ عَلَى دِينِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ، فَدَفَعَا إِلَيْهِ رَاحِلَتَيْهِمَا وَوَاعَدَاهُ غَارَ ثَوْرٍ بَعْدَ ثَلَاثِ لَيَالٍ بِرَاحِلَتَيْهِمَا صُبْحَ ثَلَاثٍ. [راجع : ٤٧٦]

2264- نبی ﷺ کی زوجہ عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: اور رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر ؓ نے بنو دِیل کے ایک آدمی کو اجرت پر لے لیا جو راستوں کا ماہر رہبر تھا اور وہ کفار کے دین پر تھا اور انھوں نے اپنی دونوں اونٹنیاں اس کے سپرد کر دیں اور اس سے تین راتوں کے بعد ان کی اونٹنیاں لے کر غارِ ثور پر آنے کا وعدہ لے لیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ: باب کا مطلب حدیث سے بالکل واضح ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آدمی اپنا مکان کرائے کی مدت شروع ہونے سے پہلے کرائے پر دینا طے کرسکتا ہے۔ (فتح الباری)

٥ ـ بَابُ الْأَجِيرِ فِي الْغَزْوِ

5۔ باب: جنگ میں مزدور لے جانا

٢٢٦٥ ـ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ ، قَالَ : أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى، عَنْ يَعْلَى ابْنِ أُمَيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ جَيْشَ الْعُسْرَةِ، فَكَانَ مِنْ أَوْثَقِ أَعْمَالِي فِي نَفْسِي، فَكَانَ لِي أَجِيرٌ، فَقَاتَلَ إِنْسَانًا، فَعَضَّ أَحَدُهُمَا إِصْبَعَ صَاحِبِهِ، فَانْتَزَعَ إِصْبَعَهُ، فَأَنْدَرَ ثَنِيَّتَهُ فَسَقَطَتْ، فَانْطَلَقَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَهْدَرَ ثَنِيَّتَهُ، وَقَالَ : «أَفَيَدَعُ إِصْبَعَهُ فِي فِيكَ تَقْضَمُهَا !؟» قَالَ : أَحْسِبُهُ قَالَ : «كَمَا يَقْضَمُ الْفَحْلُ» [راجع : ١٨٤٨ـ أخرجه مسلم : ١٦٧٤، مختصرًا باختلاف وكذا هو في القسامة (٢٢)]

2265۔ یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نبی ﷺ کے ہمراہ جیش عسرہ (تبوک) کے غزوہ میں شریک ہوا اور وہ میرے سب سے زیادہ اعتماد والے اعمال میں سے تھا، میرا ایک مزدور تھا، وہ کسی آدمی سے لڑ پڑا تو ان میں سے ایک دوسرے کی انگلی اپنے دانتوں میں لے کر کاٹنے لگا، اس نے اپنی انگلی کھینچی تو اس کا سامنے کا دانت جڑ سے نکال دیا، چنانچہ وہ گر گیا۔ وہ نبی ﷺ کے پاس گیا، آپ نے اس کا دانت بے تاوان قرار دیا اور فرمایا: ”تو کیا وہ اپنی انگلی تمھارے منہ میں رہنے دیتا کہ تم اسے چباتے رہتے!؟“ یعلیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: ”جیسے سانڈ چباتا ہے۔“

٢٢٦٦ ـ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ : وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ جَدِّهِ بِمِثْلِ هَذِهِ الصِّفَةِ : أَنَّ رَجُلًا عَضَّ يَدَ رَجُلٍ، فَأَنْدَرَ ثَنِيَّتَهُ ، فَأَهْدَرَهَا أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ.

2266۔ ابن جریج نے کہا: اور مجھے عبداللہ بن ابی ملیکہ نے اپنے دادا سے اسی جیسا قصہ بیان کیا کہ ایک آدمی دوسرے کا ہاتھ دانتوں میں لے کر کاٹنے لگا تو اس نے اس کا سامنے کا دانت جڑ سے نکال دیا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے بلا تاوان قرار دیا۔

فوائد: 1 جہاد میں کوئی صاحب حیثیت آدمی اگر اپنے ساتھ کوئی آدمی اجرت پر لے جائے کہ وہ دوران جہاد اس کے طعام ولباس یا سواری اور دوسرے معاملات کی خدمت سرانجام دیتا رہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ مقصد یہ ہے کہ جہاد سے مقصود اگرچہ اجر حاصل کرنا ہے مگر اس دوران اپنی ضروری خدمات کے لیے کسی کو بطور مزدور ساتھ لے جانے میں کوئی حرج نہیں۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

2 اپنا دفاع کرتے ہوئے اگر کوئی شخص ایسی حرکت کرے جس سے زیادتی کرنے والے کو نقصان پہنچ جائے تو اس پر کوئی تاوان نہیں۔
3 "جَيْشُ الْعُسْرَةِ (تنگی کا لشکر)" جنگ تبوک میں جانے والے لشکر کو کہتے ہیں، کیونکہ یہ شدید گرمی میں چھ سو کلومیٹر کا سفر طے کر کے گیا تھا، مسلمانوں کے پاس کھانے پینے کی اشیاء کی بہت کمی تھی، ایک ایک اونٹ پر چھ سات سوار باری باری سوار ہوتے تھے اور یہ لوگ شام کی طرف لاکھوں کی تعداد والے رومیوں سے لڑنے جا رہے تھے۔

٦- بَابُ مَنِ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَبَيَّنَ لَهُ الْأَجَلَ وَلَمْ يُبَيِّنِ الْعَمَلَ

6- باب: جو کسی کو مزدوری پر رکھے اور اس کو مدت بتا دے اور کام نہ بتائے

لِقَوْلِهِ : ﴿إِنِّيٓ أُرِيدُ أَنْ أُنكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَـٰتَيْنِ﴾ إِلَى قَوْلِهِ : ﴿وَاللَّهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ﴾ [القصص : ٢٧، ٢٨]

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''بے شک میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تجھ سے کر دوں، اس (شرط) پر کہ تو آٹھ سال میری مزدوری کرے گا، پھر اگر تو دس پورے کر دے تو وہ تیری طرف سے ہے اور میں نہیں چاہتا کہ تجھ پر مشقت ڈالوں۔ اگر اللہ نے چاہا تو یقیناً تو مجھے نیک لوگوں سے پائے گا۔ کہا: یہ بات میرے درمیان اور تیرے درمیان (طے) ہے، ان دونوں میں سے جو مدت میں پوری کر دوں تو مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہوگی اور ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں اللہ اس پر گواہ ہے۔''

يَأْجُرُ فُلَانًا : يُعْطِيهِ أَجْرًا، وَ مِنْهُ فِي التَّعْزِيَةِ : آجَرَكَ اللَّهُ.

"يَأْجُرُ فُلَانًا" کا معنی ہے: وہ اسے اجرت دے گا۔ اسی سے ''تعزیت'' میں (کہا جاتا) ہے: "آجَرَكَ اللَّهُ" ''اللہ تمھیں اجر عطا فرمائے۔''

فوائد: 1 امام بخاری رحمہ اللہ نے باب میں مذکور مسئلہ کی دلیل کے لیے آیت پر اکتفا کیا ہے، کیونکہ وہ اس مسئلہ کے لیے کافی دلیل ہے۔ مدین کے اس بزرگ نے موسیٰ علیہ السلام کے سامنے آٹھ یا دس سال اپنی مزدوری کی شرط پر اپنی ایک بیٹی کو ان کے نکاح میں دینے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اس میں انھوں نے مزدوری کی مدت بیان کی، کام بیان نہیں کیا۔ اگرچہ قرینے سے ظاہر ہے کہ انھوں نے وہی کام لینا تھا جس کی گھروں میں خصوصاً ریوڑ والے گھر میں ضرورت ہوتی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام اس سارے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عرصے میں ان کے اجیر تھے، اسے اجیرِ خاص کہتے ہیں، کیونکہ وہ اپنے آجر کے لیے خاص ہو جاتا ہے، اس کو کوئی بھی کام کہا جا سکتا ہے۔ کچھ اجیر کچھ وقت یعنی دو چار یا آٹھ دس گھنٹے کے لیے اجیر ہوتے ہیں، اس کے بعد وہ اپنی مرضی کے مالک ہوتے ہیں، وہ اجیر عام ہیں۔ آیت میں نکاح میں دینے کے ارادہ کا ذکر ہے، ظاہر ہے اس سے عقدِ نکاح واقع نہیں ہوتا۔ نکاح اور اس کے مہر وغیرہ کی تفصیل اللہ تعالیٰ نے بیان نہیں فرمائی، کیونکہ اس مقام پر اس کی ضرورت نہیں تھی۔

2 امام صاحب نے اس آیت میں مذکور لفظ " أَنْ تَأْجُرَنِيْ " کی مناسبت سے اس لفظ کا ایک اور معنی بیان کیا ہے۔ آیت میں " أَنْ تَأْجُرَنِيْ " کا معنی ہے کہ ''تو میرا مزدور بنے'' گویا یہاں " أَجَرَ يَأْجُرُ " کا معنی اجیر بننا، مزدوری کرنا ہے۔ دوسرا معنی " أَجَرَ يَأْجُرُ " کا اجرت دینا ہے جو اس آیت میں مراد نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اس لفظ کے دونوں معنی مستعمل ہیں، "آجَرَ يُؤْجِرُ " کا معنی اجرت دینا ہے۔ اجر اور اجرت میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے۔

3 صحیح بخاری کی اکثر شروح میں مدین کے اس بزرگ کو اللہ کے نبی شعیب علیہ السلام بیان کیا گیا ہے اور یہ بات اتنی مشہور ہے کہ اقبال نے بھی کہہ دیا ہے ؎

اگر کوئی شعیب آئے میسر شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

مگر یہ بات درست نہیں، اس کی بنیاد اس کے سوا کچھ نہیں کہ مدین کی طرف شعیب علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے، مگر اس سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ مدین کے وہ بزرگ جنھوں نے موسیٰ علیہ السلام کی مہمان نوازی کی وہ شعیب علیہ السلام ہی تھے۔ علماء فرماتے ہیں کہ شعیب علیہ السلام کا زمانہ موسیٰ علیہ السلام سے بہت پہلے کا ہے، کیونکہ شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تھا: ﴿وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ﴾ [هود : ٨٩] ''اور لوط کی قوم بھی تم سے ہرگز کچھ دور نہیں ہے۔'' اور سب جانتے ہیں کہ لوط اور ابراہیم علیہما السلام ایک زمانے میں ہوئے ہیں اور ابراہیم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے صدیوں پہلے گزرے ہیں۔ دیکھیے سورۂ قصص کی آیت (۲۳)۔ ابن کثیر لکھتے ہیں: ''اس بات کی تائید کہ وہ بزرگ شعیب علیہ السلام نہیں تھے اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اگر وہ شعیب علیہ السلام ہوتے تو غالب گمان یہی ہے کہ قرآن میں ان کا نام مذکور ہوتا۔ بعض احادیث میں موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ان کے نام کی تصریح ملتی ہے، مگر ان میں سے کسی کی سند صحیح نہیں، جیسا کہ ہم آگے ذکر کریں گے۔'' (ابن کثیر) بنی اسرائیل کی کتابوں میں ان کا نام ''شیرون'' آیا ہے، ایک جگہ ان کا نام ''رعوائیل'' آیا، دوسری جگہ ''یترو'' آیا ہے اور ایک جگہ ''حوباب'' آیا ہے۔ علمائے اسلام میں سے بعض نے ان کا نام ''یثرٰی'' بیان کیا ہے، مگر ظاہر ہے کہ یہ بات ثابت شدہ خبر کے بغیر معلوم نہیں ہو سکتی، جو یہاں موجود نہیں۔ (تفسیر القرآن الکریم از مؤلف)

٧- بَابٌ : إِذَا اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا عَلَى أَنْ يُقِيمَ حَائِطًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ جَازَ

7۔ باب : جب کسی مزدور کو مزدوری کے لیے رکھے کہ وہ اس دیوار کو سیدھا کر دے جو گرنے جا رہی ہو تو جائز ہے

٢٢٦٧ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا هِشَامٌ

2267۔ اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابْنُ يُوسُفَ، أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ : أَخْبَرَنِي يَعْلَى بْنُ مُسْلِمٍ وَعَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ـ يَزِيدُ أَحَدُهُمَا عَلَى صَاحِبِهِ وَغَيْرُهُمَا قَالَ : قَدْ سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُهُ عَنْ سَعِيدٍ ـ قَالَ : قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : حَدَّثَنِي أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : « فَانْطَلَقَا، فَوَجَدَا جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ » قَالَ سَعِيدٌ : بِيَدِهِ هَكَذَا، وَرَفَعَ يَدَيْهِ فَاسْتَقَامَ، قَالَ يَعْلَى : حَسِبْتُ أَنَّ سَعِيدًا قَالَ : فَمَسَحَهُ بِيَدِهِ، فَاسْتَقَامَ، ﴿ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا﴾ [الكهف : ٧٧] قَالَ سَعِيدٌ : أَجْرًا نَأْكُلُهُ . [راجع : ٧٤۔ أخرجه مسلم : ٢٣٨٠، مطولاً]

نے فرمایا: ''پھر وہ دونوں چل پڑے تو انھوں نے ایک دیوار کو پایا جو گرا چاہتی تھی۔'' سعید (راوی) نے اپنے ہاتھ کے ساتھ اس طرح کیا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا، تو وہ سیدھی ہو گئی۔ یعلیٰ نے کہا: میرا گمان ہے کہ سعید نے کہا تھا کہ خضر نے اپنا ہاتھ اس پر پھیرا تو وہ سیدھی ہو گئی۔ ''(موسیٰ علیہ السلام نے کہا) اگر آپ چاہتے تو اس پر کچھ اجرت لے لیتے۔'' سعید نے کہا: اجرت جسے ہم کھاتے۔

فائدہ پچھلے باب میں امام صاحب نے بیان کیا تھا کہ اگر مزدور کو مزدوری کی مدت بیان کر دی جائے اور کام نہ بتایا جائے تو یہ جائز ہے، اس باب میں یہ بتایا ہے کہ اگر کام بتا دیا جائے مگر مدت کا تعین نہ کیا جائے تو یہ بھی جائز ہے، مثلاً کوئی شخص کسی کو دیوار سیدھی کروانے کے لیے مزدور رکھے اور یہ متعین نہ کرے کہ وہ کتنی مدت میں کام مکمل کرے گا تو یہ جائز ہے۔ کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے دیوار سیدھی کرنے پر اجرت لینے کا مشورہ دیا، اگر یہ جائز نہ ہوتا تو وہ یہ مشورہ نہ دیتے۔ اس پر سوال آتا ہے کہ یہ تو پہلے انبیاء علیہم السلام کی شریعت ہے، جواب یہ ہے کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کی کوئی بات اگر ہماری شریعت کے خلاف نہ ہو تو وہ ہمارے لیے بھی حجت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سے انبیاء علیہم السلام کا ذکر کر کے فرمایا: ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ﴾ [الأنعام : ٩٠] ''یہی وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ نے ہدایت دی، سو تو ان کی ہدایت کی پیروی کر۔'' یہ حدیث اس لمبی حدیث کا ایک ٹکڑا ہے جس میں اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے موسیٰ اور خضر علیہما السلام کا قصہ نبی ﷺ سے روایت کیا ہے۔ پوری حدیث امام صاحب نے ''کتاب التفسیر (۴۷۲۶)'' میں بیان کی ہے، وہاں اس کی شرح ہو گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

٨۔ بَابُ الْإِجَارَةِ إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ

8۔ باب: آدھے دن تک کے لیے مزدور لگانا

فائدہ امام بخاری کی غرض اس باب اور اس کے بعد والے ابواب سے یہ ہے کہ اجارے کے لیے ضروری نہیں کہ کم از کم ایک دن کی مدت ہو، اس سے کم مدت بھی درست ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ ثابت کرنا مقصود ہو کہ اگر مدت معلوم ہو اور اجرت معلوم ہو تب بھی اجارہ درست ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے اسے بطور مثال بیان کیا ہے۔ (فتح الباری)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٢٢٦٨ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَثَلُكُمْ وَمَثَلُ أَهْلِ الْكِتَابَيْنِ كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَأْجَرَ أُجَرَاءَ، فَقَالَ: مَنْ يَعْمَلُ لِي مِنْ غُدْوَةٍ إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ عَلَى قِيرَاطٍ؟ فَعَمِلَتِ الْيَهُودُ، ثُمَّ قَالَ: مَنْ يَعْمَلُ لِي مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ عَلَى قِيرَاطٍ؟ فَعَمِلَتِ النَّصَارَى، ثُمَّ قَالَ: مَنْ يَعْمَلُ لِي مِنَ الْعَصْرِ إِلَى أَنْ تَغِيبَ الشَّمْسُ عَلَى قِيرَاطَيْنِ؟ فَأَنْتُمْ هُمْ، فَغَضِبَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى، فَقَالُوا: مَا لَنَا أَكْثَرَ عَمَلًا وَأَقَلَّ عَطَاءً؟ قَالَ: هَلْ نَقَصْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ؟ قَالُوا: لَا، قَالَ: فَذَلِكَ فَضْلِي أُوتِيهِ مَنْ أَشَاءُ» [راجع: ٥٥٧]

2268۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”تمھاری مثال اور یہود و نصاریٰ کی مثال اس آدمی کی مثال جیسی ہے جس نے کچھ مزدوروں کو مزدوری پر رکھا اور کہا: کون ہے جو میرے لیے صبح سے آدھے دن تک کے لیے ایک قیراط پر کام کرے؟ تو یہود نے کام کیا، پھر اس نے کہا: کون ہے جو میرے لیے آدھے دن سے لے کر عصر تک ایک قیراط پر کام کرے؟ تو نصاریٰ نے کام کیا، پھر اس نے کہا: کون ہے جو میرے لیے عصر سے سورج غروب ہونے تک دو قیراط پر کام کرے؟ تو وہ تم ہو، تو یہود و نصاریٰ غصے ہو گئے اور کہنے لگے: ہمیں کیا ہے، کام ہم نے زیادہ کیا اور مزدوری کم ملی؟ اس نے کہا: کیا میں نے تمھارے حق میں سے تمھیں کچھ کم دیا؟ انھوں نے کہا: نہیں، اس نے کہا: تو یہ میرا فضل ہے، میں اسے جس کو چاہوں عطا کروں۔“

فائدہ: اس حدیث کے بعض فوائد ”کتاب المواقیت“ کی حدیث (٥٥٧) میں دیکھیں۔

٩ - بَابُ الْإِجَارَةِ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ

9۔ باب: نمازِ عصر تک مزدور لگانا

٢٢٦٩ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ مَوْلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَالْيَهُودِ وَالنَّصَارَى كَرَجُلٍ اسْتَعْمَلَ عُمَّالًا، فَقَالَ: مَنْ يَعْمَلُ لِي إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ عَلَى قِيرَاطٍ قِيرَاطٍ؟ فَعَمِلَتِ الْيَهُودُ عَلَى قِيرَاطٍ

2269۔ عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تمھاری اور یہود و نصاریٰ کی مثال اس آدمی کی سی ہے جس نے کچھ کام کرنے والوں کو مزدور رکھا اور اس نے کہا: کون ہے جو میرے لیے ایک ایک قیراط پر آدھے دن تک کام کرے؟ تو یہود نے ایک ایک قیراط پر کام کیا، پھر نصاریٰ نے ایک ایک قیراط پر کام کیا، پھر تم وہ ہو جنھوں نے عصر سے سورج ڈوبنے تک دو دو

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

قِيرَاطٍ، ثُمَّ عَمِلَتِ النَّصَارَى عَلَى قِيرَاطٍ قِيرَاطٍ، ثُمَّ أَنْتُمُ الَّذِينَ تَعْمَلُونَ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى مَغَارِبِ الشَّمْسِ عَلَى قِيرَاطَيْنِ قِيرَاطَيْنِ، فَغَضِبَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى، وَقَالُوا: نَحْنُ أَكْثَرُ عَمَلًا وَأَقَلُّ عَطَاءً، قَالَ: هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ شَيْئًا؟ قَالُوا: لَا، فَقَالَ: فَذَلِكَ فَضْلِي أُوتِيهِ مَنْ أَشَاءُ» [راجع: ٥٥٧]

قیراط پر کام کیا، تو یہود و نصاریٰ غصے ہو گئے اور کہنے لگے: ہم نے کام زیادہ کیا اور مزدوری کم ملی۔ اس نے کہا: کیا میں نے تمھیں تمھارے حق سے کچھ بھی کم دیا ہے؟ انھوں نے کہا: نہیں، اس نے کہا: یہ میرا فضل ہے، میں اس کو جسے چاہتا ہوں دیتا ہوں۔"

فائدہ اس حدیث کی شرح کے لیے حدیث (۵۵۷) کی شرح اور فوائد دیکھیں۔

١٠- بَابُ إِثْمِ مَنْ مَنَعَ أَجْرَ الْأَجِيرِ

10- باب: اس شخص کا گناہ جو مزدور کو اس کی مزدوری نہ دے

٢٢٧٠- حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: رَجُلٌ أَعْطَى بِي ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ، وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهِ أَجْرَهُ» [راجع: ٢٢٢٧]

2270- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تین آدمی ہیں، میں قیامت کے دن ان کے خلاف دعویٰ کرنے والا ہوں گا: وہ آدمی جس نے میرے نام کے ساتھ عہد کیا پھر عہد توڑ دیا اور وہ آدمی جس نے کسی آزاد آدمی کو بیچ دیا، پھر اس کی قیمت کھا گیا اور وہ آدمی جس نے کسی مزدور کو مزدوری پر رکھا اور اس سے کام پورا لیا اور اسے اس کی مزدوری نہیں دی۔"

فائدہ اس کی شرح (۲۲۲۷) میں گزر چکی ہے۔

١١- بَابُ الْإِجَارَةِ مِنَ الْعَصْرِ إِلَى اللَّيْلِ

11- باب: عصر سے رات تک مزدور لگانا

٢٢٧١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَثَلُ الْمُسْلِمِينَ وَالْيَهُودِ وَالنَّصَارَى كَمَثَلِ رَجُلٍ

2271- ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا: "مسلمانوں اور یہود و نصاریٰ کی مثال اس آدمی کی مثال جیسی ہے جس نے کچھ لوگوں کو دن سے رات تک ایک مقرر کردہ اجرت پر مزدور رکھا۔ انھوں نے اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسْتَأْجَرَ قَوْمًا يَعْمَلُونَ لَهُ عَمَلًا يَوْمًا إِلَى اللَّيْلِ عَلَى أَجْرٍ مَعْلُومٍ، فَعَمِلُوا لَهُ إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ، فَقَالُوا: لَا حَاجَةَ لَنَا إِلَى أَجْرِكَ الَّذِي شَرَطْتَ لَنَا وَمَا عَمِلْنَا بَاطِلٌ، فَقَالَ لَهُمْ: لَا تَفْعَلُوا، أَكْمِلُوا بَقِيَّةَ عَمَلِكُمْ وَخُذُوا أَجْرَكُمْ كَامِلًا، فَأَبَوْا وَتَرَكُوا، وَاسْتَأْجَرَ أَجِيرَيْنِ بَعْدَهُمْ، فَقَالَ لَهُمَا: أَكْمِلَا بَقِيَّةَ يَوْمِكُمَا هَذَا وَلَكُمَا الَّذِي شَرَطْتُ لَهُمْ مِنَ الْأَجْرِ، فَعَمِلُوا حَتَّى إِذَا كَانَ حِينُ صَلَاةِ الْعَصْرِ قَالَا: لَكَ مَا عَمِلْنَا بَاطِلٌ وَلَكَ الْأَجْرُ الَّذِي جَعَلْتَ لَنَا فِيهِ، فَقَالَ لَهُمَا: أَكْمِلَا بَقِيَّةَ عَمَلِكُمَا، فَإِنَّ مَا بَقِيَ مِنَ النَّهَارِ شَيْءٌ يَسِيرٌ، فَأَبَيَا، وَاسْتَأْجَرَ قَوْمًا أَنْ يَعْمَلُوا لَهُ بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ فَعَمِلُوا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ حَتَّى غَابَتِ الشَّمْسُ وَاسْتَكْمَلُوا أَجْرَ الْفَرِيقَيْنِ كِلَيْهِمَا، فَذَلِكَ مَثَلُهُمْ وَمَثَلُ مَا قَبِلُوا مِنْ هَذَا النُّورِ» [راجع: ٥٥٨]

لیے آدھے دن تک کام کیا، پھر کہنے لگے: ہمیں تمھاری اس مزدوری کی کوئی ضرورت نہیں جو تم نے ہمارے لیے مقرر کی تھی اور جو کام ہم نے کیا وہ بے کار و ضائع ہے۔ اس نے ان سے کہا: ایسا نہ کرو، اپنے اس دن کا باقی حصہ پورا کرو اور اپنی پوری مزدوری لے لو۔ انھوں نے انکار کر دیا اور (کام) چھوڑ گئے۔ اس نے ان کے بعد دوسرے مزدور لگائے اور انھیں کہا: اپنے اس دن کا باقی حصہ پورا کرو اور تمھیں وہ مزدوری ملے گی جو میں نے ان کے لیے مقرر کی تھی تو انھوں نے کام کیا یہاں تک کہ جب عصر کی نماز کا وقت ہوا تو کہنے لگے: ہم نے تمھارے لیے جو کام کیا بے کار ہے اور تم نے ہمارے لیے اس کی جو مزدوری مقرر کی تھی وہ تمھاری ہوئی۔ اس نے انھیں کہا: اپنا باقی کام پورا کرو کیونکہ دن میں سے معمولی سا حصہ باقی رہ گیا ہے مگر وہ نہیں مانے۔ پھر اس نے اور لوگوں کو مزدور لگایا کہ وہ اس کے لیے اپنے دن کا باقی حصہ کام کریں تو انھوں نے سورج غروب ہونے تک اپنے دن کا باقی حصہ کام کیا اور انھوں نے دونوں فریقوں کی اجرت پوری وصول کر لی، تو یہ ان کی اور اس نور کی مثال ہے جو انھوں نے قبول کر لیا۔"

فائدہ اس کی شرح (۵۵۷) اور (۵۵۸) میں گزر چکی ہے۔

١٢ - بَابُ مَنِ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَتَرَكَ أَجْرَهُ، فَعَمِلَ فِيهِ الْمُسْتَأْجِرُ فَزَادَ، أَوْ مَنْ عَمِلَ فِي مَالِ غَيْرِهِ فَاسْتَفْضَلَ

12۔ باب: جس نے کوئی مزدور لگایا اور وہ اپنی مزدوری چھوڑ گیا تو کام پر لگانے والے نے اس میں کام کیا اور وہ مال زیادہ ہو گیا، یا جس نے اپنے سوا کسی کے مال میں کام کیا اور اسے زیادہ بنا لیا

٢٢٧٢ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ

2272۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «انْطَلَقَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَتَّى أَوَوُا الْمَبِيتَ إِلَى غَارٍ، فَدَخَلُوهُ فَانْحَدَرَتْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ فَسَدَّتْ عَلَيْهِمُ الْغَارَ، فَقَالُوا: إِنَّهُ لَا يُنْجِيكُمْ مِنْ هَذِهِ الصَّخْرَةِ إِلَّا أَنْ تَدْعُوا اللَّهَ بِصَالِحِ أَعْمَالِكُمْ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ: اللَّهُمَّ كَانَ لِي أَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ، وَكُنْتُ لَا أَغْبِقُ قَبْلَهُمَا أَهْلًا وَلَا مَالًا، فَنَأَى بِي فِي طَلَبِ شَيْءٍ يَوْمًا فَلَمْ أُرِحْ عَلَيْهِمَا حَتَّى نَامَا فَحَلَبْتُ لَهُمَا غَبُوقَهُمَا فَوَجَدْتُهُمَا نَائِمَيْنِ وَكَرِهْتُ أَنْ أَغْبِقَ قَبْلَهُمَا أَهْلًا أَوْ مَالًا، فَلَبِثْتُ وَالْقَدَحُ عَلَى يَدَيَّ، أَنْتَظِرُ اسْتِيقَاظَهُمَا حَتَّى بَرَقَ الْفَجْرُ، فَاسْتَيْقَظَا فَشَرِبَا غَبُوقَهُمَا، اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيهِ مِنْ هَذِهِ الصَّخْرَةِ، فَانْفَرَجَتْ شَيْئًا لَا يَسْتَطِيعُونَ الْخُرُوجَ»

رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا: ’’تم سے پہلے لوگوں میں سے تین آدمی (ایک سفر پر) روانہ ہوئے، رات انھوں نے ایک غار میں گزاری۔ چنانچہ وہ اس میں داخل ہو گئے اور اوپر سے پہاڑ کی ایک چٹان ان پر آ گری اور اس نے ان پر غار کو بند کر دیا۔ انھوں نے آپس میں کہا: تمھیں اس چٹان سے اس کے سوا کوئی چیز نہیں نکالے گی کہ تم اللہ سے اپنے صالح اعمال کے ساتھ دعا کرو۔ تو ان میں سے ایک آدمی نے کہا: اے اللہ! میرے والدین بہت بوڑھے تھے اور میں رات کو ان سے پہلے کسی گھر والے یا مال کو دودھ نہیں پلاتا تھا، تو ایک دن کسی چیز کی تلاش میں میں دور نکل گیا تو رات ان کے سونے سے پہلے نہ آ سکا۔ میں نے ان کے لیے انھیں رات کو پلایا جانے والا دودھ دوہا، پھر میں نے دونوں کو دیکھا کہ وہ سوئے ہوئے تھے، میں نے ان سے پہلے کسی گھر والے یا مال کو دودھ پلانا پسند نہ کیا۔ تو میں اسی حال میں رہا کہ پیالہ میرے ہاتھوں پر تھا، میں ان کے بیدار ہونے کا انتظار کرتا رہا یہاں تک کہ فجر روشن ہو گئی اور وہ بیدار ہوئے تو انھوں نے اپنا دودھ پیا۔ اے اللہ! اگر میں نے یہ کام تیرے چہرے کی طلب کے لیے کیا ہے تو ہم اس چٹان کی وجہ سے جس مصیبت میں ہیں اسے دور کر دے۔ تو وہ کچھ ہٹ گئی جس سے وہ نکل نہیں سکتے تھے۔‘‘

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «وَقَالَ الْآخَرُ: اللَّهُمَّ كَانَتْ لِي بِنْتُ عَمٍّ، كَانَتْ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيَّ، فَأَرَدْتُهَا عَنْ نَفْسِهَا فَامْتَنَعَتْ مِنِّي، حَتَّى أَلَمَّتْ بِهَا سَنَةٌ مِنَ السِّنِينَ، فَجَاءَتْنِي فَأَعْطَيْتُهَا عِشْرِينَ وَمِائَةَ دِينَارٍ عَلَى أَنْ تُخَلِّيَ بَيْنِي وَبَيْنَ نَفْسِهَا، فَفَعَلَتْ، حَتَّى

نبی ﷺ نے فرمایا: ’’اور دوسرے نے کہا: اے اللہ! میری ایک چچا زاد تھی جو مجھے سب لوگوں سے زیادہ محبوب تھی، میں نے اس سے برا کام کرنے کی خواہش کی تو اس نے انکار کر دیا، یہاں تک کہ اس پر قحط کا ایک سال آ پڑا تو وہ میرے پاس آئی، میں نے اسے ایک سو بیس دینار اس شرط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

إِذَا قَدَرْتُ عَلَيْهَا قَالَتْ : لَا أُحِلُّ لَكَ أَنْ تَفُضَّ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ، فَتَحَرَّجْتُ مِنَ الْوُقُوعِ عَلَيْهَا، فَانْصَرَفْتُ عَنْهَا وَهِيَ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ، وَتَرَكْتُ الذَّهَبَ الَّذِي أَعْطَيْتُهَا، اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيهِ ، فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ غَيْرَ أَنَّهُمْ لَا يَسْتَطِيعُونَ الْخُرُوجَ مِنْهَا »

پر دیے کہ وہ اپنا آپ میرے حوالے کر دے گی۔ وہ مان گئی یہاں تک کہ جب مجھے اس پر قدرت حاصل ہوئی تو وہ کہنے لگی: میں تمھیں اجازت نہیں دیتی کہ حق کے بغیر مُہر کو توڑو، تو میں نے اس سے جماع کو گناہ سمجھا اور میں اس سے ہٹ گیا، حالانکہ وہ مجھے سب لوگوں سے زیادہ محبوب تھی اور میں نے وہ سونا بھی چھوڑ دیا جو اسے دیا تھا۔ یا اللہ! اگر میں نے یہ کام تیرے چہرے کی طلب کے لیے کیا ہے تو ہم سے یہ مصیبت دور کر دے جس میں ہم پھنسے ہوئے ہیں۔ چنانچہ وہ چٹان اور کھل گئی مگر وہ اس سے نکل نہیں سکتے تھے۔“

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : « وَقَالَ الثَّالِثُ : اَللّٰهُمَّ إِنِّي اسْتَأْجَرْتُ أُجَرَاءَ ، فَأَعْطَيْتُهُمْ أَجْرَهُمْ غَيْرَ رَجُلٍ وَاحِدٍ تَرَكَ الَّذِي لَهُ وَذَهَبَ فَثَمَّرْتُ أَجْرَهُ حَتّٰى كَثُرَتْ مِنْهُ الْأَمْوَالُ، فَجَاءَنِي بَعْدَ حِينٍ، فَقَالَ : يَا عَبْدَ اللّٰهِ ! أَدِّ إِلَيَّ أَجْرِي، فَقُلْتُ لَهُ : كُلُّ مَا تَرَى مِنْ أَجْرِكَ مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَالرَّقِيقِ، فَقَالَ : يَا عَبْدَ اللّٰهِ ! لَا تَسْتَهْزِئْ بِي، فَقُلْتُ : إِنِّي لَا أَسْتَهْزِئُ بِكَ، فَأَخَذَهُ كُلَّهُ فَاسْتَاقَهُ، فَلَمْ يَتْرُكْ مِنْهُ شَيْئًا، اَللّٰهُمَّ فَإِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيهِ، فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ، فَخَرَجُوا يَمْشُونَ »[راجع : ٢٢١٥۔ أخرجه مسلم : ٢٧٤٣]

نبی ﷺ نے فرمایا: ”اور تیسرے نے کہا: یا اللہ! میں نے کچھ مزدور کام پر لگائے اور میں نے انھیں ان کی مزدوری دے دی ایک آدمی کے سوا کہ اس نے اپنی مزدوری چھوڑ دی اور چلا گیا، پھر میں نے اس کی مزدوری کو کام میں لگا دیا یہاں تک کہ اس سے بہت سے اموال بن گئے، پھر وہ ایک مدت کے بعد میرے پاس آیا اور کہنے لگا: اللہ کے بندے! میری مزدوری دے دے۔ میں نے اس سے کہا: تم جو اونٹ، گائیں، بھیڑ بکریاں اور غلام دیکھ رہے ہو سب تمھارے ہیں۔ اس نے کہا: اللہ کے بندے! میرے ساتھ مذاق نہ کر۔ میں نے کہا: میں تیرے ساتھ مذاق نہیں کر رہا، تو اس نے وہ سارا مال لیا اور ہانک کر لے گیا اور اس میں سے کوئی چیز نہیں چھوڑی۔ اے اللہ! اگر میں نے یہ تیرے چہرے کی طلب کے لیے کیا ہے تو ہم سے یہ مصیبت ہٹا دے جس میں ہم پھنسے ہوئے ہیں، تو وہ چٹان ہٹ گئی اور وہ نکل کر روانہ ہو گئے۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

فائدہ: اس حدیث کی شرح (۲۲۱۵) میں گزر چکی ہے۔

١٣- بَابُ مَنْ آجَرَ نَفْسَهُ لِيَحْمِلَ عَلَى ظَهْرِهِ ثُمَّ تَصَدَّقَ بِهِ، وَأُجْرَةِ الْحَمَّالِ

13- باب: جو اپنے آپ کو مزدوری پر لگائے تاکہ اپنی پیٹھ پر بوجھ اٹھائے، پھر اسے صدقہ کر دے اور بوجھ اٹھانے والے کی اجرت

٢٢٧٣- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ انْطَلَقَ أَحَدُنَا إِلَى السُّوقِ، فَيُحَامِلُ فَيُصِيبُ الْمُدَّ، وَإِنَّ لِبَعْضِهِمْ لَمِائَةَ أَلْفٍ، قَالَ: مَا نَرَاهُ إِلَّا نَفْسَهُ. [راجع: ١٤١٥- أخرجه مسلم: ١٠١٨]

2273- ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب ہمیں صدقے کا حکم دیتے تو ہم میں سے کوئی بازار کو جاتا اور بوجھ اٹھانے کی مزدوری کرتا تو اسے ایک مد حاصل ہوتا، جبکہ ان میں سے بعض کے پاس لاکھ (درہم یا دینار) ہوتے۔ شقیق نے کہا: ہم یہی سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی بات کر رہے تھے۔

فائدہ: اس حدیث کی شرح (۱۴۱۵، ۱۴۱۶) میں گزر چکی ہے، یہاں لانے کا مقصد یہ ہے کہ آدمی بوجھ اٹھانے کے لیے کسی کو مزدور رکھ سکتا ہے اور حمال (بوجھ اٹھانے والے) کی مزدوری درست ہے۔

١٤- بَابُ أَجْرِ السَّمْسَرَةِ

14- باب: دلالی کی اجرت

وَلَمْ يَرَ ابْنُ سِيرِينَ وَعَطَاءٌ وَإِبْرَاهِيمُ وَالْحَسَنُ بِأَجْرِ السِّمْسَارِ بَأْسًا. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَا بَأْسَ أَنْ يَقُولَ: بِعْ هَذَا الثَّوْبَ، فَمَا زَادَ عَلَى كَذَا وَكَذَا، فَهُوَ لَكَ.

اور ابن سیرین اور عطا اور ابراہیم اور حسن نے دلال کی اجرت میں کوئی حرج نہیں سمجھا۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ کہنے میں کوئی حرج نہیں کہ یہ کپڑا بیچ دو، اتنی رقم سے جو زیادہ ہو وہ تمھارا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ: إِذَا قَالَ: بِعْهُ بِكَذَا، فَمَا كَانَ مِنْ رِبْحٍ فَهُوَ لَكَ، أَوْ بَيْنِي وَبَيْنَكَ فَلَا بَأْسَ بِهِ. وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «الْمُسْلِمُونَ عِنْدَ شُرُوطِهِمْ»

اور ابن سیرین نے کہا: جب یوں کہے کہ اس چیز کو اتنے میں بیچ دو جو نفع ہو وہ تمھارا ہوا یا میرے اور تمھارے درمیان ہوگا تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور نبی ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان اپنی شرطوں پر قائم ہوتے ہیں۔''

٢٢٧٤- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا

2274- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مَعْمَرٌ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يُتَلَقَّى الرُّكْبَانُ وَلَا يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ .

نے اونٹوں کے سواروں کو آگے جا کر ملنے سے منع فرمایا اور یہ کہ شہری بادیہ والے کے لیے خرید وفروخت نہ کرے۔

قُلْتُ : يَا ابْنَ عَبَّاسٍ ! مَا قَوْلُهُ : لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ؟ قَالَ : لَا يَكُونُ لَهُ سِمْسَارًا . [راجع : ٢١٥٨ـ أخرجه مسلم : ١٥٢١]

میں نے کہا: اے ابن عباس! اس کا کیا مطلب ہے کہ شہری بادیہ والے کے لیے خرید وفروخت نہ کرے؟ کہا: اس کا دلال نہ بنے۔

فائدہ اس کی مفصل شرح حدیث (۲۱۵۸) میں گزر چکی ہے۔

١٥ ـ بَابٌ : هَلْ يُؤَاجِرُ الرَّجُلُ نَفْسَهُ مِنْ مُشْرِكٍ فِي أَرْضِ الْحَرْبِ ؟

15۔ باب: کیا آدمی دار الحرب میں کسی مشرک کی مزدوری کر سکتا ہے؟

٢٢٧٥ـ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، حَدَّثَنَا خَبَّابٌ قَالَ : كُنْتُ رَجُلًا قَيْنًا فَعَمِلْتُ لِلْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ ، فَاجْتَمَعَ لِي عِنْدَهُ فَأَتَيْتُهُ أَتَقَاضَاهُ ، فَقَالَ : لَا وَاللَّهِ ! لَا أَقْضِيكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ، فَقُلْتُ : أَمَا وَاللَّهِ ! حَتَّى تَمُوتَ، ثُمَّ تُبْعَثَ فَلَا، قَالَ : وَإِنِّي لَمَيِّتٌ، ثُمَّ مَبْعُوثٌ؟ قُلْتُ : نَعَمْ، قَالَ : فَإِنَّهُ سَيَكُونُ لِي ثَمَّ مَالٌ وَوَلَدٌ فَأَقْضِيكَ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى : ﴿أَفَرَءَيْتَ الَّذِى كَفَرَ بِـَٔايَـٰتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا﴾ [مريم : ٧٧] [راجع : ٢٠٩١ـ أخرجه مسلم: ٢٧٩٥]

2275۔ خباب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انھوں نے کہا: میں ایک لوہار تھا، میں نے عاص بن وائل کا کچھ کام کیا، اس کے ذمے میری کچھ رقم جمع ہوگئی۔ میں اس کا تقاضا کرنے کے لیے اس کے پاس گیا، اس نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! میں وہ رقم تمھیں ادا نہیں کروں گا جب تک تم محمد کے ساتھ کفر نہیں کرو گے۔ میں نے کہا: سنو! اللہ کی قسم! تو مر جائے، پھر زندہ کیا جائے تب بھی میں یہ کام نہیں کروں گا۔ اس نے کہا: تو کیا میں مرنے کے بعد زندہ کیا جانے والا ہوں؟ میں نے کہا: ہاں! کہنے لگا: پھر وہاں بھی میرے پاس مال اور اولاد ہوگی، وہاں تمھیں ادا کر دوں گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''تو کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیات کا انکار کیا اور کہا: مجھے ضرور ہی مال اور اولاد دی جائے گی۔''

فائدہ اس حدیث کے کچھ فوائد حدیث (۲۰۹۱) میں دیکھیے۔ خباب رضی اللہ عنہ نے عاص بن وائل کا یہ کام کیا تھا کہ اسے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک تلوار بنا کر دی تھی۔ خباب رضی اللہ عنہ مسلمان تھے، عاص بن وائل مشرک تھا۔ یہ واقعہ مکہ کا ہے جو اس وقت دار الحرب تھا، نبی ﷺ کو اس واقعہ کی خبر تھی مگر آپ ﷺ نے اس پر سکوت فرمایا۔ اس سے باب کے مسئلہ کا جواز ثابت ہوا۔ بخاری نے اس مسئلہ میں قطعی فیصلہ نہیں کیا، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ کام مجبوری کی صورت میں جائز ہو، یا اس وقت تک لڑائی کا حکم نازل نہ ہوا ہو۔ بہر حال محنت میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ وہ کام فی نفسہ جائز ہو اور مسلمانوں کو اس سے کسی نقصان کا خدشہ نہ ہو، نہ ہی اس کام سے مسلمان کی تذلیل ہوتی ہو۔ البتہ مجبوری کی بات دوسری ہے کہ اس میں حرام کی بھی اجازت ہوتی ہے: ﴿وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ﴾ [الأنعام: ١١٩] ''حالانکہ بلاشبہ اس نے تمھارے لیے وہ چیزیں کھول کر بیان کر دی ہیں جو اس نے تم پر حرام کی ہیں، مگر جس کی طرف تم مجبور کر دیے جاؤ۔'' دار الاسلام مدینہ منورہ میں مسلمان یہود کی مزدوری کر لیا کرتے تھے جیسا کہ معلوم ہے۔

١٦ - بَابُ مَا يُعْطَى فِي الرُّقْيَةِ عَلَى أَحْيَاءِ الْعَرَبِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

16۔ باب: آدمی کو عرب کے قبیلوں پر فاتحہ کے ساتھ دم کرنے کے بدلے جو کچھ دیا جائے

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: «أَحَقُّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللَّهِ» وَقَالَ الشَّعْبِيُّ: لَا يَشْتَرِطُ الْمُعَلِّمُ، إِلَّا أَنْ يُعْطَى شَيْئًا فَلْيَقْبَلْهُ. وَقَالَ الْحَكَمُ: لَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا كَرِهَ أَجْرَ الْمُعَلِّمِ. وَأَعْطَى الْحَسَنُ دَرَاهِمَ عَشَرَةً. وَلَمْ يَرَ ابْنُ سِيرِينَ بِأَجْرِ الْقَسَّامِ بَأْسًا، وَقَالَ: كَانَ يُقَالُ: السُّحْتُ: الرِّشْوَةُ فِي الْحُكْمِ وَكَانُوا يُعْطَوْنَ عَلَى الْخَرْصِ.

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ سے بیان کیا: ''جن چیزوں پر تم اجرت لو ان میں سب سے زیادہ حق دار اللہ کی کتاب ہے۔'' اور شعبی نے کہا: معلم شرط نہ کرے، ہاں اسے کچھ دیا جائے تو اسے قبول کر لے۔ اور حکم نے کہا: میں نے کسی کو نہیں سنا کہ اس نے معلم کی اجرت کو ناپسند کیا ہو۔ اور حسن نے دس درہم دیے۔ اور ابن سیرین نے تقسیم کرنے والے کی اجرت میں کوئی حرج نہیں سمجھا اور انھوں نے کہا: کہا جاتا تھا کہ " السُّحْتُ " کا مطلب فیصلے میں رشوت لینا ہے اور (کھجوروں کے پھل کا اندازہ لگانے والوں کو) اندازہ لگانے پر اجرت دی جاتی تھی۔

فوائد 1 " أَحْيَاءٌ " " حَيٌّ " کی جمع ہے، قبیلہ یا محلہ۔ باب میں عرب کے قبیلوں کو فاتحہ پڑھ کر دم کر کے کچھ دیے جانے کے الفاظ حدیث میں مذکور واقعہ کی مناسبت سے لکھ دیے گئے ہیں، ورنہ اس میں کسی دوسری جگہ اور کسی دوسرے شخص کو دم کی نفی نہیں کی گئی، بلکہ یہ حکم ہر جگہ اور ہر شخص کے لیے عام ہے۔ اس لیے امام بخاری نے ''کتاب الطب'' میں اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر باب قائم کیا ہے: " الشَّرْطُ فِي الرُّقْيَةِ بِقَطِيْعٍ مِنَ الْغَنَمِ " "دم میں بھیڑوں کے ریوڑ کی شرطیں کرنا۔" اور ایک عنوان ہے: " الرُّقَى بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ " "فاتحہ کے ساتھ دم کرنا۔"

2 ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ "جن چیزوں پر تم اجرت لو ان میں سب سے زیادہ حق دار اللہ کی کتاب ہے۔" امام بخاری نے یہ پوری حدیث "کتاب الطب (۵۷۳۷)" میں بیان کی ہے۔ یہ واضح دلیل ہے کہ قرآن مجید پر کی ہوئی کسی بھی محنت پر اجرت سب سے زیادہ حقِ اجرت ہے، خواہ اسے پڑھ کر دم کرے یا اس کی تعلیم پر اجرت لے یا اس کی کتابت پر یا اس کی جلد بندی پر یا کہیں اٹھا کر لے جائے یا اسے فروخت کرے، غرض سب سے بہترین اجرت قرآن مجید پر اجرت ہے۔ کچھ لوگوں نے فتویٰ دیا کہ قرآن کی تعلیم پر اجرت لینا ناجائز ہے، مگر اب ان کے تقریباً تمام مدارس میں یہ ناجائز کام ہو رہا ہے اور یہ کہہ کر ہو رہا ہے کہ اس زمانے میں یہ جائز ہے، سوچنے کی بات یہ ہے کہ ناجائز اور جائز کرنے کی یہ اتھارٹی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسے سونپی گئی ہے۔ پھر اپنے مقلد ہونے پر اصرار کیوں اور اب تک دوسروں سے یہ بحث کیوں کہ تعلیم قرآن پر اجرت جائز نہیں اور ناجائز ہونے کی فلاں دلیل ہے۔ اور فلاں دلیل ہے۔ اگر آپ واقعی انھیں صحیح دلیل مانتے ہیں تو عمل کریں، ورنہ یہ واضح کریں کہ فلاں تاریخ تک تو یہ دلائل کارآمد تھے پھر بے کار ہو گئے، اس لیے فلاں تاریخ تک تعلیم قرآن کی اجرت منع تھی، پھر فلاں صاحب کے کہنے سے جائز ہو گئی۔ قرآن میں ہے: ﴿ وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَٰذَا حَلَالٌ وَهَٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ﴾ [النحل: ۱۱۶] "اور اس کی وجہ سے جو تمھاری زبانیں جھوٹ کہتی ہیں، مت کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، تاکہ اللہ پر جھوٹ باندھو۔ بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پاتے۔" حقیقت یہ ہے کہ اگر تعلیم قرآن کی اجرت جائز ہے تو ہمیشہ سے جائز ہے اور اگر ناجائز ہے تو ہمیشہ سے ناجائز ہے۔

3 جو لوگ تعلیم قرآن پر اجرت کو ناجائز کہتے ہیں وہ دم کر کے اجرت کو جائز کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو کام عبادت کے لیے اور ثواب حاصل کرنے کے لیے کیا جائے اس پر اجرت جائز نہیں۔ میری دانست میں اس پر لمبی چوڑی بحث کی بجائے یہی کہنا کافی ہے کہ بات نیت کی ہے۔ مومن دنیا کا کوئی بھی کام اللہ کی رضا کے لیے کرے تو وہ بھی عبادت اور ثواب ہے، خواہ وہ تجارت کرے یا زراعت یا مزدوری، اگر اس کی نیت اللہ کے احکام کی اطاعت ہے تو میاں بیوی کی ملاقات بھی عبادت اور باعثِ ثواب ہے اور دم کے لیے سورۂ فاتحہ بھی باعثِ ثواب ہے۔

4 صحیح بخاری (۵۰۳۰) اور تقریباً تمام کتبِ احادیث میں موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی جس کے پاس لوہے کی ایک انگوٹھی بھی نہ تھی، آپ نے اس کا نکاح ایک عورت کے ساتھ قرآن مجید کی چند سورتوں کے بدلے کر دیا تھا۔ تعلیم قرآن پر اجرت کی یہ مضبوط ترین دلیلوں میں سے ایک ہے۔

5 صحیح بخاری (۲۰۷۰) میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو انھوں نے کہا: "میری قوم کو معلوم ہے کہ میرا پیشہ میرے گھر والوں کی ضروریات پوری کرنے سے عاجز نہیں تھا اور میں مسلمانوں کے کام میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مشغول ہو گیا ہوں، اس لیے ابو بکر کے گھر والے اس مال میں سے کھائیں گے اور ابو بکر اس میں مسلمانوں کے کام کرے گا۔" یہ حدیث واضح دلیل ہے کہ جو شخص مسلمانوں کا اجتماعی کام سرانجام دے رہا ہو اس کی کفالت مسلمانوں کی ذمہ داری ہے اور بچوں کو قرآن کی تعلیم دینا ایسی اجتماعی ذمہ داری ہے جو کما حقہ اسی وقت پوری ہو سکتی ہے جب کسی استاذ کو اس کے لیے فارغ کر دیا جائے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو مدارس اور مساجد اساتذہ وائمہ سے خالی رہ کر ویران ہو جائیں گی۔ یہی سبب ہے جو ان لوگوں کی سمجھ میں بہت دیر سے آیا جن کے پہلے بزرگوں نے تعلیم قرآن پر اجرت لینے کو ناجائز قرار دیا تھا۔ مگر تعجب ہوتا ہے کہ وہ تنخواہ لینے کے باوجود اسی بات کو صحیح ثابت کرنے کے لیے کتابوں کے صفحات سیاہ کرتے رہتے ہیں جس سے عملاً وہ رجوع کر چکے ہیں۔ ان کے شیوخ الحدیث بھی اسی کو صحیح باور کرانے کی جدوجہد کرتے رہتے ہیں، پھر زمانے کے حالات کی خرابی کو بہانہ بنا کر اس مسئلہ میں اپنے امام کی تقلید ترک کر کے کسی دوسرے امام کی تقلید اختیار کرنے کا جواز بھی نکالتے رہتے ہیں۔ جس طرح اپنی کسی عزیزہ کو اکٹھی تین طلاقیں ہو جائیں تو اہل حدیث سے فتویٰ لے کر اسے حلالے سے بچا لیتے ہیں اور مفقود الخبر خاوند کی بیوی کے نکاح کے لیے اپنے امام کا قول چھوڑ دیتے ہیں۔ غرض کتنے ہی مسائل ہیں جن میں وہ اپنے امام کی تقلید چھوڑ دیتے ہیں، اس کے باوجود اس امام کے مقلد ہونے کا دعویٰ دھڑلے سے کرتے رہتے ہیں۔

6 تعلیم قرآن کی اجرت ناجائز ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ قرآن مجید میں اللہ کی آیات کو تھوڑی قیمت میں بیچنے والوں کے لیے سخت وعید آئی ہے۔ بعض احادیث میں بھی آیا ہے کہ قرآن کے ساتھ کھاؤ نہیں۔ امام بخاری نے اس کی وضاحت کے لیے ابن سیرین کا قول ذکر کیا ہے کہ "السُّحْتُ" کا مطلب فیصلے میں رشوت لینا ہے، یعنی قرآن کو چھپا کر یا غلط مطلب بیان کر کے دنیوی فائدہ حاصل کرنا ہے۔ قرآن مجید سے بھی اس مفہوم کی تائید ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۙ أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ [البقرة : ١٧٤] "بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں جو اللہ نے کتاب میں سے اتارا ہے اور اس کے بدلے تھوڑی قیمت حاصل کرتے ہیں، یہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں کھا رہے اور نہ اللہ ان سے قیامت کے دن بات کرے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔" یعنی یہ وعید آیاتِ الٰہی کو چھپا کر غلط مسائل بتانے پر ہے، قرآن مجید کی تعلیم کی بابرکت محنت کی مزدوری پر نہیں۔ سنن ابی داؤد اور دوسری کتب احادیث میں تعلیم قرآن پر اجرت لینے کی وعید میں بعض احادیث آئی ہیں، مثلاً ایک صحابی نے کسی صحابی کو قرآن کی کتابت اور قراءت کی تعلیم دی تو اس نے اسے ایک کمان تحفے میں دی، اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: "اگر آگ کی کمان لینا چاہتے ہو تو لے لو۔" اس حدیث اور اس مفہوم کی دوسری احادیث کے متعلق حافظ رحمہ اللہ نے ایک مختصر اور جامع بات کہی ہے کہ ان احادیث میں مطلق طور پر تعلیم قرآن پر اجرت سے ممانعت کی صراحت نہیں بلکہ یہ خاص واقعات ہیں (جن میں عموم نہیں ہوتا) اور ان میں تاویل ہو سکتی ہے، تاکہ وہ صحیح احادیث کے موافق ہو سکیں، جیسا کہ اس باب میں مذکور دو حدیثیں ہیں۔ اس کے علاوہ تعلیم قرآن پر اجرت کی ممانعت کی احادیث میں سے کوئی بھی صحت کے اس درجہ پر نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ وہ دلیل اور حجت بن سکے، اس لیے وہ صحیح احادیث کے مقابلے میں پیش نہیں کی جا سکتیں۔

7 شعبی کا قول ابن ابی شیبہ (۳۴۰/۴، ح: ۲۰۸۳۳) نے نقل کیا ہے کہ معلم شرط نہ کرے اور اگر اسے کچھ دیا جائے تو لے لے اور حکم کا قول بغوی نے مسند ابن الجعد (۱۱۰۳) میں باسند بیان کیا ہے کہ ہمیں علی بن جعد نے شعبہ سے بیان کیا، انھوں نے کہا: میں نے معاویہ بن قرہ سے معلم کی اجرت کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا: میں اس کے لیے اجرت کا قائل ہوں اور میں نے حکم سے پوچھا تو انھوں نے کہا: میں نے کوئی فقیہ نہیں دیکھا جو اسے ناپسند کرتا ہو۔ حسن بصری کا قول ابن سعد نے "الطبقات (۱۷۵/۷)" میں یحییٰ بن سعید بن ابی الحسن سے بیان کیا ہے، انھوں نے کہا: جب میں علم میں ماہر ہو گیا تو میں نے اپنے چچا (حسن بصری) سے کہا: استاذ چاہتا ہے کہ اسے کچھ نہ کچھ ملے، تو انھوں نے کہا: لوگ کوئی چیز نہیں لیتے تھے، پھر کہا: اسے پانچ درہم دے دو، تو میں ان سے تقاضا کرتا رہا حتیٰ کہ انھوں نے کہا: اسے دس درہم دے دو۔

"قَسَّام" وہ لوگ تھے جو لوگوں کی وراثتیں ان کے وارثوں میں تقسیم کرتے تھے۔ ظاہر ہے یہ کام بھی دماغی کام ہے، بدنی محنت نہیں۔ ابن سیرین نے اس کی اجرت کو جائز رکھا ہے۔ اسی طرح جو لوگ کھجوروں کا تخمینہ لگاتے تھے انھیں بھی اجرت دی جاتی تھی، حالانکہ یہ بھی دماغی کام ہے۔ اسی طرح تعلیم قرآن بھی دماغی محنت ہے، اس کی اجرت لینے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ آخر میں ایک حقیقت کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے وہ یہ کہ تعلیم قرآن ہو یا تعلیم حدیث وفقہ اس میں اجرت اس پابندی کی وجہ سے لی جاتی ہے جو آدمی طے شدہ وقت روزانہ یا ہفتہ وار یا ماہانہ دینا قبول کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر واجب نہیں تھا کہ ضرور اس مقام پر اتنی دیر حاضری دے کر تعلیم کا کام سرانجام دے، اگر اس نکتہ کو سمجھ لیا جائے تو تعلیم دین پر اجرت کے مسئلہ میں کوئی مشکل باقی نہیں رہتی۔

٢٢٧٦ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: انْطَلَقَ نَفَرٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفْرَةٍ سَافَرُوهَا، حَتَّى نَزَلُوا عَلَى حَيٍّ مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ، فَاسْتَضَافُوهُمْ، فَأَبَوْا أَنْ يُضَيِّفُوهُمْ، فَلُدِغَ سَيِّدُ ذَلِكَ الْحَيِّ، فَسَعَوْا لَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ لَا يَنْفَعُهُ شَيْءٌ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَوْ أَتَيْتُمْ هَؤُلَاءِ الرَّهْطَ الَّذِينَ نَزَلُوا لَعَلَّهُ أَنْ يَكُونَ عِنْدَ بَعْضِهِمْ شَيْءٌ، فَأَتَوْهُمْ، فَقَالُوا: يَا أَيُّهَا الرَّهْطُ! إِنَّ سَيِّدَنَا لُدِغَ وَسَعَيْنَا

2276۔ ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ کے اصحاب ایک سفر پر روانہ ہوئے، راستے میں وہ عرب کے ایک قبیلے کے پاس اترے اور ان سے مہمانی طلب کی، انھوں نے ان کی مہمانی کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر اس قبیلے کے سردار کو کسی زہریلی چیز نے ڈس لیا، انھوں نے اس کے علاج کی ہر کوشش کی مگر اسے کسی چیز سے فائدہ نہ ہوا۔ ان میں سے کسی نے کہا: کاش! تم اس جماعت کے پاس جاؤ جو یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں، شاید ان کے پاس کوئی چیز ہو۔ چنانچہ وہ ان کے پاس آئے اور کہنے لگے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ لَا يَنْفَعُهُ، فَهَلْ عِنْدَ أَحَدٍ مِنْكُمْ مِنْ شَيْءٍ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: نَعَمْ، وَاللَّهِ! إِنِّي لَأَرْقِي، وَلَكِنْ وَاللَّهِ! لَقَدِ اسْتَضَفْنَاكُمْ فَلَمْ تُضَيِّفُونَا، فَمَا أَنَا بِرَاقٍ لَكُمْ حَتَّى تَجْعَلُوا لَنَا جُعْلًا، فَصَالَحُوهُمْ عَلَى قَطِيعٍ مِنَ الْغَنَمِ، فَانْطَلَقَ يَتْفِلُ عَلَيْهِ وَيَقْرَأُ: ﴿ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴾ فَكَأَنَّمَا نُشِطَ مِنْ عِقَالٍ، فَانْطَلَقَ يَمْشِي وَمَا بِهِ قَلَبَةٌ، قَالَ: فَأَوْفَوْهُمْ جُعْلَهُمُ الَّذِي صَالَحُوهُمْ عَلَيْهِ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: اقْسِمُوا، فَقَالَ الَّذِي رَقَى: لَا تَفْعَلُوا حَتَّى نَأْتِيَ النَّبِيَّ ﷺ، فَنَذْكُرَ لَهُ الَّذِي كَانَ، فَنَنْظُرَ مَا يَأْمُرُنَا، فَقَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَذَكَرُوا لَهُ، فَقَالَ: «وَمَا يُدْرِيكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ؟» ثُمَّ قَالَ: «قَدْ أَصَبْتُمْ، اقْسِمُوا وَاضْرِبُوا لِي مَعَكُمْ سَهْمًا» فَضَحِكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ.

اے لوگو! ہمارے سردار کو کوئی چیز ڈس گئی ہے، ہم نے اس کے لیے ہر طرح کوشش کی ہے مگر اسے کسی چیز سے فائدہ نہیں ہوا، کیا تم میں سے کسی کے پاس کوئی چیز ہے؟ ان میں سے ایک نے کہا: ہاں، اللہ کی قسم! میں دم کرتا ہوں، لیکن اللہ کی قسم! ہم نے تم سے مہمانی طلب کی، تم نے ہماری مہمان نوازی نہیں کی، اس لیے جب تک تم کوئی اجرت مقرر نہیں کرو گے میں دم نہیں کروں گا۔ انھوں نے ان سے بکریوں کے ایک ریوڑ پر مصالحت کر لی، تو وہ "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" پڑھ پڑھ کر اس پر کچھ تھوک کے ساتھ پھونکنے لگا، تو وہ ایسا تندرست ہو گیا جیسے اسے رسی سے کھول دیا گیا ہو اور اس طرح چلنے لگا کہ اسے کوئی تکلیف نہ تھی۔ چنانچہ انھوں نے ان کو وہ مزدوری پوری دے دی جس پر انھوں نے مصالحت کی تھی۔ صحابہ میں سے کسی نے کہا: اسے تقسیم کر لو۔ جس نے دم کیا تھا اس نے کہا: نبی ﷺ کے پاس جانے تک یہ کام نہ کرو، ہم آپ سے یہ ذکر کریں گے، پھر دیکھیں گے کہ آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور انھوں نے آپ سے اس کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا: ''تمھیں کس نے بتایا کہ یہ دم ہے؟'' پھر آپ نے فرمایا: ''تم نے ٹھیک کیا، اسے تقسیم کرو اور اپنے ساتھ میرا بھی ایک حصہ رکھو۔'' اور رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: وَقَالَ شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو بِشْرٍ، سَمِعْتُ أَبَا الْمُتَوَكِّلِ بِهَذَا. [انظر: ٥٠٠٧، ٥٧٣٦، ٥٧٤٩ـ أخرجه مسلم: ٢٢٠١، بلفظ مختصر]

ابو عبد اللہ (بخاری) نے کہا: اور شعبہ نے کہا: ہمیں ابو بشر نے بیان کیا کہ میں نے ابو المتوکل سے یہ حدیث سنی۔

فوائد: 1 سنن کبریٰ نسائی (۷۴۹۰) میں اعمش کی روایت میں ہے، ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: «بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثِيْنَ رَجُلًا فَنَزَلْنَا بِقَوْمٍ لَيْلًا فَأَبَوْا أَنْ يُضَيِّفُوْنَا » ''رسول اللہ ﷺ نے ہم تیس آدمیوں کو بھیجا، ہم رات کو کچھ لوگوں کے پاس اترے (ان سے مہمانی طلب کی) تو انھوں نے ہماری مہمانی سے انکار کر دیا۔'' اس روایت سے اس دستے کی تعداد بھی معلوم ہوگئی اور اس قبیلے کے پاس پہنچنے کا وقت بھی۔ دار قطنی کی روایت میں ہے کہ اس دستے کے امیر ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہی تھے۔

2 فَلُدِغَ سَيِّدُهُمْ : ''لدغ'' سانپ یا بچھو کے ڈسنے کو کہتے ہیں، زیادہ تر یہ لفظ بچھو کے ڈسنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اعمش کی روایت میں صراحت ہے کہ اسے بچھو نے ڈسا تھا اور اس کی بھی صراحت ہے کہ یہ دم کرنے والے خود ابوسعید رضی اللہ عنہ ہی تھے، کہیں انھوں نے اپنا ذکر غائب کے صیغے سے کیا ہے اور کہیں اپنے آپ کو ظاہر کر دیا ہے۔

3 عَلَى قَطِيْعٍ مِنَ الْغَنَمِ: اعمش کی روایت میں ہے کہ انھوں نے کہا: ''ہم تم سے تیس بکریوں پر مصالحت کرتے ہیں۔'' یہ تعداد صحابہ کے دستے کی تعداد کے موافق تھی۔

4 اس روایت میں یہ ذکر نہیں کہ انھوں نے سورۂ فاتحہ کتنی بار پڑھی تھی، اعمش کی روایت میں اس کی وضاحت موجود ہے کہ انھوں نے سات بار فاتحہ پڑھی تھی۔ جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ تین بار پڑھی تھی۔ حافظ رحمہ اللہ نے کہا کہ فیصلہ زائد عدد کے مطابق ہوتا ہے۔ بندہ عبدالسلام عرض کرتا ہے کہ میرے دل میں یہ تطبیق آتی ہے کہ سات بار سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کریں اور ایسا تین بار کریں۔ (واللہ اعلم)

5 رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمھیں کس نے بتایا کہ یہ دم ہے؟'' دار قطنی میں ہے کہ میں نے کہا: « يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! شَيْءٌ أُلْقِيَ فِيْ رَوْعِيْ » ''یا رسول اللہ! یہ ایک چیز تھی جو میرے دل میں ڈالی گئی۔'' اس سے معلوم ہوا کہ اس سے پہلے ابوسعید رضی اللہ عنہ کو یہ علم نہ تھا کہ فاتحہ دم بھی ہے، بلکہ عین اس وقت ان کے دل میں یہ بات اللہ کی طرف سے آئی۔ اہل علم نے اس سے استدلال کیا ہے کہ اگر کسی شخص کو کسی تکلیف کے متعلق کسی آیت کی مناسبت سے دل میں آئے کہ اس آیت کے ساتھ اس موقع پر دم کرنا چاہیے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

6 آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے ٹھیک کیا'' اس میں ان سب کاموں پر ٹھیک ہونے کی مہر لگ گئی جو صحابہ نے کیے تھے، مثلاً قبیلے والوں سے مہمانی طلب کرنا، مہمانی نہ کرنے کی وجہ سے ان کے مریض کو دم کرنے کے لیے مزدوری طے کرنا، سورۂ فاتحہ کے ساتھ دم کرنا، رسول اللہ ﷺ سے پوچھے بغیر بکریاں تقسیم نہ کرنا۔ آپ نے اپنا حصہ مقرر کرنے کی بات انھیں مانوس کرنے اور ان کی تسلی کے لیے فرمائی۔

7 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کی کتاب کے ساتھ دم کیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ مسنون اذکار اور دعاؤں کے ساتھ بھی دم کیا جا سکتا ہے، حتیٰ کہ کسی بھی کلمہ کے ساتھ دم جائز ہے جس میں شرک نہ ہو۔ صحیح مسلم (٢٢٠٠/٦٤) میں عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: « اعْرِضُوْا عَلَيَّ رُقَاكُمْ، لَا بَأْسَ بِالرُّقٰى مَا لَمْ يَكُنْ فِيْهِ شِرْكٌ » ''اپنے دم مجھے سناؤ، دموں میں کوئی حرج نہیں جب تک کہ ان میں کوئی شرک نہ ہو۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

8 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحرا اور بادیہ میں کسی قبیلے کے پاس پڑاؤ ڈالنا اور ان سے مہمانی مانگنا یا خرید لینا درست ہے، کیونکہ وہاں کھانے وغیرہ کے ہوٹل نہیں ہوتے اور یہ بھی کہ جو شخص آپ کا اکرام کرنے سے انکار کرے مقابلے میں آپ بھی اسی طرح کا سلوک کر سکتے ہیں، جیسا کہ موسیٰ اور خضر علیہما السلام کے واقعہ میں جب بستی والوں نے مہمان نوازی سے انکار کیا تو موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام کے دیوار درست کرنے پر انھیں مزدوری لینے کا مشورہ دیا۔ یہ الگ بات ہے کہ خضر علیہ السلام نے یتیموں کے خزانے کی حفاظت کے لیے وہ دیوار مفت ہی درست کر دی۔

9 اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کے دل میں قرآن مجید کی کتنی عظمت تھی اور یہ کہ قرآن میں شفا کی کتنی زبردست تاثیر ہے۔ ہم میں سے کسی کے پڑھ کر دم کرنے سے اگر وہ تاثیر ظاہر نہیں ہوتی تو اپنے یقین کی کمی اور عمل کی کوتاہی اس کا باعث ہے۔ اس لیے پورے یقین کے ساتھ اللہ کا کلام پڑھ کر دم کریں، اپنے اعمال درست کرنے کی کوشش کریں اور بار بار دم کریں تو اللہ تعالیٰ ضرور ہی شفا عطا فرمائے گا۔

10 اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو رزق قسمت میں لکھا ہے وہ مل کر ہی رہے گا، کوئی اسے روک نہیں سکتا۔ اس قبیلے والوں نے مہمانی سے انکار کیا مگر اللہ کے علم میں صحابہ کو ان سے مہمانی دلانا لکھا تھا، چنانچہ ان کے سردار کو بچھو نے ڈسا اور صحابہ کی قسمت کا رزق انھیں بکریوں کی صورت میں مل گیا۔ یہ بھی قابلِ توجہ ہے کہ بچھو نے سردار ہی کو کیوں ڈسا، اس لیے کہ کسی غریب کو ڈستا تو شاید وہ اتنی بکریاں نہ دے سکتا۔ فرمایا: ﴿ سُبۡحَٰنَ رَبِّ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ رَبِّ ٱلۡعَرۡشِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴾ [الزخرف : ۸۲] ''پاک ہے آسمانوں اور زمین کا رب، جو عرش کا رب ہے، اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔'' یاد رہے کہ تقریباً یہ تمام فوائد فتح الباری میں مذکور فوائد میں سے چند ہیں۔

١٧ - بَابُ ضَرِيبَةِ الْعَبْدِ وَتَعَاهُدِ ضَرَائِبِ الْإِمَاءِ

17- باب: غلام پر یومیہ رقم مقرر کرنا اور لونڈیوں پر مقرر کردہ رقموں کی نگرانی رکھنا

٢٢٧٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : حَجَمَ أَبُو طَيْبَةَ النَّبِيَّ ﷺ، فَأَمَرَ لَهُ بِصَاعٍ، أَوْ صَاعَيْنِ مِنْ طَعَامٍ، وَكَلَّمَ مَوَالِيَهُ فَخَفَّفَ عَنْ غَلَّتِهِ أَوْ ضَرِيبَتِهِ . [راجع : ٢١٠٢-
أخرجه مسلم : ١٥٧٧، وبمعناه في السلام (٧٧)]

2277۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوطیبہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو سینگی لگائی تو آپ نے اسے ایک صاع یا دو صاع اناج دینے کا حکم دیا اور اس کے مالکوں سے بات کر کے اس سے یومیہ لی جانے والی رقم میں تخفیف کروا دی۔

فائدہ: یہ حدیث (۲۱۰۲) میں گزر چکی ہے۔ یہاں اس حدیث سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ غلام اور لونڈی پر یومیہ ٹیکس یا خراج یعنی کچھ رقم مقرر کی جا سکتی ہے، البتہ وہ اتنی نہیں ہونی چاہیے جو ان پر ناروا مشقت کا باعث بنے، کیونکہ ایسا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرنے سے لونڈی زنا سے کمائی کی کوشش کرے گی اور غلام چوری کی طرف مائل ہوسکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے خراج میں تخفیف کروانے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ خراج مقرر کرنے والے مالک کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ اپنے غلام یا لونڈی پر مناسب خراج لگائے، پھر ان کی آمدنی پر نظر رکھے کہ وہ ناجائز طریقے سے تو کما کر نہیں لا رہے۔

١٨ - بَابُ خَرَاجِ الْحَجَّامِ

18۔ باب: سینگی لگانے والے کا خراج

٢٢٧٨ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: احْتَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ، وَأَعْطَى الْحَجَّامَ أَجْرَهُ. [راجع: ١٨٣٥- أخرجه مسلم: ١٢٠٢، بقطعة لم ترد في هذه الطريق، ولكنه في المساقاة (٦٥) و بزيادة في السلام (٧٦)]

2278۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے سینگی لگوائی اور سینگی لگانے والے کو اس کی اجرت دی۔

فائدہ یہ حدیث (١٨٣٥) میں گزر چکی ہے۔

٢٢٧٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: احْتَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَعْطَى الْحَجَّامَ أَجْرَهُ، وَلَوْ عَلِمَ كَرَاهِيَةً لَمْ يُعْطِهِ. [راجع: ١٨٣٥- أخرجه مسلم: ١٢٠٢، بقطعة لم ترد في هذه الطريق ولكنه في المساقاة (٦٥) وفي السلام (٧٦)]

2279۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ نے سینگی لگوائی اور سینگی لگانے والے کو اس کی اجرت دی اور اگر آپ ﷺ کوئی ناپسندیدگی جانتے تو اسے نہ دیتے۔

فائدہ یہ حدیث (١٨٣٥) میں گزر چکی ہے۔

٢٢٨٠ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَحْتَجِمُ وَلَمْ يَكُنْ يَظْلِمُ أَحَدًا أَجْرَهُ. [راجع: ٢١٠٢- أخرجه مسلم: ١٥٧٧، بلفظ مختلف، ولكنه باللفظ نفسه في السلام (٧٧)]

2280۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ سینگی لگواتے تھے اور آپ کسی کی اجرت رکھتے نہیں تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فوائد 1 یہ حدیث (۲۱۰۲) میں گزر چکی ہے۔ان احادیث سے سینگی لگانے اور لگوانے کا جواز ثابت ہوا، اس کے علاوہ بوقت ضرورت کسی بھی طرح خون نکلوانے کا جواز بھی ثابت ہوا۔ جب یہ عمل درست ٹھہرا تو اس کی اجرت بھی درست ثابت ہوئی اور جیسا کہ حدیث کے الفاظ ہیں کہ اگر آپ ﷺ کوئی ناپسندیدگی جانتے تو اسے اجرت نہ دیتے اور حدیث (۲۱۰۳) میں یہ الفاظ گزر چکے ہیں: « وَلَوْ كَانَ حَرَامًا لَمْ يُعْطِهِ »''یعنی اگر یہ اجرت حرام ہوتی تو آپ ﷺ اسے نہ دیتے۔'' جب یہ عمل جائز ثابت ہوا تو معلوم ہوا کہ یہ کام کرنے والے غلام پر اس کا مالک خراج لگا سکتا ہے اور اس سے لیا ہوا خراج بھی حلال ہے۔

2 ابن عباس اور انس رضی اللہ عنہم کی احادیث میں یہ فرق ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے سینگی لگوائی اور اس کی اجرت دی، یعنی اجرت کا ذکر صراحت کے ساتھ ہے اور سینگی لگوانے کے تکرار کا ذکر نہیں، جب کہ انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ سینگی لگواتے تھے یہ آپ کا معمول تھا اور آپ کسی بھی کام کرنے والے کی اجرت رکھتے نہیں تھے، جس میں سینگی لگانے والا بھی شامل ہے، گویا اس میں سینگی کی اجرت کا ذکر استنباط کے ساتھ ہے۔

3 رہی وہ حدیث جس میں ہے کہ '' كَسْبُ الْحَجَّامِ خَبِيثٌ '' تو اس کے متعلق اہل علم نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ نہیں کہ وہ حرام ہے بلکہ اس سے کراہت تنزیہی مراد ہے۔

١٩ـ بَابُ مَنْ كَلَّمَ مَوَالِيَ الْعَبْدِ أَنْ يُخَفِّفُوا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهِ

19۔باب: جو غلام کے مالکوں سے بات کرے کہ وہ اس کا خراج کچھ ہلکا کر دیں

٢٢٨١ـ حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: دَعَا النَّبِيُّ ﷺ غُلَامًا حَجَّامًا فَحَجَمَهُ وَأَمَرَ لَهُ بِصَاعٍ أَوْ صَاعَيْنِ ، أَوْ مُدٍّ أَوْ مُدَّيْنِ ، وَكَلَّمَ فِيهِ ، فَخُفِّفَ مِنْ ضَرِيبَتِهِ . [راجع : ٢١٠٢ـ أخرجه مسلم : ١٥٧٧، وبمعناه في السلام (٧٧)]

2281۔انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے ایک سینگی لگانے والے غلام کو بلایا اور اس نے آپ کو سینگی لگائی، آپ نے اسے ایک صاع یا دو صاع، یا ایک مُد یا دو مُد دینے کا حکم دیا اور آپ نے اس کے متعلق بات کی تو اس کے خراج میں کچھ کمی کر دی گئی۔

فائدہ یہ حدیث (۲۱۰۲) میں گزر چکی ہے۔ یہ غلام ابوطیبہ رضی اللہ عنہ تھا، جیسا کہ حدیث (۲۲۷۷) میں گزرا ہے۔صحیح قول کے مطابق ابوطیبہ رضی اللہ عنہ کا نام نافع تھا اور یہ محیصہ بن مسعود کا غلام تھا۔اس حدیث میں ایک صاع یا دو صاع یا ایک مُد یا دو مُد کے الفاظ میں شک کرنے والے شعبہ ہیں۔''کتاب البیوع (۲۱۰۲)'' میں مالک عن حمید کی سند سے شک کے بغیر یہ الفاظ ہیں: « فَأَمَرَ لَهُ بِصَاعٍ مِنْ تَمْرٍ » ''آپ ﷺ نے اسے کھجوروں کا ایک صاع دینے کا حکم دیا۔'' اس حدیث میں بلاشک ایک صاع کی صراحت ہے اور یہ بھی کہ صاع کس جنس سے تھا۔ (فتح الباری)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٢٠ - بَابُ كَسْبِ الْبَغِيِّ وَالْإِمَاءِ

وَكَرِهَ إِبْرَاهِيمُ أَجْرَ النَّائِحَةِ وَالْمُغَنِّيَةِ ، وَ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى : ﴿وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَنْ يُكْرِهُّنَّ فَإِنَّ اللَّهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ [النور : ٣٣] وَقَالَ مُجَاهِدٌ : ﴿فَتَيَاتِكُمْ﴾ : إِمَاءُكُمْ .

20- باب: زانیہ اور لونڈیوں کی کمائی

اور ابراہیم (نخعی) نے نوحہ کرنے والی اور گانے والی کی اجرت کو مکروہ قرار دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور اپنی لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو اگر وہ پاک دامن رہنا چاہیں، تاکہ تم دنیا کی زندگی کا سامان طلب کرو اور جو انھیں مجبور کرے گا تو یقیناً اللہ ان کے مجبور کیے جانے کے بعد بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' اور مجاہد نے کہا: ''فَتَيَاتِكُمْ'' کا معنی ہے: تمھاری لونڈیاں۔

فائدہ قرآن وحدیث اور سلف کے کلام میں اکثر مکروہ کا لفظ حرام کے معنی میں آیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بنی اسرائیل میں شرک، زنا، قتل وغیرہ جرائم کا ذکر فرما کر آخر میں فرمایا: ﴿كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا﴾ [بني إسرائيل : ٣٦] ''یہ سب کام، ان کا برا تیرے رب کے ہاں ہمیشہ سے ناپسندیدہ ہے۔'' یہاں مکروہ واضح طور پر حرام کے معنی میں ہے۔ واضح رہے کہ باب میں مذکور زانیہ کی کمائی تو حرام ہے، زانیہ آزاد بھی ہو سکتی ہے لونڈی بھی اور لونڈی کی کمائی اگر ہاتھ وغیرہ کی محنت سے ہو تو جائز ہے لیکن اگر زنا یا اس کے متعلقات مثلاً گانے بجانے یا رقص وغیرہ سے ہو تو حرام ہے۔ اس کی تائید کے لیے ابراہیم نخعی کا قول ذکر کیا ہے۔

٢٢٨٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَمَهْرِ الْبَغِيِّ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ . [راجع : ٢٢٣٧ـ أخرجه مسلم : ١٥٦٧]

2282- ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کتے کی قیمت اور زانیہ کی کمائی اور کاہن کی مٹھائی سے منع فرمایا۔

فائدہ اس کی شرح (۲۲۳۷) میں گزر چکی ہے، یہاں اس حدیث کو ''كَسْبِ الْإِمَاءِ'' لونڈیوں کی (زنا کی) کمائی سے ممانعت کی مناسبت سے ذکر کیا ہے۔

٢٢٨٣ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ،

2283- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ كَسْبِ الْإِمَاءِ. [انظر : ٥٣٤٨]

لونڈیوں کی کمائی سے منع فرمایا۔

فوائد 1 وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ : "اَلْبِغَآءِ" کا معنی زنا ہے، مگر یہ لفظ صرف عورت کے زنا پر بولا جاتا ہے۔کہا جاتا ہے: " بَغَتْ، تَبْغِيْ بِغَاءً، فَهِيَ بَغِيٌّ وَلِلْجَمَاعَةِ بَغَايَا۔" " فَتَيَاتٌ " " فَتَاةٌ " کی جمع ہے، معنی اس کا جوان لڑکی ہے، جیسا کہ " فَتًى " کا معنی جوان لڑکا ہے۔ عام طور پر غلام اور لونڈی کے لیے " عَبْدٌ "اور " أَمَةٌ "کا لفظ بولا جاتا ہے، جیسا کہ پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَ اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآىِٕكُمْ ﴾ [النور : ٣٢] "اور اپنے میں سے بے نکاح مردوں، عورتوں کا نکاح کر دو اور اپنے غلاموں اور اپنی لونڈیوں سے جو نیک ہیں۔" اس لیے غلام اور لونڈی پر " عَبْدٌ "اور " أَمَةٌ " کا لفظ بولنا جائز ہے مگر بہتر یہ ہے کہ غلام کے لیے " فَتًى "اور لونڈی کے لیے " فَتَاةٌ " کا لفظ بولا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: « وَلَا يَقُلْ أَحَدُكُمْ عَبْدِيْ وَلَا أَمَتِيْ، وَلْيَقُلْ فَتَايَ وَفَتَاتِيْ وَ غُلَامِيْ »[بخاري، باب كراهية التطاول على الرقيق : ٢٥٥٢، عن أبي هريرة رضي الله عنه] "تم میں سے کوئی شخص " عَبْدِيْ " اور " أَمَتِيْ " نہ کہے، بلکہ " فَتَايَ "، " فَتَاتِيْ " اور" غُلَامِيْ" کہے۔" یہاں لونڈیوں کے لیے "إِمَائِكُمْ" کے بجائے "فَتَيٰتِكُمْ" کا لفظ استعمال کرنے میں ان لونڈیوں کی "فتوت" (جواں مردی) کا بیان مقصود ہے کہ وہ لونڈیاں (جوان) ہو کر بھی پاک دامن رہنا چاہتی ہیں۔ (بقاعی)

2 یہاں ایک سوال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ" اپنی لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو، اگر وہ پاک دامن رہنا چاہیں" تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ پاک دامن نہ رہنا چاہیں تو انھیں بدکاری پر مجبور کیا جا سکتا ہے؟ اہلِ علم نے اس کا دو طرح سے جواب دیا ہے: ایک یہ کہ بدکاری پر مجبور اسی کو کیا جاتا ہے جو پاک دامن رہنا چاہے، جو پاک دامن رہنا ہی نہ چاہے اسے بدکاری پر مجبور کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے کہ کہا جائے: "اسے بدکاری پر مجبور نہ کرو۔" دوسرا جواب اس کا یہ ہے کہ لفظ " إِنْ " (بمعنی اگر) یہاں شرط کے لیے نہیں بلکہ اس واقعہ کے بیان کے لیے ہے جس پر یہ آیت اتری۔ واقعہ یہ تھا کہ عبد اللہ بن اُبی اور اس قسم کے بد قماش اپنی لونڈیوں کو بدکاری کرنے پر مجبور کرتے تھے، جب کہ وہ پاک دامن رہنا چاہتی تھیں۔ چنانچہ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن اُبی ابن سلول کی ایک لونڈی کا نام مُسیکہ تھا اور دوسری کا نام اُمیمہ تھا، وہ انھیں بدکاری پر مجبور کرتا تھا، ان دونوں نے اس کی شکایت رسول اللہ ﷺ کے پاس کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی : ﴿ وَ لَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَ مَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [النور : ٣٣] "اور اپنی لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو، اگر وہ پاک دامن رہنا چاہیں، تاکہ تم دنیا کی زندگی کا سامان طلب کرو اور جو انھیں مجبور کرے گا تو یقیناً اللہ ان کے مجبور کیے جانے کے بعد بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔" [مسلم : ٢٧/ ٣٠٢٩] اس کی ایک مثال یہ آیت ہے : ﴿ وَ اِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا ﴾ [النساء: ۱۰۱] ''اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ نماز کچھ کم کر لو، اگر ڈرو کہ تمھیں وہ لوگ فتنے میں ڈال دیں گے جنھوں نے کفر کیا۔'' یہاں خوف کا ذکر شرط کے لیے نہیں بلکہ اس واقعہ کو مدنظر رکھتے ہوئے ہے جس موقع پر یہ آیت اتری تھی۔ یہ دوسرا جواب پہلے کی بہ نسبت زیادہ صحیح ہے، کیونکہ لونڈیاں پاک دامن نہ بھی رہنا چاہیں تو ضروری نہیں کہ وہ اس شخص سے زنا پر بھی راضی ہوں جس پر ان کا مالک انھیں مجبور کر رہا ہے۔

3 لِتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا: اس کا مطلب یہ نہیں کہ اگر دنیا کا مال طلب کرنا مقصود نہ ہو تو لونڈیوں سے زنا کروایا جا سکتا ہے، بلکہ یہ بھی بیانِ واقعہ کے لیے ہے کہ یہ کام کرنے والوں کا مقصد دنیا کے ساز و سامان کی طلب تھا۔ چنانچہ صحیح مسلم (۳۰۲۹) ہی کی ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ بن اُبی اپنی ایک لونڈی سے کہا کرتا تھا کہ جاؤ اور ہمارے لیے کچھ تلاش کر کے لاؤ، تو اس پر یہ آیت اتری۔

4 وَمَنْ يُكْرِهْهُنَّ فَإِنَّ اللّٰهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَحِيمٌ: زنا ایک ایسا فعل ہے کہ مجبور ہو کر کرنے سے بھی نفس کی لذت کا دخل اس میں ہو ہی جاتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لونڈیوں کو مجبور کیے جانے کے بعد ان کی گناہ میں شرکت پر کوئی مؤاخذہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے لیے غفور و رحیم ہے، ان کا گناہ مجبور کرنے والوں پر ہے۔ علی بن ابی طلحہ کی روایت سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر یہی ہے اور یہی ظاہر بھی ہے اور راجح بھی۔ تفسیر سعدی میں ہے: ''اس آیت میں لونڈیوں کو زنا پر مجبور کرنے والوں کو توبہ کی دعوت دی گئی ہے کہ وہ بھی اگر توبہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ ان کو مجبور کرنے کے گناہ کے بعد بھی غفور و رحیم ہے۔ اس لیے انھیں چاہیے کہ اللہ کی جناب میں توبہ کریں اور آئندہ اس جرم سے باز آ جائیں۔''

۲۱ - بَابُ عَسْبِ الْفَحْلِ

21- باب: سانڈ کی جفتی (پر اجرت لینا)

۲۲۸۴ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ عَسْبِ الْفَحْلِ.

2284- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے سانڈ کی جفتی (کی اجرت لینے) سے منع فرمایا۔

فائدہ '' عَسْبِ الْفَحْلِ '' کوئی سانڈ جانور ہو، گھوڑا یا اونٹ یا بیل یا مینڈھا اور نسائی کی روایت میں خاص بکرے کُدانے کا ذکر ہے، ہر حال میں یہ اجارہ (یعنی کمائی) ناجائز ہے خواہ منی کی قیمت ہو یا جماع کی۔ غرض اس کی بیع اور اجارہ حرام ہے، لیکن عاریتاً کے طور پر نر جانور کا دینا سب کے نزدیک درست ہے اور اگر شرط کیے بغیر مادہ والا نر والے کو کچھ دے تو اس کے لینے میں کچھ حرج نہیں۔ (تیسیر الباری) جیسا کہ ترمذی (۱۲۷۴) میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کلاب کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک آدمی نے نبی ﷺ سے سانڈ کی جفتی (کی اجرت) کے متعلق سوال کیا تو آپ نے اسے منع فرمادیا۔ اس نے کہا: یارسول اللہ! ہم سانڈ چڑھاتے ہیں، پھر بطورِ تکریم ہمیں کچھ دیا جاتا ہے تو آپ نے بطور تکریم دیے جانے والے عطیے کی اجازت دی۔

٢٢۔ بَابٌ: إِذَا اسْتَأْجَرَ أَرْضًا فَمَاتَ أَحَدُهُمَا

22۔باب: جب کوئی زمین ٹھیکے پر لے، پھر (ٹھیکے پر) دینے والا یا لینے والا مر جائے

وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ: لَيْسَ لِأَهْلِهِ أَنْ يُخْرِجُوهُ إِلَى تَمَامِ الْأَجَلِ. وَقَالَ الْحَكَمُ وَالْحَسَنُ وَ إِيَاسُ بْنُ مُعَاوِيَةَ: تُمْضَى الْإِجَارَةُ إِلَى أَجَلِهَا.

اور ابن سیرین نے کہا: زمین والوں کے لیے جائز نہیں کہ مدت پوری ہونے سے پہلے اسے نکالیں۔ اور حکم اور حسن اور ایاس بن معاویہ نے کہا: ٹھیکا اپنی مدت تک جاری رہے گا۔

وَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ: أَعْطَى النَّبِيُّ ﷺ خَيْبَرَ بِالشَّطْرِ، فَكَانَ ذَلِكَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَ أَبِي بَكْرٍ وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ، وَلَمْ يُذْكَرْ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ، جَدَّدَ الْإِجَارَةَ بَعْدَ مَا قُبِضَ النَّبِيُّ ﷺ.

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: نبی ﷺ نے خیبر کو نصف پر دیا، تو وہ نبی ﷺ کے عہد اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہد اور عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے شروع تک ایسے ہی رہا اور کہیں ذکر نہیں آیا کہ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ کی وفات کے بعد نئے سرے سے ٹھیکا کیا ہو۔

٢٢٨٥۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَعْطَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَيْبَرَ الْيَهُودَ أَنْ يَعْمَلُوهَا وَيَزْرَعُوهَا، وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا.

2285۔عبد اللہ (بن عمر) رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہود کو خیبر دیا تھا کہ اس میں کام کریں اور کاشت کریں اور ان کے لیے اس سے حاصل ہونے والی آمدنی کا نصف ہوگا۔

وَ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ: أَنَّ الْمَزَارِعَ كَانَتْ تُكْرَى عَلَى شَيْءٍ، سَمَّاهُ نَافِعٌ لَا أَحْفَظُهُ. [انظر: ٢٣٢٨، ٢٣٢٩، ٢٣٣١، ٢٣٣٨، ٢٣٤٣، ٢٣٤٥، ٢٤٩٩، ٢٧٢٠، ٣١٥٢، ٤٢٤٨۔ أخرجه مسلم: ١٥٥١]

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ کھیت کسی چیز کے عوض ٹھیکے پر دیے جاتے تھے، جس کا نافع نے ذکر کیا جو ان کے شاگرد کو یاد نہیں رہا۔

٢٢٨٦۔ وَ أَنَّ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ حَدَّثَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ.

2286۔اور رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے کھیت کرائے پر دینے سے منع فرمایا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَ قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ : عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ : حَتَّى أَجْلَاهُمْ عُمَرُ . [انظر : ٢٣٢٧، ٢٣٣٢، ٢٣٤٤، ٢٧٢٢ـ أخرجه مسلم : ١٥٤٧، وفي البيوع (١١٥)]

اور عبید اللہ نے نافع سے، انھوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا: یہاں تک کہ عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں جلا وطن کر دیا۔

فائدہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان احادیث سے اور ان کی تائید میں ابن عمر رضی اللہ عنہما اور مسلمانوں کے معروف قاضی اور تابعین سے ثابت کیا ہے کہ زمین اجارہ پر دی جائے تو دینے والے یا لینے والے کی وفات سے وہ اجارہ ختم نہیں ہوتا بلکہ آپس میں جو معاہدہ ہوا ہو اس کی مدت تک اسے پورا کرنا لازم ہے۔ ہمارے زمانے میں بھی مسلمانوں بلکہ تمام ملتوں کا اسی پر عمل ہے، کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو اجارے پر دینا اور لینا بے حد دشوار بلکہ تقریباً ناممکن ہو جائے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اجارہ کے فریقین میں سے کوئی ایک فوت ہو جائے تو اجارہ ختم ہو جاتا ہے اور خیبر کی زمین کے متعلق ان کے بعض نے یہ تاویل نکالی ہے کہ وہ زمین اجارہ یا مزارعت پر نہیں دی گئی تھی بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے نصف آمدنی بطور خراج لیتے تھے، ان بے چاروں کو یہ معلوم نہیں کہ اگر اسے خراج مانیں تو زمین کا مالک یہود کو ماننا پڑتا ہے، حالانکہ اس پر اتفاق ہے کہ یہود کی مفتوحہ زمین مسلمانوں کی ملکیت تھی۔

رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی مزارعت سے منع کرنے کی حدیث اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی کھیتوں کو کرائے پر دینے کی حدیث پر "كِتَابُ الْحَرْثِ وَالْمُزَارَعَةِ (۲۳۲۷، ۲۳۲۸)" میں بحث ہوگی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

[تَمَّ كِتَابُ الإِجَارَةِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

٣٨- كِتَابُ الْحَوَالَاتِ
حوالہ کی کتاب

١- بَابٌ : فِي الْحَوَالَةِ، وَهَلْ يَرْجِعُ فِي الْحَوَالَةِ ؟

1- باب: حوالہ کے بارے میں اور کیا حوالہ میں رجوع کرسکتا ہے؟

فائدہ حوالہ کا معنی ہے منتقل کرنا، یعنی کوئی آدمی اپنا قرض دوسرے کی طرف منتقل کر دے کہ میری جگہ یہ شخص تمھیں قرض ادا کرے گا۔ مثال کے لیے اگر عبداللہ نے عبدالرحیم کو ایک ہزار روپے کا کپڑا ادھار دیا ہے، عبدالرحیم اسے کہتا ہے کہ میری جگہ احمد ایک ماہ بعد تمھیں یہ قرض ادا کر دے گا اور عبداللہ اسے قبول کر لے تو اس میں عبدالرحیم ''مُحِیل'' یعنی حوالے کرنے والا ہے اور عبداللہ ''مُحتال'' ہے، یعنی جسے حوالے کیا گیا ہے اور احمد ''مُحتال علیہ'' ہے، یعنی جس کے حوالے کیا گیا ہے۔ آج کل اس کی ایک مثال یہ ہے کہ عبداللہ نے عبدالرحیم کو ایک ہزار روپے کا کپڑا ادھار دیا اور اسے کسی بینک کے نام ایک ہزار روپے کا چیک لکھ کر دے دیا کہ یہ ہزار روپے تم فلاں بینک سے لے لینا، اس میں عبدالرحیم مُحیل، عبداللہ مُحتال اور بینک مُحتال علیہ ہے۔ حوالہ میں شرط یہ ہے کہ تینوں فریق حوالہ پر راضی ہوں، دوسری شرط یہ ہے کہ جس شخص کے حوالے کیا گیا ہے وہ اس دن مال دار ہو جس دن اس نے حوالہ قبول کیا ہے اور قرض کی وہ رقم ادا کر سکتا ہو جو حوالے کرنے والے کے ذمے ہے، خواہ حوالے کرنے والے نے اسے وہ رقم دی ہوئی ہو یا نہ دی ہوئی ہو، بلکہ وہ صرف ثواب یا احسان کی نیت سے اس کی طرف سے دینا قبول کرے۔ حوالہ میں رسول اللہ ﷺ کا حکم یہ ہے کہ اگر مقروض قرض خواہ کو ایسے شخص کے حوالے کرتا ہے کہ میرا قرض تمھیں یہ شخص ادا کرے گا اور وہ شخص اس دن مال دار ہو اور وہ قرض ادا کر سکتا ہو تو قرض خواہ کو اس کا حوالہ قبول کر لینا چاہیے کہ ٹھیک ہے میں اس سے یہ رقم لے لوں گا۔ اس پر اصرار نہیں کرنا چاہیے کہ میں اپنا قرض تمھیں سے لوں گا۔

اب اگر وہ شخص جس کے حوالے کیا گیا ہے بعد میں مفلس ہو گیا، تو قرض خواہ اصل مقروض سے دوبارہ اس قرض کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مطالبہ نہیں کر سکتا، یہ حوالہ ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ اس صورت میں بھی قرض خواہ اصل مقروض سے اس قرض کا تقاضا کر سکتا ہے، مگر یہ بات درست نہیں، ہاں کفالت میں ایسا ہوتا ہے۔ کفالت، یعنی ضمانت یہ ہے کہ مثلاً عبداللہ نے عبدالرحیم کو ایک ہزار روپے کا کپڑا ادھار دیا۔ عبدالرحیم اسے کہتا ہے کہ میں ایک ماہ بعد تمھیں یہ رقم دے دوں گا اور احمد اس کا کفیل بن جاتا ہے کہ اگر وہ تمھیں یہ رقم ادا نہ کرے تو میں ادا کروں گا۔ اس میں قرض خواہ کفیل اور اصل مقروض دونوں سے اس قرض کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ حوالہ میں اگر وہ شخص جس کے حوالے کیا گیا اس دن ہی مفلس تھا جس دن اس کے حوالے کیا گیا اور ''مُحتال'' کو دھوکا دیا گیا تھا تو قرض خواہ دوبارہ اصل مقروض سے رقم کا تقاضا کر سکتا ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ وَقَتَادَةُ : إِذَا كَانَ يَوْمَ أَحَالَ عَلَيْهِ مَلِيًّا جَازَ . وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : يَتَخَارَجُ الشَّرِيكَانِ وَأَهْلُ الْمِيرَاثِ ، فَيَأْخُذُ هَذَا عَيْنًا وَهَذَا دَيْنًا، فَإِنْ تَوِيَ لِأَحَدِهِمَا لَمْ يَرْجِعْ عَلَى صَاحِبِهِ .

اور حسن اور قتادہ نے کہا: اگر وہ اس دن مال دار تھا جب اس کے حوالے کیا تھا تو حوالہ نافذ ہو گیا۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: دو شریک یا میراث والے اگر اس طرح تقسیم کر لیں کہ ایک نقد مال لے لے اور دوسرا ادھار مال لے لے، پھر اگر ان میں سے ایک کا حصہ ضائع ہو گیا تو وہ دوسرے ساتھی سے دوبارہ نہیں لے سکتا۔

فائدہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے موقف کی تائید میں حسن اور قتادہ کا قول بیان کیا ہے کہ اگر جس کے حوالے کیا گیا ہے وہ حوالہ کے وقت غنی تھا تو حوالہ نافذ ہو گیا، اب بعد میں اگر وہ مفلس ہو گیا تو قرض خواہ اصل مقروض سے دوبارہ تقاضا نہیں کر سکتا۔ اس کے علاوہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول اپنی تائید کے لیے ذکر کیا ہے کہ اگر دو شریک یا میراث والے تخارج کرتے ہیں۔ ''تخارج'' یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک مشترکہ چیزوں میں سے کوئی معین چیز لے کر دوسری چیزوں میں اپنے حصے سے نکل جاتا ہے، یعنی ان سے دست بردار ہو جاتا ہے تو اسے تخارج کہتے ہیں، مثلاً مشترکہ کاروبار یا میراث تقسیم کرتے وقت اگر ان میں سے ایک شخص موجود رقم یا سامان لے لے اور دوسرا وہ مال لینا قبول کر لے جو انھوں نے لوگوں سے ادھار واپس لینا ہے تو یہ فیصلہ پکا ہو گیا، اب اگر کسی کا حصہ کسی وجہ سے ضائع ہو جائے تو وہ دوسرے سے مطالبہ نہیں کر سکتا، مثلاً ادھار والے کا ادھار وصول نہ ہو سکے تو وہ نقد والے سے مطالبہ نہیں کر سکتا اور اگر نقد والے کا مال ضائع ہو جائے، مثلاً کوئی جانور تھا تو وہ مر گیا یا سامان تھا تو وہ چوری ہو گیا یا جل گیا تو وہ ادھار لینے والے سے تقاضا نہیں کر سکتا۔ اسی طرح کسی مال دار کے پاس حوالہ قبول کرنے کے بعد وہ مال دار مفلس ہو جائے تو قرض خواہ اصل مقروض سے قرض کا تقاضا نہیں کر سکتا۔

٢٢٨٧۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي

2287۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مال دار کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے اور جب تم میں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : « مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ، فَإِذَا أُتْبِعَ أَحَدُكُمْ عَلَى مَلِيٍّ فَلْيَتْبَعْ » [انظر : ٢٢٨٨، ٢٤٠٠۔ أخرجه مسلم : ١٥٦٤]

سے کسی کو کسی غنی کے حوالے کیا جائے تو وہ حوالے ہو جائے۔"

فوائد 1 مطلب یہ ہے کہ غنی آدمی جس کے پاس دوسرے کا حق ادا کرنے کے لیے رقم موجود ہے اگر وہ اسے ادا کرنے میں تاخیر اور ٹال مٹول کرتا ہے تو یہ ظلم ہے اور مومن ظلم نہیں کرتا، کیونکہ ظلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حرام کر دیا ہے، اس لیے جب تمھارا کوئی مقروض تم سے کہے: آؤ میں تمھیں ایک مال دار شخص کے حوالے کروں جو میری جگہ تمھیں وہ قرض ادا کر دے گا تو اس کے ساتھ چلے جاؤ، کیونکہ وہ مومن بھی ہے جو ٹال مٹول کر کے ظلم نہیں کرے گا اور مال دار بھی ہے، وہ ادا بھی کر سکتا ہے، اس لیے اس کے پاس جانے میں کچھ مشقت بھی ہو تو اجر کے لیے برداشت کر لو۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر وہ ایسے شخص کے حوالے کرے جو خود محتاج ہو یا اس کی حق ادا کرنے کی شہرت خراب ہو اور اس کے ٹال مٹول یا مکر جانے کی عادت معروف ہو تو اس کے ساتھ جانا ضروری نہیں، کیونکہ ہر شخص کو ظلم سے بچنے کا حق حاصل ہے اور اگر کسی کو کسی مال دار اور اچھی ادائیگی والے کے حوالے کیا جائے اور وہ بھی حوالہ قبول کر لے، پھر ادائیگی کے وقت وہ واقعی مفلس ہو جائے تو قرض خواہ اصل مقروض کی طرف نہیں جا سکتا ہے کہ اس سے قرض طلب کرے، کیونکہ اب اس قرض کی ادائیگی حوالہ قبول کرنے والے کے ذمے ہے۔ اگر وہ مفلس ہو گیا تو ایسے ہی ہے جیسے اصل مقروض افلاس کی وجہ سے قرض ادا نہ کر سکا، کیونکہ مفلس اور مال دار ہونا کسی کے بس کی بات نہیں ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ﴾ [الرعد : ٢٦] "اللہ رزق فراخ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور (جس کے لیے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے۔" 2 "مَطْلٌ" (ٹال مٹول) کے ظلم ہونے میں ہر اس شخص کا حق کی ادائیگی میں دیر کرنا بھی شامل ہے جو حق ادا کر سکتا ہو اور نہ کرے، مثلاً خاوند اپنی بیوی کے حقوق، مالک اپنے ملازموں کے حقوق اور حاکم اپنی رعایا کے حقوق کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرے یا اس کے برعکس بیوی یا ملازم یا رعایا اپنے خاوند یا مالک یا حاکم کے حقوق کی ادائیگی میں ٹال مٹول سے کام لیں۔ (فتح الباری)

٢- بَابٌ : إِذَا أَحَالَ عَلَى مَلِيٍّ فَلَيْسَ لَهُ رَدٌّ

2- باب: جب کوئی کسی مال دار کے حوالے کرے تو اسے رد کرنا جائز نہیں

٢٢٨٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ ذَكْوَانَ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : « مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ وَمَنْ أُتْبِعَ عَلَى مَلِيٍّ فَلْيَتْبَعْ » [راجع : ٢٢٨٧]

2288- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "مال دار کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے اور جسے کسی مال دار کے حوالے کیا جائے وہ حوالے ہو جائے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

أخرجه مسلم : ١٥٦٤]

فائدہ اس کی شرح پچھلے باب میں گزر چکی ہے۔

٣- بَابٌ : إِنْ أَحَالَ دَيْنَ الْمَيِّتِ عَلَى رَجُلٍ جَازَ

٢٢٨٩- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ ابْنُ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ : كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ، فَقَالُوا : صَلِّ عَلَيْهَا ، فَقَالَ : « هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ؟» قَالُوا : لَا، قَالَ : « فَهَلْ تَرَكَ شَيْئًا؟» قَالُوا : لَا، فَصَلَّى عَلَيْهِ، ثُمَّ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ أُخْرَى فَقَالُوا : يَا رَسُولَ اللَّهِ ! صَلِّ عَلَيْهَا، قَالَ : « هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ؟» قِيلَ : نَعَمْ، قَالَ : « فَهَلْ تَرَكَ شَيْئًا؟» قَالُوا : ثَلَاثَةَ دَنَانِيرَ، فَصَلَّى عَلَيْهَا، ثُمَّ أُتِيَ بِالثَّالِثَةِ فَقَالُوا : صَلِّ عَلَيْهَا، قَالَ : « هَلْ تَرَكَ شَيْئًا؟» قَالُوا : لَا، قَالَ : « فَهَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ ؟ » قَالُوا : ثَلَاثَةُ دَنَانِيرَ، قَالَ : « صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ » قَالَ أَبُو قَتَادَةَ : صَلِّ عَلَيْهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَعَلَيَّ دَيْنُهُ ، فَصَلَّى عَلَيْهِ . [انظر : ٢٢٩٥]

3۔باب: اگر میت کا قرض کسی آدمی کے حوالے کرے تو جائز ہے

2289۔سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک جنازہ لایا گیا، صحابہ نے (نبی ﷺ سے) کہا: آپ اس کا جنازہ پڑھیں۔آپ نے فرمایا: ”کیا اس پر کوئی قرض ہے؟“ انھوں نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: ”کیا اس نے کوئی چیز چھوڑی ہے؟“ انھوں نے کہا: نہیں، تو آپ نے اس کا جنازہ پڑھ دیا، پھر ایک اور جنازہ لایا گیا، صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! اس کا جنازہ پڑھیں۔آپ نے فرمایا: ”کیا اس پر کوئی قرض ہے؟“ کہا گیا: ہاں، آپ نے فرمایا: ”تو کیا اس نے کوئی چیز چھوڑی ہے؟“ انھوں نے کہا: تین دینار چھوڑے ہیں، تو آپ نے اس کا جنازہ پڑھ دیا، پھر تیسرا (جنازہ) لایا گیا، صحابہ نے کہا: اس کا جنازہ پڑھیں۔آپ نے فرمایا: ”اس نے کوئی چیز چھوڑی ہے؟“ انھوں نے کہا: نہیں، فرمایا: ”کیا اس پر کوئی قرض ہے؟“ انھوں نے کہا: تین دینار ہیں۔آپ نے فرمایا: ”اپنے ساتھی کا جنازہ پڑھ لو۔“ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ اس کا جنازہ پڑھیں اور اس کا قرض میرے ذمے ہے۔تو آپ نے اس کا جنازہ پڑھ دیا۔

فوائد 1 بظاہر یہ کفالت کی صورت ہے کہ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے اس میت کے قرض کی ضمانت اٹھالی۔امام بخاری نے اسی لیے اس حدیث کو کفالت کے باب میں بھی ذکر کیا ہے، یہاں ” كِتَابُ الْحَوَالَاتِ “ میں اس کا ذکر اس لیے کیا ہے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کہ یہ کفالت ایسی ہے جس میں میت قرض کی ادائیگی سے بری ہو جاتی ہے اور وہ کفیل کے ذمے آ جاتی ہے، اس لیے وہ محال علیہ کے حکم میں ہو جاتا ہے اور یہ کفالت حوالہ ہی ہے، کیونکہ کفالت میں اصل مقروض بری الذمہ نہیں ہوتا۔ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس میت کا قرض جو اپنے ذمے لیا فتح الباری میں اس کی تفصیل ہے، وہ لکھتے ہیں کہ بخاری کے الفاظ ہیں: ''ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ اس کا جنازہ پڑھیں اور اس کا قرض میرے ذمے ہے، تو آپ نے اس کا جنازہ پڑھ دیا۔'' اور ابن ماجہ (۲۴۰۷) میں خود ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: « وَأَنَا أَتَكَفَّلُ بِهِ »''اور میں اس کا ذمہ دار بنتا ہوں۔'' حاکم (۲۳۴۶) نے جابر رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ زیادہ بیان کیے کہ آپ نے فرمایا: « هُمَا عَلَيْكَ وَ فِيْ مَالِكَ وَالْمَيِّتُ مِنْهُمَا بَرِيْئٌ »''وہ دو دینار تمھارے ذمے ہیں، تمھارے مال میں لازم ہیں اور میت ان دیناروں سے بری ہے۔'' انھوں نے کہا: جی ہاں! تو آپ نے اس کا جنازہ پڑھ دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے ملتے تو فرماتے: « مَا صَنَعَتِ الدِّيْنَارَانِ ؟ »''ان دو دیناروں کا کیا ہوا؟'' یہاں تک کہ آخر کار ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے وہ دونوں دینار ادا کر دیے ہیں، تو آپ نے فرمایا: « اَلْآنَ حِيْنَ بَرَّدْتَ جِلْدَهُ »''اب تم نے اس کی جلد کو ٹھنڈا کر دیا۔'' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگرچہ بظاہر یہ کفالت ہے مگر درحقیقت یہ حوالہ قبول کرنا تھا، کیونکہ اصل مقروض جو میت تھا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس کے قرض سے بری ہونے کو قبول کر لیا تھا۔

2 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرض کا معاملہ کتنا مشکل ہے، اس لیے آدمی کو بہت مجبوری کے بغیر قرض لینے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ رہی یہ بات کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقروض کا جنازہ نہ پڑھنے میں کیا حکمت تھی تو اس کے متعلق حدیث (۲۲۹۸) میں بات ہوگی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

[تَمَّ كِتَابُ الْحَوَالَاتِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۳۹۔ كِتَابُ الْكَفَالَةِ

کفالت کی کتاب

۱۔ بَابُ الْكَفَالَةِ فِي الْقَرْضِ وَالدُّيُونِ بِالْأَبْدَانِ وَغَيْرِهَا

1۔ باب: قرض اور دُیون میں بدن کے ساتھ یا اس کے علاوہ کے ساتھ ضمانت دینا

فوائد ومسائل: 1 قرض اور دَین میں فرق ہے۔قرض خاص ہے، یعنی کسی سے کوئی رقم ایک مدت تک ادائیگی پر قرض لی ہو اور دَین عام ہے، اس میں قرض بھی شامل ہے، کیونکہ کسی کا کوئی حق جو آدمی کے ذمے ہو وہ سب دَین کہلاتا ہے، مثلاً بیوی کا مہر، کسی کی دیت، کسی سے ادھار لی ہوئی کسی چیز کی قیمت، مزدور کی مزدوری اور کسی سے قرض لی ہوئی رقم وغیرہ۔

2 کفالت کا معنی ضامن بننا ہے۔حوالہ اور کفالہ میں یہ فرق ہے کہ حوالہ میں قرض یا دَین اصل مقروض سے منتقل ہو کر ''مُحتال علیہ'' یعنی حوالہ قبول کرنے والے کے ذمے آ جاتا ہے اور ''مُحِیل'' یعنی اصل مقروض اس سے بری ہو جاتا ہے، قرض خواہ کو حوالہ قبول کرنے والے سے قرض وصول ہو یا نہ ہو وہ اصل مقروض سے مطالبہ نہیں کر سکتا اور کفالہ کا مطلب ہے کہ مقروض کی قرض ادا کرنے کی ذمہ داری کے ساتھ اپنی ذمہ داری کو شامل کر دینا۔ یہ دو طرح سے ہے: ایک ہے ''کفالت بالمال'' کہ اگر فلاں مدت تک یا مدت کے تعین کے بغیر یہ مقروض قرض ادا نہیں کرے گا تو اسے میں ادا کر دوں گا۔اس میں قرض خواہ مقرر مدت کے اندر اصل مقروض سے مطالبہ کر سکتا ہے اور مدت پوری ہونے کے بعد کفیل اور اصیل دونوں سے مطالبہ کر سکتا ہے اور دوسری ''کفالت بالبدن'' ہے کہ فلاں شخص کو فلاں وقت پر حاضر کرنے کا ذمہ دار میں ہوں۔

۲۲۹۰۔ وَقَالَ أَبُو الزِّنَادِ: عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَمْزَةَ بْنِ عَمْرٍو الْأَسْلَمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَعَثَهُ مُصَدِّقًا، فَوَقَعَ رَجُلٌ عَلَى جَارِيَةِ امْرَأَتِهِ فَأَخَذَ

2290۔ حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں صدقہ (زکاۃ) وصول کرنے والا بنا کر بھیجا، پھر (اس سے پہلے واقعہ یہ ہوا تھا کہ) ایک آدمی نے اپنی بیوی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حَمْزَةُ مِنَ الرَّجُلِ كَفِيلًا حَتَّى قَدِمَ عَلَى عُمَرَ ، وَ كَانَ عُمَرُ قَدْ جَلَدَهُ مِائَةَ جَلْدَةٍ، فَصَدَّقَهُمْ وَعَذَرَهُ بِالْجَهَالَةِ.

کی لونڈی سے جماع کر لیا تھا، تو حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس آدمی سے ضامن لیا یہاں تک کہ وہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور عمر رضی اللہ عنہ اسے سو کوڑے لگا چکے تھے، اس لیے انھوں نے انھیں سچا قرار دیا اور جہالت کی وجہ سے اسے معذور قرار دیا۔

وَ قَالَ جَرِيرٌ وَالْأَشْعَثُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ فِي الْمُرْتَدِّينَ : اسْتَتِبْهُمْ وَكَفِّلْهُمْ، فَتَابُوا وَكَفَلَهُمْ عَشَائِرُهُمْ ، وَقَالَ حَمَّادٌ : إِذَا تَكَفَّلَ بِنَفْسٍ فَمَاتَ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ. وَقَالَ الْحَكَمُ : يَضْمَنُ .

اور جریر اور اشعث رضی اللہ عنہما نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو مرتدوں کے بارے میں کہا: ان سے توبہ کروائیں اور ان سے ضامن لیں، چنانچہ انھوں نے توبہ کر لی اور انھوں نے ان کے خاندانوں کو ان کے ضامن بنا لیا۔ اور حماد نے کہا: جب کسی شخص کو حاضر کرنے کی ضمانت دے، پھر وہ فوت ہو جائے تو اس کے ذمے کوئی چیز نہیں۔ اور حکم نے کہا: وہ ضامن ہوگا۔

فائدہ 1 " بَابُ الْكَفَالَةِ فِي الْقَرْضِ وَالدُّيُوْنِ بِالْأَبْدَانِ وَغَيْرِهَا " " غَيْرِ الْأَبْدَانِ " سے مراد اموال ہیں۔ (فتح الباری)

2 حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ کا واقعہ یہاں نہایت اختصار سے ذکر ہوا ہے۔ پورا قصہ طحاوی (۳۱۰/۱۱، ح: ۴۴۶۵) نے اسی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ کو (کسی جگہ) صدقہ (زکاۃ) وصول کرنے والا عامل بنا کر بھیجا، وہ وہاں گئے تو ایک جگہ یہ معاملہ پیش آیا کہ ایک آدمی اپنی بیوی سے کہہ رہا تھا: اپنے آزاد کردہ غلام کے مال کا صدقہ ادا کرو اور بیوی مرد سے کہہ رہی تھی: بلکہ تم اپنے بیٹے کے مال کا صدقہ ادا کرو۔ حمزہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ ان دونوں کا معاملہ کیا ہے؟ تو انھیں بتایا گیا کہ یہ مرد اس عورت کا خاوند ہے اور اس نے اپنی بیوی کی لونڈی سے جماع کر لیا، تو اس سے اس کا لڑکا پیدا ہوا جسے اس کی بیوی نے آزاد کر دیا، اس لڑکے کے مال کے متعلق مرد اپنی بیوی سے کہہ رہا ہے کہ تمھارے مولیٰ کا مال ہے، تم اس کی زکاۃ دو اور وہ اسے کہہ رہی ہے کہ تمھارے بیٹے کا مال ہے، تم اس کا صدقہ دو۔ تو حمزہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم نے اپنی بیوی کی لونڈی سے زنا کیا، اس لیے میں تمھیں رجم کرتا ہوں، مگر اس ڈیرے پر رہنے والے لوگوں نے کہا کہ اس کا معاملہ عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا تھا، انھوں نے اسے سو کوڑے مارے اور اسے رجم کرنا لازم نہیں سمجھا۔ تو حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس آدمی سے ضامن لیا کہ یہ بھاگ نہ جائے، تم اسے حاضر کرو گے، پھر وہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے اس ڈیرے والے لوگوں کی بات کی تصدیق کی اور عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر حد اس لیے جاری نہیں کی کہ اسے جہالت کی وجہ سے معذور سمجھا، کیونکہ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا خیال تھا کہ بیوی کی لونڈی ہے تو اپنی ہی لونڈی ہے، اس لیے اس سے جماع اس کے لیے جائز ہے۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے جہالت کے عذر کی وجہ سے اسے رجم نہیں کیا، البتہ اسے سو کوڑے لگوا دیے۔ (فتح الباری) اس واقعہ سے امام بخاری رحمہ اللہ نے "كَفَالَةُ بِالْأَبْدَانِ" کو ثابت کیا ہے کہ حمزہ بن عمرو صحابی رضی اللہ عنہ نے اس آدمی سے شخصی ضمانت لی اور عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر اعتراض نہیں کیا، نہ کسی اور صحابی نے اس پر اعتراض کیا، حالانکہ اس وقت کثرت کے ساتھ صحابہ موجود تھے۔

3 جریر اور اشعث رضی اللہ عنہما کے قول والا قصہ بھی یہاں مختصر بیان ہوا ہے۔ پورا واقعہ بیہقی (٣٥٨/٨، ح: ١٦٨٨٦) نے ابو اسحاق عن حارثہ بن مضرب بیان کیا ہے، انھوں نے کہا: میں نے (کوفہ میں) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی، جب انھوں نے سلام پھیرا تو ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے بتایا کہ وہ بنو حنیفہ کی مسجد کے پاس گیا تو اس نے عبداللہ بن نواحہ کے مؤذن کو سنا، وہ کہہ رہا تھا: "أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَنَّ مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابَ رَسُوْلُ اللّٰهِ." "میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور مسیلمہ کذاب اللہ کا رسول ہے۔" عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: "عبداللہ بن نواحہ اور اس کے ساتھیوں کو میرے پاس لاؤ۔" چنانچہ انھیں لایا گیا تو انھوں نے قرظہ بن کعب کو ابن النواحہ کی گردن اتارنے کا حکم دیا، پھر دوسروں کے متعلق لوگوں سے مشورہ مانگا تو عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے انھیں قتل کرنے کا اشارہ کیا اور جریر (بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہما) اور اشعث (بن قیس رضی اللہ عنہ) کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا: بلکہ ان سے توبہ کروائیں اور ان کے خاندانوں سے ضمانت لیں (کہ آئندہ وہ مرتد نہیں ہوں گے)۔ چنانچہ ان سب نے توبہ کر لی اور ان کے خاندانوں نے ان کی ضمانت دی۔ اور ابن ابی شیبہ (٤٣٩/٦، ح: ٣٢٧٤٣) نے قیس بن حازم رضی اللہ عنہ کے طریق سے بیان کیا ہے کہ یہ ایک سو ستر افراد تھے۔ امام بخاری کا استدلال یہ ہے کہ جب حدود میں شخصی ضمانت ہو سکتی ہے تو اموال میں ضمانت تو بالاولیٰ ہو سکتی ہے۔ البتہ قصاص یا حد میں مطلوب آدمی اگر فوت ہو جائے یا غائب ہو جائے تو کفیل پر قصاص یا حد نہیں ہوگی، البتہ جس پر مال واجب ہوا اگر وہ فوت ہو جائے یا غائب ہو جائے تو کفیل کو مال دینا پڑے گا، کیونکہ وہ مکفول سے یا اس کے وارثوں سے مال کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ (فتح الباری)

4 حماد بن ابی سلیمان نے کہا کہ اگر کسی کو حاضر کرنے کی ضمانت دے اور مطلوب شخص فوت ہو جائے تو ضامن پر کوئی چیز واجب نہیں۔ اور حکم نے کہا: "وہ ضامن ہوگا، میت کے ذمے جو واجب تھا اسے دینا پڑے گا۔"

٢٢٩١۔ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ : وَقَالَ اللَّيْثُ : حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ : أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ : «سَأَلَ بَعْضَ بَنِي

2291۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا: "بنی اسرائیل کے ایک آدمی نے بنی اسرائیل کے دوسرے آدمی سے ہزار دینار قرض مانگا، اس نے کہا: گواہ لاؤ جنھیں میں گواہ بناؤں۔ اس نے کہا: اللہ ہی کافی گواہ ہے۔ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

إِسْرَائِيلَ أَنْ يُسْلِفَهُ أَلْفَ دِينَارٍ، فَقَالَ : ائْتِنِي بِالشُّهَدَاءِ أُشْهِدُهُمْ، فَقَالَ : كَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا، قَالَ : فَأْتِنِي بِالْكَفِيلِ، قَالَ : كَفَى بِاللَّهِ كَفِيلًا، قَالَ : صَدَقْتَ فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى، فَخَرَجَ فِي الْبَحْرِ فَقَضَى حَاجَتَهُ ، ثُمَّ الْتَمَسَ مَرْكَبًا يَرْكَبُهَا يَقْدَمُ عَلَيْهِ لِلْأَجَلِ الَّذِي أَجَّلَهُ ، فَلَمْ يَجِدْ مَرْكَبًا، فَأَخَذَ خَشَبَةً فَنَقَرَهَا فَأَدْخَلَ فِيهَا أَلْفَ دِينَارٍ، وَصَحِيفَةً مِنْهُ إِلَى صَاحِبِهِ، ثُمَّ زَجَّجَ مَوْضِعَهَا، ثُمَّ أَتَى بِهَا إِلَى الْبَحْرِ ، فَقَالَ : اَللَّهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنِّي كُنْتُ تَسَلَّفْتُ فُلَانًا أَلْفَ دِينَارٍ، فَسَأَلَنِي كَفِيلاً فَقُلْتُ : كَفَى بِاللَّهِ كَفِيلاً ، فَرَضِيَ بِكَ ، وَسَأَلَنِي شَهِيدًا، فَقُلْتُ : كَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا، فَرَضِيَ بِكَ، وَأَنِّي جَهَدْتُ أَنْ أَجِدَ مَرْكَبًا أَبْعَثُ إِلَيْهِ الَّذِي لَهُ فَلَمْ أَقْدِرْ، وَإِنِّي أَسْتَوْدِعُكَهَا، فَرَمَى بِهَا فِي الْبَحْرِ حَتَّى وَلَجَتْ فِيهِ ، ثُمَّ انْصَرَفَ وَهُوَ فِي ذَلِكَ يَلْتَمِسُ مَرْكَبًا يَخْرُجُ إِلَى بَلَدِهِ ، فَخَرَجَ الرَّجُلُ الَّذِي كَانَ أَسْلَفَهُ، يَنْظُرُ لَعَلَّ مَرْكَبًا قَدْ جَاءَ بِمَالِهِ، فَإِذَا بِالْخَشَبَةِ الَّتِي فِيهَا الْمَالُ فَأَخَذَهَا لِأَهْلِهِ حَطَبًا، فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ وَالصَّحِيفَةَ ، ثُمَّ قَدِمَ الَّذِي كَانَ أَسْلَفَهُ، فَأَتَى بِالْأَلْفِ دِينَارٍ فَقَالَ : وَاللَّهِ ! مَا زِلْتُ جَاهِدًا فِي طَلَبِ مَرْكَبٍ لِآتِيَكَ بِمَالِكَ فَمَا وَجَدْتُ مَرْكَبًا قَبْلَ الَّذِي أَتَيْتُ فِيهِ، قَالَ : هَلْ كُنْتَ بَعَثْتَ إِلَيَّ بِشَيْءٍ؟ قَالَ : أُخْبِرُكَ أَنِّي لَمْ أَجِدْ مَرْكَبًا قَبْلَ الَّذِي جِئْتُ فِيهِ، قَالَ : فَإِنَّ

نے کہا: پھر ضامن لاؤ۔ اس نے کہا: اللہ ہی کافی ضامن ہے۔ اس نے کہا: تم نے سچ کہا، تو اس نے اسے وہ دینار ایک مقرر مدت تک کے لیے دے دیے اور قرض لینے والے نے سمندر کا سفر کیا اور اپنی ضرورت پوری کی، پھر اس نے کوئی جہاز ڈھونڈا جس پر سوار ہو کر مقرر وقت پر آئے مگر اسے کوئی جہاز نہ ملا، تو اس نے ایک لکڑی لی، اسے کھودا اور اس میں ایک ہزار دینار اور قرض خواہ کے نام ایک خط رکھ کر اوپر سے ڈاٹ کے ساتھ اسے بند کر دیا، پھر اسے لے کر سمندر پر آیا اور کہنے لگا: یا اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ہزار دینار قرض مانگے تھے، اس نے مجھ سے ضامن مانگا، میں نے کہا: اللہ ہی کافی ضامن ہے، تو وہ تجھ پر راضی ہو گیا اور اس نے مجھ سے گواہ مانگے تو میں نے کہا: اللہ ہی کافی گواہ ہے، تو وہ تجھ پر راضی ہو گیا اور میں نے بہت کوشش کی کہ مجھے کوئی جہاز مل جائے تو میں اس کی طرف اس کی رقم بھیج دوں مگر وہ مجھے نہ ملا اور اب میں اسے تیرے سپرد کرتا ہوں (تو اسے پہنچا دے)۔ پھر اس نے وہ لکڑی سمندر میں پھینک دی اور وہ سمندر میں چلی گئی، پھر وہ واپس آ گیا، اس دوران وہ کوئی جہاز ڈھونڈتا رہا جو اس کے شہر کی طرف جا رہا ہو۔ ادھر وہ آدمی نکلا جس نے اسے قرض دیا تھا کہ شاید کوئی جہاز اس کا مال لے کر آیا ہو، اچانک اس نے وہ لکڑی دیکھی جس میں وہ مال تھا تو اس نے اسے گھر والوں کے ایندھن کے لیے اٹھا لیا، جب اس نے اسے چیرا تو اسے اس میں مال اور خط ملا، پھر (کچھ دنوں کے بعد) وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللَّهَ قَدْ أَدَّى عَنْكَ الَّذِي بَعَثْتَ فِي الْخَشَبَةِ، فَانْصَرِفْ بِالْأَلْفِ الدِّينَارِ رَاشِدًا ») [راجع : ١٤٩٨]

شخص آ گیا جس کو اس نے قرض دیا تھا اور وہ ہزار دینار بھی لایا اور کہنے لگا: اللہ کی قسم! میں کوئی جہاز ڈھونڈنے کی کوشش میں لگا رہا تا کہ تمھارا مال لے کر آؤں مگر اس وقت میرے آنے سے پہلے مجھے کوئی جہاز نہیں ملا۔ اس نے کہا: کیا تم نے میری طرف کوئی چیز بھیجی تھی؟ اس نے کہا: میں تمھیں بتا رہا ہوں کہ اس جہاز سے پہلے جس میں میں آیا ہوں مجھے کوئی جہاز ہی نہیں ملا۔ اس نے کہا: پھر اللہ نے تمھاری طرف سے وہ مال پہنچا دیا ہے جو تم نے اس لکڑی میں بھیجا تھا، اس لیے یہ ہزار دینار لے کر خیر سے واپس چلے جاؤ۔“

فوائد 1 اس کے بعض فوائد حدیث (۱۴۹۸) میں گزر چکے ہیں۔ صحیح ابن حبان (۶۴۸۷) میں ہے کہ حدیث کے آخر میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: « فَلَقَدْ رَأَيْتُنَا يَكْثُرُ مِرَاؤُنَا وَلَغَطُنَا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَنَا أَيُّهُمَا آمَنُ » ”تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اس بات پر ہمارا بہت جھگڑا اور شور ہو رہا تھا کہ ان دونوں میں سے زیادہ ایمان والا کون ہے۔“

2 کفالہ میں اس حدیث کو ذکر کرنے کی مناسبت یہ ہے کہ نبی ﷺ نے یہ واقعہ بیان فرمایا جس میں کفیل مانگنے کا ذکر ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں فرمایا، ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کے بیان فرمانے کا مقصد یہی ہے کہ اس پر عمل کیا جائے، ورنہ ذکر کرنے کا کیا فائدہ؟ (فتح الباری)

3 اس حدیث سے مقررہ مدت تک قرض لینے کا جواز اور اسے ادا کرنے کا وجوب ثابت ہوا۔

4 اس حدیث سے نصیحت حاصل کرنے اور پیروی کرنے کے لیے بنی اسرائیل اور دوسری پہلی امتوں کے عجیب و غریب واقعات بیان کرنا بھی ثابت ہوا، اس کے علاوہ سمندری سفر کا جواز اور تجارت کے لیے سمندری سفر کرنا بھی ثابت ہوا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جسے قرض دیا جائے اس سے گواہ اور ضامن مانگے جا سکتے ہیں۔

5 اس میں اللہ پر توکل کی فضیلت اور اس بات کی مثال ملتی ہے کہ جس کا اللہ پر توکل صحیح ہو اللہ تعالیٰ اس کی مدد اور نصرت کا خود ضامن بن جاتا ہے۔ ایک سبق اس میں یہ ہے کہ اس قرض لینے والے نے لکڑی میں دینار رکھ کر سمندر کے حوالے کرنے کے بعد اسی کو ادائے قرض کے لیے کافی نہیں سمجھا بلکہ عام اسباب بھی استعمال کرتا رہا۔ چنانچہ سواری ملنے پر وہ مزید ایک ہزار دینار لے کر قرض دینے والے کے پاس پہنچا، صرف یہ نہیں کیا کہ اس سے ملاقات پر کہہ دیتا کہ میں اسے اللہ تعالیٰ کے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

حوالے کر کے تمھاری طرف بھیج چکا ہوں۔

٢- بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى : ﴿ وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ ﴾ [النساء : ٣٣]

2۔ باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان: ”اور جن لوگوں کو تمھاری قسموں نے باندھ رکھا ہے انھیں ان کا حصہ دو“

٢٢٩٢- حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ إِدْرِيسَ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ﴾ [النساء : ٣٣] ، قَالَ : وَرَثَةً ، ﴿وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ قَالَ: كَانَ الْمُهَاجِرُونَ لَمَّا قَدِمُوا الْمَدِينَةَ يَرِثُ الْمُهَاجِرُ الْأَنْصَارِيَّ دُونَ ذَوِي رَحِمِهِ، لِلْأُخُوَّةِ الَّتِي آخَى النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَهُمْ، فَلَمَّا نَزَلَتْ : ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ﴾ نَسَخَتْ، ثُمَّ قَالَ : ﴿ وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ ﴾ إِلَّا النَّصْرَ وَالرِّفَادَةَ وَالنَّصِيحَةَ ، وَقَدْ ذَهَبَ الْمِيرَاثُ وَيُوصِي لَهُ. [انظر : ٤٥٨٠، ٦٧٤٧]

2292۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے ہر ایک کے لیے وارث مقرر کر دیے ہیں۔ ﴿ وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ ﴾ (اور جن لوگوں کو تمھاری قسموں نے باندھ رکھا ہے) اس کی تفسیر میں انھوں نے کہا: مہاجرین جب مدینہ میں آئے تو انصاری کا وارث اس کے رشتہ داروں کی بجائے مہاجر بنتا تھا، اس بھائی چارے کی وجہ سے جو نبی ﷺ نے ان کے درمیان قائم کیا تھا، پھر جب یہ آیت اتری: ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ﴾ تو اس نے (مؤاخات کی وجہ سے مہاجر کے انصاری کے وارث بننے کو) منسوخ کر دیا، پھر کہا کہ ﴿ وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ ﴾ کے تحت نصرت، عطیہ اور خیر خواہی باقی ہے اور میراث ختم ہو گئی اور اس کے لیے وصیت کر سکتا ہے۔

٢٢٩٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَدِمَ عَلَيْنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ ، فَآخَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ . [راجع : ٢٠٤٩- أخرجه مسلم : ١٤٢٧ بقطعة لم ترد في هذه الطريق]

2293۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں اور سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کو آپس میں بھائی بنا دیا۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

٢٢٩٤۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّا، حَدَّثَنَا عَاصِمٌ، قَالَ : قُلْتُ لِأَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَبَلَغَكَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : « لَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ » ؟ فَقَالَ : قَدْ حَالَفَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ قُرَيْشٍ وَالْأَنْصَارِ فِي دَارِي . [انظر : ٦٠٨٣، ٧٣٤٠۔ أخرجه مسلم : ٢٥٢٩]

2294۔ عاصم سے روایت ہے کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اسلام میں حلف یعنی عہد و پیمان کی قسم نہیں ہے؟'' انھوں نے کہا: نبی ﷺ نے قریش اور انصار کو میرے گھر میں ایک دوسرے کا حلیف بنایا۔

فوائد 1 امام بخاری رحمہ اللہ نے جس آیت کو باب کے طور پر پیش کیا ہے اس میں وارد لفظ '' عَاقَدَتْ '' کو دو طرح پڑھا گیا ہے، عاصم، حمزہ اور کسائی کی قراءت ''عَقَدَتْ'' ہے جو ہمارے ہاں معروف ہے، دوسرے قراء اسے ''عَاقَدَتْ'' پڑھتے ہیں، تاہم دونوں کے معنی میں کوئی فرق نہیں۔ (ہدایۃ القاری)

2 عرب میں لوگوں کا موالاۃ میں یہ دستور تھا کہ کسی سے بہت دوستی ہو جاتی تو اس سے معاہدہ کرتے تھے کہ '' تیرا خون میرا خون ہے اور تو جس سے لڑے ہم اس سے لڑیں گے، تو جس سے صلح کرے ہم اس سے صلح کریں گے، تو ہمارا وارث ہم تیرے وارث، تیرا قرضہ ہم سے لیا جائے اور ہمارا قرضہ تجھ سے، تیری طرف سے ہم دیت دیں گے اور تو ہماری طرف سے۔'' شروع زمانۂ اسلام میں ایسے شخص کو ترکہ سے حصہ ملنے کا حکم ہوا، پھر یہ حکم اس آیت سے منسوخ ہو گیا: ﴿ وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ ﴾ [الأنفال : ٧٥] ''اور رشتے دار اللہ کی کتاب میں، ان کے بعض بعض کے زیادہ حق دار ہیں۔'' ابن مُنَیِّر نے کہا: کفالت کے باب میں امام بخاری اس کو اس لیے لائے ہیں کہ جب حلف سے جو ایک عقد تھا شروع زمانۂ اسلام میں ترکہ کا استحقاق پیدا ہو گیا تھا تو کفالت کرنے سے بھی مال کی ذمہ داری کفیل پر پیدا ہو گی، کیونکہ وہ بھی ایک عقد ہے۔ (تیسیر الباری)

3 لَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ: صحیح مسلم (٢٠٦/٢٥٣٠) میں جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: « لَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ، وَأَيُّمَا حِلْفٍ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ ، لَمْ يَزِدْهُ الْإِسْلَامُ إِلَّا شِدَّةً » ''اسلام میں قسم کے ساتھ عہد و پیمان نہیں اور جو حلف جاہلیت میں ہوا اسلام نے اس کو مزید مضبوط ہی کیا ہے۔'' اسلام میں جس حلف کو ختم کیا گیا ہے وہ ہے جو ناجائز کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کے لیے کیا جاتا تھا، یا شروع ہجرت میں جس کے ساتھ مہاجرین و انصار ایک دوسرے کے وارث بنتے تھے، البتہ جو حلف ہو چکے ان میں ایک دوسرے کی مدد، عطیہ، خیر خواہی زیادہ سے زیادہ کریں اور وہ آپس میں ایک دوسرے کے حق میں وصیت کر سکتے ہیں، ترکے کے وارث نہیں بن سکتے۔ انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں وہ مؤاخات ہوئی تھی جس میں وہ ایک دوسرے کے وارث بھی بنتے تھے، آیت: ﴿ وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ ﴾ سے حلف کی وجہ سے وراثت منسوخ ہو گئی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٣- بَابُ مَنْ تَكَفَّلَ عَنْ مَيِّتٍ دَيْنًا فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَرْجِعَ

3- باب: جو کسی میت کے قرض کا کفیل بنے اسے پھرنا جائز نہیں

وَبِهِ قَالَ الْحَسَنُ.

حسن بصری نے بھی یہی فرمایا۔

٢٢٩٥- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهَا، فَقَالَ: «هَلْ عَلَيْهِ مِنْ دَيْنٍ؟» قَالُوا: لَا، فَصَلَّى عَلَيْهِ، ثُمَّ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ أُخْرَى فَقَالَ: «هَلْ عَلَيْهِ مِنْ دَيْنٍ؟» قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: «صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ» قَالَ أَبُو قَتَادَةَ: عَلَيَّ دَيْنُهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! فَصَلَّى عَلَيْهِ. [راجع: ٢٢٨٩]

2295- سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے پاس ایک جنازہ لایا گیا کہ آپ اس کا جنازہ پڑھیں، آپ نے فرمایا: ”کیا اس پر کوئی قرض ہے؟“ لوگوں نے کہا: نہیں، تو آپ نے اس کا جنازہ پڑھا، پھر ایک اور جنازہ لایا گیا تو آپ نے فرمایا: ”کیا اس پر کوئی قرض ہے؟“ لوگوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: ”اپنے ساتھی پر جنازہ پڑھ لو۔“ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس کا قرض میرے ذمے ہے، تو آپ نے اس کا جنازہ پڑھ دیا۔

فائدہ اس کی شرح (٢٢٨٩) میں گزر چکی ہے۔

٢٢٩٦- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا عَمْرٌو، سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيٍّ، عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَوْ قَدْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ قَدْ أَعْطَيْتُكَ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا» فَلَمْ يَجِئْ مَالُ الْبَحْرَيْنِ حَتَّى قُبِضَ النَّبِيُّ ﷺ، فَلَمَّا جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ أَمَرَ أَبُو بَكْرٍ فَنَادَى: مَنْ كَانَ لَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ عِدَةٌ أَوْ دَيْنٌ فَلْيَأْتِنَا، فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِي كَذَا وَكَذَا، فَحَثَى لِي حَثْيَةً، فَعَدَدْتُهَا فَإِذَا هِيَ خَمْسُ مِائَةٍ، وَقَالَ: خُذْ مِثْلَيْهَا. [انظر: ٢٥٩٨، ٢٦٨٣، ٣١٣٧، ٣١٦٤، ٣٤٨٣- أخرجه مسلم: ٢٣١٤]

2296- جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”اگر بحرین کا مال آیا تو میں تمھیں اتنا اور اتنا اور اتنا (دونوں لپ بھر کر) دوں گا۔“ مگر نبی ﷺ کے فوت ہونے تک وہ مال نہ آیا، پھر جب بحرین کا مال آیا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حکم دے کر اعلان کروایا کہ نبی ﷺ نے جس سے کوئی وعدہ کیا ہو یا جس کا نبی ﷺ کے ذمے کوئی قرض ہو وہ ہمارے پاس آئے، تو میں ان کے پاس گیا اور میں نے کہا: نبی ﷺ نے مجھے اس طرح اور اس طرح فرمایا تھا، تو انھوں نے میرے لیے دو لپیں بھریں، میں نے انھیں گنا تو وہ پانچ سو (درہم) تھے۔ انھوں نے کہا: ان سے دوگنا لے لو۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

فوائد: 1 بحرین سے آنے والا یہ مال جزیہ کا تھا، جیسا کہ "مغازی (۴۳۸۳)" میں آئے گا۔ اس وقت نبی ﷺ کی طرف سے بحرین کے عامل علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ تھے، جیسا کہ "کِتَابُ الشَّهَادَاتِ ، بَابُ مَنْ أَمَرَ بِإِنْجَازِ الْوَعْدِ (۲۶۸۳)" میں جابر رضی اللہ عنہ کی اسی حدیث میں آئے گا، اس میں یہ بھی ذکر ہے کہ آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ پھیلا کر تین دفعہ «هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا» کہا تھا۔ باب کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے قائم مقام بنے تو وہ ان تمام چیزوں کے کفیل ٹھہرے جو آپ ﷺ کے ذمے تھیں، خواہ واجب تھیں یا نفل، تو جب انھوں نے انھیں اپنے ذمے لے لیا تو ان پر لازم ٹھہرا کہ وہ آپ کے تمام وعدوں کو پورا کریں اور آپ کے قرض ادا کریں، چونکہ آپ اپنے کیے ہوئے وعدے پورے کرتے تھے، اس لیے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہ سب پورے کر دیے۔ (فتح الباری)

2 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اصحاب رسول ﷺ ایسے سچے اور معتبر تھے کہ ان کے اکیلے کی بیان کردہ حدیث بھی معتبر تھی، جسے خبرِ واحد کہا جاتا ہے، خواہ اس حدیث میں بیان کرنے والے صحابی کا کوئی ذاتی فائدہ کیوں نہ ہو، کیونکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جابر رضی اللہ عنہ سے ان کے سچا ہونے کی کوئی دلیل یا کوئی گواہ طلب نہیں کیا۔ (فتح الباری)

٤۔ بَابُ جِوَارِ أَبِي بَكْرٍ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَعَقْدِهِ

4۔ باب: نبی ﷺ کے زمانے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کا (ایک مشرک کی) پناہ لینا اور اس کے ساتھ عہد کرنا

٢٢٩٧۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ: أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: لَمْ أَعْقِلْ أَبَوَيَّ إِلَّا وَهُمَا يَدِينَانِ الدِّينَ. وَقَالَ أَبُو صَالِحٍ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: لَمْ أَعْقِلْ أَبَوَيَّ قَطُّ إِلَّا وَهُمَا يَدِينَانِ الدِّينَ، وَلَمْ يَمُرَّ عَلَيْنَا يَوْمٌ إِلَّا يَأْتِينَا فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ طَرَفَيِ النَّهَارِ بُكْرَةً وَعَشِيَّةً، فَلَمَّا ابْتُلِيَ الْمُسْلِمُونَ، خَرَجَ أَبُو بَكْرٍ مُهَاجِرًا قِبَلَ الْحَبَشَةِ، حَتَّى إِذَا بَلَغَ بَرْكَ الْغِمَادِ لَقِيَهُ ابْنُ الدَّغِنَةِ، وَهُوَ سَيِّدُ الْقَارَةِ، فَقَالَ: أَيْنَ تُرِيدُ يَا أَبَا

2297۔ نبی ﷺ کی زوجہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے جب سے ہوش سنبھالا یہی دیکھا کہ میرے ماں باپ نے دین قبول کر رکھا تھا اور ہم پر کوئی دن نہیں گزرا جس میں رسول اللہ ﷺ دن کے پہلے اور پچھلے پہر ہمارے گھر نہ آئے ہوں۔ تو جب مسلمان آزمائشوں میں مبتلا ہوئے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے حبشہ کی طرف روانہ ہوئے، جب برک الغماد مقام پر پہنچے تو انھیں ابن الدغنہ ملا، وہ قارہ قبیلے کا سردار تھا، اس نے کہا: ابوبکر! کہاں کا ارادہ ہے؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے، اب میں چاہتا ہوں کہ زمین میں پھروں اور اپنے رب کی عبادت کروں۔ ابن الدغنہ نے کہا: آپ جیسا آدمی نہ نکلتا ہے نہ نکالا جاتا ہے، کیونکہ آپ اس کو کما کر دیتے ہیں جس کے پاس کچھ نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَكْرٍ؟ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : أَخْرَجَنِي قَوْمِي، فَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أَسِيحَ فِي الْأَرْضِ، فَأَعْبُدَ رَبِّي، قَالَ ابْنُ الدَّغِنَةِ : إِنَّ مِثْلَكَ لَا يَخْرُجُ وَلَا يُخْرَجُ، فَإِنَّكَ تَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ وَأَنَا لَكَ جَارٌ، فَارْجِعْ فَاعْبُدْ رَبَّكَ بِبِلَادِكَ .

ہوتا اور آپ رشتہ داری کو ملاتے ہیں اور کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کی راہ میں پیش آنے والی مصیبتوں پر لوگوں کی مدد کرتے ہیں، میں آپ کو پناہ دیتا ہوں، آپ واپس جائیں اور اپنے شہر میں اپنے رب کی عبادت کریں۔

فَارْتَحَلَ ابْنُ الدَّغِنَةِ، فَرَجَعَ مَعَ أَبِي بَكْرٍ، فَطَافَ فِي أَشْرَافِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ، فَقَالَ لَهُمْ : إِنَّ أَبَا بَكْرٍ لَا يَخْرُجُ مِثْلُهُ وَلَا يُخْرَجُ، أَتُخْرِجُونَ رَجُلًا يَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَيَصِلُ الرَّحِمَ وَيَحْمِلُ الْكَلَّ وَيَقْرِي الضَّيْفَ وَيُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ ؟ فَأَنْفَذَتْ قُرَيْشٌ جِوَارَ ابْنِ الدَّغِنَةِ، وَآمَنُوا أَبَا بَكْرٍ، وَقَالُوا لِابْنِ الدَّغِنَةِ : مُرْ أَبَا بَكْرٍ، فَلْيَعْبُدْ رَبَّهُ فِي دَارِهِ، فَلْيُصَلِّ وَلْيَقْرَأْ مَا شَاءَ، وَلَا يُؤْذِينَا بِذَلِكَ وَلَا يَسْتَعْلِنْ بِهِ، فَإِنَّا قَدْ خَشِينَا أَنْ يَفْتِنَ أَبْنَاءَنَا وَنِسَاءَنَا، قَالَ ذَلِكَ ابْنُ الدَّغِنَةِ لِأَبِي بَكْرٍ، فَطَفِقَ أَبُو بَكْرٍ يَعْبُدُ رَبَّهُ فِي دَارِهِ، وَلَا يَسْتَعْلِنُ بِالصَّلَاةِ، وَلَا الْقِرَاءَةِ فِي غَيْرِ دَارِهِ .

پھر ابن الدغنہ روانہ ہوا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ واپس چلا، پھر وہ کفارِ قریش کے سرداروں میں گھوما پھرا اور اس نے ان سے کہا: ابوبکر جیسا آدمی نہ نکلتا ہے، نہ نکالا جاتا ہے، کیا تم اسے نکالتے ہو جو اسے کما کر دیتا ہے جس کے پاس کچھ نہیں ہوتا اور جو رشتے داری کو ملاتا ہے اور کمزوروں کا بوجھ اٹھاتا ہے اور مہمانوں کی مہمان نوازی کرتا ہے اور حق کی راہ میں پیش آنے والی مصیبتوں پر لوگوں کی مدد کرتا ہے ؟ تو قریش نے ابن الدغنہ کی پناہ کو تسلیم کر لیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امن دے دیا اور ابن الدغنہ سے کہنے لگے : ابوبکر سے کہو کہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرے، نماز پڑھے اور جو چاہے پڑھے اور ہمیں اس کے ساتھ تکلیف نہ دے، یہ کام علانیہ نہ کرے، کیونکہ ہم ڈرتے ہیں کہ وہ ہمارے بیٹوں اور ہماری عورتوں کو بہکا دے گا۔ ابن الدغنہ نے یہ بات ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہہ دی، تو ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرنے لگے اور اپنے گھر کے سوا علانیہ نہ نماز پڑھتے اور نہ قرآن پڑھتے۔

ثُمَّ بَدَا لِأَبِي بَكْرٍ، فَابْتَنَى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهِ وَبَرَزَ، فَكَانَ يُصَلِّي فِيهِ، وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ، فَيَتَقَصَّفُ

پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے بنی تو انھوں نے اپنے گھر کے سامنے کھلی جگہ میں ایک مسجد بنالی اور باہر نکل آئے، چنانچہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عَلَيْهِ نِسَاءُ الْمُشْرِكِينَ وَأَبْنَاؤُهُمْ، يَعْجَبُونَ وَ يَنْظُرُونَ إِلَيْهِ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَجُلًا بَكَّاءً، لَا يَمْلِكُ دَمْعَهُ حِينَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ، فَأَفْزَعَ ذَلِكَ أَشْرَافَ قُرَيْشٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، فَأَرْسَلُوا إِلَى ابْنِ الدَّغِنَةِ، فَقَدِمَ عَلَيْهِمْ فَقَالُوا لَهُ : إِنَّا كُنَّا أَجَرْنَا أَبَا بَكْرٍ عَلَى أَنْ يَعْبُدَ رَبَّهُ فِي دَارِهِ، وَ إِنَّهُ جَاوَزَ ذَلِكَ، فَابْتَنَى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهِ، وَأَعْلَنَ الصَّلَاةَ وَالْقِرَاءَةَ وَقَدْ خَشِينَا أَنْ يَفْتِنَ أَبْنَاءَنَا وَنِسَاءَنَا، فَأْتِهِ، فَإِنْ أَحَبَّ أَنْ يَقْتَصِرَ عَلَى أَنْ يَعْبُدَ رَبَّهُ فِي دَارِهِ فَعَلَ ، وَ إِنْ أَبَى إِلَّا أَنْ يُعْلِنَ ذَلِكَ، فَسَلْهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْكَ ذِمَّتَكَ، فَإِنَّا كَرِهْنَا أَنْ نُخْفِرَكَ وَلَسْنَا مُقِرِّينَ لِأَبِي بَكْرٍ الْاِسْتِعْلَانَ .

اس مسجد میں نماز پڑھتے اور قرآن پڑھتے اور مشرکین کی عورتیں اور بیٹے ان پر ٹوٹے پڑتے، ان پر تعجب کرتے اور انھیں دیکھتے رہتے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت رونے والے آدمی تھے، جب قرآن پڑھتے تو اپنے آنسوؤں پر قابو نہ رکھ سکتے، اس چیز نے قریش کے مشرک سرداروں کو خوف زدہ کر دیا، انھوں نے ابن الدغنہ کی طرف پیغام بھیجا، وہ ان کے پاس آیا، تو انھوں نے اس سے کہا: ہم نے ابوبکر کو اس شرط پر پناہ دی تھی کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرے گا، اس نے اس سے تجاوز کیا ہے اور اپنے گھر کے سامنے جگہ میں ایک مسجد بنا لی ہے اور علانیہ نماز اور قرآن پڑھنے لگا ہے اور ہم ڈرتے ہیں کہ وہ ہمارے بیٹوں اور ہماری عورتوں کو بہکائے گا، تم ان کے پاس جاؤ، اگر وہ پسند کرے کہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت پر اکتفا کرے تو ایسے کرے اور اگر وہ یہ کام علانیہ کرنے کے سوا نہ مانے تو اس سے کہو کہ وہ تمھارے عہد کو واپس کر دے، کیونکہ ہم تمھارے عہد کو توڑنا پسند نہیں کرتے اور ہم علانیہ اس کام کو نہیں ہونے دیں گے۔

قَالَتْ عَائِشَةُ : فَأَتَى ابْنُ الدَّغِنَةِ أَبَا بَكْرٍ فَقَالَ : قَدْ عَلِمْتَ الَّذِي عَقَدْتُ لَكَ عَلَيْهِ، فَإِمَّا أَنْ تَقْتَصِرَ عَلَى ذَلِكَ وَإِمَّا أَنْ تَرُدَّ إِلَيَّ ذِمَّتِي، فَإِنِّي لَا أُحِبُّ أَنْ تَسْمَعَ الْعَرَبُ أَنِّي أُخْفِرْتُ فِي رَجُلٍ عَقَدْتُ لَهُ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ : إِنِّي أَرُدُّ إِلَيْكَ جِوَارَكَ وَأَرْضَى بِجِوَارِ اللَّهِ ، وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَئِذٍ بِمَكَّةَ، فَقَالَ رَسُولُ

عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: تو ابن الدغنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے کہا: آپ کو وہ بات معلوم ہے جس پر میں نے آپ سے عہد کیا تھا، تو یا تو آپ اس پر اکتفا کریں یا پھر میرا عہد مجھے واپس کر دیں، کیونکہ میں پسند نہیں کرتا کہ عرب یہ بات سنیں کہ جس آدمی سے میں نے عہد کیا، میرے اس عہد کو توڑا گیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر میں تمھاری پناہ تمھیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللّٰهِ ﷺ : « قَدْ أُرِيتُ دَارَ هِجْرَتِكُمْ، رَأَيْتُ سَبْخَةً ذَاتَ نَخْلٍ بَيْنَ لَابَتَيْنِ » وَهُمَا الْحَرَّتَانِ ، فَهَاجَرَ مَنْ هَاجَرَ قِبَلَ الْمَدِينَةِ حِينَ ذَكَرَ ذٰلِكَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَرَجَعَ إِلَى الْمَدِينَةِ بَعْضُ مَنْ كَانَ هَاجَرَ إِلٰى أَرْضِ الْحَبَشَةِ وَتَجَهَّزَ أَبُو بَكْرٍ مُهَاجِرًا، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : « عَلٰى رِسْلِكَ، فَإِنِّي أَرْجُو أَنْ يُؤْذَنَ لِي » قَالَ أَبُو بَكْرٍ : هَلْ تَرْجُو ذٰلِكَ بِأَبِي أَنْتَ؟ قَالَ : نَعَمْ، فَحَبَسَ أَبُو بَكْرٍ نَفْسَهُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ لِيَصْحَبَهُ ، وَعَلَفَ رَاحِلَتَيْنِ كَانَتَا عِنْدَهُ وَرَقَ السَّمُرِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ . [راجع : ٤٧٦]

واپس کرتا ہوں اور میں اللہ کی پناہ پر خوش ہوں۔ رسول اللہ ﷺ ان دنوں مکہ میں تھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے تمھاری ہجرت کا گھر دکھایا گیا ہے، میں نے دو پتھریلی زمینوں کے درمیان کھجور کے درختوں والی ایک شور زمین دیکھی ہے۔'' اور وہ دونوں زمینیں کالے پتھروں والی ہیں، جب رسول اللہ ﷺ نے یہ بات کہی تو جس نے ہجرت کرنی تھی وہ مدینہ کی طرف ہجرت کر گیا، کچھ وہ لوگ بھی ہجرت کر کے مدینہ آ گئے جنھوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی، ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی ہجرت کا سامان تیار کر لیا، تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں کہا: ''تم ٹھہر جاؤ، کیونکہ مجھے امید ہے کہ مجھے اجازت مل جائے گی۔'' ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرا باپ آپ پر قربان، کیا آپ کو یہ امید ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں!'' تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کے ساتھ جانے کے لیے اپنے آپ کو روک لیا اور ان کے پاس جو دو اونٹنیاں تھیں انھیں چار مہینے کیکر کے پتوں کا چارہ کھلاتے رہے۔

فوائد 1 اس حدیث کے کچھ فوائد (۴۷۶، ۲۱۳۸ اور ۲۲۶۳) میں گزر چکے ہیں۔ اس حدیث کی مطابقت باب سے یوں ہے کہ ابن الدغنہ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ضمانت دی تھی کہ انھیں کوئی بدنی یا مالی ایذا نہ پہنچے گی اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اسے قبول کیا تھا۔ ہمارے نبی کریم ﷺ بھی جب طائف کے سفر سے واپس آئے تو مکہ میں داخلہ نہایت خطرناک تھا، اس لیے آپ ﷺ نے مطعم بن عدی سے پناہ مانگی، وہ اپنے بیٹوں اور بھتیجوں کو مسلح کر کے لایا اور آپ کو ان کے حصار میں لے کر مکہ گیا اور اعلان کرتا جاتا تھا کہ خبردار! آج سے محمد (ﷺ) میری پناہ میں ہیں، کوئی انھیں ایذا نہ دے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے اس احسان کا بدلہ دیتے ہوئے اس موقع پر فرمایا جب غزوۂ بدر کے بعد قیدیوں کا فدیہ لے کر مطعم کے بیٹے جبیر بن مطعم مدینہ گئے، آپ نے فرمایا: « لَوْ كَانَ الْمُطْعِمُ بْنُ عَدِيٍّ حَيًّا، ثُمَّ كَلَّمَنِي فِي هٰؤُلَاءِ النَّتْنٰى لَتَرَكْتُهُمْ لَهُ » [بخاري : ۳۱۳۹، ٤٠٢٤] ''اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا، پھر ان گندے لوگوں کے متعلق مجھ سے بات کرتا تو میں انھیں اس کی خاطر چھوڑ دیتا۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

2 اس حدیث سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طبیعت، ان کے مزاج اور ان کے اوصاف غرض ہر چیز کا رسول اللہ ﷺ کے عین موافق ہونا ظاہر ہے کہ ابن الدغنہ نے ان کے جو اوصاف بیان کیے عین وہی اوصاف ہماری ماں خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ پر پہلی وحی کے نزول کے بعد آپ کے بیان کیے تھے، پھر دیکھیے صلح حدیبیہ کے موقع پر جب رسول اللہ ﷺ نے کفار قریش کی کچھ شرطیں بظاہر دب کر قبول کیں، جس پر عمر رضی اللہ عنہ جیسے مضبوط ایمان والے بھی پریشان ہوئے اور جا کر رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا، پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا، تو ان دونوں کا جواب ایک ہی تھا، جس میں ایک نقطے کا فرق نہ تھا، پھر رسول اللہ ﷺ کو طائف سے واپسی پر مکہ میں آمد کے لیے مطعم بن عدی کی پناہ لے کر آنا پڑا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی ابن الدغنہ کی پناہ لے کر مکہ میں واپس آئے، ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے یارِ غار بھی تھے اور یارِ مزار بھی بنے۔ خلاصہ یہ کہ تمام صحابہ میں جو شخص رسول اللہ ﷺ کی مسند پر بیٹھنے کا سب سے زیادہ حق دار تھا وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ [رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ وَأَرْضَاهُ]

3 جہاں تک ہو سکے مومن کو خصوصاً عالم کو صوفیوں کی طرح جنگلوں میں پھرنے کی بجائے شہر میں رہنا اور دعوت و تبلیغ کا فریضہ سرانجام دینا چاہیے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ، ابوبکر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ حبشہ یا مدینہ کی طرف ہجرت تک مکہ مکرمہ میں رہے۔ ہاں قیامت کے قریب جب شہروں میں ایمان بچانے کی کوئی صورت ہی نہ رہے گی اس وقت مسلمان کا بہترین مال بھیڑ بکریاں ہوں گی جنھیں لے کر وہ اپنا ایمان بچاتا ہوا پہاڑوں کی چوٹیوں پر پھرتا رہے گا۔

٥۔ بَابُ الدَّيْنِ

۲۲۹۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُؤْتَى بِالرَّجُلِ الْمُتَوَفَّى عَلَيْهِ الدَّيْنُ، فَيَسْأَلُ: «هَلْ تَرَكَ لِدَيْنِهِ فَضْلًا؟» فَإِنْ حُدِّثَ أَنَّهُ تَرَكَ لِدَيْنِهِ وَفَاءً صَلَّى، وَ إِلَّا قَالَ لِلْمُسْلِمِينَ: «صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ» فَلَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْفُتُوحَ، قَالَ: «أَنَا أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ، فَمَنْ تُوُفِّيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَتَرَكَ دَيْنًا، فَعَلَيَّ قَضَاؤُهُ وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ» [انظر: ۲۳۹۸، ۲۳۹۹، ٤٧٨١، ٥٣٧١، ٦٧٣١، ٦٧٤٥، ٦٧٦٣۔ أخرجه مسلم: ١٦١٩]

5۔ باب: قرض کا بیان

2298۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس فوت شدہ آدمی لایا جاتا جس پر قرض ہوتا، آپ پوچھتے: ''کیا اس نے اپنے قرض کے لیے (تجہیز و تکفین و تدفین سے) کچھ زائد مال چھوڑا ہے؟'' اگر آپ کو بتایا جاتا کہ اس نے قرض ادا کرنے کے لیے مال چھوڑا ہے تو آپ جنازہ پڑھ دیتے، ورنہ مسلمانوں سے کہتے: ''اپنے ساتھی کا جنازہ پڑھ لو۔'' پھر جب اللہ نے آپ کو فتوحات عطا فرمائیں تو آپ نے فرمایا: ''میں مسلمانوں پر خود ان سے زیادہ حق رکھتا ہوں، تو جو مومن فوت ہو اور کچھ قرض چھوڑ جائے تو اس کا ادا کرنا میرے ذمے ہے اور جو کچھ مال چھوڑ جائے وہ اس کے وارثوں کا ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ ابتدا میں رسول اللہ ﷺ کے مقروض کا جنازہ نہ پڑھنے کی وجہ اہل علم نے یہ بیان کی ہے کہ اس سے لوگ قرض ادا کرنے کی کوشش کریں گے اور اس میں کوتاہی نہیں کریں گے، تاکہ وہ فوت ہونے پر رسول اللہ ﷺ کے ان کا جنازہ پڑھنے سے محروم نہ رہیں، پھر فتوحات کے بعد آپ نے ہر ایسے فوت ہونے والے کا قرض اپنے ذمے لے لیا جس نے اس کی ادائیگی کے لیے کچھ نہ چھوڑا ہو۔ آپ نے ایسے شخص کا صرف قرض ہی اپنے ذمے نہیں لیا بلکہ ایسے شخص کے بال بچوں کا خرچ بھی اپنے ذمے لیا جس نے ان کے لیے کچھ نہ چھوڑا ہو، جیسا کہ صحیح بخاری "کتاب التفسیر (۴۷۸۱)" میں آ رہا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: « فَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ تَرَكَ مَالًا فَلْيَرِثْهُ عَصَبَتُهُ مَنْ كَانُوْا، فَإِنْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضَيَاعًا فَلْيَأْتِنِيْ وَ أَنَا مَوْلَاهُ » "جو مومن کچھ مال چھوڑ جائے اس کے وارث اس کے عصبہ ہوں گے جو بھی ہوں اور جو ضائع ہونے والے (بال بچے) چھوڑ جائے وہ میرے پاس آئے میں اس کا ذمہ دار ہوں۔" اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے بعد مسلمانوں کے امیر کی ذمہ داری ہے کہ ایسے بے نوا لوگوں کے قرض ادا کریں اور ان کے بال بچوں کے گزارے کا بندوبست کریں۔ یہی فلاحی ریاست ہے جو رسول اللہ ﷺ نے اور خلفائے راشدین نے قائم کی تھی اور جس پر کچھ نہ کچھ عمل کفار کی بعض حکومتیں کر رہی ہیں، مسلم حکمرانوں کو تو یہ خیال بھی شاید ہی آتا ہو۔ (الا ماشاء اللہ)

[تَمَّ كِتَابُ الْكَفَالَةِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرست مصادر ومراجع

نمبر شمار	کتاب	ناشر	تفصیل طبع	اجزا
1	أحكام الجنائز للألباني	المكتب الإسلامي	ط الرابعة 1406ھ - 1986ء	1
2	إحكام الأحكام شرح عمدة الأحكام	مطبعة السنة المحمدية	بدون طبعة و تاريخ	2
3	أحكام القرآن لابن العربي	دارالكتب العلمية ـ بيروت	ط الثانية 1424ھـ 2003ء	4
4	إرواء الغليل للألباني	المكتب الإسلامي ـ بيروت	ط الثانية 1405ھـ 1985ء	9
5	الاستيعاب في معرفة الأصحاب	دار الجيل ـ بيروت	ط الأولى 1412ھ - 1994ء	4
6	الاستذكار لابن عبد البر	داز الكتب العلمية ـ بيروت	ط الأولى 1421ھـ2000ء	9
7	أسد الغابة في معرفة الصحابة	دار الكتب العلمية	ط الأولى 1415ھ ـ 1994ء	8
8	الاعتبار للحازمي	دائرة المعارف ـ دكن	ط الثالثة 1359ھ	1
9	الأعلام للزركلي	دارالعلم للملايين	ط الخامسة 2002ء	8
10	إعلام الموقعين	دار ابن الجوزي ـ سعوديه	ط الأولى 1423ھ 2002ء	7
11	الأم (صحيح سنن أبي داوٗد)	مؤسسة غراس	ط الأولى 1423ھ ـ 2002ء	8
12	الأم للشافعي	دار المعرفة ـ بيروت	بدون طبعة 1410ھ ـ 1990ء	8
13	أنساب الأشراف	دار الفكر ـ بيروت	ط الأولى 1417ھ- 1996ء	13
14	البداية والنهاية	دار هجر	ط الأولى 1417ھ - 1997ء	21
15	تاريخ الإسلام للذهبي	دارالغرب الإسلامي	ط الأولى 1424ھ 2003ء	15

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

16	تاريخ بغداد	دار الكتب العلمية	ط الأولى 1417هـ - 1996ء	24
17	تاريخ المدينة لابن شبة	دار الكتب العلمية	بدون طبعة1417هـ - 1996ء	4
18	تاريخ الطبري	دار التراث - بيروت	ط الثانية 1387 هـ	11
19	التاريخ الكبير للبخاري	دائرة المعارف العثمانية حيدر آباد دكن	بدون طبعة و تاريخ	8
20	تحفة الأحوذي	دار الكتب العلمية	بدون طبعة و تاريخ	10
21	الترغيب الترهيب	دارالكتب العلمية-بيروت	ط الأولى 1417هـ	4
22	تفسير ابن أبي حاتم	مكتبة نزار - السعودية	ط الثالثة 1419هـ	13
23	تفسيرالراغب الأصفهاني	كلية الآداب - جامعة طنطا	ط الأولى 1420هـ-1999ء	5
24	تفسير الطبري	دار هجر	ط الأولى 1422هـ - 2001ء	26
25	تلبيس إبليس	دارالفكر- بيروت	ط الأولى 1421هـ 2001ء	1
26	التلخيص الحبير	دار الكتب العلمية - بيروت	ط الأولى 1409 هـ - 1989ء	4
27	التمهيد لابن عبد البر	مؤسسة الفرقان - لندن	ط الأولى 1439هـ - 2017ء	17
28	التهذيب في فقه الإمام الشافعي	دار الكتب العلمية	ط الأولى 1418هـ - 1997ء	8
29	التوضيح لشرح الجامع الصحيح لابن الملقن	دارالنوادر - دمشق	ط الأولى 1429هـ-2008ء	36
30	الثقات لابن حبان	دائرة المعارف العثمانية حيدر آباد هند	ط الأولى 1393هـ - 1973ء	9
31	الجامع الصغير مع شرح التنوير	دار السلام - رياض	ط الأولى 1432هـ-2011ء	11

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

32	جزء القراءة خلف الإمام للبخاري	المكتبة السلفية	ط الأولى 1400ھ-1980ء	1
33	جوامع السيرة النبوية	دار الكتب العلمية	بدون طبعة و تاريخ	1
34	حجة الله البالغة	دارالجيل ـ بيروت	ط الأولى 1426ھ-2005ء	2
35	حلية الأولياء وطبقات الأصفياء	دار الكتب العلمية ـ بيروت	بدون طبعة 1409 ھ - 1989ء	10
36	الخراج لابن آدم	المطبعة السلفية	ط الثانية 1384ھ	1
37	خلاصة الأحكام للنووي	مؤسسة الرسالة ـ بيروت	ط الأولى 1418ھ - 1997ء	2
38	الخلافيات للبيهقي	الروضة للنشر والتوضيع قاهره	ط الأولى 1436ھ-2015ء	8
39	الدر المنظوم من كلام المصطفى المعصوم ﷺ	بدون ناشر	بدون طبعة و تاريخ	1
40	زاد المعاد في هدي خير العباد	دار عطائات العلم ـ رياض	ط الثالثة 1440ھ - 2019ء	8
41	سلسلة الأحاديث الصحيحة	مكتبة المعارف ـ رياض	ط الأولى 1995ء تا 2002ء	6
42	سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة	دار المعارف ـ رياض	ط الأولى 1416ھ - 1992ء	14
43	سنن الدار قطني	مؤسسة الرسالة ـ بيروت	ط الأولى 1424ھ-2004ء	5
44	السنن الكبرىٰ للنسائي	مؤسسة الرسالة ـ بيروت	ط الأولى 1421ھ - 2001ء	12
45	السنن الكبرىٰ للبيهقي	دارالكتب العلمية ـ بيروت	ط الثالثة 1424ھ - 2003ء	11
46	سير أعلام النبلاء	مؤسسة الرسالة	ط الثالثة 1405 ھ - 1985ء	25
47	سيرة ابن هشام (ت : السقا)	شركة مكتبة ـ مصر	ط الثالثة 1375ھ - 1955ء	2

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

48	سيرة ابن إسحاق	دارالفكر- بيروت	ط الأولى 1398هـ-1978ء	1
49	السيرة النبوية لابن حبان	الكتب الثقافية ـ بيروت	ط الثالثة 1417هـ ـ 1996ء	2
50	شرح مشكل الآثار	مؤسسة الرسالة ـ بيروت	ط الأولى 1415هـ ـ 1994ء	16
51	شرح معاني الآثار	عالم الكتب	ط الأولى 1414هـ ـ 1994ء	5
52	الشريعة للآجري	دار الوطن ـ رياض	ط الثانية 1420 هـ ـ 1999ء	5
53	شعب الإيمان للبيهقي	مكتبة الرشد ـ رياض	ط الأولى 1423هـ ـ 2003ء	14
54	الشمائل المحمدية للترمذي	المكتبة التجارية ـ مكة	ط الأولى 1413هـ ـ 1993ء	1
55	صحيح ابن حبان	مؤسسة الرسالة ـ بيروت	ط الأولى 1408هـ ـ 1988ء	18
56	صحيح ابن خزيمة	المكتب الإسلامي ـ بيروت	ط الثالثة 1424هـ ـ 2003ء	2
57	صحيح الجامع الصغير للألباني	المكتب الإسلامي	بدون طبعة و تاريخ	2
58	الضعفاء الكبير للعقيلي	دار الكتب العلمية ـ بيروت	ط الأولى 1404هـ ـ 1984ء	4
59	الطبقات الكبرىٰ لابن سعد	دار صادر ـ بيروت	ط الأولى 1386هـ ـ 1968ء	8
60	العلل للدار قطني	دار طيبة ـ رياض	ط الأولى 1405هـ ـ 1985ء	15
61	غريب الحديث لإبراهيم الحربي	جامعة أم القرىٰ مكة المكرمة	ط الأولى 1405هـ- 1985ء	3
62	غوامض الأسماء المبهمة	عالم الكتب ـ بيروت	ط الأولى 1407هـ ـ 1987ء	2
63	الفتاوىٰ العالمكيرية	المطبعة الكبرىٰ الأميرية مصر	ط الثانية 1310هـ	6
64	الفردوس بمأثور الخطاب	دارالكتب العلمية- بيروت	ط الأولى 1416هـ-1986ء	5
65	فقه الزكاة (يوسف القرضاوي)	مؤسسة الرسالة	ط الثانية 1393هـ- 1973ء	1

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

66	فقه السنة	دار الكتب العربي ـ بيروت	ط الثالثة 1397هـ ـ 1977ء	3
67	فقه السيرة للغزالي	دار القلم ـ دمشق	ط الأولى 1427هـ ـ 2006ء	1
68	الفقه على المذاهب الأربعة	دار الكتب العلمية ـ بيروت	ط الثانية 1424هـ ـ 2003ء	5
69	الفوائد النورانية	دارابن الجوزي	ط الأولى 1422هـ-2001ء	1
70	قاعدة في التوسل والوسيلة	مكتبة الفرقان ـ عجمان	ط الأولى 1422هـ ـ 2001ء	1
71	القبس في شرح الموطأ	دار الغرب الإسلامي	ط الأولى 1491هـ ـ 992ء	1
72	قرة العينين برفع اليدين	دار الأرقم ـ كويت	ط الأولى 1404هـ ـ 1983ء	1
73	قيام الليل للمروزي	حديث أكادمي- فيصل آباد	ط الأولى 1408هـ ـ 1988ء	1
74	الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي	الكتب العلمية ـ بيروت	ط الأولى 1418هـ-1997ء	9
75	كتاب المصاحف	الفاروق الحديثة مصر القاهرة	ط الأولى 1423هـ ـ 2002ء	1
76	كتاب الأوائل لأبي عروبة	دار ابن حزم ـ بيروت	ط الأولى 1424هـ ـ 2003ء	1
77	كشف الأستار عن زوائد البزار	مؤسسة الرسالة ـ بيروت	ط الأولى 1399هـ-1997ء	4
78	الكنى والأسماء	عمارة البحث العلمي المدينة المنورة	ط الأولى 1404هـ ـ 1984ء	2
79	المبدع في شرح المقنع	دار الكتب العلمية	ط الأولى 1418هـ ـ 1997ء	8
80	مجالس شهر رمضان للعثيمين	دار الثرية ـ الرياض	ط الثانية 1424هـ -2004ء	1
81	المجالسة وجواهر العلم	دار ابن حزم ـ بيروت	ط الأولى 1419هـ ـ 1998ء	10
82	مجمع الزوائد	مكتبة القدوسي ـ القاهرة	بدون طبعة 1414هـ ـ 1994ء	10

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

83	مجموع الفتاویٰ	مجمع الملك فهد السعودية	عام النشر 1416هـ-1995ء	35
84	المحلی بالآثار	دار الفکر ـ بیروت		12
85	المختصر النصیح للمهلب	دار التوحید ـ ریاض	ط الأولی 1430هـ ـ 2009ء	4
86	المخلصیات	وزارة الأوقاف ـ قطر	ط الأولی 1429هـ ـ 2008ء	4
87	مرعاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح	إدارة البحوث العلمیة هند	ط الثالثة 1404هـ ـ 1984ء	9
88	المستدرك علی الصحیحین للحاکم	دار الکتب العلمیة بیروت	ط الأولی 1411هـ ـ 1990ء	4
89	مستخرج أبي عوانة	دار المعرفة ـ بیروت	ط الأولی 1419هـ ـ 1998ء	5
90	مسند ابن الجعد (الجعدیات)	مؤسسة نادر - بیروت	ط الأولی 1410هـ-1990ء	1
91	مسند أبي داوٗد الطیالسي	دارهجر ـ مصر	ط الأولی 1419هـ ـ 1989ء	4
92	مسند أبي یعلٰی الموصلي	دار الحدیث ـ القاهرة	ط الأولی 1434هـ ـ 2013ء	10
93	مسند البزار	مکتبة العلوم والحکم المدینة المنورة	ط الأولی 1430 هـ ـ 2009ء	18
94	مسند الدارمي	دار المغني للنشر و التوزیع	ط الأولی 1421هـ ـ 2000ء	4
95	مسند الرویاني	مؤسسة قرطبة ـ القاهرة	بدون طبعة و تاریخ	5
96	مسند السراج	ادارة العلوم الأثریة فیصل آباد	بدون طبعة 1423هـ ـ 2002ء	1

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

97	مسند الشافعي	دار الكتب العلمية بيروت	بدون طبعة 1400هـ - 1980ء	1
98	مسندالشاميين للطبراني	مؤسسة الرسالة ـ بيروت	ط الأولى1405هـ-1984ء	4
99	مسند الإمام أحمد	مؤسسة الرسالة	ط الأولى 1421هـ - 2001ء	50
101	مشاهير علماء الأمصار لابن حبان	دار الوفاء ـ المنصورة	ط الأولى 1411 هـ - 1991ء	1
102	المصباح المنير	المكتبة العلمية	بدون طبعة و تاريخ	2
103	المصنف لابن أبي شيبة	مكتبة الرشد ـ الرياض	ط الأولى 1409هـ - 1989ء	7
104	المصنف عبد الرزاق	المجلس العلمي ـ الهند	ط الثانية 1403هـ - 1993ء	12
105	معرفة السنن والآثار	جامعة الدراسات الإسلامية ـ كراچى	ط الأولى 1412هـ- 1991ء	15
106	المعجم الكبير للطبراني	مكتبه ابن تيمية ـ القاهرة	الطبعة الثانية	25
107	المعجم الأوسط للطبراني	دار الحرمين ـ القاهرة	بدون طبعة و تاريخ	10
108	المعجم الصغير للطبراني	المكتب الإسلامي- بيروت	ط الأولى 1405هـ - 1985ء	2
109	المغني لابن قدامة	مكتبة القاهرة	ط الأولى 1388هـ - 1968ء	10
110	المنتخب من مسند عبد بن حميد	مكتبة السنة ـ القاهرة	ط الأولى 1408هـ - 1988ء	1
111	المنتقى لابن الجارود	دارالتقوى ـ القاهرة	ط الأولى1428هـ-2007ء	1
112	منهاج السنه النبوية	جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية	ط الأولى1406هـ-1986ء	9
113	الموطأ لمالك بن أنس	مؤسسة زايد بن سلطان	ط الأولى 1425هـ - 2004ء	8

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

114	الموضوعات الكبرٰى	مؤسسة الرسالة	بلون طبعة و تاريخ	1
115	ميزان الاعتدال	دار المعرفة ـ بيروت	ط الأولٰى1382هـ-1963ء	4
116	نصب المجانيق لنسف قصة الغرانيق	دار الكتب العربي بيروت	ط الثالثة 1417هـ ـ 1996ء	1
117	النهاية في غريب الحديث والأثر	المكتبة العلمية ـ بيروت	ط الأولٰى1399هـ-1989ء	5
118	هداية المستنير	المكتبة الإسلامية-القاهرة	ط الأولٰى 1424هـ ـ 2003ء	1
119	هواتف الجن لابن أبي الدنيا	المكتب الإسلامي	ط الأولٰى 1416هـ-1995ء	1

120	الأجوبة النافعة عن أسئلة لجنة مسجد الجامعة	132	تهذيب سنن أبي داوٗد لابن قيم
121	أحكام زكاة وعشر(عبد السلام بن محمد)	133	تيسير الباري (علامه وحيد الزمان)
122	أسرار الشريعة الإسلامية (شيخ إبراهيم آفندي)	134	تيسير القرآن
123	إرشاد الساري لشرح البخاري للقسطلاني	135	تيسير الوصول إلى أحاديث الرسول ﷺ
124	أكمل البيان (أشرف سندهو)	136	جامع الترمذي
125	أنيس الساري	137	جزء رفع اليدين (تاج الدين سبكي)
126	أنوار المصابيح (نذير أحمد رحماني)	138	جزء رفع اليدين (خالد گهرجاكهي)
127	التحقيق الراسخ في أن أحاديث رفع اليدين ليس لها ناسخ (حافظ محمد گوندلوي)	139	جلاء العينين (سيد بديع الدين راشدي)
128	تعليق ابن باز على صحيح البخاري	140	حاشية ابن باز على فتح الباري
129	تفسير ابن كثير	141	حصول الفلاح (مولانا محمد أيوب أثري حيدر آبادي)
130	تفسير التفسير (عالي بن إبراهيم)	142	دلائل الجانبين في تحقيق رفع اليدين (دكتور محمد بشير صابر)
131	تفسير القرآن الكريم (عبد السلام بن محمد)	143	الرسائل في تحقيق المسائل (عبد الرشيد أنصاري)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

144	رفع اليدين اور آمين (عبدالله رويڑي)	159	فوائد لابن المقري
145	ركعات التراويح للألباني	160	فيض الباري
146	الزكاة (عبد الله محمد الطيار)	161	كتاب الصلاة لأبي نعيم
147	سنن ابن ماجه	162	الكوكب الدراري في شرح صحيح البخاري (شمس الدين الكرماني)
148	سنن أبي داوٗد	163	مسئلة رفع اليدين تحريری مناظره (حافظ عبد المنان نورپوري)
149	سنن سعيد بن منصور	164	مكائد الشيطان (ابن أبي الدنيا)
150	سنن النسائي	165	اللامع الصبيح بشرح الجامع الصحيح شمس الدين البرماوي
151	شرح صحيح البخاري للعثيمين	166	مستخرج لأبي نعيم
152	شرح صحيح البخاري لابن بطال	167	مسئلة رفع الدين مع آمين بالجهر (مولانا رحمت الله رباني)
153	شرح النووي على صحيح مسلم	168	معيار الحق (سيد نذير حسين الدهلوي)
154	شمس الضحٰى بجواب نور الصباح (حكيم محمود بن إسماعيل سلفي)	169	الميزان في الأوزان (مفتي عبد الرحمن الرحماني)
155	صحيح بخاري	170	نعمة الباري (غلام رسول سعيدي)
156	صحيح مسلم	171	نور العينين (زبير علي زئي)
157	غريب الحديث لأبي أسحاق الحربي	172	هداية القاري (عبد الستار حماد)
158	فتح الباري		